جلد ۶ | مدینۃ المسیح لاہور چہارشنبہ مورخہ ۲۷ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ مطابق یکم جنوری ۱۹۱۹ء | نمبر ۴۷

جلسہ سالانہ کے متعلق بعض ضروری باتیں

تمہید

الحمد للہ کہ جلسہ سالانہ حسب اعلان ۲۶ دسمبر ۱۹۱۸ء کو شروع ہو کر ۲۹ دسمبر کو بخیر و خوبی اور بڑی کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔ امسال یہ جلسہ کیا بلحاظ تعداد مہمانان اور کیا ان مواعیظ اور ان بیش بہا تحریکات اور تجاویز کے جو اشاعت اسلام کے متعلق ہوئیں۔ اپنے اندر شایاں خصوصیت رکھتا ہے جن کا تذکرہ ناظرین کرام آج ... میں دیکھ کر خوش ہونگے۔ ذیل میں ہم بعض ان ضروری واقعات کو درج کرتے ہیں۔ جو کارروائی جلسہ کے علاوہ ناظرین کیلئے باعث دلچسپی ہو سکتے ہیں۔ جلسہ کی اصل کارروائی کسی دوسری جگہ درج ہے۔ مقررین کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی تقاریر کے مطالب کو مختصر بیان کیا گیا ہے۔ اصل تقاریر بھی آیندہ اشاعتوں میں درج ہوتی رہیں گی۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

۱۔ آمد مہمانان

یوں تو مہمانوں کی آمد ۲۲ دسمبر ۱۹۱۸ء سے ہی شروع ہو گئی تھی۔ پشاور سے حضرت مولانا مولوی غلام حسن خان صاحب اور بعض دیگر احباب نوشہرہ خان محمد عجب خانصاحب اور بعض دیگر علاقوں مثلاً پٹیالہ، سامانہ وغیرہ سے احباب اسی تاریخ کو تشریف لائے۔ لیکن زیادہ تر مہمان ۲۴ دسمبر کو آئے اور اس کے بعد ۲۶ دسمبر تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ پشاور۔ کوہاٹ۔ جموں۔ سیالکوٹ۔ راولپنڈی۔ وزیرآباد۔ گوجرانوالہ۔ فیروزپور۔ امرتسر۔ گورداسپور۔ دہلی۔ پسرور۔ شملہ۔ اور اور بہت سے اضلاع کے لوگ جوق در جوق جلسہ میں شامل ہونے کے لئے آئے۔ جنکی صحیح تعداد بتانا مشکل ہے۔ لیکن اتنا کہا جا سکتا ہے کہ ۲۷ دسمبر کو نماز جمعہ میں کل ۱۶ صفیں نمازیوں کی تھیں۔ جن میں اگر فی صف ۲۵ آدمی (جو اقل تعداد ہے) ... لیا جائے تو کل ... ۴۰۰ آدمی ... ہیں۔

۲۔ تحدیث نعمت اور مخالفین کے مطالب

یہ ایک ایسا نظارہ تھا جو احمدی قوم کے ان افراد کیلئے جنہوں نے عقائد حقہ کا ساتھ دیا۔ ازدیاد ایمان کا موجب ہو سکتا ہے۔ ... وہ لوگ جو کہا کرتے تھے کہ یہ ہیں کیا۔ تین یا چار آدمی جو یا تباہ ہو جائینگے یا ساتھ مل جائیں گے۔ جنکا یہ خیال تھا کہ میاں صاحب کے الہام لیمزقنہم کا اثر یہ ہوگا کہ لاہور کی جماعت کے سب لوگ بکھر جائیں گے۔ یہ اپنے پاک ارادوں میں ناکام رہیں گے۔ اور کوئی نہیں پوچھنے والا ہوگا۔ وہ جنکا شیوہ رات دن بد دعائیں کرنا تھا۔ اور غلط بیانی اور جھوٹ کا یہ حال کہ گذشتہ سالانہ جلسہ تک وہ یہی کہتے رہے کہ ۲۰ یا ۲۷ آدمی ان کے جلسہ میں شامل ہوتے ہیں۔ بلکہ ابھی حال ہی میں بطور طنز یہ لکھا گیا تھا کہ مولوی محمد علی صاحب جو میاں صاحب کو اپنے جلسہ پر تبادلہ خیالات کی دعوت دیتے ہیں۔ تو محض اس لئے کہ تا ان کی رونق بڑھے۔ کاش وہ اس نظارہ کو دیکھتے اور عبرت کی آنکھ ... ملاحظہ کرتے۔ غلطیوں سے باز آتے۔ ہم نہیں کہتے کہ یہ تعداد اس قدر ... جو پیر پرستی کی رو میں بہتی ہوئی قادیان پہنچے ... سال ... ہی ہمارا مدعا ... ہمارا مقصود ہے کہ ... بات کو ...

دلیل ... یا شروع شروع میں اس سے بھی تھوڑی تعداد پر جو ہنسی اڑائی جاتی تھی۔ وہ کس طرح مخالفین کیلئے موجب سوہان روح ہو رہی ہے۔ اور وہ چند آدمی بلکہ وہ اکیلا انسان جو ... حق ... کھڑا ہوا۔ کس طرح اللہ تعالےٰ کی تائیدی نصرتوں سے کامیاب ہو رہا ہے۔ فالحمد للہ علی ذالک

۳۔ جلسہ کا انتظام اور والنٹیرز۔

امسال جس قدر مہمانوں کی تعداد زیادہ تھی اسی قدر جلسہ کے منتظمین اور والنٹیرز کی محنت بھی کامیاب ثابت ہوئی۔ ابتدا میں مہمانوں کے لئے جس قدر مکانات کا انتظام کیا گیا تھا۔ اس سے زیادہ آدمی آجانے پر بعض اور مکانات بھی حاصل کر لئے گئے۔ اور ہم منتظمین کو مبارکباد دیتے ہیں کہ کیا بلحاظ آرام رہائش وغیرہ کے اور کیا کھانے وغیرہ کے لحاظ سے مہمانوں کو کسی قسم کی تکلیف ہونے نہیں پائی۔ اور سب نے انتظام کی تعریف کی۔ والنٹیرز میں مسلم ہائی سکول کے اکثر طلبا بھی شامل تھے۔ اور جماعت لاہور کے بعض اور نوجوان بھی۔ جنہوں نے مہمانوں کی خدمت حتی الوسع پورے طور پر کی۔ اور برابر تین دن تک اپنے فرائض کو وہ ادا کرتے رہے۔

والنٹیروں کے نام حسب ذیل ہیں:۔ میاں غلام محمد صاحب میاں بشیر احمد صاحب خلیفہ عبدالرشید صاحب۔ خلیفہ عبدالمجید صاحب۔ خواجہ صلاح الدین صاحب سید بشیر حسین احمد۔ میرزا اسکندر بیگ صاحب میرزا داؤد بیگ صاحب میاں عبدالحمید صاحب مولوی محمد حسین صاحب میاں خلیل الرحمن صاحب میاں عزیز الرحمن میاں فضل الہی میاں عبدالرشید۔ میاں محمد سعید۔ حمید الرحمن۔ اور بھی بعض نام ہیں۔ جو ... ان کے علاوہ کھانا پکوانے پر داروغہ ... صاحب۔ مستری دین محمد صاحب۔ ملک غلام محمد صاحب۔ اور میاں مولا بخش صاحب قریشی متعین تھے جو اپنی سرگرم مساعی کے لحاظ سے قابل شکریہ اور لائق مبارکباد ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان سب احباب کو جزائے خیر دے۔ اور بیش از بیش خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔

ہاں اس امر کا بیان کر دینا ضروری ہے کہ جلسہ گاہ کو سجانے اور کاغذ کے پھولوں اور کپڑے کے قطعات سے آراستہ کرنے میں بعض نوجوانوں نے اس محبت اور شوق کا ثبوت دیا جو انہیں مذہب کیساتھ ہے۔ انہی نوجوانوں نے جلسہ گاہ سے باہر گلی کے سرے پر پتوں کا ایک خوشنما دروازہ بھی بنایا جس کے اوپر ایک کپڑے پر سنہری حروف میں لکھا ہوا تھا کہ

"پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد"

اللہ تعالےٰ ان کے شوق اور دینی محبت کو دوبالا کرے۔ اور انہیں خادم دین بنائے۔ آمین۔

۴۔ محمودیوں کی مضطربانہ کوششیں

اس موقعہ پر یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ جہاں سلسلہ حقہ کے پاک ممبر لوگوں کو عقائد حقہ کی تبلیغ کر رہے تھے۔ اور حضرت مسیح موعود کی اصل تعلیم اور خدمات اسلام سے انہیں آگاہ کر کے آپ کی اتباع کی تلقین کر رہے تھے۔ وہاں بہت سے محمودی مبلغین بھی ادھر ادھر لوگوں کو ورغلاتے اور اپنے غلط عقائد پر قائل کرنے پھرتے تھے۔ لیکن بے سود۔ لاہوری محمودیوں نے تو ایک علیحدہ جلسہ ہماری مخالفت میں کیا جس کا مقصد صرف یہ تھا کہ لاہور کے محمودیوں کو وہیں روک رکھا جائے۔ اور ہمارے یہاں آنے سے روکا جائے۔ تا کہ کہیں وہ میاں صاحب کی غلطیاں معلوم کر سکیں ... ان کے عقائد ... ہو جائیں ...

اس کے ... انہوں نے ایک علیحدہ اشتہار بھی شایع کیا۔ لیکن وہ جو دوسروں کی مخورت کے قائل تھے۔ آج ان کے جلسہ پر حسرت برس رہی تھی

۵۔ لاہور کے اہلحدیث اور ہم

جلسہ سالانہ سے کچھ دن پہلے لاہور کی انجمن اہل حدیث کے سیکرٹری منشی محمد عبداللہ صاحب کی ایک چٹھی موصول ہوئی تھی کہ صداقت مرزا صاحب پر ہمیں بحث کی اجازت دی جائے۔ اس کے جواب میں انہیں لکھا گیا کہ × × × × × × × × × ہم بمقصد ذیل اصول کے ماتحت آپ سے گفتگو ... :۔

(۱) کیا اسلام میں کسی مسیح ... کا انتظار ہے؟ (۲) اگر ہے تو کیا وہ مسیح اسرائیلی ہے جس کی نسبت قرآن شریف فرماتا ہے رسولا الی بنی اسرائیل یا آیت استخلاف کے ماتحت اس امت کا کوئی خلیفہ موعود؟ (۳) اگر وہی مسیح اسرائیلی ہی آنے والا ہے تو ضرور ہے کہ وہ زندہ ہو۔ پس قرآن مجید سے اس کی حیات کا ثبوت ہونا چاہئیے۔ اور اس کی دوبارہ آمد ... اسلام کے بنیادی اصول مثلاً ختم نبوت یا سنت اللہ کے خلاف نہیں (۴) اگر وہ قرآن مجید سے وفات یافتہ ثابت ہو تو پھر ضروری ہوگا کہ آنے والا کوئی اور ہو (۵) اگر آنے والا کوئی اور ہے تو پھر دیکھنا ہے کہ وہ کون ہو سکتا ہے۔ اور اس کی شناخت کے نشان قرآن و حدیث سے کیا ثابت ہیں۔ (۶) جب یہ فیصلہ ہو چکے تب ہمیں دیکھنا ہوگا کہ مرزا صاحب میں وہ نشانات پائے جاتے ہیں یا نہیں۔

پس اس ترتیب سے پہلے پانچ امور کا فیصلہ ہونا چاہیئے اور اسی اصول کے ماتحت ہم آپ سے گفتگو کرنے کے لئے تیار ہیں۔ کیونکہ بحث ہمیشہ اصولی ہونی چاہیئے۔ ورنہ ادھر ادھر کی باتوں سے کبھی احقاق حق نہیں ہوتا۔ اگر آپ کو شرائط مذکورہ بالا پر بحث احقاق حق کے لئے منظور ہو تو ہم خاص طور پر انتظام کرنے کے لئے تیار ہیں۔ سالانہ جلسہ کے موقعہ پر اس کے لئے وقت کافی نہ ہوگا"

جواباً سکرٹری صاحب اہلحدیث کا رقعہ پہنچا کہ

"آپ کے پیشکردہ چھ مراتب پر گفتگو منظور ہے۔ ۲۵ دسمبر ۱۹۱۸ء کو چار گھنٹے عنایت کریں۔ سالانہ جلسوں پر ایسی گفتگو کا ہونا مفید ترین ہے۔ جیسا کہ آپ نے بھی اس کام کے لئے اوقات رکھے ہیں"

اس کے جواب میں انہیں پھر لکھا گیا کہ

"چونکہ سالانہ جلسہ کا پروگرام شایع ہو چکا ہے۔ اس میں رد و بدل نہیں ہو سکتا۔ البتہ جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا تھا سالانہ جلسہ کے بعد شرائط مباحثہ مابین فریقین طے ہو کر امور فیصل شدہ پر بحث کرنے کے لئے ہم حاضر ہیں"

اس پر انہی سیکرٹری صاحب اہلحدیث کی طرف سے ایک اشتہار شایع ہوا جس کا عنوان تھا

"مرزائیوں سے مباحثہ کی درخواست اور ان کا فرار؟"

ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ اسے فرار کہنا کہاں تک جائز ہے۔ جب ان سے مباحثہ کرنے سے انکار نہیں۔ بلکہ علیحدہ اس مباحثہ کا انتظام کرنے کا وعدہ کیا جا رہا ہے ... فرار کہنا کیونکر جائز ہے۔ جلسہ سالانہ میں اور بہت سے قومی امور اور مقالات فیصلہ طلب ہوتے ہیں۔ اور دور دور سے آئے ہوئے مہمان زیادہ ... کہ ... کیلئے ...

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۶ چہارشنبہ - یکم جنوری ۱۹۱۹ء نمبر ۴۴

روئیداد جلسہ سالانہ

۲۵ دسمبر ۱۹۱۸ء چہارشنبہ (بدھ)

حسب پروگرام جلسہ سالانہ ۲۵ دسمبر بدھ کو ۱/۲ ۱۰ بجے صبح شروع ہوا۔ سب سے پہلے حافظ محمد صاحب نے جو قاری بھی ہیں۔ نہایت دلربا لہجہ میں تلاوت قرآن کریم فرمائی۔ حافظ صاحب کے متعلق یہ بتادینا ضروری ہے کہ آپ کلا تبٹ (؟) سرحد کے رہنے والے ہیں۔ آپ کے والد ماجد کو جو وہ بھی اس وقت لاہور میں ہی ہیں آپ کو قرآن کریم پڑھوانے کا بہت شوق تھا۔ اور یہی شوق ان دونوں باپ بیٹا کو کشاں کشاں مکہ معظمہ میں لے گیا۔ جہاں اچھے قاریوں سے حافظ صاحب کو ان کے والد مکرم نے قرآن کریم پڑھنا سکھایا۔ آپ خاص عرب کے لہجہ میں قرآن کریم پڑھتے ہیں۔ اور نہایت عمدگی کے ساتھ الفاظ کو ادا کرتے ہیں۔ اب آپ کو آپ کے والد صاحب نے خدمت اسلام کے لئے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے سپرد کیا ہے۔ جہاں تحصیل علم کے بعد کسی کام پر لگیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

حافظ صاحب کے بعد شیخ صادق علی صاحب سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام پٹیالہ نے ایک نہایت مختصر مگر جامع تقریر میں میاں محمود احمد صاحب کے اس خیال کی تردید کی کہ حضرت صاحب نے اپنا عقیدہ در بارۂ نبوت بدل لیا تھا۔ آپ نے بتایا کہ نبوت کے واقعات مسئلہ کفر و اسلام اور مسئلہ جنازہ غیر احمدیان ہیں لیکن حضرت مسیح موعود جس طرح سے ۱۹۰۱ء سے (جس کو میاں صاحب نے تبدیلی عقیدہ کی تاریخ قرار دیا ہے) پہلے تریاق القلوب میں اپنے انکار کرنے والوں کو کافر نہیں قرار دیتے تھے۔ اسی طرح اپنی آخری تقریر میں بھی انہوں نے یہی کہا کہ میں کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہتا۔ ہاں جو مجھ کو کافر قرار دیتے ہیں۔ حدیث کے ماتحت وہ خود کافر بنتے ہیں۔ لیکن میاں صاحب ان پہلی اور آخری تحریرات کو ایک درمیانی زمانہ کی تحریر یعنے حقیقۃ الوحی سے منسوخ قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ آگے چل کر اس کا بھی مطلب وہی نکلتا ہے جو تریاق القلوب اور آخری تقریر کا مطلب ہے۔ جنازہ کے متعلق آپ نے بتایا کہ حضرت صاحب کا ایک خط میاں صاحب کو ملا ہے جس کا ذکر انہوں نے ۱۹۱۷ء کے جلسہ سالانہ قادیان میں کیا۔ کہ اس پر غور کی جائیگی۔ وہ ۱۹۰۱ء کا ہے۔ پھر ۱۹۰۲ء کا حضرت صاحب کا فتویٰ ہے۔ کہ خاموش اور درمیانی حالت والوں کا جنازہ پڑھ لو۔ پھر ۱۹۰۴ء کا مفتی صاحب کے قلم کا لکھا ہوا خط ہے۔ کہ جو مخالف بدزبان نہ ہو اس کا جنازہ جایز ہے۔ پھر ۱۹۰۹ء میں جماعت بھڈیار نے اقرار نامہ لکھ کر دیا۔ جس میں ایک فقرہ تھا۔ کہ ہم دوسروں کے جنازے پڑھینگے حضرت صاحب نے اس پر لکھا۔ کہ بہت ٹھیک ہے۔ لیکن میاں صاحب ان میں سے کسی کو نہیں مانتے۔ حالانکہ تبدیلی عقیدہ کی تاریخ ۱۹۰۱ء قرار دیتے ہیں جو سوائے ایک خط کے جو میاں صاحب کو ملا ان سب حوالوں سے پہلے کی ہے۔ لیکن ان سب کو منسوخ کس نے قرار دیتے ہیں۔ ایک ڈایری سے جو مولوی عبدالکریم صاحب کی لکھی ہوئی ہے اور وہ ۱۸۹۸ء کی ہے۔ اس میں سرسید کے جنازہ کے متعلق استفتا کا جواب ہے۔ کہ ہمیں دوسروں کو خوش کرنے کی ضرورت نہیں۔ گویا ۱۸۹۸ء یعنے دو سال قبل کی ڈایری ۱۹۰۱ء یعنے دو سال بعد کی حضرت صاحب کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر یا آپ کے ایک خط کو منسوخ کرتی ہے۔ نہ صرف یہی بلکہ ۱۹۰۱ء کی ڈائری کو بھی اسی نے منسوخ کر دیا۔ ۱۹۰۴ء کے مفتی صاحب کے خط کو بھی اسی نے نابود کر دیا۔ ۱۹۰۹ء کے اقرار نامہ جماعت بھڈیار پر بھی اسی ۱۸۹۸ء کی ڈائری نے ہی پانی پھیر دیا۔ یعنے پہلے کی بات بعد کی تحریروں کو منسوخ کرتی ہے معلوم نہیں۔ عقیدہ پہلی باتوں کے متعلق بدلا تھا یا بعد کی باتوں کے متعلق ۔

[illegible]

اس کے بعد حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب کے مضمون کا وقت تھا۔ پروگرام میں آپ کے نام کے ساتھ آپ کا مضمون پڑھا جانے کا ذکر تھا۔ اسی کے متعلق حضرت ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب نے بیان کیا۔ کہ حضرت مولانا خود بھی تشریف لانے کو تیار تھے لیکن بوجہ پیرانہ سالی آپ کو تکلیف دینے کی ضرورت نہ سمجھی گئی۔ آپ نے اپنا مضمون لکھکر بھیجا ہے۔ جو پڑھا جائیگا۔ اس کے ساتھ ہی حضرت ڈاکٹر صاحب نے حضرت مولینا کی فضیلت و عظمت کا بھی ذکر کیا۔ جو ان دو خوشنوں میں سے ایک ہونے کی آپ کو حاصل ہے جن کے کندھوں پر مسیح موعود کا نزول ہوا۔ اور بتایا کہ ابتدا میں میاں صاحب کے عقاید سے بیخبر ہونے کیوجہ سے ان کے ساتھ شامل ہوئے لیکن جب انکے عقاید معلوم ہوئے تو ان کو خلافت سے معزول کرنے کا اعلان کر دیا۔

ڈاکٹر صاحب کے ان تمہیدی کلمات کے بعد حضرت مولینا کا مضمون پڑھکر سنایا گیا۔ مضمون کیا تھا میاں صاحب کے غالیانہ عقاید پر ایک تبر تھا۔ جو بڑے جوش کیساتھ اور پرزور الفاظ میں دلایل قاطعہ سے آپنے اس خیال کی تردید کی تھی۔ جو میاں صاحب اور ان کے مریدین کی طرف سے شایع ہوا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم ۳ یا ۶ سال تک اپنی نبوت کے متعلق شک میں رہے۔ آپ نے زمانہ بدء وحی کی قرآنی آیات اور بعض احادیث سے روز روشن کی طرح یہ ثابت کیا۔ کہ آنحضرت صلعم کو کبھی ایک منٹ کے لئے بھی اپنی نبوت میں شک نہیں ہوا کہ ان تمام احکام اسلامی اور شریعت وغیرہ کا پایہ اعتبار سے گر جاتا ہے۔

غرض باوجود پیرانہ سالی کے حضرت مولینا نے بڑے جوش کیساتھ میاں صاحب کے اس خیال کی تردید کی تھی۔ اور باوجود ازحد ضعف کے ایک طویل مضمون جو فلسکیپ کاغذ کے ۲۴ صفحوں پر مشتمل تھا۔ لکھا تھا۔ حاضرین نے اس کو کمال دلچسپی کیساتھ سنا۔ اور دلی مسرت و شادمانی کے ساتھ آپ کے دلایل سے بہرہ اندوز ہوئے۔

حضرت مولینا کے اس مضمون کے پڑھا جانے کے بعد جناب مولینا مولوی غلام حسن خانصاحب رئیس پشاور تقریر کے لئے کھڑے ہوئے آپ نے اس عنوان پر کہ مذاہب کس طرح بنتے اور بگڑتے ہیں۔ کوئی پندرہ منٹ تک مدلل اور دلنشین تقریر کی۔ آپ نے بارش کی مثال دیتے ہوئے بتایا۔ کہ پہلے جب مینہ کا پانی بادلوں میں ہوتا ہے۔ تو بہت صاف ہوتا ہے لیکن جب زمین پر آتا ہے تو میلا اور گدلا ہو جاتا ہے۔ اور پر آیا۔ جھاگ اس کے اوپر آجاتی ہے۔ جو اگرچہ پھر رفع ہو جاتی ہے لیکن پہلے ہوتی ضرور ہے۔ اور وہ بھی اوپر۔ یہی حال آسمانی دین کا ہے۔ کہ جب کسی دل کیساتھ اس کا تعلق قایم ہوتا ہے تو کچھ نہ کچھ رنگ بدل جاتا ہے۔ اور ہر ایک شخص اپنے فہم کے مطابق نکات اور اسرار اس میں سے نکالتا ہے کیونکہ جس طرح سے اللہ تعالیٰ نے جسمانی غذا کے لئے یہ سامان کیا ہے بلکہ ہمارے قولے سے کام لینا چاہتا ہے۔ وہ ہمیں غلہ دیتا ہے۔ کہ ہم خود اس کو پیس کر روٹی بنائیں۔ اور پکائیں۔ آگے بنانے والے مختلف ہیں۔ بعض اچھی بناتے ہیں۔ اور بعض بری۔ اسی طرح آپنے بتایا کہ مذہب کا حال ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے بطور جج کے بنایا ہے۔ اور اس کے لئے دو محرک ہیں۔ ایک نیکی کا یعنے فرشتہ ایک بدی کا یعنے شیطان۔ اب اس کو اپنی سمجھ سے کام لیکر اپنے لئے خود فیصلہ کرنا چاہئیے کہ کس کے پیچھے لگنا ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کے قولے کو سلب کرنا نہیں چاہتا۔ بلکہ ان سے کام لینا چاہتا ہے۔ آگے ان قولے کے استعمال سے جو اختلاف پیدا ہوتا ہے۔ اس کو بعض لوگ جہالت کے سبب سے اور بعض ضد میں آکر جدال و قتال کا موجب بنا لیتے ہیں۔

الغرض مذاہب کے بننے اور بگڑنے کی اصل حقیقت کو نہایت سہل طریق پر واضح کیا۔ اور جماعت احمدیہ کو بھی اپنے اختلافات کو جہالت اور ضد تک پہنچانے سے منع کیا۔

آپ کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ کی معرکتہ الآرا تقریر شروع ہوئی تقریر کیا تھی سلسلہ کے اختلافی امور اور ان کی اصل کیفیت کا مرقع تھی آپ نے بتایا کہ میاں صاحب نبوت مسیح موعود کی بنیاد اس پر رکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے ۱۹۰۱ء میں تبدیلی عقیدہ کی۔ اس وقت آپ کو سمجھ آئی کہ میں نبی ہوں۔ اس پر آپ نے مریدین میاں صاحب سے جو حضرت صاحب کی زندگی میں آپ کی بیعت کر چکے تھے۔ بالخصوص میاں چراغ الدین صاحب لاہوری سے یہ لفظ شہادت طلب کی۔ کہ وہ اٹھکر گواہی دیں کہ ان کو ۱۹۰۱ء یا حضرت صاحب کی زندگی میں یہ معلوم ہو گیا تھا کہ آپکے عقیدہ میں کوئی تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ آپ نے ۱۹۰۱ء سے قبل کی متعدد تحریرات پڑھکر سنائیں۔ جن میں حضرت نے اپنے آپ کو نبی نہیں بلکہ محدث قرار دیا تھا۔ اور فتوے تکفیر سے جو حضرت مسیح موعود کے خلاف مولوی محمد حسین بٹالوی نے شایع کیا تھا۔ ایک عبارت پڑھی جس میں لکھا تھا کہ اگرچہ مرزا صاحب محدث اپنے آپکو کہتے ہیں لیکن محدث کی جو صفات بیان کرتے ہیں وہ نبوت پر ہی دلالت کرتی ہیں اس لئے

[illegible] اور میاں صاحب کی آواز یا ایسی ہی جس طرح مسیح ابن مریم کے متعلق یہود اور نصاریٰ کا ایک ہی خیال ہے۔ کہ صلیب پر نعوذ باللہ لعنتی ہو کر فوت ہو گئے۔

اس کے ساتھ ہی آپ نے میاں صاحب کے اس خیال کی کہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی ۳ یا ۶ سال تک اپنی نبوت کے متعلق تردد میں رہے احادیث اور قرآن کریم سے تردید کی۔ اور ثابت کیا۔ کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو کبھی ایک منٹ کے لئے بھی اپنی وحی میں تردد نہیں ہوا تھا۔ ورقہ بن نوفل کے پاس اگر آپ گئے تو کسی وحی کے معنی پوچھنے کے لئے نہیں۔ نہ ہی کسی گھبراہٹ میں اس کے پاس گئے ہیں۔ جیسا کہ میاں صاحب نے حقیقۃ النبوۃ میں لکھا ہے۔ بلکہ اس کو اپنے اوپر نزول وحی کی کیفیت سنا کر تبلیغ کرنے گئے تھے۔ جسے سنتے ہی وہ تصدیق کرتا ہے کہ ھذا الناموس الذی انزل علے موسیٰ۔ یہ وہی فرشتہ ہے۔ جو موسےٰ علیہ السلام پر اترا تھا۔ آپ نے بتایا کہ میاں صاحب نے آنحضرت صلعم کے اپنی نبوت میں تردد کرنے کو بخاری کی حدیث کی طرف منسوب کیا ہے۔ لیکن بخاری بلکہ ساری صحاح ستہ میں ایسی کوئی حدیث پائی نہیں جاتی جس سے آنحضرت صلعم کا نبوت میں تردد پایا جاتا ہو۔ آپنے کسی ایسی حدیث کا مریدین میاں صاحب سے مطالبہ کیا۔

شروع تقریر میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے جلسہ پر آنے والوں کو مبارکباد دی اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا۔ کہ باوجود ہلاکت کی پیشگوئیوں اور بد دعاؤں کے اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو اپنے فضل سے بچایا۔ تاکہ اس کے مسیح کی اصل تعلیم مٹنے نہ پائے۔ پھر اپنے مرحوم دوستوں بالخصوص شیخ نور احمد صاحب بلال اور خواجہ بشیر احمد صاحب کی وفات کا افسوس کرتے ہوئے دوستوں اور نوجوانوں کو ان کے نیک نمونہ کی تقلید کی تلقین کی۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کی تقریر سے پہلے ہی میاں صاحب کے مریدین میں سے حافظ روشن علی مولوی غلام رسول راجیکے اور شیخ عبدالرحمن صاحب مصری معہ دیگر مریدین لاہور کے آئے ہوئے تھے۔ چونکہ تقریر کے بعد ایک گھنٹہ سوال و جواب کے لئے وقت مقرر تھا۔ اس لئے وہ اس غرض سے اور کچھ لاہور کی محمودی جماعت کو دلایل حقہ کے اثر سے بچانے کے لئے آئے تھے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ نے تقریر ختم کرنے سے پہلے یہ کہا کہ ہم نے میاں صاحب کو دعوت دی تھی۔ کہ وہ معہ مریدین لاہور آکر ہماری تقریر پر اعتراض کریں۔ اور ہمیں بھی قادیان میں جلسہ سالانہ پر ایسا ہی موقعہ دیں لیکن انہوں نے نہیں مانا۔ اب یہ لوگ آگئے ہیں۔ اور ہر سال انہیں یہاں اعتراض کا موقعہ دیا جاتا ہے۔ لیکن اگر یہ حق پر اپنے آپ کو سمجھتے ہیں۔ تو کانپتے کیوں ہیں۔ ڈرا نہیں کس بات کا ہے۔ انہیں چاہئے کہ ہمیں بھی قادیان میں وقت دیں۔ اس پر محمودیوں میں بہت کچھ شور و شر ہوا لیکن اصل سوال کا جواب دینے کی جرأت نہ ہوئی۔ بہت سی رد و قدح کے بعد جس میں محمودیوں کو وقت دینے سے انکار نہ تھا۔ بلکہ صرف آیندہ ان کے جلسہ پر اپنے لئے وقت طلب کیا جاتا تھا۔ آخر انہیں سوالات کے لئے کہا گیا۔ اس پر بھی انہوں نے وقت معین کرنے میں بہت کچھ رد و قدح کی۔ اور آخر پندرہ پندرہ منٹ سوال و جواب کے لئے تجویز ہوئے۔ شیخ عبدالرحمن صاحب مصری نے حضرت امیر ایدہ اللہ کے اس خیال کی تردید میں کہ حضرت مسیح موعود نے کبھی اپنا عقیدہ نہیں بدلا۔ حقیقۃ الوحی کی بعض عبارات پڑھنی شروع کیں۔ اور علانیہ کہا کہ حضرت مسیح موعود کی تحریرات میں تضاد ہے۔ جس سے ثابت ہے کہ انہوں نے عقیدہ بدلا۔

حضرت امیر ایدہ اللہ نے اس کے جواب میں صرف اس ایک بات کا مطالبہ کیا۔ کہ میاں صاحب کے مریدین میں سے کوئی حلفی شہادت اس بات کی دے۔ کہ حضرت مسیح موعود کی زندگی میں اسے یہ علم تھا کہ حضرت صاحب نے اپنا عقیدہ ۱۹۰۱ء میں بدل لیا ہے۔

اس کے جواب میں محمودیوں سے اور تو کچھ بن نہ آیا۔ نہ ہی حضرت امیر ایدہ اللہ کے دلایل میں سے کسی کا رد کر سکے۔ ریویو آف ریلیجنز کی بعض عبارتوں کو اس بات کے ثبوت میں پڑھنا شروع کر دیا۔ کہ مولوی محمد علی صاحب پہلے حضرت صاحب کو نبی مانتے تھے۔ اور انہوں نے عقیدہ بدل لیا ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ نے جواباً کہا۔ کہ جب مسیح موعود کو بارہ برس تک خود اپنے دعوے کی سمجھ نہ آئی۔ اگر بالفرض مجھے ۱۹۰۶ء میں ایک بات کا علم نہ ہو۔ اور ۱۹۱۹ء میں میرا وہ خیال نہ ہو۔ تو کیا حرج ہے۔ لیکن آپ نے خود میاں صاحب کے مریدین مولوی سرور شاہ صاحب مفتی محمد صادق صاحب۔ مولوی عمر الدین صاحب شملوی میر قاسم علی کی بعض تحریرات پڑھکر سنائیں جن میں حضرت اقدس کے بعد بھی آپ کی نبوت کاملہ سے انکار کیا گیا ہے۔ اور امت کے دیگر محدثین کو بھی آپ ہی کے زمرہ میں شامل کیا گیا ہے۔

اس سوال و جواب پر آج کی کارروائی ختم ہوئی اور جلسہ کل کے لئے ملتوی ہوا۔

احمدیہ کانفرنس

بعد نماز مغرب و عشا احمدیہ کانفرنس کا پہلا اجلاس شروع ہوا جس میں حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے یہ بتاتے ہوئے کہ گذشتہ چار پانچ سال آپس کے جھگڑوں میں صرف ہوئے۔ اور سلسلہ کا اصل کام یعنی اشاعت اسلام کی طرف توجہ نہیں کر سکے۔ اس پر زور دیا کہ اب چونکہ آپس کے اختلافات پر کافی روشنی پڑ چکی ہے اس لئے اب زیادہ وقت اصل کام پر صرف ہونا چاہئے۔

آپ نے بتایا کہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے سلسلہ کے کام کو سب سے پہلے اس طرف توجہ کی ہے۔ اور آپ کی تحریک پر انجمن نے تجویز کی ہے کہ چھ مشن انجمن قائم کرے۔ جن میں سے ایک یعنی حضرت خواجہ صاحب کا مشن انگلستان میں پہلے سے قائم ہے۔ دوسرا یورپ کے کسی اور علاقہ میں قائم ہونا چاہئے۔ تیسرا مصر یا کسی اور اسلامی علاقہ میں - تین ہندوستان میں۔ ایک بمبئی۔ ایک وسطی ہندوستان اور ایک مشرقی بنگال میں۔ ان چھ مشنوں کے اخراجات پر آپ نے بتایا کہ بیس ہزار روپیہ سالانہ کا اندازہ کیا گیا ہے۔ جو اس ایک لاکھ کے بجٹ کے علاوہ ہے جو آئندہ سال کیلئے انجمن نے تجویز کیا ہے۔

حضرت مرزا صاحب نے یہ بھی بتایا کہ انجمن کو گذشتہ سالوں میں مالی لحاظ سے خوب کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ پہلے سال انجمن کی آمد اور خرچ کوئی تیس ہزار کے قریب تھا۔ دوسرے سال آمد اکتیس ہزار آٹھ سو چار - اور خرچ اکتیس ہزار چار سو چھتیس۔ تیسرے سال آمد چھبیس ہزار نو سو تینتیس - اور خرچ چونتیس ہزار چار سو اناسی - چوتھے سال آمد چھپن ہزار سات سو تیئیس اور خرچ باون ہزار چھتیس۔

اس کے علاوہ آپ نے بتایا کہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی تجویز تھی کہ لوگ اپنی آمد کا دسواں حصہ دیا کریں۔ اور وہ علیحدہ مستقل فنڈ کے طور پر رہے۔ اس فنڈ میں دو سالوں میں آٹھ ہزار روپیہ آمد ہوئی ہے۔ جو خاص طور پر علیحدہ رکھی گئی ہے۔ اس کے علاوہ انجمن کے دیگر ذرائع آمد میں سے ایک دار التصانیف بھی ہے جسکو ترقی دینے سے بہت بڑی آمد ہو سکتی ہے۔

مشنوں کے متعلق آپ نے بتایا کہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے جلسہ سے پہلے دورہ کر کے جماعت کی وسعت اصحاب کو تحریک کی تھی کہ اس میں امداد دیں جس میں بعض صاحبان [illegible] نے ایک مشن کا ماہوار خرچ برداشت کرنے کا وعدہ کیا۔ دو ہزار روپیہ نقد دیا۔ ایسا ہی شیخ محمد امین صاحب تاجر چرم لاہور۔ شیخ نیاز احمد صاحب تاجر وزیر آباد۔ شیخ رحمت اللہ صاحب پرو پرائیٹر انگلش ویئر ہوس بھی کافی امداد دینگے۔

اس پر حاضرین سے آراء طلب کی گئیں۔ حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نے حاضرین سے اپیل کی۔ کہ وہ اس پر خاموشی اختیار نہ کریں۔ اور ایسے مہتم بالشان کام کے متعلق اپنی آراء کو ظاہر کریں۔ کیونکہ اخراجات انہی پر پڑنے ہیں اور انہوں نے اس کام کے لئے اپنی زندگیوں کو وقف کرنا ہے۔

جناب عجب خان صاحب تحصیلدار نوشہرہ نے اس تجویز کو چھ کے بجائے تین مشنوں پر محدود کرنے کی صلاح دیتے ہوئے خود اپنی زندگی وقف کرنے کا اعلان کیا۔ اور کہا کہ یکم جنوری ۱۹۱۹ء سے میں لمبی رخصت لے لونگا۔ اور پھر استعفا دیدونگا۔ اسکے بعد آپ نے یہ تجویز کی کہ تمام احمدی ایک عہد نامہ پر دستخط کریں جس میں یہ لکھا جائے کہ ہم اپنے تمام معاملات خواہ وہ مقدمات کی صورت میں ہوں یا اپنے خانگی ہم ورد شریعت کے مطابق فیصلہ کیا کریں۔ اسی سے احمدی قوم کی ترقی وابستہ ہے اس تجویز کی حاضرین نے تائید کی۔ اور بعض دیگر دوستوں نے مشنوں کے متعلق غور کرنے کے لئے کسی قدر مہلت طلب کی۔ لیکن اگلے دن کی شام تک انہیں مہلت دیدی گئی جناب ڈاکٹر مرزا صاحب نے بڑے زور سے یہ کہا کہ ہم اپنی خانگی ضروریات اور ناجائز باتوں پر ہزاروں روپیہ خرچ کر دیتے ہیں۔ یہ خدا کا کام ہے اس سے ہمیں پیچھے نہیں ہٹنا چاہئے۔ حضرت مولنا مولوی غلام حسن صاحب نے بھی تائید کرتے ہوئے لاہور کے لوگوں کا یہ احسان بتایا کہ وہ تمام جماعت کو لگاتے ہیں اور اس کا اعتراف کیا کہ اگر یہ لاہور کے لوگ کھڑے نہ ہوتے - اور ہمت نہ کرتے تو حضرت مسیح موعود کا نام مٹ گیا ہوتا۔

یہ مبارک اجلاس رات کے ۹ بجے تک رہا۔ اور اس کے بعد جلسہ آئندہ شام کے لئے ملتوی ہو گیا۔

دوسرا دن

۲۶ دسمبر ۱۹۱۸ء

دوسرے دن ۱۰ بجے عام جلسہ زیر صدارت شیخ مولا بخش صاحب بالکا رخانہ روڈ سرگودھا شروع ہوا سب سے پہلے محمود شاہ صاحب سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی کامیابی کے لئے ایک نظم پڑھی جو کہ آئندہ اشاعت میں درج ہوگی۔ مولوی میر مدثر شاہ صاحب مبلغ انجمن نے حضرت مسیح موعود کے اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" کی تشریح حضرت صاحب ہی کے حوالجات کتب سے کی۔ اور یہ ثابت کرنے کے بعد کہ حضرت صاحب نے "ایک غلطی کا ازالہ" میں کسی اپنی غلطی کا ازالہ نہیں - بلکہ اپنے اُن مریدین کی غلطی کا ازالہ کیا ہے۔ جو آپ کی کتب سے (وہی کتب جن میں میاں صاحب بھی مانتے ہیں کہ حضرت صاحب کا دعوے محدثیت کا ہے نہ کہ نبوت کا) ناواقف ہیں۔ آپ نے اسکے بعد متعدد کتابوں سے ثابت کیا۔ کہ ان میں بھی حضرت صاحب کا وہی دعوے اور وہی عقیدہ پایا جاتا ہے۔ جو "ایک غلطی کا ازالہ" سے پہلی کتب میں آپ نے بیان کیا ہے۔ میر صاحب کے دوران تقریر میں مکرم جناب سید میر علی شاہ صاحب پنشنر انسپکٹر پولیس سیالکوٹ نے کھڑے ہوکر یہ حلفیہ شہادت دی۔ کہ حضرت صاحب نے اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" میں ان کی غلطی کا ازالہ دراصل کیا تھا۔ نہ کہ اپنی کسی غلطی کا۔ انہوں نے بتایا کہ میں سمبڑیال میں سب انسپکٹری کے منصب پر متعین تھا۔ کہ ایک دن میاں محمد سعید صاحب مصنف سعادت ربیہ کے والد صاحب سے حضرت مسیح موعود کے متعلق بحث چھڑ گئی۔ انہوں نے کہا کہ مرزا صاحب نبوت کے مدعی ہیں۔ میں نے جواباً انہیں بتایا۔ کہ ان کا تو اپنا قول ہے۔ کہ ع

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب

میں رسول نہیں اور نہ میں کتاب لایا ہوں۔ اس پر وہ ساکت ہو گئے۔ میں اس کے بعد حضرت مسیح موعود کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہاں سیر میں جاتے ہوئے میں نے اس کا تذکرہ کیا۔ پہلے تو جب میں نے کہا کہ ایک شخص نے یہ اعتراض کیا تھا۔ میں نے خوب اسکو جواب دیا۔ تو حضرت مسیح موعود بہت خوش ہوئے۔ لیکن جب میں نے بتایا۔ کہ یہ جواب میں نے انہیں دیا تھا۔ تو وہ کچھ چپ سے ہو گئے۔ اور چہرہ ماند پڑ گیا۔ آپ نے مجھے کہا کہ کیا آپ نے اُن کو محدث وغیرہ کے متعلق کچھ نہیں کہا۔ میں نے کہا۔ اور تو میں نے کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھا۔ آپ نے فرمایا کہ اور تو ہم آپ کو کچھ نہیں کہتے۔ ہم اس بارہ میں ایک اشتہار شائع کریں گے۔ چنانچہ آپ نے یہ اشتہار لکھا۔ یہ نہیں کہ اس وقت آپ کو سمجھ آئی تھی کہ پہلے جو میں کہتا رہا ہوں کہ میں نبی نہیں بلکہ محدث ہوں۔ وہ غلط ہے اور میں دراصل نبی ہوں۔ اور اس لئے اپنی سابقہ غلطی کے ازالہ میں آپ نے یہ اشتہار لکھا ہو۔

شاہ صاحب کی اس حلفیہ شہادت اور میر مدثر شاہ صاحب کی تقریر کے بعد میاں ظہیر الدین صاحب اروپی مدعی مصلح موعود کھڑے ہوئے اور آپ نے کلمہ شہادت پڑھکر فرمایا کہ تمام اسلامی فرقوں کا یہ ایک متفق مسئلہ ہے کہ کلمہ شہادت پڑھنے والا مسلمان ہے۔ اور کلمہ گو کو کافر کہنے والا مسلمان نہیں ہو سکتا۔ میں بچپن سے احمدی ہوں اور حضرت صاحب کو مانتا ہوں۔ میرے متعلق کچھ غلط فہمیاں ہیں جو یہ ہیں کہ جیسے الٹی گنگا بہائی جاتی ہے کہ حضرت صاحب نے "ایک غلطی کا ازالہ" میں اپنی غلطی کا ازالہ کب کیا تھا۔ کہا جاتا ہے۔ کہ میں حضرت صاحب کو مستقل صاحب شریعت نبی سمجھتا ہوں۔ اگر کبھی میرا یہ عقیدہ تھا۔ تو میں اسکو لعنتی سمجھتا ہوں۔

اس کے ساتھ ہی انہوں نے مولوی فضل الدین صاحب وکیل - مولوی غلام رسول صاحب راجیکی اور میاں سعید سعدی مریدین میاں صاحب کے ساتھ اپنے تحریری مباہلہ کا ذکر کرتے ہوئے دوران التوا ان سب کے بیمار اور اپنے محفوظ رہنے کا ذکر کیا۔ بلکہ آئندہ کے لئے پیشگوئی کی۔ کہ وہ ہلاک ہو جائیں گے۔

ایسا ہی آپ نے اپنے دعوے مصلح موعود کی نسبت کہا کہ میں نے اپنے الہام کو اب تک شیطانی نہیں سمجھا۔ اور مجھے مصلح موعود کے متعلق جو خیال ہے اس میں میں یقین پر ہوں - حضرت صاحب کا الہام تھا۔ مسلمانوں میں پھوٹ۔ خدا ایک فریق کے ساتھ ہے۔ یہ پھوٹ کا ثمرہ کہ خدا کے ایک فریق کے ساتھ ہونے سے ممکن ہے یہ مطلب ہو کہ جس فریق کے ساتھ مصلح موعود ہوگا۔ وہی فریق حق پر ہے۔

مولوی ظہیر الدین صاحب کے اس اعلان کے بعد مولوی محمد رسول صاحب کابلی تقریر کے لئے کھڑے ہوئے۔ مولوی صاحب کے متعلق اس قدر بتا دینا ضروری ہے کہ آپ خاص کابل کے رہنے والے اور صاحب علم آدمی ہیں۔ گذشتہ سے پیوستہ سال آپ کابل سے لاہور اور قادیان ہر دو جا چکے ہوں پر آئے۔ لیکن اپنی واقفیت انہوں نے بہم [illegible] وقت آپ ہر دو فریق یعنی میاں صاحب اور حضرت امیر ایدہ اللہ کی کتب۔ اور [illegible] اختلافی خرید کرتے گئے۔ جن کا فارسی میں ترجمہ کر کے وہاں کے احمدیوں کو اُن کے مطالب سے آگاہ کیا۔ جس کا یہ نتیجہ ہے کہ وہ سب کے سب میاں صاحب کی بیعت کو فسخ کر کے ہمارے ساتھ شامل ہو گئے۔ اس بات کو مولوی صاحب نے بالتصریح بیان کیا اور بتایا کہ کابل میں شہید مرحوم جناب مولنا مولوی عبد اللطیف صاحب ہی سب سے پہلے احمدیت کا تخم لیکر آئے اور آپ سے پہلے وہاں احمدیت کا نام و نشان تک نہ تھا آپ نے حضرت مسیح موعود کو بطور محدث ہی تسلیم کیا تھا۔ اور آپ کے بعد بھی جو لوگ وہاں احمدی ہوئے اُن کے عقائد بھی وہی ہیں۔ احمدیوں کو ان جھگڑوں اور اختلافات کا مطلق علم نہیں تھا۔ جو یہاں برپا ہو چکے ہیں۔ آپ نے بتایا کہ شہید مرحوم کو قتل کرنے کے بعد قاتلان شہید نے اس بات کی تحقیقات کی تھی۔ کہ شہید مرحوم نے جن عقائد پر جان دی ہے وہ کہاں تک قابل پذیرائی ہیں۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود کی کتب کو پڑھا اور بالآخر وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ شہید مرحوم نے حق کی پیروی میں شہادت پائی ہے یہی وجہ ہے کہ کابل میں اب بڑے بڑے لوگ احمدیت کو قبول کر چکے ہیں اور ان سے کوئی تعرض نہیں کیا جاتا۔ ہاں ان عقائد کو پھیلانا جو میاں صاحب نے وضع کئے ہیں۔ خود قاتلان شہید مرحوم کے ہاتھ میں ایک حجت دینا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کابل میں احمدی کے معنے ہی مبلغ اسلام کے سمجھے جاتے ہیں۔ وہاں کے لوگوں کی خدا ترسی اور صندیت کا یہ حال ہے کہ جب کوئی کسی کو کہتا ہے کہ تو خدا سے ڈر۔ تو اسے جواب ملتا ہے کہ میں نہیں ڈرتا۔ لیکن جب کوئی احمدی ہو جاتا ہے تو پھر وہ اتنا ہی اس پختگی کے ساتھ کھڑا ہوتا اور حق کی پورے طور پر اعانت کرتا ہے۔ وہاں یہ نہیں کہ کوئی شخص احمدی ہوکر باقی دوسرے لوگوں سے چھپ کر گھر کے اندر بیٹھ رہے بلکہ کھلے بندوں وہ مسجدوں کے اندر جاتے ہیں اور لوگ ان کی احمدیت کی وجہ سے اُن کی بڑی ہی عزت کرتے اور نمازوں میں اپنا امام بناتے ہیں۔

مولوی صاحب نے یہ ساری تقریر فارسی زبان میں کی۔ جس کا ترجمہ میر مدثر شاہ صاحب نے اُردو میں اُسیوقت حاضرین کے گوش گذار کیا۔ کسی آئندہ اشاعت میں پوری تقریر ہدیہ ناظرین کی جائیگی جسے مولوی صاحب نے خود لکھکر دینے کا وعدہ کیا ہے۔ انشاء اللہ۔

مولوی صاحب کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ کی تقریر "اسلام کی ترقی و تنزل کے اسباب اور سلسلہ مجددیت" پر ہوئی۔ جس میں آپ نے اسلام کی موجودہ حالت کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ مسلمان سلطنتوں کے گرنے سے عیسائی معترضین نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اسلام کی ترقی صرف تلوار چلانے پر منحصر تھی اور اسلام کے اصول میں ترقی کا بیج نہیں آپ نے اسکے جواب میں انسان کی جسمانی اور روحانی اور اخلاقی تینوں حالتوں میں اسلام کے ذریعہ سے ترقی کا واقعہ ہونا واقعات سے ثابت کیا عربوں کا باوجود گرے ہوئے ہونے کے اسلام کے ذریعہ سے دُنیا پر غالب آنا اور ایک تھوڑے عرصہ میں اس اعلےٰ درجہ کامیابی پر پہنچنا جو دنیا میں کسی قوم کو نصیب نہیں ہوا۔ اور اپنے مفتوحین کو مساوات کا درجہ دینا اسلام کے اندر جسمانی ترقی کے بیج کو ثابت کرتا ہے۔ ایسا ہی صلح حدیبیہ کو اس بات کے ثبوت میں پیش کیا کہ اسلام کا غلبہ تلوار چلانے یا ملکی غلبہ پر منحصر نہیں۔ بلکہ ایسی کمزور شرائط کو جو اس صلح میں منظور کرنی پڑیں۔ اللہ تعالیٰ فتح مبین قرار دیتا ہے اور اس کا آخری نتیجہ اس پر شاہد ہے۔ آپ نے بتایا کہ اس زمانہ میں مسلمانوں کی ترقی کے مختلف اسباب بتائے جاتے ہیں۔ جو قرون اولیٰ کے اسباب ترقی میں ہمیں نہیں ملتے۔ صحابہ کی ترقی کی اصل وجہ وہ یقین اور ایمان کامل تھا۔ جو اُنکے دلوں میں اسلام کی کامیابی کے متعلق تھا۔ اس کے ثبوت میں آپ نے آنحضرت صلعم کی زندگی کے بہت سے واقعات سنائے۔ اور بتایا کہ اس مضبوط ایمان کو پیدا کرنے کے لئے ہر صدی پر مجدد آتے ہیں ورنہ قومیت کو اسلام مٹانے کے لئے آیا ہے۔ اور یہ غلط خیال ہے کہ قوم قوم کرنے سے مسلمان کامیاب ہونگے۔ اسوقت قوم قوم نہیں۔ بلکہ اللہ اللہ کہنے سے مسلمان اٹھ سکتے ہیں۔ اور وہی اللہ کا ذکر ان مجددین کی زبان پر ہوتا ہے کیونکہ جب وقت ترقی کے کوئی ظاہری سامان نہ رہیں۔ تو پھر خدا ہی کی طرف سے آواز آنی چاہئے اور اس زمانہ میں وہ آواز آئی کہ بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد۔ آپ نے بتایا۔ کہ حضرت مسیح موعود نے اسلام کے ان آخری تنزل کے ایام میں احمدی قوم کے دلوں میں کامیابی کا ایک پختہ ایمان پیدا کیا ہے۔ جسکے نتائج تبلیغ اسلام کی صورت میں ظاہر ہو رہے ہیں۔ تلوار کے ذریعہ سے غلبہ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں۔ اسلئے مسلمانوں کو اپنے اندر ایسا یقین و ایمان پیدا کرنا چاہئے اور اس جماعت کے ساتھ ہو کر اس مجدد کی آواز پر لبیک کہکر اسلام کو کامیاب بنانے میں ساعی ہونا چاہئے۔ کہ صرف یہی ان کی ترقی اور کامیابی کی راہ ہے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کی یہ تقریر اپنے اندر ایک خاص جذب و کشش رکھتی تھی۔ سامعین میں سب ہی فرقوں کے مسلمان موجود تھے

سے منظور فرما لے۔ آمین۔

آپ کے بعد حضرت مولینا مولوی صدر الدین صاحب بی اے بی ٹی کا وقت تھا۔ آپ کے لیکچر کا عنوان تھا "کامیابی کی راہ" جس خوش اسلوبی اور فصاحت و بلاغت کے ساتھ حضرت مولانا نے اس موضوع پر بیان کیا۔ وہ آپ ہی کا حصہ تھا آپ نے سورہ بقرہ کا پہلا رکوع پڑھکر بتایا کہ سورہ فاتحہ میں جو دعا سکھائی گئی تھی۔ اس کا جواب اس رکوع میں دیا گیا ہے کہ متقی ہدایت پاتے ہیں اور آگے ان کی صفات بیان کر کے بتایا ہے کہ وہ کامیابی پر سوار ہو جاتے ہیں۔ اسکے ضمن میں آپ نے حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود کی سیرت کے بہت سے واقعات کو بیان کیا اور بتایا کہ بغیر نمونہ کے کوئی شخص کسی تعلیم پر عامل نہیں ہو سکتا۔ ورنہ انبیاء کا آنا فضول ہے۔ بڑے بڑے فلاسفر اچھی اچھی باتیں کہتے ہیں۔ لیکن نمونہ نہ ہونے کی وجہ سے کوئی اثر نہیں ہوتا۔ حضرت رسول کریم صلعم کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو صحیح راہ پر قائم رکھنے کے لئے ہر صدی کے سر پر ایسے نمونے مجددوں کی صورت میں بھیجنے کا وعدہ کیا ہے۔ چنانچہ اس زمانہ میں حضرت میرزا غلام احمد صاحب ہیں۔ اور بھی لوگوں نے قوم کی اصلاح میں کوشش کی ہے۔ مثلاً سر سید احمد خان صاحب۔ لیکن وہ کوئی جمعیت نہیں بنا سکے۔ قوم کو جمعیت کے بغیر کوئی کامیابی نہیں ہو سکتی۔ حضرت مرزا صاحب نے جمعیت پیدا کی ہے جس کا یہ اثر ہے کہ قوم سے کام لیا جا سکتا ہے۔ آپ نے دوران تقریر میں قوم کے بعض سربرآوردہ اصحاب کو کھڑا کیا۔ اور بتایا کہ ان سب نے یہ عہد کیا ہے کہ اشاعت اسلام کے لئے جہاں جس وقت جانے کے لئے انہیں کہا جائیگا وہ جائینگے۔ پس احمدی جماعت کے اس نیک کام میں دوسروں کو بھی شامل ہونا چاہیئے۔ کہ اس کے بغیر کامیابی نہیں ہو سکتی۔

حضرت مولینا کے بعد مولوی عبد الحق صاحب سنسکرت سکالر کا وقت تھا۔ لیکن چونکہ وقت زیادہ گذر چکا تھا۔ اور آریہ صاحبان سے تبادلہ خیالات کا جسکے لئے ایک گھنٹہ وقت مقرر کیا گیا تھا کوئی تصفیہ پورے طور پر نہیں ہوا تھا اسلئے اسکو دوسرے دن پر ملتوی کیا گیا۔ اور آج کا پروگرام ختم ہو کر جلسہ برخاست ہوا۔

احمدیہ کانفرنس کا دوسرا اجلاس

شام کے بعد احمدیہ کانفرنس کا دوسرا اجلاس شروع ہوا جس میں سب سے پہلے حضرت مولینا مولوی صدر الدین صاحب نے ایک مختصر تقریر میں یہ بتایا کہ حضرت خواجہ صاحب چونکہ بیمار ہیں اور حضرت امیر ایدہ اللہ نے انہیں انکی جگہ کام کرنے کے لئے جانے کا حکم دیا ہے اس لئے کچھ وصیت وہ کرنا چاہتے ہیں چنانچہ انہوں نے سب سے پہلے جلسہ کی کامیابی کی مبارکباد دی۔ اور حضرت امیر ایدہ اللہ کی استقامت اور کوششوں کا اسے پھل بتاتے ہوئے آپکی بے نفسی کا تذکرہ کیا۔ اور بتایا۔ کہ باوجود از حد اصرار کے۔ باوجود خلفائے راشدین کی سنت کے اور باوجود اپنا سارا وقت قومی کاموں میں صرف کرنے کے آپ بیت المال (انجمن) سے کچھ نہیں لیتے حالانکہ آپ کا حق ہے۔ اسی ضمن میں آپ نے لوگوں کو آپکے احکام کی اطاعت کی تلقین کی۔ اور فرمایا۔ کہ ایسی ایسی باتوں میں جیسے کہ انجمن سے کچھ نہ لینا ہے ہم آپ کا مقابلہ تو کر لیتے ہیں۔ لیکن حکم عدولی کرنا گناہ سمجھتے ہیں۔ وہ ولایت بھیجیں۔ افریقہ بھیجیں۔ جہاں چاہیں بھیجیں یہ دونوں باتیں ہمیں اپنے اندر پیدا کرنی چاہئیں۔ آزاد ہوں بڑے آزاد ہوں۔ لیکن مادر پدر آزاد نہ ہوں جس نیک کام کا حکم دیا جائے اس کے کرنے کے لئے تیار رہوں۔

پھر سکول اور ہوسٹل کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ مجھے اور کوئی خیال نہیں۔ بس صرف انہی کا خیال ہے کیونکہ سکول پر میں نے بہت محنت کی ہے اس سے بہت فائدے ہو سکتے ہیں۔ مبلغ بھی اس سے تیار ہو سکتے ہیں اس وقت سکول میں بڑے بڑے امرا کے لڑکے پڑھتے ہیں جودھپور میں ایک لکھپتی حاجی صاحب ہیں ان کا ایک صاحبزادہ وہاں پڑھتا ہے سردار ایوب خان صاحب مرحوم کے خاندان میں سے دو لڑکے وہاں تعلیم پاتے ہیں اور بھی بڑے بڑے امراء کے لڑکے ہیں۔ اسوقت بارہ سو روپیہ ماہوار نقد آمد مدرسہ سے ہے اس سال ہمت ہوئی۔ ایک اور کوٹھی ہم لے لیں اور وہاں کالج کے طالب علموں کو رکھیں۔ وہاں ۲۰ کے قریب بورڈر ہیں۔ سوا سو روپیہ ماہوار بورڈنگ کے لئے امداد ملے گی۔ اگر کچھ خرچ اور ڈال لیں تو کوئی ۷۰ روپیہ تنخواہ پر اپنے کسی گریجوایٹ کو رکھ سکتے ہیں۔ اسکے ساتھ ہی آپ نے ایک موقعہ کی زمین کے لئے کہا۔ کہ اگر وہ خرید لی جائے۔ تو بڑی وسعت کے ساتھ عمارات بن سکتی ہیں۔ آپ نے چاہا۔ کہ قوم کے ذی وسعت اصحاب اسکے متعلق مشورہ دیں۔ یا تو ایک شخص خرید لے اور بعد میں باقساط رقم انجمن سے وصول کرے۔ یا مخصص شامل کر کے لے لی جائے

چھوڑا گیا۔ اور جناب خان محمد عجب خان صاحب رئیس زیدہ نے اس تحریری عہد نامہ پر دستخطوں کے لئے کہا جس کی تحریک وہ گذشتہ رات کر چکے تھے۔ یعنے سب شریعت اپنے معاملات کو طے کرتا۔ چنانچہ یہ عہد نامہ جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نے پڑھکر سنایا جو حسب ذیل ہے:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

"اما بعد۔ واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاخر۔ حضرت مسیح موعود نے جن کے ہاتھ پر ہم نے بیعت کی تھی۔ انہوں نے اپنی بیعت کے دس شرائط میں یہ بھی درج کیا تھا۔ کہ بیعت کنندہ اتباع رسم و متابعت ہوا و ہوس سے باز آجائیگا۔ اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے اوپر قبول کریگا اور قال اللہ وقال الرسول کو اپنی ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دیگا"
لہٰذا سب احمدی بھائیوں کی خدمت میں التماس کی جاتی ہے کہ وہ اس شرط پر پورے عامل بننے کے لئے آج ایک تازہ عہد کریں۔ اور اس کاغذ پر اپنے دستخط ثبت کر دیں"

یہ کاغذ اسی وقت حاضرین میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں پہنچایا گیا اور سب نے اسپر دستخط کئے۔ اس کے ساتھ ہی پھر گذشتہ رات کی تجویز سات مشنوں والی تجویز پیش ہوئی۔ اور سکرٹری صاحب نے شیخ صادق علی صاحب پٹیالوی کی یہ تجویز پڑھکر سنائی کہ ان مشنوں کے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے ہر ایک احمدی اپنی ایک ایک ماہ کی آمد یکمشت یا باقساط دے۔ اسکو بالاتفاق منظور کیا گیا۔ اور بہت کچھ چندہ بھی اسوقت جمع ہوا۔ جسکے بعد مجلس برخاست ہوئی۔

تیسرا دن ۲۷ دسمبر ۱۹۱۸ء یوم جمعہ

اگلے دن صبح ۱۰ بجے جلسہ بر صدارت شیخ نیاز احمد صاحب تاجر وزیرآباد شروع ہوا۔ حافظ محمد شفیع صاحب نے قرآن کریم کا ایک رکوع پڑھا۔ اور اسکے بعد شیخ عبد الحق صاحب تمبولی نے مسئلہ کفر و اسلام پر تقریر کی۔ جس میں حضرت اقدس کی تحریرات اور فتاوی سے ثابت کیا کہ آپ اپنے محض انکار کو موجب کفر نہ سمجھتے تھے ان کے بعد سکرٹری صاحب نے رپورٹ پڑھکر سنائی جس میں گذشتہ سالوں کی آمد و خرچ بتاتے ہوئے (جس کا اوپر تذکرہ ہو چکا ہے) گذشتہ سال کے کاموں کی تفصیل بیان کی۔ اس میں محکمہ تصنیفات کا کام۔ سکول کا کام۔ اقوام جرائم پیشہ کی اصلاح و تربیت۔ حضرت امیر ایدہ اللہ کی اپیل پر جماعت میں سے چالیس آدمیوں کے اپنی زندگی وقف کرنے کا ذکر تھا۔ محکمہ تصنیفات کے ماتحت آپ نے بتایا کہ مولوی مصطفے خان صاحب نے نماز۔ روزہ۔ حج اور زکوٰۃ پر چار علیحدہ علیحدہ کتابیں لکھی ہیں جو بہت مفید ثابت ہونگی۔ ایک کتاب تربیت اولاد پر عنقریب لکھنے والے ہیں۔ حضرت امیر ایدہ اللہ نے انگریزی ٹریکٹ احمدیہ موومنٹ پر چار حصص اور حقیقۃ المسیح۔ مسیح موعود۔ آیت اللہ جیسی مفید کتابیں تصنیف فرمائیں۔ حضرت مولینا مولوی سید محمد احسن صاحب نے "السراج الوہاج" لکھی۔ اور بھی متفرق اشتہار اور ٹریکٹ شائع ہوتے رہے۔ سکول میں آپ نے بتایا کہ ۱۶۲ طلباء ہیں۔ ۵۰ بورڈر۔ آمد ۸۰۰ روپیہ ماہوار ہے۔ اور سالانہ گرانٹ جو گورنمنٹ سے ملتی ہے ۵۰۰۰ روپیہ ہے۔ ۳۷ ہزار روپیہ سالانہ خرچ ہے۔

انجمن کی آمد میں آپ نے بتایا کہ اصل چندوں کے علاوہ کچھ عطیہ جات بھی ہیں جو سکول اور دیگر کاموں کے لئے لوگوں نے دئے۔ انکی آمد سال زیر رپورٹ میں ۱۱۸۹۶ روپیہ اور خرچ ۱۳۹۵۰ روپیہ ہے۔

اخبار میں ۱۴۵۵ روپیہ ۱ آنہ ۶ پائی آمد اور ۲۹۲۴ روپیہ ۲ آنہ ۳ پائی خرچ ہوا گویا دگنے سے بھی زیادہ خرچ ہوا ہمارے ناظرین ان اعداد کو دیکھکر اخبار کی مالی حالت کو سدھارنے کی طرف متوجہ نہ ہونگے ہر سال اخبار کو اسی قسم کا خسارہ رہتا ہے۔ جس کا بڑا سہل علاج یہ ہے کہ ناظرین کرام میں سے ہر ایک کم از کم ایک نیا خریدار پیدا کرنے کی کوشش کرے اور سلسلہ کا ہر ایک فرد اخبار کو خود خریدے۔ موخر الذکر تحریک ہم نے سات سو احمدیہ کانفرنس میں بھی کی تھی۔ جسکو احباب نے پسند کیا تھا۔ دیکھئے اسپر کہاں تک عمل ہوتا ہے۔ حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نے بھی بعض احباب کے نام خود بخود اخبار جاری کرائے ہیں۔ جو امید ہے کہ پیشگی چندہ دیکر یا بصورت عدم استطاعت باقساط عطا کر کے اخبار کو ان مالی مشکلات سے باہر نکال لیں گے۔

جناب سکرٹری صاحب نے اپنی رپورٹ میں اقوام جرائم پیشہ میں کام کرنے کا بھی ذکر کیا اور بتایا کہ اس کام میں انجمن کو نمایاں کامیابی حاصل ہوئی ہے جس کا خود ہز آنر لفٹنٹ گورنر پنجاب نے بھی سالانہ رپورٹ اقوام جرائم پیشہ بابت ۱۹۱۸ء میں اعتراف اور انجمن کی خدمات کا خاص طور پر شکریہ ادا کیا ہے اور ملکی فوج کے لئے اول ۲۰ رنگروٹ جو بھرتی کئے گئے تھے وہ بھی انہی لوگوں میں سے تھے

اس کام پر منتظمین پر جس خدمات کی تعریف کی ہے۔ فالحمد للہ علی ذلک۔ اس کے علاوہ اسی سال ادکاڑہ میں ایک نئی اعتبی بستی اقوام جرائم پیشہ کی گورنمنٹ نے دی ہے۔ جہاں سید امیر علی شاہ صاحب پنشنر انسپکٹر پولیس انجمن کی طرف سے سپرنٹنڈنٹ مقرر ہوئے ہیں۔

رپورٹ کے پڑھا جانے کے بعد حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب محاسب انجمن نے چندہ کے لئے اپیل کی۔ اور نہایت درد بھرے دل کے ساتھ قوم کو مالی امداد کے لئے ابھارا۔ جس پر ہر طرف سے سیم و زر کی بارش شروع ہوئی۔ اور نماز جمعہ تک چندہ کی ایک معقول رقم جمع ہو گئی۔

اس کے بعد نماز جمعہ کا وقت تھا۔ حضرت امیر ایدہ اللہ نے خطبہ جمعہ میں قوم کو پھر ایک دفعہ اپنے اصل مشن پر کھڑے ہونے اور خواہشات دنیوی اور اہل و عیال کی رکاوٹوں کو دین کی راہ میں حائل نہ ہونے دینے کی نصیحت کی۔ اور آخر میں ان لوگوں کو جنہوں نے آپکی اپیل پر اپنی زندگیاں وقف کرنے کا عہد کیا تھا۔ ایک دن اور ٹھیرنے کے لئے کہا۔ تاکہ ان کے متعلق ضروری کارروائی کی جا سکے۔ چنانچہ اسی لئے بہت سے احباب اگلے دن تک ٹھیرے رہے۔ جبکہ ان سے ایک عہد نامہ لیا گیا جس کا ذکر آگے آئیگا۔

نماز جمعہ کے بعد مولوی عبد الحق صاحب کا لیکچر مسئلہ "نجات" پر ہوا۔ آپ نے لیکچر کے شروع میں نجات کو خدا تعالیٰ پر ایمان کے ساتھ وابستہ قرار دیتے ہوئے۔ آریہ صاحبان سے یہ مطالبہ کیا۔ کہ وہ ویدوں میں سے اللہ تعالیٰ کا اسم ذات دکھائیں اور تمام مذاہب کو نجات کا مدعی قرار دیتے ہوئے واقعات کی رو سے اسے [illegible] جانچا۔ کہ کس کے اصول ایسے ہیں جو اسی دنیا میں نجات تک پہنچا دیتے ہیں آپنے دکھایا کہ جہاں مسلمانوں نے اسلامی اصولوں پر کاربند ہو کر نجات [illegible] کو پا لیا۔ وہیں ویدک قوانین پر چلنے والے کبھی اس مقصد کو پا نہ سکے۔ بلکہ ایک غلطی یا گناہ پر بجائے اسکے کہ انہیں اصلاح کا موقعہ دیا جاتا۔ یا کچھ سزا کے بعد انہیں چھوڑ دیا جاتا بقول آریہ سماج انہیں کروڑ در کروڑ جونوں میں جانا پڑا۔ جہاں سے رہائی مشکل ہے۔ آپ نے بتایا کہ سوامی دیانند صاحب "نجات" کے متعلق اپنے خیالات کو حسب ضرورت بدلتے رہتے ہیں۔ پہلے نجات کو دائمی مانتے تھے۔ لیکن جب ایک مسلمان مناظر کے اس سوال کا کہ اگر نجات دائمی ہے۔ تو روحیں جو سوامی صاحب کے نزدیک پیدا شدہ نہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ اور روحیں پیدا کر سکتا ہے کسی وقت ساری کی ساری نجات پا جائیں گی۔ تو پھر یہ دنیا کیا ہو گی کیا اللہ تعالیٰ بیکار بیٹھ جائیگا۔ کچھ جواب نہ آیا۔ تو امرتسر میں اپنا یہ عقیدہ بنا لیا کہ نجات دائمی نہیں۔ بلکہ عارضی ہے۔ پھر اس نقص کے علاوہ انہوں نے بتایا کہ جب تمام روحیں نجات پا جائیں۔ تو مکتی خانہ میں بھیڑ بھاڑ ہو جائیگی۔

آریہ مناظر لالہ چرنجی لال پریم نے بجائے مولوی صاحب کے اعتراضات کا جواب دینے کے حسب معمول قرآن کی آیات ختم اللہ علی قلوبھم الخ اور یضل بہ کثیرا پر اعتراضات شروع کئے اور ان الذین کفروا سواء علیھم الخ کو ختم اللہ علی قلوبھم کا نتیجہ بتایا۔ جس کا جواب مولوی عبد الحق صاحب نے نہ ایکبار بلکہ کئی دفعہ قرآن کی دوسری ایسی آیات کے حوالجات سے دیا۔ اور بتایا کہ مہر کا لگنا یا اضلال اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوامخواہ نہیں بلکہ ان کی اپنی ہی کرتوتوں کا نتیجہ ہے اور یہ بھی کہا کہ ہمارے خدا کی لگائی ہوئی مہریں تو پھر بھی ٹوٹ جاتی ہیں۔ چنانچہ وہ تمام کفار عرب جنکے دلوں پر مہریں لگنے کا ذکر کیا تھا سب مسلمان ہو گئے۔ لیکن ویدک ایشور جنکے دلوں پر مہریں لگاتا اور انہیں بیل اور گدھے بنا دیتا ہے وہ کبھی ٹوٹنے والی نہیں۔ جنہیں انہیں کبھی وید پڑھا کر دکھاؤ۔ اسکا جواب آریہ مناظر نے کیا خوب دیا کہ پھر ہمارا خدا زبردست ہوا جسکی لگائی ہوئی مہریں کبھی ٹوٹنے والی نہیں نہ کہ مسلمانوں کا خدا۔ ایسا ہی دوزخ کے دائمی ہونے پر اعتراض کیا کہ مجرموں کو سزا دینے کے بعد دوبارہ کام کا موقعہ نہیں دیا جاتا۔ جسکے جواب میں مولوی صاحب نے دوزخ کے دائمی ہونے سے انکار کیا۔ کیونکہ قرآن کریم فرماتا ہے:۔ لابثین فیھا احقابا۔ کچھ سالوں تک اس میں رہینگے کام کا موقعہ نہ دئے جانے کے متعلق آپ نے بتایا کہ ہمارے نزدیک دوزخ ایک ہسپتال ہے جہاں سے نجات روح کے اعلےٰ اعلےٰ مقام پر پہنچنے اور پورے کمال کو پا لینے کا نام ہے۔

غرض یہ بحث بڑی ہی دلچسپ تھی۔ جسکو سننے کے لئے بہت لوگ دور دور سے آئے تھے مولوی صاحب کے جوابات بہت ہی زبردست اور سامعین کی تسلی کا موجب تھے۔

بحث کے بعد حضرت مولینا صدر الدین صاحب نے جو وقت بعد تھے فلسفہ گناہ پر ایک مختصر لیکن نہایت دلنشین تقریر کی۔ اور [illegible] لفظ گناہ سے ثابت کیا کہ کس طرح سے ایک ذرا سے گناہ کا اثر انسان

اسلام کی کامیابی کیونکر مقدر ہے

برادران اسلام سے ایک درخواست

حضرت امیر مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے کے قلم سے

الم یأن للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ وما نزل من الحق

کیا ابھی ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے ہیں یہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کے لئے اور اس کے لئے جو حق سے نازل ہوا جھک جائیں۔

برادران اسلام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک درد دل کا پیغام آپ کی خدمت میں پہنچاتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ آپ کے دلوں کو اس کے لئے کھولدے۔

اسلام پر مصائب کی انتہا ہوگئی۔ بہتوں کی نظر **اسلام کی ملکی طاقت** کے جاتے رہنے پر ہے۔ اس کی بادشاہتوں کی بربادی میں وہ اسلام کی تباہی کا نقشہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ عیسائی پادری کھلے طور پر یہ لکھتے ہیں کہ اسلام اب تباہ ہو جائیگا۔ کیونکہ اس کی طاقت کا موجب اس کا ملکی اقتدار تھا۔ دو چار بار ان واقعات عالم کو دیکھ کر کچھ دوستوں کے دل بھی بیٹھے جاتے ہیں۔ مگر علیم و حکیم خدا نے اسلام کی کمزوری کے وقت یہ سنا دیا تھا۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ۔ خدا وہ ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اسے سارے دینوں پر غالب کرے

خدا کا وعدہ

اسلام کی بڑی بڑی مصائب میں سچا ہوا۔ خود بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ایسے موقعے آئے کہ دشمنان اسلام نے سمجھا کہ اسلام اب گیا۔ کبھی عین میدان جنگ میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مارا جانے کی خبر اڑتی ہے مگر ایمان ان لوگوں کا تھا کہ اس خبر کو سن کر بول اٹھے **ان کان محمد قد قتل فرب محمد لم یقتل**۔ اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم قتل ہوگئے تو رب محمد قتل نہیں ہوا۔ کبھی چوبیس ہزار کا لشکر جرار مٹھی بھر مسلمانوں کو محصور کر لیتا ہے۔ اور کمزور دلوں میں وعدہ الٰہی کی صداقت پر شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ تو سچے مومن بجائے گھبرانے کے پکار اٹھتے ہیں۔ ھذا ما وعدنا اللہ ورسولہ وصدق اللہ ورسولہ۔ یہ وہی ہے جو اللہ اور اس کے رسولوں نے وعدہ کیا تھا (کہ اسلام پر بڑی بڑی سختی کے وقت آئیں گے) اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا کہ (اسلام آخر کار کامیاب اور غالب ہوگا) اور تھوڑے ہی دنوں میں

اسلام کی بادشاہت دور دراز ملکوں میں

قایم ہو جاتی ہے۔ کبھی ایک دوسرا نقشہ نظر آتا ہے کہ اسلام کی سلطنت غیر مسلموں (تاتاریوں) کے ہاتھ سے تباہ ہو کر جب اسلام شکست خوردہ نظر آتا ہے۔ تو خود فاتح قوم ہی اسلام کی زبردست آسمانی سلطنت کے سامنے سر جھکا دیتی ہے۔ اور یوں شکست ہی اسلام کی فتح کا موجب ہو جاتی ہے۔ غرض اگر کبھی خدا کا زبردست ہاتھ اپنے وعدہ کو پورا کرنے کے لئے اسلام کے غریب نام لیواؤں کو ملکوں کا فاتح اور بادشاہ بنا دیتا ہے۔ تو وہی زبردست ہاتھ دوسرے وقت میں زبردست فاتحین اور بادشاہوں کو اسلام کی غلامی میں لا کھڑا کرتا ہے۔ پس اگر یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ اسلام کا ملکی اقتدار جاتا رہا۔ تو اس میں اسلام کی مغلوبیت کی کوئی دلیل نہیں۔ بلکہ یہ کسی

فتح کا پیش خیمہ

ہے۔ اور یہ ملکی اقتدار کوئی ایسی چیز نہیں جس پر کسی مذہب کی ترقی وتنزل کا حقیقی مدار ہو۔ بلکہ یہ خود ایک تبدیل ہوتے رہنے والی چیز ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہر قوم کا اپنی قسمت اور اپنے نظم ونسق کا آپ مالک ہوتے جانا ایک ایسا امر ہے جس کی طرف کل دنیا میں ایک حرکت پیدا ہو رہی ہے۔ مذہب کے اصول ہمیشہ کے لئے قایم ہیں بدلنے والی چیزیں ان پر اپنا اثر ڈال لیں مگر ان اصول کو برباد نہیں کر سکتیں۔

اسلام کی آخری کامیابی

دنیا کے کل مذاہب پر غالب آنے کی خوشخبری جو ہم کو ہمارے مولا نے آج سے تیرہ سو سال پیشتر دی اور جس کا ظہور ان تیرہ سو سال میں وقتاً فوقتاً ہوتا رہا ہے۔ اگر غور کی نگہ سے دیکھا جائے تو آج اس کے کھلے آثار بھی ہم کو نظر آتے ہیں۔ بلکہ خود یہ جنگ جس میں چار ساڑھے چار سال کے عرصہ میں لاکھوں کی تعداد میں تندرست اور توانا انسان خاک کے نیچے جا سوئے۔ اگر کوئی دیرپا خوشخبری ہم کو دیتی ہے تو وہ

اصول اسلامی کی کامیابی

ہے۔ آج تک عیسائی مذہب کو یہ فخر رہا کہ انجیل کی اخلاقی تعلیم نہایت اعلےٰ درجہ کی ہے۔ اور قرآن اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا کیونکہ انجیل کہتی ہے کہ دشمنوں سے پیار اور محبت کرو۔ مگر قرآن دشمنوں کے ساتھ جنگ کرنے کا بھی حکم دیتا ہے۔ ساری دنیا کو ایک جنگ میں شامل کر کے خدا نے اپنے طاقتور ہاتھ سے یہ بتا دیا کہ انجیل کی تعلیم ناقص تھی

جنگ ضروریات انسانی میں سے ہے

اور ظلم و تعدی کو روکنے کے لئے جنگ کرنا نتیجہ خواہ فتح ہو یا شکست اخلاق انسانی میں ایک نہایت اعلےٰ مقام رکھتا ہے۔ اب جنگ کے بعد صلح سے جو فیصلہ قوموں کی قسمت کا ہو۔ وہ کب تک قایم ہے یہ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ انسان آج ایک چیز بناتا ہے۔ کل کو اسے خود معلوم ہوتا ہے کہ اس نے غلطی کی۔ آج ایک کے ساتھ دوستی گانٹھتا ہے۔ کل کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کا دشمن تھا۔ یہ چیزیں جلد جلد تغیر پذیر ہیں۔ مگر صلح کا اگر کوئی مستقل اور دیرپا اثر نوع انسانی پر رہ سکتا ہے تو وہ

اصول جمہوریت

اصول شورے۔ اصول مساوات نسل انسانی کی فتح ہے۔ کیونکہ یہ نتیجہ دلوں پر ہے۔ مگر کیا یہ سچ نہیں کہ یہ اصول بحیثیت ایک مذہب کے اسلام نے ہی سکھائے۔ **امرھم شوریٰ بینھم** حکومت مشورہ ہی کا نام ہے۔ سوائے اسلام کے کس مذہب نے سکھایا! **انما انا بشر مثلکم**۔ جب سید الکونین فخر نسل انسانی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جیسے انسان کے مونہہ سے یہ کہلوایا جائے کہ میں بھی تمہارے جیسا ہی بشر ہوں۔ حالانکہ بشر اس آفتاب کے سامنے خاک کے ذرات کی طرح ہیں۔ تو جمہوریت کی وہ بنیاد [illegible] دی گئی۔ جسکو کوئی جابرانہ حکومت دنیا سے ہمیشہ کے لئے نیست و نابود نہیں کرسکی گو ایک وقت اس کے اوپر تاریکی کا پردہ پڑ جائے۔ **ان اکرمکم عند اللہ اتقیکم** میں بتا دیا کہ چھوٹے سے چھوٹا انسان بڑے سے بڑے مرتبہ پر پہنچ سکتا ہے۔ عرب۔ عجم۔ گورے۔ کالے۔ آزاد۔ غلام ان کو ایک مقام دیا کہ جس قوم کے لئے ابوبکرؓ و عمرؓ فخر ہیں۔ اس میں ایک **حبشی غلام** بلال کی عزت کسی طرح کم نہیں۔ غرض جو کچھ **قوموں کی قسمت کا فیصلہ** اس جنگ کے نتیجہ میں ہوگا۔ وہ ایک عارضی اور تبدیل ہوتے رہنے والی چیز ہے۔ مگر جو فتح اصول جمہوریت اصول مساوات نسل انسانی اصول شورے کو عطا ہوئی ہے۔ یا یوں کہو کہ جو عظیم الشان فتح اصول اسلامی کو ہوئی وہ ہمیشہ کے لئے ہے۔ غرض

اصول اسلامی کی کامیابی کا نظارہ

نظر دوربین اس وقت دیکھ سکتی ہے۔ اصول مذہب میں مسئلہ توحید کو جو غلبہ بت پرستی تثلیث وغیرہ غلط عقاید پر حاصل ہو رہا ہے۔ نیکی بدی کی جزا و سزا کا جو مسئلہ اسلام نے سکھایا تھا۔ آج کفارہ اور دوسرے غلط عقاید کی بیخکنی کر رہا ہے۔ اصول سیاست میں جمہوریت جو فتح حاصل کر رہی ہے۔ اصول تمدن میں جو آج زکوٰۃ اور مسئلہ وراثت میں سوشلزم کی مشکلات کے حل کا موجود ہے اصول معاشرت میں جو ضرور بالآخر انسانی قوموں کو اسلامی اصول کی طرف آنے کے لئے مجبور کر رہی ہیں یہ سب کھلی علامات اس بات کی ہیں کہ آخری غلبہ دنیا میں اسلام کے لئے مقدر ہے۔ مگر مصائب کا اس قدر ہجوم ہے کہ اکثر دلوں میں بجائے اس مضبوط ایمان کے کہ اسلام غالب ہوگا۔ ایک کمزوری پیدا ہوگئی ہے۔ یاد رکھو کہ

اسلام کے غلبہ پر ایمان

ہی ہماری کوششوں میں جان ڈال سکتا ہے۔ اور ان کو بارآور کر سکتا ہے۔ یہی ایمان صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں میں تھا جس نے ان سے اسلام کی جاں نثاری کے ناممکن کام کرا دیئے۔ اور اسی ایمان کے اس زمانہ میں دوبارہ پیدا ہونے کی ضرورت ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی کامیابی کی حقیقی راہ پر قدم مارنا ضروری ہے۔ اور یہی وہ دو باتیں ہیں جن کی طرف

اس صدی کے مجدد۔ اسلام کے مسیح موعود

حضرت مرزا **غلام احمد** صاحب نے مسلمانوں کو توجہ دلائی جب چاروں طرف اسلام پر مصائب کے گھٹا ٹوپ بادل چھائے ہوئے تھے۔ جب کوئی انسان واقعات عالم پر غور کر کے اپنے قیاس سے اس نتیجہ پر نہ پہنچ سکتا تھا کہ دنیا میں آخری کامیابی اسلام کیلئے مقدر ہے بلکہ اسلام کی حالت دن بدن تنزل کی طرف جاتی نظر آتی تھی۔ اللہ نے یہ خوشخبری اسی انسان کے ذریعہ سے ہم تک پہنچائی کہ

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد

یہ وہ زمانہ تھا جب اسلام کی سلطنتیں یکے بعد دیگرے گرتی چلی جاتی تھیں جب مسلمانوں کا اخلاقی تنزل حد درجہ کو پہنچ گیا تھا جب **قوم کو** گرتی ہوئی سلطنتوں کی خطرناک آوازیں بھی **خواب غفلت** سے بیدار نہ کرتی تھیں جب مسلمان سب کے سب ایک مایوسی کی حالت میں تھے۔ جب غیر مذاہب کے حملوں سے غیر مذاہب کی [illegible] اسلام میں لوگوں کے داخل ہونے کے بجائے اسلام سے لوگ نکل رہے تھے۔ اور مسلمان دوسرے مذاہب کی تردید ایک طرف رہی اپنے مذہب کو غیروں کے حملوں سے بچانے کی طاقت بھی اپنے اندر نہ دیکھتے تھے۔ ان حالات میں یہ **روشنی کی چمک ایک قلب** روشن پر خدا کی طرف سے پڑی۔ اور یہ زندگی بخش **پیغام خدا کی طرف سے** ایک دل زندہ کو ملا۔ کہ یہ سب ظلمتیں پاش پاش ہو جائیں گی اور انہی بادلوں کے نیچے سے اسلام کا منور آفتاب نمودار ہو کر ساری دنیا میں اپنی روشنی پھیلائے گا۔ یہاں تک کہ وہ مغرب بھی جس نے اس آفتاب کی روشنی کو **آج تک قبول نہیں کیا** اس کی تیز شعاعوں سے بچ نہ سکے گا۔ اور یوں

اسلام کی صداقت کا آفتاب مغرب سے

نمودار ہوگا۔ پس پہلی وہ بات جو اس شخص کو اس زمانہ میں مسلمانوں کی امیدوں کا مرجع بناتی ہے۔ وہ یہی ہے کہ خود اللہ تعالےٰ نے اپنی بشارت دینے والی آواز اس زمانہ میں سب سے پہلے اسی کے دل پر ڈالی۔ اور یہی وجہ تھی کہ اس کا دل اسلام کی آیندہ کامیابی پر ایمان سے لبریز تھا۔ اور یہی ایمان اس نے اپنے پاس بیٹھنے والوں کے دلوں میں بھی پیدا کر دیا۔ برادران اسلام! میں سچ کہتا ہوں کہ یہ ایمان جو حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے ایک قوم کی قوم کے اندر پیدا کر دیا ہے۔ اسی کی سب سے پہلے ضرورت ہے۔ جب تک **دل خاموش ہیں۔ جب تک ان کے اندر سے وہی آواز نہیں اٹھتی** جو تمام اسباب شکست کے پیدا ہو جانے پر صحابہ کے دلوں سے اٹھتی تھی

ولما را المؤمنون الاحزاب قالوا ھذا ما وعدنا اللہ ورسولہ وصدق اللہ ورسولہ۔

جب تک ان کے دلوں میں وہ محبت پیدا نہیں ہوتی جو حد درجہ کو زخم رسیدہ ہونے پر اس پاک گروہ کے دلوں میں موجود تھی

اذ قال لھم الناس ان الناس قد جمعوا لکم فزادھم ایمانا وقالوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل

اس وقت تک کامیابی کا مونہہ وہ نہیں دیکھ سکتے۔ اسی آواز کو اسلام کے ایک خادم نے اس زمانہ میں زندہ کیا۔ اور اس نے یہ بشارت دے کر اپنی طرف بلایا ہے۔ ہمارے کام کرنے کیلئے سب سے پہلے ہمیں ایسے ندا دینے والے کی ضرورت تھی۔ وہ ندا خدا نے اپنے ایک

مجدد

کے ذریعہ سے دیدی ہے۔ اب اس کوشش کہ اس کی طرف آنا نہ آنا آپ لوگوں کا اختیار ہے۔ دوسری ضرورت جیسا کہ میں نے کہا یہ تھی کہ **اسلام کی حقیقی کامیابی کی راہ پر ہمارے قدم پڑیں** عام طور پر مسلمانوں کے دلوں میں یہ خیالات جاگزیں تھے کہ اسلام کی آخری کامیابیاں اس مہدی و مسیح کے ذریعہ سے ہوں گی جنکا غلبہ تلوار سے ہوگا۔ مگر وہی شخص جس کے ذریعہ اللہ تعالےٰ نے ایک بشارت کی آواز ہم تک پہنچائی ہے۔ کہ اسلام ضرور سب دینوں پر غالب ہوگا۔ اسی کے ذریعہ یہ بھی ہمکو بتایا کہ اسلام کی وہ **آخری کامیابیاں تلوار کے ذریعہ سے مقدر نہیں** بلکہ **قلم کے ذریعہ سے** دلائل و براہین سے مقدر ہیں۔ پادریوں نے اسلام کی پہلی کامیابیوں کو یہ کہکر مشتبہ کرنا چاہا کہ وہ اسلام کی کامیابی نہ تھی بلکہ تلوار کی کامیابی تھی۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے **اس زمانہ میں یہ دکھانا چاہا ہے کہ اسلام کے اصول کے اندر کامیابی کے بیج مخفی ہیں۔** اور وہ اپنی کامیابی کے لئے کسی تلوار کا محتاج نہیں۔ اس نے پہلے بھی بہتر سے بہتر تلوار چلانے والوں کو اپنا غلام بنایا ہے۔ اب اس زمانہ میں جو ایک علمی زمانہ ہے۔ وہ اسلام کو علوم کے ذریعہ سے کامیاب کر کے دکھلائے گا۔ اور مسلمانوں کے فاتحین کو اسلام کی حلقہ بگوشی میں داخل کر کے یہ دکھا دیگا کہ اسلام کا غلبہ فتوحات ملکی سے نہ ہوا تھا۔ کیونکہ وہ اب بھی دلوں کو اسی طرح فتح کرتا جا رہا ہے۔ بلکہ

فتوحات ملکی درحقیقت اصول اسلام کی صداقت کا نتیجہ تھیں۔

جس طرح اب اصول اسلامی کی فتوحات ان کی صداقت کا نتیجہ ہیں۔ ہاں چونکہ وہ پہلا زمانہ ایک ایسا زمانہ تھا کہ اس وقت اگر اسلام کی بادشاہت قایم نہ ہوتی تو دین اسلام کے پھیلانے میں خطرناک رکاوٹیں تھیں۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے اپنی

حکمت بالغہ

سے ان رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے خود سلطنت اسلام کو قایم کردیا

جلد ۶ | مدینۃ المسیح لاہور یکشنبہ مورخہ یکم ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ مطابق ۵ جنوری ۱۹۱۹ء | نمبر ۴۸

ملفوظات حضرت مسیح موعود

فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو دارالغیب رکھا ہے کچھ چھپایا ہے۔ کچھ ظاہر کیا ہے۔ اس لئے دنیا میں اپنے نبی۔ مگر اپنا منہ چھپایا۔ اور اس نے کتابیں اور شریعتیں بھیجیں ان کتابوں کو اُترتے ہوئے نہیں دیکھا نبیوں کی باتیں۔ بعض ان میں سے پوری ہو گئیں اور کچھ باقی رہ گئیں۔ وہ لوگ جن کی نظر دنیا کی سطح سے اوپر نہیں جاتی۔ انہوں نے ان باتوں کو دیکھ کر اعتراض کیا۔ اور کہہ دیا کہ فلاں بات پوری نہیں ہوئی مگر انہیں اللہ تعالیٰ کی اس سنت پر اطلاع نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا کیوں کیا تاکہ ایماندار اور جلد بازوں میں امتیاز ہو۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ اُسے جو کچھ کیا سعید کو کرتا ہے۔ وہ اسی دنیا میں کر کے دکھا سکتا ہے۔ کیونکہ وہ علیٰ کل شیءٍ قدیر ہے۔ مگر پھر ایمان ایمان نہ رہتا۔ اور نہ اس کے ثمرات میسر ہوتے۔ جو لوگ ایمان کی حقیقت سے ناواقف ہیں۔ اور اس کو نہیں سمجھ سکتے۔ وہ ایسے اعتراض کرتے ہیں۔ ایمان کی حقیقت کچھ نہ کچھ مخفی رہنا ضروری ہے

شقی اور سعید۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ منہم شقی و سعید یہ دونوں فریق اسی سے بنتے ہیں۔ سعید جلد بازی نہیں کرتے بلکہ حُسن ظن اور صبر سے کام لیکر ایمان لاتے ہیں۔ اور جو شقی ہوتے ہیں وہ جلد بازی سے کام لے کر اعتراض کرتے ہیں۔ جو لوگ منہاج نبوت کو نہیں چھوڑتے۔ وہ ٹھوکر نہیں کھاتے۔ اور کوئی ایسا اعتراض نہیں کر سکتے میں دعوے سے کہتا ہوں کہ مجھ پر کوئی ایسا اعتراض نہیں ہو سکتا۔ جو پہلوں پر نہ ہوا ہو۔ جو کوئی مجھ پر اعتراض کرے گا وہ دین سے خارج ہو کر اعتراض کرے گا۔

نماز کی بے ذوقی اور ذوق۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ نماز پڑھتا ہوں مگر دل حاضر نہیں ہوتا۔

فرمایا جب خدا کو پہچان لو گے تو پھر نماز ہی نماز میں رہو گے۔ دیکھو یہ بات انسان کی فطرت میں ہے کہ خواہ کوئی ادنیٰ سی بات ہو جب اس کو پسند آجاتی ہے۔ تو پھر دل خواہ مخواہ اس کی طرف کھینچا جاتا ہے۔ اسی طرح پر جب انسان اللہ تعالیٰ کو شناخت کر لیتا ہے۔ اور اس کے حسن و احسان کو پسند کرتا ہے۔ تو دل بے اختیار ہو کر اسی کی طرف دوڑتا ہے۔ اور بے ذوقی سے ایک ذوق پیدا ہو جاتا ہے۔ اصل نماز وہی ہے جس میں خدا کو دیکھتا ہے۔ اس زندگی کا مزہ اسی دن آسکتا ہے۔ جبکہ سب ذوق و شوق سے بڑھ کر جو خوشی کے سامانوں میں مل سکتی ہے۔ تمام لذت اور ذوق دعا ہی میں محسوس ہو۔ یاد رکھو کوئی آدمی کسی وقت بھی حیات کا ذمہ وار نہیں ہو سکتا۔ خواہ وہ [illegible] جو لوگ دنیا سے ایسا دل لگا لیتے ہیں کہ گویا کبھی مرنا ہی نہیں۔ وہ اس دنیا سے نامراد جاتے ہیں۔ وہاں ان کے لئے خزانہ نہیں ہے جس سے وہ لذت اور خوشی حاصل کر سکیں۔

انسان جس لذت کا خوگر فتہ اور عادی ہو جب وہ اس سے جدا کیا جاوے۔ تو وہ ایک دکھ اور درد محسوس کرتا ہے۔ اور یہی جہنم ہے۔ پس جو کہ ساری لذتیں دنیا کی چیزوں میں محسوس کرنے والا ہو تو ایک دن یہ ساری لذتیں چھوڑنی پڑیں گی پھر وہ سیدھا جہنم میں جائے گا۔ لیکن جس شخص کی ساری خوشیاں اور لذتیں خدا میں ہیں۔ اسے کوئی دکھ اور تکلیف محسوس نہیں ہو سکتی وہ اس دنیا کو چھوڑتا ہے تو سیدھا بہشت میں ہوتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ دل اللہ کے اختیار میں ہے۔ وہ جس وقت چاہتا ہے۔ دل میں یہ بات ڈال دیتا ہے۔ اور اس کو سمجھ آجاتی ہے کہ سچا سرور اور خوشی اسی میں ہے۔ کہ خدا کو پہچانا جاوے۔ دیکھو میں اس وقت یہ بات تو کر رہا ہوں۔ مگر میرے اختیار میں یہ بات نہیں ہے۔ کہ دلوں تک اس کو پہنچا بھی دوں۔ یہ خدا ہی کا کام ہے جو دلوں کو زندہ کرتا ہے۔ اور بیدار کرتا ہے۔ باقی تمام جوارح آنکھ۔ ہاتھ وغیرہ ایسے ہیں۔ جو انسان کے اختیار میں ہیں۔ مگر دل اس کے اختیار میں نہیں ہے۔ اس وقت تک اپنے آپ کو مسلمان نہیں سمجھنا چاہیئے۔ جب تک دل مسلمان نہ ہو جائے۔ اور دل مسلمان نہیں ہوتا جب تک وہ لہو و لعب سے لذت حاصل کرتا ہے۔ اس کے مسلمان ہونے کا وہی وقت ہے۔ جب وہ دنیوی حیثیت سے دل برداشتہ ہو گیا ہو۔ اور دنیا کی لذتیں اور خوشیاں ایک تلخی کا رنگ دکھائی دیتی ہیں۔ جب یہ حالت ہو تو پھر انسان اپنے آپ کو مشاہدہ کرتا ہے کہ میں وہ نہیں رہا ہوں۔ بلکہ اور ہو گیا ہوں۔ پھر دل میں ایک کشش پاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں لذت حاصل کرتا ہے۔ اور ایسی محبت اسے نماز سے ہو جاتی ہے۔ جیسے کسی اپنے عزیز کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ یہ ہے اصل جڑ ایمان کی۔ مگر یہ انسان کے اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ ہم اس بات کا نمونہ نہیں دکھا سکتے۔ اور نہ الفاظ میں اس کو سمجھا سکتے ہیں۔ کیونکہ الفاظ حقیقت کے قائمقام نہیں ہو سکتے۔ اس لئے جب یہ حالت آتی ہے۔ تو پھر انسان اپنی گذشتہ زندگی پر حسرت اور افسوس کرتا ہے۔ کہ وہ یونہی ضایع ہو گئی۔ کیوں پہلے ایسی حالت مجھ پر نہ آئی۔ نماز کیا چیز ہے؟

نماز کیا ہے۔ نماز اصل میں رب العزت سے دعا ہے۔ جس کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور نہ عافیت اور خوشی کا سامان مل سکتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ اس پر اپنا فضل کریگا اس وقت اسے حقیقی سرور اور راحت ملے گی۔ اس وقت سے اسے نماز میں لذت اور ذوق آنے لگے گا۔ جس طرح لذیذ غذاؤں کے کھانے سے مزہ آتا ہے۔ اسی طرح پھر گریہ و بکا کی لذت آئیگی اور یہ حالت جو نماز کی ہے پیدا ہو جائے گی۔ اس سے پہلے جیسے کڑوی دوا کو کھاتا ہے تاکہ صحت حاصل ہو۔ اسی طرح اس بے ذوقی نماز کو پڑھنا اور دعائیں مانگنا ضروری ہیں۔ اس بے ذوقی کی حالت میں یہ فرض کر کے کہ اس سے لذت اور ذوق پیدا ہو یہ دعا کرے کہ اے اللہ تعالیٰ تو مجھے دیکھتا ہے کہ میں کیسا اندھا اور نابینا ہوں اور میں اس وقت بالکل مردہ حالت میں ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ تھوڑی دیر کے بعد مجھے آواز آئیگی تو میں تیری طرف آجاؤں گا اس وقت مجھے کوئی روک نہ سکے گا۔ لیکن میرا دل اندھا اور ناشناسا ہے۔ تو ایسا شعلہ نور اس پر نازل کر کہ تیرا اُنس اور شوق اس میں پیدا ہو جائے۔ تو ایسا فضل کر کہ میں نابینا نہ اُٹھوں۔ اور اندھوں میں نہ جا ملوں۔

جب اس قسم کی دعا مانگے گا اور اس پر دوام کرے گا تو وہ دیکھیگا کہ ایک وقت اس پر آئے گا کہ اسی بے ذوقی کی نماز میں ایک چیز آسمان سے اس پر گرے گی۔ جو رقت پیدا کر دے گی۔

عرب صاحب نے عرض کیا کہ خدا آسمان پر ہے؟

فرمایا اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مالک ہے مگر لہ الاسماء الحسنیٰ اس نے اپنے آپ کو علو ہی سے منسوب کیا ہے۔ پستی کی طرف اس کو منسوب نہیں کر سکتے۔ سبحانہ تعالیٰ۔ علو کو ہم مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور کشفی صورتوں میں آسمان سے نور نازل ہوتا ہوا دیکھا ہے۔ گو ہم اس کی کیفیت اور کنہ بیان نہ کر سکیں۔ مگر یہ سچی بات ہے۔ کہ اس کو علو ہی سے تعلق ہے۔ بعض امور آنکھوں سے نظر آتے ہیں اور بعض نہیں۔ ہر صورت میں فلسفہ کام نہیں آتا۔ پس اصل بات یہی ہے کہ ایک وقت ایسی حالت انسان پر آتی ہے۔ کہ وہ محسوس کرتا ہے کہ آسمان سے اس کے دل پر کچھ گرا ہے۔ جو اسے رقیق کر دیتا ہے۔ اس وقت نیکی کا بیج اس میں بویا جائے گا۔

اخبار احمدیہ

درخواست جنازہ غائب:- بٹالہ سے جناب غلام قادر صاحب اطلاع دیتے ہیں۔ کہ ان کا صاحبزادہ بعارضہ انفلوئنزا رحلت فرما گئے۔ ... فوت ہو گیا۔

(۲) حضرت مولنا سید محمد احسن صاحب کی بڑی صاحبزادی بعمر پچاس سال اس دار فانی سے انتقال فرما گئیں

(۳) منشی نواب خاں صاحب پنشنر تحصیلدار ... کی والدہ صاحبہ کا انتقال ہو گیا ہے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے۔ اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ احباب مرحومین کا جنازہ غائب پڑھ دیں۔

پیدائش۔ (۱) ابو الوقت حکیم میرزا خدا بخش صاحب مصنف عسل مصفیٰ کے ہاں گذشتہ ۸ دسمبر کو دس اور گیارہ بجے کے درمیان فرزند نرینہ پیدا ہوا۔ نام سیف الرحمٰن رکھا گیا۔

(۲) حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ کے ہاں بھی لڑکا تولد ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہر دو کی عمر دراز اور موجب برکت کرے۔

قادیان کا اثر:- جلسہ سالانہ کے بعد ... مولانا مولوی محمد رسول صاحب کابلی اور کوئی ... تحقیق حالات کیلئے گئے جیسا ... صاحب ... خیالات کے متعلق بہت ہی بُرا اثر ...

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اخبار پیغام صلح لاہور

یکشنبہ ۵ جنوری ۱۹۱۹ء جلد ۶ نمبر ۴۸

جلسہ سالانہ سے بعض اہم سبق

تاریخ سلسلہ میں ایک شاندار باب کا اضافہ

حضرت مسیح موعود کی خدمات اسلام

(۱)

جلسہ سالانہ کی کیفیت اور روئداد کو آپ سن چکے۔ اور ان دل خوش کن مناظر کو جو احمدی قوم کی تاریخ میں ہمیشہ کے لئے یادگار رہیں گے۔ آپ میں سے بہت اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے۔ ان الہی تائیدات اور نصرتوں کے ساتھ جو جلسہ سالانہ پر جماعت کے شامل حال تھیں۔ ان مبارک تجاویز کو بھی آپ نے پڑھا۔ جو اسلام کی خدمت و اشاعت کے لئے جلسہ پر کی گئیں۔ یہ تجاویز جس درجہ اہم اور قابل توجہ تھیں افسوس ہے کہ روئداد جلسہ میں ان کی اس اہمیت کو ہم پورے طور پر بیان نہیں کر سکے۔ اور نہ اس عزم مقبلانہ کا ذکر زیادہ وضاحت کے ساتھ ہو سکا۔ جو خدام سلسلہ نے ان تجاویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کیا ہے۔

(۲)

احمدیہ کانفرنس کا ذکر کرتے ہوئے ہم نے بتایا تھا۔ کہ ہمیں سات ضروری مشن قائم کرنے کی تجاویز نہایت وسیع حوصلگی کے ساتھ پاس کی گئیں۔ ان سات مشنوں کے متعلق ہمیں بتایا گیا تھا کہ چار ممالک خارجہ میں ہونگے۔ یعنے یورپ۔ مصر۔ اور افغانستان وغیرہ میں۔ اور تین ہندوستان کے مختلف علاقوں بمبئی۔ صوبجات متوسط۔ اور مشرقی بنگال وغیرہ میں۔ اس کے ساتھ ہی ہم نے یہ بھی ذکر کیا تھا کہ ان مشنوں پر بیس ہزار روپیہ سالانہ خرچ کا اندازہ کیا گیا ہے۔ جس کے لئے یہ تجویز سب نے بالاتفاق پاس کی۔ کہ قوم کا ہر ایک فرد اپنی ایک ایک ماہ کی آمد اس مبارک کام کی نذر کرے۔

روپیہ کے علاوہ ہم نے بتایا تھا کہ آدمیوں کا سوال بھی اس جلسہ میں پیش ہوا۔ جس کے لئے حضرت امیر ایدہ اللہ نے اپنے خطبہ جمعہ میں خاص طور پر تحریک کی اور قوم کو اپنی زندگیاں اس کام کے لئے وقف کرنے کی نصیحت کی۔ جس کا یہ آخری نتیجہ تھا۔ کہ دوسرے ہی دن ۵۰ ایسے افراد نے جو اس کام کو خوش اسلوبی سے سر انجام دے سکیں اپنے آپ کو سپرد کر دیا۔ اور اس عہدنامہ پر اپنے دستخط ثبت کر دیئے۔ جو اسلام کی تاریخ میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے یادگار رہے گا۔

(۳)

یوں تو آج کل یہ ایک عام قاعدہ ہو گیا ہے۔ کہ جس نیک بات کے لئے بھی لوگوں کو ابھارا جائے۔ ایک فوری جوش اور آنی اثر ان کی طبائع پر ہو جاتا ہے۔ جو ایک تھوڑے عرصہ تک اپنا کام بھی کرتا ہے۔ لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ جوش جھاگ کی طرح بیٹھ جاتا اور بغیر کوئی اہم اور دیرپا نتائج پیدا کرنے کے مفقود ہو جاتا ہے۔ انہی جوشوں کے اثر سے لوگ بعض کاموں کا تہیہ اور بعض اہم امور پر کاربند ہونے کا عہد بھی کر لیتے ہیں۔ لیکن وہ عہد موجودہ مہذب دنیا کی طرح پورا کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ کہ توڑنے کے لئے ہوتے ہیں۔ مگر احمدی قوم جس نے محبت میں صرف زبانی عہد ناموں پر ہی [illegible] آج تک بہت سے عملی نمونے بھی [illegible] میں سے اپنے کبھی الفاظ دین پیدا [illegible] عملاً دین کو دنیا پر مقدم کر کے دکھایا

اس کا یہ عہد وہ رنگ لانے والا ہے۔ جو اسلام کی تاریخ قرون اولے کے سوائے کہیں نظر نہیں آسکتی۔ مسیح موعود کی وہ آواز کہ

خوشا مسیحا ستے جو ازاں تابدیں قوت شود پیدا

بہار و رونق اندر روضہ ملت شود پیدا

کبھی خالی نہیں جا سکتی تھی۔ اور نہ جائے گی۔ وہ وقت آچکا ہے۔ جب اس آواز کی گونج عملی طور پر پیدا ہو۔ اور دنیا اس مامور من اللہ کی خدمات اسلام سے واقف اور اس کی قائل ہو۔

(۴)

آج وہ معترضین جو آئے دن ہم سے پوچھتے اور تمسخر اور استحقار کے ساتھ خدام مسیح موعود سے یہ سوال کرتے ہیں کہ بتاؤ مرزا نے کیا خدمات اسلام کیں۔ آئیں اور دیکھیں کہ اسلام کی اشاعت۔ اسلام کی خدمات اور ان سخت پریشان واقعات اور مایوس کر دینے والے حالات میں اس کی عظمت کو دوبارہ دنیا پر مسلط کر دینے کی فکر کس کو ہے آیا مولوی ثناء اللہ امرتسری۔ آیا مولوی ابراہیم سیالکوٹی کو یا مولوی محمد حسین بٹالوی کو۔ آخر نام لو اس شخص کا جس نے تم میں سے اسلام کے لئے ایسا جوش اور درد دکھایا ہو کہ عملاً اپنا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اشاعت دین کے لئے نکل کھڑا ہوا ہو۔ دوسروں پر اعتراض کر لینے آسان ہیں۔ لیکن خود کچھ کر کے دکھانا مشکل۔ دوسروں پر اعتراض کرنے سے پہلے آخر خود بھی تو کچھ کر کے دکھائیں۔ ورنہ جب اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ احمدی قوم کے سوائے اس وقت عملاً اس کام کو کرنے والا کوئی نہیں۔ تو ان چشمدید واقعات کا انکار کرنا اور اس مامور اور اس مجدد زمانہ اور مسیح موعود کی خدمات اسلام پر قلم پھیر دینا چہ معنی دارد؟

کاش ہمارے مخالفین ان واقعات سے سبق حاصل کر کے آئندہ ایسے لغو اعتراضات سے باز آجائیں۔ ماموروں کا کام دین میں بیج ڈالنا ہوتا ہے۔ جس کی آبیاری اور نشو و نما اسی قوم کا فرض ہے۔ جس کو اس کام کے لئے اس نے منتخب کیا۔ حضرت مرزا صاحب نے ان شاندار خدمات کے علاوہ جو خود اپنی زندگی میں کیں۔ ایک جماعت بھی اسی مقصد کے لئے قائم کر دی۔ جو اپنا کام بفضلہ کر رہی ہے۔ اور یہ مہتم بالشان تجاویز جو اب زیر عمل آنے والی ہیں۔ اور بھی شاندار نتائج انشاء اللہ تعالےٰ پیدا کریں گی۔ جو احمدی قوم کی تاریخ میں سنہری حروف کے ساتھ لکھے جائیں گے۔

کوئی ہے جو دین کی نصرت و حمایت کے لئے اس کے ساتھ شامل ہو۔ اور اس درخت کے جو مسیح موعود نے لگایا ان لذیذ اور شیریں پھلوں کو دیکھ کر اس کے لگانے والے کی محنت و سعی اور محبت دینی کا قائل اور ان کی آواز پر لبیک کہنے کو تیار ہو۔

سیاہ اور سفید جھوٹ

دنیا میں کذب صریح اور سیاہ اور سفید ہر دو قسم کے جھوٹ کا نمونہ اگر کسی نے دیکھنا ہو تو اس روایت سے بڑھ کر شاید ہی اس کی مثال مل سکے۔ جو ۳۱ دسمبر ۱۹۱۸ء کے "الفضل" میں نقل ہوئی ہے۔

اس سے قبل ہم بتا چکے ہیں کہ جلسہ سالانہ میں بعض محمودی مبلغ بھی ادھر ادھر پھرتے رہتے۔ ان میں سے بعض تقریروں کے نوٹ بھی لے لیا کرتے تھے۔ لیکن باوجود انہیں بارہا تقاریر کے اندر غلط رپورٹوں سے منع بھی کیا گیا بالخصوص مولینا صدر الدین صاحب نے خاص طور پر ڈانٹا بھی لیکن پھر بھی سچ ہے کہ جھوٹ کی عادت نہیں گئی

بالخصوص حضرت مولینا ہی کی تقریر کے متعلق ان کے اس کذب صریح کو ملاحظہ فرمائیے کہ:۔

"غیر مبایعین نے احمدیت کو جواب دے دیا"

"غیر مبایعین کے اہل الرائے نے اپنے حالیہ سالانہ جلسہ لاہور میں جو کچھ کھلے [illegible] ان کے متعلق مفصل تو اس وقت لکھا جائے گا۔ جبکہ پیغام میں ان کی تقریریں شایع ہوں گی۔ فی الحال ہم اس قدر بتا دینا چاہتے ہیں کہ ان لوگوں نے جو ایک عرصہ سے غیر احمدیوں میں جذب ہونے کے لئے طرح طرح کی کوشش کر رہے ہیں۔ اپنے جلسہ میں ایک نیا طریق ایجاد کیا ہے۔ اور وہ یہ کہ مولوی صدر الدین صاحب نے باوجود کئی اپنے تمام ساتھیوں کے بڑے کھلے اور صاف الفاظ میں غیر احمدیوں کو مخاطب کر کے کہا کہ پہلے تو آپ لوگوں کو ہمارے ساتھ مل کر کام کرنے میں مرزا صاحب کی بیعت روک تھی لیکن اب تو یہ روک بھی مرزا صاحب کے فوت ہو جانے کی وجہ سے دور ہو گئی ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آپ لوگ ہمارے ساتھ مل کر کام نہیں کرتے۔ اور ہمیں مدد نہیں دیتے یہ کہنے سے ان کا مطلب یہ ہے کہ غیر احمدی انہیں اپنے ساتھ ملا لیں اور مدد دینے سے دریغ نہ کریں۔ اور انہیں اپنے جیسا ہی سمجھیں اس سے بھی بڑھ کر انہوں نے غیر احمدیوں کے ساتھ ملنے کے لئے جو قدم بڑھایا۔ وہ یہ تھا کہ ہم مکفرین کے پیچھے اس لئے نماز نہیں پڑھتے کہ نمازوں میں ہمارے حق میں بددعا کرتے ہیں۔ ہاں اگر وہ یہ اعلان کر دیں کہ ہمارے متعلق وہ بددعائیں نہیں کریں گے۔ تو ہم ایسے لوگوں کے پیچھے بھی جو مرزا صاحب کے مکفر ہیں نماز پڑھ لیں گے۔

یہ اعلان مولوی صدر الدین صاحب نے مولوی محمد علی وغیرہ سب کی موجودگی میں کیا۔ جس سے ظاہر ہے کہ انہیں بھی اس سے اتفاق ہے۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ان لوگوں نے احمدیت کو جواب دے دیا ہے"

ہم پوچھتے ہیں۔ اور خدا تعالےٰ کی قسم دے کر الفضل کے رپورٹروں بالخصوص شیخ عبدالرحمان صاحب مصری اور مولوی فضل الدین نونی سے دریافت کرتے ہیں کہ الفضل کے منقولات بالا الفاظ میں آیا صداقت کا کوئی شائبہ بھی پایا جاتا ہے۔ اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو کذب صریح کو جو اپنی صراحت کی وجہ سے سفید جھوٹ بھی کہا جا سکتا ہے۔ اور ایک جرم ہونے کی وجہ سے سیاہ بھی۔ حرکات مذبوحی پر کیوں نہ محمول کیا جائے۔ جو دنیا باطل پرستی پر پردہ ڈالنے کے لئے آئے دن صادر ہوتی ہیں۔

ہم جماعت محمودیہ کے صداقت پسند اصحاب کو بالخصوص اس طرف متوجہ کرتے ہیں۔ کہ وہ اس پر غور کریں۔ کہ ایسی ایسی دروغ بافیاں جو محمودی حلقوں میں آئے دن شایع ہوتی ہیں اور ان کے ذریعہ سے جماعت لاہور کے خلاف نفرت پھیلانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کسی حق پرست جماعت کا کام نہیں ہو سکتیں نہ ہی کوئی حامی صداقت دشمن سے دشمن کے خلاف بھی اس قسم کی کذب بیانی کو جائز قرار دے سکتا ہے

جلسوں کا ہفتہ

دسمبر کا آخری ہفتہ ہندوستان میں جلسوں اور کانفرنسوں کا ہفتہ ہوتا ہے۔ اس سال بھی حسب معمول ہر چہار اطراف ملک میں مختلف طبقات اور سوسائٹیوں کے جلسے ہوئے جنہیں سیاسی نقطہ خیال سے سب سے زیادہ اہمیت رکھنے والے دو عظیم الشان جلسے ہندوستان کی دو بڑی عظیم الشان قوموں ہندوؤں اور مسلمانوں سے تعلق رکھنے والی نیشنل کانگریس اور مسلم لیگ کے اجلاس تھے۔ جو دہلی میں منعقد ہوئے تھے۔ ان دونوں جلسوں میں حاذق الملک حکیم محمد اجمل خاں صاحب اور ڈاکٹر مختار احمد صاحب انصاری کی تقاریر خاص اہمیت رکھتی تھیں جن میں صرف ہندو مسلم اتحاد پر ہی زور نہیں دیا گیا بلکہ مسلمانوں کے مسائل خصوصی اسلامی سلطنتوں اور اماکن مقدسہ کے تحفظ مسلمانوں کے جداگانہ انتخاب نیابت اور دیگر ضروری امور پر بھی خاص طور پر زور دیا گیا اور ان ہر دو تقاریر کو بڑی ہی قدر کی نگاہوں سے دیکھا گیا۔

اس کے علاوہ مسلمانوں کی تعلیمی کانفرنس کا اجلاس سورت میں ہوا۔ جس کے صدر آنریبل سر ابراہیم رحمت اللہ تھے۔ کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کا یہ جلسہ کیا بلحاظ کثرت شرکا و ممبران اور کیا بوجہ بیش قرار خطبات [illegible] ایک بڑا ہی کامیاب جلسہ تھا۔ اللہ مبارک کرے۔

آئندہ پرچہ

چونکہ جلسہ سالانہ کی بعض تقاریر پر مشتمل ہونیکی وجہ سے آٹھ صفحات پر مشتمل ہوگا۔ اس لئے آج کا پرچہ چار ہی صفحات پر شائع کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم
اخبار پیغام صلح لاہور
جلد ۶ - چہارشنبہ ۸ جنوری سنہ ۱۹۱۹ء نمبر ۷۹

اختلافی مسائل سلسلہ احمدیہ

تقریر حضرت امیر مولینا مولوی محمد علی صاحب
ایم - اے - ایل ایل - بی ایدہ اللہ بنصرہ

برموقعہ جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور
مورخہ ۲۵ دسمبر سنہ ۱۹۱۸ء

تمہید

سورت فاتحہ پڑھ کر فرمایا:-

جلسہ پر آنیوالے احباب کو مبارکباد

سب سے پہلے میرا فرض ہے کہ میں اپنے احباب کو اس اجتماع پر اس ملاقات پر جس کا سال کے بعد موقعہ ملتا ہے۔ انکو جو آگئے ہیں مبارکباد دوں۔ کہ وہ تکلیف اٹھا کر ایک لمبی بیماری کے بعد جو بہت قسم کے صدمات بھی چھوڑ گئی ہے۔ خرچ اور سفر کو برداشت کر کے یہاں آئے۔ اور میں ان کو اس پر بھی مبارکباد دیتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل اپنی نصرت اور اپنی تائیدات کے ساتھ جماعت کو مضبوط کر دیا۔ آج پانچ سال کا عرصہ ہوتا ہے کہ ہم پر نظریں لگی ہوئی ہیں کہ کب ہلاک ہوتے ہیں ہماری نسبت بد دعائیں کی گئیں۔ ہلاکت کی پیشگوئیاں شائع ہوئیں۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل سے بچایا۔ کیوں؟ کیا ہم سے کوئی خدا کی رشتہ داری ہے۔ کوئی جنبہ داری اسے ہمارے ساتھ ہے؟ نہیں بلکہ اس لئے کہ وہ اپنے مسیح کی تعلیم کو زندہ رکھنا چاہتا ہے۔ ورنہ جماعت کی وہ حالت ہوگئی تھی۔ کہ آپ کی اصل تعلیم پر پردہ پڑ چکا تھا۔ جس طرح پہلے مسیحؑ کی تعلیم کو آج کوئی جانتا بھی نہیں۔ اور ہر طرف سے تثلیث ہی کی آواز آتی ہے۔ اسی طرح اس امت مسلمہ کے مسیح کی اصل تعلیم نابود ہو جاتی اگر اللہ تعالےٰ نے اس جماعت کو اس کی حفاظت کے لئے کھڑا نہ کر دیا ہوتا۔ اللہ تعالےٰ نے تم کو بڑی ہی تائید و نصرت دی۔ کوشش سے یہ حاصل نہیں ہوئی۔ بلاشبہ چند لوگوں نے اس کام کو شروع کیا۔ جو یہ بھی خوب جانتے ہیں کہ مخالفت بھی کس قدر سخت تھی۔ ہمارے خلاف نفرت پھیلانے اور لوگوں کو اکسانے کے لئے چاروں طرف آدمی بھیجے گئے۔ ہر ایک قسم کی کوشش کی گئی۔ ان ساری مخالفتوں کے بعد جماعت کا یہ رنگ ہوتا ہے۔ جو آج آپ کے سامنے ہے۔ گذشتہ سالوں میں ہمارے جلسہ پر آنے والوں کی تعداد مشکل ہی بتائی جاتی تھی۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے یہ کامیابی و نصرت عطا فرمائی۔ جس کا انہیں خیال بھی نہ تھا۔

یاد رفتگاں

اس کے ساتھ ہی میرا یہ بھی فرض ہے کہ اظہار افسوس کروں اپنے ان جدا شدہ دوستوں کے اوپر جو ہمارے دلوں پر صدمات چھوڑ گئے ہیں۔ ایسے دوست بہت سے ہیں مگر خدمت دینی کے لحاظ سے بالخصوص قابل ذکر شیخ نور احمد صاحب بلال ہیں۔ جو ایک بڑے ہی نیک نمونہ تھے۔ ہم سب کے لئے۔ پھٹے کپڑوں میں بھی اگر کوئی لعل مل جائے تو اس کی قدر کرنی چاہیئے۔ پھر ہمارا نوجوان دوست بشیر ہمارے خواجہ صاحب کا بیٹا اللہ تعالےٰ اس کی مغفرت فرمائے۔ بڑے ہی نیک ارادے اپنے دل میں رکھتا تھا۔ کاش ہماری جماعت میں اس نمونہ کے لوگ ہوں۔ اور وہ سمجھیں کہ دنیا کے ارادے اور خواہشات خدا کے دین کی راہ میں ان کے لئے موجب روک نہیں ہونے چاہئیں۔ میں اس افسوس کا اظہار کئے بغیر بھی نہیں رہ سکتا کہ ہمارے خواجہ صاحب کوئی مضمون نہیں بھیج سکے۔ اس لئے کہ وہ کثرت کار کی وجہ سے بیمار ہیں۔ ان کا ارادہ مضمون بھیجنے کا تھا۔ لیکن بیماری کی وجہ سے بھیج نہیں سکے۔

اجتماع قومی میں شامل نہونیوالوں پر اظہار افسوس

اور ساتھ ہی اپنے ان احباب پر اظہار افسوس ہے کر نہیں سکتا جو اس سال بھی اپنے اس قومی اجتماع میں شامل نہیں ہو سکے۔ انہوں نے سفر کی دو تین دن کی تکلیف اور تھوڑے سے خرچ کو بہت سمجھا اور تھوڑے نقصان کے لئے بڑا فائدہ ہاتھ سے دے دیا۔ یہ اجتماع ہمارے لئے بڑے بڑے برکات کا موجب ہے۔ اس سے دلوں کے اندر جوش بڑھتا ہے۔ کام کرنے کی روح پیدا ہوتی ہے۔ اور بہت سے فائدے اس سے حاصل ہوتے ہیں۔

سلسلہ عالیہ کے مسائل اختلافی

مسائل اختلافی میں فیصلہ کے متعلق لوگوں کا بہانہ

یہ جو کچھ اس وقت ہم دونوں فریق کے اندر اختلافات ہیں۔ ان کے متعلق میں نے بہت لوگوں سے سنا ہے کہ اس قدر دونوں فریق کی تحریریں شائع ہوئی ہیں کہ ان سب کو پڑھنا اور کسی نتیجہ پر پہنچنا مشکل ہے۔ ممکن ہے کچھ بیچ بھی ہو۔ لیکن عام طور پر یہ ایک بہانہ ہے۔ اور یہ غلط ہے کہ کسی صحیح نتیجہ تک پہنچا نہیں جا سکتا۔ اپنے دنیوی معاملات میں تو تھوڑے سے مال کے لئے تھوڑی سی زمین کے لئے کتنی کتنی تحقیقیں کرتے اور کیا کیا باتیں پیدا کرتے ہیں۔ وہاں تو اتنی باتیں اور دلائل پیدا ہو جاتے ہیں کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ لیکن دین کی باتوں میں فیصلہ کرنے کے لئے دماغ پریشان ہوتا ہے۔ یہ غلط ہے۔ خدائی باتوں سے دماغ پراگندہ نہیں ہوتا۔ یہ صرف ایک بہانہ ہے جو بنایا جاتا ہے لیکن کیا واقعی مذہب کوئی ایسی مشکل چیز ہے کہ جبتک انبار در انبار کتابوں کے نہ پڑھ لے کسی مذہب کے حق پر ہونے کا فیصلہ نہیں کر سکتا؟ یہ کہا گیا ہے کہ جبتک اپنے مذہب کے سارے کتب و رسائل کو نہ پڑھ لے۔ دوسرے مذہب کی کسی کتاب کو دیکھنا منع ہے۔ لیکن اس خطرناک اصول کا نتیجہ کیا ہے؟ یہ کہ مثلاً اگر ایک شخص تثلیث کے مذہب میں پیدا ہوا ہو تو اسے چاہیئے کہ پہلے تثلیث کے متعلق تمام پرانے اور نئے دلائل کو دیکھ لے۔ ممکن ہے۔ ان میں سے کوئی ایسی بات نکل آئے جو تثلیث کی صداقت پر شاہد ہو۔ مگر یہ دنیا میں عملی رنگ میں نہ کبھی ہوا اور نہ ہوگا۔ یوں تو کسی ایک مسئلہ کے حل کرنے کے لئے بھی انسان کی ساری عمر کفایت نہیں کرتی۔ اصل یہ ہے کہ جہاں باریک بحثیں اور طویل تحریریں بھی ایک مسئلہ پر ہو سکتی ہیں۔ حق کی تائید میں بعض موٹے اور عام فہم دلائل ہوتے ہیں۔ جن سے انسان آسانی سے ایک نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے۔

موجودہ اختلافات میں ایک موٹی دلیل

اس ہمارے موجودہ اختلافات میں ایک موٹی دلیل ہے۔ حضرت مسیح موعود کی نبوت قائم کرنے کے لئے جو بنیادی پتھر میاں صاحب کو رکھنا پڑا ہے۔ وہ یہ ہے۔ سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریروں کی منسوخی درباره انکار نبوت۔ اب میں تم سے ایک ایک کو قسم دیتا ہوں۔ کہ وہ خدا کے لئے شہادت دے کہ کیا حضرت مسیح موعود کی زندگی میں بھی تمہیں یہ معلوم تھا کہ سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریریں منسوخ ہو چکی ہیں؟ دیکھو دین اور مذہب ہمدردی کا نام ہے۔ اور ہمدردی کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ایک دوسرے کی بات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ اور بلا وجہ اس سے اعراض نہ کریں۔ اگر تم میں سے کوئی حضرت صاحب کی زندگی میں جانتا تھا کہ حضرت صاحب کی سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریریں انکار نبوت والی منسوخ ہو چکی ہیں۔ تو اس مجلس میں اٹھ کر کہدے۔ میں اسی پر فیصلہ کرنے کو تیار ہوں۔ یہ ایک نہایت موٹی بات ہے۔ جسے امی سے امی آدمی بھی سمجھ سکتا ہے۔ کہ اگر میاں صاحب جو مذہب پیش کرتے ہیں وہ سچ ہے تو ضروری ہے کہ حضرت صاحب کی سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریریں انکار نبوت بھی منسوخ ہیں۔ اور اگر وہ منسوخ نہیں تو امر ضروری ہے کہ ہر ایک احمدی کو اس کا علم ہو۔ لیں اگر یہ علم کسی کو ہے۔ تو وہ اس مجلس میں اس کو پیش کرے اور ہمارے ساتھ اسی پر فیصلہ کر لے۔ یہاں میاں چراغدین صاحب بیٹھے ہیں۔ وہ حضرت صاحب کے پرانے مریدین میں سے ہیں۔ وہ اٹھیں اور حلفیہ کہیں کہ انہیں حضرت صاحب کی زندگی میں یہ معلوم تھا کہ آپ کی سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریرات منسوخ ہو چکی ہیں۔ لیکن میں علی الاعلان کہتا ہوں کہ کوئی بھی ایسی شہادت نہیں۔ اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ جو بار بار کہا جاتا ہے کہ نبوت کا دعوے بارہ سال تک حضرت صاحب کو سمجھ نہیں آیا۔ تو اس کی بنیاد بالکل ایک موہوم امر ہے۔

لیکن اس کے بالمقابل ایک فقرہ پیش کیا جاتا ہے براہین کا۔ وہ فقرہ کیا ہے۔ وہ ایک ایسی بات ہے جس میں حضرت صاحب نے محض اپنا اعتقاد ظاہر کیا ہے۔ کہ مسیح علیہ السلام آسمان پر ہیں۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ کیا تم میں سے کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ فقرہ منسوخ ہے؟ اور حضرت صاحب نے خود اس غلطی کا اپنی کتابوں میں بار بار اعتراف کیا ہے۔ کہ میں نے ایک پرانے خیال کے ماتحت غلطی سے ایسا لکھدیا کیا اسوقت جب حضرت صاحب کی بیعت میں تم داخل ہوئے۔ تمہیں یہ معلوم نہ تھا کہ براہین کے یہ الفاظ قابل حجت نہیں ہیں۔ پس نبوت کے متعلق بھی حضرت صاحب کی زندگی میں کیوں تمہیں یہ معلوم نہ ہوا۔ کہ سنہ ۱۹۰۱ء کے قبل کی تحریرات منسوخ ہیں؟ موٹی بات ہے۔ اگر موٹی بات پر فیصلہ کرنا ہو تو جلد اس پر فیصلہ ہو سکتا ہے۔ کوئی نکلے اور قسم کھا کر کہے کہ میں حضرت صاحب کی زندگی میں ان تحریرات کو منسوخ سمجھتا تھا۔

نبوت مسیح موعود کے متعلق حضرت مسیح موعود کی ابتدائی تحریرات

محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے۔

ہاں البتہ اس مسئلہ کے متعلق بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ اس لئے یونہی اس کو ہم بھی نہیں چھوڑ سکتے۔ کچھ مزید تشریحات میں ہم بھی چلتے ہیں۔ اور اس کو ابتدا سے ہی لیتے ہیں۔ شروع میں حضرت صاحب نے کیا کہا۔ آنے والے مسیح کی نبوت کے مسئلہ کو کس طرح حل کیا۔ اس کے لئے توضیح مرام کے یہ الفاظ میں پڑھ دیتا ہوں۔ فرماتے ہیں:-

> آنے والے مسیح کے لئے ہمارے سید مولےٰ نے نبوت شرط نہیں ٹھیرائی۔ بلکہ صاف طور پر یہی لکھا ہے کہ وہ مسلمان ہوگا۔ اور عام مسلمانوں کی طرح شریعت فرقانی کا پابند ہوگا۔ اور اس سے زیادہ کچھ بھی ظاہر نہیں کرے گا۔ کہ میں مسلمان ہوں اور مسلمانوں کا امام ہوں۔ ماسوا اس کے اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عاجز خدا تعالےٰ کی طرف سے اس امت کیلئے محدث ہو کر آیا ہے۔ اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہی ہوتا ہے۔

"محدث بھی ایک معنی سے نبی ہی ہوتا ہے" بظاہر یہ بڑی خطرناک بات کہہ گئے ہیں۔ آگے لکھتے ہیں:-

> گو اس کے لئے نبوت تامہ نہیں۔ مگر تاہم جزئی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے۔ کیونکہ وہ خدا تعالےٰ سے ہمکلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے۔ امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں۔ اور رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اس کی وحی کو دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے۔ اور مغز شریعت اس پر کھولا جاتا ہے اور بعینہ انبیا کی طرح مامور ہو کر آتا ہے۔

"بعینہ انبیا کی طرح مامور ہو کر آتا ہے" میں ان لفظوں کو بالخصوص توجہ میں لانا چاہتا ہوں۔ کیونکہ آج یہ مذہب بنایا جاتا ہے۔ کہ سوائے نبی کے اور کوئی مامور نہیں ہوتا۔ چنانچہ میاں صاحب کے اپنے الفاظ ہیں کہ:-

> "میرے نزدیک مامور کے معنی نبی ہی کے ہیں"
> (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۰۱)

حضرت صاحب اس کے بالمقابل لکھتے ہیں۔ محدث بھی "بعینہ انبیا کی طرح مامور ہو کر آتا ہے۔" پھر آگے فرماتے ہیں:-

> اور انبیا کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے۔ کہ اپنے تئیں باواز بلند ظاہر کرے۔ اور اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے۔ اور نبوت کے معنے بجز اس کے اور کچھ نہیں۔ کہ امور متذکرہ بالا اس میں پائے جائیں۔
>
> اور اگر یہ عذر پیش ہو کہ باب نبوت مسدود ہے۔ اور وحی جو انبیا پر نازل ہوتی ہے۔ اس پر مہر لگ چکی ہے۔ تو میں کہتا ہوں نہ من کل الوجوہ باب نبوت مسدود ہوا ہے اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے۔ بلکہ جزئی طور پر وحی اور نبوت کا اس امت مرحومہ کے لئے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے۔ مگر اس بات کو بحضور دل یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ نبوت جس کا ہمیشہ کیلئے سلسلہ جاری رہیگا نبوت تامہ نہیں۔ بلکہ جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں وہ صرف ایک جزئی نبوت ہے۔ جو دوسرے

وہ باوجود بڑھاپے کے جوانی کا مضمون ہے۔ حضرت صاحب مرحوم (یعنی مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ) کے زمانہ میں جب لوگ کہتے تھے کہ یہ کیا بات ہے۔ حضرت مولوی صاحب کے دستخط خواجہ صاحب کی تحریر پر بھی ہیں اور میاں صاحب کی تحریر پر بھی۔ تو مولوی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میاں صاحب کا جوانی کا جوش ہے۔ آہستہ آہستہ خود جاتا رہے گا۔ یہاں بھی اگر کسی کو مولانا سید محمد احسن صاحب کے مضمون میں ان کے کوئی الفاظ گراں معلوم ہوئے ہوں۔ تو مولانا نورالدین صاحب کے الفاظ کی طرح ہی ان کو بھی سمجھ لے۔

میاں صاحب کا خیال کہ آنحضرت صلعم تین یا چھ سال تک تردد میں رہے

تو میاں صاحب سے پہلے پوچھا تھا کہ آیا واقعی اس بات کو مانتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے دعوے کی سمجھ نہ آئی تھی اور اپنی وحی کے متعلق شک ہوا تھا کہ آیا شیطانی ہے یا رحمانی۔ اس کے جواب میں میاں صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

"آپ کا یہ فرمانا کہ میرے اس عقیدہ کے نتیجہ میں مولوی عمرالدین صاحب شملوی اور بعض اور مبایعین کو بحث میں لکھنا پڑا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی تین یا چھ سال تک شک رہا کہ آپ کی وحی شیطانی ہے یا رحمانی۔ میرے نزدیک ایک ایسا حملہ ہے جس کا ثبوت آپ کے پاس نہیں" (حقیقۃ الامر صفحہ ۱۱)

اس کا وقت نہیں کہ میں یہ ثبوت دوں۔ کہ ان کے مریدوں نے ایسا لکھا ہے۔ لیکن اس کتاب (مرآۃ الحقیقت بجواب حقیقۃ الامر) کے اندر میں نے اس کا ثبوت دیا ہے۔ پھر میاں صاحب آگے چلکر فرماتے ہیں:۔

"مگر مولوی صاحب ایک بات کا تو آپ بھی انکار نہیں کر سکتے کہ ایک متواتر حدیث جو صحاح میں پائی جاتی ہے۔ بلکہ بخاری کی حدیث ہمیں بتلاتی ہے کہ تین یا چھ سال تک اپنی وحی کے معنے کرنے میں آنحضرت صلعم کو تردد رہا ہے"

آگے لکھتے ہیں:۔

"میں اس شخص کو جھوٹا سمجھتا ہوں جو کہے کہ آنحضرت صلعم کو اپنی وحی کی نسبت یہ شبہ تھا کہ شیطانی یا رحمانی ہے"

اگر کسی کے ذہن میں حقیقۃ الوحی کا کوئی حوالہ ہو۔ تو اس کے لئے میں سردست میاں صاحب کا یہ جواب کافی سمجھتا ہوں۔ وہ کہتے ہیں:۔

"اگر کوئی شخص میری جماعت میں سے ایسا خیال کرتا ہے تو میرے نزدیک وہ سخت غلطی کرتا ہے۔ اور اس نے حقیقت نبوت کو سمجھا ہی نہیں"

آگے کہتے ہیں:۔

"مگر اس بات میں کیا شک ہے کہ باوجود صریح وحی کے آپ گھبرا کر اپنی بیوی کے پاس گئے اور بعد میں ان کے مشورہ سے اس وحی کے مطلب کے متعلق مشورہ کرنے کے لئے آپ ورقہ ابن نوفل کے پاس گئے۔ اگر آپ کو اس کے مطلب کے متعلق تردد نہ تھا۔ تو آپ ورقہ کے پاس کیوں گئے۔ اور پھر گھبرائے ہوئے کیوں تھے۔ صاف ظاہر ہے کہ آپ حیران تھے۔ کہ میں اس وحی کو ظاہری معنوں پر محمول کروں یا کچھ اور مطلب سمجھوں مگر ظاہر ہے کہ باوجود اس کے کہ ورقہ نے اس وحی کو ظاہری معنوں پر محمول کیا۔ پر آپ نے اسکے متعلق احتیاط کا پہلو ہی اختیار کیا۔ اور جب تک صریح اور متواتر وحی نے آپ کو مجبور نہ کیا۔ آپ احتیاط سے ہی کام لیتے رہے"

آگے فرماتے ہیں:۔

"اور آپ اس واقعہ کا جو زبردست اور صحاح احادیث سے ثابت ہے۔ کس طرح انکار کر سکتے ہیں۔ کیا کسی وحی کے معنے کرنے میں تردد کا نام آپ شیطانی اور رحمانی وحی قرار دینے میں تردد رکھتے ہیں"

آنحضرت صلعم نے بھی آیا مسیح موعود کی طرح دعوے [illegible]

میاں صاحب احتیاط کا پہلو اختیار کرتے رہے۔ مرزا صاحب کا احتیاط کا پہلو یہ تھا کہ جب کوئی کہتا کہ نبوت کا دعوے کرتا ہے تو وہ کہتے کہ

"یہ باطل اور دروغ محض ہے"

آیا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا بھی احتیاط کا یہ پہلو تھا کہ آپ کی طرف کسی نے دعوے نبوت منسوب کیا ہو اور آپ نے اس کو مفتری اور اس بات کو "باطل اور دروغ محض" قرار دیا ہو۔ احتیاط کا پہلو ایک ہی ہونا چاہیئے۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا بھی احتیاط کا پہلو آیا وہی تھا جو میرزا صاحب کا تھا یا کوئی اور۔ آیا آپ بھی قسمیں کھا کھا کر اپنے دعوے نبوت سے انکار کرتے اور مدعی نبوت پر لعنتیں بھیجتے گئے۔ جیسا کہ حضرت مرزا صاحب بھیجتے گئے۔

بخاری یا صحاح کی اس حدیث کا مطالبہ جس میں تین یا چھ سال تک تردد کا بیان ہو

افسوس ہے کہ [illegible]

اس چھوٹے سے فقرہ میں کئی باتیں جو میاں صاحب نے [illegible]

"ایک متواتر حدیث جو صحاح میں پائی جاتی ہے بلکہ بخاری کی حدیث ہمیں بتلاتی ہے کہ تین سال یا چھ سال تک اپنی وحی کے معنے کرنے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو تردد رہا ہے" (حقیقۃ الامر صفحہ ۱۱)

"تین سال یا چھ سال" بخاری یا صحاح کی کسی حدیث میں سے نکال کر دکھا دیں اور بتائیں کہ بخاری یا صحاح کی کس حدیث کے اندر تین یا چھ سال تک "تردد" کا لفظ موجود ہے۔ ورنہ ان لفظوں کے کیا معنے ہیں۔

"مولوی صاحب ایک بات کا تو آپ بھی انکار نہیں کر سکتے کہ ایک متواتر حدیث جو صحاح میں پائی جاتی ہے بلکہ بخاری کی حدیث ہمیں بتلاتی ہے کہ تین سال یا چھ سال تک اپنی وحی کے معنے کرنے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو تردد رہا ہے"

آخر یہ تین یا چھ سال تک اپنی وحی کے معنے کرنے میں تردد میں رہنا بخاری یا صحاح کی کس حدیث میں موجود ہے۔ (اس پر شیخ ستہ ایک آور آئی کہ فتح الباری منگوا دی جائے۔ اس میں سے دکھانے کو تیار ہیں)

جس کے جواب میں آپ نے فرمایا:۔

جس فتح الباری کو آپ منگوا رہے ہیں۔ اگر اس میں تین یا چھ سال کا لفظ ہے۔ تو حضرت ابن عباس کی بھی یہ روایت ہے کہ صرف چند ہی ایام فترت رہی۔ لیکن فتح الباری بخاری یا صحاح کی کوئی کتاب ہے۔ میاں صاحب نے یہ نہیں کہا کہ بخاری یا صحاح کی شرح میں لکھا کہ تین یا چھ سال تک تردد رہا۔ بلکہ یہ کہا ہے کہ بخاری اور صحاح کی حدیث ہمیں بتلاتی ہے۔ پہلے میرا مطالبہ بخاری اور صحاح کی اس حدیث کا ہے۔ مجھے بخاری یا صحاح کی کسی حدیث کے اندر تین یا چھ سال دکھا دو۔ ایک اور دوسری یہ کہ وحی کے معنے کرنے میں تردد تین یا چھ سال تک رہا۔ یہ بھی کسی حدیث میں دکھا دو۔

پہلی وحی آنحضرت صلعم کی ہے اقرا باسم ربک الذی خلق وحی کے معنے کرنے میں تردد یہ ہے کہ اس میں تردد ہو۔ کہ اس آیت کے معنے یہ کروں یا وہ کروں۔

فترۃ کے معنے اور مدت

اب رہا زمانہ فترۃ کا ذکر کسی حدیث صحاح میں نہیں اور جن روایات میں ایسا ذکر پایا جاتا ہے ان میں ۳ سال بھی فترۃ کے لکھے ہیں اڑھائی بھی اور حضرت ابن عباس کی روایت میں ایاماً چند ایام بھی آیا ہے۔ لیکن فترت کو معنے میں تردد کا زمانہ بتانا بھی میاں صاحب کی ایجادات میں سے ہے۔ فترۃ کے معنے ہیں وحی کے رکے رہنا۔ اس کو وحی کے معنی میں تردد سے کیا تعلق۔ میاں صاحب فترت کا زمانہ تین یا اڑھائی سال (نہ چھ سال) بخاری اور صحاح میں تعیین دکھانے ایک دعوے غلط۔ فترت کے معنے میں وحی میں تردد نہیں۔ دوسرا دعوے غلط۔ ایسی جرات احادیث نبوی کے متعلق بہت ہی خطرناک ہے۔ میرا مطالبہ صرف اسی قدر ہے کہ میاں صاحب نے جو دعوے کیا ہے کہ حدیث صحاح میں تین یا چھ سال تک اپنی وحی کے معنے کرنے میں تردد کا ذکر ہو تو وہ دکھا دیا جائے۔

ورقہ بن نوفل کے پاس جانا

میاں صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ [illegible]

لیجئے بخاری۔ اس کے اندر یہ حدیث موجود ہے جس میں ورقہ کے پاس جانے کا ذکر ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ جب ورقہ کے پاس آنحضرت صلعم گئے تو آیا گھبرائے ہوئے گئے تھے۔ حدیث کے یہ الفاظ ہیں۔

فقال زملونی زملونی فزملوہ حتی ذھب عنہ الروع

آنحضرت صلعم نے کہا۔ مجھے کپڑا اڑھا دو۔ پس آپ کو کپڑا اڑھا دیا۔ یہاں تک کہ خوف آپ سے جاتا رہا۔ پہلے یہاں تو گھبرا کے دور ہو جانے کا بیان ہے۔ انہوں نے تو حضرت خدیجہ رض سے بات بھی نہیں کی۔ جب تک گھبراہٹ دور نہیں ہوا۔ ورقہ کے پاس گھبرائے ہوئے جانا کہاں سے نکلا۔

ورقہ بن نوفل کے پاس کس غرض سے گئے

بہت اچھا اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ ورقہ کے پاس کیوں گئے تھے۔ میاں صاحب کا خیال ہے کہ

"اس وحی کے مطلب کے متعلق مشورہ کرنے کے لئے آپ ورقہ ابن نوفل کے پاس گئے"

یہ عجیب بات ہے۔ کل کوئی کہہ دیگا کہ خدیجہ رض سے بھی وحی کے مطلب کے متعلق ہی مشورہ کیا تھا۔ علی کے پاس بھی اس کا مطلب پوچھنے ہی گئے تھے۔ اور حضرت ابوبکر رض سے بھی مشورہ ہی لینے کے متعلق گئے تھے۔ اور ظلم یہ ہے کہ

"باوجود صریح وحی کے"

آپ گھبرائے ہوئے پھرتے ہیں۔ تماشا ہے کہ جسکو میاں صاحب صریح وحی کہتے ہیں اس کے معنے خود محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جو مہبط وحی تھے۔ نہ آتے تھے۔ ورقہ ایک عیسائی معنے سمجھ لے۔ آج ہمارے میاں محمود اس کو صریح وحی کہیں۔ مگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایسا حکیم انسان اپنی وحی کے معنے نہیں جانتا۔ یا تو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں کوئی بات ہے۔ اور اگر آپ میں ہے۔ تو دوسرے انبیا میں بھی ہوگی ورنہ آپ تو سرتاج انبیا ہیں۔ جو نقص دوسروں میں پایا نہیں جاتا وہ آپ کے اندر کیونکر آ گیا۔ فرمائیے جب حضرت موسے ع پر وحی نازل ہوئی کہ فرعون کی طرف جاؤ تو وہ کس سے معنے دریافت کرنے گئے تھے۔ اور حضرت عیسے نے کس سے دریافت کئے۔ یہ دین ہے یا بچوں کا کھیل۔ کیا یہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے تمسخر نہیں کہ وحی آپ پر آتی ہے۔ اور معنے عیسائیوں سے پوچھنے جاتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کیا آپ ایسے نبی، آپ پیغام لائے تھے جب آپ کے ذمہ اصلاح خلق کا کام ڈالا گیا تھا۔ تو آپ کا فرض تھا کہ دوسرے لوگوں کے علاوہ آپ ورقہ کو بھی تبلیغ کرتے۔ حدیث میں یہ نہیں۔ کہ آپ گھبرائے ہوئے کسی وحی کے معنے پوچھنے ورقہ کے پاس گئے تھے۔ بلکہ صاف لکھا ہے کہ خدیجہ رض آپ کو ورقہ کے پاس لے کر گئیں۔

حتی اتت بہ ورقۃ بن نوفل۔ حتی کہ خدیجہ رض آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے کر آئی۔

پھر آگے لکھا ہے:۔

فقالت لہ خدیجۃ ای ابن عم اسمع من ابن اخیک خدیجہ نے اسے کہا کہ اے میرے چچا کے بیٹے اپنے بھائی کے بیٹے سے سن۔

فقال لہ ورقۃ ابن اخی ما تری فاخبرہ النبی صلعم ما رای ورقہ نے پوچھا بھائی کے بیٹے تو نے کیا دیکھا۔ نبی کریم صلعم نے وہ تمام واقعہ بیان کیا جو آپ نے دیکھا تھا۔

یہاں کوئی معنے اس سے اپنی وحی کے نہیں پوچھے۔ صرف اسکو سنا دیا ہے کہ کیا ماجرا گذرا۔ پھر ورقہ کا جواب بھی دیکھ لیجئے اس نے بھی کوئی معنے نہیں بتائے بلکہ کہا:۔

ھذا الناموس الذی انزل علی موسی

یہ وہ فرشتہ ہے جو موسے علیہ السلام پر اترا تھا۔

تعجب ہے۔ کونسے معنے آپ نے ورقہ سے پوچھے۔ اور کیا معنے اس نے بتائے۔ یہ کس قدر ظلم ہے کہ اپنے پاس سے ایک بات بنا کر اسے حدیث کی طرف منسوب کر دیا۔ بڑے ظلم کی بات ہے۔ لوگ تو اسے پڑھ کر یہی سمجھیں گے کہ یہ حدیث کا مضمون ہے۔ لیکن حدیث میں اس کا کوئی ذکر تک نہیں۔

اچھا پھر آگے لکھتے ہیں کہ:۔

"[illegible] کہ ورقہ نے اس وحی کو ظاہری معنوں [illegible] کی نسبت احتیاط کا پہلو ہی اختیار کیا"

نبوت مسیح موعود

کابل میں احمدیت

(از مولینا مولوی محمد رسول صاحب کابلی)

الحمد للہ رب العلمین ۔ ثنا و صفت مر خالق انس و جن را کہ ہادی صراط مستقیم است ۔ والصلوٰۃ والسلام علی نبیہ الکریم ۔ درود و سلام باد بر حضرت خاتم النبیین کہ ختم نبوت و اکمال شریعت بر و ست ۔ مدعی نبوت حقیقی و تشریعی و مستقل بعد از خاتم النبیین کاذب و مفتری علی اللہ است ۔ و درود باد بر مجددین و مہدیین شریعت اکمل حضرت خاتم النبیین ۔ بعد الحمد للہ اعطانا بصائرنا ۔ یعنی ثنا است مر خدائے را کہ عطا کرد برائے ما یان بینائی ما یان را کہ اللہ تبارک و تعالیٰ واحد و لاشریک و لامحدود و لامکان است ۔ و حضرت محمد مصطفےٰ پیغمبر برحق افضل الرسل و خاتم نبوت حقیقی و تشریعی است و قرآن عظیم فرقان برحق و منزل من رب العلمین و کتاب لاریب فیہ است ۔ تمامی مبشرات و منذرات و قصص و امثال و محکمات و متشابہات قرآن عظیم برحق و صادق است ۔ تمامی آیات کتاب منزل ناسخ است و منسوخ را در قرآن کریم مدخل نیست و ختم شریعت و اکمال شریعت بر قرآن محکم است ۔ بعد از خاتم النبیین نبی حقیقی برین دنیائے دنی آمدنی نیست ۔ بلکہ بر آنحضرت سلسلۂ تمامی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ختم است ؎

یتیمے کہ ناکردہ قرآں درست

کتب خانۂ چند ملت بشست

بعد از خاتم النبیین ۔ محققین و مجددین و مہدیین برائے ترقی و تجدید شریعت محمدی آمدنی است ۔ چنانچہ ما لا بعد ما آمدند و کوششہا کردند و از جہان فانی بدار باقی بدیار ربانی رسیدند ۔ الحقنا بالصالحین بحرمت سید المرسلین ۔

ہمچنیں جناب حضرت اقدس حضرت امام زمان حضرت میرزا صاحب بمقام مجددیت و مہدویت و مسیحیت در وادی دنیا قدم نہادہ ۔ ہر قدر نقصان و زیان و گرد و غبار و پردہائے تاریک ملبوشدہ کہ بر روئے منور شریعت حضرت محمد مصطفےٰ رسیدہ بود ہمہ را صاف و پاک کردہ خدمت اسلام را بتائید رب العلمین بسیار بخوبی وجہ کردہ و کامیاب شدہ ازیں جہان فانی رحلت کردہ بجوار ربانی رسید ۔ اللّٰھم ارحمنا وارحمہ واجعل الجنۃ مثواہ ۔

حضرت اقدس جناب حضرت صاحب مجدد و مہدی بود ۔ نبوت ظلی و بروزی ہم داشت ۔ بہ مقابل عیسائیان منصب عیسوی داشتے و دعویٰ نبوت حقیقی را نکردہ است ۔ الحال قائل نبوت حقیقی مفتری مطلق و بلادلیل است ۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ صاحب شہید مرحوم عبد اللطیف صاحب رئیس علاقہ خوست افغانستان کہ در علاقہ مذکور برائے اشاعت دین آمد اظہار مجددیت و مہدویت حضرت صاحب را کرد ۔ این سخن را اشارتاً ہم نکردہ بود کہ حضرت صاحب نبی است اظہار لفظ نبوت را ہم نکردہ ۔ بہمراہ این حضرت صاحب را با ظہار عقیدہ مجددیت مستحق قتل دانستند ۔ مشہور است کہ حضرت صاحبزادہ صاحب مرحوم شہید شد ۔ تا الحال قاتلان صاحبزادہ صاحب دلیل شرعی بر شہادت شہید مرحوم صاحب ندارند ۔ اگر بہمراہ ایشان تحقیق شود ہیچ دلیل ندارند ۔ الحال الحمد للہ رب العلمین در علاقہ مذکور جماعت احمدیہ تابعان قرآن عظیم در ترقی و تزائید است اگر اظہار احمدیت احمدیان بکنند قاتلان شہید صاحب رح اختفا میکنند چونکہ اگر تحقیق ہم یا شود ہیچ قسم سند و دستی نیست ۔ تا حدیکہ این سخن را خود ایشان می پوشند مگر نہ احمدیان قرآن عظیم صادقانہ بیان می شود و جماعات حقہ و حقیقیہ علانیہ است ۔ ہر قسم مسلمان قرآن عظیم پیدا شدہ است ہم علمائے ہم طلبا روز بروز در ترقی است نتائج حسن اسلام در علاقہ مذکور مسلم شود ۔ انشاء اللہ تعالیٰ ۔

حضرت جناب میاں صاحب کہ حضرت صاحب را نبی حقیقی و نبی مستقل میگویند ۔ این یک قسم سند است کہ بدست قاتلان شہید صاحب رح میدہند ۔ [illegible] کہ قائل این عقیدہ مستحق قتل است ۔ خداوند عالم رشد [illegible] ۔ استحکام این عقیدہ تباہی سلسلۂ احمدیہ است ۔ اظہار و اثبات این عقیدہ بسیار مشکل است حضرت ہیچ قسم دلیل براثبات این عقیدہ متوجہ نیست ۔

حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ ایدہ اللہ ۔ خداوند عالم اجر دارین نصیب گرداند کہ کتاب علانیہ عقیدہ یا غلطی کہ سلسلۂ احمدیت بسیار ذلیل و بے اعتبار گردیدہ بود حافظ حقیقی خداوند عالم است می حفاظت سلسلۂ اسلام بطور علما حقیقی می کند ۔ اما الحال حسن اسلام و زینت احمدیت در علاقہ مذکور بی طفیل جناب مولانا صاحب دیدہ می شود و در علاقہ افغانستان ہم تحریرات جناب مولانا صاحب و ہم تحریرات حضرت جناب میاں صاحب کابل رسیدہ و میرسد ۔ الحمد للہ ۔ امتیاز عقیدتین مثل آفتاب روشن و ہویدا است اگر کسے عداوت را دور کردہ بنظر تحقیق ببیند حق را از باطل ممتاز یکرداند ۔ در تحقیق دین اظہار عداوت و تعصب عین جہل است بنا بر آن ہر مسلمان و اہل دین طالب حق لازم است کہ در وقت مطالعہ تحریرات جانبین تعصب و خیال عداوت و تعصب را دور کند بنظر و خیال انصاف مطالعہ و تحقیق را جاری کند انشاء اللہ کہ حق بالائے او مخفی نخواہد ماند ۔ ہر قدر طائفہ ہائے کہ در روئے زمین از اسلام محروم و بے نصیب ہستند محض با ظہار عداوت و تعصب در حق مامورین ہستند ۔ الحال اگر اہل زمین تحقیق اختیار کنند و عداوت و تعصب را دور کنند تمامی اہل زمین ملت واحدہ می شوند ۔ خیر اختیار کلی از خداوند است ۔ واللہ یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید ۔

ترجمہ :- الحمد للہ رب العلمین ۔ صفت و ثنا خاص اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے ہے ۔ جس نے جنوں و انسانوں کو پیدا کر کے صراط مستقیم پر چلایا ۔ اور صلوٰۃ و سلام اور درود اسکے رسول کریم پر جو خاتم النبیین ہے اور جسکے آنے سے نبوت ختم ہوگئی ۔ اور شریعت انکے دست مبارک پہ کامل ہوگئی ۔ اور حقیقی اور تشریعی اور مستقلہ نبوت کا مدعی خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کاذب اور مفتری علی اللہ ہے ۔ اور حضرت خاتم النبیین صلوٰۃ اللہ وسلامہ کی اکمل شریعت کے مجددین و مہدیین پر درود اور سلام ہو ۔ خاص حمد اس خدا تعالیٰ بیحد کے لئے ہے کہ جس نے ہمیں چشم بصیرت عطا کی اور ہم کو بخشا ذات واحد لاشریک اور لامحدود اور لامکان ہے ۔ اور حضرت محمد مصطفےٰ پیغمبر برحق و افضل الرسل و نبوت حقیقی و تشریعی کے خاتم ہیں ۔ اور قرآن کریم فرقان برحق اور اللہ رب العلمین کی جانب سے نازل شدہ ہے ۔ اور یہ ایسی کتاب ہے کہ جس میں کسی شک و شبہ کو دخل نہیں ۔ اور جسقدر بشارتیں اور انذارات اور قصے اور مثالیں اور محکمات و متشابہات قرآن عظیم میں ہیں وہ سب برحق ہیں اور تمام کتاب منزل من اللہ میں جسقدر آیات ہیں وہ سب ناسخ ہیں منسوخ سے مبرا و منزہ ہیں اور اسی قرآن محکم کی بنا پر شریعت کا اختتام اور اکمال ہے ۔ خاتم النبیین کے بعد حقیقی اور برحق نبی اس دنیاء دنی میں نہیں آسکتا ۔ بلکہ آنذات بابرکات پر تمام انبیاء کا سلسلہ ختم ہوچکا ہے ؎

یتیمے کہ ناکردہ قرآں درست کتب خانۂ چند ملت بشست

یعنی وہ یتیم جو کہ محض امی تھا ۔ اس نے تمام ملل کے کتب خانوں کو ملیا میٹ کردیا ۔ معلوم رہے ۔ کہ خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد شریعت محمدی کے چلانے کے لئے مجددین و مہدیین کی بعثت مقدر تھی چنانچہ بیشمار مجددین و مہدیین آئے کہ جن کا شمار محال ہے ۔ اور جسقدر ان سے ہوسکا دین کے لئے کوششیں اور مساعی جمیلہ کرکے دار فانی سے دار البقا کی طرف رحلت فرما گئے ۔ اے اللہ ہمیں بھی سید المرسلین کی طفیل جماعت صالحین میں شامل فرما !

واضح ہو کہ جس طرح پہلے مجددین آتے رہے اسی طرح امام زمان حضرت اقدس جناب مرزا صاحب بمقام مجددیت و مہدویت و مسیحیت پر فائز ہوکر دنیا میں مبعوث ہوئے ۔ اور جسقدر شریعت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے منور چہرہ پر نقصان و زیان کے گرد و غبار اور پردہائے تاریک پڑے ہوئے تھے ۔ اُن سب کو پاک و صاف کرکے خدمت دین متابعت شرع متین باحسن وجوہ کرکے جہان فانی سے رحلت فرما کر واصل قرب ربانی ہوئے ۔ اے اللہ اُن پر اور ہم پر رحم فرما ۔ اور اُن کا ٹھکانا جنت الفردوس میں کر !

یہ بات پوشیدہ نہ رہے ۔ کہ حضرت مرزا صاحب صرف مجدد و مہدی تھے ۔ اور حامل نبوت ظلی و بروزی تھے ۔ عیسائیوں کے مقابلہ میں مسیح کے لقب سے ممتاز تھے اور نبوت حقیقی کے مدعی نہ تھے ۔ آجکل نبوت حقیقی کا قائل مفتری مطلق ہے جس کی کسی دلیل کی حاجت نہیں ۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ صاحب عبد اللطیف شہید رئیس علاقہ خوست جو افغانستان کی حدود میں ہے ۔ جب علاقہ مذکور میں اشاعت دین کے لئے تشریف لائے ۔ تو آپ نے حضرت مرزا صاحب کی مجددیت و مہدویت کا ہی اظہار کیا تھا ۔ اور اس امر کا اشارہ تک کبھی نہیں کیا تھا ۔ کہ حضرت مرزا صاحب نبی بھی ہیں ۔ باوجودیکہ شہید مرحوم نے نبوت کا تذکرہ تک نہیں کیا تھا صرف حضرت مرزا صاحب کا مجدد ہونا اور مہدی ہونا ظاہر کیا تھا ۔ پھر بھی اس عقیدہ کی بناء پر اُن کو مستحق قتل قرار دیا گیا ۔ اب عام شہرت اس امر کی ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب ناحق شہید ہوئے ۔ کیونکہ قاتلان شہید مرحوم کے پاس اب تک کوئی شرعی دلیل اُن کے قتل کرنے کی موجود نہیں جب کبھی اُن کے ساتھ تحقیق کی غرض سے گفتگو کا موقع ہوا ۔ تو وہ کوئی دلیل پیش نہیں کر سکے ۔

خدا کا شکر ہے ۔ کہ علاقہ مذکور میں جماعت احمدیہ متبعین قرآن عظیم روز افزوں ترقی پر ہے ۔ اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اگر احمدی لوگ احمدیت کا اظہار کریں ۔ تو قاتلان شہید مرحوم پہلو بچاتے ہیں کہ مبادا اگر تحقیقات مناسب کی جائے تو انکے ہاتھ میں کوئی سند اپنی بریت کی نہیں اور لاچار ہوکر خود ہی اس امر کو مخفی رکھنا چاہتے ہیں ۔ اور اب الحمد للہ کہ قرآن عظیم کا درس علانیہ ہوتا ہے اور ہر پنج وقتہ نماز باجماعت و تکبیر برملا ہوتی ہے ۔ اور ہر قسم کے لوگ قرآن کریم کی خدمت کے لئے پیدا ہوگئے ہیں ۔ اور علماء اور شرفا جماعت احمدیہ میں داخل ہوتے جاتے ہیں ۔ اور بڑی ترقی ہو رہی ہے ۔ علاقہ افغانستان میں اسلام اور احمدیت کی رونق روز بروز ترقی پر ہے ۔ مگر افسوس کا مقام ہے ۔ کہ حضرت جناب میاں صاحب (محمود احمد) جو حضرت میرزا صاحب کو حقیقی اور مستقل نبی قرار دینے لگ گئے ہیں یہ ایک ایسی سند قاتلان شہید مرحوم کے ہاتھ میں دیتے ہیں جس سے خطر عظیم کا اندیشہ ہے ۔ کیونکہ بلا شک و شبہ ایسا عقیدہ رکھنے والا مستحق قتل ہوتا ہے ۔ دعا ہے کہ خداوند عالم میاں صاحب موصوف کو انصاف کی آنکھ نصیب کرے ۔ اس عقیدہ کا استحکام سلسلہ احمدیت کی تباہی کا موجب ہے اور اس عقیدہ کا اظہار و اثبات بہت مشکلات میں ڈالنے والا امر ہے ۔ شریعت اسلامی میں اس عقیدہ کے ثبوت میں کوئی دلیل نہیں ہے ۔ خدا تعالیٰ حضرت مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ کو جزائے خیر عطا فرما دے کہ اگر وہ اس عقیدہ فاسد کی تردید نہ فرماتے تو سلسلہ احمدیہ بہت ذلیل اور پراگندہ ہوجاتا ۔ خداوند عالم اسلام کے سلسلہ کا حافظ حقیقی ہے ۔ وہی فدا اہل [illegible] کرتا ہے ۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ فی زمانہ مولانا موصوف کی تصنیفات و تقریرات میں ہی اسلام کی زینت اور عقائد احمدیت کی خوبصورتی نظر آتی ہے ۔ ملک افغانستان میں حضرت مولانا موصوف و حضرت میاں صاحب کی تحریریں پہنچ گئی ہیں اور پہنچتی رہتی ہیں ۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہر دونوں عقیدوں میں آفتاب کی طرح روشن اور بیّن امتیاز ظاہر ہے ۔ اگر کوئی تعصب و بغض سے کنارہ کش ہوکر تحقیق کی نظر سے دیکھے تو اُسے حق اور باطل میں امتیاز حاصل ہو جائیگا ۔ دین کی تحقیقات میں تعصب اور عداوت کو کام میں لانا عین جہالت ہے لہٰذا ہر مسلمان اہل دین و طالب حق کے لئے لازم ہے کہ ہر دو جماعت کی تحریرات کے مطالعہ کے وقت تعصب و عداوت کو یکطرف رکھکر انصاف کی نظر سے مطالعہ کرے انشاء اللہ تعالیٰ اس پر حق کبھی مخفی نہیں رہیگا ۔ جس قدر گروہ روئے زمین پر ہیں مامورین منجانب اللہ کے ساتھ تعصب و عداوت رکھنے کیوجہ سے حقیقی اسلام اور سچی تعلیم سے محروم و بے نصیب ہیں ۔ اگر اب بھی اہل زمین تحقیق کا پہلو اختیار کریں اور تعصب اور بغض کو دور کردیں تو وہ سب کے سب اہل یقین اور ایک ہی ملت کے ممبر بن جائیں ۔ توفیق نیکی کا دینا خدا کے اختیار میں ہے ۔ واللہ یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید ۔

اس سے

گذشتہ دسمبر ۱۹۱۸ء کے جلسہ کی تقریب پر ہمارے ایک نہایت مکرم دوست کی تحریک پر حضرت مسیح موعود کی بعثت کی اس شرط کی طرف احباب کو خاص توجہ دلائی گئی تھی۔ اور احباب کے مشورہ سے اس عہد قدیم کی تجدید اس دستاویز کے ذریعہ سے ہوئی تھی جس کا مضمون ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد

واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الآخر۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جن کے ہاتھ پر ہم نے بیعت کی تھی انہوں نے اپنی بیعت کے دس شرائط میں یہ بھی درج کیا تھا کہ بیعت کنندہ اتباع رسم و متابعت ہوا و ہوس سے باز آجائیگا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے اوپر قبول کرلیگا۔ اور قال اللہ وقال الرسول کو اپنی ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

الحال سب احمدی بھائیوں کی خدمت میں التماس کی جاتی ہے کہ وہ اس شرط پر پورے عامل بننے کیلئے آج ایک تازہ عہد کریں اور اس کاغذ پر اپنے دستخط ثبت کردیں"

اس تحریر پر سب سے پہلے دستخط حضرت امیر نے کئے اس کے بعد جماعت کے دوسرے سربرآوردہ اصحاب کے دستخط ثبت ہوئے۔

اس میں شک نہیں کہ یہ عہد سب سے پہلے تو ہر ایک مسلمان اسی وقت کرتا ہے جب وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے۔ اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہے۔ اس کے بعد اسی عہد کی تجدید ہم نے حضرت نبی کریم کے خلیفہ برحق حضرت مسیح موعود کے ہاتھ پر بیعت کرتے وقت کی۔ اور اب یہ تیسرا موقعہ ہے کہ اس کی توثیق ایک دستاویز کے ذریعہ سے کی گئی ہے۔ اور ہم امید کرتے ہیں کہ جن حضرات نے اس دستاویز پر دستخط کئے ہیں وہ انشاء اللہ تعالیٰ اس عہد پر پورے اتریںگے۔

لیکن اس عہد کی نوعیت ایسی ہے کہ اس دستاویز پر ہر ایک احمدی کے دستخط ہونے چاہئیں۔ کیونکہ سچ پوچھو تو یہ وہی عہد ہے جو تم بحیثیت ایک مسلمان احمدی کے پہلے ہی کر چکے ہو۔ اس لئے میں تمام جماعتوں کے سکرٹریوں کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ وہ اسی دستاویز پر اپنے اپنے احباب کے دستخط کرائیں۔

اشاعت اسلام کا مقدس کام جو ہماری جماعت نے اپنے ذمہ لیا ہے۔ ہم سے بہت سی قربانیاں چاہتا ہے۔ بذل مال کی قربانی۔ اپنے قوائی کی قربانی۔ اپنے اوقات عزیز کی قربانی بال بچوں کی محبت کی قربانی۔ یہ سب قربانیاں اشاعت اسلام کے لئے ضروری ہیں لیکن ان سب سے بڑھکر ایک قربانی ہے کہ ہم اپنے تمام خواہشات کو قرآن و شریعت کے سامنے قربان کردیں اور دنیا میں ایک سچی مسلمان جماعت کا نمونہ پیش کریں۔ اس کیلئے نہیں مال و زر کی ضرورت ہے۔ نا گھر بار چھوڑنے کی۔ بلکہ صرف اس قدر عزم کر لینا ہے کہ ہم اپنے تمام معاملات شریعت کے مطابق کرینگے۔ اگر خاندانی جھگڑے ہوں گے تو وہ بھی شریعت کی رو سے فیصلہ ہوں گے۔ اگر رسم و رواج شریعت کے خلاف ہیں تو ان کو ترک کرنا ہوگا۔ غرض ہماری تمام زندگی کلیۃً قرآن مجید کے ماتحت ہوگی۔

مجھے یقین ہے کہ اگر ہم احمدی بحیثیت ایک قوم کے اس عہد کی پابندی کریں جس پر ہم نے حضرت مسیح موعود کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ اور دنیا میں اپنا وہ نمونہ پیش کریں جو صحابہ کرام نے کیا تھا تو آج ایک دنیا کو فتح کرسکتے ہیں۔ کیونکہ یہ وہ نسخہ ہے۔ جسے آج سے پہلے صحابہ کرام آزما چکے ہیں۔ اور اسی سے اس اوج رفعت پر پہنچ چکے ہیں۔ جو تاریخ کے صفحات پر ابدی شہرت رکھے گی۔

اپنی آنکھ کا شہتیر دیکھئے!

قادیانی معاصر الفضل اپنی ۰ جنوری کی اشاعت کے افتتاحیہ میں نہایت بلند آہنگی سے شکایت کرتا ہے کہ حضرت امیر نے اپنی جدید تصنیف "مرآۃ الحقیقت" میں میاں صاحب اور خاندان مسیح موعود کے خلاف بہت سخت الفاظ لکھے ہیں۔ اس الزام میں کہاں تک سچائی کا عنصر ہے۔ اس کا اندازہ وہی کرسکتے ہیں جو حضرت امیر کے لٹریچر سے واقف ہیں۔ اور جنہوں نے ... کی سخت کلامی کا گلہ ہے۔ الفضل نے حضرت امیر کے لئے ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جن کو ایک معمولی اخلاق کا آدمی بھی استعمال کرنے سے احتراز کرے گا۔ مثلاً:-

(۱) ان کی اخلاقی موت کا جنازہ مدت سے پڑھ چکا ہوں

(۲) زہر اگلنے سے باز رہیئے جو آپ کے پیٹ میں بھرا ہوا ہے

(۳) اپنے اخلاق کے گندے اور ناپاک ہونیکا ثبوت دیا۔

(۴) تمام شریفانہ اخلاق و عادات کو بالکل ہوا بتا دیا ہے

یہ الفاظ ہم نے محض ایک کالم میں سے انتخاب کئے ہیں۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ مدیر الفضل جو دوسروں کی سخت کلامی کی شکایت کرتے ہیں خود کیسے شیریں بیان ہیں۔ اور ان سے اگر قطع نظر کی جائے تو خود ہمارے میاں صاحب بھی اپنے مخالف کو شور ... کہنے سے دریغ نہیں فرمایا کرتے۔ لیکن اس دیدہ دلیری کو دیکھئے کہ باوجود اس کے دوسروں پر سخت کلامی کا الزام رکھتے ہیں۔

اس مضمون میں یہ شکایت بھی ہے کہ مرآۃ الحقیقت میں میاں صاحب سے تمسخر کیا گیا ہے۔ کاش اگر ایڈیٹر صاحب الفضل کچھ ایسی عبارتیں بھی نقل کر دیتے جن سے انہیں تمسخر کی بو آتی ہے مگر وہ ایسا نہیں کرسکتے۔ کیونکہ میاں صاحب سے تمسخر کرنے کی کسی کو کیا غرض ہے۔ لیکن جب میاں صاحب کے عقائد اور تحریروں پر جرح و قدح کی جاتی ہے۔ اور ان کے منطقی نتائج پیش کئے جاتے ہیں تو وہ چونکہ پڑھنے والوں کے سامنے کشت زعفران کا سماں باندھ دیتے ہیں۔ اس لئے میاں صاحب کے مرید گڑتے ہیں کہ میاں صاحب سے تمسخر ہو رہا ہے۔ حالانکہ اصل بات یہ ہے کہ خود میاں صاحب اپنی جدت طرازیوں کی وجہ سے مذہب سے تمسخر کرتے ہیں۔ گو نیت ان کی یہ نہ ہو۔ اور جب یہ تمسخر منطقی قضیوں سے ان پر الٹتا ہے۔ تو پھر دوسروں کی سخت کلامی کا گلہ شروع ہو جاتا ہے۔

نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

کوئی دو ہونے دو مہینے ہوئے ہم نے سنا تھا کہ قادیان کے نظام حکومت میں اہم تبدیلیاں ہونے والی ہیں اور صدر انجمن احمدیہ قادیان جس کے جسم میں سے روح تو خلافت ثانیہ کے قیام سے ہی نکل گئی تھی۔ مگر جسم پڑا ہوا تھا اب اس جسم کو بھی دفن کرنے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ مگر چونکہ ہم حسن ظنی کیلئے مامور ہیں۔ اس لئے ہمیں اس افواہ پر چنداں اعتماد نہیں تھا۔ لیکن آخر اب جریدۃ الحکم کے کالموں میں بھی وہ مفصل و مکمل تجویز نظر آئی جس کی تجویز ہم نے سنی تھی۔ یہ تجویز ... اکتوبر کی لکھی ہوئی ہے۔ اس تجویز کا خلاصہ یہ ہے کہ جماعت کا تمام نسق و نظم۔ اور مختلف محکمجات علیحدہ علیحدہ ناظروں کے ماتحت کئے جائیں۔ چنانچہ تجویز کے اصل الفاظ یہ ہیں :-

"میرے دل میں یہ تجویز آئی ہے کہ تمام ان کاموں کو جو جماعت احمدیہ کے متعلق اس وقت ذہن میں آسکیں چند حصوں میں تقسیم کرکے ان پر کچھ آدمی مقرر کئے جائیں۔ جو خلیفہ وقت کے سامنے سب کام کو پوری طرح ذمہ وار ہوں۔ اور ایک شخص ان پر نگران ہو۔ اور ان سب کے کام میں وحدت رکھنے والا ہو۔"

اس سے آگے پھر مختلف کاموں کی تعین کرکے ان کے علیحدہ عہدے تجویز کئے ہیں۔

(۱) ناظر تالیف و اشاعت

(۲) ناظر تعلیم و تربیت

(۳) ناظر امور عامہ

(۴) ناظر بیت المال

(۵) ناظر اعلیٰ

(۶) قاضی اور قاضی القضاۃ اور مفتی اعظم جو محض افتا کا صدر ہو۔

کام تو عہدوں کے نام سے ظاہر ہیں مگر سوال یہ ہے کہ کیا یہ تجویز خرچ کو اس قدر نہیں بڑھا دے گی۔ جو اسراف میں داخل ہوگا۔ پچھلے دنوں میں قادیانی اخبارات میں ۴۳ ہزار کے قرضہ کا اعلان ہوتا رہا ہے۔ جس سے مالی نازک سی معلوم ہوتی ہے۔ اس صورت میں اگر ایسا جدید انتظام جس سے مصارف بڑھنے کا احتمال ہے۔ کہاں تک قرین مصلحت ہوسکتا ہے۔

مجلس شوریٰ :- اس تجویز میں ایک خاص شوریٰ بھی بنائی گئی ہے جن میں تمام صیغوں میں وحدت رکھنی ضروری ان کے متعلق اس مجلس میں مشورہ کیا جائے گا۔ گو مجلس شوریٰ کا فیصلہ قطعی نہیں ہوگا۔ بلکہ ناظر اعلیٰ کا فیصلہ ہی اصل فیصلہ ہوگا۔ لیکن اس سے پہلے جناب میاں صاحب "شوریٰ" کو شور و غوغا سے تعبیر کر چکے ہیں۔ بلکہ اس لفظ کا اشتقاق بھی "شور" قرار دے چکے ہیں۔ چنانچہ تشحیذ الاذہان اپریل ۱۹۱۷ء صفحہ ۳۱ پر لکھتے ہیں:-

"حضرت علی کا مقابلہ کرنے والوں نے بھی یہ کہا تھا کہ الحکم للہ والامر شوریٰ بیننا ہم وہی حکم مانیں گے جو خدا نے دیا۔ خلیفہ کوئی چیز نہیں۔ سب کام مشورہ سے کرو۔ اس وقت بھی شوریٰ شوریٰ لئے پھرتے تھے۔ اب پھر شوریٰ شوریٰ کہہ رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے یہ لفظ شور سے مشتق ہے"

کیا اب ہم یہ استفسار کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ قادیان کی مجلس شوریٰ جس کی تاسیس اب خود میاں صاحب نے کی ہے شور و غل سے پاک و صاف رہے گی۔ یا کہ قادیان کا شوریٰ شور سے مشتق نہیں ہے؟ ۔ اگر اس مجلس میں بھی شور ہی ہونا ہے تو بہتر ہے اس کی تاسیس کی تکلیف نہ کی جائے۔

جنگ میں خدا کا ہاتھ

جنگ یورپ اب ختم ہوگئی ہے مبصرین اب اس کے نتائج و علل پر غور کر رہے ہیں۔ چنانچہ نیشنل کانگریس کے پنڈال میں آنریبل مدن موہن مالوی نے ۲۶ دسمبر گذشتہ کو تقریر کرتے ہوئے فرمایا:-

"میرے خیال میں اس جنگ کے چھڑنے اور اس کے ختم ہونے دونوں میں خدا کا ہاتھ ہے۔ دنیا اور خصوصاً یورپین دنیا کو اصلاح اور تبدیلی کی ضرورت تھی کیونکہ یہ مادہ پرستی کی طرف مائل اور روحانی خیالات سے بہت دور ہوگئی تھی۔ اس نے اس اصول کی خلاف ورزی کی تھی۔ کہ راستی ہی کسی قوم کو بلندی پر پہنچاتی ہے۔ باوجودیکہ یورپ کو اپنی تہذیب پر ناز تھا۔ لیکن اس کی بعض قومیں ملکی بدنظمی کی حالت میں زندگی بسر کر رہی ہیں۔ اور ان کے باہمی تعلقات اور بیرونی تعلقات طاقت کی بنا پر ہی قائم چلے آئے ہیں۔ ان پر ہمیشہ یہ جذبہ غالب رہا ہے۔ کہ جس طرح ہو سکے دولت اور طاقت حاصل کی جائے۔ اور اس کی دیوانہ وار جستجو میں انہوں نے کمزور قوموں کے حقوق اور آزادی کو پامال کرنے میں کوتاہی نہیں کی۔ زمانہ گذشتہ میں سپین۔ آسٹریا۔ اور فرانس میں سے ہر ایک یورپ پر اقتدار حاصل کرنے کے لئے کوشش کرتا رہا ہے۔ اب جرمنی نے اس کی کوشش شروع کی"

ہمیں اس کے ایک ایک حرف سے اتفاق ہے۔ مگر ہم اس پر یہ مستزاد کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اس جنگ میں جہاں خدا تعالیٰ نے اپنے دست عدل سے ظلم و ستم کا قلع قمع کیا ہے۔ وہاں اس نے حضرات یورپ کے ان بوسیدہ اور پارینہ اعتراضات کا بھی نہایت موثر طریق میں جواب دیا۔ جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک اور اسلام کے اصولوں پر کرنے کا اجارہ لے رکھا تھا اسلام نے جنگ کی۔ اسلام نے تعدد ازدواج کا قانون رائج کیا۔ اسلام نے شریروں کو سزائیں دیں۔ اور ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری آگے نہیں کی۔ یہ وہ اعتراضات ہیں۔ جو یورپ کیا کرتا تھا۔ مگر اس جنگ نے ثابت کر دیا کہ دول یورپ باوجود ادعائے تہذیب و تمدن اس بیسویں صدی میں بھی عرب کے اس مقولہ کے ساتھ ہم صفیر ہیں۔ ع

فنجھل فوق جھل الجاھلینا

ہم بھی جہالت کرنیوالوں کی جہالت کا جواب جہالت سے ہی جواب دیتے ہیں بلکہ اس سے بھی بڑھکر

اس کے علاوہ کیا اب یورپین ممالک میں تعدد ازدواج کے لئے مشورے نہیں ہو رہے۔ اور یورپین تہذیب اب مجبور نہیں ہوگئی کہ اسلام کے ایک پختہ اصول کے سامنے سر تسلیم خم کردے۔ غرض اس جنگ کا خاتمہ اتحادیوں کی فتح کے ساتھ ہوا ہے تو ... کے ساتھ ... اسلام اور اسلام کے اصولوں کی بھی فتح ہوئی ہے۔

جلد ۶ | مدینۃ المسیح لاہور چہارشنبہ مورخہ ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۵ جنوری ۱۹۱۹ء | نمبر ۵۱

ملفوظات حضرت مسیح موعود

زمانہ کی موجودہ حالت اس پُرآشوب زمانہ میں جو غفلت اور گمراہی کی ہوا چل رہی ہے۔ اللہ تعالےٰ کی حدود کی پروا نہیں کی جاتی۔ اور یہ حالت اہل دنیا کی ہو رہی ہے کہ اگر ذرا نقصان بھی دنیا کا دیکھیں۔ تو اس کے لئے دین کے بہت بڑے حصہ کو چھوڑ دینے کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں۔ طرح طرح کے امتحانوں میں دیکھا جاتا ہے کہ انسان کس طرح خدا سے بعد اور دوری اختیار کرتا ہے۔ اور اس کے اوامر و حدود کی پروا نہیں کرتا۔ مثلاً عدالتوں کے موقعوں پر دیکھتے ہیں کہ کس طرح معصیت کرتے ہیں ایسا ہی نفسانی جذبات کے وقت خدا تعالےٰ کی عزت و عظمت کا کوئی پاس نہیں کیا جاتا۔ پس ایسے وقت اور ایسی حالت میں ہماری جماعت کیلئے یہی نصیحت ہے کہ وہ خدا ترسی اور تقویٰ اختیار کریں کیونکہ اس جماعت کے قائم کرنے سے اللہ تعالےٰ کا یہی مطلب ہے کہ یہی تقویٰ اور اخلاص جو بالکل اُٹھ گیا ہے۔ اور سچا ایمان جو نہیں رہا اس کو پھر قائم کرے۔ اللہ تعالےٰ نہیں چاہتا کہ نیکی اور تقوےٰ کا بیج ضائع کرے۔ وہ جب دیکھتا ہے کہ ایک فصل ضائع کی گئی ہے۔ تو دوسرے فصل تیار کر دیتا ہے۔ پس یاد رکھو کہ ہمارے مبعوث ہونے کی اصل غرض یہی ہے کہ پھر تقویٰ کی زندگی بحال ہو۔ یہی قرآن شریف بتاتا ہے۔ **انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون**۔ اس کا وعدہ اسی طرح موجود ہے۔ اور قرآن شریف بھی تازہ بتازہ محفوظ ہے۔ اور احادیث کا بھی اس قدر حصہ جو قرآن اور سنت کے خلاف نہیں۔ موجود ہے۔ مگر جو چیز نہیں رہی وہ یہی تقوےٰ ہے۔ کلام الٰہی پر ایمان لانا اور اس کے موافق عملی حالت کو درست کرنا نہیں رہا۔

اللہ تعالےٰ کی سنت ہے کہ جب وہ دیکھتا ہے کہ کوئی اس کا نام لینے والا اور اخلاص و پاکیزگی سے عبودیت کا اظہار کرنیوالا نہیں رہا۔ تو اس کی الوہیت تقاضا کرتی ہے کہ ایک مردہ قوم کی بجائے ایک زندہ قوم کھڑا کر دیتا ہے۔ اسی غرض کے لئے اسی سنت کے موافق اس نے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے۔

نیکی کی حقیقت ترک شر اور کسب خیر یاد رکھنا چاہیئے کہ نیکی کی حقیقت اتنی ہی نہیں کہ بعض لوگ کسی شر سے ذرا سا پرہیز کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نیک ہیں۔ مثلاً ایک کہتا ہے کہ مینے کبھی چوری نہیں کی۔ یا فلاں شخص موجود تھا اور مینے اس کے گھر کو آگ نہیں لگا دی۔ ایسی شرارتوں سے بچنا درحقیقت کوئی اعلےٰ درجہ کی نیکی نہیں ہے۔ بہت سے جانور بھی ایسے ملیں گے جنہیں یہ صفات پائے جاتے ہیں۔ میاں حسین بیگ نام ایک شخص تھا۔ اس کے پاس ایک کتا تھا وہ روٹیوں کے پاس بٹھا رہتا تھا۔ اور ہرگز نہ کھاتا تھا۔ اور نہ کسی کو اٹھانے دیتا تھا۔ ایسا ہی ایک بلی کی بابت سنا تھا کہ اسکو بھی ایسا ہی سکھایا گیا تھا۔ بعض لوگوں نے امتحاناً ایک کوٹھری میں گوشت حلوا وغیرہ جو اس کی مرغوب چیزیں تھیں۔ رکھ دیں۔ اور اس کو بند کر دیا۔ تین دن کے بعد جب دروازہ کھولا تو دیکھا وہ چیزیں ثابت پڑی ہوئی تھیں اور بلی مری ہوئی تھی۔ انسان کو ان واقعات کو سن کر شرم کرنی چاہیئے۔ کہ ان جانوروں نے انسان کے حکم کا ایسا مانا کہ جان دے دی۔ اور یہ انسان ہو کے خدا کے حکم کو نہیں مانتا۔

اسی طرح بہت سے کتے ایسے موجود ہیں کہ وہ ایسی وفاداری کرتے ہیں کہ انسان خدا کے ساتھ نہیں کرتا۔ جب اس میں وفاداری نہیں ہے۔ تو پھر خدا تعالےٰ کے فیوض کیسے نازل ہوں۔ دیکھو انسان کو وہ قوٰے دیئے گئے ہیں کہ دوسرے کو نہیں ملے۔ پھر نری شر سے پرہیز کامل نیکی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس میں بہائم بھی شریک ہیں۔ گھوڑے بھی وفادار ہوتے ہیں۔ اور بہت سے کرتب کرتے ہیں۔ جھک جاتے ہیں۔ چابک گر جائے تو اٹھا کر دے دیتے ہیں۔ اس لئے انسان کا یہ فخر کرنا کہ چند گناہ جو خود اس سے نہ ہوئے [illegible] نہیں کرتا۔ یہ تو بہائم سیرت انسانوں کا کام ہے۔ جو موٹے موٹے گناہ کرتے ہیں۔ ایسے لوگ کتے بلی کی طرح ہوتے ہیں۔ جنہوں نے جب برتن کھلا دیکھا تو منہ مار لیا۔ اسی طرح وہ انسان انسان نہیں بلکہ کتے بلی ہیں جو اپنی حرکات میں خدا کے احکام کی رعایت نہیں رکھتے۔ آخر وہ پکڑے جاتے ہیں۔ اور زندان میں رکھے جاتے ہیں۔ جیل خانوں کو جا کر دیکھو تو معلوم ہو کہ کس قدر مسلمان ان میں ہیں۔ کسی کا شعر ہے ؎

حضرت انسان کہ حد مشترک را جامع است
مے تواند شد مسیحا مے تواند خر شدن۔

نفحات الٰہیہ خدا کے لئے نفحات ہیں۔ بعض خدا کی لہر کے دن ہوتے ہیں۔ اس وقت انسان خدا سے قوت پاتے ہیں اور بدیوں سے بچنے کی انہیں ایک خاص توفیق ملتی ہے۔ یہ ایسی قوت پانے کے دن ہیں۔ میں اس امر سے منع نہیں کرتا کہ حد اعتدال تک دنیا کی کوشش کرو۔ مگر ایسا نہ ہو کہ دنیا ہی میں منہمک ہو جاؤ۔ بلکہ دنیا دین کی خادم ہو۔ اور اضطرار سے بچائے۔ میں ایسی دنیا کو روا نہیں رکھتا۔ کہ اس میں ایسا منہمک اور غرق ہو جائے کہ دنیا دین کے لئے ابتلا بن جائے۔ اور پھر خدا اور اس کے احکام؟ اس قدر غفلت اور لاپرواہی پیدا ہو کہ نماز۔ روزہ کا خیال بھی نہ رہے۔

دنیا و دین خدا تعالےٰ سے دور پھینکنے والی دنیا کا سب سے بڑا حصہ اور دین سے نفرت دلانے والا قرب سلاطین ہے جس قدر ان کا قرب ہوتا ہے۔ اسی قدر دل سخت ہوتا ہے۔ اور ایک قسم کا تکبر اور رعونت بڑھتی ہے۔ پس ہمیشہ ایسی راہوں سے بچنا چاہیئے۔ جو انسان کی عبودیت میں فرق ڈالنے والی ہوں۔ بیشک تجارت والے تجارت کریں اور ملازمت پیشہ ملازمت کریں۔ مگر خدا کا خوف رکھیں۔ مگر خدا کا خوف رکھیں۔ اور سوچیں کہ ان کے باپ دادا کہاں گئے۔ اور سوچیں کہ وہ عزیز و آشنا جو سال گذشتہ میں ہمارے ساتھ تھے۔ ان میں سے اب کتنے باقی رہے ہیں۔ ؎

سال دیگر را کہ مے داند حساب
تا کجا رفت آنکہ با ما بود یار۔

کسی کو آئندہ کی کیا خبر ہے کہ کیا پیش آوے۔ اب طاعون ہی کو دیکھو کہ کیسی صفائی کر رہی ہے۔ قضا کا وجود برحق ہے۔ اس کی بلاؤں سے کوئی نجات نہیں دے سکتا۔ جب تک وہ خود فضل نہ کرے اس لئے بہتر ہے کہ سچی تقوےٰ اختیار کرو۔ جبتک انسان توسن گھوڑے کی طرح ہو مار کھاتا ہے۔ لیکن جب ٹھیک ہو جاتا ہے۔ تو پھر اشارہ پر چلتا ہے۔ پس عوام تو مار کھاتے ہیں۔ اور خواص پر الہام و وحی ہوتا ہے۔ اس لئے وحی اشارہ ہی ہوتی ہے۔ اس حالت پر پہنچکر انسان گویا تعلیم یافتہ اسپ ہوتے ہیں۔ وہ اللہ تعالےٰ کے اشارہ پر چلتے ہیں۔ مگر دوسرے لوگ۔ مار کھانے کے سوا کام نہیں کرتے۔ جب یہ مار کھانے کا زمانہ گذر جاتا ہے۔ تب وحی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور وہ زمانہ آتا ہے۔ لیکن یہ مرحلہ سہولت سے طے نہیں ہوتا۔

تبدیلی کی ضرورت تقوےٰ ایسی شے نہیں کہ جو صرف منہ سے پورا ہو جائے بلکہ شیطان بہکاتا ہے۔ جیسے ذرا سی شیرینی پر بھی چیونٹیاں جمع ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح شیطان ذرا سا موقع پا کر بھی گرد ہو جاتا ہے۔ اس سے مطلب یہ ہے کہ تا انسان کو معلوم ہو جائے کہ کوئی [illegible] عصمت اختیار نہیں کر سکتا۔ جبتک خدا کی طرف سے طاقت نہ آوے۔ جب طاقت آتی ہے تو فوراً تبدیلی کر لیتا ہے۔

دُعا تبدیلی کیلئے ضروری ہے کہ دعائیں کرتا رہے۔ اور اس کیلئے بہتر ذریعہ نماز ہے۔ یہی نماز ایک نلکی ہو جاتی ہے۔ جس کے ذریعہ خدا اندر داخل ہو جاتا ہے۔ اور شیطان کے زہر کو دور کر دیتا ہے۔ دعا ہی ہے جس سے انسان پاک و صاف ہو جاتا ہے۔ دعا کرنے والے کو ضروری ہوتا ہے کہ پہلے اپنے مالک کی تعریف و توصیف کرے۔ یہ ضروری ہے۔ اگر کوئی ایک طرف حاکم سے مانگے۔ اور دوسری طرف گالی دے۔ تو اُسے خاک ملے گا۔ الٹا سزا پائے گا اسی لئے سورۃ فاتحہ میں پہلے **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ** کہا گیا ہے۔ پھر بتایا۔ کہ وہ **رَبِّ الْعَالَمِیْن** ہے۔ **اَلرَّحْمٰن** ہے یعنی بغیر اعمال کے رحمت کرتا ہے۔ پھر وہ **اَلرَّحِیْم** ہے۔ یعنی اس کی رحمت ایسی ہے کہ کوشش پر بھی ثمرات مرتب کرتا ہے۔ **مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْن** ہے جزا و سزا اس کے ہاتھ میں ہے۔ ان تعریفوں سے لازم آیا کہ بڑا خدا جو رب، رحمٰن، رحیم ہے۔ وہ حاضر ناظر ہے۔ اس لئے اب دعا کے وقت یہ کہا کہ **اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن** پھر **اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْم** کی دعا مانگے۔ سیدھی راہ دکھا ان لوگوں کی جن پر تیرے انعام و اکرام ہوئے۔ گویا جو تیری مقبول راہ ہے۔ اور جس پر چل کر تیرے لطف کا یقین ہے۔ ان لوگوں کی نہیں۔ جن پر کوئی فیض اور فضل مرتب نہیں ہوتا۔ بلکہ مغضوب بنا دیتی ہے۔ **اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْم** کی دعا دین اور دنیا کی ساری حاجتوں پر حاوی ہے۔ کیونکہ کسی امر میں جبتک صراط مستقیم نہ ملے۔ کچھ نہیں بنتا۔ طبیب کو زراعت کرنے والے کو غرض ہر انسان کو ہر کام میں صراط مستقیم کی ضرورت ہے۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کمیٹی منتظمہ و دست محمد پبلشر نے گلزار محمدی اسٹیم پریس لاہور میں شیخ گلزار محمد پرنٹر کے اہتمام سے چھپوا کر دفتر اخبار پیغام صلح لاہور سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۶ چہارشنبہ مورخہ ۱۵ جنوری سنہ ۱۹۱۹ء نمبر ۸۱

سلسلہ احمدیہ کی سب سے بڑی غرض

(۱)

سلسلہ احمدیہ کی سب سے بڑی غرض سب سے مہتم بالشان کام اشاعت اسلام ہے۔ اور اسی نصب العین کو لیکر ہمارے حضرت مسیح موعود دنیا میں آئے تھے۔ اور تمام عمر اس کو اپنا مطمح نظر رکھا۔ آج حضرت مرحوم کے جانشین یا آپ کے نقش قدم پر چلنے والے بھی اپنی زندگی کی غرض و غایت اسے ہی سمجھتے ہیں۔ اور اسی شوق و ولولہ کا نتیجہ ہے کہ انگلستان کی سرزمین میں جو ان لوگوں کا مسکن لوطن ہے۔ جو ہم پر حکمران ہیں جو بلحاظ ذاتی وجاہت۔ ذاتی قابلیت۔ دماغی نشو و نما کے بہت بڑھ کر ہیں۔ ایک شخص کی مساعی جمیلہ وہ پھل لاتی ہیں کہ قریباً دو سو معزز انگریز حلقہ بگوش اسلام ہو سکے ہیں۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے انگلستان میں تبلیغ اسلام کے لئے جو کوششیں کی ہیں۔ اور جن مشکلوں کا مقابلہ کیا ہے۔ وہ سلسلہ کی تاریخ میں آب زر سے لکھی جانے کے قابل ہیں۔ اگرچہ اس وقت عام طور پر مسلمان اس تحریک کی اہمیت کو نہیں سمجھتے۔ لیکن وہ وقت بھی عنقریب انشاء اللہ آئے گا کہ یہ تحریک دنیائے اسلام کی توجہ کو کھینچ لے گی اور اسلام کی آخری فتح اس تحریک کی کامیابی سے وابستہ سمجھی جائے گی۔

واقعات عالم پر غور و تدبر سے نظر کرنے والے جانتے ہیں۔ کہ گذشتہ صد ہا برس سے مسلمان کئی طرح کے مصائب و آلام کے ہدف بنے ہوئے ہیں۔ اس عرصہ میں کئی دفعہ انہوں نے اپنی نکبت و ذلت کو آب شمشیر سے دھونا چاہا۔ لیکن مشیت ایزدی نے انہیں ہمیشہ ایسے موقعوں پر ہزیمت ہی دی۔ اور ان کے قدم اکھڑ گئے۔ یہ واقعات ہیں۔ اور ان سے انکار نہیں ہو سکتا اس کے ساتھ تصویر کا دوسرا رخ بھی نظر انداز نہیں ہو سکتا کہ وہ لوگ جنہوں نے اشاعت اسلام کے لئے تھوڑی سی بھی کوشش کی۔ ان کی وہ کوشش امید سے بڑھ کر بار آور ثابت ہوئی۔ ان حالات سے یہ نتیجہ نکالنا کچھ مشکل نہیں کہ اللہ تعالے اسلام کو اب تلوار کی دھار سے فتح دلانا نہیں چاہتا۔ بلکہ اب اس کی مشیت کا تقاضا یہی ہے کہ اسلام اپنے زرین اصولوں۔ پاک تعلیم۔ اعلےٰ اخلاق سے فتح پائے۔ اسلام تلوار سے ایک دفعہ پہلے فتحیاب ہو چکا ہے۔ گو اس وقت بھی وہ تلوار اٹھانے پر مجبور ہوا تھا۔ مگر اس سے انکار نہیں کہ وہ ایک دفعہ پہلے تلوار کی فتح حاصل کر چکا ہے۔ اب اس کی تعلیم اور اصولوں کی فتح کا وقت ہے۔ کیسا عجیب بات ہے۔ مسلمان جب تلوار ہاتھ میں لیتے ہیں تو ہزیمت اٹھاتے ہیں۔ مگر اس ہزیمت میں بھی اسلام کے اصولوں کی فتح ہوتی جاتی ہے۔ موجودہ جنگ یورپ میں مسلمانوں نے بھی تلوار اٹھائی۔ مگر سخت شکست پائی لیکن اس شکست میں اسلامی اصولوں کی فتح ہوئی ہے۔ اور وہ لوگ جو اسلام کے اصولوں پر امن و امان کے وقت اعتراض کیا کرتے تھے۔ خود حالات و واقعات سے عملی طور پر انہی اصولوں کے مصدق ہو گئے۔

والفضل ما شہدت بہ الاعداء

غرض واقعات عالم پر ایک غائر نظر ڈالنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اسلام اب تلوار سے نہیں بلکہ قلم سے فتحیاب ہوگا۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ جس شخص کو خدا تعالے نے اس صدی کا مجدد کرکے تجدید دین و حفاظت اسلام کے لئے مبعوث فرمایا اس نے آج سے تیس سال پہلے یہی اعلان کیا کہ

یہ حکم سن کے بھی جو لڑائی کو جائے گا
وہ کافروں سے سخت ہزیمت اٹھائیگا
اب تم میں کیوں رہی وہ سیف کی طاقت نہیں رہی
کچھ اس میں ہے یہی کہ ضرورت نہیں رہی

پس جہاں موجودہ واقعات سے یہ امر الم نشرح ہے کہ اسلام کی فتح اب اشاعت اسلام کی راہ سے مقدر ہے۔ وہاں [illegible]

کے مجدد کی صداقت پر بھی ایک دلیل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالے نے یہ باریک راہ کا انکشاف اسی پر کیا کہ جو اس وقت کے تمام مسلمانوں کی آنکھوں سے اوجھل تھی۔ اور جس پر آیندہ کے واقعات نے روشنی ڈالکر ثابت کر دیا کہ اگر راہ ہے تو یہی ایک راہ ہے۔

عام طور پر مسلمانان ہند یا ہم کہینگے مسلمانان عالم جس جمود و غفلت کی حالت میں ہیں۔ وہ نہایت افسوسناک ہے لیکن اس غبار تاریک میں اگر کسی قدر روشنی کی جھلک نظر آتی ہے۔ تو وہ یہی ہے کہ ہماری احمدیہ جماعت نے اسلام کیلئے ایک باقاعدہ نظام قایم کر رکھا ہے۔ اس کے ارباب حل و عقد شب و روز اس فکر میں لگے رہتے ہیں۔ اور خدا کے فضل سے ہماری مساعی سابقہ بار آور بھی ہو رہی ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ اب تک جو کچھ ہم نے کیا ہے۔ وہ اس شاندار مستقبل کی تمہید بھی نہیں کہلا سکتا۔ جو ہمارے پیش نظر ہے۔ یا اسلام کے لئے اللہ تعالے نے مقدر کر رکھا ہے۔ ہم نے انگلستان میں ایک مشن قایم کیا ہے۔ اس کے ذریعہ سے چند نفوس حلقہ بگوش اسلام بھی ہوئے ہیں۔ اس مشن کی عام ہر دلعزیزی بھی بڑھتی جاتی ہے۔ لیکن کیا یہ سچ نہیں کہ ابھی تک ہم اس مشن میں کام کرنے والوں کی تعداد بھی کم نہیں۔ اور خواجہ صاحب کو اس کے متعلق آئے دن تشویش رہتی ہے۔ لیکن سچ پوچھو تو یہ تشویش انفرادی تشویش نہیں بلکہ ایک قومی تشویش ہے۔ کیونکہ تبلیغ اسلام کا کام محض ایک دو مشنریوں کا کام نہیں بلکہ اس کام کے لئے تمام مسلمان مامور ہیں۔ اور احمدی تو حضرت مسیح موعود کے ہاتھ پر اس عہد کی تجدید بھی کر چکے ہیں۔ پس ہر ایک احمدی کا یہ فرض ہے کہ وہ انگلستان میں تبلیغ اسلام کے لئے ہر ایک ممکن مدد سے دریغ نہ کرے۔ اور جو مشکلات آج ہمیں پیش آ رہی ہیں ان کے حل کے لئے بھی تجاویز سوچے۔ انہیں قوم کے سامنے پیش کرے۔ اور ان کو عملی جامہ پہنائے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہماری جماعت کے اہل قلم اصحاب اس مسئلہ پر قلم اٹھائیں۔ اور اس کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالیں۔ ہم اپنے خیالات انشاء اللہ اگلی اشاعت میں ناظرین کرام کے سامنے پیش کریں گے۔

قادیان کا نیا انتظام اور روپیہ کی ضرورت

ہم نے گذشتہ اشاعت میں لکھا تھا کہ جس صورت میں قادیاں کے ارباب حل و عقد پہلے سے قرض کے ہاتھوں نالاں ہیں۔ تو یہ جدید انتظام جس میں تمام کام کاج مختلف نظارتوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ (اور بھی) بہت سے مصارف کا مقتضی ہوگا اور اس لئے یہ قرین مصلحت نہیں کہ مصارف کو بڑھایا جائے شکر ہے کہ ہماری اس رائے کی تصدیق صیغہ بیت المال کے ناظر کی زبان سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ ۱۱ جنوری کے "الفضل" میں یہ اعلان کرتے ہیں:۔

"حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کے اولوالعزم
ارادوں کی تکمیل کوئی آسان نہیں۔ اس لئے
انتظام کے لئے جہاں اور بہت چیزوں کی ضرورت
ہے وہاں روپیہ کی بھی بہت ضرورت ہے"

لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ اولوالعزمی اگر اسی کا نام ہے کہ بلا سوچے سمجھے خرچ بڑھا دیا جائے۔ اور پہلے قرضہ کی فکر نہ کی جائے۔ تو دنیا میں بہت سے ناعاقبت اندیش اولوالعزم ہونے کا دعوے کر بیٹھیں گے۔

گیہوں کی قیمت

پنجاب پبلسٹی کمیٹی کی طرف سے ہمیں مندرجہ ذیل اطلاع موصول ہوئی ہے۔ "لائل پور کی منڈی میں گیہوں کا نرخ ابھی تک گراں ہے۔ یعنی گیہوں کا بھاؤ چھ روپیہ سے لیکر چھ روپیہ ۱۲ آنہ تک فی من ہے آٹے کے کارخانوں کے لئے اسی قیمت پر گیہوں خریدی جا رہی ہے موسم سرما میں بارش نہ ہونے سے گیہوں کی ایستادہ فصلوں کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہے۔ اور اسی وجہ سے موجودہ ذخائر گندم منڈی میں نہیں لائے جاتے۔ ناجائز منافع اور سٹہ بازی ابھی تک قطعاً بند نہیں ہوئی۔ اور عوام میں ناجائز فائدہ اٹھانے والوں کے خلاف بہت ناراضگی پیدا ہو رہی ہے۔ اغلب ہے کہ گورنمنٹ زیر قانون تحفظ ہند اپنے اختیارات پر عمل پیرا ہو۔ اور ناجائز منافعت کے متعلق سٹہ بازوں کی توقعات ناکام رہیں۔ ہندوستان میں اجناس خوردنی کی قلت نہیں ہے۔ اور نہ قحط کا احتمال ہے۔ گو اجناس کی گرانی نے غریب لوگوں کے لئے قحط کی سی حالت برپا کر دی ہے۔ اب انسداد گرانی کے لئے آسٹریلیا سے گندم روانہ ہو چکی ہے۔ گورنمنٹ برطانیہ نے کثیر مقدار میں گندم مہیا کی ہے۔ بلکہ اس کے کرایہ میں بھی تخفیف کر دی ہے۔ توقع ہے کہ آسٹریلیا کی گندم کلکتہ میں آٹے کے کارخانوں کے لئے ساڑھے چھ روپیہ فی من کے حساب سے یعنی لائل پور کے موجودہ نرخ سے کم قیمت پر مہیا کی جائے گی۔ کلکتہ کے نرخ سے اس کا بھاؤ بارہ آنہ فی من کم ہوگا۔ چونکہ لاکھوں من گیہوں آ رہی ہے۔ اس لئے عنقریب اس کے پہنچتے ہی نرخ میں نمایاں فرق پڑ جائے گا۔ نہ صرف پنجاب کی گندم کے لئے کوئی مطالبہ نہیں رہے گا۔ بلکہ اس کی قیمت بھی گر جائیگی اس سے پہلے موقع پر جب آسٹریلیا سے گندم منگوائی گئی تھی تو اس کا پہلا جہاز پہنچتے ہی منڈی میں انقلاب پیدا ہو گیا تھا امید ہے کہ عنقریب وہی امید افزا صورت حالات پھر پیدا ہو۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ غالباً آیندہ سال یورپ میں برآمد گندم بالکل بند رہے گی۔ تو ظاہر ہے کہ گیہوں کی موجودہ گرانی دیر تک نہیں رہ سکتی"

لیکن ہماری رائے میں گورنمنٹ نے جو کارروائی کرنی ہے اس میں توقف نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ قحط کی اب کوئی حد نہیں رہی۔ اور اس سے خطرہ ہے۔ کہ جرائم پیشہ اقوام فاقہ کشی سے تنگ آکر کہیں نقض امن کے درپے نہ ہوں۔

معیار نبوت

حضرت مسیح موعود کی نبوت کاملہ کو قایم کرنے کے لئے قادیانی معاصرین میں ہمیشہ نئی نئی تاویلیں ہوتی رہتی ہیں۔ اور نئے نئے انکشافات ہوتے رہتے ہیں۔ اب الفضل کی ۱۱ جنوری کی اشاعت میں ایک جدید انکشاف یہ ہوا ہے۔ کہ اس امت میں جو ظلی نبوت جاری ہے۔ اس کا معیار انبیاء بنی اسرائیل کی نبوت سے بہت اعلے ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ:۔

"اس امت میں کسی کو نبی کہنے سے یہ مراد ہے کہ
وہ آنحضرت صلعم میں ایسا فنا ہوا ہو۔ کہ بالکل آپ کا
عکس بن گیا ہو۔ اور اپنے آئینہ ظلیت میں جمیع کمالات
محمدیہ مع نبوت محمدیہ کو کامل طور سے حاصل کرلے
اس لئے ضروری ہوا کہ اب معیار نبوت نہایت
اونچا ہو"

مگر کیا عجیب بات ہے کہ آج اس نکتہ کو میاں سعدی لاہوری تو حل کر دیں۔ لیکن حضرت مسیح موعود باوجود ظلی نبی ہونیکے باوجود فنا فی الرسول کا دعوے کرنے کے یہی کہتے رہیں کہ انہیں حضرت مسیح ناصری پر جزوی فضیلت ہے۔ اس کے علاوہ حضرت مجدد صاحب الف ثانی باوجود اس تحریر کے کہ:۔

کمل تابعان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام
۔۔۔۔۔۔ جمیع کمالات انبیاء متبوعہ خود را
جذب می نمایند و فرق نمی ماند درمیان متبوعان
و تابعان الا بالاصالۃ والتبعیۃ۔

پھر اس کے ساتھ یہ اعتراف بھی کریں کہ:۔

فکیف یتصور المساوات بین
الاصل والظل۔

(مکتوبات جلد اول صفحہ ۲۶۶)

یعنے باوجود اس امر کے کہ انبیاء علیہم السلام کے تابعین کامل اپنے اپنے متبوع نبی کے کمالات کو اپنے اندر جذب کر لیتے ہیں۔ اور کوئی فرق درمیان سوائے اصلی اور ظلی کے نہیں رہتا۔ لیکن تاہم اصل اصل ہے۔ اور ظل ظل ہے۔ مگر آج میاں سعدی یا خود میاں صاحب جنہیں آج تک کم از کم فنا فی الرسول ہونے کا دعویٰ نہیں ہوا۔ ظلی نبی کی نبوت کو اصلی نبی کی نبوت سے اعلے بتائیں

انا للہ و انا الیہ راجعون

ناظرین:۔ خط و کتابت کے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔ ورنہ تعمیل محال ہے۔ (منیجر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

خطبہ جمعہ

مورخہ ۲۵ نومبر ۱۹۱۸ء

قال الذین کفروا لرسلھم لنخرجنکم من ارضنا او لتعودن فی ملتنا فاوحیٰ الیھم ربھم لنھلکن الظلمین ..... الخ

ان آیات کے اندر اللہ تعالےٰ نے ایک قانون اپنے رسولوں کے متعلق بیان فرمایا ہے۔ جب رسولوں کو بھیجا جاتا ہے۔ تو کفر جواب دیتے ہیں کہ یا تو تم ہمارے مذہب پر ہو جاؤ یا ہم تم کو اپنے ملک سے نکال دیں گے۔ اللہ تعالےٰ بھی اس پر وحی کرتا ہے۔ کہ ہم ظالموں کو ہلاک کر دیں گے۔ اور یہ زمین جس سے یہ تمہیں نکالنا چاہتے ہیں۔ ہم تمہیں تمکو آباد کریں گے۔ ہاں یہ ان کے لئے ہے۔ جو میرے مقام سے ڈرتے اور میرے وعید سے خائف ہیں۔

قرآن کریم تو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے۔ اور آیندہ کے لئے اس سنت مستمرہ کو بیان کرنے کی کوئی ضرورت نظر نہیں آتی۔ مگر کسی نے کہا ہے ؎

خوشتر آں باشد کہ سرِ دلبراں
گفتہ آید در حدیث دیگراں

اس کا تو مقصود ہم رات ہیں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے ہیں۔ یہ ایسا وقت ہے۔ جب مخالفین ٹھان چکے ہیں۔ کہ یا تو آپ کو اپنا ہم عقیدہ بنا لیں۔ یا آپ کو تباہ کر دیں۔ اس وقت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بالکل تنہائی کی حالت میں ہیں۔ وہ شخص جو حق کی طرف بلاتا ہے۔ اس کو نکالنے بلکہ قتل کر دینے پر اس کے مخالفین قادر ہیں۔ اس کے مقابل اللہ تعالےٰ اسے فرماتا ہے کہ ہم انکو ہلاک کر دیں گے۔ یہ عجیب ہے کہ وہ جو ایذا رسانی پر قادر ہیں۔ اور بالمقابل محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بالکل بیکس اور تنہا۔ اس تنہائی کی حالت میں ان کی ہلاکت کی پیشگوئی آپ کے منہ سے ہوتی ہے۔ حالانکہ واقعات اس کے خلاف نظر آتے ہیں۔ کیونکہ وہ جن کو دھمکی دی جاتی ہے۔ وہ ہر ایک قوت و طاقت کے مالک ہیں۔ پھر ایسے وقت میں ایک شخص کے منہ پر ان الفاظ کا آنا ایک بڑا بھاری دعویٰ ہے۔ دنیا میں اس کی کہیں نظیر نہیں کہ ایک شخص نے باوجود سخت ترین مخالفت کے تنہائی اور بیکسی کی حالت میں ہو کر اتنا بڑا دعوےٰ کیا ہو۔ اور پھر اس نے کامیابی کا منہ دیکھا ہو۔

آج تیرہ سو سال بعد کوئی چار سال کا عرصہ ہوا اخباروں میں ایک خبر نکلی جس میں یہ الفاظ تھے۔ کہ قیصر جرمنی نے دعوےٰ کیا ہے کہ

"یاد رکھو جرمن قوم خدا کی برگزیدہ قوم ہے۔ مجھ پر جو جرمن قوم کا شہنشاہ ہوں۔ خدا کی طرف سے روح القدس نازل ہوئی ہے۔ میں اس کا ہتھیار ہوں۔ اس کی تلوار ہوں۔ اس کا خلیفہ ہوں۔ نافرمانوں کے لئے واویلا ہے۔ بزدلوں اور نہ ماننے والوں کے لئے ہلاکت ہے"

یہ وہ الفاظ تھے جو قیصر جرمنی کے منہ سے آج سے چار سال پہلے نکلے تھے یہ وہ قوم تھی جو نہایت طاقتور۔ علوم سائنس میں نہایت زبردست واقفیت رکھنے والی۔ یورپ تقلید کرنے والا ہے۔ اور پھر بادشاہ پیرو۔ اس لئے اپنے بادشاہ کے ان الفاظ کو سچا کرنے میں بھی انکی کوششیں کوئی معمولی نہیں ہو سکتی تھیں۔ پھر چالیس سال سے وہ اس جنگ کی تیاریاں کر رہی تھی۔ اس قوم کے بھروسے پر ایک شخص کے منہ سے یہ الفاظ نکلتے ہیں۔ یہ ملتے جلتے ہیں ان الفاظ کے ساتھ جنکی طرف قرآن کریم نے اشارہ کیا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے رسولوں کی زبان پر جاری ہوتے ہیں۔ اس پر اس وقت کسی کہنے والے نے یوں کہا کہ تیرہ سو سال پہلے یا تو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مونھ سے یہ الفاظ نکلے تھے۔ یا آج قیصر کی زبان سے یہ سنے گئے ہیں۔

کیا خدا کی شان ہے۔ اگر واقعات یونہی ہوتے کہ وہ کامیاب ہو جاتا تو اس سے اسلام کی صداقت میں ایک شبہ پڑ سکتا تھا۔ لیکن خدا کو یہ منظور نہ تھا۔ کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی کو ملایا جائے۔ واقعات کا مقابلہ کر کے دیکھو۔ ایک طرف وہ بیکس یتیم اس کے منہ پر یہ الفاظ تو جاری ہوتے ہیں۔ اور باوجود تمام ظاہری سامانوں کے مخالف ہونے کے کامیابی کا منہ دیکھتے ہیں۔ دوسری طرف وہ عظیم الشان قوم جو ہر ایک قسم کے سامان اور طاقت کی مالک ہے اس کے فرمانروا کے منہ سے یہی الفاظ نکلتے ہیں۔ مگر اللہ تعالےٰ انہیں پورا نہیں ہونے دیتا۔ میرا یہ یقین ہے۔ اور سچے دل سے ایمان ہے کہ یہ جنگ آیندہ کے لئے ایک بڑا بھاری سامان ہے اسلام کی کامیابی کا۔ لوگوں کے خیالات ہمیشہ ایک سہل طریق کو چاہتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ مسیح آ کر تلوار سے کام کرے۔ وہ اپنے دم سے لوگوں کو ہلاک [illegible] ہلاک ہو جائیں گے۔ تو تلوار ہم کیوں اٹھائیں گے۔ غرض یہ لوگوں کے خیالات ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ یونہی اسلام کامیاب ہو جائے۔ اور ہم کو کوئی قربانی نہ کرنی پڑے۔ ہم گھروں کے اندر بیٹھے رہیں۔ اور کوئی دوسرا ہماری جگہ آکر کام کر جائے۔ میں کہتا ہوں۔ اگر ایسا ہو بھی جائے۔ تو اس سے تم کو کیا فائدہ؟ تم تو ویسے کے ویسے ہی رہے۔ لیکن یاد رکھو خدا ہرگز نہیں چاہتا۔ کہ کسی پرانے تماشے کے ساتھ اسلام کو دنیا پر کامیاب کرے۔

میں نے کہا کہ یہ جنگ منجملہ ان سامانوں کے ہے۔ جو اسلام کو کامیاب کرنے والے ہیں۔ فی الواقع یہ جنگ بہت طرح پر اسلام کی صداقت پر دلیل ہے۔ ایک وہ وقت تھا۔ اسلام پر کہ مکہ والے تمام کے تمام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن تھے۔ پھر یہی نہیں کہ ان کی یہ دشمنی صرف مکہ ہی کے اندر رہے۔ بلکہ قریش کو تو آپ کا مدینہ جانا یوں بھی ناگوار تھا۔ کہ وہاں یہودیوں کی آبادی ہے۔ جو مسلمانوں سے اہل کتاب ہونے کی مناسبت رکھتے ہیں۔ اس حالت میں آپ کا مدینہ جا کر ایک قسم کی جمہوریت قائم کرنا ایک بہت بڑی بات تھی۔ لیکن وہاں وہ یہودی جو بظاہر آپ کے ساتھ مل گئے تھے۔ انہوں نے بھی تمام تر زور اسلام کی بیخکنی میں لگایا۔ غرض چاروں طرف دشمن ہی دشمن بڑھتے چلے گئے۔ لیکن جس وقت صرف قریش کا مقابلہ تھا۔ اسوقت کچھ تھوڑی سی کامیابی ہوئی۔ مگر جب سارا عرب مخالف ہو جاتا ہے اور ہر طرف دشمن ہی دشمن نظر آتے ہیں۔ اس وقت کھلی کھلی کامیابی ہوتی ہے۔

تو یہ سارے لوگوں کو دشمن بنانا اور پھر کامیاب ہونا یہ صداقت کی ایک بہت بڑی دلیل ہے۔ وہ لوگ جو کہتے ہیں۔ کہ ساری دنیا کو دشمن بنا کر کوئی شخص کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اسلام کے متعلق انکا یہ کہنا صحیح نہیں۔ ہاں آج جس قوم نے یہ دعویٰ کیا۔ انہیں کی کہ فلاں بھی دشمن ہو جائے۔ اور فلاں بھی بگڑ جائے۔ وہ ایک طاقت کی ترنگ میں تھی۔ خدا تعالےٰ کی تائید اس کے ساتھ نہیں تھی۔ اللہ تعالےٰ اپنی طاقت کا تصرف اپنے ماموروں کی تائید میں ظاہر کرتا ہے۔

اس قسم کی ایک نقل دین کے رنگ میں بھی آج ہمارے سامنے ہوئی ہے۔ یہ ماموروں کے کام اختیار کرنا اور بڑے بڑے دعوے کرنا۔ اللہ تعالےٰ انہیں کبھی کامیاب نہیں ہونے دیتا۔ دیکھئے وہ دعوے ہمارے سامنے ہوئے۔ جو صرف مامور ہی کر سکتا ہے اس کا نتیجہ جو کچھ ہے۔ وہ ظاہر ہے۔ ہمیں ان کے ساتھ ہمدردی ہے لیکن جو اس قسم کی باتیں کرتا ہے۔ وہ بالآخر نقصان اٹھاتا ہے۔

آج واقعات بتا رہے ہیں کہ اس زمانہ میں اسلام کی کامیابی کسی تلوار کے ساتھ وابستہ نہیں۔ آج کیا گذشتہ سو سال کی حالت کو دیکھ لو کیا نہیں دیکھتے کہ جہاں کہیں مسلمانوں نے تلوار اٹھائی ہے۔ وہیں ان کا قدم پیچھے ہٹا ہے۔ یہ واقعات بتاتے ہیں کہ اسلام کا غلبہ کسی تلوار کے ذریعہ مقدر نہیں۔ کیوں یوں مقدر نہیں۔ اس لئے کہ ایک بڑا بھاری الزام اسلام پر تھا کہ اسلام تلوار کے ذریعہ سے پھیلا ہے اس الزام کو خود ہمارے دوستوں مسلمانوں نے بھی قبول کر لیا۔ جو دوبارہ غلبہ بذریعہ تلوار کا منتظر ہے۔ اللہ تعالےٰ کو اس الزام کا قلع قمع کرنا منظور ہے۔ پہلے زمانوں میں چونکہ اسلام کا مقابلہ تلوار کے ذریعہ سے کیا جاتا تھا۔ اس لئے تلوار کے ذریعہ سے ہی اس کو روکا گیا اس زمانہ میں اگر مسلمانوں کو بادشاہت نہ دیتا۔ تو وہ کبھی نہ پھیلتا چونکہ اس کو پھیلانا مقصود تھا۔ اور وہ زمانہ ایسا تھا کہ اگر بادشاہت مسلمانوں کو نہ دی جاتی۔ تو دشمن طاقت کے زور سے اسے مٹا ڈالتے اس لئے اس رنگ میں اسے غلبہ دیا گیا۔ اب وہ زمانہ ہے کہ اسلام محتاج نہیں کہ کسی تلوار کے ذریعہ سے اس کی حفاظت کی جائے۔ اس لئے اس کی اب دوسرے رنگ میں حفاظت ہوگی۔ اس کا غلبہ اب تلوار کے ساتھ نہیں۔ بلکہ اس کی تعلیم کو پھیلانے سے اس کو یہ غلبہ حاصل ہوگا۔ پہلے اللہ تعالےٰ نے اپنی طاقت کا ایک ہاتھ دکھایا تھا۔ اور بادشاہت کے رنگ میں اسے غالب کر کے دکھایا تھا۔ اب یہ دوسرا طاقت کا ہاتھ دکھایا۔ کہ بڑے بڑوں کو اسلام کے جوئے کے نیچے لے آیا۔ کیا وہ زمانہ یاد نہیں۔ جب تاتاریوں نے بغداد کو فتح کیا تھا۔ اور اس میں مسلمانوں اور تمام کے تمام علماء کو انہوں نے چن چن کر قتل کیا۔ لیکن وہ واقعہ جو اسلام کی کمزوری کا موجب نظر آتا تھا۔ وہی آخر غلبہ کا موجب ہو گیا۔ اور وہی تاتاری مسلمان ہو گئے جنہوں نے اسلام کی عظیم الشان خدمات سرانجام دیں اس لئے یہ وہم بھی دل میں مت لاؤ۔ کہ اسلام کی کامیابی کو واقعات پیدا کر کے روک دیا ہے۔ جس مذہب کے اصول دنیا میں کامیاب ہو جائیں۔ وہ مغلوب نہیں۔ وہ آخر کار غالب ہوگا۔

میں نے بیسیوں مرتبہ پڑھا ہے۔ کہ اسلام کی پولٹیکل طاقت مغلوب ہو گئی۔ اس لئے اب یہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ لیکن اللہ تعالےٰ جس رنگ میں اسلام کا غلبہ مقدر تھا۔ اس رنگ میں اس زمانہ کی مجدد کو بھیجا۔ کوئی شخص ممکن ہے۔ یہ خیال کرے۔ کہ اس کا پھیلنا ابھی ممکن نہیں۔ اس لئے دو لوگوں کی اتنی ترقی نہیں کر سکتا کہ نمایاں طور پر غالب آ سکے۔ لیکن یہ نہیں۔ وہ ترقی کر رہا ہے۔ وہ واقعات سے بتاتا ہے کہ اسلام کو دنیا قبول کرے گی۔ لوگوں کا خیال تھا کہ شاید یورپ اسے قبول نہ کرے۔ لیکن اس کو تجربہ کر کے دیکھا۔ یا کہ ایک علاقہ قوم کا آدمی ہوتا ہے۔ اور حالانکہ قوم کے بڑے بڑے افراد اس کا تابع بنا لیتا ہے۔ دنیا میں وہ بھی ایسے جن کو سوائے چند مُردوں کے اور کوئی نہیں مانتا۔ انہی کے اندر آیا۔ ہم کو ہم قوم کے فرد نے ایسے ایسے لوگوں کو اسلام سنوایا۔ جو بڑی بڑی قابلیتوں کے مالک ہیں۔ یہ تمہارے اوپر ایک حجت ہے۔ کاش اب بھی تم توجہ کرو۔ مرزا غلام احمد نے کسی کا کچھ بگاڑا نہیں۔ بلکہ اتنے دلوں میں اس نے اسلام کی اشاعت کا جوش پیدا کر دیا۔ آپ کو ماننے سے نہ تمہاری نمازیں بدلیں گی نہ تمہارے روزے تبدیل ہوں گے۔ بلکہ پہلے سے زیادہ ان سے محبت بڑھے گی۔ پس تم بھی تجربہ کے طور پر ہی دیکھ لو۔ کہ آیا اس ذریعہ سے اسلام غالب ہوتا ہے یا نہیں۔ دوسرے ذرائع سے بہت زور لگا لیا۔ اب اس ذریعہ سے بھی دیکھو۔ کہ لیظھرہ علی الدین کلہ کا وعدہ کیونکر پورا ہوتا ہے۔

اسلام ان حالتوں میں رہا ہے۔ کہ جب کوئی گمان بھی نہیں کر سکتا تھا کہ یہ دنیا میں باقی بھی رہے گا۔ اگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک وقت یا دعا کرنے کی حاجت پیش آئی کہ اللھم ان اھلکت ھذہ العصابۃ فلن تعبد فی الارض ابداً۔ اے اللہ اگر تو نے اس چھوٹے سے گروہ کو ہلاک کر دیا۔ تو پھر روئے زمین پر تیری عبادت کرنیوالا کوئی نہ رہے گا۔ اگر اسلام پر وہ مصیبت کا وقت آیا۔ کہ اس قدر مایوسی کے الفاظ آنحضرت صلعم کے بھی منہ سے نکلے تو اوروں کو کس قدر مایوسی نہ ہوگی لیکن اس وقت بھی آخر کار اسے غالب کر کے دکھایا۔ یہ ایک ہی نہیں۔ بیسیوں اسی قسم کے واقعات پیش آئے۔ جو تاریخ میں پڑھنے سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ لیکن جب بھی انتہائی مغلوبیت اس پر طاری ہوئی۔ وہی اس کے غلبہ کے شروع کا وقت تھا۔ اس لئے اگر تم اپنا زور ہمت صرف کرو۔ تو اب بھی اسلام غالب آ سکتا ہے۔ مرد بنو ہمت کرو۔ مُردگی کی چھوڑ دو۔ مُردوں سے کوئی کام نہیں ہوا کرتے کیا دنیا کی حقیر کششیں ہیں۔ حالانکہ یہ ٹھیرنے کی جگہ نہیں لیکن پھر بھی ادنےٰ ادنےٰ کششوں اور خواہشات پر مرتے ہیں۔ اس لئے تم ہمت کرو۔ زور لگاؤ۔ اور پھر دیکھو اللہ تعالےٰ کیسے کامیابی کے نقشے پیدا کر کے دکھاتا ہے۔

اعلان فسخ بیعت

اس احقر نے ۱۸۹۲ء میں حضرت مسیح موعود کی بیعت کی تھی۔ جب حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب کا انتقال ہوا تو اس کے بعد عاجز نے جناب میاں صاحب بشیرالدین محمود احمد کی بیعت کی تھی لیکن اب زیادہ تحقیقات سے مجھ پر ثابت ہوا کہ جناب میاں صاحب کے عقائد در بارہ نبوت حضرت مسیح موعود و پیشگوئی اسمہٗ احمد و مسئلہ کفر و اسلام صحیح نہیں اور میں حلف سے شہادت دیتا ہوں کہ حضرت مولوی نورالدین صاحب نے اپنی حیات میں میری موجودگی قادیان میں یہ فرمایا تھا کہ کفر و اسلام کے مسئلہ کو میاں صاحب نے نہیں سمجھا ہے۔ اس وقت میں نے محض شیرازہ جماعت کو بکھرتے ہوئے دیکھ کر بیعت کر لی تھی چونکہ اب میرے عقائد میاں صاحب سے متفق نہیں ہیں اس لئے میں ان کی بیعت کو فسخ کرتا ہوں۔ اور حضرت امیر قوم مولوی محمد علی صاحب جن عقائد کو بیان کرتے ہیں ان کو صحیح سمجھ کر ان کے ساتھ اتفاق کرتا ہوں۔ اگر کوئی مجھ سے یہ سوال کرے کہ کتاب حقیقت الوحی کے ضمیمہ صفحہ ۱۶۵ بعنوان فیصلہ بذریعہ مباہلہ کا ایک اور تازہ نشان جو درج ہے۔ اس کا کیا جواب ہے۔ اس میں عاجز نے دعوے مسیح موعود کی نبوت کے متعلق مباہلہ نہیں کیا ہے۔ بلکہ مباہلہ صرف دعوےٰ مسیح موعود کے متعلق ہوا تھا اس وقت میں ان کو نبی نہ مانتا تھا۔ بلکہ مجدد مانتا تھا۔ اور فیض اللہ میرے مقابل میں تکذیب دعوےٰ مسیح موعود میں فوت ہوا ہے۔ نبوت کا خیال میاں صاحب کی ابتدائی دور میں مجھے ہوا تھا چنانچہ انہیں ایام میں مسئلہ نبوت پر ایک مضمون بھی عاجز نے اخبار الحق دہلی میں شائع کرایا تھا جو ڈاکٹر بشارت احمد کے نام ایک کھلی چٹھی کے عنوان سے ہے۔ پس اگر میں انکار مسئلہ نبوت حقیقی پر حق پر نہ ہوں تو خدا وند کریم فیض اللہ کا سا میرا حال کرے۔ اس لئے یہ تحریر بطور اطلاع پبلک مشتہر کرتا ہوں۔ کہ عاجز حضرت مرزا صاحب کی حقیقی نبوت کا قائل نہیں ہے بلکہ مجدد انہ شان سے ان کو مانتا ہوں والسلام۔ (راقم مہتاب علی سیاح۔ جالندھر بازار شیخاں۔ بروکان لوہا)

جلد ۶ | مدینۃ المسیح لاہور یکشنبہ مورخہ ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۹ جنوری ۱۹۱۹ء | نمبر ۵۲

ملفوظات حضرت مسیح موعود

من تشبہ بقوم فھو منھم

عرب صاحب نے انگریزی قطع وضع کے متعلق ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا۔ انسان کو جیسے باطن میں اسلام دکھانا چاہیئے۔ ویسے ہی ظاہر میں بھی ان لوگوں کی طرح نہیں ہونا چاہیئے۔ جو انگریزی لباس کو یہاں تک اختیار کرتے ہیں کہ عورتوں کو بھی اس لباس اور وضع میں رکھنا پسند کرتے ہیں۔ جو شخص ایک قوم کے لباس کو پسند کرتا ہے۔ اور پھر وہ آہستہ آہستہ اس قوم کو اور پھر دوسری اوضاع و اطوار حتٰی کہ مذہب کو بھی پسند کرنے لگتا ہے۔ اسلام نے سادگی کو پسند فرمایا ہے۔ تکلفات سے منع کیا ہے۔

چھری کانٹے سے کھانا

چھری کانٹے سے کھانے کے متعلق فرمایا کہ اسلام نے منع تو نہیں فرمایا۔ ہاں تکلف سے ایک بات یا ایک فعل پر زور دینے سے منع کیا ہے۔ اس خیال سے کہ اس قوم میں مشابہت نہ ہو جاوے ورنہ یوں تو ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے چھری سے گوشت کاٹ کر کھایا۔ اور یہ فعل اس لئے کیا کہ اُمت کو تکلیف نہ ہو۔ جائز ضرورتوں پر کھانا جائز ہے۔ مگر بالکل اس کا پابند ہونا۔ تکلف کرنا۔ اور کھانے کے دوسرے طریقوں کو ناجائز سمجھنا منع ہے۔ کیونکہ آہستہ آہستہ انسان یہاں تک تتبع کرتا ہے۔ کہ ان کی طرح طہارۃ بھی چھوڑ دیتا ہے۔ من تشبہ بقوم فھو منھم سے یہی مراد ہے۔ کہ التزاماً ان کو نہ کرے ورنہ بعض وقت جائز ضرورت کے لحاظ سے کر لینا منع نہیں ہے۔ میں خود بعض وقت میز پر کھانا رکھ لیتا ہوں۔ جب کام کی کثرت ہوتی ہے اور میں لکھتا ہوتا ہوں۔ اور ایسا ہی کبھی چٹائی پر کبھی چارپائی پر بھی کھاتا ہوں۔ تشبہ کے معنی یہی ہیں کہ اس لکیر کو لازم پکڑ لیا جاوے ورنہ ہمارے دین کی سادگی پر غیر اقوام نے بھی رشک کھایا۔ اور انگریزوں نے بھی تعریف کی ہے۔ اور اکثر اصول ان لوگوں نے عرب سے لے کر اختیار کئے تھے۔ مگر اب رسم پرستی کے طور پر مجبور ہیں کہ ترک نہیں کر سکتے۔

ڈاڑھی (ریش)

ڈاڑھی کے متعلق فرمایا۔ یہ ہر ایک انسان کے دل کا خیال ہے بعض ڈاڑھی مونچھ منڈانے کو خوبصورتی سمجھتے ہیں۔ مگر ہمیں اس سے ایسی سخت کراہت ہے۔ کہ سامنے ہو تو کھانا کھانے کو بھی نہیں چاہتا ڈاڑھی کا جو طریق انبیاء اور راستبازوں نے اختیار کیا ہے وہ بہت پسندیدہ ہے۔ البتہ اگر بہت لمبی ہو تو ایک مشت رکھ کر کتروا دینی چاہیئے۔ خدا نے یہ ایک امتیاز عورت اور مرد کے درمیان رکھ دیا ہے۔

اس پر جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے طاعون کے متعلق پلیگ گائیڈ کا حوالہ دیا کہ اس میں لکھا ہے ڈاڑھی ہرگز نہ منڈوانی چاہیئے ورنہ اگر زخم ہوا تو طاعونی مادہ فوراً اثر کریگا۔ آپ نے فرمایا کہ اُسترہ سے بھی بعض اوقات دوسرے زہر اور آتشک کے امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ہمیشہ اُسترے کے استعمال کرنے میں بہت احتیاط لازم ہے۔ اور منہ پر تو اس کا استعمال بہت خطرناک ہے۔ ہاں غیر مناسب بال کٹوا دینے چاہیئں نہ کہ منڈوانے۔

پیشگوئیاں اور احتیاط

فرمایا پیشگوئیوں کے لئے انسان کو یہ طمع ہرگز نہیں کرنی چاہیئے کہ ایسی کھلی ہوں کہ نام تک لے کر بتا دیا جاوے۔ ورنہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر اعتراض ہوگا کیونکہ توریت میں جو آپ کے متعلق پیشگوئیاں تھیں۔ وہ ایسی طرح سے نہیں۔ بلکہ ایسے الفاظ تھے کہ یہود کو ٹھوکر لگی۔ اور ایسا ہی الیاس والے معاملہ میں ٹھوکر کھائی۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ تمام امور پر یکجائی نظر کرنی چاہیئے۔ پھر مومن اور متقی کو ثبوت ملتا ہے۔ کہ ایک طرف قرآن۔ احادیث۔ کتب سابقہ ہمارے ساتھ ہیں۔ اور ایک طرف صدہا نشانات جن میں سے ڈیڑھ سو کا ذکر نزول المسیح میں ہے اور یہ سنت اللہ ہے۔ کہ صادق نشانوں سے شناخت کیا جاتا ہے۔

فرمایا ہم پر اعتراض کرنیوالوں کو حضرت عیسٰی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا ثبوت مشکل ہوگا۔ یہودیوں کو دو بار حیرت کا مقام پیش آیا۔ اول مسیح کے معاملہ میں جب انہوں نے یوحنا کو الیاس ٹھہرایا۔ دوسرے آنحضرت صلعم کے وقت کہ وہ بنی اسماعیل میں سے ہوئے۔ مسیح کا نام انہوں نے بعل زبوب یعنی مکھیوں کا سردار رکھا اور مجنون کہا۔ آنحضرت صلعم کو بھی ساحر اور مجنون کہا۔

آخری زمانہ کا ذکر

ریل وغیرہ کے تذکرہ پر فرمایا کہ اس زمانہ میں خدا نے ہماری جماعت کو فایدہ پہنچایا ہے۔ سفر کا آسان ہونا بہت آرام دہ بات ہے اس زمانہ کی نسبت خبر دی ہے واذا النفوس زوجت واذا الصحف نشرت اس قسم کی دوسری آیت سے استنباط فرمایا۔

کسوف وخسوف اور شق القمر

کسوف وخسوف کے ذکر پر فرمایا کہ یہ بڑا نشان ہے۔ جو اس وقت پورا ہوا ہے۔ براہین احمدیہ میں اس کا ذکر استعارہ کے طور پر اس طرح آیا ہے۔ وان یروا ایۃ یعرضوا ویقولون سحر مستمر۔ یہ میرا الہام بھی ہے۔ اور بعض محدثین کا یہ بھی مذہب ہے کہ شق القمر بھی ایک قسم خسوف کی تھا۔ مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی نے حوالہ دیا کہ عبداللہ ابن عباس کا بھی مذہب ہے۔ اور شاہ ولی اللہ بھی یہی کہتے ہیں۔ اور ہمارا اپنا مذہب بھی یہی ہے۔ کہ وہ ایک قسم خسوف تھا۔ کیونکہ بڑے بڑے علما اس طرف گئے ہیں۔

طوفان نوح ؑ

طوفان نوح کے متعلق فرمایا کہ قرآن سے یہ ثابت نہیں کہ کل زمین کی آبادی کو اس وقت تباہ کر دیا تھا۔ بلکہ صرف ان کی قوم پر تباہی آئی تھی۔

ہماری بعثت کی غرض

فرمایا ہمیں جس بات پر اللہ تعالےٰ نے مامور کیا ہے۔ وہ یہی ہے کہ تقویٰ کا میدان خالی پڑا ہے۔ تقویٰ ہونا چاہیئے نہ یہ کہ تلوار اٹھاؤ یہ حرام ہے۔ اگر تم تقوےٰ کرنے والے ہوگے تو ساری دنیا تمہارے ساتھ ہوگی۔ پس تقویٰ پیدا کرو۔

جو لوگ شراب پیتے ہیں یا جن کے مذہب کے شعار میں شراب جزو اعظم ہے۔ ان کو تقوےٰ سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔ وہ لوگ نیکی سے جنگ کر رہے ہیں۔ پس اگر اللہ تعالےٰ ہماری جماعت کو ایسی خوش قسمت دے اور انہیں توفیق دے کہ وہ بدیوں سے جنگ کرنے والے ہوں۔ اور تقویٰ وطہارت کے میدان میں ترقی کرنے والے ہوں تو یہی بڑی کامیابی ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی چیز مؤثر نہیں ہو سکتی۔ اس وقت کل دنیا کے مذاہب کو دیکھو کہ اصل غرض تقوےٰ مفقود ہے اور دنیا کی وجاہتوں کو خدا بنایا گیا ہے۔ حقیقی خدا چھپ گیا ہے اور سچے خدا کی ہتک کی جاتی ہے۔ مگر اب خدا چاہتا ہے کہ وہ آپ ہی مانا جاوے۔ اور دنیا کو اس کی معرفت ہو۔ جو لوگ دنیا کو خدا سمجھتے ہیں وہ متوکل نہیں ہو سکتے۔ دیندار آدمی دنیا داروں کی طرف رجوع کرنے میں اپنی ذلت اور توہین سمجھتا ہے ایک صحابی پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ناراض تھے اسوقت ایک بادشاہ نے اپنا سفیر اس کے پاس بھیجا اور کہا کہ وہ اسکے پاس چلے آویں۔ صحابی نے اس خط کو لیکر تنور میں پھینک دیا اور رونا شروع کر دیا کہ ایک طرف تو میری یہ حالت ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہیں اور دوسری طرف میں یہاں تک گر گیا کہ ایک کافر میرے ایمان میں طمع کرنے لگا۔ مجھ سے ضرور کوئی سخت معصیت ہوئی ہے جسقدر زیادہ دینداری اور خدا پرستی ہوگی۔ اسی قدر دنیا سے نفرت پیدا ہوگی ہمکو جسقدر تکالیف دی گئی ہیں اور جسقدر سب وشتم کیا گیا ہے۔ یہ ہماری تبلیغ کیلئے ایک ذریعہ ہو گیا ہے۔ جیسے جسقدر گرمی شدت سے ہو برسات بھی اسی نسبت سے زیادہ ہوتی ہے۔ عرب کے لوگ عیش وعشرت اور ناپاک خواہشوں اور فعلوں میں مستغرق تھے۔ انہیں مذہب مذہبی مباحثات سے کیا کام تھا مگر آنحضرت صلعم کے [illegible] ہو گئے۔ جیسے کوئی بڑا عاشق مذہب دینہار ہوتا ہے [illegible] اس لئے تھا کہ ساری قوموں میں جلد جلد آپ کی دعوت پھیل جائے۔ انہوں نے آنحضرت صلعم کو بڑی تکالیف دیں۔ مگر آخر وہی ہوا جو خدا کا منشا تھا اسی طرح پر یہاں دیکھو کہ کسقدر زور شور سے مخالفت ہوئی اور ہو رہی ہے بہت [illegible] بد تہذیبی اور بدکاریوں میں مبتلا ہیں۔ اکثر مرچ کنچنیوں [illegible] پھینکے ہوئے ہیں اور بھنگ چرس مدک تاڑی۔ گانجا شراب وغیرہ پیتے ہیں۔ یہ دہریہ ہوتے ہیں مگر کوئی ان سے تعرض نہیں [illegible]

احمدیہ بلڈنگس - اسلامیہ لاہور [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۶ یکشنبہ مورخہ ۱۹ جنوری سنہ ۱۹۱۹ء نمبر ۵۲

مسلم ووکنگ مشن اور حضرت خواجہ صاحب

بعض اعتراضات کے جوابات

پچھلے دنوں مفتی محمد صادق صاحب اور ان کے رفیق قاضی عبداللہ صاحب نے بعض اخبارات میں اپنی آپ تعریف کرتے ہوئے حضرت خواجہ صاحب اور آپ کے مشن پر بھی بعض اعتراضات اشارتاً و کنایتاً شروع کئے تھے۔ جن کے جوابات اسی وقت پیغام صلح میں دیئے گئے۔ ہرچند کہ یہ اعتراضات اس قابل نہ تھے۔ کہ حضرت خواجہ صاحب کی ذات گرامی کو ان کے جوابات کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہوتی۔ لیکن ہم نے محض حقیقت حال معلوم کرنے کے لئے آپ کو ان بیہودہ الزامات کی طرف توجہ دلائی۔ جو خواہ مخواہ اور بے جا طور پر لگائے گئے تھے۔ اس کے جواب میں حضرت خواجہ صاحب نے جو کچھ ہمیں لکھا ہے۔ اس کا خلاصہ ہم چاہتے ہیں کہ ناظرین کرام کی آگاہی کے لئے ان کے گوش گذار کر دیں۔ کہ جس سے انہیں مفتی صادق اور ان کے رفیق کی دیانت و امانت اور صداقت کا حال معلوم ہو جائے گا۔

سب سے پہلا اعتراض سارجنٹ رچرڈسن کے اعلان اسلام پر مفتی صاحب کے رفیق قاضی عبداللہ صاحب نے کیا تھا۔ اور وہ آج تک اس بات پر زور دیتے ہیں کہ حضرت خواجہ صاحب نے عید کے دن ان کے مسلمان ہونے کا ذکر کیا ہے۔ حالانکہ وہ مسٹر خالد شیلڈرک کے ذریعہ پہلے سے مسلمان ہو چکے ہوئے ہیں اس کے متعلق حضرت خواجہ صاحب لکھتے ہیں:۔

"سارجنٹ رچرڈسن کا معاملہ اور اس کے اعلان اسلام کے متعلق جو قاضی عبداللہ صاحب نے روش اختیار کی۔ وہ اگر قابل التفات ہوتی۔ تو شاید آج سے کئی ماہ پہلے اس کا جواب ہو جاتا۔ لیکن میرے نزدیک یہ امور قابل توجہ نہیں۔ اب آپ کے پرائیویٹ خط کے جواب میں لکھتا ہوں۔ اسلامک ریویو میں صرف یہ ذکر ہے۔ کہ ذیل کا اعلان اسلام (ڈیکلریشن) سارجنٹ مذکور نے عید کے دن مسجد ووکنگ میں کیا۔ یہ امر صحیح ہے۔ سارجنٹ مذکور نے میرے سامنے اپنی قلم سے ڈیکلریشن پر دستخط کئے۔ بس صرف اسی قدر اسلامک ریویو میں لکھا گیا۔ اور یہی صحیح ہے۔ نہ [illegible] اس امر کا مدعی ہوں۔ اور نہ قائل کہ میری یا کسی کی تقریر میں اس قدر اعجاز ہے کہ کسی نے تقریر سنی اور وہ مسلمان ہو گیا۔ اعلان جو ہوتا ہے تو وہ ایک دن کی تقریر کا نتیجہ نہیں ہوتا۔ بعض وقت سالوں اور بعض وقت مہینوں کے غور و فکر اور تحریکات کا نتیجہ ہوتا ہے۔ کسی کی یہ سعادت ہوتی ہے کہ آخر مرحلہ اعلان اس کے ذریعہ ہو جائے۔ سارجنٹ مذکور کا بھی یہی حال ہے۔ وہ تو وہ۔ ہم تو ان لوگوں کے اعلان کو بھی اپنی حسن خدمات نہیں سمجھتے۔ جن کے متعلق ہم مہینوں کوشش کرتے ہیں۔ خود مفتی صاحب کو بھی [illegible] کے اعلان اسلام سے [illegible]

تعلق ہے۔ وہ مسلمان ہونا چاہتا تھا۔ اس کو پتہ نہ تھا کہ کیسے ہو۔ مفتی صاحب کا نام اس نے اخبار میں دیکھا۔ اور اعلان لکھ بھیجا۔ ختم شد۔ اب ہی ووکنگ یجوایٹ ایک مرد اور ایک عورت دو ڈیکلریشن دے چکے ہیں۔ اب اگر کوئی اور شخص یہ کہے کہ یہ تو میری مہینوں کی کوشش کا نتیجہ ہے اور میں نے اسے مسلمان کیا۔ تو یہ بھی صحیح ہے۔ مثلاً یہ گریجوایٹ مرد بہت حد تک سید احسان البکری کے ساتھ گفتگو اور مباحثات کے ذریعہ مسلمان ہوا۔ اب اس کو طفلانہ حرکت نہ کہوں تو کیا کہوں کہ اس پر اس قدر مضمون نگاری ہو رہی ہے لیکن قاضی صاحب قابل معافی ہیں۔ ابتدائی مہینوں میں قاضی صاحب اور مفتی صاحب میں دیر تک خود اس پر تنازع رہا۔ کہ جن کو مفتی صاحب مسلمان لکھتے ہیں۔ وہ مسلمان بھی ہیں یا نہیں۔ لیکن آخر قاضی صاحب نے مفتی صاحب کے فتوے کی مصلحت پر دستخط کر دیئے۔ ان واقعات کے متعلق قاضی عبداللہ کا اپنا ایمان اور کانشنس ایک مفید گواہ اب بھی ہو سکتا ہے۔ بہرحال ان امور کو پبلک میں لانے کی میں ضرورت نہیں سمجھتا۔ جو کچھ یہ کر رہے ہیں۔ میرے نزدیک خدمت اسلام کر رہے ہیں۔ لوگوں کو اسلام کے قریب لا رہے ہیں۔ اسلامی شعار سے لوگوں کو مزاولت کر رہے ہیں۔ رہی احمدیت سو جن معنوں میں احمدیت ان لوگوں نے سمجھ رکھی ہے۔ وہ کم از کم اس ملک میں نہیں چل سکتی یہ نادان لوگ اصل میں اپنے وعظوں اور تبلیغوں کو خود بھی نہیں سمجھ سکتے۔ ایک طرف ڈیماکریسی کو اسلام کا بچہ قرار دیتے ہیں۔ دوسری طرف پیر پرستی کراتے ہیں۔ لیکن یہ معذور ہیں۔ شاید اتنی سمجھ نہیں۔ یہاں اسلام پھیلتا ہے۔ اور وہ اسلام یہی ہے۔ کہ نہ اس میں کوئی شخصیت پرستی ہے۔ نہ کسی انسان کی ذات پر ایمان کا نام اسلام ہے۔ چند صحیح عقائد اور اصول کا نام اسلام ہے ان عقائد اور اصول کے اندر اگر کسی کی ذات آجاتی ہے تو اس پر بھی بحیثیت رسالت ایمان اسلام میں داخل ہے۔ کیونکہ وہ ان اصول اور عقائد و تعلیم کو خدا کی طرف سے لایا۔ واِلا انا بشر مثلکم اعلیٰ شان اسلام ہے۔ اور یہی ڈیماکریسی کی روح رواں ہے۔ اسیقدر اسلام ہے۔ اور اگر اس سے زیادہ ہے۔ تو وہ عیسائیت ہے۔ اگر محض انکار احمدیت ہی موجب کفر ہے۔ (جن معنوں میں یہ نادان سمجھ رہے ہیں) تو پھر احمدیت اور عیسائیت میں کوئی فرق نہیں۔ آخر تم نے کیوں لفظ مسلم اور اسلام کو ترجیح دی۔ اگر یہ سوچ سمجھ کر کیا اور خواجہ کی اندھی تقلید نہیں کی۔ تو پھر تم پر لفظ احمدی اور احمدیت کا استعمال کرنا کیوں حرام ہو جاتا ہے۔ لیکن جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ مفتی صاحب اور قاضی عبداللہ ان حقائق کو سمجھنے سے ابھی بہت معذور ہیں۔

۲۔ ذبیحہ کے متعلق اعتراض کا جواب

آپ نے مجھ سے گوشت کے متعلق بھی دریافت کیا ہے۔ قاضی عبداللہ کو اس معاملہ میں کچھ شرم کر لی چاہیئے تھی۔ اور بہتر ہے کہ وہ اسی شرافت سے کام لیں۔ جو ان کے باپ سے انہیں ورثہ میں ملی ہے۔ وہ ایک دن میرے پاس آتے ہیں۔ اور دریافت کرتے ہیں۔ کہ آپ کو گوشت کی تکلیف ہے۔ ہم کیا انتظام کرتے ہیں۔ میں انہیں کہتا ہوں کہ لندن میں تو کسی قدر آسانی ہے۔ کہ جیوڈی دکانیں بہت ہیں۔ یہاں مشکل ہے۔ ہاں ہم نے ایک دکاندار سے یہ انتظام کیا تھا کہ ہر پیر یا جمعرات کو ہمارا آدمی اس کے ہاں جا کر اسلامی طریق پر ایک بھیڑ ذبح کر آیا کرے۔ جس میں سے [illegible] گوشت ملے۔ اس میں اس کا کوئی نقصان نہ تھا۔ اس نے ہماری خاطر قبول کر لیا۔ چنانچہ یہ طریق چھ ماہ یا زائد عرصہ تک رہا۔ ہمارا آدمی [illegible] اور ذبح کر آتا۔ یہاں بدقسمتی سے قومی تعصب کا سوال سخت ہے۔ کسی غیر قوم کا آدمی اگر کوئی کام کرے تو باقی مزدور یا کارندے کام چھوڑ دیتے ہیں۔ حالانکہ یہاں یہ صورت نہ تھی۔ مذبح پر بہت سے ذرائع مختلف دکانوں کے ہوتے ہیں۔ انہوں نے غیر قوم کی یہ شرکت گوارا نہ کی۔ اور بحیثیت مجموعی دکاندار کو نوٹس دیا کہ وہ مداخلت پسند نہیں کرتے۔ ورنہ وہ کام چھوڑ دینگے۔ چنانچہ دکاندار نے ہمیں اس امر سے اطلاع دے دی۔ اس کے بعد یہ مصیبت پڑی۔ بہرحال میں تو چونکہ قریباً نصف ہفتہ لندن میں رہتا ہوں۔ میں نے جیوڈی کی دکان سے انتظام کیا۔ اور اگر وہاں کا کبھی گوشت نہ ملے تو میں مچھلی یا انڈے پر یا سبزی پر گذارا کرتا ہوں۔ میرا ہر جگہ سفر میں ہوٹلوں میں یہی طریق عمل ہے۔ اور باقیوں کے لئے کبھی گوشت لندن سے آجاتا ہے۔ اور کبھی یہاں سے لیا جاتا ہے سوا[illegible] یہ مشکلات یہاں راشن کے وقت سے اور زیادہ ہو گئی ہیں۔ کہ ہم کو ایک جگہ اپنا نام کسی دکان میں رجسٹر کرانا پڑتا ہے۔ جہاں سے ہمیں عموماً گوشت لینا پڑتا ہے۔ قاضی صاحب کو میں نے من و عن یہ داستان سنا دی اور یہی صحیح ہے۔ خط کردہ سطروں کے متعلق میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ امر میں نے ان سے کہا یا نہیں۔ ممکن ہے یہ بعد کا امر ہو۔ پھر قاضی صاحب نے مجھے یہ کہا کہ انہیں اس دکاندار کا پتہ بتلایا جائے۔ شاید وہ پھر وہی انتظام کر لیں۔ میں نے انہیں کہا کہ یہ ناممکن امر ہے۔ ہم اس کے ایک اچھے خریدار تھے۔ لیکن وہ نہ کر سکا۔ ہاں ان کے بتانے میں مضائقہ نہیں۔ مجھے یہ تو معلوم نہ تھا کہ قاضی صاحب نے مفتی صاحب سے یہاں تک اخلاق خصوصیہ حاصل کر لئے ہیں کہ وہ اب ایسے کام بھی کر سکتے ہیں۔ بہرحال اگر معلوم بھی ہوتا۔ تو بھی کیا پروا تھی۔ حق کے چھپانے میں فائدہ ہی کیا تھا۔ مجھے اگر ان لوگوں پر رنج آتا ہے۔ تو صرف یہ کہ جہاں انہوں نے یہ تحریریں شائع کیں۔ اور ووکنگ میں اس جاسوسی کے لئے آئے۔ اور قصاب سے خط و کتابت کر کے یہ پبلک پر ظاہر کیا۔ کہ ان لوگوں کے پاس کس قدر خالی اور بیکار وقت ہے۔ اور ان کے دلوں میں کس قدر حسد اور بغض ہے۔ اور یہ کن طفلانہ حرکتوں کو خدمت اسلام سمجھ رہے ہیں وہاں یہ لوگ کچھ امانت سے کام لے کر جو کچھ انہوں نے مجھ سے سنا تھا، وہ بھی لکھ دیتے۔ کہ یہ داستان خود کمال الدین نے ہمیں سنائی ہے۔ اور کوئی امر اخفا نہیں کیا۔ کم از کم ان لوگوں کو مولوی نور الدین صاحب کے احکام کی عزت کرنی چاہیئے تھی۔ جو مفتی صاحب کے سامنے غالباً انہوں نے مجھے میرے اول ولایت آنے کے وقت اس معاملہ ذبیحہ میں دیئے تھے۔ آپ نے ذکر کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ضعیفہ آئی۔ اور کہا کہ میں جس بستی میں رہتی ہوں۔ وہاں ذبیحہ مشکل ہے۔ آپ نے فرمایا شراب اور سور تو تم پر مطلق حرام ہیں۔ باقی جو چیز آوے۔ اگر ہمارے طریق پر ذبح نہیں ہوئی تو بسم اللہ کہکر کھا لو۔ یہ حکم ان کا مجھے تھا۔ لیکن یہ لوگ تو حسد اور بغض سے مجبور ہیں۔ خود پیغام اخبار کو جب وہ ان مضامین کو اخبار میں شائع کرنے لگا تھا۔ اپنا تجربہ بھی لکھ دینا چاہیئے تھا۔ آخر وہ بھی کئی دفعہ ولایت آیا۔ اور ہوٹلوں میں رہا۔

خیر یہ نہایت ہی نکمی اور فضول باتیں ہیں۔ آئندہ آپ بھی ان امور کی طرف توجہ نہ کریں۔"

ایک قابل تقلید مثال

مسلمانوں میں خوشی غمی کے موقع پر بعض ایسی رسوم ہوتی ہیں۔ جنہیں شریعت سے کچھ تعلق نہیں۔ بلکہ وہ رسوم ہندوؤں سے لی گئی ہیں۔ جماعت احمدیہ کے شایان شان یہ امر تو ہرگز نہیں۔ کہ وہ ایسے

خلاف شریعت کاموں میں شریک ہوں۔ چنانچہ اس معاملہ میں ہمارے عزیز بھائی منشی انعام الدین صاحب سب انسپکٹر پولیس کیمبل پور نے ایک قابل تقلید مثال قائم کی ہے۔ چنانچہ مولوی صاحب ممدوح کی بیوی کی انتقال ہو گیا (انا للہ وانا الیہ راجعون) اس سانحہ کے متعلق آپ اپنے ایک خط میں حضرت امیر کو لکھتے ہیں:-

"لوگ مرنے کے بعد کچھ رسم رسوم کرتے ہیں میں نے بوجہ احمدی ہونے کے کوئی خاص رسم اختیار نہیں کی ہے۔ جس جس موقعہ پر کچھ دینا مناسب للہ سمجھا ہو دے دیا ہے۔ اللہ قبول کرے۔ اور اس نیک خاتون کے کفن وغیرہ کے مبلغ ... خدمت اقدس میں ارسال ہیں۔ للہ جہاں مناسب ہو خرچ کئے جاویں۔ اور اس مرحومہ کو اس کا ثواب پہنچنے کے لئے دعا فرمائی جائے"

امید ہے کہ ہماری جماعت کے دوسرے اراکین بھی اس قابل تقلید مثال کا تتبع کریں گے کہ یہ حقیقت میں شریعت کا تتبع ہے۔

صلب اور رفع کے معنے

۱۵ر جنوری ۱۹..ء کے پیسہ اخبار میں اس مناظرہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو حیات و وفات مسیح پر مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی اور مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کے درمیان ہوا۔ ہمیں اس سے بحث نہیں کہ مناظرہ میں کس فریق کا پلہ بھاری رہا۔ بلکہ صرف ان معنوں کو دیکھنا مقصود ہے جو مولوی ابراہیم صاحب نے ما صلبوہ اور بل رفعہ اللہ کے کئے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ

"خدائے پاک نے قرآن مجید میں جہاں یہود کو دیگر قولی اور فعلی بداعمالیوں پر مورد لعنت ٹھیرایا ہے۔ وہاں اس نے ان کو حضرت عیسےٰ کے قتل کر دینے کے عقیدہ پر بھی ملعون بنایا ہے۔ اور بڑے دعوے سے ان کے اس خیال کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس کو انہوں نے نہ قتل کیا۔ نہ سولی پر لٹکایا۔ جن لوگوں (عیسائیوں) نے اس میں اختلاف کیا۔ وہ شک میں پڑے ہیں۔ ان کے پاس کوئی ثبوت سوائے اتباع ظن کے نہیں۔ یقیناً اس کو کسی نے نہیں مارا۔ بلکہ اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھا لیا۔ اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ اور نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لائے گا۔ اس پر اس کے مرنے سے پہلے اور وہ بروز قیامت ان پر گواہ ہوگا"

سوال یہ ہے کہ ما صلبوہ کے معنے "نہ سولی پر لٹکایا" کس لغت کی رو سے مولوی صاحب نے کئے ہیں۔ مولوی ابراہیم صاحب کا دعوےٰ ہے۔ جو انہوں نے اپنی کتاب شہادت القرآن میں بڑے زور سے کیا ہے کہ

"صلب کے معنے سولی پر چڑھا کر مارنا تین وجوہ سے باطل ہیں۔ .... اگر صلب کے معنے کسی لغت کی کتاب میں یا کسی محاورہ میں یا کسی شعر میں سولی پر چڑھا کر مارنا آئے ہیں۔ تو مصنف صاحب پر واجب تھا۔ کہ اس کتاب کو نقل کر دیتے ...... یاد رکھئے لغت کی کسی کتاب میں آپ کی تائید نہیں۔ اور ہرگز نہیں"

بہتر ہوتا کہ اس کے ساتھ ہی مولوی صاحب ما قتلوہ کے متعلق بھی یہ لکھ دیتے کہ قتل کے معنے صرف تلوار کسی پر چلا دینا یا کوئی شدید حملہ کرنا ہے۔ جان سے مار دینا لازمی نہیں۔ کیونکہ جہاں صلب کے ساتھ قتل کی بھی نفی کی ہے۔ پس اگر صلب کے معنے سولی پر جان سے مارنا نہیں۔ تو قتل سے بھی جان سے مارنا مراد نہیں ہو سکتا۔

لیکن دیکھنا یہ ہے کہ مولوی صاحب کے معنے "نہ سولی پر لٹکایا" اور یہ دعوےٰ کہ کسی بھی لغت وغیرہ میں صلب کے معنے سولی پر چڑھا کر مارنا نہیں کہاں تک صحیح ہے۔ تاج العروس لغت کی ایک معتبر کتاب ہے۔ اس میں لفظ صلب کے یہ صاف معنے لکھے ہیں۔ الصلیب الودک۔ صلیب مخ کو کہتے ہیں۔ اور آگے لکھا ہے۔ وبہ سمی المصلوب لما یسیل من ودکہ والصلب ہذہ القتلۃ المعروفۃ مشتق من ذالک لان ودکہ وصدیدہ ... یعنے مصلوب کو مصلوب اسی وجہ سے کہا گیا ہے۔ کہ اس کی مخ بہ نکلتی ہے۔ اور صلب یہی قتل کرنے کا مشہور طریق ہے۔ جو اس سے مشتق ہے۔ کیونکہ مصلوب کی مخ اور پیپ بہ نکلتی ہے۔

تاج العروس کے ان الفاظ کی موجودگی میں ظاہر ہے کہ مولوی صاحب کے معنے "نہ سولی پر لٹکایا" اور ان کا یہ دعوےٰ کہ صلب کے معنے سولی پر چڑھا کر مارنا کسی لغت سے ثابت نہیں۔ کس قدر خلاف حقیقت ہے۔ تعجب ہے۔ ایسے الفاظ کی موجودگی میں اس قدر بڑا دعوےٰ کر لیا جاتا ہے۔ کہ کسی لغت سے ایسا ثابت نہیں۔ اور خواہ مخواہ خلاف لغت یہ معنے گھڑ لئے جاتے ہیں۔ کہ ما صلبوہ کا سے یہ مراد نہیں۔ کہ صلیب پر مارا نہیں۔ اس کی مخ نہیں نکلی بلکہ یہ معنے ہیں۔ کہ صلیب پر لٹکایا نہیں۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

ایسا ہی حال رفعہ اللہ کا ہے۔ اللہ تعالےٰ کا نام الرافع ہوتے ہوئے ہر روز نمازوں میں بین السجدتین وارفعنی کی دعا کرتے ہوئے اور قرآن کریم میں بیسیوں جگہ لفظ رفع سے رفع درجات مراد لیتے ہوئے مسیح علیہ السلام کے متعلق رفعہ اللہ کا یہ مطلب بیان کرنا کہ اللہ تعالےٰ نے بجسد عنصری انہیں اٹھا لیا۔ نہ صرف تحریف معنوی ہی ہے بلکہ اللہ تعالےٰ کو بھی مجسم ماننا ہے۔ جس کی طرف مسیح کے اٹھائے جانے کا ذکر ہے۔ کیا ہم امید کریں۔ کہ مولوی صاحب یا ان کے کوئی ہم نوا ان شواہد بینہ کی بدلائل قاطعہ تردید کر کے دکھائیں گے۔ اپنے ہم خیالوں کے سامنے تمسخرانہ باتیں کر لینا اور امر ہے اور دلائل کے ساتھ کسی بات کو ثابت کرنا چیزے دیگر۔ مولوی صاحب کو چاہیئے کہ وفات مسیح کی تردید ان دلائل کی روشنی میں کر کے دکھائیں۔

اہل کتاب کا ایمان

مولوی صاحب نے اپنے اس بیان میں وان من اھل الکتٰب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ کے بھی یہ معنے کئے ہیں کہ

"اور نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لائے گا۔ اس پر اس کے مرنے سے پہلے۔ اور وہ بروز قیامت ان پر گواہ ہوگا"

لیکن یہ نہیں بتایا کہ کس کی موت سے پہلے کس پر ایمان لے آئیں گے۔ آیا مسیح کے نزول کے بعد اور اس کی موت سے پہلے کل اہل کتاب آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ اگر یہ صحیح ہے تو مولوی صاحب مہربانی فرما کر اس آیت پر بھی کہ والقینا بینہم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیٰمۃ روشنی ڈالدیں۔ یہود اور نصاریٰ کے درمیان جب قیامت تک کے لئے دشمنی اور عداوت ڈال دی گئی۔ تو ان کے مسیح پر ایمان لا کر بھائی بھائی بن جانے کے کیا معنے۔ اور جو اہل کتاب کے حصر کے باوجود وہ اس ایمان سے خارج کیوں ہو گئے؟ بینوا و توجروا!

گرنتھ صاحب کی عدالتیں لائے جانیکی توہین

سکھ قوم کی غیرت و حمیت قابل رشک ہے۔ جس نے اپنی مقدس مذہبی کتاب گرنتھ صاحب کی عزت کو برقرار رکھنے کے لئے ایک قابل تقلید نمونہ حال ہی میں دکھایا ہے۔ معاصر "وکیل" راوی ہے۔ کہ

"چند روز ہوئے امرتسر کی ایک عدالت میں مقدمہ کے دوران میں ایک فریق کو سکھوں کی مقدس کتاب "گرنتھ صاحب" لانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ لیکن سکھوں نے صاف کہدیا کہ اس میں گرنتھ صاحب کی سراسر توہین ہے۔ اور کوئی سکھ اس کا عدالت میں لایا جانا گوارا نہیں کر سکتا۔ اور اگر ایسی حالت میں یہ مقدس صحیفہ عدالت میں لایا گیا تو فساد کی ذمہ داری ہم پر عائد نہیں ہوگی۔ سکھ صاحبان کا یہ غیر متزلزل رویہ دیکھ کر سب نے اُن کے آگے سر تسلیم خم کر دیا اور گرنتھ صاحب عدالت میں نہیں لایا گیا"

ایک طرف یہ لوگ ہیں کہ ان کی مذہبی کتاب کا عدالت کے اندر لایا جانا بھی ان کی توہین ہے۔ اور دوسری طرف مسلمان ہیں۔ کہ عدالتوں میں قرآن مجید کو اُٹھا اُٹھا کر جھوٹی گواہیاں دیتے ہیں۔ اور اس کی عزت و احترام کو قطعاً خیرباد کہدیتے ہیں۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر وہ پاک اور مقدس کتاب لا یمسہ الا المطہرون جس کی شان مخصوص ہے۔ اس کے اوراق دوکانداروں کے پاس ردی میں فروخت ہوتے اور پڑیوں کے کام آتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہمارے لئے کیا چارہ کار ہے

معاصر وکیل اسی ناگوار حقیقت کا رونا روتے ہوئے لکھتا ہے کہ "سب سے بڑی ضرورت اس بات کی ہے کہ قرآن مجید کا انطباع اور اس کی اشاعت صرف مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہونی چاہیئے دیگر اقوام کے مالکان مطابع اسے محض ذریعہ تجارت سمجھتے ہیں۔ اور ان کے دل میں اس کی کوئی عظمت نہیں ہو سکتی۔ لہذا ان سے یہ توقع رکھنا (کہ وہ ان کا اخلاقی فرض ہے کہ وہ اس توقع کو پورا کریں) عبث ہے۔ اور یہ ضرور ہے کہ قرآن مجید صرف اسلامی مستند مطابع میں انطباع پذیر ہوں۔ اور صرف مسلمان تاجر ہی ان کی اشاعت کر سکیں۔ اس کی دو صورتیں ہیں

(۱) سرکاری قانون وضع کر کے غیر قوموں کے مطابع میں قرآن کی چھپائی وغیرہ ممنوع قرار دی جائے

(۲) مسلمان خود غیر اسلامی مطابع سے قرآن نہ چھپوائیں۔ اور نہ کسی غیر مسلم دوکاندار سے قرآن حاصل کریں۔ اس بارہ میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے جو قراردادیں ایام کرسمس میں پاس کی تھیں۔ اور جن کو ہم ان کالموں میں شائع کر چکے ہیں۔ مفید ثابت ہوں گی"

اخبار احمدیہ

گذشتہ ۱۲ر جنوری ۱۹..ء کو حضرت امیر ایدہ اللہ کا ایک زبردست لیکچر ہارٹن ہسٹاریکل سوسائٹی کے زیر اہتمام حبیبیہ ہال اسلامیہ کالج لاہور میں "جنگ احد" پر ہوا۔ جس میں آپ نے جنگ احد کے اصل واقعات پر روشنی ڈالتے ہوئے ثابت کیا کہ اس جنگ میں مسلمانوں کو کوئی شکست نہیں ہوئی بلکہ وہ آخر وقت میدان جنگ میں موجود تھے۔ اور کفار کا انہوں نے کچھ دور تک تعاقب بھی کیا۔ کفار کے ہاتھ میں کوئی مال غنیمت یا قیدی وغیرہ نہیں آئے جو ان کے دعوے فتح کے خلاف ایک ... ہے ...

قادیان میں میرا اور میاں صاحب کا مکالمہ

مجھے بروز بدھ ۱۰ ماہ دسمبر سنہ ۱۹۱۹ء کو یہاں لاہور سے ایک پرائیوٹ کام کے لئے قادیان جانے کا اتفاق ہوا۔ اس سے پہلے وہاں حضرت خلیفۃ المسیح مولوی حاجی نورالدین صاحب کی وفات حسرت آیات تک کئی دفعہ جا چکا تھا۔ میں نے جاتے ہی اپنے مسجد اقصےٰ میں نماز عصر و ظہر جا کر ادا کی۔ وہاں مسجد کی ٹوٹی ہوئی اور بوسیدہ چٹائیاں دیکھ کر دل درد سے بھر آیا اور حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کا زمانہ یاد آیا۔ دل پر ایک خاص اثر محسوس ہوا۔ اُسی ناصر مسجد میں جو حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ مبارک میں بنی تھی۔ نماز کے بعد مقبرہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام و حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ پر حاضر ہو کر درود شریف اور سورۂ فاتحہ پڑھی۔ ایک عرصہ تک وہاں بیٹھ کر زار زار رویا۔ آنسو نہ تھمتے تھے۔ اگر کوئی آدمی وہاں آجاتا تو مجبوراً اپنے آپکو قابو میں رکھنا پڑتا۔ الغرض نماز مغرب تک وہاں ہی ہر دو بزرگوں کی قبروں پر بیٹھکر اللہ تعالےٰ سے دست بدعا رہا۔ کہ اے میرے مولےٰ۔ ان بزرگوں کو جوار رحمت میں جگہ دے جنہوں نے اپنے مال۔ جان۔ اولاد غرضیکہ ہر ایک چیز کو دین کی خاطر ترک کیا اور دین کو دُنیا پر مقدم کر کے ہمارے سامنے ایک زندہ مثال قائم کی۔ اور جنہوں نے اسلام کو ایک نمایاں ترقی کر کے دکھلا دی۔ اور ایک جماعت کو اس بات کے لئے کھڑا کر دیا۔ کہ دُنیا کے چاروں کونوں میں اسلام کی حمایت و اشاعت کے لئے کمر باندھ لیں۔ جنہوں نے ہمیں ایسا بنا دیا۔ کہ ہم ایکدوسرے کو حقیقی بھائی سے بھی زیادہ عزیز خیال کرنے لگ گئے۔ خدایا آج وہ دن ہے کہ ہم میں سے بہت سے نادان ایک دوسرے کو جانی دشمن سمجھتے ہیں۔ اے میرے خدا۔ تو ہی کارساز ہے۔ تیری ہی طاقت ہے کہ تو پھر و اعتصموا بحبل اللہ جمیعاً کا عامل سب کو بنا دیوے۔

نماز مغرب کے ادا کرنے کا اشتیاق چھوٹی مسجد متصلہ مکان حضرت صاحبؑ میں تھا۔ وہاں نماز مغرب ادا کی۔ اور شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم سے اپنا تعارف کرایا۔ انہوں نے ہمارے مسلم ہائی سکول کے حالات دریافت کئے۔ جس کی بابت کافی سے زیادہ واقفیت انکو بہم پہنچا دی۔ اُن کے حسن سلوک کی میں یہاں داد دونگا جنہوں نے فوراً نماز ادا کرتے ہی مہمان خانہ کے مہتمم کو میری خاطر مدارات کی ہدایت کی۔ اور بعد ازاں بھی وہ میری خبر گیری فرماتے رہے۔ چونکہ میں مہمانخانہ میں مقیم نہیں رہا تھا۔ اس لئے مجھے نفی میں جواب دینا پڑا۔ اور اُن کی خدمت میں معذرت کرنی پڑی۔ نماز مغرب اور عشاء میں نے اکٹھی ادا کی۔ مسجد میں میزبانوں کے ہاں رات بسر کی۔ صبح اُٹھتے ہی پھر چھوٹی مسجد میں جا کر نماز صبح ادا کی۔ نماز کے ادا کرنے پر کچھ لوگ بیٹھ گئے۔ اور شاید وہ قرآن مجید کے درس کی توقع میں تھے۔ سنا گیا کہ کوئی مولوی محمد اسمٰعیل صاحب ہر روز درس دیا کرتے ہیں۔ لیکن اس روز وہ نہ آسکے۔ اور ایک فلاسفر صاحب وہاں مسجد میں رہایش فرماتے ہیں۔ اُن کو درس کے لئے منتخب کیا گیا۔ اُس کی علمیت اسکی لیاقت۔ قابلیت۔ تقوےٰ۔ زہد۔ پرہیزگاری اظہر من الشمس ہے۔ میں تین وجہ سے اعتراض کی جرأت نہ کرسکا۔ ایک تو نوارد تھا۔ دوسرے میں محمودی خیال کا نہ تھا۔ تیسرے میرے دل میں ایک معقول جواب جو اکثر محمودی صاحبان سے ملا کرتا ہے وہ یہ تھا۔ کہ خلیفہ خدا بنایا کرتا ہے۔ میرے دل میں فوراً یہ سوجھی کہ شاید مدرس بھی خدا بناتا ہو جس طرح سے وہ خلیفہ کی تجویز کرنے میں کسی علم۔ لیاقت۔ عمر۔ تجربہ۔ دینی خدمت کو ملحوظ نہیں رکھتا اسی طرح سے شاید مدرس میں بھی ان باتوں کی عدم موجودگی صداقت کی دلیل ہو۔ اس لئے میں ساکت رہا۔ اور انہوں نے مندرجہ ذیل الفاظ میں گہر افشانی فرمائی۔ تمام الفاظ تو مجھے یاد نہیں ہے خلاصہ یہاں درج کرتا ہوں۔

انسان کو چاہئے کہ گھوڑوں گدھوں اور دیگر حیوانوں کی طرح منہ مار کر نہ بڑھا کرے۔ استغفار پڑھے اور وہی انسان متقی کہلاتا ہے۔ دیکھو لاہور کے لوگوں نے خلیفہ کا انکار کیا۔ گدھوں۔ گھوڑوں اور دیگر حیوانوں کی طرح منہ مارنے اور بڑھا کرنے سے انکار کیا) تو یہ فاسق بن گئے۔ یہ کافروں سے بدتر ہیں۔ جب میں ہم کلیئے قادیان میں آیا۔ تو دربار خلافت سے مجھے یہ حکم نامہ صادر ہوا کہ اس کے پیچھے پیچھے لگ جاؤ اور جہاں جائے وہاں ہی جا کر اس کی تردید کرو۔ اور اسکے منہ کو دور کرو۔ شاباش فلاسفر! شاباش! مبارک ہو تمکو یہ عہد خلافت۔

نہ ہوتا کہیں مدرسی کہلانے کا موقعہ ملا۔ تقریباً ۱۲ بجے فہرست وار بیان ... کیا گیا۔ اللہ یہ ہی شان ہے تعجب کرنا ہے۔ خدا کی شان ہے۔ کہ ایسا آدمی بھی چھوٹی مسجد میں۔ جہاں ہی عالم مولوی شیر علی صاحب جیسے موجود بیٹھے تھے اور گردن جھکائے ہوئے آمنّا و صدقنا کی شہادت دیکر فطرت انسانی کو ملامت کر رہے تھے۔ ایسے کام کے لئے منتخب کیا جاتا ہے۔ جو صرف کثرت کلام اور شعر پڑھنے کا ذوق رکھتا ہے میرا دل بیحد آشفتہ ہوا۔ تو گویا درس مبارک ختم ہو چکا۔ کہ جیب خرچ کی اور سیدھا مقبرہ میں گیا پھر انہی بہادران قوم کی ارواح پر فاتحہ خوانی کی۔ اور دعا کی۔

چونکہ اپنے میزبانوں کی زبان سے قادیان کی آبادی و مکانات کی ترقی کی بابت کافی تعریف سن چکا تھا۔ اس لئے شوق پیدا ہوا۔ میں بھی اس ترقی معکوس کو اپنی آنکھوں سے دیکھوں۔ چنانچہ سیدھا بورڈنگ ہوس میں گیا۔ وہاں ماسٹر نواب دین صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی سے ملاقات کی۔ انہوں نے میری خاطر مدارات کی۔ اور ایک کافی وقت تک بحث ہوتی رہی۔ پھر سکول میں وہ مجھے لے گئے۔ جہاں بورڈنگ و سکول کی عمارات دل پر ایک رعب پیدا کرتی تھیں وہاں لڑکوں میں مردہ سی روح نظر آتی تھی۔ افسوس ان دو متضاد حالتوں کو دیکھکر حیران ہو جاتا ہے۔ بعد ازاں تقریباً ۱۲ بجے دن کے وہاں سے واپس آیا۔ اور جناب میاں صاحب سے ملاقات کا شرف حاصل کرنا چاہا۔ مگر وہاں تو وقت مقرر تھا اور میں بہت سا لیٹ ہو چکا تھا اس لئے تیر تو ہاتھ سے نکل گیا۔ اب یا تو بعد از دوپہر۔ یا اگلے دن۔ چونکہ یہ وقت کی تخصیص میاں صاحب کی علالت کی وجہ سے ہوگی لہٰذا اس میں میں میاں صاحب کو معذور خیال کرتا ہوں۔

پھر نماز ظہر میں میاں صاحب تشریف لائے اور اُن کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ بعد ازاں میں پھر شیخ یعقوب علی صاحب کے مکان پر جا بیٹھا اور وہاں کچھ باتیں میرے اور ان کے درمیان تخلیہ میں ہوئیں جو حسب ذیل ہیں۔

شیخ صاحب - آپ کو کس بات نے اس طرف (محمودی خیال) سے رد کا ہوا ہے ؟

میں - بہت سی وجوہات ہیں۔

شیخ صاحب - مثال کے طور پر کچھ بیان کر دیں۔

میں - مسئلہ نبوت۔ مسئلہ کفر و اسلام۔ مسئلہ خلافت۔ حضرت صاحب کی صریح طور پر نافرمانی۔ وغیرہ وغیرہ۔

شیخ صاحب - مسئلہ نبوت تو کوئی بات نہیں ہے کیونکہ آپ کہتے ہیں کہ وہ مجازی طور پر نبی تھے۔ دوسرے کہتے ہیں کہ وہ حقیقی نبی ہیں۔ اور آپ کے خیال میں ایمان کی تکمیل کے لئے حضرت مرزا صاحب کا ماننا لازمی ہے۔ اور حضرت مرزا صاحب کے منکر کو کافر کہتے ہیں اس لئے یہ کوئی اہم مسائل نہیں ہیں۔ یہ میں آپ سے تخلیہ میں گفتگو کرتا ہوں۔ آپ کے اور میرے درمیان ہے۔ کہ مسئلہ نبوت اور مسئلہ کفر و اسلام میں میں ذاتی طور پر آپ سے متفق ہوں۔ اور مولوی محمد علی صاحب کی عزت اور احترام میرے دل میں بہت ہے۔ مگر مسئلہ خلافت ایک بہت اہم مسئلہ ہے۔ اگر مولوی محمد علی صاحب اس منصب کے منکر نہ ہوتے تو میں سب سے پہلے ہوتا جو اُن کی بیعت کرتا۔ (جب پہلے ہی گھوڑی بک چکی تھی۔ تو یہ اوپر کی ڈینگیں صرف سادہ لوح کو پھانسنے کے لئے کافی ہوسکتی ہیں)

میں - مسئلہ خلافت کی نسبت تو حضرت مرزا صاحب الوصیت میں سب کچھ تحریر فرما گئے ہیں۔ کہ جس آدمی پر چالیس مومن اتفاق کرلیں وہ بیعت لیکر سلسلہ میں داخل کرسکتا ہے۔ ایک سوال بھی حضرت صاحب سے کیا گیا کہ اس طرح سے تو بہت سے خلیفے ہو جائینگے تو آپ نے فرمایا کہ اس میں کیا حرج ہے۔ اس میں تو اشاعت ہے اور اس طرح سے بہت سے لوگ سلسلہ میں داخل ہو گئے۔

شیخ صاحب - خلیفہ کا کام تو صرف بیعت لینا نہیں ہوتا۔

میں - ہاں میں بھی جانتا ہوں کہ خلیفہ کا کام صرف سلسلہ میں داخل کرنا ہی نہیں ہوتا۔ بلکہ نظام قومی کو قائم کرنا ہوتا ہے۔ اس لئے اس نظام قومی کو قائم رکھنے کے لئے ایک پریزیڈنٹ منتخب کیا جائے اور وہ نیک۔ متقی۔ عالم باعمل۔ پرہیزگار ہو۔ اور دوسروں کے لئے نمونہ ہو۔ آپ ملاحظہ فرماویں کہ امریکہ نے کس قدر ترقی کی ہے۔ اور اُن کے تمام کاروبار ایک اعلےٰ پیمانہ پر چل رہے ہیں صرف اُن میں ایک پریزیڈنٹ ہے۔

پھر دربار خلافت سے ایک پیغام رسان آیا اور شیخ صاحب کے نام ایک فوری حکم تھا جس کی تعمیل اُن کے لئے مقدم تھی اس لئے میں واپس آیا۔ اور انہوں نے مولوی سرور شاہ صاحب سے میرا بدیں الفاظ دفتر میں تعارف کرایا۔ کہ یہ مولوی ثناء اللہ مسلم ہائی سکول میں ملازم ہیں۔ اور پیغامی پارٹی کے حامی ہیں ان کے لئے دعا کریں کہ انکو اللہ تعالےٰ سمجھ دیوے۔

پھر میں نے بعد از ظہر میاں صاحب سے ملنے کی خواہش ظاہر کی اور کسی لڑکے سے ... صاحب نے کہا کہ ملاقات کا ٹکٹ عطا فرمایا جاوے مگر افسوس کہ ... نہ ہوسکا۔ اگلے دن صبح روانہ ہونے کا ارادہ تھا۔ مگر میاں صاحب کی ملاقات کی خواہش مجھے اجازت نہ دیتی تھی کہ بغیر ان کی ملاقات کا شرف حاصل ... اور بدون خیریت وغیرہ دریافت کرنے کے واپس جاؤں کیونکہ اُن کی ملاقات کا بوجہ تعلق حضرت مسیح موعود ایک شوق تھا۔ لہٰذا ایک رات اور بسر کی اور صبح اٹھکر دعا کی۔ اور جب ... ہوا تو میاں صاحب کی زیارت کا موقعہ ملے۔ اور حوالی اور حاشیہ نشینوں کے دلوں میں رحم آوے۔ مولوی قطب الدین صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں ... کے بعد مجھے اندر لے گئے۔ وہاں میاں صاحب سے ملاقات ہوئی۔ اُن کی خیریت اور حال دریافت کیا۔ اپنا تعارف کرایا۔ اپنی آمد و روانگی کے حالات سنائے۔ ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک صاحب شاید مولوی قطب الدین ہی تھے انہوں نے دربار خلافت میں ہی یہ سوال مجھ سے فرمایا۔ کہ آپکو اس طرف آنے کی کوئی امید ہے۔ اگرچہ میں اس بات کے لئے تیار نہیں تھا کہ میاں صاحب جن کی طبیعت علیل ہے۔ ان کے روبرو انکی سمع خراشی کرتا۔ اور نہ ہی مجھے اس بات کی توقع تھی کہ عین دربار میں ہی مجھ سے ناگہاں یہ سوال کیا جائیگا۔ اس لئے پہلے تو جواب دینے میں متامل رہا۔ لیکن جبکہ قرائن سے معلوم ہوا کہ میاں صاحب بھی اس بات کے سننے کے لئے تیار ہیں۔ تو میں نے بدیں الفاظ جواب دیا لیکن پیشتر اسکے کہ میں گفتگو کو درج کروں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک دو باتیں جو اس سے پہلے ہو چکی تھیں آپکو بتاؤں۔

جناب میاں صاحب سے میں یوں ہمکلام تھا۔

جناب میاں صاحب - ان لوگوں (مولوی محمد علی صاحب وغیرہ) میں جوش ہے کہ اب تبلیغ اسلام کے لئے مولوی صدرالدین صاحب ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب شیخ رحمت اللہ صاحب انگلینڈ جا رہے ہیں۔ ان میں سے دو مؤخر الذکر شاید اپنے خرچ پر جائیں گے۔ اب ان میں تبلیغ کا جوش بہت ہو گیا ہے۔

میاں صاحب : جب سے لڑائی ختم ہوئی ہے تمام کاروبار دوبارہ کھل گئے ہیں۔ تو جو آدمی نیک ہوں تو اُن کے ذہن ایسی ہی باتوں کی طرف منتقل ہوا کرتے ہیں۔ دیکھئے ہم بھی چوہدری فتح محمد صاحب کو دوبارہ بھیجنے لگے ہیں۔ لیکن اب آپ کے سکول میں کام کون کریگا۔

میں : سید غلام مصطفےٰ صاحب بی۔ اے۔ بی ٹی برادر ڈاکٹر سید طفیل حسین صاحب۔ مسٹر محمد یعقوب خان صاحب بی۔ اے۔ بی ٹی حال ہیڈ ماسٹر گوجرہ۔ علیٰ ہذا القیاس بفضل خدا ہماری جماعت میں موجود ہیں۔ اور سکول کے کام کو چلا سکتے ہیں۔ تبلیغ کا کام سکول کے کام سے اولےٰ ہونا چاہئے۔

اگر یہ اختلاف نہ ہوتا تو ہمارے سلسلہ کے کام کو دنیا دیکھ لیتی۔ اور آج اس کا وہی اثر ہوتا جس کی نظیر شاید ابتدائے اسلام ہی میں ملتی ہو۔

میاں صاحب :- اختلاف دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو محض للّٰہ اور ایک ذاتی فائدہ کے لئے۔ اس لئے نیتوں کا پھل ہے لیکن جن کی نیت نیک ہے۔ وہ ثواب کے مستحق ہیں اور جنکی غرض کوئی ذاتی فائدہ ہے۔ اللہ تعالےٰ کے نزدیک وہ قابل مواخذہ ہوں گے۔

اب جو جواب میں نے مولوی قطب الدین صاحب کے سوال کا دیا حسب ذیل ہے۔

میں بہت سی وجوہات ہیں جنکو میں اسوقت شمار نہیں کر سکتا۔ جب اصرار کیا گیا۔ تو میں نے کہا کہ سب سے پہلے ضروری اور موٹی بات جو قابل اعتراض و ناقابل تسلیم ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے اُن تمام بزرگوں کو جو حضرت مسیح موعود کی صحبت بابرکت سے دن رات فائدہ اٹھاتے تھے جنہوں نے اپنے وقت۔ طاقت۔ دولت۔ کو دین کی راہ میں خرچ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا فاسق گردانا۔

میاں صاحب - خواجہ صاحب نے بھی تو اپنے رسالہ اختلافات سلسلہ میں ہمیں کافر گردانا ہے۔

میں کس طرح ؟

میاں صاحب :- اپنے رسالہ میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ وہ اگر اُن کو جن کو تم مسلمان کہتے ہو۔ وہ یعنی میاں صاحب کافر کہتے ہیں۔ تو بتاؤ کہ وہ کیا ہوئے ؟

میں - اس طرح سے تو کافر کا لقب دینا اور اختیار کرنا ایک بچوں کا کھیل ہوگا۔ اور یہ بھی فیشن ہو جائیگا کیونکہ اس طریقہ سے ہر ایک آدمی کافر ہو جائیگا

جلد ۶ | مدینۃ المسیح لاہور یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۳۷ ہجری مطابق ۲۲ جنوری ۱۹۱۹ء | نمبر

ملفوظات حضرت مسیح موعود

اہدنا الصراط المستقیم کی دعا انبیاء سے

بعض کہتے ہیں کہ انبیاء اس دعا کو کیوں مانگتے ہیں؟ ان کو معلوم نہیں۔ وہ ترقیات کے لئے مانگتے تھے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ غیر محدود ہے اس کے فیضان و فضل بھی غیر منقطع ہیں۔ اس لئے وہ ان غیر محدود فضلوں کے حاصل کرنے کے لئے اس دعا کو مانگتے تھے۔

اخلاق فاضلہ میں ترقی کی راہ

پس انسان کو وہ توفیق مانگنی چاہیئے جو اس کی فطرت میں نیکی اور پاکیزگی پیدا کرے۔ اس کے بعد فسق و فجور۔ زنا۔ چوری۔ طمع۔ حقارت۔ عجب۔ بخل۔ اور دوسرے اخلاق رذیلہ سے پرہیز کی قدرت ملتی ہے اور پھر وہ اخلاق فاضلہ میں ترقی کرتا ہے۔ اخلاق فاضلہ کے دو حصے ہیں۔ لوگوں سے محبت و اخلاق اور ہمدردی سے پیش آنا۔ اور خدا سے محبت ذاتی سے پیش آنا۔ اور اس کی خدمت کے مواقع کو تلاش کرنا۔ جس سے خدا راضی ہو جاوے۔ جو لوگ ان باتوں کو کرنے والے ہوتے ہیں۔ وہ مرضی ہوتے ہیں۔ اور ان کے لئے خدا نے فرمایا لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون۔

ولایت

اس سے زیادہ اور کیا چاہیئے کہ خدا ان کا متولی اور متکفل ہو جاتا ہے۔ ھو یتولی الصالحین۔ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ خدا تعالیٰ عبد مومن کے جوارح ہو جاتا ہے۔ وہ اس کی آنکھیں ہوتا ہے جس سے وہ دیکھتا ہے۔ کان ہو جاتا ہے جس سے وہ سنتا ہے وغیرہ۔ یہاں تک کہ من عادی ولیا فقد اذنتہ للحرب لکھا ہے کہ جو اہل اللہ کو ستاتے ہیں۔ خدا ان پر ایسے حملہ کرتا ہے جیسے کوئی شیرنی کے بچہ کو اٹھائے تو شیرنی جھپٹتی ہے۔

خدا تعالیٰ کی خاص رحمتیں

غرض خدا کی رحمت سے فائدہ اٹھانا اسی پر موقوف ہے۔ خدا تو سب کا ایک ہی ہے۔ مگر جیسے جیسے اس کی طرف قدم بڑھاؤ وہ بھی بڑھاتا ہے۔ اور خاص قسم کی رحمتیں اور تائیدیں اور نصرتیں عصمت اور حفاظت کے لئے کرتا ہے۔ اور وہ ایسی تائیدیں ہوتی ہیں جو ہر ایک کی نہیں ہوتی ہیں۔ اور اسی لئے یہ نشان بن جاتی ہیں۔ انبیاء پر بھی مصائب اور مشکلات آتے ہیں۔ مگر ان میں ان کی ایسی تائید اور نصرت ہوتی ہے کہ دوسرے حیران ہو جاتے ہیں۔ دیکھو مکہ والوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قتل کی کس قدر کوششیں کیں مگر آخر واللہ یعصمک من الناس ہی صحیح ثابت ہوا۔

جماعت کو نصیحت

پس ہماری جماعت کو چاہیئے کہ وہ خدا کے سامنے نہ ہمارے سامنے اپنے آپ کو صاف کرے۔ اور اس کی محبت دنیا کا سلسلہ جاری

رکھیں۔ اور اس کے لئے نماز سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ جو ہر روز کم از کم پانچ مرتبہ موقع ملتا ہے۔ روزہ سال کے بعد آتا ہے۔ زکوٰۃ وہ دیتا ہے جس کے پاس مال ہو۔ حج وہ کرتا ہے جو من استطاع الیہ سبیلا کا مصداق ہو۔ اس لئے نماز کو ہمیشہ وقت پر پڑھا جاوے اور اس کو ضائع نہ کیا جاوے۔

جب بار بار دعا کروگے۔ اور سمجھوگے کہ ایسی ذات کے سامنے کھڑا ہوں جو ہر ایک دعا قبول کر سکتا ہے۔ تو اسی ساعت اور لحظہ دعا میں جوش پیدا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دنیا کا سا حال نہیں۔ کوئی حاکم ہو یا کوئی ہو وہ ناداری سے کسی وقت خالی نہیں ہو سکتا۔ بھرا بھرایا خزانہ خدا کا ہے۔ اس کے لئے صرف یقین کی حاجت ہے۔ کہ میں ذلیل ہوں اور اس کے سامنے ہوں جو ابھی چاہے تو بیڑا پار کر سکتا ہے۔ پس جہاں تک تضرع کر سکتا ہے کرے۔ پھر وہ دیکھیگا کہ قبولیت ملتی ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خدا ملتا ہے۔

بلعم کی دعا

عرض کیا گیا کہ بلعم کی دعا قبول ہوئی یہ کیا بات ہے؟

فرمایا۔ قبولیت دعا دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک بطور ابتلا۔ ایک بطور اصطفا۔ بلعم کی دعا بطور ابتلا کے تھی۔ اس طرح پر تو بعض ہندوؤں کی دعا بھی قبول ہو جاتی ہے۔ اصطفا کے طور پر صرف مومن کی دعا سنی جاتی ہے۔ اور یوں تو کیڑے مکوڑے کا بھی رزاق ہے۔

سلسلہ کی حقانیت

اس کے بعد حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جناب ابو سعید عرب کو خطاب کر کے فرمایا کہ آپ چونکہ دور رہتے ہیں اگر کوئی پوچھے کہ کیا ثبوت ہے۔ تو آپ کو یہی جواب دینا چاہیئے کہ اس سلسلہ کی حقانیت کا ثبوت اسی طریق پر ہے۔ جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یا موسیٰ علیہ السلام کا ہے۔ اس کے ثبوت کے دو حصے ہیں۔ اور پہلی کتابوں میں کچھ ذکر ہوتا ہے۔ یہ نظری ہوتا ہے۔ اس پر لوگ جھگڑے کرتے ہیں۔ اور شکوک و شبہات پیدا کرتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی جو توریت میں تھی۔ اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ ایسا ہی مسیح کی پیشگوئی پر کہتے ہیں۔ کہ پہلے الیاس کا آنا ضروری ہے۔ اسی طرح اگر ہماری بابت پیشگوئیاں پیش کی جاویں تو اسی قسم کے جھگڑے پیش کر دیتے ہیں جیسے یہودی کرتے تھے۔ پھر ہم قرآن سے استنباط کرتے ہیں۔ اور احادیث صحیحہ ہمارے ساتھ ہیں۔ ماسوا اس کے رہ راست تائیدات ہمارے ساتھ ہیں۔ نزول المسیح میں جو ڈیڑھ سو نشان لکھا ہے۔ کیا کوئی اس کی تکذیب کر سکتا ہے۔ غرض اس پر آپ پیشگوئیوں کا ذکر فرماتے رہے۔ آخر میں فرمایا کہ خدا کا منشا تو یہ ہے کہ یک جماعت کو تقوے پر قائم کرے۔ اور بدعات اور غلطیوں سے نجات دے۔ خدا کی طرف سے دعوت ہے جس کو چاہیگا بلا ئیگا جو آسمان پر مقرر کئے گئے ہیں وہی آرہے ہیں۔ اور جن کو نہیں بلایا گیا وہ کیسے آسکتے ہیں۔

انسان کی کمزوریوں کا عبرت انگیز نظارہ

فرمایا مومن کو اس زندگی پر ہرگز مطمئن نہیں ہونا چاہیئے۔ اس قدر بلائیں اس زندگی میں ہیں کہ جن کا شمار نہیں۔ خدانخواستہ بینائی جاتی رہے تو اندھا ہو جاتا ہے۔ اور پھر گویا موت ہی ہے۔ ایسا ہی ایک بیماری ہوتی ہے کہ پاخانہ بند ہو کر منہ کے راستہ نکلتا ہے۔ ایسا ہی گردہ اور مثانہ کی خطرناک بیماریاں ہیں کہ رنگا رنگ کے سرخ۔ سبز۔ سیاہ پتھر اندر ہی اندر بن جاتے ہیں۔ اس کا کوئی خاص سبب بھی بیان نہیں کر سکتے۔ امرا جو نفیس غذائیں اور عمدہ پانی استعمال کرتے ہیں۔ وہ ایسے امراض میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ دو شخص ایک ہی مقام پر ایک ہی قسم کی خورد و نوش رکھتے ہیں لیکن ایک ایسے عوارضات میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ دوسرا نہیں۔ غرض کچھ کہہ نہیں سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ طب کا نام ظنی علم رکھا گیا ہے۔ علل مادیہ میں یہ لوگ اسباب کی تحقیقات کرتے ہیں۔ مگر کوئی نہیں بتا سکتا کہ الہام یا کشف کے وقت جو غنودگی اور ربودگی ہوتی ہے۔ اس کا کیا باعث ہے۔ ان لوگوں کا دستور ہے کہ جب ان کو ایک بات کا سبب معلوم نہ ہو تو اس کا انکار کر دیتے ہیں۔

اسی لئے لوگ وحی اور الہام کے منکر ہیں۔ مگر یہ علوم بے انتہا ہیں۔ جب تک انسان بے اعتدالیوں کا حصہ دور نہ کرے ان سے واقف نہیں ہو سکتا۔

اخبار احمدیہ

الوداعی ایڈریس:۔ گذشتہ ۱۰ جنوری ۱۹۱۹ء کو بروز جمعہ مسلم سٹوڈنٹس کلب لاہور کی طرف سے حضرت مولانا مولوی صدر الدین صاحب بی۔ اے۔ بی ٹی کو ان کے عزم انگلستان پر الوداعی ایڈریس دیا گیا۔ جو کسی دوسری جگہ ہدیہ ناظرین کرام ہے مسلمان طلبا کی یہ سوسائیٹی جسمیں اس وقت تک زیادہ تر مسلم ہائی سکول کے طالب علم اور چند بیرونی ممبر شامل ہیں۔ جیسا کہ ان کے ایڈریس سے ظاہر ہے۔ خواجہ بشیر احمد صاحب مرحوم کے ہاتھوں قائم ہوئی تھی اور اب سید غلام مصطفےٰ صاحب بی۔ اے بی۔ ٹی خواجہ صاحب مرحوم کی جگہ بطور پریزیڈنٹ اس کی رہبری کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے پاک ارادوں کو بارآور کرے۔

ایڈریس مسلم ہائی سکول کے وسیع میدان میں دیا گیا۔ جہاں سوسائیٹی کی طرف سے مٹھائی اور پھلوں سے مہمانوں کی ضیافت بھی کی گئی۔ حضرت امیر ایدہ اللہ جلسہ کے صدر تھے۔ ایڈریس کے بعد بعض طلبا نے تقریریں کیں جنمیں عاشق حسین اور سعد اللہ خان صاحب کی تقاریر خاص طور پر قابل توجہ تھیں۔ مولینا اکبر شاہ خان صاحب کی تقریر بھی بہت پر جوش اور اسلامی تاریخی واقعات پر مشتمل تھی۔ حضرت مولینا صدر الدین صاحب اور حضرت امیر ایدہ اللہ نے جواب میں طلبا کے اس جوش اور خلوص کو بہت سراہا۔ اور بعض قابل قدر

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۶ چہارشنبہ مورخہ ۲۲ جنوری ۱۹۱۹ء نمبر ۵۳

پیام تسلیم و رضا

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کا خط

خواجہ بشیر احمد مرحوم کی وفات پر

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کو اللہ تعالٰے بیش و پیش ... خاص الخاص رحمتوں کا مورد ٹھیرایا ہے۔ آپ کا ... وجود اس وقت جماعت احمدیہ میں بہت ہی قابل قدر اخلاقی تعلیم ہونے کا ... انہیں میں سے ایک عظیم الشان نمونہ آپکا ... صبر عظیم ہے جو اپنے لائق فرزند خواجہ بشیر احمد مرحوم کی وفات پر آپ نے دکھایا۔ چنانچہ آپ کا ذیل کا خط جو جناب شیخ رحمت اللہ صاحب کے نام صادر ہوا ہے۔ اس پر ... ناظرین کرام کے فائدے کے لئے اسے ذیل میں درج کئے دیتے ہیں۔ اور امید کرتے ہیں کہ حضرت خواجہ صاحب کے لئے ... دل سے دعا کی جائے گی۔ اس خط میں آپ نے اپنی بیماری کا بھی ذکر کیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالٰے انہیں ... صحت کامل عطا فرمائے۔ آمین۔ لکھتے ہیں:-

... ۱۹۱۸ء

برادرم حضرت شیخ صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

[illegible] باقی ہوں۔

... بشیر کو مشیت ایزدی نے بلا لیا۔ خدا تعالٰے کی شان اُسی ہفتہ جب اس نے پاسپورٹ لیکر خدا کے راہ میں پہلا قدم اُٹھانا تھا۔ اور اس طرح دنیا کو اسی جہان میں چھوڑنے کے لئے سفر شروع کرنا تھا۔ اللہ تعالٰے کی عنایت نے اُسے ہمیشہ کے لئے دنیوی علائق سے چھوڑا لیا۔ ایک باپ کے قلم سے یہ کلمات شاید کسی کو انوکھے نظر آویں۔ لیکن جس وقت مجھے مرحوم کے چلے جانے کے تار ملے۔ وہ ایک بجے کا وقت تھا۔ اور نماز ظہر قریب تھی۔ اُسی وقت معاً میرے دل میں یہ خیال آیا کہ اب جو نماز میں کھڑا ہو کر میں الحمد للہ رب العالمین کہتا ہے۔ تو کیا واقعی میں سچے دل سے الحمد اس حادثہ کے بعد کہہ سکتا ہوں۔ یا یہ نماز بھی نفاق کی ہوگی۔ لیکن اگر ایک مسلمان کو ہر حال میں پانچ وقت نماز ادا کرنی ہے۔ اور ہر نماز میں الحمد ہی کئی دفعہ کہنا ہے۔ تو پھر یہ منافقت ہے۔ اگر میں اس قضا الٰہی کے ساتھ پورے طور سے رضا مند نہ ہو کر نماز ادا کروں۔ خدا کا شکر ہے کہ میں نے ایسا ہی کیا۔ اس وقت میری صحت کی حالت جس کے متعلق میں پہلے لکھ چکا ہوں۔ اور اس وقت تک بھی ایک حد تک ... نہایت ہی نازک تھی۔ اس مرض میں کسی وحشتناک خبر یا تشویش یا غم یا غصہ یا اشتعال کا آنا سخت قاتل ہے ... اس لئے از راہ شفقت سب پہلی تاریں متعلق بیماری کی ... مجھ سے چھپا رکھی تھیں۔ اور یہ تار جو صبح سے آ ... تک چھپی رہی۔ انہیں یہی خطرہ تھا ...

... ایک سال میں نے اس قدر کام کیا ہے ... بالکل تباہ ہو گئے۔ معمولی سے ... کو گرم کر دیتی ہے۔ اور اس ... پانی کے بھے سر پر ڈالنے سے ... آتی ہے۔ جو شی گھنٹہ ... پتہ لگ گیا۔ کیا خدا تعالٰے کی ... اس نازک حالت بیماری میں میرا اتنا ... اس کے سلے برنے الغور بیلا ... ایک قسم کی ... اور سر سے لیکر پاؤں تک ...

احساس مجھے دوسری دفعہ زندگی میں ہوا۔ اول اس دن جب والدہ بشیر مرحوم ۱۹۱۲ء میں اچانک دنیا سے رخصت کر گئیں اس دن بھی میرے سانحہ یہی واقعہ ہوا۔ ہاں اس وقت یہ برداشت ایک دن رہی۔ اور اس وقت یہ برداشت برابر دو دن رہی۔ گو اس عزیز کا رخصت ہو جانا۔ سو دنیوی اصول سے تو میں اُسے مدت ہوئی اپنی طرف سے رخصت کر چکا تھا۔ میں نے ایام حج میں بیت اللہ میں مقام ذبیح اللہ پر جب دو رکعت نفل ادا کئے۔ تو سجدہ میں اُسے خدا کی نذر کیا۔ میری طرف سے تو وہ عین قربانی کے دن دو سال ہوئے خدا کے آگے بطور قربانی پیش ہو چکا۔ خدا نے جب چاہا اس قربانی کو قبول کر لیا۔ جب اس نے بی۔ اے پاس کیا تو اُسے میں نے کہا کہ میں اسے خدا کی نذر کر چکا ہوں۔ لیکن اگر اسے دنیوی کاروبار کی خواہش ہے۔ تو بھی میں حاضر ہوں۔ وہ لا کلاس میں داخل ہو۔ مگر اس نے نہایت جوانمردی سے دنیا پر لات ماری۔ اور اُس نے جدائی میں میری رفاقت کرنی پسند کی۔ اور قربانی کو قبول کیا۔ اس پر اس کی بی بی کا بھی حق تھا۔ اس لئے میں نے سید محمد شاہ صاحب وکیل اور ان کی اہلیہ صاحبہ سے بھی استرضا کیا۔ اور ان کو بھی کہا کہ وہ اس فقر کی زندگی کو جو مشنری کے سامنے ہونی چاہیئے پسند کر سکتی ہوں۔ تو پھر کچھ مضائقہ نہیں۔ جو پیشہ اس کیلئے موزون سمجھیں یا پسند کریں۔ میں اس کا تائید کر سکتا ہوں۔ لیکن اللہ تعالٰے انہیں جزائے موفور عطا کرے۔ انہوں نے بھی بطیب خاطر میری خواہش کو مانا۔

سو ایک جوان عمر رسیدہ بیٹے سے جو والدین کو دنیوی توقعات ہو سکتی ہیں۔ اس سے تو مدت ہوئی میں نے قطع تعلق کر لیا وہ میری طرف سے خدا کی نذر تھا۔ پھر میرا کیا تعلق۔ وہ جس طرح چاہے اُسے لے۔ میں اس میں بھی اللہ تعالٰے کے شکر کا موقعہ دیکھتا ہوں۔ کہ خدا تعالٰے نے عین اس وقت اُٹھا لیا کہ ابھی وہ دنیا کے علائق اور گندوں سے پاک تھا۔ اور وہ ایک مسلم مشنری کے لئے تیاری کر رہا تھا۔ اس کے وہ خطوط جو اس کی خبر وفات کے بعد مجھے ملے اور وہ اس کے اپنے ہاتھ کے تھے ان میں بھی اگر اسے تڑپ تھی تو اس امر کی کہ مولوی صدر الدین صاحب کو اشتغال مدرسہ کے بعد چونکہ فرصت نہیں۔ اس لئے وہ پورا وقت حدیث کے لئے اُسے نہیں دے سکتے۔ دوسرے خط میں مرحوم کی طرف سے انتہا درجہ کی خوشی کا اظہار اس امر پر تھا کہ حضرت قبلہ مولوی محمد علی صاحب کی طرف سے اب اعلان ہوا ہے کہ اگر کوئی مسلم مشنری زندگی اختیار کرنا چاہے تو حضرت قبلہ خود اُسے تعلیم دیں گے۔ مرحوم مجھے اطلاع دیتا ہے کہ اب میرا مولوی صاحب قبلہ پر اس اعلان کے بعد خاص حق ہو گیا ہے۔ اب ان کا فرض ہے کہ مجھے خود تعلیم دیں۔ اور طیار کریں۔ یہ خطوط اس کی وفات سے دو ہفتہ پہلے کے ہیں۔ جو بچہ ان خواہشوں اور امنگوں میں ہو جس کے اوقات علم دین کے حاصل کرنے میں گذریں۔ اور جو دنیا کو لات مارنے پر طیار ہو۔ اب اگر وہ جیفۂ دنیا سے اُٹھا لیا جاوے۔ اور اس پر لا انتہا ترقیات اور عطاء غیر مجذوذ کا دروازہ بلا اس محنت شاقہ کے جو ایک مومن کو اس دار الابتلا میں نفس مطمئنہ پیدا کرنے کے لئے اُٹھانی پڑتی ہیں۔ کھل جاوے تو پھر میں کیوں خبر وفات سننے کے بعد ہی جو نماز پڑھوں اس میں الحمد ... با دل صد درد بیشک ... لیکن نفاق سے خالی نہ کہوں۔

مرحوم کی بیوی جس نے اپنے شوہر کے ساتھ پوری رفاقت کی نہایت ہی سعید لڑکی تھی۔ نور تعلیم سے خالی نہ تھی۔ جیسے کہ آپ کو علم ہے۔ شادی کے بعد اس نے زیادہ وقت دینیات کا علم حاصل کرنے میں گذارا۔ اس کی بھی یہی خواہش مرتے دم تک تھی۔ کہ وہ میری مدد یہاں آکر مشن میں کرے۔ اس کے سر سے بھی دنیوی جوش سب نکل چکے تھے۔ وہ پورے ارادے سے اپنے شوہر کی رفاقت کرنا چاہتی تھی۔ یہی اس کے خطوط مجھے برابر آتے تھے۔ ایسی بی بی کس طرح دنیا میں اپنے شوہر کے بعد رہ سکتی تھی۔ اس نے حق رفاقت ادا کیا۔ اللہ تعالٰے ان دونوں کو جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور ان کے والدین کو صبر جمیل عطا کرے۔ اور انہیں جس طرح چاہے نعم البدل عطا کرے۔

خادم

خواجہ کمال الدین۔

بائیبل کے الہامی ہونیکا ثبوت

مسیحی معاصر "نور افشاں" نے بائیبل کے الہامی ہونے کے متعلق جان ولیسلی نامی کسی شخص کی طرف سے "مختصر لیکن نہایت اعلٰے ثبوت" پیش کئے ہیں جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ

"بائیبل نیک آدمیوں۔ فرشتوں۔ بدکار آدمیوں یا شیطان۔ یا خدا کی ایجاد ہے۔ (۱) ممکن نہیں کہ نیک آدمیوں یا فرشتوں نے اس کتاب کو تصنیف کیا کیونکہ ممکن نہیں کہ وہ خود اس کو تصنیف کریں۔ اور پھر کہیں کہ "رب الافواج فرماتا ہے" (۲) ممکن نہیں کہ بدکاروں اور شیطان نے اس کو تصنیف کیا۔ اس لئے کہ یہ قیاس میں نہیں آتا کہ وہ ایک ایسی کتاب کو تصنیف کریں جس میں نیک فرائض کی پابندی کی ہدایت اور گناہ کی مخالفت ہو۔ اور خود لکھنے والوں کا جہنم میں ابدی سزا کا ذکر ہو۔ (۳) لہٰذا یہ نتیجہ صاف ہے کہ بائیبل الہامی یا خدا کی طرف سے ہے"

لیکن بہتر ہوتا کہ ہمارا معاصر اس "اعلٰے ثبوت" کے ساتھ ہی اپنی حاشیہ افزائی میں ہمارے ان اعتراضات کا بھی جواب دیدیتا جو موجودہ اناجیل کے غیر الہامی ہونے کے متعلق ہم بعض گذشتہ اشاعتوں میں پیش کر چکے ہیں۔ اور متعدد حوالجات سے یہ دکھا چکے ہیں کہ خود انجیل کو چھپوا کر شایع کرنے والے اس کی تحریف پر شاہد ہیں۔

اس سے بھی بڑھ کر جان ولیسلی صاحب ہی کے طریق استدلال کے مطابق ہم اپنے لائق معاصر سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں۔ کہ بائیبل میں جہاں یہ ذکر آجائے کہ "سو خداوند کا بندہ موسٰی خداوند کے حکم کے موافق موآب کی سرزمین میں مر گیا۔ اور اس نے اُسے موآب کی ایک وادی میں بیت فغور کے مقابل گاڑا۔ پر آجکے دن تک کوئی اسکی قبر کو نہیں جانتا" اور بالخصوص بائیبل کے ان حصص میں یہ فقرہ مندرج ہو جو حضرت موسٰے کا الہام سمجھے جاتے ہیں۔ تو آیا اسے بھی جان ولیسلی کے طریق استدلال کے مطابق بائیبل کے الہامی ہونے پر بطور ایک شاہد ناطق سمجھا جائیگا؟

بس اک نگاہ پہ ٹھیرا ہے فیصلہ دل کا

موسٰے مر گیا۔ اس کی قبر کو کوئی نہیں جانتا اسکی عمر ایک سو بیس برس کی تھی۔ یہ الہام آیا اللہ تعالٰے کی طرف سے حضرت موسٰے پر الہام ہوا جیسا کہ موجودہ بائیبل سے پتہ چلتا ہے۔ یا بعد کی دسترس کا نتیجہ ہے۔

امید کہ ہمارا لائق معاصر اس پر روشنی ڈالکر بائیبل کے الہامی ہونے پر ایک بہت بڑے اعتراض کو دور کرنے کی کوشش کرے گا۔

لغو اعتراضات

افسوس ہے کہ آریہ سماج کی طرف سے کبھی کوئی ایسا اعتراض سُننے میں نہیں آیا جو تہذیب و شائستگی کا پہلو لئے ہوئے ہو بھرے مجمعوں کے اندر اونچے اونچے پلیٹ فارموں سے علانیہ ایسے ایسے آوازے کستے ہیں۔ کہ مہذب کانوں تک ان کا پہنچنا بھی سخت شرمناک ہے۔ گذشتہ سال سے کسی مرند شانتی سروپ نامی کا فرخ آباد سے پنجاب میں ورود کیا ہوا۔ آریہ سماج کی اس باسی کڑھی میں اُبال آ گیا۔ اور اس قسم کے لغو اعتراضات جن کا اصول مذہب سے تو کوئی تعلق نہیں۔ صرف غیر متین اشخاص کو خوش کر دینے کے لئے کافی ہیں۔ بار بار دُھرائے جا رہے ہیں۔ چنانچہ یہی مہاشہ شانتی سروپ صاحب لکھتے ہیں:-

"آریہ سماج کے سالانہ جلسے پر میں نے کہا تھا کہ اگر امام صاحب بحالت نماز گوز زنی فرما دیں یعنی ہوا نکل جائے۔ اور شرم کی وجہ سے کسی سے نہ کہیں۔ اور نہ ہی خلیفہ بنائیں بلکہ سب ایسی حالت میں نماز سے فارغ ہو کر جائیں۔

اس کے بعد امام صاحب خدا سے ڈر کر اپنے جرم گوز زنی کا اقرار کریں۔ تو سب کو نماز بعد امام صاحب کے پھر سے پڑھنا پڑے گی۔ کیونکہ اس صورت میں گو زا امام قطعاً و یقیناً جملہ مقتدیوں کا نماز شکن ہے فرانس کے میدان کی توپوں کی زد سے بچ نکلنا تو ممکن ہے۔ لیکن امام صاحب کی گوز کی زد سے ایک مقتدی کی نماز کا بچ رہنا ... ہے۔ یہ وہ صورت

ہے۔ جس کا جواب روئے زمین کے مسلم بھی نہیں دے سکتے۔ کیونکہ عائد شدہ اعتراض خاص صورت میں ہے۔ جس کا جواب امر محالات میں سے ہے۔"

اس میں شک نہیں کہ روئے زمین کے مسلم اس لغو اعتراض کا جواب دینے سے قاصر ہیں۔ کیونکہ ان کی شان ہے کہ اذا خاطبہم الجاہلون قالوا سلاما۔ لیکن مہاشہ صاحب مہربانی کر کے یہ بھی تو فرما دیں کہ کسی ایک شخص کے قصور اور گناہ کا اثر ساری جماعت پر ہوا ہو۔ کہ اثنائے نماز میں شیطان کا پڑنا اور سب کی نماز فاسد ہو جانا۔ یہ آپ نے کہاں سے دیکھا۔ کیا اس کا کوئی ثبوت آپ کے پاس ہے؟

مہاشہ صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ تلک الغرانیق العلیٰ فان شفاعتہن لترتجیٰ کا شیطانی الہام آنحضرت صلعم پر القا ہوا تھا اور اس کے ثبوت میں تفاسیر کا ذکر کیا ہے۔ لیکن بہتر ہوتا کہ تفاسیر کا نام لینے سے پہلے وہ اپنے ہاں کے پورانوں اور شنکراچاریہ جیسے فاضل شارحین وید کی شرحوں پر نظر کر لیتے کیوں آریہ سماج کے بالمقابل ویدک بھاشیہ اور مہیدھر وغیرہ کے تراجم قابل استفادہ و لائق حجت نہیں۔ کیوں ان تراجم کی بنا پر یہ سمجھنا جائز نہیں۔ کہ ویدوں میں مہادیو کی پوجا کی تعلیم دی گئی ہے۔ تعجب ہے کہ مسلمانوں کے بالمقابل ایسی ایسی لغو تفاسیر حجت ٹھہر جائیں۔ جن کا نہ کوئی سر ہے نہ پیر۔ اور خود ویدوں کی صراحت النص سے بھی کانوں پر ہاتھ رکھ لئے جائیں۔

لیکن ہم مہاشہ شانتی سروپ کو چیلنج دیتے ہیں کہ وہ آئیں اور کسی معتبر تفسیر سے ہمیں یہ دکھا دیں جو ہمارا انہوں نے یہ تسلیم کیا ہو کہ آنحضرت صلعم کی زبان پر یہ الفاظ کبھی جاری بھی ہوئے تھے۔ یہ جائیکہ آپ پر القا اور الہام ہوں۔ رازی بیضاوی۔ روح المعانی۔ تفسیر ابن کثیر اور اور ایسی ہی معتبر تفاسیر سے کیا مہاشہ صاحب اس کو ثابت کر کے دکھا سکیں گے؟

فلا تقربا ھذہ الشجرۃ سے گیہوں کا درخت مراد لینا بھی مہاشہ صاحب ہی کی شان خصوصی ہے۔ ورنہ قرآن کی نہ یہ مراد ہے۔ اور نہ اس نے گیہوں کھانے کو موجب گناہ قرار دیا الشجرۃ سے مراد اس نے خود بنا دی جہاں دوسری جگہ لا تقربوا الفواحش میں اس کی تصریح فرمائی۔

ایسے ہی جنت کے متعلق بھی بہت سے لغو اعتراضات کئے ہیں کہ اس دنیا کی جنت کونسی ہے۔ مرزائی کس جنت میں داخل ہونگے آدم کا گناہ تمام نسل آدم میں جو اس سے بدرجہا کمزور ہے موجود ہونا ضروری ہے۔ مؤخر الذکر خیال کسی عیسائی کے منہ سے نکلتا۔ تو بہتر تھا۔ ایک ایسے انسان کے منہ سے جو کرم جونی اور بھوگ جونی کا قائل ہو یہ اعتراض کچھ موزوں نہیں معلوم ہوتا۔ باقی اس دنیا کی جنت کے متعلق خود آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ جیحون اور سیحون انہار جنت سے ہیں۔ اور وہ ملک شام میں واقعہ ہیں۔

مرزائیوں کی فکر کرنے کی مہاشہ صاحب کو ضرورت نہیں خدا تعالیٰ خود جہاں چاہے گا انہیں رکھے گا۔ اور انشاء اللہ اسی جنت میں رکھے گا۔ جس کے متعلق وما ھم منہا بمخرجین کا ارشاد ہو چکا ہے۔

اختلاف کثیر

قاعدہ ہے کہ جو بات اپنے پاس سے جھوٹ موٹ بنا کر پیش کی جائے وہ علاوہ بعض دیگر بیرونی شہادات کے خود قائل کے منہ سے بھی اپنا جھوٹ ہونا منوا لیتی ہے۔ عموماً ایسی جھوٹی باتیں بنانے والوں کے منہ سے ایسے بہت سے کلمات نکل جاتے ہیں۔ جو ایک دوسرے کے صریح متناقض و متضاد ہوتے ہیں۔ اسی اصل کی طرف قرآن کریم نے اشارہ کیا ہے جہاں ارشاد فرمایا لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا۔ اگر یہ قرآن غیر اللہ کی طرف سے ہوتا اور اپنے پاس سے جھوٹ بیان کیا گیا ہوتا کہ وہ اللہ کی طرف سے ہے تو ہمیں اختلاف کثیر پایا جاتا۔

اس قسم کی بہت سے شہادات ہمارے سامنے ہیں جن میں بعض جھوٹ بنانے والے ایسے اختلاف کثیر کے مرتکب ہو کر خود ہی اپنے کذب پر مہر کر گئے۔ بعض اس قسم کی مثالیں ہم اپنے ایک سابقہ افتتاحیہ "کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی" میں بھی دے چکے ہیں۔

افسوس ہے کہ جو ان حضرات جناب میاں صاحب کے بیانات کو پڑھنے اور ان کی تصنیفات سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں۔ اس اختلاف کثیر ہی کا انہیں مرتکب پاتے ہیں۔ چنانچہ اس جگہ بھی ایک اسی قسم کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ اپنے جدید رسالہ حقیقۃ الامر میں انہوں نے آنحضرت صلعم پر اپنے دعوے کی مدت دراز تک تاویل کرتے رہنے کا الزام دیتے ہوئے صاف لفظوں میں یہ لکھا ہے کہ

"باوجود اس کے کہ صاف طور پر آپ کو نبی کہا گیا آپ نے ایک مدت دراز تک اس دعوی کی تاویل کی اور فرماتے رہے کہ موسے پر مجھے ترجیح نہ دو۔ اور یونس پر مجھے ترجیح نہ دو . . . .
مگر بعد میں وفات سے پانچ چھ سال پہلے کے قریب آکر الٹ کہا اور صاف لفظوں میں سب دنیا کی طرف مبعوث ہونے اور سب نبیوں سے افضل ہونے کا ذکر فرمایا۔"

اس کا نہایت معقول جواب حضرت امیر ایدہ اللہ اپنی تازہ ترین تصنیف مرآۃ الحقیقت میں دے چکے ہیں جس میں خود میاں صاحب کی ہی کتاب "حقیقۃ الرؤیا" سے اس کے خلاف ان کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ

"اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں انبیا کی عظمت اور بڑائی بیان کرنے کے لئے فرمایا۔ کہ یونس اور موسے پر مجھے فضیلت نہ دو"

لیکن صرف حقیقۃ الرؤیا ہی نہیں۔ اس سے پہلے "الفضل" کے اندر ان کا ایک اپنا خط چھپا ہوا موجود ہے۔ جس میں اسی فضیلت کے سوال پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے تو مدینہ میں یہود و مسیحی بھی موجود تھے۔ یہود زیادہ اور مسیحی کم۔ لیکن آس پاس بہت تھے۔ چونکہ مقابلہ تھا۔ اس لئے جب آپس میں ملتے تو ایک دوسرے کو چڑانے کے لئے کہتا کہ ہمارا نبی سب سے بڑا ہے۔ دوسرا اس سے اپنی نبی کو بڑھاتا ہے۔ اس کا نتیجہ آخر کیا نکلتا۔ دوسرے مذاہب تو پہلے ہی تباہ ہو چکے تھے۔ اسلام بھی تباہ ہو جاتا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھو انبیا کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو۔ اور اس طرح اپنی امت کو اس تباہی سے بچا لیا۔ ان کو خود مثال دی۔ اس میں اپنی فضیلت بھی بتا دی۔ تاکہ اس سے یہ خیال نہ پیدا ہو۔ کہ رسول اللہ افضل نہیں ہیں۔
. . . . اصل غرض ایک تو فساد کو روکنا تھی۔ دوسرے یہ کہ چونکہ آپ انسان تھے۔ بشریت کے اظہار کے لئے بعض ایسی باتوں میں جو کمالات نبوت سے تعلق نہیں رکھتیں۔ دوسرے انبیا بلکہ غیر نبی بھی آپ سے بڑھ سکتے ہیں جیسے لکھنے پڑھنے کی مثال دی ہے۔ لیکن اس سے وہ آپ سے افضل نہیں کہلا سکتے۔"

ایک اور اس سے بھی بڑھ کر صاف حوالہ میاں صاحب کے وہ الفاظ ہیں جو درس الحدیث کے عنوان سے اکتوبر ۱۹ء کے تشحیذ الاذہان میں صفحہ ۱۵ پر چھپے ہوئے موجود ہیں۔ آپ لکھتے ہیں اور کس قدر صفائی کے ساتھ یہ شہادت دیتے ہیں کہ

"اس سے آپ کی مراد فساد کو روکنا تھا اور ادب سکھلانا تھا نہ یہ بتانا کہ آپ حضرت موسٰی سے افضل نہیں۔ افضل تو آپ سب انبیاء سے ہیں"

ان متضاد و متناقض بیانات کے ہوتے کون عقل مند ہے جو میاں صاحب کے اس خیال کو کہ آنحضرت صلعم مدت دراز تک اپنے دعوے کی تاویل کرتے رہے۔ اور موسٰی اور یونس پر اپنے آپ کو فضیلت نہ دیتے رہے۔ قبول کرنے کے لئے تیار ہو۔ میاں صاحب نے اپنے موجودہ بیان میں اس واقعہ کو ابتدائی واقعہ بیان کیا ہے۔ حالانکہ اپنے مندرجہ بالا سابقہ بیانات میں اسے مدینہ کا واقعہ تسلیم کر چکے ہیں۔ جو از روئے حدیث بالکل صحیح ہے۔

کیا ہم امید کریں کہ جماعت محمودیہ کے ہوشمند انسان اس اختلاف کثیر سے عبرت حاصل کر کے اس سے کنارہ کشی اختیار کریں گے۔ یا کم از کم خلافت مآب سے ان متضاد بیانات کی تطبیق کرا کر دکھائیں گے +

* * *

ایک اور مثال

اسی قسم کی ایک اور مثال یہ ہے۔ حقیقۃ الرؤیا میں جو میاں صاحب کے ۱۹۱۷ء کے جلسہ سالانہ کی تقاریر کا مجموعہ ہے۔ انہوں نے یہ صاف لکھا ہے کہ

"میرے نزدیک مامور کے معنے نبی ہی کے ہیں۔"
(حقیقۃ الرؤیا صفحہ ۱۰)

لیکن "الفضل" کے اسی پرچہ میں جس کا نام اوپر حوالہ دے چکے ہیں (۱۰ جنوری ۱۹۱۵ء) وہ لکھتے ہیں:

"یہ یاد رہے . . . . ہر ایک نبی مامور ہے۔ ہر مامور رسول یا نبی نہیں"

ہمیں صرف اسی قدر معلوم ہو جانا چاہیئے۔ کہ ان دونوں میں سے کون سا بیان صحیح ہے۔ پہلا یا پچھلا۔ اگر پچھلا یعنی دسمبر ۱۹ء کا بیان صحیح ہے۔ تو . . .

"ہر مامور رسول یا نبی نہیں"

سو کیا سمجھا جائے۔ اور آیا اس کی بنا پر یہ سمجھنا جائز ہوگا کہ مجددین مامور من اللہ نہیں ہوتے۔ اور ان اللہ یبعث الخ سے ان کے مامور من اللہ ہونے کا استدلال غلط ہے۔ اس صورت میں حضرت مسیح موعود کا بھی یہ بیان کہ محدث بعینہ انبیا کی طرح مامور کیا جاتا ہے کیا سمجھا جائے گا۔

لیکن اگر جیسا کہ حق ہے۔ سابقہ بیان ہی صحیح ہو اور بقول میاں صاحب . . . مامور کے لئے رسول یا نبی ہونا شرط قرار نہ دیا جائے۔ تو اس آخری بیان کی توجیہ میاں صاحب مہربانی کر کے اپنے قلم سے فرما دیں مگر لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا کو مدنظر رکھ کر۔

"شریعت پر قائم ہو جاؤ"

آج کے بہرۂ مراسلات میں حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کی ایک ضروری مراسلت بعنوان "کامیاب ہونا چاہتے ہو تو شریعت پر قائم ہو جاؤ" درج کی جاتی ہے۔ اس سے قبل اسی موضوع پر حضرت شاہ صاحب دو مراسلتوں میں بہت کچھ لکھ چکے ہیں۔ اور قوم کو اس صراط مستقیم کی طرف جو قرآن کریم نے مسلمانوں کے لئے قائم کیا ہے۔ اور جو کامیابی کی حقیقی راہ ہے متواتر مرجع بلا چکے ہیں۔

فی الحقیقت مسلمانوں نے جس دن سے شریعت غرائے مصطفویہ سے انحراف شروع کیا ہے۔ اسی وقت سے انکا قدم معرض زوال میں ہے۔ لاکھ اپنی ترقی کی تدبیریں کریں علوم مروجہ کو جتنا چاہیں حاصل کریں۔ اعلیٰ اعلیٰ عہدوں پر ترقی یاب ہوں۔ یہاں تک کہ سپریم گورنمنٹ کا تخت زریں بھی ان کی نشست گاہ بن جائے۔ غرض اسلام اور اسکے احکام کو چھوڑ کر مغربیت کا لبادہ سر سے پاؤں تک اوڑھ لیں پھر بھی وہ کامیابی وہ تسلط۔ اور دنیا پر اقتدار انہیں حاصل نہیں ہو سکتا۔ جو ان ایام میں جبکہ وہ شریعت حقہ کے پیرو تھے انہیں نصیب تھا۔ ان اپنے رسوم و رواج کو چھوڑ کر اسلام کو اپنا مقتدا اور رہبر بنا لے اور زبانی ایمان کے ساتھ عملاً بھی شریعت حقہ پر گامزن ہونے کے ساتھ ہی انہیں سب کچھ حاصل ہوگا۔ آخر غور کا مقام ہے۔ اس وقت بھی یہی مسلمان تھے۔ جب ابھی علوم مروجہ انہوں نے حاصل نہ کئے تھے۔ لیکن اب جبکہ ایک کثیر حصہ حاصل کر چکا ہے۔ تو کس قدر اپنی اہمیت انہوں نے دنیا کو منوائی کس قدر کامیابی ان کو دنیا میں حاصل ہوئی ہے۔ بلکہ روز بروز تنزل میں جا رہے ہیں۔

یہی حال احمدیوں کا بھی ہے مسیح موعود کی بیعت کوئی کفارہ نہیں کہ بیعت کر لی۔ اور پاک ہو گئے۔ اور سب کچھ مل گیا۔ ضرورت ہے کہ عملی طور پر دین کو دنیا پر مقدم کیا جائے۔ اور قرون اولے کے مسلمانوں کی طرح اپنی خود ساختہ رسوم و رواجات اور بری عادات کو چھوڑ کر ٹھیٹھ اسلامی نمونہ دکھایا جائے۔ نہ صرف یہی بلکہ اپنے آئے دن کے تنازعات کا فیصلہ شریعت غرا کے تحت کیا کریں۔ کہ اسی میں ان کی کامیابی مضمر ہے۔

امید ہے۔ کہ حضرت شاہ صاحب کی ان مخلصانہ نصائح کو عبرت کی آنکھوں سے دیکھا جائے گا۔ اور ان پر عمل پیرا ہونے کی پوری کوشش کی جائیگی ○

جلد ۶ | مدینۃ المسیح لاہور یکشنبہ ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۳۷ہجری مطابق ۲۶ جنوری ۱۹۱۹ عیسوی | نمبر ۵۵

ملفوظات حضرت مسیح موعود

بیعت کی غرض

ہر ایک شخص جو میرے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے۔ اس کو سمجھ لینا چاہیئے کہ اسکی بیعت کی کیا غرض ہے۔ کیا وہ دنیا کیلئے بیعت کرتا ہے۔ یا اللہ تعالےٰ کی رضا کیلئے بیعت سے ایسے بدقسمت انسان ہوتے ہیں کہ ان کی بیعت کی غایت اور مقصود صرف دنیا ہوتی ہے۔ وہ بیعت سے ان کے اندر کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی۔ اور وہ حقیقی یقین اور معرفت کا نور جو حقیقی بیعت کے نتائج اور ثمرات ہیں ان میں پیدا نہیں ہوتا۔ ان کے اعمال میں کوئی خوبی اور صفائی نہیں آتی نیکیوں میں ترقی نہیں کرتے گناہوں سے بچتے نہیں۔ ایسے لوگوں کو جو دنیا کو ہی اپنا اصل مقصود ٹھیراتے ہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ

دنیا روزے چند آخر کار با خداوند

یہ چند روزہ دنیا تو ہر حال میں گذر ہی جاوے گی۔ خواہ تنگی میں گذرے یا خواہ فراخی میں۔ مگر آخرت کا معاملہ بڑا سخت معاملہ ہے۔ وہ ہمیشہ کا مقام ہے اور اس کا انقطاع نہیں ہے۔ پس اگر اس مقام میں وہ اسی حالت میں گیا کہ خدا سے اس نے صفائی کر لی تھی۔ اور اللہ تعالےٰ کا خوف اس کے دل پر مستولی تھا اور وہ معصیت سے توبہ کر کے ہر ایک گناہ سے جس کو اللہ تعالےٰ نے گناہ کر کے پکارا ہے بچتا رہا تو خدا کا فضل اس کی دستگیری کرے گا اور وہ اس مقام پر ہوگا کہ خدا اس سے راضی ہوگا۔ اور اگر ایسا نہیں کیا بلکہ لاپروائی کیساتھ اپنی زندگی بسر کی ہے۔ تو پھر اس کا انجام خطرناک ہے۔ اس لئے بیعت کرتے وقت فیصلہ کر لینا چاہیئے کہ بیعت کی کیا غرض ہے اور اس سے کیا فائدہ حاصل ہوگا۔ اگر محض دنیا کی خاطر ہے۔ تو بیفائدہ ہے لیکن اگر اللہ تعالےٰ کی رضا اور دین کیلئے ہے۔ تو ایسی بیعت مبارک اور اپنی اصل غرض اور مقصد کو ساتھ رکھنے والی ہے جس سے ان فوائد اور منافع کی پوری امید کی جاتی ہے جو سچی بیعت سے حاصل ہوتے ہیں۔ ایسی بیعت سے انسان کو دو بڑے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ ایک۔ تو یہ کہ وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے۔ اور حقیقی توبہ انسان کو خدا تعالےٰ کا محبوب بنا دیتی ہے۔ اور اس سے پاکیزگی اور طہارت کی توفیق ملتی ہے۔ جیسے اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے کہ ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطہرین یعنی اللہ تعالےٰ توبہ کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے۔ اور نیز ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے۔ جو گناہوں کی کشش سے پاک ہونے والے ہیں۔ توبہ حقیقت میں ایک ایسی شے ہے۔ کہ جب وہ اپنے حقیقی لوازمات کیساتھ کی جاوے تو اس کے ساتھ ہی انسان کے اندر ایک پاکیزگی کا بیج بو یا جاتا ہے جو اس کو نیکیوں کا وارث بنا دیتا ہے۔ یہی باعث ہے جو آنحضرت صلعم نے بھی فرمایا ہے کہ گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہوتا ہے۔ کہ گویا اس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ یعنی توبہ سے پہلے گناہ اس کے معاف ہو جاتے ہیں اس وقت سے پہلے جو کچھ بھی اس کے حالات تھے اور جو بیجا حرکات اور بے اعتدالیاں اس کے چال چلن میں پائی جاتی تھیں۔ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے ان کو معاف کر دیتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے ساتھ ایک عہد صلح باندھا جاتا ہے۔ اور نیا حساب شروع ہوتا ہے۔ پس اگر اس نے خدا تعالےٰ کے حضور سچے دل سے توبہ کی ہے۔ تو اسے چاہیئے کہ اب اپنے گناہوں کا نیا حساب نہ ڈالے۔ اور ہمیشہ اپنے آپ کو گناہ کی ناپاکی سے آلودہ نہ کرے۔ بلکہ ہمیشہ استغفار اور دعاؤں کے ساتھ اپنی طہارت اور صفائی کی طرف متوجہ رہے۔ اور خدا تعالےٰ کو راضی اور خوش کرنے کی فکر میں لگا رہے۔ اور انسان کی زندگی کے حالات پر نادم اور شرمسار رہے۔ جو توبہ سے زمانہ سے پہلے گذری۔ انسان کی عمر کے کئی حصے ہوتے ہیں اور ہر ایک حصہ میں کئی قسم کے گناہ ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک حصہ جوانی کا ہوتا ہے جسمیں اسکے حسب حال جذبات کسل وغفلت ہوتی ہے۔ پھر دوسری عمر کا ایک حصہ ہوتا ہے جسمیں دغا۔ فریب۔ ریاکاری۔ اور مختلف قسم کے گناہ ہوتے ہیں غرض عمر کا ہر ایک حصہ اپنے طرز کے گناہ رکھتا ہے۔ پس یہ خدا تعالےٰ کا فضل ہے کہ اس نے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔ اور وہ توبہ کرنیوالے کے گناہ بخش دیتا ہے۔ اور توبہ کے ذریعہ انسان پھر اپنے رب سے صلح کر سکتا ہے۔ دیکھو انسان پر جب کوئی جرم ثابت ہو جائے۔ تو وہ قابل سزا ٹھیر جاتا ہے جیسے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے انہ من یأت ربہ مجرما فان لہ جھنم لا یموت فیھا ولا یحییٰ یعنی جو اپنے رب کے حضور مجرم ہوکر آتا ہے اس کی سزا جہنم ہے وہاں نہ وہ جیتا ہے نہ مرتا ہے۔ یہ ایک جرم کی سزا ہے۔ اور جو ہزاروں لاکھوں جرموں کا مرتکب ہو اس کا کیا حال ہوگا۔ لیکن اگر کوئی شخص عدالت میں پیش ہوا اور بعد ثبوت جرم اس پر فرد قرارداد جرم بھی لگ جاوے۔ اور اسکے بعد عدالت اس کو چھوڑ دے تو کس قدر احسان عظیم اس حاکم کا ہوگا اب غور کرو یہ توبہ وہی بریت ہے جو فرد قرارداد جرم کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ توبہ کرنے کے ساتھ ہی اللہ تعالےٰ پہلے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ اس لئے انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھے کہ کس قدر گناہوں میں وہ مبتلا تھا۔ اور ان کی سزا کس قدر اس کو ملنے والی تھی۔ جو اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل سے معاف کر دی پس تم نے جو توبہ کی ہے چاہیئے کہ تم اس توبہ کی حقیقت سے واقف ہو کر ان تمام گناہوں سے بچو جن میں تم مبتلا تھے۔ اور جن سے بچنے کا تم نے اقرار کیا ہے۔ ہر ایک گناہ خواہ وہ زبان کا ہو یا آنکھ کا یا کان کا۔ غرض ہر اعضاء کے جدا جدا گناہ ہیں۔ ان سے بچتے رہو کیونکہ گناہ ایک زہر ہے جو انسان کو ہلاک کر دیتی ہے۔ گناہ کی زہر دفعتاً خونخوار جسم ہر طرح سرایت کرتی ہے۔ اور آخر اس مقدار اور حد تک پہنچ جاتی ہے جہاں انسان ہلاک ہو جاتا ہے۔ پس بیعت کا پہلا فائدہ توبہ ہے کہ یہ گناہ کی زہر کے لئے تریاق ہے۔ اس کے اثر سے محفوظ رکھتی ہے اور گناہوں پر ایک خط نسخ پھیر دیتی ہے۔ دوسرا فائدہ اس توبہ سے یہ ہے کہ اس توبہ میں ایک قوت و استحکام ہوتا ہے جو امور من اللہ کے ہاتھ پر سچے دل سے کی جاتی ہے۔ انسان جب خود توبہ کرتا ہے تو وہ اکثر ٹوٹ جاتی ہے۔ بار بار توبہ کرتا اور بار بار توڑتا ہے۔ مگر مامور من اللہ کے ہاتھ پر جو توبہ کی جاتی ہے جب وہ سچے دل سے کریگا۔ تو چونکہ اللہ تعالےٰ کے ارادہ کے موافق ہوگی۔ وہ خدا خود اسے قوت دے گا اور آسمان سے ایک طاقت ایسی دی جائے گی جس سے وہ اس پر قائم رہ سکیگا اپنی توبہ اور مامور کے ہاتھ پر توبہ میں یہی فرق ہے کہ پہلی کمزور ہوتی ہے دوسری مستحکم۔ کیونکہ اس کے ساتھ مامور کی اپنی توجہ کشش اور دعائیں ہوتی ہیں جو توبہ کرنے والے کے عزم کو مضبوط کرتی ہیں۔ اور آسمانی قوت اسے پہنچاتی ہیں جس سے ایک پاک تبدیلی اس کے اندر شروع ہو جاتی ہے۔ اور نیکی کا بیج بویا جاتا ہے۔ جو آخر ایک باردار درخت بن جاتا ہے۔ پس اگر صبر اور استقامت رکھو گے تو تھوڑے دنوں کے بعد دیکھو گے کہ تم پہلی حالت سے بہت آگے گذر گئے ہو۔

غرض

اس بیعت کا جو میرے ہاتھ پر کیجاتی ہے۔ دو فائدے ہیں ایک تو یہ کہ گناہ بخشے جاتے ہیں۔ اور انسان خدا تعالےٰ کے وعدے کے موافق مغفرت کا مستحق ہوتا ہے۔ دوسرے۔ مامور کے سامنے توبہ کرنے سے طاقت ملتی ہے۔ اور انسان شیطانی حملوں سے بچ جاتا ہے۔ یاد رکھو اس سلسلہ میں داخل ہونے سے دنیا مقصود نہ ہو بلکہ خدا تعالےٰ کی رضا مقصود ہو۔ کیونکہ دنیا تو گذر جانے کی جگہ ہے وہ تو کسی نہ کسی رنگ میں گذر جائے گی۔

شب تنور گذشت و شب سمور گذشت

دنیا اور اس کے اغراض و مقاصد کو بالکل الگ رکھو ان کو دین کے ساتھ ہرگز نہ ملاؤ۔ کیونکہ دنیا فنا ہونے والی چیز ہے اور دین اور اس کے ثمرات باقی رہنے والے۔ دنیا کی عمر بہت تھوڑی ہوتی ہے۔ تم دیکھتے ہو کہ ہر آن اور ہر دم میں ہزاروں موتیں ہوتی ہیں مختلف قسم کی وبائیں اور امراض دنیا کا خاتمہ کر رہی ہیں کبھی ہیضہ تباہ کرتا ہے۔ اب طاعون ہلاک کر رہی ہے۔ کسی کو کیا معلوم ہے کہ کون کب تک زندہ رہے گا جب موت کا پتہ نہیں کہ کس وقت آجائے گی۔ پھر کیسی غلطی اور بیہودگی ہے۔ کہ اس سے غافل رہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ آخرت کی فکر کرو۔ جو آخرت کی فکر کرے گا۔ اللہ تعالےٰ دنیا میں بھی اس پر رحم کرے گا۔ اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے کہ جب انسان مومن کامل بنتا ہے۔ تو وہ اس کے اور اسکے غیر میں فرق رکھ دیتا ہے۔ اس لئے پہلے مومن بنو۔ اور یہ اسیطرح ہو سکتا ہے کہ بیعت کی خالص اغراض کے ساتھ جو خدا ترسی اور تقویٰ پر مبنی ہیں۔ دنیا کے اغراض کو ہرگز نہ ملاؤ۔ نمازوں کی پابندی کرو۔ اور توبہ و استغفار میں مصروف رہو۔ نوع انسان کے حقوق کی حفاظت کرو۔ اور کسی کو دکھ نہ دو۔ راستبازی اور پاکیزگی میں ترقی کرو تو اللہ تعالےٰ ہر قسم کا فضل کرے گا۔ عورتوں کو بھی اپنے گھروں میں نصیحت کرو۔ کہ وہ نماز کی پابندی کریں۔ اور ان کو گلہ شکوہ اور غیبت سے روکو۔ پاکبازی اور راستبازی ان کو سکھاؤ۔ ہماری طرف سے صرف سمجھانا شرط ہے۔ اس پر عملدرآمد کرنا تمہارا کام ہے۔

پانچوں وقت اپنی نمازوں میں دعا کرو۔ اپنی زبان میں بھی دعا کرنی منع نہیں ہے۔ نماز کا مزا نہیں آتا ہے جبتک حضور نہ ہو اور حضور قلب نہیں ہوتا۔ جبتک عاجزی نہ ہو۔ عاجزی جب پیدا ہوتی ہے جو یہ سمجھ آجاوے کہ کیا پڑھتا ہے۔ اس لئے اپنی زبان میں اپنے مطالب پیش کرنے کے لئے جوش اور اضطراب پیدا ہو سکتا ہے۔ مگر اس سے یہ ہرگز نہیں سمجھنا چاہیئے کہ نماز کو اپنی زبان میں ہی پڑھو۔ نہیں میرا مطلب یہ ہے کہ مسنون ادعیہ اور اذکار کے بعد اپنی زبان میں بھی دعا کیا کرو۔ ورنہ نماز کے ان الفاظ میں خدا نے ایک برکت رکھی ہے نماز دعا ہی کا نام ہے۔ اس لئے اس میں دعا کرو کہ وہ تمکو دنیا اور آخرت کی آفتوں سے بچاوے۔ اور خاتمہ بالخیر ہو۔ اپنی بیوی بچوں کے لئے بھی دعا کرو۔ نیک انسان بنو۔ اور ہر قسم کی بدی سے بچتے رہو۔

اخبار احمدیہ

نہایت ضروری جلسہ:۔ آیندہ اتوار ۲۶ جنوری کو ۲ بجے بعد دوپہر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے زیر اہتمام مسجد احمدیہ لاہور میں ایک عام جلسہ ہوگا جسمیں امریکہ کے اس قانون کے متعلق جو شراب کی فروخت اور درآمد و برآمد کے متعلق حال ہی میں پاس ہوا ہے اور جو اسلام کی ایک نمایاں فتح ہے حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب اور حضرت مولانا مولوی صدر الدین صاحب تقاریر فرمائینگے۔ اور

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

سرکاری مدارس پنجاب

اور

مذہبی تعلیم

ضروری عرضداشت قابل توجہ جمیع علم دوست مسلمانان پنجاب

(ازمولوی دوست محمد صاحب جمانہ سکرٹری ڈسٹرکٹ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس جامپور ضلع ڈیرہ غازیخاں)

مذہبی تعلیم کی ضرورت

لارڈ کرزن نے جب ہندوستان میں مختلف محکمجات کی اصلاح و ترقی کیلئے کمیشن مقرر فرمائے۔ توصیغہ تعلیم کے کمیشن کے سامنے ایک یہ سوال بھی تھا کہ کیا وجہ ہے کہ تعلیم ملک میں مقبول عام نہیں ہوئی۔ اور تعلیم یافتہ لوگوں کا کیریکٹر و عملی نمونہ بمقابلہ ناتعلیم یافتہ لوگوں کے ممتاز نہیں ہوتا۔ جس سے ناتعلیم یافتہ گروہ کو کوئی ترغیب و تحریص تعلیم کی طرف پیدا نہیں ہوتی۔ وغیرہ وغیرہ۔

اس سوال پر غور کرتے ہوئے کمیشن نے یہ قرار دیا تھا کہ اہل ہند کے اخلاق کی بنیاد مذہب پر ہے۔ جبتک مذہبی تعلیم نہ دی جائے ہندوؤں اور مسلمانوں کی اخلاقی و روحانی حالت درست نہیں ہوسکتی۔ اس لیے کمیٹی نے سفارش کی تھی کہ سرکاری درسگاہوں میں مذہبی تعلیم کا انتظام کیا جائے۔

اگرچہ اس مسئلہ کو ہندوستان کے ہندو مسلمانوں نے سوچ کر پہلے سے اپنے قومی مدارس کھولے ہوئے تھے۔ جن میں مذہبی تعلیم بقدر مناسب دی جاتی ہے۔ کیونکہ گورنمنٹ عالیہ سرکاری سکولوں میں مذہبی تعلیم بسبب اختلافات مذہب کے دینے سے مجبور تھی۔ لیکن یہ غرض صرف معدودے چند قومی مدارس سے پوری نہ ہوسکتی تھی۔ اس لیے گورنمنٹ عالیہ کی پالیسی مذہبی تعلیم کے حق میں ہوئی۔ دیگر صوبجات کا تو کوئی علم نہیں۔ صوبجات متحدہ میں عرصہ دراز سے اور صوبہ پنجاب میں چندسال سے سرکاری مدارس میں خارج از اوقات مدرسہ مذہبی تعلیم کا دینا جائز رکھا گیا ہے۔

نقل دفعہ نمبر ۴۳ ضابطہ تعلیم پنجاب دسواں ایڈیشن

”گورنمنٹ یا بورڈ سکولوں میں مذہبی تعلیم نہ دی جائے گی۔ مگر خارج از اوقات مدرسہ۔ اور جب بھی صرف متعلقہ طلبہ کے والدین کی صریح درخواست پر۔ کسی گورنمنٹ یا بورڈ سکول کے کسی مدرس سے اس کی مرضی کے بغیر ایسی تعلیم دینے کا کام نہیں لیا جائے گا۔ اور محاصل عامہ سے مذہبی تعلیم کا کوئی خرچ ادا نہیں کیا جائے گا“

مذہبی تعلیم کے بارے میں لوگوں کا آجتک کا دستور العمل

مذہبی تعلیم کی ضرورت پر اب کچھ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں کہ اہل ملک اس کام کو عرصہ دراز سے نہ صرف تسلیم کرچکے ہیں بلکہ ایک حد تک عمل پیرا ہوچکے ہیں۔ چونکہ ہر دو نوع علوم دنیادی و مذہبی میں عام طبائع کا یکساں کمال حاصل کرنا محال ہے۔ اس لئے اہل ملک نے دو قسم کی قومی درسگاہیں کھولیں

اول۔ ایسے مدارس جن میں مذہبی تعلیم اعلیٰ اور دنیاوی تعلیم صرف بقدر ضرورت دی جائے۔

دوم۔ ایسے مدارس جن میں مذہبی تعلیم بقدر ضرورت اور دنیاوی تعلیم اعلیٰ دی جائے۔

پہلی قسم کیلئے مدرسہ ندوہ۔ دیوبند۔ مدرسہ نعمانیہ۔ گروکل کانگڑی۔ مدرسہ احمدیہ قادیان۔

دوسری قسم کیلئے علی گڑھ کالج۔ اسلامیہ کالج لاہور۔ دیانند کالج لاہور۔ اور اسی قبیل کے بہت چھوٹے بڑے مدارس ملک میں کھلے ہوئے ہیں۔

میں اس وقت مسلمانوں کے موخر الذکر قسم کے مدارس کی ہیئت پر کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اس قسم کے مدارس کی غرض مذہبی تعلیم کے علاوہ یہ بھی ہوتی ہے کہ نسبتاً سستی تعلیم کا انتظام کیا جائے۔ اور مسلمان طلبہ کی تربیت بورڈنگ ہوسوں میں اسلامی نکتہ خیال سے کی جائے ہرچند کہ قومی سکولوں میں سرکاری گرانٹ اور سکول فیس سے مدرسے کا خرچ عموماً نکل آتا ہے اور سکول کی عمارت کی لاگت یا کرایہ کی امداد بھی سرکار سے مل جاتی ہے۔ مگر تھوڑے سے تجربہ سے یہ ثابت ہوچکا ہے کہ کسی قومی سکول کے چلانے کے لئے روپیہ کی اتنی ضرورت نہیں جتنی قابل استادوں اور ماہر و تجربہ کار منتظمین کی۔ آج کل جبکہ فرض شناس استادوں کی گورنمنٹ سکولوں تک میں کمی ہے۔ تو پرائیویٹ سکولوں میں ان کا میسر آنا اور بھی محال ہوتا ہے اور عموماً قومی سکولوں میں ایسے استاد میسر آتے ہیں۔ جو کسی سرکاری محکمے کے امیدوار ہوکر امیدواری کے ایام اسلامیہ سکولوں میں کاٹتے رہتے ہیں۔

قومی سکولوں کے کھولنے کی دو غرضیں ہوتی ہیں۔ (۱) نسبتاً سستی تعلیم کا انتظام کرکے مسلمان غریب طلبہ کی مالی مشکلات کا حل کرنا۔
(۲) مسلمان طلبہ کی تربیت اسلامی نکتہ خیال سے کرنا۔

سو پہلی غرض وظائف سسٹم سے اور دوسری غرض بورڈنگ سسٹم سے بطریق احسن پوری ہوسکتی ہے۔ قومی بورڈنگ ہوس کے لئے کافی امداد لاگت مکان یا کرایہ مکان و دیگر اخراجات کے لئے سرکار سے مل جاتی ہے۔ اور وظائف کے بارے میں انجمن ترقی تعلیم امرتسر کا تجربہ نہایت کامیاب اور نقد نتائج پیدا کرنے والا ہے۔ ضروری ہے کہ انجمن موصوف کو بخوبی تقویت دیجائے اور اس کی تقلید میں ضلع وار انجمنیں کھولی جائیں۔ چنانچہ اس بارے میں ڈسٹرکٹ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس جامپور ضلع ڈیرہ غازیخاں۔ کی کارگذاری اور صرف دو سال کے عرصہ میں کامیاب نتائج نہایت حوصلہ افزا و قابل پیروی ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ تحصیل تحصیل میں اسلامیہ ہائی سکول ہوں۔ مگر بغیر حالات کی جانچ کے ہر مقام پر اسلامیہ سکولوں کا کھولنا گزشتہ تجربہ کی رو سے بالکل ناکام اور مسلمان بچوں کے حق میں مضر ثابت ہورہے ہیں کیونکہ بجائے سرکاری سکولوں کے قابل سٹاف۔ اعلےٰ درجہ کی عمارات۔ اور وسیع پیمانہ کے آلات و سامان تعلیم محروم کرکے ان سکولوں کو صرف ہندوؤں کے فائدہ کیلئے مخصوص کرکے اپنے بچوں کو کمتر درجہ کے سکولوں میں بند کرنا پڑتا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ ملک میں جو اسلامیہ سکول کھلے ہوئے موجود ہیں۔ کوشش کیجائے کہ وہ بمقابلہ سرکاری سکولوں کے امتیاز و برتری حاصل کریں۔ اور ان کی بنیاد کے وقت وصولی چندہ کے لئے جو دلربا و خوشنما اسکیمیں پیش کی گئی تھیں۔ ان کو پورا کرکے دکھائیں۔ اور آئندہ کے لئے بجز ان مقامات کے جہاں فرط شوق تعلیم کے مقابلہ میں سرکاری سکولوں میں داخلہ کی گنجائش کم ہو۔ اور مسلمان طلبہ عدم گنجائش داخلہ کیلئے مارے مارے پھرتے ہوں۔ مذہبی تعلیم کا فائدہ سرکاری و بورڈ مدارس ہی سے اٹھایا جائے۔

صوبجات متحدہ میں معلوم نہیں کہ سرکار دولتمدار کی رعایت مذکورہ بالا دربارہ اجازت مذہبی تعلیم سے کہاں تک فائدہ اٹھایا گیا ہے۔ صوبہ پنجاب کی نسبت نہایت افسوس سے یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ جب سے یہ رعایت ضابطہ تعلیم پنجاب میں سرکار نے جائز رکھی ہے۔ کہیں بھی اس رعایت سے ہندو یا مسلمان لوگ فائدہ نہیں اٹھا رہے ہیں۔ جہاں تک دیکھا جاتا ہے ہندوں کو اس رعایت سے فائدہ اٹھانے کی بہت کم ضرورت ہے۔ کیونکہ ان کی سوسائٹی میں ایسی صورت پیدا ہوگئی ہے۔ جس سے ہندو نوجوان طلبہ علاوہ سرکاری تعلیم کے کورسوں کی اپنی مذہبی تعلیم اپنے گھر پر یا اپنی سماجوں سبھاؤں سے بخوبی حاصل کرلیتے ہیں۔ اور ان کو سرکاری سکولوں میں خارج از اوقات مدرسہ مذہبی تعلیم کا انتظام کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔

مقصد تحریک ہذا

خلاصہ کلام یہ کہ مسلمان طلبہ کیلئے مذہبی تعلیم کی ضرورت و اہمیت کی بحث سے قطع کلام کرکے بذریعہ عرضداشت ہذا مسلمانان پنجاب کی ان تمام انجمنوں و سوسائٹیوں اور علم دوست اصحاب کی خدمت میں جو مسلمانوں میں ترویج و ترقی تعلیم کے خواستگار ہیں۔ نہایت زور سے یہ تحریک کی جاتی ہے۔ کہ جہاں کہیں کہ سرکاری یا بورڈ پرائمری یا مڈل یا ہائی اسکول موجود ہیں۔ ان میں مذہبی تعلیم کے اجرا کی کوشش کی جائے۔ جب گورنمنٹ عالیہ کی مہربانی سے ہم کو سرکاری سکولوں ہی سے قومی سکولوں کی اغراض پورے ہونے کا موقعہ حاصل ہو۔ اور ہم لوگ اس سے فائدہ نہ اٹھائیں تو اس سے علاوہ گورنمنٹ کی عطا کردہ نعمت کی ناشکری کے گناہ کے ہماری انتہائی بدقسمتی کا ثبوت ملتا ہے۔

غیرت بخش للکار

کہاں ہیں وہ لوگ جو قوم کی خیر خواہی کیلئے بڑے بڑے جلسے منعقد کرتے قوم کی ہمدردی میں اپنے گلے پھاڑتے۔ جابجا انجمنوں اور کانفرنسوں کی بنیادیں ڈالتے۔ قوم کی ترقی علم کے لئے ہزاروں روپے کے اندازہ کی اسکیمیں پیش کرتے قوم کی خدمت کیلئے اپنی زندگیاں وقف کرتے قوم کی غمخواری میں فاسفورس کی ڈلی کی طرح طبعی آگ سے جلے بھنے جاتے۔ اپنی قوم کی خدمتگذاری کی خوشنما ضخیم رپورٹیں شائع کرتے قومی خدمتگذاری کے صلہ میں سرکار دولتمدار سے القاب و اعزاز حاصل کرتے اور قدردان والیان ریاست سے وظائف و منصب وصول کرتے ہیں۔ اور ہر جا محل یا بے محل موقعہ پر اسلامی سکولوں کی بنیادیں بناتے اور اس طرح پر ملک میں ناکام انجمنوں۔ کے کھنڈرات بڑھانے کے عادی ہیں۔ اور کہاں ہیں وہ اسلامی اخبارات جو رسائل و دقائق قومی کے عواہم اور ایک دوسرے سے بڑھ کر روشنی و حکمت۔ کے موتی قوم کے پیش کرنے کے دعویدار ہیں۔ اور نیز کہاں ہیں وہ لوگ جو انگریزی تعلیم کی مخالفت میں قوم کے بچوں کو سکولوں میں بھیجنے سے عاری ہیں۔ ان کی بھی آج

آتی اور زمین پر ہمارے لئے کوئی مقام نہیں یہاں تک کہ مولینا شبلی مرحوم نے فرمایا۔

جو غیرت کرکے بھی جائیں تو اب شبلی کہاں جائیں

برخلاف اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ انگلستان کی قوم نے جب دیکھا کہ ان کو تباہ کرنے والا خطرہ درپیش ہے تو اپنی قوم کی حفاظت اور بچاؤ کے سوال کو سب امور پر مقدم کرلیا۔ اور اس کی خاطر اپنے سب اندرونی اختلافات کو چھوڑ کر ایک قوم کی متحدہ حکومت بنالی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ گرتے گرتے بچ گئے۔ اور اس طرح اس اصول اسلامی سے جو ہم نے سیکھا ہوا ہے۔ فائدہ اُٹھا کر دُنیا میں فتح حاصل کرلی۔ یعنی جب تک تفرقہ درمیان رہا حالت کمزور رہی۔ جب تفرقہ چھوڑ دیا۔ اور اپنی قومی حالت میں تغیر کرلیا تو حالت سنبھل گئی۔

الغرض غور طلب امر جو ہے وہ یہ ہے کہ کیا وہ طریق جس پر چلنے سے عرب جیسی وحشی بادیہ نشین قوم چند سال میں ترقیات کے معراج کو پالیتی ہے اور جس کو اختیار کرنے سے آج بھی غیر اقوام دُنیا میں ذلتوں اور رسوائیوں سے بچکر کامیابیوں کا سہرا اپنے سروں پر باندھ رہی ہیں ان اصولوں پر قدم مارنے سے مسلمان اپنے لئے اچھا مستقبل پیدا نہیں کرسکتے مسلمانان! خوب یاد رکھو۔ کہ انسانی فطرت کا تقاضا اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے یہ آغاز سے مقدر کیا ہے۔ کہ اگر کوئی انسان ترقی کرسکتا ہے تو انہی اصولوں کے ذریعہ سے کرسکتا ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذہب اسلام کے لئے قائم کئے ہیں۔

گذشتہ زمانہ میں مسلمانوں کو یا جس کسی قوم کو ترقی ملی ہے انہی اصولوں پر قدم مارنے سے ملی ہے جس نے اس کے جسمانی اصولوں کو مضبوطی سے اختیار کیا وہ بادشاہ بن گئے۔ اور جنہوں نے روحانی تعلیموں کو اپنا شعار زندگی بنایا وہ اولیا و اقطاب ٹھہرے اور جنہوں نے دونوں کو حاصل کیا وہ دین و دنیا کے بادشاہ قرار پائے۔ اور جس نے ان کو چھوڑا یا ان کی پیروی میں غفلت کی اُنہوں نے ذلت پائی۔

پس ہم جو پہلے معزز تھے آج ذلیل ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ ہم نے اپنی حالت کو بدل دیا۔ اور شریعت محمدیہ کو چھوڑ دیا۔ اور پھر ہم جو آج ذلیل ہیں۔ معزز ہوسکتے ہیں اور وہ صرف ایک ہی طرح سے یعنی شریعت محمدیہ پر قدم مارنے اور قال اللہ اور قال الرّسول کو سب چیزوں پر مقدم کرنے سے

ہم کو خوشخبری ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے امام ہمام کے ذریعہ سے ہمیں خبر دے دی کہ

بخرام کہ وقت تو نزد یک رسید
وپائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد۔

پھر فرمایا۔

دیکھ لی نصرت کے لئے اِک آسمان پرشور ہے
اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

غرض دنیاوی شکستوں اور سلطنتوں سے غمگین نہ ہو۔ اور اگر وہ تمکو برے معلوم ہوتی ہیں تو پھر دُنیا کے اسباب سے اپنی نظروں کو بلند کرو۔ کیونکہ کوئی دنیوی طاقت کسی قوم کی حالت کو نہیں سنوار سکتی جب تک کہ وہ قوم اپنی حالت میں تبدیلی نہ کرے۔

ہم مسلمان ہیں۔ ہمارا دعوے ہے کہ ہم شریعت محمدیہ پر چلنے والے ہیں۔ پس دعوے کی حقیقت اپنے اندر پیدا کرو۔ اور اپنی رات دن کی زندگی میں نماز۔ روزہ۔ حج کے قیام میں۔ دُنیا کے لوگوں سے معاملات میں۔ پھر اپنی برادریوں کی رسم و رواج میں اسلامی رنگ پیدا کرو۔ اور ہر امر میں قرآن اور اسوۂ حسنہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم یعنی شریعت محمدیہ کی تابعداری میں لگ جاؤ۔ شیعہ ہو تو اپنی جگہ بجائے سنیوں کو گالیاں نکالنے کے اپنے نفسوں پر گالیاں نکالو۔ اور انکی اصلاح کرو۔ سنی ہو تو شیعوں کو بُرا کہنے کی بجائے اپنے نفس میں تبدیلی کرو۔ الغرض اسی طرح خواہ تم اہل حدیث ہو خواہ احمدی ہو خواہ کوئی ہو۔ اپنی خصوصیات کو نہیں چھوڑنا چاہتے نہ چھوڑو۔ لیکن **واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا ولا تفرقوا** کے ارشاد کے ماتحت قرآن اور نبی کریم صلعم کے اسوۂ حسنہ پر جو ہم سب میں مشترک ہے اور جس کو ماننا ہم سب اپنا فرض سمجھتے ہیں مضبوطی سے قدم مارو۔ کیونکہ یہی وہ چیز ہے۔ جو صحابہ کے سامنے موجود تھی اور جس پر عمل کرکے صحابہ نے یہ درجات اور ترقیات حاصل کیں اور جیسا ہم بتا چکے ہیں یہی وہ بات ہے جو کہ ہر ایک طرح کی کامیابی کی کلید ہے

پس اس یقین کو دل میں لئے ہوئے میں جملہ مسلمانان فرقہ احمدیہ کی خدمت میں اور دیگر برادران اسلام کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ وہ اپنی حالت میں تبدیلی کریں اور وہ اسی طرح ہوسکتا ہے کہ ہر شہر و قریہ میں انجمنیں بنائیں اور مسلمانوں سے اقرار لیں کہ وہ شریعت محمدیہ پر پیدا کریں گے۔

تعلیم اسپولٹیکل تحریکات اور دیگر ذرائع سے قوم کو اُٹھانے کیلئے بہت نسخے اس زمانہ میں استعمال ہو چکے ہیں۔ دن بدن سوائے تنزل کے مسلمانوں کے حصہ میں ان سے اور کچھ نہیں آیا۔ پس مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ چیز جس پر کہ اُن کی قوم کی بنیاد قائم کی گئی تھی اور جو کہ اعلیٰ سے اعلےٰ ترقیات کی بلندی پر اُنہیں لے جانے کا موجب ہوئی اس کی طرف اب متوجہ ہوں۔ اور لوگوں کے نقش قدم پر چلنے کے بجائے شریعت محمدیہ کے مجرب نسخہ پر قدم ماریں۔ پھر دیکھیں کہ کیا سے کیا ہو جاتا ہے ؎

اے آزمانیوالے یہ نسخہ بھی آزما

آخر میں دعا ہے کہ ہم مسلمانوں کو خدا مسلمان بننے کی توفیق عطا کرے آمین!!

خاکسار۔ سید محمد حسین محاسب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور۔

رفتار صلح

دُنیا کی صلح کا پہلا ابتدائی اجلاس

لنڈن ۱۸ جنوری۔ اکسچینج ٹیلیگرام کمپنی کے نامہ نگار مقیم پیرس کو معلوم ہوا ہے کہ برطانیہ کلاں اور فرانس کے درمیان بلجیم اور فرانسیسی سرحدوں اور سمندروں کی آزادی اور دیگر معاملات کے متعلق جن سے کہ اغلبًا دیگر اتحادیوں کے مفاد کا تعلق ہوگا مکمل اتفاق رائے ہوگیا ہے۔ یہ کانفرنس کم از کم تین ماہ تک جاری رہیگی اور اس کے بعد اتحادیوں کے پروگرام کے متعلق جرمن رضامندی حاصل کی جائیگی۔ لیکن ان تین ماہ میں جرمن ڈیلیگیٹوں کو کوئی حیثیت حاصل نہ ہوگی۔ نیو یارک میں مقیم اکسچینج کمپنی کا نامہ نگار مظہر ہے کہ سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کو یقین ہے کہ اگرچہ تاوان کی توقع ہے تو جرمن پر اقتصادی پابندیاں کم کی جائیں۔ رائے ظاہر کی جاتی ہے کہ صلح نامہ پر دستخط ہونے سے پہلے ناکہ بندی اٹھادی جائے۔

پیرس ۱۹ جنوری۔ لوگوں کا بھاری ہجوم جن میں اخبار نویس سینما والے اور فوٹو گرافر شامل تھے صلح کانفرنس کے افتتاح پر ڈیلیگیٹوں کی آمد کو دیکھنے کے لئے وزارت خارجیہ کے سامنے علی الصبح جمع ہوا۔ سب سے پہلے موسیو جولس کیمبن پہنچے۔ اس کے بعد باقی اصحاب دو دو اور تین تین اکٹھے پہنچے۔ وزارت خارجیہ میں داخل ہونے کے بعد وہ سیلن ڈو کانگریس اور سیلن ڈی ایمبیسڈورز میں سے گذرے اور سیل ڈی ایل ہور لاج میں پہنچ گئے جہاں وہ اپنی مقررہ جگہوں پر بیٹھ گئے جن پر سفید گلٹ شدہ کناروں والے کارڈوں کے ذریعہ نشان لگائے گئے تھے جب مسٹر ولسن پہنچے۔ تو ڈھولوں اور نفیریوں کے ذریعہ انکی سلامی دی گئی ہندوستانی اور حجاز ڈیلی گیٹیاں جو پگڑیاں پہنے ہوئے تھے۔ عجیب نظارہ پیش کرتے تھے۔ موسیو پوانکارے کا کھلی بانہوں سے خیر مقدم کیا گیا جیسا کہ مسٹر ولسن کا کیا گیا تھا۔ ڈیلی گیٹاں سیل ڈی ایل ہارلاج میں گروہوں میں بات چیت کرتے تھے مسٹر ولسن موسیو کلیمنسو کے ساتھ دیر تک بات چیت کرتے تھے۔ انتی دی جرنلسٹ (اخبار نویسان) جنہیں کانفرنس میں شامل ہونے کی اجازت دی گئی تھی۔ گیلری میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جس کا سلسلہ سیل ڈی ایل ہارلاج کے ساتھ ملتا ہے موسیو پوانکارے ۳ بجے بعد دوپہر داخل ہوئے اور جلد جلد پریزیڈنشل کرسی کی طرف تشریف لے گئے اور نہایت صاف لہجہ میں افتتاحی تقریر کی اس اثنا میں تمام ایستادہ رہے۔ ابھی یہ تقریر جاری تھی کہ مسٹر لائیڈ جارج داخل ہوئے۔ موسیو ولسن موسیو پوانکارے کی طرف آدھے مڑے ہوئے تھے۔ اور گاہے گاہے سر کے اشارہ سے اظہار پسندیدگی کرتے تھے جب موسیو پوانکارے اپنی تقریر ختم کرچکے تو ترجمان لفٹننٹ منٹوکس نے انگریزی میں صدارتی تقریر پڑھکر سنائی۔ اب گھوڑے کی نعل کی شکل کی میز کے گرد ۷۰ ڈیلی گیٹ بیٹھے ہوئے تھے۔ موسیو پوانکارے صدر میں تھے۔ اور مسٹر ولسن معہ امریکن ڈیلی گیٹوں کے آپ کے دائیں طرف اور مسٹر لائیڈ جارج معہ برطانوی ڈیلیگیٹوں کے آپ کے بائیں طرف ہے

ہندوستان کے نمایندے

ہندوستان کی نیابت کے متعلق مسٹر مانٹیگو نے صاحب وزیر اعظم کی منظوری سے۔ اور افتتاحی اجلاس کی تاریخی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے فیصلہ کیا۔ کہ مہاراجہ صاحب بیکانیر اور سر ایس۔ پی سنہا کو اس موقعہ پر ہندوستان کے قائم مقام مقرر کیا جائے۔

موسیو پوانکارے کی افتتاحی تقریر

لنڈن ۱۸ جنوری۔ پیرس کا ایک اعلان مظہر ہے کہ موسیو پوانکارے نے اپنی افتتاحی تقریر میں ڈیلی گیٹوں کا خیر مقدم کیا۔ اور برطانیہ کلاں

ہندوستان کی خبریں

گیہوں کی حالت

پنجاب گورنمنٹ کے احکام کے ماتحت کثیر مقدار میں گیہوں معمولی نرخ پر خریدی جارہی ہے۔ صوبہ کے اندر ریل کے ذریعہ گیہوں کی باربرداری سوائے ڈائرکٹر آف سول سپلائیز کی اجازت کے بند کردی گئی ہے۔ تاکہ منڈیوں سے گیہوں باہر نہ جاسکے۔ جہاں گورنمنٹ کے حکم سے اس کی خرید ہورہی ہے۔ اگرچہ گیہوں کے استادہ فصل کی حالت بہت امید افزا نہیں۔ لیکن ۵۰ لاکھ ٹن اناج کا ذخیرہ آسٹریلیا میں برآمد کے واسطے پڑا ہے اس میں سے بہت سا حصہ گورنمنٹ نے گذشتہ سالوں میں خرید ا تھا۔ پس بہت جلد ہندوستان میں گیہوں کی درآمد شروع ہو جائیگی۔ کئی ہزار ٹن مکی اور پانچ سو ٹن دال پنجاب میں درآمد کے واسطے صوبجات متحدہ اور بہار میں اس وقت موجود ہے۔ مکی کی خریداری کے لئے بہت کم درخواستیں آئی ہیں۔ پنجاب میں اس کی درآمد کے واسطے صاحب ڈائرکٹر آف سول سپلائز کو درخواست کرنی چاہئے برما کے چاول کلکتہ میں بمقدار کثیر پنجاب کے واسطے خریدے جاسکتے ہیں جسکے لئے صاحب ڈائرکٹر آف سول سپلائز بنگال مقیم کلکتہ کے نام درخواست بھیجنی چاہئے۔

ایک ہمدرد ملت مسلمان

شیخ قدرت اللہ صاحب رئیس سیوہارہ (بجنور) ایک ہمدرد ملت مسلمان تھے انہوں نے اپنی وفات پر جو حال ہی میں ہوگئی ہے صدقہ جاریہ ایک اچھی مثال چھوڑی ہے۔ سیوہارہ میں اسلامیہ سکول قائم کرنے کے لئے مرحوم تین ہزار روپے سالانہ سے زیادہ آمدنی کی جائداد اور گیارہ ہزار روپیہ نقد وقف کرنے کے علاوہ علیگڈھ کالج و بعض اسلامی انجمنوں کے لئے کچھ رقم بھی مقرر کرگئے ہیں

اودھ کے ایک شہزادہ کے دوالہ کا مقدمہ

اسراف سے عمومًا مقروضیت و دوالہ تک نوبت پہنچتی ہے شاہ اودھ واجد علی شاہ مرحوم کے صاحبزادہ پرنس قمر قدر مرزا احمد علی کو عدالت ڈسٹرکٹ جج علی پور نے قرضخواہوں کی کثرت کے لحاظ سے ۲۲ جولائی ۱۹۱۸ء کو دیوالیہ قرار دیا تھا اب پرنس موصوف نے ڈسٹرکٹ جج سے اس حکم کی تنسیخ کی درخواست کرتے ہوئے اپنے قرضخواہوں کا تقریبًا ایک لاکھ روپیہ ادا کرنے پر آمادگی ظاہر کی بخلاف اسکے پرنس کی اہلیہ نواب شاہ بانو بیگم نے ساڑھے بارہ لاکھ روپیہ حق مہر کی بنا پر اپنے شوہر کی درخواست کی مخالفت کی پرنس کا بیان تھا کہ یہ بہت زیادہ مطالبہ ہے اور کہ وہ حق مہر عرصہ سے ادا کرچکا ہے عدالت نے فریقین کے عذرات سماعت کرکے دوالیہ قرار دینے کے متعلق حکم منسوخ کردیا اور نواب شاہ بانو بیگم کو ہدایت ہوئی کہ وہ اپنا دعوے عدالت دیوانی میں ثابت کریں جسکی کارروائی دیوالہ کے متعلق مزید تحقیقات نہیں کیجائیگی۔

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲ ضابطہ دیوانی

باجلاس جناب شیخ عبد الرحمٰن خان صاحب منصف درجہ دوئم مقام لیہ
نمبر مقدمہ ۹۶۶

دوکان ہیرانند وجاودرام واقعہ لیہ بذریعہ ہیرانند وراجگت بذریعہ رام وجاودہ رام ساکن لیہ مدعی

بنام لالہ ہرسگوان داس ولد ہیرانند ذات چھابڑہ دلال سکنہ لیہ حال ملتان شہر اندرون دہلی دروازہ محلہ چوڑی سراں کوچہ کھمبیلیاں میر فتح اللہ والا متصل مکان

دعوےٰ عہ ۵ ملکہ سوہرام۔ مدعا علیہ

مقدمہ بالا عدالت کو یقین دلایا گیا ہے کہ مدعا علیہ تعمیل سمن سے دیدہ دانستہ گریز کرتا ہے اور روپوش ہو جاتا ہے اسواسطے اشتہار شائع کیا جاتا ہے کہ مدعا علیہ مذکور مورخہ ۱۵ فروری ۱۹۱۹ء کو حاضر عدالت ہو کر حسب ضابطہ پیروی وجواب دہی مقدمہ نہ کرے گا۔ تو اسکے برخلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں آوے گی۔ آج واقعہ ۱۵ جنوری ۱۹۱۹ء کو میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

(مہر عدالت)

جلد ۶ | مدینۃ المسیح لاہور | چہارشنبہ ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۳۷ ہجری مطابق ۲۹ جنوری ۱۹۱۹ء | نمبر ۵۵

ملفوظات حضرت مسیح موعود

درازی عمر کی اصل

ڈاکٹر سید ستار شاہ صاحب اپنی رخصت کے ختم ہونے پر عرض کی کہ میں صبح جاؤں گا۔ فرمایا خط و کتابت کا سلسلہ قائم رکھنا چاہیئے۔ ڈاکٹر صاحب نے عرض کی کہ حضور میرا ارادہ بھی ہے کہ اگر زندگی باقی رہی تو انشاء اللہ بقیہ حصہ ملازمت پورا کرنے کے بعد مستقل طور پر یہاں ہی رہوں گا۔ فرمایا یہی بات ہے کہ انسان توبۃ النصوح کر کے اللہ تعالے کے لئے اپنی زندگی وقف کر دے۔ اور لوگوں کو نفع پہنچا دے تو عمر بڑھتی ہے۔ اعلاء کلمۃ الاسلام کرتا رہے۔ اور اس بات کی آرزو رکھے کہ اللہ تعالے کی توحید پھیلے۔ اس کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ انسان مولوی ہو یا بہت بڑے علم کی ضرورت ہے بلکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا رہے۔ یہ ایک اصل ہے جو انسان کو نافع الناس بنانے والی ہے۔ اور نافع الناس ہونا درازی عمر کا اصل گر ہے۔

اپنا الہام

فرمایا تیس سال کے قریب گذرے کہ میں ایک بار سخت بیمار ہوا اور اس وقت مجھے الہام ہوا کہ ما ینفع الناس فیمکث فی الارض اس وقت مجھے کیا معلوم تھا کہ مجھ سے خلق خدا کو کیا کیا فوائد پہنچنے والے ہیں۔ لیکن اب ظاہر ہوا کہ ان فوائد اور منافع سے کیا مراد تھی۔ غرض جو کوئی اپنی زندگی بڑھانا چاہتا ہے اسے چاہیئے کہ نیک کاموں کی تبلیغ کرے اور مخلوق کو فائدہ پہنچا دے۔

جب اللہ تعالے کسی دل کو ایسا پاتا ہے کہ اس نے مخلوق کی نفع رسانی کا ارادہ کر لیا ہے۔ تو وہ اُسے توفیق دیتا اور اسکی عمر دراز کرتا ہے۔

جس قدر انسان اللہ تعالے کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور اسکی مخلوق کے ساتھ شفقت کے ساتھ پیش آتا ہے۔ اسی قدر اس کی عمر دراز ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالے اس کے ساتھ ہوتا اور اس کی قدر کرتا ہے۔ لیکن جس قدر وہ خدا تعالے سے لاپرواہ اور لاابالی ہوتا ہے۔ اللہ تعالے بھی اس کی پروا نہیں کرتا انسان اگر اللہ تعالے کیلئے اپنی زندگی وقف نہ کرے اور اس کی مخلوق کیلئے نفع رساں نہ ہو تو یہ ایک بیکار اور نکمی ہستی ہو جاتی ہے بھیڑ بکری بھی پھر اس سے اچھی ہے۔ جو انسان کے کام تو آتی ہے لیکن جب اشرف المخلوقات ہو کر اپنی نوع انسان کے کام نہیں آتا تو پھر بدترین مخلوق ہو جاتا ہے۔ اسی کی طرف اشارہ کر کے اللہ تعالے نے فرمایا ہے۔ خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددناہ اسفل سافلین۔

پس یہ سچی بات ہے کہ اگر انسان میں یہ نہیں ہے کہ وہ خدا کے امر کی اطاعت کرے اور مخلوق کو نفع پہنچا دے۔ تو وہ جانوروں سے بھی گیا گذرا ہے۔ اور وہ بدترین مخلوق ہے۔

کامیابی کی موت بھی درازی عمر ہے۔

اس جگہ ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ بعض لوگ جو نیک اور برگزیدہ ہوتے ہیں۔ چھوٹی عمر میں ہی اس جہان سے رخصت ہوتے ہیں۔ اور اس صورت میں گویا یہ وعدہ اور اصل ٹوٹ جاتا ہے مگر یہ ایک غلطی اور دھوکا ہے۔ در اصل ایسا نہیں ہوتا۔ یہ قاعدہ کبھی نہیں ٹوٹتا۔ بلکہ ایک اور صورت پر درازی عمر کا مفہوم پیدا ہو جاتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ زندگی کا اصل منشا اور درازی عمر کی غایت تو کامیابی اور بامراد ہونا ہے۔ پس جب کوئی شخص اپنے مقاصد میں کامیاب اور بامراد ہو جاوے اور اس کو کوئی حسرت اور آرزو نہ رہے۔ اور مرتے وقت نہایت اطمینان کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہو تو وہ گویا پوری عمر حاصل کر کے مرا ہے۔ اور درازی عمر کے مقصد کو اس نے پا لیا ہے اس کو چھوٹی عمر میں مرنے والا کہنا سخت غلطی اور نادانی ہے۔

صحابہ میں بعض ایسے تھے۔ جنہوں نے بیس تیس برس کی عمر پائی۔ مگر چونکہ ان کو مرتے وقت کوئی حسرت اور نامرادی باقی نہ رہی۔ بلکہ کامیاب ہو کر اُٹھے تھے۔ اس لئے انہوں نے زندگی کا اصل منشا حاصل کر لیا تھا۔

انما الاعمال بالنیات

اگر انسان نیکی نہ کر سکے تو کم از کم نیکی کی نیت تو کر رکھے کیونکہ ثمرات عموماً نیتوں کے موافق ملتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دنیوی حکام بھی اپنے قوانین میں نیت پر بہت بڑا مدار رکھتے ہیں۔ اور نیت کو دیکھتے ہیں۔ اسی طرح پر دینی امور میں بھی نیت پر ثمرات مرتب ہوتے ہیں۔ پس اگر انسان نیکی کرنے کا مصمم ارادہ رکھے اور نیکی نہ کر سکے تب بھی اسے اس کا اجر مل جاویگا اور جو شخص نیکی کی نیت کرتا ہے۔ تو اللہ تعالے اس کو توفیق بھی دے دیتا ہے۔ اور توفیق کا ملنا یہ بھی اللہ تعالے کے فضل پر منحصر ہے۔ دیکھا گیا ہے۔ اور تجربہ سے دیکھا گیا ہے کہ انسان سعی سے کچھ نہیں کر سکتا۔ نہ وہ صلحا، صدیق، و شہدا، میں داخل ہو سکتا ہے اور نہ اور برکات اور فیوض کو پا سکتا ہے غرض

نہ بزور نہ بزاری نہ بزر مے آید۔

بلکہ خدا تعالے کے فضل سے یہ گوہر مقصود ملتا ہے اور حصول فضل کا اقرب طریق دعا ہے اور دعا کامل کے لوازمات یہ ہیں کہ اس میں رقت ہو۔ اضطراب اور گدازش ہو۔ جو دعا عاجزی اضطراب اور شکستہ دلی سے بھری ہوئی ہو وہ خدا تعالے کے فضل کو کھینچ لاتی ہے۔ اور قبول ہو کر اصل مقصد تک پہنچاتی ہے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ یہ بھی خدا تعالے کے فضل کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی اور پھر اس کا علاج یہی ہے کہ دعا کرتا رہے۔ خواہ کیسی ہی بیدلی اور بے ذوقی ہو۔ لیکن یہ سیر نہ ہو۔ تکلف اور تصنع سے کرتا ہی رہے اصلی اور حقیقی دعا کیواسطے بھی دعا ہی کی ضرورت ہے

بہت سے لوگ دعا کرتے ہیں اور ان کا دل سیر ہو جاتا ہے وہ کہہ اٹھتے ہیں کہ کچھ نہیں بنتا۔ مگر ہماری نصیحت یہ ہے کہ اس خاک پیزی ہی میں برکت ہے۔ کیونکہ آخر گوہر مقصود اسی سے نکل آتا ہے اور ایک دن آجاتا ہے کہ جب اس کا وہ دل زبان کے ساتھ متفق ہو جاتا ہے اور پھر خود ہی وہ عاجزی اور رقت جو دعا کے لوازمات ہیں پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو رات کو اُٹھتا ہے۔ خواہ کتنی ہی عدم حضوری اور بےصبری ہو لیکن اگر وہ اس حالت میں بھی دعا کرتا ہے کہ الٰہی دل تیرے ہی قبضہ اور تصرف میں ہے۔ تو اس کو صاف کر دے اور عین قبض کی حالت میں اللہ تعالے سے بسط چاہے۔ تو اس قبض میں سے بسط نکل آئے گی۔ اور رقت پیدا ہو جائے گی۔ یہی وہ وقت ہوتا ہے جو قبولیت کی گھڑی کہلاتا ہے۔ وہ دیکھے گا کہ اس وقت روح آستانہ الوہیت پر پانی کی طرح بہتی ہے۔ اور گویا ایک قطرہ ہے جو اوپر سے نیچے کی طرف گرتا ہے

سلسلہ خطبات غربیہ

خواجہ عبدالغنی صاحب مینجر اشاعت اسلام بک ڈپو لاہور کا ہمیں مشکور ہونا چاہئے جنہوں نے اس گرانی کے زمانہ میں اس دلچسپ سلسلہ کو جو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی کے لندنی خطبات اور معرکۃ الآرا لیکچروں پر مشتمل ہے۔ مختلف نمبروں میں شائع کرنا شروع کیا ہے۔ اس وقت تک اس سلسلہ کے چھ نمبر شائع ہو چکے ہیں جو حسب ذیل مضامین پر مشتمل ہیں:۔

نمبر ۱۔ مسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات کے نام سے موسوم ہے جس میں چار مضمون ہیں۔ (۱) میری مرضی نہیں بلکہ تیری مرضی (۲) ہلال کی کامل تصویر (۳) اسلام ہی بہترین آئین ہے (۴) اسلام ایک فیض ربوبیت ہے۔ ان چار خطبات سے حضرت خواجہ صاحب نے اہل انگلستان کو پہلے پہل اسلام سے معرف کرایا۔ اور انہی کے سننے پر اہل انگلستان نے یکے بعد دیگرے گرجاؤں کو چھوڑ کر مسجد ووکنگ میں آنا شروع کیا

نمبر ۲۔ توحید دعا اور تصوف کے نام سے موسوم اور اسی قسم کے چار مضامین پر مشتمل ہے (۱) توحید الٰہی (۲) اللہ تعالے کی تعلیم کردہ دعا (۳) دعا اور استجابت دعا۔ (۴) تصوف۔

نمبر ۳۔ خطبات عیدین پر مشتمل ہے بہ تفصیل ذیل:۔ (۱) عمل میں آزادی (۲) قربانی اور اسکی حقیقت (۳) سنت ابراہیم تیسرا خطبہ مولنا مولوی صدر الدین صاحب کا ہے

نمبر ۴۔ دہریوں اور ملحدین کو خطاب:۔ (۱) اسلام اور عیسائیت کے بنیادی اصول اور انکا مقابلہ جو کیمبرج یونیورسٹی کے طلبا کو ملحدین کی کلب کی فرمائش پر دیا گیا (۲) دہریوں کیلئے ایک دلچسپ مطالعہ۔

نمبر ۵۔ اسلام اور دیگر مذاہب:۔ (۱) خصوصیات اسلام جو جولائی ۱۹۱۳ء میں مذہبی کانفرنس پیرس میں دیا گیا (۲) اسلام عیسائیت اور دیگر مذاہب (بمقام رڈنبرا) (۳) عیسائیت اور دیگر مذاہب کی موجودگی میں اسلام کی ضرورت (بمقام لندن)

نمبر ۶۔ حقوق نسواں:۔ (۱) عورت نے یہودیت سے لیکر اسلام تک کیا کیا انقلاب دیکھے۔ جو لائسیم کلب کیڈلی لندن کی مجلس خواتین کی فرمائش پر ۲۰ مئی ۱۹۱۶ء کو دیا گیا (۲) ایک خطبہ نکاح جو ووکنگ میں دیا۔ یہ بہر حال خطبات اس قابل ہیں کہ ہر مسلمان انہیں منگوا کر خود پڑھے اور

ریویو دیپارمنٹ (محلہ [illegible] لوا[illegible]ان ہوگا۔ وہیں فوجداری مقدمات میں بہت کچھ سہولت ہو جائے گی۔ اور پولیس کا بہت سا وقت بالخصوص ایسے مقدمات میں ضائع ہونے سے بچ جائیگا۔ جہاں شراب خوری ملزمین کی بریت کی آخری وجہ پاجاتی اور تفتیش وغیرہ کا سارا وقت رائگاں چلا جاتا ہے۔ اس سے ایک حد تک اخراجات کی بھی تخفیف ہو جائیگی جو ممکن ہے محکمہ آبکاری کے نقصان کی تلافی کر سکے۔

اس ریزولیوشن کی تائید لالہ درگا داس صاحب خلیف۔ حضرت چرنداس صاحب سوداگر ادویات نے کی۔ اور باتفاق رائے پاس ہوا۔

اس پر جلسہ۔ بخیر و خوبی ختم ہوا۔

یہ تمام روئداد اس غرض سے لکھی گئی ہے کہ ملک کے بہی خواہ حضرات ان ریزولیوشنوں کو جو انجمن نے پاس کئے ہیں بر روئے کار لانے میں کوشاں ہوں۔ کیا ہم امید کریں کہ ہمارے آنریبل ممبران کونسل بالخصوص مسلمان سربرآوردہ اصحاب اس قسم کے قانونی مسودات مرتب کرکے جن میں پہلے ریزولیوشن کا مفہوم پایا جائے قانونی کونسلوں میں اسے پیش کرینگے۔ کیا ملک کے اسلامی اور غیر اسلامی اخبارات۔ تمام مذہبی اور دیگر مجالس۔ بالخصوص انجمن حمایت اسلام لاہور۔ ندوۃ العلماء۔ دیوبند۔ انجمن علمائے بنگال۔ اہلحدیث کانفرنس۔ انجمن ہدایت الاسلام وغیرہ وغیرہ اپنی تائیدی آوازوں سے اس اہم ریزولیوشن کو بصورت قانون نافذ کرانے میں کوشاں ہوں گی؟

اسلام ایک ہندو کی نظر سے

آجتک یورپین محققین کی دیکھا دیکھی ہمارے ہندو معاصرین بھی جا بیجا اورنگ زیب اور دیگر شاہان اسلام پر مذہبی جبر و تشدد کے الزام دیتے رہے ہیں۔ لیکن تمام طبائع ایک جیسی نہیں ہوتیں۔ جہاں غلط واقعات کو سن سن کر لوگ امور حقہ سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں وہیں ایسے بھی لوگ پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو تحقیق و تفتیش کرکے ان امور حقہ کو پا بھی لیتے ہیں۔ انہی لوگوں میں سے معلوم ہوتا ہے مسٹر چونی لال صاحب آنند ایم۔ اے ایل ایل بی بیرسٹرایٹ لاء۔ لاہور ہیں۔ جنہوں نے گذشتہ ۱۸ جنوری کو مارٹن ہسٹاریکل سوسائٹی کے زیر اہتمام "مغلوں کے ماتحت مذہبی تشدد کی کہانی" پر ایک فاضلانہ لیکچر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ "ایسے وقت میں جبکہ مذہبی بیچاریوں کو ہندوستان کے قومی دل پر پورا قبضہ حاصل ہو چکا تھا۔ اور ولیش اور شودر ایک سوشل اور پولیٹیکل غلامی کی پوزیشن کو پہنچ چکے تھے عرب میں اپنے وسیع رؤسا کو تمام مسلمانوں کی اخوت کا سبق سکھانے کے لئے ایک پیغمبر پیدا ہوا۔ انسانی کانوں کیلئے یہ ایک نیا مذہب تھا۔ یہ ایک ایسا مذہب تھا۔ جو دنیا کی تاریخ میں لاثانی تھا۔ اور یہودیوں۔ عیسائیوں۔ ہندوؤں۔ اور ایرانیوں یونانیوں اور رومن لوگوں غرضیکہ سب کیلئے یکساں طور پر حیرت انگیز تھا۔ عربی مدبر نے کہا کہ "دیکھو اپنے غلاموں کو ویسی ہی خوراک دو جیسی کہ تم آپ کھاتے ہو۔ وہی کچھ پہننے کو دو جو تم آپ پہنتے ہو اور اگر وہ کوئی قصور کریں تو ان سے الگ ہو جاؤ۔ کیونکہ وہ خداوند کے غلام ہیں اور ان کے ساتھ سختی سے پیش نہیں آنا چاہیئے۔ اے لوگو! میرے الفاظ کو سنو! اور انہیں سمجھو! جانو کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی ہیں۔ تم سب ایک برادری ہو" اس طرح عربی پیغمبرؐ نے غلاموں کو اور مذہبی اور پولیٹیکل ظلم کے تختہ مشق بدقسمت آدمیوں کو اپنا آزادی کا پیغام دیا۔ اور ایک ایسی زبردست قوم تیار کی جو اپنے زبردست انتظام کی وجہ سے سندھ سے جبل الطارق تک تمام دنیا پر اپنا اثر ڈالنے والی تھی۔ مدینہ میں اپنی نئی سلطنت کی بنیاد کو مضبوط کرنے کیلئے حضرت محمد صاحبؐ نے اپنی یہودی اور عیسائی رعایا کے نام پروانہ آزادی جاری فرمایا" سپرٹ آف اسلام" کا مصنف رقمطراز ہے۔ کہ اس کے ذریعہ رسول اللہؐ نے عیسائیوں کو ایسی مراعات عطا کیں جو انہیں اپنے مذہب کے بادشاہوں کے ماتحت بھی حاصل نہ تھیں۔ اور اعلان فرمایا کہ اگر کوئی مسلمان ان احکامات کی خلاف ورزی کرے گا اسے خدا کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والا اور اپنے مذہب کی تحقیر کرنے والا تصور کیا جائیگا آپ نے خود بھی وعدہ کیا۔ نیز اپنے پیروؤں کو حکم دیا کہ وہ عیسائیوں کو پناہ دیں اور انکے گرجوں اور پادریوں کے مکانات کی حفاظت کریں اور انہیں تمام نقصانات سے بچائیں۔ نیز یہ بھی حکم دیا گیا کہ ان پر ناواجب ٹیکس نہ لگائے جائیں۔ کسی بشپ کو بشپ خانہ سے نہ نکالا جائے کسی عیسائی کو اپنا مذہب چھوڑنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ نہ ہی کسی راہب کو اس کی خانقاہ سے نکالا جائے۔ کسی حاجی کو حج سے نہ روکا جائے۔ اور نہ ہی مسجدیں اور مسلمانوں کے مکانات تعمیر کرنے کی غرض سے عیسائیوں کے گرجوں کو مسمار [illegible] جائے جو عیسائی عورتیں مسلمانوں سے شادی کرلیں انہیں اپنے مذہب پر قائم رہنے دیا جائے۔ اور مذہب کے معاملہ میں ان پر کسی قسم کا جبر یا تشدد روا نہ رکھا جائے۔ اگر عیسائیوں کو اپنے گرجوں یا خانقاہوں کی مرمت کے لئے مدد کی ضرورت ہو۔ یا ان کے مذہب کے متعلق کسی دیگر معاملہ میں امداد کی ضرورت ہو تو مسلمانوں کو انہیں مدد دینی چاہیئے۔ اگر مسلمان بیرونی عیسائیوں کے ساتھ لڑائی میں مصروف ہوں تو مسلمانوں میں رہنے والے کسی عیسائی کو اس کے مذہب کی بنا پر حقارت کی نظر سے نہ دیکھنا چاہیئے۔ نہ ان کیساتھ بدسلوکی کرنی چاہیئے۔ یہ عربوں کے ذریعہ ہی تھا کہ سب سے پہلے ہندوستان کا اسلام کی لہر کے ساتھ تعلق قائم ہوا۔ عربی جرنیل قاسم نے خلیفہ کیلئے صوبہ سندھ پر حملہ کیا اور اسے فتح کر لیا۔ قاسم یہاں [illegible] سے زیادہ نہیں رہا۔ کیونکہ اسے ۷۱۵ء [illegible] حملہ سندھ کے تین سال بعد واپس بلا لیا گیا تھا۔ لیکن نیا صوبہ مختلف حالتوں میں سے گذرتا ہوا ۸۷۱ء تک عربی سلطنت کے ساتھ ملحق رہا دیگر جگہ کی طرح ہندوستان میں بھی عربی مہمیں دراصل توسیع سلطنت کے ارادے سے کی گئی تھیں۔ اور اس لئے ان میں رعایا یا اقوام پر کوئی مذہبی جبر و تشدد نہیں کیا جاتا تھا۔ اپنے دیگر ہم وطن آدمیوں کی طرح قاسم کافروں کو جہنم رسید کرنے کی پالیسی پر یقین نہیں کرتا تھا۔ وہ ہندوؤں کو سوشل اور مذہبی رسومات و اعتقادات کی عزت کرتا تھا۔ اگرچہ اس نے پیغمبر کے قوانین کے مطابق ان پر جزیہ لگایا تھا۔ ہندوؤں کو قانون کی ویسی ہی پناہ حاصل تھی جیسی کہ مسلمانوں کو تھی۔ ان کی سوشل اور مذہبی انسٹی ٹیوشنوں میں کوئی مداخلت نہیں کی جاتی تھی۔ وہ اپنے بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ اور ان کے ایما پر ان کے ذات پات کے قواعد کو بھی قانون کا درجہ دیا گیا تھا۔ قاسم بت شکن نہ تھا۔ نہ ہی اس کے بعد آنے والے امیروں میں سے کوئی تھا۔ توسیع سلطنت کے ساتھ ساتھ ہندوؤں کے لئے تمام سرکاری دفاتر کھول دیئے گئے تھے۔ برہمنوں کو مالگذاری اور کلکٹری کے کاموں پر متعین کیا گیا تھا اور قاسم نے وزارت کا اعلیٰ ترین عہدہ اپنے وقت کے ایک مشہور ہندو فلاسفر مسمی کاکسا کو عطا کیا تھا۔ عربوں کے ماتحت سندھ مذہبی آزادی کی سرزمین تھی تاریخ میں بہت کم ایسی مثالیں ملتی ہیں جن میں رعایا کے رنج کے اعتقادات میں مداخلت کی گئی ہو۔ اور عیسائی مؤرخین نے اس امر کے متعلق بھی بات کا بتنگڑ بنانے سے دریغ نہیں کیا۔ انہوں نے سول اور فوجی عہدوں کو خواہ وہ کتنے ہی اعلیٰ کیوں نہ ہوں صرف اپنے ہم مذہب آدمیوں کے لئے مخصوص نہ کرنے کی فراخدلانہ پالیسی کو انہوں نے عربوں کی اپنی ناقابلیت سے تعبیر کیا ہے "تاریخ ہند اس کے اپنے مؤرخوں کی بتلائی ہوئی" کا مصنف لکھتا ہے کہ "بلا شبہ جہاں کہیں ہم ان مذہبی دیوانوں کے نقش قدم پر چلتے پاتے ہیں۔ ہم انہیں پبلک ریکوئون کے اول اصولوں سے ناواقف اور اپنے رتبہ کی ضروریات سے مجبور ہو کر اپنے صوبجات کے صیغہ مال اور حساب کتاب کے انتظام کیلئے دیسی باشندوں کی امداد پر بھروسہ کرنے پر مجبور پاتے ہیں" یہی مصنف پھر ایک جگہ لکھتا ہے کہ "دیسی افسروں کی تقرری ضرورت کی وجہ سے تھی۔ نہ کہ کسی پسند کی وجہ سے" یہ نکتہ چینی نہ صرف غیر منصفانہ بلکہ بیہودہ ہے سرکاری دفاتر کو رعایا کی تمام جماعتوں کے لئے کھلا رکھنے کی پالیسی ضرورت کی وجہ سے نہ تھی۔ بلکہ مسلم گورنمنٹوں کا ایک عالمگیر خاصہ تھی۔ اس معاملہ میں کسی عیسائی گورنمنٹ اور غیر مسلم گورنمنٹ نے خواہ وہ قدیم ہو یا جدید کبھی ان کی برابری نہیں کی"۔

کیا ہم امید کریں کہ ہمارے ہندو برادران وطن بالخصوص اس قابلانہ لیکچر سے فائدہ اٹھائینگے۔ اور مسٹر چونی لال صاحب کے محققانہ خیالات کو مان کر آئندہ غلط تاریخ آفرینی اور بیہودہ الزامات سے احتراز کریں گے۔

کابل میں احمدیت پر "الفضل" کو تکلیف

"پیغام صلح" کی کسی گذشتہ اشاعت میں جلسہ سالانہ کی روئداد لکھتے ہوئے مولوی محمد رسول صاحب کابلی کے ذکر میں ہم نے یہ بیان کیا تھا کہ مولوی صاحب گذشتہ سے پیوستہ سال کابل سے لاہور اور قادیان دونوں جگہ پر آئے۔ لیکن اپنی واقفیت اہو نے نہیں کرائی۔ اس وقت آپ ہر دو فریق لیعنے میاں صاحب اور حضرت امیر ایدہ اللہ کی کتب دربارہ مسائل اختلافی خرید کر لے گئے۔ جن کا فارسی میں ترجمہ کرکے وہاں احمدیوں کو ان کے مطالب سے آگاہ کیا۔ جس کا یہ نتیجہ ہے کہ وہ سب کے سب میاں صاحب کی بیعت کو فسخ کرکے ہمارے ساتھ شامل ہو گئے

ہمارے اس بیان پر الفضل کو بہت تکلیف ہوئی ہے اور اس نے "احمدیان کابل کے متعلق غلط بیانی" کے عنوان سے آٹھ کالم کا ایک لیڈر دھر گھسیٹا ہے جس میں سارا زور اس بات پر ہے کہ

(۱) مولوی محمد رسول صاحب گذشتہ سے پیوستہ سال قادیان نہیں آئے۔ نہ وہاں سے کتابیں خرید کر لے گئے نہ وہاں جا کر فارسی میں ترجمہ کرکے سنایا۔

(۲) شہید مرحوم حضرت مولانا عبداللطیف صاحب حضرت صاحب کو مجدد اور محدث نہیں مانتے تھے بلکہ نبی یقین کرتے تھے جیسا کہ ان کا قول ہے "مسیح موعود محمد است و عین محمد است"

(۳) یہ غلط ہے کہ کابل میں شہید مرحوم کے قتل کے بعد وہاں کے عمائدین نے کوئی تحقیقات کی۔ اور حضرت صاحب کی کتب کو پڑھ کر اس نتیجہ پر پہنچے کہ شہید مرحوم نے حق پر شہادت پائی ہے اور وہاں احمدیوں سے تعرض نہ کیا جانا بھی غلط ہے

(۴) اگر یہ سب باتیں جو پیغام صلح میں بیان ہوئی ہیں غلط نہیں تو مولوی محمد علی صاحب وہاں جا کر تبلیغ کریں۔ اور اگر مستقل طور پر نہیں تو عارضی طور پر وہاں رہیں۔

نمبر اول کے متعلق ممکن ہے ہمارے الفاظ سے غلطی لگی ہو مولوی محمد رسول صاحب قادیان کے عزم سے بٹالہ تک گذشتہ سے پیوستہ سال گئے۔ لیکن کسی وجہ سے انہیں واپس آنا پڑا اور دوسرے ذرائع سے انہوں نے فریقین کی کتب بہم پہنچائیں ترجمہ بھی انہوں نے خود کرکے نہیں سنایا۔ بلکہ ایک اور صاحب نے ان کا ترجمہ کیا تھا۔ ہاں یہ امر واقعہ ہے کہ ان کتب کے مطالب جب کابل کے احمدیوں کو معلوم ہوئے۔ اور میاں صاحب کے عقائد کا ان کو پتہ لگا۔ تو انہوں نے ان سے اظہار نفرت کیا۔ اور ہمارے عقائد ہی کی تائید کی۔ الفضل کا بے نام راوی معلوم نہیں کیوں اس کا منکر ہے اور اس کا انکار ایک امر واقعہ کو کیونکر جھٹلا سکتا ہے۔

حضرت مولانا عبداللطیف صاحب کے متعلق بھی یہ بالکل افترا ہے کہ آپ حضرت صاحب کو نبی سمجھتے تھے۔ آپ کے الفاظ مسیح موعود محمد است و عین محمد است ہرگز اس افترا کو صحیح ثابت کرنے والے نہیں۔ انہوں نے اگر مسیح موعود کو عین محمد قرار دیا تو اسی بروزی کیفیت کے لحاظ سے جو آپ کو حاصل تھی۔ اور ظل اور بروز کبھی اصل نہیں ہو جاتا۔ نہ ہی یہ ضروری ہے کہ ایک نبی کا ظل بھی ضرور نبی ہو۔ بلکہ نبوت تو کسی کا ظل بننے سے نہیں ملتی کیونکہ وہ موہبت ہے۔ اور ظلی حالت اتباع اور کسب کو چاہتی ہے۔ پس اس ایک فقرہ سے یہ ثابت کرنا کہ سید عبداللطیف صاحب مسیح موعود کو نبی سمجھتے تھے۔ قیاس مع الفارق ہے۔

رہا یہ کہ کابل میں وہ واقعات ظہور پذیر ہوئے یا نہیں جنکا مولوی محمد رسول صاحب نے ذکر کیا ہے [illegible] میں پڑنے کی ضرورت نہیں . . . .

. . . .

. . . .

خود الفضل بھی وہاں کے احمدیوں کی تعداد "ہزاروں" ہی لکھتی ہے پھر ایسے ملک میں جہاں احمدیت کی خاطر ایک نہایت عزیز جان کو جو لوگوں میں بہت عزت اور وقر رکھتی تھی شہید کر دیا جاتا ہے ہزاروں کی تعداد میں احمدی ہو جانا کیونکر قرین قیاس ہے سوائے اس کے کہ شہید مرحوم کے بعد قومی اقتدار [illegible] نے خود سلسلہ سے واقفیت حاصل کرلی ہو۔ اور اسے حق پر پا کر تعرض کرنا چھوڑ دیا ہو

تعجب ہے کہ ان ظاہر واقعات کو الفضل "غلط بیانی" قرار دیتا ہے اسے گوارا نہیں کہ احمدیت کو بلا روک ٹوک کابل میں پھیلتا ہوا سن سکے ہاں اس کی خواہش ہے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ وہاں جا کر تبلیغ کریں شاید خلافت مآب کا عارضی طور پر پیچھا چھوڑا لینے کی یہی تجویز نظر آئی ہو۔ لیکن کاش وہ یہ بھی تو بتا دیتا کہ وہ جنہیں عمر ہونے کا دعوٰے ہے وہ کیوں باہر نہیں نکلتے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ کو تو جانے کی جب ضرورت پیش آئیگی دیکھا جائیگا۔ فی الحال تو ان کے بغیر ہی وہاں کام ہو رہا ہے۔ ضرورت تو وہاں میاں صاحب کی ہے جن کی جماعت ا[illegible] ہو گئی ہے۔ بلکہ امیر عبدالرحمٰن مرحوم کا یہ قول بھی شاید انہی لیسے ہو کہ مرا [illegible] در کار نیست مرا عمر بکار است

اسلام میں عورت

آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے شعبہ تعلیم نسواں میں نواب سید محمد علی حسن خان صاحب نے اسلام سے پہلے عورت کی حالت کو بیان کرتے ہوئے کہا - کہ یورپ میں اب بھی باوجود ترقی علم و تہذیب عورت کی جائداد کا مالک شوہر ہوتا ہے اور اس کا خاندانی نام تک متبدل ہو کر شوہر کے نام کا ایک جزو ہو جاتا ہے۔ عہد جاہلیت میں بھی عورت کا کوئی حصہ میراث میں نہ تھا۔ وہ مال متروکہ اور اشیاء منقولہ کی طرح متوفی کے بیٹوں میں تقسیم ہو جایا کرتی تھی۔

غرض مونث کا لفظ ایک مدت دراز تک ذلت و حقارت کا مرادف رہا - اور عورت کی پیدائش کی غرض و غایت صرف مرد کی خدمت اور اطاعت گذاری خیال کی گئی - یہاں تک کہ دین الفطرت اسلام کا تابناک زمانہ شروع ہوا - قرآن کریم نے عورت کی ذات کو مرد کی ذات کی طرح مستقل وجود قرار دیا - اور لفظ مونث کو (جو ذلت و حقارت کے موقع پر استعمال کیا جاتا تھا) شرف و عزت کا ہم معنی بنا دیا۔ میرے سرمایہ فخر و ناز محترم دوست حضرت شمس العلماء علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ الندوہ میں ایک موقع پر لکھا تھا - کہ " دیکھو خداوند تعالیٰ نے مکہ معظمہ کا نام جو اسلام کا سرچشمہ ہے اُمّ القریٰ قرار دیا - قرآن مجید کی آیات محکمات کا نام اُمّ الکتاب رکھا - عورتوں کے خاص نام سے سورۃ النساء نازل فرمائی - مردوں کے نام سے کوئی سورۃ رجال نہیں اتری - حج میں ایک بڑا رکن کوہ صفا و مروہ میں سعی کرنا ہے - یہ درحقیقت حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے طریقہ عمل کی پیروی ہے"!

اسلام نے اسی پر اکتفا نہیں کیا - کہ عورت کو مستقل وجود تسلیم کر کے اسکے نام میں شرف و عزت کے چار چاند لگا دیئے ہوں - بلکہ اسکو مرد کا سہیم و شریک غالب اور رفیق زندگی ظاہر کر کے تمام حقوق میں مساوی قرار دیا جیسا کہ فرمایا ہے وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ - عورتوں کے وہی حقوق ہیں جو مردوں کے ہیں - بلکہ ایک حد تک اس کا حق مرد سے بھی بڑھا دیا - متعدد حدیثوں میں ماں کے حق کو باپ کے حق پر ترجیح دی گئی ہے - اور جنت کو ماں کے قدموں کے نیچے بتایا گیا ہے - عورتیں اپنے مال و متاع و جائداد کی مالک مستقل تسلیم کی گئی ہیں - لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبْنَ جو مرد اکتساب کریں وہ اُن کا حصہ ہے - اور جو عورتیں اکتساب کریں وہ اُن کا حصہ ہے - میراث میں وہ مردوں کے شریک ٹھہرائی گئی ہیں - جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے - لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ - ماں باپ اور رشتہ داروں کے ترکہ میں مردوں کا حصہ ہے - اور اسی طرح - ماں باپ اور رشتہ داروں کے ترکہ میں عورتوں کا حصہ ہے - وہ شہادت دے سکتی ہے - خدا فرماتا ہے أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ - اس آیت میں دو عورتوں کی شہادت کی قید لگائی گئی ہے - یہ قید بسبب کمی یادداشت نوعیت معاملہ اور فریقین کے حالات کی مناسبت سے ہے - وہ وصیت بھی کر سکتی ہے۔

غرض اسلام نے حقوق اور ثواب و عقاب سب میں بلا تفریق عورت و مرد دونوں میں مساوات قائم رکھی ہے - اخلاقی لحاظ سے بھی اسلام نے عورت کی ... عزت نمایاں کرنے میں کمی نہیں کی - صاف طور پر خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ - جب گھروں میں جانے لگو تو اپنے لوگوں کو سلام کر لیا کرو۔

یہ تو ظاہر ہے - کہ عورت ہی ماں - بہن - بیٹی اور بیوی ہوا کرتی ہے - اور مرد کی زندگی کا ایک بڑا حصہ اور بہترین حصہ عورت ہی کے ساتھ بسر ہوا کرتا ہے - یہ بھی کسی ذی عقل سے پوشیدہ نہیں - کہ شرف و عزت کا ذریعہ اور انسانیت کا جزو اعظم بلکہ اصل اصول علم ہے اور جو اصول حقیقی طور پر اصول کہلانے کا حق رکھتا ہے - وہ تمام نوع انسانی کے لئے یکساں ہے کسی خاص طبقہ اور صنف پر محدود نہیں کیا جا سکتا - خصوصاً عورت جسکو مردوں کی جسمانی پرورش کی طرح اُس کے قوائے ظاہری و باطنی کی نشو و نما اور ساخت میں خاص دخل ہے - اور مرد کی زندگی کی رفیق اور مددگار ہے - پھر کیونکر وہ علم کی روشنی سے محروم کی جا سکتی ہے

اسی بناء پر جناب رسالت مآب (فداہ امی و ابی) نے مرد و عورت دونوں پر علم کا سیکھنا فرض قرار دیا - چنانچہ ارشاد فرمایا ہے - طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَىٰ كُلِّ مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَةٍ - علم کا سیکھنا مسلمان مرد و عورت دونوں پر فرض ہے۔

اسلام و علم

(بسلسلہ ۲۲ جنوری سنہ ۱۹۱۹ء)

مذکورہ بالا اقتباسات میں نے صرف یہ ظاہر کرنے کے لئے پیش کئے ہیں کہ ان دنوں میں آپ ہی کے ہم مذہبوں نے مختلف علوم و فنون سائنس اور علم ادب کو درجہ کمال تک پہنچا دیا تھا۔

مجھے معلوم نہیں کہ ان اقتباسات کے سننے سے آپ بے چین ہو گئے ہیں - لیکن اگر آپ مجھے ایک اور اقتباس پڑھنے کی اجازت دیں گے جو در اصل اسلامی حکومت کے تمام کارناموں کا خلاصہ ہے تو مجھے یقین ہے کہ آپ میری سمع خراشی کو نظر انداز کرینگے اس اقتباس کو پیش کرنے کی مجھے نہ صرف اس لئے جرأت ہوئی ہے کہ اس میں مسلمانوں کے کارناموں کو مختصر پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے - بلکہ اس لئے بھی کہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے - کہ مسلمانوں نے ہندوستان میں علوم و فنون اور علم ادب کو ترقی دینے کے لئے کیا کچھ کیا - یہ مسز بیسنٹ کے ایک لیکچر " اسلام تھیوسافی کی روشنی میں " سے لیا گیا ہے - وھو ھذا :-

" بحیثیت مذہب کے اس پر اکثر ناجائز طور پر حملے کئے گئے ہیں - اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول مقبول کی بزرگی اور دنیا کو جو تعلیمات آپ نے دی ہیں اُن کی شرافت کو بالکل غلط پیرایہ میں سمجھا گیا ہے - بسا اوقات مغربی ممالک میں اسلام کے خلاف اس بنا پر حملے کئے جاتے ہیں - کہ وہ سخت متعصب ہے - اور مانع ترقی ہے - اس بنا پر کہ اسلام میں عورت کو وہ پوزیشن حاصل نہیں جو اُسے ملنی چاہئے تھی - اس بنا پر کہ وہ علم سائنس اور ذہنی طاقتوں کو نشو و نما دینے کے خلاف ہے - یہ وہ تین اعتراض ہیں جو اہل مغرب عام طور پر اسلام پر کیا کرتے ہیں میں اپنی تقریر کے آخر میں آپ کو دکھاؤنگی کہ نہ صرف آنحضرت صلعم کی تعلیم اُن کی تکذیب کرتی ہے بلکہ اسلام نے جو وسیع خدمات دنیا کے لئے انجام دی ہیں اُن سے مذکورہ بالا اعتراضات کی خود بخود تردید ہو جاتی ہے - یہ سچ ہے کہ آج اسلام دنیا میں اعلیٰ علوم و فنون اور اعلیٰ ذہنی کوششوں کا مظہر نہیں رہا - مگر یہ اسکی تعلیم کا قصور نہیں - بلکہ اس پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے یہ حالت ہوئی ہے دنیا کے دوسرے مذاہب کی طرح سے اسلام کو بھی نقصان پہنچا ہے - اس لئے کہ اس کے پیرو اسکے بانی کے اہل نہیں رہے۔

" حضرت رسالت پناہ اُمّی تھے اور علم کا جو کچھ مفہوم دنیا سمجھتی ہے - اس اعتبار سے وہ عالم نہ تھے - بار بار آپ اپنے تئیں " اُمّی " کہکر پکارتے ہیں اور اسی وجہ سے آپ کے پیرو قرآن مجید کو ایک دائمی معجزہ سمجھتے ہیں - اور اسے آپ کی دعوت نبوت کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں - اس لئے کہ وہ نہایت بلیغ عربی میں لکھا گیا ہے لیکن اگرچہ آپ اُمّی تھے آپ نے سب چیزوں سے بڑھکر حصول علم کی تائید فرمائی ہے - آپ ارشاد فرماتے ہیں :-

" علم حاصل کرو - اس لئے کہ جو اسے خدا کے لئے حاصل کرتا ہے وہ نیکی کا کام کرتا ہے - جو علم کے بارے میں بات چیت کرتا ہے وہ گویا خدا تعالیٰ کی تعریف کرتا ہے جو اس کے حصول کے لئے سعی کرتا ہے - خدا تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے - جو علم کی اشاعت کرتا ہے وہ گویا زکوٰۃ دیتا ہے اور جو اس کا صحیح استعمال کرتا ہے وہ خدا کی پرستش کرتا ہے - علم نیکی و بدی میں تمیز کرنا سکھاتا ہے وہ خدا تک پہنچنے کے لئے روشنی کا کام دیتا ہے - وہ صحرا میں ہمارا رفیق ہے - اور تنہائی میں ہمارا انیس ہے - وہ خوشی کی طرف رہنمائی کرتا ہے - اور مصیبت کے دنوں میں ہمت برقرار رکھتا ہے - دوستوں کی موجودگی میں وہ ہماری تزئین کا باعث ہے اور دشمنوں کے خوف میں وہ ڈھال کا کام دیتا ہے - علم کے ذریعہ انسان نیکی کے اعلیٰ منازل تک پہنچ سکتا ہے اور دنیا میں اچھی پوزیشن حاصل کر سکتا ہے اس دنیا میں عالم کو بادشاہوں کی صحبت نصیب ہوتی ہے اور دوسری دنیا میں اسے خوشی اور امن ملتا ہے "۔

ایک اور موقع پر آنحضرت صلعم جن کی خاطر اتنے آدمیوں نے اپنی جانیں دی ہیں کیا صحیح فرمایا ہے :-

" عالم کی سیاہی شہید کے خون سے زیادہ قیمتی ہے "۔

مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے قائم کردہ اسکول پر اس فقرے کو سنہری حرفوں میں لکھکر لگا دیں - اس لئے کہ فرزندان اسلام ہمیشہ سے خوشی خوشی شہادت حاصل کرنے کے لئے تو دوڑتے ہیں - لیکن گذشتہ چند صدیوں سے (اور واقعات علی الحساب بدل رہے ہیں) اُنہوں نے علما کی بہت کم عزت روا رکھی ہے

حضرت علی رض نے بھی علم کی نہایت اعلیٰ تعریف کی ہے :-

" علم کا جوہر قلب کی روشنی ہے سچائی اس کا بڑا مقصد ہے - الہام اس کا حقیقی رہنما ہے - عقل اسے قبول کرتی ہے - خدا تعالیٰ اس کا ملہم ہے اور انسانی الفاظ اسے ادا کرتے ہیں "۔

علم کی قدر و قیمت کے متعلق یہ وہ بلند خیالات ہیں جنہوں نے ایک طرف تو عربوں کے فلسفہ کی بنیاد ڈالی اور دوسری طرف مورخوں کو علوم و فنون کے حصول پر آمادہ کیا - جب اسلام پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ مانع ترقی ہے یہ کہ اسکے پیرو علمیت کے اعتبار سے دوسری اقوام سے پیچھے رہ جاتے ہیں تو ... معترضین (بشرطیکہ وہ تاریخ کو نظر انداز نہ کر دیں) کو چاہئے کہ وہ اس پستی اور جمود کو جو چند صدیوں سے مسلمانوں پر طاری ہے - کسی اور سبب کا نتیجہ قرار دیں اس لئے کہ وہ حضرت علی رض ہی تھے جنہوں نے سید المرسلین کی قائم کردہ بنیاد پر علم کی عمارت تعمیر کی اور جنہوں نے باقاعدہ علم کی ترویج کی - جو بالآخر عرب میں ایک سو سال تک خاموش ترقی کرنے کے بعد یکایک یورپ میں روشنی کی صورت میں جلوہ گر ہوا - اور جس نے موروں کے ذریعہ اسپین میں آنے کے بعد عیسائی ممالک میں علم کا چرچا پھیلا دیا اسلام ہی تھا جس نے جدید فلسفہ و افلاطونی درثہ کو سنبھالا اور قاہرہ اور بغداد - مصر اور عرب کے کالجوں میں اس کا درس دیا - حالانکہ ہائی پیشیا کے قتل کے بعد عیسائی اسے رد کر چکے تھے - اور اسکے مطالعہ کو کفر خیال کرتے تھے مسلمانوں نے علم کی اس بے بہا دولت کو بچایا - اور بعد میں یورپ کے استعمال کے لئے اسے دوسروں کے سپرد کر دیا۔

آنحضرت صلعم کے ارشادات کے مطابق علم کی قدر دانی ہی وہ شئے تھی جس نے آپ کے پیروؤں کی ایک جماعت کو عرب میں علوم و فنون کے مطالعہ کا گرویدہ بنا دیا - اور دوسری جماعت کو فاتح تلوار کے ساتھ مشرق و مغرب میں روانہ کر دیا جسکی وجہ سے اسلام کی طاقت زبردست ہو گئی - ایک طرف طلبہ فلسفہ اور سائنس کا نہایت سرگرمی سے مطالعہ کرتے تھے - اور دوسری طرف اسکے جانباز رفتہ رفتہ اسے طاقتور بناتے جاتے تھے - یہاں تک کہ فاتح تلوار کے سایہ میں علم کی روشنی جلوہ گر ہوتی گئی - اور فاتح کے نقش قدم پر فلسفہ اور سائنس کا رواج ہوتا گیا - سب سے پہلے اسلام کی افواج افریقہ کے شمالی حصص میں لڑتی رہیں اور بالآخر اپنا علم نصب کرنے میں کامیاب ہو گئیں - اس کے بعد افریقہ سے اسپین میں گئیں اور وہاں جا کر عربوں کی حکومت کی بنیاد ڈالی - یونیورسٹیاں پیدا ہونی شروع ہو گئیں جہاں یورپ کے تمام حصص سے طلباء جوق در جوق آتے تھے اس لئے کہ عیسائی ممالک میں سائنس کو کوئی نہیں جانتا تھا - علم ہیئت اور علم ریاضی مفقود ہو چکے تھے - اور کیمسٹری (علم کیمیا) معدودی مقبرہ سے باہر نہیں نکلتی تھی - فاتح عرب علم کو اپنے ساتھ ساتھ لائے - اور پاپائے اعظم سلوسٹر ثانی نے بھی اپنی نوجوانی میں قرطبہ کی درسگاہ میں تعلیم پائی - اور وہیں علم ہندسہ اور ریاضی کے ابتدائی اصول سیکھے - اور یہ وہ بات تھی - جس کی وجہ سے اس زمانہ کے بے علم پادری اُن کے خلاف ہو گئے تھے - میں نے کسی اور مقام پر اس مضمون کے متعلق بحث کرتے ہوئے یہ لکھا ہے - کہ :-

" مسلمان ہندسوں اور یونانیوں سے علم حساب لیتے ہیں - وہ جبر و مقابلہ میں دوسرے درجہ کی مساوات معلوم کرتے ہیں - پھر اسکے بعد تیسرے درجہ کی مساوات بھی دریافت کر لیتے ہیں پھر باقی نوبل تھیورم معلوم کرتے ہیں - وہ پہلی دوربین ایجاد کرتے ہیں - وہ ستاروں اور سیاروں کا مطالعہ کرتے ہیں - وہ زمین کی جسامت کو ناپتے ہیں - وہ جدید قسم کا فن تعمیر نکالتے ہیں - وہ علم موسیقی ایجاد کرتے ہیں - وہ سائنٹیفک طریقہ سے کاشت کرتے ہیں - اور مصنوعات کو خوبصورتی کی انتہا تک پہنچا دیتے ہیں "۔

" یہ سب باتیں صرف یورپ ہی میں رواج پذیر نہیں ہوئی تھیں بلکہ ہندوستان میں بھی (جہاں مسلمانوں کی بنائی ہوئیں بعض نہایت شاندار عمارتیں ابھی تک موجود ہیں) اور جنکے نسبت بجا طور پر یہ کہا گیا ہے - کہ وہ

" دیوؤں کی طرح عمارت بناتے تھے - اور جوہریوں کی طرح نفیس و پاکیزہ کام کرتے ہیں "۔

بعض نہایت حیرت انگیز عمارتیں مسلمانوں کی یادگار باقی رہ گئی ہیں - اور حقیقت یہ ہے - کہ ان کے وجود نے ہندوستان کو زیادہ مالدار بنا دیا ہے - اور یہ سب خزانے ہندوستان کی گود میں اس کے مسلمان فرزند لائے تھے - ان کی صنعت کا اثر ہندوستان کے فن عمارت پر بھی پڑے بغیر نہ رہا - اس لئے کہ کوئی فن کسی خاص مذہب یا نسل کی حدود میں مقید نہیں کیا جا سکتا - انہی صدیوں میں اسلام نے فلسفہ مابعد الطبیعات کے بعض نہایت قابل حکماء اور ماہر پیدا کئے جو دنیا میں اپنا جواب نہیں رکھتے "۔

اگر اُس زمانہ میں اسلام نے ایسے ایسے قابل ترین حکماء اور ماہر پیدا کئے جو اپنا جواب نہیں رکھتے تھے - تو پھر اس کی کوئی وجہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بگرامی خدمت شریف عالیجناب حضرت امیر قوم مولینا مولوی محمد علی صاحب قبلہ دام اقبالہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ خاکسار۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوا۔ اور بعد وفات حضرت مولینا مولوی نور الدین صاحب قبلہ کی بیعت کا شرف بھی حاصل ہوا بعد وفات حضرت مولینا موصوف جو اختلاف جماعت احمدیہ میں ہوا۔ اس اختلاف کے شروع سے اس وقت تک میں ہر دو فریق سے ملتا رہا۔ بلکہ زیادہ تر میاں صاحب سے اتفاق رکھتا تھا۔ لیکن میں نے بیعت تو نہیں کیا تھا۔ بلکہ صرف حسن نظامی والے مباہلہ میں شریک ہوں۔ اور اُس پرچہ پر دستخط بھی کئے۔ جس سے میاں صاحب کے ساتھ پوری طرح شامل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ بہر حال میں ہر دو فریق سے مسائل میں گفتگو کرتا رہا۔ اب کامل تحقیقات کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ میاں صاحب کا مسئلہ نبوت غلط ہے۔ آپ اور آپ کی جماعت کا عقیدہ درست اور حق ہے۔ اس لئے میں میاں صاحب سے علیحدہ ہو کر آپ کے ساتھ شامل ہوتا ہوں۔ لہٰذا میرے لئے دُعا فرمائیں۔ خاکسار۔ محمد عبد الکریم از بمبئی۔

(۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

میں نے جناب میاں صاحب کی بیعت کی تھی۔ مگر بعد میں قادیانی جماعت اور لاہوری جماعت کے عقائد کی جانچ اور پڑتال کرنے سے معلوم ہوا کہ میاں صاحب سراسر اپنے عقائد (نبوت۔ کفر۔ اسمہٗ احمد) میں ناراستی پر ہیں۔ اس لئے میں ان کی بیعت کو فسخ کرتا ہوں۔ اور حضرت مولوی محمد علی صاحب کو حضرت مسیح موعودؑ کا جانشین یقین کرتا ہوں۔ اور جن عقائد کی حضرت مولوی صاحب موصوف ترویج کرتے ہیں وہ صحیح اور درست ہیں۔ (علی اختر) ۱۹ر جنوری ۱۹۱۹ء

ضروری خبریں

برلن میں لڑائی

لنڈن ۱۴ر جنوری۔ اخبار فرینک فرٹر ٹیچن مظہر ہے کہ ۱۲ر جنوری تک برلن میں جو سپارٹیسٹ ہلاک ہوئے اُن کی تعداد ۱۸۰ ہے ان میں وہ اشخاص بھی شامل ہیں جو اتفاقاً کا نشانہ بنائے گئے گورنمنٹ کے حامیوں کا حیرت انگیز طور پر بہت خفیف نقصان ہوا۔

بولشیوکوں کا تنزل

لنڈن ۱۵ر جنوری۔ فنلینڈ سے موصول شدہ خبروں کے مطابق بالشویک حکومت کا خاتمہ قریب ہے۔ میدان جنگ میں شکستوں کی وجہ سے پیٹرو گریڈ سے افواج نکال لی گئی ہے جہاں بولشیوکوں کے خلاف بغاوت ہو گئی ہے۔ ایک ریڈ آرمی کا اخبار پیشگوئی کرتا ہے کہ عنقریب سنسنی خیز واقعات ہونے والے ہیں۔

بولشیوکوں کی جرمنی پر چڑھائی کے متعلق مبالغہ آمیز خبریں

ایمسٹرڈم۔ ۲۲ر جنوری سٹاک ہالم کا ایک تار مظہر ہے کہ یہ خبریں کہ بولشیوکوں کی لاکھوں افواج جرمنی کی طرف چڑھائی کر رہی ہیں مبالغہ آمیز ہیں۔ ریگا ڈونسک ویلنا لائن کو ۵۰ ہزار سے زیادہ بولشیوک سپاہیوں نے عبور نہیں کیا۔

فنش سرحد پر ریڈ گارڈز

سٹاک ہالم ۲۴ر جنوری ہیلسنگفورس کا ایک پیغام مظہر ہے۔ کہ روسی ریڈ گارڈز فنش سرحد پر حملہ کر رہے ہیں اور لوٹ رہے ہیں

ریوال میں فنش

لنڈن ۲۲ر جنوری فنلینڈ کا ایک سرکاری پیغام مظہر ہے کہ فنش والنٹیروں کو برطانوی جنگی جہازوں میں ہیلسنگفورس سے ریوال کو منتقل کیا گیا ہے۔

مصر میں طوفان

قاہرہ۔ ۱۸ر جنوری۔ بارش کی وجہ سے مصر میں بھاری سیلاب آیا ہوا ہے۔ قاہرہ اور اس کے گرد و نواح جھیل بن رہے ہیں اور سینکڑوں عرب عمارتیں مسمار ہو گئی ہیں۔ کاروبار بند ہو گیا ہے۔ نقصان بہت کم ہوا ہے۔

نیوزیلنڈ کے نقصانات جنگ

لنڈن ۲۲ر جنوری۔ ٹائمز کو ویلنگٹن (نیوزی لینڈ) سے خبر ملی ہے کہ دوران جنگ میں نیوزیلنڈ کی افواج کا جو نقصان جان ہوا۔ اُس کی تعداد ... ہے ... ۶۵ ہلاک ہوئے اور صرف ۲۷۵ قیدی بنائے گئے۔

ممالک متحدہ کی فصل گندم

ممالک متحدہ آگرہ اودھ کی گیہوں کی فصل کے متعلق جو پہلی پیشگوئی شائع ہوئی ہے۔ اس سے منکشف ہوتا ہے کہ ۱۵ر جنوری تک امساک باران کے باعث موسم کاشت گندم کے لئے بالعموم ناموزوں رہا البتہ شرقی اضلاع میں بنا بر کاشت کافی رطوبت موجود تھی۔ ممالک مذکور کے نصف مغربی حصہ اور بند ھیلکھنڈ میں آبپاشی کے بغیر کچھ بو یا جانا مشکل تھا۔ مگر نہروں میں بھی پانی کم تھا۔ انفلوئنزا کے باعث کاشت میں مزید تاخیر واقع ہوئی۔ گیہوں کے بجائے اکثر جگہ جَو کی کاشت کی گئی۔ بنا بریں رقبہ گندم معمول سے بہت کم ہے۔ نہری اراضیات کی فصل اچھے سے عمدہ درجہ تک ہے۔ دیگر مقامات کی حالت غیر طمانیت بخش ہے جس کا انحصار باران رحمت کے جلد نازل ہونے پر ہے۔ صوبہ کا موجودہ کاشت شدہ رقبہ ۵۸۰۰۰۰۰ ایکڑ تخمینہ کیا گیا ہے۔ بجائیکہ سال ماسبق میں اس موقعہ پر رقبہ مذکورہ ۷۵۰۰۰۰ ایکڑ موازنہ کیا گیا تھا۔ بجائیکہ اصلی رقبہ ۷۲۲۸۲۹۶ ایکڑ تھا۔

ہز آنر رہتک میں

ہز آنر سر مائیکل اوڈوائر نے ۱۹ر جنوری کو بہادر گڑھ (رہتک) میں منڈی کا معائنہ کیا۔ جس کی تعمیر قریب تکمیل ہے۔ ۲۱ر جنوری کو ہز آنر نے ملکہ کے باغ واقعہ رہتک میں ۱۱ بجے قبل دوپہر سے ایک بجے بعد دوپہر تک دربار منعقد فرمایا۔ درباری شامیانہ کے نیچے پانچسو معززین و شرفاء کی موجودگی کا اندازہ کیا جاتا ہے حاضرین میں ہندوستانی فوجی افسر بھی تھے۔ جنگ کے متعلق خدمات کے صلہ میں بڑے بڑے انعامات کا اعلان کیا گیا۔ موسم گو سرد تھا مگر صاف تھا رہتک کے فوجی بھرتی کی کمیٹی نے ایڈریس پیش کیا۔ کمشنر ڈویژن نے بھی تقریر کی۔ ہز آنر نے ایڈریس کا جو جواب دیا وہ گراں قدر و دلچسپ تھا۔ چہارشنبہ کی صبح کو ہز آنر بھوانی حصار تشریف لے گئے۔

پنجاب یونیورسٹی کے امتحانات

یونیورسٹی ہذا کے امتحانات ذیل کی تاریخوں سے شروع ہوں گے

میٹرکولیشن و کلریکل (کمرشیل) ۱۲ر مارچ ۱۹۱۹ء

انٹرمیڈیٹ و ڈگری کے امتحانات ۲۸ر اپریل ۱۹۱۹ء

امتحانات اورینٹل لٹریری ٹائیٹل (علوم شرقیہ) ۳۱ر مارچ ۱۹۱۹ء

دیسی زبانوں اور بیچلر آف ٹیچنگ کے امتحانات ۷ر اپریل ۱۹۱۹ء

میڈیکل امتحانات ۲ر مئی ۱۹۱۹ء۔

قانونی امتحانات ۲۳ر مئی ۱۹۱۹ء۔

انجمن ترقی تعلیم کا نواں سالانہ جلسہ

انجمن ترقی تعلیم کا نواں سالانہ جلسہ بمقام امرتسر ۲۲ و ۲۳ر فروری ۱۹۱۹ء یوم شنبہ و یکشنبہ بصدارت عالی جناب فخر ملت ملک التجار میاں محمد شریف صاحب تاجر چرم منعقد ہوگا۔ فصیح البیان لیکچرار اور بلند خیال قومی شعراء حاضرین کو مستفیض فرماویں گے۔ خیر خواہان تعلیم مسلمانان کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ کثرت سے شریک جلسہ ہو کر انجمن کی مالی و اخلاقی امداد میں اضافہ فرماویں اور عند اللہ ماجور ہوں۔

نیاز مند۔ شیخ محمد عمر۔ بی۔ اے بیرسٹر

آنریری سکریٹری۔ ترقی تعلیم

فہرست چندہ اشاعت اسلام شملہ

بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۸ء

(معرفت شیخ اللہ دین کمپوزیٹر)

جناب مولوی عبد الرحمٰن صاحب اسسٹنٹ میڈیکل	عہ
جناب منشی احمد علی صاحب سارجنٹ درجہ اول سپاٹو چھاؤنی ضلع شملہ	للعہ
جناب شیخ عبد الحق صاحب سکریٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام شملہ	للعہ
جناب خواجہ خضر محمد صاحب ریڈر گورنمنٹ سنٹرل پریس	سے
جناب شیخ اسلام الدین صاحب ریڈر گورنمنٹ پریس	سے
جناب بابو عبد القادر صاحب برادر زادہ مولوی عبد الرحمٰن صاحب بغدادی	عہ
جناب صوفی شمس الدین صاحب۔ کمپوزیٹر۔ گورنمنٹ پریس	عہ
جناب منشی محمد لطیف صاحب کمپوزیٹر گورنمنٹ سنٹرل پریس	۸
جناب بابو دوست محمد صاحب بٹ دفتر میونسپل بورڈ	عہ
جناب شیخ الہ دین صاحب کمپوزیٹر گورنمنٹ سنٹرل پریس	لعہ
میزان کل	لعہ ۸

شنبہ و چہارشنبہ کو شائع ہوتا ہے

جلد ۶ | احمدیہ بلڈنگس لاہور یکشنبہ ۔ ربیع الثانی ۱۳۳۷ ہجری مطابق ۲ فروری ۱۹۱۹ء | نمبر ۵

ملفوظات حضرت مسیح موعود

دعا اور مسیح

میں نے خیال کیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا واقعہ بھی عجیب ہے اور وہ حالت دعا کا ایک صحیح نقشہ ہے۔ اصلی بات یہ ہے کہ حضرت عیسےٰ کی قضا و قدر مقدر تھی۔ اور وہ قبل از وقت ان کو دکھائی گئی تھی۔ اور انہوں نے بھی یہی سمجھا تھا کہ [illegible] سے رہائی محال ہے اور پہلے نبیوں نے بھی ایسا ہی سمجھا تھا اور [illegible] بھی ایسے ہی [illegible] بڑی بیکلی اور اضطراب کے ساتھ دعا کی انجیل میں اس کا نقشہ خوب کھینچ کر دکھایا ہے۔ پس ایسی حالت میں اللہ تعالےٰ نے ان کی قضا و قدر کو جو موت کے رنگ میں مقدر تھی غشی کے ساتھ بدل دیا۔ اور ان کی دعا سنی گئی چنانچہ انجیل کے مطالعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے [illegible] لکھا ہے۔ فسمع لتقواہ کہ اس کی دعا اس کے تقوےٰ کے باعث سنی گئی۔ اور خدا نے تقدیر ٹال دی۔ اور موت غشی سے بدل گئی۔ ....

ہمارا اعتقاد ہے کہ انکی دعا قبول ہوئی اور وہ صلیب پر سے زندہ اتر آئے

نکتہ

اصل بات یہ ہے کہ یہ ایک باریک سر ہوتا ہے جس کو ہر ایک [illegible] نہیں سمجھ سکتا۔ انبیاء علیہم السلام پر اس قسم کے [illegible] قضا و قدر آیا کرتے ہیں۔ جیسے حضرت ابراہیم [illegible] اور دوسرے نبیوں پر بھی کسی نہ کسی رنگ [illegible] آتے ہیں۔ اور یہ ایک تجلی ہوتی ہے جس کو دوسرے لوگ موت سمجھتے ہیں۔ مگر یہ موت دراصل ایک زندگی کا دروازہ ہوتی ہے۔

باب الموت

صوفی کہتے ہیں کہ ہر ایک شخص کو جو خدا تعالےٰ سے ملنا چاہے ضروری ہے کہ وہ باب الموت سے گذرے۔

مثنوی میں بھی [illegible] مقام کے بیان کرنے میں ایک قصہ نقل کیا ہے۔

بس یہی بات ہے کہ نفس امارہ کی تاروں میں جو یہ جکڑا ہوا ہے اس سے رہائی بغیر موت کے ممکن ہی نہیں۔

واعبد ربک حتی یاتیک الیقین کے معنے

اسی موت کی طرف اشارہ کر کے قرآن شریف میں فرمایا ہے واعبد ربک حتی یاتیک الیقین اس جگہ یقین سے مراد موت بھی ہے۔ یعنے انسان کی اپنی ہوا و ہوس پر پوری فنا طاری ہو کر اللہ تعالےٰ کی اطاعت رہ جائے۔ اور وہ یہاں تک ترقی کرے کہ کوئی جنبش اور حرکت اللہ تعالےٰ کی نافرمانی [illegible] سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کہتے [illegible] جب یہ موت انسان پر وارد ہو جاتی ہے تو سب

عبادتیں ساقط ہو جاتی ہیں۔ اور پھر خود ہی سوال کرتے ہیں کہ کیا انسان اباحتی ہو جاتا ہے۔ اور سب کچھ اس کے لئے جائز ہو جاتا ہے؟

پھر آپ ہی جواب دیا ہے کہ یہ بات نہیں کہ وہ اباحتی ہو جاتا ہے بلکہ بات اصل یہ ہے کہ عبادت کے اثقال اس سے دور ہو جاتے ہیں۔ اور پھر تکلف اور تصنع سے کوئی عبادت وہ نہیں کرتا بلکہ عبادت ایک شیریں اور لذیذ غذا کی طرح ہو جاتی ہے۔ اور خدا تعالےٰ کی مخالفت اور نافرمانی اس سے ہو سکتی ہی نہیں۔ اور خدا تعالےٰ کا ذکر اس کیلئے لذت بخش اور آرام دہ ہو جاتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے۔ جہاں کہا جاتا ہے اعملوا ما شئتم اس کے یہ معنے نہیں ہوتے کہ نواہی کی اجازت ہو جاتی ہے۔ نہیں بلکہ وہ خود ہی نہیں کر سکتے۔ اسکی ایسی ہی مثال ہے کہ کوئی خصی ہو اور اس کو کہا جاوے کہ تو جو مرضی ہے کر وہ کیا کر سکتا ہے۔ اس سے فسق و فجور مراد لینا کمال درجہ کی بیحیائی اور حماقت ہے۔ یہ تو اعلیٰ درجہ کا مقام ہے۔ جہاں کشف حقائق ہوتا ہے۔ صوفی کہتے ہیں اسی سے کمال پر الہام ہوتا ہے۔ اس کی رضا اللہ تعالےٰ کی رضا ہو جاتی ہے۔ اس وقت اسے یہ حکم ملتا ہے۔

پس اثقال عبادت اس سے دور ہو کر عبادت اس کیلئے غذا شیریں کا کام دیتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ھذا الذی رزقنا من قبل فرمایا گیا ہے۔

گناہ سے نجات کیسے ہو

فرمایا گناہ سے نجات محض خدا تعالےٰ کے فضل اور تصرف سے ملتی ہے جب وہ تصرف کرتا ہے۔ اور دل میں وعظ پیدا ہو جاتا ہے۔ تو پھر ایک نئی قوت انسان کو ملتی ہے۔ جو اس کے دل کو گناہ سے نفرت دلاتی ہے۔ اور نیکیوں کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

ایمان کیلئے ابتلا ضروری شے ہے

فرمایا جب اللہ تعالےٰ کسی آسمانی سلسلہ کو قائم کرتا ہے تو ابتلا اس کی جزو ہوتے ہیں۔ جو اس سلسلہ میں داخل ہوتا ہے۔ ضروری ہوتا ہے کہ اس پر کوئی نہ کوئی ابتلا آوے تاکہ اللہ تعالےٰ سچے اور [illegible] میں امتیاز کر دے۔ اور صبر کرنے والوں کے مدارج میں ترقی ہو۔ ابتلا آنا بہت ضروری ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا وھم لا یفتنون کیا لوگ گمان کر بیٹھے ہیں کہ وہ صرف اتنا ہی کہہ کر چھوڑ دیئے جاویں کہ ہم ایمان لائے۔ اور ان پر کوئی [illegible] نہ آوے۔ ایسا کبھی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالےٰ کی [illegible] کہ وہ [illegible] اور [illegible] کو الگ کر دے۔ پس ایمان کے بعد ضروری ہے کہ انسان دکھ اٹھاوے۔ بغیر اس کے ایمان کا کچھ مزا ہی نہیں آتا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو کیا کیا مشکلات پیش آئیں اور انہوں نے کیا کیا دکھ [illegible]۔ آخر ان کے صبر پر اللہ تعالےٰ نے [illegible]

انسان جلد بازی کرتا ہے اور ابتلا آتا ہے تو اس کو دیکھ کر گھبرا جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دنیا ہی باقی ہے اور رہ دین ہی رہتا ہے۔ مگر جو صبر کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور ان پر انعام و اکرام کرتا ہے۔ اس لئے کبھی ابتلا پر گھبرانا نہیں چاہیئے۔ ابتلا مومن کو [illegible] اور بھی قریب کر دیتا ہے۔ اور اس کی وفاداری کو مستحکم بناتا ہے۔ لیکن کچے اور غدار کو الگ کر دیتا ہے

ایک شخص نے ذکر کیا کہ میرا ایک ساتھی تھا مگر اسے جماعت میں داخل ہونے کے بعد کچھ تکالیف پہنچیں تو وہ الگ ہو گیا۔

فرمایا تم شکر کرو کہ اللہ تعالےٰ نے تم کو اس ابتلا سے بچا لیا ایک وہ زمانہ تھا کہ تلواروں سے ڈرایا جاتا تھا۔ اور وہ لوگ اسکے مقابلہ پر کیا کرتے تھے خدا تعالےٰ سے دعائیں مانگتے اور کہتے ربنا افرغ علینا صبراً وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین۔ مگر آجکل تو خدا کا فضل ہے کہ تلوار نہیں ڈرایا جاتا۔ اصل یہ ہے کہ جن کو اللہ تعالےٰ اس سلسلہ میں رہنے کے لائق نہیں پاتا ان کو الگ کر دیتا ہے۔ وہ ایمان کے بعد مرتد اس لئے ہوتے ہیں کہ قیامت کو جب وہ اپنے رفیق کو جنت میں دیکھیں تو ان کی حسرت اور بھی بڑھے۔ اس وقت وہ کہیں گے کہ کاش ہم اپنے رفیق کے ساتھ ہوتے۔ اپنی ہی کمزوری ہے جو ذرا ذرا سی بات پر یہ لوگ گھبرا جاتے ہیں ورنہ اگر اللہ تعالےٰ کو اپنا رازق سمجھیں اور اس پر ایمان رکھیں تو ایک جرأت اور دلیری پیدا ہو جاتی ہے۔ پس ساری باتوں کا خلاصہ یہی ہے کہ صبر اور استقلال سے کام لینا چاہیئے اور خدا تعالےٰ سے ثبات قدم کی دعا مانگتے رہو۔ کسی کا مرتد ہو جانا کچھ میرے سلسلہ پر خاص نہیں۔ بلکہ منہاج نبوت کیا تھا یہ بات لازمی ہے۔ نبیوں کے سلسلے میں یہ نظیریں ملتی ہیں۔ ہمکو کوئی افسوس نہیں البتہ ایسے لوگوں پر رحم آتا ہے کیونکہ ان کو دوچند عذاب ہوگا۔ اس لئے کہ وہ ایمان لا کر مرتد ہوئے اور پھر بہشت کے پاس پہنچ کر واپس ہوئے یہ حسرت کا عذاب ہوگا مشکلات سے مت ڈرو خدا کی راہ میں ہر دکھ اور مصیبت اور بے عزتی اٹھانے کیلئے تیار رہو تا خدا تعالےٰ تمہاری مصائب کو دور کرے۔ اور تمہاری آبرو کا خود محافظ ہو۔ مومن وہی ہوتا ہے جو خدا کیلئے [illegible] جب ایمان لے آیا پھر کسی کی دھمکی کی کیا پرواہ ہے۔ تم نے دین کو دنیا پر مقدم کیا ہے اور یہ اقرار کر چکے ہو جب انسان خدا کیلئے وطن احباب اور ساری آسائشوں کو چھوڑتا ہے وہ اسکے لئے سب کچھ مہیا کرتا ہے۔ اب چاہیئے کہ [illegible] کی طرح [illegible] کیونکہ خدا تعالےٰ صادق کا ساتھ دیتا ہے اور اسکو [illegible] عطا کرتا ہے۔ خدا تعالےٰ اس وقت ایک صادقوں کی جماعت طیار کر رہا ہے۔ جو صادق نہیں وہ آج نہیں کل جدا جائیگا۔ اور اس سلسلہ سے الگ ہو کر رہیگا۔ مگر صادق کو خدا تعالےٰ نہیں کر سکتا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد یکشنبہ مورخہ ۲ فروری سنہ ۱۹۱۹ء نمبر ۵۶

اسلام اور پردہ

(۱)

ایک اسلامی اخبار پردہ کی مخالفت میں

کچھ دنوں سے الہ آباد سے ایک روزانہ انگریزی اخبار شائع ہونا شروع ہوا ہے جس کا نام اور مقاصد اسے اسلامی اخبار ظاہر کرتے ہیں "مسلم ہیرلڈ" کے نام سے یہ اخبار موسوم ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ مسلم لیگ کی طرف سے اس کے مقاصد کی تکمیل و اشاعت کیلئے جاری ہوا ہے۔ لیکن باوجود ان سب خصوصیات کے ہمارے ناظرین یہ سن کر حیران ہوں گے کہ ابھی سے جبکہ اسے پیدا ہوئے ہفتہ اور ہفتہ آٹھ دن بھی نہیں ہوئے۔ جبکہ ابھی اپنی عمر کے پہلے سال بلکہ پہلے ہی مہینہ میں اس نے قدم رکھا ہے بازی بازی باریش بابا ہم بازی کے مصداق اس نے اسلام ہی پر ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا ہے۔

ہمیں اس سے بحث نہیں کہ مسلم ہیرلڈ کے پولٹیکل خیالات کہاں تک قابل پذیرائی ہیں۔ اور جن مقاصد کو لیکر وہ جاری ہوا ہے۔ وہ مسلمانوں کے لئے کہاں تک مفید ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آیا ان مقاصد کی تکمیل کیلئے یہ ضروری ہے کہ مذہب پر بھی ہاتھ صاف کیا جائے۔ اور اسلام کے جو بھی احکام ان مقاصد کے بظاہر مخالف نظر آتے ہوں۔ الگ اس سے کہ وہ اختلاف خود دیکھنے والوں ہی کی کو[illegible] کا نتیجہ ہو اور ان کو بیخ و بن سے اڑا دینے کی کوشش کی جائے۔ آیا ہمارے پولٹیکل لیڈروں کے نزدیک مذہب پر بھی عمل پیرا ہونا کم از کم اسے اپنے سیاسی مطامح نظر پر مقدم رکھنا ضروری ہے یا نہیں۔ آخر ہندوؤں کے پولٹیکل خیالات سے ان کے اختلاف کا باعث کیا ہے۔ اسلام یا کچھ اور۔ وہ قومیت جس کے نام سے وہ مسلمانوں کی سیاسی رہبری کرنا چاہتے ہیں۔ اس کا خمیر آیا سوائے مذہب اسلام کے اور کسی چیز سے بھی پیدا ہوا ہے۔ یا یہ خود بخود پیدا ہو گئی۔ تعجب ہے کہ وہ اسلام جو ہماری قومیت کی اصل و جڑ ہے۔ اس کو چھوڑ کر اور اس کے صریح احکام کو نظر انداز کر کے ہمارے تمام موجودہ رہبران قومی کس اور طرف کھچے جا رہے ہیں۔ اور یہاں اسلام کو اپنے خیالات پر مقدم کرنے کے ان خود ساختہ پولٹیکل خیالات کو جو ان کے زعم میں ان کی نام نہاد قومیت کی جان ہیں۔ اور جن کی عروج و کامیابی سے ہی ان کے نزدیک مسلمانوں کی زندگی وابستہ ہے۔ مذہبی احکامات پر مقدم کرنا چاہتے اور کر رہے ہیں مثال کے طور پر یہی مسلم ہیرلڈ ہی کو دیکھو۔ اس کے ایک تازہ ہی پرچہ میں اسلامی پردہ پر [illegible] بے جا طور پر نکتہ چینی کرتے ہوئے۔ یہ رائے ظاہر کی گئی ہے کہ

"پردہ کے متعلق کلام اللہ میں کوئی ذکر نہیں اور اسلام نے اس کے متعلق کبھی ہدایت نہیں کی ہجری صدی اول و دوم میں پردہ کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ مگر اس کے بعد اب تک اس پردے نے اسلام پر متعدی مرض کی طرح اثر کر کے بیخ و بن کو دیمک خوردہ کر رکھا ہے قبل از اسلام عرب کے بت پرست جاہل باشندے جو اپنے وقت میں امیر و کبیر اور آسودہ حال تھے۔ بدکردار خوبرو عورتوں میں مخلوط رہنے کے باعث تباہ ہو رہے تھے۔ [illegible] آنحضرت رسول اکرمؐ نے تو [illegible] احکام قرآنی کے ذریعہ ختم کر دیا [illegible] یہ رسم پردہ [illegible] ایرانی بادشاہوں سے عباسیوں میں آگئی۔ اور اب تک اسلام کی ترقی میں رخنہ ڈالتا چلا آتا ہے۔ بلکہ [illegible] مستورات کیلئے ایک حبس دوام [illegible] کا طوق بن رہا ہے۔ [illegible] مستورات کو [illegible] معاملات میں تبادلہ خیالات کا موقع [illegible] کا [illegible] ہرگز ہرگز [illegible]

کے قابل نہیں ہو سکتی۔ یہ ناسور رسم جو اسلام کی ہستی میں ہجری صدی تین و چار سے شروع ہو چکی ہے۔ یا تو اس پر عمل جراحی کیا جائے۔ اور کاٹ کر پھینک دیا جائے۔ ورنہ مستورات الاسلام کی دوامی بربادی کے باعث مسلم سوسائٹی کا بیڑہ غرق ہو جائے گا۔ اس وقت ہمیں معلوم ہے کہ پردہ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد نہیں رہا۔ اور نہ یہ جزو اسلام تھا۔ مسلم خواتین نے جنگ قادسیہ اور یرموک میں جو کارنامے کئے اور حنین سے کم حیثیت نہیں رکھتے کس طرح سے مردانہ وار زخمیوں کی مرہم پٹی کی ہے۔ اگر پردہ ہوتا تو امداد کسی صورت نہ مل سکتی تھی۔"

ہم نہیں سمجھتے کہ مسلم ہیرلڈ کو اس رائے کے اظہار کی کیا ضرورت پیش آئی۔ جب وہ اس بات کو مانتا ہے کہ

"قبل از اسلام عرب کے بت پرست جاہل باشندے جو اپنے وقت میں امیر و کبیر اور آسودہ حال تھے بدکردار خوبرو عورتوں میں مخلوط رہنے کے باعث تباہ ہو رہے تھے۔ جسے آنحضرت رسول اکرمؐ نے سخت احکام قرانی کے ذریعہ ختم کر دیا۔"

تو پھر انہی "سخت احکام قرآنی" سے یہ کہہ کر انکار کرنا کہ

"پردہ کے متعلق کلام اللہ میں کوئی ذکر نہیں اور اسلام نے اس کے متعلق کبھی ہدایت نہیں کی"

اور پردہ کی رسم عباسیوں کے زمانہ سے بتانا کہاں تک صحیح ہے تعجب ہے کہ ایک ہی مضمون میں صرف ایک دو سطروں کے فاصلہ سے اس قدر متضاد باتیں ایک فہیم اخبار نویس کے قلم سے نکلتی ہیں۔ جو مسلمانوں کی پولٹیکل رہبری کا مدعی ہے۔ آخر وہ "سخت احکام قرانی" کونسے ہیں۔ جو عرب کے آسودہ حال باشندوں کو بدکردار خوبرو عورتوں میں مخلوط رہنے سے روکنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیئے۔ کیا وہ پردہ ہی کے احکام نہیں۔ پھر یہ کہنا کس قدر غلط ہے کہ "پردہ کے متعلق کلام اللہ میں کوئی ذکر نہیں۔ اور اسلام نے اس کے متعلق کبھی ہدایت نہیں کی" قرآن کریم میں سورۃ نور کے اندر پردہ کے احکام بالتصریح موجود [illegible] پہلے عورتوں کا کھلے بندوں مردوں میں آنا جانا [illegible] کے بعد ہی ان کا پردہ میں آجانا یقینی۔ لیکن باوجود ان [illegible] ذل کے ہمارا جدید ناخدا "مسلم ہیرلڈ" ہے کہ نہ اسے قرآن کے اندر پردہ کے کوئی احکام نظر آتے ہیں۔ نہ اسلام کی کوئی ہدایت اس کے متعلق دکھائی دیتی ہے۔ نہ ہجری صدی اول و دوم میں پردہ کا نام و نشان نظر آتا ہے۔ بلکہ اگر نظر آتا ہے تو یہ کہ

"اس پردے نے اسلام پر متعدی مرض کی طرح اثر کر کے بیخ و بن کو دیمک خوردہ کر رکھا ہے"

پھر تعجب پر تعجب یہ کہ باوجود انکار کے یہ بھی لکھ دیتا ہے۔ کہ

"پردہ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد نہیں رہا"

گویا وفات سے پہلے موجود تھا۔ اور اس وقت اس کی موجودگی ان سوشل معاملات میں حارج نہ تھی۔ جن کے لئے اب ہمارا لائق معاصر اس رسم کو قطعاً اڑانا چاہتا ہے۔ اور قرآن میں اس کا ذکر ہونے سے منکر ہے۔

اول تو یہ بات ہی سرے سے غلط اور ناجائز ہے کہ اپنے بعض خود ساختہ خیالات کا ذمہ دار اسلام کو ٹھیرایا جائے۔ اور اس کے صریح احکام اور واقعات تاریخی کا بھی انکار کر کے محض سوشل امور پر تبادلہ خیالات کی خاطر اس بظاہر ناگوار لیکن نہایت مفید چیز کو اڑا دیا جائے جو مسلمانوں کے شرف و عزت کی ناک ہی جا سکتی ہے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ جن باتوں کے لئے اور جن خوش آیند نتائج کو حاصل کرنے کے لئے اور برے نتیجوں سے روکنے کی خاطر یہ تفریق کی راہ اختیار کی گئی ہے۔ کہ پردہ کو قطعاً اڑا دیا جائے۔ وہ آیا قرآنی احکام [illegible] وہ بہترین پیرا ہونے سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور پردہ [illegible] استعمال سے آیا اس سے بدتر نتائج تو پیدا ہونے ممکن نہیں۔

اس میں شک نہیں کہ مسلمان عورتوں کا موجودہ پردہ اس اعتدال کی راہ سے ایک حد تک تجاوز کر چکا ہے جو قرآن نے تجویز کی ہے۔ بلکہ پردہ کی [illegible] سے بھی زیادہ [illegible] ہے۔ اور بہترین نتائج پیدا کرنے والی یہ [illegible] کہ پردہ کے اندر رہ کر عورتیں سوشل معاملات میں تبادلہ خیالات نہیں کر سکتیں۔ یا تعلیم و تربیت اور دنیوی ترقی میں مردوں کے قدم بقدم چل نہیں سکتیں۔ اور بے پردگی ہی سے یہ تمام باتیں حاصل ہو سکتی ہیں۔ نہ صرف اسلام پر ہی زد مارنا ہے بلکہ

صریح واقعات اور مشاہدات کی طرف سے بھی آنکھیں بند کر لینا ہے۔ کیا یورپین عورتوں کی موجودہ ترقی ان کی بے پردگی ہی کی وجہ سے ہے۔ کیا اس وقت جبکہ ان کو یہ تعلیم و تربیت حاصل نہ تھی۔ اور وہ اس معراج ترقی پر پہنچی ہوئی نہ تھیں انہیں پردہ کے اندر رہنا پڑتا تھا۔ اور جس دن سے پردہ کی پابندی ان سے اٹھی اس دن سے ان کی یہ ترقی شروع ہوئی۔ واقعات ان سب شقوں کی تغلیط کرتے ہیں۔ بلکہ تاریخ سے ثابت ہے کہ انگلستان اور یورپ کے بہت سے دیگر ممالک کی عورتیں کبھی بھی مستور نہیں رہیں۔ لیکن باوجود اس کے تعلیم و تربیت اور موجودہ ترقیات ان کو بہت تھوڑے عرصہ سے حاصل ہوئی ہیں۔ پھر ہم خود دیکھتے ہیں کہ ہمارے اس ملک میں بھی باوجودیکہ مسلمانوں میں ۸۰ فیصدی عورتیں اس پردہ کے اندر نہیں جس کی ہمارے نو تعلیم یافتہ اصحاب کو عام طور پر شکایت ہوتی ہے۔ مگر پھر بھی پردہ میں رہنے والی خواتین ان سے بدرجہا شائستہ اور زیور علم و تہذیب سے آراستہ ہوتی ہیں۔ برخلاف اس کے پردہ نہ کرنے والی عورتیں ان سے بدرجہا جاہل اور شائستگی اور تہذیب سے کوسوں دور ہیں۔

ان بدیہی مشاہدات اور نتائج کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ

"پردے نے اسلام پر متعدی مرض کی طرح اثر کر کے بیخ و بن کو دیمک خوردہ کر دیا ہے"

اور مسلمان عورتوں کی ترقی میں اسے روک بتانا کہاں تک جائز ہے۔ کیا ہمارے نو تعلیم پذیرفتہ اصحاب بتا سکتے ہیں کہ جس یورپین تہذیب پر فریفتہ ہو کر وہ پردہ کو اڑانا چاہتے ہیں۔ اس نے بہت سے ایسے شرمناک نتائج پیدا نہیں کئے جن کا ذکر کرنا بھی بد تہذیبی میں داخل ہے کیا یورپ اور دیگر آزاد ممالک کو جہاں پردہ رائج نہیں۔ اسی بے پردگی کے صدقے میں عورتوں کی عفت و عصمت کو چکنا چور کر کے بہت سے ایسے نتائج قبیحہ کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ جو موجودہ زمانہ کی نام نہاد تہذیب کی ناک کاٹنے والے ہیں۔ کیا اس کے خلاف مسلمان مستورات نے پردہ ہی کی وجہ سے جہاں عفت اور شرم و حیا کے پاکیزہ سبق حاصل کئے ہیں۔ وہاں اس زمانہ اور سالفہ زمانوں میں بھی اپنے علم و تہذیب اور اعلیٰ درجہ کے فہم و تدبر کے ذریعہ پردہ کے اندر رہ کر ممالک کی جہانبانی نہیں کی۔ اور کر نہیں رہی ہیں۔ کیا اس زمانہ میں ہز ہائینس جناب بیگم صاحبہ بھوپال اس کی اعلیٰ ترین مثال نہیں؟

پھر اس کو بھی چھوڑ دیجئے آخر ہمارا لائق معاصر مسلم ہیرلڈ ہی بتائے کہ پردہ نے اسلام پر کونسا برا اثر ڈالا جس نے اسکی بیخ و بن کو دیمک خوردہ کر دیا۔ کیا اس نے مسلمان عورتوں کو علم پڑھنے سے روکا۔ یہ الگ بات ہے کہ خود مسلمان آج اسلام کو چھوڑ چکے ہوں۔ اور اپنے فرضی نمود اور غیرت اسلامی کو تعلیم نسواں کے خلاف سمجھتے ہوں۔ لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں عورتوں کو پردہ کا حکم دیا وہاں تعلیم بھی ان پر فرض قرار دی۔ اور اسی طرح فرض ٹھیرایا جس طرح مردوں کیلئے۔ فرمایا طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم و مسلمۃ طلب علم ہر ایک مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر فرض ہے۔ آپ ہی کے ان احکامات کا نتیجہ ہے کہ باوجود مسلمان عورتوں کے پردہ میں رہنے کے مسلمانوں میں ہر زمانہ ایسی ایسی باکمال عورتیں ہوتی رہی ہیں جو نہ صرف علم و فضل اور فہم و تدبر میں بلکہ ہر شعبہ زندگی اور تمام امور دنیوی میں مردوں پر بدرجہا سبقت رکھتی تھیں۔ ان میں شاعرہ۔ قرآن اور حدیث کو جاننے والی امور متنازعہ میں فیصلہ دینے والیں تخت حکومت پر بیٹھ کر [illegible] نظم و نسق کرنے والیں اور کئی ایک علوم و فنون کی ماہر پھر اس کے [illegible] ساتھ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی دوستی کا تعلق رکھنے والی عورتیں گزری ہیں اور آج بھی خدا جانے انہی پردوں کے اندر کتنی باکمال خواتین مستور ہیں۔ جن کے علم و ہنر سے فائدہ اٹھانے اور دیگر مستورات نے بھی سوشل معاملات میں تبادلہ خیالات کیلئے موجودہ پردہ کو کسی قدر نرم کر کے اس اعتدال پر لانے کی ضرورت ہے۔ جس سے وہ قرآن کریم کے بتائے ہوئے پردہ کے اندر رہ کر جس کی آشرتک ہم آئندہ [illegible] کریں گے اپنی بہبودی اور دیگر ضروری امور میں مردوں سے تبادلہ خیالات کی مجاز ہوں۔ پردہ کو درمیان سے اڑانا اور اسے مسلمان عورتوں کی ترقی کی راہ میں روک بتانا واقعات مندرجہ بالا کی روشنی میں قطعاً ناجائز ہے۔ اور ہم اپنے سیاسی لیڈروں اور نو تعلیم یافتہ احباب بالخصوص معاصر مسلم ہیرلڈ سے بمنت خواستگار ہیں کہ وہ اپنے

پھیر کر قومیت کے غلط مفہوم کی ترقی کو اپنا نصب العین نہ بنائیں ۔

"تم جاکر سب قوموں کو شاگرد بناؤ"

معاصر نور افشاں اپنے ایک تازہ افتتاحیہ میں مسلمانوں ہندوؤں اور آریوں کو میٹریلزم نیشلزم اور ریشنلزم کا علی الترتیب حامی بتاتا ہوئے اپنے ہم مذہب مسیحیوں کو یہ تلقین کرتا ہے کہ وہ ان تینوں اصولوں کے حامیوں پر فتح حاصل کریں۔ اور ان کو اپنا شاگرد بنائیں۔

یہ خیال کہ مسلمان میٹریلزم کے حامی ہیں۔ تعجب ہے۔ کہ اس قوم کے اخبار میں شائع ہوتا ہے۔ جن کے لئے یہی میٹریلزم موجب فخر و ناز ہے۔ اور آجتک اسے مسیحی مذہب کے خوشگوار اثمار کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ قرآن کریم نے تو آج سے تیرہ سو برس پیشتر الذین ضل سعیھم فی الحیوٰۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا کے پر حکمت الفاظ میں مادہ پرستوں کا پتہ دیکر یہ بتا دیا کہ وہ خود کسی میٹریلزم کا حامی نہیں۔ نہ ہی مادہ پرستی کوئی قابل قدر شے ہے۔ لیکن عجیب بات ہے کہ آج وہی قوم جس کی طرف قرآن نے اشارہ کیا تھا اور جو خود بھی آج اسی مادہ پرستی پر مٹی ہوئی ہے۔ اپنا بوجھ مسلمانوں کے سر لادنا چاہتی ہے پس ہمارے لائق معاصر کو جو مسلمانوں کی میٹریلزم کی فکر لاحق ہوئی ہے اور وہ اس پر فتح پانا اور مسیحی تعلیم کو ان میں بلکہ سب قوموں میں رائج کرنا چاہتا ہے۔ آیا یہ بھی اسی مسلمانوں ہی کی میٹریلزم کا اثر تو نہیں۔ کیونکہ جناب مسیح کی تعلیمات غیر قوموں میں ان کے نام کی تبلیغ کی حامی نہیں۔ بلکہ اس کے صریحاً خلاف انہوں نے اس سے اپنے پیرووں کو منع کیا اور فرمایا کہ میں صرف بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کیلئے آیا ہوں بلکہ عملی طور پر بھی ایک کنعانی عورت کو بوجہ غیر قوم ہونے کے دھتکار دیا۔ پس یہ سب قوموں کو اپنا شاگرد بنانے کی تعلیم عیسائیت میں کہاں سے آئی۔ کب آئی اور کیونکر آئی؟ یہ ایک سوال ہے۔ جس کا حل ہمارے مسیحی معاصر کے ذمہ ہے۔ اسلام اور مسلمانوں پر فتح جب پا ئینگے دیکھا جائیگا فی الحال اسلام کے اصولوں پر کار بند ہو کر اور انکی فرضی میٹریلزم کے خود بھی پرستار بن کر اس کے فلسفہ ہونے کا اعتراف نہ کرنا بھی احسان فراموشی اور ناشکر گذاری میں داخل ہے کیا ہمارا لائق معاصر اس طرف متوجہ ہوگا!

اوراق قرآن کی بےحرمتی سے اجتناب

جس دن سے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے اوراق قرآن کی بےحرمتی کے خلاف آواز اٹھائی ہے۔ اور مسلمانوں کو متنبہ کیا ہے۔ کہ وہ قرآن کریم کی واجبی حرمت و تقدیس کو ملحوظ رکھا کریں۔ اور ان مطابع سے قرآن کریم چھپوایا اور ان کتب فروشوں سے خریدا کریں جو اس حرمت و تقدیس کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ اس دن سے پنجاب کے اسلامی حلقوں میں کم از کم ان قیمتی نصائح پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ہمیں ایسے خطوط موصول ہوئے ہیں جن میں اسی بےحرمتی کی شکایت کرتے ہوئے آئندہ اجتناب کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اگر یہ رو ہر چہار اطراف ملک میں پھیل جائے اور اس خیال کو پھیلانا کوئی مشکل امر نہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کی معنوی حرمت کو بھی مد نظر رکھنے کی کوشش کی جائے تو ہم سمجھتے ہیں یہی مسلمانوں کی آئندہ کامیابیوں کی ایک نیک فال ہوگی۔

ہم سے یہ بھی استفسار کیا گیا ہے کہ جو اوراق بوسیدہ اور پھٹے پرانے ہوگئے ہوں ان کو کیا کیا جائے۔ ہمارے خیال میں ایسے اوراق جلا دینا بہتر ہوگا۔ قرآن کریم کی ردی اور بوسیدہ اوراق کو جلانا انکو پاؤں کے نیچے ملنے اور سودا سلف بیچنے کیلئے دوکانداروں کے حوالہ کردینے سے بہت بہتر ہے۔ اور جس قدر متذکرہ صورت سے اجتناب کیا جائیگا اور دوسروں کو بھی اس سے روکا جائیگا موجب ثواب ہوگا۔ مسلمانوں کو اگر اپنی مذہبی کتاب کا ہی جسے وہ کلام الٰہی سمجھتے ہیں۔ پاس نہ ہوگا۔ اس کی عزت ان کے مد نظر نہ ہوگی تو

پیغمبر اسلام صلعم پر ایک اور حملہ

معاصر "وکیل" اپنی تازہ اشاعت میں کلکتہ کے مسیحی اخبار "ایپی فینی" کے متعلق شاکی ہے کہ "اسنے اپنے کالموں میں ایک نہایت دل آزار مراسلت شائع کی ہے۔ اس میں رسول صلعم کے متعلق ایک ایسا غلاظت واقعہ اور فحش لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کو کوئی مسلمان برداشت نہیں کر سکتا" ہمارے معزز معاصر نے وہ لفظ نقل نہیں کیا اور نہ ہی ایسے ناپاک لفظ کا نقل کرنا ضروری ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا گورنمنٹ انگریزی کے عہد میں مسلمان اسی طرح تختہ مشق ظلم و ستم بنے رہینگے اور مسیحی حضرات کی زبان و قلم پر وہی خاردار لگام نہ چڑھائی جائیگی جو مسلمان اخبارات کے غلط مضمون پران کیلئے استعمال کی جاتی ہے۔

معاصر وکیل سچ کہتا ہے کہ "اگر مسلمان آمادہ مدافعت ہوں تو "ایپی فینی" کو تو کوئی پوچھے گا بھی نہیں البتہ ان کو الزام دیا جائیگا۔ خواہ بعد میں جناب وائسرائے اور مسٹر مانٹیگو اس اخبار ہی کو قصور وار قرار دیں" لیکن ہم کہتے ہیں بعد میں مسلمانوں کے آنسو پونچھنے کی بجائے جس کا اس اخبار کے اوپر کوئی اثر نہیں جیسا کہ انڈین ڈیلی نیوز کے معاملہ میں ہوا کیوں حضور وائسرائے پہلے سے ہی کلکتہ کی لوکل حکومت کو متنبہ نہیں کر دیتے کہ وہ اپنی قومی پاسداری کو حکومت کی غیر طرفدارانہ پالیسی پر مقدم نہ کرے۔ اور مسلمانوں کے جذبات و حسیات کا پاس و لحاظ ضروری سمجھے۔ ہمیں ایسے واقعات معلوم ہیں کہ کس طرح اسلامی اخبارات کے قلم سے عیسائیت کے خلاف کوئی سخت لفظ نکل جانے پر انہیں گورنمنٹ کی طرف سے فوراً انتباہ ہوا ہے۔ لیکن مسیحی اخبارات کو کوئی نہیں پوچھتا۔ کیا اس سے یہ سمجھ لیا جائے کہ ملکہ معظمہ وکٹوریہ آنجہانی کا اعلان ۱۸۵۸ء اب حکومت نے منسوخ کر دیا ہے۔ یا بقول "وکیل" مسیحی واعظین و مصنفین قانون کے حلقہ اثر سے باہر ہیں؟

"نیر الیسٹ" حضرت خواجہ صاحب کی تقریر پر

لنڈن کا مشہور و معروف اخبار "نیر الیسٹ" حضرت خواجہ صاحب کی تقریر کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "گذشتہ ہفتہ کو جناب خواجہ کمال الدین صاحب کو مسلم پریسبیٹیرس (عبادت گاہ مسلمین) واقعہ کیمپڈن ہل روڈ میں دعوت دی گئی اور وہاں ایک کثیر تعداد مسلمانان لنڈن کی خواجہ صاحب سے ملاقات کرنے کیلئے جمع ہوئی۔ ایک مختصر سے لیکچر میں جو انہوں نے اس موقعہ پر دیا بیان کیا کہ دنیا میں ترقی کا قانون یہ ہے کہ ایک جنس سے مختلف قسم کی جنسیں پیدا ہوتی ہیں۔ اور پھر مختلف جنسوں کو ملا کر اتحاد اور وحدت کی صورت پیدا کی جاتی ہے مثلاً دنیا کے تمدن کی طرف نظر ڈالیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ ایک سادہ امور خانہ داری سے جبکہ گھر میں ہر ایک آدمی شکاری، کاشتکار جلاہا، درزی وغیرہ کا کام کرتا تھا۔ ایک اعلیٰ درجہ کی مختلف الانواع جمہوریت پیدا ہوگئی۔ جسمیں کہ مختلف قومیں ہی مختلف تجارتیں نہیں کرتیں بلکہ دنیا کے مختلف حصے خاص صنعت و حرفت میں مشغول ہیں۔ یہ غیر جنسیت رحمت کی صورت اختیار کرتی ہے۔ اگر اس کے مختلف جزئیں متفق ہو کر کام کریں۔ یہی اصول اخلاقی او[illegible] امور میں عاید ہو سکتا ہے۔ مذہب ایک ہی خدا کی طرف سے آیا اور اس کی مختلف شعاعیں ہوئیں اب سوال حل طلب یہ ہے کہ اس اختلاف کو وحدت میں کس طرح تبدیل کیا جائے۔ عالمگیر مذہب تو کسی خاص جگہ کے ساتھ وابستہ نہیں ہو سکتا۔ اس کی بنیاد ایسے اصولوں پر ہونی چاہیئے جو سب جگہ اور سب لوگوں پر حاوی ہو۔ اسلام ہی ایسا مذہب ہے کیونکہ اسکے پیرووں نے ان سب احکام کو قبول کیا جو خدا کی طرف سے اس کے پیغمبر پر نازل ہوئے۔ بلالحاظ اس کے کہ وہ پیغمبر کب اور کس جگہ پیدا ہوئے۔

پریذیڈنٹ ولسن کو مبارکباد کا تار

گذشتہ اشاعت میں اس ریزولیوشن کو نقل کیا جا چکا ہے۔ جو اس پبلک جلسہ میں جو امریکہ کے انسداد مینوشی کی تقریب پر [illegible] پاس ہوا تھا اس ریزولیوشن [illegible] میں حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ نے حسب ذیل تار پریذیڈنٹ موصوف کو امریکہ میں دیا ہے:۔

"احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور (ہندوستان) آپ کو اور تمام امریکن قوم کو انسداد مے نوشی پر جو عالم اسلامی کی خاص خوشی کا موجب ہے۔ کیونکہ اس قسم کا قانون دنیا میں سب سے پہلے ذات مقدس نبوی حضرت محمد صلعم نے رائج کیا تھا۔ مبارکباد عرض کرتی ہے"۔ محمد علی پریذیڈنٹ

ہندوستان میں انسداد مے نوشی کے متعلق آوازۂ خلق

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے پبلک جلسہ میں جو ریزولیوشن گورنمنٹ ہندوستان میں انسداد مینوشی کی استدعا کرنے کے متعلق پاس ہوا ہے۔ اس کی تائید چاروں طرف سے ہونے لگی ہے۔ جس کے ثبوت میں ذیل کے دو معاصرین کی رائیں قابل ملاحظہ ہیں۔ اسی طرح آئندہ اشاعتوں میں تمام رائیں نقل ہوتی رہیں گی ۔

(۱)

امریکہ میں اسلام کی جھلک :۔ جنگ میں اسلامی طاقتیں منہزم ہوگئیں مگر اسلامی اصول زندہ ہوگئے۔ رئیس جمہوریہ امریکہ نے نہ صرف حریت۔ اخوت اور مساوات کے اسلامی الفاظ کو بین الاقوامی گفت و شنید میں استعمال کیا بلکہ اپنے معزلی خیالات و حسیات کی روشنی میں ان پر عمل پیرا ہونا بھی ضروری سمجھا ہے اسی پر بس نہیں۔ متمدن امریکہ کے صدر نشین نے اُس زرین اصول کی صداقت و اہمیت کو بھی عملاً تسلیم کر لیا ہے۔ جو توحش و بربریت کے حصار (عرب) میں آج سے تیرہ سو سنتیس سال پیشتر پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کی طفیل میں پہلی دفعہ ترک مسکرات کے متعلق دنیا کے روبرو پیش کیا گیا تھا۔ بالفاظ دیگر صدر جمہوریہ امریکہ نے شراب کی ساخت خرید و فروخت اور اس کا استعمال قطعی طور پر ممنوع قرار دیکر ایک نہایت اہم اسلامی اصول کا علم اپنے ملک میں بلند کر دیا ہے۔

کیا انگلستان اس کی پیروی نہ کرے گا؟ ہر مسلمان کی یہ خواہش ہے کہ انگلستان بھی اپنی سلطنت کے طول و عرض میں مسکرات کا استعمال قانوناً ممنوع قرار دے۔ حال میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے اپنے ایک خاص جلسہ میں جہاں مسٹر ولسن کو اس اقدام پر مبارکباد دی ہے وہاں گورنمنٹ ہند کو بھی اس کی طرف توجہ دلائی ہے۔ نہایت ضروری ہے کہ تمام اسلامی انجمنیں اور بالخصوص ٹمپرنس سوسائٹیاں بھی اسی قسم کی قرار داد پاس کریں اور سول اینڈ ملٹری جیسے اینگلو انڈین اخبارات کی مطلق پروا نہ کریں جو لکھتے ہیں کہ "ہندوستان میں شراب کی قطعی ممانعت عملی مسائل کے دائرہ سے خارج ہے"، تعجب ہے کہ جن لوگوں کی گھٹی میں شراب ملی ہوئی ہے ان کے ہاں تو اس کی ممانعت "عملی مسائل" میں داخل ہے۔ اور ہندوستان میں جہاں کثیر آبادی شراب کو ہاتھ تک نہیں لگاتی ۔ (وکیل)

(۲)

امریکہ میں شراب کی قطعی ممانعت :۔ شراب کی ممانعت کے متعلق امریکہ میں ایک قانون زیر تجویز تھا۔ امریکہ کی ۳۶ ریاستوں نے اس قانون کی چونکہ تائید کی ہے اسلئے اب امریکہ نے شراب کا بنانا بیچنا ملک کے اندر آنا اور باہر جانا قانوناً بند کر دیا ہے اور اس طرح اسلام کے اٹل قانون کے سامنے گردن خم کر دی ہے۔ امریکہ کے گرجوں میں اس خوشی میں گھڑیال بجائے گئے گورنمنٹ امریکہ نے رعایا کی بہبودی اسکی مرفع الحالی اور اسکے اخلاق اعلےٰ بنانے کیلئے واقعی قابل تقلید ایثار سے کام لیا ہے۔ کیونکہ اس قانون کے لحاظ سے گورنمنٹ کی آمدنی میں بہت بڑی کمی ہو جائے گی۔ مگر اس نے اپنے ملک کے اخلاق فوائد کے مقابلہ میں اس نقصان کی پروا نہیں کی۔ کیا ہندوستان میں بھی اسی قسم کا قانون پاس نہ کیا جائیگا۔ یہاں مسلمانوں کے مذہب میں تو اس کا چھونا بھی حرام ہے، ہندو بھی اسکو پسند نہیں کرتے پھر اس قسم کا قانون جس نے اخلاق اور ملک کی اقتصادی حالت پر نمایاں اثر ہو جاری نہ ہوسکے تو تعجب ہے گورنمنٹ کو مالی نقصان ضرور ہوگا لیکن امریکہ کی طرح اخلاقی فوائد کے مقابلہ میں یہ نقصان اگر گوارا کر لیا جائے تو نامناسب ہوگا۔ مسلمانوں کو چونکہ گورنمنٹ امریکہ کے قانون سے خاص خوشی حاصل ہوئی ہے اسلئے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام اس امر پر اظہار خوشی کیلئے

(... صاحب بی اے - الہ آباد کے قلم سے)

مسئلہ حدوث وقدم اجسام فی نفسہ بالعموم طبیعت میں اہم ہے لیکن مسائل الٰہیات کے تعلق نے اسکو عام دلچسپی بخشی ہے۔ گذشتہ پندرہ سال ارباب طبیعات نے تحقیق کیا ہے۔ کہ بجائے قدیم اور ممتنع الفنا ہونے کے مادہ فانی اور حادث ہے۔ اس مضمون میں علاوہ استدلال حکماء متقدمین کے وہ نظری اور عملی شواہد بھی جو ارباب طبیعات نے حال میں حدوث مادہ پر قائم کئے ہیں شامل ہیں یہ بحث حسب ذیل چار حصوں میں منقسم ہے:-

اول - مادہ کے ممکن الفنا ہونے پر بدیہی شواہد ۔

دویم - حدوث مادہ پر متکلمین کا استدلال ۔

سویم - اسماء اور اقوال اُن جلیل القدر طبیعین کے جو حدوث مادہ کے حال میں قائل ہوئے ہیں ۔

چہارم - ماہیت مادہ سے اُس کے حدوث پر ارباب طبیعات کا استدلال ۔

حصہ اول

مادہ کا ممکن الفناء ہونا از روئے مشاہدہ اور آزمائش کے ثابت ہوا ہے۔ (Heydweiler) ہائڈ ویلر نے تحقیق کیا ہے کہ توتیا اور پانی کا وزن قبل اور بعد حال یکساں قائم نہیں رہتا بلکہ وزن میں کمی و بیشی ہو جاتی ہے ۔

(Wallace) ویلس کی تحقیق ہے کہ پانی کی مقدار مادہ برف بننے کے بعد اسیقدر باقی نہیں رہتی جسقدر کہ قبل انجماد ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو (The new Knowledge) مصنفہ (R. K. Duncan) پروفیسر کیمیا واشنگٹن و جیفرسن یونیورسٹی ۔

ان کے علاوہ ایک اور تحقیقات کتاب موسومہ بہ (The Evolution of Forces) میں مذکور ہے۔ جو (Gustave le Bon) ممبر رائل اکیڈمی بیلجیم کی تصنیف ہے ۔

مصنف مذکور فرماتے ہیں کہ "مادہ کا ممتنع الفناء ہونا" اور "قوت کا ممتنع الفناء ہونا" جدید طبیعات کے وہ دو غیر مدلل مسئلہ ہیں کہ چند روز ہوئے جن کی بڑی وقعت تھی۔ مسئلہ اول کی عمر دو ہزار سال ہے۔ جبکہ تمام اشیاء عالم فانی ہیں تو مادہ کا اس کلیہ سے خارج ہونا ایک امر عجیب وغریب تھا۔ لیکن اس کی عجیبیت لوگوں کے ذہن میں نہ آئی اور مادہ ناقابل فنا رہا۔ یعنی جو اشیاء سالمات سے مرکب ہیں اُن کا وجود ناپائدار نہیں۔ بلکہ وہ غیر فانی عناصر سے مرکب ہیں جو ابتداء خلق میں (بعض لوگوں کے مذہب کی بنا پر) تخلیق ہو کر صدہا سال کے اثر سے محفوظ ہیں اور مثل قدیم دیوتاؤں کے ہمیشہ جوان رہتی ہیں اور نیز وہ قوٰے جنکو ہم قدرت سے تعبیر کرتے ہیں اسی طرح ناقابل فنا سمجھے جاتے ہیں۔ میں نے تقریباً دس سال آزمائشی تحقیقات میں صرف کئے جس کا خلاصہ میری کتاب (Evolution of Forces) میں موجود ہے۔

اس تحقیقات سے ثابت ہوا۔ کہ مادہ کے ممتنع الفناء ہونے کا کوئی مدعی نہیں ہو سکتا ۔ اور مادہ بھی ضرور اشیاء فانی کے دائرہ میں شامل ہے۔ اب بعد اس کے مادہ ممکن الفنا ثابت ہو گیا۔ کیا قوت (جو ہمیشہ مادہ میں پائی جاتی ہے اور اس سے جُدا نہیں ہو سکتی) کو ہم ممتنع الفناء فرض کر سکتے ہیں۔ نظری دلائل کے بیان سے قبل مادہ کے ممتنع الفناء ہونے پر جو عملی شواہد طبیعین نے پیش کئے تھے۔ ان کا بیان کر دینا مناسب ہے جنکے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ اُنکے نزدیک یہ ایک ظنی مسئلہ تھا۔ کیونکہ اسکی تصدیق میں جو آزمائشیں کی گئیں اُن سب میں مادہ کی کمی یا بیشی پائی گئی۔ اگرچہ وہ اسقدر خفیف کہ اسکو آزمائشی غلطی کیطرف منسوب کیا گیا اور وہ آزمائشیں مادہ کے ممتنع الفناء ہونے کی تائید میں سمجھی گئیں ۔ ذیل کا اقتباس سائیکلوپیڈیا سے کیا گیا ہے ملاحظہ ہو سائیکلوپیڈیا برٹینیکا۔ اڈیشن یازدہم فصل سالم (Atom) "مادہ کا ممتنع الفناء ہونا بیشمار کیمیاوی آزمائشوں سے تقریباً بالصدق کر لیا گیا ہے جن میں کسی مرکب کا ایک معلوم وزن لیکر اس کا تجزیہ کیا گیا اور پھر اُن اجزاء کا وزن علیحدہ علیحدہ معلوم کیا گیا۔ تو اجزاء کا مجموعی وزن ہمیشہ قریب قریب اصل مرکب کے وزن کے برابر رہا۔ لیکن بوجہ اُن عملی غلطیوں کے جو وزن کرنے اور اجزاء کو ایک طرف سے دوسری طرف ہونے میں منتقل کرنے پر بوجہ نقصان وزن مخل انداز ہوتی ہے ایسی آزمائشیں کم قابل اعتبار ہیں اور غلطی کا احتمال پانچویں ایک حصہ باقی رہتا ہے پس تغیر کیمیاوی سے خفیف تغیرات وزن کا حادث ہونا نہ ثابت ہو سکا اور نہ باطل ... جو خفیف کمی یا بیشی پائی گئی وہ آزمائشی غلطی کی جانب ایسی آسانی سے منسوب کیجا سکتی ہے کہ زمانہ حال سے قبل ہر ماہر کیمیا اس قانون کو کافی طور پر مصدقہ سمجھتا ہے" ... زمانہ حال کی تحقیقات نے ممتنع الفناء ہونے کے یقین کو تھوڑا متزلزل کر دیا ہے ۔

ووکنگ مسلم مشن کی اجمالی کیفیت

"ووکنگ مسلم مشن کی اجمالی کیفیت اور اس کا حساب آمد و خرچ" کے نام سے ایک ۱۴ صفحہ کا رسالہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مبلغ اسلام انگلستان کی طرف سے حال ہی میں شائع ہوا ہے جس میں مشن کا ۱۹۱۳ء سے لیکر اسوقت تک کا حساب آمد و خرچ اور مشن کی اجمالی کیفیت لکھی گئی ہے جہانتک آمد و خرچ کے اعداد و شمار کا تعلق ہے ہمیں یہ دیکھکر ایک حد تک خوشی ہوئی ہے کہ حضرت خواجہ صاحب کی مساعی اللہ تعالےٰ کی تائید و نصرت سے کامیاب ثابت ہوئی ہیں۔ چنانچہ شروع سے آخر تک تمام حساب دینے کے بعد آخر میں یہ دکھایا گیا ہے۔ کہ

"ابتداء سے ۱۹۱۸ء میں کل مشن کی بچت ۷۷۶-۱-۴ تھی جو مجھے یقین ہے کہ ۱۹۱۳-۱۴ء کا حساب کرنے سے بڑھ جائے"

لیکن باوجود اس بچت کے حضرت خواجہ صاحب کا خیال ہے۔ کہ

"یہ موجودہ کام کسی طرح کافی نہیں"

اس کے ثبوت میں اُنہوں نے بعض ایسے مصارف کی تفصیل دی ہے جن پر خرچ کرنا از حد ضروری ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں :-

مسجد ووکنگ - اس کی صفائی - اس کی روشنی - اس کا باغ - وہاں ایک آدمی کا بحیثیت خادم و موذن مستقل طور پر ہونا - یہ ایک مستقل خرچ چاہتا تھا - اور سچ پوچھو تو مسجد کے سوا مسلم مشن ہی ایک بے معنی چیز ہے ایسا ہی اس کی وقتاً فوقتاً مرمت - اس کی رونق کے دوسرے اسباب کا مہیا کرنا یہ باتیں یہاں کے حالات کو سامنے رکھکر مشن کی عزت کے لئے بھی ضروری ہیں - عدم فرصتی کے باعث صرف حسب ضرورت ہی ہم بعض چیزیں آج تک مہیا کرتے رہے - لیکن آج مجھے سرکار بھوپال نے جس کا یہ اسلامی مشن اور کئی طرح پر اور میں خود ذاتی طور پر بھی مرہون احسان ہوں - اس خرچ سے فارغ البال کر دیا - سرکار عالیہ نے ان واقعات کے لکھے جانے پر مبلغ پندرہ صد روپیہ کی سالانہ رقم مسجد کے اخراجات کے لئے مستقل طور پر مقرر فرما دی - یہ رقم ٹرسٹیان[*] مسجد کی نگرانی میں میرے ذریعہ خرچ ہوگی بد سے اگر کچھ بچ رہا - تو میموریل ہوس پر خرچ ہوگا - جہاں اس مشن کا دفتر اور کارکنان مشن کی رہائش ہے - برادران اسلام - اللہ تعالےٰ کا شکریہ ادا کریں کہ اس ملک میں جہاں ایک آدمی کا کمرہ خواب ایک سال کیواسطے بہت سے پونڈوں کا خرچ چاہتا ہے - اور جہاں چپہ بھر زمین سونا بکا کرتی ہے - وہاں خدا تعالےٰ نے ہمیں ایک مسجد - ایک مکان اور اس کے ملحقہ تین ایکڑ زمین عطا کر رکھی ہے جو ایک دن ایک عمدہ باغ اور ایک مسلم محلہ اپنے اندر بنا سکتی ہے اور اسکے اخراجات کا انتظام بھی ہو گیا - یہ امر بھی مسلم احباب کی دلچسپی کا موجب ہوگا - کہ یہ مسجد بھی سرکار بھوپال کے روپیہ سے ۱۸۸۶-۸۷ء میں تعمیر ہوئی تھی - ووکنگ گو ہمارا مرکز ہے اور رہیگا - لیکن ضرور تھا کہ لنڈن میں کوئی مستقل جگہ نماز جمعہ اور مشن کے دیگر کاروبار کی ہو - لیکن اسکے معنے ہزار ہا روپیہ کا سالانہ خرچ تھا - ۱۹۱۷ء سے پہلے صرف نماز جمعہ کا انتظام کسی پبلک ہال میں اور پھر ایک مکان میں جس کا نصف حصہ ہمارے پاس تھا - لندن میں ہوتا رہا لیکن یہ امر کافی نہ تھا - میں نے یہاں آکر اس معاملہ کا مفصل طور پر آنریبل سید امیر علی صاحب اور مسٹر عباس علی بیگ صاحب سے تذکرہ کیا - انہوں نے بھی اس مشن کی اہمیت اور اس کے مفید کام پر غور کر کے لنڈن مورسک فنڈ سے ۱۲۰ پونڈ سالانہ کی مستقل امداد کا میرے کہنے کے مطابق خرچ کرنا منظور کر لیا - الغرض اس رقم سے ہم نے ایک مکان نہایت با موقع ایک معزز حصہ لنڈن میں لے لیا - یہ مکان نہایت وسیع ہے - اس کا ایک کمرہ بطور نماز گاہ کا کام آتا ہے - جہاں معقول تعداد میں نمازی کھڑے ہو سکتے ہیں - ایسا ہی ایک کمرہ لیکچر روم کا کام دیتا ہے - ایک اور حصہ بطور گول کمرہ اور دفتر - اور ایسا ہی اور ضروریات کے کمرے ہیں - اس مکان کا نام لنڈن مسلم ہوس ہے - اسکے فرنیچر کے لئے جہانتک نمازگاہ اور لیکچر روم کا تعلق ہے وہ بھی میرے لکھنے پر اسی فنڈ نے قریباً ایک ہزار روپیہ سے اوپر دیدیا - باقی فرنیچر بھی جس کی مالیت شاید ڈیڑھ ہزار روپیہ ہو وہ ۱۹۱۹ء میں ادا ہوا - جن کو آئندہ حساب میں دکھلایا جاویگا - اس کا ایک حصہ ممکن ہے میں اپنے ذمہ ڈال لوں - الغرض اس طرح ہم لنڈن کے اخراجات مکان سے ہمیشہ کیلئے بالکل فارغ ہو گئے - کیونکہ یہ رقم ۱۲۰ پونڈ سالانہ کی ایک مستقل آمد ہے - جب تک کہ خود لنڈن میں مسجد نہ بنے - سو تب مکان کی ضرورت نہ ہوگی - رہا اس مشن کا آرگن اور اسلامی لٹریچر کا مفت تقسیم ہونا - سو اسلامک ریویو اس خدمت کے لئے حاضر ہے - یہ کسی مزید خرچ کا محتاج نہیں - یہ اپنے پاؤں پر آپ کھڑا ہے - اس کا مشن پر بوجھ نہیں جو کوئی اشاعت ... سے ہی مدد ... اور ... انشاء اللہ ... ہوگا اسکی مفت تقسیم کے سرمایہ کا سوال درپیش طلب تھا - سو ایک بزرگ قوم کی فیاضی طبع نے میری درخواست پر چھ ہزار سالانہ مستقل طور پر اس مشن کی امداد میں دیدیا جسکی تقسیم میری اختیار رائے پر چھوڑ دی گئی ہے۔ سو اسمیں میں نے تین ہزار روپیہ مفت تقسیم لٹریچر کے لئے الگ کر دیا ہے علاوہ ازیں چھ صد روپیہ سالانہ عالیجناب پرنس حمید اللہ خان صاحب بہادر چیف سکریٹری ریاست بھوپال نے اس مد میں دے رکھا ہے اس طرح تین ہزار چھ صد روپیہ اس خرچ کے لئے مستقل آتا ہے۔ سو جسقدر کا بیان اسمیں چھپ سکیگی وہ تو کم از کم تقسیم ہو سکتی ہیں۔ میں مفت تقسیم کیلئے جسقدر رسالہ چھاپتا ہوں۔ اس کا خالص خرچ ہم ایسے سرمایہ پر ڈالتا ہوں - باب رہ گئے دیگر اخراجات جس میں سے ایک خرچ یہ ہے کہ لنڈن مسلم ہوس میں ایک مستقل ہوس کیپر ہو - اسکے علاوہ وہاں روشنی اور کوئلہ کا خرچ ہے - ہوس کیپر کا خرچ سالانہ کوئی آٹھ نو صد روپیہ ہوگا - اسطرح اور اخراجات ووکنگ اور ووکنگ کا عملہ وغیرہ جنکی تفصیل ہمارے احباب کسی سال کے مطبوعہ اخراجات سے دیکھ سکتے ہیں اسکے لئے میرے پاس تین ہزار روپیہ سالانہ ہے یعنی اس چھ ہزار میں سے ... مہمانخانہ کا سوال بھی اسسال بہت آسانی سے طے کر لیا - سال ۱۹۱۸ء تک جسقدر یہاں کارکن رہے انکو کچھ تو الاؤنس ملتا تھا اور خوراک ان کی مشن کے ذمہ تھی یہ پسند کیا کہ تنخواہیں زیادہ کی جائیں - اور سوائے عملہ دفتر کے باقی کل کارکن اپنی خوراک کا خرچ آپ دیں چونکہ ہم ملکر رہتے ہیں اور نہایت کفایت شعاری سے گذران کرتے ہیں جو رقم اس طرح پر بطور بورڈ وصول اسسال ہوئی وہی زیادہ تر مہمانوں کے اخراجات کی کفیل ہو گئی مہمانوں کی تعداد میں جنگ کے باعث تو کمی ہو گئی ہے پر تاہم اگر ہر وقت ایک مہمان سمجھا جائے - تو کل مہمان ووکنگ اور لنڈن مسلم ہوس میں اڑھائی ہزار سے اوپر آئے - لنڈن مسلم ہوس کے ۴ پاؤں کا خرچ تو میں نے اپنے ذمہ ڈال لیا یعنی اسجگہ جو باورچیخانہ پر خرچ ہوا - اسمیں سے مشن پر صرف سولہ پونڈ یعنی ہوس کیپر کی خوراک کا ... باقی خرچ وہاں کے مہمانوں کا میں نے مشن پر نہیں ڈالا - وہ اپنے متعلق کر لیا اور ووکنگ میں جسقدر خرچ باورچیخانہ میں ہوا - اسمیں سے مہمانوں کے متعلق صرف ... پونڈ مشن پر ڈالے ہیں یعنی سوا دو پونڈ ماہوار - جسکے مقابل ایک وقت کے مہمان اکیاون میں ۲۰۰ کے قریب ہیں - اس کل خرچ کارکنان مشن کے خرچ خوراک سے جو انہوں نے دیا نکل آیا جسمیں مکرمی شیخ نور حسین صاحب قدوائی بھی شامل ہیں جنکی ذات بالکل عنداللہ ہیں اسکے متعلق میں آئندہ لکھونگا - رہا میری ذات کا بوجھ - اسوقت بحمداللہ مشن پر ہے اور نہ کبھی پہلے مشن پر پڑا - میرے لئے یہ کوئی امر عیب نہ تھا کہ میں اپنا گذارہ مشن سے لے لیتا - میرا ایسا کرنا قرآن اور حدیث کی منشا کے مطابق ہوتا لیکن اللہ تعالےٰ نے مجھے محض اپنے فضل سے اسوقت تک اس ضرورت سے الگ رکھا - میں نے اسوقت تک کچھ بطور ایڈیٹر اسلامک ریویو گذارہ کے طور پر آمد ریویو سے لیا اور کچھ میری اخراجات کیلئے سرکار بھوپال و حیدرآباد نے ذاتی طور پر میرے لئے منصب اور وظیفہ مقرر کر دیا - اسطرح مشن آئندہ کیلئے بھی اس خرچ سے آزاد ہے یہ ہی اس مشن کی اجمالی کیفیت - میرے احباب اب سمجھ سکتے ہیں - کہ اس پانچسال کے خاتمہ پر جو مشن کا پہلا مرحلہ زندگی تھا - مشن ایک مختصر سے کام کرنے کیلئے بالکل مستحکم پاؤں پر کھڑا ہو گیا ہے اور اگر اللہ تعالےٰ کو منظور ہوا تو اب اسکو کوئی مالی خطرہ اس اپنی مختصر سی ہستی کے قیام کیلئے نہیں - ہمارے پاس مسجد ہے اور مکان رہائش ہے اور دفتر کیلئے جگہ ہے لنڈن میں ایک مکان ہے جہاں نماز جمعہ ہوتی ہے ہر اتوار لیکچر اور سرمن ہوتے ہیں نو مسلموں کے جمع ہونے اور دیگر جلسہ کرنے کیلئے عمدہ مکان ہے اپنا ایک آرگن ہے مفت تقسیم لٹریچر کا مستقل سامان ہے ادنیٰ عملہ کیلئے اور دیگر اخراجات کیلئے مختصر سی رقم بھی ہے یعنی اسوقت ہمارے مشن کا اپنا مکان اپنی مسجد اور اسکے علاوہ دس ہزار روپیہ سالانہ کی مستقل امداد اور میری اور کئی ایک معاون کی خدمات مستقل طور پر حاضر ہیں گویا اسطرح یہ مشن پانچسال کے بعد اپنی مختصر سی ہستی قائم رکھنے کیلئے سوائے خدا تعالیٰ کے کسی کا محتاج نہیں - لیکن کیا یہ کافی ہے اور کیا یہ ظلم نہیں کہ جب اسی خرچ کے ماتحت اور انہیں وسائل کے ذریعہ موجودہ کام سے دس گنا زیادہ کام ہو سکتا ہو اگر چند کارکن اور ہوں تو ہم کیوں کام نہ بڑھائیں مثلاً اگر دو اور چار مبلغ ہوں اگر بالفرض موجودہ اشاعت تصنیف کے بالمقابل دس گنا اشاعت ہو - عملہ مکان - کارکن متفرق اخراجات یہ سب کے سب وہی ہونگے سوائے کوئی فالتو خرچ نہ ہوگا لیکن کام اور اسکے نتائج کئی گنا زیادہ ہونگے - اسی دس ہزار روپیہ امداد اسی مکان میں چار پانچ اور کارکن چل سکتے ہیں اگر انکے ماہحتاج کا انتظام ہو جاوے میرے نزدیک اشاعت اسلام یہی نہیں کہ لیکچر دیدیئے یا چل پھر کر کسی سے اقرار اسلام لے لیا یہ امر تو بہت ہی مختصر سا خرچ چاہتا ہے اسوقت جب یہاں ایک خاص قسم کا مذہبی انتشار ہو رہا ہو اور عیسائیت سے نفرت پھیلتی جاتی ہے - ایسا کام ایک آسان شغلہ ہے اور یہ طریق چنداں مفید نہیں - اصل کام یہ ہے کہ جتنے بھی مسلمان ہوں انکے ساتھ مستقل طور پر خط و کتابت اُن سے میل جول - انکی تعلیم و تربیت پھر عام طور پر اسلامی لٹریچر کی اشاعت مختلف طور پر جو اسوقت اس ملک میں اسلام کے موافق یا مخالف لکھا جاتا ہے اسکی غور پر داخت انکے جواب پھر اسکے علاوہ مختلف مواقع پر لیکچر و تقریروں کا انتظام کرنا مختلف جلسوں میں جہاں کہیں اسلام پر یا مذہب پر تقریریں ہوتی ہوں - وہاں پہنچنا اور بحث میں حصہ لینا دوسرے ایسے مذہبی پلیٹ فارم پر جا کر تقریر کرنا جب عیسائیت سے ...

[*] موجودہ ٹرسٹیان حسب ذیل ہیں :- رائٹ آنریبل سید امیر علی صاحب - میر عباس علی بیگ صاحب - آنریبل صاحبزادہ آفتاب احمد خان صاحب ۔

جلد ۶ | مدینۃ المسیح لاہور چہارشنبہ مورخہ ۴ جمادی الاول ۱۳۳۷ھ مطابق ۵ فروری ۱۹۱۹ء | نمبر ۵۶

ملفوظات حضرت مسیح موعود

صداقت کا معیار اعدا پر غلبہ ہے

فرمایا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے کسی شخص کو معلوم تھا کہ آپ کے ہاتھ سے اسلام [illegible] کی طرح دنیا میں پھیل جاوے گا جب آپ نے دعوے کیا تو [illegible] آپ کے ہمراہ تھے جو کہ مسلمان ہوئے تھے [illegible] آپ کو کیسے حقیر خیال کرتے تھے۔ خدا تعالےٰ نے اس کی کیا عزت کی ہے

اعدا کی کامی اور اپنی کامیابی پر غلبہ پایا کہ اس کے متعلق جہاں میں پیشگوئی جو ہوئی ہے۔ اگرچہ وہ ایک رنگ میں پوری ہو گئی ہے۔ تاہم خدا جانے کامل طور پر اس کے پورا ہونے کے لئے وہ کیا منشا رکھتا ہے۔ اسلئے جو ایسی پیشگوئیوں کی وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیمۃ ہے جو کہ بہت سے اسباب کو چاہتا ہے۔

دنیا میں حق پسند بہت تھوڑے ہیں۔ اور اقبال پسند بہت زیادہ ہیں۔ اس لئے اللہ تعالےٰ آخر کار ذی وجاہت لوگوں کو اپنے برگزیدوں کے ساتھ کر دیا کرتا ہے۔ تاکہ عوام الناس ان کے ذریعہ سے ہدایت پاویں۔ کیونکہ عوام الناس میں حق پسندی اور عمیق عقل کم ہوتی ہے۔ اس لئے وہ بڑے بڑے آدمیوں کو دیکھ کر ان کے ذریعہ داخل ہو کے ہدایت پاتے ہیں۔

اسم ضال اور ہادی کی تجلی

بعض زمانہ میں اللہ تعالےٰ کے اسم ضال کی تجلی ہوتی ہے اور بعض زمانہ میں اسم ہادی کی تجلی ہوتی ہے۔ نیک اور خداترس لوگ جس اسم کی تجلی ہوتی ہے۔ اس کے پیچھے آتے ہیں۔ اور اپنے رنگ میں اس سے استفادہ کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ صوفی ابن الوقت ہوتا ہے۔ اسم ضال کی تجلی کا زمانہ گزر چکا اور اب اسم ہادی کی تجلی کا وقت آ پہنچا ہے [illegible] واسطے خود بخود طبیعتوں میں اس کفر اور شرک سے ایک بیزاری پیدا ہو رہی ہے۔ جو عیسائی مذہب نے پھیلایا تھا۔ ہر طرف سے خبریں آ رہی ہیں کہ دنیا میں ایک شور مچ گیا ہے۔ اور وہ وقت آ گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی توحید دنیا میں پھیلے۔ اور وہ شناخت کیا جائے۔ اس کی طرف اشارہ کر کے براہین احمدیہ میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف

اور پھر ایک جگہ فرمایا ہے ارادت ان استخلف فخلقت ادم۔ جن لوگوں کو کچھ بھی تعلق نہیں ہے۔ [illegible] ہیں کہ یہ زمانہ انقلابات کا زمانہ ہے۔ [illegible] ہو رہے ہیں۔ اور یہ سب انقلاب ایک آنے والے بات کی خبر دیتے ہیں۔ جس میں اللہ کی عظمت وجلال کا [illegible] ظاہر ہوگا۔

اللہ تعالےٰ نے جب [illegible] تو

اس قوم میں فسق وفجور پیدا ہو جاتا ہے۔ فاسق چونکہ زنانہ مزاج ہوتے ہیں۔ اور فسق کی بنیاد ربیت پر ہوتی ہے۔ اس لئے وہ جلد۔۔ تباہ ہوتے ہیں۔ ذرا مقابلہ ہو اور سختی پڑے تو برداشت کی طاقت نہیں رکھتے۔

براہین میں مسیح کے آسمان پر ہونیکا ذکر

ایک شخص نے سوال کیا کہ براہین احمدیہ میں مسیح کے دوبارہ آنے کا اقرار درج ہے۔ خدا تعالےٰ نے پہلے ظاہر کیوں نہ کر دیا

فرمایا جب اللہ تعالےٰ نے ہم کو بتایا ہم نے ظاہر کر دیا۔ اور یہی ہماری سچائی کی دلیل ہے۔ اگر منصوبہ بازی ہوتی تو الہام کیوں لکھتے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ اسی براہین میں میرا نام عیسےٰ بھی رکھ دیا گیا ہے۔ اس کی بنیاد براہین سے پڑی ہوئی ہے۔ اور علاوہ بریں سنت اللہ اسی طرح پر ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے چالیس سال سے پہلے کیوں نبوت کا دعوے نہ کر دیا۔ اسی طرح حضرت عیسےٰ علیہ السلام مامور ہونے سے پہلے یوسف نجار کے ساتھ بڑہی کا کام ہی کرتے رہے۔ غرض جب تک حکم نہیں ہوتا اعلان نہیں کرتے۔ دیکھو جب تک شراب کی حرمت کا حکم نہیں ہؤا تھا۔ اس کی حرمت بیان نہیں کی گئی۔ اسی طرح ہؤا کرتا ہے۔ جب خدا تعالےٰ نے ہم پر کھولدیا ہم نے دعوے کر دیا۔ بغیر اس کی اطلاع اور اذن کے کس طرح ہو سکتا تھا

نبی بھی بغیر وحی کے کچھ نہیں کہتا

پس یاد رکھو کہ ہر ایک نبی کو جبتک وحی نہ ہو وہ کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ ہر ایک چیز کی اصل حقیقت تو وحی الٰہی ہی سے کھلتی ہے یہی وجہ تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اشارہ ہؤا۔ ماکنت تدری ما الکتاب ولا الایمان۔ یعنی تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے۔ اور ایمان کیا چیز ہے لیکن جب اللہ تعالےٰ کی وحی آپ پر ہوئی تو پھر قل انی امرت وانا اول المومنین آپ کو کہنا پڑا۔ اسی طرح آپ کے زمانہ وحی سے پیشتر کہیں بت پرستی اور شرک فسق وفجور ہوتا رہا تھا۔ لیکن کوئی بتا سکتا ہے کہ وحی الٰہی کے آنے سے پہلے بھی آپ نے ان بتوں کے خلاف وعظ کیا۔ اور تبلیغ کی تھی۔ لیکن جب فاصدع بما تؤمر کا حکم ہؤا تو پھر ایک سکنڈ کی بھی دیر نہیں کی۔ اور ہزاروں مشکلات ومصائب کی بھی پروا نہیں کی۔ بات یہی ہے کہ جب کسی امر کے متعلق وحی الٰہی آجاتی ہے۔ تو پھر مامور اس کے پہنچانے میں کسی کی پروا نہیں کرتے۔ اور اس کا چھپانا اسی طرح شرک سمجھتے ہیں جس طرح وحی الٰہی سے اطلاع پانے کے بغیر کسی امر کی اشاعت شرک سمجھتے ہیں۔

اگر وہ اس بات کو جس کی اطلاع وحی الٰہی کے ذریعہ سے نہیں ملی بیان کرتا ہے۔ تو گویا وہ یہ سمجھتا ہے کہ اسے وہ سوجھا ہے۔ جو خدا کو بھی نہیں سوجھتا۔ اور اس گستاخی سے وہ مشرک ہو جاتا ہے۔ اگر یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم [illegible] قرآن شریف میں درج ہیں۔ قرآن شریف کے نزول سے پہلے ہی بیان کر دیتے۔ تو پھر قرآن شریف کی کیا ضرورت رہ جاتی۔ غرض جو کچھ خدا نے ہم پر کھولا اور جب کھولا ہم نے بیان کر دیا۔

شرک کیوں معاف نہیں ہوتا

ایک دوست کے تحریری سوال پر کہ اللہ تعالےٰ شرک کو کیوں معاف نہیں کرتا۔ اور گناہ پر مواخذہ کی کیا وجہ ہے؟

فرمایا گناہوں کے مواخذہ کے متعلق یہ دیکھنا چاہیئے کہ کیا سنت اللہ میں یہ داخل ہے یا نہیں؟

وہ ہمیشہ سے مواخذہ کرتا آیا ہے۔ لہذا جو گناہ از قسم صغائر ہوں یا کبائر ان کا مواخذہ ضرور ہوتا ہے۔ × × × × × ×

اور انسان خود ہی اپنی فطرت میں غور کرے کہ کیا وہ اپنے ماتحتوں اور متعلقین سے کوئی مواخذہ کرتا ہے یا نہیں جب ان سے گناہ سرزد ہوتے ہیں اور وہ کوئی غلطی کرتے ہیں؟ یہ فطرتی نقش اس بات پر ایک حجت اور گواہ ہے۔

اور یہ بات کہ شرک کو نہیں بخشتا اگر ایک ایک گناہ پر یہ سوال ہو تو پھر بہت بڑی وسعت دیکر اس سوال کو یوں کہنا پڑیگا کہ وہ ہر قسم کے گناہ کیوں معاف نہیں کر دیتا۔ سزا دیتا ہی کیوں ہے؟ یہ غلطی ہے۔ پہلی امتوں پر گناہوں کے باعث عذاب آئے۔ اور اب بھی اللہ تعالےٰ اسی طرح گناہوں کا مواخذہ کرتا ہے۔

ہاں ہمارا یہ مذہب ہرگز نہیں ہے کہ گناہگاروں کو ایسی سزا ابدی ملے گی کہ اس سے پھر کبھی نجات ہی نہ ہوگی۔ بلکہ ہمارا یہ مذہب ہے کہ آخر اللہ تعالےٰ کا فضل اور رحم گناہگاروں کو بچا لیگا۔ اور اسی لئے قرآن شریف میں جہاں عذاب کا ذکر ہے وہاں فعال لما یرید فرمایا ہے۔ گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک بندوں کے ایک خدا کے۔ جیسے چوری ہر یہ عبد کا گناہ ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کی چوری شرک ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کی صفات کو چرا کر دوسرے کو دیتا ہے چونکہ یہ ایک بڑی زبردست ہستی کی چوری ہے۔ اس کی سزا بھی بہت ہی بڑی ملتی ہے

جو لوگ اس قسم کے سوال کرتے ہیں وہ اللہ تعالےٰ کو اپنے قانون اور مرضی کے ماتحت رکھنا چاہتے ہیں۔ کہ جس گناہ کو چاہیں اسے بخشدے۔ اور جسکو نہ چاہیں اسے نہ بخشے اس طرح پر کیسے ہو سکتا ہے۔ یہاں دنیا میں اس کا نمونہ نہیں تو آخرت میں کیسے کوئی وائسرائے کو لکھ دے کہ فلاں مجرم کو سزا نہ دی جائے۔ اور تعزیرات ہند کو موقوف کر دیا جائے۔ تو کیا ایسی درخواست منظور ہو سکتی ہے؟ کبھی نہیں۔ اس طرح پر تو اباحت کی بنیاد رکھی جاتی ہے کہ جو چاہو سو کرو۔

جنازہ غائب: [illegible] ماسٹر [illegible] لب دریں اور [illegible] خوست ہو گئیں [illegible] ہر دو کا جنازہ غائب پڑھ کر ثواب حاصل [illegible]

[illegible] صاحب نے

کہ میر صاحب فوت ہو گئے ہیں اور کاغذات الماری میں تھے ادھر ادھر ہوگئے ہیں ملتے نہیں۔ مگر ایڈیٹر صاحب الفضل نے ایک جعلی خط شائع کر دیا کہ سید حامد شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ "ہمارے پاس کوئی ایسی تحریر حضرت اقدس مسیح موعود کی نہیں پہنچی۔ نہ ہم نے دیکھی نہ اب موجود ہے۔ جب میر صاحب کو ہم نے اخبار الفضل مورخہ ۹ مئی ۱۹۱۵ء کا دکھایا کہ آپ نے اس تحریر کے متعلق یہ لکھا ہے تو فرمایا استغفر اللہ۔ میں نے ہرگز یہ نہیں لکھا۔ پھر میں نے اخبار پیغام صلح جلد ۳ نمبر ۱۰۶ مورخہ ۲ مئی ۱۹۱۶ء میں اس خط کے عکس کا مطالبہ کیا۔ اسوقت عکس شائع کرنا چاہئے تھی۔ جبکہ اخبار میں [illegible] کیا گیا تھا۔ اور اس وقت میر صاحب مرحوم زندہ تھے۔ اس وقت ایڈیٹر صاحب الفضل نے اس جعلی خط کا عکس ہرگز شائع نہیں کیا۔ کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ میر صاحب زندہ ہیں ہمارا پول ظاہر ہو جاویگا۔ اب آپ نے جہاں دو خط میر صاحب کے بنالئے ہیں تو ان کا عکس شائع کرنے میں آپ کا کیا نقصان ہے۔ اب تو میر صاحب فوت ہو چکے ہیں۔ اب چاہے سو عکس شائع کردو کوئی تردید کرنے والا نہیں۔ ایمانداری تو یہ تھی۔ کہ اس وقت اس جعلی خط کا جو میر صاحب کی طرف منسوب کرکے شائع کیا گیا تھا۔ اور اخبار میں بذریعہ عکس کا مطالبہ ہوا تھا۔ اس وقت عکس شائع کرتے اب کیا عکس شائع کروگے۔ اب ہم عکس کا مطالبہ نہیں کرتے۔ آپ مہربانی کرکے ان زندہ آدمیوں کی شہادت ہی شائع کردیں۔ حیرانی کی بات ہے کہ آپ لوگ کیوں ایڑی چوٹی تک کا زور لگا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ میر صاحب مرحوم کے بھی یہی اعتقاد تھے جو آپ لوگوں کے ہیں۔ جبکہ جناب میاں صاحب کی اجازت موجود ہے کہ باوجود اختلاف عقائد رکھنے کے بھی کوئی شخص میاں صاحب کی بیعت کر سکتا ہے۔ اور جبکہ بموجب اجازت جناب میاں صاحب میر صاحب مرحوم ہمارے اعتقاد رکھ سکتے تھے۔ اور پھر بھی بیعت کر سکتے تھے ٭ والسلام ٭ خاکسار۔ مولا بخش از سیالکوٹ۔

ضروری خبریں

بمبئی میں سٹرائکوں کا خاتمہ

خوشی کی بات ہے کہ بمبئی میں محنت پیشہ لوگوں کی سٹرائک کا تقریباً خاتمہ ہوگیا۔ اور ۲۰ جنوری سے ملیں پھر جاری ہوگئیں غیر حاضرین کی تعداد قلیل تھی۔ مزگاؤں میں کھاٹ کے کارخانوں میں سرگرمی سے کام ہو رہا ہے کارکنوں سے نیا عنایات کی گئیں۔ ایک ماہ تنخواہ بطور بونس (انعام) عطا کرنے کے علاوہ مشاہرہ میں بھی دس فیصدی کا اضافہ کیا گیا ہے مزید برآں یکم جنوری سے دو آنہ یومیہ الاؤنس غذائی منظور ہوا ہے۔ بقول رائٹر ان دونوں محنت پیشہ طبقات میں بے چینی کی رو انگلستان میں بھی دوڑ رہی ہے۔ اور بعض صنعتیں خصوصیت سے متاثر ہو رہی ہیں ٭

پنجاب کے لئے ہائیکورٹ

عدالت ہائے پنجاب کے قانون میں ترمیم کا ابتدائی مسودہ مشتہر ہوا ہے مدعا یہ ہے کہ صوبہ ہذا میں ہائیکورٹ قائم ہوتے ہی ترمیم مذکور پر عملدرآمد کیا جا سکے۔ ماتحت عدالتوں کو ہائیکورٹ کے ماتحت بنانے کی غرض سے مسودہ ہذا کی ضرورت سے انکار نہیں ہو سکتا۔ لہذا یہ مسودہ پہلے ہی پنجاب کونسل میں پاس کر دیا جائیگا۔ ہائیکورٹ لیٹرز پیٹنٹ کی رو سے وجود میں آئے گی ٭

کھلی ہوا میں مدارس

قانونی کونسل بہار و اڑیسہ کے گذشتہ جلسہ میں آنریبل بابو گوپابندہو [illegible] کا یہ ریزولیوشن پاس ہوا کہ کھلی ہوا میں ابتدائی و ثانویہ مدارس قائم کرنے کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ یعنی صرف بارش اور موسمی بے اعتدالیوں کی حالت میں لڑکے کمروں میں بیٹھکر پڑھیں۔ ورنہ یوں عام طور پر ان کی تعلیم کھلی ہوا کرے۔ بہ نسبت بند کمروں کے جہاں روشنی و ہوا تازہ نہیں ہوتی کھلی ہوا میں تعلیم پانا طلبہ کی صحت کے حق میں زیادہ مفید ہوگا۔ ریزولیوشن ہذا کی منظوری کے بعد امید ہے کہ اس قسم کے مدارس زیادہ تعداد میں قائم ہونے لگیں گے ٭

محاربہ عظیم میں نقصان جان

سوا چار سالہ جنگ میں کل مقتولین و مجروحین کی تعداد ۲،۱۵،۳۶،۱۰۸ اندازہ کی جاتی ہے جس کی تفصیل یہ ہے:- گریٹ برٹن ۳،۰۴،۹۹۹۱۔ امریکہ ۲،۲۴،۰۰۰۔ فرانس چالیس لاکھ۔ اٹلی بیس لاکھ۔ روس پچاس لاکھ۔ بلجیئم تین لاکھ۔ سرویہ دو لاکھ۔ رومانیا تین لاکھ۔ جرمنی چالیس لاکھ۔

[illegible] جانوں کا نقصان ہوا ٭

آئندہ ہوائی کانفرنس

پیرس۔ ۲۹ جنوری۔ آج بڑی سلطنتوں کی کونسل میں جنرل بوتھا نے جرمن نوآبادیوں کے متعلق تقریر کی۔ عنقریب ایک ہوائی کانفرنس منعقد کی جائیگی۔ جو فرانس برطانیہ۔ بلجیئم۔ امریکہ۔ اور اٹلی میں سے ہر ایک کے پانچ پانچ نمائندوں پر مشتمل ہو گی۔ اس میں ہوائی جہازوں کی آمد و رفت کو باقاعدہ بنانے کے متعلق تجاویز طے کی جائینگی ٭

لنڈن ۲۹ جنوری۔ پیرس کا ایک اعلان مظہر ہے کہ پانچ بڑی سلطنتوں کے نمائندگان کا آج دو دفعہ اجلاس منعقد ہوا آج صبح پولش ڈیلیگیشن نے پولش صورت معاملات اور پولستانی [illegible] پر عام بیان دیا ٭

پروانہ جات راہداری دینے سے انکار

کیپ ٹاؤن ۲۹ جنوری۔ یونین گورنمنٹ نے مشہور جنرل ڈی ویٹ۔ اور ایک بوئر جنرل گروکر کو جو اس ڈیپوٹیشن کے ممبران ہیں۔ جو جنوبی افریقن نیشنلسٹ کانفرنس کے ایک گذشتہ اجلاس میں پیرس جاکر کانفرنس کے سامنے خود مختار جنوبی افریقہ کے متعلق تجاویز پیش کرنے کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ پروانہ جات راہداری دینے سے انکار کردیا ہے ٭

ایک یورپین کے خلاف ایک ہندوستانی پر حملہ کرنیکا مقدمہ

سفر میں صاحب سیشن جج [illegible] کا فیصلہ کردیا ہے جس میں بابو کمد کانت چکرورتی پلیڈر مسٹر بگنولڈ جنرل مینجر کورٹ آف وارڈز کے خلاف یہ الزام لگایا تھا۔ کہ اس نے اس پر حملہ کیا ہے۔ عدالت نے مدعا علیہ کے خلاف ۰۰ے روپیہ بمعہ خرچہ کے ڈگری دیدی۔ مدعا علیہ کی طرف سے کہا گیا تھا۔ کہ مدعی نے ریلوے قانون کے خلاف ورزی کی تھی اور کہ مسٹر بگنولڈ کو ہر ایک ایسے خلاف ورزی کرنے والے کو باہر نکال دینے کا اختیار حاصل تھا۔ مدعا علیہ نے یہ بھی کہا کہ اسے اشتعال دلایا گیا تھا۔ اور اس کی بے عزتی کی گئی تھی ٭

ڈاکٹر انصاری کی تقریر ضبط

پنجاب گزٹ میں ایک اعلان شائع ہوا ہے کہ حضور لاٹ صاحب پنجاب نے قانون تحفظ ہند کے ماتحت حکم صادر فرمایا ہے کہ ڈاکٹر مختار احمد نے بحیثیت چیرمین استقبالیہ کمیٹی آل انڈیا مسلم لیگ اس کے گیارھویں اجلاس میں جو ماہ دسمبر میں بمقام دہلی منعقد ہوا تھا۔ جو تقریر کی تھی اس کی تمام کاپیاں انگریزی اور ورنیکلر میں جہاں کہیں پائی جائیں بحق سرکار ضبط کی جائیں کیونکہ اس میں ایسے الفاظ موجود ہیں جن سے حضور ملک معظم کی رعایا کی مختلف جماعتوں میں نفرت و حقارت پیدا ہونیکا برٹش ہند میں قانوناً قائم شدہ گورنمنٹ کے خلاف بے چینی پھیلنے کا احتمال ہے

ہندوستان میں پلیگ

ہفتہ مختتمہ ۱۸ جنوری ۱۹۱۹ء میں ہندوستان میں پلیگ کے ۲۱،۶۲۹ کیس اور ۱۵،۲۱ اموات ہوئیں۔ جنکی تفصیل حسب ذیل ہے۔ صوبہ بمبئی ۳۵۹ اموات۔ مدراس ۲۳۸۔ بہار و اڑیسہ ۲۱۹۔ پنجاب ۴۶۔ برہما ۱۷۴۔ صوبجات متوسط ۷۳۔ صوبجات متحدہ ۹۱۔ ریاست میسور ۱۴۴۔ ریاست حیدرآباد دکن ۲۱۱۔

انگلستان میں سٹرائک پھیل رہی ہے

لنڈن ۳۰ جنوری۔ باوجود بارش کے لوگوں کا ہجوم کل شب ملفاسٹ کے بازاروں میں بڑھ گیا۔ آدمیوں اور عورتوں کے گروہ ایک دوسرے کو دھکے دیتے ہوئے چلتے کھیلتے اور تاریکی میں نعرے لگاتے تھے۔ روشنی صرف گذرنے والی موٹر کاروں کے لیمپوں اور ان لوگوں کی وجہ سے جو بجلی کی مشعلیں اور چینی لال لالٹینیں لئے ہوئے تھے۔ بہت رات گئی تک امن و امان رہا۔ جس کے بعد چند کھڑکیوں کے شیشے توڑے گئے۔ اور چند دکانیں لوٹی گئیں۔ کل صبح کرین پر کام کرنے والے آدمیوں نے سٹرائک کردی تھی۔ لیکن آج سہ پہر سٹرائک کمیٹی کے حکم سے کام شروع کردیا اس کمیٹی نے یہ حکم یہ دیکھکر دیا تھا۔ کوئلہ کی قلت کا سٹرائک کنندگان پر بہت برا اثر پڑیگا۔ کل شب کلائیڈ پر صورت معاملات بے چین کرنے والی تھی۔ ان کے بڑے کارخانے بجلی کی قلت کی وجہ سے بند ہو رہے ہیں۔ اور ہزاروں کان کنوں کی غیر سرکاری سٹرائک اور گاڑی بانوں کے کام چھوڑ دینے کی وجہ سے صورت معاملات اور بھی پیچیدہ ہوگئی ہے۔ مزدوری نے بذریعہ تار برقی اس وجہ سے مداخلت کرنے سے انکار کیا کہ گھنٹوں کا سوال ایک قومی سوال ہے اور قومی نامہ و پیام کرنے والی کمیٹی کے ذریعہ ہی طے ہونا چاہئے۔ سٹرائک کنندگان کا ایک جلوس جس کے آگے آگے بینڈ تھے ٹاؤن ہال کی طرف گیا جہاں ان کے سرگروہ نے لارڈ پرووسٹ سے کہا کہ ٹریم کاریں جلوس کے راستے کو روک رہی ہیں اور اگر

دیئیے۔ انہوں نے لارڈ موصوف کو متنبہ کیا کہ اگر وہ گورنمنٹ کی مداخلت کا یقین دلائیگا سٹرائک کنندگان غیر آئینی طریقے اختیار کرینگے

لنڈن ۳۰ جنوری۔ رائٹر بیورو مظہر ہے کہ گلاسگو کے لارڈ پرووسٹ نے وزیر اعظم کو تار بھیجا کہ ایک ڈیپوٹیشن نے جسے ایک بھاری جلسہ نے منتخب کیا ہے۔ مجھ سے درخواست کی ہے کہ میں گورنمنٹ سے درخواست کردوں کہ وہ بلا تخفیف تنخواہوں کے مالکان سے ۴۰ گھنٹے کا منظور کرنے کیلئے مداخلت کریں گے۔ ڈیپوٹیشن نے بیان کیا کہ اس وقت تک آئینی طریقوں سے کام لیا گیا ہے لیکن اگر گورنمنٹ نے درخواست پر غور نہ کیا۔ تو اپنا مطلب حاصل کرنے کیلئے غالباً دیگر طریقے اختیار کئے جائینگے مسٹر بونر لا نے مسٹر لائیڈ جارج کیطرف سے جواب دیتے ہوئے بیان کیا کہ گورنمنٹ یہ تجویز کرنے سے ناقابل ہے کیونکہ ایسی کارروائی آدمیوں کے منتخب کردہ نمائندوں کے اختیار کو کم کردیگی اور مالکان اور ملازمان کے باہمی اتحاد کو جسپر صنعتی امن کا دارومدار ہے تباہ کردیگی ٭

رسید زر

چندہ از جماعت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام شملہ بابت جنوری ۱۹۱۹ء

(معرفت شیخ الہ دین صاحب کمپوزیٹر)

جناب مولوی عبدالرحمن صاحب اسسٹنٹ میڈیکل برانچ شملہ عـ۵ـ/

جناب شیخ عبدالحق صاحب کلرک ایگزیمینر اکاؤنٹس ملٹری ورکس عـ/

جناب بابو جعفر محمد صاحب ریڈر گورنمنٹ سنٹرل پریس ۔ـ۵/

جناب بابو امیر علی صاحب محکمہ صنعت و تجارت عـ۴/

جناب شیخ اسلام الدین صاحب ریڈر گورنمنٹ سنٹرل پریس ۔ـ۵/

جناب شیخ الہ دین صاحب کمپوزیٹر عـ۴/

تصنیفات حضرت مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ

احمدیہ موومنٹ انگریزی اس میں حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب نے سلسلہ احمدیہ کے متعلق تمام حالات کو بیان کیا۔ بانی سلسلہ کی زندگی کے مختصر حالات اور مسائل و عقاید اور آجکل جو اختلاف سلسلہ میں ہوا ہے اسپر بھی روشنی ڈالی گئی ہے غرض انگریزی دان حضرات کے لئے یہ سلسلہ نہایت مفید ہے۔ قیمت حصہ اول ۴ر حصہ دوم ۴ر حصہ سوم ۴ر حصہ چہارم ۱۲ر ٭

حقیقۃ المسیح از روئے قرآن و بائیبل ایک عیسائی کے سوالات کا جواب مصنفہ حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم-اے-ایل-ایل-بی- امیر جماعت احمدیہ ٭ قیمت ۲ر

آیت اللہ اس میں مولوی ثناء اللہ امرتسری سے حضرت مسیح موعود کے آخری فیصلہ کی حقیقت و اصلیت پر مولینا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ نے روشنی ڈالی ہے اور مولوی ثناء اللہ کے اعتراض کا مسکت اور مدلل جواب دیا ہے۔ قیمت ... ۲ر

نکات القرآن پہلا حصہ از ابتدائے سورہ فاتحہ تا آخر [illegible] حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم-اے-ایل-ایل-بی نے نکات القرآن کا سلسلہ لکھنا شروع کیا ہے جسکے چار حصے شائع ہو چکے ہیں اس سلسلہ میں قرآن مجید کے مشکل مقامات اور آیات پر نہایت لطیف اور زمانہ کی ضروریات کو مدنظر رکھکر نوٹ لکھے گئے ہیں جو لوگ قرآن مجید سیکھنا چاہتے ہیں ان کے پرائیویٹ مطالعہ کیلئے یہ سلسلہ نہایت مفید ہے اور ہر چہار حصص کا مجموعی حجم چار سو صفحات ہے۔ لکھائی چھپائی نہایت عمدہ۔ کاغذ اعلیٰ تقطیع ۲۲×۲۹ قیمت حصہ اول ۶ر حصہ دوم ۶ر حصہ سوم ۸ر حصہ چہارم ۶ر

مسیح موعود یہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی کی تازہ تصنیف ہے جس میں مسیح ابن مریم کے دوبارہ نزول کی حقیقت کو قرآن و حدیث سے واضح کیا گیا اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعاوی مسیحیت و مجددیت اور آپ کی پیشگوئیوں پر قرآن و حدیث سے روشنی ڈالی گئی ہے سلسلہ احمدیہ کے متعلق تحقیقات کرنے والوں کو اس کتاب کا مطالعہ از بس ضروری ہے۔ قیمت عمر

مرآۃ الحقیقہ بنمبرہ مصنفہ حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ۔ یہ ۹۲ صفحات کی کتاب جواب ہے اس کتاب کا جو پچھلے دنوں میاں محمود احمد صاحب نے "حقیقۃ الامر" کے نام سے لکھی تھی۔ اس چھوٹی سی کتاب میں محمودی مغالطہ اندازیوں اور عقائد کی ہوبہو تصویر کھینچی گئی ہے اور اس کی حقیقت پر خوب روشنی ڈالی گئی ہے۔ قیمت صرف ۴ر ہے۔ احباب کرام کو چاہئے کہ اسے بہت زیادہ تعداد میں منگوا کر محمودیوں میں تقسیم کریں اور اس سے فائدہ اٹھائیں ٭

پتہ:- دفتر بکڈپو اشاعت اسلام لاہور

جلد ۶ | مدینۃ المسیح لاہور یکشنبہ ۸ جمادی الاول ۱۳۳۷ھ مطابق ۹ فروری ۱۹۱۹ء | نمبر ۵۹

ملفوظات حضرت مسیح موعود

بیع وشرا میں حلت وحرمت

ایک شخص نے سوال کیا کہ بیلی برادرس وغیرہ کارخانوں میں سیر ۰ روپیہ کا دیتے ہیں۔ اور لیتے ۱۱ روپیہ کا ہیں۔ کیا یہ جائز ہے؟

فرمایا جن معاملات بیع وشرا میں مقدمات نہ ہوں۔ فساد نہ ہوں۔ تراضی فریقین ہو۔ اور سرکار نے بھی جرم نہ رکھا ہو عرف میں جائز ہو۔ وہ جائز ہے۔

ہدایت کی آخری راہ

امور جب دنیا میں اصلاح اور اشاعت ہدایت کیلئے آتے ہیں۔ تو وہ ہر طرح سے سمجھاتے ہیں۔ آخری علاج اور راہ سختی بھی ہے۔ دنیا میں بھی یہی طریق جاری ہے کہ ابتداً و اولاً نرمی کے ساتھ سمجھایا جاتا ہے۔ پھر اس کی خوبیاں اور مفاد بتا کر شوق دلایا جاتا ہے۔ آخر جب نہیں مانتے تو سختی ہوتی ہے جیسے ماں ایک وقت بچہ کو مارنے سے ڈراتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قدر طریق تبلیغ اور ہدایت کے تجویز کرسکتی ہے اختیار کئے۔ یعنی اول ہر قسم کی نرمی سے رنج، صبر اور اخلاق سے عقلی دلائل اور معجزات سے کام لیا۔ اور آخر الامر جب ان لوگوں کی سختیاں اور شرارتیں حد سے گذر گئیں۔ تو اللہ تعالےٰ نے پھر اسی رنگ میں ان پر حجت پوری کی۔ اور سختی سے کام لیا۔ یہی حال اب ہو رہا ہے۔ خدا تعالےٰ نے دلائل سے سمجھایا۔ نشانات دکھائے۔ اور آخر اب طاعون کے ذریعہ متوجہ کر رہا ہے۔ اور ایک عالم کو اس طرف لا رہا ہے۔

اللہ تعالےٰ کی صفات اربعہ کا مظہر کامل

فرمایا سورہ فاتحہ میں جو اللہ تعالےٰ کی صفات اربعہ بیان ہوئی ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان چاروں صفات کے مظہر کامل تھے۔ مثلاً پہلی صفت رب العالمین ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس کے بھی مظہر ہیں۔ جیسا کہ خود اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین جیسے رب العالمین تمام ربوبیت کو چاہتا تھا اسی طرح پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیوض وبرکات اور آپ کی ہدایت وتبلیغ کل دنیا اور کل عالموں کیلئے قرار پائی۔

پھر دوسری صفت رحمٰن کی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس صفت کے بھی کامل مظہر ٹھیرے۔ کیونکہ آپ کے فیوض وبرکات کا کوئی بدل اور اجر نہیں۔ ما اسئلکم علیہ من اجر۔ پھر آپ رحیمیت کے مظہر ہیں۔ آپ نے اور آپکے صحابہ نے جو محنتیں اسلام کے لئے کیں۔ اور ان خدمات میں جو تکالیف اُٹھائیں وہ ضائع نہیں ہوئیں۔ بلکہ ان کا اجر دیا گیا اور خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر قرآن شریف میں رحیم کا لفظ بولا ہی گیا ہے۔

پھر آپ مالکیت یوم الدین کے بھی مظہر ہیں۔ اس کی کامل تجلی فتح مکہ کے دن ہوئی۔ ایسا کامل ظہور اللہ تعالےٰ کی ان صفات اربعہ کا جو ام الصفات ہیں۔ اور کسی نبی میں نہیں ہوا۔

نذر غیر اللہ اور اس کی فروخت

ایک بھائی نے عرض کی کہ حضور بکرا وغیرہ جانور جو غیر اللہ تھانوں اور قبروں پر چڑھائے جاتے ہیں۔ پھر وہ فروخت ہوکر ذبح ہوتے ہیں۔ کیا ان کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں؟

فرمایا شریعت کی بنا نرمی پر ہے سختی پر نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اھل بہ لغیر اللہ سے یہ مراد ہے کہ جو ان مندروں اور تھانوں پر ذبح کیا جاوے یا غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے اس کا کھانا تو جائز نہیں ہے۔ لیکن جو جانور بیع وشرا میں آجاتے ہیں۔ اس کی حلت ہی سمجھی جاتی ہے۔ زیادہ تفتیش کی کیا ضرورت ہوتی ہے۔ دیکھو حلوائی وغیرہ بعض اوقات ایسی حرکات کرتے ہیں کہ ان کا ذکر بھی کراہت اور نفرت پیدا کرتا ہے۔ لیکن ان کی بنی ہوئی چیزیں آخر کھاتے ہی ہیں آپ نے دیکھا ہوگا کہ شیرینیاں طیار کرتے ہیں۔ اور میلی کچیلی دھوتی میں ہاتھ مارتے جاتے ہیں۔ اور جب کھانڈ تیار کرتے ہیں تو اس کو پاؤں سے ملتے ہیں۔ چوڑھے چمار گوڑ وغیرہ بناتے ہیں۔ اور بعض وقت جوٹھے رس وغیرہ ڈال دیتے ہیں۔ اور خدا جانے کیا کیا کرتے ہیں۔ ان سب کو استعمال کیا جاتا ہے۔ اس طرح پر اگر تشدد ہو تو سب حرام ہو جائیں۔ اسلام نے مالا یطاق تکلیف نہیں رکھی ہے۔ بلکہ شریعت کی بنا نرمی پر ہے۔

اس کے بعد سائل مذکور نے پھر اسی سوال کی اور باریک جزئیات پر سوال شروع کئے۔

فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے لا تسئلوا عن اشیاء کہہ بھی فرمایا ہے۔ بہت کھودنا اچھا نہیں ہوتا۔

الطیبٰت للطیبین

اللہ تعالےٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ متقی کو ایسی مشکلات میں نہیں ڈالتا الخبیثٰت للخبیثین والطیبٰت للطیبین اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ متقیوں کو اللہ تعالےٰ خود پاک چیزیں بہم پہنچاتا ہے۔ اور خبیث چیزیں خبیث لوگوں کیلئے ہیں۔ اگر انسان تقوےٰ اختیار کرے اور باطنی طہارت اور پاکیزگی حاصل کرے۔ جو اللہ تعالےٰ کی نگاہ میں پاکیزگی ہے۔ تو وہ ایسے ابتلاؤں سے بچالیا جاویگا۔ ایک بزرگ کی کسی بادشاہ نے دعوت کی اور بکری کا گوشت بھی پکایا۔ اور خنزیر کا بھی۔ اور جب کھانا رکھا گیا تو عمداً سور کا گوشت اس بزرگ کے سامنے رکھدیا اور بکری کا اپنے اور اپنے دوستوں کے آگے۔ جب کھانا رکھا گیا اور کہا کہ کھانا شروع کرو۔ تو اللہ تعالےٰ نے اس بزرگ پر بذریعہ کشف اصل حال کھولدیا۔ اُنہوں نے کہا کہ ٹھیرو یہ تقسیم ٹھیک نہیں اور یہ کہکر اپنے آگے کی رکابیاں ان کے آگے اور ان کے آگے کی اپنے آگے رکھنے جاتے تھے۔ اور یہ آیت پڑھتے جاتے تھے۔ کہ الخبیثٰت للخبیثین۔ غرض جب انسان شرعی امور کو ادا کرتا ہے۔ اور تقوےٰ اختیار کرتا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ مدد کرتا ہے۔ اور بُری اور مکروہ باتوں سے اس کو بچا لیتا ہے بالا بہ تا سر حد رسالت کے یہی معنے ہیں۔

رسول اللہ صلعم کو مانے بغیر نجات کیوں نہیں؟

اس سوال کے جواب پر کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مانے بغیر نجات کیوں نہیں ہو سکتی؟

فرمایا کہ رسول وہ ہوتا ہے جس پر اللہ تعالےٰ کے انعامات اور احسانات ہوتے ہیں۔ پس جو شخص اس کا انکار کرتا ہے۔ وہ بہت خطرناک جرم کا مرتکب ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ شریعت کے سارے سلسلہ کو باطل کرنا چاہتا ہے۔ اور حلت حرمت کی قید اُٹھا کر اباحت کا مسئلہ پھیلانا چاہتا ہے۔ اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیسے نجات کا مانع نہ ہو۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو لا انتہا برکات اور فیوض لیکر آیا ہے۔ اس کا انکار ہو اور پھر نجات کی امید۔ اس کا انکار کرنا ساری بدکاریوں اور بد معاشیوں کو جائز سمجھنا ہے۔ کیونکہ وہ ان کو حرام ٹھیراتا ہے ؎

اخبار احمدیہ

مسلم ہائی سکول لاہور

ہمارے احباب اس خبر کو سن کر خوش ہوں گے کہ مسلم ہائی سکول لاہور نے جس کو قائم ہوئے ابھی دو ہی سال ہوئے ہیں حضرت مولانا مولوی صدر الدین صاحب کے زیر تربیت اچھی خاصی ترقی کی ہے جس کا اعتراف حکام تعلیم نے نہ صرف اپنے معائنہ کی رپورٹوں ہی میں کیا ہے۔ بلکہ دوسرے ہی سال سکول کو ۱۹۰۰ ۵ روپے کی گرانٹ دیکر عملاً بھی اسکی پوری قدر کی ہے جس کیلئے سررشتہ تعلیم پنجاب کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے۔ اور حضرت مولنا صدر الدین صاحب قابل مبارکباد ہیں۔

نومبایعین

ذیل کے اصحاب حضرت امیر ایدہ اللہ مولوی محمد علی صاحب کی بیعت میں داخل ہوئے

(۱) سماۃ محرم

(۲) عبدالرحمٰن صاحب کلرک ملٹری اکونٹس راولپنڈی

(۳) سردار عبدالرحمٰن خانصاحب ساکن ماتا نوار ضلع سیالکوٹ

(۴) شیخ نقاب صاحب ساکن ارنٹو ڈاکخانہ لاچی ضلع کوہاٹ

(۵) مولوی محمد الدین صاحب کوٹھی لوٹے دار ضلع سیالکوٹ

(۶) شیخ محمد حسین صاحب بیرسٹرایٹ لا لاہور

(۷) حاکم علی صاحب فیروزپور

(۸) منشی نظام الدین ہیڈ کنسٹبل فیروزپور

(۹) چوہدری خان بہادر صاحب چک ۔۔ شاخ جنوبی نہر جہلم علاقہ سرگودہا

(۱۰) میاں غلام حیدر صاحب چک ۔۔ علاقہ سرگودہا۔

(۱۱) بابو عبدالقادر صاحب چھاؤنی فیروزپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۶ یوم یکشنبہ مورخہ ۹ فروری ۱۹۱۹ء نمبر ۸۵

موجودہ ہولناک قحط اور اسکے انسداد کی صورت

(۲) گرانی کا خاتمہ کیونکر ہو؟

گذشتہ نمبر میں ہم بوضاحت اس حالت کو بیان کر چکے ہیں جو گرانی کی وجہ سے اس وقت ملک کی ہو رہی ہے۔ اور جسکے موجودہ حالات کے زیادہ دیر تک قائم رہنے کی صورت میں اور بھی خطرناک ہو جانے کا احتمال ہے۔ ان حالات کو بتانے کے بعد ہم نے گورنمنٹ عالیہ کو خاص طور پر پر زور الفاظ میں اس طرف متوجہ کرتے ہوئے یہ پوچھا تھا کہ وہ اتنی بڑی سلطنت کی مالک ہونے کے باوجود اس گرانی کا خاتمہ کر دینے کا بندوبست کیوں نہیں کر دیتی۔

لیکن جہاں تک انسداد گرانی کے اسباب کا تعلق ہے یہ گورنمنٹ ہی کا فرض نہیں۔ کہ وہ ان کو دریافت کرے۔ رعایا میں سے بھی سمجھدار افراد کو ان اسباب پر غور کرنا ضروری ہے۔ گورنمنٹ کا کام ... اسباب کو دریافت کرنا ہے۔ وہیں ان اسباب و وسائل سے کام لینا بھی اسی کا کام ہے

پس ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ موجودہ حالات کو بدلنے گرانی کی اس ناگوار صورت کا سدباب کرنے اور آئندہ ہولناک نتائج کی روک تھام کی کیا تدبیر ہو سکتی ہے۔ اس کے لئے سب سے اول ہم ان برادران وطن کے شاکی ہیں جو حالات کی ناموافقت کے ساتھ اپنی حرص و آز کو بھی شامل کر دیتے ہیں۔ اور صرف روپیہ جمع کرنے کے لئے ایسے ایسے تجارتی ڈھنگ ایجاد کرتے چلے جاتے ہیں۔ جن کی وجہ سے وہ خود تو مالدار ہوتے چلے جائیں۔ اور فروختنی اشیاء استعمال کے لئے لوگوں کے ہاتھوں میں جانے وقت اصل قیمت سے اسقدر گراں ہو جائیں کہ ان کا خریدنا بھی محال ہو۔ ہم مانتے ہیں کہ "آزاد تجارت" کی ہوا نے تاجروں کو اس قدر خودغرض بنا دیا ہے کہ انہیں ایسے اصولوں پر جیسا کہ مثلاً سٹہ بازی ہے عمل پیرا ہونے میں صرف اپنا ہی فائدہ مدنظر ہوتا ہے۔ اور دوسروں کو خواہ مخواہ دکھ پہنچانا اصل مقصود نہیں ہوتا لیکن اس خودغرضی اور آزادی کی بھی کوئی آخر حد ہونی چاہیئے صرف اپنا ہی فائدہ مدنظر رکھنا اور دوسروں کے نقصان کی پرواہ نہ کرنا نہ صرف پہلے درجہ کی تنگ ظرفی اور بخل کو ہی ترقی دینا ہے۔ بلکہ ملک کی عامہ زندگی اور خوشحالی کو بھی برباد کرنیکی ناجائز کوشش کرنا ہے۔ تعجب اور حیرت کا مقام ہے کہ وہ لوگ جو رات دن مادر ہند کی خوشحالی کے گیت گاتے ہیں۔ جن کی اس متحدہ قومی خواہش کا اظہار آئے دن بلند آہنگی کے ساتھ ہوتا رہتا ہے۔ کہ ہندوستان کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا چاہیئے۔ اور دوسروں کا دست نگر ہونا اس کی شان خودداری کے خلاف ہے۔ وہی جب سارے وطن کی خوشحالی اور فائدہ کا سوال آتا ہے۔ جب مادر ہند کے غریب اور نادار فرزندان کے سامنے آکر کھڑے ہوتے ہیں۔ تو بجائے انکو فائدہ پہنچانے کے "آزاد تجارت" کی آڑ میں خودغرضی کی کمینہ ہوس کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اور تمام ملک کی بہبودی کو اپنے ناجائز ذاتی فوائد پر قربان کرنے لگ جاتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ موجودہ ناگوار حالات کا بہت بڑا موجب جنگ بھی ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے ہندوستان کی اشیائے خوردنی کو بمقدار کثیر باہر روانہ کرنا پڑا۔ اور بعض اشیاء مثلاً کپڑا وغیرہ جو باہر سے آتے تھے۔ اندرونی ملک میں آنی بند ہو گئیں۔ لیکن پھر بھی حالت اسقدر ناگوار نہیں تھی۔ جس قدر بمبئی۔ کلکتہ اور مدراس وغیرہ کی سٹہ بازیوں نے اس کو بد سے بدتر بنا دیا ہے۔ شکر ہے کہ گورنمنٹ عالیہ نے اس طرف اپنی توجہ کو خاص طور پر ... کی ہے۔ لیکن ضرورت ہے کہ ایسی ناجائز کارروائیوں کو خاص قانونی شکنجہ میں لایا جائے۔ اور انہیں ایک خطرناک جرم قرار دیکر ایسے مجرمین کو قرار واقعی سزائیں دی جائیں۔ تاکہ کوئی ایسی خودغرضی کا حوصلہ بھی نہ کر سکے۔

گرانی کی دوسری اور بڑی وجہ جو بتائی جاتی ہے۔ وجیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔ اشیائے خوردنی کی برآمد ہے۔ اس میں شک نہیں کہ آخر دوسرے بنی نوع انسان بھی ہم پر حق رکھتے ہیں اور ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ مایحتاج زندگی سے خود فائدہ اٹھانے کے ساتھ دوسروں کو بھی اس سے مستفید کریں۔ لیکن جس کے اپنے پاس ہی کچھ نہ ہو۔ جو خود ہی بھوکا مر رہا ہو۔ وہ دوسروں کو کیا دے گا۔ اول خویش بعد درویش دوسروں کے لئے اور ممالک سے بھی بہت کچھ مہیا ہو سکتا ہے ایک ہندوستان ہی کو اوروں کی خاطر مورد مصائب و آلام بنانا ٹھیک نہیں۔ کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ خود ملک کے اندر کی پیداشدہ اجناس بالخصوص گندم وغیرہ تو غیر ممالک کو بھیجدی جائیں۔ اور ہندوستان کے کھانے کے لئے وہی چیزیں باہر (آسٹریلیا وغیرہ) سے آئیں۔ بہتر ہو تا کہ گورنمنٹ آسٹریلیا وغیرہ سے گندم منگوانے کے بجائے خود اندرون ملک کی ہی پیداشدہ گندم کو یہاں رہنے دیتی۔ اور ریلی برادرس کو ہدایت کرتی کہ وہ اپنے ایجنٹوں کا جال بجائے ہندوستان کے دیہاتی علاقوں میں پھیلانے کے آسٹریلیا وغیرہ میں جاکر قسمت آزمائے۔

گرانی کی ایک اور وجہ بارش کا نہ ہونا بھی بتایا جاتا ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ دنیا والوں کے انھوں ناگوار حالات پیدا ہونے کے ساتھ خدا تعالےٰ کی نظر التفات کو بھی ہماری بد اعمالیوں نے بہت حد تک بدل دیا ہے جسکا علاج سوائے توبہ و استغفار اور اپنے اعمال میں اصلاح کرنیکے اور کچھ نہیں بلکہ سچ پوچھئے تو دوسری تمام وجوہات بھی اسی آخری وجہ کا اصل سبب ہیں۔ کسی نے سچ کہا ہے۔

شامت اعمال ما صورت نادر گرفت

قرآن شریف نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ جہاں فرمایا ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتٰی یغیروا ما بانفسہم۔ اللہ تعالےٰ کسی قوم سے بدلتا نہیں۔ جبتک کہ وہ قوم خود اپنے آپ کو بدل نہ دے۔ پس اصل بات تو یہی ہے کہ ہمیں خود اپنی اصلاح کر لی چاہیئے۔ اور فسق و فجور کو چھوڑ کر خواہ ہم کسی مذہب میں ہوں۔ صلاحیت کو اپنے اندر پیدا کرنا چاہیئے۔

لیکن باوجود اس آخری وجہ کو تسلیم کرنے کے یہ بتا دینا ضروری ہے کہ بارش کا نہ ہونا اس قدر موجب گرانی نہیں۔ جس قدر تاجروں کی خودغرضی ایسی ایسی وجوہات کو اپنے جواز کا موجب قرار دے لیتی ہے۔ کہتے ہیں۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں ایک دفعہ پنجاب میں سخت گرانی ہوئی تھی۔ جس کی عام طور پر شکایت ہوئی۔ تو مہاراجہ نے تاجران گندم کو بلایا اور گرانی کی وجہ دریافت کی۔ انہوں نے کہا کہ چونکہ بارش نہیں ہوئی اس لئے قحط پڑ گیا ہے۔ مہاراجہ نے اس وجہ کو تعجب کے ساتھ سنا اور کہا کہ کب بارش ہو۔ کب گندم بوئی جائے۔ پھر ایک لمبے عرصہ کے بعد وہ پیدا ہو۔ کاٹی جائے اور بازار میں فروخت کے لئے آ۔ اس قدر عرصہ میں نوع عیت مر جائے گی۔ انہوں نے اسی وقت حکم دیا کہ چودھریوں کو جو اس وقت تاجران گندم کے وکیل ہو کر مہاراجہ سے باتیں کرتے تھے۔ ستون کے ساتھ کان میں کیل لگا دیا جائے اور ان کی دوکانیں کھولکر چوبیس سیر یا کم و بیش گندم فروخت کرنی شروع کر دی جائے۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کا یہ مثال اگر فی الواقعہ صحیح ہے۔ تو موجودہ حالات میں ایک حد تک قدر کے قابل ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم بھی گورنمنٹ کو اسی قسم کا رویہ اختیار کرنیکا مشورہ دیتے ہیں۔ لیکن وہ بیجا آزادی جو اس وقت کے تاجروں کو حاصل ہے۔ اور جو ملک کی ہلاکت اور تباہی کا موجب ہو رہی ہے۔ اس قابل ہے کہ جلد سے جلد اس کا سدباب کر کے ان نتائج قبیحہ کو روک دیا جائے۔ جو اس وقت پیدا ہو چکے ہیں۔ اور جن کے بدترین صورت میں آئندہ رونما ہونے کا احتمال ہے۔

کیا گورنمنٹ عالیہ اور بہی خواہان ملک جن کو تجارتی کاروبار میں بہت کچھ دخل و تصرف حاصل ہے۔ اپنے اثر اور رسوخ سے کام لے کر موجودہ حالات کو بدلنے میں کوشاں ہوں گے؟

عالمگیر مذہب اسلام

معاصر آریہ پتر کا اسلام اور ویدک دھرم کا بحیثیت عالمگیر مذہب کے مقابلہ کرتے ہوئے اس پر معترض ہے کہ اسلام نے حضرت محمد صلعم کا ماننا ضروری قرار دیا ہے اسکی نزدیک کسی شخصیت کو منوانا کسی مذہب کے عالمگیر ہونے کے خلاف ہے۔ چنانچہ ویدک دھرم کے متعلق وہ لکھتا ہے کہ "وہ شخص جو ستیہ بولتا ہے۔ شدھ آچاری ہے پرماتما کو اپنے آتما میں محسوس کرتا ہے ویدوں کا عامل ہے خواہ وہ کسی ملک میں پیدا ہوا ہے اسکے لئے ویدک دھرم کا دروازہ ہمیشہ کھلا ہے"

آخری خط کشیدہ الفاظ کی سمجھ ہمیں نہیں آئی کیا باوجود اسکے سچ بولنے شدھ آچاری ہونے پرماتما کو اپنے آتما میں "محسوس" کرنے اور ویدوں کا عامل ہونے کے اسکا ویدک دھرم میں داخل ہونا ضروری ہے اور بغیر اسکے نجات نہیں۔ اسکے لئے ویدک دھرم کا دروازہ ہمیشہ کیلئے کھلا ہے یا یہ الفاظ بتاتے ہیں کہ ویدک دھرم میں داخل ہوئے بغیر کوئی شخص کسی دوسرے مذہب میں اس پر چلکر نجات نہیں پا سکتا اسلام نے بھی تو یہی کہا ہے۔

(ان الذین امنوا والذین ھادوا والنصارٰی والصابئین من امن باللہ والیوم الاخر فلا خوف علیہم ولا ھم یحزنون

وہ لوگ جو مسلمان ہوئے اور جو یہودی اور نصرانی اور صابی ہوئے جو بھی کوئی اللہ اور یوم آخر پر ایمان لائے انپر کوئی خوف نہیں اور نہ ہی وہ محزون ہونگے۔ اسمیں دوسرے لوگوں کیساتھ خود مسلمانوں کو بھی شامل کیا ہے کہ انکی بھی سچے دل سے ایمان لائے بغیر نجات نہیں۔

اسمیں شک نہیں کہ اللہ اور یوم آخر میں آنحضرت صلعم پر ایمان لانا بھی داخل ہے لیکن اسلام کے عالمگیر ہونیکے خلاف نہیں بلکہ اسکے عین مطابق ہے کیا ہمارا لائق معاصر آریہ پتر کا اس بات کو جائز قرار دیسکتا ہے کہ کوئی شخص سچ بھی بولتا ہو "شدھ آچاری" بھی ہو پرماتما کو اپنے آتما میں "محسوس" بھی کرتا ہو اور ویدوں پر عامل بھی ہو۔ لیکن زبانی انکا مکذب اور ویدک رشیوں کا سخت مخالف ہو تو پھر بھی اسے ویدک دھرمی کہہ دیا جائیگا۔ یہ الگ امر ہے کہ وہ ویدوں کو جب جھٹلاتا ہے۔ تو اس پر عامل کیونکر ہے خود ہمارے لائق معاصر نے سوامی جی کے الفاظ

"جو بے رو رعایت و انصاف کا رویہ سے موصوف ایشور کے احکام ویدوں کے خلاف نہیں ہیں۔ وہ دھرم اور جو احکام ویدوں کے خلاف ہیں وہ ادھرم کہتے ہیں"

میں "ویدوں کے احکام کے خلاف" کو وسیع المعنی قرار دیتے ہوئے اسکے مطابق احکام پر عامل ہونا مراد لیا ہے۔ پس ایک ایسا شخص جو ویدوں کے مطابق احکام پر عامل ہو اور زبانی ویدوں کا مکذب۔ ایسا ہی ویدک رشیوں کو بھی اس بات میں جھٹلاتا ہو کہ انپر خدا کیطرف سے وید نازل ہوئے اسے ویدک دھرمی کہا جائیگا۔ یا کیا؟ اگر اسے ویدک دھرمی نہیں کہہ سکتے۔ تو کیا خود معاصر موصوف کی دلیل کے مطابق باوجود ایسے شخص کو ویدک دھرمی قرار نہ دینے کے ویدک دھرم عالمگیر مذہب قرار پا سکتا ہے۔ فما ہو جوابکم ہو جوابنا

تعجب ہے ایک بات کے نتائج پر غور کئے بدوں ہمارے آریہ دوست فوراً اس کا دعوےٰ کر دیتے ہیں۔ اور نہیں دیکھتے کہ خود ان کے اپنے گھر میں اس کے خلاف کیا کچھ موجود ہے کسی شخص کو خدا کی طرف سے ماننا یہ کوئی شخصیت پرستی نہیں۔ بلکہ خود اس تعلیم کے ماننے کے مترادف ہے جو وہ خدا کی طرف سے لایا۔ بغیر اس کے کوئی شخص نہ اس کے خدا کیطرف سے ہونے کا قائل ہو۔ اور اس کی رسالت پر ایمان لائے وہ ان پاک اصولوں اور تعلیمات کو جو وہ خدا کیطرف سے لایا۔ کیونکر مان سکتا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ آنحضرت صلعم پر جو احکامات نازل ہوئے وہ تو خدا کی طرف سے مان لئے جائیں۔ لیکن آپکا دعویٰ کرنے میں خدا کیطرف سے ہوں سچا مانا جائے۔ اگر آپکا یہ دعوےٰ ہی سرے سے جھوٹا ہے تو آپکی تعلیمات خدا کیطرف سے کیونکر ہو سکتی ہیں۔ اور اگر وہ تعلیمات خدا کی طرف سے ہیں۔ تو خود آپ کا ماننا اسلام کے عالمگیر مذہب ہونے کے ... کیوں ہے۔

امید ہے کہ ہمارا لائق معاصر اس پر غور کریگا۔

ضرورت ہے

حسب ذیل کتب اور اخباروں کی اشد ضرورت ہے اگر کسی صاحب کے پاس ہوں تو وہ قیمتاً دیکر عنداللہ ماجور ہوں:

(۱) اخبار الحکم ۱۹۰۳ء، ۱۹۰۵ء و ۱۹۰۶ء کے مکمل فائل۔
(۲) کتاب حقیقۃ الوحی کے دو نسخے
(۳) پیغام صلح کی جلد ۵

قیمت وغیرہ کی اطلاع ایڈیٹر پیغام صلح لاہور کو دی جائے

[illegible]

رسولاً - بیشک ہم نے تمہارے پاس بھیجا ہے ایک رسول۔ عظیم الشان تم پر گواہی دینے والا جیسا کہ فرعون کے پاس ایک رسول بھیجا تھا۔ [illegible] تاکیدات ان جملوں میں ہیں۔ علم معانی وبیان کے [illegible] پر واضح ہیں پس ان تاکیدات کے ساتھ خاتم النبیین کی رسالت کو ثابت کیا جاتا ہے اور سمجھایا جاتا ہے کہ یہ رسول تمہارے نیک و بد کے کاموں کی گواہی دینے والا ہے کہ یہ کام تمہارے بُرے اور ناپسند ہیں اور فلاں اعمال اچھے اور قابل نجات ہیں۔ پھر اور واقعات نے ثابت کر دیا کہ اس گروہ نے آخرت کے علاوہ دُنیا ہی میں بتا دیا کہ تم مجرم سرکار ہو۔ اور سزا دادِ جُرم کی تم پر ثابت وصحیح ہو چکی تھی۔ اور گو تم بیسا کہ مثل فرعون کے صاحب خزانہ اور صاحب لشکر بھی ہو گئے۔ تب بھی برباد اور تباہ کئے جاتے۔ جیسا کہ واقع ہوا۔ جیسا کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے تباہ اور غارت کر دیا۔ اور تم کو یہ سب حالات حضرت موسےٰ اور فرعون کے معلوم ہیں۔ اسی طرح اس نبی کے مطیع عنقریب سرداران ملکوں کے مالک ہو جاوینگے۔ تمہاری مخالفت کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ جیسا کہ فرمایا جاتا ہے۔ کما ارسلنا الی فرعون رسولاً۔ دیکھو کس قدر عظیم الشان [illegible] ایسا کلام زجر و [illegible] کہ اپنی نبوت و [illegible] وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ اور حضرت مرزا صاحب کی جس قدر تحدید انتہائیں وہ بحیثیت مجددیت وملہمیت کے ہیں۔ نہ بلحاظ رسالت اور نبوت کے۔ کلّا وحاشا! اور وہ ہم کو بھی مسلّم۔ حضرت مرزا صاحب نے اپنی سچائی کے ثبوت میں متعدد رسالوں میں اسی آیت سے استدلال فرمایا ہے۔ پس جبکہ غالیوں کے نزدیک یہ آیت بحالت شک فی النبوت نازل ہوئی ہے۔ تو انہوں نے حضرت مسیح کی سچائی کو بھی مشکوک کر کے عبث ر بُود کر دیا۔ یخربون بیوتہم بایدیہم وایدی المومنین۔ اے غالیو! ابھی تک توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوا ہے۔ ایسے اقوال باطلہ سے توبہ کرو۔ اور اہل حق میں ملجاؤ۔ ان اقوال باطلہ کے ساتھ کیا ابھی تک احمدی بنے رہو گے۔ ورنہ موت قریب ہے۔ ان اقوال باطلہ کا نتیجہ وہی ہے جو فرمایا گیا ہے۔ ان لدینا انکالاً وجحیماً وطعاماً ذا غصۃ وعذاباً الیماً ؎

دیر فیضِ الٰہی وا ہے آئے جس کا جی چاہے

خلاف اس [illegible] باطل ہے جائے جس کا جی چاہے

کیا حضرت رسالت مآب نے اپنی نبوت کو کبھی لغوی فرمایا ہے یا کبھی جزوی ظلی کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔ اور مرزا صاحب تو یوں فرماتے ہیں؟

شانِ احمد را کہ داند جُز خداوند کریم

آنچناں از خود جدا شُد کز میاں اُفتاد میم

دیگر فرماتے ہیں ؎

این چشمۂ رواں کہ بخلقِ خدا دہم

یک قطرۂ ز بحرِ کمالِ محمدؐ است

تم حضرت مرزا صاحب کو کیوں رُسوا و بدنام کرتے ہو۔ اور جن الہاموں کو تم رسالجات اظہار النصائح وغیرہ میں شائع کر کے پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اُن کی تم کیوں تکذیب کر رہے ہو استغفراللہ یہ جتنے فقرات ہم نے اس مضمون میں لکھے ہیں۔ یا اور لکھیں گے اس کا مخاطب وہی شخص ہے جو حضرت رسالت مآب کو اپنی نبوت میں شک کرنے والا قرار دیتا ہو۔

استدلال پنجم

سورۂ مدثر جو عین زمانہ بدء نبوت میں نازل ہوئی ہے۔ بمقابل ایک اشد دشمن کافر کے جس کا نام ولید بن مغیرہ تھا اور بڑا مالدار بھی تھا۔ اور اس کی اولاد بھی بہت تھی۔ اور دُنیوی عزت میں بھی وہ یکتا تھا اسیواسطے اس کو اہل مکہ والے وحید بھی رکھتے تھے۔ اسکو بھی اس سورۃ میں بہت ہی سخت الفاظ کے ساتھ زجر فرمایا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ ذرنی ومن خلقت وحیداً۔ چھوڑ مجھے اور اُسے کہ جسکو میں نے یکتا پیدا کیا۔ وحید کے اور معنے بھی مفسرین نے لکھے ہیں۔ ایک معنے یہ بھی ہیں جو ہم نے لکھے۔ پھر اس کی عظمت دنیوی کو بایں الفاظ فرماتے ہیں۔ وجعلت لہٗ مالاً ممدوداً۔ کہ اُس کے واسطے مال بہت بڑھنے والا کثیر ہم نے پیدا کیا ہے اور بیٹے بھی حاضر رہنے والے دیئے ہیں۔

استدلال ششم

لیکن اُس کے عناد کے سبب فرماتے ہیں کہ سارھقہ صعوداً۔ کہ قریب ہم اُس کو صعود پر چڑھائینگے مفسرین نے اس کا ترجمہ یوں بھی کیا ہے۔ کہ میں اسکو اپنی جھنڈے پر چڑھاتا ہوں۔ جھنڈے پر چڑھانا ایک محاورہ ہے بدنام کرنے اور ملیامیٹ کر دینے [illegible] کرنے سے۔

استدلال ہفتم

[illegible] قتل کیا جاویگا کیسی اُس نے تجویزیں کی ہیں پھر مکرر سر بڑے زجر کے ساتھ فرماتے ہیں ثم قتل کیف قدر۔ پھر غارت کیا جاوے۔ کہ اُس نے کیسی قرآن مجید اور حضرت صلعم کے مقابلہ میں تجویزیں نکالی ہیں۔

استدلال ہشتم

پھر تہدید کی جاتی ہے کہ ساصلیہ سقر۔ ہم اُس کو ابھی جہنم میں پہنچائیں گے۔ اسی جھڑکیوں کے ساتھ دوزخ کے ۱۹ فرشتوں کو اُسکے عذاب دینے کے لئے بیان فرماتے ہیں علیہا تسعۃ عشر۔ یعنی دوزخ میں ۱۹ فرشتے اُس کے عذاب دینے کے لئے مقرر کئے گئے ہیں۔

استدلال نہم

آخر میں فرماتے ہیں کہ لیستیقن الذین اوتوا الکتاب ویزداد الذین امنوا ایماناً ولا یرتاب الذین اوتوا الکتاب والمؤمنون یعنی تاکہ اہل کتاب ہمارے ان احکام پر یقین کر لیں اور ایمانداروں کا ایمان بڑھے۔ اور تاکہ اہل کتاب اور مومنین اس رسالت محمدی میں شک وشبہ نہ کریں۔ یہ اس لئے فرمایا۔ کہ اہل کتاب کے یہاں فرشتوں کا ذکر بعض اُن اوصاف کے ساتھ مذکور ہے۔ جو قرآن مجید میں ہے۔ اور اُن کے قوی کا بھی ذکر موجود ہے پس اس کا انکار وہ نہیں کر سکتے تھے اور جو مومن ہیں وہ کیونکر [illegible] کر سکتے ہیں۔

استدلال دہم

پھر فرماتے ہیں۔ ولیقول الذین فی قلوبہم مرض والکافرون ماذا اراد اللہ بھذا مثلاً۔ یعنی تاکہ جن کے دلوں میں مرض اور نفاق ہے اور نیز کافر لوگ یہ کہیں گے۔ کہ ایسے بیان سے اللہ تعالےٰ کو کیا غرض ہے۔ اور پھر تعداد ۱۹ سے کیا مطلب۔ یہ منافق لوگ اس تعداد کو لغو در لغو قرار دیں گے۔ حالانکہ عذاب کے فرشتوں کی تعداد ۱۹ ہونے میں بڑے بڑے اسرار ہیں۔ جن کی تفصیل کی یہاں ضرورت نہیں۔ لہٰذا اسکو ترک کیا جاتا ہے تو کیا یہ کلام اس زور و شور کے ساتھ آغاز نبوت ہی میں ایک اشد کافر مالدار دُنیوی عزت والے کے مقابلہ میں جو تمام مکہ میں بڑی عزت دنیوی کیساتھ ممتاز تھا۔ وہ شخص کہہ سکتا ہے کہ جس کے دل میں خود اپنی رسالت میں ہی شک ہو۔ اور اس کے علاوہ اس سرکش سردار کے مقابلہ میں ایسی جھڑکیاں اس سورۃ میں اور بھی دی گئی ہیں ان کی تفصیل بیان کرنے میں طوالت ہوتی ہے۔

نکتۂ اعجازی

لیکن یہاں پر ایک نکتۂ اعجازی قرآن مجید کا مختصراً بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ جس کا اختصاراً بیان یہ ہے۔ کہ سورہ مدثر کے نازل ہونے کا وقت جو عین آغاز نبوت میں تھا۔ اور مسلمانوں پر ایسا وقت نازک تھا۔ جس میں مخالفین آنحضرت صلعم کے بہت کثرت سے زور آور تھے۔ اور ایمان والے بہت اقل قلیل تھے۔ اور پھر کمزور ومظلوم جنکو بڑی تکلیفیں اور ایذائیں دی جاتی تھیں۔ پس ایسے وقت نازک میں صرف ظاہری ایمان والے اور منافق لوگ کہاں تھے۔ اور نیز مکہ میں اُس وقت اہل کتاب بھی نہیں تھے۔ تو کلام بلیغ میں اہل کتاب اور منافقین کا ایک بے موقعہ ذکر یہاں پر کیوں کیا گیا۔ کیونکہ ان کا تو وجود ہی وہاں پر نہیں تھا۔ اس میں دراصل ایک یہ سرّ لطیف اور اعجازی نکتہ ہے کہ اس علیم وخبیر علّام الغیوب کو معلوم تھا کہ حالت مدنی اور نیز آخر زمانہ میں بھی مسلمانوں کے اندر بلکہ خاص احمدی غالیوں کے اندر ایسے لوگ پیدا ہو جاویں گے۔ کہ جو اپنے آپ تو اس شک میں مبتلا ہونگے [illegible] اُن کا شک اس درجہ تک بڑھا ہوگا کہ خود حضرت خاتم النبیین صلعم ہی کو اپنی رسالت میں شک کرنے والا سمجھیں گے۔ پس یہ الفاظ بطور ایک لطیف پیشگوئی کے فرمائے گئے۔ جس سے ان غالیوں کو بالخصوص عبرت پکڑنی چاہیئے۔

محمودی اور عیسائی

واقعات بتلا رہے ہیں کہ عیسائی بھی یہی اعتراض کر رہے ہیں یہ کسقدر اعجاز عظیم الشان قرآن مجید کا ہے کہ جو اعتراض عیسائی حضرتؐ کی رسالت پر شک ہونے کا کر رہے تھے۔ وہی اعتراض ظاہر کے مسلمان بھی حضرتؐ پر وارد کرنے لگے ہیں۔ کہ حضرت رسالت مآب صلعم ۳ یا ۲ برس تک اپنی رسالت میں شک وشبہ میں پڑے رہے۔ پس اگر حضرت رسالت مآب صلعم کو دین اسلام کے دُنیا میں پھیلنے کا آخر زمانہ میں کامل وثوق نہیں تھا۔ بلکہ خود اپنی رسالت ہی میں شک کر رہے تھے تو اس زور و شور کے ساتھ اس اعجازی نکتہ کی طرف اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام بلیغ میں کیونکر اشارہ فرما دیا۔ اور حضرت رسالت مآب صلعم

نے کیوں اس کلام اعجازی کی تبلیغ فرمائی۔ ہائے افسوس۔ غالیوں کا یہ حال ہے کہ نہ تو زمانہ آغاز نبوت کی آیات پر نظر کرتے ہیں۔ اور نہ اس زور وشور پر نظر کرتے ہیں جو نبی کریم صلعم بمقابل اشد دشمن سرداران مکہ اور اشد کفار کے ایسا زجر و توبیخ تن تنہا زمانہ بدء نبوت میں فرما رہے ہیں۔ تو اس میں شک کی کہاں گنجایش ہے کیونکہ اس سے بڑھکر تو کوئی یقین اور کوئی ایمان ہو ہی نہیں سکتا۔ نعوذ باللہ من ھذا الفساد۔

گیارہواں استدلال

واضح ہو۔ اخذ میثاق کی آیات میں تو تمام نبیوں کو یہ حکم تھا کہ لتؤمنن بہ ولتنصرنہ الآیۃ۔ لیکن برعکس اس کے غالیوں کے نزدیک حضرت مرزا صاحب کی ایک عجیب وغریب نبوت واقع ہوئی کہ بجائے نصرت اور ایمان کے خود خاتم النبیین صلعم کی نبوت ہی میں شک کرتے رہے۔ اور خود قرآن مجید بجائے لاریب فیہ کے ذالک الکتاب فیہ ریب وشک قرار پا گیا۔ نعوذ باللہ من ھذہ الاحمدیۃ۔ سچ فرمایا اللہ تعالےٰ نے:۔ ومن الناس من یجادل فی اللہ بغیر علم ولا ھدی ولا کتاب منیر۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ولید بن مغیرہ کا قصہ اور غالیوں کو تنبیہہ

سورہ مدثر کا شان نزول جو اصل میں ولید بن مغیرہ ہے۔ ابن عباسؓ سے اُس کی نسبت یہ روایت ہے کہ وہ ایک بار آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ قرآن مجید کو سُنکر اُس کا دل نرم ہوا۔ اُس کے نرم دل ہونے کی خبر جب ابوجہل کو پہنچی تب ولید کے پاس آکر تالیف قلب کرکے کہنے لگا۔ کہ اے چچا آپ کی قوم آپ کو چندہ کر کے کچھ دینا چاہتی ہے۔ اُس نے جواب دیا۔ کہ آپ سب کو معلوم ہے۔ کہ میں سب سے زیادہ مالدار ہوں مجھے اس چندہ کی کیا حاجت ہے تب ابوجہل نے کہا کہ آپ محمد کی شان میں کوئی ایسی بات کہیے۔ کہ آپ کی قوم کو معلوم ہو۔ کہ جس سے آپ اُن کے مکذب ہیں اُسنے جواب دیا کہ مجھ سے زیادہ کوئی شاعر بھی نہیں ہے اور ہر ایک قسم کے اشعار سے میں واقف ہوں جنوں کے اشعار بھی میں جانتا ہوں خدا کی قسم اُس کا کلام شعر نہیں ہے۔ اُس میں ایک شیرینی اور برکت ایسی ہے کہ وہ سب پر غالب ہے مغلوب نہیں ہے۔ ابوجہل نے کہا۔ کہ خدا کی قسم آپ کی قوم ہرگز خوش نہ ہوگی۔ جب تک آپ اُس کی مذمت نہ کریں گے۔ تب اس نے کہا کہ مجھے مہلت دو۔ کہ فکر کر کے تجویز کروں۔ تب بڑا غور کر کے اُس نے آپ کو جادوگر کہا۔ تب آیات اوائل اس سورۃ کی نازل ہوئیں۔ یہی معنی ہیں انہ فکر وقدر کے یعنی تحقیق اُس نے غور اور فکر کیے پیچھے یہ تجویز کی۔ جس پر فرمایا گیا۔ کہ فقتل کیف قدر ثم قتل کیف قدر ثم نظر ثم عبس وبسر ثم ادبر واستکبر فقال ان ھذا الا سحر یؤثر۔ یعنی پھر اُس نے نظر کی پھر تیوری چڑھائی۔ اور منہ بگاڑا۔ پھر پیٹھ پھیری اور غرور کر کے کہنے لگا۔ کہ یہ تو ایک جادو ہے جو چلا آتا ہے یہ ہے ولید بن مغیرہ کا حال۔ غالیوں کو بھی دیکھنا چاہیئے۔ کہ کہیں اُن کا نقشہ وہی تو نہیں۔ کہ بہتیرا فکر و غور کرتے ہیں۔ کوئی تدبیر وتجویز تو اُن سے بن نہیں پڑتی۔ بڑے غور فکر کے بعد اپنی پیٹھ پھیر لیتے ہیں اور اکڑ اکڑ کر کہنے لگتے ہیں کہ جس طرح سے حضرت مرزا صاحب کو اپنی رسالت میں شک تھا اسی طرح حضرت رسالت مآب صلعم کو ۳ یا ۲ برس شک رہا تھا۔ یہ بیان ہم نے اُن آیات سے کیا ہے جو عین زمانہ بدء نبوت میں نازل ہوئیں۔ چہ جائیکہ وہ آیات ۳ برس یا ۲ برس کے عرصہ میں نازل ہوئی تھیں۔

احادیث نبویہ سے استدلال

ان چند آیات پر قرآنی پر غور کرنے کے بعد احادیث کیطرف ہم دیکھتے ہیں تو ان میں ایسے مضامین یقین کے عالی مقام پائے جاتے ہیں کہ ابتدائے نبوت ہی میں نبی کریم صلعم اُس افق اعلےٰ نبوت کو پہنچے ہوئے ہیں کہ جس مقام پر کوئی نبی کبھی نہیں پہنچ سکا۔ چونکہ پوری احادیث کے لکھنے میں طوالت ہوگی۔ اس لئے دو ایک ہی فقرے حدیثوں کے میں یہاں لکھ دیتا ہوں۔ باقی تفصیل پھر انشاء اللہ بشرط زندگی بیان کی جاویگی۔

خشیت علی نفسی کے معنے

حدیث حضرت عائشہ صدیقہؓ میں جو متفق علیہ ہے ایک یہ فقرہ ہے کہ حضرت رسالت مآب صلعم وحی کے سبب فرماتے ہیں کہ خشیت علی نفسی جس کا حاصل ترجمہ یہ ہے کہ وحی رسالت کے بوجھ

... کا رعب وخوف ... قوائے بشریہ کے ہلاک ہونے کا مجھکو خوف پیدا ہوا۔ دیکھو تفصیل اس کی شفاء قاضی عیاض وغیرہ میں یہ ایک ٹکڑا اس حدیث کا ہے جو بہت طویل ہے۔ فی الحقیقت عالم ملکوت یا عالم لاہوت ایک ایسا عالم ہے جو عالم ناسوت کے لئے موجب فنا کا ہے۔ بشر کو جس قدر قرب الٰہی زیادہ ہوتا ہے اسی قدر قوائے بشریت ناقص یا ضعیف ہوتے چلے جاتے ہیں۔ مولینا روم رح فرماتے ہیں۔

لب بہ بند و چشم بند و گوش بند
گر نہ بینی نورِ حق برمن بخند

اس لئے آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ لقد خشیت علیٰ نفسی۔ چونکہ آغاز نبوت کا ہی زمانہ تھا۔ تو برداشت کرنا اعبائے نبوت اور بارہائے رسالت کا تحمل باوجود اقوائے قوائے بشریت کے بہت دشوار تھا۔ اور آپکو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ابتدا سے ہی وہ قرب حاصل ہوا تھا جو کسی نبی کو حاصل نہیں ہوا۔ جیسا کہ حضرت مرزا صاحب کا مذہب ہے۔ کما فی کتب المسیح الموعود۔ اس لئے بہ سبب اس قرب اقرب اور شدید کے آپ نے فرمایا۔ لقد خشیت علی نفسی

فترت الوحی میں شدت اشتیاق

یہ حالت تو حالت وصل کی ہوئی اور اب حالت فصل پر یعنی تاخیر پہ نظر کرو۔ امام بخاری صاحب فترہ الوحی کے بیان میں لکھتے ہیں حتی حزن النبی صلعم فیما بلغنا حزنا غدا منه مرارا لکی یتردی من رؤس شواهق الجبل فکلما اوفی بذروة جبل لکی یلقی نفسه منه تبدی له جبریل فقال یا محمد انک رسول الله حقا فیسکن لذالک جاشه وتقر نفسه کذا فی المشکوٰة۔ یہ حالت ہے تاخیر وحی یا فصل کی۔ اب غور کرنے کا مقام ہے کہ کس قدر لذات بے نہایات اس بارہائے وحی کے تحمل سے آپ کو حاصل ہوئی ہونگی۔ کہ جب کسی قدر وحی رسالت جبرئیلی میں تاخیر واقع ہو گئی۔ تو اس قدر حزن اور غم آپ پر وارد ہوا۔ کہ اس فترة الوحی کے سبب اور ذوق اور شدت اشتیاق کی وجہ سے آپ چاہتے تھے۔ کہ چوٹیوں پہاڑ پر سے گرا کر اپنے آپ کو ہلاک کر دیں ہاں جب حضرت جبرئیل آپ کو تسکین دیتے تھے۔ تب آپ کا وہ اضطراب وقلق اور غم فراق وحی کا ساکن ہو جاتا تھا۔ اسکو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں۔ جنکو کسی چیز کا عشق پیدا ہوا ہو۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے

دیر ہست کہ دلدار پیامے نہ فرستاد
ننوشت سلامے و کلامے نہ فرستاد

اور درمیان بشریت اور الوہیت اللہ تعالیٰ کے آپ ایسے ایک برزخ کامل کی مانند تھے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے

ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شامل
خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرف مشدد کا

فارسی میں کسی نے کیا اچھا کہا ہے

احمد مرسل جیست برزخ جامع
صورت خلق و حق درو لامع
متصل با دقائق جبروت
مشتمل بر حقائق ملکوت

ایسے لوگ اسکو کیا سمجھیں۔ انبیاء ماضیین میں سے یہ رتبہ قرب اور مقام وصل کا کسی کو حاصل نہیں ہوا۔ کہ اس مقام وصل پر پہنچنے سے بھی بہ سبب متجلی ہونے تجلیات الٰہی کے ہلاکت بشریت کا بھی خوف پیدا ہو۔ اور پھر صرف اس حالت وصل کی تاخیر سے بھی اپنا فنا کر دینا چاہتے

شان المحب عجیب فی حبابته
الهجر یعلله والوصل یغنیه

حضرت موسیٰ کو جب کسی قدر مقام قرب کا دکھلایا گیا۔ کہ فلما تجلی ربه للجبل جعله دکا وخر موسیٰ صعقا۔ تو اس کے بعد حضرت موسیٰ نے اس حالت وصل سے توبہ کی۔ کہ فلما افاق قال سبحانک تبت الیک وانا اول المومنین۔ ہاں مگر اس توبہ پر اللہ تعالیٰ نے بہت تمکین اور تسلی دی۔ لیکن حضرت خاتم النبیین صلعم نے اعبائے رسالت کا متحمل ہو کر اسی حالت وصل کو پھر چاہا۔ حتے کہ صرف اس کی تاخیر سے بھی اپنے تئیں بارہا ہلاک کر دینے پر شوق و ذوق سے آمادہ ہو گئے۔ وشتان بینهما پھر ایسی ذات پاک کو جسکو اللہ تعالیٰ کے قرب کا ایسا درجہ کامل آغاز نبوت ہی میں حاصل ہوا ہو۔ جو ان فقرات حدیث میں مذکور ہوا۔ اسکو اپنی رسالت

حضرت مسیح موعود کا مذہب

مسیح موعود کا مذہب دیکھنا ہو تو ان کی تمام کتابوں میں اس قول باطل غالیوں کا رد پاؤگے۔ سرمہ چشم آریہ ہی کو مطالعہ کرو۔ جس میں دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنیٰ کی تفسیر لطیف آپ نے تحریر فرمائی ہے۔ حضرت مرزا صاحب کی نفرت تو ان غالیوں سے کتاب نامی براہین احمدیہ علی حقیقة کتاب اللہ والنبوة المحمدیہ سے بھی ظاہر ہے۔ ایہا الاحباب کیا مرزا صاحب نے انہی نبوت کی حقیقت کے براہین تحریر فرمائے ہیں جس میں خود نبی عربی کو اپنی نبوت میں ۳ سال یا ۶ سال تک شک وشبہ رہا۔ اللہ تعالیٰ تو کفار اہل کتاب ومشرکین کی نسبت ارشاد فرماتا ہے۔ کہ یعرفونه کما یعرفون ابناءهم۔ ایضا وجحدوا بها واستیقنتها انفسهم۔ یعنی کفار ومشرکین کو تو آپکی رسالت کا یقین کامل تھا۔ مگر عناد اور تعصب جاہلیت سے تکذیب کرتے تھے۔ مگر یہ نام کے مسلمان کہتے ہیں کہ کفار اور مشرکین کا کیا ذکر ہے۔ یہاں تو خود نبی عربی صلے اللہ علیہ وسلم کو ہی اپنی نبوت میں ۳ یا ۶ سال تک شک وشبہ رہا۔

شک فی النبوة سے احکام ورسالات الٰہیہ پر زد

ان سورتوں میں جو احکام ورسالات الٰہیہ بیان کئے گئے ہیں غالیوں کے نزدیک وہ سب کے سب ضرور مشکوک ہوں گے۔ مثلاً توحید اللہ تعالیٰ کی اور نماز اور تہجد یعنی قیام لیل اور امر بالتقویٰ اور احوال حشر ومعاد کا اور عذاب جحیم اور نعیم جنت کے اور استغفار اور احکام طہارت اور مساکین کا اطعام طعام اور اللہ تعالیٰ کا غفور ورحیم ہونا وغیرہ وغیرہ جو سخت تاکیدات کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ سب کے سب مشکوک ہو گئے جب ان جملہ رسالات الٰہیہ کی تبلیغ میں خود نبی کریم صلعم ہی شک وشبہ میں رہے تو پھر اوروں کے شک وشبہ کا کیا ذکر ہے

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

اور اگر کہا جاوے کہ بعد ۶ سال کے آغاز نبوت سے آپ کو ان رسالات پر یقین ہو گیا تھا۔ اس لئے یہ رسالات مذکورہ بالا بھی یقینی ہو گئے تھے۔ ویاتی جوابه الثانی۔

ان کنت فی شک الخ سے مدت نبوة میں شک کا احتمال اور اس کا جواب

پھر غالیوں کی طرف سے کوئی حامی ان کا کہہ سکتا ہے کہ درمیان مدت نبوت کے ہی آپ کا شک کرنا ثابت ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ:۔ وان کنت فی شک مما انزلنا الیک فسئل الذین یقرؤن الکتاب من قبلک۔ ان بیچاروں کو جو علوم آلیہ سے بالکل معرا ہیں کیا خبر ہے کہ جملہ شرطیہ میں تحقق شرط کا ضروری نہیں ہوتا۔ جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے قل ان کان للرحمٰن ولد فانا اول العابدین اور دوسرے یہ کہ جو امر نہایت درجہ قبیح ہوتا ہے اس کی ممانعت کسی اپنے بڑے مقرب کو بھی اللہ تعالیٰ مخاطب کر کے فرما دیتا ہے۔ چونکہ نبوت اور رسالت میں شک کرنا نہایت درجہ قبیح ہے اس لئے اس کی عظمت قبح کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کر کے فرمائی ہے تا کہ دوسرے لوگ اس کی عظمت قبح کو سمجھکر کوئی شک نہ کریں وغیر ذالک من النکات والاسرار التی مر بیانها حضرت مرزا صاحب ازالہ شکوک کے لئے بڑی تاکید فرمایا کرتے تھے اور عدم اظہار شک کو نفاق ودنفاق قرار دیا کرتے تھے۔ اور اہل کتاب سے تحقیق اور تفتیش کرنے کو علمائے امت نے ایسا نباہا ہے۔ کہ کل قرآن مجید کی تفاسیر متعددہ کتب بائیبل سے لکھ ڈالی ہیں گویا فاسئلوا الذین یقرؤن الکتاب من قبلک کی پوری تعمیل کی ہے فجزاهم اللہ احسن الجزا

ابتدائے نبوت مشکوک ہونے سے تمام احکام دینیہ مشکوک ہو جاتے ہیں

الی اصل جبکہ ابتدائے نبوت ہی حضرت کی نعوذ باللہ مشکوک ہوگی تو پھر تمام دین اسلام اور اسکے شرعیہ احکام جو اس بناء نبوت پر متفرع ہوئے ہیں۔ کل عدم ہو گئے۔ کیونکہ یہ بناء فاسد علی الفاسد کا مصداق ہو گیا۔ نعوذ باللہ من هذا الجهل ...

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا میرود دیوار کج

ہائے افسوس حضرت مرزا صاحب کی نبوت قائم کرنے میں تمام دین اسلام احمدیوں کا غارت ہو گیا۔ نبوت تو قائم نہ ہوئی تھی

...

این ہم رفت و آن ہم رفت ... جاناں جان ہم رفت
انا للہ وانا الیہ راجعون

نبوت محمدیہ کی مضبوط بنیاد اور شک کی ناپائیداری

یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ جس شئے کی اول ہی سے اصل اور بنیاد مضبوط اور مستحکم ہوتی ہے اس میں ہی شاخیں اور پھول وپھل اخیر تک خوب آتے ہیں بخلاف اس کے جس کی بناء اور جڑھ ہی بوسیدہ اور کھوکھلی ہو اسکے نتائج عمدہ پیدا نہیں ہو سکتے۔ اس مسئلہ کو اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں مفصل بیان فرما دیا ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ ۔ الم تر کیف ضرب اللہ مثلا کلمة طیبة کشجرة طیبة اصلها ثابت وفرعها فی السماء تؤتی اکلها کل حین باذن ربها ویضرب اللہ الامثال للناس لعلهم یتذکرون ۔ یہ مثال حضرت خاتم النبیین صلعم کے دعاوی اور نبوت اور رسالت الٰہیہ کی ہے جو آغاز نبوت سے لیکر قیامت تک اثمر ثمرات لذیذہ اور بلیغ نتائج عمدہ کے ہیں۔ والحمد للہ۔ اور جو دعاوی باطلہ اور اقوال فاسدہ ہیں۔ ان کی نسبت بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ومثل کلمة خبیثة کشجرة خبیثة اجتثت من فوق الارض ما لها من قرار یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوٰة الدنیا وفی الاخرة ویضل اللہ الظالمین ویفعل اللہ ما یشاء ۔ (باقی دارد)

مراسلہ

اسلام اور فطرت

حسنِ ایماں سے کسی میں حسن آرائی نہیں
عین نکتہ داں سے جیسے تیز بینائی نہیں
فطرتاً اسلام کی ہے طرف رجحانِ بشر
وہ تو انساں ہی نہیں جو اس کا شیدائی نہیں
اے مسیحا[1]۔ امتِ احمد میں تجھ سے سو مسیح
ان کے پاسنگ تیری اعجازِ مسیحائی نہیں
تو ہی اے اسلام ہے اصل وجودِ کائنات
گلشنِ عالم میں تجھ بن رونق افزائی نہیں
تو نے چمکایا جہاں کو مثل چمک آفتاب
مذہبِ عالم ہے تو۔ میراثِ آبائی نہیں
تو نے عالم کی جھکا دیں گردنیں سب سامنے
فلسفہ دانوں سے بس کو اپنی سنوائی نہیں
منبعِ خوباں ہے تو۔ اور مخزنِ عرفاں ہے تو
گر نہیں تجھ میں تو اک خیال من ومائی نہیں
تو نے یورپ کو سنایا ہے تعدد ازدواج
تو نے امریکہ سے آخر خمر چھڑوائی نہیں؟
آؤ۔ اے عیسائیو۔ یہ ہے سبیلِ مصطفےٰ
پھر نہ کہنا خضرِ رہ حضرت ہم کو بلوائی نہیں
ہر گلِ اسلام پر ہیں بلبلیں نغمہ سرا
کیا سمجھو گے اب بھی کہ اس میں بہار آئی نہیں؟
شکر ہے۔ تیرہ صدی کے بعد یہ سمجھے تو ہیں
مے سے بڑھ کر کوئی بھی عالم میں رسوائی نہیں
ثمرِ شیریں لا کے رہتا ہے سدا نخلِ عمل[2]
حیف۔ عالم میں اگر صبر وشکیبائی نہیں
ڈگمگاتا ہے بشر بحرِ خطا میں جب اگر
کوئی شئے جز کشتیٔ اسلام پار آئی نہیں
عقل ناقص ہے۔ بغاوت پر جو لاتی ہے ہمیں
حکم خالق سے تو کوئی بھی فرار آئی نہیں
غربتِ اعمال کا ہے ساجدا سارا اثر
گوہرِ حق کی جو عالم میں شناسائی نہیں

[1] مراد حضرت عیسے علیہ السلام ہیں۔
[2] یہاں عمل سے مراد عمل صالح ہے۔

اقتباسات

فصلوں کی حالت پر عام بارش کا اثر

ہفتہ مختتمہ ۲۵ - جنوری کی موسمی وفصلی رپورٹ مظہر ہے کہ اس ہفتہ میں قریباً ہر ایک صوبہ میں اوسط درجہ سے لیکر بھاری تک بارش ہوئی ہے - اور ہر جگہ اس بارش سے ایستادہ فصلوں کو بہت فائدہ پہنچا ہے اور آئیندہ توقعات میں اضافہ ہوگیا ہے - اور تمام زراعتی صورت معاملات بہت بہتر ہوگئی ہے - چنانچہ آسام کی رپورٹ مظہر ہے کہ تمام اضلاع میں بارش سے ایستادہ فصلوں کو بہت فائدہ پہنچا ہے - بنگال میں بھی تمام صوبہ میں بارش ہوئی - جس سے ایستادہ فصلوں کی حالت بہتر ہوگئی ہے - صوبجات متحدہ میں عام بارش ہوئی - جس سے فصلوں کو بہت فائدہ پہنچا - پنجاب کے بھی تمام حصوں میں بارش ہوئی - لیکن ابھی مزید بارش کی سخت ضرورت ہے - صوبہ شمال مغربی سرحد میں بارش ہو رہی ہے - اور نہایت فائدہ مند ثابت ہوئی - صوبجات متوسط میں دیر سے بوئی ہوئی موسم بہار کی فصلوں کی حالت بارش سے عام طور پر بہت بہتر ہوگئی ہے - لیکن اب دھوپ کی بہت ضرورت ہے - تاکہ فصل خراب نہ ہونے پائے - بمبئی اور مدراس میں کئی جگہ ہلکی بارشیں ہوئی ہیں - اور ایستادہ فصلوں کی حالت عموماً عمدہ ہے - اگرچہ ان اقتباسات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملک کے ایک بھاری حصہ پر بہت کچھ فائدہ ہوا ہے لیکن چونکہ بارش بہت دیر بعد ہوئی ہے - اس لئے اس سے تخم ریزی میں کوئی زیادہ توسیع نہیں ہو سکتی - اور نہ ہی غیر نہری فصلیں سوکھنے سے بچ سکتی ہیں - چنانچہ اس باعث نرخ اشیاء بدستور گراں ہے ملک کے کئی حصوں میں قحط معلوم ہوا ہے - جہاں امداد دی جا رہی ہے جو لوگ امدادی کاموں پر ہیں - یا جنکو روزانہ امداد دی جا رہی ہے - ان کی تعداد حسب ذیل ہے - صوبہ بہار میں ضلع انگل ۲۷۹۴ - ضلع الہ آباد (صوبجات متحدہ) ۳۸۵ - سیونی - ساگر - جبل پور - ڈیمو - اور چندا (صوبجات متوسط) ۴۴۱۰۱ - پنج محل - کیرا - پونہ - ستارہ - سرہ بی خاندیش - احمد نگر اور کاٹھیاواڑ - (بمبئی) ۴۳۲۶۳ - چارہ کا ابھی تک عام قحط ہے اور بعض اضلاع میں زیادہ کام کی وجہ سے مویشی کمزور ہو رہے ہیں۔

بارش کے متعلق اعداد

ہفتہ بھر میں جو بارش ہوئی - وہ صوبہ بہار واڑیسہ صوبجات متحدہ - پنجاب - کشمیر - صوبہ شمال مغربی سرحد - بلوچستان - سندھ - راجپوتانہ - گجرات - وسط ہند - مشرقی بہار صوبجات متوسط - کونکن - حیدر آباد - میسور اور تمام صوبہ مدراس میں بقدر ۳۰ فیصدی زیادہ تھی - جزائر خلیج - برہما - آسام - اور بنگال میں بقدر ۳۰ فیصدی کم تھی - وسط اور مغرب برار اور بمبئی دکن میں سال کے اس حصہ میں بارش نہیں ہوا کرتی - اپر برہما - آسام اور بنگال میں ۲۹ نومبر سے لیکر اس وقت تک بارش ۲۰ فیصدی کم ہے - لیکن لوئر برہما - بہار واڑیسہ اور صوبجات متحدہ پنجاب - (مشرق وشمال) کشمیر - صوبہ شمال مغربی سرحد بلوچستان - سندھ - راجپوتانہ - گجرات - وسط ہند - برار صوبجات متوسط - کونکن بمبئی دکن - حیدر آباد - میسور اور مالابار میں بقدر ۳۰ فیصدی زیادہ تھا - باقی ڈویژنوں میں معمول سے ۳۰ فیصدی کے اندر ہے۔

ضروری خبریں

گلاسگو میں لیڈران سٹرائیک کی گرفتاری

لنڈن ۴ فروری - کونسلر شنویل جو سٹرائیک کمیٹی کا چیئرمین ہے گیلاگھر ورک ووڈ کل غلاف قانون اجتماع اور فسادی رویہ کے الزامات میں برائے سماعت حوالات میں بھیجا گیا ہے مجسٹریٹ نے انہیں ضمانت پر رہا کرنے سے انکار کیا - سکاٹش ٹریڈ یونین کانگریس کے ایک اجلاس میں ایک ریزولیوشن پاس کیا گیا جس میں قیدیوں کی رہائی کا مطالبہ کیا گیا - اور سٹرائیک کو جاری رکھنے کا عہد کیا گیا - کل رات شہر میں امن وامان تھا - لوگوں کے ہجوم فوجی پہرہ داروں کو خصوصاً [illegible] ہال میں دیکھتے تھے - جہاں خاردار تار اور ایک آلہ بے تار برقی لگایا گیا تھا - اکثر سپاہی ہائی لینڈر ہیں - بلفاسٹ میں صورت معاملات ابھی غیر متبدل ہے کل رات شہر بالکل امن وامان تھا - اگرچہ بازاروں میں سخت تاریکی تھی - [illegible] کارخانوں میں کام کرنے والے مزدوروں نے پیر کے روز کام شروع کر دینے کا فیصلہ کیا ہے۔

بحالی امن

لنڈن ۲ فروری - گلاسگو میں بالکل امن وامان تھا - فسادات کے متعلق مزید گرفتاریاں عمل میں لائی گئیں - جن میں مشہور انگریز سوشلسٹ مسٹر [illegible] کی گرفتاری بھی شامل ہے - غیر سرکاری طور پر بیان کیا گیا ہے کہ گلاسگو میں [illegible] فوجی سپاہی موجود [illegible] - چیف کانسٹیبل مظہر ہے [illegible] سے ان آدمیوں [illegible] کام شروع کریں [illegible] ہوگئی ہے۔

سوئٹر [illegible] کے مطالبات

لنڈن ۳ فروری - لنڈن ٹیوب ریلوے میں موٹر چلانے والوں نے باوجود دیگر اخراجات کے [illegible] بات چیت کے فیصلہ تک کام پر موجود رہیں گے - فیصلہ کیا ہے کہ وہ پیر کی صبح کو بطور پروٹسٹ کے سٹرائیک کر دیں گے - کیونکہ ۸ گھنٹے کے دن کے دوران میں انہیں نصف گھنٹہ روٹی کھانے کی چھٹی دینے سے انکار کیا گیا ہے۔

لقصفیہ کی امید

لنڈن ۳ فروری - اگرچہ صنعتی صورت حالات ابھی تک دھمکا رہی ہے - لیکن یہ نازک نہیں خیال کی جاتی - کلائڈ سٹرائیک کو تمام ملک میں پھیلانے کی کوشش میں جو جزوی کامیابی ہوئی ہے اس کی بڑی وجہ جیسا معلوم ہوتی ہے نہ کہ تعجب - ٹیوب موٹر چلانے والے آدمیوں کا فیصلہ دیگر درجہ کے آدمیوں کے مصالح کو نظر انداز رکھتے ہوئے آخری وقت بڑی حیرانی سے سنا گیا - امید کی جاتی ہے کہ پیر کے روز تمام لنڈن میں موٹر کاریں چلنی بند ہو جائیں گی - لیکن ڈسٹرکٹ ریلوے کے موٹر چلانیوالوں نے سٹرائیک میں شامل ہونے سے انکار کر دیا ہے - ریلوے کلرکس ایسوسی ایشن نے برمنگھم میں ایک اجلاس میں فیصلہ کیا کہ سوائے سٹینلی کے سٹیشن ماسٹروں کو ایسوسی ایشن کے نمائندے تسلیم کرنے سے انکار کرنے کو وزارت میں پیش کیا جائے آج لیڈران وزارت سے ملاقات کریں گے - یکشنبہ کے روز لنڈن کے ڈاکٹروں نے طبی مفاد کی نگرانی کے لئے اس پیشہ کے تمام نمائندوں کی ایک ایسوسی ایشن بنانے کا فیصلہ کیا گیا ہے - ایک ایمرڈ ٹریڈ یونین بنانے کے متعلق ایک ریزولیوشن دو راؤں سے شوروغل کے درمیان نامنظور ہوا۔

سٹرائیک کی مخالفت

لنڈن ۲ فروری - کلائڈ سائیڈ ورکرز (مزدوروں) کا ایک بھاری جلسہ میں موجودہ سٹرائیک کے خلاف ضلع گوداں میں منعقد ہوا - ادسا انہیں سٹرائیک میں شامل کرنے کے لئے جو غیر آئینی اور غیر جمہوری طریقے استعمال کئے جاتے ہیں - ان پر ایک ریزولیوشن میں سخت اظہار ناراضگی کیا گیا - اور ٹریڈ یونینوں کے نمائندوں کی مدد کرنے اور امن وامان برقرار رکھنے کے لئے اپنے رسوخ کو استعمال کرنے کا عہد کیا گیا - ۴ فروری کو ایک بھیر یا ایک ورکرز لیگ آن کلائیڈ سائیڈ بنانے کے لئے گلاسگو میں ایک بھاری مظاہرہ کیا جانے والا ہے تاکہ انتہا پسندوں کے ہاتھ سے تجارتی انجمنوں کو نکال لیا جائے۔

روسی مسائل :- لنڈن ۴ فروری - موسیو چاکو اس کی پریزیڈنٹ شمالی روسی گورنمنٹ نے جو پیرس کو جا رہا ہے - ایک انٹرویو کے دوران میں فرمایا - کہ روس کے بغیر اقوام کی لیگ نہیں بن سکتی - اس نے کہا کہ اتحادیوں کو روسی مسائل کا ایک اعلیٰ حل نکالنا پڑیگا - تجویز پرنکیپو کی قسم کی کارروائیاں بے سود ہیں - بولشیویکوں کو حکومت سے دستبردار ہونے پر مجبور کیا جانا چاہئے - اگر وہ ایسا نہ کریں - تو اقوام کی لیگ کو جبراً ان احکامات کی تعمیل کرانی چاہئے۔

آبدوز کشتیوں کی منسوخی :- لنڈن ۳ فروری - ڈیلی میل کو پیرس سے معلوم ہوا ہے کہ برطانوی اور امریکن ڈیلیگیٹوں نے کانفرنس سے آبدوز کشتیوں کے منسوخ کئے جانے کی سفارش کی ہے۔

زیکوں نے اہل پولینڈ کو شکست دی :- لنڈن یکم فروری - ایمسٹرڈم سے ۴ فروری کا ایک تار مظہر ہے کہ اخبار کولیگن ڈی ٹنگ مظہر ہے - کہ زیکوں نے اہل پولینڈ کے ساتھ [illegible] کے بعد آسٹرین مشرقی سلیسیا پر قبضہ کر لیا ہے۔

پیٹروگریڈ میں بغاوت :- ہیلسنگفورس - ۲ فروری - پیٹروگریڈ سے [illegible] خبریں پہنچی ہیں کہ پیٹروگریڈ میں پرانے روسی فوج کے سپاہیوں نے بغاوت کردی ہے - کلدار توپوں کی لڑائی ہوئی - کمیسار کے [illegible] نے پیٹروگریڈ پر گولہ باری کی - کئی لاشیں بازاروں میں پڑی تھیں۔

قسطنطنیہ کا معاملہ

لنڈن ۲۲ جنوری کا مسٹر بیلفور کے نام مسلم چٹھی پر رائے زنی کرتے ہوئے اخبار ویسٹ منسٹر گزٹ رقمطراز ہے کہ جس طریق پر سلطنت کے مسلمانوں نے باوجود اس مشکل کے جس میں شرکت نے انہیں ڈالدیا تھا - ہمارے کاز کی مدد کی ہے اس نے انہیں اس بات کا خاص حق دیدیا ہے کہ گورنمنٹ ان کے معاملہ کے متعلق غور کرے اور ان کے اعتقاد اور اس کی روایات کا تحفظ ہمارا فرض ہے اگر باوجود اس تمام کے جو واقعہ ہوا ہے - وہ ابھی تک عثمانی سلطان کو اپنے مذہب کا افسر اعلےٰ خیال کرتے ہیں - تو یہ اُن کا اپنا معاملہ ہے قسطنطنیہ کی آئیندہ پوزیشن کا فیصلہ اس شہر اور اس کے نواحی علاقہ کے باشندوں کی خواہشات کے مطابق ہونا چاہئے - جہاں تک کہ دیگر سوالات اٹھائے جاتے ہیں - بلاشبہ اتحادی عیسائیوں اور مسلمانوں کو اپنے مذہبی باتوں کو یکساں آزادی دیں گے - اور وہ خواہ کسی حکومت کے ماتحت ہوں انہیں پوری پولیٹیکل مساوات دی جائیں گی۔

چین اور صلح کانفرنس

واشنگٹن ۲۴ جنوری - چینی ایجنسی خبر دیتی ہے - کہ چین کانفرنس سے ۱۹۱۵ء کے چینی جاپانی عہد نامہ پر نظر ثانی کئے جانے کے لئے کہے گا۔

سوشلسٹ کانفرنس

برلن ۳ فروری - سوئٹزرلینڈ کے سوشلسٹوں نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ بین الاقوامی سوشلسٹ کانفرنس میں شامل ہوں گے - کیونکہ متخاصمین ممالک کی بیجا رنی سوشلسٹ جماعتیں کی تائید نہیں کر سکتے۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود

قبر مسیح اور عیسائیوں کا اقرار

بعض عیسائی اخباروں نے مسیح کی قبر واقعہ کشمیر کے متعلق ظاہر کیا ہے کہ یہ قبر مسیح کی نہیں۔ بلکہ ان کے کسی حواری کی ہے۔ اس تذکرہ پر آپ نے فرمایا کہ اب تو ان لوگوں نے خود اقرار کر لیا ہے کہ اس قبر کے ساتھ مسیح کا تعلق ضرور ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ اُن کے کسی حواری کی ہے۔ اور ہم کہتے ہیں کہ مسیح کی ہے۔ اب اس قبر کے متعلق یہ تاریخی صحیح شہادت ہے کہ وہ شخص جو اس میں مدفون ہے۔ وہ شہزادہ نبی تھا۔ اور قریباً انیس سو برس سے مدفون ہے۔ عیسائی کہتے ہیں کہ یہ مسیح کا حواری تھا۔ اب ان پر یہی سوال ہوتا ہے۔ اور ان کا فرض ہے کہ وہ ثابت کریں کہ مسیح کا کوئی حواری شہزادہ نبی کے نام سے بھی مشہور تھا۔ اور وہ اس طرف آیا تھا۔ اور یقیناً ثابت نہیں ہو سکتا۔ پس اس صورت میں بجز اس بات کے ماننے کہ یہ مسیح علیہ السلام ہی کی قبر ہے اور کوئی چارہ نہیں۔

تعویذ کا باندھنا یا دم وغیرہ کرانا

کیسا ہے؟ بجواب حضرت مسیح موعود نے حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا کہ آپ نے احادیث ... اس کے متعلق کچھ پڑھا ہے۔ عرض کیا کہ حضرت خالد بن ولید رضی جب کبھی جنگوں میں جایا کرتے تھے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک پگڑی یا ٹوپی میں رکھ لیا کرتے تھے۔ اور آگے کی طرف لٹکا لیتے۔ اور جب ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سر منڈوایا تو آدھے سر کے کٹے ہوئے بال ایک شخص کو دیدیئے۔ اور آدھے دوسرے حصے کے باقی کو بانٹ دیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات جبہ شریف دھو کر ... کو بھی پلایا کرتے تھے۔ اور وہ شفایاب ہو جایا کرتے ... ایسا ہی ایک دفعہ ایک عورت نے آپؐ کا پسینہ بھی جمع کیا۔

یہ سب سنکر حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ ان تعویذوں کی اصل کچھ۔ کچھ ضرور ہے۔ جو خالی از فائدہ نہیں۔

میرے الہام میں جو ہے کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈینگے۔ اس سے بھی تو معلوم ہوتا ہے کہ کچھ تو ہوگا جو بادشاہ ایسا کریںگے۔ اصل بات یہ ہے کہ ان باتوں کی بنا اخلاص ومحبت پر ہے۔

صادقوں کی نکتہ چینی کرنے والوں کے متعلق فرمایا کہ بزرگوں کے صغائر پر نظر کرنے سے سلب ایمان کا اندیشہ ہے

عیب مے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو

تمباکو کے مضرات پر ایک مختصر مضمون پڑھا گیا۔ جس میں کل امراض کو تمباکو کا نتیجہ قرار دیا گیا تھا اور تمباکو کی مذمت میں بہت مبالغہ کیا گیا تھا۔ اس کو سن کر حضرت حجۃ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی کلام اور مخلوق کی کلام میں کس قدر فرق ہوتا ہے۔ شراب کے مضار اگر بیان کئے ہیں تو اس کا نفع بھی بتا دیا ہے۔ اور پھر اس کو روکنے کیلئے یہ فیصلہ کر دیا کہ اس کا ضرر نفع سے بڑھکر ہے۔ دراصل کوئی چیز ایسی نہیں ہے۔ جس میں کوئی نہ کوئی نفع نہ ہو مگر مخلوق کے کلام کی یہی حالت ہوئی ہو اب دیکھو اس نے اس کے مضرات ہی مضرات بتائے ہیں۔ کسی ایک نفع کا بھی ذکر نہیں کیا۔

تمباکو اور شریعت

تمباکو کے بارہ میں اگرچہ شریعت نے کچھ نہیں بتایا۔ لیکن ہم اس کو مکروہ جانتے ہیں۔ اور ہم یقین کرتے ہیں کہ اگر یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ہوتا تو آپ نہ اپنے لئے اور نہ اپنے صحابہ کے لئے کبھی اس کو تجویز کرتے بلکہ منع کرتے۔

غریبوں کا حصہ دین میں

فرمایا کہ غربا نے دین کا بہت بڑا حصہ لیا ہے۔ بہت ساری باتیں ایسی ہوتی ہیں۔ جن سے امرا محروم رہ جاتے ہیں۔ وہ پہلے تو فسق وفجور اور ظلم میں مبتلا ہوتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں صلاحیت تقوےٰ اور نیازمندی غربا کے حصہ میں ہوتی ہے۔ غربا کے گروہ کو بدقسمت خیال نہیں کرنا چاہئے بلکہ سعادت اور خدا کے فضل کا بہت بڑا حصہ اس کو ملتا ہے یاد رکھو حقوق کی دو قسمیں ہیں۔ ایک حق اللہ دوسرے حق العباد۔

حق اللہ میں بھی امرا کو دقت پیش آتی ہے اور تکبر اور خود پسندی اُن کو محروم کر دیتی ہے۔ مثلاً نماز کے وقت ایک غریب کے پاس کھڑا ہونا برا معلوم ہوتا ہے۔ اپنے پاس بٹھا نہیں سکتے۔ اور اس طرح پر وہ حق اللہ سے محروم رہ جاتے ہیں کیونکہ مساجد تو دراصل بیت المساکین ہوتے ہیں۔ اور وہ ان میں جانا اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اور اسی طرح وہ حق العباد میں خاص خاص خدمتوں میں حصہ نہیں لے سکتے غریب آدمی تو ہر ایک قسم کی خدمت کے لئے تیار رہتا ہے وہ پاؤں دبا سکتا ہے۔ پانی لا سکتا ہے۔ کپڑے دھو سکتا ہے یہاں تک کہ اس کو اگر نجاست پھینکنے کا موقعہ ملے تو اس میں بھی دریغ نہیں کرتا لیکن امرا ایسے کاموں میں ننگ وعار سمجھتے ہیں۔ اور اس طرح پر اس سے بھی محروم رہتے ہیں۔ غرض امارت بھی بہت سی نیکیوں کے حاصل کرنے سے روک دیتی ہے۔

... یہی وجہ ہے جو حدیث میں آیا ہے کہ مساکین پانسو برس اول جنت میں جاوینگے۔

مسیح موعود کے زمانہ میں درازی عمر کا راز

احادیث میں جو آیا ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں عمریں دراز ہو جائینگی۔ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ موت کا دروازہ بالکل بند ہو جاویگا۔ اور کوئی شخص نہیں مریگا۔ بلکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ مالی۔ جانی نصرت میں اس کے مخلص احباب ہوں گے اور خدمت دین میں لگے ہوئے ہونگے ان کی عمریں دراز کر دی جائیں گی۔ اس واسطے کہ وہ لوگ نفع رساں وجود ہوں گے۔ اور اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے۔ واما ماینفع الناس فیمکث فی الارض۔ یہ امر قانون قدرت کے موافق ہے۔ عمریں دراز کر دی جائیں گی۔ اس زمانہ کو جو دراز کیا ہے یہ بھی اس کی رحمت ہے۔ اور اس میں کوئی خاص مصلحت ہے۔

(اس پر حضرت حکیم الامت نے عرض کیا کہ مسلمانوں میں سب سے پہلا مجدد عمر بن عبد العزیز کو تسلیم کیا ہے۔ وہ کل دو برس تک زندہ رہے ہیں) ازاں بعد حضرت حجۃ اللہ نے پھر اپنے سلسلہ کلام میں فرمایا کہ محض خدا تعالےٰ کا فضل ہے کہ اس نے آجتک ہم کو محفوظ رکھا ہے۔ اور جماعت کو ترقی دے رہا ہے اور اسکے ازدیاد ایمان اور معرفت کیلئے حجج وبراہین ظاہر کر رہا ہے یہاں تک کہ کوئی پہلو تاریکی میں نہیں رہنے دیا۔

ہمارے سلسلہ کیلئے منہاج نبوت ایک زبردست آئینہ ہے جاہل اسپر اگر اپنی کم سمجھی سے اعتراض کرے تو منہاج نبوت اسکے منہ پر طمانچہ مارتا ہے۔ جو بات ہونہار ہوتی ہے۔ اس کے لئے امارات اور آثار خود بخود نظر آنے لگتے ہیں۔ جو کام اللہ تعالےٰ نے ہمارے سپرد کیا ہے۔ اس کی تکمیل کی ہوائیں چل رہی ہیں۔ اور دو طرح سے وہ ہو رہا ہے۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالےٰ ہم کو توفیق دے رہا ہے کہ ہماری طرف سے وثرات کوشش جاری ہے اور اشاعت اور تبلیغ کی راہیں کھلتی جاتی ہیں۔ تا بکجا من البیت ال حال ہوتی جاتی ہیں۔ دوسری طرف خود ہمارے مخالفوں کی کوششیں ناکام ہو رہی ہیں۔ اور ان میں ہی ایسے لوگ پیدا ہو رہے ہیں جو اپنے مذہب کو چھوڑتے جاتے ہیں۔ اور اس کی برائیاں بیان کر رہے ہیں گویا وہ اپنے مذہب وملت کی عمارت کو یخربون بیوتھم بایدیھم کے مصداق ہو کر خود مسمار کر رہے ہیں۔

اخبار احمدیہ

مسلم ہوسٹل لاہور

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے زیر اہتمام گذشتہ ماہ ستمبر ۱۹۱۸ء سے ایک مسلم ہوسٹل قائم ہے جہاں لاہور کے مختلف کالجوں کے طلبا رہتے ہیں ان طلبا کو اسلام کے اعلیٰ نصب العین پر کھڑا کرنے کیلئے ہفتہ وار لیکچروں کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت امیر ایدہ اللہ اس وقت دو لیکچر انہیں ہوسٹل ہی میں دے چکے ہیں۔ حضرت مولانا صدر الدین صاحب نے بھی پہلے دن جمہوریت اسلامی پر ایک مختصر تقریر کی تھی۔ حضرت امیر ایدہ اللہ نے اپنے دوسرے لیکچر واستعینو بالصبر والصلوٰۃ کی لطیف تفسیر فرماتے ہوئے مساوات انسانی اور اللہ تعالےٰ ہی کے آگے جھکنے کو اسلام کا اصل اصول بتایا۔ اور صحابہ اور آنحضرت صلعم کے اسوہ حسنہ سے اس بات کی تلقین کی ہمیں بھی انکی طرح جرأت وہمت

... انجمن اشاعت اسلام لاہور ... مطبع ... گلزار محمدی ... لاہور ... اہتمام سے چھپوا کر دفتر اخبار پیغام صلح سے شائع کیا۔

پیغام صلح لاہور

جلد ... چہارشنبہ مورخہ ۲۸ فروری ۱۹۱۹ء نمبر ۵۹

اسلام اور پردہ

(۲)

پردہ کی شرعی اسلامی حدود

اس سلسلہ کے پہلے نمبر میں ہم مسلم ہیرلڈ کی اس غلطی کی وضاحت کر چکے ہیں۔ جو اس نے پردہ کو عباسیوں کے زمانہ میں ساسانیوں اور تاتاریوں کی ایجاد قرار دینے میں کی اور پھر صدی اول و دوم میں اس کے نام و نشان سے بھی قطعاً انکار کرتے ہوئے اسے کاٹ کر پھینک دینے کا مشورہ دیا۔

اصل بات جس سے یہ ساری بحث شروع ہوئی ہے۔ اور جس سے اسلامی و غیر اسلامی اخبارات نے اپنے کالموں کو اس کی تردید و تائید کیلئے وقف کر دیا ہے۔ وہ مسز حسرت موہانی ایک مسلمان خاتون کا آل انڈیا مسلم لیگ کے گذشتہ اجلاس میں بے نقاب ہو کر پلیٹ فارم پر آنا اور بر سر عام تقریر کرنا ہے مسز حسرت موہانی کے اس فعل پر جب بعض اسلامی اخبارات نے اعتراض کئے تو مسلم ہیرلڈ نے ان کے جواب میں پردہ ہی سے انکار شروع کر دیا۔

واقعہ کی اس نوعیت کو دیکھتے ہوئے نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی شرعی پردہ کی حدود پر غور کی جائے۔ اور اصولاً اس بات کو طے کیا جائے کہ آیا چہرے کا کھلا رہنا پردہ کے منافی ہے یا نہیں؟

اس بارہ میں جہاں تک ہم ان آیات قرآنی پر غور کرتے ہیں۔ جو احکام پردہ کی حامل ہیں۔ کوئی لفظ ایسا ہمیں نظر نہیں آتا جس میں چہرے کے کھلا رکھنے کا بھی حکم دیا گیا ہو۔ بلکہ خود ان آیات سے پہلے ہی قل للمومنین یغضوا من ابصارھم وقل للمومنات یغضضن من ابصارھن (مومن مردوں کو کہو کہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھا کریں اور مومن عورتوں کو کہو کہ وہ بھی اپنی نظروں کو نیچی کریں) صاف طور پر چہرہ کے کھلے رہنے کو جائز ٹھیراتا ہے۔ ورنہ قرآن کریم اگر اس بات کا موید ہوتا کہ چہرہ کو بھی چھپا کہ آجکل رواج ہے، [illegible] لیا جائے۔ تو اس حکم کے دینے کی ضرورت نہ تھی۔ نگاہوں [illegible] رکھنے کا حکم دینے کی یہی وجہ تھی کہ مستورات کو چہروں پر نقاب ڈالنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ ورنہ خالی اس نقاب کو دیکھنے سے منع کرنا مقصود تھا۔ ایسا ہی عورتوں کو بھی اسی لئے اپنی نظریں نیچی رکھنے کا حکم دیا کہ انہیں بے نقاب مردوں کے سامنے سے گذرنا ہوتا تھا۔ ورنہ نقاب رکھ کر جس میں صرف دیکھنے کے سوراخ ہوتے ہیں۔ کوئی عورت غض بصر نہیں کر سکتی۔ اور اس صورت میں حکم مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے بے محل اور رائگاں معلوم ہوتا ہے۔

لیکن ان تائیدی شواہد کو چھوڑ کر بھی خود ان آیات پر جب ہم نظر کرنا چاہتے ہیں جو پردہ کی مروج ہیں۔ تو ان سے بھی اسی امر کی وضاحت ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ آیات حسب ذیل ہیں:۔

قل للمومنین یغضوا من ابصارھم و یحفظوا فروجھم ط ذالک ازکی لھم ان اللہ خبیر بما یصنعون۔ وقل للمومنت یغضضن من ابصارھن و یحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن او اٰبائھن او اٰباء بعولتھن او ابنائھن او ابناء بعولتھن او اخوانھن او بنی اخوانھن او بنی اخواتھن او نسائھن او ما ملکت ایمانھن او التابعین غیر اولی الاربۃ من الرجال او الطفل الذین لم یظھروا علی عورات النساء ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن وتوبوا الی اللہ جمیعا ایہ المومنون لعلکم تفلحون

(النور ۳۰ - ۳۱) ان آیات کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

"مسلمان مردوں کو کہدو کہ وہ اپنی آنکھیں نیچی رکھیں۔ اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ اصول ان کے لئے بہت پاکیزہ ہے۔ اور جو کچھ وہ [illegible] (کرتے ہیں اللہ اس سے خبردار ہے) اس میں سے ظاہر ہے۔ اور چاہیئے کہ وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈال لیں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں، مگر واسطے اپنے خاوندوں کے یا اپنے باپوں کے یا اپنے بیٹوں کے یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں کے یا اپنی بہنوں کے بیٹوں کے یا اپنی عورتوں کے جن کے مالک ہوئے داہنے ہاتھ ان کے یا مردوں میں سے ایسے لوگ جو ساتھ رہتے ہیں اور عورتوں کی حاجت نہیں رکھتے۔ یا لڑکوں کے جو عورتوں کی چھپی باتوں پر واقف نہیں۔ اور چاہیئے کہ (راستوں میں چلتے وقت) اپنے پاؤں زور سے زمین پر ایسے طور سے نہ ماریں کہ ان کی چھپی ہوئی زینت ظاہر ہو جائے۔ اور مسلمانوں تم سب کے سب اللہ کی طرف توبہ کرو۔ تاکہ تم خوشحالی کو پالو"

ان آیات کریمہ میں جس پردہ کا حکم دیا ہے۔ اس کو پورے طور پر سمجھنے کے لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ لا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا کی کسی قدر تشریح کر دی جائے۔ تاکہ زینت کا اصل مفہوم سمجھنے کے ساتھ یہ بھی معلوم ہو جائے۔ کہ کون کونسی چیزیں اس میں شامل نہیں۔ اور الا ما ظھر منھا سے کس چیز کا استثنا مراد ہے۔

امام فخر الدین رازی اپنی تفسیر کبیر میں انہی الفاظ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ فامر والستر ما لا تودی الضرورۃ الی کشفہ و رخص لھم فی کشف ما اعتید کشفہ وادت الضرورۃ الی ظھارہ اذ کانت شرایع الاسلام حنیفیۃ سھلۃ سمحۃ و لما کان ظھور الوجہ والکفین کالضروری لا جرم اتفقوا علی انھما لیسا لعورۃ

ترجمہ:۔ پس حکم دیا گیا ہے چھپانے کا ان چیزوں کے جن کے کھلا رکھنے کی ضرورت پیش نہیں آتی اور اجازت دی گئی ان چیزوں کے کھلا رکھنے کی جو عادتاً کھلی رہتی ہیں۔ اور جن کے اظہار کی ضرورت پڑتی ہے کیونکہ شریعت اسلام انسان پر بوجھ نہیں ڈالتی۔ بلکہ آسان شریعت ہے۔ اور چونکہ چہرہ اور ہاتھوں کا کھلا رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ اس لئے اس امر پر اتفاق ہے کہ یہ دونوں چیزیں عورت میں داخل نہیں ہیں

ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ متقدمین اسلام نے لفظ الا ما ظھر منھا کے وہ اعضا مراد لئے ہیں۔ جن کا اضطراری طور پر کھلا رکھنا ضروری ہو اور وہ دونوں ہاتھ اور چہرہ ہیں۔ اور فی الحقیقت یہی بات صحیح معلوم ہوتی ہے۔ کہ کام کاج کرنے کے لئے ان اعضا کو اضطراراً کھلا رکھنا پڑتا ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مستورات کو باہر نکل کر کونسے کام کاج کرنے پڑتے ہیں۔ لیکن یہ سوال شاید ان لوگوں کے لئے ایک حد تک بجا ہو۔ جن کے صرف مرد ہی کمانے والے ہیں۔ اور ان کی عورتوں کو سوائے گھروں کی چار دیواری میں مقید رہنے کے اور کام نہیں۔ لیکن وہ غریب لوگ جن کے لئے صرف مردوں کی محنت و مشقت ہی روزی پیدا کرنے کیلئے کافی نہیں۔ ان سے کوئی جا کر پوچھے۔ کہ کس طرح سے ان کی مستورات اور جوان لڑکیوں کو محنت مزدوری کیلئے دن کو گھر سے باہر پھرنا پڑتا ہے۔ اور کس طرح سے انہیں اضطراراً اپنے چہرے اور ہاتھوں کو کھلا رکھنا پڑتا ہے۔ قرآن کریم کوئی کسی خاص طبقہ کی کتاب نہیں۔ کہ اس نے کوئی ایسا پردہ تجویز کر دیا ہے۔ جو صرف ایک ہی طبقہ سوسائٹی کے مناسب حال ہو سکتا ہے۔ اور ایک دوسرے طبقہ کیلئے وہی احکام موزون نہیں یا خود ان گھروں کی حالت کو بھی جا کر دیکھو جہاں پردہ کی سخت اور حد افراط تک پہنچی ہوئی قیود کی وجہ سے عورتوں کو باہر نکلنا نہیں ملتا۔ اور اگر نکلتی بھی ہیں تو وہ بھی ایسی طرح سے کہ باہر کی ہوا بھی ان کے پاس تک نہیں پھٹک سکتی۔ اس کا نتیجہ ہے کہ صرف کھلی ہوا کے نہ ملنے کی وجہ سے ان کی صحت اکثر خراب رہتی ہے۔ اور ان کی نسبت وہ عورتیں زیادہ مضبوط زیادہ تندرست اور توانا ہوتی ہیں جن کو ہر روز باہر جا کر محنت و مزدوری سے اپنا پیٹ پالنا پڑتا ہے۔

پھر اس زمانہ میں بیشک بعض بعض خاص حالات کی وجہ سے عورتوں کو باہر نکلنے کی ضرورت نہ ہو یا اگر نکلیں تو کوئی کام کاج نہ ہونے کی وجہ سے چہروں پر بھی نقاب ڈالے رکھیں۔ لیکن بالفاظ معاصر وکیل قرون اولی میں مسلمان خواتین جب جنگوں میں شریک ہوتی تھیں۔ زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ مشکیزوں [illegible] میں پانی بھر بھر کر جاں بلب جانبازوں کو آبحیات بخشتی تھیں خیموں کی چوبیں لے لیکر دشمنوں پر حملہ آور ہوتی تھیں۔ کیا اس وقت ان کے چہروں پر نقاب ہوتا تھا؟ اگر نہیں ہوتا تھا۔ تو کیا ان کی یہ حرکات شعائر اسلام کے خلاف ہوتی تھیں یا موافق؟

یہیں تک بس نہیں آجکل کے مسلمان تو عورت کی آواز کا بھی غیر محرم مردوں تک پہنچنا ناجائز سمجھتے ہیں۔ حالانکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] فی قلبہ مرض وقلن قولاً معروفا۔ اے نبی کی بیویو تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم تقوی کرو۔ اور دبی زبان سے کسی سے بات نہ کیا کرو۔ کیونکہ وہ جس کے قلب میں بیماری ہے (شاید) وہ طمع کرے اور بات کرو تو معروف کے طور پر بات کرو۔ اس آیت میں صاف نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو اونچی اور صاف آواز میں دوسرے مردوں سے بات کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اسی اجازت کے ماتحت حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بیبیاں دوسرے صحابہ سے باتیں کرتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا ایک کثیر حصہ مروی ہے ایسی ہی ایک احادیث میں مرد عورتوں سے اور عورتیں مردوں سے روایت لیتی ہیں۔ جو پردہ کے لحاظ سے ایک دوسرے سے اجنبی ہیں۔ پھر امام بخاری کے چار بڑے بڑے شاگردوں میں ایک عورت بھی آپ سے حدیث پڑھا کرتی تھی جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ چہرہ اور دونوں ہاتھوں کی طرح آواز بھی پردہ کے اندر داخل نہیں۔ اور اس کا غیر محرم مردوں کے کانوں تک پہنچنا خلاف قرآن ہرگز نہیں۔

ان حالات اور آیات بالا کی روشنی میں وہ اسلامی پردہ جو قرون اولی کے مسلمانوں میں رائج تھا اور جس کے اختیار کرنے میں کوئی مسلمان عورت مورد الزام نہیں ٹھیر سکتی۔ یہی ہے کہ سوائے چہرہ اور دونوں ہاتھوں کے باقی سارا بدن مستور ہو۔

ہمارے حضرت مسیح موعود سے بھی جب اس بارہ میں دریافت کیا گیا کہ پردہ کیونکر ہونا چاہیئے۔ تو آپنے بھی یہی فتوی دیا۔ بلکہ اس کے ساتھ کاغذ پر ایک نقشہ کے ذریعہ سے اس کی اور بھی وضاحت فرمائی چنانچہ وہ فتوی مع نقشہ حسب ذیل ہے۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ [illegible] شرعی پردہ یہ ہے کہ چادر کو حلقہ کے طور پر کر کے اپنے سر کے بالوں کو کچھ حصہ پیشانی اور زنخدان کے ساتھ بالکل ڈھانک لیں۔ اور ہر یک زینت کا مقام ڈھانک لیں مثلاً سر اور گرد اس طرح پر ہو چادر اس قسم کے پردہ کو انگلستان کی عورتیں آسانی سے برداشت کر سکتی ہیں۔ اور ایسے طور سیر کرنے سے کچھ حرج نہیں۔ آنکھیں کھلی رہیں یا اگر جنگل میں مرد نہ ہوں۔ تو منہ کھلے بھی کچھ حرج نہیں بوڑھی عورتوں کو پردہ کی ایسی ضرورت نہیں۔

حضرت مسیح موعود کے یہ الفاظ اور آپکا بنایا ہوا نقشہ آیات قرآنی اور تفسیر کبیر کے مندرجہ بالا بیان کے عین مطابق ہے۔ اور اس سے پردہ کی شرعی حدود کی نہایت صفائی کے ساتھ وضاحت ہو جاتی ہے جو افراط تفریط کے تمام پہلوؤں کو چھوڑ کر اعتدال پر ٹھیرا کرتی ہے ان حدود کو ترک کر کے پردہ کو قطعاً اڑا دینے کی کوشش کرنا جس طرح سے خلاف قرآن اور موجب نقصان عظیم ہے۔ ویسے ہی ان حدود سے تجاوز کر کے حد درجہ کی سختی بھی قرآن کے ناموافق ہونے کے ساتھ بہت سے نقصانات وارد کرنے والی ہے۔ ضرورت ہے کہ افراط تفریط کی ان ہر دو راہوں سے اجتناب کر کے حد اعتدال کو اختیار کیا جائے۔ کہ وہی قرآن کریم کی حقیقی تقلید کی راہ ہے۔ لیکن باوجود ان قرآنی حدود کے موجودہ زمانہ میں کہا جاتا ہے کہ چونکہ قرون اولی میں زمانہ بہترین اخلاق کا حامل تھا۔ اسلئے عورتوں کا پیشانی اور زنخدان تک ہی پردہ کو محدود رکھنا چنداں موجب نقصان نہ تھا لیکن آجکل کے حالات اسی کے متقاضی ہیں کہ مروجہ پردہ پر عمل کیا جائے ایسے لوگوں کو سوچنا چاہیئے کہ قرآن کریم کسی خاص زمانہ کے لوگوں کے لئے نہیں۔ اس کے احکام ہر زمانہ اور ہر ملک کے لوگوں کے حالات کے عین مناسب ہیں۔ اور یہ بالکل غلط ہے کہ قرآنی حدود زمانہ کی ضروریات کے نامناسب ہیں [illegible] روشنی ڈالیں گے انشاء اللہ

آہی فتنی کی دلخراش مراسلت

کسی گذشتہ اشاعت میں معاصر آہی فتنی کی آنحضرت صلعم پر ایک نہایت دلخراش مراسلہ کی شکایت کیگئی تھی شکر ہے کہ گورنمنٹ بنگال کو اسطرف توجہ ہوئی جسنے اس بارہ میں اپنی تحقیقات ایک اعلانی صورت میں شائع کی ہے جو حسب ذیل ہے:۔

"گورنر باجلاس کونسل کو مشورہ دیا گیا ہے کہ چٹھی کی اشاعت کے متعلق قانون مطبوعات یا کسی دوسرے قانون کے رو سے مواخذہ حق بجانب نہ ہوگا۔ لیکن ہز اکسلنسی گورنر کو اس بات کا افسوس ہے کہ جو اپیل انہوں نے ستمبر گذشتہ میں پبلک اور تمام جماعتوں کے اخبار نویسوں سے کی تھی۔ کہ انہیں ایسے مقالات سے غایت درجہ کی پرہیز پیش نظر رکھنی چاہیے جو کسی جماعت کے مذہبی جسیات کو

کردیا گیا ہے۔ ہز اکسلنسی نے اس بارہ میں ایڈیٹر اخبار سے خط و کتابت کی ہے جس سے معلوم ہوا ہے کہ اخبار مذکور کی پالیسی مذہبی اور اجتماعی مسائل میں بحث مباحثہ کے لئے پوری آزادی دینا ہے۔ مراسلہ زیر بحث ایک مسلمان کی طرف سے موصول ہوا تھا۔ اور اسی صورت میں شایع کر دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی ایڈیٹر نے گورنمنٹ کے سامنے اظہار افسوس کیا ہے۔ کہ اس نے ایک ایسا مضمون چھاپا جس سے مسلمانوں کو صدمہ پہنچا۔ ایڈیٹر نے اطلاع دی ہے کہ وہ آئندہ اشاعت میں اپنی پوزیشن کو واضح کر دیگا۔"

معاصر "وکیل" نے اس پر رائے زنی کرتے ہوئے یہ بجا سوال کیا ہے کہ ہم باادب گورنمنٹ بنگال سے دریافت کریں گے کہ کیا (ا) قانون مطبوعات کے نفاذ میں ایڈیٹر کی پالیسی پیش نظر رکھی جاتی ہے۔ (ب) کیا قانون مطبوعات کا دائرہ اثر اس قدر محدود ہے۔ کہ ایسی دلآویز تحریر اس کے احاطہ میں نہیں آسکتی۔

امر اول کی نسبت ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی ہندوستانی ایڈیٹر کہے کہ مثلاً وہ اپنی پالیسی کی رو سے سیاسی مسائل میں نامہ نگاروں کو پوری آزادی سے بحث مباحثہ کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ اور اس بنا پر وہ ایسی تحریریں شایع کرے۔ جو حدود قانون کو توڑنے والی ہوں۔ تو کیا اس امر کو ملحوظ رکھ کر قانون مطبوعات، اُسے معاف کر دے گا؟ کیا کسی ہندوستانی اخبار کو اس بنا پر معاف کیا گیا ہے؟

امر دوم کی بابت کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ جس قانون کی نسبت قانون والوں کی یہ رائے ہو۔ کہ انجیل بھی اس کے وسعت اثر سے محفوظ نہیں رہ سکتی۔ تو ایسی دلخراش تحریریں کیونکر اس سے محفوظ رہ سکتی ہیں؟"

یہ سب کچھ ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیوں مسلمان اخبارات باوجود حضرت مسیح کو تسلیم کرنے کے جب عیسوی ا[illegible] کا اسلامی اخلاق سے مقابلہ کرتے ہیں۔ تو اسی قانون مطبوعات کے زیر مواخذہ آجاتے ہیں۔ لیکن غیر اسلامی بالخصوص اینگلو انڈین اخبارات آنحضرت صلعم پر صریحاً دلخراش حملے کرنے کے باوجود اسی مواخذہ کے نیچے نہیں آسکتے ؂

ہم نام بھی لیتے ہیں تو ہو جاتے ہیں رسوا
وہ بات بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

بہتر ہو کہ گورنمنٹ بنگال اپنے اس طریق پر نظر ثانی کرکے ایسے معاملات میں کسی قدر محتاط روش کو اختیار کرے۔ اور طرفداری کے اصول کو برطرف کرکے معاملات نظم و نسق میں ایک مسلمان اور ایک عیسائی۔ ایک دیسی اور ایک یورپین کو ایک ہی چشم انصاف سے دیکھے۔

ہاں معاصر "ایپی فینی" کا یہ عذر لنگ بھی بدتر از گناہ ہے۔ کہ اسکی شایع کردہ مراسلت کسی مسلمان کی لکھی ہوئی تھی۔ کوئی شخص جو آنحضرت صلعم کو سچے دل سے پیغمبر مانتا ہے۔ ایسے دلخراش کلمات آپ کی نسبت زبان پر نہیں لاسکتا۔ اس لئے "ایپی فینی" کو چاہئے کہ اس مسلمان کا نام شایع کرے۔ جس نے ایسے لفظ لکھے ہیں۔

آیت خاتم النبیینؐ کا شان نزول

بہت دن ہوئے کہ محمودی اخبارات الفضل و فاروق میں ایک شور بلند ہوا تھا۔ بلکہ علیحدہ اشتہارات میں بھی خاص طور پر اس کا ذکر کیا گیا کہ

"مولوی صاحب موصوف (یعنی حضرت امیر مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ) نے اپنی النبوت فی الاسلام کے صہ۱۱۳ پر لکھا ہے کہ ختم نبوت کے ذکر کا بھی ایک موقعہ تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادہ ابراہیم فوت ہوچکے تھے۔ اس عبارت میں مولوی صاحب نے آیت خاتم النبیین کے نزول کو بھی حضرت صاحبزادہ ابراہیم کی فوتیدگی کے بعد قرار دیا ہے۔ حالانکہ تاریخ سے ثابت ہے کہ ۵ھ کو آیت خاتم النبیین نازل ہوئی اور ۱۰ھ کو حضرت ابراہیم فوت ہوئے۔ جہاں تک ہماری تحقیق ہے۔ مولوی صاحب کا یہ غلط حوالہ اگر مطلب براری کے معنوں میں افترا اور خود ساختہ نہیں تو غلط فہمی اور لاعلمی کی بنا پر ضرور ہے ورنہ مولوی صاحب ثابت کریں کہ یہ حوالہ کس کتاب سے دیا گیا۔ اگر اب اس حوالہ کا بھی ثبوت نہ دینگے۔ تو اس سے عام طور پر یہی سمجھا جائے گا کہ مولوی صاحب کو اس قسم کے مفید مطلب حوالوں کی خود ساختت کا چسکا اور عادت ہوگئی ہے۔ کیا ایک مومن کو ایسا ہی محتاط ہونا چاہیئے؟"

اگرچہ اس بے نتیجہ بات پر اس قدر زور دینا معترضین کے لئے چنداں فائدہ مند نہ تھا۔ نہ ہی اس غلطی سے (اگر اسے واقعی غلطی ہی سمجھا جائے) محمودی عقائد کی صحت ثابت ہوتی تھی۔ لیکن لکھنے اور کاغذ سیاہ کرنے کے لئے ایک مشغلہ نہیں مل گیا۔ مگر کس قدر عجیب بات ہے کہ جس بات کو اس وقت غلطی قرار دیا گیا اور ایک مشغلہ بنایا گیا تھا۔ آج خود بھی اسی غلطی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ مولوی عبید اللہ صاحب بسمل جو محمودی گروہ کے رکن رکین اور دربار خلافت کے ممتاز حاشیہ نشینوں میں سے ہیں۔ حال ہی میں ایک کتاب شایع کرتے ہیں جس کا نام ہے "حق الیقین فی معنی خاتم النبیین" اس کتاب پر خود میاں صاحب اپنے قلم سے ریویو لکھتے ہیں۔ اور اس کے مطالعہ کا ذکر کرتے ہوئے یوں تعریف فرماتے ہیں کہ

"میں نے مکرمی مولوی عبید اللہ صاحب کی کتاب حق الیقین کا مطالعہ کیا ہے اور اسے نہایت مفید پایا ہے مسئلہ نبوت کے متعلق جو کچھ اختلاف احمدیوں یا غیر احمدیوں میں ہے۔ یا جو اختلاف کہ اس وقت بعض احمدی کہلانے والے ہم سے رکھتے ہیں۔ اس کے متعلق مولوی صاحب نے نہایت بسط سے اس کتاب میں بحث کی ہے۔ اور خوب کی ہے۔ اور کئی نئی دلائل اس میں درج کی ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ اس کتاب کی اشاعت صداقت پسند طبائع کے لئے بہت مفید ہوگی۔ ہماری جماعت کے احباب کو چاہیئے کہ جہاں تک ہوسکے اس کی اشاعت میں سعی کریں تاکہ متلاشیان حق کو اس سے فائدہ اٹھانے کا موقعہ ملے۔ اللہ تعالے مولوی صاحب کو ان کی محنت و کوشش کے بدلہ میں جزائے نیک عطا فرمائے۔ اور اس کے اچھے ثمرات پیدا کرے۔

خاکسار۔ مرزا محمود احمد"

ایسا ہی تشحیذ الاذہان کے ایڈیٹر میاں اکمل صاحب نے بھی جو حضرت امیر ایدہ اللہ کی مندرجہ بالا غلطی کو شایع کرنے والوں میں پیش پیش تھے۔ یہ لفظ لکھے ہیں کہ

"اس کتاب میں مسئلہ ختم نبوت پر آپ (مولوی عبید اللہ صاحب) نے سیر کن بحث کی ہے۔ اور کوئی پہلو تشنہ تحقیق باقی نہیں چھوڑا۔"

لیکن باوجود "کوئی پہلو تشنہ تحقیق نہ چھوڑنے" کے ہمارے ناظرین یہ سن کر حیران ہوں گے کہ انہیں مولوی عبید اللہ صاحب نے بھی اسی آیت خاتم النبیین کی تحقیق کرتے ہوئے وہی کچھ کہا جسے حضرت امیر ایدہ اللہ کی غلطی قرار دیا گیا تھا۔ چنانچہ آپ آیت خاتم النبیین کے معنے بیان کرتے ہوئے کس قدر صفائی کے ساتھ لکھتے ہیں

"مگر اس رسول کی طرف تو دیکھو کہ اس کی نرینہ اولاد عبد اللہ فوت ہوگیا۔ قاسم نے انتقال کیا۔ ابراہیم راہی آخرت ہوگیا طیب جنت میں جا بسا۔ طاہر آخرت کو سدھارا۔ الغرض نہ جوانی کی نرینہ اولاد رہی نہ بڑھاپے کی ٹیک رہی۔ اولاد بھی وہ اولاد مری جو ولو عاش لکان صدیقاً نبیاً (یہ حضرت ابراہیم کے متعلق ہے۔ ناقل) ہوسکتے تھے۔ مگر حیرت ہو اس اولوالعزم فخر رسل پر کس صبر اور کس استقلال کے ساتھ یہ ہماری قضا پر راضی رہا ہے۔ بتقاضائے فطرت انسانی العین تدمع والقلب یحزن کہکر خاموش رہا۔ اور اس پر بار بار کے تمہارے دلخراش طعنے سہتا رہا۔ جو کسی رسول نے نہیں سہے تھے۔ اس لئے اس کے صبر کا اجر بہ نسبت دوسرے رسولوں کے زیادہ دیا گیا ہے کہ وہ صرف ابوالمومنین ہی تھے۔ اور یہ ابوالنبیین بھی ہیں۔"

ہمیں ان معنوں کی سند مانگنے کی ضرورت نہیں۔ نہ ہی ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین میں مولوی صاحب کے مجوزہ الفاظ کے اضافہ پر ہم کچھ لکھنا چاہتے ہیں۔ کیسی [illegible] ایسے ہی جوڑ توڑ کرنا ان لوگوں کی فطرت ثانیہ ہوچکی ہے ہمیں صرف یہ دکھانا مقصود ہے۔ کہ کس طرح سے وہ بات ایک وقت غلطی قرار دے کر ہماری ناحق کوشی کے ثبوت پیش کیا جاتا تھا اور ہماری "مطلب براری" پر ہمارے محمول کرکے "افترا اور خود ساختہ" ہونے کا اعلان کیا جاتا ہے۔ ایک دوسرے وقت خود ان کی "مطلب براری" کا ذریعہ قرار پا جاتی اور اسے "افترا اور خود ساختہ بات کی تعریف خود وہ بار خلافت" ان غلط بیانی کا اعلان کرنے والوں کے ہاں سے بھی ہو جاتی [illegible] جو اس سے پہلے اس حوالہ کو نجویت میں اپنا سارا زور خرچ کر چکے ہیں۔

آخر کیوں مولوی عبید اللہ صاحب سے اب پوچھا نہیں جاتا اور جبکہ خود میاں صاحب نے اس کتاب کو مطالعہ کیا تو ان عبارات کو پڑھ کر کیوں انہوں نے وہی اعتراض ان پر نہ کیا جو ان کے مریدوں نے اس سے قبل حضرت امیر ایدہ اللہ پر کر چکے تھے کیا اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ میاں صاحب اور ان کے مریدین کی اس غلط حوالہ پر خاموشی بالفاظ محمودیاں "اگر مطلب براری کے معنوں میں افترا اور خود ساختہ نہیں تو غلط فہمی اور لاعلمی کی بنا پر ضرور ہے" ورنہ وہ ثابت کریں کہ حضرت امیر ایدہ اللہ کو اسی بات کے لکھنے پر کیوں متہم کیا گیا۔ اور کیا ان معنے یہ بھی جائز نہیں کہ انہیں "اس قسم کی "مفید مطلب" باتوں کی خود ساخت کا چسکا اور عادت ہوگئی ہے۔ کیا ایک مومن کو ایسا محتاط ہونا چاہیے"؟

کفارے پر ایک سوال

"موروثی گناہ اور مسیح کا کفارہ" کے عنوان سے معاصر نور افشاں نے ایک سلسلہ مضامین شروع کر رکھا ہے جس میں "الفضل" کے بعض سوالات کا اس نے جواب دینا شروع کیا ہے۔ اس کا جواب الجواب الفضل ہی کے ذمہ ہے۔ لیکن چونکہ ایک مسئلہ زیر بحث ہے ہم بھی اپنے لایق معاصر سے ایک ضروری سوال اسی کے متعلق پوچھنا چاہتے ہیں جسکا جواب امید ہے کہ اسی سلسلہ میں دیا جائیگا۔ کفارہ کی بنیاد مسیحی اعتقاد کے مطابق اس بات پر ہے کہ گناہ آدم سے لیکر تمام نسل انسانی میں موروثی طور پر چلا آیا ہے۔ اور اللہ تعالے کی صفت عدل کا یہ تقاضا تھا کہ وہ انسانوں کو ان کے گناہوں کی سزا دے۔ لیکن صفت رحم آڑے آئی۔ اور عدل کے تقاضا کو پورا کرنے کیلئے خدا نے اپنا اکلوتا بیٹا مسیح دنیا میں بھیجا جس نے مصلوب ہوکر عدل کو پورا کر دیا۔ اور یوں مخلوق اپنے گناہوں کی سزا سے بچ گئی۔

لیکن اس کے ساتھ ہی مسیحی حضرات کا یہ اعتقاد ہے کہ مسیح کا کفارہ انہی لوگوں کے لئے فائدہ مند ہو سکتا ہے جو اس کفارہ کے عقیدہ پر ایمان لائیں۔ یعنی وہی لوگ گناہوں کی سزا وغیرہ سے بچ سکتے ہیں جو یہ مان لیں کہ مسیح ان کے گناہوں کیلئے کفارہ ہوا۔

اس پر طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا وہ لوگ جو مسیح کے مصلوب اور کفارہ ہو چکنے کے بعد اس پر ایمان لائے بغیر ہی دنیا سے چل بسے۔ اور وہ اس فائدہ سے محروم رہ گئے۔ جو کفارہ کے ذریعہ سے انہیں اللہ تعالے نے (با عتقاد مسیحیوں) دینا تھا اپنے گناہوں کی سزا پائیں گے یا نہیں۔ اگر ان کو اپنے گناہوں کی سزا ملے گی۔ اور مسیحی اعتقاد کے مطابق اللہ تعالے کی صفت عدل کا یہ تقاضا ہے کہ ضرور انہیں انکے گناہوں کی سزا ملنی چاہئے تو اللہ تعالے کی صفت رحم کیا ہوگی۔ وہ کہاں جائیگی [illegible] نہ ہوگی کہ کوئی اور ایسا بیٹا اللہ تعالے کا ہو جو ان کے گناہوں کی پاداش میں مصلوب ہو جائے۔ لیکن اگر ان منکرین کفارہ کو بہرحال سزا دی جائیگی اور کسی کفارہ کی ضرورت نہ ہوگی۔ تو پہلے مجرمین کیلئے یہی قانون کیوں عمل میں نہیں آسکتا تھا اور وہاں صفت رحم اور عدل کو ایک دوسرے کے منافی ٹھہرا کر کفارہ کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

ہاں ایک دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ ان لوگوں کو سزا نہ ملے اور مسیح ہی کا کفارہ اولین و آخرین خواہ وہ ایمان لائیں یا نہ لائیں۔ سب کیلئے ذریعہ نجات ہو۔ اگر یہ صورت ہو تو پھر یہ تمام مسیحی مشن اور اخبارات وغیرہ جو دنیا کے چہار اطراف میں پھیل چکے ہیں۔ ایک عبث کام میں مبتلا ہیں جب دنیا مسیح کے کفارہ کی وجہ سے نجات پا چکی ہے اور وہ کفارہ پر ایمان لائیں یا نہ لائیں سب کے سب نجات یافتہ ہیں تو پھر انکو یہ مغالطہ کرنا کہ مسیح کے کفارہ پر ایمان لاؤ تا کہ نجات پاؤ ایک بے معنی بات ہے۔ نجات تو وہ پہلے ہی پا چکے ہیں۔ پھر کفارہ پر ایمان لانے کی کیا ضرورت ہے؟ بینوا و توجروا۔

الا یہ ہمارے پاس موجود ہے حضرت خاتم النبیین صلعم نے بڑے زور و شور سے دعوے صاف طور پر سدو ظاہر کیا ہے کہ میری نبوت قبل آدم کے وقت سے ایک ثابت شدہ صداقت ہے کہ ایمان لانا اُس پر واجب ہے پھر اُس میں ۳ برس یا ۶ برس تک شک کرنے کی کہاں گنجائش ہو سکتی ہے - عن ابی ھریرۃ قال قالوا یا رسول اللہ متی وجبت لک النبوۃ قال وادم بین الروح والجسد - رواہ الترمذی - ایضاً - وعن العرباض بن ساریہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال انی عند اللہ مکتوب خاتم النبیین وان ادم لمنجدل فی طینتہ وساخبرکم باول امری دعوۃ ابراھیم وبشارۃ عیسٰی ورؤیاء امی التی رأت حین وضعتنی وقد خرج لہا نور اضاء لہا منہ قصور الشام رواہ فی شرح السنۃ ورواہ احمد عن ابی امامہ من قولہ ساخبرکم الخ (مشکوٰۃ شریف)

اب غالیوں سے یہ استفسار کیا جاتا ہے کہ کیا کوئی الہام حضرت مرزا صاحب کا بھی ایسا موجود ہے جس کا مضمون مثل المضمون مندرجہ حدیثین مذکورین کے ہو - کلّا وحاشا - ہاں قصیدہ الہامیہ میں یہ شعر موجود ہے ؎

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب

مولانا جامی صاحب رح نے خواہ مخواہ مثنوی روم کی نسبت یہ فرمایا ہے

مثنوی مولوی معنوی ❊ ہست قرآن در زبانِ پہلوی

جو ہمارے نزدیک ایک قول شاعر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا یہ تو حال رہا حضرت خاتم النبیین صلعم کی نبوت اولیٰ کا جو آدم سے لیکر قیامت تک ہے - رہا نبوت اخریٰ کا حال افضلیت

نبوت اخریٰ کا بیان

وہ تو متعدد احادیث مشہورہ میں جو شفاعت کبریٰ کے متعلق ہیں. اُن میں مندرج ہے - دو ایک حدیثوں کے ٹکڑے یہاں پر درج کئے جاتے ہیں - فاذا اراد اللہ ان یقضی بین خلقہ نادیٰ منادٍ این احمد وامتہ فانقوم فتتبعنی امتی فاستفتح فیقال من ھذا فاقول احمد فیفتح لی - ایضاً ولکن سارشدکم علیکم بعبد جعلہ اللہ رحمۃ للعلمین احمد وانا معکم فیاتون احمد الخ - فیقال من ھذا فاقول احمد فیفتح لی ایضاً - فیقال من ھذا فاقول احمد فیفتح لی

نتیجہ - پس جس مقدس ذات کی نبوت آدم کی پیدائش سے لیکر قیامت تک ایسے استحکامات کے ساتھ مستحکم ہو پھر باوجود ان دعاوی صادقہ مصدوقہ کے اُس کی نبوت میں اور خود اُسی کو اپنی نبوت میں ۳ برس یا ۶ برس تک شک میں رہنے کے کیا معنے اور پھر ان سب حدیثوں کے مضمون کو یعنی اوائل نبوت اور اواخر نبوت کو اللہ تعالیٰ قسمیں کھا کر یوں ارشاد فرماتا ہے کہ ما ودعک ربک وما قلیٰ وللاخرۃ خیر لک من الاولیٰ - ماحصل ترجمہ تمکو تمہارے رب نے چھوڑ نہیں دیا - اور نہ وہ تم سے ناراض ہوا ہے - اور ہر ایک ساعت اخریٰ تمہاری نبوت کے لئے ساعت اولیٰ سے افضل ہے - اس آیت کے شان نزول میں مفسرین نے جو لکھا ہے کہ یہ آیت بمقابلہ اقوال مخالفین کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کے اقوال باطلہ کے رد میں نازل ہوئی ہے وہ تو آمنا وسلمنا ہی ہے، لیکن قرآن مجید چونکہ کلام اُس ذات علیم وخبیر اور علام الغیوب الیٰ یوم القیامۃ کا ہے - اس لئے اُس میں ایسے الفاظ ہوتے ہیں جن سے اقوال باطلہ آیندہ فرق فاسدہ کا سد باب بھی ضرور بالضرور آجاتا ہے - اس وقت جو غالی لوگ اس قول باطل کے ساتھ عقیدہ رکھتے ہیں - کہ حضرت خاتم النبیین صلعم کو ۳ یا ۶ برس تک اپنی نبوت میں شک رہا - نعوذ باللہ - پس غور کرو کہ جبکہ نبوت خاتم النبیین صلعم میں کسی دوسرے مسلمان کا بھی ایک لمحہ کے لئے شک کرنا کفر ہے چہ جائیکہ خود نبی کریم صلعم کو اپنی نبوت میں شک پیدا ہوا ہو جو موجب دخول نار ہے - امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون کل امن باللہ وملئکتہ الآیہ - اس لئے اُس علیم وخبیر نے ان غالیوں کے رد کے لئے قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ حضرت خاتم النبیین صلعم کی نبوت کے حالات اولیٰ بھی درجہ رفیع رکھتے ہیں اور حالات اخریٰ تو اولیٰ سے بھی افضل ارفع اور بہتر ہیں وللاخرۃ خیر لک من الاولیٰ یہ تو صرف تاحوحی کے بارہ میں فرمایا گیا ہے - پس کبھی آنے والے کسی اضافہ اُس کی نبوت نہیں ہے - جس میں ۱۴ سال تک شک میں پڑے رہے ہوں -

اللّٰھم رب ھٰذہ الدعوۃ التامۃ والصلوٰۃ القائمۃ اٰت محمدن الوسیلۃ والفضیلۃ والدرجۃ الرفیعۃ والجنۃ مقاماً محمودن الذی وعدتہ یوم القیامۃ انک لا تخلف المیعاد - اللّٰھم صل علیٰ محمد وعلیٰ اٰل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم انک حمید مجید -

جب میں یہ مضمون ختم کر چکا تو میرے اہل وعیال میں جو مرض وبائی میں سب کے سب مبتلا تھے - اور دو لڑکیاں جو ان بھی اس مرض وبائی میں فوت ہو چکی تھیں اور باقیوں کے بچنے کی امید نہیں تھی - تو میں نے اسی مضمون اور دعا کو وسیلہ گردانکر دعا کی. کہ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم - تو اُنکو افاقہ ہو گیا - الحمدللہ - اگر حدیثوں کو نہیں مانتے ہو تو قرآن مجید ہی پر ایمان لاؤ - جس میں نبوت اولیٰ و اخریٰ کا حال اللہ تعالیٰ نے اس سورہ والضحیٰ میں بیان فرمایا ہے - نہ حدیثوں کو مانتے ہو - اور نہ قرآن کو - تو کیا تمہارے نزدیک یہی احمدیت ہے - ہمارا تو ایمان یہ ہے ؎

جمال و حسن قرآن نور جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
یہ کیسے پڑ گئے دل پر تمہارے جہل کے پردے
خطا کرتے ہو باز آؤ اگر کچھ خوفِ یزداں ہے
ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو نصیحت ہے غریبانہ
کوئی جو پاک دل ہووے دل و جاں اُس پہ قرباں ہے

ضروری خبریں

ابتدائی تعلیم کا قانون

سلیکٹ کمیٹی نے ابتدائی تعلیم کے لزوم کے مسودہ میں جو ترمیمات کی تھیں - ان کے مطابق مسودہ مذکور قانونی کونسل پنجاب کے گذشتہ اجلاس میں بنا بر غور پیش ہوا - کمیٹی مذکور کی بعض ترمیمات حذف کی گئیں - آنریبل رائے بہادر بخشی سوہن لال کی یہ ترمیم کہ مطالعہ کے کورس کو چار سے پانچ سال تک وسعت دی جائے بہت سے مباحثہ کے بعد نامنظور ہوئی وہ دفعہ جس سے لڑکیوں پر بھی یہ مسودہ عائد ہوتا تھا - الغلط ہوئی - کونسل کی ترمیمات کے مطابق مسودہ آخرش پاس ہو گیا ❊

خدمات جنگ کا اعتراف

پریس کے نام سرکاری مراسلت مظہر ہے کہ جن اصحاب خواتین و لیڈیوں کی خدمات متعلق جنگ کا ان فہرستوں میں جو ۳ جون ۱۹۱۸ء اور ۱۷ اگست ۱۹۱۸ء کے گزٹ ہند میں طبع ہوئی ہیں تذکرہ ہے ان غیر سرکاری اصحاب سے قطع نظر جنہیں سندیں مل چکی ہیں اگر وہ گزٹ مذکور کے مصدقہ اقتباس حاصل کرنے کے خواہاں ہوں - تو انہیں اپنی درخواستیں بحوالہ گزٹ مذکور براہ راست چیف سیکرٹری پنجاب سول سیکرٹریٹ لاہور کو بھیجدینی چاہئیں ❊

جنوبی افریقہ میں دستبرد انفلوائنزا

کیپ ٹاؤن کے ایوان قانون سازی میں مسودہ صحت عامہ کی دوسری خواندگی کے موقعہ پر سر ٹامس واٹ نے بیان کیا - کہ دوران جنگ میں دراسیخ البکہ (۳۴۰۵) دیسی تلف ہوئے ہیں - حال کے وبائے انفلوئنزا نے گورہ آبادی کے (۱۱۷۲۶) باشندوں اور (۱۲۷۷۸۵) دیسیوں اور سیاہ فاموں کا صفایا کر دیا - مسودہ ہذا صحت عامہ کا صیغہ وجود میں لانے اور خاص عوارض مثلاً تپ دق - کلوسنر - چیچک اور متعدی امراض متناسلہ سے سلوک ہونے کے لئے خاص انتظام کا باعث ہوگا ❊

قانونی کونسل پنجاب میں استفسارات

سیلیکٹی کمیٹی کے متعلق آنریبل رائے بہادر رام سرن داس کے استفسار کے جواب میں آنریبل مسٹر فریج نے کہا کہ سردست اس کمیٹی کا مستقبل گورنمنٹ کے زیر غور ہے اسی ممبر کو آنریبل مسٹر ٹامپسن ڈلنسنڈ نے مطلع کیا کہ گورنمنٹ آسٹریلیا سے پنجاب گیہوں لانے کا ارادہ نہیں رکھتی - کیونکہ پنجاب میں اپنی ضروریات کے لئے کافی غلہ موجود ہے - اور گورنمنٹ بالفعل اشیائے خوردنی کی زیادہ سے زیادہ قیمت مقرر کرنے کے لئے تیار نہیں کیونکہ اس پر عملدرآمد کہ مقابلہ اجناس خوردنی کے بھی زیادہ مشکل ہوگا - مثلاً دودھ اور گھی کی نسبت ایسی پابندی قیمت دشواری سے خالی نہیں - آنریبل خانصاحب مرزا محمد اکرام اللہ خان

سیالکوٹ میونسپلٹی نے علاقہ قانون کی خلاف ورزی کا مقدمہ معذمہ (ضلع میانوالی) میں دائر ہوا ہے - آنریبل رائے بہادر بخشی سوہن لال کے استفسار کے جواب میں مسٹر فریج نے توقع ظاہر کی کہ یکم اپریل ۱۹۱۹ء سے چیف کورٹ درجہ ہائیکورٹ پر فائز ہو جائیگا ❊

لنڈن :- کا ۶ - فروری کا تار مظہر ہے - کہ آج سہ پہر کو پیرس کی کانفرنس صلح میں شاہزادہ حجاز امیر فیصل نے اتحادیوں کے قائمقاموں کے سامنے عرب کی کیفیت پیش کی ❊

بمبئی میں بھیر سٹرائک

معلوم ہوا ہے کہ بمبئی میں ۵ - فروری کو قریباً ۲۰ ہزار مزدوروں نے بھیر سٹرائک کر دی اور ۱۸ کارخانوں کو کام بند کرنا پڑا - کارخانوں کے علاقوں میں نیز انڈپولیس اور فوجی چوکیاں بھی تعینات کی گئی ہیں - تاکہ کارخانوں میں کام کرنے والے مزدوروں کی سٹرائک کنندگان کی بدسلوکی سے حفاظت کی جائے.

ہندوستان میں ہوائی جہازوں کے ذریعہ آمدورفت کی تجاویز نامنظور

مسرز سلیڈنگ اینڈ کمپنی جس نے مقامی مسافری پرواز کے متعلق اشتہار دیا ہوا تھا - اعلان کرتی ہے - انہیں گورنمنٹ نے مطلع کیا ہے - کہ جب تک گورنمنٹ کی اپنی تجاویز پختہ نہیں ہوتیں ہندوستان میں ہوائی جہازوں کی پرواز کی اجازت نہیں دی جائے گی ❊

عرب میں شراب کی ممانعت

یہ معلوم کرکے نہایت خوشی ہوتی ہے کہ عرب کے حکمران نے اپنی تمام سلطنت میں حکماً ہر قسم کی شراب کی سخت ممانعت کر دی ہے - جدہ کے افسران نے شراب کی تمام بوتلوں پر قبضہ کرکے انہیں ضائع کر دیا - انہوں نے مختلف یورپین گورنمنٹوں کے قائمقاموں سے درخواست کی ہے کہ وہ اپنے اپنے ملک کے تاجروں کو مطلع کر دیں کہ اس حکم کی تاریخ سے عرب گورنمنٹ کسی قسم کی مسکرات کو اپنی حدود میں داخل ہونے کی اجازت نہ دے گی - اس سلسلہ میں آنریری سیکرٹری آل انڈیا ٹمپرنس کونسل ادرنسر نے ہز ایکسیلنسی وائسرائے کے پرائیویٹ سیکرٹری کو مندرجہ ذیل تار ارسال کیا ہے "مہربانی کرکے عرب کے حکمران کو تار کے ذریعہ شراب کی ممانعت پر مبارکباد دیں" ❊

رسید زر

چندہ جماعت پشاور

حضرت مولوی مکرم حسن خان صاحب — عـه/
جناب آقا لعل شاہ صاحب برق — صـه/

چندہ جماعت فیروزپور

عطیہ جات برائے اشاعت اسلام — سا ہیـه/
چندہ ماہواری للہ — صدقہ — مـه/ ۱۲

چندہ جماعت سیالکوٹ

جناب شیخ مولا بخش صاحب بوٹ مرچنٹ — عـمر/
جناب مستری محمد الدین صاحب ٹرنک ساز — عـمر/
جناب مولوی مبارک علی صاحب ...... — عـمر/
جناب منشی غلام نبی صاحب محرر چونگی — عـمر/
جناب سید محمد حسین شاہ صاحب سپرنٹنڈنٹ چونگی — عـمر/
جناب بابو خدا بخش صاحب ...... — عـمر/
جناب مستری حاکم دین صاحب ...... — عـمر/
جناب ماسٹر عبد القیوم صاحب ...... — عـلار/
جناب مرزا حاکم بیگ صاحب ...... — عـمر/

چندہ جماعت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام شملہ

(معرفت شیخ الدین صاحب کمپوزیٹر بابت ماہ فروری ۱۹۱۹ء)

جناب مولوی عبد الرحمن صاحب اسسٹنٹ میڈیکل برانچ شملہ — عـه/
جناب بابو خضر محمد صاحب ریڈر گورنمنٹ سنٹرل پریس — عـلار/
جناب شیخ عبد الحق صاحب سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام — ـے/
جناب شیخ عبد العزیز صاحب کلرک آرڈننس برانچ شملہ — عـمر/
جناب شیخ محمد لطیف صاحب کلرک کوارٹر ماسٹر جنرل آفس — عـمر/
جناب بابو امیر علی صاحب محکمہ صنعت و تجارت شملہ — عـمر/
جناب شیخ الدین صاحب کمپوزیٹر گورنمنٹ سنٹرل پریس — ۸/
جناب منشی محمد لطیف صاحب کمپوزیٹر گورنمنٹ پریس — ۶/
جناب شیخ نور الدین صاحب طالب علم مشن سکول لاہور میزان کل — ۲/

اخبار پیغام صلح لاہور

نمبر [illegible] مورخہ ۱۶ فروری ۱۹۱۹ء ۱۵ جمادی الاول ۱۳۳۷ھ نمبر [illegible]

حضرت نبی کریم صلعم پر شک فی النبوت کا الزام اور اُس کا جواب

(۱)

فترت وحی اور تردّد پر بحث

[illegible] فروری ۱۹۱۹ء کے الفضل میں ایک مضمون بعنوان "ایک غیر مبایعین کے دو سوال اور [illegible] جواب" مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کے قلم سے شائع ہوا ہے جس میں ایک [illegible] سید ارجمند مبایع (احمدی) کی ایک تحریر کا ذکر کرتے ہوئے مولوی صاحب نے ان کے دو سوالوں کے جواب لکھے ہیں۔ جن میں سے پہلا سوال یہ تھا کہ

"میاں صاحب حقیقۃ الامر صفحہ [illegible] پر تحریر فرماتے ہیں کہ مگر مولوی ایک بات کا تو آپ بھی انکار نہیں کر سکتے کہ ایک متواتر حدیث جو صحاح میں پائی جاتی ہے۔ بلکہ بخاری کی حدیث بتلاتی ہے کہ تین سال یا چھ سال تک اپنی وحی کے معنے کرنے میں آنحضرت صلعم کو تردد رہا ہے"

صحیح بخاری اور صحاح کی متواتر حدیث جس سے عقیدہ مذکورہ بالا ثابت ہو کہیں نہیں ملتی۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ حدیث دکھلائی جاوے۔

اس سوال کا جواب دینے میں مولوی صاحب کو جو جو مشکلات پیش آئی ہیں۔ اور اصل مطالبہ کو پورا کرنے میں جو کچھ ناکام کوشش انہوں نے کی ہے۔ اس کا پورا نقشہ کھینچنا تو مشکل ہے۔ البتہ جن غلط بیانیوں اور مغالطہ اندازیوں سے انہوں نے اصل حقائق پر پردہ ڈالنا چاہا ہے۔ انکو منکشف کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

اصل مطالبہ جس کا جواب طلب کیا گیا تھا جیسا کہ منقولا بالا الفاظ سے ظاہر ہے "صحیح بخاری اور صحاح کی اس متواتر حدیث" کے متعلق تھا جس میں بقول میاں صاحب یہ ذکر ہے کہ "تین سال یا چھ سال تک اپنی وحی کے معنے کرنے میں آنحضرت صلعم کو تردد رہا ہے" لیکن بجائے اس کے کہ مولوی صاحب کوئی اس قسم کی حدیث لکھتے جس میں تین یا چھ سال تک وحی کے معنے کرنے میں تردد کا ذکر ہوتا۔ اور پھر اس حدیث کا متواتر ہونا ثابت کرتے۔ انہوں نے وُہی فترت الوحی کی [illegible] سے نقل کر دی جس میں تین یا چھ سال تک وحی کے معنے کرنے میں تردد کا ذکر تو قطعاً [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت محزون ہو کر پہاڑوں پر جانے اور وہاں سے گرنے [illegible] کا ذکر پایا جاتا ہے۔ اسی حدیث کے الفاظ طالت علیہ فترۃ الوحی سے استدلال کرتے ہوئے [illegible] فتح الباری جلد ۱۲ صفحہ ۳۱۳ کو اپنی تائید میں پیش کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس میں "فترت کا تین سال کا عرصہ بتایا ہے اور بعض نے چھ سال کی مدت کا عرصہ بیان کیا ہے" اور ساتھ ہی اس بات کو کہ جب آنحضرت صلعم پہاڑ پر سے گرنے کا ارادہ کرتے تو جبرائیل ظاہر ہو کر فرماتے یا محمد انک رسول اللہ حقاً "تردد" کے ثبوت میں بطور ایک قرینہ کے پیش کیا ہے۔

جہاں تک میاں صاحب کے الفاظ اور اصل مطالبہ کا تعلق ہے۔ مولوی صاحب کا یہ جواب ہم نہیں سمجھتے اہل دانش و بینش کے نزدیک کہاں تک قابل وقعت ہو سکتا ہے۔ کہاں تو میاں صاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ "ایک متواتر حدیث جو صحاح میں پائی جاتی ہے۔ بلکہ بخاری کی حدیث ہمیں بتلاتی ہے کہ تین سال یا چھ سال تک اپنی وحی کے معنے کرنے میں آنحضرت صلعم کو تردد رہا ہے" اور کہاں مولوی صاحب کا صحاح کی اس متواتر حدیث کو چھوڑ کر فتح الباری کے پیچھے پڑ جانا۔ مطالبہ تو صحاح کی اس متواتر حدیث کا تھا جس میں تین سال یا چھ سال تک اپنی وحی کے معنے کرنے [illegible] کے تردد کا ذکر ہو۔ لیکن بجائے کوئی ایسی حدیث بتانے کے مولوی صاحب [illegible] فتح الباری اور بعض لوگوں کا ذکر شروع کر دیا۔ بہتر ہوتا کہ مولوی صاحب یہ بھی بتا دیتے کہ فتح الباری "صحاح" کی کونسی کتاب ہے۔ اور وہ بعض لوگ جنہوں نے چھ سال بقول مولوی صاحب آنحضرت صلعم پر وحی کا بند رہنا بتایا ہے۔ کون ہیں اور کہاں انہوں نے لکھا ہے فتح الباری میں تو چھ سال کا ذکر قطعاً نہیں۔

فترت وحی کی مُدت

تعجب ہے کہ دعوے تو "صحاح کی متواتر حدیث" کا کیا جاتا ہے اور ثبوت میں پیش کیا جاتا ہے فتح الباری اور بعض دیگر لوگوں کو جن کا نام و نشان مولوی صاحب کے پاس نہ تو جلا نہیں۔ حالانکہ فتح الباری میں اول تو تین سال کی مدت جلد ۱۲ صفحہ ۳۱۳ پر لکھی ہوئی کوئی نہیں۔ وہاں زیادہ سے زیادہ اڑھائی سال کی مدت لکھی ہے۔ اور جہاں یہ اڑھائی سال کی مدت بیان کی ہے وہاں ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ ولکن یعارضہ ما اخرج ابن سعد من حدیث ابن عباس [illegible] ذکرہ الزھری دقولہ مکث ایاماً۔ یعنے اس اڑھائی سال کی مدت کے [illegible] بیان ہے۔ وہ ابن سعد نے حضرت ابن عباس کی حدیث سے لیا ہے روایت کیا ہے اسی طرح پر جس کا زہری نے ذکر کیا ہے۔ اور اس کا قول ہے کہ وحی صرف چند دن ہی [illegible] رکی رہی" لیکن تعجب ہے کہ مولوی غلام رسول صاحب مکث ایاما (صرف چند ہی یوم ٹھیری رہی) کے الفاظ کو قطعاً نظر انداز کر دیتے ہیں اور اڑھائی سال کی

[illegible] کی تائید میں سال نقل کر دیتے ہیں۔ جو خود صاحب فتح الباری کا بھی مذہب نہیں کیونکہ ان کے یہ الفاظ ہیں۔ وقد یتمسک بہ من لصحح مرسل الشعبی فی ان مدۃ الفترۃ کانت سنتین ونصفا یعنے طالت علیہ فترۃ الوحی سے وہ لوگ جو شعبی کی اس مرسل کو کہ فترت کی مدت اڑھائی سال تھی صحیح گردانتے ہیں۔ تمسک پکڑتے ہیں۔ بلکہ آخر میں اسی حدیث ابن عباس کی جس میں چند ایام کا ذکر ہے۔ یوں تائید بھی کر دی ہے کہ فیستفاد من ھذہ الروایۃ تسمیۃ لبعض الجبال التی ابھمت فی روایۃ الزھری وتقلیل مدۃ الفترۃ۔ یعنے اس روایت سے دو باتیں ہمیں بطور فائدہ حاصل ہو گئیں۔ ایک یہ کہ زہری کی روایت میں جن پہاڑوں کا ذکر مبہم معلوم ہوتا تھا۔ ان کا نام اس روایت میں معلوم ہو گیا۔ اور دوسرے فترت کی مدت تھوڑا ہونا معلوم ہوتا ہے

ان الفاظ سے صاف طور پر ثابت ہے کہ نہ صرف حضرت ابن عباس ہی کا یہ مذہب ہے۔ کہ وحی صرف چند یوم تک رکی رہی۔ بلکہ ابن سعد جنہوں نے اس کو روایت کیا وہ بھی اسی کے حامی ہیں۔ اور خود صاحب فتح الباری بھی جن کے حوالہ سے مولوی صاحب نے فترت کی مدت تین سال بتائی ہے تین سال تو کجا اڑھائی سال بلکہ اڑھائی ماہ کے بھی حامی نہیں۔ اور حضرت ابن عباس ہی کی بیان کردہ قلیل مدت (یعنے صرف چند یوم) کو قابل قبول سمجھتے ہیں۔ بلکہ اگر ذرا اور تحقیق سے کام لیا جائے تو حضرت ابن عباس کی یہ بیان کردہ چند یوم کی مدت کی صحت اور بھی [illegible] واضح ہو جاتی ہے کیونکہ بعض لوگ ایسے بھی ہوئے ہیں جنہوں نے اس فترت کو دو تین راتوں ہی کی فترۃ سمجھا ہے جو سورۃ والضحیٰ کے نزول سے پہلے واقعہ ہوئی۔ جیسا کہ صحیح بخاری کی کتاب التفسیر میں ہے ما ودعک ربک وما قلی کی [illegible] فتح الباری ہی کے اندر طبری کے حوالہ سے ایسی روایات بیان کی گئی ہیں جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ فترت وحی واقعہ ہو جانے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حزن ہوا اور آپ نے فرمایا لقد خشیت ان یکون صاحبی قلانی یعنے میں ڈرتا ہوں کہ میرے صاحب نے مجھے چھوڑ دیا ہو۔ بلکہ دوسروں نے بھی کہا۔ لو کان من عند اللہ لتتابع ولکن اللہ قلاہ یعنے اگر اللہ کی طرف سے ہوتا تو وحی پے در پے آتی رہتی لیکن اللہ نے اسے چھوڑ دیا جس پر یہ آیت نازل ہوئی ما ودعک ربک وما قلی۔ اسی پر خود حضرت ابن عباس کی طرف بھی یہ الفاظ منسوب کئے گئے ہیں کہ قال لما نزل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القرآن ابطأ عنہ جبریل ایاما فتغیر بذالک فقالوا ودعہ ربہ وقلاہ فانزل اللہ تعالیٰ ما ودعک ربک وما قلی۔ یعنے آپ نے فرمایا کہ جب قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ تو جبریل چند یوم تک نہ آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے متغیر ہوئے۔ تو لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چھوڑ دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی کہ ما ودعک ربک وما قلی۔ ان تمام روایات اور خود اس بیان سے جو حضرت ابن عباس کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی فترۃ وحی کی مُدت بھی چونکہ ایاما (یعنے چند یوم) تھی۔ اور دوسری فترت بھی جو ما ودعک ربک وما قلی کے نزول کا موجب ہوئی۔ دو تین راتوں تک ہی رہی۔ اس لئے بعض راویوں پر یہ دونوں مختلط ہو گئیں۔ اور انہوں نے ان دونوں کو ایک ہی سمجھ لیا۔ جیسا کہ خود صاحب فتح الباری نے بھی صاف طور پر اس پر لکھا ہے کہ کل ھذہ الروایات لا تثبت والحق ان الفترۃ المذکورۃ فی سبب نزول والضحیٰ غیر الفترۃ المذکورۃ فی ابتداء الوحی فان تلک دامت ایاما وھذہ لم تکن الا لیلتین او ثلاثا فاختلطتا علی بعض الرواۃ۔ یعنی یہ تمام روایات صحیح نہیں۔ اور حق یہ ہے کہ فترت مذکورہ سورہ والضحیٰ کے نزول کا باعث ہوئی۔ اس فترت سے علیحدہ ہے جو ابتدائے وحی میں واقعہ ہوئی تھی۔ کیونکہ وہ تو چند یوم تک رہی تھی۔ اور یہ دو یا تین راتوں سے زیادہ نہیں رہی۔ پس یہ دونوں باتیں بعض رواۃ پر مختلط ہو گئی ہیں۔ پس یہ تمام بیانات اس بات پر ایک کھلی شہادت ہیں کہ فترت وحی جو شروع نزول قرآن کے وقت واقعہ ہوئی۔ صرف چند دنوں تک ہی رہی۔ ورنہ راویوں پر اس کا دوسری فترت کے ساتھ مختلط ہو جانا محال تھا کہاں دو تین راتیں اور کجا تین یا چھ سال۔ ایک ادنیٰ سمجھ کا آدمی بھی ان دونوں مدتوں کے فرق کو دیکھ کر دونوں میں امتیاز کر سکتا تھا۔ لیکن بیانات بالا سے صاف ظاہر ہے کہ ایسا نہیں ہوا پہلی فترت کی مدت چند یوم ہونے کی وجہ سے دوسری دو تین راتوں والی سے مختلط ہو گئی۔

گھبراہٹ کی وجہ فترت تھی یا صریح وحی؟

یہ تو فترت کی مدت کا حال ہے۔ جو مولوی صاحب کی تین یا چھ سال والی مدت کو باطل کرنے کے لئے کافی ہے۔ لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ فترت کا "وحی کے معنے کرنے میں تردد" سے کیا تعلق۔ اور یہ کہاں لکھا ہے۔ کہ اس تردد کو رفع کرنے اور وحی کے معنے پوچھنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ورقہ بن نوفل کے پاس گئے تھے کیونکہ میاں صاحب صاف طور پر اپنی "حقیقۃ الامر" میں لکھتے ہیں کہ

"اس وحی کے مطلب کے متعلق مشورہ کرنے کے لئے آپ ورقہ بن نوفل کے پاس گئے"

کس وحی کے مطلب کے متعلق مشورہ کرنے کے لئے گئے۔ کیا اس وحی کے متعلق جو بقول مولوی غلام رسول صاحب راجیکی تین سال یا چھ سال تک بند رہی کیا ورقہ کے پاس اس فترت کا مطلب پوچھنے گئے تھے۔ اور اسی فترت ہی کا ورقہ نے یہ مطلب بتایا تھا۔ کہ ھذا الناموس الذی انزل علی موسیٰ۔ تعجب ہے کہ میاں صاحب نے تو واقعات کے صریح خلاف جو کچھ کہنا تھا کہا اب ان کے اپنے بیانات کی بھی وہ توجیہات کی جانے لگی ہیں۔ جو بجائے ان کو صحیح ثابت کرنے کے صریح خلاف جا رہے ہیں۔ اور واقعات کے بھی بالکل مخالف ہیں۔ میاں صاحب نے تو واضح طور پر "صریح وحی" آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تردد کا موجب بتائی ہے کیونکہ لکھتے ہیں کہ

"باوجود صریح وحی کے آپ گھبرا کر اپنی بیوی کے پاس آئے اور بعد میں ان کے مشورہ سے اس وحی کے مطلب کے متعلق مشورہ کرنے کیلئے ورقہ بن نوفل کے پاس گئے۔ اگر آپ کو اس کے مطلب کے متعلق تردد نہ ہوتا۔ تو آپ ورقہ کے پاس کیوں گئے تھے"

لیکن مولوی غلام رسول صاحب کے نزدیک یہ "تردد" کسی صریح وحی کی وجہ سے نہیں بلکہ فترت کی وجہ سے تھا کیونکہ لکھتے ہیں کہ

"آنحضرت صلعم فترت وحی کی وجہ سے گھبرا جاتے تھے"

میاں صاحب تو جیسا کہ الفاظ بالا سے ظاہر ہے۔ اس "صریح وحی" کے معنوں کے متعلق مشورہ کرنے

کثیرحصہ مخلوق کی قوت لایموت کا سوال اس سے کہیں زیادہ اہمیت پکڑ لیتا ہے۔ لیکن غور طلب امر یہ ہے کہ آیا ہندوستان میں تمام دودھ دینے والی گائیں ہی ذبح ہوتی ہیں۔ اور کیا اس سے پیشتر جب دودھ اور گھی گراں نہیں تھے۔ گائیں ذبح نہیں ہوتی تھیں؟

تعجب ہے کہ واقعات پر ٹھنڈے دل سے غور کیئے بدوں خواہ مخواہ ادھر ادھر سے اپنی تائید کی راہیں نکال جاتی ہیں گھی اور دودھ کی گرانی کے اسباب کوئی اور ہوں گے۔ جن کا پتہ لگانا ان لوگوں کا کام ہے۔ جن کو اس کا موقعہ حاصل ہے لیکن اگر اس کی وجہ گائے کی عدم حفاظت ہی ثابت ہو۔ تو بھی دودھ دینے والی گایوں کی حفاظت و ترقی کا سوال تو ایک بات بھی ہے۔ بلا استثنا تمام گایوں کی حفاظت سوائے اس کے کوئی معنے نہیں رکھتی کہ بے شمار غریب مسلمانوں کے ہاتھ سے قوت لایموت کا یہ سامان بھی چھین لیا جائے۔ اور اس کی عظمت کو اس طرح سے آہستہ آہستہ ہندوؤں میں پھیلایا جائے ضرورت ہے کہ اس تفرقہ انداز طریق کو چھوڑ کر وہ روش اختیار کی جائے جس سے نہ صرف اپنا ہی فائدہ ہو۔ بلکہ دوسروں کا بھی نقصان نہ ہو۔ اور قومیت متحدہ کے خوش آیند و نتیجہ خیز احساس کو صدمہ نہ پہنچے۔

قوت بازو کی برکت

معاصر مدینہ نے ابتدائی صدی ہجری کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ "حضرت عوف جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان میں اور سعد بن ربیع انصاری میں مواخات قایم کردی۔ سعد نے عبدالرحمٰن سے کہا کہ میں انصار میں سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ اپنا آدھا مال تمہیں دیتا ہوں۔ حضرت عبدالرحمٰن نے کہا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے بازار بتاؤ میں تجارت کرونگا۔ چنانچہ آپ نے تجارت شروع کی اور آخر میں اس قدر مالدار ہوگئے کہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں پتھر بھی اٹھاتا تو یقین تھا کہ اسکے نیچے بھی میں سونا چاندی ہی پاؤنگا تجارت کے نفع سے ایک دفعہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے چالیس ہزار دینار راہ خدا میں صرف کئے۔ پھر پانسو گھوڑے عطا فرمائے۔ پھر ڈیڑھ ہزار اونٹ حفاظت و اشاعت اسلام کیلئے دیئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا انتقال ہوا تو انہوں نے بے حد مال چھوڑا جس میں ہزار اونٹ سو گھوڑے تین ہزار بکریاں اور زمینداری بھی چھوڑی۔ اسی تجارت سے حضرت عبدالرحمٰن کی زمینداری اتنی وسیع ہوگئی تھی کہ ایک دفعہ انہوں نے اپنی ایک زمین چالیس ہزار دینار میں حضرت عثمان کے ہاتھ فروخت کی"

یہ قصہ موجودہ زمانہ کے مسلمانوں کے لئے اس سے بڑھ کر کیا وقعت رکھتا ہے کہ وہ ایک کہانی کے طور پر اسے پڑھ کر اپنا دل خوش کر لیا کریں۔ ان کو اپنی قوت بازو سے کیا کام! وہ تو کسی ایسے مسیح کی انتظار میں بیٹھے ہیں جو آکر کافروں کی قوت بازو کا کمایا ہوا مال ان سے چھین کر انہیں دے۔ نہ کوئی ایسا مسیح آئے گا۔ اور نہ اس افلاس سے انہیں نجات ہوگی۔ نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی کاش مسلمانوں کے سمجھدار اور ذی ہوش انسان اس پر غور کریں۔ اور اس بیہودہ انتظار اور کسی دوسرے کی ناجائز قوت بازو پر تکیہ کرنے کو بیہودہ سمجھ کر قوم کو اس منزل سے اٹھانے کی کوشش کریں کہ ہمت میں برکت" ہی کامیابی کا اصل الاصول ہے

فسخ بیعت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

بخدمت اقدس جناب ....

السلام علیکم۔ گذارش ہے ....

جو آدمی فسخ بیعت ہیں۔ ان کا نام تحریر ہے دالیاں امام الدین (۲) عبداللہ کشمیری دوکاندار (۳) غلام محمد و شاہ محمد نمبردار۔ (۴) الٰہی بخش نجار (۵) فضل الدین۔ کل موضع نگولہ کے سکونت رکھتے ہیں۔

۹-۲-۱۹

الراقم کریم بخش ولد قوم جٹ موضع نگولہ۔ ڈاکخانہ چندر کے جٹاں۔

ووکنگ مسلم مشن کی اجمالی کیفیت

بسلسلہ اشاعت ۵ فروری ۱۹۱۹ء

(حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے قلم سے)

سابقہ شائع شدہ لٹریچر

مثلاً دو کتابیں میں نے پانچ پانچ ہزار کی تعداد میں ۱۹۱۴ء میں چھاپی تھیں۔ مجموعہ حدیث اور اسلام اور اسلامی نماز۔ پہلی کتاب کا خرچ بیگم صاحب نواب حاکم الدولہ بہادر حیدرآباد نے دیا تھا۔ اور دوسرے کتاب کے خرچ کے متعلق بابو محمد صاحب سکنہ لدھیانہ تھے۔ آج یہ کتابیں چند صد رہ گئی ہیں۔ پچاس سے لیکر دو دو سو تک الغرض لوگوں نے منگوائیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کس قدر پیاس اسلامی لٹریچر کی ہے۔ مجھے اگر فراغت ہو تو یہ کام آسانی سے ہوسکتا ہے۔

کس قسم کے لٹریچر کی ضرورت ہے

اس وقت اس امر کے علاوہ کہ مختصر اسلامی پمفلٹ مختلف مضمونوں پر نکلیں۔ یہ ضرورت بھی ہے کہ بعض مضامین پر مہتم بالشان بسیط کتابیں لکھی جائیں۔ اور ان پر اسلامی بحث ہو۔ اس وقت میٹریلزم کمزور ہوچکا ہے خود طبقہ حکماء میں ایسے لوگوں نے جن کی عمریں طبعیات اور مادیات کے معلوم کرنے میں گذری ہیں۔ اب روحانیت کی طرف رخ کیا ہے۔ میں نے بھی کئی جگہ لوگوں کی درخواست پر ایسے لیکچر دیئے جو مفید ثابت ہوئے۔ اور وہ چھپ گئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ موجودہ فلسفے اور حکمت کو ساتھ لیکر قرآنی روشنی میں روحانیت اور مذہب پر کتابیں لکھی جائیں۔ یہ وقت اس امر کے لئے ازبس موزوں ہے۔ اور یہ کام [illegible] فرصت ہو تو ہوسکتا ہے۔ خدا کرے کوئی بھائی پیدا ہو۔ بہت ایسے کام ہیں ہاتھ میں ہیں جو وہ اگر کرے۔ اور میں کسی قدر فارغ ہوکر ضروری لٹریچر کے پیدا کرنے کی کوشش کروں۔

شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی کی قابل قدر خدمات

اخویم شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی یہ کام خوبی سے کرسکتے ہیں۔ خدا تعالےٰ ہی ان کو جزائے خیر دے۔ اس بے نفسی سے ان تین چار سالوں میں انہوں نے یہاں آکر میرا ساتھ دیا۔ اور کسی قسم کا بوجھ مشن پر نہ ڈالا۔ ہمیشہ قلمی امداد سے ریویو کو مالا مال کیا۔ بعض کتابیں خود چھاپ کر ہمارے سپرد کیں جو بعض وقت مفت تقسیم ہوتی ہیں۔ اور جو بکتی ہیں تو قیمت مشن کو جاتی ہے۔ پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ میری غیر حاضری میں جب میں کسی اور شہر میں لیکچر دینے جاؤں یا لنڈن میں ہوں تو گھر اور دیگر معاملات مشن کے نگران ہوتے ہیں۔ الغرض شیخ صاحب عنداللہ میرا دہنا بازو ہیں۔ خدا تعالےٰ انہیں اجر دے۔ جس دن وہ مع الخیر یہاں سے وطن گئے۔ تو مشن کو معقول معاوضہ دے کر بھی ان کا بدل نہیں ملیگا۔ یہ آدمی ہیں کہ جب قوم میں ان جیسے ایثار والے پیدا ہوئے۔ تو قوم سرسبز ہوگی۔

برادران اسلام سے اپیل

یہ یہاں کی اجمالی کیفیت ہے اور یہ یہاں کی مصروفیت ہے جو ہم مٹھی بھر کارکنوں کو دیوانہ بنانے کے لئے کافی ہے۔ کس قدر ظلم ہے کہ جب کل غیر مسلم کی توجہ تو اسقدر ہماری طرف ہو ہمیں کامیاب نتائج پیدا کرنے کے ذریعے بھی معلوم ہوں ہم میں قابلیت بھی بفضل خدا ہو۔ اور ہم کافی ہاتھوں کے نہ ہونے سے بے بس اور حیران ہو جائیں کیا یہ ظلم نہیں۔ کہ ابتدائی اور ضروری خرچ تو ہو چکے۔ ضروری امور مستقل طور پر قائم ہو جائیں اور چند کام کرنیوالوں کے نہ ہونے سے کام ادھورا رہ جائے۔ بلکہ

شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیرہا

رہا سہا کام بھی رہ جائے۔ اچھا ہوتا کہ یہ تمام مصروفیات مجھے نہ ہوتیں۔ صرف لیکچر دینا ہی کام ہوتا تو کم از کم جس قدر اس سال نو مسلم ہوئے ان سے دگنے تگنے ہو سکتے تھے۔ لیکن یہ بات مفید اور پائدار نہیں۔

لوگوں کا مسلمان کرنا اور اسلامی صوبوں کی فتح

کسی سے کلمہ پڑھا لینا جیسے پہلے ادیب لکھا کوئی مشکل کام نہیں۔ اور کسی کو منہ سے آنحضرت صلعم کا نبی منوا لینا اس کے لئے تو چنداں کوشش کی بھی ضرورت نہیں۔ نبی کا ترجمہ انگریزی میں پرافٹ ہے اور بقا انگریزی

ہیں۔ لیکن اس دعوے کے ہیں نہ پڑنا چاہئے [illegible] کہے وہ مسلمان بھی ہے۔ بہرحال جن کاموں کی طرف [illegible] اسلام کو متوجہ کرتا ہوں۔ ان کو مہیا کرو۔ یہ دنیا مسلمان ہو کر رہیگی۔ وہ اصول جن پر تمدن۔ پولیٹیکس اور معاشرت [illegible] مبنی ہے وہ قرآن ہی ہے۔ جن اصولوں پر اب طبعیات اور [illegible] ایک دوسرے سے ہاتھ ملا رہے ہیں وہ صرف اسلام [illegible] ان باتوں کا تسلیم کرنا باقی رہ گیا ہے۔

مشن کا کل خرچ اور اس کے نتایج کی اہمیت

سوا لاکھ روپیہ کے لگ بھگ آج تک اس مشن پر خرچ ہو چکا ہے اس رقم کے [illegible] سے زیادہ میں خود اپنے پیشے میں [illegible] کما لیتا۔ اور یہ میں نے اندازہ [illegible] آمد کا کیا ہے۔ جو میری ۱۹۱۲ء میں تھی۔ گویا قوم کا [illegible] اس مشن کی نذر ہو چکا۔ اگرچہ یہ سب کچھ ان نتایج کے بالمقابل [illegible] جو اس مختصر مدت میں مرتب ہو چکے۔ اور کوئی سال ہم پر ایسا [illegible] ایک نہ ایک قیمتی انسان ہم میں شامل نہ کرے۔ اگر [illegible] جیسے مشہور مصنف اور اہل قلم کا اعلان اسلام مجھے [illegible] تو آج نصیر الدین فوٹو۔ بی اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ [illegible] کا مسلمان ہونا میری مسرت کا موجب ہے۔ لیکن میں [illegible] کو بہبود اور وقتی خوشی کا موجب سمجھتا ہوں اگر کام کا پیمانہ وسیع نہ کیا جاوے۔ سبہ تجربہ کے ایام تھے۔ خیبر کا دروازہ ٹوٹ گیا۔ اس ملک میں مسلمان [illegible] اعلانوں میں اس کا اعتبار ہو چکا۔ پھر اور کیا ہو سکتا تھا۔ ان کو چھوڑ دو۔ جو ہم میں نو شامل ہوئیں۔ اس سال بھی کوئی [illegible] نہیں گیا جو دو ایک مسلمان نہ ہوئے ہوں۔ پھر لوگوں کا [illegible] کر لینا تو آسان ہے لیکن انکی پرورش ہی اصل چیز ہے [illegible]

نومسلمین کی شیرازہ بندی کی ضرورت

اگر موجودہ جماعت ہی کامل مسلمان [illegible] تو ایک مدت کے بعد یہ کس قدر [illegible] ہے۔ لیکن اگر ان کو اسلامی تعلیم نہ دی تو یہ نئے پودے جلد کملا جائینگے۔ ان [illegible] کو بجھیڑیئے کھا جائینگے۔ کیا فائدہ ہماری تبلیغ کا اور ہمارے مسلمان بنانے کا۔ اگر ہم اس نئی جماعت کی شیرازہ بندی نہ کر سکیں۔ اور اگر اپنے ساتھ ملحق رکھنے کے سامان نہ کریں۔ ہر وقت ان سے خط و کتابت یا میل جول کا وقت نہ نکال سکیں۔ موجودہ حالات کے ماتحت ہم لیکچر بھی دینگے وعظ بھی کرینگے۔ نئے مسلمان بھی بنائینگے لیکن جو پہلے مسلمان ہو چکے [illegible] وہ عدم توجہ کے باعث جس کا باعث عدم فرصت و عدم وقت ہو [illegible] ہو جائینگے۔ اور یہ نئی شاخیں اور نئی کونپلیں جو باغ اسلام میں پیدا ہوئی ہیں وہ کافی مالیوں کے نہ ہونے سے خشک ہو جائینگی یا ٹوٹ جائینگی کئی نئے لوگ ملتے ہیں ان سے گفتگو ہوتی ہے ملاقات پر ان میں اسلام کی طرف آنے کی بعض دفعہ معلوم ہوتی ہے لیکن فرصت نہیں ملتی کہ اس ملاقات کو بڑھا کر کوئی نتیجہ پیدا کیا جائے اور نہیں تو ایک ایسا ہی آدمی ہو جو ادھر ادھر پھرتا رہے تو بہت نتایج پیدا کرلے۔

مشن کی قلیل آمدنی میں درویشانہ زندگی

اب میں پھر عرض کرتا ہوں کہ میں جس حالت پر [illegible] آیا ہوں اسے غنیمت سمجھا جائے یہ بھی [illegible] تعالیٰ کا کم از کم مجھ پر احسان تھا کہ [illegible] اس ابتدائی کام کے لئے جبکہ ایسے کاموں [illegible] اخراجات مالی بلا تعین و بلا اندازہ ہوا کرتے ہیں۔ ایسے حالات میں جبکہ [illegible] نفس الامر کا مقابلہ کرنے میں چنداں تکلیف نہ ہو۔ اور نہ میری [illegible] مال کیطرف جاوے جس سے کئی گنا زیادہ میں آسانی سے کما سکوں [illegible] بعض سالوں کی آمدکل کی کل جس میں سے موٹا موٹا خرچ تھا۔ ایک کامیاب [illegible] کی سالانہ آمد سے بھی کم ہوئی ہے بالمقابل اس مشن کی آمد کے لحاظ سے کامیاب [illegible] کامیاب بسال اسقدر آمد پیدا نہیں کر سکا کہ جس میں سے میری ذات کو [illegible] باقی عملے کی تنخواہ طبع اور کاغذ کاپی اور دوسرے مقررہ اخراجات کا [illegible] جائیں تو باقی جو بچ رہا اس کا دگنا تگنا بھی میری اس آمد کو نہیں [illegible] ملیں تھی پھر میرا دل کس طرح میلا ہو سکتا اور یہ سب انکے کرم احسان کا پر حکمت طریق ہے یا ایک کٹھن کٹھائی تھی جس میں سے خدا تعالیٰ نے مجھے نکالا [illegible] میرا کمال نہیں یہ اسکے افضال ہیں میں تو ایک کمزور انسان ہوں۔ انکے فضل ہی نے مجھے اس قابل کیا کہ میں نے آسائش کی زندگی پر درویشی کو ترجیح دی [illegible] عسرت کے ساتھ ۱۹۱۸ء کے آخر تک گذارہ کیا۔ حالانکہ اس وقت تک زیادہ حصہ مشن کی آمدنی کا ریویو سے ہی تعلق رکھتا تھا۔ لیکن میں نے اسکے منافع کو اپنا مال جانتے ہوئے اس سے کوئی تعلق نہیں رکھا۔ بلکہ اپنے ذاتی وظائف اور دیگر عطیات سے جو میری ذات سے تعلق رکھتے ہیں اسے احتیاطاً مشن کی آمد میں دکھلایا۔ کہ وقت پر کمی کو پورا کردیں۔ اور یہ کسی پر احسان نہیں۔ (باقی آئندہ)

جلد ۶ | مدینۃ المسیح لاہور چہارشنبہ مورخہ ۱۸ جمادی الاول سنہ ۱۳۳۷ مطابق ۱۹ فروری سنہ ۱۹۱۹ء | نمبر ۶۱

ملفوظات حضرت مسیح موعود

وحی کا قاعدہ

فرمایا کہ وحی کا قاعدہ ہے۔ کہ اجمالی رنگ میں نازل ہوا کرتی ہے اور اس کے ساتھ ایک تفہیم ہوتی ہے۔ مثلاً جب آنحضرت نماز پڑھنے کا حکم ہوا ہے تو ساتھ کشفی رنگ میں نماز کا طریق رکعات کی تعداد اوقات نماز وغیرہ کشفی رنگ میں بتا دیا گیا تھا۔ علی ہذا القیاس ... اطلاع اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اس کی تفصیل اور تشریح کشفی رنگ میں ساتھ ہوتی ہے۔ جن لوگوں کو وہ اس وحی کے منشا سے آگاہ کرتا ہے۔ اور اس کو دوسروں کے دلوں میں داخل کرتا ہے۔ جب سے دنیا ہے وحی کا یہی طرز چلا آیا ہے۔ اور کل انبیاء کی وحی اسی رنگ کی تھی۔ وحی کشفی تصویروں یا تفہیم کے سوا کبھی نہیں ہوئی۔ اور نہ وہ اجمال بجز اس کے کسی کی سمجھ میں آ سکتا ہے۔

مہر کی تعداد

سوال:۔ مہر کی تعداد کیا ہونی چاہیئے؟

جواب:۔ ہر تراضی فریقین سے جو ہو۔ اس پر کوئی حرف نہیں آتا۔ اور شرعی مہر سے یہ مراد نہیں ہے۔ کہ احادیث یا نصوص قرآنیہ نے اس کی کوئی حد مقرر کر دی ہے۔ بلکہ اس سے مراد اس وقت کے مروجہ مہر سے ہوتی ہے۔ ہمارے ملک میں یہ خرابی ہے کہ محض نمود کیلئے اور اس غرض کے واسطے کہ مرد ڈرتا رہے۔ اور قابو میں رہے۔ لاکھ لاکھ کا مہر مقرر کر دیتے ہیں۔ نیت نہ عورت والوں کی لینے کی ہوتی ہے اور نہ مرد کی دینے کی۔ محض نمائش کیلئے ایسا ہوتا ہے۔ اور آخر اس سے برے برے نتائج پیدا ہوتے ہیں۔

میرا مذہب یہ ہے کہ ایسے تنازعوں میں نیت کو دیکھ لیا جائے اور جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ رضا و رغبت سے وہ اسی قدر مہر پر آمادہ تھا۔ تب تک مقررہ شدہ نہ دلایا جائے۔ اور اس کی حیثیت اور عام رواج کو مدنظر رکھ کر فیصلہ کیا جائے۔ کیونکہ بدنیتی کی اتباع نہ شریعت کرتی ہے۔ اور نہ قانون۔

عورتوں کے حقوق

عورتوں کے حقوق کے متعلق ذکر ہوتے ہوئے حضرت اقدس نے فرمایا کہ عورتوں کے حقوق کی جیسی حفاظت اسلام نے کی ہے ویسی کسی دوسرے مذہب نے قطعاً نہیں کی۔ مختصر الفاظ میں ولھن مثل الذی علیھن ہر ایک قسم کے حقوق بیان فرما دیئے یعنی جیسے حقوق مردوں کے عورتوں پر ہیں۔ ویسے ہی عورتوں کے مردوں پر بھی ہیں۔ بعض لوگوں کا حال سنا جاتا ہے کہ ان بیچاریوں کو پاؤں کی جوتی کی طرح جانتے ہیں۔ اور ذلیل ترین خدمات ان سے لیتے ہیں گالیاں دیتے حقارت کی نظر سے دیکھتے۔ اور پردہ کے حکم کو ایسے ناجائز طریق سے کام میں لاتے ہیں۔ کہ گویا وہ زندہ درگور ہیں چاہیئے کہ عورتوں سے انسان کا دوستانہ طریق اور تعلق ہو۔ ...

انسان کے اخلاق فاضلہ اور خدا سے تعلق کی پہلی گواہ تو یہی عورتیں ہوتی ہیں۔ اگر ان سے اس کے تعلقات اچھے نہیں تو پھر خدا سے کس طرح ممکن ہے کہ صلح ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خیرکم خیرکم لاھلہ اپنی بیوی سے اچھا سلوک کرنے والا ہی تم میں سے بہترین ہے۔

خواب

فرمایا ۲ بجے رات کو میں نے ایک خواب دیکھا کہ ایک جگہ پر معہ چند ایک دوستوں کے گیا ہوں۔ وہ دوست وہی ہیں جو رات دن پاس رہتے ہیں۔ ایک ان میں مخالف بھی معلوم ہوتا ہے۔ اس کا سیاہ رنگ لمبا قد۔ اور کپڑے چرکین ہیں۔ آگے جاتے ہوئے تین قبریں نظر آئی ہیں۔ ایک قبر کو دیکھ کر میں نے خیال کیا کہ والد صاحب کی قبر ہے۔ اور دوسرے قبریں سامنے نظر آئیں۔ میں ان کی طرف چلا۔ کچھ فاصلہ پر گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ صاحب قبر (جسے میں نے والد سمجھا تھا) زندہ ہو کر قبر پر بیٹھا ہوا ہے۔ غور سے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اور شکل ہے۔ والد صاحب کی شکل نہیں۔ مگر خوب گورا رنگ پتلا بدن فربہ چہرہ ہے۔ میں نے سمجھا کہ اس قبر میں یہی تھا اتنے میں اس نے آگے ہاتھ بڑھایا کہ مصافحہ کرے۔ میں نے مصافحہ کیا اور نام پوچھا تو کہا نظام الدین۔ پھر ہم وہاں سے چلے آئے۔ آتے ہوئے میں نے اسے پیغام دیا کہ پیغمبر صلعم اور والد صاحب کو السلام علیکم کہہ چھوڑنا۔ راستہ میں میں نے اس مخالف سے پوچھا کہ آج جو ہم نے عظیم الشان معجزہ دیکھا۔ کیا اب بھی نہ مانو گے تو اس نے جواب دیا کہ اب تو حد ہو گئی۔ اب بھی نہ مانوں تو کب مانوں۔ مردہ زندہ ہو گیا ہے۔ اس کے بعد الہام ہوا سلیمٌ حامدٌ مستبشراً کچھ حصہ الہام کا یاد نہیں رہا۔

والد کا زندہ ہونا یا کسی اور مردہ کا زندہ ہونا کسی مردہ امر کا زندہ ہونا ہے۔ میں نے اس سے یہ بھی سمجھا کہ ہمارا کام والدین کے رفع درجات کا بھی موجب ہے۔

خواب کی اقسام

سوال:۔ خواب کیا شئے ہے؟

جواب:۔ خواب کی تین قسمیں ہیں۔ نفسانی۔ شیطانی۔ رحمانی نفسانی خواب وہ ہوتے ہیں۔ جن میں انسان کے اپنے نفس ہی کے خیالات متمثل ہو کر نظر آتے ہیں۔ جیسے مثل مشہور ہے کہ بلی کو چھچھڑوں کے خواب۔

شیطانی وہ خوابیں ہوتی ہیں۔ جن میں شیطانی اور شہوانی جذبات مل کر متمثل ہو جاویں۔ اور دکھائی دیں۔

مگر رحمانی وہ خواب ہوتے ہیں۔ جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئندہ واقعات کے متعلق علم اور بشارتیں دی جاتی ہیں۔

بدکار آدمی کا خواب

سوال:۔ کیا کسی بدکار آدمی کو بھی سچی خواب آجاتی ہے؟

جواب:۔ ہاں ایک نیک آدمی کو بھی کبھی سچی خواب آجاتی ہے کیونکہ فطرتاً کوئی بد نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لئے بنایا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے۔ ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ یعنی میں نے جن اور انس کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔ تو جبکہ سب کو عبادت کیواسطے پیدا کیا ہے تو سب کی فطرت میں نیکی بھی رکھی ہے۔ اور نیکیوں کے سمجھنے کیلئے نبوت کے سلسلہ پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ انسان کو کیا معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ نیکی ہے یا بدی۔ اسی لئے خدا نے انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ ہمیشہ دنیا میں قائم رکھا ہے۔ پس اس سلسلہ کو سمجھنے اور ماننے کے واسطے ہر شخص کی فطرت میں خواب کا بھی ملکہ رکھا ہے۔ کیونکہ رویا صالحہ نبوت کا ایک جزو ہے۔ اگر یہ نمونہ ہر ایک کو نہ دیا جاتا تو پھر نبوت کے سلسلہ پر ایمان لانا تکلیف ما لا یطاق ہو جاتا۔

اس لئے ضروری ہے کہ ہر شخص کو کوئی کوئی سچی خواب ضرور آجائے دیکھو بادشاہ مصر جو کہ کافر تھا۔ اس کو بھی سچی خواب آگئی تھی لیکن جس قدر انسان صدق اور راستی میں ترقی کرتا ہے۔ نیک اور مبشر رویا بھی آتے ہیں۔

اخبار احمدیہ

ذیل کا اشتہار علیحدہ چھپوا کر لاہور میں میاں صاحب کے مریدوں میں تقسیم کیا گیا ہے:-

"جناب میاں محمود احمد صاحب سے ایک ضروری مطالبہ"

اتفاق سے ان دنوں جناب میاں محمود احمد صاحب لاہور تشریف لائے ہیں۔ ان کو اس موقعہ پر ہم چاہتے ہیں کہ ایک ضروری سوال کے جواب کی درخواست کریں جس کا جواب نہ ہونے کی صورت میں ان پر خواہ مخواہ غلط بیانی کا الزام عائد ہو سکتا ہے اور جس سے مومنین خود تحقیق نہ کرنے کی وجہ سے انکی باتوں کو صحیح سمجھ کر غلط راہ پر چل پڑتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ میاں صاحب نے اپنی کتاب حقیقۃ الامر میں یہ لکھا ہے کہ "ایک متواتر حدیث جو صحاح میں پائی جاتی ہے بلکہ بخاری کی حدیث ہمیں بتلاتی ہے کہ ۳ سال یا ۶ سال تک اپنی وحی کے معنی کرنے میں آنحضرت کو تردد رہا ہے"

مہربانی کر کے میاں صاحب صحاح کی وہ حدیث بتائیں جس میں (۱) ۳ یا ۶ سال کے لفظ ہوں (۲) ان ۳ یا ۶ سال تک اپنی وحی کو معنی کرنے میں آنحضرت کو تردد رہنے کا ذکر ہو۔ اور پھر ساتھ ہی (۳) اس حدیث کا متواتر ہونا بھی ثابت کریں یہ تینوں موٹی موٹی باتیں ہیں جبکہ خود ہی میاں صاحب نے دعوے کیا ہے اور انہی کے تمام مریدین بھی ایسی حدیث کا موجود ہونا مانتے ہیں جن کی ذمہ واری انکے اوپر پڑتی ہے۔ اس لئے نہایت ضروری ہے کہ آپ یا تو حسب دعوے خود ان مطالبات کو پورا کر دیں یا اگر کوئی اس قسم کی حدیث پائی نہیں جاتی تو جیسا کہ ایک مومن کا شیوہ ہونا چاہیئے اس بات کا اقرار کریں کہ یہ الفاظ غلطی سے ان کے قلم سے نکل گئے۔ اپنی غلطی کو مان لینا کوئی شرم کی بات نہیں بلکہ بڑی جوانمردی اور دیانتداری کا کام ہے اسلئے میاں صاحب کو چاہیئے کہ ان مطالبات کو پورا نہ کر سکنے کی صورت میں کم از کم اس قسم کی غلط بیانیوں کا بوجھ اپنے اور پڑھنے والوں کے دلوں سے باہر نکال لیں۔ کیا ہم امید کریں کہ میاں صاحب نہایت ٹھنڈے دل کیساتھ اس پر غور فرما کر یا تو ہمارے مطالبات کو پورا کریں گے (کہ صحاح کی کوئی حدیث دکھائی جائے جس میں (۱) ۳ یا ۶ سال کے لفظ ہوں (۲) ان تین یا چھ سال تک اپنی وحی کے معنی کرنے میں آنحضرت کی تردد کا ذکر ہو اور (۳) وہ حدیث متواتر بھی ہو) یا اگر کوئی حدیث ایسی نہیں تو اپنی غلطی کا علانیہ اقرار کر لیں گے یہ مطالبات اس سے پہلے بھی کئی ایک دیگر مطالبات کیساتھ حضرت امیر جناب مولانا

... شیخ ... احمد منیجر ... چھپوا کر دفتر پیغام صلح سے شائع کیا

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۶ یوم چہارشنبہ ۱۹ فروری ۱۹۱۹ء نمبر ۶۱

آنحضرت صلعم پر شک فی النبوت کا الزام اور اسکا جواب

(۲)

فترت وحی اور تردد پر بحث

گذشتہ سے پیوستہ

گذشتہ اشاعت میں فترت وحی اور تردد پر بحث کرتے ہوئے میاں صاحب اور ان کے مریدین بالخصوص مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کی فاش غلط بیانیوں کو آشکارا کیا گیا تھا۔ آج ہم اس بارہ میں ایک اور اعتراض کا جواب دینا چاہتے ہیں۔ جو الفضل کے ایک پرچہ میں اس وقت کیا گیا تھا جب اس مسئلہ میں میاں صاحب خود ابھی تردد اور شک ہی میں پڑے ہوئے تھے۔ یا کم از کم زیادہ صفائی کے ساتھ اپنے اس عقیدہ کو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی "صریح وحی" کا مطلب سمجھنے میں متردد تھے۔ بیان کرتے ہوئے ڈرتے تھے۔ چنانچہ اسی لئے ۱۹۱۵ء میں جب ان کے بعض مریدین کے منہ سے ایسے کلمات نکلنے شروع ہوئے۔ اور حضرت امیر ایدہ اللہ نے خود میاں صاحب کو مخاطب کیا۔ کہ وہ اپنے عقیدہ کا اظہار کریں۔ تو ان کی طرف سے تو کوئی جواب نہ ملا۔ اور "الفضل" کے اندر ایسے مضامین شایع ہونے شروع ہوگئے۔ جن میں ایک طرف اس کو ایک الزام قرار دیا جاتا تھا اور دوسری طرف اسی کے یلقی منہ نفسہ والی حدیث کو نقل کرکے اس کی تائید بھی کر دی جاتی تھی۔ چنانچہ ۴ مارچ ۱۹۱۵ء کے الفضل میں صاف طور پر ایک طرف تو یہ لکھا ہے کہ

"نہ تو سیدنا خلیفہ ثانی نے کہیں لکھا ہے۔ یا فرمایا ہے کہ حضرت نبی کریمؐ اپنی نبوت کے بارے میں شک کرتے رہے۔ اور آپ خودکشی پر تیار تھے نہ الفضل نے یہ عقیدہ بیان کیا ہے۔ اور نہ جماعت احمدیہ یہ بات اپنے معتقدات کا جزو سمجھتی ہے"

اور دوسری طرف اسی مضمون کے اندر اس پوری حدیث کو جس کی بنا پر اب شک فی النبوت یا تردد اور خودکشی کا ارادہ جواب میاں صاحب اور تمام محمودیوں کا عقیدہ بن چکا ہے نقل کرکے . . . .

بڑے زور شور سے اس بات کی تائید بھی کی گئی۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری سے حسب ذیل الفاظ کو ہمارے خلاف پیش کیا گیا . . . . کہ قال اسماعیلی موّہ بعض الطاعنین علی المحدثین فقال کیف یجوز للنبی ان یرتاب فی نبوتہ حتی یرجع الی ورقۃ ویشکو الخدیجۃ ما یخشاہ وحتی یوفی بذروۃ جبل لیلقی منہا نفسہ علی ما جاء فی روایۃ معمر۔ اس کا ترجمہ الفضل نے یوں کیا ہے کہ

"بعض طاعنین (یہ خطاب تمہیں مبارک ہو) نے محدثین کے خلاف لوگوں کو فریب دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ ایک نبی کے لئے کس طرح ہو سکتا ہے کہ نبوت کے ثبوت میں شک کرے۔ یہانتک کہ ورقہ کی طرف رجوع کرے اور خدیجہ سے شکایت کرے اور پہاڑ پر اپنے آپ کو گرا دینے کیلئے چڑھے"

اس عبارت کو نقل کرتے ہوئے الفضل نے یہ لفظ لکھے تھے کہ "دیکھو جو اعتراض آج تجھے اتنی صدیوں کے بعد سوجھا ہے۔ یہ اعتراض اس وقت بھی بعض نے کیا۔ اور اس کا جواب دیا گیا۔ میں اعتراض

[illegible] عجیب ہے کہ اعتراض نقل کرتے ہوئے "طاعنین" کے لفظ کو ہماری طرف منسوب کرکے اس قدر شوخی اور شرارت دکھائی جاتی ہے۔ حالانکہ اس لفظ کا منشا صرف ان معترضین کی نیت کو واضح کرنا ہے کہ انکا اس اعتراض سے سوائے اس کے کہ محدثین پر طعنہ کریں۔ اور کچھ مقصود نہیں تھا۔ اسی لئے مُوَّہ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ جس کے معنے الفضل نے "فریب دیا ہے" کے کئے ہیں۔ یعنے دراصل یہ معنے حدیث کے نہیں۔ جو ان طاعنین نے بیان کئے۔ انہوں نے یہ معنے کرکے فریب دیا۔ اور اس سے ان کا مقصود محض محدثین پر طعنہ کرنا تھا نہ کہ دراصل حدیث کے معنے یہی تھے۔ جو انہوں نے کئے اسلئے یہ غلط ہے کہ ہر ایک شخص پر جس کی نیت کسی پر طعنہ کرنا نہیں اور جو اس حدیث کو ان معنوں میں نہیں لیتا۔ جو میاں صاحب اور ان کے مریدین یا ان طاعنین کے مد نظر تھے۔ اس پر بھی یہ لفظ عاید ہو سکے۔ یہ طاعنین میں سے تو وہ شمار ہوگا۔ جو اس حدیث کے معنے وہ کرے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے تردد کا ثبوت ملتا۔ اور محدثین کرام پر زد پڑتی ہو۔ نہ کہ وہ جو اس کے ایسے معنی ہی نہیں کرتے اور دوسرے معنے کرکے اس زد کو ان [illegible] سے اُٹھاتے ہیں۔

چنانچہ اسی لئے اس اعتراض کا جو جواب خود محدث اسماعیلی نے دیا ہے۔ اس میں بھی ان معنوں کو جو ان طاعنین کے گروہ نے کئے تسلیم کرنے کے بجائے الٹا اس کے خلاف وہ معنے کئے ہیں جو میاں صاحب کے "تردد" کی بیخکنی کرنے والے ہیں۔ جیسا کہ اس کے آگے ہی آپ کی گھبراہٹ کا موجب فرشتہ کا اچانک آنا مانتے ہوئے اور بطریق تنزل یہ بھی تسلیم کرتے ہوئے کہ آپ اپنی بشریت کی وجہ سے اسی وقت اس میں تامل نہ کر سکے جبتک کہ تدریجاً آپ اس سے مالوف نہ ہوگئے۔ ساتھ ہی یہ بھی صاف طور پر لکھ دیا ہے کہ ان الحکمۃ فی ذکرہ صلعم ما اتفق لہ فی ھذہ القصۃ ان یکون سببا فی انتشار خبرہ فی بطانتہ ومن یستمع لقولہ ویصغی الیہ وطریقا فی معرفتہم مباینۃ من سواہ فی احوالہ لینبھوا علی محلہ۔ یعنی اس قصہ میں جو آپ کا اپنے واقعہ کو خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرنا لکھا ہے تو اس بیان کرنے میں یہ حکمت تھی کہ یہ آپ کے خویش و اقارب میں اور ان لوگوں میں جو آپ کے قول کو سنیں اس خبر کے انتشار اور اس کی طرف سے جھک جانے کا ایک سبب ہو جائے۔ اور آپ کے دیگر حالات کے علاوہ یہ ایک نمایاں بات انہیں معلوم ہو جائے۔ تاکہ وہ آپ کے مرتبہ سے اطلاع پالیں۔

کس قدر صاف بات ہے۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھی جو آپ نے اپنا احوال بیان کیا ہے۔ تو کسی شکایت کے رنگ میں نہیں۔ جیسا کہ "طاعنین" نے یشکو الخدیجۃ کہکر تعریض کی تھی نہ کسی تردد کی وجہ سے۔ جیسا کہ میاں صاحب کا خیال ہے کہ آپ "تردد" کی وجہ سے گھبرائے ہوئے خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تھے۔ اور بعد میں ان کے مشورہ سے اس وحی کے مطلب کے متعلق مشورہ کرنے کے لئے آپ ورقہ بن نوفل کے پاس گئے تھے بلکہ آپ نے تبلیغ کی غرض سے خدیجہ رضی اللہ عنہا سے اسکا ذکر کیا تھا۔ جنکا امام بیہقی نے یہ جواب بھی نقل کیا ہے کہ ابشر انک رسول اللہ حقا اور اسی پر حضرت خدیجہ کو سب سے پہلے ایمان لانیوالی کہا گیا ہے۔ [illegible] گھبراہٹ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ہوئی تھی وہ تو اس قصہ کے بیان کرنے سے پہلے ہی [illegible] ہو چکی تھی جیسا کہ خود حدیث کے اندر اس قصہ کو بیان کرنے سے پہلے یہ لفظ ہیں حتی ذھب عنہ الروع یہاں تک نہ گھبراہٹ آپ سے دور ہو گئی۔ اس کے بعد اس قصہ کو بیان کرنے کا ذکر آتا ہے جس کی غرض محدث اسمٰعیلی کے نزدیک کوئی تردد نہیں۔ نہ کوئی شکایت بلکہ خدیجہ اور دیگر خویش و اقارب کو تبلیغ کرنا ان کو اپنے مرتبہ سے اطلاع دینا مقصود ہے۔ لینبھوا علی محلہ (تاکہ وہ آپ کے مرتبہ سے اطلاع پالیں) کو پڑھو اور (تمہارا طعنہ تو یہ ہم نہیں [illegible]

"اپنی شرمندگی مٹانے کے لئے کسی پاس کی بدرو میں پڑو گیا"

نہ ہی دفتر تشحیذ کی طفقہ ذھاب کا پتہ دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ ہاں اس قدر کہہ دینا ضروری ہے کہ (م) راہ ہدایت اختیار کرو۔

غرض کس قدر تعجب ہے کہ محدث اسمٰعیل کا نقل کردہ اعتراض تو بڑے زور شور کے ساتھ الفضل نے فتح الباری سے لے کر

ان لوگوں کے لئے استعمال کیا ہے۔ جو اس حدیث سے میاں صاحب کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شک فی النبوت کا غلط استدلال کرتے اور اس کی بنا پر محدثین پر معترض ہوتے تھے) تاہم پر لگانے کی بے سود کوشش بھی کی۔ یہیں پتہ لگ جاتا کہ خود محدث اسماعیلی بھی حدیث کے ان معنوں کے قائل نہیں بلکہ وہ آپ کو یہاں تک اپنی نبوت پر متیقن سمجھتے ہیں کہ خدیجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکرہ کی غرض بھی خویش و اقارب کو تبلیغ کرنا اور ان کو اپنے مرتبہ سے اطلاع دینا یقین رکھتے ہیں جس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ انہوں نے جو معترضین کو طاعن کہا تو اس وجہ سے نہیں کہ محدثین کوئی شک فی النبوت کے قائل تھے۔ جس کی وجہ سے ان پر طعنہ کرتے تھے۔ بلکہ اس وجہ سے کہ شک فی النبوت کے معنے وہ خود اپنے پاس سے کرکے محدثین پر معترض ہوتے تھے۔ ورنہ اگر محدثین یا کم از کم محدث اسمٰعیلی بھی اس کے قائل ہوتے۔ اور محض اپنے اس اعتقاد پر طعنہ کئے جانے ہی کی وجہ سے وہ انہیں طاعن کا خطاب دیتے تو خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کی وجہ ان کو تبلیغ کرنا اور آنحضرتؐ کا اپنے مرتبہ سے اطلاع دینا نہ بتاتے اگر نزدیک آپ کو ابھی شک تھا تو دوسروں کو تبلیغ کیا کر سکتے تھے۔ اور ان کو اپنے کس مرتبہ سے اطلاع دے سکتے تھے۔

پس محدث اسمٰعیلی کے ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ طاعن کا لفظ انہوں نے شک فی النبوت کے معنے کرنے والوں کی نسبت استعمال کیا ہے۔ نہ کہ ان معنوں پر انکار کرنے والوں کی نسبت۔ بیشک ان پہلے "طاعنین" میں شک فی النبوت کے معنے کرنے کے علاوہ ایک یہ بھی صفت تھی کہ وہ خود ہی ایسے معنے کرکے طعنہ زنی بھی کرتے تھے۔ میاں صاحب اور ان کے پیرووں میں یہ نہیں بلکہ وہ ایسے معنوں کو ایک مصنوعی نبوت قایم کرنے کے لئے شان نبوت کے مطابق قرار دیتے ہیں۔ لیکن نتیجہ ہر دو کا ایک ہی ہے۔ زبان سے قائل نہ ہوں۔ لیکن دل سے اسی بات کی شہادت دیں گے۔ کہ ایک نبی اتنا عالیشان نبی کہ دنیا جہان کے لئے رحمۃ للعالمین ہو کر آیا۔ اس کو جو وحی ہوتی ہے۔ تو یہ بھی پتہ نہیں لگتا کہ اس کا کیا مطلب ہے۔ اسکو خود اپنی نبوت کے متعلق شک ہوتا ہے۔ اور کامل تین سال یا چھ سال تک شک رہتا ہے۔ جس کے معنے پوچھنے کے لئے وہ کبھی اپنی بیوی کے پاس دوڑا ہوا جاتا ہے۔ کبھی ایک نصرانی ورقہ کے پاس۔ اور تعجب یہ کہ ورقہ کو باوجود نصرانی ہونے کے سمجھ آجاتی ہے۔ اور وہ پکار اٹھتا ہے۔ ھذا الناموس الذی انزل علی موسیٰ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر بھی یقین نہیں ہوتا۔ پھر بھی آپ کا "احتیاط کا پہلو" اس قدر زبردست ہے کہ اس کو ملحوظ رکھ کر شک میں ہی پڑے رہتے ہیں۔ پھر یہ بھی پتہ نہیں کہ شک کس بات میں تھا۔ آیا وحی کے شیطانی یا رحمانی ہونے میں۔ اس کے تو میاں صاحب قائل نہیں۔ البتہ مریدین بالخصوص مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کا یہی خیال ہے۔ جیسا کہ ہم اگلے نمبر میں دکھائیں گے۔ لیکن میاں صاحب کا بیان ہے کہ

"آپ (یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) حیران تھے کہ میں اس وحی کو اس کے ظاہری الفاظ پر محمول کروں یا کچھ اور مطلب سمجھوں"

وہ "کچھ اور مطلب" بھی میاں صاحب مہربانی کرکے بتادیں کہ وہ کیا تھا۔ جس پر یقین کرنے میں آپ متردد تھے۔ اور باوجودیکہ ورقہ نے اس وحی کو ظاہری معنوں پر محمول کیا۔ (اگرچہ یہ بھی پتہ نہیں کہ وہ ظاہری معنے کیا ہیں جو ورقہ نے بتائے) پھر بھی "کچھ اور مطلب" پیش نظر ہونے کی وجہ سے اس پر یقین نہ کیا۔

کیا میاں صاحب خود اس کا جواب دیں گے۔ نیز ہمارے اس مطالبہ کا بھی جس کا ذکر کسی دوسری جگہ ایک اشتہار کے اندر کیا گیا ہے۔ ؟

مسیحؑ کے دوبارہ نزول کے متعلق پیشگوئی

اسلامی اور مسیحی دنیا ہر دو میں مسیحؑ کے نزول ثانی کی پیشگوئیاں پائی جاتی ہیں۔ اور اس موجودہ زمانہ میں تو یہ ہر دو اقوام بڑے شوق کے ساتھ ان کی منتظر بھی ہیں۔ کیونکہ آثار و قرائن سب پیدا ہو چکے ہیں۔ اور آنے والے کی تمام علامات منصۂ ظہور میں آچکی ہیں بلکہ ہمارے نزدیک تو آنے والا جو تھا۔ وہ آ بھی چکا۔ لیکن

اور جسمانیات پر فدا ہیں۔ اس لئے آسمان سے بھی کسی جسم ہی کو اترتے ہوئے دیکھنا چاہتی ہیں۔ اسی لئے تمام آثار و قرائن کے ظاہر ہو جانے کی وجہ سے از حد مضطرب ہیں۔ کہ وہ ہمارا مزعومہ مسیح کب آسمان سے اُترے گا۔ اس کے لئے قیاسے وغیرہ بھی لگاتے ہیں مسلمانوں میں سے کوئی سنہ ۱۳۳۵ھ کو مسیح کی آمد کا سال قرار دیتا ہے۔ وہ بھی خالی گذر جاتا ہے تو سنہ ۱۳۴۱ھ پھر سنہ ۱۳۴۳ھ اور جب یہ سب کے سب یونہی گذر جاتے ہیں۔ تو سنہ ۱۳۵۰ھ کی انتظار کرتے ہیں۔ اور وقت آنے والا ہے۔ جب وہ اس کو بھی خالی جاتے ہوئے دیکھ کر کسی اور تاریخ کا انتظار کریں۔ اور پھر کسی اور کا۔ یہاں تک کہ قطعی طور پر اس سے مایوس ہو کر اس کو جو آچکا ہے پہچانیں۔ اور اس کی طرف رجوع کریں۔

یہی حال مسیحیوں کا بھی ہے۔ وہ بھی انہی آثار قرائن کو دیکھ کر آئے دن تاریخیں مقرر کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک تازہ خبر ہے کہ

"البرٹ ہال لندن میں دوبارہ نزول مسیح کی نسبت کانفرنس تھی۔ اس کے شرکا نے متفق علیہ پیشگوئی کی ہے کہ دنیا کا خاتمہ عنقریب ہے۔ اگرچہ تفصیلی بیانات میں جزوی اختلاف ہے۔ صحیح تاریخ میں کچھ شبہ ہے یا ۴ مئی سنہ ۱۹۲۹ء یا ۱۹ اپریل سنہ ۱۹۳۱ء کو تمام کارخانہ ہستی نابود ہو جائے گا۔ لیکن ان دو تاریخوں میں ایک یقینی صحیح ہے۔ ان پیشگوئی کرنے والوں کا بیان ہے کہ دجّال کی آمد کی ضرورت ہوگی جو نپولین کی شکل کا ہوگا اول وہ شام کے میدان سلاسیہ میں بطور بادشاہ قدم رکھے گا۔

سنہ ۱۹۲۳ء میں وہ فرانس کو فتح کرے گا۔ اس کے بعد باقی ۹ سلطنتوں پر قابض ہوگا۔ اس زمانہ میں ایک کروڑ عیسائی تمام دنیا میں ہوں گے۔ منجملہ ان کے سنہ ۱۹۲۸ء یا سنہ ۱۹۲۹ء میں ۱۴ لاکھ ۳۰ ہزار عیسائی مرجائیں گے۔ اور ۹۸ لاکھ ۵۰ ہزار مسیحی کوہ سینا کے قریب ایک جنگل میں آبسیں گے۔ اور ساڑھے تین سال وہاں انتظار کریں گے اس کے بعد جو دیندار عیسائی ہوں گے وہ بھی ۱۴ لاکھ ۴۴ ہزار والوں کی طرح راہگرائے عالم بالا ہوں گے۔ باقی ہر ایک مقام پر دجال کی حکومت ہوگی۔ انگلینڈ کے ہر شہر و قصبہ میں اس کے مجسمہ بت نصب کئے جائیں گے۔ اور سب سے اس نپولین قیصر کی پرستش کیلئے کہا جائیگا جو انکار کریگا قتل کر دیا جائے گا۔ جو اطاعت قبول کریں گے ان کی پیشانی اور داہنے بازو پر نمبر ۶۶۶ ڈالا جائے گا۔ یہ نمبر یونانی حروف نپولین کے اعداد کا ہے۔ میدان کوہ سینا کی آسائیشوں کا ذکر مسٹر شیکپیر اس طرح کرتے ہیں کہ وہاں کھانا پانی فرشتے لائیں گے۔ اور تمام وقت عبادات میں صرف ہوگا بہت کم ممبران پارلیمنٹ یہاں آسکیں گے"

اس پیشگوئی میں قیامت اور دجال کی آمد کی تاریخیں ہی مقرر کی ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی دنیا میں بھی مسیح کی آمد سے پہلے دجال کا آنا ضروری سمجھا جاتا ہے جس کو انہوں نے نپولین کی شکل پر بتایا ہے انہیں کیا معلوم کہ خود انہی کا اوپر یہ صادق آتی ہے۔ اور دجال کہیں باہر سے آنے والا نہیں۔

پھر سنہ ۱۹۲۵ء کو دجال کے کامل غلبہ کی تاریخ بتایا گیا ہے۔ اور تعجب کہ اسی سال نہیں تو اس سے دو سال بعد قیامت کا آنا بھی یقینی سمجھا جاتا ہے۔ اور بابیں ۹۸ لاکھ ۵۰ ہزار عیسائیوں کا کوہ سینا آنا سنہ ۱۹۲۹ء کے بعد ساڑھے تین سال انتظار کرنا بھی بتایا ہے۔ اور مسیح کی آمد کی کوئی تاریخ مقرر نہیں کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیشگوئی کرنے والوں کو خود بھی کوئی یقین کسی بات پر نہیں۔ اور یونہی ایک عقیدہ رکھنے کی خاطر اپنے دل کو تسلی دیئے چلے جاتے ہیں۔

عیسےٰ کی آمد سے نومیدی کب ہوگی

ان بیانات کو دیکھ کر یہ خیال کوئی بعید از قیاس نہیں کہ مسیح کی آمد کا یہ انتظار آہستہ آہستہ دنیا کو مسیح کے آسمان سے اُترنے سے مایوس کر دے گا۔ لیکن ایسا کب ہوگا۔ اگرچہ بعض دانش مند اور فہیم انسان ابھی سے اس مایوسی تک پہنچ جائیں۔ لیکن حضرت مسیح موعود کے الفاظ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام دنیا کے بکلی طور پر اس عقیدہ سے بیزار ہونے میں ابھی بہت وقت باقی ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ

"یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اُترے گا۔ ہمارے سب مخالف جو اب زندہ موجود ہیں۔ وہ تمام مریں گے۔ اور کوئی ان میں سے عیسےٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی۔ اور ان میں سے بھی کوئی آدمی عیسےٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گی۔ اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا۔ کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گذر گیا۔ اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی۔ مگر مریم کا بیٹا عیسےٰ اب تک آسمان سے نہ اُترا۔ تب دانشمند یکدفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے۔ اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسےٰ کے انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دیں گے۔ اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ اور میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا۔ اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا۔ اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے"

ان الفاظ سے جہاں مسیح کے آسمان سے اترنے کے عقیدہ سے بیزاری میں ابھی بہت مدت باقی معلوم ہوتی ہے۔ وہیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دنیا پر اسلام کے کامل تسلط اور غلبہ کا وہی وقت ہوگا۔ جب لوگ اس عقیدہ سے بکلی بیزار ہو کر مسیح کے آسمان سے اُترنے سے بالکل مایوس ہو جائیں۔ اس وقت

"دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا۔ اور ایک ہی پیشوا"

مدت لمبی ہے۔ لیکن نتیجہ شاندار۔ اللہ تعالےٰ دنیا کو راہ راست پر لائے۔ آمین

مسٹر باسو کے خیالات آنحضرت صلعم کے متعلق

معاصر "مسلم ہیرلڈ" نے "پریسیڈنٹ" سے اسلامک سوسائیٹی لندن کے اس جلسہ کی روئداد نقل کی ہے۔ جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم ولادت منانے کے لئے منعقد ہوا تھا۔ اس جلسہ میں مسلمانوں کے علاوہ بہت سے غیر مسلم ہندوستانی بھی موجود تھے۔ جن میں سے موجودہ نائب وزیر ہند لارڈ سنہا اور آنریبل مسٹر باسو قابل ذکر ہیں۔ پہلے مسٹر ڈڈلے رائٹ نے جو کچھ عرصہ ہوا حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے۔ ایک تقریر میں آنحضرت صلعم کی زندگی کے پاکیزہ حالات بیان کئے۔ اور اس کی تعریف و توصیف کی۔ ان کے بعد آنریبل مسٹر باسو نے حیات سرور کائنات کے موضوع پر تقریر کی۔ آپ نے فرمایا کہ "کسی مذہب نے اپنے پیروؤں کو مساوات اور اتحاد کی تعلیم نہیں دی جس قدر مذہب اسلام کے نبی نے دی ہے"

مسٹر باسو کے یہ خیالات اس قابل ہیں کہ اہل ہند انہیں قدر کی آنکھوں پر رکھیں۔ یقیناً اگر ملک میں ایسے لوگ پیدا ہو جائیں۔ جو ایک دوسرے مذہب کے بزرگوں اور پیشواؤں کو برا کہنے کی بجائے ان کی خوبیوں اور نیک باتوں کی قدر کیا کریں۔ انکا عزت کے ساتھ نام لیں۔ اور زبانی ہی نہیں۔ عملاً بھی دوسرے مذاہب کے لوگوں سے رواداری اور حسن سلوک کا برتاؤ رکھیں۔ تو تمام آئے دن کے فسادات اور تنازعات یکقلم موقوف ہو جائیں۔ اور قومیت متحدہ کی ناؤ آج کنارے لگ جائے۔

کیا ہمارے برادران وطن مسٹر باسو کی تقلید کیلئے تیار ہونگے؟

"اپی فینی" اور "دار الحرب یا دار الامان"

کلکتہ کے مسیحی ہمعصر "اپی فینی" نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت جو ناپاک الفاظ شائع کئے تھے۔ اس کے متعلق بنگال گورنمنٹ کا اعلان نقل کیا جا چکا ہے۔ خود معاصر "اپی فینی" نے اشاعت ... جو معذرت لکھی ہے۔ وہ بھی دیکھنے کے قابل ہے۔ لکھتا ہے کہ

"ہم کو معلوم ہوا ہے کہ ہمارے اخبار کے ۱۸ جنوری کی اشاعت کے ایک خط نے ... بہت سے مسلمانوں کو بے چین کر دیا کیونکہ اس میں لفظ "عیش پسند" کا اطلاق محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق کیا گیا ہے۔ ہم اس پر آزادانہ اظہار رنج کر دینا چاہتے ہیں ہمارے خریداروں میں بہت بڑی اور روز افزوں تعداد مسلمانوں کی ہے وہ جانتے ہیں کہ ہم اپنی محدود گنجائش میں کس قدر آزادی کو ان کو عیسائیت اور ہندو مذہب کے متعلق آزادانہ اظہار خیال کا موقعہ دیتے ہیں۔ اور وہ نہایت آزادی سے اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں تیس برس سے اس اخبار کا یہ قاعدہ رہا ہے کہ وہ اپنی مراسلات کالموں میں ہر خیال کے لکھنے والوں کیلئے نہایت وسیع النظری سے گنجائش دیتا ہے۔ یہ خط جس پر توجہ مبذول کی گئی ایک ایسے شخص نے لکھا ہے جو مسلمان ہونیکا دعوےٰ کرتا ہے۔ اور اس نے اپنا نام اور پتہ لکھا ہے۔ ہم نے اکثر ایسے خطوط شائع کئے ہیں جنہیں غیر عیسائیوں نے اپنے مسلمہ مقصود ... ایسا موقع بہم پہنچتا ہے کہ جواب میں حق کو زیادہ صفائی سے ظاہر کیا جاسکے۔ اسی طرح اس خط کا مضمون ہمارے مسلمان مضمون نگاروں کو موقع دیتا ہے کہ وہ محمد (صلعم) کے کیرکٹر کے متعلق ان امور کو ظاہر کریں۔ جن کو وہ سچ سمجھتے ہیں۔ اور اس پر نکتہ چینی کریں۔ جن کو وہ ان کے متعلق غلط خیال سے تعبیر کرتے ہیں"

یہ تو وہ معذرت ہے جو خود "اپی فینی" نے کی ہے۔ لیکن حکومت بنگال نے اس طرز عمل کو مدنظر رکھتے ہوئے جو مسیحی اخبارات کے ساتھ نرمی کی شکل میں روا رکھا جاتا ہے۔ اور اینگلو انڈین اخبارات کیساتھ ... کی شکل میں بدل جاتا ہے۔ کلکتہ کا اسلامی ہمعصر "مسلمان" لکھتا ہے کہ

"جو صورت حالات بنگال گورنمنٹ نے پیدا کی ہے اس سے ایک نہایت ضروری سوال پیدا ہوتا ہے۔ جس کی طرف ہمارے سربرآوردہ علماء کی توجہ مبذول ہونی چاہیے۔ اس وقت تک وہ لوگ ہندوستان کو دار الامان قرار دیتے رہے ہیں۔ بعض ہندوستان کو دار الاسلام بھی بتاتے رہے ہیں۔ کیونکہ یہاں مسلمانوں کے معاملات میں مداخلت نہیں ہوتی۔ اور وہ اپنی مذہبی فرائض احکام اسلام کے مطابق انجام دیتے ہیں۔ لیکن دار الاسلام کے لئے یہ ضروری ہے کہ بادشاہ بھی مسلمان ہو علما کی کثرت تعداد ہندوستان کو دار الامان قرار دیتی ہے یعنی وہ جگہ جہاں وہ اپنے مذہب کی پابندی بغیر مداخلت کے اور امن و امان کے ساتھ کر سکتے ہیں۔ لیکن اب ہم مسلمانوں کے مذہبی معاملات میں مداخلت ہو رہی ہے اور ہز میجسٹی کی حکومت کے قائمقام علانیہ کہتے ہیں کہ وہ ایسی مداخلت کے خلاف ہماری حفاظت نہیں کر سکتے اب سوال یہ ہے کہ موجودہ صورت حالات میں ہندوستان اب بھی دار الامان سمجھا جاتا ہے۔ یا وہ دار الحرب ہو گیا ہے یہ ہمارے علما کا کام ہے کہ وہ اسکا فیصلہ کریں۔ اور فتویٰ دیں۔ اس وقت تک حکومت ہند مداخلت کر کے مسلمانوں کی عیسائیوں کے حملہ کے خلاف ... حفاظت نہیں کرتی۔ اس حالت میں ہم خیال کرتے ہیں کہ علماء کیلئے ناگزیر ہے کہ وہ فتوےٰ دیں کہ ہندوستان اب بھی دار الامان ہے یا دار الحرب ہو گیا ہے"

ہمیں اس وقت معاصر "مسلمان" کے استفسار کی تردید یا تائید کرنا یا کوئی فتوےٰ دینا مقصود نہیں۔ بلکہ صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ کس طرح سے ذرا سی بے احتیاطی بہت سے خطرناک نتائج کو پیدا کر دیتی ہے ہمارا خیال ہے کہ اگر حکومت مسیحی اور اینگلو انڈین اخبارات سے بھی وہی طرز عمل روا رکھے جو دوسرے اخبارات کیلئے ضروری سمجھا جاتا ہے یا بصورت دیگر یعنی اخبارات سے بھی اسی طرح چشم پوشی اور درگذر کا کام فرمائے۔ تو یہ بے چینی جو اس وقت پیدا ہو رہی ہے۔ آج رفع ہو سکتی ہے۔ ... اس قسم کی باتیں جیسی کہ اس وقت پیدا ہو رہی ہیں خواہ مخواہ ناگوار نتائج کا موجب ہو جاتی ہیں۔ جیسا کہ انڈین ڈیلی نیوز کلکتہ کے معاملہ میں ہوا۔

معاصر "اپی فینی" اور دوسرے مسیحی اخبارات کا بھی فرض ہے کہ وہ اپنے کالموں میں اس قسم کی آزاد نگاری سے حکومت کی مشکلات کو خواہ مخواہ بڑھانے کا موجب نہ ہوں۔ یہ ضروری نہیں کہ اپنی فوقیت اور برتری کو ثابت کرنے کے لئے دوسروں کے پیشواؤں کی عیب جوئی کی جائے۔ سورج کو کبھی ضرورت پیش نہیں آتی کہ وہ اپنی تیز روشنی کو ثابت کرنے کیلئے چاند اور باقی ستاروں کے اوپر پردہ ڈالے۔ اسلام کی طرف دیکھو۔ کس جرأت اور وسیع الحوصلگی کیساتھ دوسروں کی خوبیوں کا اقرار کرتا ہے۔ بلکہ خود مسیح پر سے الزامات کو دور کر کے اسے وجیہا فی الدنیا والآخرۃ قرار دیتا ہے۔ پھر یہ احسان فراموشی نہیں تو اور کیا ہے۔ کہ ان کے پیروؤں کے نزدیک ان کا کیرکٹر زیادہ صفائی سے ظاہر نہیں ہو سکتا جب تک کہ اسی محسن کے (جس نے چالیس کروڑ انسانوں کو اس کا راستباز اور برگزیدہ ہونا منوایا) کیرکٹر پر نکتہ چینی کی جائے۔ اسے نعوذ باللہ "عیش پسند" قرار نہ دیا جائے۔

کہا جاتا ہے کہ یہ لفظ کسی مسلمان کے قلم سے نکلا ہے۔ لیکن یہ آج تک نہیں بتایا گیا کہ ایسا کون لا غیرت مسلمان ہے۔ جو آپکو اللہ تعالےٰ کا پیغمبر مانتے ہوئے ایک مسیحی اخبار میں آپ پر "عیش پسندی" کا ناپاک الزام لگاتا ہے

اپی فینی کے خلاف مقدمہ

اسی سلسلہ میں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ آنریبل مولوی ابو القاسم نے بردوان میں اپی فینی کے پرنٹر کے خلاف مقدمہ دائر کیا ہے کہ

ہمارے خیال میں جہاں یہ ضرورت ہے۔ کہ ایسے ناجائز حملوں کے سدباب کی کوشش کی جائے۔ وہیں مسلمانوں کو خود اپنے مذہب کی اشاعت کی بھی فکر کرنی چاہئے۔ بجائے اسکے کہ "اپنی فینی" پر زیادہ غصہ کا اظہار کیا جائے۔ کیا اس سے بہتر یہ نہیں۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ۔ آپ کی پاکیزہ زندگی اور بہترین کارناموں کو تحریرات و تقاریر کے ذریعہ سے [illegible] دنیا کو بتلا دیا جائے کہ پیغمبر عرب صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ اس درجہ کمال تک پہنچے ہوئے تھے کہ دنیا کا کوئی انسان اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتا۔

ہم اس بات کے اصولاً خلاف ہیں۔ کہ مقدمات کے ذریعہ سے خواہ مخواہ وقت اور روپیہ ضائع کیا جائے۔ جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ اب آئندہ مسلمانوں کو خود بیدار ہونا چاہئے۔ حفاظت اسلام کی وہ راہ اختیار کرنی چاہئے۔ جو اشاعت اسلام کے معنوں میں مضمر ہے۔ یہ صحیح نہیں کہ "اپنی فینی" کی طرح اخلاق فاضلہ کے اظہار کے لئے عیب جوئی کو ضروری ٹھہرایا جائے خواہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہو۔ یا مسیح کی۔ بلکہ صرف ان اخلاق فاضلہ کو دنیا پر منکشف کر دینا ضروری ہے۔ جو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم میں جمع تھے۔ اور ان پاکیزہ تعلیمات کو بتا دینا کافی ہے۔ جو آپ اللہ تعالےٰ کی طرف سے لیکر آئے۔ یہی کامیابی اصل راہ ہے۔ اور جبتک مسلمان اس راہ پر گامزن نہ ہوں۔ ان کی کامیابی ایک امر موہوم ہے۔

"آریہ سماج کی تعلیم ناقابل عمل ہے"

یہ نتیجہ "ہمساز" کی اس تحریر سے جو اس نے سول میرج کے قانون ازدواج پر لکھی ہے۔ خود سماجی اخبار "آریہ پترکا" نے نکالا ہے اور اس میں شک نہیں کہ ذات پات کے متعلق اگر آریہ سماج کی وہی تعلیم سمجھی جائے جو مساز نے لکھی ہے تو اسکے عالمگیر مذہب ہونے کا اصول ایک خوش آیند دعوے سے بڑھکر ثابت نہیں ہوتا

آجتک یہی سمجھنے میں آتا تھا کہ آریہ سماج کے نزدیک عام ہندوؤں کی طرح ذات پات کا انحصار کوئی جنم وغیرہ پر نہیں۔ بلکہ اچھے اور برے کاموں پر ہے۔ وہ یہ نہیں مانتی کہ برہمن کے گھر میں جو پیدا ہو وہ برہمن ویش کے گھر میں پیدا ہونیوالا ویش۔ چھتری کا لڑکا چھتری اور شودر کا شودر ہے۔ بلکہ جو جیسے کام کرے خواہ کسی کے گھر پیدا ہو وہ ان کاموں کے لحاظ سے ہی اعلےٰ یا ادنےٰ ذات میں سمجھا جائیگا یہی وجہ ہے کہ سول میرج کے قانون ازدواج کے شائع ہونے پر آریہ سماج کو خاص خوشی ہوئی جس کا یہ مطلب تھا کہ ایکدوسری ذاتوں میں باہم شادی کو جائز ٹھہرایا جائے۔ "مساز" اسکے قطعاً مخالف ہے اور اپنی اس مخالفت کی وجہ اس نے بقول "آریہ پترکا" یہ بتائی ہے کہ

"ورن۔ کرم سبھاؤ۔ انوسار (لیعنے اچھے کاموں کی بناپر) جو ہیوسٹھا (ذات) قائم کی جائے۔ وہ صرف وہ گورو قائم کر سکتا ہے۔ جس کے پاس کامل ۱۲ برس ششش ( ) نے گزارے ہوں تاکہ اسے اس کے گن کرم سبھاؤ کے جانچنے کا موقعہ ملے!!"

"آریہ پترکا" نے اس پر سچا ریمارک کیا ہے۔ کہ اس سے یہ کہنا غلط نہ ہوگا۔ کہ ہمارے اور کیا وک مہودے ( ) جیسے جن لوگوں نے ۱۲ برس کسی گورو کے پاس نہیں گذارے۔ ان کا ورن کوئی نہیں۔ کیونکہ جنم سے ورن لگ کوئی ہستی نہیں۔ گن کرم سبھاؤ سے ورن قائم نہیں ہو سکتا۔ پس آریہ سماج کی تعلیم کا یہ پہلو قطعی ناقابل عمل"

صرف یہی نہیں۔ تمام ہی پہلو ایسے ہی ناقابل عمل ثابت ہوں گے۔ ابھی آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔

[illegible] اسلام

ووکنگ مشن کی اجمالی کیفیت

گذشتہ سے پیوستہ

(جناب خواجہ کمال الدین صاحب کے قلم سے)

اس مشن کا جوش مسیح موعود نے دیا

یہ مشن میرے ہی سر کا جنون ہے۔ جو میرے مرشد حضرت اقدس مرزا صاحب نے میرے سر میں پیدا کیا۔ اور یہ مجھے اپنی اولاد سے زیادہ عزیز ہے۔ میں نے جو کیا اپنے دل کو خوش کرنے کے لئے کیا۔ ابتلاء سے بچنے کے لئے ابتداء سے آجتک میں نے حساب کتاب و آمد حتی الوسع دوسروں کے ہاتھ میں رکھا۔ ہاں ۱۹۱۲ء میں مجھے نئی ضروریات لاحق ہونیوالی تھیں۔ جن میں بعض فرائض شرعیہ تھے۔ انکے متعلق میں ۱۹۱۴ء میں سوچ رہا تھا کہ کیا انتظام کیا جائے خدا تعالےٰ کے سابقہ فضلوں کا ثمرہ تھی کہ کسی تنگی کے ساتھ ان امور کو حل کرا دیتا لیکن خدا تعالےٰ نے خود ہی ایک راہ کھولدی ۱۹۱۵ء کے اخیر میں مشن کیواسطے مالی آمد حاصل کرنے کے لئے میں حیدر آباد گیا۔ وہاں کے

بعض ذاتی ضروریات کیلئے سبیل

عمائد اور شرفاء نے بڑی طرح قدر افزائی کی اور مشن کی کافی امداد اس سال کی میرے خیال میں جو ہونا تھا وہ ہو چکا لیکن میرے حیدر آباد سے رخصت ہونے سے کچھ ہی پہلے حضور نظام کی حسب معمول فیاض طبیعت جوش میں آئی۔ اور انہوں نے رخصتانہ پر مجھے اپنی ذات کے سوا کسی کا محتاج نہ ہونے دیا۔ اور مشن کی ذات پر بوجھ ڈالنے سے مجھے الگ رکھا۔ حتےٰ کہ مشن اس حال پر پہنچ گیا ہے۔ جہاں میں اسے پہنچانا چاہتا تھا۔

دور اول کا اختتام

گویا اب مشن کا دور اول ختم ہوتا ہے۔ یعنے اسکی ان مالی مشکلات کے وقت کہ جن کی وجہ سے اسکی ہستی معدوم ہو سکتی تھی۔ اور جسکے باعث بہت سی نئی تحریکیں ختم ہو گئیں۔ وہ دور بحمد اللہ ختم ہو گیا مشن اپنی مختصر سی ہستی کے لئے اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا۔ اگر مشن کے یہ معنے سمجھ لئے جائیں کہ ووکنگ کی مسجد آباد رہے۔ اسلامک ریویو زندہ رہے۔ لنڈن میں جمعہ ہوتا رہے۔ اور لنڈن میں ایک مکان جلسہ وعظ اسلامی کے لئے ہو جہاں ہفتے میں ایک آدھ لیکچر ہو۔ تو پھر مشن آج مستقل قدموں پر کھڑا ہو گیا ہے۔ پبلک امداد اسکی ہو یا نہ ہو۔ اس لئے میں عرض کرتا ہوں۔ کہ اس کا سخت خطرناک مرحلہ اولین جس سے نکلنا مشکل کام تھا وہ ختم ہو چکا۔

لفظ محمڈن و مسلم اور اسلام

مجھے اس بات کا بھی اب خیال نہیں کہ یہ کاروبار میرے ہاتھ رہے اور نہ یہ کھیل یہاں چل سکتا ہے۔ جب یہاں لفظ محمڈن تک چھوڑ دیا گیا۔ اور اصل لفظ مسلم اختیار کیا گیا۔ اور محمڈن یا محمڈن ازم کے مقابل مسلم یا اسلام کے نام نے مخاطبوں پر اثر کیا۔ چنانچہ اسی امر پر ہمارے بڑے بڑے محققین مثلاً سید امیر علی صاحب نے لفظ محمڈن کی جگہ لفظ مسلمان اپنی تحریر اور تقریر میں استعمال کرتے ہیں۔ الغرض جہاں لفظ محمڈن کو چھوڑ کر قرآن کا لفظ مسلم ہمیں اختیار کرنا پڑا۔ وہاں فرقہ کے ساتھ اسلام کو منسوب کرنا محض کہاں تک مفید ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے ہاں ہندوستان کے فرقہ پرست لوگ تو ضرور خوش ہو سکتے ہیں۔ لیکن عمل یہاں وہی مجبوراً کرنا پڑتا ہے۔ جس پر میں نے قدم رکھا ہے۔ فرقوں کے نام تو محض تعادفا کی غرض کو پورا کرنے کے لئے پیدا ہوئے۔ مجھے اس بات کا بھی اب خیال نہیں۔ کہ یہ کاروبار میرے ہاتھ میں رہے۔ جو امر مجھے بے چین کر رہا تھا۔ کہ کہیں یہ تحریک مر نہ جائے۔ وہ بفضلہ دور ہو گیا۔ خدا تعالےٰ جس سے چاہیگا۔ اور چاہتا ہے خدمت لے لیتا ہے میری خواہش ہے تو صرف اس قدر کہ یہ کام بڑھے۔ اگر کوئی ایسا

کس قسم کے مبلغ کی ضرورت ہے

بے تعصب انسان ملجائے جو روپے پیسے ایثار کر سکے۔ اپنے مذہب سے پورا واقف ہو۔ علاوہ مغربی طرز خیال سے واقف ہو شعار اسلام کا سخت پابند ہو۔ جذبات پر ۲۵ قابو رکھ سکے صاحب تقریر ہو۔ ایسے آدمی کی ضرورت ہے۔ میری تو اس وقت صحت کی حالت بھی ایک لمبا آرام چاہتی ہے۔ مشن کی اہمیت آپ اسی سے اندازہ کریں۔ کہ یہ بزرگ مثلاً سید امیر علی صاحب۔ سر عباس علی بیگ۔ آنریبل صاحبزادہ آفتاب احمد خان ہر قسم کے معاملات کو سمجھتے ہیں۔

مشن کی اہمیت بعض سربر آوردگان قوم کی نظر میں

آخر ان لوگوں نے لنڈن مسلم ہوس کیلئے مستقل امداد دو ہزار روپیہ سالانہ کے قریب کچھ دیکھ کر ہی ماسک فنڈ سے ایک ہزار امداد ۱۵۰۰ صد روپیہ سالانہ کی سجھکلنگ کیلئے مستقل دلادی۔ غرض جو یہاں آئے مشن کی اہمیت کو سامنے رکھکر موزونیت رکھتا ہو۔

مشنریوں کی ضرورت

ایک نہیں دس مشنری آئیں۔ الگ الگ کام کریں۔ یا اکٹھے کوئی ہرج نہیں نقارہ اسلام بج چکا۔ لوگ جوق در جوق آ رہے ہیں۔ اسلام نے بہت سے کھنڈر نما مکان بنانے کے لئے اپنی زمین لے لی۔ اور یہاں تو کھنڈرات کے کھنڈر موجود ہیں۔ معمار آئیں۔ اور مصالح لائیں جس قدر عمارات چاہیں کھڑی کریں۔ ہاں مکان ایک نئی وضع کے ہونے چاہئیں۔

فرقہ کی بحث

اسلام کو اس ملک میں فرقے کی ذلت سے محفوظ رکھا جائے۔ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں ہاں ذاتی غرض کی مصیبتیں ہیں۔ اور نہ یہ کھیل یہاں چل سکتا ہے۔ جب یہاں لفظ محمڈن تک چھوڑنا پڑا اور بعض غلط فہمیوں کو دفعہ کرنے کے لئے لفظ مسلم اختیار کیا گیا۔ حتےٰ کہ سید امیر علی صاحب جیسے محققین بھی اپنی تحریر تقریر میں لفظ محمڈن کی جگہ لفظ مسلمان استعمال کرتے ہیں۔ تو پھر یہاں اسلامی تحریک کو کسی فرقہ سے منسوب کرنا محض ہندوستان کے فرقہ پرستوں کو خوش کرنا ہے۔ ہر ایک شخص یہاں مجبوراً انہیں قدموں پر چل رہا ہے جن پر خدا تعالےٰ نے مجھے چلایا ہے کسی جماعت کا نام تو حسب نص قرآن متعارف کی غرض و غایت کے پورا کرنے کے لئے بعض بزرگوں نے اختیار کیا وہ تو اسلام میں انفاق پیدا کرنے آئے نہ تفریق۔ انکے بعد فرقہ پرست اسی تفریق پر گدیاں چلاتے ہیں۔ اور فرقے بناتے ہیں اس نص قرآنی کے ماتحت ہمارے مرشد حضرت مرزا صاحب نے اپنی جماعت کا نام احمدی رکھا۔ ورنہ حقیقی مکرم تو ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم کے ماتحت متقی ہی ہے۔ یاد رکھو اسلام میں کوئی فرقہ نہیں اگر قرآن کی تعلیم بھی کسی فرقی اختلافوں کی متحمل ہوتی تو نہ اس میں ذیل کی آیت ہوتی۔ اور نہ یہ خاتم الکتب ہوتی۔ وما انزلنا علیک الکتب الا لتبین لھم الذی اختلفوا۔ اے نبی اسلام ہم نے تم پر جو کتاب نازل کی ہے۔ اسکی غرض ان اختلافات کو مٹا دینا ہے جو دین الٰہی میں لوگوں نے پیدا کر رکھے ہیں۔ آنحضرت صلعم سے پہلے مذہب میں ...... فرقی اختلافات کا پیدا ہونا ضروری تھا۔ کیونکہ الہام قدیمہ اور نہ سابقہ انبیا علیہم السلام کے حالات محفوظ رہے۔ بالمقابل خدا تعالےٰ نے قرآن اور شارح قرآن علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات نہایت صحت کے ساتھ محفوظ رکھے۔ اور اصطلاح اسلام کو ہمیشہ کے لئے فرقہ کی مصیبت سے جہاں تک اصول اسلام کا تعلق ہے محفوظ رکھا۔ سنی۔ شیعہ۔ مقلدین۔ غیر مقلدین۔ یہ تو معاملات فروعی میں مختلف آراء کا نام ہے۔ ان کا نام فرقہ رکھنا نادانی ہے۔ کوئی بھی اہل اسلام میں سے ان امور اور عقائد میں اختلاف نہیں رکھتا۔ جن کا نام ایمان۔ اسلام ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے کہ جسے ہم پر ہمارے مرشد حضرت مرزا صاحب نے واضح کیا اور ہمیں اس پر عمل کرنا چاہئے

تمام فرقے ایک راہ پر

خود ان کا یہ مشن تھا۔ کہ ان سب تمام بہتر فرقوں کو ایک راہ قرآن و حدیث پر لایا جائے۔ بلکہ آثار میں آیا ہے کہ آنے والے مسیح کے وقت سب فرقے ایک راہ پر آ جائیں گے۔ اس روایت کی رو سے اسلام پر ضرور ایک زمانہ آنے والا ہے۔ کہ اس کی مختلف طاقتیں ایک راہ پر آ جائیں۔ وہ کیا ہے۔ وہ ہے قرآن و حدیث۔ ہمارے بعض احمدی دوست غور کریں۔ کہ یہ جو آثار میں موجود ہے تو کیا اس بات کی یہ کافی دلیل نہیں کہ فرقوں کا وجود اسلام میں نہیں اللہ احمدی جماعت کا خاص مشن اس اسلام کی تبلیغ ہے جو ان تنازعات سے خالی ہو وہ مسیح القلب انسان جس نے ہمیں ہندوستان میں انہیں کا وجود تسلیم کروایا

احمدی قوم اور حضرت مسیح موعود

اور اپنے اجتہاد صحیح سے ان لوگوں وطن کو جنہیں ہم ہمیشہ کافر کے لفظ سے پکارا کرتے تھے۔ ان واحدین ابلکتاب کے سینہ قریب صف کر دیا۔ کیا وہ اہل قرآن کو کافر کہنا گوارا کرتا۔ جو پہلے میدان میں ہندو عیسائیوں سے صرف آنحضرت صلعم کو سب و شتم سے یاد نہ کرنے پر ہر قسم کی مراعات روا رکھنے کو تیار رہتا کیا وہ عشاق محمدؐ کو اور محمدؐ سے محبت رکھنے والوں کو اور کون مسلمان ہے جسے یہ محبت نہیں۔ کافر کہتا۔ ہاں کافر وہ ہے جو ایک اہل قبلہ اور اہل کلمہ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا کو کافر کہنے میں سبقت کرتا ہے۔ بہر حالی یہ بحثیں ختم ہو چکی ہیں۔ ان میں زیادہ پڑنے کی ضرورت نہیں۔ اب کام کرنے کا وقت ہے۔

(باقی آئندہ)

مراسلات

خط و کتابت مابین سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحب بمبئی و شیخ عبد الرحیم صاحب نیّر

گذشتہ اشاعت میں مکرم جناب سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحب اور شیخ عبد الرحیم صاحب نیّر کے دو خطوط درج کئے گئے تھے۔ سیٹھ صاحب کے آخری خط کے جواب میں جناب نیّر صاحب نے جن اخلاق فاضلہ کا اظہار فرمایا ہے اور اپنے مخاطب اور دیگر حامیان صدقہ کو صلواتیں سناتے ہوئے جن محمودی فضائل کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ وہ ان لوگوں کے خاص طور پر پڑھنے کے قابل ہیں جو سخت گوئی اور دشنام دہی کو ناحق پر ہونے کی ایک دلیل بیّن قرار دیتے ہیں ہم ذیل میں نیّر صاحب کے اس خط اور سیٹھ صاحب کے جواب کو ناظرین کرام کی دلچسپی اور آگاہی کے لئے درج کئے دیتے ہیں۔ وھو ھذا:

۱۔ خط شیخ عبد الرحیم صاحب نیّر

برادرم مکرم! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کا خط آیا۔ توجہ سے پڑھا۔ ؎

بدم گفتی و خورسندم۔ عفاک اللہ نکو گفتی
جواب تلخ مے زیبد۔ لب لعل شکرخا را

چونکہ یہ خط خدا معلوم کس خیال اور حالت میں لکھا گیا ہے اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے ۔۔۔۔ حاسد۔ جاہل خسر الدنیا و الآخرۃ کا مصداق کہا گیا ہے۔ اس لئے میں اس یادگار کو ۔۔۔ کافی سے زیادہ ذخیرہ لاہور والوں نے جمع کر رکھا ہے اور اس کے اضافہ کی بمبئی سے ضرورت نہیں۔ واپس کرتا ہوں۔ اسے غور سے پڑھیں۔ اور الفاظ پر نظر کریں۔

میں نے بے شک یہی سمجھا تھا۔ کہ آپ کا منشاء سورہ فلق کے ورد کی طرف توجہ دلانے کا یہ ہے کہ قادیان والوں کو لاہور سے حسد ہے۔ اور اُن کے کارناموں کو بھی گالیاں سمجھتے ہیں۔ اس پر میں نے لکھا تھا۔ اور اپنے یقین میں صحیح لکھا ہے کہ عدوّان محمود کو حسد کی آگ جلا رہی ہے۔ قادیان کو اجاڑنے کی کوشش ناکام رہی۔ سلسلہ کی خصوصیات۔ مسیح موعود کے جاری کردہ کاموں کو مٹانے اور اڑانے کی سعی بے سود ثابت ہوئی۔ خود اللہ تعالےٰ نے قادیان کو ترقی دی اور دے رہا ہے۔

مجھے رنج ہے کہ آپ نے بے وجہ اپنے تئیں دشمنوں میں داخل کر لیا۔ حالانکہ آپ کی محبت اور اہلبیت سے اخلاص ہم نے خود دیکھا ہے۔ میں آپ کے خط کو نیک نیتی پر مبنی سمجھتا اور اگر آپ کا غصہ اس لئے ہے کہ آپ کو عدوّان محمود میں شمار کیا گیا۔ تو یہ قابل قدر بات ہے۔ آپ محب ہیں۔ عدو نہیں۔ "یزید" آپ کے نزدیک بھی پلید ہے۔ میرے بھی۔ معاویہ ایام بغاوت میں میرے اور آپ ہر دو کے نزدیک باغی تھا۔

مسیح موعود کو خدا نے شیخ رحمت اللہ صاحب کے لئے دعا کرنے کے بعد الہام کیا۔ " شَرُّ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ " آخر یہ وہی جماعت ہے۔ جس پر مسیح موعود نے انعام کیا۔ قرب بخشا اور اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں ان کی طرف سے شرارت ہوگی"

بہرحال آپ کی سخت کلامی پر میں آپ کو معاف کرتا ہوں اور یقین دلاتا ہوں۔ کہ آپ کو ہم دشمنان اہلبیت میں سے تصور نہیں کرتے آپ نے بدظنی کی۔ میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں۔ کہ محبت کا دعوےٰ کر کے دشمنوں سے ہمدردی نہیں ہوسکتی جو حاسد ہیں۔ جو شریر ہیں۔ اُن کو دوست اور مخلص نہیں کہہ سکتے۔ اور نہ ہی دوست دشمن کہلا سکتے ہیں۔

قادیان سے "یزیدیوں" کا نکلنا مقدر تھا۔ اور مسیح موعود نے پہلے سے خبر دی تھی۔ مسیح موعود کے جگر پاروں پر حملہ ہونا لازمی تھا۔ اور محمد رسول اللہ کی بعثت ثانی میں حسینؓ کا سا سلوک کسی حسین سے ہونا تکمیل مماثلت کے لئے ضروری تھا۔ اور ہو رہا ہے۔ اللہ تعالےٰ آپ کے ساتھ ہو۔ آپ کا محافظ ہو۔ غلط راہوں سے بچائے۔ خیر۔ برگزیدۂ خدا کو آپ نے مانا۔ اور اس کے ساتھ ہوئے۔ اور اُس کی محبت آپ کے دل میں سلسلہ کی خصوصیات مٹانے والوں کے لئے آپ کو ہمدردی ہو تو محض اُن کی اصلاح کے لئے۔ خدا آپ کو ایسے لوگوں کے ساتھ نہ رکھے۔ قیامت میں آپ خدا و رسولؐ اور مسیح موعودؑ کے سامنے سرخرو ہوں۔ خدا آپکو دین و دُنیا میں عزّت دے۔ آمین۔

سیٹھ صاحب! محمود کا نام مذموم پیغام صلح میں لکھا جاتا ہے۔ پسر نوح کہنا ایک گروہ کا شعار ہے۔ خدا کے مسیح کی نسبت لکھا جاتا ہے۔ نبی کہلانے کا شوق تھا۔ ظل تو جوتے مارنے کے قابل ہے۔ ہم سب کو جاہل اور بے عقل اور پیر پرست کہنے سے آپ بھی نہیں چوکتے۔ آپ استغفار کریں۔ خدا کی قسم آپ وہ کچھ نہیں جانتے جو میں جانتا ہوں۔ آپ نے وہ نہیں دیکھا جو میں نے دیکھا۔ دُنیا داروں کا ساتھ نہ دیں۔ اُن کی بیجا رعایت چھوڑ دیں۔ میانہ روی اپنا شعار رکھیں۔ خدا آپکو سمجھ دے۔ " اللہ تعالےٰ تو اسمٰعیل آدم پر رحم فرما۔ اُس کے قلب کو کھولدے" آمین ◆ عبد الرحیم نیّر۔

۲۔ سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحب کا جواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بمبئی ۵۔ فروری ۱۹۱۹ء

برادرم نیّر! السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

آپ کا خط معہ واپس کردہ میرے ۲۲۔ جنوری والے خط کے ملا۔ افسوس کہ آپ نے اس کے مطلب و معنی پر تو کوئی توجہ نہ کی۔ بلکہ علے الاعلان مجھے اپنے مزعومہ دشمنوں میں شامل کر دیا اور آئندہ کے لئے خط و کتابت کا دروازہ بند کرنے کی خاطر اشارۃً سمجھا بھی دیا۔ جزاک اللہ۔

(۱) دو شخص خیر خواہی کا دم بھرتے ہیں۔ ایک وہ جو ٹیڑھے رستہ جانیوالے کی خوشنودی کے لئے اُس کا ساتھ دیتا ہے دوسرا وہ ہے۔ جو اُس کو راہ راست پر چلانے کے لئے اُس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتا ہے۔ بلکہ زور سے ایک تھپڑ بھی لگا دیتا ہے۔ بتاؤ۔ دونوں میں کون سچا خیر خواہ ہے۔

(۲) ایک کنوئیں کا مینڈک ہے دوسرا دریا کا۔ تیسرا سمندر کا کنوئیں کا مینڈک کہتا ہے۔ خدا کی قسم دُنیا میں زیادہ سے زیادہ پانی اتنا ہی ہے جتنا اس کنوئیں کا ہے۔ بتاؤ اس کی قسم سچی ہے۔ یا چھوٹے دریا کا مینڈک اس پر ہنستا ہے اور سمندر کا مینڈک دونوں پر ہنستا ہے۔ بتاؤ۔ ان تینوں میں سے کون سچا ہے۔

(۳) ایک شخص ایک پرفضا چٹان کی بلندی پر سبزہ زار کی سیر کر رہا ہے۔ دوسرا شخص اس چٹان کی پستی میں کیچڑ اور گندی جگہ پر بیٹھا ہے۔ بتاؤ۔ دونوں میں کون اچھے مقام پر ہے۔

(۱) آپ نے عدوّان محمود کے ایک فرقہ میں مجھے شامل کیا۔ نمبر اوّل کی مثال پڑھکر اس کا فیصلہ کرلو۔

(۲) آپ نے لکھا کہ " خدا کی قسم آپ وہ نہیں جانتے جو میں جانتا ہوں"۔ اسکو نمبر دوم کی مثال پڑھکر فیصلہ کرلو ◆

(۳) آپ نے مجھے استغفار پڑھنے کی ہدایت کی لیکن وہ تو میرا ورد اُس روز سے ہے جب سے حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت میں داخل ہوا۔ اور خدا کے فضل سے اور مسیح موعودؑ کی پیروی کی برکت سے اس مقام پر ہوں جو نمبر ۳ کی مثال میں ایک پرفضا سبزہ زار ہے۔ بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلندتر محکم افتاد اگر خدا کے فضل نے دستگیری کی تو بلند تر مقام پر پہنچنا بھی مشکل نہیں۔ اسی لئے تو آپ کو لکھتا ہوں کہ پستی سے نکل کر بلندی پر آؤ۔ مومن غصہ ور نہیں ہوتا۔ آپ میں یہ نقص ہے مومن پست ہمت نہیں ہوتا۔ بلکہ وسیع الحوصلہ ہوتا ہے۔ آپ میں اس کی کمی ہے۔

آپ نے حضرت اقدس کا ایک الہام شَرُّ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کو لیکر اپنے مطلب کی تعبیر کی۔ آپ نے اگر حضرت اقدس کی کوئی تعبیر بھی ساتھ ہی لکھی ہوتی تو مجھے کچھ لکھنے کی ضرورت نہ رہتی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اقدس نے کوئی مطلب اور معنے اس الہام کے نہیں بتلائے اس لئے آپ کے من گھڑت معنے کے بالمقابل اگر میں اس کا یہ مطلب بیان کروں تو حق بجانب ہونگا۔ کہ شیخ رحمت اللہ کے مقابل وہ لوگ شر کریں گے۔ جن پر انعام کیا گیا۔

آپ نے امیر معاویہ رضہ اور حضرت علی رضہ کی مثال پیش کر کے امیر معاویہ رضہ کو باغی بتایا۔ لیکن یہاں اس کی مثال چسپاں نہیں ہوتی۔ یہاں تو مثال حسین رضہ اور یزید کی چسپاں ہوتی ہے جسطرح تھا۔ حالانکہ شریعت محمدی کے مطابق یزید اپنے افعال کی وجہ سے خلافت کے قابل نہ تھے۔ اس لئے امام حسین رضہ نے بیعت نہ کی تو پھر کچھ نہ ہوتا۔ اگر محبان اہلبیت کا دعوےٰ کرنے والے امام حسین رضہ کو خلافت کے لئے آمادہ نہ کرتے۔ مجھے اچھی طرح علم ہے کہ کہیں جگہ بھی ہمارے میاں صاحب کو خلافت کا شوق نہیں تھا۔ مگر خلیفہ اول رضہ کی زندگی میں ہی ایک فریق آپکو خلافت کی ترغیب دے کر اپنی امیدوں کو برلانے کے لئے خلافت کے لئے افراد باعث کی آراء جمع کر رہے تھے۔ خود میری رائے بھی ۔۔۔۔ حضرت خلیفہ اول کی زندگی میں لی گئی۔ حضرت خلیفہ صاحب کی وفات ہوتے ہی جو کچھ ہوا۔ اسی ارادہ کے ماتحت ہوا۔ خدا تعالیٰ کی بھی اس میں مصلحت تھی کہ ہم لوگ احمدی کہلا کر بھی احمدی نہ تھے۔ اس اختلاف نے سارے کے سارے احمدیوں کو دوبارہ سلسلہ کرایا۔ جس سے گروہ محققین و گروہ مقلدین الگ الگ ہوگیا۔ والسلام ◆

آپ نے چونکہ خط و کتابت بند کر دی ہے۔ اس لئے پریس کے حوالہ کرتا ہوں۔ پرائیویٹ خط و کتابت گذشتہ چار سال میں کافی سے زیادہ ہو چکی ہے ◆

خاکسار۔ اسمٰعیل آدم۔

مولوی ثناء اللہ کی "معارف قرآن"

مولوی ثناء اللہ نے اخبار اہلحدیث مورخہ ۱۵۔ نومبر ۱۹۱۸ء میں عیسائیوں کے ٹریکٹ "حقائق قرآن" کا جواب "معارف قرآن" دیا ہے جس میں سوال نمبر ۳ یہ تھا۔ کہ حضرت مسیح قیامت سے پہلے آکر دجال کو ماریں گے۔ تمام اہل کتاب اس پر ایمان لاوینگے معلوم ہوا کہ مسیح خاتم النبیین سے افضل ہیں اسکے جواب میں تحریر کرتے ہیں۔ " ہم مانتے ہیں کہ قریب قیامت مسیح آکر یہ کام اور اس کے سوا اور کام بھی کرینگے۔ مگر بماتحتی حضرت محمد رسول اللہ صلعم دین اسلام کی خدمت بجا لاویں گے۔ اسی خدمت کے لئے اسکو زندہ رکھا گیا ہے۔ تاکہ جو نقص خدمت اور بظاہر ناکامی اُن کی پہلی زندگی میں ظہور پذیر ہوئے اس کی اچھی تلافی ہو جائے"۔ مگر مولوی ثناء اللہ نے باوجود عالم اور فاضل ہونے کے سوال کے جواب میں قرآن شریف کی کسی آیت کا حوالہ نہیں دیا۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے۔ کہ یہ عقیدہ کن آیات پر مبنی ہے۔ مگر اہل حدیث ہو کر اپنے عقائد کے متعلق قرآن شریف سے حوالہ دینا ایک ناممکن امر ہے۔ اگر حضرت عیسےٰ ؑ کو اسی واسطے زندہ رکھا ہوا ہے۔ تو پھر حضرت نوحؑ اور لوطؑ اور دیگر نبیوں اور رسولوں کو جن کو حضرت عیسےٰ ؑ سے بھی کم کامیابی ہوئی کیوں زندہ نہ رکھا گیا۔ اور کس واسطے اُن کو دوبارہ نہ بھیجا جائیگا ◆

یہ ایک مسلم اصول ہے کہ ہمیشہ دشمنوں کے مقابلہ پر دوبارہ اس جرنیل کو بھیجا جاتا ہے۔ جس نے پہلے بھی دشمنوں کے مقابلہ میں فتح حاصل کی ہو۔ نہ کہ اُس جرنیل کو جو کہ پہلے ہی دشمنوں سے شکست کھا چکا ہو۔

اگر زندہ رکھنے اور دوبارہ بھیجے جانے کے قابل تھے۔ تو صرف حضرت محمد رسول اللہ تھے۔ جب حضرت عیسےٰ ؑ جوانی میں کچھ نہ کر سکے تو بڑھاپے میں کیا کریں گے۔

لارڈ کلایو اور لارڈ کرزن کو دوبارہ گورنر جنرل مقرر کر کے اسی واسطے بھیجا گیا تھا کہ اُن کی خدمات اچھی تھیں۔ مگر مولوی ثناء اللہ اصولی بحث کرنے سے جان بچاتے ہیں۔ اگر مولوی ثناء اللہ اصولی بحث کرنا چاہتے ہیں تو اُن کو لازم ہے کہ پہلے قرآن مجید کی وہ آیات پیش کریں۔ جن سے حضرت عیسےٰ ؑ کا زندہ رکھا جانا اور دوبارہ دنیا میں آکر کام کرنا ثابت ہوتا ہے۔ عرصہ ۔۔۔ سے مولوی ثناء اللہ نے اس سوال کا کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ مہربانی کر کے بتائیں کہ خدا نے حضرت عیسےٰ ؑ کو زندہ رکھا ہوا ہے تو پھر اُن کا دوبارہ تشریف لانا اور کام کرنا اور وفات پانا۔ کس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ اگر مندرجہ ذیل آیت سے ثابت کیا جاتا ہے۔ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ۔ اور کوئی کتاب والا ایسا نہیں جو حضرت عیسیٰؑ کے مرنے سے پہلے اُن پر ایمان نہ لائے پارہ ۶ سورہ نساء رکوع ۲۲۔ تو پھر خدا کا مندرجہ ذیل وعدہ جو کہ حضرت عیسےٰ ؑ کے ساتھ اُن کی زندگی میں ہی کیا گیا تھا۔ قیامت تک کیسے پورا ہوسکتا ہے جبکہ حضرت عیسےٰ ؑ کے قیامت سے پہلے دوبارہ تشریف

جلد ۶ | مدینۃ المسیح لاہور یکشنبہ مورخہ ۲۲ جمادی الاول ۱۳۳۲ھ مطابق ۲۳ فروری ۱۹۱۴ء | نمبر ۶۲

ملفوظات حضرت مسیح موعود

ضروری مسایل اور استفسارات

ایک وقت میں تین طلاق

سوال۔ ایک وقت میں تین طلاق کامل ہوسکتی ہے۔ یا نہیں۔ اور تین طلاق کے بعد پہلا خاوند نکاح کرسکتا ہے یا نہیں۔؟

جواب:۔ ایک ہی وقت میں طلاق کامل نہیں ہوسکتی۔ دراصل تین ماہ میں ہونی چاہیئے۔ فقہا نے ایک مرتبہ تین طلاق دیدینے کو جائز رکھا ہے۔ لیکن اس میں یہ رعایت رکھی گئی ہے۔ کہ عدت کے بعد اگر خاوند رجوع کرنا چاہے۔ تو وہ عورت اسی خاوند سے نکاح کرسکتی ہے۔ اور دوسرے شخص سے بھی کرسکتی ہے۔

تین طلاق کے بعد رجوع

سوال۔ جب تین طلاق ہو جاویں تو کیا پہلا خاوند پھر بھی نکاح کرسکتا ہے؟

جواب:۔ جب تین طلاق واقع ہو جائیں۔ تو پہلا خاوند اس عورت سے نکاح نہیں کرسکتا۔ جب تک کسی دوسرے سے وہ نکاح نہ کرے۔ اور پھر وہ خاوند اس کو طلاق دیدیوے مگر عمداً اس لئے نہ دے کہ پہلا شخص اس سے نکاح کرے اس کا نام حلالہ ہے۔ اور یہ حرام ہے۔ ہاں اگر ایسے اسباب پیش آجائیں کہ وہ دوسرا شخص اس عورت کو طلاق دیدیوے تو پھر وہ پہلے شخص سے شادی کرسکتی ہے۔ لیکن اگر ایک ہی مرتبہ تین طلاق دی جائیں۔ اور پھر عدت گذرنے کے بعد وہی خاوند نکاح کرنا چاہے۔ تو وہ نکاح کرسکتا ہے۔ کیونکہ اس کی یہ طلاق شرعی طریق پر نہیں دی گئی۔ جس میں تین ماہ کی عدت مقرر ہے۔ اور اس میں حکمت یہ ہے کہ ہر ایک اپنے نفع نقصان کو سمجھ لے۔ دو طلاقیں دے کر اگر تیسری نہیں دی اور عدت گذر گئی ہے۔ تب بھی رجوع ہوسکتا ہے

اکیلا وتر

سوال:۔ اکیلا وتر پڑھنے کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب:۔ فرمایا ہم نے اکیلا وتر پڑھنے کا حکم کہیں نہیں دیکھا۔ ہاں دو رکعت کے بعد خواہ سلام پھیر کر تیسری رکعت پڑھ لے۔ خواہ تینوں رکعت ایک ہی نیت سے پڑھ لے۔

مخالف کا جنازہ

سوال:۔ مخالف کے جنازے کے متعلق کیا ارشاد ہے؟

جواب:۔ متوفی اگر بالجہر مکذب اور مکفر نہ ہو تو اس کا جنازہ بے شک پڑھ لیا جائے۔ کوئی حرج نہیں کیونکہ علام الغیوب خدا ہی کی ذات ہے۔

مخالف سے سلام اور خرید و فروخت

سوال:۔ مخالف مکذب کے ساتھ السلام علیکم کہنا اور سلام کا جواب دینا اور خرید و فروخت جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ جو گالیاں نکالتے ہیں۔ اور صریح مخالف ہیں۔ ان کا سلام نہ لو نہ دو۔ نہ ان سے مل کر کھانا کھاؤ۔ البتہ خرید و فروخت جائز ہے۔ اس میں کسی کا احسان نہیں

اہلبیت اور شیعہ

سوال:۔ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا کس کی شان میں ہے؟

جواب:۔ اگر قرآن شریف کو دیکھا جاوے تو جہاں یہ آیت ہے وہاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بیویوں ہی کا ذکر ہے۔ سارے مفسر اس پر متفق ہیں کہ اللہ تعالے امہات المومنین کی صفت اس جگہ بیان فرماتا ہے۔ دوسری جگہ فرمایا ہے الطیبات للطیبین یہ آیت چاہتی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے گھر والے طیبات ہوں۔ ہاں اس میں صرف بیبیاں ہی شامل نہیں۔ بلکہ آپ کے گھر کے رہنے والی ساری ہی عورتیں شامل ہیں۔ اور اس لئے اس میں بنت بھی داخل ہوسکتی ہے۔ بلکہ ہے اور جب فاطمہ رضی اللہ عنہا داخل ہوئیں تو حسنین بھی داخل ہوئے پس اس سے زیادہ یہ آیت وسیع نہیں ہوسکتی۔ جتنی وسیع ہوسکتی تھی ہم نے کردی۔ کیونکہ قرآن شریف ازواج کو مخاطب کرتا ہے اور بعض احادیث نے حضرت فاطمہؓ اور حسنینؓ کو مطہرین میں داخل کیا ہے۔ پس ہم نے دونوں کو یکجا جمع کر لیا۔

شیعہ نے ازواج مطہرات کو سب و شتم سے یاد کیا ہے۔ اور چونکہ خدا تعالے کو معلوم تھا کہ یہ لوگ ایسا کریں گے۔ اس لئے قبل از وقت ان کی برارت کردی۔

مخالفین پر طاعون

سوال ہوا کہ بعض مخالف کہتے ہیں۔ ہم پر کیوں طاعون نہیں آتی؟

جواب میں فرمایا کہ ایک تنگ دروازہ سے جب لاکھ آدمی گذرنے والا ہے۔ تو کیا وہ سب کے سب ایک ہی دفعہ گذر جائیں گے۔ یا کسی آدمی نے لاکھ آدمی کی دعوت کی ہے۔ تو کیا سب کو ایک دم کھانا کھلا دے گا۔ نہیں بلکہ نوبت بہ نوبت۔ طاعون کا دورہ بہت لمبا ہے۔ ابھی سے کیوں گھبراتے ہیں۔ دو چار موٹے موٹے مخالف اگر جلدی مر جاویں تو پھر خاتمہ ہی ہو جائے۔ ان مخالفوں کی ہی وجہ سے تو انوار۔ برکات اور خوارق کا نزول ہوتا ہے۔ اور رہوگا۔ ابھی بعض کو ہدایت بھی ہوگی۔ اور خدا تعالے کا قانون اسی طرح پر چلا آتا ہے۔

رب ارنی کیف تحی الموتے کے معنے

سوال:۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو پوچھا رب ارنی کیف تحی الموتے اس سے کیا غرض ہے؟

جواب:۔ اس میں اللہ تعالے کا مطلب جس کو سر الہی سمجھنا چاہیئے یہ ہے کہ ہر ایک چیز میری آواز سنتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مُردوں کے زندہ ہونے پر کوئی شک پیدا نہیں ہوا۔ کیونکہ ہم تو ہر بار دیکھتے ہیں کہ منقول یا اغذیہ میں سے جانور پیدا ہو جاتے ہیں پیٹ میں بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔ کیا وہ پہلے مردہ نہیں ہوتا۔ پس وہ قیامت سے انکار کرنے والا کوئی احمق ہوتا ہے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تو اصل حقیقت سے واقف ہونا چاہتے تھے۔ پس اللہ تعالے نے دکھایا کہ ہر ایک چیز میری آواز سنتی ہے۔ جیسے پرندے مناسب آواز سن کر دوڑے چلے آتے ہیں۔ اسی طرح ہر ایک چیز میری آواز سنتی اور میرے پاس دوڑی چلی آتی ہے۔ یہاں تک کہ ادویہ اور اغذیہ جو ان کے پیٹ میں جاتی ہیں۔ اور ہر ذرہ ذرہ میری آواز سنتا ہے۔ پس یہاں اللہ تعالے ایمان اور معرفت کا یقین دلانا چاہتا ہے۔

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مخلوق کو خالق سے ایک باریک کشش ہوتی ہے۔ جیسے کسی کا شعر ہے ؎

ہمہ روئے در خدا دیدم ٭ وآن خدا بہ ہمہ تنہا دیدم

خدا تعالے نے جو ملائکہ کی تعریف کی ہے۔ وہ ہر ایک ذرہ ذرہ پر صادق آسکتی ہے۔ جیسے فرمایا ان من شئی الا یسبح بحمدہ اور جیسے ملائکہ کی نسبت فرمایا یفعلون ما یؤمرون۔ اس کی تشریح "نسیم دعوت" میں خوب کردی ہے۔ ہر ایک ذرہ ملائکہ میں داخل ہے اگر ان اعلے کی سمجھ نہیں آتی تو پہلے ان چھوٹے چھوٹے ملائک پر لحاظ ڈالکر دیکھو۔ ملائکہ کا انکار انسان کو دہریہ بنا دیتا ہے۔ غرض اس قصہ میں اللہ تعالے کو یہ دکھانا مقصود ہے کہ ہر ایک چیز اللہ تعالے کی تابع ہے۔ اگر اس سے انکار کیا جائے۔ تو پھر خدا تعالے کا وجود بھی ثابت نہیں ہوسکتا۔ آخر میں اللہ تعالے کی صفت عزیز اور حکیم بیان کی ہے۔ یعنی اس کا غلبہ قہری ایسا ہے کہ ہر ایک چیز اس کی طرف رجوع کر رہی ہے۔ بلکہ جب خدا تعالے کا قرب انسان حاصل کرتا ہے۔ تو اس انسان کی طرف بھی ایک کشش پیدا ہو جاتی ہے جس کا ثبوت سورۃ العادیات میں ہے۔ عزیز حکیم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کا غلبہ حکمت سے بھرا ہوا ہے۔ ناحق کا ورد نہیں ہے

اخبار احمدیہ

درس حدیث لاہور میں درس قرآن کے ساتھ درس حدیث بھی شروع ہوگیا ہے۔ صحیح بخاری کا باب کیف کان بدء الوحی الخ ختم ہو چکا ہے۔ مختصر نوٹ کسی آئندہ اشاعت میں انشاء اللہ دیئے جائیں گے۔

لیکچر ۲۰ فروری جمعہ کو حضرت مولانا مولوی صدر الدین صاحب کا لیکچر وزیرآباد میں تھا۔

۲۳ کو حضرت امیر ایدہ اللہ کا لیکچر انجمن ترقی تعلیم افریقن سر کے جلسہ میں ۲ بجے سے ۴ بجے تک ہوگا

مطبع گلزار محمدی سٹیم پریس لاہور میں شیخ گلزار محمد پرنٹر کے اہتمام سے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیلئے منشی دوست محمد پبلشر نے چھپوا کر دفتر اخبار پیغام صلح لاہور سے شایع کی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۶ یوم یکشنبہ مورخہ ۲۳ فروری ۱۹۱۹ء نمبر ۶۲

خدمت دین کیلئے جان فروشی کی ضرورت

خطبہ جمعہ

جو ۲۷ دسمبر ۱۹۱۸ء کو بر موقعہ جلسہ سالانہ حضرت [illegible] ایدہ اللہ نے دیا۔

الم یأن للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ وما نزل من الحق الخ
اس شخص کو یا ان لوگوں کو جنہیں چار سال اس بات کو سنتے ہوئے گذر گئے ہوں کہ تمہارے ناحق پر ہونے کی ایک یہی دلیل ہے کہ تم تھوڑے ہو۔ جن کی تعداد صرف چار پانچ ہی قرار دی جاتی تھی شاید

موجودہ نظارہ

جو اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ جہاں ان کے خوش کرنے کے لئے کافی ہے۔ وہیں بہت سے دلوں کو اس نظارہ کو دیکھ کر تکلیف بھی ہوئی ہوگی۔ لیکن یہ خوشی کوئی اس لئے نہیں کہ کثرت کو کسی کی صداقت کا معیار ٹھیرایا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ بہتر جانتا ہے۔ کہ جب میں نے بھی آپ لوگوں کو دعوت دی کہ آپ اس قومی اجتماع میں شامل ہوں۔ تو اس نیت سے نہیں کہ کوئی جتھا ہو۔ اور مقابل گروہ کو کہہ سکیں کہ ہمارے ساتھ اتنے آدمی ہیں۔ کیا ہی وہ کمینہ جواب تھا جو ہم کو پرسوں دیا گیا۔ چار سال تک ہم محض احقاق حق کے لئے مباحثہ کا وقت رکھتے رہے۔ اور میاں صاحب کو اور ان کے مریدین کو دعوت دیتے رہے کہ وہ ہمارے جلسہ پر آئیں اور ہمارے بیانیہ سنیں۔ اور ان پر اعتراض کریں۔ لیکن کیا جواب دیا گیا۔ جب میاں صاحب کو اس جلسہ پر آنے کے لئے کہا۔ کہ تم اپنے جلسہ کی رونق بڑھانے کے لئے ہمیں بلاتے ہو۔ اور یہ تم نے چالاکی کی ہے۔ اللہ تعالےٰ بہتر جانتا ہے کہ میرے وہم میں بھی کبھی یہ نہیں آیا۔ کہ جلسہ کی رونق کو اس طرح بڑھایا جائے۔

تھوڑے یا زیادہ ہونا

کوئی ذلت یا فخر کی بات نہیں۔ بلکہ کثرت تو ایسی چیز ہے کہ انسان اس سے دھوکا کھا جاتا ہے۔ بہت ہونا ہی بعض اوقات ذلت کا موجب ہو جاتا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ابھی موجودہ اختلافات نہ ہوا تھا کہ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نے اپنا ایک الہام سنایا۔

کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ کی وفات اس کے معاً ہی بعد واقعہ ہوئی ہے مجھے اسی وقت خیال تھا کہ یہ اللہ تعالےٰ کی اس سنت کی طرف اشارہ ہے۔ کہ جب حق و باطل میں جھگڑا ہوتا ہے تو پہلے حق کے ساتھ تھوڑے ہوتے ہیں۔ پھر اللہ تعالےٰ کی تائید و نصرت کے ساتھ وہ کثیر گروہ پر غالب آتے اور بڑھ جاتے ہیں۔ یاد رکھو اللہ تعالےٰ کی تائید معلوم نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ کمزوری کی حالت سے نہ اٹھیں۔ اگر پہلے ہی دن سب کچھ کیا کرایا مل جائے تو اس کی نصرت کا پتہ کیونکر لگے۔

اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل سے اس وقت ایک ایسی جماعت کو کھڑا کر دیا۔ جو بظاہر کمزور نظر آتی تھی۔ مگر اس نے اس کی تائید کی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ پاک تعلیم جو اس کے مسیح نے آکر دی ملیامیٹ ہو جائے۔ جس طرح پہلے مسیح کی اصل تعلیم کا آج نام و نشان پایا نہیں جاتا۔ اور توحید کی جگہ تثلیث نے لے لی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ نظارہ خوش کرنے کے لئے کافی نہیں۔ بہت ہوں اور ہمت نہ ہو۔ تو کوئی فائدہ اس کا نہیں۔

تھوڑے ہوں اور باہمت ہوں

تو وہاں سے بہت بڑھ چڑھ کر ہیں۔ اس لئے کمی اور بیشی کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ ایک وقت مسلمانوں پر آتا ہے۔ کہ ۳۱۳ آدمی ہزار آدمیوں پر غالب آ سکتے ہیں۔ ایک وقت ۳ ہزار ۴ ہزار پر غالب آجاتے ہیں۔ لیکن ایک دوسرے وقت بارہ ہزار کا لشکر چار ہزار کے سامنے بھاگ سکتا ہے۔ جنگ بدر میں ۳۱۳ مسلمان ایک ہزار کفار پر غالب آتے ہیں۔ جنگ احد میں ۷۰۰ تین ہزار پر غلبہ پاتے ہیں۔ اور غزوہ احزاب میں تین ہزار ۲۴ ہزار پر۔ لیکن وہی مسلمان جنگ حنین میں بارہ ہزار ہو کر ۴ ہزار کفار سے شکست کھا جاتے ہیں۔ کیوں؟ قرآن کریم وجہ بتاتا ہے۔ ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم۔ حنین کے دن تمہیں تمہاری

کثرت نے عجب میں ڈالدیا

فلم تغن عنکم شیئاً پس اس نے تم کو کچھ فائدہ نہ دیا۔ یہ ہے کثرت کا حال۔ آگے فرماتا ہے وضاقت علیکم الارض بما رحبت۔ زمین باوجود اپنی وسعت کے تم پر تنگ ہو گئی۔ ثم ولیتم مدبرین۔ پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگے۔ پس یہ تو ہے کثرت کی حقیقت۔ اس لئے اگر آج یہ فخر پیدا ہو کہ ہم بہت ہیں۔ تو یہ فخر ہلاک کرنے کے لئے کافی ہے۔

اللہ تعالےٰ کیا چاہتا ہے

وہ کسی کثرت تعداد کا خواہاں نہیں۔ بلکہ فرماتا ہے۔ الم یأن للذین آمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ وما نزل من الحق۔ کیا ابھی وقت نہیں آیا ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے۔ کہ ان کے دل گر جائیں پست ہو جائیں اللہ کے ذکر کے سامنے۔ اور اس کے لئے جو کچھ حق سے نازل ہوا۔ کیا ہم نے نہیں دیکھا۔ کہ اس وقت قوموں نے کس طرح سے اپنے مقاصد کی خاطر اپنی زندگی کو قائم رکھنے کے لئے اپنے آپ کو قربان کر دیا ہے۔ کیا یہ نظارہ ہمارے لئے کافی نہیں۔ کہ کس طرح پر قوموں کی قومیں کٹوا دی گئیں۔ اور لاکھوں انسان ہلاک اور تباہ ہو گئے۔ پھر کیا ابھی مسلمانوں پر وقت نہیں آیا کہ وہ دیکھیں کہ

کس طرح ایک عالمگیر مصیبت میں دنیا مبتلا ہو گئی۔ اور خدا کا عذاب سب پر حاوی ہو گیا۔ پھر کیا ایسے نظاروں کے دیکھتے ہوئے ابھی انہیں کام کی فکر پیدا نہیں ہوتا۔ اور ان کے دل اللہ کے ذکر کے لئے جھک نہیں جاتے یہ جو فکر لوگوں کو ہوتا ہے کہ ہم اگر کوئی

خدمت دین کا کام

کرینگے تو بال بچے کیا کریں گے۔ وہ کہاں سے کھائیں گے۔ اس خدا نے ہمارے سامنے ایک عالمگیر مصیبت کے نظارے کو لاکر بتادیا ہے کہ یہ بالکل لغو بہانے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود نے رویا میں دیکھا تھا کہ بہت سی بھیڑیں ہیں۔ اور چند قصاب بیٹھے ہیں۔ اور کسی حکم کی انتظار میں آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ معاً انہیں حکم ہوتا ہے۔ اور وہ ان کے گلوں پر چھریاں چلا دیتے ہیں۔ وہ تڑپتی ہیں تو وہ قصاب کہتے ہیں کیا ہو گو کھانے والی بھیڑیں ہی ہو۔ ان سے کون مراد ہیں۔ یہی دنیا کی محاسبت رکھنے والے انسان خدا کو کسی کی کیا پرواہ ہے۔ اس کی کروڑ در کروڑ مخلوق میں انسان کیا چیز ہے۔ تو ان واقعات کو دیکھ کر کیا تمہارے او پر وہ وقت نہیں آیا۔ کہ تم سمجھ لو۔ کہ اس فرض کے لئے تم جماعت نہیں بنے۔ کہ سال کے بعد ایک جگہ پر جمع ہو گئے۔ اور کچھ تقریریں سن کر دل خوش کر لیا۔ تم نے

خدا کے مامور کے ہاتھ پر عہد

کیا ہے۔ کیا اس کی کوئی ذمہ داری تم پر عاید نہیں ہوتی۔ کیا اس عہد کو پورا کرنا ہمارا فرض نہیں۔ کب تک ہم ان باتوں کو ٹالتے رہیں گے۔ اپنی ذمہ داری کو نہ دیکھنا اور عہد کو مد نظر نہ رکھنا یہ ایک بڑی خطرناک غلطی ہے۔

ہمارے عہدوں کی حالت

یہ ہے کہ ابھی رات کو محمد حبیب خاں صاحب نے دستخط کرانے شروع کئے کہ ہم کلی اپنے آپ کو شریعت اسلامی کے تابع کریں گے۔ اور تمام امور میں جو ہمارے امکان میں ہیں شریعت پر کاربند ہونگے۔ یہ ایک نہایت ہی اعلےٰ درجہ کا کام ہے مگر اس تحریر کا ہمارے سامنے آنا درحقیقت ہماری خطرناک ہتک تھی۔ یہ ایسا ہی تھا جس طرح ایک شخص ٹمپرنس سوسائٹی کا ہمارے پاس آئے۔ اور شراب نہ پینے کا اقرار ہم سے مانگے۔ تو ہم اس کو اپنی ہتک سمجھتے ہیں حالانکہ کام تو اچھا ہے۔ مگر جب ہم خدا اور رسول کے حکم کے ماتحت اسے چھوڑ چکے تو کسی الناس سے اقرار کرنے کے کیا معنے۔ لیکن اس کاغذ کے اوپر سب سے پہلا دستخط کرانے والا میں ہوں۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ قوم کے اندر ابھی وہ حالت پیدا نہیں ہوئی۔ کہ اس اقرار نامہ کی اسے ضرورت نہ ہو۔ قوم اس وقت ابھی ایک ناقص حالت میں ہے۔ بظاہر کہنے کو سب کچھ مانتے ہیں۔ لیکن اس قدر نہیں۔ ابھی بہت چیزوں کی حکومت کے وہ نیچے ہے۔ رسم و رواج کی حکومت ابھی نہیں اٹھی [illegible]

عورتوں کی وہ حکومت

ہے۔ جو خدا کے نزدیک پسندیدہ نہیں۔ ایک شخص ایک نیک کام کرنا چاہتا ہے۔ اس کی عورت اس کی راہ حائل ہو جاتی ہے۔ حالانکہ انما ازواجکم واولادکم عدو لکم فاحذروھم [illegible] توجہ دلائی گئی تھی۔ دین کی خدمت میں نیکی کے اختیار کرنے میں عورتیں اور بیٹے اگر حائل ہوتے ہیں تو وہ تمہارے دوست نہیں۔ بلکہ دشمن ہیں۔ مگر میں کہتا ہوں کہ

عورتوں کا قصور نہیں

یہی مردوں کا اپنا قصور ہے۔ عورتیں ضروریات دین سے بے خبر ہیں۔ ان کو علم نہیں کہ دین اسلام کن مصائب کے نیچے ہے اور اس وقت اس کی خدمت کے لئے کس طرح جاں فروشی کی ضرورت ہے ان کو ہم نے خود ناواقف رکھا ہوا ہے۔ پھر اگر ایک شخص کام کرنے کا پورا عزم کر لے تو دنیا کی کوئی چیز اس کی راہ میں روک نہیں ہو سکتی۔ خود باہمت بننا مشکل ہے ..... اب

ہم میں سے چند آدمی

ہیں۔ انہوں نے آپس میں یہ عہد کیا کہ جہاں کہیں بھی انہیں جس وقت بھیجا جائے گا۔ وہ جانے کو تیار ہیں جو شخص ہمت کر کے یہ الفاظ ایک دفعہ موہنہ سے نکال دیتا ہے۔ اسے چاہیئے کہ اب ان پر ثابت قدم رہے۔ میں کہتا ہوں کہ وہ بیبیاں جو اس وقت جانے میں روک ہیں۔ اگر انہیں یہ معلوم ہو جائے کہ انہوں نے یہ کام کرنا ہے۔ تو وہ خوشی سے اجازت دیں گی۔ اگر انہیں یہ بھی معلوم ہو جائے کہ یہ بات اب ٹلنے والی نہیں۔ ان کے خاوند جس بات کا ارادہ کر چکے ہیں۔ اب وہ اس سے ہٹنے والے نہیں۔ تو وہ روک نہ رہینگی۔

خود دلوں کے اندر عزم ہونا چاہیئے

یہ ایک کمزوری کی بات ہے جو میں نے جماعت میں دیکھی۔ کہ عورتوں یا بچوں کی وجہ سے وہ اپنے عزم کو ترک کر دیتے ہیں۔ ایک حدیث میں آتا ہے کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ۔ ہر ایک تم میں سے بادشاہ ہے۔ اور ہر ایک سے اپنی رعیت کے متعلق پوچھا جائیگا کس بات کا بادشاہ ہے ہر ایک کے ذمہ کچھ حقوق ہیں۔ جن کو ادا کرنا اس کے لئے ضروری ہے۔ اور وہ ان کے متعلق پوچھا جائیگا۔ وہ ان کے لئے جواب دہ ہے۔ یہی اس کی بادشاہت ہے۔ اس لئے تم ان حقوق کو ادا کرو۔ جو دین کے بارہ میں تم پر عاید ہوتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں ایک لفظ موہنہ سے نکال کر پھر مرد بننا چاہیئے۔ میں کہتا ہوں انسانیت یہی ہے کہ جو بات منہ سے کہے اسے پورا کر کے دکھائے۔ ایک حیوان اور انسان میں کیا فرق ہے۔ حیوان کو تم پکڑ لو۔ اسے جوت لو۔ کوئی کام اس سے لے لو۔ وہ تمہارے کرانے پر کرے گا۔ برخلاف اس کے انسان کے اندر خود بخود کرنا ڈالا گیا ہے پس اگر اپنے سروں پر کوئی ذمہ داری قبول کی ہے۔ تو اسے پورا کرو۔ دیکھو بات کو منہ سے نکال دینا بڑا آسان ہے۔ لیکن اس کو کر کے دکھانا بڑا مشکل ہے۔ کسی کام کو کرنے سے پہلے اسے سوچو اور خوب غور کرو۔ لیکن جب اسے اختیار کر لو تو پھر کر گذرو۔ پھر سوچنے کا وقت نہیں ہوتا

سوچنے کا وقت

وہ تھا جب تم ابھی اس سلسلہ میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ اس وقت تم حق رکھتے تھے۔ کہ قبل اسکے کہ اس سلسلہ میں داخل ہوتے خوب سوچتے۔ اور غور کرتے۔ کہ اس میں شامل ہونا یا تمہارے لئے ضروری اور مفید ہے یا نہیں۔ لیکن جب تم داخل ہو گئے۔ جب تم نے خدا کے مامور کے ہاتھ پر کام کرنے کا عہد کر لیا تو سوچنے کا وقت گذر چکا۔

اب کام کرنے کا وقت ہے

کام کرتے وقت سوچا نہیں کرتے۔ اگر تم اس کام کو صحیح نہیں جانتے۔ تو پہلے ہی اسے قبول نہیں کرنا تھا لیکن جبکہ قبول کر لیا۔ تو اب کام کر لینا چاہیئے۔ جو لوگ ایسا کرنے والے ہیں۔ کہ ایک کام کا عزم کر کے پھر اسے کرتے نہیں۔ ان کے متعلق قرآن کریم نے بڑی تہدید فرمائی ہے۔ فرماتا ہے یقولون ما لا یفعلون۔ پس تمہارے یہ اقرار محض شاعروں کی شاعری ہی معلوم ہوں۔ اقرار کرنے سے پہلے بیشک

اچاہو اس پر غور کرو۔ لیکن جب غور اور فکر کر کے ایک جگہ پہنچ گئے تو اب اس سے پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے۔ بلکہ آگے قدم اٹھاؤ۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ یورپ میں

کتنے انسان تباہ ہو گئے

کیا اس عظیم الشان روسی قوم کی آج کوئی طاقت نظر آتی ہے۔ جو کل تک ایک نمایاں حصہ دنیا پر حکمران تھی۔ کیا نہیں دیکھتے کہ بڑے بڑے تاجر بڑے بڑے علم اور روپیہ والے لوگ اس جنگ کی نذر ہو گئے۔ کیا یہاں سے لوگوں نے حقیر تنخواہوں کے لئے جا کر اپنے سر نہیں کٹوا دیئے۔ پھر یہ تو بڑی ہی کم ہمتی ہے کہ جب دنیا کے لئے اپنے اوپر دکھوں کو قبول کرتے ہو تو دین کے لئے نہ کرو۔ وہ

مجنون کا خطاب

جو انبیاء علیہم السلام کو دیا کرتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ وہ تم پر بھی عائد ہو۔ لوگ ان کو مجنون کیوں کہتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کو ایک بات کی ہی دھن لگ جاتی ہے۔ اسی لئے وہ کامیاب ہو جاتے ہیں۔ وہ جو منافق لوگ مسلمانوں کو کہا کرتے تھے۔ انؤمن کما آمن السفہاء کیا ہم ایمان لے آئیں۔ جس طرح یہ بیوقوف لوگ ایمان لے آئے۔ وہ کیا بات تھی جس کیلئے وہ مسلمانوں کو بے وقوف کہتے تھے۔

مسلمانوں نے کیا کیا

کہ ان کی نظروں میں بیوقوف کہلائے۔ وہ یہی تھا کہ انہوں نے اپنے گھر بار، وطن جائیدادیں اور عزیز و اقارب سب چھوڑ دیئے۔ ورنہ بظاہر تو وہ منافق بھی ساتھ تھے۔ انہوں نے یہ سب کچھ چھوڑا نہیں۔ اور مسلمانوں نے دین کی خاطر انہیں چھوڑا۔ لیکن یاد رکھو ان کے لئے جو نہیں چھوڑتے کیا فتویٰ ہے۔ قیامت میں کیا اس دنیا میں ہی وہ بھی ان چیزوں سے الگ کر دیئے جاتے ہیں۔ اور قیامت میں ان کی یہ حالت بیان کرتا ہے کہ ینادونہم الم نکن معکم۔ وہ مسلمانوں کو اس وقت انفصال الٰہی کے اندر دیکھ کر پکار رہے ہیں۔ کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے۔ قالوا بلیٰ کہیں گے ہاں ظاہر میں بیشک تم ہمارے ساتھ تھے ولکنکم فتنتم انفسکم لیکن تمہاری جانوں نے تمہیں فتنہ میں ڈالا۔ وتربصتم اور تم انتظار میں بیٹھے رہے کہ مسلمان کب تباہ ہوتے ہیں۔ وارتبتم اور شکوں کے اندر مبتلا ہے۔ کہ خدا جانے یہ جو کچھ کتاب ہے سچ بھی ہے یا نہیں۔ وغرتکم الامانی اور تمہاری خواہشات نے تمہیں دھوکا میں ڈالا۔ حتیٰ جاء امر اللہ یہاں تک کہ اللہ کی سزا آ گئی۔ وغرکم باللہ الغرور اور شیطان نے اللہ سے تمہیں دھوکا میں ڈالے رکھا۔ شیطان کا بہکانا کیا ہوتا ہے۔ وہ طرح طرح کی خواہشیں انسان کے اندر ڈال دیتا ہے۔ جو دین کے رستہ میں اس کے لئے روک ہو جاتی ہیں۔ الشیطان یامرکم بالفحشاء

یہ تو ان منافق لوگوں کا حال ہے۔ وہ تو ایک گروہ تھا۔ جو اسلام کا دل سے دشمن تھا لیکن وہ لوگ جو ان

منافقوں کے ساتھ مشابہت

پیدا کرتے ہیں وہ بھی فائدہ میں نہیں۔ منافقوں کے ساتھ یہ مشابہت ہے کہ ظاہر میں کہے کہ میں ساتھ ہوں لیکن عملی طور پر ساتھ نہ دے، اور کر کے کچھ نہ دکھائے۔ کیا وہ لوگ جو ایک عمارت بن رہی ہو اور وہ اس کا سامان بہم نہ پہنچائیں۔ وہ اس کے بنانے والے سمجھے جائیں گے اس لئے جو شخص دل کے ساتھ شامل نہیں ہوتا وہ ہمارے ساتھ نہیں۔ وہ جس نے دل کے ساتھ یہ نہیں ٹھان لیا کہ دین کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنا ہے، اور تمام مشکلات کو اپنے اوپر برداشت کر کے بھی اسلام کی خدمت کرنی ہے وہ سلسلہ کی اصل غرض کو سمجھا ہی نہیں۔ کہا منہ سے ان لوگوں نے بھی بیس مان لیا تھا جن کو منافق کہا جاتا ہے۔ کیا بُرا کام انہوں نے کیا تھا۔ منہ سے تو وہ اسلام کو مانتے تھے۔ لیکن جب وقت آیا تو کہنے لگے ان بیوتنا عورۃ ہمارے گھر خالی ہیں۔ وہاں حفاظت کرنے والا کوئی نہیں۔ آج بھی اگر یہی عذر پیش ہو تو کیا فرق ہے ان میں اور ہم میں۔ منہ سے کہنے کو تو بہت ہیں۔ لیکن جس وقت کام کرنے کا وقت آتا ہے، اس وقت وہ انسان نہیں جو عذر کرنے لگ جائے۔ کیا جس وقت کوئی تمہارا عزیز بیمار ہوتا ہے تو باوجود سخت خطرات کے تم ان کی خدمت اور تیمارداری نہیں کرتے۔ پھر وہ تو ابھی قریب ہیں۔ اگر کوئی بھی مسلمان مصیبت میں مبتلا ہو۔ تو اس کو اس سے چھڑانا ایک مسلمان کا فرض ہے۔ یہ زندگی اسلئے نہیں بنائی گئی کہ انسان اس سے کام نہ لے۔ یہ بچا کر رکھنے کے لئے نہیں۔ لیکن اپنے دنیا کے تمام کام تم کرتے ہو۔ ہر قسم کی مشکلات تمہیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ مگر جب خدا کا کام آ جائے۔ تو عذر اور حیلے موجود ہو جاتے ہیں۔

میں کہتا ہوں بیشیرے لفظ مونہہ سے نکالتے ہو، سوچ کر نکالو۔ اور پھر ان پر عمل کر کے دکھاؤ۔ اب یہ کاغذ تمہارے سامنے آتا ہے (جو خان عجب خان صاحب نے شریعت کی پابندی کے لئے بطور اقرار نامہ پیش کیا) تمام لوگ دستخط کرو۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ تم میں جرات نہیں کہ اس پر کاربند ہو سکو۔ اس وقت ہمت دکھاؤ اور صاف کہدو۔ کہ ہم اس پر دستخط نہیں کرتے۔ میں نے اس کو ہمت کہا ہے۔ لیکن دراصل یہ

پہلے درجہ کی نامردی

ہے کہ شریعت پر عمل پیرا ہونے سے انکار کیا جائے۔ گو مسلمانوں نے ایسا بھی کیا ہے کہ شریعت پر رواج کو ترجیح دی ہے۔ لیکن یہ پہلے درجہ کی نامردی ہے۔ تمہارے اختیار میں ہے کہ اس نامردی کو اختیار کرو۔ یا اپنی زندگی کی فکر کرو۔ اگر تم اپنے اندر یہ ہمت دیکھتے ہو کہ اپنی بیویوں بچوں کو مجبور کر سکو گے اور ان سے منوا لو گے۔ تو تم کسی بات کا اقرار کرو۔ ورنہ نہیں۔ اس وقت اختیار ہے دونوں باتیں ہیں۔ چاہے تو نامردی اور کمزوری کی راہ اختیار کرو۔ اور چاہے ہمت کر کے دکھاؤ۔ اور پھر اپنی بات پر پورے طور پر قائم ہو جاؤ۔ دیکھو وہ

بڑا ہی عزت کے قابل انسان

ہے کہ جس کے منہ سے ایک لفظ نکلا ہوا پھر واپس نہیں آتا۔ اور اسی پر کھڑا ہو جاتا ہے۔ وہ کس کام کا جس کے منہ سے لفظوں پر لفظ نکلتے چلے جائیں۔ اور ان کا اثر کوئی نہ ہو۔ انسانیت یہ ہے کہ انسان اپنی ذمہ داری کو پہچانے۔ ایک بات کا جب تم ذمہ لیتے ہو۔ تو چاہیئے کہ تمام رکاوٹیں تمہارے سامنے ہیچ ہو جائیں۔ کل ہی ایک واقعہ سنایا تھا۔ کہ جنگ احد میں جب آنحضرت صلعم کے شہید ہو جانے کی خبر اڑ گئی۔ تو لامحالہ مسلمانوں کے دلوں میں کچھ کمزوری سی پیدا ہوئی۔ ایک صحابی نے جب یہ حالت دیکھی تو ایک سے پوچھا کہ کیا حال ہے۔ اس نے کہا کہ محمد صلعم تو قتل ہو گئے۔ وہ کہنے لگے ان کان محمد قد قتل فرب محمد لم یقتل فقاتلوا علی ما قاتل علیہ۔ اگر محمد صلعم قتل ہو گئے ہیں تو رب محمد تو زندہ ہے۔ وہ تو قتل نہیں ہوا۔ پس اٹھو اس چیز پر محمد صلعم لڑتے تھے۔ میں بھی تمہیں کہتا ہوں کہ اگر تمہیں مسلمان نابود ہوتے ہوئے بھی نظر آئیں تو بھی

اسلام کے اصول تو مر نہیں سکتے

تم اپنے اندر ہمت دکھاؤ۔ اور ان اصولوں کے ذریعہ سے دنیا کو اسلام کا قائل کرو۔ آپ لوگ میری عزت کرتے ہیں۔ اس سے بعض اوقات شرمندہ بھی ہوتا ہوں۔ لیکن وہ عزت آپ میری نہیں بلکہ انسانیت کی عزت کرتے ہیں۔

میری حالت

تو اس شخص کی طرح ہے۔ جس کے پاس کبھی ایک غلام تھا جس پر اس نے بہت سے احسانات کئے اور آخر اس کو آزاد کر دیا۔ اتفاق سے وہ شخص کسی وقت خستہ حالت کو جا پہنچتا ہے۔ اور وہ غلام بڑھتے بڑھتے ملک فریدہ کا بادشاہ بن جاتا ہے۔ وہ شخص اس کے پاس اس لئے جاتا ہے کہ ممکن ہے اس سے امداد مل سکے جو وقت وہ جاتا ہے تو وہ شخص جو اس کا غلام تھا اور اب بادشاہ ہے اس کی بڑی عزت کرتا ہے۔ اس کو اپنے پاس تخت پر بٹھاتا ہے۔ اس کے بیٹے جب اس کو دیکھتے ہیں تو منقبض ہوتے ہیں کہ ہمارے باپ نے کیوں ایسے آدمی کو تخت پر بٹھا لیا ہے۔ الگ ہو کر باپ سے وہ اس کی شکایت کرتے ہیں کہ اس طرح ہماری عزت کو بٹہ لگتا ہے۔ اگلے دن وہ شخص دربار لگاتا ہے اور اس دربار میں تخت پر اسی آدمی کو بٹھاتا ہے۔ اور خود ہاتھ جوڑ کر اس کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ اور کہتا ہے دیکھو میں اس کا آزاد کردہ غلام ہوں۔

میری حیثیت اس آزاد کردہ غلام سے زیادہ نہیں

نہ میرے دل میں کوئی خیال حکومت کا ہے۔ اگر ہے تو یہی کہ تم سے مطالبہ کرونگا کہ جس بات کا تم نے عہد کیا ہے اس سلسلہ میں داخل ہو کر اسے پورا کر کے دکھاؤ۔ صحیح ہے کہ تمہیں حکم ہے کہ اگر تم پر کوئی حبشی غلام بھی مسلط کیا جائے تو اس کا کہا مانو۔ لیکن سچی بات یہ ہے کہ وہ اصول جس پر ہم دوسروں سے لڑتے ہیں کہ

امرہم شوریٰ بینہم

اگر کسی کو ناپسند بھی ہو۔ تو میں کہونگا اسی پر کاربند ہونا ضروری ہے۔ میرا اصول یہی ہے کہ مشورہ سے تمام امور کا فیصلہ ہونا چاہیئے۔ اس سے میرا بوجھ ہلکا رہتا ہے۔ یہ بالکل سچی بات ہے کہ جب ایک فیصلہ کرتے ہیں تو میں اس کو نفاذ میں لانے والا ہوں۔ لیکن مفید امور کا مشورہ سے ہی ہونا چاہیئے۔ کیا نہیں دیکھتے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو احد کے میدان میں کس قدر تکالیف اٹھانی پڑیں۔ لیکن کبھی آپ نے یہ نہ کہا کہ تم نے باہر جانے کا مشورہ دیا تھا۔ اور تم نے میری رائے نہ مانی۔ اسلئے تکلیف وارد ہوئی۔ تو تم جو اقرار کرتے ہو وہ میرے ساتھ نہیں بلکہ خدا کے ساتھ اقرار کرتے ہو۔ اس اقرار کو نبھانا تمہارا کام ہے۔ میں ان بیبیوں کو سنانا چاہتا ہوں، جو آج اس اقرار کے پورا ہونے میں روک ہو سکتی ہیں۔ انہیں وہ روح اپنے اندر پیدا کرنی چاہیئے کہ میدان جنگ سے کچھ مسلمان بھاگ کر آتے ہیں تو ان کی عورتیں ان کے منہ پر مٹی ڈالتی ہیں اور کہتی ہیں کہ ہم تمہیں گھروں میں داخل نہیں ہونے دینگی۔ جاؤ اور جا کر لڑ کر مر جاؤ۔ وہ روح تمہیں پیدا کرنی چاہیئے۔ جو اسماء بنت ابوبکرؓ کے اندر تھی۔ اس کے بیٹے عبداللہ بن زبیر نے جب دیکھا کہ اب کوئی صورت فتح کی نہیں تو ماں سے جا کر پوچھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ کیا اب میں دشمن سے صلح کر لوں۔ اس نے کہا چلا جا اور جا کر قتل ہو جا۔ یہ سن کر وہ اندر بڑھے کہ زرہ پہنیں۔ ماں نے پوچھا کہاں جاتا ہے۔ کہا کہ زرہ بکتر پہننے جاتا ہوں۔ فرمانے لگیں جب قتل ہونا ہے تو زرہ بکتر کی کیا ضرورت ہے یونہی جاؤ اور لڑ کر جان دو۔ جب یہ روح عورتوں کے اندر پیدا ہوتی ہے تو کوئی کام بنتا ہے۔ اس لئے سب سے پہلی بات جو میں کہنی چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ آپ

اپنی ذمہ واریوں کو سمجھیں

مجھے خوشی ہے کہ میں ان لوگوں کو مخاطب کرتا ہوں جو کام کرنے کے اہل ہیں۔ پس تم اپنے فرائض کو سمجھ کر ان پر کھڑے ہو جاؤ جس طرح تمہیں اپنے دوسرے کاروبار کی فکر ہوتی ہے جس طرح اپنی دکانوں کے بڑھانے کی رات دن تمہیں فکر لگی رہتی ہے۔ اس سے بڑھ کر دین کا خدا کا اسلام کو پھیلانے کا غم تمہیں ہونا چاہیئے۔ وہ جانبازی اور عشق اپنے اندر پیدا کرو جو صحابہ کے اندر تھا۔ وہی روح تم بھی اپنے اندر پیدا کرو۔ اور کام کر کے دکھاؤ۔ کیا تم جانتے ہو کہ

مال کی وجہ سے کسی کی اتنی عزت نہیں ہوتی

جتنی کام کی وجہ سے ہوتی ہے۔ کیا تم محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اس لئے عزت کرتے ہو کہ وہ کوئی جائداد اپنے پیچھے چھوڑ گئے تھے۔ کیا ان کے پاس کوئی بہت بڑا مال تھا۔ مال کی تو یہ حالت ہے کہ جب بیبیاں کچھ مال کی خواہش کرتی ہیں تو جواب ملتا ہے یا ایہا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا و زینتہا فتعالین امتعکن و اسرحکن سراحا جمیلا۔ اے نبی اپنی بیبیوں کو کہدے کہ اگر تم دین کی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ تمکو مال دیدیں۔ لیکن پھر ہمارے گھر میں تم نہیں رہ سکتیں۔ پھر تمہیں یہاں سے رخصت کر دیا جائیگا۔ وان کنتن تردن اللہ و رسولہ والدار الاخرۃ فان اللہ اعد للمحسنات منکن اجرا عظیما۔ اور اگر اللہ اور اس کے رسول اور دار آخرت کو چاہتی ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے محسنات کے لئے بڑا اجر رکھا ہے۔ یہ تو مال کا حال ہے کہ اپنی عورتوں تک کو مال دینے کا روادار نہیں۔ پھر کس لئے آپ کی عزت کرتے ہو اس لئے کہ

فقیری کے اندر بادشاہت کا رنگ

رکھتا ہے۔ وہ شخص جو اس وقت جب کہ اس کی بیکسی کی حالت میں قریش کے عمائدین اس کے پاس آتے ہیں کہ تم عرب کے سارے مال و دولت کو لے لو۔ اگر عورت کی خواہش ہے تو سب سے زیادہ حسین عورت جو پسند ہو۔ وہ ہم لا دیتے ہیں۔ اگر بادشاہت چاہتے ہو۔ تو ہم اپنا بادشاہ بھی تمکو بنانے کو تیار ہیں۔ اس وقت وہ ان سب چیزوں کو لات مارتا ہے۔ بڑا ہی کم حوصلہ وہ انسان ہے جو فقیری کے اندر بادشاہت کا رنگ رکھتا ہے۔ وہ بادشاہ ہو کر اس کی کیا پرواہ رکھتا ہے۔ کیوں وہ

بادشاہ ہو کر فقیری کا نمونہ

نہ دکھائے۔ کیا نقشہ تھا آپ کے گھر کا جب آپ کے بادشاہ ہو چکے بعد حضرت عمرؓ آپ کے گھر میں جاتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ گھر میں سوائے ایک پانی کی ٹھلیا اور بوریئے کے جس کے اوپر آپ لیٹے ہوئے ہیں اور جس کے نشان آپ کی پیٹھ پر نمایاں ہیں۔ اور کچھ نہیں۔ یہ آپ کی بادشاہت کا زمانہ ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی شادیاں کرتے ہیں ان کی

شادیوں کے ولیمے

کی حالتوں کو پڑھو۔ اور اپنی دعوتوں کی فضولیات کا ان سے مقابلہ کرو۔ خیبر آپ فتح کر کے آتے ہیں رستہ

تم سب اپنے اپنے گھر سے کھانا لے آؤ۔ اور یہاں اکٹھے بیٹھ کر کھاؤ۔ یہ ہے آپ کی دعوت ولیمہ۔ لیکن آج دعوتوں پر بھی اپنا جب تک [illegible] حق سمجھتے ہیں۔

[illegible] محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت کرتے ہو تمہارے [illegible] گواہی دیتے ہیں کہ

یہ عزت جو تم کرتے ہو۔ مال کی عزت نہیں

یہ مال کیا ہے۔ ایک کام دینے والی چیز ہے۔ اور بیشک اس کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن کوئی انسان نہیں۔ جس کی عزت آج تک مال کی وجہ کسی نے کی ہو۔ جس کی عزت ہوئی ہے۔ کام کی وجہ سے ہوئی ہے۔ میں نہیں کہتا کہ تم جائدادیں نہ بناؤ۔ لیکن ایک فرق چھوٹا سا بتا دیتا ہوں۔ ان کان آباؤکم وابناءکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال ن اقترفتموہا وتجارۃ تخشون کسادھا ومسٰکن ترضونھا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجہاد فی سبیلہ فتربصوا حتے یاتی اللہ بامرہ واللہ لایھدی القوم الفسقین۔

بیشک تمہارے باپ اور بیٹے۔ تمہارے بھائی تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے یہ سب ضروری ہیں۔ تمہارے پاس مال بھی بیشک ہوں۔ صحابہ کے پاس بھی بڑے مال تھے۔ ورنہ وہ اس قدر جائدادیں خدا کی راہ میں کس طرح دیتے۔ پھر تجارت تمہاری ایسی گرم ہو۔ اس پر ایسی توجہ کی ضرورت ہو۔ کہ ذرا بھی توجہ ہٹانے سے اس کے سرد پڑ جانے کا اندیشہ ہو۔ پھر تمہارے پاس بڑے بڑے مکان بھی ہوں۔ جنہیں تم دیکھ کر خوش ہوتے ہو۔ یہ سب کچھ تمہارے پاس ہونا چاہیئے لیکن اگر یہ چیزیں خدا اور رسولؐ کی راہ میں تمہیں زیادہ عزیز ہیں۔ اور اللہ کی راہ میں جہاد سے تمہیں روکتی ہیں۔ فتربصوا۔ ٹھیر جاؤ۔ حتی یاتی اللہ بامرہ یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے۔ واللہ لا یھدی القوم الفسقین۔ اور اللہ فاسقوں کی قوم کو ہدایت نہیں کرتا وہ اللہ کا حکم یہی ہے۔ کہ اللہ کی سزا ان پر آئے۔

اس لئے میں تمہیں توجہ دلاتا ہوں کہ

یہاں سے گھروں کو جاؤ تو اس خیال کو ساتھ لیکر جاؤ

اور کچھ کام کرو۔ تم یہاں اقرار کرتے ہو۔ اور کہتے ہو کہ قال اللہ اور قال الرسول پر عمل کرینگے۔ قال اللہ اور قال الرسول میں باجماعت نماز بھی ہے اگر

نماز باجماعت

میسر آسکتی ہے۔ اور تم ادا نہیں کرتے۔ تو تم نے اس اقرار کو پورا نہیں کیا۔ پھر تمہارے

آپس کے تعلقات برادرانہ

ہیں۔ صحابہ نے ان برادرانہ تعلقات میں یہاں تک ترقی کی کہ اللہ تعالےٰ کو حکم نازل کرنا پڑا۔ کہ ورثہ کے وہ حقدار نہیں۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے لوگ ہجرت کرکے آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے ساتھ ان کا عقد مواخات قائم کر دیا۔ جس کو انہوں نے یہاں تک ترقی دی۔ کہ ایک شخص نے اپنے ساتھی مہاجر کو کہا کہ میری دو بیبیاں ہیں۔ میں ایک کو جسے تم پسند کرو طلاق دیدوں؟ یہ روح ہمدردی کی آپس میں پیدا کرنی چاہیئے۔ اسی لئے حضرت صاحب (مسیح موعودؑ) نے حکم دیا تھا کہ تم

آپس میں رشتے

کیا کرو۔ وہاں کوئی اپنی لڑکی دوسروں کو نہ دینے اور ان کی لڑکی لے لینے کا حکم نہیں دیا۔ نہ اسے ناجائز ٹھیرایا۔ بلکہ جس طرح اپنی لڑکیاں دینے سے روکا ویسے ہی لڑکوں کے رشتے بھی ان میں کرنے سے منع کیا اور اتحاد بڑھانے کے لئے حتی الوسع آپس میں کرنے کا حکم دیا۔ اس لئے آپس کا اتحاد بڑھانے کے لئے آپس میں رشتے کرو۔

پھر میں تمہارے

اخلاق میں ایک بات

چاہتا ہوں۔ ہر ایک شخص یہ اپنے دل میں عہد کرلے کہ میں کبھی جھوٹ نہیں بولوں گا۔ جھوٹ انسان کے ایمان کو برباد کرنے والی چیز ہے۔ سچائی اس صالح خون کی طرح ہے۔ جو انسان کی صحت کو قائم رکھتا ہے۔ جس طرح صحت جسمانی کے لئے صالح خون کی ضرورت ہے اسی طرح روحانی صحت کے لئے سچائی کی ضرورت ہے۔ یہ صداقت ہی ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی صداقت کا سب سے بڑا نشان ہے۔ یہ سچائی وہ نشان تھا۔ کہ آپ نے اپنے مخالفوں کو ایک دن پہاڑ کے اوپر کھڑے ہو کر پکارا۔ جب وہ سب جمع ہو گئے تو آپ نے پوچھا کہ کیا میں نے کبھی جھوٹ بولا ہے۔ انہوں نے کہا نہیں آپ نے پوچھا اگر میں تمہیں خبر دوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک بڑی فوج ہے جو تم پر حملہ آور ہونے والی ہے۔ تو کیا تم مان لوگے وہ کہنے لگے۔ چونکہ آج تک تم نے کوئی جھوٹ نہیں بولا۔ اس لئے اگر

[illegible] آنے والے عذاب سے ڈرجاؤ۔

تو تم بھی اپنے آپ کو ایسا صادق بنا کر دکھاؤ۔ کہ تم پر جھوٹ کا اشتباہ نہ ہو سکے۔ دنیا میں اپنے نمونہ سے دکھاؤ۔ کہ تم جھوٹ بولنے والے نہیں۔ تم ہزار وعظ کرو۔ اس کا اتنا اثر نہیں جتنا کہ نمونہ کا ہے۔ اگر نمونہ انسان کا اچھا ہو۔ تو کوئی انکار نہیں کر سکتا نیکی بڑی چیز ہے۔ نیکی کے اندر اتنی قوت ہے کہ کسی وعظ کے اندر اتنی نہیں۔ تم اگر نیکی اور حق کے اوپر قایم ہو جاؤ۔ تو کوئی بات تمہارے رستہ میں رہ سکتی ہی نہیں۔

ایک اور بات جس کی طرف بعض دوستوں نے توجہ دلائی ہے وہ

طریق تبلیغ

ہے۔ ہمیں دوسروں کو ہمیشہ ملائمت سے سمجھانا چاہیئے مسلمان اگر ایک بت کو بھی گالی نہیں دے سکتے ہیں۔ تو کسی بزرگ انسان کو جو کسی قوم کا پیشوا ہو۔ وہ کس طرح گالی دے سکتے یا سخت لفظ اس کے متعلق استعمال کر سکتے ہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی دوسروں کو برا نہیں کہا۔ اسی طرح تم بھی دوسروں کو بلاؤ۔ تو بڑی ملائمت کے ساتھ بلاؤ۔ ہمیں بڑی بحثوں کی ضرورت نہیں۔ اپنا نیک نمونہ ہونا چاہیئے۔ دوسرے مسلمانوں میں سے جن کے اندر جوش اور غیرت ہوگی خود بخود ساتھ ہو جائے گا۔ لوگوں کو اپنے نمونہ سے یہ بتادو۔ کہ ہم اس کام میں لگے ہوئے ہیں۔ پھر وہ خود بخود ساتھ مل جائیں گے۔ کوئی کسی سے سختی سے پیش آنے کی ضرورت نہیں۔ وہ مذہب جس نے اپنی جڑ ہی اس کے اوپر رکھ دی۔ کہ تمام مذاہب کے بزرگوں کو مان لو۔ وہ ان کو برا کہنا کیونکر جائز رکھ سکتا ہے

اس لئے تم نرمی اور ملائمت سے سمجھاؤ۔ اور اپنے نیک نمونہ سے دوسروں پر فتح پاؤ۔

میاں صاحب کا تبادلۂ خیالات سے گریز

گذشتہ دسمبر ۱۹۱۸ء میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے میاں محمود احمد صاحب کو اپنے جلسہ سالانہ پر آنے کے لئے سبب دعوت دی اور تبادلۂ خیالات کیلئے لکھا۔ تو انہوں نے یہ عذر کئے کہ

۱۔ میں بیمار رہا اور اس وجہ سے زیادہ بول نہیں سکتا۔

۲۔ میرے آنے سے میرے تمام مرید بھی لاہور آئیں گے جس سے

الف۔ قادیان کے جلسہ میں انہیں آنا دشوار ہوگا۔ کیونکہ گرانی ہے اور انفلوانزا نے پہلے ہی ان کا بہت کچھ خرچ کر دیا

ب۔ کثرت اژدہام سے پھر انفلوانزا کے رونما ہو جانے کا خطرہ ہے۔

ان عذرات کے علاوہ میاں صاحب نے اور بھی بہت کچھ طعنہ زنی سے کام لیا اور بڑے متکبرانہ لہجہ میں یہ لکھا کہ تمہارا منشا ہمیں بلانے سے صرف اپنے جلسہ کو رونق دینا ہے۔

کیا شان ربی ہے کہ ان عذرات پیش کئے ہوئے ابھی چند روز بھی نہیں ہوئے تھے کہ اللہ تعالےٰ نے انہی کے ذریعے ان کا جھوٹا ہونا ثابت کرنا شروع کیا۔

۱۔ ۲۱ دسمبر ۱۹۱۸ء کا الفضل رقمطراز ہے کہ وہی میاں صاحب جو اس تار کے آٹھ دس دن پہلے ڈیڑھ گھنٹہ تک بولنے سے عاری تھے اور جو اس وجہ سے تبادلۂ خیالات کرنے سے اپنے آپ کو معذور ظاہر کر چکے تھے کہ وہ بیمار ہیں دو گھنٹہ تک کھڑے ہو کر تقریر کرتے رہے۔ بلکہ اس کے علاوہ قرآن کریم کا درس بھی خود ہی انہوں نے دیا۔

۲۔ ابھی اس عذر کو کہ میرے لاہور آنے سے مریدین وہاں آئینگے۔ اور اس سے قادیان کے جلسہ میں ان کے آنے میں روک اور انفلوانزا کے بڑھنے کا احتمال ہو جائیگا۔ پورے دو ماہ بھی نہیں ہوئے تھے۔ کہ وہی میاں صاحب نہ صرف خود لاہور آتے ہیں۔ بلکہ قادیان کا پورا سٹاف بھی ان کے ہمرکاب یہاں پہنچتا ہے۔ اور ہم اس کا اعتراض کرتے ہیں۔ کہ ان کے آنے سے ان کے مریدین بھی مختلف جگہوں سے جوق در جوق آتے اور آرہے ہیں۔ قادیان کا جلسہ بھی سر پر ہے۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷ مارچ کو اس کے انعقاد کا اعلان ہو چکا ہے۔ خدا نہ کرے کہ مریدین کے یہاں آجانے سے جلسہ کی رونق میں کمی واقع ہو۔ اگر ایسا ہوا۔ تو یقیناً میاں صاحب کی پیشگوئی سچی ثابت ہوگی۔ ورنہ بصورت دیگر ان کا عذر ایک عذر لنگ قرار پائے گا۔

رہا انفلوانزا سو میاں صاحب نے خود ہی دیکھ لیا ہوگا کہ ان کے مریدین کے ان کے پاس جمع ہونے اور لاہور میں

ان [illegible] سے جلسوں کے انعقاد کا اہتمام نہیں کیا اور کہاں تک اس کا اثر ہوا ہے۔ اور اب تو باوجود بیمار ہونے کے میاں صاحب بفضل خدا تندرست ہیں۔ جمعہ دو دو اور تین تین گھنٹوں تک کھڑے کھڑے تقریریں بھی کرتے ہیں [illegible] کاش حالات کے اس عملی تجربہ کے بعد ہی میاں صاحب تبادلۂ خیالات کے لئے آمادہ ہوں۔ اور اگر لاہور ہمارے جلسہ میں نہیں آسکے تو کم از کم قادیان کے جلسہ میں آنے کی ہی دعوت حضرت امیر ایدہ اللہ کو ہی دیدیں۔ زیادہ نہیں صرف آدھ گھنٹہ وقت [illegible] دیں۔

کیا وہ [illegible] کرینگے؟

ہمارے بھائیوں کی جنگجویانہ سپرٹ

گذشتہ ڈسٹرکٹ ٹورنمنٹ میں مسلم ہائی سکول کے جیتنے پر ڈی اے وی سکول کی جنگجویانہ کارروائی کا مفصل ذکر کسی گذشتہ اشاعت میں کیا جا چکا ہے۔ معاصر وکیل اس پر معترض ہے کہ "گذشتہ ناگوار واقعات کا اعادہ کچھ موزوں نہیں ہوتا بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ ان ناگوار واقعات کے اثر سے ملک کی آب و ہوا کو محفوظ رکھنا ضروری ہو۔ لیکن جب اسی قسم کے واقعات بار بار پیش آئیں تو ان کی یاد کا دلوں میں تازہ ہو جانا قدرتی ہے۔

حال میں لاہور ڈسٹرکٹ ٹورنمنٹ کی تعزیت جب مسلم ہائی سکول کے طلبہ کے ہاتھ سے [illegible] ہائی سکول کے طلبہ کو شکست ہوئی۔ تو بقول معاصر پیغام صلح آریہ طلبہ نے فٹ بال کے میچ میں ہی لکڑیوں سے مسلح ہو کر لڑنا شروع کر دی جس میں ایک مسلمان طالب علم زخمی ہوا۔

اسی قسم کا ایک واقعہ چند سال پیشتر امرتسر میں بھی پیش آیا تھا جس سے دونوں جماعتوں میں بڑی ہی بدمزگی پیدا ہو گئی تھی۔ ان واقعات کا ذکر خوشگوار نہیں ہے۔ لیکن ہم اپنے ہندو بھائیوں سے اس قدر ضرور عرض کرنا چاہتے ہیں کہ انہیں اپنے سکولوں میں ایسی جنگجویانہ سپرٹ پیدا کرنے سے احتراز کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ملکی ترقی کے لئے سم قاتل کا اثر رکھتی ہے۔ مسلمان ایک [illegible] قوم ہے لیکن ان کے صبر و تحمل کی یہ حالت ہے کہ لڑائی میں ان کی طرف سے پہل نہیں ہوتی اور وہ اپنا ہاتھ اٹھانے ہیں تو اپنی حفاظت کیلئے [illegible]

حضرت مسیح موعودؑ کی ایک نشان کی یادگار

مشہور آریہ سماجی پنڈت لیکھرام کا واقعہ قتل حضرت مسیح موعودؑ اور اسلام کی صداقت کا ایک عظیم الشان نشان ہے۔ اسکے وقوع سے آپ کی پیشگوئی جس کا پیشتر ہی سے اعلان ہو چکا تھا کہ عید کے دوسرے دن [illegible] تاریخ کو یہ واقعہ ہوگا جس صراحت کے ساتھ پوری ہوئی وہ آج تک ذہن کو بھولی نہیں۔ اور نہ ہی کبھی اس وقت تک بھول سکتی ہے جبتک کہ اسلام کا نام و نشان دنیا میں باقی ہے چنانچہ اسلئے آریہ سماجی اخبارات اس تاریخ کو اپنے خاص نمبر اس قتل کی یادگار میں شائع کرتے ہیں۔ اسپر قادیان کے ایک اخبار نے تحریک کی تھی۔ کہ بہتر ہو کہ اپنے نمبروں میں مقتول کی [illegible] زخمی ہو کر ہسپتال میں پڑے ہوئے ہونے کی تصویر بھی شائع کی جائے۔

مسافر اور دیگر سماجی اخبارات کو یہ تحریک ضعفاً ناگوار معلوم ہوئی ہے۔ ہمیں بھی اس سے اختلاف ہے کہ کوئی ایسی تصویر شائع کرنے کے لئے کہا جائے۔ البتہ اس قدر کہنا البتہ ناجائز نہ ہوگا کہ جہاں ان اخبارات میں پنڈت صاحب کے دیگر حالات شائع کئے جاتے ہیں وہیں ان کا حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ اسلام کی صداقت پر مباہلہ ان کی اپنی نسبت بد دعا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی انکے متعلق پیشگوئی ان کا اس پیشگوئی کے بعد واقعہ قتل سے تھوڑا ہی عرصہ پہلے اس خیال سے لاہور آنا کہ یہاں پشاور کی نسبت زیادہ حفاظت ممکن ہے اور پھر اصل واقعہ قتل۔ قاتل کا دستیاب نہ ہونا۔ یہ تمام واقعات من وعن طور پر بلا کم و کاست اور بغیر کسی ریمارک کے درج کئے جائیں یہ کوئی ناجائز مطالبہ نہیں۔ جو سماجی اخبارات کے خلاف شان ہو۔ بلکہ ایک واقعہ نگار ہونے کی حیثیت سے اور بالخصوص پنڈت صاحب کے حالات زندگی کو لکھتے ہوئے۔ ان سب باتوں کا شائع کرنا از حد ضروری ہے جس سے ان کے حالات زندگی پر زیادہ روشنی پڑ سکتی ہے

کیا سماجی اخبارات ایسا کریں گے؟ بصورت دیگر ہم انہیں اس کام میں کافی مدد دینے کو تیار ہیں۔

بلادِ غربیہ میں تبلیغِ اسلام

ووکنگ مشن کی اجمالی کیفیت

گذشتہ سے پیوستہ

(خواجہ کمال الدین صاحب کے قلم سے)

جماعت میں اصل کام کون کر رہا ہے

احمدی قوم غور کرے اسوقت اُنمیں سے کون اصل کام کر رہا ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے جو بڑا کام کیا۔ وہ یہ تھا کہ انہوں نے اعلیٰ درجہ کا اسلامی لٹریچر پیدا کیا۔ ابتلاؤ۔ ان گذشتہ دو تین سالوں میں کس طرف سے اسلام کی خدمت میں عمدہ عمدہ تصانیف نکلی ہیں جب ہم قادیان چھوڑ کر لاہور آئے۔ وہاں سے کیا نکلا۔ اور لاہور و ووکنگ سے کیا نکلا ہمارا مرشد سلطان القلم تھا اسکے وارث اسوقت کون ہیں۔ اور آئندہ بھی یہی ایک امر ہم میں اور دوسری جماعت میں فیصلہ کریگا۔ گدی کی رونق شاید قادیان سے زیادہ کہیں اور جگہوں میں ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کن کو اعلیٰ تصانیف اسلامی پیدا کرنے کا موقعہ دیتا ہے۔ کفر اور نبوت کی بحثوں میں کاغذ سیاہ کرنا اور اسمیں بھی قادیان کی اسوقت کی کسی تصنیف میں جدت کا نام نہیں۔ وہی تصنیف سالقہ کا ہیر پھیر۔ ادھر حضرت قبلہ مولوی محمد علی صاحب کے قلم کو دیکھو تو اسی مسئلہ نبوت میں انہوں نے کیا اچھوتا اور نیا علم کلام پیدا کیا پھر ان باتوں کو چھوڑو آج

ترجمۃ القرآن انگریزی

دنیا کے سامنے انکا ترجمۂ قرآن آچکا۔ اور مقبول عام ہوگیا۔ دنیا کے کسی حصہ کا نام لو۔ جہاں انگریزی زبان بولی جاتی ہو۔ اور جہاں یہ قرآن نہ پہنچ گیا ہو۔ ہر طرف سے مبارکباد کے خطوط آتے ہیں۔ مسلم دنیا میں ایک جان پیدا ہو گئی انگریزی پریس نے اس کی خیر مقدم میں بہترین الفاظ لکھے ہاں وہ قرآن کا ترجمہ کیا ہوا جسکے لئے قادیان میں ایک جماعت بیٹھی ہے ایک سبق ہے ہمارے اُن دوستوں کیلئے جنہوں نے خضر وقت کا چھوڑ کر گدی یا انسان پرستی اختیار کی۔ ایک ترجمہ جو اخلاص سے نکلا۔ وہ مقبول عام ہوگیا۔ دوسرا جسکی غرض محض نفسانیت اور ضد تھی وہ ابھی دیدہ یا بیہ ہے۔

حضرت مولوی صدر الدین صاحب کی جانکاہ اسلامی خدمات

یہاں میرا فرض ہے کہ میں ان جانکاہ خدمات کا بھی ذکر کروں جو اخویم مولوی صدر الدین صاحب نے ترجمہ قرآن کریم کے متعلق فرمائیں اگر حضرت قبلہ امیر قوم ... نے اسے بے نظیر پیرایہ میں لکھا تو حضرت اخویم نے اسے بے نظیر شکل دی۔ اگر ترجمۃ القرآن کی معنوی خوبصورتی کے لئے حضرت مولوی محمد علی صاحب مسلم شکریہ کے مستحق ہیں تو اسکی صوری دلربائیوں نے مولوی صدر الدین صاحب کے سر پر کامیابی کا سہرا باندھا ہے کسی نے اس ترجمہ کی صحت طبع اور خوبصورتی کی کیا تعریف کرنی ہے خود یہاں کے اخبار جو اس فن کے نقاد ہیں۔ اسکے حسن صورت پر بھی عش عش کر رہے ہیں۔ مولوی صدر الدین صاحب نے رات دن برابر کر دیئے۔ اور اپنی صحت کو اس کام پر قربان کیا۔ یہ آپکی خدمت ان بیش بہا خدمات کے علاوہ تھی جو انہوں نے اس مشن کے متعلق فرمائیں۔ آپ کا قیام مشن کیلئے موجب برکت ہوا۔ میں جس مکان کو اگست ۱۹۱۴ء میں بنیاد دیکر چھوڑ گیا تھا۔ میں نے واپس آکر ایک قابل معمار کے ہاتھوں ایک حد تک اُسے اپنی وضع میں تیار پایا۔ مولوی صاحب مکرم یہاں عمدہ صحت لیکر آئے لیکن یہاں وہ صحت گروا کر گئے اور اپنی محبت کا نقش بہت سے دلوں پر چھوڑ گئے مشن اب بھی ان کی توجہ اور خدمات کا محتاج ہے اگرچہ اسوقت مشن کی تبلیغی ضروریات اور سرگرمی اُن کے جانے پر بہت بڑھ گئی ہیں تاہم انکا یہاں قیام اور نتائج بہتر یہ ایک ... انتظام کے لئے میں ہندوستان میں تھا۔ اور وہ اس مصیبت سے آزاد تھے اس بات کا کامل ثبوت ہے کہ اگر یہاں کے کام کرنیوالے مالی انتظام کی مصیبت اور اسکے فکر سے آزاد ہوں تو کس قدر کام ہوسکتا ہے۔

ترجمۃ القرآن کی اخراجات طبع

قرآن کے انگریزی ترجمہ کے سوا یہاں کے اسلامی مشن کا وجود بے معنے اور بیہودہ تھا۔ یہ بڑا بھاری مرحلہ طے ہوگیا۔ اور اس فضل ایزدی کے لئے احمدی قوم کل مسلمانوں کے شکریہ کی مستحق ہے۔ کہ اس جماعت کے ذریعہ یہ بے بہا نعمت جو دنیا میں آئی اسی جماعت کا ایک ادنیٰ خادم اس عالم اسباب میں یہ ووکنگ مسلم مشن کا باعث ہوا۔ جسکے ذریعہ یہ ترجمہ زیور طبع سے آراستہ ہوا۔ اسی مشن نے سب سے اوّل اس کے اخراجات طبع کا خیال کیا چنانچہ ۱۹۱۶ء میں مبلغ ۹ ہزار روپیہ میں نے یہاں سے رخصت ہونے پہ مولوی صدر الدین صاحب کے حوالے اخراجات طبع قرآن کے متعلق کیا۔ یہ پہلا زرچندہ تھا جس نے زرکثیر کے اصول کو سہل کیا۔ اور ہم نے نہایت آسانی سے ترجمہ قرآن کریم کو شاندار پیمانہ پر شائع کیا۔ اور اس وقت فالحال اس کی چھپائی وغیرہ کا صرفہ ۵۰۰۰ ہزار روپیہ ہے۔

ترجمہ بخاری شریف

اب میری دلی تمنا یہ ہے کہ کتاب اللہ کے بعد اصح الکتب بخاری شریف کا ترجمہ بھی انگریزی میں ہوجائے۔ جو تجربہ مجھے انگریزی میں حدیثوں کے مختصر مجموعہ چھاپنے سے ہوا۔ وہ مجھے بخاری کے ترجمہ کے شائع کرنے پر اکسا رہا ہے۔ میں نے یہاں آتے ہی یہ تحریک کی جس پر میرے مکرم دوست خواجہ کرامت اللہ صاحب اگزیکٹو انجینئر حیدر آباد دکن نے ۱۷ پونڈ کچھ شلنگ بھیجے۔ مخدومنا عالی جناب شیخ صاحب منگرول نے بھی ۱۵ پونڈ بھیجے۔ اس کتاب کے نکلنے کا جلد انتظام ہوجاتا۔ مگر ایک دوست کے ایک خط نے مجھے پورا ایک برس بلکہ اس سے زیادہ اُس کے جواب کے انتظار میں رکھا۔ اب اس طرف سے ناامید ہوکر میں نے خود ترجمہ کا ارادہ کرلیا ہے۔ اور اگرچہ مطبع اور کاغذ کی دقتیں ہیں لیکن دنیا کے کاروبار چل ہی رہے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ یہ کتاب نہ نکالی جائے میں چاہتا ہوں کہ سردست اسکے پہلے چند پارے نکل جائیں۔ کاغذ چھپائی اعلیٰ ہو۔ اگر سو پونڈ اس مد میں جمع ہوجائے۔ تو میں چھپوائی کا انتظام کرلوں۔ یہ کتاب بآسانی سے بک جائیگی اور یہ ایک عمدہ ذریعہ مشن کی آمد متعلق تقسیم بلاقیمت لٹریچر ہوگا۔ صرف امر غور طلب یہ ہے۔ کہ آیا بخاری کے لفظ لفظ کا ترجمہ ہو یا اسکی تلخیص کا یا روایت کو قطعاً چھوڑ کر صرف احادیث کا ترجمہ پیش کیا جائے۔ بعض کی رائے ہے کہ احادیث کا بھی سردست انتخاب کیا جائے۔ ایسی صورت میں جو میں دیباچہ لکھونگا اس میں ایک مدلل بحث اسکے آنام کی تحقیق پر ہوگی۔ اور ان امور کا بھی ذکر ہوگا۔ جن کو میں چھوڑونگا۔ اب دیگر مسلم احباب بھی مجھے

اس ترجمہ کیلئے مسلم احباب و خواتین سے اپیل

اس میں مشورہ دیں۔ میں یہاں خواتین حیدر آباد کی خدمت میں اپیل کرتا ہوں۔ اور مسز خدایار جنگ اور مسز ہمایوں مرزا اور بیگم صاحبہ ممتاز جنگ کے ذریعہ اُن کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پہلے بھی ان میں سے ایک مکرمہ معظمہ نے ہمیں اس معاملہ میں رہین احسان کیا۔ یعنی بیگم صاحبہ نواب حاکم الدولہ مرحوم انہیں کی طفیل مختصر مجموعہ احادیث کی ہزاروں کاپیں شائع ہوئیں۔ بخاری شریف کے متعلق اسوقت میرے پاس پانصد روپیہ ہے۔ ایک ہزار کی اور ضرورت ہے اور یہ رقم تو حیدر آباد کی ایک خاتون اگر چاہے تو دے سکتی ہے بلکہ مجھے تو ایک ہمشیرہ مسز اسید بشیر ال خیریت آباد میں نواب قدیر جنگ بہادر کے گھر وعدہ بھی کیا تھا۔

حساب کے متعلق کچھ باتیں

اب میں کچھ باتیں حساب کے متعلق لکھنا چاہتا ہوں۔ ۱۹۱۵ء سے ۱۹۱۷ء تک حساب چھپ گیا ہے ۱۹۱۷ء کے متعلق ممکن ہے کہ میں اصل کتابیں ہندوستان ہی چھوڑ دوں وہ شیخ نور احمد کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں جو لاہور میں ہیں۔ اگر اخیر سال تک وہاں کے حساب کا گوشوارہ پہنچ گیا۔ تو یہاں سے حساب مرتب کرکے چھاپ دیا جائیگا۔ مصیبت یہ ہے کہ یہاں فرصت ہی نہیں۔

دستخط خواجہ کمال الدین ووکنگ از انگلستان۔

ضروری خبریں

ہندوستان میں روپے کی مانگ

حضور وائسرائے کی قانونی کونسل میں آنریبل سر جیمز میسٹن نے آنریبل مسٹر شوکول کے استفسار کے جواب میں جو کچھ کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں روپے کی مانگ کا سلسلہ بدستور جاری ہے اور خزانوں میں کرنسی نوٹوں کے معاوضہ میں بہم رسانی زر میں سہولیت نمودار نہیں ہوئی۔ یہاں کی ٹکسالیں سرگرمی سے روپیہ مسکوک کر رہی ہیں۔ چنانچہ صرف دسمبر ہی میں انہوں نے آٹھ کروڑ روپیہ مضروب کیا۔ ۱۹۱۸ء میں گورنمنٹ ہند نے تقریباً ساٹھ کروڑ روپیہ کی چاندی خریدی۔ گورنمنٹ غور کر رہی ہے کہ مزید سہولیت کی غرض سے اور کیا کارروائی مناسب ہوگی۔

پنجاب میں ہائی کورٹ

جیسا کہ ناظرین کو معلوم ہے ... ۱۹۱۹ء کو چیف کورٹ ہائیکورٹ میں منتقل ہوجائیگی۔ اسکے ساتھ ہی ججوں کی تعداد کا مسئلہ بھی معرض بحث میں آئیگا۔ چیفکورٹ کا بنچ ... ججوں پر مشتمل ہے وہ اسقدر کم ہے کہ موجودہ کام کو کما حقہ انجام نہیں دے سکتا۔ اور مقدمات کا بقایا نکالنے کیلئے دو تین وقت عارضی ججوں کو تقرر کرنا پڑتا ہے۔ باوجود زائد عارضی تقررات کے بھی چیفکورٹ کام سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ ... کے پنجاب ریکارڈ سے مقدمات کے فیصلوں ... کیفیت پر کچھ روشنی پڑتی ہے کہ دیوانی مقدمات پانچ ... چھ چھ سال لٹکتے رہنے کے بعد فیصل ہوئے۔ کام کو حسن و خوبی سے نبھانے کے لئے ہائیکورٹ میں ابتدا ہی سے کافی ججوں کے تقرر کی ضرورت ہے۔ مزید براں پنجاب میں فوجداری ... بمقابلہ دیگر صوبجات کے بہت زیادہ ہے۔ چنانچہ ... سر چارلس ریواز کی لفٹنٹ گورنری کے زمانہ میں ظاہر کیا گیا ... پولیس پنجاب نے بمقابلہ ممالک متحدہ کے دگنے سے زیادہ ... بمبئی سے سات گنا زائد مقدمات کی تفتیش کی۔ بنگال ... بمبئی۔ آسام و بہار و اڑیسہ میں مجموعی طور پر جس قدر ... کے مقدمات فیصل ہوتے ہیں۔ چیفکورٹ کو ان سے زیادہ ... قتل کے مقدمات کی تحقیقات کرنی پڑتی ہے۔ گو چیفکورٹ ... پچھلے سال کے فوجداری مقدمات کا گذشتہ ہی ... ہوسکا فیصلہ کر دیئے۔ تاہم حالات سے ظاہر ہے کہ ... ججوں کی تعداد میں اضافہ نہ ہوا تو ہائیکورٹ کام سے ... کہ جیسے عہدہ برآنہ ہوسکیگی۔ اگر زائد ججوں کا ... عمل میں آئے تو اُن میں مقامی بار کے ممتاز ... ممبروں کو معقول حصہ ملنا چاہئے۔ (پیسہ اخبار)

مسٹر ریتھبرج کا انتقال

ولایت سے مسٹر رویز لیتھبرج کے انتقال کی خبر آئی ہے ... کے سکولوں اور کالجوں کے طلباء اس مشہور مصنف و مورخ کے نام سے ناواقف نہ ہونگے۔ یہ پہلے سررشتہ تعلیم بنگال سے منسلک ہوئے تھے۔ لارڈ لٹن نے جب پریس ... میں نئی جان ڈالی تو یہ پریس کمشنر مقرر ہوئے ... ابتدا سے انتہا تک اچھے زوروں پر رہا۔ ہندوستان ... علاوہ پارلیمنٹ انگلستان میں داخل ہونے ... کے نتیجے بطور مصنف و مورخ و شائع کنندہ ... نے شہرت حاصل کی۔ یہ کلکتہ ریویو کے بھی اڈیٹر رہے تھے۔

لاہور میں بچوں کی نمائش

مسٹر ایچ پی ٹاملنسن سی آئی ای ڈپٹی کمشنر و پریذیڈنٹ میونسپل ... لاہور کی تحریک سے میونسپلٹی لاہور نے علمی معلومات کو ترقی دینے والی سوسائٹی کے ممبروں کی اعانت سے بچوں کی نمائش کا انتظام کیا ہے۔ جو شمالی ہند میں اپنی قسم کی پہلی نمائش ہوگی۔ نمائش ... باغات موری دروازہ و بھاٹی دروازہ کے مابین ۱۲ ... تاریخ کو ایک بجے دوپہر سے پانچ بجے شام تک منعقد ہوگی ... لفٹنٹ گورنر پنجاب کی لیڈی صاحبہ نے مہربانی سے انعام تقسیم کرنا منظور فرمالیا ہے لیڈی صاحبہ موصوفہ ایک سال ... کے عمر کے بہترین بچے کو ایک انعام اپنی طرف سے مرحمت فرمائیں ... سنہری کپ۔ ڈاکٹر اروڑا اور ڈاکٹر رحیم ناتھ نے بھی ... انعام دینے کا وعدہ کیا ہے۔ موخر الذکر انعام اُس بچے کو دیا جائیگا۔ جو حفظان صحت کے لحاظ سے بہترین لباس میں ... ہوگا۔ ان کے علاوہ پانچ روپے سے ... نقد انعامات ... کیطرف سے مرحمت ہونگے۔ صرف تین سال تک کی عمر کے بچے ... لئے داخل کئے جائینگے۔ پچیس روپے کا اول۔ بیس روپے ... اور پندرہ روپے کا سوئم درجہ کا انعام ایک سال تک کے بہترین بچوں کو بھی تین تین انعامات دیئے جائینگے۔ انکے علاوہ ... بہترین بچوں کو عام طور پر انعام مرحمت کئے جائینگے دس ... ہندو سکھ بچوں۔ دس مسلمان بچوں۔ تین ہندوستانی عیسائی ... اور تین یورپین بچوں کو دیئے جائینگے۔ تسلی آمیز انعامات کی صورت میں تقریباً تمام بچوں کو جو نمائش میں ... سکے ... بچوں کا معائنہ و موازنہ لیڈیوں کی ایک کمیٹی کریگی ... وغیرہ کی صورت میں سامان تفریح بھی مہیا کیا جائیگا۔ مزید برآں ... خواتین کیلئے ایک خاص باپردہ احاطہ بھی ہوگا۔ اس اثنا میں ... معلومات کو ترقی دینے والی سوسائٹی کے ہال میں بچے ... اور نگہداشت کے عملی طریقے اور دیگر دلچسپ ... دکھلائے جائینگے۔ نیز سوسائٹی مذکور تمام ... جادو کے ذریعہ سے لیکچروں کا بھی انتظام کر رہی ہے۔ جس کا ... ہوگا۔

قل یا اھل الکتب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

اخبار پیغام صلح

الصلح خیر

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

حضرت مصلح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ہفتہ میں دوبار یکشنبہ و چہارشنبہ کو شائع ہوتا ہے

سالانہ قیمت

جلد ۶ | مدینۃ المسیح لاہور یوم یکشنبہ مورخہ ۲۹ جمادی الاول ۱۳۳۷ ہجری مطابق ۲ مارچ ۱۹۱۹ء | نمبر ۹۴

ملفوظات حضرت مسیح موعود

حقیقت البیعت

(گذشتہ سے پیوستہ)

اپنی عورتوں کو بھی نصیحت کرو کہ نمازیں پڑھیں۔ معمولی ایام کے سوا جب کہ انہیں نماز معاف ہوتی ہے۔ کبھی نماز چھوڑنی نہیں چاہیئے۔ اسی طرح پر اپنے ہمسایوں کو بھی سکھاؤ۔ اور غافل نہ رہو۔ یہ بھی چاہیئے کہ اس بات کو کسی واقف کار سے معلوم کر لو۔ کہ خدا تعالیٰ نے جو اس سلسلہ کو قائم کیا ہے۔ اس کی کیا غرض ہے؟ لوگوں نے خدا تعالیٰ کے دین کو بدل دیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے چاہا ہے کہ اس کو اصل حالت پر قائم کرے۔ آج اگر یہ کہا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ نبی ہیں اور ان کے فیوض و برکات جاری ہیں۔ آپ کی نبوت ابدی نبوت ہے۔ اب کوئی نبی نہیں آسکتا۔ تو یہ سن کر ناراض ہوتے ہیں۔ مجھے تعجب ہوتا ہے کہ اگر کسی کے باپ کو گالی دی جائے تو وہ جوش میں آکر مرنے مارنے کو طیار ہو جاتا ہے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہتک اور توہین سن کر ان کو غیرت نہیں آتی۔ مگر ہم ان مخالفوں کی پروا نہیں کرتے۔ ہم یہی کہیں گے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسے سب سے آخر پیدا کیا ہے ویسے ہی سب کمال آپ کو دیئے ہیں۔ کسی نبی میں کوئی صفت ایسی نہیں جو آپ میں موجود نہ ہو۔ آپ تمام فضائل کا مجموعہ ہیں۔ آپ کے فیوض اور برکات ہمیشہ جاری ہیں۔ اور آپ زندہ نبی ہیں کیا تم قبول کر سکتے ہو کہ بہت سے مہمان موجود ہوں۔ اور بعضوں کو عمدہ عمدہ کھانے پلاؤ وغیرہ دیئے جائیں۔ اور کچھ آدمی ایسے بیٹھے رہیں اور ان کو معمولی روٹی دی جاوے۔ کیا وہ مہمان اس تفریق کو دیکھ کر یہ نہ کہے گا کہ کاش میں نہ آتا۔ اب اسی طرح ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر تو مر گیا۔ پھر حضرت مسیح میں کیا خصوصیت تھی جو زندہ رہے؟ کیا ایسا اعتقاد رکھ کر دوسرے نبیوں کی ہتک نہیں ہوتی۔ ان کا دل کیوں ایسی توہین کو روا رکھتا ہے؟ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تو صرف ۶۳ سال کی ہے۔ اور حضرت عیسےٰ مرنے ہی میں نہ آویں۔ میں نہیں سمجھتا کہ حضرت عیسےٰ نے وہ کیا کام کیا ہے۔ جس کے بدلے یہ زندگی انہیں دی جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تو یہ ارشاد ہو کہ قل رب زدنی علما اور دوسری طرف زندگی کچھ بھی نہ ملے آپ ساری دنیا کے لئے آئے اور ہمیشہ کے لئے آئے

اور یہ حال ادھر مسیح ایک چھوٹی سی قوم کے لئے آئے۔ بارہ حواری بھی وقت پر ساتھ نہ رہ سکے۔ اور یہ حال کہ ابدی زندگی ان کے لئے تجویز کی جاتی ہے؟ یہ سب بیہودہ باتیں ہیں۔ مخالف خواہ کچھ ہی کہیں۔ اصل یہی ہے کہ جو حیات طیبہ آپ کو دی گئی ہے۔ وہ دوسرے کو نہیں ملی۔ اور نہیں مل سکتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جس قدر تعریف کی جائے۔ وہ کم ہے۔ اگر کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ تو سب سے پہلے ہم آمنا کہتے ہیں۔ مگر ان کی تو یہ حالت ہو رہی ہے ؎

یکے بر سر شاخ و بن مے برید

غرض سعادت کے کل دروازے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر کھلے ہیں +

عداوت کی توجہ

فرمایا محبت اور عقیدت کی توجہ تو ایک جدا امر ہے۔ مگر عداوت کی توجہ بھی بے فائدہ نہیں ہوتی۔ بلکہ مفید ہوتی ہے۔ دیکھو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مکہ کے زمانہ میں آپ کے مقابل میں محبت اور عقیدت کی توجہ تو نہایت ہی کم بلکہ کچھ بھی نہ تھی۔ مگر عداوت کی توجہ کامل طور سے تھی۔ اور آخر یہی عداوت کی توجہ آپ کی عام لوگوں اور عرب کے کناروں میں شہرت پہنچانے کا باعث ہو گئی۔ ورنہ آپ کے پاس اس وقت اور کیا ذریعہ تھا جو اپنی دعوت کو اس طرح شایع کرتے آپ کے واسطے اس وقت تبلیغ کا پہنچانا نہایت مشکل تھا۔ مگر خدا تعالےٰ نے یہ کام کیا کہ دشمنوں ہی کے ہاتھوں سے ایسا کرا دیا۔ اب موجودہ زمانے میں ہمارے دشمن بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ اگرچہ اس وقت کی فوری حالت ایسی ہوتی ہے کہ ہماری جماعت کو ان لوگوں کی کارروائیوں سے رنج اور صدمہ ہوتا ہے۔ مگر ان کی کارروائیوں کا انجام ہمارے مفید مطلب اور بہتر ہوتا ہے۔ اصل میں ان لوگوں کی گالیاں تو ایسی ہیں۔ جیسے عورتیں شادی کے موقعہ پر لڑکے والوں کو دیتی ہیں۔ ان سے اس وقت کون ناراض ہوتا ہے۔ یہی حال ان مخالفوں کی گالیوں کا ہے۔ یہ گالیاں ہمارے مفید مطلب ہیں۔ یہ ہماری تبلیغ کا ذریعہ بنتی ہیں۔ اور سعید اور شریف ان کی گالیوں ہی سے اندازہ کر لیتے ہیں کہ حق کس کے پاس ہے۔ اسی طرح پر ہماری جماعت ان میں سے ہی نکل کر آتی ہے۔ اور دن بدن نکلتی آتی ہے +

دعا اور مسیح موعود کی اصل توجہ

امریکہ سے جناب مفتی محمد صادق صاحب کے ذریعہ ایک ڈاکٹر کی بیوی نے اپنے کسی علاج کے لئے دعا کی درخواست کی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو جواب میں لکھا جاوے۔

کہ اس میں شک نہیں کہ دعاؤں کی قبولیت پر ہمارا ایمان ہے اور اللہ تعالےٰ نے ان کے قبول کرنے کا وعدہ بھی فرمایا ہے۔ مگر دعاؤں کے اثر اور قبولیت کو توجہ کے ساتھ بہت بڑا تعلق ہے۔ اور پھر حقوق کے لحاظ سے دعا کے لئے جوش پیدا ہوتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ کا حق سب پر غالب ہے۔ اس وقت (جو) دنیا میں شرک پھیلا ہوا ہے۔ اور ایک عاجز انسان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کیا جاتا ہے۔ اس لئے فطرتی طور پر ہماری توجہ اسی طرف غالب ہو رہی ہے کہ دنیا کو اس شرک سے نجات ملے اور اللہ کی عظمت قائم ہو۔ اس کے سوا دوسری طرف ہم توجہ نہیں کر سکتے۔ اور یہ بات ہمارے مقاصد اور کام سے دور ہے کہ ہم اس کو چھوڑ کر دوسری طرف توجہ کریں۔ بلکہ اس میں ایک قسم کی معصیت کا خطرہ ہوتا ہے۔

ہاں یہ میرا ایمان ہے کہ بیماروں یا مصیبت زدوں کے لئے توجہ کی جائے۔ تو اس کا اثر ضرور ہوتا ہے۔ بلکہ ایک وقت یہ امر بطور نشان کے بھی مخالفوں کے سامنے پیش کیا گیا۔ اور کوئی مقابلہ میں نہ آیا۔ اس وقت میری ساری توجہ اسی ایک امر کی طرف ہو رہی ہے۔ کہ یہ مخلوق پرستی دور ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی عظمت قائم ہو جائے۔ اس لئے ہر کام کی طرف اس وقت میں توجہ نہیں کر سکتا۔ خدا نے مجھے اسی طرف متوجہ کر دیا ہے۔ کہ یہ شرک جو پھیلا ہوا ہے۔ اور حضرت عیسےٰ کو خدا بنایا گیا ہے۔ اس کو نیست و نابود کر دیا جائے۔ یہ جوش سمندر کی طرح میرے دل میں ہے۔ اسی لئے ڈوئی کو لکھا ہے کہ وہ مقابلہ پر آئے۔ پس تم صبر کرو۔ جب تک ایک دعا کا فیصلہ ہو لے۔ اس کے بعد ایسے امور کی طرف بھی اللہ تعالےٰ چاہے تو توجہ ہو سکتی ہے لیکن دعا کرانے والے کے لئے یہ بھی ضرور ہے کہ وہ اپنی اصلاح کرے۔ اور اللہ تعالےٰ سے صلح کرے۔ اپنے گناہوں سے توبہ کرے پس جہاں تک ممکن ہو۔ تم اپنے آپ کو درست کرو۔ اور یہ یقیناً سمجھ لو کہ انسان کا پرستار کبھی نجات نہیں پا سکتا۔ مسیح کی زندگی کے حالات پڑھو۔ تو صاف معلوم ہوگا کہ وہ خدا نہیں ہے۔

اخبار احمدیہ

وفات حسرت آیات

[illegible]

امریکہ کے قانون امتناع میخواری پر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے تمام باشندگان ہندوستان کی طرف سے جو یہ درخواست گورنمنٹ سے کی تھی۔ کہ ہندوستان میں بھی شراب کی درآمد و برآمد اور ساخت و فروخت کو قانوناً ممنوع قرار دیا جائے۔ اس کی تائید ہر طرف سے ہو رہی ہے۔ اس بارہ میں کچھ معاصرین کی رائیں اس سے پیشتر نقل ہو چکی ہیں۔ معاصر پیسہ اخبار بھی اس کی تائید کرتے ہوئے رقمطراز ہے۔ کہ "اب جبکہ اضلاع متحدہ امریکہ نے یہ مثال قائم کر دی ہے۔ کہ بذریعہ قانون یک قلم شراب بند ہو گئی ہے تو ہندوستان کے حامیان ٹمپرنس کو قدرتاً امید پیدا ہو گئی ہے کہ ہندوستان میں بھی ایک ایسے قانون کا منظور ہو جانا ممکن ہے۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ گورنمنٹ ہند ایسی مہذب گورنمنٹ بخوبی مسکرات کے نقصانات سے واقف ہے اور بحیثیت ہندوستان کا سرپرست ہونے کے وہ اپنا فرض سمجھتی ہے۔ کہ ہندوستان کے سر سے یہ مصیبت دور کرے۔ لیکن دوسری طرف گورنمنٹ کو محاصل کا طمع ہے۔ کیونکہ لاکھوں روپے جو مسکرات کے ٹیکس سے وصول ہو جاتے ہیں انکی کمی خزانہ ہندوستان میں کس طرح پوری کی جائے گی۔ لیکن گورنمنٹ سے بہتر کوئی اس بات کو نہیں جان سکتا۔ کہ دیگر کئی ذرائع آمدنی جو روز بروز ترقی کر رہے ہیں۔ اس کمی کو پورا کر سکیں گے۔ لیکن بالفرض اگر بآسانی محاصل کی یہ کمی پوری نہ ہو جائے۔ تو اہل ملک بخوشی اس کے لئے ٹیکس ادا کرنے کو تیار پائے جائیں گے۔ جبکہ کروڑوں روپیہ سالانہ کی افیون ہندوستان سے چین کو جایا کرتی تھی۔ تو مدت تک گورنمنٹ کو چین کو افیون بھیجنا بند کرنے میں یہ عذر باعث توقف رہا۔ کہ خزانہ ہند کی کمی کیسے پوری ہو گی۔ لیکن جبکہ گورنمنٹ کو افیون کی کاشت و تجارت بند کرنی پڑی۔ تو خزانہ ہند کی وہ کمی بھی بند ریج پوری ہو گئی۔ اسوقت جنگ کی وجہ سے امریکہ ہی نے مسکرات کی فروخت بند نہیں کر دی۔ بلکہ سب سے پہلے روس نے شراب نوشی بذریعہ قانون بند کر دی تھی۔ اس کے بعد فرانس نے بھی ابسنتھ قسم کی شرابوں کی فروخت کی ممانعت کر دی۔ انگلستان نے بھی مے نوشی کے روکنے کے لئے مختلف پابندیاں عاید کر دیں۔ شراب کی دکانوں کے گھنٹے کم کر دیئے۔ شراب میں الکحل کی مقدار نہایت کم کر دی۔ اس طرح گویا نصف سے بھی زیادہ میخوارگی بند کر دی۔ اور گو مزدور اور شراب پینے والے لوگ کچھ شاکی ہیں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ گورنمنٹ کا منشا یہی ہے کہ امن کے زمانہ میں بھی آزاد انگلستان میں تجارت شراب آزاد نہ رہے۔ جبکہ انگلستان کا یہ حال ہے۔ تو کیا وجہ ہے ہندوستان میں مسکرات کو بند نہ کیا جائے۔ انگلستان کے لوگ بہت زیادہ آزاد ہیں اور وہ اپنے حقوق سے خوب واقف ہیں۔ ہندوستان میں تو شراب پینے والے ایسے نہیں ہیں۔ جو انسداد مے نوشی کو اپنی آزادی فعل میں مخل سمجھیں گے۔ بیچارے ٹمپرنس کے کام کرنے والے جلسے کر کے لکچر دیتے اور رسالے چھاپتے ہیں۔ اور لوگوں کو فہمائش اور منت سماجت سے نشوں سے روکنا چاہتے ہیں۔ مگر گورنمنٹ چاہے تو ایک قانون کے زور سے دفعتہً سب کو روک سکتی ہے۔ گورنمنٹ کی کی زبردست ایجنسی بیشک اس وقت امتناع مسکرات میں استعمال ہونی چاہئے۔ جو کام امریکہ یا انگلستان میں ہو سکتا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ وہ ہندوستان میں نہ کیا جائے۔ جب گورنمنٹ کو ایک وقت میں ایک اخلاقی ضرورت محسوس ہوئی تھی۔ کہ ہندو بیوگان کی ستی [illegible] جائے تو بذریعہ ایک قانون کے گورنمنٹ نے انہیں روک دیا۔ ہر چند کہ اہل ہنود نے شور و واویلا بلند کیا کہ یہ ان کے مذہب میں مداخلت کرنا ہے اور اسی طرح کے کئی کام محض اخلاقی ضرورت سے متاثر ہو کر گورنمنٹ نے کئے ہیں۔ تمام ہندوستان کو مسکرات کی [illegible] غرقابی سے بچانا کوئی چھوٹا اور کم اخلاقی کام نہیں۔ آئندہ شراب یا افیون وغیرہ صرف بطور دوا ڈاکٹروں یا ویدوں کے استعمال ہوا کریں گے۔

درس بیدان اسلام

(۱)

تا چند بزنجیر خرد بستہ تواں بود
ہر مستی در آشوب جنوں چند تواں بود

دُنیا چار برس کی عالمگیر جنگ سے گھبرا اُٹھی۔ لیکن بغور دیکھو تو نظر آئیگا۔ کہ کائنات کا ذرّہ ذرّہ ایک مسلسل اور غیر منقطع سلسلہ جنگ میں مبتلا ہے۔ صبح اور شام۔ دن اور رات۔ چاندنی اور اندھیری بہار اور خزاں۔ جاڑا اور گرمی یہ کیا ہیں؟ اس رزمگاہ عالم کے نبرد آزما حریف ہیں!

ہوا اور مٹی۔ آگ اور پانی۔ دریا اور پہاڑ۔ زمین اور آسمان کیا ہیں؟ عناصر کی باہمی جنگ کے مظاہر ہیں۔ بلکہ یہ ساری کائنات انہیں عناصر کی فتح و شکست کے نتائج ہیں!

جمادات اور نباتات۔ نباتات اور حیوانات۔ حیوانات اور انسان غور کرو۔ کیا ان میں موت و حیات کی کشمکش کے لئے ایک دائمی جنگ نہیں ہے۔ آگے بڑھو۔ اشرف المخلوقات کی دنیا میں آؤ۔ یہاں قوت سے قوت۔ جماعت سے جماعت قوم سے قوم دست و گریباں ہے غرض کائنات سرتاسر جنگ۔ صلح اور شکست ہے!!

لیکن سب سے تعجب خیز۔ سب سے حیرت انگیز اور سب سے زیادہ تحیّر افزا وہ صلح اور جنگ ہے جو اس عالم مادی سے ماوراء روحانیات کے عالم میں برپا ہے۔ صدق اور کذب حق اور باطل۔ صواب اور خطا میں دنیا جب سے قائم ہے۔ ایک غیر فانی نزاع قائم ہے۔

لیکن یہ تعجب یہ حیرت اور یہ استعجاب اسوقت اور زیادہ ہو جاتا ہے۔ جب کمزوری قوت سے۔ شخص جماعت سے۔ جماعت قوم سے۔ اور قوم دنیا سے لڑنے کو آمادہ ہو جاتی ہے۔ ذرّہ پہاڑ کو۔ قطرہ سمندر کو۔ اور چیونٹی سلیمان کو اعلان جنگ دیتی ہے۔ اور صرف ایک حق اور صداقت کی قوت کو اپنے دست و بازو کا سہارا جانتی ہے؟

کہن سال دنیا کے سوانح زندگی کا جتنا تحریری سرمایہ اس وقت موجود ہے۔ اس کے اکثر اوراق انہیں خونی داستانوں سے رنگین ہیں۔ اس وقت کرۂ زمین کی ہر قوم سرتا پا آواز ہے کہ اس ضخیم کتاب میں سے میری زندگی کا باب نکال کر پڑھو۔ لیکن سامان عبرت جواب دیتا ہے۔ کہ مجھ کو دُنیا کی صرف آخری قوم کی تاریخ کا جائزہ لینا ہے۔

اس قوم کی تاریخ میں وہ شہدائے ملت بھی ہیں جنہوں نے میدان حق میں لڑ کر جانیں دیں۔ وہ بھی ہیں۔ جن کی گردنیں تلواروں کا امتحان گاہ بنیں۔ وہ بھی ہیں جن کے سر سولی پر لٹکائے گئے۔ وہ بھی ہیں جن کے پہلو میں نیزے چبھوئے گئے۔ وہ بھی ہیں جن کی زبانیں حق گوئی کے جرم میں تالو سے کھینچ لی گئیں۔ وہ بھی ہیں۔ جن کا ایک ایک عضو کاٹ کر الگ کر دیا گیا۔

پھر اق میں سے ان پسند تیغ زنوں کی بھی کمی نہیں۔ جن کے چھوہاروں کی ناتوان آواز برق و صاعقہ بنکر محلوں اور ایوانوں کو ہلا آئی۔ جن کے ہاتھوں کی ایک کمزور جنبش نے بھی قبائے حکومت کے تار تار الگ کر دیئے۔ جن کے چشم و آبرو کے ایک اشارہ نے اُن کے جاہ و جلال کے اوراق پارہ پارہ کر دیئے۔

لیکن اسوقت اُن کی یاد تازہ کرنا ہے جن کے کارنامے خونی اوراق میں نہیں بلکہ خانہ ویرانی کی گرد باد اور حلقہائے زنجیر کے شور میں الفاظ بنکر سنائی دیتے ہیں کہ اب یہی درس عبرت مستقبل کی درسگاہ میں ہم کو بار بار دُہرانا ہے

مدرسہ اسلام کی سب سے پہلی کتاب لاؤ۔ اور وہ باب کھولو۔ جس کا عنوان احسن القصص ہے۔ قرآن پاک کی ہر تمثیل اور حکایت حیات انسانی سے مختلف مدارج کے اسباق ہیں۔ سورۂ یوسف ہمارے سامنے اس نمونہ کو پیش کرتا ہے۔ جب داعی حق طوق و زنجیر سے گرانبار اپنے کو گوشۂ زندان میں پاتا ہے۔ پیر کنعان کا "نور العین" مصر کے قید خانہ میں سربزانو ہے۔ یاران زندانی حلقہ بگوش ہیں۔ معصوم قیدی کی آہنی چہار دیواری کے اندر بھی اپنے کاروبار سے غافل نہیں۔ کیونکہ اسکو جو کام کرنا ہے اس کے لئے صرف انسانوں کا مجمع درکار ہے۔ محدود و نامحدود رقبۂ زمین نہیں وہ کہتا ہے۔

یہ وہ چیز ہے۔ جس کی تعلیم میرے پروردگار نے مجھے دی ہے میں نے اس قوم کا مذہب چھوڑ دیا ہے۔ جس کا اللہ پر ایمان نہیں۔ اور جو دوبارہ زندگی سے منکر ہے اور اپنے باپ دادوں ابراہیم۔ اسحاق اور یعقوب کے مذہب کا پیرو ہوا ہمارے لئے سزاوار نہیں کہ ہم خدا کا کسی کو شریک بنائیں۔ یہ خدا کا ہم پر اور لوگوں پر احسان ہے۔ لیکن اکثر لوگ اسکے شکر گذار نہیں۔

یا ایک قہار و اجلال خدا۔ اسکو چھوڑ کر تم ان چند ناموں کی پرستش کرتے ہو جن کو خود تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لیا ہے اور جن کی کوئی دلیل خدا نے نہیں اُتاری۔ حکومت بجز خدا کے کسی کی نہیں۔ اس نے حکم دیا ہے کہ ہم صرف اسی کو پوجیں۔ یہی سیدھا مذہب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اسلام کی تاریخ کا آغاز ایک نظر بند کے وجود گرامی کے ساتھ وابستہ ہے۔ شعب ابی طالب کا محصور[1] علیہ الوف التحیتہ والسلام اپنی ۴۰ کروڑ امت کو یہ تعلیم دے گیا ہے کہ اعلان حق کی راہ میں قید و محابس کی دیواریں تمہاری نافذ الاثر آواز کو نہیں روک سکتیں۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین برس تک اس گھاٹی میں مع خاندان بنی ہاشم کے محصور رہکر اس طرح گذارے ہیں کہ مکہ کی کارفرما طاقتوں کی طرف سے یہ قدغن تھی کہ کوئی کھانے پینے کی چیز تک اُن کے پاس جانے نہ پائے۔ قبائل نے باہم ایک تحریری معاہدہ کیا کہ کوئی شخص خاندان بنی ہاشم سے نہ قرابت کریگا۔ نہ اُن کے ہاتھ خرید و فروخت کریگا نہ اُن سے ملیگا نہ اُن کے پاس کھانے پینے کا سامان جانے دیگا جب تک وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کے لئے حوالہ نہ کر دیں۔"

یہ تین سال اسقدر سخت گذرے کہ طلح کے پتے کھا کھا کر گذارے اس حصار میں آپ تنہا نہ تھے۔ بلکہ ام السادات و المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ بھی آپ کے ساتھ تھیں۔ ننھے ننھے بچے جب بھوک سے روتے تو سنگدل ان کی آواز سن سن کر ہنستے کہ انکی چشم تر کی بوندیں گویا اُن کے کشت آرزو کا ابر باران تھیں۔ ایک دفعہ حضرت خدیجہ کے بھتیجے حکیم بن حزام نے تھوڑا سا غلہ اپنی پھوپھی کے پاس بھیجا۔ ابوجہل نے دیکھا تو چھین لینا چاہا۔ اسلام کی تبلیغ حق دولت و نعمت میں نہیں ہوئی ہے۔ زور و قوت میں نہیں ہوئی ہے۔ جاہ و جلال میں نہیں ہوئی ہے۔ بلکہ مصائب و خطرات۔ مظلومیت و بیکسی۔ فقر و فاقہ میں اور سب سے آخر قید و بند کی بیڑیوں اور زندان و حصار کی چار دیواریوں میں۔ لیکن ان میں سے کوئی چیز داعی اسلام اور مبلغ رسالت کو اپنے فرائض سے باز نہ رکھ سکے گی۔ آفتاب کا نور گرد و غبار کے دامن سے نہیں چھپتا اور آسمان کا ابر باران زمین کے سنگزارات سے نہیں تھمتا۔

مسیح الاسلام حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ شخص تھے جن کی نسبت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "آسمان نے اپنا سایہ ابوذر سے زیادہ کسی حق گو آدمی پر نہیں ڈالا اور زمین نے اُن سے کسی زیادہ حق گو آدمی کا بار کبھی اٹھایا۔" یہ تب ہیں اس وقت ایمان لائے جب اس سرزمین میں "ایمان" کا لفظ قانونی جرم تھا۔ چنانچہ اپنے وطن سے چلکر جب مکہ پہنچے اور مخفی مسلمان ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ تم اپنے قبیلہ میں واپس چلے جاؤ اور اس وقت کے منتظر رہو جب اسلام کو تمکین و امن و امان نصیب ہو۔ لیکن اُن کے لئے انتظار مشکل تھا۔ وہ اب سرتا پا آواز حق تھے۔ اُن کا رونگٹا رونگٹا اعلان حق کے لئے بے چین تھا۔ چنانچہ وہاں سے خانہ کعبہ میں آئے۔ اُس خانہ کعبہ میں جو اسوقت ۳۶۰ بتوں کا مسکن تھا۔ اور آکر لا الٰہ الا اللہ کا اس زور سے نعرہ مارا کہ آس پاس کی پہاڑیاں گونج اُٹھیں۔ یہ آواز سن کر قریش چاروں طرف سے دوڑ پڑے۔ حضرت عباسؓ نے آکر بچایا۔ لیکن یہ جسمانی تکلیف اُن کے روحانی عزم و استقلال کی مضبوطی میں ایک ذرّہ انقلاب نہ پیدا کر سکی۔ دوسرے دن وہی ابوذر غفاری تھے۔ وہی ۳۶۰ بتوں کا کعبہ تھا اور وہی نعرۂ توحید کی زلزلہ انداز تکبیر تھی۔ قریش کی طرف سے وہی کل کی طرح آج بھی جواب ملا۔ تاہم یہ سزا بھی اُن کو فرض تبلیغ سے باز نہ رکھ سکے گی۔

حضرت ابوذر نے تین خلافتوں کا زمانہ دیکھا۔ زمین بدل گئی آسمان بدل گیا۔ فتوحات نے مسلمانوں کے چھوٹے چھوٹے جھونپڑے کو رشک ایوان کسریٰ اور غیرت کاشانہ فغفور بنا دیا لیکن ایک ذات تھی جو سونے اور چاندی کا ایک ٹکڑا بھی اپنے گھر رکھنا حرام سمجھتی تھی۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں وہ سرزمین شام میں تھے جہاں رومیوں کے اثر سے مسلمان اسلامی سادگی کو چھوڑ کر دولت اور تنعم کے خوگر ہو چلے تھے۔ امیر معاویہ کا دربار قیصر و کسریٰ کی بارگاہ بن رہا تھا۔ ان کے جاہ و جلال کے رعب و داب نے بڑے بڑوں کی زبانیں گنگ کر دی تھیں۔ لیکن جرأت و آزادی کی وہ بے نیام تلوار جو ابوذر غفاری کے کام و دہن میں تھی ایک لمحہ کے لئے نہ جھجکی اور ہمیشہ سر دربار اعلان حق کیلئے چمکتی رہی آخر کار

[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس گھاٹی میں مع خاندان بنی ہاشم کے تین برس تک محصور رہے تھے۔

مُراسلات

حق الیقین

اور

مولوی حکیم عبید اللہ صاحب

بسمل

مسئلہ (نبوت) مسیح موعود علیہ السلام

این کلام ہم کلام مرداں است

بے کلامے مخنث بازار

مرد باید کہ گیرد اندر گوش ۔ ور نوشت است پند بر دیوار

مولوی عبید اللہ صاحب بسمل کی کتاب "حق الیقین" میں نے بغور پڑھی ہے۔ اس میں ایک بات ایک دلیل بھی ایسی نہیں ہے جس کا جواب "النبوۃ فی الاسلام" میں موجود نہ ہو۔ میں حیران ہوں کہ غلط بات کی حمایت بڑے بڑے سمجھدار لوگوں سے کیا کیا لکھوا دیتی ہے۔ گویا اُن کا ضمیر ہی مر گیا ہے۔ تمام کتاب کا نتیجہ اور لب لباب یہ فقرہ ہے جو مولوی مذکور نے اپنی کتاب میں موٹے الفاظ سے خط کشیدہ لکھ دیا ہے کہ

"اس موعود کو کیوں نہ نبی اللہ کہا جاوے"۔

(صہ ۱۵۲ حق الیقین)

میں ذیل میں مسیح موعود کی چند تحریرات نقل کرتا ہوں۔ جن میں آپ نے اپنی نبوت کی حقیقت بتائی ہے۔

مسیح موعود کی چند تحریرات

(۱) "اس لئے میں نبی نہیں کہلا سکتا" (حاشیہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵)

"اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی پر نبی کے لفظ کا اطلاق بھی جائز نہیں جب تک اُس کو امتی بھی نہ کہا جاوے"

(تجلیات الٰہیہ حاشیہ صفحہ ۸ و ۹)

(۲) "ان معنوں سے میں نبی ہوں اور امتی بھی ہوں۔ تاکہ ہمارے سید و آقا الخ (خط بنام اخبار عام محررہ ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء)

(۳) "الفاظ (نبی یا رسول) کی نسبت وہ شخص غلطی کرتا ہے جو ایسا سمجھتا ہے کہ اس رسالت اور نبوت سے مراد حقیقی نبوت و رسالت ہے ...... جو محض استعارہ کے رنگ میں ہیں۔ اسلام میں فتنہ پڑتا ہے اور اس کا نتیجہ سخت بد نکلتا ہے۔ اس لئے اپنی **جماعت کی معمولی بول چال اور دن رات کی محاورات میں یہ لفظ نہیں آنے چاہئیں**۔ اور دلی ایمان سے سمجھنا چاہئے کہ نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین** الخ اس آیت کا انکار کرنا یا استخفاف کی نظر سے دیکھنا **درحقیقت اسلام سے علیحدہ ہونا ہے**۔ جو شخص انکار میں حد سے گذرتا ہے۔ جس طرح کہ وہ خطرناک حالت میں ہے اسی طرح **وہ جو شیعوں کی طرح اعتقاد میں حد سے گذر جاتا ہے** ...... خدا تعالیٰ نے ان تمام نبوتوں اور رسالتوں کو قرآن شریف اور آنحضرت صلعم پر ختم کر دیا ہے۔ اور ہم محض دین اسلام کے خادم بنکر دنیا میں آئے ہیں ...... اور **نبی** اور **رسول** کے لفظ استعارہ اور مجاز کے رنگ میں ہیں۔ **رسالت لغت عرب** میں بھیجے جانے کو کہتے ہیں اور نبوت یہ ہے کہ خدا سے علم پاکر پوشیدہ حقائق اور معارف کو بیان کرنا۔ سو اسی حد تک مفہوم کو ذہن میں رکھکر ...... مگر چونکہ اسلام کی اصطلاح میں **نبی اور رسول** کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں۔ یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے **ہوشیار رہنا چاہئے کہ اس جگہ بھی یہ معنے نہ سمجھ لیں**۔ (یعنی مجھ کو ایسی نبوت کا مدعی نہ سمجھیں) .... سو دین کو بچوں کا کھیل نہیں بنانا چاہئے۔ جو شخص ہماری طرف اسکے خلاف منسوب کرے **وہ ہم پر افترا کرتا ہے** ...... کوئی شخص اس ہدایت کے برخلاف کچھ بھی دل میں رکھے۔ ورنہ وہ ہی خدا تعالیٰ کے نزدیک اس کا **جوابدہ ہوگا**" (اخبار الحکم ۲۹ جلد ۳ ۔ ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء)

(۴) "آنحضرت صلعم ان معنوں سے خاتم الانبیاء ہیں کہ ایک تو تمام کمالات نبوت اُن پر ختم ہیں دوسرے یہ کہ انکے بعد کوئی نئی شریعت لانیوالا رسول نہیں اور نہ کوئی ایسا نبی ہے جو ان کی امت سے باہر ہو۔ بلکہ ہر ایک کو جو شرف مکالمہ الٰہیہ ملتا ہے انہیں کی وساطت سے ملتا ہے۔ وہ امتی کہلاتا ہے ...... نہ کوئی مستقل نبی ...... (چشمہ معرفت حصہ دوم ص ۹)

(۵) "آنجناب کے بعد مستقل طور پر کوئی نبوت نہیں اور نہ کوئی شریعت ہے۔ نبوت و رسالت کا لفظ خدا تعالیٰ نے اپنی وحی میں میری نسبت صدہا مرتبہ استعمال کیا ہے مگر اس سے صرف **وہ مکالمات مخاطبات الٰہیہ مراد ہیں جو بکثرت ہیں اور غیب پر مشتمل ہیں اس سے بڑھکر کچھ نہیں**۔"

...... (چشمہ معرفت حاشیہ صفحہ ۳۲۴ و ۳۲۵)

(۶) **نبوت** کے لفظ کے متعلق :-

"حاشا وکلا مجھے **نبوۃ حقیقی** کا ہرگز دعوےٰ نہیں ...... سو میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں۔ کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں (الفاظ نبوت وغیرہ) اور اُن کے دلوں پر یہ الفاظ شاق ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم **شدہ تصور** فرما کر بجائے اس کے **محدث** کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں ...... ابتداء سے میری نیت میں جسکو اللہ تعالیٰ جلشانہٗ خوب جانتا ہے اس لفظ **نبی** سے مراد حقیقی نہیں ہے بلکہ صرف **محدث** مراد ہے۔ (مجموعہ اشتہارات حصہ اول ص ۹۷)

(۷) ہم بھی مدعی نبوت پر **لعنت** بھیجتے ہیں ...... آنحضرت صلعم کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور وحی **نبوت** نہیں بلکہ وحی **ولایت** جو زیر سایہ نبوت محمدیہ ...... جبکہ **نبوت** کا دعوےٰ اس طرف بھی نہیں **صرف ولایت اور مجددیت** کا دعوےٰ ہے (مجموعہ اشتہارات حصہ سوم ص ۲۲۳)

(۸) میں نہیں سمجھتا کہ نبی کے نام پر اکثر لوگ کیوں چڑ جاتے ہیں جس حالت میں ثابت ہوگیا کہ آنیوالا مسیح اسی امت میں سے ہوگا۔ پھر اگر خدا تعالیٰ نے اس کا نبی رکھدیا تو ہرج کیا ہوا۔ اسی کا نام امتی بھی تو رکھا گیا ہے۔ اور امتیوں کی تمام صفات اس میں رکھی گئی ہیں **یہ مرکب نام ایک الگ نام ہے** اسی وجہ سے حدیث میں آیا ہے۔ **علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل** ...... اس حدیث میں بھی علمائے ربانی کو ایک طرف **امتی** کہا اور دوسری طرف **نبیوں** سے **مشابہت** دی ہے" (ضمیمہ براہین حصہ پنجم صفحہ ۱۸۳ و ۱۸۴)

(۹) "سو کلام الٰہی میں اس کا نام نبی رکھنا ان معنوں سے نہیں۔ جو ایک مستقل نبی کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ بلکہ اس جگہ صرف یہ مقصود ہے کہ خدا تعالیٰ اس سے مکالمہ مخاطبہ کریگا اس لئے باوجود امتی ہونے کے نبی بھی کہلائیگا"۔

...... (ضمیمہ براہین حصہ پنجم ص ۱۸۲)

(۱۰) "صرف مراد میری نبوت سے کثرت مکالمت و مخاطبت الٰہیہ ہے جو آنحضرت صلعم کی اتباع سے حاصل ہے سو مکالمہ مخاطبہ کے آپ لوگ بھی قائل ہیں۔ پس یہ صرف لفظی نزاع ہوئی"۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۶۸)

(۱۱) "**ثم مع ذالک ذکرت غیر مرۃ** الخ

(صفحہ ۱۶ ضمیمہ حقیقۃ الوحی حاشیہ الاستفتاء)

(ترجمہ) باوجود اس کے کہ میں کئی مرتبہ بیان کر چکا ہوں کہ میری نبوت سے اللہ تعالیٰ کی مراد سوائے کثرت مکالمہ مخاطبہ کے اور کچھ نہیں اور یہ اہل سنت کے اکابر کے نزدیک مسلم ہے پس یہ صرف ایک لفظی نزاع ہے ...... اور اللہ تعالیٰ کی لعنت اس شخص پر ہو جو اس کے خلاف ذرہ بھر دعوےٰ کرے اور ساتھ ہی ایسے مدعی پر تمام لوگوں اور فرشتوں کی لعنت بھی ہو"۔ (صفحہ ۱۶ ضمیمہ حقیقۃ الوحی ۔ الاستفتاء)

(۱۲) "خدا را مکالمات و مخاطبات است با ولیائے خود دریں امت و ایشاں را رنگ انبیاء داده میشود ۔ و در **حقیقت انبیاء نیستند**" (صفحہ ۶۶ تا ۶۷ مواہب الرحمٰن)

(۱۳) "میرا صرف یہ دعوےٰ ہے کہ ایک پہلو سے میں امتی ہوں اور ایک پہلو سے آنحضرت صلعم کے فیض نبوت سے نبی ہوں اور نبی سے مراد صرف اسقدر ہے کہ خدا تعالیٰ سے بکثرت **شرف مکالمہ مخاطبہ پاتا ہوں**" الخ (حقیقۃ الوحی ص ۱۴۹)

(۱۴) "ہاں میں صرف نبی نہیں۔ بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی"۔ (صفحہ ۱۵۵ حقیقۃ الوحی)

(۱۵) "آنحضرت صلعم کی پیروی کرنیوالا اس درجہ کو پہنچا۔ کہ ایک پہلو سے وہ امتی ہے اور ایک پہلو سے **نبی** ...... یہی معنے اس حدیث کے ہیں کہ **علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل**" (حاشیہ حقیقۃ الوحی ص ۹۷)

(۱۶) انبیاء بنی اسرائیل ۔ اسی وجہ سے میری طرح ان کا نام نہ ہوا ۔ کہ ایک پہلو سے امتی اور ایک پہلو سے **نبی**۔ بلکہ وہ انبیاء مستقل نبی کہلائے اور براہ راست اُنکو منصب نبوت ملا"۔ (صفحہ ۹۷ حقیقۃ الوحی)

(۱۷) "ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی مستقل نبی آنحضرت صلعم کے بعد آوے کیونکہ ایسے شخص کا آنا [illegible] ختم نبوت کا منافی ہے"۔ (صفحہ ۲۹ ۔ حقیقۃ الوحی)

(۱۸) "مستقل نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہوگئی ۔ مگر ظلی نبوت جس کے معنے ہیں محض فیض محمدی سے وحی پانا وہ قیامت تک باقی رہیگی۔ تا انسانوں کی تکمیل کا دروازہ بند نہ ہو تا یہ نشان مٹ نہ جاوے کہ آنحضرت صلعم کی ہمت نے قیامت تک یہی چاہا ہے کہ مکالمات مخاطبات الٰہیہ کے دروازے کھلے رہیں"۔ (صفحہ ۲۷ و ۲۸ حقیقۃ الوحی)

(۱۹) "وہ صرف نبی نہیں کہلاتا۔ بلکہ نبی بھی اور امتی بھی"۔ (چشمہ مسیحی ص ۲۹)

(۲۰) "میں امتی بھی ہوں ۔ اور نبی بھی اور میری نبوت یعنی مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ ہے"۔ (تجلیات الٰہیہ ص ۲۶ و ص ۱۷)

(۲۱) "کیونکہ یہ ایک جزئی فضیلت ہے جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے"۔ (تریاق القلوب ص ۱۵۵)

(۲۲) "اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا **صرف اُن نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں** ۔ لیکن صاحب شریعت کے ماسواء جس قدر ملہم اور محدث ہیں"۔ (تریاق القلوب ص ۱۳۰)

(۲۳) "آنے والے مسیح کے لئے ہمارے سید و مولیٰ نے **نبوت شرط نہیں ٹھیرائی** ...... یہ عاجز اس امت کے لئے **محدث** ہو کر آیا ہے ...... **محدث بھی ایک معنے سے نبی ہی ہوتا ہے**"۔ (توضیح مرام ص ۱۸)

(۲۴) "ہاں یہ سچ ہے کہ آنے والے مسیح کو **نبی** کرکے بھی بیان کیا گیا ہے۔ مگر اسکو **امتی** کرکے بھی تو بیان کیا گیا ہے ...... نبوت تامہ کا قصہ اس میں پائی جاویگی۔ جو دوسرے لفظوں میں **محدثیت** کہلاتی ہے ...... (**امتی بھی کہا اور نبی بھی**۔ جیسا کہ **محدث** میں ان دونوں شانوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ غرض محدثیت دونوں رنگوں سے رنگین ہوتی ہے۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں بھی اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی"۔ (ازالہ اوہام ص ۵۳۳ و ص ۵۳۴)

(۲۵) "صاحب نبوت تامہ ہرگز امتی نہیں ہو سکتا"۔ **محدث** کا وجود انبیاء اور امم میں بطور برزخ کے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ وہ اگرچہ کامل طور پر امتی ہے۔ مگر ایک وجہ سے نبی بھی ہوتا ہے"۔ (ازالہ اوہام ص ۵۶۹)

(۲۶) "ابن مریم آنے والا **کوئی نبی نہیں ہوگا**۔ بلکہ فقط امتی لوگوں میں سے ہوگا"۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۲۹۱ و ۲۹۲)

(۲۷) "آنے والا مسیح محدث ہونے کی وجہ سے مجازاً نبی بھی ہے"۔ (ازالہ اوہام ص ۳۴۹)

(۲۸) "وہی حقیقت جو انبیاء میں نبوت کے نام سے بولی جاتی ہے۔ اس میں محدثیت کے پیرایہ میں ظہور پکڑتی ہے ...... **محدث** کامل نبی [illegible] کے معنے کہہ سکتے ہیں **المحدث نبی**"۔ (آئینہ کمالات اسلام ص ۲۳۷ و ۲۳۸)

(۲۹) "رسول کا لفظ عام ہے جس میں **رسول** اور **نبی** اور **محدث** داخل ہیں"۔ (آئینہ کمالات ص ۳۲۲)

خلاصہ کلام

میاں صاحب کے مریدوں کو باوجود مولوی ہونے کے عقل و خدا [illegible] سب الشیئ یعمی ویصم ۔ الحکم ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء والے مضمون میں مسیح موعود [illegible] لوگوں کا نقشہ کھینچا ہوا ہے ۔ مسیح موعود نے نصیحت کی تھی ۔ دین کو بچوں کا کھیل نہ بناؤ ۔ انہوں نے بنایا [illegible] نے کہا تھا ہوشیار رہو ۔ یہ غافل ہو گئے ۔ اُس نے کہا تھا ۔ میرے پر نبوت کے دعوے کا تھوپنا غیر احمدیوں کا افترا ہے [illegible] ۔ انہوں نے کیا ۔ [illegible] کہا تھا

نبوت [illegible]

[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

قُلْ یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍۢ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ

آزاد رہوں اور مرا مسلک ہے صلح کل
ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے

اخبار

پیغام صلح

الصلح خیر

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ہفتہ میں دو بار
یکشنبہ و چہارشنبہ کو شائع ہوتا ہے

سالانہ قیمت

جلد ٦ | دارالمسیح لاہور چہارشنبہ ۲ جمادی الثانی ۱۳۳۷ھ مطابق ۵ مارچ ۱۹۱۹ء | نمبر ۶۵

ملفوظات حضرت مسیح موعود

لاہور کے ایک معزز اور قدیمی رئیس خاندان کے ایک پنڈت صاحب دارالامان میں تشریف لائے ہوئے تھے حضرت اقدس کی زیارت اور آپ سے استفادہ ان کا منشا تھا۔ ۲۰ دسمبر ۱۹۰۵ء کی شام کو حضرت مسیح موعود سے ان کا جو مکالمہ ہوا وہ حسب ذیل ہے:۔

گناہ سوز فطرت کیونکر پیدا ہو؟

مسیح موعود:۔ آپ نے کون کونسی کتاب دیکھی ہے؟

پنڈت صاحب:۔ مثنوی مولانا روم صاحب اپنشد اور کئی مذہبی فقرا کی کتابیں۔ مگر انسان کا اپنے نفس پر قابو پانا مشکل ہے یہ بالضرور انسان کو گناہ کی طرف لے جاتا ہے۔

مسیح موعود:۔ اصل بات یہ ہے کہ جس طرح طبیب کے پاس کوئی بیمار جاتا ہے۔ تو اس وقت تک وہ اس کا علاج نہیں کر سکتا جب تک وہ یہ تشخیص نہ کرے کہ مرض کا اصل سبب کیا ہے۔ اور جب وہ مرض کا سبب اصلی معلوم کر لیتا ہے تو پھر وہ اس کا علاج تجویز کرتا ہے۔ لیکن جب تک پورے طور پر مرض کی تشخیص نہیں ہو لیتی تو وہ عمدہ طور پر اس کا علاج نہیں سوچ سکتا۔ ٹھیک یہی حال گناہ کا ہے۔ کیونکہ گناہ ایک روحانی بیماری ہے۔ جب تک اس کی ماہیت معلوم نہیں ہوتی اس وقت تک انسان گناہ سے نہیں بچ سکتا۔ اس پر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ انسان گناہ کی طرف کیوں جھکتا ہے؟ اور یہ گناہ کا خیال پیدا ہی کیوں ہوتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ اس وقت تک انسان گناہ کرتا ہے۔ جب تک کہ وہ خدا سے بے خبر رہتا ہے۔ بھلا کیا کوئی شخص جو چوری کرتا ہے وہ اس وقت کرتا ہے جبکہ گھر کا مالک جاگتا ہو اور گھر میں روشنی بھی ہو؟ یا اس وقت کرتا ہے جبکہ مالک سو یا ہوا ہو اور ایسا اندھیرا ہو کہ کچھ دکھائی نہ دیتا ہو؟ صاف ظاہر ہے کہ وہ اسی وقت چوری کرتا ہے۔ جب وہ یقین کرتا ہے کہ مالک بے خبر ہے۔ اور روشنی نہیں ہے۔ اسی طرح پر ایک شخص جو گناہ کرتا ہے۔ وہ اس وقت کرتا ہے۔ جبکہ خدا سے بے خبر ہو جاتا ہے۔ اور اسکو اس پر کچھ یقین نہیں ہوتا۔ نہ اس وقت جبکہ اسے یقین ہو کہ خدا ہے اور وہ اس کے اعمال کو دیکھتا ہے۔ اور اس کو سزا دے سکتا ہے۔ اور یہ علم ہو کہ اگر میں کوئی کام اس کی خلاف مرضی کرونگا تو وہ اس کی سزا دے گا۔ جب یہ علم اور یقین خدا کی نسبت ہو پھر انسان گناہ کی طرف میل اور توجہ نہیں ہو سکتی۔ جب انسان یہ یقین رکھتا ہے کہ میں بالکل اس کے ماتحت ہوں اور وہ میری بداعمالیوں کی سزا دے سکتا ہے۔ اور میرے اعمال کو دیکھتا ہے پھر جرأت نہیں کر سکتا۔ جیسے ایک بھیڑ کو بھیڑیئے کے سامنے باندھ دیا جائے۔ تو کسی دوسرے کے کھیت کی طرف جانا درکنار اسکے سامنے کتنا ہی گھاس کھانے کے لئے ڈالا جائے۔ تو وہ اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھیگی۔ کیونکہ ایک خوف جان اس پر غلبہ کئے ہوئے ہے۔ پس جبکہ خوف ایک وحشی جانور تک اپنا اتنا اثر کر سکتا ہے کہ وہ کھانا تک چھوڑ دیتا ہے۔ تو پھر انسان جب اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے سامنے اسی طرح سمجھے اور یقین کرے کہ وہ دیکھتا ہے اور گناہ پر سزا دیتا ہے۔ تو اس یقین کے بعد گناہ کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ یقین رکھتا ہے کہ وہ صاعقہ کی طرح اس پر گرے گا۔ اور تباہ کر دے گا۔ پس یہ خوف جو خدا تعالیٰ کو بزرگ اور برتر اور قدرت والا ماننے سے پیدا ہوتا ہے۔ اس کو گناہ سے بچائے گا۔ اور یہ سچا ایمان پیدا کریگا۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں

کبیرہ وصغیرہ

ایک گناہ کبیرہ کہلاتے ہیں۔ جیسے چوری کرنا۔ زنا۔ ڈاکہ وغیرہ جو موٹے موٹے گناہ کہلاتے ہیں۔ دوسرے صغیرہ جو انسان سے بلحاظ بشریت کے سرزد ہو جاتے ہیں۔ باوجودیکہ انسان اپنے آپ میں بڑا ہی پکا اور محتاط رہتا ہے۔ مگر بشریت کے تقاضا سے بعض ناسزا امور اس سے سرزد ہو جاتے ہیں۔ جو دوسری قسم کے گناہ ہیں۔ اسی طرح پر گناہ سے دور ہونے کے بھی دو ذریعے ہیں۔ اول وہ ذریعہ ہے کہ بہت سے گناہ ایسے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے غلبہ خوف کے سبب سے دور ہو جاتے ہیں۔ یعنی استیلاء خوف الٰہی ہی ایک ایسی شے ہے۔ جو گناہوں کو دور کرتی ہے۔ اور ان سے بچاتی ہے۔ یہ ذریعہ ایسا ہے۔ جیسے پولیس کے خوف سے انسان قانون کی خلاف ورزی سے بچتا ہے۔ پھر دوسرا ذریعہ گناہوں سے بچنے کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر اطلاع پانے کے بعد اس کی محبت بڑھتی ہے۔ اور پھر اس محبت سے گناہ دور ہوتے ہیں۔ ان دو نو ذریعوں سے بھی گناہ دور ہوتے ہیں۔

ایک اور قسم کے لوگ ہیں جو چاہتے ہیں کہ گناہ ان سے سرزد نہ ہو مگر وہ کچھ ایسے غفلت میں پڑ جاتے ہیں۔ اور بھول جاتے ہیں × × × × یہ کہ گناہ ہو ہی جاتے ہیں۔ لیکن یہ امر انسان کی فطرت اور رگ و ریشہ میں رچا ہوا ہے۔ کہ وہ شدت خوف سے بچتا ہے۔ جیسے میں نے کہا کہ شیر کے سامنے اگر بکری کو باندھ دیں تو وہ گھاس نہیں کھا سکتی۔ یا حاکم کے سامنے کوئی انسان اکڑ کر کھڑا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ اس کے سامنے نہایت عاجزی اور احتیاط سے خاموش کھڑا ہوگا۔ یہ احتیاط اور عجز حاکم کا رعب اور حکومت کا نتیجہ ہے۔ لیکن یہی نتیجہ محبت سے بھی پیدا ہوتا ہے جب ایک شخص اپنے محسن کے سامنے جاتا ہے۔ تو وہ اس کے احسان کو یاد کر کے خود بخود نرم اور محتاط ہو جاتا ہے۔ اور ایک حیا اس کی آنکھوں میں پیدا ہوتا ہے۔ محسن کے ساتھ نسبت بڑھتی ہے۔ جیسے کوئی شخص کسی کا قرضہ ادا کر دے۔ تو وہ اس پر کس قدر محبت کرتا ہے۔ پھر اس محبت [illegible] وہ کسی خلاف ورزی اور خلاف مرضی کرنا نہیں چاہتا۔ یہ فرماں برداری اور اطاعت محبت ذاتی سے پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح پر انسان کو اگر خدا تعالیٰ کے ان احسانات کا علم ہو۔ جو اس پر اس نے کئے ہیں۔ تو وہ اس کی محبت ذاتی کی وجہ سے گناہوں سے بچیگا۔ اور پھر کوئی تحریک اس طرف نہیں لے جا سکتی۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے۔ جیسے کوئی بادشاہ کسی ماں کو حکم دیوے کہ اگر تم اس بچہ کو دکھ دو گی یا دودھ نہ دو گی یہاں تک کہ اگر وہ بچہ مر بھی جاوے۔ تو تم کو کوئی سزا نہ ملے گی۔ بلکہ ہم انعام دیں گے تو وہ ہرگز ہرگز اس حکم کی تعمیل نہ کرے گی۔ اور ایسا کرنا پسند نہیں کرے گی۔ اس لئے کہ اس کی فطرت میں بچہ کے ساتھ محبت کا جوش ہے۔ اور یہ جوش محبت ذاتی کا جوش ہے

پس انسان جب خدا تعالیٰ کے ساتھ اس قسم کی محبت کرنے لگتا ہے۔ تو پھر اس سے جو نیکیاں صادر ہوتی ہیں اور وہ گناہوں سے بچتا ہے۔ تو وہ کسی طمع یا خوف سے نہیں بلکہ محبت ذاتی کے تقاضے سے۔ محبت ذاتی کا یہ نشان ہے۔ کہ اگر محبت ذاتی والے کو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اس کے اعمال کی پاداش میں اس کو بجائے بہشت کے دوزخ ملے گا۔ یا اسے معلوم ہو کہ ان پر کوئی نتیجہ مرتب نہ ہوگا۔ اور بہشت دوزخ کوئی چیز ہی نہیں جس کے خوف یا جس کے طمع کے لئے وہ احکام کی بجا آوری کرے۔ تب بھی اس کی محبت میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ کیونکہ یہ خوف اور رجا کے پہلوؤں کو دور کر کے فطرت کا رنگ پیدا کرتی ہے۔ محبت ذاتی کا یہ خاصہ ہے کہ جب انسان کے اندر نشوونما پاتی ہے۔ تو ایک آگ پیدا کر دیتی ہے۔ جو اندر کی نجاستوں کو جلا کر صاف کرتی ہے۔ یہ آگ ان نجاستوں کو جلاتی ہے۔ جنکو بیم و رجا جلا نہ سکتے تھے۔ پس یہ مقام انسان کے لئے تکمیل کا ہے۔ اور اس جگہ تک اسے پہنچنا ضروری ہے۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ کے مع دیگر احباب آج پیر (۳ مارچ) کو ڈیرہ غازی خاں سے واپس تشریف لانے کی امید ہے۔

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب غانپور سے کرنال ضلع پانی پت میں تبدیل ہو گئے ہیں۔ ان کے نام کے تمام خطوط سول ہسپتال کرنال کے پتہ پر بھیجے جائیں۔

درخواست دعائے جنازہ۔ کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ سے برادر عبدالخالق صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے والد محمد شفیع صاحب بقضائے الٰہی فوت ہو گئے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

احباب ان کا جنازہ غائب پڑھ کر ثواب دارین حاصل کریں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۶ یوم چہارشنبہ مورخہ ۵ مارچ سنہ ۱۹۱۹ء نمبر ۶۵

کیا حضرت مسیح علیہ السلام زندہ مع الجسم آسمان پر اُٹھائے گئے؟

{ از جناب حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسےٰ }

ایک اشتہار بعنوان "جوہر کھلیں گے صاحب جوہر کے سامنے" میاں پیر بخش صاحب کی طرف سے شایع ہوا ہے۔ جس میں میرے ایک مطالبہ کا جواب دینے کے لئے انہوں نے ہاتھ پاؤں مارے ہیں۔ اور اس بات کی کوشش کی ہے کہ مسیح ناصری ؑ کے اصالتاً دوبارہ نزول کو ثابت کریں۔ لیکن جہاں تک آسمان پر جانے کا تعلق ہے۔ کوئی ثبوت انہوں نے نہ قرآن سے نہ حدیث سے پیش کیا ہے۔ حدیثیں تو انہوں نے بہت لکھی ہیں۔ لیکن وہ سب کی سب نزول ہی کے متعلق ہیں۔ نہ کہ اس جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر جانے کے متعلق۔ میرا مطالبہ میاں پیر بخش صاحب سے یہ نہیں تھا کہ وہ کسی حدیث یا آیت قرآنی سے مسیح علیہ السلام کے دوبارہ نزول کا ثبوت دیں بلکہ یہ کہ کسی ایسی حدیث کا مطالبہ ان سے کیا تھا جس میں ان کے آسمان پر اس جسم کے ساتھ چڑھ جانے یا اُٹھائے جانے کا ذکر ہو جیسا کہ میرے ان الفاظ سے جو انہوں نے نقل کئے ہیں ظاہر ہے یعنے میاں پیر بخش صاحب کو جو تحریر لکھ کر دی تھی۔ اس کو انہوں نے نقل تو کیا۔ لیکن باوجود نقل کرنے کے ان الفاظ کو کہ

"اگر میاں پیر بخش صاحب کسی ضعیف سے ضعیف اور موضوع سے موضوع حدیث سے یہ ثابت کر دیں گے کہ حضرت عیسےٰ ابن مریم اسرائیلی نبی اس جسم عنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر اُٹھائے گئے ہیں۔ . . . . ."

قطعاً نظر انداز کر دیا۔ معلوم نہیں "اُٹھائے گئے ہیں" کے معنی کونسی لغت میں "نازل ہوں گے" کے لکھے ہیں۔ یا شاید میاں پیر بخش صاحب نے خود کوئی ایسی لغت بنا رکھی ہے۔ جس میں چڑھنے اور اُٹھانے کے معنے نازل ہونے اور اترنے کے لکھے ہوں گے اگر ایسا ہے تو مہربانی کر کے وہ اس کا استعمال اپنے گھر کے اندر ہی رہنے دیں گھر سے باہر اس لغت کا استعمال کرنا دنیا کو مصیبت میں ڈالنا ہوگا۔ صاف اور سیدھی بات ہے کہ مسیح کا آسمان پر اُٹھایا جانا کسی حدیث سے ثابت کیا جائے۔ اور اگر چڑھنا ہی ثابت نہیں اور کوئی ضعیف سے ضعیف حدیث بھی اس بات کا ذکر نہیں کرتی کہ حضرت مسیح علیہ السلام زندہ اس جسم کے ساتھ آسمان پر اُٹھائے گئے۔ تو نزول سے جسم عنصری کے ساتھ آسمان سے اترنا مراد لینا کہاں تک جائز ہے۔ پہلے مسیح ؑ کا آسمان پر اس جسم کے ساتھ اُٹھایا جانا ثابت کرو۔ اور وہ حدیث دکھاؤ جس میں اس اُٹھائے جانے کا ذکر ہو تو پھر نزول والی احادیث کو بھی ان کے اصالتاً آسمان سے اترنے کے ثبوت میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ لیکن جب اُٹھایا جانا ہی ثابت نہیں جب آسمان پر جانے کا ہی کہیں کسی بھی حدیث میں ذکر نہیں۔ تو نزول کی احادیث کو اصالتاً ان کے آسمان سے اترنے کے ثبوت میں پیش کرنا ایک بے فایدہ اور لایعنی امر ہے۔ جس کا اعتراف خود میاں پیر بخش صاحب کو بھی ان الفاظ میں صاف طور پر کرنا پڑا ہے کہ

"جب آسمان پر کوئی جاوے ہی نہیں تو واپس کیسے آسکتا ہے"

پھر عجیب بات ہے کہ خود ہی اس کا اعتراف بھی کرتے ہیں اور پھر خود ہی بغیر اس کے کہ آسمان پر جانا ثابت کریں۔ ان کے واپس آنے کے پیچھے پڑ جاتے ہیں "وہی عیسےٰ بن مریم کا اسرائیلی نبی اصالتاً نازل ہوگا"۔ یا کوئی اور۔ اس کو تو پھر دیکھا جائے گا پہلے حسب دعویٰ خود ان کا آسمان پر جانا ثابت کریں۔ یہ عجیب ہے کہ چڑھنا تو ثابت نہیں اور اترنا پیش کیا جاتا ہے جو وہ بھی ابھی واقع نہیں ہوا۔

پس میرا مطالبہ میاں پیر بخش صاحب سے یہی ہے جس کو انہوں نے ہرگز پورا نہیں کیا۔ اور نہ وہ کبھی مدت العمر تک پورا کر سکتے ہیں ولو کان بعضھم لبعض ظہیرا کہ مسیح علیہ السلام کے اس جسم عنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر اُٹھائے جانے کا ذکر کسی حدیث سے دکھایا جائے۔ خواہ وہ حدیث ضعیف سے ضعیف اور موضوع سے موضوع ہی کیوں نہ ہو۔

کیا میاں پیر بخش صاحب اس مطالبہ کو حسب وعدہ پورا کرنے کے لئے تیار ہیں؟ کیا وہ کوئی ایسی حدیث پیش کر سکتے ہیں جس میں نازل ہونے کا نہیں بلکہ اُٹھائے جانے کا ذکر ہو۔ اگر کوئی ایسی حدیث ان کے پاس ہے۔ اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ ہرگز نہیں تو وہ اسے پیش کریں۔ تاکہ پبلک کو معلوم ہو جائے کہ "صاحب جوہر" کون ہے اور کس کے "جوہر" کس کے سامنے کھلے ہیں۔

باقی یہ امر کہ جو احادیث میاں پیر بخش صاحب نے پیش کی ہیں ان سے آیا مسیح علیہ السلام کا اصالتاً آسمان سے اترنا ثابت ہے یا نہیں اگرچہ اس کا میرے مطالبہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اور اصالتاً نزول کا سوال اسی وقت پیدا ہو سکتا ہے جب صعود جسمانی کو کسی حدیث سے ثابت کر دیا جائے۔ تاہم عامۃ الناس کو غلطی سے بچانے کیلئے میں یہ بھی دکھانا چاہتا ہوں کہ ان نزول والی احادیث سے اصالتاً مسیح علیہ السلام کا آسمان سے اترنا مراد لینے میں میاں پیر بخش صاحب نے کس قدر غلطی کھائی ہے۔ یا اپنے پڑھنے والوں کو کس قدر مغالطہ میں ڈالنا چاہا ہے

سب سے زیادہ زور میاں پیر بخش صاحب کا لفظ نزول پر ہے حالانکہ نزول کے معنی لازماً آسمان سے اترنے یا اوپر سے نیچے آنے کے نہیں ورنہ کیا میاں پیر بخش صاحب بتائیں گے کہ انزلنا الحدید میں جو اللہ تعالےٰ نے لوہے کے نزول کا ارشاد فرمایا ہے۔ تو اس سے یہ مراد ہے کہ آسمان میں کوئی لوہے کی کانیں ہیں۔ جہاں سے اللہ تعالےٰ اسے زمین پر پھینکتا ہے۔ یا انزلنا علیکم لباساً سے یہ مراد لی جائے کہ آسمان سے ہمارے لئے لباس اترتا ہے۔ حالانکہ یہ بھی صریحاً غلط ہے۔ آسمان پر کوئی کپڑے کے کارخانے نہیں۔ جہاں کوٹ پاجامے اور قمیصیں وغیرہ بنائی جاتی ہوں۔ اس زمین پر ہی سب کچھ پیدا ہوتا ہے۔ اور یہیں سے ہمیں ملتا ہے۔ لیکن باوجود اسکے قرآن کریم نے اس پر بھی نزول کا لفظ بعینہ اسی طرح استعمال کیا جیسا کہ میاں پیر بخش صاحب کی نقل کردہ احادیث میں حضرت عیسےٰ کے متعلق استعمال ہوا ہے۔ پھر فرمایا انزلنا لکم من الانعام ثمانیۃ ازواج چارپایوں میں آٹھ آٹھ جوڑے تمہارے لئے اتارے لیجئے اب تو گائے بھینس اور بکریاں بھی آسمان سے اُترنے لگیں۔ اور اگر یہ بھی کافی نہیں تو آؤ رسول ہی کے متعلق ہم بتائیں قرآن کریم فرماتا ہے۔ قد انزلنا الیکم ذکراً رسولاً یتلوا علیکم آیات اللہ (الطلاق ۱۰ - ۱۱) یہاں صاف طور پر ذکراً سے رسول مراد لیا گیا ہے اور فرمایا ہم نے اسے نازل کیا۔ تو کیا مان لیا جائے کہ محمد رسول اللہ صلعم بھی اس زمین پر پیدا نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ آسمان سے اُترے تھے میاں پیر بخش صاحب کو غور کرنا چاہیئے کہ نزول کا لفظ جب زمین سے پیدا شدہ اشیا کے متعلق بھی بولا جاتا ہے۔ اور خود قرآن کریم نے ان اشیا پر بولا ہے۔ تو حضرت عیسےٰ کے متعلق اسی نزول کے لفظ کو انکے اصالتاً آسمان سے نازل ہونے کے معنوں میں ہی لینا کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔

ہاں کہہ سکتے ہیں۔ کہ دوسرے قرائن انہی معنوں پر شاہد ہیں۔ جیسا کہ مثلاً حدیث اخوۃ العلات ہیں اولی الناس بعیسیٰ بن مریم لانہ لم یکن بینی و بینہ نبی کے الفاظ کے بعد آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ انہ نازل۔ لیکن میاں پیر بخش صاحب کو اگر علوم آلیہ سے ذرا بھی مس ہوتی تو وہ انہ کی ضمیر کو ضرور حضرت عیسےٰ ہی کی طرف ہرگز نہ پھیرتے کیونکہ انہیں معلوم ہوتا کہ ایسی ضمائر بعض وقت اپنے مرجع کے مثل کی طرف بھی پھر جاتی ہیں۔ جیسے اخذت الدرھم و نصفہ یعنے ایک درہم لیا اور اس کا نصف۔ یہاں اس کا نصف سے اس ایک درہم کے مثل کا نصف مراد ہے۔ نہ کہ اسی ایک درہم کا نصف۔ اسیطرح انہ نازل سے بھی مثیل عیسےٰ مراد ہے۔ نہ کہ وہی عیسےٰ ابن مریم۔

پھر ایک اور حدیث انہوں نے نقل کی ہے کہ ان روح اللہ نازل فیکم۔ فاذا رایتموہ فاعرفوہ فانہ رجل مربوع الی الحمرۃ والبیاض۔ یعنے حاکم نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ وہ ایک مرد لمبے بالوں والا اور رنگ اس کا سرخ سپیدی مائل ہوگا۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۶۷) معلوم نہیں یہ حدیث میاں پیر بخش صاحب نے کیوں نقل کی ہے۔ جس سے صاف طور پر ہماری تائید پائی جاتی ہے۔ جیسا کہ انہوں نے خود بھی لکھا ہے کہ

"یہ حلیہ وہی ہے۔ جو آنے والے مسیح کا رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے"

بیشک یہ وہی حلیہ ہے جو آنے والے مسیح کا رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے یہاں بھی یہی فرمایا ہے۔ رجل مربوع الی الحمرۃ والبیاض "لمبے بالوں والا سرخ سپیدی مائل" اور یہی بخاری کی اس حدیث میں ہے۔ جہاں آنے والے مسیح کا حلیہ بیان کرتے ہوئے فرمایا رجل آدم سبط الشعر گندمی رنگ اور سیدھے بالوں والا آدمی یہ حلیہ بالکل مختلف ہے۔ اس حلیہ سے جو معراج کی رات رسول اللہ صلعم نے حضرت مسیح ناصری کا دیکھا جس کا ذکر بخاری میں اس حدیث سے پہلے ہی یوں بیان کیا ہے۔ فاما عیسیٰ فاحمر جعد عریض الصدر عیسیٰ نہایت گورے، گھنگھریالے بالوں اور فراخ سینے والے تھے صاف ظاہر ہے کہ نہایت گورے۔ اور سرخ سپیدی مائل یا گندمی رنگ میں بڑا فرق ہے۔ ایسا ہی آنے والے مسیح کو سبط الشعر سیدھے بالوں والا۔ اور میاں پیر بخش صاحب کی نقل کردہ حدیث میں رجل مربوع فرمایا ہے۔ جس کا ترجمہ انہوں نے خود کیا ہے "لمبے بالوں والا"۔ لیکن مسیح ناصری کو جسے معراج کی رات دیکھا خاص طور پر جعد یعنے گھنگھریالے بالوں والا فرمایا تھا۔ یہ ہر دو اختلافات صاف طور پر اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ مسیح ناصری کوئی اور ہے۔ اور آنے والا مسیح کوئی اور۔

میاں پیر بخش صاحب نے حدیث تو وہ نقل کی جس سے ہماری تائید ہوتی ہے۔ اور نتیجہ میں فرماتے ہیں کہ

"اب تو روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ اترنیوالا عیسےٰ وہی نبی ناصری ہے۔ لیکن اس کا ثبوت کہ رسول اللہ صلعم نے شب معراج مرزا صاحب کا یہ حلیہ فرمایا آپ کے ذمہ ہے"

"شب معراج" کے لفظ قابل غور ہیں۔ عجیب بات ہے کہ رسول اللہ صلعم ان کی نقل کردہ حدیث میں حلیہ تو آنے والے مسیح کا بیان فرماتے ہیں۔ جس کا شب معراج سے کوئی تعلق نہیں۔ اور وہی حلیہ مرزا صاحب کا ہے۔ آپ کا گندمی رنگ بھی اور سیدھے بال بھی تھے۔ لیکن چونکہ مسیح ناصری کا شب معراج والا حلیہ اس سے مختلف تھا جیسا کہ اوپر واضح ہو چکا ہے۔ اس لئے میاں پیر بخش صاحب نے شب معراج کا نام لے کر حلیہ کو خلط ملط کرنا چاہا ہے۔ تاکہ یہی ثابت ہو کہ آنے والے کا حلیہ جو رسول اللہ صلعم نے فرمایا تو وہ وہی ہے۔ جو شب معراج کو مسیح ناصری کا دیکھا تھا۔ حالانکہ وہ حلیہ اس سے قطعاً مختلف ہے۔ اور ہرگز آنیوالے مسیح کے حلیہ سے مل نہیں سکتا۔

پس اہل دانش و بینش کے یہ غور کے قابل بات ہے کہ جب رسول اللہ صلعم نے آنے والے مسیح کا جو حلیہ بیان فرمایا ہے۔ وہ وہ نہیں۔ جو مسیح ناصری کا "شب معراج" دیکھا تھا۔ تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہی مسیح ناصری ہی اصالتاً دوبارہ نازل ہوں۔ وہ تو احمر یعنے نہایت گورے رنگ کے تھے۔ اور آنے مسیح کو رجل آدم یا بقول میاں پیر بخش صاحب الی الحمرۃ والبیاض۔ سرخ سپیدی مائل فرمایا۔ وہ جعد گھنگھریالے بالوں والا تھا۔ اور یہ سبط الشعر یا بقول میاں پیر بخش صاحب سیدھے یا لمبے بالوں والا تھا۔ پس دونو کو ایک قرار دینا احادیث نبوی کے صریحاً خلاف ہے۔ اور صاف ثابت ہے کہ آنے والا مسیح وہی مسیح ناصری نہیں۔ بلکہ کوئی اور ہے۔ ایک اور حدیث میاں پیر بخش صاحب نے امام بیہقی کی کتاب الاسماء والصفات سے نقل کی ہے کہ کیف انتم اذا نزل ابن مریم من السماء فیکم و امامکم منکم۔ یہ حدیث بعینہ بخاری میں بھی حضرت ابوہریرہ سے نقل ہوئی ہے۔ لیکن وہاں من السماء کا لفظ نہیں۔ جس سے ثابت ہے کہ من السماء کے لفظ بیہقی کی روایت میں کسی راوی نے اپنے پاس سے قیاس کر کے ڈالدیئے ہیں۔ پھر امامکم منکم کے الفاظ اس پر صاف طور پر شاہد ہیں کہ مسیح کہیں باہر سے آنے والا نہیں۔ بلکہ امت محمدیہ میں سے ہی پیدا ہوتا تھا۔ کیونکہ منکم کی مخاطب آنحضرت صلعم کی امت ہے۔

ایک اور حدیث کنز العمال سے نقل کی ہے۔ جسکے الفاظ ینزل اخی عیسیٰ ابن مریم سے یہ استدلال کیا ہے۔ کہ اس میں آنے والے مسیح کو آنحضرت نے اپنا بھائی کہا ہے۔ حالانکہ مرزا صاحب آنحضرت صلعم کے بھائی نہیں امتی ہیں۔

افسوس ہے کہ میاں پیر بخش صاحب نے اس استدلال سے اپنے تمام معتقدات پر پانی پھیر دیا۔ کیا ان کے اعتقاد کے مطابق جب مسیح ناصری دوبارہ نازل ہوں گے۔ تو آنحضرت صلعم کی امت میں داخل نہ ہوں گے۔ اگر ہوں گے تو اس وقت ان پر بھائی کا لفظ کیونکر صادق آئے گا۔ اور اگر آنحضرت صلعم کی امت میں داخل نہیں ہونگے تو خاتم النبیین کے بعد یہ ایک اور مستقل نبی کھڑا ہو گیا اس وقت پھر امت محمدیہ کس کی امت کہلائے گی۔ اور دین اسلام ہی آیا انکا دین ہوگا یا دین عیسوی؟

پھر ہم کہتے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے اپنے آپ کو کل امت کا بھائی قرار دیا ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں یہ ذکر ہے کہ صحابہ کے اس سوال کا کہ یا رسول اللہ حیوان اور درخت آپ کو سجدہ کرتے ہیں۔ تو ہمارے لئے آپ کو سجدہ کرنا بدرجہ اولےٰ

درست ہے۔ آپ نے جواب دیا اعبدوا ربکم واکرموا اخاکم۔ اپنے رب کی عبادت کرو۔ اور اپنے بھائی کی عزت کرو۔ پس مسیح موعود کے امتی ہونے سے اس کے آنحضرت صلعم کا بھائی ہونے کی نفی نہیں ہو سکتی۔ ایک امتی بھی انما انا بشر مثلکم کے ماتحت آنحضرت صلعم کا بھائی ہے۔ جیسا کہ اس حدیث کا منشا ہے۔ اور بالخصوص وہ امتی جو آپ کے رنگ میں رنگین ہو۔ اس کو تو آپ کا بھائی کہلانے کا مدرجہ اولے حق حاصل ہے۔

ایک اور حدیث بھی نقل کی ہے۔ جس کو حسن بصریؒ کی روایت کہا جاتا ہے۔ حالانکہ حضرت حسن بصریؒ نہ رسول اللہ صلعم سے ملے نہ آپ کی صحبت میں بیٹھے۔ نہ آپ کا کلام سنا۔ نہ وہ کسی صحابی سے روایت کرتے۔ پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم کے موہنہ سے یہ لفظ انہوں نے سنے ہوں۔ کہ ان عیسیٰ لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیمۃ۔ اس کا اعتراف تو ہمارے ان اشد مخالفین کو بھی کرنا پڑا ہے۔ جنہیں ان مسائل پر بحث و مناظرہ کا موقعہ ملا ہے۔ چنانچہ مولوی محمد بشیر صاحب نے حضرت مسیح موعود جناب میرزا غلام احمد صاحب علیہ الرحمۃ سے بحث کرتے ہوئے صاف طور پر اس کو مانا۔ اور تحریری شہادت دی کہ یہ حدیث مرسل ہے۔ پھر ایسی حدیث کو جس کا سلسلہ روایت ہی ٹھیک نہیں۔ حیات مسیح کے ثبوت میں پیش کرنا کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ بالخصوص جبکہ نہ حضرت عیسےٰ کا زندہ ہونا ثابت نہ ان کے آسمان پر جانے کا کسی روایت میں ذکر بلکہ اس کے خلاف قرآن، حدیث اور اجماع صحابہ سے ان کی وفات کا کھلا کھلا ثبوت ملتا ہے۔ جیسا کہ ہم آگے چلکر بتائیں گے لیکن میاں پیر بخش صاحب کے پاس لے دے کے ایک آیت بل رفعہ اللہ الیہ ہے۔ جس سے وہ مسیح کو زندہ آسمان پر ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ ان کا دعوےٰ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ما قتلوہ وما صلبوہ میں مسیح علیہ السلام کے قتل کئے جانے اور صلیب دیئے جانے کی نفی کی۔ تو فعل قتل چونکہ جسم معہ روح پر وارد ہوتا ہے۔ اس لئے رفع بھی جسد عنصری کے ساتھ ہونا چاہیئے۔ لیکن معلوم نہیں یہ انہوں نے کہاں سے پڑھ لیا کہ قتل کا فعل جسم پر ہوتا ہے۔ اور روح پر نہیں جسم کو بغیر روح کے کسی نے قتل کیا کرتا ہے۔ قتل تو نہ جسم کو کیا جاتا ہے نہ روح کو کبھی نہیں کہیں گے کہ فلاں آدمی نے فلاں انسان کے جسم کو قتل کر دیا۔ بلکہ یہی کہیں گے کہ فلاں نے فلاں انسان کو قتل کر دیا اور کسی انسان کا قتل ہو جانا یا اس کا مر جانا کسی ایک یا دوسری وجہ سے اسکے جسم کا روح سے الگ ہو جانا ہے۔ اگر کسی کے ہاتھ سے یہ فعل سرزد ہوا تو اس کو قتل کہیں گے۔ اور اگر خود بخود مر گیا تو اس کا صرف موت نام رکھیں گے۔

پس مسیح علیہ السلام کی نسبت **ما قتلوہ وما صلبوہ** کے بعد بل رفعہ اللہ الیہ کہنے سے یہ مراد نہیں۔ کہ ان کے جسم کو کسی نے قتل نہیں کیا۔ اور اس جسم کو خدا نے اپنی طرف اُٹھا لیا۔ بلکہ اس سے وہ روحانی رفع مراد ہے۔ جس کی نفی یہود انا قتلنا المسیح عیسیٰ بن مریم کے دعوے سے کرنا چاہتے تھے۔ ان کا اس دعوے سے یہ منشا تھا کہ ہم نے چونکہ اسے قتل کر دیا۔ اس لئے اس کا رفع روحانی نہیں ہوا۔ یعنے وہ مقرب بارگاہ الٰہی نہیں۔ کیونکہ ان کا اعتقاد تھا کہ جھوٹا نبی قتل کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ نہ تو وہ قتل ہوا۔ اور نہ ہی وہ صلیب پر مرا۔ اور اس لئے یہ غلط ہے کہ وہ لعنتی ہوا۔ بل رفعہ اللہ الیہ بلکہ اس کا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف رفع کیا۔ اور اس کے درجات بلند ہوئے۔ یہاں رفعہ اللہ الیہ* فرمایا ہے۔ نہ کہ رفعہ اللہ الی السماء الرابعۃ۔ پس یا تو میاں پیر بخش صاحب خدا کو بھی چوتھے آسمان پر بٹھائیں۔ اور پھر مسیح کا اس کی طرف جسد عنصری کے ساتھ رفع کریں۔ اور یا پھر مسیح کو بھی خدا کے ساتھ جسد عنصری سمیت ہر جگہ حاضر و ناظر مانیں۔

لیکن ہم کہتے ہیں کہ رفع کے یہ معنی کہ جسد عنصری کے ساتھ اٹھا لیا کونسی لغت یا قرآن کریم کی کس آیت کے مطابق ہیں۔ کیا الرافع کے معنے لغت کی سب کتابوں میں قریب قریب فرمانے والا نہیں لکھے۔ اور کیا رفع جسم اٹھانے والا کے معنے کسی لغت سے دکھائے جا سکتے ہیں۔ کیا قرآن کریم میں کسی ایک جگہ بھی اللہ تعالیٰ کے انسان کو رفع کرنے سے مراد اسے مع جسم اُٹھانا آیا ہے۔ کیا بلعم باعور کے متعلق جو فرمایا کہ ولو شئنا لرفعنٰہ بہا ولٰکنہ اخلد الی الارض۔ تو اس سے یہ مراد ہے کہ بلعم باعور کو حضرت عیسےٰ کی طرح اللہ تعالیٰ نے مع الجسم آسمان پر اُٹھانا چاہتا تھا

* [illegible]

مگر وہ زمین کے ساتھ چمٹ گیا۔ کیا میاں پیر بخش صاحب مانتے ہیں حضرت ادریسؑ بھی حضرت عیسےٰؑ کی طرح زندہ بجسد عنصری آسمان پر اٹھائے گئے کیونکہ صاف آیت ہے واذکر فی الکتاب ادریس انہ کان صدیقا نبیا ورفعنٰہ مکانا علیا اور ادریس کو یاد کرو۔ وہ بڑا ہی سچا نبی تھا۔ اور ہم نے اسے بلند مکان پر اٹھا لیا۔ یہاں تو بلند مکان کی بھی تصریح فرما دی حضرت عیسےٰ کے معاملہ میں تو یہ بھی نہیں۔ پھر ادریس کا رفع کیوں بجسدہ العنصری نہیں مانا جاتا۔

پھر ہم پوچھتے ہیں کہ وارفعنی کی دعا جو بین السجدتین مسلمان پڑھتے ہیں۔ اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر تمام صحابہ تابعین۔ تبع تابعین۔ آئمہ اولیائے امت اسے پڑھتے رہے۔ تو وہ اس میں یہی دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ ہمیں مع جسم آسمان پر اٹھالے۔ اگر اس دعا کا یہی منشا تھا تو ماننا پڑے گا کہ تمام امت کی یہ دعا خالی ہی گئی۔ کیونکہ سب اس رفع جسمانی سے محروم رہے۔ کسی ایک کی بھی دعا اس صورت میں پوری نہیں ہوئی۔ تعجب ہے۔ میاں پیر بخش صاحب خود بھی اس بات کو مانتے ہیں کہ

"رفع روحانی تو ہر مومن کا ہوتا ہے"

لیکن باایں مسیح کا رفع روحانی انہیں گوارا نہیں۔ وہاں خلاف قرآن اور خلاف لغت خواہ مخواہ رفع جسمانی ہی پر مصر ہو جاتے ہیں۔ کیا یہ صریح ناانصافی نہیں کہ جس بات کا کوئی ثبوت انکے پاس نہیں۔ جس کی تائید میں کوئی شہادت وہ پیش نہیں کر سکتے اس پر کھڑے ہوکر ایک حق بات کو جھٹلاتے ہیں۔ رفع روحانی ہر مومن کا بھی ہوتا ہے۔ اور حضرت عیسیٰ کا بھی وہی رفع روحانی ہی ہوا۔ اس کی تصریح قرآن کریم نے خصوصیت کے ساتھ صرف اس لئے کی کہ یہود انا قتلنا المسیح کہہ کر ان کے اس رفع روحانی کا انکار اور نفی کرتے تھے۔ اور انہیں نعوذ باللہ لعنتی قرار دے کر ادنیٰ مومن کی حیثیت سے بھی گراتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس عقیدہ کی تردید کی اور ان کے رفع کا ذکر کرکے ان کا برگزیدہ الٰہی ہونا ثابت کیا اور بس۔

یہ تو میاں پیر بخش صاحب کے سوالات کا مختصر جواب ہے جس کے ساتھ آخر میں اپنے اصل مطالبہ کی طرف میں پھر انہیں توجہ دلاتا ہوں اور **چیلنج** دیتا ہوں کہ کسی ضعیف سے ضعیف اور موضوع سے موضوع حدیث سے وہ یہ ثابت کریں۔ کہ مسیح علیہ السلام زندہ آسمان پر اُٹھائے گئے۔

وان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا

مسلم احمدی مشنری ایسوسی ایشن لاہور

یہ اس سوسائٹی کا نام ہے جو لاہور میں اس غرض سے قائم ہوئی ہے کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مسائل خصوصی اور عام اسلامی تعلیمات سے عامہ مسلمین اور دوسرے لوگوں کو واقف کیا جائے۔ ان اغراض کو پورا کرنے کے لئے سوسائٹی کی طرف سے فی الحال چار صفحہ ہینڈبلوں کا اجرا شروع ہوا ہے۔ جس کا پہلا نمبر جو مکرم حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسےٰ کے مندرجہ بالا مضمون پر مشتمل ہے شایع ہو چکا ہے۔ ضرورت ہے کہ سلسلہ عالیہ کے تمام افراد ان ہینڈبلوں کی کثرت اشاعت اور مفت تقسیم میں سوسائٹی کو ضروری امداد دیں۔ یوں تو دو پیسہ کا ٹکٹ آنے پر کچھ تعداد مفت بھی بھیجی جا سکتی ہے۔ لیکن اخراجات کے پورا کرنے کے لئے آٹھ آنہ فیصدی قیمت مقرر کی گئی ہے۔ بیرونی جماعتوں کو چاہیئے کہ اپنے اپنے شہروں میں ان ہینڈبلوں کو عام طور پر تقسیم کرنے کے لئے ایک تعداد مقرر کرکے سوسائٹی کو اطلاع دیدیں۔ تاکہ ہر ماہ اسی قدر ہینڈبل انہیں وی پی کر دیئے جایا کریں۔ ۸ آنہ فی صد بھی کوئی بڑی قیمت نہیں۔ بالخصوص موجودہ گرانی کی حالت میں یہ محض برائے نام ہے۔ اور جس قدر ان ہینڈبلوں کی کثرت اشاعت کی ضرورت ہے۔ اور جتنا فائدہ اس سے ہو سکتا ہے بڑی بڑی ضخیم کتابوں سے وہ بہت بڑھ چڑھ کر ہے۔ بالخصوص جبکہ بالمقابل مخالفین کی طرف سے سلسلہ کے خلاف اشتہار اور کتب کے ذریعہ سے لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اور ان کا حلقہ اشاعت اس قدر وسیع ہے کہ جس کا [illegible] مشکل ہے۔ تو ہمارے احباب کا یہ فرض ہے کہ وہ ان مغالطوں کو رفع [illegible] اور اپنے فرض کو پورا [illegible] نہ کرنے بلکہ ان ہینڈبلوں سے پورا فائدہ اُٹھائیں۔ اور جہاں تک ہو سکے انہیں زیادہ تعداد میں خرید کر عام طور پر تقسیم کرنے کی کوشش کریں۔

تمام خط و کتابت سیکرٹری مسلم احمدی مشنری ایسوسی ایشن لاہور احمدیہ بلڈنگس کے پتہ پر ہونی چاہیئے۔

بائبل میں ترمیم کی تحریک

کچھ دن ہوئے اخبار ٹائمز لندن میں ڈین صاحب ایلائی کا ایک مضمون شایع ہوا تھا جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ بائبل میں بعض ایسے ابواب ہیں جن کا پڑھنا ناممکن یا کم از کم نامناسب ہے لہذا ان ابواب کو یا تو بائبل میں سے نکال دینا چاہیئے یا ان میں ترمیم کر دی جائے۔ معاصر "نور افشاں" کو یہ تحریک ناگوار معلوم ہوئی ہے۔ اور فی الحقیقت اس شخص کے لئے جو بائبل کو ایک عالم گیر الہام سمجھتا ہے۔ اس قسم کی تحریک بہت ہی ناگوار ہونی چاہیئے۔ چنانچہ معاصر موصوف خود بائبل کی ایک آیت بھی تائید میں نقل کی ہے جس کا یہ منشا ہے کہ جو شخص اس میں سے کچھ کم یا زیادہ کرے [illegible] آفات نازل ہونگی۔

لیکن ہمارے لائق معاصر نے ڈین صاحب ایلائی کی ان دلائل کا کوئی جواب نہیں دیا۔ جن کی بنا پر وہ اس ترمیم کو ضروری سمجھتے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ بائبل میں بعض ایسے مقامات ہیں جن کا پڑھنا ناممکن یا کم از کم نامناسب ہے۔ ہمارے لائق معاصر نے اس وجہ کو نقل کرنے کے باوجود اس پر عمداً خاموشی اختیار کی ہے۔ جس سے ثابت ہے کہ اگر علانیہ نہیں تو کم از کم دل سے خود اس کو بھی اس بارہ میں ڈین صاحب موصوف کے ساتھ اتفاق ہے۔ پھر کیا ایسی تعلیمات جنکا پڑھنا خود معاصر موصوف کے نزدیک بھی نامناسب ہے کسی الہامی کتاب کا جزو سمجھی جا سکتی ہیں۔ اور ان کا اس کتاب کے اندر رہنا جو انسان کی اخلاقی اور روحانی رہنمائی کا موجب سمجھی جاتی ہو جائز ہو سکتا ہے۔

تعجب ہے ایک چیز کو بُرا سمجھنے کے باوجود اس کو الہامی بھی یقین کیا جاتا ہے۔ اور اس کا اخراج ہمارے لائق معاصر کے نزدیک آفات کی کشش کا موجب ہے۔

لیکن کیا ہم اپنے لائق معاصر سے باادب دریافت کر سکتے ہیں کہ موجودہ بائبل بھی آیا محرف و مبدل تو نہیں؟ آیا مرقس کی انجیل کے آخری باب کی ۹ سے ۲۰ آیات خود معتقدین بائبل کے نزدیک بھی الحاقی نہیں۔ اور موجودہ مطبوعہ اناجیل میں جابجا اسی قسم کی کمی و بیشی کا اظہار نہیں کیا گیا؟ ان امور کی طرف باوجودیکہ اس سے پیشتر متعدد مرتبہ ہم معاصر موصوف کو متوجہ کر چکے ہیں۔ لیکن ان پر غور کرنا اور ایسی اناجیل سے بیزاری کا اظہار اس نے شان مسیحیت کے خلاف سمجھ رکھا ہے۔ اور محض ادھر اُدھر کی باتوں سے اصل بات کو ٹالنا چاہتا ہے۔ جو ہرگز ٹل نہیں سکتی۔

اصلاح کی اصلاح

کسی گذشتہ اشاعت میں مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے اس بیان پر کہ حدیث نبوی من لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاھلیۃ میں امام زمان سے مراد سیاسی امام ہے۔ نہ کہ مجدد مامور من اللہ تنقید کرتے ہوئے انکی غلطی کو ہم نے واضح کیا تھا۔ شیعی معاصر اصلاح کو یہ تنقید بڑی پسند آئی ہے۔ اور اس نے اس سارے مضمون کو نقل کرتے ہوئے اس سے اتفاق ظاہر کیا ہے کہ امام زمان سے سیاسی امام یعنی بادشاہ مراد لینے میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے خطرناک ٹھوکر کھائی ہے۔

لیکن ساتھ ہی ہمارا لائق معاصر میتۃ الجاھلیۃ سے کفر کی موت مراد لیتے ہوئے ہم پر معترض ہے کہ مرزا صاحب اس حدیث کے ماتحت امام زمان کیونکر قرار پا سکتے ہیں۔ جبکہ خود "پیغام صلح" کا بھی یہ اعتقاد ہے کہ انکا محض انکار موجب کفر نہیں۔ البتہ اپنی طرف سے شیعوں کے امام غائب کو بطور امام [illegible] اس پر ایمان لے آنے کی صلاح ہمیں دی ہے۔ جس کے لئے ہم معاصر موصوف کے شکر گذار ہیں۔ لیکن ہمیں ڈر ہے کہ کہیں [illegible] لائق معاصر کا اعتراض خود اس کے اوپر ہی پڑتا ہو۔ اگر میتۃ جاھلیۃ سے مراد واقعی کفر ہی کی موت ہے۔ جس کے ہم قائل نہیں۔ تو ہمارا لائق معاصر صاف کرکے اعلان کرے کہ وہ اپنے امام غائب کے منکر کروڑ ہا مسلمانوں کو کیا سمجھتا ہے آیا وہ اس کے نزدیک سب کے سب کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں [illegible] موجودہ شیعی معتقدات سے یہ سمجھ سکتے ہیں کہ وہ دوسرے مسلمانوں کو محض ان کے مفروضہ امام غائب پر ایمان نہ لانے کی [illegible]

... جیسا کہ حضرت میرزا صاحب بھی اس اعتراض
... مشہور ہے اگر میتۃ الجاھلیۃ سے مراد ہمارے
... ان کے نزدیک کفر کی موت ہوتی۔ لیکن ہم اپنے لائق معاصر
... چاہتے ہیں کہ ہم اس کے قائل نہیں اور جاہلیت کی موت
... ان علوم اور اس تزکیہ سے محرومی مراد لیتے ہیں۔
... زمان کے نہ ماننے والوں کو نصیب ہوتی ہے اور جس کا
... حد تک موجب نقصان ہے۔
... ہے کہ ہمارا لائق معاصر ان "اصلاح" سے پورا
... نے کی کوشش کریگا۔ اور اپنی غلط فہمی کی تردید
... گا۔

... کی برہنہ تصویریں

... لیڈیز کانفرنس کے اجلاس منعقدہ کلکتہ میں محترمہ
... نے موجودہ تعلیم پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ ہم میں
... انکار نہ ہوگا۔ کہ روز بروز ہمارے بھائیوں اور بیٹیوں کا رجحان
... سے نہایت سرعت کیساتھ گھٹتا جا رہا ہے۔ مذہب
... کا نام نہیں ہے بلکہ اس میں اعمال بھی شامل ہیں آپ
... اعمال کے لحاظ سے مردوں میں کہاں تک مذہب
... سمجھتی ہوں کہ جس حیرت انگیز سرعت کے ساتھ مسلمانو
... میں تنزل کیا ہے۔ اسکے بالمقابل کسی اور مثال
... نہیں کیا جا سکتا۔ تعلیم اور تعلم کے تمدن و معاشرت
... کو پس پشت ڈالدیا ہے۔ حتیٰ کہ بعض جگہ ایسے بڑے
... ہیں۔ جنکو دیکھکر اور سنکر تحیر کی کوئی حد نہیں رہتی
... میں جدید آرائش کے ساتھ ساتھ عورتوں کی برہنہ
... فن لطیف (مصوری) کی قدر افزائی کے لئے
... ہیں۔ ممکن ہے کہ غیر قوموں میں عورتوں کی یہ قدر افزائی
... اسلام میں تو تعلیم اسلام کے قطعی خلاف ہے کیونکہ
... ارشاد ہے کہ "عورتوں کی عزت کرو۔ انکی عزت
... اور انکی اہانت کرنیوالا لئیم ہوتا ہے۔" مگر کیا یہ عورت
... ؟ بات یہ ہے کہ بدقسمتی سے مذہبی تعلیم پس پشت
... اس سے بیگانگی بڑھتی جاتی ہے۔ اور یہ سب
... مجھے خوف ہے کہ عورتوں میں بھی یہی حالت
... اور اگر فوراً ہمارا طریقہ تعلیم تبدیل نکیا
... بہت قریب ہے۔

... کر ترقی کرو

... کے ساتھ یہی بیان کیا۔ کہ ہم کو دنیا میں مسلمان
... حاصل کرلی چاہئے۔ ہماری ایک مستقل تاریخ
... تاریخ میں ہماری علمی کے نہایت روشن کارنامے
... ہم نے جس قدر ترقی کی وہ آپ اس تذکرہ میں
... مولوی حبیب الرحمن خان شروانی جو قدیم
... بہترین نمونہ ہیں اپنی کتاب علمائے سلف میں
... ہماری ترقی کے دور میں انسانی صنف
... علمی شان و مرتبہ رکھتا تھا اور جو کمالات
... حاصل کرتے تھے ان میں اُن کی ماؤں اور
... معتدبہ نہیں ہوتی تھی۔ اس قدر لکھنے کے
... متعدد مثالیں مسلمان تعلیم یافتہ عورتوں
...

... میں یہ شوق ہمیشہ رہا ہے اور خود ہندوستان
... تعلیم کا ... چا تھا جو آخر زمانہ تک قائم رہا۔
... زبر کرست شہادت نواب وقار الملک
...

... سیاسی امور میں بھی ہمارا حصہ تھا۔ اور
... لیکر زمانہ آخر تک ایسی صدہا مثالیں
... میں موجود ہیں۔ بڑے بڑے باجبروت
... سامنے عورتوں نے آزادی کے ساتھ
... ہے۔ ملک کے انتظامات پر نکتہ چینی
... انتظام ملکی میں شریک رہی ہیں اور
... فلاح ملک کے کام کئے ہیں۔ میدان
... کارنامے تاریخ عظمت کا زریں باب
... حب الوطنی اور ایثار و فیاضی کی داستانیں
... کو اپنا ... رہی ہیں۔

نظر بندانِ اسلام

(۲)

ربذہ کا نظر بند ایک کملی خیمہ میں چند اونٹ اور بکریوں کے ریوڑ کے ساتھ تمام دنیا سے گوشہ گیر ہو کر بیٹھ گیا۔ حضرت عثمانؓ نے بیت المال سے اُن کے اسباب راحت کا سامان کرنا چاہا۔ لیکن قبول نہ کیا۔

لیکن تم کیا سمجھتے ہو کہ اس سلطان حق نے اس کے بعد تلوار نیام میں کرلی تھی۔ وہ اس زمانہ میں فتوے دینے کے مجاز نہ تھے لیکن اسی حالت میں اُن سے ایک شخص نے فتویٰ پوچھا انہوں نے جواب دیا۔ ایک قریشی نے ٹوکا کہ تم فتوے دینے کے مجاز نہیں ہو۔ کیوں دیتے ہو۔ تو نہایت جوش کے ساتھ فرمایا۔ "خدا کی قسم اگر تم میری اس گردن پر تلوار بھی رکھدو۔ اور میں اس لمحہ میں سمجھوں۔ کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے زبان کا ایک لفظ بھی ادا کرسکتا ہوں تو ادا کردونگا"

آخر اسی مسافرت اور غربت میں اس طرح جان دی کہ حسب وصیت اور پیشگوئی نبوی جنازہ لاکر سر راہ رکھدیا گیا۔ کہ تو واردین رہگذر عام سے کوچ کر جانے والے مسافر کی نماز پڑھیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ عبد اللہ بن مسعودؓ کا گذر ہوا۔ اور انہوں نے نماز پڑھائی۔

سریہ رجیع کے دردناک فدائیوں کی داستان بھی ہمکو سنانی ہے۔ حضرت خبیبؓ اور حضرت زیدؓ یہ دونوں بزرگوار اصحاب صفہ میں سے ہیں یعنی ان لوگوں میں سے جو میدان جنگ کے لئے نہیں بلکہ منبر و محراب کے لئے تعلیم پا رہے تھے ایک قبیلہ کی دعوت پر دس واعظین اسلام جن میں یہ دو صاحب بھی تھے بھیجے گئے۔ رجیع کے مقام پہنچکر کافروں نے بدعہدی کی۔ اور دوسو آدمیوں کا دستہ ان کی گرفتاری کے لئے بھیجدیا۔ اکثر نے قید و اسیری کے ننگ کو گوارا نہ کیا اور لڑکر جانیں دیں۔ خبیب اور زید دو صاحبوں نے کفار کے وعدہ پر بھروسہ کرکے اپنے آپ کو اُن کے حوالہ کردیا۔ انہوں نے خلاف معاہدہ اُن کی مشکیں کسیں اور مکہ میں لاکر بیچڈالا۔ قریش نے بدلہ کے انتقام کے لئے اُن کو خرید لیا۔ اور تین مہینے تک قید میں رکھا۔ ان دونوں قیدیوں نے زمانۂ قید میں اسلام کی تعلیم کا جو نمونہ پیش کیا۔ وہ مذاہب کی تاریخ میں عدیم المثال ہے۔

حضرت خبیب جس گھر میں قید تھے۔ اسلام کے بعد اس گھرانے کی ایک خاتون نے علے الاعلان گواہی دی کہ "خبیب سے بڑھکر کسی قیدی کو ہم نے نیک وسعادتمند نہیں پایا"

ایک دفعہ اسی خاندان کا ایک بچہ کھیلتا ہوا اُن کے پاس چلا گیا۔ اُن کو معلوم تھا کہ یہ اس خاندان کا چشم و چراغ ہے۔ جو چند روز میں سولی کی لکڑی پر ان کی لاش کو لٹکانیوالا ہے لیکن انہوں نے پیار سے اس بچہ کو زانو پر بٹھالیا۔ انکے ہاتھ میں ایک ضرورت سے اُسترہ تھا۔ بچہ کی ماں کی نگاہ جب اس قیدی پر پڑی تو یہ منظر دیکھکر کہ بچہ قیدی کے زانو پر بیٹھا ہے۔ اور کھلا اُسترہ اُس کے ہاتھ میں ہے۔ سہم گئی۔ حضرت خبیب نے فرمایا کہ "تم یہ سمجھتی ہو کہ میں اپنے خون کا انتقام تمہارے بچہ سے لونگا۔ ہمارا یہ کام نہیں" حضرت خبیب نے کافروں سے زمانۂ قید میں جو رعائتیں چاہیں وہ صرف تین تھیں۔ میٹھا پانی۔ حرام کھانا مجھ کو نہ دیا جائے قتل کی پہلے سے اطلاع دیجائے۔

چند روز کے بعد حضرت خبیب نے حرم کے میدان میں جس بہادری۔ اطمینان اور سکون قلب کے ساتھ مظلومیت کی سولی پر جان دی۔ وہ تاریخ اسلام کا معروف واقعہ ہے۔ اخلاق کے اس معجزانہ منظر نے آخر اس خاندان کو اسلام کا حلقہ بگوش بنالیا

دوسرے قیدی حضرت زید بن وثنہ انصاری تین مہینے کی قید کے بعد مقتل میں لائے گئے۔ کفار کا پرا احاطہ کئے تھا۔ جلاد کی تلوار نگاہوں کے سامنے تھی سولی کی لکڑی پہلو میں نصب تھی۔ ابو سفیان نے آگے بڑھکر پوچھا "زید کیا تم پسند کرتے اگر آج تمہاری بجائے محمدؐ کی لاش اس سولی پر لٹکتی ہوتی۔" سرشار خمخانۂ محمدی نے جواب دیا کہ "خدا کی قسم میں یہ پسند کرونگا کہ میری لاش سولی پر لٹکائی جائے اور محمد صلعم کے تلووں کا تلا بھی نہ چھلنے پائے"

حضرت ابو جندلؓ وہ اس جرم پر کہ اسلام لائے تھے مکہ میں پا بہ زنجیر تھے طرح طرح کی تکلیفیں دیجاتی تھیں۔ کہ اس نئے مذہب سے توبہ کرو۔ لیکن وہ ان تمام سختیوں کو خوشی سے جھیلتے رہے۔ سنہ ۶ھ میں عمرہ کی غرض سے جب چودہ سو جان نثاروں کے ساتھ آپ نے مقام حدیبیہ میں قیام کیا۔ اور کفار نے آگے بڑھنے سے روکا اور شرائط صلح طے ہونے لگیں تو عین اسوقت جب معاہدہ کی سطریں زیر تحریر تھیں۔ ابو جندل کسی طرح قریش کی مجلس سے نکل کر پاؤں میں بیڑیاں پہنے ہوئے آئے۔ اور سب کے سامنے گر پڑے قریش کے سفیر نے جو خود ابو جندل کا باپ تھا کہا کہ "محمدؐ! یہ پہلا قیدی ہے جسکو تمہیں واپس دینا ہوگا" ابو جندل نے تمام مجمع کے سامنے اپنے زخم دکھائے جو قریش کے جور و ستم کی یادگار تھے۔ اور کہا برادران اسلام! میں اسلام لا چکا ہوں۔ کیا پھر مجھکو کافروں کے ہاتھ میں دیتے ہو۔ کیا پھر مجھے ان کا قیدی بنانے ہو" تمام مسلمان اس دردناک منظر کو دیکھکر تڑپ اُٹھے۔ چہروں پر تیوریاں چڑھ گئیں۔ اخوت اسلامی کی لہر برق بن کر چودہ سو بہادروں کے دل و جگر میں تیر گئی۔ کہ دفعتہً نبیائے مبارک ہلے اور ابو جندل کیطرف خطاب کرکے فرمایا۔

"ابو جندل! صبر اور ضبط سے کام لو۔ خدا تمہارے لئے اور دوسرے مظلوموں کے لئے راہ نکالیگا۔ صلح اب ہو چکی اور ہم ان لوگوں سے بدعہدی نہیں کرسکتے"

اس فرمان کو سُن کر ابو جندل نے اطاعت کی گردن جُھکالی۔ اور محبس کی قید و زنجیر کو اسلام کی بدعہدی کے داغ پر ترجیح دی۔

ضعف اور قوت اور حق و باطل کی باہمی معرکہ آرائیوں میں انبیائے اولوالعزم اور پرورش یافتگان آغوش نبوت نسل مستقبل کے لئے اقتدار اور پیروی کے جو نمونے چھوڑ گئے ان کے جانشینوں نے سر مُو اُن سے تفاوت نہ کیا۔ تاریخ ان واقعات سے لبریز ہے۔ استیلائے باطل کے تاریک عہد نے جب کبھی دُنیا کا احاطہ کیا۔ ائمہ اطہار اور علمائے صالحین اسی راستہ پر قدم مارتے چلے گئے۔ جس میں اسلاف کرام اپنے عمل اور کارناموں کے چراغ جلاتے چلے گئے تھے۔

بنو امیہ کے عہد حکومت میں اکابر محدثین نے ہر قدم پر انکے جور و ستم کو روکا۔ بر سر دربار ان کی غلطیوں کا اظہار کیا اور اس اعلان میں قید و زنجیر بے خانمانی و جلاوطنی کا باک نہ کیا حضرت سعید بن مسیب جو تابعین میں سب سے بڑا مرتبہ رکھتے ہیں ان کے واقعات حریت طلب دنیا کے لئے نمونہ ہیں انہوں نے کبھی کسی بادشاہ یا امیر کے عطیہ کو قبول کرنا گوارا نہ کیا اور نہ کبھی سلطنت کا وظیفہ خوار بننا پسند کیا۔ اس لئے ان کی زبان اظہار حق میں ہمیشہ بے باک رہی۔ ایکدفعہ خلیفہ ہشام کا قاصد ان کے سامنے سے گذرا۔ پوچھا کہ بنی مروان کو تم کس حال میں چھوڑکر آئے۔ بولا۔ بخیریت۔ فرمایا تم نے اس حال میں چھوڑا ہے۔ کہ وہ انسانوں کو بھوکا رکھتے ہیں اور کتوں کو کھلاتے ہیں" قاصد کا چہرہ غصہ سے سُرخ ہو گیا لیکن انہوں نے کوئی پرواہ نہ کی۔ دوستوں نے عرض کی۔ اپنی جان کے درپے کیوں ہو۔ جواب دیا۔ "جب تک میں حق پر ہوں۔ خدا مجھے بے یار و مددگار نہ چھوڑے گا"

آخر ان آزادگیوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ کڑاکے کی سردی میں اُنکے بدن پر ٹھنڈا پانی ڈالکر اُنکو کوڑے لگائے گئے قید کیا گیا انکے قتل کا سامان ہوا اور آخر میں یہ فرمان جاری ہوا کہ کوئی اُنکے پاس نہ بیٹھے اور نہ اُنسے بات چیت کرے لیکن اس حالت میں بھی انکی سیف زبانی کم نہ ہوئی اور ایک قاصد شُقہ شاہی لیکر اُنکے پاس آیا شُقہ کو بکری کے مُنہ میں دیدیا۔ وہ چبا گئی۔ فرمایا۔ کہ یہی اس کا جواب ہے۔

ابراہیم تیمی کوفہ کے ایک حق گو عالم تھے۔ حجاج کے قید خانہ میں انہوں نے عمر بسر کردی۔ یحییٰ بن عامر کہتے ہیں کہ یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قرآن میں نقطے لگائے حجاج نے اُنکو عراق سے جلا وطن کردیا آوارہ گرد خراسان پہنچے۔ وہاں کے گورنر نے اُنکی بڑی تعظیم کی اور قضا کا منصب پیش کیا لیکن کچھ دن بھی گذرنے نہ پائے تھے کہ یہاں سے بھی الگ ہونا پڑا۔

امام منصور بن معتمر نے محبس جانا اسلئے پسند کیا کہ وہ ایک جابر حکومت کیطرف سے عہدہ قضا قبول کرنا نہیں چاہتے تھے۔

امام شعبی کی جلالت شان سے کون واقف نہیں۔ کوفہ وطن تھا مختار کے زمانہ حکومت میں کوفہ سے بھاگ کر انکو مدینہ آنا پڑا۔ حجاج کے زمانہ میں وہ کوفہ آ کر دار الامارت میں عزت و تکریم کے ساتھ رہنے لگے لیکن جب علمائے کوفہ نے حجاج کے مقابلہ میں فوج کشی کی تو امام شعبی نے دونوں فوجوں کے بیچ میں کھڑے ہو کر حجاج کے مظالم بیان کئے۔ اتفاق سے علماء کی فوج کو شکست ہوئی امام شعبی نے گھر پہنچکر کواڑ بند کرلئے۔ اور نو مہینے اسی حال میں بسر کئے۔ پھر ایکدن موقع پایا۔ تو فوج میں بھرتی ہو کر خراسان چلدیئے۔ وہاں انکو ایک عمدہ جگہ مل گئی

مراسلات

حق الیقین اور مولوی حکیم علی اللہ صاحب

بسلسلہ مسئلہ نبوت مسیح موعود علیہ السلام

(گذشتہ سے پیوستہ)

تمام عمر مسیح موعود علیہ السلام کو اپنی صفائی کرنی پڑی اور ہر ایک تحریر میں لکھتے رہے کہ او مسلمانو! میں مدعی نبوت نہیں! اور مجھکو ہرگز مستقل نبوت کا دعوے نہیں۔ اس طرح پر کہ میں کوئی جدید شریعت لایا ہوں یا براہ راست بدون اتباع محمدی میں نے نبوت پائی ہے۔ یا سابقہ شریعت کو منسوخ کرتا ہوں۔ یا پہلے انبیا جیسا نبی ہوں۔ یا مسلمان اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا امتی نہیں ہوں۔ مگر عام مسلمان جناب ممدوح کی ان تحریرات اور صفائی کرنے کو العیاذ باللہ نقل کفر کفر نباشد۔ منافقت۔ مداہنت۔ جھوٹ پر ہی حمل کرتے رہے۔ کہ فی الحقیقت یہ شخص ہے تو مدعی نبوت مگر ایک حیلہ اور مکر اور فریب سے اصل دعوے پر پردہ ڈالنا چاہتا ہے ہائے افسوس تم پر کہ تم مسیح موعود کو ماننے والے ہو کر اپنی غیر احمدی مسلمانوں کے نقش قدم پر چلے اور تم نے ان کی اس سوء ظنی اور بدگمانی کو صحیح قرار دیدیا۔ کہ واقعی حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایسے ہی تھے۔ تم ...... بے شک زبان سے نہ کہو۔ اور انکار کرتے رہو۔ مگر در حقیقت ..... نتیجہ وہی پیدا کرتی ہے جو غیر احمدیوں نے نکالا ہے۔ اسی واسطے مولوی ثناء اللہ وغیرہ نے جب بطور ریش خند لکھدیا کہ مسئلہ نبوت میں قادیانی پارٹی حق پر ہے۔ تو جھٹ دربار خلافت کے سفہا حاشیہ نشینوں نے لکھدیا کہ دیکھو دشمن بھی ہم کو اس مسئلہ میں حق بجانب سمجھتا ہے۔ مگر تم نے نہ سمجھا۔ کہ اپنے دشمن کا یہ وار کس پر پڑتا ہے۔ یہ ہے تمہاری بے سمجھی کی کرتوت۔ گریبان میں منہ ڈالکر دیکھو۔ یا اپنے ضمیر کے آئینہ میں دیکھو دشمن مسیح موعود ہو۔ یا دوست۔

- - - - - - - - - - - - - - - - - - - -

- - - - - - - - - - - - - - - - - - - -

- - - - - - - - - - - - - - - - - - - -

- - - - - - - - - - - - - - - - شیعہ بھی اپنے

آپ کو دوستدار علیؓ کہتے ہیں مگر دوسری طرف تقیہ باز۔ مداہن۔ بزدل وغیرہ صدہا عیوب کا محل اسکو گردانتے ہیں۔ زبانی نہ سہی عملاً و فعلاً ایسے امور سے آنجناب کو متہم کرتے ہیں کہ پناہ بخدا۔ اور یہی حال تمہارا ہے۔ کیا حقیقۃ الوحی میں باربار امتی اور نبی مرکب طور پر اپنے لئے نہیں فرمایا کیا امتی اور نبی مرکب محدث کے سوا کچھ اور ہو سکتا ہے۔ اگر تم اس مرکب نام کو سوائے محدث کے کچھ اور ثابت کرکے بتلادو۔ تو ایکہزار روپیہ تم کو دینے پر میں تیار ہوں۔

النبوۃ فی الاسلام۔ صفحہ ۱۶۰ لغایت صفحہ ۱۶۸ کے حوالجات کو اصل کتب مسیح موعود سے نکال کر مقابلہ کرو۔ اور پھر ٹھنڈے دل سے ان پر غور کرو۔ امتی اور نبی مرکب کی جو تعریف اور خواص و تشریح مسیح موعود نے بیان فرمائے ہیں۔ وہ محدث کی تعریف و تشریح سے بالکل مطابق اور برابر ہوگی۔ یکسر مو ان ہر دو کی تعریفوں میں فرق نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ مولوی محمد علی صاحب کو جزائے خیر دے۔ ان اللہ لا یضیع اجر المؤمنین۔ جس نے یہ کتاب لکھی۔ میں نہیں خیال کرتا۔ کہ جو خدا اور رسول۔ قرآن و احادیث اور مسیح موعود کو مانتا ہے اور اپنے آپ کو دائرہ اسلام کے اندر داخل کرتا ہے یہ کتاب دیکھکر پھر بھی جناب مسیح موعود علیہ السلام کی طرف دعویٰ نبوت کو سوائے (محدثیت کے) منسوب کرے۔ کیا ازالہ اوہام۔ توضیح مرام اور حقیقۃ الوحی کے حوالوں میں کچھ فرق ہے۔ کیا نہیں کہا۔ کہ محدث میں یہ دونوں شانیں۔ امتی اور نبی کی پائی جاتی ہیں کیا ظلی نبوت کے معنے فیض محمدی سے وحی پانا نہیں فرمایا۔ اور ان کا اجرا انبیاء سابقہ .... پھر تیرہ سو برس میں تم ایک نبی پیش کرتے ہو۔ وہ بھی مابہ النزاع ہے۔ کیا حقیقۃ الوحی میں ایک پہلو سے امتی اور ایک پہلو سے نبی کہا۔ "یہی معنے اس حدیث کے ہیں کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل" اسکے الاکہ نہیں فرمایا۔ او دیکھو حوالہ ۱۵) کیا مراہب الرحمن میں صاف نہیں کہا۔ کہ "والبتال سا رنگ، انبیاء دادہ می شود۔ نہ فی الحقیقت انبیاء نیستند"

کیا جب لوہا آگ کے رنگ میں رنگین ہو جاوے تو آگ ہوتا ہے فی الحقیقت یا لوہا؟ کیا نہیں کہا کہ آنحضرت صلعم کے بعد کسی نبی کے لفظ کا اطلاق بھی جائز نہیں۔ کاش تم النبوۃ فی الاسلام کو بے تعصب دل لیکر دیکھتے۔ کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حقیقۃ الوحی میں نہیں فرمایا۔ کہ جس نبوت کا مجھے دعوے ہے وہ اکابر اہل سنت کے ہاں مسلّم ہے۔ پھر قادیانی مولوی ذرا مہربانی کرکے وہ اکابر اہل سنت بتلا دیں جنکے ہاں ایسی نبوت مسلم ہو جو تم مسیح موعود کی طرف منسوب کرتے ہو۔ یا ہم ایسے اکابر اہل سنت مع ان کے اقوال کے پیش کردیں گے جنہوں نے مجددیت اور محدثیت سے بڑھکر کوئی دعوے نہیں کیا۔ اور اپنے ملہم ہونیکو یا مجازی نبی ہونے کو لفظ محدث تک محدود رکھا۔ کیا حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰ پر امام ربانی مجدد الف ثانی کے حوالہ میں بجائے لفظ محدث کے نبی کا لفظ فرما کر ظاہر نہیں کیا کہ اپنے لئے نبی کا لفظ استعمال کرنے سے مراد ان کی **محدث** ہے۔ ایک نوشہرہ کے محمودی نے کہا کہ صفحہ ۳۹۱ پر ہے "اس کثیر حصہ وحی میں اس امت میں سے میں ہی مخصوص ہوں۔ اور میرے سے پہلے جس قدر اولیاء الخ ....." میں نے کہا اس عبارت کو صفحہ ۳۹۰ پر اس عبارت سے شروع کرکے پڑھنا چاہئے۔

"اب واضح ہو کہ احادیث نبویہ میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے" الخ تا اخیر صفحہ ۳۹۱۔ اگر کوئی سمجھدار انسان ہو اور فہم و تدبر کا خوگر ہو تو اس پر اس بات کا سمجھنا کچھ بھی مشکل نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام حدیث مسلم کی طرف توجہ دلاکر اپنی ایک خصوصیت کا اظہار فرماتے ہیں۔ اور مسلمانوں کے اس شبہ کا جواب دیتے ہیں کہ "احادیث میں جس مسیح کے آنے کا ذکر ہے اسکو نبی اللہ کہا گیا ہے"۔ تو فرماتے ہیں کہ "احادیث میں پیشگوئی ہے کہ اس امت میں ایک شخص پیدا ہوگا۔ جو عیسیٰ اور ابن مریم کہلائیگا اور نبی کے نام سے موسوم کیا جائیگا۔ یعنی اس کثرت سے مکالمہ مخاطبہ کا شرف اسکو حاصل ہوگا۔ اور اس کثرت سے امور غیبیہ اس پر ظاہر ہوں گے۔ کہ بجز نبی کے کسی پر ظاہر نہیں ہو سکتے الخ (صفحہ ۳۹۰ حقیقۃ الوحی) چونکہ جناب مسیح موعود علیہ السلام کی عادت میں اور طرز عمل استدلال میں یہ بات ہمیشہ پائی گئی ہے۔ کہ وہ اس بات پر بڑے حریص تھے۔ کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی پوری ہو جاوے۔ حتیٰ کہ انہوں نے بطور حکم تحقیقات احادیث میں لکھدیا ہے کہ اگر بقول محدثین ایک ضعیف حدیث ہو۔ جو کسی پیشینگوئی پر مشتمل ہو۔ اور وہ پوری ہو جاوے۔ تو وہ حدیث صحیح اور بالکل قابل قبول ہے۔ کیونکہ اس میں قرآن مجید رسول کریم صلعم کی صداقت کا اظہار اور ثبوت اور انکشاف ہے۔ اسی واسطے اس حدیث کا مطلب مخاطبین کے ذہن نشین فرماتے ہیں۔ کہ "اس میں جس امتی کو نبی اللہ کہا گیا ہے وہ اس قسم کا نبی نہیں جیسا کہ تمہارا خیال ہے۔ بلکہ وہ نبی کے نام سے موسوم کیا جاویگا اگرچہ نبی تو نہیں۔ اور اس کے نبی ہونے کے یہ معنے لکھکر سمجھتے بتلائے کہ وہ شرف مکالمہ مخاطبہ سے وہ مشرف ہوگا۔ اور کثرت سے امور غیبیہ کا اس پر اظہار ہوگا۔ یعنی خدا اس سے ہمراہ نبیوں جیسا معاملہ کریگا۔ اور یہی معنے دوسری تحریرات میں **محدث** کے بتلاتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو مسیح موعود اس سے غافل نہ تھے کہ وہ اسی حدیث کو پہلے ضعیف اور ساقط الاعتبار ٹھہرا چکے ہیں (دیکھو حوالہ ازالہ اوہام صفحہ ۲۳۷) اور اسی ازالہ اوہام میں حدیث مسلم کی مفصل تشریح کر چکے ہیں۔ وھو ہذا:۔

"اور مسلم میں اس بارہ میں حدیث بھی ہے کہ مسیح نبی اللہ ہونے کی حالت میں آئیگا۔ اب اگر مثالی طور پر مسیح یا ابن مریم کے لفظ سے کوئی امتی شخص مراد ہو جو محدثیت کا مرتبہ رکھتا ہو۔ تو کوئی بھی خرابی لازم نہیں آتی۔ کیونکہ محدث من وجہ **نبی** بھی ہوتا ہے۔ مگر وہ ایسا نبی ہے جو نبوت محمدیہ کے چراغ سے روشنی حاصل کرتا ہے"۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۵۸۹)

پھر دوسرے موقعہ پر فرماتے ہیں "یاد رہے کہ بسلسلہ میں مسیح موعود کے حق میں **نبی** کا لفظ بھی آیا ہے یعنی بطور مجاز نہ استعارہ کے (صفحہ ۷۵ ایام الصلح)

تعجب ہے۔ ایک مجدد۔ محدث۔ مامور من اللہ اور بقول تمہارے خود اس پر حکم بنتے ہو۔ گویا تم مامور من اللہ اور مجدد ہو وہ نہیں۔ الغرض میں نے اس محمودی کو کہا کہ دوسری تحریرات میں مسیح موعود "اس زمانہ میں" کے الفاظ سے اسکو مقید کر چکا ہے "پس اسی بنا پر خدا نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ اس زمانہ میں کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ الخ (خط بنام اخبار عام ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء) (چشمہ معرفت صفحہ ۱۸۰ و صفحہ ۱۸۱) لیکن تمہارے اصول کے مطابق یہ بعد کی تحریر حقیقۃ الوحی کی ناسخ ہے تو تمام اولیاء و اقطاب سابقہ اس سے مستثنےٰ ہو گئے۔ یہ الزامی جواب ہے۔ پس اگر حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰/۳۹۱ کی عبارت اور چشمہ معرفت صفحہ ۱۸۰/۱۸۱ کی عبارت اور خط بنام اخبار عام مورخہ ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء کی عبارت پر بحیثیت مجموعی عاقلانہ نگاہ سے غور کی جاوے تو ان کا نتیجہ یہ ہے کہ چونکہ **محدث** من وجہ **نبی** ہوتا ہے اور اگر باب نبوت مسدود نہ ہوتا اور حدیث لا نبی بعدی اور آیت خاتم النبیین اس کا سدباب نہ کرتی تو محدث ضرور نبی کہلاتا۔ جیسا کہ مسیح موعود نے یہ لکھا ہے۔ پس جناب مسیح موعود ہیں تو محدث اور محدث شرف مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے بوجہ اتباع اپنے نبی متبوع کے فائز ہوتا ہے اور اسکو مبشرات اور پیشینگوئیاں رب العزت سے بذریعہ الہام ملتی رہتی ہیں۔ اور لغت میں ایسی خبر دینے والے کو **نبی** کہہ سکتے ہیں اور ایک حدیث بھی اس کی تائید کرتی ہے مسلمانوں میں بھی مشہور ہے کہ دجال کشی اور اسکے فتنہ کے فرو کرنے کے لئے ایک مسیح اور نبی آویگا۔ الہام مسیح موعود میں بھی اسکو رسول اور نبی کرکے خطاب ہو چکا ہے پس ایک طرف ختم نبوت کا مسئلہ ہے اور دوسری طرف یہ واقعات ہیں۔ پس کس طرح اس میں جمع ہو سکے کہ ختم نبوت کا مسئلہ مسلمہ جمیع اہل اسلام بھی قائم رہے اور یہ پیشینگوئی حدیث کی بھی۔ اور الہام بھی مدت قائم رہے۔ پس وجہ توفیق و تطبیق یہی ہے کہ خاتم النبیین کو بدستور بحال خود قائم رکھا جاوے۔ حدیث اور الہام موعود کی تاویل صحیح کی جاوے۔ اور وہ یہ ہے کہ الفاظ **نبی اور رسول** مجاز و استعارہ ہیں۔ نبی کا لفظ مندرجہ حدیث کے معنے مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہونا ہے۔ اور یہی تشریح بار بار حضرت مسیح موعود نے فرمائی اور اسکو عام اہل سنت کے عقائد سے مطابق بھی کردیا۔ کہ "میری نبوت سے مراد مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ ہے جو مجھکو حاصل ہے میں اس کا نام نبوت رکھتا ہوں اور تم اسکو مکالمہ مخاطبہ کہتے ہو۔ پس میرے اور تمہارے درمیان صرف لفظی نزاع ہے۔ مراد میری بھی اس نبوت سے وہی ہے جو تمہاری ہے۔ اور میں اکابر اہل سنت کے مذہب کے ساتھ اس معاملہ نبوت میں متفق ہوں۔ اور یہ بالکل صاف اور ظاہر ہے۔ کہ اکابر اہل سنت امت مسلمہ کے لئے محدثیت والی نبوت کو تسلیم کرتے ہیں۔ سوائے اس کے اور کسی نبوت کو بعد خاتم النبیین صلعم کے تسلیم نہیں کرتے۔ تو ان سے اتفاق اسی صورت میں پیدا ہو سکتا ہے جو حضرت مسیح موعود نے فرمایا اور اسکو سخت مؤکد فرمادیا۔ کہ لعنت ہے اللہ تعالیٰ کی اس شخص پر جو اس سے زیادہ ذرا بھر بھی دعوے رکھتا ہو اور ساتھ ہی تمام فرشتوں اور تمام لوگوں کی بھی اس پر لعنت ہو۔

"لعنۃ اللہ علیٰ من ادعیٰ خلاف ذالک مثقال ذرۃ ومعہا لعنت الناس والملائکۃ"

(ضمیمہ حقیقۃ الوحی الاستفتاء صفحہ ۱۲ حاشیہ)

(باقی آیندہ)

اعلان فسخ بیعت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

امیرنا و مرشدنا و مولینا المکرم مولوی محمد علی قدس اللہ سرہٗ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

عرض ہے کہ میں کچھ عرصہ سے میاں محمود احمد صاحب کے عقائد کے ماتحت رہا۔ لیکن اب جب آپ کے پیغام صلح وغیرہ لٹریچر وغیرہ نظر سے گذریں تو معلوم ہوا کہ میاں محمود احمد کے عقائد سلسلہ حقہ پر نہیں ہیں۔ اور بہمیں لئے .... کی خدمت میں یہ خط روانہ کرتا ہوں کہ میرا نام سلسلہ حقہ میں درج کرلیویں اور میرے حق میں دعائے خیر کیجئے۔ آمین۔ والسلام

خاکسار۔ رحمت علی خان ہیکر فیلڈ پوسٹ آفس نمبر ۳۵۰ ایسٹ افریقہ معرفت پوسٹ ماسٹر ممبئی۔

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۶ - مورخہ ۶ مارچ ۱۹۱۹ء نمبر ۶۶

علیگڈھ کی آواز

ہم محو نالۂ جرس کارواں رہے

اس حقیقت کے دُہرانے کی ضرورت نہیں۔ کہ مدت سے علیگڈھ کالج کے ارباب حل و عقد اور اُن کے متعلق بہت سی سوء ظنیاں اور بدگمانیاں پیدا ہو چکی ہیں۔ چنانچہ قوم کے اخبارات نے علیگڈھ والوں کو اس کی طرف متوجہ کرنے کا تلخ اور کڑوا کسیلا فرض انجام دیا علاوہ بریں خود ان کالموں میں بھی کبھی کبھی حضرات علیگڈھ کی تن آسانیوں اور بے نیازیوں کا تذکرہ ہوتا رہا ہے۔ لیکن آج تک "مقدسین علیگڈھ" ہمیشہ اس قسم کے شکووں کا جواب یا تو خاموشی سے دیتے رہے یا کبھی کبھی جائنٹ سکریٹری صاحب کا مراسلہ اخباروں میں اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے لئے شائع ہوتا رہا۔ لیکن جب ان تحریروں پر بھی نکتہ چینی ہوئی تو کالج کے منتظموں کی طرف سے یہ طریق عمل اختیار کر لیا گیا تھا کہ اردو اخبارات کو بائیکاٹ کر دیا جائے۔ چنانچہ علی گڈھ کے بارہ میں جو کچھ ہوتا اس کی اطلاع انگریزی اخبارات میں تو شائع ہو جاتی۔ مگر ان اردو پرچوں کو جو قوم کی زبان کہلانے کے مستحق تھے خبر تک نہ ہوتی۔

جائنٹ سکریٹری صاحب اپنے مراسلات میں جو وجوہ صفائی کی پیش کرتے رہے ہیں ان کا اکثر حصہ یہی گلہ تھا کہ قوم کے اخبار ناحق میں ایک قومی درسگاہ کو بدنام کرتے ہیں انہیں بعض حضرات سے بغض ہے۔ اور اس کینہ توزی سے وہ فاتیات کا بدلہ لینا چاہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ وجہ کسی خاص حد تک یا کسی خاص صورت میں درست بھی ہو۔ لیکن صورت معاملات نے ثابت کر دیا تھا کہ یہ کینہ توزی صرف ذاتیات تک ہی محدود نہیں بلکہ اصولاً بھی علیگڈھ کے خلاف ایک جماعت کھڑی ہے۔ چنانچہ "شیعہ کالج" کے قیام نے علیگڈھ کی مرکزیت کو وہ نقصان پہنچایا جس کا وہم وگمان کسی شخص کو نہ تھا۔ اور نہ ہی یہ تجویز کسی خاص افراد کی کوشش سے میدان عمل میں آئی۔ بلکہ علیگڈھ والوں کی سوء تدبیری سے یہ کچھ ہوا تھا۔ لیکن باوجود ان امور کے علیگڈھ کے حضرات نے ہمیشہ اپنی بریت ظاہر کی ہے۔ اور قوم کے لوگوں کو یا قوم کے اخبارات کو ہدف ملامت بنایا۔ ان ہر دو فریقوں میں سے کون حق بجانب ہے اور کون کاذب؟ یہ ایک ایسا سوال ہے کہ اب ہمیں اسے تازہ نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ حالات میں ایک اہم تبدیلی پیدا ہو چکی ہے۔ علیگڈھ کے نظام ترکیبی میں قدرتی طور پر تبدیلیاں پیدا ہو گئیں۔ اس لئے مُردوں کی ہڈیاں اکھاڑنے کی ضرورت نہیں۔

لیکن ابھی ابھی ہمیں ایک تازہ اعلان جناب مولوی حبیب الرحمان خان صاحب شروانی کی طرف سے موصول ہوا ہے۔ جسے ہم آج کے بعض مراسلات میں کسی دوسری جگہ درج کرتے ہیں اور جس میں اس امر کو نہایت فراخدلی سے تسلیم کیا گیا ہے۔ کہ علی گڈھ کالج کی طرف سے قوم نے بے اعتباری اختیار کر لی ہے۔ چنانچہ ممدوح فرماتے ہیں:-

"اب قوم کی توجہ کا یہ حال ہے کہ سینکڑوں طلبہ کالج سے جدا ہو گئے۔ جس درسگاہ کے بورڈنگ ہاؤسوں میں قلت تعداد کی ہمیشہ شکایت رہتی تھی۔ جس میں طلبہ کی گنجائش نکالنے کے واسطے منتظمان کالج کی کوشش ہر وقت سرگرم نظر آتی تھی وہاں بیسیوں اور سینکڑوں طلبہ کی سکونت کے مکان خالی پڑے جانے والوں کو یاد کر رہے ہیں۔ اور اس پر بے اعتمادی اور خرابی تعلیم کی شکایتیں ہر جگہ سنی جاتی ہیں۔"

یہ الفاظ کسی مزید تشریح و توضیح کے محتاج نہیں۔ قوم میں بے اعتمادی پھیل چکی ہے تعلیم کے متعلق عام شکایت ہے۔ اور یقیناً شیعہ کالج کے قیام کی بھی ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ یہ بے اعتمادی کیوں پھیلی؟ خرابی تعلیم کی شکایات کیوں سُنی جاتی ہیں۔ ممکن ہے اخبارات نے ناحق ہی خرابی تعلیم کی شکایت شروع کر دی ہو۔ حالانکہ علیگڈھ میں اسی طرح تعلیم دی جاتی ہو جس طرح پہلے دی جاتی تھی۔ اور جس کی تعریف میں عوضب ہوا۔ کہ علی گڈھ کالج کے طلبا خود چلے گئے اور بورڈنگ ہاؤس کے کمرے اب انہیں یاد کر رہے ہیں۔ کیا اخبارات کی دروغ بافی کا اثر ان بچوں پر بھی ہوا۔ جو علیگڈھ کی آب وہوا میں پرورش پاتے تھے۔ اور جو علیگڈھ کے اوصاف حمیدہ کے عینی شاہد تھے اگر اخبارات کی تحریروں کا اثر ایسا ہی زبردست ہے تو پڑھنے والے اس کے خلاف یقین کرنے لگے ہیں جو انہیں خود اپنی آنکھوں سے نظر آتا ہے۔ تو پھر یقیناً پریس ایکٹ کی دفعہ میں مزید الفاظ کی گنجائش ہے۔

لیکن مولانا شروانی اس بدزبانی کی وجہ یہ قرار دیتے ہیں۔ کہ علی گڈھ کالج کو یونیورسٹی بنانے کی تجویز چونکہ عمل میں نہ آئی اس لئے لوگ بدظن ہو گئے۔ لیکن وہ سب سے پہلے ہم نے آج سنی ہے۔ اور اگر یہ صحیح ہے۔ تو ہمیں افسوس ہے کہ قوم کا دماغ اس قسم کا مختل ہو گیا ہے۔ کہ حق و باطل میں امتیاز نہیں کر سکتی اور نہ ہی وہ یہ سمجھ سکتی ہے۔ کہ اگر ایک جدید تجویز کا عملی جامہ نہیں پہن سکی۔ تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کالج کی تعلیم بھی ناقص ہو گئی۔

بہر حال علی گڈھ کالج کے ارباب حل وعقد نے اپنی بدنامی کی تشخیص یہی کی ہے۔ اور اس لئے اب مسلم یونیورسٹی کی باسی کڑھی میں پھر ابال لانے کے لئے جدوجہد ہو رہی ہے۔ جہاں تک یونیورسٹی کے قیام کا سوال ہے اس سے کسی مسلمان کو اختلاف نہیں ہو سکتا۔ لیکن قابل غور صرف یہی معاملہ ہے کہ چاہئے کہ پیشتر سے پہلے یونیورسٹی کے جو شرائط طے ہوں اس سے قوم کو مطلع کیا جائے اور باہمی مشورت سے اس کا فیصلہ کیا جائے کہ اس قسم کی یونیورسٹی مسلمانوں کے خاص حالات کو مدنظر رکھکر کہاں تک مفید ہو سکتی ہے۔ مسلم یونیورسٹی کا سوال ایک قومی سوال ہے اور اس میں ملک کی ہر ایک قوم اور قوم کی ہر ایک جماعت کو آواز اٹھانے کا حق ہے۔ اس لئے حضرات علیگڈھ کو چاہئے کہ قومی مشورہ کے لئے ایک مجلس منعقد کریں اس میں مسلمانوں کی تمام جماعتوں کے یا کم از کم ان جماعتوں کے جنہوں نے عملی طور پر یونیورسٹی کے چندہ میں حصہ لیا ہے۔ حق نیابت دیں اور پھر یہ معاملہ سب قوم کی متفقہ رائے سے طے ہو۔ کیونکہ اگر قوم کی آواز کا پورا احترام نہ کیا۔ تو پھر خطرہ ہے کہ علیگڈھ کالج باوجود یونیورسٹی کا چارٹر حاصل کرنے کے بدنام رہے اور اس بدنامی کو دور کرنے کے لئے پھر کوئی جدید تجویز پیش کرنی پڑے اس لئے مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست۔ زریں اصول پر آج ہی سے عمل کرنا چاہئے۔

قادیان کا جلسہ اور ہمارے احباب

غالباً ناظرین کرام کو معلوم ہے کہ امسال قادیان کا جلسہ ۱۵-۱۶-۱۷ مارچ کو قرار پایا ہے۔ چنانچہ ایک چٹھی جو "دفتر ناظر اعلےٰ **محکمہ نظارت ترقی اسلام**" کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔ اس میں انہی تاریخوں پر ہمارے احباب کو بھی فرداً فرداً شمولیت جلسہ کے لئے دعوت دی گئی ہے۔ اس دعوت کی غرض کیا ہے؟ اسے ہم خود اس چٹھی کے الفاظ میں ہی پیش کئے دیتے ہیں:-

"حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ بہت لوگ بذریعہ خط وکتابت ومطالعہ کتب سلسلہ حقیقت سے واقف نہ ہو سکے لیکن جب وہ قادیان تشریف لائے۔ اور حضرت اقدس سے ملاقات کی۔ تو اللہ کے فضل سے بہت سی بدظنیاں اور غلط فہمیاں دور ہو گئیں۔ پس کیا بعید ہے کہ اس موقعہ پر بھی ایک دوسرے کے ملنے اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی ملاقات سے اگر خدا چاہے تو باہمی رنجشیں اور غلط فہمیاں دور ہو جائیں۔"

اگر یہ دعوت نیک نیتی پر مبنی کی گئی ہے۔ تو پھر ہمیں اور ہر ایک اہل دانش وبینش کو یہ چند سوال کرنے کا حق حاصل ہے۔ اور ہم امید کرتے ہیں کہ ناظر اعلےٰ کے ناخن اس گتھی کو سلجھا دیں گے

(۱) تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ ہمارے احباب میں سے بعض حضرات قادیان کے جلسہ میں شریک ہوتے رہے ہیں۔ چنانچہ حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ تو وہاں تقریباً ہر ایک جلسہ میں جاتے رہے ہیں لیکن کیا قادیان کے در و دیوار اس کی شہادت نہیں دیں گے کہ اُن سے کس قسم کی بدسلوکی روا رکھی گئی۔ ان کی کتابیں چھین لی گئیں اُن کے اشتہارات کو جلایا گیا۔ اُن پر ناجائز حملے کئے گئے۔ اور بالآخر پولیس کے ذریعہ سے انکے خلاف کوشش کی گئی۔ کیا اب جن احباب کو دعوت دی جا رہی ہے۔ اُن سے وہی سلوک نہیں ہوگا؟ اور اس کی کیا ضمانت ہے کہ

(۲) پھر جب ہم اپنے جلسہ پر قادیان کے دوستوں کو بلاتے ہیں تو انہیں تو میاں صاحب اس حسن ظن سے جو اُن کا حصہ خاص ہے ہماری بدنیتی قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ پچھلے دسمبر میں جب حضرت امیر نے خود میاں صاحب اور اُن کے مریدوں کو جلسہ میں آنے کی دعوت دی۔ تو میاں صاحب کی شیریں کلامی اور حسن اخلاق نے اس دعوت کا نام "چالاکی" اور ہمارے عقاید اور خیالات کا نام "زہر" رکھا حالانکہ ہم نے یہ بھی منظور کیا تھا۔ کہ خود میاں صاحب ہمارے جلسہ میں اتنے وقت کے لئے تقریر کریں جتنے کے لئے حضرت امیر۔ لیکن باوجود اس مساوات کے میاں صاحب نے اسکو قبول نہ کیا اور اب ہمارے احباب کو بلاتے ہوئے میاں صاحب کے سکرٹری۔ میاں صاحب کی حیثیت کو تو حضرت مسیح موعود کی جگہ رکھتے ہیں اور ہمارے احباب کو اعدائے سلسلہ کی جگہ یا کم از کم غیر احمدیوں کی جگہ۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

دینے اور لینے کے بٹے ایک ہی ہونے چاہئیں۔ افسوس ہے کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے الفاظ "لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ" کے ماتحت کی طرف کوئی قدم نہیں اٹھایا جاتا۔ اور اپنے منوانے کے لئے جائز وناجائز ذرائع استعمال کئے جاتے ہیں۔

(۳) پچھلے دنوں جب میاں صاحب لاہور میں تھے تو حضرت امیر نے ان کو دعوت دی جسے میاں صاحب نے نہایت حقارت سے رد کر دیا کہ جب تک سلسلہ کے مرکز دو ہیں۔ دعوت منظور نہیں ہو سکتی حالانکہ آپ نے ان لوگوں کی دعوت قبول کر لی جنہیں سلسلہ سے قطعاً تعلق ہی نہیں بلکہ دشمنی ہے۔ لیکن ہماری دعوت کے لئے یہ عذر تراش لیا گیا۔ پھر جب ہمارے احباب میں سے کسی نے کہا کہ اگر دو مرکز دعوت قبول کرنے کے مانع ہیں۔ تو آپ نے کیوں حضرت امیر کی دعوت کی تھی۔ تو پھر جھٹ میاں صاحب نے یہ کہا کہ وہ ہمارا احسان تھا غور کا مقام ہے کہ اس قدر تعلّی اُنکی پوزیشن کے انسان کو جائز ہے؟ جو بات وہ خود کریں وہ احسان ٹھہرے۔ دوسرے کریں تو فساد اور خلاف شریعت قرار پائے۔ لِمَ تقولون ما لا تفعلون پر بھی کچھ نظر ہے یا نہیں؟ پھر کیا جو شخص دوسروں کی دعوت کو یوں حقارت سے رد کرتا ہے وہ خود حق رکھتا ہے۔ کہ دوسروں کو دعوت دے جو دوسروں کی باتیں سُننا نہیں چاہتا بلکہ اُن کو "زہر" قرار دیتا ہے۔ وہ خود دوسروں کو اپنی باتیں سنانے کا حق رکھتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

(۴) حضرت امیر نے پچھلے دنوں جب میاں صاحب لاہور میں تھے تو جماعت میں باہمی میل جول اور مصالحت کے لئے تجویز پیش کی وہ تجویز میاں صاحب کے مریدوں نے پسند کی اور میاں صاحب کی خدمت میں لے گئے۔ مگر معلوم نہیں کہ اس کا کیا حشر ہوا۔ لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تجاویز نامنظور ہوئیں۔ اب ناظر اعلےٰ قادیان کے جلسہ میں اس لئے بلاتے ہیں کہ میل جول سے رنجشیں دور ہوں لیکن سوال یہ ہے۔ کہ ان تجاویز پر کیوں عمل نہیں کیا جاتا۔ حالانکہ وہ ایک مستقل مصالحت کی بنیاد ڈالتی ہیں اور جلسہ کے ایام میں تو محض عارضی ملاقات ہی ہوتی ہے۔ جس سے اتنا فائدہ نہیں ہو سکتا۔ جتنا کہ عام میل جول کے تعلقات قائم ہونے سے۔

(۵) اگر اس دعوت سے غرض باہمی رنجشوں کو دور کرنا ہی ہے تو پھر خاص خاص احباب کے نام دعوتی رقعے بھیجنے کا کیا مطلب ہے؟ بعض کو تو بلایا گیا اور دوسروں کو چھوڑ دیا گیا آخر اس تفریق کی کیا وجہ ہے۔ کیا دوسرے لوگ قابل اصلاح نہیں؟ اگر ہیں تو انہیں کیوں نظر انداز کر دیا گیا؟

بالآخر ہم یہ ضرور عرض کریں گے۔ کہ ہمیں بہ حیثیت جماعت بلائیے۔ ہمیں اپنے سٹیج پر تقریریں کرنے کا موقع دو۔ تا اختلافی مسائل پر روشنی پڑے۔ ہمیں خوب سمجھاؤ۔ مگر خود بھی ہم سے سمجھنے کے لئے تیار رہو۔ اگر یہ باتیں منظور ہیں۔ تو چشم ما روشن دل ما شاد۔ ہم ضرور آپ کے جلسہ میں حاضر ہوں گے۔ لیکن اگر یہ باتیں محض اپنے مریدوں کے بہلانے کے لئے ہیں۔ تو ہمارا دُور سے ہی سلام ہے۔

گورنر بمبئی اور اسلامی مسائل

معاصر "انقلاب" (دہلی) رقمطراز ہے:-

"بمبئی کے جدید گورنر تمام مسلمانوں کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ موصوف نے اپنی پہلی ہی تقریر میں ان اسلامی مسائل پر ہمدردانہ خیالات ظاہر فرمائے۔ جو ایک عرصہ سے اسلامی ہند کو اضطراب وبےچینی کا پیکر بنائے ہوئے ہیں۔ آپ نے اماکن مقدسہ اور ترکی کے مستقبل کے متعلق فرمایا کہ

...نرلسرائے سے گفتگو کا موقع مجھ کو ملا ہے۔ اس کے متعلق میں آپ کو صرف یہ کہہ سکتا ہوں۔ کہ آپ کو اس کا یقین رکھنا چاہئے۔ کہ گورنمنٹ ہند نے اس امر کو محفوظ کرنے کے لئے ہر ایک ممکن کوشش کی ہے۔ کہ جو احساسات ظاہر کئے گئے ہیں۔ اور جو نقطۂ نظر مسلمانان ہند ان مسائل میں رکھتے ہیں۔ وہ صلح کانفرنس میں پیش کیا جائیگا۔ اگرچہ فی نفسہ خیالات کچھ تسکین بخش نہیں ہیں۔ کیونکہ گورنر صاحب نے گورنمنٹ آف انڈیا کی طرف سے صرف اس امر کا یقین دلایا ہے کہ مسلمانوں کے احساسات اور اُن کا نقطۂ نظر مسائل اسلامیہ کے متعلق صلح کانفرنس میں پیش کر دیا جائیگا۔ لیکن ایسی حالت میں کہ صلح کانفرنس میں مسلمانوں کا کوئی نمائندہ نہیں۔ ان احساسات کا پیش کیا جانا کیا مفید ہو سکتا ہے۔ اور وہ کون ہے جو صلح کانفرنس میں مسلمانان ہند کے سچے اور حقیقی جذبات کی کماحقہٗ ترجمانی کریگا۔ لیکن پھر بھی ہم گورنر صاحب بمبئی کے ممنون ہیں کہ پہلی دفعہ ان کی زبان مبارک سے اسلامی مسائل پر گورنمنٹ ہند کے خیالات ظاہر کرائے گئے ہیں اس سے کم از کم اس قدر تو پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کی سینہ کوبی و ماتم آفرینی کا علم گورنمنٹ کو ہے۔"

یہ تو ہمیں یقین ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ اپنی مسلمان رعایا کے جذبات کا پورا خیال رکھے گی۔ لیکن گورنر بمبئی کی ترجمانی کے بجائے اگر خود ہز ایکسیلنسی اپنے اعلان میں اس کی تشریح و توضیح کر دیتے تو مسلمانوں کے لئے مزید تسلی و تشفی کا باعث ہوتا۔

انجیل اور قرآن پر حملہ کی تیاری

ہمارے برادران وطن بھی عجب ڈھب کے واقع ہوئے ہیں۔ کہ جس زبان کو بُرا سمجھتے ہیں جس کی مخالفت میں انہوں نے ناخنوں تک کا زور لگایا۔ اس میں ہی ان کا موقعت الشیوع لٹریچر شائع ہوتا ہے۔ اور ہزاروں روپیہ اس زبان کے دم قدم سے بڑھ رہے ہیں۔ مگر ناسپاسی کا یہ عالم ہے کہ اس زبان کا نمک کھاتے ہوئے اُس کی بُرائی چاہتے ہیں۔

اب اس ناسپاسی کی ایک تازہ ترین مثال ہمارے معزز معاصر "آریہ پتر" لاہور نے اپنے "شہید نمبر" میں پیش کی ہے۔ یہ خاص نمبر پنڈت لیکھرام صاحب آنجہانی کی یادگار میں نکالا گیا ہے۔ اور اُن کی زندگی کے سوانح کے لئے بہت سا حصہ اخبار کے وقف ہوا ہے۔ مگر تعجب ہے۔ کہ سنسکرت ایسی مقدس زبان میں "شہید" یا "شہادت" کے لئے غالباً جناب ایڈیٹر صاحب کو کوئی لفظ نہیں ملا۔ اس لئے انہوں نے اپنے اخبار کے ہیرو کے واقعہ قتل کے لئے قرآن اور اسلامی لٹریچر کے دروازہ پر بھیک مانگ کر شہید اور شہادت کا لفظ حاصل کیا۔ لیکن اس کے شکریہ میں بجائے اس کے کہ قرآن اور اسلام کی عزت کرتے۔ انہوں نے ایک ایسی نظم درج اخبار کی ہے جس میں آریہ قوم کو قرآن اور انجیل پر حملہ کرنے کی تیاری کے لئے اُبھارا گیا ہے۔ چنانچہ اُس نظم کا ایک شعر ہے:۔

آؤ تسخیر کا ہم جاری طریقہ کر دیں
خوب انجیل پہ قرآن پہ حملہ کر دیں

جناب ایڈیٹر صاحب آریہ پتر لاہور جس حملہ کے لئے قوم کو تیار کر رہے ہیں۔ وہ تو آخر قرآن اور انجیل پر ہو کر ہی رہیگا۔ اور ہمارا خیال تو یہ ہے۔ کہ آئے دن ہوتا رہتا ہے۔ انجیل والے تو مہاشہ صاحب سے خود سمجھ لیں گے۔ مگر قرآن شریف کے متعلق ہم صرف یہ عرض کریں گے۔ کہ اگر ان کی مروت اور حق شناسی کا یہی تقاضا ہے کہ وہ قرآن کے الفاظ سے تو اپنا "شہید نمبر" سجائیں اور مسلمانوں کے مضامین سے اپنے اس خاص نمبر کو رونق دیں۔ مگر باوجود اس کے قرآن پر حملہ کی تیاری کریں تو بسم اللہ۔ آخر وید مقدس کی خدمت کرنے والے بھی دُنیا میں بہت ہیں۔

لیکن کیا اس قسم کی چھاکشی قوم و ملک کو یا خود مذہبی تحقیقات میں کچھ مدد دے سکتی ہے۔ جناب ایڈیٹر صاحب ذرا غور کریں۔ کہ وہ اپنی قوم میں کس قسم کی روح پھونکنے کا تہیہ کر رہے ہیں۔ اور کس قسم کی اخبار نویسی کے بنیاد رکھ رہے ہیں۔

اتحاد بین الاقوامی اور مبایعین

گذشتہ دنوں میں جناب میاں صاحب لاہور تشریف لائے ہوئے تھے۔ تو بریڈلا ہال میں انہوں نے ایک لیکچر "اسلام اور تعلقات بین الاقوام" پر دیا۔ ہمیں خود یہ لیکچر سننے کا شرف حاصل نہیں ہوا۔ مگر قادیانی معاصر "الفضل" کی زبانی اس کا خلاصہ ان الفاظ میں معلوم ہوا ہے:۔

"قرآن شریف اور احادیث سے بیس ایسے طریق بیان فرمائے۔ جن پر اگر تمام لوگ عمل کرنا شروع کر دیں تو باوجود اس کے کہ وہ مختلف مذاہب اور مختلف اقوام کے ہیں۔ اُن میں نہایت پائدار اور مستقل صلح اور اتفاق قائم ہو سکتا ہے۔"

الحمد للہ۔ کہ میاں صاحب کی زبان سے بھی اتفاق اور صلح کے الفاظ نکلے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ان بیس طریقوں میں سے کوئی ایسا طریق بھی ہے۔ جو مختلف مذاہب اور مختلف اقوام میں نہیں بلکہ ایک سلسلہ کے دو فریقوں میں "نہایت پائدار اور مستقل صلح اور اتفاق" قائم کر سکے۔ امید ہے کہ جناب میاں صاحب ان طریقوں پر خود عمل پیرا ہو کر اپنے سلسلہ میں اتفاق و اتحاد قائم کرنے کے لئے کوشش کریں گے۔ کیونکہ جب مختلف مذاہب اور مختلف اقوام میں صلح ہو سکتی ہے۔ تو پھر یہ کیا غضب ہے۔ کہ ایک ہی سلسلہ کی دو شاخوں میں صلح نہیں ہو سکتی؟

حضرت امیرؓ کی دعوت پر جناب میاں صاحب نے یہ عذر کیا تھا۔ کہ دعوت اُس وقت تک قبول نہیں ہو سکتی جب تک مرکز ایک نہ ہو۔ مگر بریڈلا ہال میں آپ نے فرمایا کہ مختلف مذاہب میں بھی جن کے مرکز علیحدہ علیحدہ عادات و رسوم علیحدہ کھانا پینا علیحدہ صلح ہو سکتی ہے۔ اب ان دونوں باتوں میں سے کونسی درست ہے؟

"نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا"

حقیقۃ الوحی کا یہ وہ حوالہ ہے جو ہمارے مبایعین دوست حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت قائم کرنے کے لئے پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ میاں اکمل صاحب نے بھی ایک کھلا خط حضرت امیرایدہ اللہ کے نام مارچ ۱۹۱۹ء کے تشحیذ میں لکھا ہے۔ اور اس میں بھی فضیلت کی بحث کے بعد اس حوالہ پر زور دیا ہے۔ افسوس ہے اس وقت اخبار تقریباً ختم ہو چکا ہے۔ اور گنجائش نہیں ورنہ اس بارہ میں مفصل لکھنے کا ارادہ تھا۔ مگر خیر اب بھی دو ایک باتیں ہم عرض کئے دیتے ہیں۔ اور باقی کے لئے خدا پھر کوئی موقعہ دے دیگا۔

سب سے پہلے ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہیں۔ کہ جس صورت میں قرآن مجید جو حق و باطل کے لئے قول فیصل ہے۔ آیات متشابہات سے خالی نہیں۔ تو پھر کسی دوسرے کا کلام یا خود حضرت مسیح موعودؑ کا کلام کیونکر متشابہات سے پاک ہو سکتا ہے۔ جس صورت میں ہر ایک شخص کی کلام میں کچھ حصہ متشابہات کا ہوتا ہے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کی کلام میں بھی وہ حصہ موجود ہونا چاہئے۔ تو معلوم نہیں کہ ہمارے دوست ان کھلے حوالوں کو کیوں پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ جن میں حضرت صاحب مدعی نبوت کو کافر۔ کاذب۔ دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں۔ اور صرف ایک دو حوالوں پر سارا زور صرف کر دیتے ہیں۔ اگرچہ یہ دو ایک حوالے بھی ان کے مفید مطلب نہیں۔ لیکن بفرض محال اگر مان لیا جائے کہ ان سے ایک شخص نبوت کا استدلال کر سکتا ہے۔ تو کیا ایک طالب حق کو صرف ان دو حوالوں پر ہی اکتفا کر کے بیٹھ جانا چاہئے اور باقی تحریرات حضرت مسیح موعودؑ کو پس پشت ڈال دینا چاہئے؟

میاں اکمل اس خط میں پوچھتے ہیں کہ "خداوند عالم نے اپنے الہامات میں اس خطاب (نبی) سے اپنے مسیح کو کیوں مخاطب کیا۔ پھر نبی کریم نے کیوں نبی اللہ فرمایا۔ پھر خود حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے لئے یہ لفظ کیوں بار بار استعمال کیا"۔ میں کہتا ہوں۔ بیشک خدا نے یہ خطاب دیا۔ مگر اسی طرح دیا۔ جس طرح اُس نے ولد کا خطاب بھی دیا۔ دیکھ لیجئے خدا نے مسیح ناصری کو بھی ولد کا خطاب دیا تھا۔ مگر جب ایک قوم نے اس سے ایک غلط نتیجہ نکالا تو پھر اس کی تردید بھی کس زور سے کی۔

پس جس خدا نے حضرت صاحب کو نبی کہہ کر پکارا۔ اسی خدا نے ہمیں یہ بھی بتا دیا ہوا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ خود حضرت مسیح موعودؑ کا بھی ایمان تھا۔ کہ آنحضرت صلعم آخری نبی ہیں۔ اور آپؐ کے بعد اب کوئی نبی نہیں۔

اب ہر ایک شخص کا یہ فرض ہے کہ خدا تعالےٰ کے دونوں قولوں میں تطبیق دے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ خود حضرت مسیح موعودؑ نے تطبیق دے کر دکھا دی۔ اور کہہ دیا۔ سُمّیتُ نبیًّا من اللہ علیٰ طریق المجاز لا علیٰ وجہ الحقیقۃ۔ میرا نام خدا کی طرف سے مجازی طور پر نبی رکھا گیا ہے۔ حقیقی طور پر نہیں۔

ہاں یہ سوال ہو سکتا ہے۔ کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یا خدا تعالےٰ نے کس حکمت کی وجہ سے نبی نام رکھا؟ سو اس کے متعلق یہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ مجددین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے روحانی شاگرد ہوتے ہیں اور اُن میں کمالات نبوت بھی ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ مثیل انبیاء کہلاتے ہیں۔ چنانچہ حدیث میں بھی علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل آیا ہے۔ پس جب ہر ایک مجدد مثیل نبی ہوتا ہے۔ تو وہ خاص عظیم الشان مجدد جس کے بارہ میں علیحدہ پیشگوئی بھی تھی۔ بہ طریق اولےٰ نبی سے مماثلت رکھتا تھا۔ اور اس کی مشابہت دوسرے مجددوں سے کہیں بڑھ کر تھی۔ اس لئے اصول کلام کے لحاظ سے اس کی اشد مشابہت کو ظاہر کرنے کے لئے اُسے کالنبی نہیں کہا بلکہ "نبی اللہ" کہا۔ میاں اکمل تو شاعر بھی ہیں اور علم معانی کو خوب سمجھ سکتے ہیں۔ وہ جانتے ہوں گے۔ کہ تشبیہ کو بوجہ شدت مشابہت کی غرض سے استعارہ میں بدلا جاتا ہے تو حرف تشبیہ کو حذف کر دیا جاتا ہے۔ یہی اصول اس پیشگوئی میں بھی مدنظر رکھا گیا ہے۔ اور اسی لئے خدا تعالےٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کو نبی کہا۔ حالانکہ مسیح موعود حقیقت مثیل نبی ہی ہیں چنانچہ اُسے اگر نبی کہا ہے تو ساتھ ہی امتی بھی کہہ دیا۔ جس سے صاف ثابت ہے۔ کہ یہ نبوت وہ نبوت نہیں جو پہلے تھی۔ بلکہ یہ وہی نبوت ہے۔ جو علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل میں بیان ہوئی ہے۔

باقی رہا یہ سوال۔ کہ ہم دوسرے مجددوں کو بھی ان معنوں میں نبی کہہ دیتے ہیں۔ اس میں ہمارے دوستوں کو ایک مغالطہ لگتا ہے۔ ہم ہرگز دوسرے مجددوں کو اُس لفظ نبی کا مصداق نہیں مانتے۔ جس کے متعلق حضرت صاحب نے صاف لکھ دیا۔ کہ نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ کیونکہ اس میں تو اس حدیث کا ذکر ہے۔ جس میں حضرت مسیح موعود کو نبی کہا گیا ہے۔ اور مسیح موعود تو صرف حضرت صاحب ہی ہیں۔

ہاں عام طور پر ہم لفظ نبی کو لغوی معنوں کے لحاظ سے مجددوں پر بولنا جائز سمجھتے ہیں۔ جس طرح حضرت مسیح موعودؑ سمجھتے تھے۔ کیونکہ خود حضرت صاحب نے فرمایا۔ "دو ہزار افراد نے باوجود امتی ہونے کے نبی کا خطاب پایا"۔ اور دوسری وجہ اس کی یہ ہے کہ ہم واقعات کا انکار نہیں کر سکتے۔ دوسرے اولیاء کے الہامات میں لفظ نبی موجود ہے۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مثنوی کے اس مصرع کی تصدیق کی ہے۔ ع

آں نبی وقت باشد اے مرید

سر دست غالباً اس قدر کافی ہے۔ ان شاء اللہ اس موضوع پر پھر کبھی لکھوں گا۔

اخبار احمدیہ

افسوس کے ساتھ معلوم ہوا ہے۔ کہ ہمارے نہایت ہی مکرم دوست جناب مولوی محمد حسین صاحب لاہور چھاؤنی کی اہلیہ صاحبہ سوا سال کی طویل بیماری کے بعد راہگرائے عالم بقا ہوئیں۔ اللہ تعالےٰ مغفرت فرمائے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔

احباب مرحومہ کا جنازہ غائب پڑھ دیں۔

جلد ۶ | مینارۃ المسیح لاہور: چہارشنبہ مورخہ ۹ جمادی الثانی ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۲ مارچ ۱۹۱۹ء | نمبر ۷۶

ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ

ایک متلاشی حق سے مکالمہ

(بسلسلہ اشاعت مورخہ ۵ مارچ ۱۹۱۹ء)

زبانی اور عملی ایمان

پنڈت صاحب:- میں خدا کا منکر نہیں ہوں اور نہ اس کے بندہ ہونے کا منکر۔

حضرت اقدس:- بات یہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ پر ایمان دو قسم کا ہے ایک وہ ایمان ہے جو صرف زبان تک محدود ہے۔ اور اس کا اثر افعال اور اعمال پر کچھ نہیں۔ دوسری قسم ایمان اللہ کی یہ ہے کہ عملی شہادتیں اس کے ساتھ ہوں۔ پس جب تک یہ دوسری قسم کا ایمان پیدا نہ ہو میں نہیں کہہ سکتا کہ ایک آدمی خدا کو مانتا ہے یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ ایک شخص اللہ تعالیٰ کو مانتا بھی ہو۔ اور پھر گناہ بھی کرتا ہو۔ دنیا کا بہت بڑا حصہ پہلی قسم کے ماننے والوں کا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ وہ لوگ اقرار کرتے ہیں کہ ہم خدا کو مانتے ہیں مگر میں دیکھتا ہوں کہ اس اقرار کے ساتھ ہی وہ دنیا کی نجاستوں میں مبتلا اور گناہ کی کدورتوں سے آلودہ ہیں پھر وہ کیا بات ہے۔ کہ وہ **خاصہ** جو ایمان باللہ کا ہے اسکو حاضر ناظر مانکر پیدا نہیں ہوتا؟ دیکھو انسان ایک ادنیٰ درجہ کے چوہڑے چمار کو حاضر ناظر دیکھکر اسکی چیز نہیں اٹھاتا۔ پھر اس خدا کی مخالفت اور اس کے احکام کی خلاف ورزی میں دلیری اور جرأت کیوں کرتا ہے جسکی بابت کہتا ہے کہ مجھے اس کا اقرار ہے؟ میں اس بات کو مانتا ہوں کہ دنیا کے اکثر لوگ ہیں جو اپنی زبان سے اقرار کرتے ہیں کہ ہم خدا کو مانتے ہیں کوئی پرمیشر کہتا ہے۔ کوئی گاڈ کہتا ہے۔ کوئی اور نام رکھتا ہے مگر جب عملی پہلو سے انکے اس ایمان اور اقرار کا امتحان لیا جاوے اور دیکھا جاوے تو کہنا پڑے گا۔ کہ وہ نرا دعوےٰ ہے۔ جسکے ساتھ عملی شہادت کوئی نہیں۔

از عمل ثابت کن آں نورے کہ در ایمان تست

انسان کی فطرت میں یہ امر واقع ہے کہ وہ جس چیز پر یقین لاتا ہے اس کے نقصان سے بچنے اور اس کے منافع کو لینا چاہتا ہے۔ دیکھو سنکھیا ایک زہر ہے اور انسان جبکہ اس بات کا علم رکھتا ہے کہ اسکی ایک رتی بھی ہلاک کرنے کو کافی ہے تو کبھی وہ اسکو کھانے کے لئے دلیری نہیں کرتا اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ اس کا کھانا ہلاک ہونا ہے پھر کیوں وہ خدا تعالیٰ کو مان کر ان نتائج کو پیدا نہیں کرتا۔ جو **ایمان باللہ** کے ہیں اگر سنکھیا کے برابر بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان ہو تو اسکے جذبات اور جوشوں پر موت وارد ہو جاوے مگر نہیں یہ کہنا پڑے گا۔ کہ نرا قول ہی قول ہے **ایمان** کو یقین کا رنگ نہیں دیا گیا ہے یہ اپنے نفس کو دھوکا دیتا ہے۔ اور دھوکا کھاتا ہے جو کہتا ہے کہ میں خدا کو مانتا ہوں۔

پس پہلا فرض انسان کا یہ ہے کہ وہ اپنے ایمان کو صاف کرے جو وہ اللہ پر رکھتا ہے۔ یعنے اس کو اپنے اعمال سے ثابت کر دکھائے۔ کوئی فعل ایسا اس سے سرزد نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کی شان اور اس کے احکام کے خلاف ہو۔

ایمان بغیر عمل مرض مستوبی کی طرح ہے

یہ دھوکا جو انسان کو لگتا ہے کہ وہ خدا کو مانتا ہے باوجودیکہ عملی شہادت اس ایمان کے ساتھ نہیں ہوتی۔ درحقیقت یہ بھی ایک قسم کی **مرض** ہے جو خطرناک ہے۔ مرض دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک مرض **مختلف** ہوتی ہے یہ وہ ہوتی ہے۔ جس کا درد محسوس ہوتا ہے جیسے درد سر یا درد گردہ وغیرہ۔ دوسری قسم کی مرض کو مرض **مستوبی** کہتے ہیں اس مرض کا درد محسوس نہیں ہوتا۔ اور اس لئے مریض ایک طرح اسکے علاج سے تساہل اور غفلت کرتا ہے۔ جیسے برص کا داغ ہوتا ہے بظاہر اسکا کوئی درد یا دکھ محسوس نہیں ہوتا۔ لیکن آخر کو یہ خطرناک نتائج پیدا کرتا ہے۔ پس خدا پر ایسا ایمان جو عملی شہادتیں ساتھ نہیں رکھتا ہے۔ یہ قسم کی مرض مستوبی ہے

ایمان کے آثار ظاہر ہونے چاہئیں

صرف رسم و عادت کے طور پر مانتا ہے یا یہ کہ باپ دادا سے سنا تھا۔ کہ کوئی خدا ہے۔ اس لئے مانتا ہے۔ اپنی ذات پر سوچ کر کے کب اس نے اس کا اقرار کیا۔ یہ اقرار جس دن اس رنگ میں پیدا ہوتا ہے ساتھ ہی گناہوں کی میل کچیل کو جلا کر صاف کر دیتا ہے۔ اور اسکے آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ جب تک آثار ظاہر نہ ہوں۔ وہ ماننا نہ ماننا برابر ہے۔ اسکی وجہ یہی ہے۔ کہ یقین نہیں ہوتا۔ اور یقین کے بغیر ثمرات ظاہر نہیں ہو سکتے۔ دیکھو جن خطرات کا انسان کو یقین ہوتا ہے انکے نزدیک ہرگز نہیں جاتا۔ مثلاً یہ خطرہ ہو کہ گھر کا شہتیر ٹوٹا ہوا ہے۔ تو وہ کبھی اسکے نیچے جانے اور رہنے کی دلیری نہ کرے گا۔ یا یہ معلوم ہو کہ فلاں مقام پر سانپ رہتا ہے اور وہ رات کو پھرا بھی کرتا ہے۔ تو کبھی یہ رات کو اٹھکر وہاں نہ جائیگا کیونکہ اس کے نتائج کا قطعی اور یقینی علم رکھتا ہے۔ پس اگر خدا کو مان کر ایک پیسہ کی سنکھیا جیسا بھی اثر اور یقین نہیں ہوتا۔ تو سمجھ لو کہ کچھ بھی نہیں مانتا اور اصل یہ ہے۔ کہ ساری خرابی کی جڑ گیان کی کوتاہی ہے

گناہ سے بچنے کی راہ

پنڈت صاحب:- میرا اصل منشاء تو یہ ہے۔ کہ خدا کی ہستی پر تو ایمان ہے۔ مگر پھر بھی گناہ ہوتے ہیں۔

حضرت اقدس:- آپ کیوں کہتے ہیں؟ کہ ایمان ہے ایمان تو انسان کے نفسانی جذبات کو مردہ کر دیتا ہے۔ اور گناہ کی قوتوں کو سلب کر دیتا ہے۔ آپ کو یہ سوال کرنا چاہئے کہ گناہ سے بچنے کا علاج کیا ہے؟ میں یہ کبھی نہیں مان سکتا کہ ایمان بھی ہو۔ اور گناہ بھی ہو۔ ایمان روشنی ہے۔ اس کے سامنے گناہ کی ظلمت رہ نہیں سکتی بھلا یہ کبھی ہو سکتا ہے؟ کہ دن بھی چڑھا ہوا ہو۔ اور رات کی تاریکی بھی بدستور موجود ہو؟ یہ نہیں ہو سکتا۔ پس اصل یہ مدعا چاہئے کہ گناہ سے کیونکر بچیں؟ اس کا علاج وہی ہے جو میں نے بیان کر دیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ پر سچا **ایمان** پیدا ہو۔

سچا ایمان کیونکر پیدا ہو

پنڈت صاحب:- بیشک

باطنی ہے کہتا کہ خدا کو مانتا ہوں اس لئے آپکو دھوکا دیا ہے۔

حضرت اقدس:- پس یہی اصل بات ہے جب تک عملی شہادتیں ساتھ نہ ہوں۔ یہ نفس کا دھوکا ہے جو کہتا ہے کہ مانتا ہوں سچا ایمان گناہ کو باقی نہیں رہنے دیتا اور سچا ایمان پیدا کیونکر ہوتا ہے؟ آپ یاد رکھیں جو مریض طبیب کے پاس جاتا ہے تو طبیب اسکی مرض کو تشخیص کر کے ایک علاج اسکو بتا دیتا ہے اسکا فرض ہے کہ وہ بیمار اسکو منتخب کرے علاج کرنا نہ کرنا یہ مریض کا اپنا اختیار ہے وہ یہ بتا دیگا کہ داغ لگانے کی جگہ ہے۔ تو داغ دو۔ یا جونک لگاؤ وغیرہ۔ یعنی جو علاج ہو وہ بتا دیگا اسی طرح ہم اصل علاج بتا دیتے ہیں۔ کرنا نہ کرنا ہر شخص کے اپنے اختیار میں ہے۔

پس اصل بات یہ ہے کہ جیسے خدا تعالیٰ ان آنکھوں سے نظر نہیں آتا؟ اور نہ ان حواس سے ہم اسکو محسوس کر سکتے ہیں کیونکہ وہ ان محسوسات میں سے نہیں ہوتا جنکے لئے یہ حواس ہیں تو بات یہ ہے نظر آجاتا۔ یا محسوس ہو سکتا۔ مگر ان حواس میں سے کوئی حس اسکے لئے لگائی نہیں۔ اس کی شناخت کے خاص دخل ہیں اور اور حواس ہیں۔ گو حکیموں نے بہت کچھ دخل اور فلاسفروں نے بہت ٹکریں ماری ہیں لیکن وہ سب غلطیوں میں مبتلا ہیں۔ اور وہ ایمان جو انسان کی زندگی میں ایک حیرت انگیز تبدیلی پیدا کر دیتا ہے ان کو نصیب نہیں ہوا۔ جب خود انکی یہ حالت ہے تو وہ دوسروں کے لئے ہادی اور رہنما کیونکر ہو سکتے ہیں؟ جو خود مشکلات میں مبتلا ہیں اور جنکو خود سکینت اور اطمینان نصیب نہیں۔ وہ اوروں کے لئے کیا اطمینان کا موجب ہونگے۔ اس سلسلہ کی راہ کے چراغ دراصل انبیاء علیہم السلام ہیں۔ پس جو شخص چاہتا ہے کہ وہ نور ایمان حاصل کرے۔ اس کا فرض ہے کہ اس راہ کی تلاش کرے۔ اور اسپر چلے۔ بدوں اسکے ممکن نہیں کہ وہ معرفت اور سچا ایمان مل سکے جو گناہ سے بچاتا ہے ایک شخص فیصلہ کر سکتا ہے۔ کہ کس شئے کا اتباع اس وقت حقیقی ایمان اور گیان پیدا کر دیتا ہے۔ سچ ہے کہ جب انسان نیکی پر قدم مارنے لگتا ہے تو اسکو مشکلات اور ابتلاء پیش آتے ہیں برادری اور قوم کا ڈر اسے دھمکاتا ہے لیکن اگر وہ فی الحقیقت سچائی سے پیار کرتا ہے اور اسکی قدر کرتا ہے تو وہ ان ابتلاؤں سے نکل جاتا ہے ورنہ ابتلا اس کا نفاق ظاہر کر دیتا ہے۔ مومن بننے کے لئے ضروری ہے کہ وہ خدا کے لئے کسی ننگ و عار کی سچائی کے لئے پرواہ نہ کرے۔ جب تک وہ ان قیود کا پابند ہے۔ وہ مومن نہیں ہو سکتا۔

اخبار احمدیہ

فرخ آباد- جیوٹ نگر میں مولوی عبدالحق صاحب کے لیکچر نہایت کامیابی کے ساتھ ہوئے۔ اور آریوں میں سے کسی کو بھی مناظرہ و مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی۔ مفصل رپورٹ مولوی صاحب خود لکھ کر دیں گے

سالم ہدی منشری ایسوسی ایشن کا سینڈل بنا تکمیل کا ساتھ

آخر میں ہم پنجاب یونیورسٹی سے بھی یہ کہنا چاہتے ہیں کہ وہ اورینٹل کالج کی خصوصیات کو مدنظر رکھتے ہوئے عربی زبان کے ساتھ ایسا سرد مہری کا برتاؤ جائز نہ رکھے۔ اور اگر عربی کا ایک زندہ زبان ہونا اس کے حقوق کی برتری کا موجب نہیں۔ تو کم از کم اسے سنسکرت کے ہم پہلو ہی قائم رہنے دے۔

نمودی خطابات

خطابات کی ایک فہرست تو سال میں دو دفعہ گورنمنٹ عالیہ کی طرف سے شائع ہوتی ہے۔ جس میں رعایا کے مختلف معزز افراد کو اعزازات عطا ہوتے ہیں۔ ایک فہرست پچھلے دنوں میں دہلی کے خواجہ حسن نظامی نے شائع کرنی شروع کی تھی جس میں اپنی سرکار سے انہوں نے بہت لوگوں کو خطابات عطا فرمائے تھے۔ ایک اسی قسم کی فہرست قادیان کے اخبار الفضل میں بھی قاضی محمد یوسف پشاوری کے قلم سے شائع ہوئی ہے اور تعجب کہ دربار خلافت سے مریدوں کو خطابات و اعزازات عطا ہونے کے بجائے قاضی صاحب با ایں ہمہ مریدی پیر صاحب اور حضرت مسیح موعود اور حضرت مولینا نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ کو خطابات دے رہے ہیں۔

ہمیں اس قدر تو خوشی ہے کہ بالآخر الفضل جیسے اخبار میں قاضی صاحب کو اس بات کا کھلا اعتراف کرنا پڑا کہ

"ایک عرصہ سے میں چند امور اپنے احباب کی تقریر و تحریر میں دانستہ یا نادانستہ ایسے دیکھتا ہوں جن کا ہونا ہمارے واسطے مزیل شان ہے۔"

بہتر ہوتا کہ اس کے ساتھ قاضی صاحب اپنی گذشتہ تحریرات کا بھی کسی قدر نمونہ دکھا دیتے کہ وہ کس قدر ان کی شان کے مطابق ہیں۔

ان "مزیل شان" تحریرات کو شایان شان بنانے کے لئے انہوں نے بعض ہدایات صادر کی ہیں۔ جو معلوم نہیں۔ دربار خلافت سے بھی منظور شدہ ہیں یا نہیں۔ لیکن تاہم انہوں نے محمودی جماعت کی گفتگو اور طرز تقریر و تحریر خوبصورت اور شائستہ اور بااخلاق بنانے کے لئے جو کوشش کی ہے وہ انکے معیار شائستگی کو ظاہر کرنے والی ہے۔ حضرت مسیح موعود۔ حضرت مولینا نور الدین اور میاں صاحب کے لئے خطابات تجویز کرنے کے بعد آخر میں لکھتے ہیں کہ

"آٹھویں تجویز یہ ہے کہ جناب مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء کو۔ یا جو منکران مسیح موعود ہیں بدوران گفتگو عزت کے الفاظ سے یاد کیا جاوے۔ اور تحریر و تقریر میں عزت اور ادب سے اُن کا ذکر کیا جاوے۔"

اس مہربانی کا شکریہ۔ لیکن وہ "عزت و ادب" جو قاضی صاحب کے معیار تہذیب کی رفیع الشان چوٹیوں سے ہمارے لئے نازل فرمایا ہے۔ وہ کہاں تک قابل عزت ہے فرماتے ہیں کہ

"ان کو جناب مولوی محمد علی صاحب اور انکے رفقاء یا جناب خواجہ صاحب اور ان کے رفقاء یا منکرین خلافت یا منکران احمد کہا جاوے۔"

یہ ہے وہ "عزت و ادب" اور وہ شائستگی تحریر و تقریر جس پر قاضی صاحب اپنے رفقاء کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ اسی سے انکی بلندی تہذیب کے معیار کا بھی پتہ لگ جاتا ہے اور اخلاق و شائستگی کا راز آشکارا ہو جاتا ہے۔

قرآن الہام و تحریرات مسیح موعود اور حدیث

اپنے اسی مضمون میں قاضی صاحب نے بحث و مناظرات کے لئے بھی بعض ہدایات صادر کی ہیں۔ جن میں حضرت مسیح موعود کے الہام اور تحریرات کے بالمقابل حدیث کو جو مرتبہ دیا ہے وہ انکے ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ

"دلائل کا بڑا حصہ اوّل قرآن کریم سے ہو۔ اور پھر وحی مسیح موعود سے اور پھر تحریرات حضرت امام علیہ السلام اور احادیث نبوی سے۔ پھر سنت اللہ اور عقل سے۔"

یہ ترتیب اگرچہ خود میاں صاحب ہی کی قائم کردہ ہے۔ اور سب سے پہلے انہوں نے ہی ایک سوال کے جواب میں قرآن کریم اور الہام مسیح موعود کو ہم رتبہ قرار دیتے ہوئے تحریرات مسیح موعود کو بھی احادیث پر مقدم ٹھہرایا تھا۔ لیکن ہم پوچھنا چاہتے ہیں۔ کہ آیا خود حضرت مسیح موعود بھی اس بات کے قائل تھے۔ کہ اپنے الہام اور تحریرات کو احادیث پر مقدم سمجھتے تھے۔ کیا آپ کا یہ کھلا ارشاد کہ

"قرآن مقدم بر ہر چیز است۔ و وحی قطعی مسیح موعود مقدم است بر احادیث ظنیہ۔ بشرطیکہ آں وحی مسیح موعود بقرآن مطابقت کلی دارد۔ و بشرطیکہ حصہ ہائے آں حدیث بقیہ ہائے قرآن مطابقت ندارد۔ لیکن در قصہ ہائے آں حدیث ہا قرآن شریف باہم مخالفت باشد۔"

اس بات کا ثبوت نہیں۔ کہ آپ اپنے الہام کو قرآن اور حدیث صحیح (جو قرآن کے مطابق ہو) دونوں کے ماتحت سمجھتے تھے۔ پھر جب الہام کو بھی صحیح حدیث کے ماتحت رکھتے تھے۔ اور قرآن و حدیث دونوں پر اپنی وحی کو عرض کرتے تھے۔ تو آپ کی تحریرات کو بھی حدیث پر مقدم کرنا کس قدر ناسمجھی کی بات ہے۔ اس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ حدیث کی ان لوگوں کے دلوں میں کیا وقعت باقی رہ گئی ہے۔ اور سخت تعجب ہے کہ ایک طرف حضرت مسیح موعود کو نبی بتاتے ہیں۔ اور دوسری طرف آپ کی ان صریح ہدایات کے (جو سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد کی ہیں) خلاف چلنا شان مریدی میں داخل سمجھتے ہیں۔

مذاہب عالم کی لیگ

معاصر روزنامہ اخوت "سول اینڈ ملٹری گزٹ" رقمطراز ہے۔ کہ ایک انگریزی رسالہ کی ایک تازہ اشاعت میں ایک سکیم مندرج ہے۔ جس کو ایک ممتاز اور سربرآوردہ عالم نے جس کا تعلق مشرق اقصیٰ میں دینیات سے رہا ہے پیش کیا تھا۔ ان کا خیال ہے کہ جس بین الاقوامی لیگ اگر کامیابی کے ساتھ کام کرنا چاہتی ہے تو اسکو ایک خدائی دینی بنیاد قائم کرنی چاہئے اور اسی طرح مذاہب کی لیگ کے لئے بھی لازمی ہے کہ اس کی کوئی اخلاقی و دینی بنیاد ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ گو دنیا کے سب مذاہب یکساں اور مساوی نہیں ہیں۔ لیکن سب میں کچھ نہ کچھ سچائی اور راستی ضرور ہے اور ہر مذہب حتی الوسع کسی نہ کسی خاص طریقہ سے عوام الناس کو قعر جہالت و گمراہی سے نکالنے میں لگا ہوا ہے۔ دینی لیگ کا مقصد یہ ہوگا۔ کہ وہ دنیا کے مخصوص مذاہب کے وکلاء اور علماء کو جو اپنے مذاہب کے بہت سرگرم اور ہوشیار شخص تسلیم کئے جاتے ہوں۔ ایک برادرانہ کانفرنس میں مجتمع کیا کرے۔ تاکہ ہر مذہب کا نمائندہ اپنے عجیب و غریب تجربات سے ایک دوسرے کو آگاہ کر سکے۔ اور بعد ازاں اس مسئلہ پر صلاح و مشورہ کیا جا سکے کہ وہ کون سے بہترین طریقے ہو سکتے ہیں۔ جس سے عوام الناس کی ضلالت و گمراہی نور ایمان میں مبدل کی جا سکے۔ وہ لکھتے ہیں کہ بجائے اسکے کہ مختلف مذاہب ایک دوسرے کو تباہ و برباد کر دینے کی جد و جہد کریں میرا خیال ہے۔ کہ اگر سب باہم شریک ہوں اور دعا مانگنے کے لئے متحد ہو جائیں۔ اور ہر شخص اپنے عقائد کے مطابق دعا مانگے تو مجھے قوی امید ہے۔ کہ اس طریقہ سے بہت جلد سلطنت الٰہی کا ظہور ہو سکتا ہے۔

پہلی بات بغیر تفصیلات پر بحث کئے ہوئے یہ ہے کہ ایسی لیگ کیلئے کانفرنسیں مقرر ہوں جن میں کسی ایسے مسئلہ پر جھگڑا اور مباحثہ نہ کیا جائے جو ایک دوسرے مذہب سے اختلاف رکھتا ہو۔ بلکہ ان بنیادی اصولوں اور مقاصد پر گفتگو ہونی چاہئے۔ جن پر سب کا اتفاق ہے اس سے ایک عجیب بات منکشف ہوگی یعنی تمام مذاہب کے بہترین علماء نیز مقاصد اخوت اور خیالات کے کہیں زیادہ متفق معلوم ہونگے۔ اور لوگوں پر یہ بات اسکے زیادہ دلنشین ہوتی جائے گی۔ کہ ہم سب ایک باپ کی اولاد ہیں۔ اور اس لئے تمام و انسان ہمارے بھائی ہیں۔ جب وقت ان میں یہ خیالات پیدا ہونگے۔ تب کسی صورت سے انجمن اقوام اور راستبازی کی حکومت کو ترقی دینے کے لئے بہترین خدمات انجام دے سکتے ہیں۔ یہ تجویز کیا گیا ہے۔ کہ کانفرنس مذکورہ کم از کم مندرجہ ذیل مذاہب کے نمائندے ہونا چاہئیں:-

(۱) نصاریٰ (الف) رومن کیتھولک چرچ

(ب) گریک چرچ

(ت) پروٹسٹنٹ چرچ

(۲) یہود - (۳) اسلام - (۴) بدھ - (۵) ہندو

یہ بھی تجویز کیا گیا ہے۔ کہ ہر مذہب کے نمائندہ وہی ہوں جو اپنے

ملک میں سالہا سال سے معتمد [illegible] علماء بھی اس غرض سے منتخب ہونا چاہئے۔ [illegible] افسروں اور کچھ منتخب شدہ ممبروں کی وفود کا کانفرنس میں شریک ہو سکے۔

ورلڈ کانفرنس کا انعقاد دنیا کے [illegible] مرکز میں [illegible] باری باری ہوا کرے گا۔ [illegible] کو اگر کسی مستقل اور بااثر کمیٹی نے اپنے ہاتھ میں لیکر خوشدلی سے عملی جامہ پہنایا تو عجب نہیں کہ اس سے [illegible] نتائج حاصل ہوں۔

بلاشبہ یہ تحریک بہت ہی قابل قدر اور لائق [illegible] ہے۔ گو پیش کردہ سکیم کوئی نئی نہیں۔ بلکہ جہاں تک ہمارا خیال ہے۔ "مذاہب کی لیگ" سے وہی ریلیجس کانفرنس مراد ہے۔ جو یورپ میں گذشتہ چند سالوں سے قائم ہے۔ اور سنہ ۱۹۱۳ء میں اس کا ایک اجلاس پیرس میں بھی ہوا تھا۔ جہاں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے بھی اسلام پر اپنا لیکچر پڑھا تھا۔ بلکہ ہمارے ناظرین کو یاد ہوگا کہ اس سے اگلے ہی سال سنہ ۱۹۱۴ء میں اس لیگ کے نمائندے حضرت خواجہ صاحب کی معیت میں مختلف [illegible] اپنے مقاصد کی تکمیل اور مذاہب عالم کو ایک سٹیج پر لانے کے لئے پھرنے والے بھی تھے۔ لیکن جنگ کی وجہ سے انہیں ترک کرنا پڑا۔ ممکن ہے۔ اب صلح اور امن و امان قائم ہونے پر دوبارہ اس کا خیال پیدا ہوا ہو۔ جو ایک بہت ہی مبارک بات ہے۔ اور اسلام کی عالمگیر [illegible]

"ہم سب ایک باپ کی اولاد ہیں اور [illegible] انسان ہمارے بھائی ہیں" یہ کس کا اصول ہے [illegible] کیا۔ جو ایک انسان کو اپنا معبود بناتی اور بین الاقوامی [illegible] سے تمام انسانوں کو اپنا بھائی نہیں بلکہ غلام سمجھتی ہے کیا ہندو مذہب اس کا قائل ہے جو انسان تو انسان کروڑوں اور ادنیٰ مخلوق کی بھی پرستش کا حامی ہے کیا یہودی مذہب اس کا حامی کہا جا سکتا ہے جو نحن ابناء الله و احباءه کا ٹھیکہ [illegible] اپنے سوائے [illegible] سمجھتے ہیں۔ یہی حال دنیا کے دیگر تمام مذاہب کا ہے [illegible] کی عنایات کو صرف اپنے [illegible] محدود کرتے [illegible] اپنی ملت پر [illegible] تصور کرتے ہیں۔ لیکن [illegible] تمام انسانی بھائی [illegible] کا اصول آج سے پہلے دنیا میں کس نے [illegible] محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوائے کوئی نہیں جس نے انما انا بشر مثلکم کی آواز دی [illegible] اس اصول کا حامی کوئی مذہب دنیا میں ہے تو وہ [illegible] کی سرزمین سے نکلا اور تمام [illegible] اس خاص اسلامی اصول پر دنیا کو قائم کرنے کی کوشش [illegible] اسلام کی کامیابی [illegible]

لیکن اس خوشخبری کو [illegible] اسلام کی کامیابی [illegible] میاں محمود [illegible] ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس سکیم [illegible] سے پیشتر میاں صاحب [illegible] ہیں [illegible] اسلام اور اشاعت دین [illegible] پس اگر اس لیکچر کے بعد ایک ایسی سکیم [illegible] صاحب کی نظروں کے سامنے آ جاتی [illegible] اتحاد کرانے والی ہو [illegible] میاں صاحب ہی کے لیکچر کا [illegible] رونما ہوئی۔ کیونکہ [illegible] کا لیکچر ہے۔ دنیا جہان میں اسی وقت [illegible] اور اسی وقت یورپ کے لوگ [illegible] تیار ہو گئے [illegible] بہت کب کرتے ہیں۔

لیکن نیا سوال [illegible] صاحب اگر اس لیگ کے ممبر [illegible] قائم کریں کہ [illegible] کامیابی ہے۔ کہ میاں صاحب نے ہمارے مقاصد کی تائید میں [illegible] لیکچر دیا۔ وہ میاں صاحب جو دنیا جہان کے مسلمانوں کو کافر بتاتے [illegible] مسلمانوں پر بھی فتوے صادر کرنے کے عادی ہیں [illegible] مذاہب سے اتحاد کے لئے قدم بڑھانے [illegible] کی سہی۔ تو کامیابی انکی نہیں بلکہ اس لیگ کی [illegible] خاص اپنے مقصد کے لئے قائم کی ہے۔

اندر یہ فقرہ یوں داخل کر دیا گیا۔ کہ تو مجھ سے نیکی کی بابت کیوں پوچھتا ہے۔ حالانکہ نیکی کی بابت اگر پوچھا جائے تو کیا بدی کی بابت پوچھا جاوے۔ ایسا ہی ویدوں کے متعلق بھی بیان فرمایا۔ کہ سناتن دھرمی خیالات کے لوگ ویدوں کو ۱۱۳۱ حصوں میں منقسم مانتے ہیں۔ آریہ سماج بھی اس سے کچھ کم حصوں میں منقسم مانتی ہے۔ دیاسن جی مہاراج ۱۱۰۱ حصوں میں منقسم مانتے ہیں۔ اور ساتھ ہی ویدک منتروں سے یہ ثابت کیا۔ کہ ویدوں کے اندر دیوتاؤں کے نام جنہوں نے ان کو تصنیف کیا ہے۔ آتے ہیں۔ پھر آپ نے بڑے زور سے یہ اعلان کیا۔ کہ یہ چاروں وید میرے پاس ہیں۔ جو کوئی ان میں سے خدا کا اسم ذات مجھے دکھا دے تو وید والے بتا یا ہو۔ جب ذات نہیں۔ تو صفات کس کی ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ الگ الگ دیوتا ہیں۔ تقسیم وراثت کا کہیں ذکر نہیں۔ خدا کی ہستی کی کوئی تعلیم نہیں۔ برخلاف اس کے قرآن کہتا ہے کہ دیکھو سب قوموں کے بزرگوں کی عزت کرو۔ خدا کے تمام نبی سچے ہیں۔ مگر بعد میں لوگوں نے ان میں تحریف کر دی۔ ورنہ تعلیم ایک ہی تھی کیونکہ فرمایا۔ یحرفون الکلم عن مواضعہ۔ غرض قرآن کی حقانیت اور اس کے کامل کتاب ہونے کو بڑے پُر زور دلائل سے ثابت کیا۔ اور بتایا کہ دنیا میں کامل کتاب کہلانے کی مستحق صرف یہی ایک ہی کتاب ہے۔

چونکہ آپ کے لیکچر کے متعلق تمام اعلان کیا گیا تھا اس لئے امید سے بھی بڑھکر پبلک جمع ہوئی اور دلی توجہ سے آپ کے لیکچر کو سنتی رہی۔ بعد ازاں چونکہ نصف گھنٹہ سوال وجواب کے لئے تھا۔ اس لئے جناب بابو لکشمیر چند صاحب وکیل شہر جالندھر نے سوالات شروع کئے سوال تو دراصل ایک ہی تھا۔ کہ تحریف معنوی ہوئی ہے اور وہ ان لوگوں نے کی ہے۔ لفظی تحریف نہیں۔ اور ساتھ ہی اپنے بیان کیا کہ یہ مرزائی لوگ قرآن کے خلاف ... سے نہیں۔ اس ... اے مسلمانو! جو کچھ انہوں نے کہا کہ ٹھیک نہیں ہے۔ خیر یہ تو ان کے دل کا سچا تھا۔ جو انھوں نے نکالا۔ اور اس سے صرف یہی مقصد تھا۔ کہ مسلمان مولانا صاحب کے برخلاف ہو جائیں۔ اس پر بعض احباب نے انکو اس سے روک دیا۔ کہ ذاتیات پر چلنے کرنے کا وقت نہیں۔ صرف جو بیان ہوا ہے اس پر آپ اعتراض کریں۔ تو بابو صاحب نے کہا تحریف معنوی ہوئی ہے لفظی نہیں۔ ورنہ اگر لفظی ہوئی تو قرآن مصدق نہ ہوتا۔ قرآن تو ان پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہے۔ اور جو ایمان نہ لائے اسکو بے ایمان سمجھتا ہے۔ اسکے جواب میں مولینا صاحب نے فرمایا کہ قرآن فرماتا ہے یکتبون الکتاب بایدیھم ثمّ یقولون ھذا من عند اللہ۔ کہ اپنے ہاتھ سے کتاب لکھکر کہہ دیتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اب دیکھو۔ ایک کتاب کہتی ہے۔ کہ خدا دو ہیں۔ دوسری کہتی ہے کہ جھوٹ ہے خدا تین ہیں۔ تیسری کہتی ہے یہ بھی غلط خدا ۳۳ کروڑ ہیں۔ تو قرآن آ کر کیا یہ کہتا ہے۔ کہ تم ان سب باتوں پر ایمان لاؤ۔ کہ ہاں جی دو بھی ہیں تین بھی ہیں۔ ۳۳ کروڑ بھی ہیں۔ اور ایک بھی۔ یہ مطلب نہیں بلکہ صلح جوئی و محبت کی بنیاد ڈالنے کی خاطر فرمایا کہ سب نبیوں کی عزت کرو۔ سب کو خدا کی طرف سے مانو۔ اصل تعلیم جو تھی اس پر ایمان لاؤ۔ چونکہ پہلی کتابوں میں کو آمیزش ہو گئی ہے اس لئے تم پر کامل کتاب نازل کر دی گئی۔ جسکو ما نو۔ فیھا کتب قیّمۃ

الغرض حاضرین نے اس علمی مضمون سے بہت فائدہ اٹھایا۔ اور جلسہ بخیر و خوبی ختم ہوا۔ الحمد للہ

آخر میں انجمن اشاعت اسلام بستی غزاں ضلع جالندھر اپنی محسن گورنمنٹ عالیہ کا شکریہ ادا کرتی ہے۔ کہ اس مبارک دور حکومت میں ہم نہایت آزادی کے ساتھ اپنے مذہبی خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ اس لئے ہم ہر وقت خدا سے دعا گو ہیں۔ کہ مولیٰ کریم ہماری گورنمنٹ عالیہ کو اس کی جزا عطا فرما دے۔

خاکسار۔ شیخ فیروز الدین سکرٹری انجمن
اشاعت اسلام بستی غزاں۔
ضلع جالندھر۔

ورق بہر

پنجاب میں گذشتہ وبائے انفلوئنزہ

اواخر ۱۹۱۸ء میں اس صوبہ میں وبائے انفلوئنزہ نے جو کچھ تباہی و بربادی پھیلائی اس کی نسبت کرنل فارسٹر کمشنر حفظان صحت پنجاب تحریر کرتے ہیں کہ اس نے عام طور پر اموات کا بازار گرم کر دیا۔ ہسپتال بیماروں سے بھر گئے جہاں اس کثرت سے اموات وقوع میں آئیں۔ کہ لاشوں کو بہ تعجیل منتقل کرنا مشکل تھا ڈاک و تار کا انتظام بہت کچھ درہم برہم ہو گیا ریلوے ٹرینوں سے بڑے سٹیشنوں پر بیماروں اور مُردہ مسافروں کو اتارا جاتا رہا۔ کثیر التعداد لاشوں کے داغ دینے یا دفن کرنے میں بے انتہا دقتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ تقریباً ہر گھر ماتم سرا بنا ہوا تھا۔ اور ہر شخص سچ مچ خود نیز سال وارزل تھا۔ محض دو ماہ میں آٹھ لاکھ جانیں اس کی نذر ہو گئیں۔ وسط دسمبر سے وبا کم ہونی شروع ہوئی گو ضلع کانگڑہ کے بعض حصص میں یہ دسمبر میں بھی موجود رہی۔ دیگر ممالک سے آنیوالے یہ عارضہ اپنے ساتھ لائے۔ کراچی و بمبئی کے ملازمین ڈاکخانہ اسکے پہلے شکار ہوئے اور ان سے ریلوے میل سروس کے توسط سے وبا دیگر مقامات میں پہنچی۔ کرنل فارسٹر کے خیال میں انفلوانزا۔ ہوا چھوت اور لوگوں کے جائے اجتماع مثلاً تھیٹر۔ تماشہ گاہوں۔ میلوں وغیرہ سے پھیلتی ہے۔ یوروپین اصول حفظان صحت کو مدنظر رکھنے کے باعث اس کا کم ہدف بنتے ہیں مستطیع اصحاب بھی جنکو اچھی غذا ملسکتی ہے اور طبی امداد سے مستفید ہو سکتے ہیں نسبتاً کم تلف ہوتے ہیں۔ غربا اور اہل دیہات علاج و مناسب لباس سے محرومیت اور بُری صحت زندگی بسر کرنے کی وجہ سے زیادہ ضائع ہوتے ہیں اجناس خوردنی کے علاوہ دودھ بھی بدرجہ غایت گراں ہو گیا تھا اور گرم پارچات میسر نہ ہونے سے بہت سے بیمار نمونیہ کا شکار ہو گئے۔ جو انفلوئنزہ کی مہلک قسم ہے۔ کرنل صاحب کے خیال میں انفلوئنزہ کے نمودار ہوتے ہی سکول کالج۔ تماشا گاہیں بند اور ریلوے سفر کم کر دینا چاہیے۔ اور ڈاکخانہ کے سٹاف کا کامل ڈاکٹری ملاحظہ ہوتے رہنا لازمی ہے۔ غرضکہ اقتصادی پہلو سے ملک کو انفلوئنزہ سے سخت ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔

تیل کی گرانی سے پبلک کی پریشانی

مٹی کے تیل کی گرانی بلکہ کمیابی سے لوگوں کی مستقیم الحالی ناقابل بیان ہے۔ اس بارہ میں گورنمنٹ پنجاب نے پریس کے نام یادداشت ذیل پبلک کی تسکین کی غرض سے شائع کی ہے صوبہ میں مٹی کے تیل کی گرانی کی بہت سی شکایات موصول ہونے پر گورنمنٹ نے تیل کی کمپنیوں کے اتفاق سے تیل پر اقتدار کا ایک سسٹم قائم کیا تھا جسکے رو سے تیل کی کمپنیوں کا کوئی سب ایجنٹ مقامی میونسپلٹی کی اجازت کے بغیر خوردہ فروش کے طور پر فروخت تیل کا مجاز نہ رہا۔ ایسی اجازت صرف ان خوردہ فروشوں کو عطا کیجائیگی جو کمپنیوں کے مشورہ سے میونسپلٹی کے مقرر کردہ نرخ پر تیل فروخت کرنے پر آمادگی ظاہر کریں اس طریق پر امید ہے کہ خوردہ فروشوں کی زیادہ ستانی کی جو شکایتیں کی جاتی ہیں وہ کسی حد تک کم ہو جائیںگی لیکن اس سسٹم کے مطابق بھی تیل قبل از جنگ کے نرخ پر نہیں مل سکتا۔ تیل نکالنے کے اخراجات میں زیادتی کے باعث کمپنیوں نے تمام اقسام کے تیل کی قیمت بڑھا دی ہے بالخصوص سٹینڈرڈ آئل کمپنی نے جو تمام تیل امریکہ سے حاصل کرتی ہے۔ قیمت تیل میں بیس فیصدی کا اضافہ کر دیا ہے کیونکہ کرایہ جہازات بہت بڑھ گیا ہے۔ ساتھ ہی ملحوظ رہنا چاہئے۔ کہ اسوقت جسقدر تیل دستیاب ہو سکتا ہے جہازی مشکلات کے باعث اسکی مقدار زمانہ قبل از جنگ کے مقابلہ میں بہت کم ہے۔ لیکن گورنمنٹ ہند کی جانب سے حال میں اطلاع موصول ہوئی ہے کہ باربرداری کا ایسا انتظام کر دیا گیا ہے کہ اب ہندوستان میں تقریباً ۱۹۱۶ء کے مقدار کے برابر تیل بہم پہنچ سکے گا۔"

پنجاب میں حالت فصل

ہفتہ مختتمہ ۲۵ فروری میں بعض اضلاع میں خفیف بارش کے استثنے سے موسم خشک رہا۔ نہری اراضی پر گیہوں اور دیگر اجناس کی حالت اوسط سے اوسط سی بہتر تھا اور غیر نہری اراضی پر کم از اوسط سے اوسط درجہ تک ہے۔ بعض اضلاع میں نیشکر پیلا جا رہا ہے جس کی پیداوار معمولی سے کچھ زائد ربیع کی کاشت ہو رہی ہے یہ بھی معمولی سے کم بتائی جاتی ہے۔ مواشی کی صحت اچھی ہے مگر بعض اضلاع میں خشک چارہ کی قلت ہے البتہ سبز چارہ ملسکتا ہے۔ گیہوں فیروزپور اور راولپنڈی میں روپے کا ۵¼ سیر۔ انبالہ۔ لاہور دلما گوجرانوالہ میں ۵¾ سیر۔ باوجود ربیع کی فصل کا وقت قریب آنے کے پنجاب میں

پانچ جہازات کے ۱۵ مارچ سے پہلے بمبئی پہونچنے کی توقع ہے ... اور جہازات ۲۹ مارچ تک تقریباً بیس ہزار ٹن گیہوں لائیں گے نیز اسکو بعد بھی جہازات میں گیہوں آتا رہیگا۔ دیکھنا چاہئے کہ یہ ذرہ آمد بھی ہندوستان میں نرخ پر کچھ مفید اثر ڈالتی ہے یا نہیں؟

پنجاب میں چیچک

گرم موسم کی آمد آمد کے ساتھ یہ معلوم کرنا موجب طمانیت ہوگا کہ ہفتہ مختتمہ ۲۲۔ فروری میں پنجاب میں چیچک کی اموات میں نمایاں کمی ظہور میں آئی۔ چنانچہ ۳۹۰ جانیں اس سے تلف ہوئیں جبکہ یہ تعداد پیشتر تھی تو صرف لاہور و امرتسر میں ایک ہفتہ کے اندر اس سے بہ ترتیب (۴۷) اور (۲۸) اموات ظہور میں آئی تھیں لیکن ہفتہ مختتمہ ۲۲۔ فروری میں لاہور میں اس سے ایک موت ہوئی۔ اور امرتسر بالکل محفوظ رہا۔ ... سُنو۔ سے اتلاف نفوس میں بھی کمی ہو رہی ہے مگر گرم پارچات کی قلت اور غربت غالباً اس عارضہ کی خاص وجہ ہوگی۔ چیچک سے محفوظ رہنے کی مؤثر سبیل اس کا ٹیکا لگوانا ہے جو بہت فائدہ مند ثابت ہے۔

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲ ضابطہ دیوانی

باجلاس جناب شیخ محمد عبد الرحمن خان صاحب منصف درجہ دوم مقام لیہ

نمبر مقدمہ ۲۰۶

جانشجی رام ولد جیندا رام ذات گجر بنام نور احمد شاہ ولد سید نور شاہ ذات سید بخاری سکنہ سمال تحصیل لیہ
سکنہ لیہ۔ مدعی
مدعا علیہ

دعویٰ ... رہن

مقدمہ بالا عدالت کو یقین دلایا گیا ہے کہ مدعا علیہ تعمیل سمن سے دیدہ دانستہ گریز کر رہا ہے اور روپوش ہو گیا ہے اسواسطے بذریعہ اشتہار ہذا اطلاع دیجاتی ہے کہ مدعا علیہ مذکور ... ۱۹ کو حاضر عدالت ہو کر حسب ضابطہ پیروی و جوابدہی نہ کریگا۔ تو اُس کے برخلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں آئیگی آج بتاریخ ... ۱۹ میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

تصنیفات حضرت مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ

احمدیہ موومنٹ انگریزی اس میں حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب نے سلسلہ احمدیہ کے متعلق تمام حالات کو بیان کیا۔ بانی سلسلہ کی زندگی کے مختصر حالات اور مسائل قومی عقاید اور آخر جو اختلاف سلسلہ میں ہوا ہے اس پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے غرض انگریزی دان حضرات کے لئے یہ سلسلہ نہایت مفید ہے
قیمت حصہ ... (قیمتیں ناخواندہ)

مسیح موعود یہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی کی تازہ تصنیف ہے جس میں مسیح ابن مریم کے دوبارہ نزول کی حقیقت کو قرآن و حدیث سے واضح کیا گیا اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعاوی مسیحیت و مجددیت اور آپکی پیشگوئیوں پر قرآن و حدیث سے روشنی ڈالی گئی ہے سلسلہ احمدیہ کے متعلق تحقیقات کرنے والوں کو اس کتاب کا مطالعہ از بس ضروری ہے۔

نکات القرآن ہر چہار حصص از ابتدائے سورۂ فاتحہ تا آخر سورۃ النساء۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب ایم اے۔ ایل ایل بی نے نکات القرآن کا سلسلہ لکھنا شروع کیا ہے۔ جس کے چار حصے شائع ہو چکے ہیں اس سلسلہ میں قرآن مجید کے معانی اور آیات پر نہایت لطیف اور زمانہ کی ضروریات کو مدنظر رکھ کر نوٹ لکھے گئے ہیں جو لوگ قرآن مجید سیکھنا چاہتے ہیں ان کے پرائیویٹ مطالعہ کے لئے یہ سلسلہ نہایت مفید ہے اور ہر چہار حصص کا مجموعی حجم چارسو صفحہ ہے۔ لکھائی چھپائی نہایت عمدہ۔ کاغذ اعلےٰ تقطیع ۲۲×۲۹۔ قیمت ہر چہار حصص مجلد ...

مرآۃ الحقیقۃ مصنفہ حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ۔ یہ ۹۲ صفحات کی کتاب جواب ہے اس چٹھی کا جو پچھلے دنوں میاں محمود احمد صاحب نے تحفۃ الملوک کے نام سے لکھی تھی اس چھوٹی سی کتاب میں محمودی مغالطہ انداز اور عقائد کی ہوبہو تصویر کھینچی گئی ہے۔ اور اس کی حقیقت پر خوب روشنی ڈالی گئی ہے **قیمت صرف ۴ / آنے**
احباب کرام کو چاہیے کہ اسے بہت زیادہ تعداد میں منگوا کر محمودیوں میں تقسیم کریں۔ اور اس سے فائدہ اٹھا دیں۔

پتہ:۔ دفتر بک ڈپو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے منشی دوست محمد صاحب پبلشر نے گلزار محمدی سٹیم پریس لاہور میں باہتمام شیخ گلزار محمد صاحب پرنٹر کے چھپوا کر دفتر پیغام صلح سے شائع کیا۔

جلد ۶ | مدینۃ المسیح لاہور یوم چہار شنبہ مورخہ ۲۲ جمادی الثانی ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۶ مارچ ۱۹۱۹ء | نمبر ۷۱

ملفوظات حضرت مسیح موعود

واعبد ربک حتیٰ یاتیک الیقین میں ایک نکتہ معرفت

مفسر کہتے ہیں کہ یقین سے مراد موت ہے۔ مگر موت روحانی مراد ہے۔ اور یہ ظاہری بات ہے۔ کہ اس کا مقصود بالذات کیا ہو؟ جس کی تلاش کرنے کے لئے یہاں ایما اور اشارہ ہے۔

مگر میں کہتا ہوں کہ وہ روحانی موت ہو۔ یا تمہاری زندگی خدا ہی کی راہ میں وقف ہو۔ مومن کو لازم ہے۔ کہ اس وقت تک عبادت سے نہ تھکے۔ اور سست نہ ہو جب تک یہ جھوٹی زندگی بھسم نہ ہو جاوے۔ اور اس کی جگہ نئی زندگی جو ابدی اور راحت بخش زندگی ہے۔ اس کا سلسلہ شروع نہ ہو جائے۔ اور جب تک اسی عارضی حیات دنیا کی سوزش اور جلن دور ہو کر ایمان میں ایک لذت اور روح میں ایک سکینت اور استراحت پیدا نہ ہو۔ یقیناً سمجھو کہ جب تک انسان اس حالت تک نہ پہنچے۔ ایمان کامل اور ٹھیک نہیں ہوتا۔ اسی واسطے اللہ تعالےٰ نے یہاں فرمایا ہے کہ تو عبادت کرتا رہ۔ جب تک کہ تجھے یقین کامل کا مرتبہ حاصل نہ ہو۔ اور تمام حجاب۔ اور ظلمانی پردے دور ہو کر یہ سمجھ میں آجائے کہ اب میں وہ نہیں ہوں جو پہلے تھا۔ بلکہ اب تو نیا ملک نئی زمین نیا آسمان ہے۔ اور میں بھی کوئی نئی مخلوق ہوں۔ یہ حیات ثانی وہی ہے جسکو صوفی بقا کی نام سے موسوم کرتے ہیں جب انسان اس درجہ پر پہنچ جاتا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ کی روح کا نفخ اس میں ہوتا ہے۔ ملائکہ کا اس پر نزول ہوتا ہے۔ یہی وہ راز تھا جس پر پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نسبت فرمایا کہ اگر کوئی چاہے کہ مردہ میت کو زمین پر چلتا ہوا دیکھے تو وہ ابوبکر کو دیکھے۔ اور ابوبکر کا درجہ اس کے ظاہری اعمال سے ہی نہیں بلکہ اس بات سے ہے۔ جو اس کے دل میں ہے۔

ایمان ایک راز ہے

یاد رکھو ایمان ایک راز ہوتا ہے۔ جو مومن اور اللہ تعالےٰ کے درمیان ہوتا ہے۔ اور جس کو مخلوق میں سے اس مومن کے سوا دوسرا نہیں جان سکتا۔ ان عند ظن عبدی بی کی حقیقت یہی ہے۔ بعض اوقات وہ لوگ جو علوم حقہ اور معارف الٰہیہ سے بہرہ ور نہیں ہوتے۔ کسی مومن کے ان تعلقات کے عدم علم کی وجہ سے جو اللہ تعالےٰ کے ساتھ اس کو ہوتے ہیں۔ اس کی بعض حالتوں مثلاً معاملات رزق و معاش پر حیرت اور تعجب ظاہر کرتے ہیں۔ اور کبھی یہ تعجب ان کو بدظنی اور گمراہی تک لے جاتا ہے۔ اس لئے کہ ان کی نظر اپنے ہی محدود اسباب تک ہوتی ہے۔ اور وہ اس راز اور سر سے جو اللہ تعالےٰ کے ساتھ وہ رکھتا ہے۔ ناواقف ہوتے ہیں۔

میں چاہتا ہوں کہ ہمارے دوست اللہ تعالےٰ کے ساتھ اپنے اس راز کو ایسا بنائیں جو صحابہ کرام کا تھا۔

وقف زندگی

غرض یہ ہے کہ انسان کو ضروری ہے۔ کہ وہ اللہ تعالےٰ کی راہ میں اپنی زندگی کو وقف کرے۔

میں نے بعض اخبارات میں پڑھا ہے کہ فلاں آریہ نے اپنی زندگی آریہ سماج کے لئے وقف کر دی ہے۔ اور فلاں پادری نے اپنی عمر مشن کو دیدی ہے۔ مجھے حیرت آتی ہے۔ کہ کیوں مسلمان اسلام کی خدمت کے لئے خدا کی راہ میں اپنی زندگی کو وقف نہیں کر دیتے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ پر نظر کر کے دیکھیں تو ان کو معلوم ہو کہ کس طرح اسلام کی زندگی کے لئے اپنی زندگیاں وقف کی جاتی تھیں۔

یاد رکھو یہ خسارہ کا سودا نہیں ہے۔ بلکہ بے قیاس نفع کا سودا ہے۔ کاش مسلمانوں کو معلوم ہوتا۔ اور اس تجارت کے مفاد اور منافع پر ان کو اطلاع ملتی۔ جو خدا کے لئے اس کے دین کی خاطر اپنی زندگی وقف کرتا ہے۔ کیا وہ اپنی زندگی کھوتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ اس للہی وقف کا اجر ان کا رب دینے والا ہے۔ یہ وقف ہر قسم کے ہموم و غموم سے نجات اور رہائی بخشنے والا ہے۔

مجھے تو تعجب ہوتا ہے کہ جبکہ ہر ایک انسان بالطبع راحت اور آسایش چاہتا ہے۔ اور ہموم و غموم اور کرب و افکار سے خواستگار نجات ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ جب اس کو ایک مجرب نسخہ اس مرض کا پیش کیا جائے۔ تو اس پر توجہ ہی نہ کرے۔ کیا للہی وقف کا نسخہ ۱۳۰۰ برس سے مجرب ثابت نہیں ہوا؟ کیا صحابہ کرام اسی وقف کی وجہ سے حیات طیبہ کے وارث اور ابدی زندگی کے مستحق نہیں ٹھیرے؟ پھر اب کونسی وجہ ہے کہ اس نسخہ کی تاثیر سے فائدہ اٹھانے میں دریغ کیا جائے۔

بات یہی ہے کہ لوگ اس حقیقت سے ناآشنا اور اس لذت سے جو اس وقف کے بعد ملتی ہے۔ ناواقف محض ہیں ورنہ اگر ایک شمہ بھی اس لذت اور سرور سے ان کو مل جاوے تو بے انتہا تمناؤں کے ساتھ وہ اس میدان میں آئیں۔

اپنا ذاتی تجربہ اور وصیت

میں خود جو اس راہ کا پورا تجربہ کار ہوں۔ اور محض اللہ تعالےٰ کے فضل اور فیض سے میں نے اس راحت اور لذت سے حظ اٹھایا ہے۔ یہی آرزو رکھتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کی راہ میں زندگی وقف کرنے کے لئے اگر مر کے پھر زندہ ہوں تو ہر بار میرا شوق ایک لذت کے ساتھ بڑھتا ہی جائے۔

پس میں چونکہ خود تجربہ کار ہوں اور تجربہ کر چکا ہوں۔ اور اس وقف کے لئے اللہ تعالےٰ نے مجھے وہ جوش عطا فرمایا ہے کہ اگر مجھے یہ بھی کہہ دیا جائے کہ اس وقف میں کوئی ثواب اور فائدہ نہیں ہے۔ بلکہ تکلیف اور دکھ ہوگا۔ تب بھی میں اسلام کی خدمت سے رک نہیں سکتا۔ اس لئے میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اپنی جماعت کو وصیت کروں اور یہ بات پہنچا دوں آیندہ ہر ایک کا اختیار ہے کہ وہ اسے سنے یا نہ سنے۔ کہ اگر کوئی نجات چاہتا ہے۔ اور حیات طیبہ اور ابدی زندگی کا طلبگار ہے۔ تو وہ اللہ کے لئے اپنی زندگی وقف کرے۔ اور ہر ایک اس کوشش اور فکر میں لگ جائے کہ وہ اس درجہ اور مرتبہ کو حاصل کرے۔ کہ کہہ سکے کہ میری زندگی میری موت میری قربانیاں میری نمازیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ اور حضرت ابراہیم کی طرح اس کی روح بول اٹھے۔ اسلمت لرب العالمین جب تک انسان خدا میں کھویا نہیں جاتا۔ خدا میں ہو کر نہیں مرتا وہ نئی زندگی پا نہیں سکتا۔

پس تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو۔ تم دیکھتے ہو کہ خدا کے لئے زندگی کا وقف میں اپنی زندگی کا اصل اور غرض سمجھتا ہوں۔ پھر تم اپنے اندر دیکھو کہ تم میں سے کتنے ہیں جو میرے اس فعل کو اپنے لئے پسند کرتے اور خدا کے لئے زندگی وقف کرنے کو عزیز رکھتے ہیں۔

خیانت اور ریا

خیانت اور ریا کاری دو ایسی چیزیں ہیں کہ ان کی رفتار بہت ہی سست اور دھیمی ہے۔ اگر کسی زاہد کو فاسق کہہ دیا جائے۔ تو اسے ایک لذت آجائے گی۔ اس واسطے کہ وہ راز جو اس کے اور اس کے محبوب و مولیٰ کے درمیان ہے وہ مخفی معلوم دیگا صوفی کہتے ہیں کہ زاہد مومن بلکہ بعض عبادت میں ملامتی ہوتا اور وہ اپنے آپ کو پوشیدہ کرتے کہ حجرے یا کوٹھری کے دروازے بند کر کے بیٹھا ہو۔ ایسی حالت میں اگر کوئی شخص اس پر جا جائے تو اسی طرح شرمندہ ہو جائے گا جیسے ایک بدکار اپنی بدکاریوں کو چھپاتا ہے جیسے کہ اس قسم کے مومن کو کسی کے فاسق کہنے سے ایک لذت آتی ہے۔ اسی طرح پر دیانتدار کو کسی کے بد دیانت کہنے۔ جوش میں نہیں آنا چاہئے۔ ہاں انبیاء میں ایک قسم کا استثنیٰ ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر وہ اپنی عبادت اور اعمال کو چھپاویں تو دنیا ہلاک ہو جاوے۔ مثلاً اگر نبی نے نماز پڑھ لی اور کوئی کہے کہ دیکھو اس نے نماز نہیں پڑھی۔ تو اس کو چپ رہنا مناسب نہیں ہوتا۔ اس کو بتلانا پڑتا ہے کہ تم غلط کہتے ہو۔ میں نے نماز پڑھ لی ہے۔ اس لئے کہ اگر وہ نہ کہے تو دوسرے لوگ دھوکہ میں پڑ کر ہلاک ہو سکتے ہیں۔ پس نبیوں کو ضرور ہوتا ہے کہ وہ اپنی عبادات کا ایک حصہ ظاہر بھی کرتے ہیں۔ اور لوگوں کو دکھانا مقصود ہوتا ہے تاکہ وہ سکھا دیں۔ یہ ریا نہیں ہوتی۔ اگر کوئی پوچھے کہ خضر نے ایسے کام کیوں کئے جنہیں شریعت کی خلاف ورزی کا مظنہ تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ خضر صاحب شریعت نہ تھا۔ ولی تھا۔ انبیاء علیہم السلام کے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۶ چہار شنبہ مورخہ ۲۶ مارچ ۱۹۱۹ء نمبر ۱۰۱

بالشویزم اور اسلام

(۱)

جس دن سے جنگ یورپ کا آغاز ہوا ہے۔ عام طور پر دنیا میں اسلام کے خلاف ایک تلاطم برپا ہے۔ بالخصوص ان لوگوں کی نظروں میں جو کسی نہ کسی رنگ میں یورپین پالٹیکس سے تعلق رکھتے ہیں اسلام ایک خار ہو کر کھٹکتا ہے۔ ایسے بھی لوگ ہیں جنہوں نے اس تصادم اور مخالفت کے وقت میں بھی اسلام کو تعصب اور طرفداری کی رنگدار عینک سے پڑھنا مناسب نہیں سمجھا۔ اور اپنے غیر متعصبانہ مطالعہ کی وجہ سے اسکے والا و شیدا بن گئے لیکن جن لوگوں کی نظر صرف پالیٹکس پر ہی ہے۔ اور صرف اپنی قومی بہبودی اور پاسداری کے لئے وہ تمام حقائق کا انکار اور سب صداقتوں کا رد ضروری سمجھتے ہیں انہوں نے اس وقت کو اپنی ہوسوں کے نکالنے اور اپنے بغض و حسد کے اظہار کیلئے بسا غنیمت سمجھا۔ سب سے پہلے جنگ کے شروع ہوتے ہی ایک آواز ہمارے کانوں میں پہنچی۔ جو اس رفیع الشان شخصیت کی آواز تھی جس کے نام سے آج ہندوستان اور انگلستان کا بچہ بچہ واقف ہے۔ کیونکہ جنگ کے اس نازک زمانہ میں برطانیہ عظمٰے کے اہم ترین منصب (وزارت اعلےٰ) پر فائز ہو کر اس نے وہ عظیم الشان خدمات کی ہیں جن کو برطانیہ کی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جائیگا۔ لیکن اس وقت اس بہت بڑے ذمہ وار انسان کے منہ سے بھی دانستہ یا نادانستہ قیصر جرمنی کے متمردانہ دعاوی ماموریت پر یہ الفاظ نکل گئے کہ

"محمد (صلعم) کے زمانہ سے لے کر اسوقت تک اس کی کوئی نظیر نہیں۔ پاگل پن"

مسلمانوں نے اسی وقت اس کا جواب دیا۔ اور دلائل اور واقعات سے اس کو ثابت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیصر جرمنی کی نظیر میں پیش کرنا گویا ایک نہایت خوبصورت انسان کو دیو کا خطاب دینا ہے۔ کیونکہ آپ نے قیصر کی طرح کبھی دنیا کو تباہ و برباد کرنے کے لئے جنگ نہیں کئے۔ اور نہ ایسے جنگوں کو جائز سمجھا۔ اگر کئے تو محض مخلوق خدا کی بہبودی کے لئے۔ انہیں تباہی و بربادی سے بچانے کی خاطر۔ جیسا کہ فرمایا ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع و بیع وصلوات ومساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا اگر اللہ تعالےٰ بعض انسانوں کا دفعیہ بعض سے نہ کراتا۔ تو یہودیوں کے صومعے۔ عیسائیوں کے گرجے اور دیگر اقوام کے معبد اور سب سے آخر مساجد جن میں اللہ کا ذکر سب سے زیادہ ہوتا ہے گر جاتیں۔ تباہ و برباد ہو جاتیں۔ ایسا ہی آپ نے کبھی عمداً جنگوں کے لئے اپنی طرف سے تیاری نہیں کی۔ جیسا کہ قیصر جرمنی ۴۰ برس پیشتر سے کرتا رہا۔ ہاں جب کبھی دشمن چڑھ کر آئے تو حفاظت خود اختیاری کے لئے اسکا دفعیہ تلوار سے کیا۔

غرض اس بیہودہ دعوت لکھنے والوں نے لکھا۔ اور اپنی مذہبی غیرت کا اظہار کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا جس کے بعد مسٹر لائیڈ جارج خاموش رہے۔ اور یہی ان کی ذمہ وار شخصیت کا تقاضا تھا۔ لیکن [illegible] و دیگر اشخاص کے منہوں سے ایسی آوازیں [illegible] آتی ہیں۔ جو ان پرانے زخموں کو ہرا کرنے والی ہیں۔ [illegible] اخبار [illegible] [illegible] [illegible] ایسی آوازیں آنے لگتی ہیں۔ جو اس سے بھی زیادہ ناپاک اور [illegible]

یورپ کا موجودہ تمدن و معاشرت آئے دن اس کے اندر نئے سے نئے فرقے پیدا کرتا چلا جاتا ہے۔ جس کے مد نظر حالات موجودہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے جس طرح بھی بن سکے۔ اس کو اصلاح کی طرف [illegible] ہے۔ سوشلزم (اشتراکیت) اس اصول کی ایک بگڑی ہوئی شکل ہے۔ جو اسلام نے صدقہ و خیرات اور زکوٰۃ کی شکل میں قائم کیا۔ کیونکہ یورپ کا موجودہ تمدن تمام مال و دولت کو سود اور دیگر مختلف ذرائع سے غربا سے لیکر امرا میں ہی جمع کرتا جا رہا ہے۔ اور فرقہ اشتراکیہ کا یہ اصول ہے کہ تمام مال و دولت سب میں ایک جیسا تقسیم ہو۔ اس لئے گویا اسلام کی طرف ایک قدم اٹھایا ہے۔ اور توخذ من اغنیاءھم وترد الی فقراءھم کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی ہے۔ گو ایک ناموزون اور بگڑی ہوئی صورت میں جس کی ہم پھر کسی وقت تصریح کرینگے۔ لیکن اس قدر بتا دینا ضروری ہے کہ اس فرقہ نے اپنے حصول مقاصد کے لئے ہر ایک ناجائز طریق کو بھی جائز سمجھ لیا ہے۔ قتل و غارت خونریزی و ڈاکہ زنی سے بھی دریغ نہیں کیا تاکہ کسی طرح سے اس کے مقاصد کے حصول میں کامیابی ہو اور جس کی وجہ سے بعض سنجیدہ نگاہوں میں وہ مورد تشنیع ٹھہر چکا ہے۔

ایسا ہی ایک فرقہ بالشویزم کے نام سے کھڑا ہوا ہے۔ جس نے اس موجودہ جنگ میں عام طور پر شہرت حاصل کی ہے۔ اس فرقہ کے اصول کیا ہیں۔ اور کن مقاصد کو لے کر یہ کھڑا ہوا ہے اس کا ہم پھر کسی وقت ذکر کرینگے۔ لیکن اسقدر بتا دینا ضروری ہے کہ یہ اصل فرقہ اشتراکیہ کی ایک شاخ ہے جو ۱۹۰۳ء میں کثرت عامہ کے خیال کو لیکر ایک جدید فرقہ کی صورت میں قائم ہوا اور یورپ میں یہ عام قاعدہ ہے کہ جس شخص اور جس قوم کی کسی بات کی بھی اسلام کے ساتھ اگر ذرا سی بھی مشابہت دیکھیں۔ اگر وہ ان کے خلاف ہو تو اس کی وجہ سے اسلام کو مورد طعن ٹھہرا دیتے یا اس شخص اور قوم کو اسلام کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ مارٹن لوتھر اپنی حریت افزا کوششوں کی وجہ سے محمڈن ڈاگ (محمدی کتا) کہلایا۔ ایسا ہی اس فرقہ بالشویزم کی بھی اس ظاہری مناسبت اسلام کیوجہ سے اسلام کو بھی مورد الزام ٹھہرانا ضروری سمجھا گیا ہے۔ اگرچہ اس کی حرکات و افعال اس کا بھی اپنے حصول مقاصد کے لئے قتل و خونریزی سے کام لینا ہرگز اسلام کے موافق نہیں۔ بلکہ سراسر خلاف ہے۔ لیکن پھر بھی پال مال گزٹ کا ایک نامہ نگار اپنے دوران مضمون میں بالشویک فرقہ کے پیشوا نکولائی لینن کے متعلق لکھتا ہے کہ

"وہ اپنے مجنونانہ عقیدہ پر ایک بیسویں صدی کے محمدؐ کی طرح غضبناک تعصب کے ساتھ عمل کرتا ہے"

خود بالشویزم کی نسبت اس کی رائے ہے کہ

"بالشویزم ایک مسلم عقیدہ ہے۔ جو دوستی کی ہوشی اور خالص برہنہ زبردستی کا ادعا کرتا ہے"

ہم اس بات کے لئے تو تیار نہیں کہ اس وحشیانہ قتل و غارت اس ڈاکہ زنی اور قزاقی و عصمت دری کی تائید کریں۔ جو اس فرقہ سے آج کل عام طور پر ظہور میں آئی ہیں۔ اور عام طور پر ایسے نئے فرقوں سے اپنے جائز یا ناجائز مقاصد کے حصول کے لئے آتی ہیں۔ کیونکہ اسلام کا یہ اصول ہی نہیں۔ اور نہ وہ ایسی باتوں کو کسی صورت میں جائز سمجھتا ہے۔ لیکن ہم حیران ہیں کہ ان بری حرکات اور "نکولائی لینن" کے "غضبناک تعصب" کو نامہ نگار پال مال گزٹ نے اسلام کی طرف کیوں اور کس غرض سے منسوب کیا۔ کب آنحضرت صلعم سے کسی تعصب کا اظہار ہوا اور کونسی خالص برہنہ زبردستی کا ادعا اسلام نے کیا۔ کیا وہ شخص جو اپنی مملکت میں غیر مذاہب سے حسن سلوک اور رواداری خاص طور پر ملحوظ رکھتا ہے۔ جو اور تو اور عیسائی راہبوں کی کوٹھڑیوں کی حفاظت اور انکے گرجوں کی نگہداشت کو اپنے پیرووں پر ضروری ٹھہراتا ہے۔ جو خود اپنی مسجد میں رومن کیتھولک عیسائیوں کو اس خدا کی پرستش کی اجازت دیتا ہے۔ جس کے متعلق اسکا عقیدہ ہے کہ الا انھم من افکھم لیقولون ولد اللہ۔ اس کو غضبناک تعصب کے ساتھ عمل کرنے والا قرار دیا جا سکتا ہے؟ وہ مذہب جو لا اکراہ فی الدین کے پاکیزہ اصول کا دنیا میں سب سے پہلے اعلان کرتا ہے۔ اور جبر و زبردستی کو برے درجے کی بد دینی قرار دیتا ہے۔ اس کے متعلق یہ کہنا کہ وہ خالص برہنہ زبردستی کا ادعا کرتا ہے یا خود اپنے تعصب اور حسد و رحبہ کی تنگ دلی کا ثبوت دینا نہیں تو اور کیا ہے؟

مصالحت کا پہلا قدم

گذشتہ اشاعت میں ہم اس وفد کی مفصل روئیداد لکھ چکے ہیں جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی طرف سے حضرت امیر ایدہ اللہ کے حکم سے جلسہ سالانہ قادیان میں مصالحت کی چند تجاویز لے کر گیا تھا۔ ہمیں امید تھی اور اب بھی ہے کہ یہ تحریک انشاء اللہ تعالےٰ کامیاب اور بار آور ثابت ہوگی۔ ان تجاویز میں سے جو اس وفد نے میاں صاحب کی خدمت میں پیش کیں۔ ایک یہ بھی تھی کہ جماعت کے اختلافات پر کچھ لکھتے ہوئے ایک دوسرے فریق کے آدمیوں پر کوئی حملہ نہ کیا جائے۔ ذاتیات کی کوئی بحث نہ ہو۔ نہ کوئی سخت لفظ استعمال کیا جائے۔ ہم بفضلہ تعالےٰ شروع سے اس پر عامل ہیں۔ اور اگر فریق مخالف کی بعض نامناسب حرکات نے ہمیں کسی وقت کوئی ناگوار بات کہنے پر مجبور بھی کیا ہے تو اس دن سے جبکہ ہم نے یہ تجویز میاں صاحب کی خدمت میں پیش کی۔ آئندہ اپنی طرف سے ایسی باتوں کو قطعی طور پر ترک کر دینے کا ارادہ کر لیا ہے۔ اور انشاء اللہ اس پر عامل رہیں گے لیکن اس کے ساتھ ہی کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ جناب میاں صاحب بھی اپنے رفقا بالخصوص اخبار الفضل کو اسی نیک راہ پر عامل ہونے کی ہدایت کریں۔ ہمیں توقع تھی کہ وفد کے قادیان سے واپس آنے کے بعد پھر کوئی ایسا لفظ ہمیں سننے کا موقعہ نہ ہوگا۔ جو مسائل متنازعہ فیہ کو چھوڑ کر ذاتیات سے تعلق رکھتا ہو۔ اور آئندہ وہ بھی ہماری طرح کوئی حملے و طعن و تشنیع اور الزامات لگانے سے احتراز کرینگے۔ لیکن افسوس کہ

ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ابھی اس تجویز مصالحت کو پیش ہوئے اور اس ایک فاضل بات سے میاں صاحب کو اتفاق کئے ہوئے پورے آٹھ دن بھی نہیں ہوئے کہ الفضل میں میر مدثر شاہ صاحب کی بحث کا ذکر کرتے ہوئے جماعت احمدیہ لاہور پر جا بجا حملے کئے گئے۔ اور ان کے متعلق ناواجب کلمات استعمال ہوئے ہیں۔ ہم کسی جواب کے لئے نہیں۔ بلکہ محض اس ناگوار روبہ کے اظہار اور میاں صاحب سے یہ درخواست کرنے کے لئے کہ وہ جماعت کی بہبودی کی خاطر ایسی باتوں سے اپنے مریدین اور اخبارات کو روکیں۔ ان الفاظ کو یہاں نقل کر دینا چاہتے ہیں۔ لکھا ہے کہ

۱۔ "ان لوگوں کو اس مقدس سٹیج پر کھڑے ہو کر اپنے خیالات فاسدہ کے اظہار کا موقعہ دینا جنہوں نے سلسلہ حقہ سے بغاوت اختیار کی ہے۔ اور جن کا رات دن کام ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان کو بٹہ لگانا اور آپ کی پاک اور مطہر اولاد کو بدزبانی سے یاد کرنا ہے۔ کوئی ضروری نہ تھا"

۲۔ "ان کے بیہودہ خیالات کی پرکاہ جتنی وقعت کرنے کے لئے بھی کوئی احمدی تیار نہیں"

میر مدثر شاہ صاحب کی تقریر کے متعلق لکھا ہے۔

۳۔ "حضرت مسیح موعود کی ہتک اور بیہودہ یانہ تحریف اور ان کی کوتہ دماغی کا ایسا نمونہ تھی کہ ہر شخص پر ان کے بیان کی نامعقولیت ظاہر ہو رہی تھی۔"

پھر لکھا ہے:۔

"میر محمد اسحٰق صاحب نے مدثر شاہ صاحب کی بیان کردہ باتوں کی وہ وہ دھجیاں اڑائیں کہ اور تو اور غیر مبائعین کا امیر سفر شیخ مولا بخش لائل پوری بھی اپنی اس کھلی ندامت کو برداشت نہ کر سکا اور معہ چند اور ساتھیوں کے سٹیج سے اٹھ کر باہر چلا گیا۔

۵ "اس پر مدثر شاہ صاحب نے چوں تک نہ کی"

۶ "غیر مبائعین ندامت اور شرمندگی کے مارے پانی پانی ہو گئے"

۷ "وہ اور اس کے ساتھی سخت الفاظ استعمال کرتے ہوئے باہر چلے گئے"

۸ "باہر آ کر ان سے بعض ناشائستہ حرکات بھی ظاہر ہوئی ہیں"

ہم ان باتوں کا کوئی جواب نہیں دیتے۔ اور ان کو خدا پر چھوڑتے ہیں

پریسیڈنٹ ولسن کی تقریر

امریکہ سے روانگی یورپ کے موقعہ پر پریسیڈنٹ ولسن نے ایک تقریر میں کہا کہ ہم کئی مہینوں سے دول وسطے کے خفیہ اغراض کو سن رہے تھے۔ اور جن فتوحات کا وہ ارادہ رکھتے تھے ہم نے اُن کا نقشہ بنا لیا ہے۔ برلین سے بغداد تک کی لائن اُسوقت کی متحدہ آسٹرو ہنگرین قلمرو اور ٹرکی قلمرو سے ہوکر گذرتی تھی۔ اوّل الذکر جرمنی کا حلیف تھا۔ اور آخر الذکر کے اغراض کو جرمنی نے اپنا بنا لیا تھا۔ ٹرکی قلمرو کا خاتمہ ہوگیا۔ اور جن اقوام نے ماتحت اقوام کو بزبردست آزادی دے دی ہے۔ وہ ان کی نو آبادیوں اور حکومت کی ذمہ دار ہیں۔ اس راستہ میں آپکو محض کمزور اقوام ہی نہ ملینگی۔ بلکہ ایسی اقوام ملینگی جن میں سازشوں کا بیج نہایت آسانی سے بویا جاسکتا ہے اور اس کے نتائج بہت بڑے ہونگے۔ لیگ اقوام کا ایک کام یہ بھی ہوگا۔ کہ ان سازشوں کی نگہداشت کرے۔ کوئی رعایا جو دنیا کے امن و امان میں خلل ڈالے تحقیقات اور بحث سے بچ نہیں سکتی اور ہر شخص اس سے اتفاق کریگا۔ کہ جرمن کبھی جنگ میں نہ پڑتا۔ اگر اس نے دنیا کو ان مظالم پر بحث کرنے کا ایک ہفتہ کے لئے بھی موقعہ دیا ہوتا۔ جو سربیا پر توڑے گئے۔

برطانیہ کی نظامت خارجیہ نے استدعا کی کہ دو ایک دن دیر کردی جائے۔ تاکہ آئندہ اقوام کے نمائندے مباحثہ مفاہمت کے امکان پر بحث کرسکیں لیکن جرمنی ایک دن کی بھی مہلت نہ دے سکا۔ جب دنیا نے محسوس کیا کہ ایک لٹیرا کھیل کھیل رہا ہے۔ تو اقوام ایک ایک کرکے اسکی مخالفت پر کھڑی ہونے لگیں۔ لیگ اقوام تمام بشری اقوام کے لئے ایک اعلان ہے کہ نہ صرف برطانیہ کلاں بلکہ امریکہ اور بقیہ ساری دنیا اس قسم کی حوصلہ مندی کو روکنے کے لئے متحد ہو جائیگی۔ چنانچہ لیگ محض ایک معاہدہ ہے کہ دنیا ہمیشہ اس معیار کو قائم رکھیگی جو اس نے اپنا بہترین خون بہاکر راسخ کیا ہے۔

آسٹریا ہنگری اور ٹرکی قلمرو کی آزاد شدہ اقوام ہیں جو ای طرف بلا رہی ہیں۔ یورپ کو تھوڑا سا دلی قلق ہے کہ مدبرین کی کوئی رائے نہیں ہے بلکہ صرف اقوام کی رائے ہے جو اقوام مدتوں سے آسٹریا کی مطیع رہی ہیں۔ جو اقوام مدتوں سے جرمنوں کی منقاد رہی ہیں۔ اور جو اقوام ترکوں کی حکومت میں مصائب برداشت کررہی ہیں انہوں نے دنیا سے انصاف آزادی اور امداد کی درخواست کی ہے۔ دنیا کی کسی وزارت نے ان کی فریاد نہیں سنی۔ پرائیویٹ جماعتوں نے اپنے مصائب سے آزادی پانے کیلئے خزانے کھولدیے لیکن کسی قوم نے ذمہ دار قوم سے یہ نہیں کہا کہ تمہیں یہ طریقہ چھوڑ دینا چاہئے۔ یہ ناقابل برداشت ہے اور ہم اس کی اجازت نہیں دے سکتے۔

پریسیڈنٹ ولسن نے اپنے اس بیان میں "ترکوں کی حکومت میں مصائب" کے جن افسانوں کی طرف اشارہ ہے۔ اگر وہ صحیح ہیں تو بیشک لیگ اقوام کا یہ فرض ہے۔ کہ ان مصائب کے انسداد کی کوشش کرے۔ لیکن ان کی وجہ سے ترکوں کو حکومت کے ناقابل ٹھہرانا اور لیگ اقوام میں ان سے باقاعدہ بازپرس کرنے کے بجائے انکو درافتوں ہی کرنا بھی صحیح نہیں۔ لیگ کا کام یہ ہونا چاہئے۔ کہ وہ ہر ایک قوم کے جائز حقوق اسکو دلوائے۔ نہ یہ کہ اس سے چھیننے کی کوشش کرے۔ جن ترکوں کی حکومت میں رہنے والی قومیں حکومت خود اختیاری کی اہل ہوسکتی ہیں، وہ خود کیوں حکومت کرنے کے اہل نہیں۔ اور کس عزت سے انہیں ناقابل قرار دیا جاسکتا ہے۔

سبیل ابرار

چندہ جماعت فیروز پور بابت ماہ فروری و مارچ سنہ ۱۹۱۹ء

چندہ اشاعت اسلام للعہ ۔ چندہ ماہوار بابت فروری ۔ بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۱۹ء ۔ میزان کل ۔

چندہ جماعت بھیرہ بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۱۹ء

محمد رمضان صاحب ۔ حکیم عبدالمجید صاحب خلف حکیم فضل احمد ۔ میاں رحیم بخش صاحب ۵ر ۔ میاں شمس الدین صاحب درزی ۸ر ۔ محمد حیات خلف شمس الدین ۲ر ۔ محمد خلیل صاحب برادر شمس الدین ۲ر ۔ مہر جیند ملازم ملک ۔ ۲ر ۔ سنتری بہادر گھوڑی ساز ۴ر ۔ ۔ فطرانہ ازمولوی محمد صدیق صاحب و مولوی محمد بخش صاحب و سنتری امام الدین ۔ ۔ از منشی غلام احمد صدقہ ۔ [illegible]

اخبار و سیر

عبداللہ بن المبارک

اسلام کے عہد اوّل میں بیشمار ایسی ہستیاں پیدا ہوئیں جن سے اُسکا تاج فخر اب تک تاباں ہے۔ یہی بزرگوار ہیں۔ جن کے کارنامے اسلام کے اصُول معاشرت و طریق زندگی کا آئینہ ہیں جس میں ہم اس کی حقیقی تعلیم کے ایک ایک خط و خال کو اچھی طرح دیکھ سکتے ہیں۔ دین و ملت علم و فن اور احباب و اعزہ کے حقوق خدمت کو ادا کرنا انسانی زندگی کی اصل کامیابی ہے۔ اس لئے وہ زندگی جس میں قوم و مذہب کی خدمت کا کوئی حصّہ نہ ہو۔ درحقیقت موت ہے۔ اور جب کسی قوم میں اس قسم کے افراد بڑھ جاتے ہیں تو یہی موت تمام قوم پر چھا جاتی ہے۔ دنیا کی دوسری اقوام و مذاہب نے ان چیزوں کو اخلاق و فرائض انسانیت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ لیکن اسلام نے ان کو مذہبی حیثیت سے پیش کیا۔ اس بنا پر ایک مسلم کسی طرح کبھی ان سے تغافل نہیں کرسکتا۔ موجودہ دور یہ گمراہی میں جہاں ہم اور بہت سے فرائض ملی سے دور جا پڑے ہیں اس صراط مستقیم کو بھی ہم نے دور کردیا ہے۔ ایسی حالت میں ہمارے سلف کی زندگیاں مشعل راہ کا کام دے سکتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن المبارک کی زندگی جس کا ایک سرسری خاکہ آپ کے سامنے ہے۔ اسلام کی طرز حیات کا ایک مکمل نمونہ ہے۔ جس سے ہم کو زندگی کے ہر شعبہ میں ہدایتیں مل سکتی ہیں۔ چونکہ اسوقت آپ کی زندگی پر تفصیلی تبصرہ کرنا مقصود نہیں ہے۔ اس لئے مختصراً انہیں واقعات و حالات کو لیا جاتا ہے جو عملاً مفید اور کارآمد ہیں۔ اور جن کی مجموعی کیفیت سے یہ معلوم ہوسکے گا کہ وہ اسلامی زندگی کیا ہے۔ جو دین و دنیا کی فلاح اور برکات کامیابی کی ضامن ہوتی ہے۔ امام ممدوح ایک طرف عالم دیگا دوسری طرف زاہد خشک اور تیسری طرف اسلام کے جان نثار سپاہی تھے۔

پیدائش اور تعلیم

حضرت عبداللہ بن المبارک کے باپ ایک غلام تھے۔ انکی شادی انہیں کے آقا کی لڑکی سے ہوئی۔ یہ اس مبارک زمانہ کا عام دستور تھا کہ اہلیت و قابلیت کو دیکھکر آقا اپنے غلاموں کو بھی اپنی لڑکیاں دے دیتے تھے۔ خدمت و بندگی آج کی طرح ننگ و عار اور تذلیل و تحقیر کا باعث نہ تھی۔ حضرت عبداللہ بن المبارک اسی لڑکی کے بطن سے پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدائش بمقام مرو سنہ ۱۱۸ھ میں ہوئی۔ یہ مسلمانوں کا قدیم شہر اب روس کے علاقے میں داخل ہے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت کے حالات نہیں ملتے۔ مگر قیاس یہ ہے کہ اس زمانہ میں جبکہ اسلام کا علمی فیض ہر جگہ عام تھا اور عالم اسلامی کے گوشہ گوشہ سے فضل و کمال کا چشمہ ابل رہا تھا۔ ہر قریہ و شہر میں بکثرت علماء و فضلاء پائے جاتے تھے۔ گو آج کی طرح اس عہد میں یونیورسٹیوں اور کالجوں کی عالیشان درسگاہیں موجود نہ تھیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہر عالم جہاں کہیں تھا بجائے خود ایک یونیورسٹی تھا جسکے فیضان علمی سے پیر و جوان امیر و غریب مالا مال تھے غالباً حضرت عبداللہ نے بھی مرو ہی میں تعلیم کے ابتدائی مراحل طے کئے ہونگے۔ ان سے فراغت پانے کے بعد اس زمانہ کے عام مذاق کے مطابق حضرت عبداللہ بھی فن حدیث کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوئے۔ امام سفیان ثوری اور حضرت مالک بن انس کے آگے زانوئے تلمذ طے کیا۔ اور فن حدیث میں پوری دستگاہ حاصل کی۔ امام مالک کی مشہور کتاب موطا کے ایک نسخہ کے راوی حضرت عبداللہ بن المبارک بھی ہیں۔

تحصیل حدیث میں حضرت عبداللہ نے جو سعی و محنت صرف کی اور جس غیر معمولی توغل سے انہوں نے کام لیا۔ اس کا ادنیٰ ثبوت یہ ہے کہ اس زمانہ میں علمی سلطنت کے جو مشہور مرکزی شہر تھے۔ امام ممدوح نے "پائے جہاں پیما" سے ان سب کا دورہ کیا تھا۔ ہم ان مشکلات سفر کا اس وقت اندازہ بھی نہیں کرسکتے۔ جو ان کو ہر ہر قدم پر پیش آئی ہونگی۔ مصر و شام۔ حجاز و یمن کے اکثر شہروں میں ان کا گذر ہوا تھا۔ یہی سبب ہے کہ امام احمد بن حنبل یہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ عبداللہ بن المبارک کے زمانہ میں ان سے بڑھکر علم کا طالب کوئی دوسرا نہ تھا۔

امام موصوف کے شیوخ حدیث کی فہرست میں تابعین میں سے ہشام بن عروہ یحییٰ انصاری۔ سلیمان تیمی۔ ابن عون۔ موسیٰ بن عقیل۔ اسمٰعیل بن خالد۔ عبدالرحمٰن یزید اور تبع تابعین میں سے سفیان ثوری۔ سفیان بن عیینہ۔ امام مالک۔ شعبہ وغیرہ ائمہ کبار کے علاوہ دوسرے بیسیوں نام ہم پاتے ہیں۔ پھر جس طرح آپ کے شیوخ و اساتذہ میں مشاہیر ائمہ حدیث کے نام نظر آتے ہیں اسی طرح آپ کے تلامذہ اور رودۃ کی فہرست بھی سرمایہ ناز اصحاب حدیث کے ناموں سے بھری پڑی ہیں۔ جن میں سے بعض کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ جعفر بن سلیمان یحییٰ بن سعید۔ ابن معین۔ داؤد عطار۔ ابوالاحوص۔ فضیل بن عیاض ابو اسحاق فزاری۔ ابو داؤد طیالسی۔ یحییٰ القطان۔ عبدالرزاق۔ امام کی عام شہرت و فضیلت نے ان کی بزم حدیث کو مرجع عالم بنادیا تھا۔ اور اس کی شہادت صرف ان کے تلامذہ اور انکے مستفیدین کے حلقۂ درس کی وسعت سے مل سکتی ہے۔

ابن المبارک کی علمی خدمت

یہ زمانہ احادیث نبوی کی اشاعت و تبلیغ کا زمانہ تھا۔ ہر شخص اسی خدمت کو اپنے لئے دین و دنیا کا سرمایہ فخر سمجھتا تھا۔ ہر جگہ رواۃ تلامذہ اور شیوخ احادیث کی علمی مجلس برپا تھیں۔ لیکن جس قدر یہ سلسلہ عام اور وسیع تھا۔ اسی لحاظ سے احادیث کی نقل و روایت میں بکثرت افراط و تفریط بھی شروع ہوگئی تھی جس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ احادیث کے ذخیرہ میں معتد بہ حصہ ضعیف اور موضوع حدیثوں کا شامل ہوگیا تھا۔ مگر اسی افراط و تفریط کے ساتھ ساتھ اصول تنقید و احتیاط کی بنا بھی پڑ گئی تھی۔ ہر شیخ حدیث کی روایات کی چھان بین شروع ہوگئی تھی۔ جرح و تعدیل کا بازار گرم تھا۔ حدثنا و اخبرنا کا لفظ منہ سے نکلتے ہی ثبوت صحت روایات اور خود داری کے ذاتی حالات کی تفتیش شروع ہو جاتی تھی۔ اس زمانہ کا کوئی راوی حدیث جب تک کہ وہ نکتہ ضبط و احتیاط میں پوری طرح اعتماد نہ ہو حدیث کا کامل الفن نہ مانا جاتا تھا اور اس کی روایت مقبول و مسلم نہ تھی۔ اس بنا پر تمام اساتذہ حدیث نے تنقید و تحقیق روایات کے لئے بہت سے اصول بنائے تھے۔ جن کا مجموعہ آج ہمارے سامنے اصول حدیث کے نام سے موجود ہے۔ عبداللہ بن المبارک نے بھی اس فن میں بہت ہی کارآمد اور صحیح و معتبر اصول وضع کئے تھے۔ افسوس ہے کہ اس موقعہ پر ان کو بوضاحت لکھا نہیں جاسکتا۔ لیکن پھر بھی چونکہ ان کی علمی زندگی کا یہ زرین کارنامہ ہے۔ اس لئے یکسر قلم انداز بھی نہیں ہوسکتا۔ ان کے بعض خاص اصول حسب ذیل ہیں۔ ان سے معلوم ہوگا کہ اس علم میں شیخ المبارک نے کس نکتہ سنجی سے کام لیا ہے۔

امام کے بعض اصول حدیث

(۱) حدیث کے صحیح و قابل حجت ہونے کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ اس کے رواۃ ثقہ اور فقیہ ہوں۔ فقیہ کے یہ معنی ہیں کہ وہ الفاظ کی تاثیر زبان کے قواعد و محاورات اور مطالب کے طرز ادا سے کما حقہ واقف ہوں۔ وہ حدیث جسکے رواۃ ثقہ ہوں مگر فقیہ نہ ہوں۔ قابل حجت ہے لیکن قسم اوّل کی حدیثوں سے کم رتبہ ہے۔

(۲) حدیث کے قابل احتجاج ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ راوی نے خود اس کو سنا ہو۔ اور روایت کے وقت تک اچھی طرح محفوظ رکھا ہو۔

(۳) قرب اسناد جودت حدیث کی دلیل نہیں ہوسکتا۔ رواۃ کی تعداد خواہ کسی قدر ہو مگر ضروری ہے کہ ان میں سے ہر ایک ثقہ اور معتبر ہو۔

(۴) روایت بالمعنی کے قائل تھے۔ حدیث انما المیسر لیحذب یکاء الحی کو حدیث بالمعنی تسلیم کرتے تھے۔

(۵) اصول درایت کو تسلیم کرتے تھے۔ لیکن بالعموم نہیں بلکہ خاص حالتوں میں۔

(۶) تدلیس یعنی راوی حدیث کا اپنے شیخ کو صراحتہً ذکر نہ کرنے کے سخت مخالف تھے۔ انہی چند اصول سے معلوم کیا جاسکتا ہے کہ شیخ المبارک نے اس فن کے لئے کس قدر نکتہ رس دماغ پایا تھا۔

حدیث کی طرح فن فقہ میں بھی شیخ کا ممتاز پایہ ہوں۔ ظاہر ہے کہ فقہ کی حیثیت اسلام کے مذہبی قوانین کی مزید تشریح و توضیح اور اس کے سیاسی و ملکی انتظامات کے مجموعہ سے زیادہ نہیں ہے۔ ضرورت مذہبی کے نقطۂ نظر سے اسکو یوں سمجھو کہ ایک شخص سے نماز کا ایک رکن چھوٹ گیا اب سوال یہ ہے۔ کہ نماز ہوئی یا نہیں۔ ایسی حالت میں رائیں مختلف ہوگئیں۔ یہ ممکن نہ تھا۔ کہ تمام ارکان و شعار مذہبی فرض قرار دیدئے جاتے۔ اس لئے اشباہ و تفریع جیل النظیر علی النظیر سے کام لیا گیا۔ یہی چیز ہے جو فقہ کہلاتی ہے۔ صحابہ کرام میں سے عبداللہ ابن مسعود آپ کے بعد علقمہ۔ اسود اور ابراہیم نخعی نے بعد دیگرے یہ خدمت انجام دیتے رہے آخر میں امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے اس کا سلسلہ رشتہ اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور باقاعدہ شیرازہ بندی کی۔ امام اعظم نے فقہ کی تدوین و ترتیب کے لئے بارہ علمائے کرام کی ایک باقاعدہ مجلس مرتب کی تھی۔ ان میں اور ارکان مجلس کے دوش بدوش حضرت عبداللہ بن المبارک بھی شریک کار تھے۔ (باقی آئندہ)

(مخزن)

مراسلہ

مکالمہ مخاطبہ اور الہام

حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ اور حضرت مسیح موعودؑ کے اقوال

حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

وقال اللہ عزّوجل واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ - ثم یرد علیک التکوین فتکون باذن اللہ الصریح الذی لا غبار علیہ والدلائل اللائحۃ کالشمس المنیرۃ - بکلام لذیذ من کل لذیذ والھام صدق من غیر ملتبس مصفی من ھو رجس النفس ووساوس الشیطان اللعین - قال اللہ تعالیٰ فی بعض کتبہ یا ابن ادم انا اللہ لا الٰہ الا انا اقول للشیٔ کن فیکون. اطعنی اجعلک تقول للشیٔ کن فیکون وقد فعل ذالک بکثیر من انبیائہ واولیائہ وخواصہ من بنی آدم.

کہا اللہ تعالیٰ نے تقوےٰ کرو۔ اللہ تعالیٰ تمکو سکھلائیگا۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علم جس کو تقویٰ پر منحصر فرمایا وہ ایسا علم ہے۔ جو اس علم سے ارفع اور بالاتر ہے۔ جس پر چل کر تقویٰ پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ تقوےٰ پیدا ہونے کے لئے بھی ایک علم ضروری ہے جو بایدکہ تقویٰ سے پہلے ہو۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔ من عمل بما علم اورثہ اللہ علم ما لم یعلم۔

پھر رد کیا جاتا ہے تیری طرف پیدا کرنا اور تمکو کائنات میں تصرف کا اختیار دیا جاتا ہے بطور کرامت اور خرق عادت۔ پس تو پیدا کرتا ہے اور تصرف کرتا ہے عالم میں خدا کے حکم صریح سے۔ جس میں کسی قسم کا ابہام اور شک اور پردہ وغبار نہیں۔ اور ایسی دلالتوں سے خدا کی طرف سے جو مثل آفتاب درخشندہ کے ہیں اور ایسے لذیذ کلام کے ساتھ جو سب سے لذت میں زیادہ ہے اور ایسے سچے اور راست الہام الٰہی کے ساتھ جس میں کسی قسم کا اشتباہ اور تلبیس نہیں اور وہ الہام نفسانی کدورتوں اور شیطانی وسوسوں سے مصفےٰ اور پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا۔ اے بنی آدم - میں ہوں اللہ اور میرے سوا کوئی معبود اور اللہ نہیں میں کہتا ہوں کسی چیز کو ہو۔ پس وہ ہو جاتی ہے۔ پس اے بنی آدم میری اطاعت کر تاکہ میں تمکو بھی اپنی اس صفت کا بنا دوں کہ تو بھی کسی چیز کو ہو۔ پس وہ ہو جاوے اور تحقیق کیا ہے۔ اور دیا ہے یہ مرتبہ اور درجہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بہت سے پیغمبروں اور اولیاء اور خواصوں کو اپنے بندگان سے۔ (شرح فتوح الغیب ص [illegible])

(۳) فیؤخذ بیدک فتقدم وینزع عنک ما علیک ثم تغوص فی بحار الفضائل والمنن والرحمۃ فیخلع علیک خلع الانوار والاسرار والعلوم والغرائب اللدنیۃ فتقرب وتحدث وتکلم وتعطی وتغنی وتشجع وترفع وتخاطب بانک الیوم لدینا مکین امین فحینئذ اعتبر حالتہ بیوسف الصدیق حین خوطب بھذا الخطاب علی لسان ملک مصر ..... کان لسان الملک قائلاً ومعبراً لھذا لخطاب والمخاطب ھو اللہ علی لسان المعرفۃ ..... فاذا خوطبت بھذا الخطاب یا ایھا الصدیق الاکبر اعطیت الحظ الاوفر من العلم الاعظم وھنئت بالتوفیق والمنن والقدرۃ والولایۃ العامۃ والامر النافذ علی النفس وغیرھا من الاشیاء والتکوین باذن اللہ الاشیاء فی الدنیا قبل الاخریٰ..

پس اُسوقت تیرا ہاتھ پکڑ یگا۔ (اللہ تعالیٰ) اور تو آگے لایا جاویگا اور سب بوجھ تیرے سے اتارے جاویں گے۔ پھر تمکو فضائل اور کمالات کے دریا میں غوطہ زنی کے لئے حکم ہوگا۔ اور خدا کے احسان اور رحمت کے دریا میں توشناوری کریگا۔ پھر تجھکو خدا کے انوار اور اسرار کی خلعت پہنائی جاویگی اور غرائب علوم لدنیہ سے تو واقف کیا جاویگا۔ پس تو نزدیک کیا جاویگا۔ اور تیرے ساتھ روز نہاہ (نجیاً) تحدیث اور الہام کیا جاویگا یہ اشارہ ہے اس حدیث کی طرف لقد کان فیمن قبلکم محدثون (بفتح دال) اور تیرے ساتھ کلام کیا جاویگا۔ (یعنی اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ کلام کریگا) جیسا کہ قرآن کی یہ آیت اس کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء الحجاب) اور تو دیا جاویگا۔ اور تو غنی کیا جاویگا۔ اور تجھکو خدا مقرب ... اس کلام کے ساتھ خطاب کیا جاویگا کہ آج کے دن ہمارے ہاں تیری بڑی قدر و منزلت ہے اور تو ہمارا امین ہے۔ پس اس حالت کو یوسف صدیق کی اس حالت پر اعتبار کر جبکہ وہ اس خطاب کے ساتھ مخاطب کیا گیا۔ بادشاہ کی زبان پر اور اگرچہ ظاہر میں بادشاہ کی زبان ان کلمات سے گویا اور مترنم تھی مگر معرفت کی زبان میں خدا خطاب کنندہ تھا اے میرے بڑے راستباز و راست گفتار دوست جب تو ایسے خطابوں سے مخاطب کیا جاوے تو جان لے کہ تو علم اعظم کے بڑے حصہ و نصیبہ کا مالک ہوا اور توفیق الٰہی کے ساتھ تہنیت اور خوشخبری دیا گیا ہے۔ اور تجھکو ولایت عامہ عطا کی گئی ہے۔ اور تیرا حکم نفس اور تمام اشیاء پر جاری اور نافذ اور تجھکو نیست سے ہست کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ خالق اشیاء کی طرف سے اسی دنیا میں قبل از آخرت (شرح فتوح الغیب ص [illegible])

(۴) حتی یاتیہ الاذن من قبل الحق بالھام فی حق الاولیاء ووحی صریح فی حق المرسلین والانبیاء (شرح فتوح الغیب ص ۱۳۳)

(۴) اذا قربہ اللہ تعالیٰ الیہ .... من مکالمۃ الغیوب من ملکوت السمٰوات والارض وکلام لذیذ لطیف ووعد جمیل ودلال ودعاء ... ودعاء وتصدیق ووعد وفائد وکلمات حکمۃ ترمی الی قلبہ قذفا من مکان بعید فتظھر علی لسانہ - (شرح فتوح الغیب ص ۲۳۵)

(۵) فتکون کبریتاً احمراً فلا تکاد تریٰ وعزیزاً فلا تماثل ومزیداً فلا تشارک ووحیداً فلا تجانس - فرد الفرد - وتر الوتر - غیب الغیب سر السر - فحینئذ انکون وارث کل رسول ونبی وصدیق بک تختم الولایۃ (ص ۲۳)

یہ ہیں علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ پس فیض محمدی سے وحی یا ناکب بند ہے۔ اور محمد کا وارث ایک نہیں لکوکہا ہیں۔ جناب مسیح موعود علیہ السلام بھی اُن میں سے ایک ہیں۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ السلام

خدا تعالیٰ سے کامل تعلق پیدا کرنیوالے اس شخص سے مشابہت رکھتے ہیں جو اول دور سے روشنی دیکھے اور پھر اس سے نزدیک ہو جائے یہاں تک کہ اس آگ میں اپنے تئیں داخل کردے۔ اور تمام جسم جل جاوے اور صرف آگ ہی باقی رہ جاوے۔ اسی طرح کامل تعلق والا دن بدن خدا تعالیٰ کے نزدیک ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ محبت الٰہی کی آگ میں تمام وجود اُس کا پڑ جاتا ہے اور شعلۂ نور سے قالب نفسانی جلکر خاک ہو جاتا ہے اور اس کی جگہ آگ لے لیتی ہے۔ یہ انتہا اس مبارک محبت کا ہے جو خدا سے ہوتی ہے۔ یہ امر کہ خدا تعالیٰ سے کس کا کامل تعلق ہے اسکی بڑی علامت یہ ہے کہ صفات الٰہیہ اس میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور بشریت کے رذائل شعلۂ نور سے جلکر ایک نئی ہستی پیدا ہوتی ہے اور ایک نئی زندگی نمودار ہوتی ہے۔ جو پہلی زندگی سے بالکل مغائر ہوتی ہے۔ اور جیسا کہ لوہا جب آگ میں ڈالا جاوے اور آگ اس کے تمام رگ و ریشہ میں پورا غلبہ کرلے تو وہ لوہا بالکل آگ کی شکل پیدا کر لیتا ہے۔ مگر نہیں کہہ سکتے کہ آگ ہو گو خواص آگ کے ظاہر کرتا ہے اسی طرح جسکو شعلۂ محبت الٰہی سر سے پیر تک اپنے اندر لیتا ہے۔ وہ بھی مظہر تجلیات الٰہیہ ہو جاتا ہے ....

منجملہ ان علامات کے یہ بھی ہے۔ کہ خدائے کریم اپنا لذیذ اور فصیح کلام وقتاً فوقتاً اُس کی زبان پر جاری کرتا رہتا ہے جو ایسی شوکت اور برکت اور غیب گوئی کی کامل طاقت اپنے اندر رکھتا ہے ......

ایک بڑی علامت کامل تعلق کی یہ ہوتی ہے کہ جس طرح خدا ہر ایک چیز پر غالب ہے اسی طرح وہ ہر ایک دشمن اور مقابلہ کرنے والے پر غالب رہتا ہے ....

لہٰذا قیامت تک یہ بات قائم ہوئی کہ جو شخص سچی پیروی سے اپنا امتی ہونا ثابت نہ کرے اور آپ کی متابعت میں اپنا تمام وجود محو نہ کرے۔ ایسا انسان قیامت تک نہ کوئی کامل وحی پا سکتا ہے اور نہ کامل ملہم ہو سکتا ہے۔ کیونکہ مستقل نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی ہے مگر ظلی نبوت جسکے معنے ہیں۔ کہ محض فیض محمدی سے وحی پانا وہ قیامت تک باقی رہیگی۔ تا انسانوں کی تکمیل کا دروازہ بند نہ ہو اور تا یہ نشان دُنیا سے مٹ نہ جاوے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہمت نے قیامت تک یہی چاہا ہے کہ مکالمات و مخاطبات الٰہیہ کے دروازے کھلے رہیں اور معرفت الٰہیہ جو مدار نجات ہے مفقود نہ ہو جاوے۔ (ص ۲۵ حقیقۃ الوحی) دیکھو صفحہ ۱۴ نشانات ص ۲۵ حقیقۃ الوحی۔

فلسفی کو منکر حنانہ است ۔ از حواس انبیا بیگانہ است

شیخ عبدالحق صاحب دہلوی کا بیان

شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی کے نام سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے۔ اور بڑے پایہ کا شخص ہے جو محدثین اور احناف دونوں کے ہاں معزز و مکرم مشہور و مسلم ہے وہ نہ صرف اہل حدیث ہے۔ نہ کٹا حنفی ہے۔ معتدل مسلک کا شخص ہے اس نے فتوح الغیب للشیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح لکھی ہے اس کے خیالات کا بھی قدرے اقتباس اقل قلیل یہاں فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ بطور مشتے نمونہ خروارے:-

(۱) بدانکہ این کلام (یعنی کلام سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ) بیرلوسیت از نوسانیت۔ مرتبہ او تثبیت جوامع الکلم کہ از خواص کلام حضرت خاتمہ محمدیہ است۔ (ص ۱۲) (۲) و در حقیقت چون ولایت ظل نبوتہ است ہرچہ در شخص پیدا است او در ولایۃ نیز مویدا خواہد بود۔ خصوصاً در ولایت کبریٰ آنحضرت کہ ظل ظلیل شخص نبوت حضرت سید العالمین بود رضی اللہ بود زوال انز آفتاب کمال اوست صلے اللہ علیہ وسلم وجہ جاکہ وے رضی اللہ عنہ (یعنی سید عبدالقادر) کلام کردہ بزبان نبوت کردہ کہ منصب و مقام صیقلان است الخ (ص ۱۳)

اشعار

یک لفظ تو باہزار معنے در بر ۔ آدیت جوامع الکلم راست مثال
گہ زندہ کنی ہزار جاں در لفظے ۔ گہ جاں بری از کرشمۂ ما تو لسے
یحیی دمیت بالولی در عالم ۔ در ہر دو جہاں جز تو نداریم کسے

خلاصہ کلام

جبکہ پہلے ملہمین و محدثین کے بالکل مطابق جناب مرزا صاحب مسیح موعود علیہ السلام کا دعوےٰ ہے۔ اور اُن کا کلام انہیں کے کلام سے بالکل مشابہ اور مطابق ہے۔ تو پھر عامہ مسلمین اور مریدین میاں صاحب معترض کیوں ہیں۔ کیا جناب شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو شیخ عبدالحق صاحب اوتیت جوامع الکلم کی مثال نہیں ٹھہراتے۔ کیا ان کو ظل ظلیل محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نہیں قرار دیتے کیا نہیں کہا کہ انہوں نے جس جگہ کلام کیا ہے۔ زبان نبوت سے کلام کیا ہے۔ مگر مطابقہ .... ہی بتلا دیا کہ یہ درجہ صدیقیت

(بقیہ حاشیہ کالم ۲) کی شہادت کثرت سے اسپر شاہد عدل موجود ہے۔ علاوہ بریں ایسے اہل اللہ کے دعاوی اسپر مزید براں ہیں۔ چنانچہ وہ خود بھی ایسی کتاب کی شرح لکھ رہا ہے۔ جو بہ ہمہ قسم دعاوی مکالمات و مخاطبات سے لبریز ہے اور اس کا مصنف اسے بیان کرنے والا خود بھی ویسا ہی محدث اور ملہم اور متکلم من اللہ تھا۔ دوسرا طرف حق سے یہ ہے کہ وہ مکالمہ مخاطبہ کسی کو نبی نہیں بنا تا گو مجازی طور پر نبوت کا اطلاق بوجہ اس پر ہو سکتا۔ ہمارے مخالف مسلمان وحی کے لفظ سے بھی بہت گھبراتے ہیں اور قرآن میں پڑھتے ہیں۔ و اوحیت الی الحواریین۔ واوحینا الی ام موسیٰ ۔ الدحضرت مریم صدیقہ کیطرف نزول کلام ملک ۔ فارسلنا الیھا روحنا۔ وھزی الیک بجذع النخلۃ الخ تعجب۔ گھبراہٹ بے وجہ ہے۔ قرآن گواہ ہے جب بنی اسرائیل کی عورتیں بھی اس فیض سے محروم نہ تھیں تو امت مسلمہ کے اولیاء اور اتقیاء و شہداء کیسے محروم ہو سکتے ہیں۔ کیا قرآن میں نہیں پڑھتے۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس۔ دوسرے مریدین میاں صاحب دوسری طرف چلے گئے۔ وحی کے لفظ کو پکڑ بیٹھے۔ عجیب امر ہے۔ جب وحی کا لفظ والدۂ موسیٰ اور حواریین کو نبی نہیں بنا سکتا۔ تو نبی کا لفظ جناب مرزا صاحب کو کیسے حقیقی نبی بنا سکتا ہے۔ پھر تو والدۂ موسیٰؑ اور حواریین کو بھی نبی تسلیم کرلو۔ جو وحی کا لفظ جب اُن پر آگیا۔

---

(۱) مثیل یوسف ثابت کرتی ہے امت محمدیہ میں مثیل انبیاء بنی اسرائیل ہیں

(۲) یہ حوالہ خود شیخ عبدالحق محدث نے شرح فتوح الغیب میں دیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ (محدثوں) کے آنے کا اس امت مسلمہ میں قائل ہے۔ اور جناب سید عبدالقادر صاحب کو بھی بموجب اسکے اپنے دعویٰ کے (محدث) سمجھتا ہے

(۳) پھر شیخ عبدالحق صاحب نے سید عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے لفظ (تکالم) کی تشریح میں اس آیت قرآن کو پیش کرتا ہے اور ایسے کلام کو ہمراہ اولیاء کے جو انبیاء نہیں ہوتے درست اور حق سمجھتا ہے۔ اسی واسطے جناب سید صاحب کی کلام کی تائید میں آیت قرآن بھی لکھدی۔ اور جتلا دیا کس طرح مکالمات و مخاطبات کو ہمراہ اولیاء الرحمن کے تسلیم نہ کرتا۔ جبکہ قرآن اور احادیث کی (بقیہ کالم ۴)

کا ہے - ان کو نور آفتاب محمدی بھی قرار دیا ہے - حتیٰ کہ یحییٰ و یمیت بھی لکھدیا - مگر سخن شناس لوگ جانتے ہیں کہ انہوں نے جو کچھ لکھا - درست لکھا - اور وہ ظاہر پر مبنی نہیں - زبان ولایت کا ترجمان ہونا - کارے دارد - پھر زبان ولایت کو سمجھنا

ندادند ایں کرامت را بہر نادان دکلے

غرضیکہ ظلیل اور اصیل - ظل اور اصل حقیقت اور مجاز - کامل ور ناقص - نبی اور محدث - تصریح اور کنایہ - نبی اور امتی - اللفظ فیما وضع لہٗ فرق رکھتے ہیں - بعض اصطلاحات کو شرع اور صاحب شرع بیان کرتا ہے - اور بعض کو لغت اور بعض اصطلاحات اہل اللہ لوگوں کی اپنی ہیں - پھر کلمات و مخاطبات اولیاء میں مجاز اور استعارہ تعبیر طلب بہت ہوتے ہیں - ع

آہستہ کہ رہ بر سر تیغ است قدم را

خاکسار - نذر علی - بقلم خود

ضروری خبریں

جرمن جہازات

لنڈن ۱۴ - مارچ - برسیلز کے کل کی تاریخ کا ایک تار مظہر ہے کہ امیر البحر ویمس پہنچ گیا ہے - جرمن ڈیلی گیٹوں کے ساتھ جو اجلاس منعقد ہوگا اس میں جہازوں کے متعلق کوئی بحث نہ ہوگی صرف امیر البحر ویمس تقریر کریگے -

روسی کسانوں کی انجمن

نیویارک - ۱۳ - مارچ - پولیس نے مشرق کی طرف ایک عمارت پر دھاوا کیا - جسپر کہا جاتا ہے کہ روسی کسانوں اور مزدوروں کی ایک انجمن قابض تھی - اور ۲۰۰ - اشخاص گرفتار کئے گئے - اور بہت سے کاغذات ماخوذ کئے گئے جن میں روسی زبان میں چھپی ہوئی سرخ کتابیں شامل ہیں جن میں امریکن گورنمنٹ کو درہم برہم کرنے کی تلقین کی گئی ہے *

ملازمان ریلوے کے مطالبات

لنڈن ۱۵ - مارچ - ملازمان ریلوے کے ڈیلی گیٹوں کا ایک اجلاس لنڈن میں اس غرض سے منعقد ہوا - کہ ریلوے کمپنیوں کی شرائط پر غور کیا جائیگا - چنانچہ اس جلسہ میں تجاویز کو اور ان اصولوں کو جن پر کہ تجاویز مبنی تھیں نامنظور کیا گیا ہے - نیز ذرہ بھر کلام برضا مصالحت کرنے سے انکار کیا گیا - اس جلسہ نے انتظامیہ کمیٹی کو ہدایت کی کہ وہ گورنمنٹ کو اس سے مطلع کردے *

برلن میں فسادات

کوپن ہیگن - ۱۵ - مارچ - برلن سے ۱۲ مارچ کا ایک تار مظہر ہے - کہ گورنمنٹ کی افواج نے شہر کے مشرقی حصے سے لچٹنبرگ کے نواح میں ایک سرگرم لڑائی کے بعد قبضہ کرلیا ہے - اسلحہ جات کی ایک بھاری تعداد پر قبضہ کیا گیا - گورنمنٹ کے سپاہیوں کا بھاری نقصان نہیں ہوا - سپارٹیکسٹوں کا دحشیانہ مظالم کی وارداتوں کی پورے طور پر تصدیق ہوگئی ہے -

بعال - ۱۳ - مارچ - برلن کا ایک تار مظہر ہے کہ سپارٹیکسٹوں کی صلح کے متعلق درخواست کا جواب دیتے ہوئے ہر نوسکی نے تمام سپارٹیکسٹ اسلحہ جات کے غیر مشروط پر حوالے کئے جانے کا مطالبہ کیا - برلن کے اخبارات مظہر ہیں کہ اسوقت تک ۱۲۰۰ سپارٹیکسٹ گرفتار کئے گئے ہیں -

بعال - ۱۴ - مارچ - ریمر میں قومی مجلس میں ہر نوسکی نے برلن کی بغاوت کے متعلق تقریر کرتے ہوئے اخبارات فرے ہائٹ اور ریٹ فاہن کے خلاف لوگوں کو قتل اور لوٹ پر آمادہ کرنے اور انڈی پنڈنٹ سوشلسٹوں کے خلاف ان کی مدد کرنے کے باعث اظہار ناراضگی کیا - اس نے کہا کہ انقلاب پسندوں نے اپنی سازشیں اس وقت شروع کی تھیں - جب ابھی فوجی قانون اعلان نہیں کیا گیا تھا - اور نہ ہی کسی ایک رجمنٹ کو بھی برلن جانے کا حکم دیا گیا تھا - آپ نے اعلان کیا کہ پیپلز (میرائین) (بحری فوج) کا ڈویژن جنہوں نے سویلین کو اسلحہ جات نہ بہم پہنچانے کا اپنا معاہدہ توڑ دیا ہے اب موجود نہیں ہے *

روس میں لڑائی

لنڈن ۱۳ - مارچ - ریوٹر کو اطلاع ملی ہے - کہ علاقہ دریگا میں محاذ آرکینجل پر لگاتار لڑائی ہوئی - دشمن کا ایک حملہ شدید نقصانات کے ساتھ پسپا کیا گیا - اس حملہ کا بڑا مقصد ایک سامان خوراک کے بھاری ڈپو پر قبضہ کرنا تھا - جو ریلوے لائن کے عقب میں دس میل کے فاصلے پر واقع تھا - ساحل مرمان پر دشمن جنوب کی طرف پسپا ہوگیا ہے - ہمارے پٹرولی دستوں نے سیگیا سے ۷ میل پرے تک پیش قدمی کی ہے -

لنڈن ۱۴ - مارچ - ریوٹر کو معلوم ہوا ہے کہ اڈیسہ میں صورت

معاملات نہایت ناخوشگوار ہے - بولشیوک لوگ اتحادی افواج میں ایک زبردست تحریک کر رہے ہیں - اور جنرل گریگوریف کا جس کے ساتھ تین ہزار سپاہی ہیں نکولائیف میں جرمنوں کے ساتھ تعلق قائم کیا ہے - جرمن سپاہی مزاحمت کرنے کے بالکل ناقابل ہیں - دیگر تین ہزار بولشیوک سپاہی ڈولنسک میں جنرل گریگوریف کے عقب میں ہیں - دو ذرہ پوش بولشیوک ٹرینیں خرسن پر گولہ باری کر رہی ہیں - ریوٹر کو معلوم ہوا ہے کہ مستند حلقوں کی یہ رائے ہے کہ بولشیوکوں کی فوجی اور سول طاقت انتہائی عروج پر پہنچ چکی ہے - اور بیشتر ازیں روبہ تنزل ہے - کیونکہ انکے تمام ذخائر ختم ہو چکے ہیں جن سے کہ وہ اپنے پیروؤں کو خوراک بہم پہنچاتے تھے - نیز انکے کاغذی سکے جنکے ذریعہ وہ اپنے پیروؤں کی تنخواہیں ادا کرتے تھے - بالکل کسی کام کی نہیں ہیں - سامان بارود اور اسلحہ جات کی بہم رسانی بھی بہت ادنے درجہ تک پہنچ چکی ہے - مزید برآں ماسکو اور پیٹروگریڈ کے سوویٹوں کے درمیان لگاتار فساد رہتا ہے - ریلوے سلسلہ آمد و رفت خراب ہے اور اکثر سٹرائکیں ہوتی رہتی ہیں *

دیگر بولشیوک فتوحات

روس سے موصول شدہ تازہ ترین سرکاری رپورٹیں اس نازک صورت معاملات کی تصدیق کرتی ہیں - جنرل محاذ پر بولشیوکوں نے اورنبرگ کا سکوں کے خلاف جو بددل ہو رہے ہیں اور جن کے پاس سامان بارود کی قلت ہے زمین حاصل کر رہے ہیں - پولینڈ میں آکرینیوں اور پولز کے درمیان ابھی تک لڑائی جاری ہے - ریاستہائے بالٹک میں جرمنوں اور لیٹس نے ایک عام جارحانہ کاروائی شروع کی - جو قابل اطمینان طور پر جاری ہے - یہ افواج رنگا اور میٹاؤ پر پیش قدمی کر رہی ہیں *

ہوائی حملوں سے جرمنی کا نقصان

ایمسٹرڈم - برلن کا تار مظہر ہے کہ سرکاری طور پر تخمینہ کیا گیا ہے - کہ اتحادیوں کے ہوائی حملوں سے جرمنی کا ۲۳۵۱۱۱۱۱ مارکس کا نقصان ہوا - کوپن ہیگن - برلن کا ایک تار مظہر ہے کہ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ عارضی صلح ہونے تک جرمنی پر اتحادیوں کے ہوائی حملوں سے ۷۲۹ - اشخاص ہلاک اور ۱۷۵۴ مجروح ہوئے تھے *

بمبئی میں رولٹ بلز کا اثر

گذشتہ تین چار روز سے بمبئی میں ایک عام افواہ تھی - کہ رولٹ بلز کے پاس ہو جانے سے حصص جات کی منڈی میں بے چینی پیدا ہو جائیگی - اور کئی دلال فی الحقیقت اپنے موکلوں کو مشورہ دے رہے تھے کہ چونکہ بلوں کے قانون کی شکل میں پاس ہو جانے پر منڈی نرخ کے گر جانے کی امید ہے - اس لئے وہ حصص سادی فروخت کریں - پرانا بازار حصص جات حسب معمول کاروبار کے لئے کھولا گیا لیکن چند دلالوں نے کام کرنے سے انکار کر دیا - اور کہا کہ اول رولٹ بلز کے پاس کئے جانے کے خلاف پروٹسٹ کے طور پر بازار بند کیا جائے - چند دلالوں نے پروٹسٹ کیا - لیکن ان کی کسی نے نہیں سُنی اور منڈی بند کی گئی - اور اس تحریک کے ساتھ ہمدردی کے باعث نئی منڈی بھی بند کی گئی - شہر کے مختلف حصوں میں دیواروں پر کئی نوٹس چسپاں کئے گئے - جو ہجدی انگریزی اور گجراتی میں تھے - ان میں سے ایک نوٹس میں لوگوں سے اپیل کی گئی تھی - کہ وہ ٹیکس ادا نہ کریں - اس نوٹس کا عنوان "رولٹ بلوں کے خلاف جد و جہد ہے" اور لکھا ہے کہ یاد رکھو اگر ایک ہزار آدمی امسال اپنے ٹیکس ادا نہ کرے تو یہ کوئی سخت یا خونی کارروائی نہ ہوگی -

ایک اخبار سے طلبی ضمانت

صاحب ڈپٹی کمشنر ان محکوم نے پڑلیا کے ایک بنگالی اخبار "دراج تلکی" کے مالک کے خلاف نوٹس جاری کیا ہے کہ وہ وجہ بتائے کہ اس سے پریس ایکٹ کے ماتحت ایک ہزار کی ضمانت کیوں نہ لی جائے - کیونکہ اس نے سرکاری ملازمان کے خلاف بدظنی سے اور بے بنیاد الزامات لگائے ہیں -

بمبئی میں خاموش مقابلہ کی تحریک

مسٹر گاندھی کے خاموش مقابلہ کے عہد پر ۹۲۷ - اشخاص دستخط کر چکے ہیں جن میں سے ۴۴۳ بمبئی کے اور ۴۸۹ مفصلات کے ہیں ان کے علاوہ کراچی سے بھی ۱۱۱ - اشخاص اس عہد پر دستخط کر چکے ہیں -

بنگال اور خاموش مقابلہ

۱۶ - مارچ کو کلکتہ میں زیر اہتمام بنگال پراونشل کانفرنس کمیٹی ایک کانفرنس منعقد کی گئی - ایک ریزولیوشن پاس کیا گیا جس میں خاموش مقابلہ کے اصول کو تسلیم کیا گیا ہے - تاکہ رولٹ بلز کے خلاف لگاتار اور زبردست پروٹسٹ کیا جائے - اور تمام ملک سے اپیل کی گئی کہ وہ بھی ایسا ہی کرے - اس اصول پر عملدرآمد کرنے کی عملی کارروائیاں تجویز کرنے کیلئے مندرجہ ذیل اصحاب کی ایک کمیٹی مقرر کی گئی - مسٹر بی چکرورتی - مسٹر ای آر داس فضل الحق - ایچ - این - دت - اور آئی - بی - سین *

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲ ضابطہ دیوانی

باجلاس جناب شیخ محمد عبدالرحمان خان صاحب منصف درجہ دوئم - لیہ

نمبر مقدمہ ۱۲۰

چیلارام ولد سنگھو رام ڈوڑہ سکنہ پیو والہ مدعی بنام جناب علینشاہ ولد لورشاہ ذات سید سکنہ شاہ پور - مدعا علیہ

دعوے مالی

مقدمہ صدر عدالت کو یقین دلایا گیا ہے کہ مدعا علیہ پر تعمیل سمن نہیں ہوتی اور وہ عمداً روپوش رہتا ہے اور تعمیل سمن سے گریز کرتا ہے - لہٰذا بذریعہ اشتہار مشتہر کرایا جاتا ہے کہ اگر مدعا علیہ مذکور تاریخ ۳ - اپریل ۱۹۱۹ء کو حاضر عدالت ہو کر جوابدہی و پیروی مقدمہ نہ کرے گا - تو اس کے برخلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جاویگی - ۱۴ - مارچ ۱۹۱۹ء

آج بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے جاری کیا گیا ہے -

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲ ضابطہ دیوانی

اجلاس جناب شیخ محمد عبدالرحمن خان صاحب منصف درجہ دوئم مقام لیہ

نمبر مقدمہ ۳۰۲

تلو رام ولد جبار رام گابہ سکنہ رمھانہ - مدعی بنام حبیب ولد غلام قوم سیلو سکنہ ... تحصیل لیہ - مدعا علیہ

دعوے

مقدمہ صدر عدالت کو یقین دلایا گیا ہے کہ مدعا علیہ پر تعمیل سمن نہیں ہوتی اور وہ عمداً روپوش ہوتا ہے اور تعمیل سے گریز کرتا ہے اس لئے اشتہار شائع کیا جاتا ہے - اگر مدعا علیہ مذکور ۸ - اپریل ۱۹۱۹ء کو حاضر عدالت ہو کر پیروی و جوابدہی مقدمہ نہ کریگا تو اس کے برخلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جاویگی

آج بتاریخ ۱۸ - مارچ ۱۹۱۹ء کو بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے جاری کیا گیا -

دستخط حاکم بحروف انگریزی

تصنیفات حضرت مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ

احمدیہ موومنٹ انگریزی اس میں حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب نے سلسلہ احمدیہ کے متعلق تمام حالات کو بیان کیا بانی سلسلہ کی زندگی کے مختصر حالات اور مسائل قومی عقائد اور آجکل جو اختلاف سلسلہ ہوا ہے اسپر بھی روشنی ڈالی گئی ہے غرض انگریزی دان حضرات کیلئے یہ سلسلہ نہایت مفید ہے قیمت ...

حقیقۃ المسیح از روئے قرآن و بائیبل ایک عیسائی کے سوالات کا جواب مصنفہ حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی امیر جماعت احمدیہ - قیمت ۲ /

مرآۃ الحقیقہ مصنفہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ یہ ۹۲ صفحات کی کتاب جواب ہے اس چٹھی کا جو چھپے دونوں میاں محمود احمد صاحب نے "حقیقۃ الامر" کے نام سے لکھی تھی اس کتاب میں محمودی مغالطہ اندازیوں اور عقائد کی ہو بہو تصویر کھینچی گئی ہے اور انکی حقیقت پر خوب روشنی ڈالی گئی ہے قیمت صرف ۴ / ہے - احباب کرام کو چاہئے کہ جہانتک زیادہ تعداد میں منگوا کر محمودیوں میں تقسیم کریں - اور اس سے فائدہ اٹھا دیں *

مسیح موعود یہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کی تازہ تصنیف ہے جس میں مسیح ابن مریم کے دوبارہ نزول کی حقیقت کو قرآن و حدیث سے واضح کیا گیا ہے اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعاوی مسیحیت و مجددیت اور آپ کی پیشگوئیوں پر قرآن و حدیث سے روشنی ڈالی گئی ہے سلسلہ احمدیہ کے متعلق تحقیقات کرنیوالوں کو اس کتاب کا مطالعہ از بس ضروری ہے - قیمت ...

عسل مصفّٰی جو صاحب مہدی و مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق تحقیقی حالات معلوم کرنے کے لئے انکو عسل مصفّٰی سے بہتر کوئی کتاب نہیں مل سکتی ہر مسلمان کو لازم ہے کہ اسکا مطالعہ کرے بڑے بڑے علماء نے اسی پر تقریظیں لکھی ہیں اور اسکو بہت ہی پسند کیا ہے کیونکہ ہر مسئلہ کی سند قرآن و احادیث اور آئمہ کرام کی کتابوں سے لی ہے اور کوئی امر ایسا نہیں جسپر کافی تسلی بخش بحث نہ ہو آجتک ایسی جامع کتاب دیکھنے میں نہیں آئی اور نہ اس طرز کی لکھی گئی ہے کہ اس سے مبتدی بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور منتہی بھی قیمت ہر دو حصہ ... للعہ

پتہ :- دفتر بک ڈپو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ولقد ذرانا لجہنم کثیراً من الجن والانس کی تفسیر

انسان اگر اللہ تعالےٰ کیلئے زندگی وقف نہیں کرتا. تو وہ یاد رکھے کہ ایسے لوگوں کیلئے اللہ تعالےٰ نے جہنم کو پیدا کیا ہے۔ اس آیت سے یہ صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جیسا کہ بعض خام خیال کوتاہ فہم لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ ہر ایک آدمی کو جہنم میں ضرور جانا ہوگا۔ یہ غلط ہے۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ تھوڑے ہیں جو جہنم کی سزا سے بالکل محفوظ ہیں۔ اور یہ تعجب کی بات نہیں۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے:۔

قلیل من عبادی الشکور

جہنم کیا ہے؟

اب سمجھنا چاہیئے کہ جہنم کیا چیز ہے؟ ایک جہنم تو وہ ہے جس کا مرنے کے بعد اللہ تعالےٰ نے وعدہ دیا ہے۔ اور دوسرے یہ زندگی بھی اگر خدا تعالےٰ کے لئے نہ ہو تو جہنم ہی ہے۔ اللہ تعالےٰ ایسے انسان کا تکلیف سے بچانے اور آرام دینے کے لئے متولی نہیں ہوتا۔ یہ خیال مت کرو کہ کوئی ظاہری دولت یا حکومت یا مال وعزت اولاد کی کثرت کسی شخص کیلئے کوئی راحت یا اطمینان اور سکینت کا موجب ہو جاتی ہے۔ اور وہ دم نقد بہشت میں ہوتا ہے ہرگز نہیں۔ وہ اطمینان اور وہ تسلی اور وہ تسکین جو بہشت کے انعامات میں سے ہے۔ ان باتوں سے نہیں ملتی۔ وہ خدا ہی میں زندہ رہنے اور مرنے سے مل سکتی ہے جس کے لئے انبیاء علیہم السلام خصوصاً ابراہیم اور یعقوب علیہما السلام کی بھی یہی وصیت تھی۔ کہ لاتموتن الا وانتم مسلمون

جہنم اور لذات دنیوی

لذات دنیا تو ایک قسم کی ناپاک حرص پیدا کر کے طلب اور پیاس کو بڑھا دیتی ہیں۔ استسقا کے مریض کی طرح پیاس نہیں بجھتی۔ یہاں تک وہ ہلاک ہو جاتے ہیں۔ پس یہ بیجا آرزوؤں اور حسرتوں کی آگ بھی منجملہ اسی جہنم کی آگ کے ہے۔ جو انسان کے دلوں کو راحت اور قرار نہیں لینے دیتی بلکہ اس کو ایک تذبذب اور اضطراب میں غلطاں پیچاں رکھتا ہے۔ اس لئے میرے دوستوں کی نظر سے یہ امر ہرگز پوشیدہ نہ رہے۔ کہ انسان مال و دولت یا زن و فرزند کی محبت کے جوش اور نشہ میں ایسا دیوانہ اور از خود رفتہ نہ ہو جائے کہ اس میں اور خدا تعالےٰ میں ایک حجاب پیدا ہو جائے۔ مال اور اولاد اسی لئے تو فتنہ کہلاتی ہے۔ ان سے بھی انسان کے لئے ایک دوزخ طیار ہوتا ہے۔ اور جب وہ ان سے الگ کیا جاتا ہے۔ تو سخت بے چینی اور گھبراہٹ ظاہر کرتا ہے۔ اور اس طرح پر یہ بات نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ منقولی رنگ میں نہیں رہتی بلکہ معقولی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ پس یہ آگ جو انسانی دل کو جلا کر کباب کر دیتی اور ایک جلے ہوئے کوئلہ سے بھی سیاہ اور تاریک بنا دیتی ہے۔ یہ وہی غیر اللہ کی محبت ہے۔

غیر اللہ کی محبت جہنم ہے

دو چیزوں کے باہم تعلق اور رگڑ سے ایک حرارت پیدا ہوتی ہے اسی طرح پر انسان کی محبت اور دنیا اور دنیا کی چیزوں کی محبت کی رگڑ سے الٰہی محبت جل جاتی ہے۔ اور دل تاریک ہو کر خدا سے دور ہو جاتا اور ہر قسم کی بے قراری کا شکار ہو جاتا ہے۔ لیکن جبکہ دنیا کی چیزوں سے جو تعلق ہو وہ خدا میں ہو کر ایک تعلق ہو اور انکی محبت خدا کی محبت میں ہو کر اس وقت باہمی رگڑ سے غیر اللہ کی محبت جل جاتی ہے۔ اور اس کی جگہ ایک روشنی اور نور بھر دیا جاتا ہے پھر خدا کی رضا اس کی رضا اور اس کی رضا خدا کا منشا ہو جاتا ہے۔ اس حالت پر پہنچکر خدا کی محبت اس کے لئے بمنزلہ جان ہوتی ہے۔ اور جس طرح زندگی کے واسطے لوازم زندگی ہیں۔ اس کی زندگی کے واسطے خدا اور صرف خدا ہی کی ضرورت ہوتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ اس کی خوشی اور راحت خدا ہی میں ہوتی ہے پھر دنیاداروں کے نزدیک اگر اسے کوئی رنج اور کرب پہنچے تو پہنچے لیکن اصل یہی بات ہے کہ اس ہم و غم میں بھی وہ اطمینان اور سکینت سے الٰہی لذت لیتا ہے۔ جو کسی دنیادار کی نظر کے بڑے سے بڑے فارغ البال کو بھی نصیب نہیں۔

برخلاف اس کے جو کچھ حالت انسان کی ہے۔ وہ جہنم ہے۔ گویا خدا تعالےٰ کے سوا زندگی بسر کرنا یہ بھی جہنم ہے۔

امراض جہنم کا نمونہ ہیں

پھر حدیث شریف سے یہ بھی پتہ لگتا ہے۔ کہ تپ بھی حرارت جہنم ہی ہے امراض اور مصائب جو مختلف قسم کے انسان کو لاحق حال ہوتے ہیں۔ یہ بھی جہنم ہی کا نمونہ ہیں۔ اور یہ اس لئے کہ تا دوسرے عالم پر گواہ ہوں۔ اور جزا و سزا کے مسئلہ کی حقیقت پر دلیل ہوں اور کفارہ کے لغو مسئلہ کی تردید کریں۔ مثلاً جذام ہی کو دیکھو کہ اعضا گر گئے ہیں۔ اور رقیق مادہ اعضا سے جاری ہے۔ آواز بیٹھ گئی ہے ایک تو یہ بجائے خود جہنم ہے۔ پھر لوگ نفرت کرتے ہیں۔ اور چھوڑ جاتے ہیں۔ عزیز سے عزیز بیوی۔ فرزند۔ ماں باپ تک کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔ پتھریاں ہو جاتی ہیں۔ اندر پیٹ میں رسولیاں ہو جاتی ہیں۔ یہ ساری بلائیں اس لئے انسان پر آتی ہیں۔ کہ وہ خدا سے دور ہو کر زندگی بسر کرتا ہے۔ اور اس کے حضور شوخی اور گستاخی کرتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کی باتوں کی عزت اور پرواہ نہیں کرتا ہے اس وقت ایک جہنم پیدا ہو جاتا ہے۔

رجوع الی المقصد

اب میں پھر اصل مطلب کی طرف رجوع کر کے کہتا ہوں کہ خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے جہنم کے لئے اکثر انسانوں اور جنوں کو پیدا کیا ہے۔ اور پھر فرمایا کہ وہ جہنم انہوں نے خود ہی بنا لیا ہے۔ انکو جنت کی طرف بلایا جاتا ہے۔ پاک دل پاکیزگی سے باتیں سنتا ہے اور ناپاک خیال انسان اپنی کورانہ عقل پر عمل کر لیتا ہے۔ پس آخرت کا جہنم یہی ہوگا۔ اور دنیا کے جہنم سے بھی مخلصی اور رہائی نہ ہوگی کیونکہ دنیا کا جہنم تو اس جہنم کے لئے بطور دلیل اور ثبوت کے ہے۔ نااہل پلید لوگ سچی اور حق و حکمت کی بات سن ہی نہیں سکتے۔ اور جب کبھی کوئی معرفت اور حکمت کی بات ان کے سامنے پیش کیجائے تو وہ اس پر توجہ نہیں کرتے۔ بلکہ لاپروائی سے ٹال دیتے ہیں۔

خدا کے لئے حق کہنے والے تھوڑے ہیں

اس میں شک نہیں کہ وہ لوگ جو حق کہیں۔ وہ بھی تھوڑے ہیں محض اللہ تعالےٰ کے لئے کسی کو حق کہنے والے لوگوں کی تعداد بہت ہی کم ہے۔ گویا ہے ہی نہیں۔ علی العموم واعظ وعظ کہتے ہیں۔ لیکن ان کی اصل غرض اور مقصود صرف یہ ہوتا ہے کہ لوگوں سے کچھ وصول کریں۔ اور دنیا کما دیں۔ یہ غرض جب اس کی باتوں کے ساتھ ملتی ہے تو حقانیت اور للہیت کو اپنی تاریکی میں چھپا لیتی ہے۔ اور وہ لذت اور معرفت کی خوشبو جو کلام الٰہی کے سننے سے دل و دماغ میں پہنچتی اور روح کو معطر کر دیتی ہے۔ وہ خود غرضی اور دنیا پرستی کے تعفن میں دب کر رہ جاتی ہے۔ اور اسی مجلس وعظ میں اکثر لوگ کہہ اٹھتے ہیں میاں یہ ساری باتیں ٹکڑا کمانے کی ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ اکثر لوگوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ذریعہ معاش قرار دے لیا ہے۔ لیکن ہر ایک ایسا نہیں ہے۔

خدا کے لئے وعظ کہنے والے

ایسے پاک دل انسان بھی ہوتے ہیں جو صرف اس لئے خدا اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی باتیں لوگوں تک پہنچاتے ہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے وہ مامور ہیں۔ اور اس کو فرض سمجھ کر ادا وہ چاہتے ہیں کہ اس طرح پر اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کریں۔ وعظ کا منصب ایک اعلےٰ درجہ کا منصب ہے۔ اور وہ گویا شان نبوت اپنے اندر رکھتا ہے۔ بشرطیکہ خدا ترسی کو کام میں لایا جائے۔

واعظ کی اصلاح کا موقعہ

وعظ کہنے والا اپنے اندر خاص قسم کی اصلاح کا موقعہ پالیتا ہے۔ کیونکہ لوگوں کے سامنے یہ ضروری ہوتا ہے کہ کم از کم اپنے عمل سے بھی ان باتوں کو کر کے دکھائے جو وہ کہتا ہے

انظر الی ما قال

بہرحال اگر ایک آدمی اپنی ہی غرض و منشا کے لئے کوئی بھلی بات کہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس سے اسلئے اعراض کیا جائے کہ وہ اپنے کسی ذاتی غرض کی بنا پر کہہ رہا ہے وہ بات جو کہتا ہے وہ تو بجائے خود ایک عمدہ بات ہے نیک دل انسان کو لازم ہے کہ وہ اس بات پر غور کرے جو وہ کہہ رہا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ اپنی اغراض و مقاصد پر بحث کرتا رہے جنکو ملحوظ رکھ کر واعظ کہہ رہا ہے سعدی نے کیا خوب کہا ہے

مرد باید کہ گیرد اندر گوش ٭ گر نوشت است پند بر دیوار

یہ بالکل سچی بات ہے کہ قول کی طرف دیکھو قائل کیطرف مت خیال کرو سرمدی انسان سچائی کے لینے سے محروم رہ سکتا ہے اور اندر ہی اندر ایک عجب و کبر کا بیج پرورش پا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ اگر صرف سچائی اور صداقت کا طالب ہے تو پھر دوسروں کی عیب شماری سے اسکو کیا غرض جو واعظ سے کوئی ایک بات نکال لے مگر تمکو اس سے کیا غرض تمہارا مقصود اگر قبولیت حق ہے

لصدر انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور کیلئے منشی دوست محمد پبلشر نے بمطبع ... ماسٹر چندا محمد پرنٹر کے اہتمام سے چھپوا کر دفتر ... سے شائع کیا

مراسلات

ظلی نبوت

ایک خط کا جواب

مکرم میر مدثر شاہ صاحب نے حضرت امیر ایدہ اللہ کے حکم سے ایک خط کا جواب لکھا ہے۔ جو برائے افادہ ناظرین کرام درج ذیل ہے:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

لاہور احمدیہ بلڈنگس - ۲۲- مارچ ۱۹۱۹ء

اخی المکرم سلمہ ربہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط جس میں چند امورات درج تھے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کی خدمت میں پہنچا حضور نے اُسیوقت جواب لکھنے کا حکم دیا۔ مگر چونکہ چند رسائل چھپ رہے تھے جن میں ظلی نبوت اور دیگر عقائد متنازعہ فیہا کے متعلق بحث تھی۔ اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ جواب کے ساتھ اُن رسائل کو بھی ارسال خدمت کیا جاوے۔ چنانچہ وہ رسائل بھی ارسال ہیں۔ آپ کا سوال یہ ہے:-

(۱) اگر ظلی نبوت بھی نبوت کی اقسام میں سے کوئی قسم ہے تو اسکے لئے مامور ہونا ضروری ہے۔ یا نہیں۔

جواب - ظلی نبوت نبوت کی قسم نہیں۔ اگر ظلی نبوت نبوت کی قسم ہو۔ تو پھر ظلی الوہیت الوہیت کی قسم ہونی چاہئیے۔ ظلی الوہیت کی نسبت تحفہ گولڑویہ کے شروع میں ایک فارسی نظم ہے جس کا ایک شعر نقل کیا جاتا ہے ؎

صفات او ہمہ ظل صفات حق باشد
ہم استقامت او ہمچو انبیا باشد

یعنی اولیاء کے اندر تمام صفات الٰہی ظلی طور پر آجاتی ہیں۔ مگر بایں کسی ولی کی ولایت کو الوہیت کی قسم نہیں کہہ سکتے۔ اسیطرح بادشاہ کو ظل اللہ کہا گیا ہے۔ مگر بادشاہ کی نسبت نہیں کہہ سکتے۔ کہ وہ خدا کی قسم میں سے ہے۔ ایک جگہ پر حضرت صاحب ظلی الوہیت کی نسبت تحریر فرماتے ہیں۔ "مگر تاہم وہ لوگ جو اپنی نفسانی حیات سے مرکر خدا تعالےٰ کی ذات کا مظہر اتم ہو جاتے ہیں اور ظلی طور پر خدا تعالےٰ اُن کے اندر داخل ہو جاتا ہے۔ ان کی حالت سب سے الگ ہے" (حقیقۃ الوحی ص۲۲)

"پس روحانی طور پر انسان کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی کمال نہیں۔ کہ وہ اس قدر صفائی حاصل کرے کہ خدا تعالیٰ کی تصویر اُس میں کھینچ جائے" (حقیقۃ الوحی ص۲۵)

پس ظلی الوہیت الوہیت کی قسم نہیں ہے۔ اسی طرح ظلی نبوت نبوت کی قسم نہیں ہے۔ آپ مہربانی کرکے حقیقۃ الوحی کے صفحات ۲۳ تا ۲۵ و ۳۲ کو ملاحظہ فرماویں۔

ظلی نبوت کے معنے کو سمجھنے کے لئے آپ عبارت ذیل کو غور سے پڑھیں:-

"مگر ظلی نبوت جس کے معنے ہیں کہ محض فیض محمدی سے وحی پانا۔ وہ قیامت تک باقی رہے گی۔ تا انسانوں کی تکمیل کا دروازہ بند نہ ہو۔ اور تا یہ نشان دُنیا سے مٹ نہ جائے کہ آنحضرت صلعم کی ہمت نے قیامت تک یہی چاہا ہے کہ مکالمات اور مخاطبات الٰہیہ کے دروازے کھلے رہیں اور معرفت الٰہیہ جو مدار نجات ہے مفقود نہ ہو جائے" (حقیقۃ الوحی ص۲۸)

عبارت بالا سے ثابت ہے۔ کہ ظلی نبوت کے معنے فیض محمدی سے وحی پانا ہے۔ یا مکالمات و مخاطبات الٰہیہ سے مشرف ہونا ہے۔ پس مکالمہ و مخاطبہ کا پانا یا وحی کا پانا نبوت کی جزو تو ہے۔ مگر نبوت کی قسم نہیں ہے۔ "مبشرات اور منذرات نبوت تامہ کی جزو ہے" (توضیح المرام ص[illegible])

حضرت صاحب نے ظلی نبوت کو عام قرار دیا ہے۔

"پس اگر ہماری فطرت میں وہ قوتیں نہ دی جاتیں جو آنحضرت صلعم کے تمام کمالات کو ظلی طور پر حاصل کرسکیں تو یہ حکم ہمیں ہرگز نہ ہوتا۔ کہ اس بزرگ نبی کی پیروی کرو" (حقیقۃ الوحی ص۱۵)

اس حوالہ سے ثابت ہوا۔ کہ ہر کامل پیرو ظلی نبوت اپنے اندر رکھتا ہے۔ گویا ظلی نبوت عام ہے۔ اور یہ ضروری نہیں کہ جو ظلی نبوت رکھتا ہو۔ اس کو مامور بھی کہا جاوے۔ لیکن یہ ضروری ہے۔ کہ ہر مامور ظلی نبوت اپنے اندر رکھتا ہے جیسے کہ ہر مجدد انسان ہے مگر ہر انسان مجدد نہیں۔ نبوت کی صرف ایک ہی قسم ہے۔ اور وہ یہ کہ وہ خدا تعالےٰ سے براہ راست فیضان اور تعلیم حاصل کرتا ہے۔ "نبوت ایک فطرتی وہبی امر ہے کسبی نہیں۔ براہ راست نبی ہونا اور مستقل نبی ہونا ایک ہی بات ہے۔ ظلی نبی محدث ہوتا ہے" (نشان آسمانی ص۲۸) "ظلی نبی ولی ہوتا ہے" (کرامات الصادقین ص۵۵)

سوال ۲- محدث کے لئے مامور ہونا ضروری ہے یا نہیں۔ آیا ہر ایک محدث مامور ہوتا ہے۔ یا بعض مامور ہوتے ہیں اور بعض مامور نہیں ہوتے۔

جواب - ہر محدث کے لئے مامور ہونا ضروری نہیں لیکن مامور جو امت میں ہیں اُن کے لئے محدث ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ جس کے ساتھ مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ ہو۔ وہ اصطلاح اسلام کی رُو سے محدث کہلاتا ہے۔ حضرت صاحب لکھتے ہیں

"جس حالت میں ابتداء سے میری نیت میں جس کو اللہ تعالےٰ جلشانہ خوب جانتا ہے اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں ہے بلکہ صرف محدث مراد ہے جس کے معنے آنحضرت صلعم نے مکلم کئے ہیں۔ یعنی محدثوں کی نسبت فرمایا ہے۔ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد کان فیمن قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یک فی امتی احد فعمر۔ (صحیح بخاری جلد اول ص۵۲۱ پارہ ۱۴- باب مناقب عمرؓ)" (مجموعہ اشتہارات حصہ اول ص۹۷)

حوالہ بالا سے محدث کی حقیقت پر روشنی پڑتی ہے۔ یعنی جو ہمکلامی کا شرف رکھتا ہو وہ محدث کہلاتا ہے اور محدث مامور بھی ہوتا ہے۔ اور غیر مامور بھی۔ مثلاً حضرت عمرؓ کہ مامور نہیں۔ اور حضرت صاحب کہ مامور ہیں۔ جیسا کہ حضرت صاحب لکھتے ہیں

اما الجواب "نبوت کا نہیں۔ بلکہ محدثیت کا دعوےٰ ہے جو خدا تعالےٰ کے حکم سے کیا گیا ہے۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ محدثیت بھی ایک شعبہ قویہ نبوت کا اپنے اندر رکھتا ہے...... پس اگر مجازی نبوت قرار دیا جاوے۔ یا ایک شعبہ قویہ نبوت کا ٹھہرایا جاوے تو کیا اس سے نبوت کا دعوےٰ لازم آگیا" (ازالہ اوہام ص[illegible] و ص[illegible]) چنانچہ اس کے مطابق آنیوالا مسیح محدث ہونے کی وجہ سے مجازاً نبی بھی ہے" (ازالہ اوہام ص[illegible])

"غرض محدث کو مجازی طور سے نبی کہہ سکتے ہیں نہ حقیقی طور سے۔ حقیقۃ الوحی میں بھی حضرت نے مجازی نبوت کا دعوےٰ کیا ہے۔ اور حقیقی نبوت سے انکار کیا ہے۔ (حقیقۃ الوحی ص۲۳)۔ ظلیت کو سمجھنے کے لئے حوالہ ذیل بھی غور طلب ہے:-

"یہ نقطہ محمدیہ ظلی طور پر مستجمع جمیع مراتب الوہیت ہے" (سرمہ چشم آریہ ص[illegible] و ص[illegible] حاشیہ)

لیکن کیا آنحضرت صلعم کو نعوذ باللہ خدا کہہ سکتے ہیں۔ اسی طرح ظلی نبی کو فی الواقعہ اور در اصل نبی نہیں کہہ سکتے۔ چنانچہ حضرت صاحب نے خود بھی اپنی کتابوں میں حقیقی اور اصلی نبی ہونے سے انکار کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:-

"میری نبوت آنحضرت صلعم کی ظل ہے نہ کہ اصلی نبوت" (حقیقۃ الوحی ص۱۵۰ حاشیہ)

بلاشک ظلی نبی نبوت کے رنگ سے رنگین ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:-

"خدا تعالےٰ کی کتابیں اور خدا تعالےٰ کے نبی اس غرض سے اور مدعا سے آیا کرتے ہیں۔ کہ تا وہ لوگوں کی آنکھوں کے سامنے نمونہ کی طرح ہو کر اُن کو یہ تحریک و ترغیب دیں کہ جو شخص اُن کے نقش قدم پر چلے اور ان کے طریق میں محو ہو جاوے وہ آخر انہیں کا روپ ہو جائیگا اور انہیں کے رنگ میں آجائیگا" (سرمہ چشم آریہ ص[illegible])

میرے خیال میں پرانی کتاب یا نئی کتاب کی بحث اٹھانا معقول نہیں۔ لیکن بایں ایک آخری کتاب سے حوالہ نقل کیا جاتا ہے:-

"کسی شخص کو آنجناب کی پیروی اور اطاعت کی وجہ سے وہ مرتبہ کثرت مکالمات اور مخاطبات الٰہیہ بخشے کہ جو اس کے وجود میں عکسی طور پر نبوت کا رنگ پیدا کرے...... اور ظلی طور پر نہ اصلی طور پر مجھے یہ نام دیا گیا" (حاشیہ چشمہ معرفت ص[illegible])

[illegible] امت و امثال را رنگ انبیاء داده می شوند و در حقیقت ایشان انبیاء نیستند زیرا کہ قرآن حاجت شریعت را بکمال رسانیدہ [illegible] (مواہب الرحمن ص[illegible])

الغرض نبی ہونا اور بات ہے اور نبوت کے رنگ سے رنگین ہونا اور بات ہے۔ رسالہ پیغام صلح مئی ۱۹۰۸ء ص۵ پر حضرت اقدس علیہ السلام نے سری کرشن جی کو اوتار یعنی اپنے وقت کا نبی مانا ہے۔ اور اسی رسالہ کے ص[illegible] پر گرو نانک صاحب کو بھی اوتار مانا ہے۔ اور صاف الفاظ میں یہ تحریر فرمایا ہے:-

"اور بلاشبہ یہ بات ثابت ہے کہ اُن سے کرامات اور نشانات بھی صادر ہوئے ہیں۔ اور اس بات میں کوئی شک نہیں ہو سکتا کہ باوا نانک ایک نیک اور برگزیدہ انسان تھا۔ اور ان لوگوں میں سے تھا۔ جنکو خدائے عزوجل اپنی محبت کا شربت پلاتا ہے" (رسالہ پیغام صلح ص۵)

اس رسالہ میں باوا نانک صاحب کے ساتھ مکالمات اور مخاطبات الٰہیہ کا ہونا حضرت صاحب نے کھلے الفاظ میں مانا ہے۔ اسی قسم کے لوگوں کی شان میں حضرت صاحب لکھتے ہیں:-

"اور ایک لذیذ محبت الٰہی جو لذت وصال سے پرورش یافتہ ہے۔ ان کے دلوں میں رکھی جاتی ہے۔ اگر اُن کے وجود کو ہاون مصائب میں پیسا جائے اور سخت شکنجوں میں دیکر نچوڑا جائے تو اُن کا عرق بجز حب الٰہی کے اور کچھ نہیں" (سرمہ چشم آریہ ص[illegible])

تقریر حجۃ اللہ ۱۹۰۸ء کے صفحات ۳ و ۴ کو مہربانی کرکے ملاحظہ فرماویں۔ جن میں تسلیم کیا گیا ہے کہ اسلام میں ہمیشہ ایسے لوگوں کا وجود رہا ہے۔ جن سے مکالمہ مخاطبہ ہوتا رہا اور اُن کو بدست پیشگوئیاں اور نشانات جو غیب پر مشتمل تھے دیئے گئے اور پھر آیت قرآنی یاحسرۃ علی العباد ما یاتیھم من رسول کو لکھکر حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو بطور مثال پیش فرمایا ہے۔ حضرت صاحب نے ہمیشہ شروع سے لیکر اخیر تک اپنی نبوت کو مبشرات والی نبوت مانا ہے چنانچہ آپ لکھتے ہیں:-

"ہم سب اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ شریعت قرآن شریف پر ختم ہو گئی ہے۔ صرف مبشرات یعنی پیشگوئیاں باقی ہیں" (چشمہ معرفت ص۱۸۰ و ص۱۸۱)

اور مبشرات والی نبوت کو جزئی نبوت قرار دیا ہے (توضیح المرام ص[illegible]) اور جزوی نبوت کو محدثیت کے اسم سے موسوم کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود کی زندگی میں اسی معنی سے یہ لفظ استعمال کیا جاتا تھا۔ چنانچہ مولوی عمر الدین صاحب شملوی کی کتاب "ختم نبوت کی حقیقت" (ص۲۱ سنہ ۱۹۱۲ء) ملاحظہ ہو۔

"اور محدث کو جب نبی کہیں گے۔ تو بلحاظ کمالات کے ہی کہینگے۔ اور حضرت میرزا صاحب نے بھی انہی معنوں میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے"

افسوس کہ حضرت اقدس علیہ السلام کی وفات کے بعد کہا جاتا ہے کہ حضرت صاحب کا عقیدہ نبوت تبدیل ہو گیا تھا۔ پہلے کچھ عقیدہ تھا۔ اور بعد کچھ۔ تبدیلی عقیدہ کا علم ہمیں حضرت صاحب کی زندگی میں نہیں ہوا۔ ہاں وفات کے بعد ہوا۔ جیسا مسیح کے مخالفوں نے بھی تو جب مخالف پر الزام لگایا تھا کہ یہ خدائی کا دعوےٰ کرتا ہے تو اُن کی تائید میں حضرت مسیح کے پیروؤں کے حصہ کثیر نے سمجھ لیا کہ واقعی حضرت مسیح خدائی کا مدعی تھا۔ اسی طرح مسیح موعود کے مخالفوں نے آپ پر بھی الزام لگایا تھا۔ کہ تو نبوت کا مدعی ہے۔ مگر آج حضرت مسیح موعود کے کثیر مریدوں نے کہدیا کہ واقعی آپ نبی ہی تھے۔

والسلام۔

خاکسار۔ میر مدثر شاہ بحکم حضرت امیر صاحب جماعت احمدیہ۔

میلہ چراغاں

میلہ چراغاں بھی ایک زمانہ سلف کی یادگار ہے الغرض چونکہ یہ قاعدہ ہے کہ یادگار کو ہمیشہ نظر شفقت سے محفوظ رکھا جاتا ہے اس لئے [illegible] اس کا خوب ہی حق ادا کرتے ہیں یعنی شاہان مغلیہ کی [illegible] میں بادشاہ [illegible] کا [illegible] شیخ اور [illegible] جس طرح کبھی اُن کا [illegible] [illegible]

اوراق کوردی میں دے آتے ہیں۔

اس لئے ہم معاصر "وکیل" کے ہم آواز ہیں۔ اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے اس ریزولیوشن کے موید کہ

۱۔ مسلمان خود باغیرت بنیں اور ایسے معاملات میں سخت احتیاط سے کام لیکر قرآن مجید کی واجبی عزت و حرمت کو مدنظر رکھیں۔

۲۔ غیر مسلم مطابع سے قرآن مجید چھپوانا بند کردیں۔

۳۔ ایسے مسلمان مطابع سے قرآن مجید چھپوائیں۔ جو اس کی عزت و حرمت کو پورے طور پر ملحوظ رکھتے ہوں۔

۴۔ عام مسلمان ان دوکانداروں سے قرآن خریدیں۔ جو اپنے ذاتی مفاد کے لئے قرآن کی عزت و تقدیس کو ذرا بھی صدمہ پہنچنے نہ دیں۔

فیھما اثم کبیر و منافع للناس

قرآن مجید کی بلاغت بیان اور وسعت نظر ہر زمانہ میں ایک اعجاز کا حکم رکھتی ہے۔ شراب کا ذکر کرتے ہوئے باوجود اس سے روکنے کے باوجود اس بات کے کہ دنیا اس کی مضرت سے ہلاک اور تباہ ہوتی ہے پھر بھی جہاں اس کے نقصان عظیم سے اثم کبیر کے الفاظ میں اطلاع دی۔ وہیں اس کا یہ اعتراف کیا۔ کہ و منافع للناس ان کچھ تھوڑے سے منافع بھی اس میں لوگوں کے لئے ہیں۔ اس مختصر سے جملہ میں ممانعت بھی آگئی۔ کیونکہ کوئی عقلمند ایسی چیز کو اختیار نہیں کرسکتا جس میں نفع تھوڑا۔ اور نقصان بہت ہو۔ اور ساتھ ہی بقول شاعر کہ

عیب مے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو۔

اصل بات بھی ظاہر کردی کہ اس میں نرے نقصان ہی نہیں۔ کچھ فائدے بھی ہیں۔ اس زیادتی نقصان اور قلت فوائد کا حال اگر دیکھنا ہو۔ تو جمہوریہ امریکہ کے ان حالات کو پڑھو۔ جو امتناع شراب کے اس قانون سے جس کا ذکر قبل ازیں ہوچکا ہے۔ حال ہی میں پیدا ہوئے ہیں۔

یہ ایک مسلمہ بات ہے۔ کہ شراب انسان کو کام کے لئے کسی قدر چست بنا دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فوجوں میں بھی عام طور پر شراب کا استعمال ضروری سمجھا جاتا ہے۔ یہ تو وہ عارضی اور [illegible] فائدہ ہے۔ جس کی طرف قرآن کریم نے اشارہ کیا۔ اب اس کے اثم کبیر کو بھی ملاحظہ کیجئے۔

امریکہ کے کارخانہ دار اور مزدور ہی ہیں۔ لوگوں نے اسی عارضی فائدہ سے متمتع ہونے کے لئے اپنے آپ کو شراب کا یہاں تک عادی بنا لیا ہے کہ اب امتناع شراب کے قانون سے وہاں خطرہ پیدا ہوگیا ہے کہ "شراب بند۔ کام بند" کہا جاتا ہے۔ کہ وہاں کے کارکن چنانچہ مزدور ہوں۔ کام نہیں کرسکتے۔ اور اب قطعی انسداد شراب کے قانون کا یہ اثر ہوگا۔ کہ کارخانے از خود بند ہوجائیں گے۔

حزب العمال یعنی امریکہ کی مزدور پیشہ جماعت عام طور پر اس سے خلاف ہے۔ اور اس کے سکرٹری نے ہی لنے یہ کہا ہے۔ کہ جب یکم جولائی کو شراب کی فروخت بند ہوگی۔ تو کارخانے بھی از خود بند ہوجائیں گے۔ اس کا فرجب دریافت کیا گیا کہ کیا ہوگا۔ تو اس نے کہا کہ امتناع شراب کے قانون کو منسوخ کرالیں گے۔

یہ ہے وہ اثم کبیر جس کی فرقان حمید نے تیرہ صد سال پہلے خبر دی۔ شراب کی وجہ سے جانیں ضائع ہوتی ہیں۔ صحت بگڑ جاتی ہے۔ جسم کی حالت ناگفتہ بہ ہوجاتی ہے۔ اس کی وجہ سے قوم و ملک کو عظیم الشان نقصان پہنچتے ہیں۔ ان نقصانات سے بچنے کیلئے امریکہ والے ملک کی کثیر آمدنی کو قربان کرتے اور شراب کو ترک کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن ترک نہیں ہوتی۔ ایک عارضی فائدہ نے کس قدر نقصان عظیم پیدا کیا۔ اور ایک قلیل نفع نے کس قدر خسران کا منہ دکھایا۔ اور ابھی آئندہ دکھائے گا۔ کیا ہندوستان اس عبرت بخش حالت سے سبق حاصل نہ کرے گا۔ اور بہتر اس کے اثم کبیر کی ایسی درد انگیز حالت اس پر وارد ہو۔ شراب کا قطعی انسداد یہاں۔ ہوگا؟

ریاست بھاؤنگر کا اقدام عمل اس بارہ میں قابل تقلید ہے کیا یہ ضروری نہیں کہ مسلمان والیان ریاست بالخصوص نظام حیدرآباد اور علیاحضرت بیگم صاحبہ بھوپال بھی اس نیک نمونہ کی پیروی کریں۔ اور گورنمنٹ انگلشیہ کو بھی ایسے قانون کی نفاذ پر مجبور کریں۔

نماز کے بجائے ہنگامہ و پیکار

معاصر وکیل نامہ نگار راخوت کا یہ افسوسناک بیان نقل کرتا ہے کہ ملک گجرات کے قصبہ بورسد کی جامع مسجد میں نماز جمعہ کیلئے مسلمان جمع ہوئے۔ نمازیوں کے دو فریق تھے۔ دونو کے علیحدہ علیحدہ پیش امام تھے۔ اس لئے خطبہ کے وقت خطبہ پڑھنے کے لئے فریقین میں حجت و تکرار شروع ہوگئی۔ ایک فریق کہتا تھا کہ ہمارا خطیب خطبہ پڑھے۔ دوسرا کہتا تھا ہمارا امام پڑھے گا۔ نزاع بڑھتے بڑھتے یہانتک پہنچی کہ تلواریں چلنی شروع ہوگئیں۔ اور مسجد میں جائے نماز پر انسانوں کا خون بہنے لگا۔ نہ تو کسی نے نماز پڑھی۔ نہ کوئی خطبہ ہوا لڑائی ابھی جاری تھی کہ صاحب مجسٹریٹ مع پولیس آن پہنچے۔ اور فیر کا حکم دیا۔ مسلمان یہ دیکھ کر مسجد کے چاروں دروازوں سے بھاگ نکلے اور مسجد میں صرف مجروح مسلمان پڑے تڑپتے رہے۔ صاحب مجسٹریٹ نے زخمیوں کو ہسپتال میں پہنچایا۔ اور مسجد کو مقفل کردیا۔ اب ایک مہینہ سے مسجد مقفل ہے۔ اور نماز بھی بند ہے۔ مسلمان کنجی لینے کچہری گئے۔ صاحب مجسٹریٹ نے ایک سال کے لئے ضمانت طلب کی۔ نہ کوئی ضمانت دیتا ہے۔ نہ مسجد کھلتی ہے۔ مقدمہ شروع ہوگیا ہے۔

نماز تو انسان کو برائیوں سے روکنے کے لئے فرض کی گئی تھی۔ ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر اور مسجدیں بھی امام کی جائے نماز کو محراب اس لئے کہتے تھے۔ کہ اس میں انسان کی اپنے نفس کے ساتھ جنگ ہوتی ہے۔ لیکن افسوس کہ مسلمانوں نے اس جائے حرب میں اپنے نفس کے ساتھ جنگ کرنے اسے برائیوں اور منکرات سے روکنے اور نماز سے حقیقی فائدہ اٹھانے کے بجائے آپس میں جنگ و پیکار شروع کردیا۔ وہ مسجد جو اسلامی اتحاد کا واحد ذریعہ اور اخوت انسانی کا بہترین نمونہ تھی۔ جو کسی وقت شیعہ و سنی کے پہلو بہ پہلو کھڑے ہونے کا ایک ہی مقام تھا۔ آج وہی مسلمانوں کی باہمی کشاکشی اور کشت و خون کا میدان کارزار بن گیا ہے۔ افسوس۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ایسی نماز سے بہتر ہے کہ اس مسجد کو مقفل ہی رہنے دیا جائے۔

آسام کی پہاڑی قوموں میں اشاعت اسلام

حال ہی میں کچھ عرصہ سے انجمن علمائے بنگال قائم ہے۔ اس کے جائنٹ سکرٹری محمد منیر الزمان صاحب اسلام آبادی کی طرف سے ایک ضروری تحریک اخبارات میں شائع ہوئی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ آسام کی پہاڑی قوموں میں اشاعت اسلام کے لئے انجمن کو مالی مدد دی جائے۔ لائق مضمون نگار نے ان پہاڑی قوموں کے مفصل حالات کو مختصراً لکھا ہے۔ ان کی [illegible] کا بھی ذکر کیا ہے۔ جو عیسائی پادری وہاں کر رہے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ "تورا پہاڑ جو گارو پہاڑ کا ہیڈ کوارٹر ہے اس کی آبادی اس وقت ڈیڑھ لاکھ ہے۔ ان میں ہندو، مسلمان اور عیسائیوں کی تعداد [illegible] ہزار سے زیادہ نہیں۔ بقیہ سارے گارو نامی پہاڑی [illegible] قوم نہایت جفاکش اور بہادر ہے۔ اخلاقی حالت تمام پہاڑی قوموں کی سی۔ دغا فریب۔ جھوٹ۔ چوری یہ لوگ نہیں جانتے۔ عیسائی مشن ان میں خوب کام کر رہا ہے۔ انگریزی حروف سے ان کی زبان ایجاد کرکے ایک [illegible] ان کو تعلیم دے رہے ہیں۔ دوسری طرف عیسائیت کی طرف کھینچے لئے جاتے ہیں۔ [illegible] میں امریکن مشن نے یہاں پر کام شروع کیا ہے۔ اور اب تک دس ہزار گاؤں کو عیسائی کرنے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔ اور اب یہ سلسلہ نہایت سرعت کے ساتھ ترقی کر رہا ہے۔"

"آسام کی پہاڑی قوموں میں سے سب سے زیادہ قابل ذکر قوم کھسیا ہے۔ کھسیا بشمول جنتیا پہاڑ کا رقبہ ۶۰۲۷ مربع میل آبادی ۲۰۵۰۹۹ [illegible] ہندو [illegible] عورت [illegible] مسلمان مرد [illegible] عورت [illegible] عیسائی مرد [illegible] عورت [illegible] بقیہ سب کھسیا قوم ہے۔ یہ حساب ۱۹۱۱ء کا ہے۔ اس کے بعد تعداد میں بہت کچھ اضافہ ہوا۔ عیسائیوں میں خالص یورپین کی تعداد دو ایک سو سے غالباً زیادہ نہ ہوگی۔ بقیہ سب عیسائی مشن کی کارگزاری کا نتیجہ ہے۔ مشنریوں کی رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ بالاوسط ہر سال ان کی تعداد دو ہزار کے حساب سے بڑھتی جاتی ہے۔ اس حساب سے گویا گذشتہ مردم شماری کے بعد سے ان کی تعداد ۱۶ ہزار، ۱۷ ہزار کے قریب بڑھ گئی ہے۔ کھسیا قوم کے عیسائیوں کی کل تعداد تقریباً ۵۰ ہزار ہوگی۔ آسام کے ایک حصہ کی ایک پہاڑی قوم میں اس قدر تعداد کا بڑھنا فی الواقع عیسائی مشن کے لئے ایک بہت بڑی کامیابی کی دلیل ہے۔"

اس کے بعد کھسیا قوم کے اخلاقی و تمدنی حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا ہے کہ کھسیا قوم نہایت جفاکش، بہادر، بااخلاق اور خوبصورت قوم ہے۔ عورتیں، مرد، لڑکے لڑکیاں غرضیکہ ہر ایک متنفس صنعت و حرفت، تجارت و زراعت میں ہمہ تن مصروف ہے۔ ان میں کاہل، سست اور بیکار زن و مرد مطلقاً نہیں۔ کوئی بھکاری ان کی قوم میں نہیں۔ عورتیں پوری آزاد ہیں۔ دیہاتی عورتیں عفت و عصمت میں مہذب قوموں سے بدرجہا بہتر۔ ان کا لباس مہذب اقوام کے لئے قابل تقلید ہے۔ کھسیا عورتیں علی العموم بلکہ کلہم ۵ - ۶ کپڑے پہنتی ہیں سوائے چہرہ اور دونوں ہاتھوں کے اور پاؤں کے [illegible] کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ اور تعجب یہ ہے کہ اس مہذب پیرایہ کے ساتھ عورتیں موٹ ڈھونا۔ کاشتکاری کا کام۔ سڑک پر قلیوں کا کام وغیرہ سارے امور انجام دیتی ہیں۔ اکثر عورتوں کے بدن پر آٹھ دس ہزار روپیہ کے زیورات موجود ہیں۔ مگر وہ مزدوری کرنے اور موٹ ڈھونے میں ذرہ بھی تامل نہیں کرتیں۔ بلکہ اپنی پیٹھ پر بید کی کرسی میں دو ڈھائی من وزن کے آدمی کو اٹھا کر پہاڑی کی چوٹیوں سے گذر کر کوسوں دور لے جاتی ہیں۔ اور مزدوری لیتی ہیں۔ محنت کشی سے عورت مرد غریب و تونگر کوئی بھی جی نہیں چراتا۔ ان کی اخلاقی حالت قابل تعریف ہے۔ ان کے مذہبی عقائد کے بعض حصے اسلام سے ملتے جلتے ہیں۔ یہ بہت آسانی کے ساتھ اسلام کی طرف رجوع کرنے اور کرسکتے ہیں۔ شیلنگ اور اس کے اطراف میں پادریوں نے ان کو انگریزی کی ایسی تعلیم دی ہے جس سے ان کی عورت مرد لڑکے بالے علی العموم انگریزی لکھتے۔ بولتے اور سمجھ سکتے ہیں۔ کھسیا قوم میں مطلقاً تعصب نہیں ہے۔ علی العموم کھسیا عورتیں مسلمانوں کے گھروں میں [illegible] کا کام کرتی ہیں۔ [illegible] ان حالات کو بیان کرنے کے بعد سکرٹری صاحب موصوف تحریک کرتے ہیں کہ اشاعت اسلام کا [illegible] موقعہ ہے۔ اور اسکیلئے انجمن علمائے بنگال کو ایک لائق شخص جو انگریزی [illegible] ایم۔ اے اور بی۔ ایل ہیں سنسکرت [illegible] میں امتحان [illegible] عربی۔ فارسی معتدبہ جانتے ہیں۔ قرآن و حدیث میں بقدر ضرورت عبور حاصل ہے۔ بنگلہ زبان اعلےٰ درجہ کی جانتے ہیں۔ سوائے اس کے عبرانی اور پالی زبان بھی جانتے ہیں۔ یونانی، جرمنی، فرنچ زبان سے بھی کسی قدر آشنا ہیں۔ وید اور بائبل کے بھی ماہر ہیں۔ اس شرط پر مل سکتے ہیں کہ ان کو اپنے اہل و عیال کے خرچ کی فکر سے بے نیاز کرنا ہوگا۔ اس لئے اس مشن کے کام کے لئے دو سو روپیہ ماہوار کی ضرورت ہے انجمن کے پاس گنجائش نہیں۔ کیونکہ وہ پہلے [illegible] اضلاع میں تیس مبلغین کے اخراجات کی کفیل ہے۔ اور صرف پچاس روپے ماہوار دے سکتی ہے۔

اشاعت اسلام کی دو صورتیں

امداد کی اپیل کرتے ہوئے سکرٹری صاحب موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ [illegible] مسلمان قوم میں نئی زندگی پیدا کرنا ہے [illegible] کی ایک صورت وہ ہے جو خواجہ کمال الدین صاحب نے اختیار کی ہے کہ اعلےٰ [illegible] ومتمدن اقوام کو [illegible] لایا جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ جنا [illegible] اخلاقی قوت سے پیراستہ پہاڑی قوموں کو دائرہ میں [illegible] نسل جدید سے تلافی مافات کریں۔ مختلف مذاہب [illegible] سرسری طور پر [illegible] نظر ڈالئے ہر ایک مذہب والوں میں [illegible] خلوص۔ جانبازی۔ محنت، حسن اتفاق و اتحاد سب سے زیادہ، مذہبی جوش اور تولیت و اخوت کا مادہ نظر آتا ہے۔ [illegible] فنا ہوجاتا ہے [illegible] ہندوستان کے اہلحدیث احمدیہ، براہمہ، تھیا صوفی وغیرہ مختلف فرقوں کی حالت سے بآسانی اس کا موازنہ ہوسکتا ہے۔

آپ قبر پرست پیر پرست [illegible] پرست، مقابر و مزارات مقدسہ پر ہندوؤں کی طرح ٹوٹ پڑنے والے۔ ہزار شرک و بدعت کے مرتکب ہونے والے ملک کا مسلمانوں کو اگر ہدایت کرنا چاہیں تو بمشکل آپ کامیاب ہوسکیں گے۔ اور ہمیشہ ان کی طبیعت شرک و بدعت کی طرف رجوع کرنا چاہے گی۔ اس سے آپ معصوم دل سادہ لوح پہاڑی قوم کو [illegible] سے راہ راست پر لاسکتے ہیں۔ اور اگر ایک دفعہ یہ اسلام کے حلقہ میں آگئے۔ پھر جس طرف اور جس طرح آپ چاہیں ان کو موڑ سکتے ہیں۔ ان کی حالت کمہاروں کی خام مٹی کی طرح ہے جس طرح چاہیں اسی ہیئت پر ان کو تیار کرسکتے ہیں۔ وحشی قوموں میں تعلیم کا اثر فوری اور کارآمد ثابت ہوگا۔ ہمیں امید ہے کہ اس نئی نسل اور پہاڑی قوم سے مسلمانوں میں ایک نئی زندگی پیدا ہوگی اور انکے ذریعہ بتدریج قدیم یا مہذب مسلمان بھی اصلاح پذیر ہوجائیں گے اس لئے ان قوموں کی خبر لینا اور جس سے جس طرح ممکن ہو دامے درمے امداد و اعانت کرنا ضروری ہے۔"

ہمیں انجمن کے اس کام سے دلی ہمدردی ہے۔ بشرطیکہ سابق انجمنوں کی طرح زبان قال تک ہی محدود نہ رہے۔ اور کچھ کام کرکے بھی دکھائے بہتر ہوتا کہ وہ تیس مبلغین جو کچھ کام کر رہے ہیں۔ ان کی بھی ایک رپورٹ دیدی جاتی۔ تاکہ انجمن کا موجودہ کام آئندہ کی بھی امید و ترغیب کا باعث ہوتا۔

لیکن پھر بھی ایسے نیک کام کے لئے مسلمانوں کو حتی الوسع مالی امداد سے دریغ نہیں کرنا چاہیئے۔

عورت کی بغاوت

عورت ہمیشہ مرد کی مطیع و منقاد رہی ہے۔ عورت اور مرد کا تعلق غلام اور آقا کا رہا ہے۔ مرد کو یہ کبھی گوارا نہیں ہوا۔ کہ عورت اس کی برابری کا دم بھرے۔ وہ ہمیشہ عورت کو ایک ناقابل التفات اور بےعزت ہستی خیال کرتا رہا ہے۔ اور گو اسلام نے دنیا کی آبادی کے پانچویں حصہ کے خیالات کو بالکل بدل دیا۔ اور عورت کی انسانیت کا جزو لاینفک قرار دیا۔ مگر عام انسانوں کے خیالات میں کوئی نمایاں تغیر رونما نہیں ہوا جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ مسلسل دباؤ اور متواتر مظالم سے تنگ آ کر آخر عورت نے مرد سے اپنی سرکشی کا اعلان کر دیا ہے۔ اور ہر جگہ عورتیں آزادی کے لئے جدوجہد کر رہی ہیں۔

اس جدوجہد کی بہت سی شہادتیں روشن ضمیر فرمانروائے کشور بھوپال نے اپنی جدید تالیف "عفت المسلمات" میں فراہم کی ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ عورت مرد کے ہاتھوں میں اپنی فطری حقوق کو محفوظ نہ پا کر اور کسی خاص ضابطہ کی عدم موجودگی میں کہ جو مرد سے اس کے حقوق تسلیم کرانا اور عورت کو خاص فرائض کا پابند بناتا ہے وہ نہایت بےباکی سے بیجا آزادی کے میدان میں جولانیاں دکھانے لگی ہے۔ جس کے ہیبت ناک نتائج کے احساس نے مدبرین یورپ کو پریشان کر رکھا ہے اور وہ اس عملی جدوجہد کے خلاف پُرزور صدائے احتجاج بلند کر رہے ہیں۔

مسٹر ہارگریو ایڈم اپنی کتاب "عورت اور جرم" میں لکھتے ہیں:۔

"عورتیں برابر تاہل زندگی کی ذمہ داریوں اور فرائض سے دور ہٹتی جاتی ہیں اور متواتر نہایت ذلیل اور مضر اخلاق مشغولیات اور کاروبار میں شریک ہو کر قعر مذلت و آلودگی میں گری ہوئی ہیں؟

لیڈی فرانسیس بالفور "معاشری زندگی کا تنزل" کے عنوان سے لکھتی ہیں کہ:۔

"اب صرف تصویروں ہی میں بیاہی عورتیں اپنے بچوں کو گود میں لئے ہوئے نظر آتی ہیں۔ تار و فقات اور حالات بتاتے ہیں کہ بچے ماؤں کے لئے بڑے بڑے شفاخانوں کے باہر سڑکوں پر چیختے بلکتے دکھائی دیتے ہیں۔ لڑکیاں ایسی کم عمری میں جب ان کو یہ بھی تمیز نہیں ہوتی کہ وہ اپنے دائیں اور بائیں ہاتھ میں کوئی فرق کر سکیں لڑکوں کے ساتھ شارع عام پر ایسے ایسے کھیل کھیلتی ہیں جو ان کو دیکھنے ہوئے معصوم بچوں کے کھیل نہیں معلوم ہوتے نوجوان عورتیں ایسے مردوں کے ساتھ خلا ملا رکھتی ہیں جو نہ ان کی شادی کے قابل ہیں اور کم ایسے بھی ہیں"

مسٹر [illegible] اپنی کتاب "زمانہ حال کی عورت اور اس کا انتظام" میں فرماتے ہیں:۔

"آج کل نوجوان عورت پرانے طریقوں کو بدل رہی ہے وہ آزادانہ زندگی کے مسئلہ پر گفتگو کرتی ہے۔ اس کی اکثر خواہش یہ ہے کہ گھر سے بھاگ نکلے۔ اور اپنی ہمت و ذہنی قوت سے حاصل کرے۔ اور وہ اس خیال کو حقارت کی نظر سے دیکھتی ہے کہ ازدواجی حالت عورت کی زندگی کا مقصد اور مدعا ہے۔"

فاضل پروفیسر فریڈ لکھتا ہے:۔

"یورپ میں بہت سی ایسی عورتیں پائی جاتی ہیں جنھوں نے مردوں کے سے کام کرنے کے باعث شادی بیاہ کو ترک کر دیا ہے ان عورتوں کو عورت اور مرد کے سوا ایک تیسری جنس کا نمونہ کہنا چاہیئے۔"

ڈاکٹر رسل وب فرماتے ہیں:۔

"میرے ساتھ یورپ یا امریکہ کے کسی بڑے شہر میں چلو اور دیکھو کہ تمدنی اور معاشری معاملات میں کیسے برے منظر نظر آتے ہیں۔ اخباروں کو اٹھاؤ اور طلاق کے مقدمات کی کارروائیوں۔ بدنام شدہ شہروں کی حالت اور شادی کے بعد خانہ بربادیوں کے تذکرے پڑھو اور مجھے بتاؤ کہ یہ چیزیں جن پر فخر کیا جاتا ہے کیا واقعی اچھی ہیں"

سوم سائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے کہ اعلےٰ اور ادنےٰ دونوں طبقوں میں بہت کثرت سے فراریاں ہوتی ہیں۔ صرف امریکہ کے اندر ایک سال میں ۰۰ ۵ ۸ واقعات فراریوں کے ہوئے۔

لیڈی کک رسالہ "ایکو" میں لکھتی ہیں:۔

"اختلاط ایسی چیز ہے جس سے مرد عورتوں کو مانوس بنا لیتے ہیں۔ اس لئے عورتیں اپنی فطرت کے خلاف اس چیز کی طمع کرتی ہیں۔ اور اسی اختلاط کی کثرت سے ناجائز اولاد کی کثرت ہوتی ہے .... کیا وہ وقت نہیں آیا۔ کہ ہم ایسے طریقے اختیار کریں کہ ماؤں کے ہاتھوں بےگناہ بچے قتل ہونے سے محفوظ رہیں" (باقی آئندہ)

(وکیل)

اخبار و سیر

عبداللہ بن المبارک

(گذشتہ سے پیوستہ)

عام عادات و اخلاق زندگی

ابن علیہ ابن المبارک کے مخصوص احباب میں تھے۔ دوستی و محبت بھی ایسی کہ دونوں میں کسی طرح کی بیگانگی نہ تھی۔ ایک دوسرے کے مال و دولت ایک دوسرے کے لئے وقف تھی منفعت تجارت میں ابن علیہ کی حیثیت بالکل ایک شریک کی تھی۔ لہٰذا بظاہر حالات کسی طرح یہ نہیں کہا جا سکتا کہ دونوں بزرگوں کے یہ باہمی تعلقات کسی طرح بھی منقطع ہو سکتے ہیں مگر زمانہ کا مذاق اور ہمارے سلف کے صحیح معیار دوستی اور محبت کا نمونہ دیکھو کہ ایک ہی واقعہ دفعتاً تمام تعلقات کو توڑ دیتا ہے۔ اور محبت و دوستی کی گرماگرمی پر یکایک اوس پڑ جاتی ہے۔

واقعہ یہ ہے۔ کہ ابن علیہ جو راوی حدیث و خادم دین اور عالم باعمل تھے۔ اور انہیں اوصاف کی بنا پر ابن المبارک کے مخلصین احباب میں داخل تھے۔ انہوں نے امراء اور رؤساء کی مجالس میں آنا جانا شروع کیا۔ اور اس طرح گویا علم و فضل زہد و اتقا کو دولت و ثروت کے آگے شرمندہ کیا۔ عام واعظوں کی طرح انہوں نے وعظ گوئی کا پیشہ اختیار کیا۔ لوگوں کے نذر و ہدیہ کو وجہ معاش بنایا۔ رفتہ رفتہ جب اس کی خبر ابن المبارک کو ہوئی تو اس درجہ برہم اور رنجیدہ خاطر ہوئے کہ اب وہی ابن علیہ جو ابن المبارک کے رفیق جان اور حبیب باصفا تھے۔ ان کی بزم احباب میں آئے تو وہ آپ کی طرف مخاطب بھی نہ ہوتے اور ان سے کسی قسم کی بات تک نہ کی۔

ابن علیہ یہ حال دیکھ کر سخت مضطرب ہوئے۔ اور سمجھ گئے کہ اب وہ اگلی سی بات نہیں رہی۔ گھر آئے تو ابن المبارک کو یہ موثر خط لکھا

یاسیدی انی من سنین	اے میرے سردار دنوں سے
ممدید و انا الغرق احسانکم	میں آپ کے بہتیرے احسانات
المتعدد التی کانت سبب	میں جو میری حیات کا سبب
حیاتی نکنت واللہ اعدھا	تھے ڈوبا ہوا ہوں اور قسم
برکتہ لی ولمن یلوذبی ففی	ہے خدا کی کہ میں ان احسانات
ھذا الرجل تی ونقصتنی	کو اپنے اور اپنے متعلقین کے
عن اقرانی وغیر ذالک الی	حق میں برکت شمار کرتا تھا۔
انیت الی دارک فلم تلتفت	اس مرتبہ آپ نے مجھکو اپنے سے
الی اصلا فظھر غضبک علی	جدا کر دیا اور مجھکو میرے ہمنشینوں
ولم اعلم لی ذنب یکون جیا	میں کم رتبہ بنا دیا۔ میں آپ کے
لذالک اصلا فیا سیدی	دروازہ پر [illegible] حاضر ہوا۔ لیکن
ونور عینی واستاذی باللہ	آپ نے میری طرف بالکل توجہ
علیک الا اخبرتنی وعرفتنی	نہ کی۔ [illegible] مجھ پر آپ کا
بذنبی الذی اوجب غضبک	غصہ [illegible] اور میں نہیں
علی وحرمانی من توجھاتک	جانتا کہ میرا کونسا قصور اس
واحسانک الذی ھو غایتہ	غضب کا باعث ہوا۔ اے میرے
املی۔	سردار اے میری آنکھوں کے نور

اے میرے استاد۔ خدا کی قسم آپ نے کیوں نہیں بتلایا کہ وہ کیا گناہ ہے جو اس غصہ اور [illegible] ان توجہات و احسانات سے جو میری انتہائی امید ہیں۔ محرومی کا سبب ہوا۔

یہ موثر و الحاح آمیز خط بھی کچھ مفید ثابت نہ ہوا۔ اور آپ نے جواب میں حسب دستور اخلاقی جرأت سے کام لیکر یہ چند شعر لکھ بھیجے۔ جن میں انقطاع تعلقات کے سبب کو صاف طور پر بیان کر دیا

قد یفتح المرء حانوتا لمتجرہ ۔ وقد فتحت لک الحانوت بالدین
لوگ اسباب تجارت کی دکان کھولتے ہیں ۔ تم نے دین فروشی کی دکان قائم کی ہے

بین الاساطین حانوت بلا غلق ۔ تبتاع بالدین اموال المساکین
جس کے ذریعہ سے بے روک ٹوک ۔ مسکینوں کی دولت حاصل کرتے ہو

صیرت دینک شاھینا تصید بہ ۔ ولیس یفلح اصحاب الشواھین
تم نے دین و مذہب کو شکار کا شاہین بنا یا ہے گویا کہ یہ دین کی شاہین باز فلاح نہیں پاتا

شیخ ابن المبارک طبعاً بہت دوستدار اور محبت پرست واقع ہوئے تھے۔ ان کی یہ عادت تھی کہ جب اپنے کسی دوست کو رخصت کرتے تھے۔ تو یہ شعر پڑھا کرتے تھے جس کا ایک ایک لفظ اثر میں ڈوبا ہوا ہے۔

وھون وجدی ان فرقۃ بیننا ۔ فراق حیاۃ لا فراق ممات
اس خیال نے میرے غم کو ہلکا کر دیا ہے کہ یہ جدائی زندگی کی جدائی ہے موت کی

ابن المبارک کے حکیمانہ مقولے

یہ حقیقت ہے کہ جو کچھ انسان کے اندر ہوتا ہے وہی اس سے باہر ظاہر ہوتا ہے اس لئے کہ اگر کسی شخص کے صحیح حالات و فطرت کا پتہ چلانا ہو۔ تو اس کے لئے سب سے محفوظ اور بہتر طریقہ یہ ہے کہ اس کے اقوال پر غور کرو۔ اس اصول کی بنا پر شیخ ابن المبارک کے چند مقولے لکھے جاتے ہیں جن سے واضح طور پر اس کا پتہ چلتا ہے کہ وہ کس پایہ کے عالی اور افتادِ طبع کے بزرگ تھے۔

زہد۔ تم غیر مشہور معمولی اور جاہ و شہرت نہ ڈھونڈھنے والے اشخاص سے ملنا پسند کرو۔ لیکن کبھی ایسا کرنے پر فخر بھی نہ کرو۔ اپنے نفس سے تمہارا یہ دعوےٰ کرنا کہ میں زاہد ہوں تمہارے زہد کو کھو دیتا ہے۔ زاہد ایک بادشاہ سے بڑا ہے۔ کیونکہ اگر بادشاہ لوگوں کو اپنے قریب جمع کرنا چاہے تو اسکو جبر و اکراہ سے کام لینا پڑیگا۔ بخلاف اس کے زاہد لوگوں سے بھاگتا ہے۔ مگر لوگ اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔

زہد علم کے لئے شرط ہے۔ "کیف یدعی رجل انہ اکثر علماء وھو اقل خوفا و زھدا"

تواضع۔ ایک شخص نے پوچھا۔ تواضع کیا ہے آپ نے فرمایا کہ اغنیاء کے مقابلہ میں تکبر کرنا۔

نیت اور عمل۔ بہت سے چھوٹے اعمال ہیں جو حسن نیت کی وجہ سے بڑے ہو جاتے ہیں اور بہت سے بڑے اعمال ہیں جو سوء نیت سے چھوٹے ہو جاتے ہیں

بیجا شرم و حجاب۔ عالم بادشاہ اور ہمجنسوں سے شرم و حجاب نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ عالم سے حجاب کرنے میں دین کا اور بادشاہ سے دنیا کا اور اپنے ہم جنسوں سے مروت کا نقصان ہے۔

علم میں بخالت۔ جو شخص کسی مستحق علم سے بخالت کریگا۔ اللہ اسے موت دیگا۔ یا اس کے علم کو ضائع کر دیگا یا اس کو کسی سلطان و امیر کے دربار کا ملتجی و محتاج بنا دیگا۔

تصنیفات

شیخ ابن المبارک کے اوقات کا زیادہ حصہ اشاعت و روایات حدیث اور تدوین و ترتیب فقہ پر صرف ہوتا تھا۔ جس کے باعث انکو مستقل تصنیفات کی طرف متوجہ ہونے کا موقع ہی کب تھا ان کے علمی مساعی کا تمام تر حصہ اصول حدیث و فن رجال وغیرہ کی مجلدات میں منضم ہے۔ البتہ جہاد و زہد سے ان کو خاص ذوق تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ عمل جہاد اسلامی فرائض کا نہ صرف ایک مقدس و اہم جزو لاینفک ہے بلکہ اسی پر مسلمانوں کی حیات ملی و شرف قومی کا دارومدار ہے۔ اس لئے عملاً وہ ہر سال جہاد میں شریک ہوتے تھے۔ یہ سپاہیانہ جوہر ہر فضل و کمال اور زہد و اتقا کے ساتھ آخر عمر تک باقی رہا۔

اسی مخصوص ذوق کی بنا پر آپ نے جہاد کے متعلق جتنی حدیثیں مروی ہیں ان کا ایک مجموعہ تیار کیا تھا۔ جو کتاب الجہاد کے نام سے مشہور ہے۔ اس عنوان پر اسلامی لٹریچر میں یہ سب سے پہلی تصنیف ہے۔ دوسری کتاب جو کتاب الزہد کے نام سے مشہور ہے وہ بھی احادیث زہد کا مجموعہ ہے۔ ان دونوں کے علاوہ غالباً اور کوئی مستقل تصنیف شیخ ابن المبارک کی نہیں ہے۔

بزم عالم میں نوے سال تک ضیا گستری کے بعد یہ شمع علم و اخلاق گل ہوئی یعنی ۱۸۱ھ میں شیخ ابن المبارک نے بمقام ہیت وفات پائی۔ اور وہیں سپرد خاک ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(دہلوی) (ابو الحسنات ندوی۔ معارف)

چندہ منجانب جماعت احمدیہ راولپنڈی

معرفت بابو محمد صدیق صاحب کلرک ملٹری اکونٹس آفس۔ راولپنڈی

اسمائے گرامی	چندہ ماہوار جنوری و فروری	تبلیغی مشن
چوہدری عبد الکریم صاحب نمبردار	[illegible]	[illegible]
خلیفہ فضل الٰہی صاحب	[illegible]	[illegible]
خلیفہ کرم الٰہی صاحب	•	[illegible]
خلیفہ فضل صاحب پیر	•	[illegible]
بابو عبد الرحمان صاحب	[illegible]	[illegible]
خواجہ محمد اسمٰعیل صاحب	[illegible]	[illegible]
سیٹھی عبد الحفیظ صاحب	[illegible]	[illegible]
بابو فضل احمد صاحب	[illegible]	[illegible]
شیخ محمد رمضان صاحب	[illegible]	[illegible]
راجہ غلام محمد صاحب	[illegible]	[illegible]
بابو غلام ربانی صاحب	[illegible]	[illegible]
بابو فضل کریم صاحب	[illegible]	[illegible]
شیخ کریم اللہ صاحب	[illegible]	[illegible]
خلیفہ نور محمد صاحب درزی	[illegible]	[illegible]
محمد صدیق صاحب	[illegible]	[illegible]
میزان	[illegible]	[illegible]

خطبہ جمعہ

(موعودہ ۱۷۔ جنوری سنہ ۱۹۱۹ء)

الفاظ کے معنی کرنے میں عقل سے کام لینا چاہئے

سورۂ کہف کی ابتدائی آیات پڑھکر فرمایا۔

یہ سورۃ جو سورۂ کہف کے نام سے مشہور ہے۔ الحمد للہ سے شروع ہوتی ہے اور بھی کئی سورتیں ہیں جن کی ابتدا الحمد للہ ہی سے ہوتی ہے۔ الحمد للہ کس موقعہ پر کہی جاتی ہے۔ عام طور پر اہل دنیا کسی دنیوی نعمت کے ملنے پر الحمد للہ کہا کرتے ہیں۔ ہمارے کلام مقدس نے بھی سکھایا ہے۔ کہ کن باتوں پر الحمد للہ کہنی چاہئے جب تم دیکھو کہ اللہ تعالیٰ سب جہانوں کی پرورش کرتا ہے جسمانی بھی اور روحانی بھی۔ تو الحمد للہ رب العالمین کہو جب تم دیکھو کہ اس خدا نے اپنے بندے پر ایک کتاب نازل کی ہے جس نے کوئی اعوج نہیں رہنے دی تو اس موقعہ پر بھی تمہارے منہ سے الحمد للہ نکلنا چاہئے۔ غرض خدا نے بتایا۔ کہ بڑی بڑی نعمتیں ہیں جن پر الحمد للہ کہنا چاہئے۔ ان بڑی نعمتوں میں سے ایک یہ ہے۔ کہ انزل علی عبدہ الکتاب اپنے بندے پر کتاب نازل کی کیسی کتاب لم یجعل لہٗ عوجا۔ اس میں کوئی ٹیڑھاپن نہیں رکھا۔

ٹیڑھاپن کیا ہے۔ ایک چیز سیدھی کھڑی ہوتی ہے وہ بالکل استقامت کی حالت میں نہ ہو۔ بلکہ ادھر ادھر گر جائے یہ اعوجاج ہے تو فرمایا ایک تو اس کی یہ صفت ہے کہ لم یجعل لہٗ عوجا۔ اس کے لئے اعوجاج نہیں۔ وہ استقامت کی حالت میں رہتی ہے یہ تو خدا کی تعلیم میں ہے کہ کسی قسم کا اعوجاج اس کے اندر نہیں دوسری بات بتائی قیما۔ وہ دوسری تعلیموں کو بھی قائم کرنے والی ہے ان میں جہاں کہیں کجی واقع ہو گئی ہے اس کو دور کرنے والی ہے دوسری کتابوں میں سے کجی کو نکالنے والی ہے۔ غرض اس کا کیا ہے لینذر بأسا شدیدا من لدنہ۔ غرض یہ ہے کہ وہ ڈرائے۔ کہ خدا کے ہاں سے بڑا سخت عذاب یا دکھ بھی ہوتا ہے جو لوگ ایسے فعل کرتے ہیں کہ جو مستحق عذاب ہوں ان کو پھر وہ عذاب ملتا ہے۔ دوسری غرض یہ ہے ویبشر المؤمنین الذین یعملون الصالحات۔ مومنوں کو خوشخبری دے کون مومن۔ وہ جو نیک عمل کرتے ہیں۔ ان لھم اجرا حسنا ماکثین فیہا ابدا ان کے لئے اچھا اجر ہے اس میں وہ ابد تک رہیں گے۔ یہاں ان آیات سے دراصل تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اصل غرض جو بیان کرنی تھی وہ پوری ہوگئی۔ لیکن باوجودیکہ ساری دنیا کو ڈرانے کا ذکر کیا تھا پھر بھی کسی گروہ کا ابھی خاص طور پر بھی ذکر کرنا باقی ہے چنانچہ فرمایا۔ وینذر الذین قالوا اتخذ اللہ ولدا۔ اور ان کو بھی ڈرائے جو خدا کا بیٹا ٹھہراتے ہیں۔

یہ سورۃ مکی ہے۔ اور ان سورتوں میں سے ہے جو مکہ والے آنحضرت صلعم پر نازل ہوئی ہیں۔ مکہ میں عیسائی وغیرہ تو کوئی تھے نہیں وہاں اگر زور تھا۔ تو مشرکوں کا۔ باایں عجیب بات ہے کہ جب ڈرانے کا ذکر کیا تو بالخصوص اس قوم کا ذکر کیا جو پیغمبر رسول اللہ صلعم کے سامنے نہیں۔ بلاشبہ اسوقت بھی دوسرے علاقوں میں مسیح کی خدائی کا عقیدہ بہت پھیلا ہوا تھا۔ لیکن وہ زور جو آج عیسائیت کا پایا جاتا ہے وہ اسوقت نہ تھا لیکن باایں ڈراتا ہے انکو جو سامنے نہیں۔ اصل میں کسی قوم کو ڈرایا اسوقت جاتا ہے۔ جب وہ دنیوی عیش و آرام میں منہمک ہو کر خدا کو بھول جائے لیکن اسوقت تو عیسائی دنیا ان دنیوی عیش و آرام سے بیگانہ تھی وہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس عقیدہ کے قائل تھے۔ وہ تو رہبانیت کے اندر پڑے ہوئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا آیندہ کا نقشہ دکھایا گیا۔ یا قرآن نے غیب کو بھی بیان کرتا ہے کہ ایک وقت آئیگا کہ رہبانیت سے بیگانہ ہو کر صرف دنیا ہی دنیا کو اپنا مطمح نظر بنالیں گے۔ تو انکے اس عقیدہ کی تردید کرتا ہے۔ کہ اللہ نے بیٹا بنایا۔ یہ کیسا عقیدہ ہے ما لہم بہ من علم۔ ان کو کوئی علم نہیں۔ کوئی دلیل ان کے پاس نہیں ولا لآبائہم۔ نہ صرف نہیں ہی اس بات کا علم کوئی نہیں۔ بلکہ ان کے باپ دادوں کے پاس بھی جنہوں نے اسکو ایجاد اور اختراع کیا۔ کوئی دلیل اس کی نہیں تھی۔ پولوس سے لیکر جو اصل اس عقیدہ کا بانی مبانی ہے۔ تمام ماجدین آنیوالوں کے پاس بھی کوئی دلیل اس کی نہیں تھی۔ اور نہ آج ہے۔ گویا بعض وقت ایک ایک لفظ کے اندر تمام عقیدہ پر پانی پھیر دیتا ہے۔ یہ شخص

بات بھی اسوقت نہ تھی ان کے پہلوں کے پاس تھی۔ یہ کہاں سے علم آنحضرت صلعم کو حاصل ہو گیا۔ کیا آپ نے سارے عیسائیوں کی کتابوں کو پڑھا تھا۔ کیا آپ نے کبھی ان سے واقفیت حاصل کی تھی وہ بڑی بڑی لاطینی یونانی عبرانی زبانوں میں لکھی ہوئی تھیں۔ آپ نے کب دیکھیں کہ آپ کو یہ معلوم ہو گیا کہ ان کے اندر بھی کچھ نہیں۔ پھر دیکھو یہ کتنا بڑا دعوےٰ ہے۔ جو باوجود امی اور ناواقف ہونے کے اللہ تعالیٰ نے آپ کے منہ سے نکلوایا ہے پھر فرمایا کبرت کلمۃ تخرج من افواہہم ان یقولون الا کذبا۔ بڑی بات ہے جو ان کے مونہوں سے نکلتی ہے۔ جھوٹ ہے جو کچھ وہ کہتے ہیں لیکن تیری اے محمد صلعم کیا حالت ہے۔ فلعلک باخع نفسک علی آثارہم ان لم یؤمنوا بہذا الحدیث اسفا۔ تم تو اپنی جان مار رہے ہو کہ کیوں وہ اس بات پر ایمان نہیں لاتے۔

اسف وہ حالت ہے کہ اس کے اندر حزن اور غضب دونوں ہوتے ہیں جب کوئی چیز قبضہ سے باہر ہو تو غم اور جب قبضہ میں ہو تو غصہ پیدا ہوتا ہے۔ گویا دونوں حالتوں کو لفظ اسف کے اندر بیان کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کس قدر تکلیف پہنچ رہی ہوگی ہمارے نبی کریم صلعم کو ان کے ایمان نہ لانے پر۔ اگر آج اس سے دل دکھتے ہیں تو نبی کریم صلعم کے غم کے بالمقابل وہ ہمارا غم کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتا۔ کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ آج ہمارے دل بھی اس نقشہ کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھ کر دکھتے ہیں۔ میں کہتا ہوں۔ اگر آج ایک ہزار آدمی بھی ایسا نکل آئے۔ تو نبی کریم صلعم کے دکھ اور رنج کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ ہمارا دل اس مقام تک نہیں پہنچا۔ جس تک نبی کریم صلعم کا دل پہنچا ہوا تھا۔ تو اس حالت کے بیان کرنے کی یہی غرض تھی کہ قوم آپ کا تتبع کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح وہ بھی ان کے ایمان نہ لانے کے لئے بیقرار ہو۔ ورنہ یہ کوئی قصہ نہیں۔ قرآن خود بیان کرتا ہے۔ انا جعلنا ما علی الارض زینۃ لہا۔ ہم نے ان چیزوں کو جو زمین کے اوپر ہیں اس کے لئے زینت بنایا۔ عرب کی سرزمین پر غور کرو۔ اور دیکھو۔ کہ وہ کونسی چیز ہے۔ جو وہاں ما علی الارض زینۃ لہا کہلانے کی مستحق ہے کیا ان پہاڑوں اور ریتلے میدانوں کو جہاں نہ سبزی کا نشان اور نہ پانی کا نام ہے دیکھنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ زینۃ لہا کی مصداق ہیں۔ نہیں بلکہ یہ وہی آیندہ کا نقشہ ہے۔ جب اس زمانہ میں زمین کی چیزیں اس کی زینت کا موجب ہو جاتی ہیں یہ نقشہ اس زمانہ کا ہے جب زمین کے اوپر ہر ایک زینت بن جاتی ہے۔ فرمایا انا جعلنا ہم ہی نے اس کو بنایا ہے مگر کس غرض کے لئے لنبلوہم ایہم احسن عملا۔ غرض تو یہ ہے۔ کہ دیکھیں کہ کون شکر کرتا ہے اور کون ان نعمتوں کو پاکر تکبر کرتا ہے۔

غرض یہ نقشہ جو قرآن نے کھینچا ہے۔ یہ ہمارے اس موجودہ زمانہ کا نقشہ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسلام کو بالآخر ان پر غلبہ حاصل ہونا مقدر ہے۔ وہ لوگ جن کے دل میں بار بار اعتراض پیدا ہوتے ہیں۔ کہ اسلام گرتا جارہا ہے وہ اس پر غور کریں۔ کہ کس طرح آیندہ کا علم قرآن شریف دیتا ہے۔ ساری پیشگوئی رہنے دو۔ میں کہتا ہوں یہی ایک بات خود بتاتی ہے۔ کہ جس نے ان باتوں کو بیان کیا۔ ضرور اس نے کوئی علاج بھی بتایا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے بہت سے پیشگوئیاں بیان فرمائی ہیں۔ ان میں سے ایک دجال کی پیشگوئی بھی ہے ....

کسی نے کہا۔ کہ جب تک وہی دجال نہ آئے۔ جس کے ماتھے پر ک ف ر لکھا ہوا ہو۔ اسی طرح جب وہ آگرا ایک شخص کے سر پر آرہ نہ چلاکر اور جب تک وہ خدائی کا دعوےٰ نہ کرتا پھرتا ہو۔ اس کے کان اتنے لمبے نہ ہوں۔ کہ ایک مشرق تک پہنچتا ہو۔ تو دوسرا مغرب کو۔ اور اسی ہی علامات ظاہر طور پر اس پر پوری نہ ہوں۔ پھر آسمان سے عیسےٰ بن مریم دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اتریں۔ اس وقت تک بات نہیں بنتی۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ گو ایک فریق نے بالکل ہی حدیثوں کو جواب دیدیا۔ کہ یہ ماننے کے قابل باتیں ہی نہیں۔ حالانکہ ان کو دیکھنا چاہئے تھا کہ یہ باتیں ظاہر طور پر پوری نہ ہوتی تھیں۔ اگر غور کر کے دیکھا جائے تو مسلمانوں کو اس لئے نہ بنایا گیا تھا کہ وہ بے علم اور جاہل رہیں۔ دین کا علم ایک مسلمان کا امتیازی نشان تھا۔ مسلمانوں کا یہ امتیاز تھا۔ کہ وہ علم دین کے اندر حکمت کو حاصل کرتے۔ اور ان باتوں کی اصل حقیقت کو سمجھتے۔ لیکن اگر صرف الفاظ پر جاکر سب حدیثوں کو چھوڑ دو۔ اگر اس سارے مجموعہ کو مجموعہ اباطیل قرار دے سکتے تو وہ ابن مریم کی پیشگوئیاں ہی نہیں جن سے خلاصی ہو جائیگی

کرنا ہوگا .... بہت .... موجود ہیں۔ ان سے جبکہ تحفظ ہونا نہیں۔ اور ان تمام کو اس لئے ترک کرنا پڑیگا۔ کہ ہم نے اپنے خیال سے بعض باتوں کے ایسے معنے کر لئے جو ماننے کے قابل نہیں۔ حالانکہ کس قدر صاف بات ہے۔ کہ پیشگوئیاں ظاہر الفاظ پر حمل نہیں ہوا کرتیں۔ ایک حدیث مسلم اور بخاری کے صحاح کی سب ہی کتابوں میں پائی جاتی ہے۔ اس میں فرمایا ہے کہ جو شخص سورہ کہف کی پہلی اور آخری دس آیتیں یاد رکھتا ہے۔ وہ دجال کے فتنہ سے بچایا جائیگا ....

ان پہلی اور آخری دس آیتوں میں ایک ہی قوم کا دو مختلف پہلوؤں سے ذکر ہے۔ دینی فتنہ کا ذکر پہلی دس آیتوں میں کیا ہے۔ اور دنیوی فتنہ کا آخری میں۔ بات صاف ہو جاتی ہے اگر کوئی قرآن کے اندر غور کرے۔ اللہ .... وقت وہ باتیں جو پہلے بے توجہی سے دیکھی جاتی ہیں .... اٹھ جاتا ہے۔ تو وہی سب سے زیادہ قیمتی ہوتی ہیں۔ لیکن ہم غور اور تدبر سے کام نہیں لیتے۔ آج سے ۲۵۔۳۰ سال پہلے کی بات ہے۔ کہ ہمارے حضرت نے اس کی طرف توجہ دلائی مگر لوگوں نے نہ مانا۔ لیکن آج مسلمانوں کے دلوں سے جاکر پوچھو کہ وہ خود کیا سمجھتے ہیں۔

ذرا غور اور عقل سے کام نہ لینے کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ بہت سے لوگ ہیں جو حدیثوں کو ہی سرے سے چھوڑ رہے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنا بڑے بڑے شارحین کو اس پریشانی میں .... کہ نبوت تو ختم ہو چکی۔ پھر حضرت عیسےٰ کیونکر آسکتے ہیں۔ .... پھر انہوں نے یہ توجیہہ کی۔ کہ وہ آئیں گے۔ تو انکا نبوت سے معزول ہو کر۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کسی کو نبوت دیکر پھر اس سے چھینا نہیں کرتا۔

غرض اگر ہم اس مجموعہ احادیث کو قبول کریں تو ان کو ظاہر الفاظ سے پھیر کر کچھ اور معنے کرنے پڑیں گے۔ ورنہ پھر ہمارے .... سوا انکے اور کوئی چارہ نہیں۔ کہ آہستہ آہستہ سب کو چھوڑ دیں .... حضرت کی صداقت کا ایک بڑا ثبوت یہ ہے کہ وہی چیزیں جن کو لوگ اسلام کے چہرے پر ایک داغ کے طور پر سمجھتے تھے .... فائدہ اٹھا کر انہیں اسلام کی صداقت کے ثبوت میں .... ہر بغیر اس کے نہیں ہو سکتا۔ کہ اس کے .... ہو یہی یقین کامل تھا۔ جس نے آپ کو کامیاب کیا۔ .... بڑے زور کے مسائل ہم کو کہنے کے لئے تیار ہوں کہ مسلمان .... چاہیں انتظام کریں .... لیکن یقین کامل کے بغیر وہ کامیاب نہیں ہو سکتے۔ جب تک یقین نہ ہو۔ کس طرح ہم وہ کامیاب ہو سکتے ہیں۔ کس طرح دین کی راہ میں مال دے سکتے ہیں۔ .... غور کر کے مسلمان جب کبھی تبلیغ اسلام کرنا چاہتے ہیں صرف افسان ہو کر رہ جاتے ہیں اور سست ہو کر بیٹھ جاتے ہیں اسکی وجہ کیا ہے یہی کہ یقین کامل حاصل نہیں۔

غرض یہ باتیں کہ ظاہر الفاظ کو ہی صرف مدنظر رکھتے ہیں اور اصل حقیقت کی طرف نہیں جاتے۔ یا تو لوگوں کو حدیث کا انکار کرا دیں گے۔ اور حدیث کا انکار قرآن کا بھی انکار ہے اور یا یہ نتیجہ ہوگا۔ کہ اس عقیدہ کو چھوڑ کر صحیح راہ کی طرف آ جائیں۔

فہرست چندہ جماعت احمدیہ پشاور

اسمائے گرامی چندہ دہندگان	چندہ ماہوار	تبلیغی
بابا بدرالدین صاحب	[illegible]	[illegible]
محمد کرم الٰہی صاحب	[illegible]	[illegible]
مولوی غلام حسن صاحب	[illegible]	[illegible]
بابو ہدایت اللہ صاحب	[illegible]	[illegible]
ملک عبدالکریم صاحب	[illegible]	[illegible]
ڈاکٹر نظام الدین صاحب	[illegible]	[illegible]
مولوی مظفر احمد صاحب	[illegible]	[illegible]
شیخ غلام محی الدین صاحب	[illegible]	[illegible]
دلاور خان صاحب	[illegible]	[illegible]
شیخ .... کریم صاحب	[illegible]	[illegible]
بابو شہرت علی صاحب	[illegible]	[illegible]
محمد رمضان صاحب	[illegible]	[illegible]
میزان	[illegible]	[illegible]

میزان کل [illegible]

خاکسار .... پشاور

مراسلات

اعلان

تمام ہندوستان کے مختلف یونیورسٹیوں کے مسلمان گریجوایٹ صاحبان اور سند یافتہ مسلمان منشی فاضل و مولوی فاضل صاحبان کی خدمت میں التماس:-

مسلم یونیورسٹی ایسوسی ایشن میں منجملہ دو سو ممبروں کے بیس ممبروں کے انتخاب کا حق فونڈیشن کمیٹی نے اپنے اجلاس ۱۹۱۳ء میں گلڈ آف مسلم گریجوایٹس کو بھی عطا کیا ہے۔ جسکے مطابق ابتدا از زمانہ قیام ایسوسی ایشن میں بیس ممبروں کے انتخاب کی کارروائی عمل میں آچکی ہے۔ اب کہ اُن بیسوں ممبروں میں سے چار جگہیں خالی ہو گئی ہیں ان کے بجائے جدید ممبروں کے انتخاب کی ضرورت ہے۔ اور جدید ممبروں کا انتخاب امیدواران مندرجہ رجسٹر میں سے ممبران موجودہ و امیدواران مندرجہ رجسٹر کی رایوں سے ہوگا۔

چونکہ اس وقت رجسٹر امیدواران گلڈ آف گریجوایٹس میں صرف دو ہی نام امیدواران کے درج رجسٹر رہ گئے ہیں اور جگہیں چار خالی ہیں۔ اس لئے مزید امیدواران کی ضرورت ہے۔

لہذا تمام ہندوستان کے مسلمان گریجوایٹ صاحبان و منشی فاضل و مولوی فاضل صاحبان کی خدمت میں (جو کسی یونیورسٹی کے ڈگری یافتہ ہوں۔ بشرطیکہ انکو ڈگری یا ڈپلومہ لئے ہوئے پانچ سال گذر چکے ہوں) اطلاع دی جاتی ہے کہ جو صاحب گلڈ میں جدید انتخاب کی غرض سے اپنا نام درج رجسٹر کرانا چاہیں۔ وہ ۱۰ - اپریل ۱۹۱۹ء تک صدر دفتر مسلم یونیورسٹی ایسوسی ایشن میں اطلاع دیکر نام درج رجسٹر ہو جاوینگے وہ سب خالی جگہوں پر انتخاب کے واسطے پیش کئے جاوینگے۔ مگر نام درج رجسٹر کرانے کی درخواست کے ساتھ حسب قاعدہ ہر ایک صاحب کو ۱۰ روپیہ فیس داخلہ اور پانچ روپیہ فیس ممبری سال اول (جملہ ۱۵ روپیہ) پیشگی بھیجنا ضروری ہیں اور پھر آیندہ سے نام قائم رکھنے کے لئے ۵ روپیہ فیس سالانہ ادا کرنا ہوگا۔ اور درخواست کے ساتھ نقشہ مندرجہ ذیل کی بھی خانہ پوری کرنی ہوگی۔ جن امیدواران کی طرف سے ۱۵ روپیہ پیشگی وصول نہ ہونگے انکا نام درج رجسٹر نہ ہوگا۔

نقشہ مجوزہ جس کی خانہ پری کرنا ہوگی

(۱) نام گریجوایٹ یا منشی فاضل یا مولوی فاضل۔ (۲) شرح ڈگری یا ڈپلومہ یعنی کون کون سی ڈگری یا ڈپلومہ حاصل کیا ہے۔ (۳) نام یونیورسٹی عطا کنندہ ڈگری یا ڈپلومہ (۴) تاریخ و سنہ مندرجہ ڈگری یا ڈپلومہ۔ (۵) وطن۔ (۶) پیشہ۔ (۷) موجودہ پتہ۔ (۸) اور کوئی امر جو قابل اندراج ہو۔ (علیگڑھ - ۱۱ - مارچ ۱۹۱۹ء)

خاکسار - سید محمد علی آنریری سکرٹری۔

حجاج کو خوشخبری

بمبئی میں جدہ سے بذریعہ تار برقی یہ پیام پہنچا ہے کہ ملک العرب یعنی شریف مکہ معظمہ چاہتے ہیں۔ کہ:-

"ہندوستان کے تمام مسلمانوں کو یہ معلوم ہو جانا چاہیے کہ ہر مسلمان کو حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً کی غرض سے آنا چاہے گورنمنٹ عربستان حجاز کے سفر اور قیام میں ہر قسم کا امن اور آرام دینے کے لئے تیار رہیگی۔ خواہ وہ حاجی جدہ یا مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو براہ ینبع یا رابغ کے راستہ سے جائے۔ مدینہ منورہ کو جائے اور وہاں سے واپس آنے میں حاجیوں کو ہر طرح کی سہولت دیجائیگی۔ مسلمانوں کے لئے یہ خبر نہایت مسرت بخش ہوگی۔ اسلئے کہ موسم حج کا زمانہ آلگا ہے اور عازمان حج کو یہ اطلاع سفر حج میں امن اور آرام کی تمام فکروں سے نجات دی جائیگی۔

اشتہار متعلق مسلم ہائی سکول لاہور

چونکہ اکثر حضرات دریافت کرتے ہیں کہ جناب مولوی صدر الدین صاحب ولایت تشریف لے جائینگے یا نہیں۔ اس لئے بذریعہ اطلاع عام شائع کیا جاتا ہے کہ جناب مولوی صاحب موصوف اب ولایت تشریف نہیں لے جائینگے بلکہ بدستور **مسلم ہائی سکول و کیمبرج میٹرک لوکل کالج میں** کام کرتے رہینگے

اس سال داخلہ **یکم اپریل** سے شروع ہوگا

سٹاف

مولوی صدر الدین صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی۔ پرنسپل۔
مولوی برکت علی صاحب۔ ایم۔ ایس سی۔
مولوی تاج الدین صاحب۔ ایم۔ اے۔
ماسٹر محمد یعقوب خان صاحب۔ بی۔ اے۔ بی۔ ٹی۔
راجہ حامد خان صاحب۔ ایم۔ ایس سی۔
مولوی محمد اسمٰعیل صاحب۔ ایم۔ اے۔ ایچ۔ بی۔
قاضی نذیر احمد صاحب۔ بی۔ اے۔ (ٹرینڈ)
چوہدری ظہور احمد صاحب۔ بی۔ اے۔

اپر و لوئر پرائمری میں بھی ایک ٹرینڈ سند یافتہ گریجوایٹ کام کرتے ہیں

المشتہر

میرزا یعقوب بیگ ایل ایم ایس آنریری سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

وزیر آباد میں ایک ہردلعزیز میونسپل کمشنر

الیکشن میونسپلٹی وزیر آباد بخیر و خوبی گذر گیا۔ سات ممبر اہل اسلام سے انتخاب ہوئے اور چار اہل ہنود سے۔ اس موقعہ پر جو بے مثل کامیابی شیخ نیاز احمد صاحب رئیس وزیر آباد کو انتخاب کے موقعہ پر ہوئی وہ فی الحقیقت اس قابل ہے کہ شیخ صاحب کو انکی ہردلعزیزی کی اس اعلیٰ نتیجہ پر صد مبارکباد دی جائے۔ شیخ صاحب کے بالمقابل حلقہ میں اکثر ذی وجاہت اصحاب تھے۔ جنہوں نے شیخ صاحب کی خاطر اپنا انتخاب نہ کرایا۔ صرف ایک صاحب رہے۔ ووٹوں میں یہ امتیاز ہوا کہ شیخ صاحب کی طرف ۲۸۳ ووٹ ہوئے۔ اور مقابل کیطرف ۵۰ گویا شیخ صاحب ۲۳۳ کے فاصلہ پر کامیاب ہوئے۔ حال میں انکو ایک اور کامیابی ہوئی ہے۔ جو یہ ہے کہ وزیر آباد میونسپلٹی کے وائس پریزیڈنٹ بھی منتخب ہوئے۔ اُن کے اس انتخاب میں چوہدری سلطان علی صاحب کی ہمت و امداد ہر لحاظ سے قابل اعادہ ہے۔ بالخصوص اس خیال سے کہ گذشتہ الیکشن کے موقعہ پر چوہدری سلطان علی صاحب کو شیخ صاحب سے کسی حد تک کدورت ہو گئی تھی۔ مگر اس موقعہ پر انہوں نے شیخ صاحب کی امداد کرکے اپنے وسیع الخیال مسلم ہونیکا ثبوت دیا ہے ہم چوہدری صاحب کو ایسے ایثار پر سچے دل سے مبارکباد دیتے ہیں کیا اچھا ہو کہ دیگر مسلم بھائی و غیر مسلم بھی ایسی قابل تقلید مثال پر عمل کرکے دوسروں کے لئے ایک نمونہ قائم کریں۔ نامہ نگار

ضروری خبریں

امرتسر میں جلسہ اور ہڑتال

امرتسر اور لاہور میں قانون رولٹ کے پاس ہونے کے خلاف مخالفت بلند کرنے کے لئے ۳۰ مارچ کا دن چناگیا تھا۔ کہ یہ اتوار کا روز تھا۔ لاہور میں تو جلسہ کا اعلان ہوا۔ اور سنتے ہیں کہ مشتہرین کو صاحب ضلع نے بلایا ہے۔ اس لئے یا کسی اور وجہ سے یہاں کا جلسہ ملتوی رہا۔ لیکن امرتسر میں نہایت کامیابی کے ساتھ قومی ماتم کا دن منایا گیا۔ جلسہ کا وقت ۴½ بجے تھا۔ مگر لوگ بارہ بجے سے جوق در جوق مقام جلسہ میں جو شہر سے دور ایک وسیع خطہ اراضی ہے۔ جمع ہونے شروع ہوئے حاضرین کی تعداد بقول بعض ۱۲ یا ۱۳ ہزار تھی۔ اور بعض ۲۰ ہزار بھی کہتے تھے۔ ڈاکٹر سیف الدین کچلو بیرسٹرایٹ لاء صدر جلسہ تھے۔ اور تقریریں ہوئیں جلسہ نہایت انتظام سے ہوا۔ اور ذرا بھی فساد نہ ہونے پایا۔ شہر میں ہڑتال رہی اور کوئی سودا کسی دوکاندار نے نہ بیچا۔ ایک ایک روپے میں کسی نے انڈا نہ فروخت کیا گاڑیبانوں کو پہلے علم نہ تھا۔ لہذا وہ کرایہ پر جاتے رہے۔ مگر جب انہیں علم ہوا۔ تو انہوں نے بھی گھوڑے کھولدیئے۔ سب دوکانداروں نے بلا لحاظ مذہب و ملت دوکانیں بند رکھیں۔

حالات کابل

امیر حبیب اللہ خاں والئے کابل کے قتل کے بعد کابل کے صحیح حالات ابھی پردہ اخفا میں ہیں۔ ابھی تک کہ دیوان عام لندن میں بھی بقول مسٹر فشر اس کی پوری اطلاع نہیں۔

تاہم اخبار انگلشمین نے جو حالات شائع کئے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر مرحوم جلال آباد سے موٹر پر سوار ہو کر شہر سے ۶ میل کے فاصلہ پر گئے۔ فوج شکار گاہ میں آکر ملنے والی تھی۔ امیر کے ساتھ سردار نصر اللہ خان اور امیر کا بڑا لڑکا بھی تھے خلاف دستور [illegible] تاریخ تک [illegible] قیام کیا۔ [illegible] کی مدافعت [illegible] خیمے کے اُس حصہ سے جہاں امیر مرحوم سو رہے تھے [illegible] ایک پستول کی آواز آئی۔ جہاں سردار نصر اللہ خاں اور [illegible] دوڑ کر گئے۔ اور امیر کو مردہ پایا۔ گولی کان سے ہوتی ہوئی [illegible] ایک حصہ سے نکل گئی تھی۔

سردار نصر اللہ خاں نے [illegible] امیر [illegible] انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ جس کو عنایت اللہ خاں [illegible] نے بھی مان لیا۔

کابل میں امیر مرحوم کی عدم موجودگی میں اس کا تیسرا لڑکا امان اللہ خاں گورنر تھا جس نے امیر کے قتل کی خبر سنتے ہی [illegible] کی قسم کھائی۔ اور سپاہیوں کی تنخواہ ۱۲ سے ۲۰ تک بڑھا دی۔ سپاہیوں نے اسے امیر تسلیم کر لیا۔ اور اس طرح جلال آباد اور کابل میں دو امیر بن گئے۔ جن میں سے موخر الذکر کی تائید پر فوج اور ملک تھا۔ سردار نصر اللہ خاں نے حالات کو [illegible] سمجھ کر امان اللہ خاں کے حق میں دست برداری دیدی۔ اب وہ خود اور امیر کے دونوں بڑے لڑکے عنایت اللہ خاں اور حیات اللہ خاں سخت قید میں ہیں۔

ایسا ہی کمانڈر انچیف کو بھی جس نے سردار نصر اللہ خاں کو امیر مان لیا تھا معہ تمام خاندان اور اعزہ کے گرفتار کرکے جلال آباد سے کابل تک بیڑیاں پہنا کر لایا گیا۔ بیڑیاں اس قدر [illegible] وزنی تھیں۔ ان وزنی بیڑیوں کے ساتھ پہاڑی راستوں میں قیدیوں کو لانے میں سخت مشکلات پیش آئیں۔ [illegible] راستہ میں قیدیوں اور گھوڑوں پر رحم کرکے بیڑیاں علیحدہ کردی گئیں۔ کمانڈر انچیف اور اس کا خاندان اب [illegible] ہے۔ اور اس کی جگہ سردار امان اللہ خان نے اپنے [illegible] کو مقرر کر دیا ہے۔

یہ بھی لکھا ہے کہ جدید امیر ۲۶ یا ۲۷ سال کے نوجوان آدمی ہیں۔ وہ افغانستان سے کبھی باہر نہیں گئے۔ ان کی [illegible] تعلیم اچھی ہے۔ ویسے بھی ذہین اور ہوشیار آدمی ہیں۔

اخبار ٹائمز لکھتا ہے کہ سردار نصر اللہ خان کو [illegible] والوں میں سردار حسین وزیر مال بھی تھا۔ اس نے عنایت اللہ خان کے حق میں بغاوت کی۔ اگرچہ اس نے افواج کی خدمات کے لئے اپیل کی۔ اور ابتدا میں ہی تنخواہیں دگنی کر دینے کا وعدہ کیا۔ لیکن یہ کوشش بعد از وقت تھی۔ اسے گرفتار کرکے [illegible] کیا گیا۔ اور گدھے پر سوار کرکے بازاروں میں گشت کرایا گیا۔ اور اس کی جائداد ضبط کر لی گئی۔

دہلی میں فساد ہو گیا

گولیاں چل گئیں

دہلی ۳۰ - مارچ - اتوار کے روز دہلی میں بڑے زور سے مدافعت [illegible] کی ۴ یا ۵ روز سے تیاریاں ہو رہی تھیں۔ اتوار کا روز [illegible] مقرر کیا گیا تھا۔ اس روز قانون رولٹ کے پاس ہونے کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کے لئے دکانیں بند رکھی گئیں۔ بعض دوکانداروں نے شرکت نہ کی۔ مگر دوپہر تک ان کو بھی راضی کر لیا گیا۔ اس طرح سب دکانیں بند ہو گئیں۔ ریلوے اسٹیشن پر ایک حلوائی بیچنے والے نے کام بند نہ کیا۔ لوگوں کے ایک جم غفیر نے اسے روکا۔ [illegible] لہذا اسے پیٹا گیا۔ اور ریلوے ملازموں نے دو ایسے اشخاص کو گرفتار کیا۔ جنہوں نے دوکاندار مذکور کو پیٹا تھا۔ ہجوم اسٹیشن میں [illegible] اور انہوں نے ریلوے کا کام بند کر دینے کی دھمکی دی۔ افسران ریلوے نے ریلوے کا احاطہ بند کرنے کی کوشش کی۔ مگر لوگوں نے [illegible] اس پر قلعہ سے گورہ فوج کے ۳۰ سپاہی بلائے گئے۔ ان کو تین ٹکڑیوں میں تقسیم کیا گیا اور باقاعدہ سپاہیوں کے ایک حصہ نے [illegible] لوگوں کو مار مار کر شہر کے اندر کی طرف بھگا دیا گیا۔ [illegible] یہ ہجوم خطرناک تھا۔ لہذا ان کے منتشر کرنے کے [illegible] گولیاں چلائی گئیں مگر لوگ نہ ڈرے۔ اس پر لوگوں پر گولیاں برسائی گئیں۔ جن سے دو قتل اور ایک مجروح ہوا۔ کپتان پولیس اس کا نائب [illegible] ڈی۔ ٹی ایس۔ ریلوے کے چوٹیں آئیں۔ مگر معمولی سی۔ [illegible] پھر لوگوں نے گورہ سپاہ پر پتھر چلائے کئی سپاہی زخمی ہوئے سپاہ نے پھر ہوا میں فیر کیا۔ مگر بے سود۔ آخر سیدھی گولیاں چلائی گئیں۔ اس میں ۸ آدمی مرے اور چند زخمی ہوئے۔ [illegible] کے بعد لوگ منتشر بھی ہو گئے۔ اور دو مشہور ہندوستانی [illegible] جنہوں نے ایک مسلح موٹر کار کی مدد سے لوگ منتشر کر دیئے اور ایسا امن قائم ہوا کہ ۵ بجے عوام کا ایک جلسہ [illegible] کے خلاف اظہار ناراضگی کی غرض سے منعقد ہوا۔ جو [illegible] انجام کو پہنچا۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۶۔ یکشنبہ مورخہ ۶ اپریل ۱۹۱۹ء عیسوی نمبر ۱۴۷

خاتم النبیین اور لا نبی بعدی

(۲)

اس بات پر غور کرنے سے پہلے کہ نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہوئی یا نہیں۔ اور اگر ختم ہوئی ہے۔ تو کس صورت میں۔ آیا مطلق نبوت بند ہے یا مقید۔ خاتم النبیین کے ان معنوں پر بھی غور کرنا ضروری ہے۔ جو "ابو النبیین" کے الفاظ میں ہمارے سامنے پیش کئے جاتے تھیا اور ہمیں بتایا جاتا ہے کہ اس میں قرآن کریم نے آنحضرت صلعم پر آئندہ دروازۂ نبوت بند قرار نہیں دیا۔ بلکہ آپ کو نبیوں کا باپ قرار دے کر آپ کے بعد غیر شرعی نبیوں کا آنا جائز ٹھہرایا ہے۔

خاتم النبیین کا یہ مفہوم اگرچہ احادیث نبویہ اور سابقین امت کے خیالات کے سراسر خلاف ہے۔ لیکن اگر اس میں آپ کے بعد نبیوں کے آنے سے وہی ظلی اور جزوی نبوت مراد لی جاتی۔ جو دیگر اولیاء و مجددین امت کو ملتی رہی۔ نبوت کاملہ کو آپ کے بعد جائز نہ ٹھیرایا جاتا۔ اور باوجود ابو النبیین کہنے کے آنحضرت صلعم کو تیرہ صد سال میں صرف ایک ہی نبی کا باپ قرار نہ دیا جاتا۔ تو یہ ایک لفظی اختلاف ہوتا جو چنداں قابل وقعت نہ تھا۔

لیکن افسوس کے ساتھ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ نرا لفظی اختلاف ہی نہیں۔ بلکہ معنوں اور مفہوم کا بھی اختلاف ہے۔ جس نے ختم نبوت کے عقیدہ کو کچھ کا کچھ بنا دیا ہے۔ ہم ختم نبوت کے معنے یہ نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی آخری نبی ہیں۔ اور آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آئے گا۔ جو نبوت کاملہ کی صفات اپنے اندر رکھتا ہو۔ بلکہ صرف محدث اور مجدد ہی آئیں گے۔ جو ظلی اور ناقص طور پر نبی ہوں گے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے فرمایا:

> ان ابواب النبوت الجزئیۃ مفتوحۃ ابداً .... واما النبوت التی قامت کاملۃ جامعۃ لجمیع کمالات الوحی فقد امنا بانقطاعہا من یوم نزل فیہ وما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔

یعنی نبوت جزوی کے دروازے ہمیشہ کیلئے کھلے ہیں .... اور وہ نبوت جو تامہ کاملہ ہے۔ جو اپنے اندر رکھتی ہے سارے کمالات وحی کو سو ہم اس کے منقطع ہونے پر ایمان لاچکے۔ اس دن سے جب یہ آیت نازل ہوئی۔ ما کان محمد ابا احد الخ۔

بلکہ اب میاں صاحب اور ان کے مریدین کے نزدیک ختم نبوت کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام کمالات نبوت ختم ہو جانے کے باوجود آپ کی امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو نبوت کاملہ کے وارث ہوں۔ (اگرچہ اس وقت تک وہ صرف ایک ہی ہے) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان نبیوں کے باپ ہیں۔

دیکھنا یہ ہے کہ یہ معنے احادیث صحیحہ اور سابقین امت اور خود حضرت مسیح موعود کے بیانات سے کہاں تک مطابق ہیں۔ بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم کمالات نبوت ہیں۔ لیکن آیا آپ کے بعد بھی کوئی کامل نبی آسکتا ہے۔ آیا خاتم النبیین کا مطلب یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ایسے بھی لوگ ہونگے جو محدثیت و مجددیت سے بالاتر نبوت کے وارث ہوں گے اور خاتم النبیین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان نبیوں کا باپ قرار دیا گیا ہے۔

جب ہم ان احادیث کو دیکھتے ہیں جن میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ خاتم النبیین کی تفسیر فرمائی ہے تو افسوس ہے کہ ہمیں ان معنوں کی کوئی سند دکھائی نہیں دیتی کوئی لفظ ایسا نہیں جس میں اشارہ یا کنایہ سے خاتم النبیین [illegible] ابو النبیین قرار دیتے ہوں۔ اور آنحضرت صلعم پر نبوت کے دروازہ کا بند ہونا بلکہ کھلنا ظاہر کیا گیا ہو۔ بلکہ اگر ملتی ہیں تو ایسی احادیث جن میں اسی لفظ خاتم النبیین کو لاکر اس کی تفسیر لا نبی بعدی سے کی گئی ہے۔ یہ الگ امر ہے کہ لا نبی بعدی کے معنے نبوت مطلقہ کے بند ہونے کے ہیں۔ یا صرف شرعی نبی کا آنا بند قرار دیا ہے۔ لیکن جہاں تک خاتم النبیین کے معنوں کا تعلق ہے۔ اس کے معنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابو النبیین نہیں بتائے۔ نہ اپنے بعد نبوت کا جاری ہونا جائز قرار دیا۔ بلکہ اس کے معنے وہی کئے۔ جن میں نبوت کے بند ہونیکا مفہوم پایا جاتا ہے۔ مثلاً حدیث صحیح میں آتا ہے۔ انہ سیکون فی امتی ثلثون کذابون کلہم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔ میری امت میں تیس دجال کذاب ہونگے ان میں سے ہر ایک دعوے کرے گا کہ وہ نبی ہے۔ لیکن میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اب اگر خاتم النبیین کے وہ معنے صحیح ہیں۔ جو میاں صاحب اور ان کے مریدین کی طرف سے کئے جاتے ہیں کہ آپ نبیوں کے باپ ہیں اور آپ پر دروازہ نبوت بند نہیں ہوا۔ بلکہ آپ کے بعد بھی کھلا ہے۔ تو اس موقعہ پر ان مدعیان نبوت کے جھوٹا ہونے کی صورت میں بھی انا خاتم النبیین کتنا موزون و برمحل نہیں۔ کیونکہ ایک طرف تو انہیں دجال اور کذاب قرار دیتے ہیں۔ اور دوسری طرف انا خاتم النبیین میں بقول مریدین میاں صاحب یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں نبیوں کا باپ ہوں۔ اور میرے بعد نبی ہوں گے۔ اس کے تو معنے یہ ہیں کہ وہ نبی دجال اور کذاب نہیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی آل میں سے ہیں۔ لیکن یہاں صرف خاتم النبیین ہی نہیں بلکہ ساتھ ہی لا نبی بعدی بھی کہہ دیا جس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ اس لفظ سے مراد نبوت کا بند ہونا ہی ہے نہ کہ جاری اور کھلا ہونا۔

پھر ایک اور موقعہ پر بھی خاتم النبیین کی تفسیر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مثال کے ذریعہ سے فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں۔ ان مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتاً فاحسنہ واجملہ الا موضع لبنۃ من زاویۃ فجعل الناس یطوفون بہ ویتعجبون لہ ویقولون ہلا وضعت ہذہ اللبنۃ قال فانا اللبنۃ وانا خاتم النبیین (ترجمہ) میری مثال اور ان نبیوں کی مثال جو مجھ سے پہلے گذر چکے ہیں ایک شخص کی مثال ہے جس نے ایک گھر بنایا پس اسے بہت اچھا بنایا۔ اور خوبصورت بنایا۔ مگر اس کے کونہ سے ایک اینٹ کی جگہ خالی رہی سو لوگ اس کے گرد گھومنے لگے۔ کیوں یہ اینٹ نہیں لگائی۔ فرمایا میں وہ اینٹ ہوں۔ اور میں نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلعم نے اپنے آپ کو قصر نبوت کی آخری اینٹ قرار دیا ہے۔ اور ساتھ ہی فرمایا و انا خاتم النبیین۔ اب یہاں خاتم النبیین کے کیا معنے کریں گے یہ کہ میں نبوت کو ختم کرنے والا ہوں یا یہ کہ میرے بعد نبی ہوں گے۔ اور میں ان نبیوں کا باپ ہوں۔ تعجب ہے۔ ایک طرف آپ کو قصر نبوت کی آخری اینٹ بھی قرار دیا جائے۔ آپ سے پہلے اس قصر میں صرف ایک ہی اینٹ کی جگہ خالی ہو۔ جو آپ کے آنے سے پر ہو جائے اور پھر اس کو معکوس ٹھیرایا جائے اس طرح کہ آپ کے بعد نبی آئیں گے۔ ان نبیوں کیلئے اس قصر میں کونسی جگہ باقی ہے کونسی گنجائش اس میں ہے۔ جس میں وہ ہزاروں اینٹیں نصب ہوسکیں گی۔ جو بزعم میاں صاحب آئندہ آنے والی ہیں اور پھر اس صورت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا آخری اینٹ ہونا کیونکر صحیح ہوا؟ یا تو پہلے اس قصر کی سابقہ اینٹوں کو اکھاڑو کم از کم اس اینٹ کی گنجایش ہی نکالو جس کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے جگہ خالی تھی۔ اور جس کو آپ نے پر کیا۔ اور پھر حضرت مسیح موعود کو نبی بناؤ۔

غرض ہر ایک ذی فہم اس حدیث کو پڑھ کر سمجھ سکتا ہے۔ کہ اس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خاتم النبیین کی تفسیر نہایت صاف اور کھلے طور پر یہی فرمائی ہے کہ آپ قصر نبوت کی آخری اینٹ ہیں۔ اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ ورنہ اس مثال میں آپ نے آپ کو انا ہذہ اللبنۃ کہنے کے بعد وانا خاتم النبیین کہنے کے کیا معنے؟ اگر خاتم النبیین کے معنے ابو النبیین ہی تھے۔ اور اگر آپ کے بعد دروازۂ نبوت بند نہیں تھا بلکہ کھلا تھا۔ تو اس لفظ کو کم از کم اس موقعہ پر لانا صحیح اور موزون نہ تھا۔ کیونکہ اس صورت میں یہ متضاد کلام ہو جاتا ہے۔ اسلئے ماننا پڑے گا کہ یہاں بھی آپ نے خاتم النبیین سے مراد دروازہ نبوت کا کھلنا نہیں۔ بلکہ بند ہونا ہی لیا ہے۔

ایسا ہی ایک حدیث میں دیگر انبیاء پر سات باتوں میں اپنی فضیلت جتاتے ہوئے آخری فضیلت یہ بتائی کہ ختم بی النبیون اب ان الفاظ کے کیا معنے کئے جائیں۔ یہ کہ مجھے نبیوں کا باپ بنایا گیا۔ اور مجھ سے دروازہ نبوت کو کھولا گیا۔ یا یہ کہ مجھ پر نبیوں کو ختم کیا گیا۔ یہاں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ختم بی النبیون کو اپنی فضیلت کے طور پر بیان کرتے ہیں۔ اور میاں صاحب کے نزدیک آنحضرت صلعم پر نبیوں کو ختم کرنا یا دروازہ نبوت بند قرار دینا آپ کی فضیلت نہیں۔ بلکہ ہتک ہے۔ کیونکہ فرماتے ہیں:

> آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد بعثت انبیاء کو بالکل مسدود قرار دینے کا یہ مطلب ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو فیض نبوت سے روک دیا۔ اور آپ کی بعثت کے بعد اللہ تعالے نے اس انعام کو بند کر دیا۔ اب بتاؤ کہ اس عقیدہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ثابت ہوتے ہیں۔ یا اس کے خلاف (نعوذ باللہ من ذالک) (حقیقۃ النبوت صفحہ ۱۸۷)

لیکن سوال یہ ہے کہ ہم ختم بی النبیون کے کیا معنے کریں۔ آیا یہ کہ مجھے نبیوں کا باپ بنایا گیا۔ میاں صاحب ہی مہربانی کر کے ان [illegible] کی صحت کی شہادت دے دیں۔ اور لغت اور قواعد عربی سے بھی ایسے معنے صحیح قرار دیتے ہوئے مدنظر رکھ لیں۔

غرض حدیث میں لفظ خاتم النبیین کی جہاں جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تفسیر کی ہے۔ کہیں بھی ابو النبیین کے معنے بیان نہیں فرمائے۔ بلکہ اس کے خلاف لا نبی بعدی قصر نبوت کی آخری اینٹ۔ ختم بی النبیون۔ وغیرہ الفاظ میں ہی تشریح کی جن سے نبوت کے (خواہ وہ نبوت مطلقہ ہو یا صرف تشریعی نبوت) بند ہونے کا ہی مفہوم نکلتا ہے۔ اور اجرائے نبوت کا مفہوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی بھی لفظ سے پیدا نہیں ہوتا۔

گائے بولی

معاصر "پرکاش" کلکتہ کے "بھارت متر" سے نقل کرتا ہے کہ [illegible] کے دن فورٹ ولیم کے قریب تلی یا [illegible] کے قصاب خانہ میں ایک گائے سامنے لائی گئی۔ قصاب نے اس کی گردن پر چھری اٹھائی اتنے میں کہتے ہیں گائے خود بول اٹھی اور اس نے کہا کہ "مجھے مت مارو" قصاب اور اس کے ساتھی فوراً پیچھے ہٹ گئے۔ اس کے ہاتھ سے چھری گر پڑی۔ اور قصابوں نے اس کو ذبح کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کا بہت چرچا ہوا۔ یہ سن کر ایک فوجی سارجنٹ آپہنچا۔ اس نے اس پر اعتبار نہ کیا۔ اور چھری چلانے کا حکم دیا۔ جونہی قصاب نے پھر ہاتھ اٹھایا۔ گائے پھر بول اٹھی۔ کہ "خدا کی قسم مجھے نہ مارو" دیکھنے والوں کی حیرت کی کوئی حد نہ رہی سو وہ گائے ماری نہیں گئی۔ اور فورٹ ولیم میں لاکر رکھی گئی۔ جہاں وہ ابھی تک زندہ ہے۔

"پرکاش" اس پر حاشیہ افزائی کرتا ہے کہ "یہ الفاظ زبان حال سے کہے گئے تو مانے جاسکتے ہیں۔ زبان قال سے نہیں۔" لیکن ہمارے نزدیک زبان حال اور زبان قال دونوں کی رو سے یہ واقعہ قابل تسلیم نہیں۔ آئے دن اپنے خاص مقاصد کے حصول کیلئے یار لوگوں کی طرف سے ایسے ہی قصے بنا بنا کر لوگوں کو مائل کیا جاتا ہے ورنہ گائے کی زبان حال کیا کہنا پور کے انسانوں کی زبان حال و قال دونوں سے بڑھ کر قابل رحم ہے۔ گائے انسانی ضروریات کے لئے ہے۔ دودھ گھی کے علاوہ اگر اس کا گوشت بھی انسانی ضروریات کے کام آسکتا ہے۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ ہمارے برادران وطن کیوں ایسی کہانیاں بناتے وقت اپنی خاص مذہبی قربانیوں کو بھلا جاتے ہیں جنہیں غریب حیوانات کی زبان حال و قال دونوں کی پروا تک نہیں کرتے۔

پادری ذویمر کی کتاب

ہمارے ناظرین کرام مسٹر ذویمر کے نام سے بخوبی واقف ہیں جنہوں نے اسلام کی مخالفت و تکذیب کے لئے مسلم ورلڈ نامی ایک

عورت کی بغاوت

گذشتہ سے پیوستہ

مسٹر بارلسین کی کتاب "جرائم اور اُن کے وجوہ" میں بتایا گیا ہے۔ کہ مغربی ممالک میں ۹ فیصدی سے ۸۰ تک عورتیں مجرم ہوتی ہیں اور نوزائیدہ بچوں اور بزرگوں کا مار ڈالنا۔ اسقاط۔ زہر خورانی اور گھروں میں سے چوری کرنا یہ وہ جرائم ہیں۔ جن میں عورتیں مردوں سے زیادہ مبتلا ہیں اور بزرگوں کے مار ڈالنے میں مردوں کے برابر ہیں۔ اور مردوں سے زیادہ بچوں کے ساتھ بدسلوکی کرنے میں سزا پاتی ہیں۔ اور قتل عمد یا اقدام قتل میں ان کا تناسب ۶۰ فیصدی ہے۔ عورتیں مردوں سے زیادہ سخت جرائم پیشہ ہوتی ہیں۔ اور مکرر سزایاب ہوتی ہیں"۔

کتاب لیجی سیسی میں ظاہر کیا گیا ہے کہ عورتیں بچوں کے مارنے کے لئے عجیب عجیب تدبیریں اختیار کرتی ہیں۔ یہ اموات گلا گھونٹنے زہر دینے۔ پھانسی دینے۔ زندہ جلا دینے۔ جھلسا دینے سے ہوتی ہیں۔ لیکن پھر بھی اُن کے ساتھ اُن بچوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ رحم کا برتاؤ کیا جاتا ہے جن کو بند ریچ بھوکا مار کر یا ٹھکر اور بے اعتنائیوں سے مارا جاتا ہے۔

یہ ہیں مغربی عورتوں کی آزادی کے ثمرات اور اُن کی آزادی کے ہولناک نتائج جو عورت کی مرد سے نہیں۔ بلکہ درحقیقت فطرت سے سرکشی کی وجہ سے پیدا ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ آخر ان کا علاج کیا ہے۔ مدبرین مغرب اس سوال کا عملی حل سوچ رہے ہیں۔ اُن کے خیال میں اس خرابی کی سب سے بڑی وجہ ذکور و اناث کا ناجائز ربط و ضبط ہے۔ جو عورت کے اپنے حلقۂ فرائض و وظائف اور گھر کی چار دیواری سے قدم باہر نکالنے کا نتیجہ ہے وہ صاف کہتے ہیں۔ کہ عورت عورت نہیں رہی۔ اگر وہ عورت بن جائے۔ تو تمدن کی بنیادیں جو متزلزل ہو چکی ہیں از سر نو مضبوط و مستحکم ہو جائیں۔

امریکہ کا ایک اہل قلم لکھتا ہے۔ "اگر عورت اپنے فرائض کو پورے طور پر ادا نہ کرے۔ تو سوسائٹی کا خاتمہ ہو جائے۔ اور اگر وہ ان کو پورے پورے ادا کرتی رہے۔ تو بے شک وہ ہر عزت کی مستحق ہے"۔

مسٹر ڈائش ڈکورتھ کہتے ہیں۔ "ترقی کے کیسے ہی مدارج کیوں نہ گذر جائیں۔ لیکن ضرورت ہے کہ ہماری عورتیں عورتیں رہیں"۔

پولس سیمان فرماتے ہیں۔ "عورت کو چاہئے کہ عورت رہے ہاں بے شک عورت کو چاہئے کہ عورت رہے۔ اسی میں اس کی فلاح ہے۔ اور یہی وہ صفت ہے۔ جو اُس کو سعادت کی منزل تک پہنچا سکتی ہے"۔

لارڈ بائرن کہتا ہے۔ "عورتوں کے ضروری مشاغل یہ ہونے چاہئیں۔ کہ وہ اپنے خانہ داری کے کاموں کو اچھی طرح انجام دیں۔ اور کھانا پکانے اور لباس وغیرہ میں اچھا سلیقہ پیدا کریں۔ اُن کے لئے پردہ ایک ضروری چیز ہے تاکہ یہ اس کے ذریعہ سے اپنے کو دوسروں کے میل جول سے محفوظ رکھ سکیں"۔

غرضیکہ مغرب نے نہایت تلخ تجربوں کے بعد وہ سبق سیکھا ہے۔ جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ صدیاں پیشتر خلق خدا کو پڑھایا تھا۔ کہ

"عورت مجسم چھپانے کی چیز ہے۔ وہ جب گھر سے نکلتی ہے۔ تو شیطان اسکو جھانکتا ہے۔ وہ اپنے خدا کی رحمت سے سب سے زیادہ قریب اسوقت ہوتی جب وہ اپنے گھر کے اندر رہتی ہے"۔

لیکن عورت نے اپنے شوہر اپنے گھر اور اپنے فرائض سے بغاوت اختیار کر لی ہے۔ اس کا خمیازہ وہ اور اس کے ساتھ قوموں کا تمدن بھگت رہا ہے۔ کیا وہ وقت نہیں آیا کہ اسلامی احکام کو روئے زمین کے کونے کونے میں پہنچا کر بغاوت کا یہ سلسلۂ عظیم ختم کر دیا جائے۔ (وکیل)

ضرورت

ہے ایک احمدی اُستاد کی جو نارمل پاس ہو یا جونیر ورنیکولر ٹرینڈ ہو۔ گورنمنٹ ہوکل کے پرائمری سکول میں تعلیم دینے کے لئے۔ تنخواہ حسب لیاقت دی جائیگی۔ درخواستیں سکریٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام جلد آنی چاہئیں۔

اخبار وسیر

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

(ابوالعطاء حکیم میرزا خدا بخش صاحب کے قلم سے)

فخر الدین رازی رح کے نام نامی سے شاید ہی کوئی اہل علم ہوگا۔ جو واقف نہ ہو۔ آسمان علم میں وہ آفتاب نصف النہار تھا سپہر فضل و کمال میں وہ شہسوار نامدار تھا۔ اور گیتی نے بہت ہی کم ایسے بیٹے جنے جو اُس کے پایہ اور مرتبہ کو پہنچے۔ قدرت نے اُن کو ایسا ذہن رسا دیا تھا کہ فوراً بات کی تہ کو پہنچ جاتے تھے۔ اُن کی علمی قابلیت کا نہ صرف اُنکے معاصرین نے ہی اعتراف کیا ہے بلکہ بعد کی آنیوالی نسلوں نے اُنکو علم و فضل کا امام تسلیم کیا ہے۔ اس بزرگ امام نے دین کو دلائل قویہ و براہین عقلیہ سے روز روشن کی طرح چمکا کر دکھا یا ہے اور رسمی طرز اور اندھی تقلید کو گلے سے اتار کر پھینکدیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ مولینا روم جیسے بزرگ کو بھی اُن کی نسبت یہ کہنا پڑا

گر باستدلال کار دیں بُدے

فخر رازی رازدار دیں بُدے

ولادت اور نام ونسب

اس امام کا نام محمد اور باپ کا نام عمر تھا جو ضیاء الدین عمر کے نام سے مشہور تھے یہ اپنے وقت میں مستند عالم اور خطیب رہے تھے اسی واسطے اس امام کو عموماً ابن خطیب الری بھی کہتے تھے۔ یہ بزرگ ۵۴۴ھ ہجری مطابق ۱۱۵۰ء میں بمقام شہر رے جو مضافات تبریز سے ہے پیدا ہوئے

تعلیم اور تعلم

انہوں نے اپنے وطن ہی میں اپنے بزرگ باپ سے تعلیم حاصل کی جب کچھ ہوش سنبھالا۔ تو مجد الدین جیلی کے ہمراہ مراغہ میں چلے گئے جہاں علوم فلسفہ اور حکمت کی تحصیل تمام کی۔ تھوڑے زمانہ میں اُن کی خداداد ذکاوت و حذاقت اور علمی قابلیت و فضیلت کا دُور دُور تک شہرہ پہنچ گیا۔ صرف فلسفہ اور حکمت کے فنون ہی میں کمال پیدا نہیں کیا تھا بلکہ دینی علوم میں اُن کو ید طولےٰ حاصل تھا۔ اُن کی فطرت سعید و ضمیر رشید نے پسند نہ کیا کہ ان علوم و فنون کے مزے اپنے ذہن تک ہی محدود رکھیں۔ بلکہ دُنیا کے مشارق و مغارب کو اُن سے مستفید کیا جائے۔ چنانچہ اسی بناء پر ابھی تحصیل علم سے فراغت بھی نہیں ملی تھی۔ کہ تصنیف و تالیف کا مشغلہ اختیار کیا۔ اور بہت سی مفید کتب مختلف مضامین میں لکھیں جو عام قبولیت کی نگاہ سے دیکھی گئیں۔ اور صرف اسی پر بس نہیں بلکہ وسط ایشیاء میں سیر و سیاحت کا سلسلہ شروع کر کے جہاں جاتے وہیں درس کی مجلس گرم کر دیتے۔ اور ہر طبقہ کے علماء اور تشنگان علوم اُنکے سرچشمہ تحقیق سے مستفیض ہونے کے لئے اُنکی مجلس میں حاضر ہوتے اور حسب استعداد فائدہ اُٹھاتے

ہرات میں آپکا شاندار استقبال اور وعظ

جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ امام موصوف نے وسط ایشیاء میں سیر و سیاحت کر کے مختلف شہروں میں جا کر جہاں جہاں قیام فرماتے ہر جگہ لوگوں کو درس دیا کرتے تھے۔ اسی دوران سیاحت میں اُن کا داخلہ ہرات میں بھی ہوا۔ جس شان و شوکت اور جاہ و جلال سے اس شہر میں اس امام کا داخلہ ہوا اُسکی بڑے بڑے تاجداروں کو بھی نصیب نہیں ہوا۔ خدم و حشم اور شاگردوں کا گروہ عظیم آپ کے ہمرکاب تھا۔ اُس زمانہ میں ہرات کا فرمانروا سلطان حسین خرمین تھا۔ اس امام جلیل الشان کی اپنی ولایت میں تشریف لانے کی خبر سُن کر بنفس نفیس استقبال کے لئے نکلا اور بڑی عزت اور حرمت کے ساتھ امام کو لیجا کر اپنا مہمان شاہی بنایا۔ اور بڑے اعزاز اور احترام کے ساتھ رکھا۔ ہرات کی عظیم الشان جامع مسجد میں علامہ موصوف کے وعظ کا سامان کیا گیا۔ اور ایک بہت بڑا شاندار منبر نصب کیا گیا جس پر امام ہمام جلوہ افروز ہوئے۔ دور دور سے لوگ آپ کے وعظ سننے کے لئے آئے اور اس قدر مجمع ہوا کہ تل رکھنے کو جگہ نہ رہی۔ خود سلطان حسین بھی شریک وعظ ہوئے اور امام کے اشارہ سے اُنکے پاس ہی منبر کے بائیں میں بیٹھ گیا۔ علاوہ ازیں سلطان شہاب الدین غوری حکمران فیروز کوہ کا بھائی سلطان محمود بھی مجلس میں حاضر ہوا۔ وہ بھی سلام کے بعد امام کی اجازت سے اُن کے دوسرے پہلو میں آبیٹھا۔ امام نے فضائل در فضائل نفس پر اس فصاحت اور بلاغت سے تقریر فرمائی کہ عجیب کیفیت طاری تھی۔ آپ کی اس مجلس پر ایک ایسا سناٹے کا عالم چھایا تھا کہ کہیں سے کسی قسم کی صدا تک نہیں اُٹھتی تھی۔ ترک غلام زریں لباس پہنے اور تلواریں لٹکائے ہوئے بیٹھے تھے۔ غرض اعلیٰ سے ادنےٰ تک آپ کے وعظ سے ایسے شائق ہو رہے تھے کہ جس کی نظیر کم ملتی ہے۔

فیاضی اور نکتہ سنجی

آپ بڑے فیاض اور نکتہ پسند بھی تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جب وہ ہرات کی جامع مسجد میں اپنے فصاحت و بلاغت کے موتی بکھیر رہے تھے اور ان کی طلاقی ساحرانہ تقریر سے ہر نوع انسان مسحور ہو رہے تھے۔ عین اسی حالت میں ایک کبوتر بحری کے پنجہ سے بھاگتا ہوا۔ امام ہمام کے قدموں پر آگرا۔ اس پر شرف الدین بن عنین ایک نامی شاعر نے جو مجلس وعظ میں حاضر تھا اس نظارہ کو دیکھکر اس مضمون کا دو اشعار فی البدیہہ میں لقشہ کھینچا اور امام کے سامنے پڑھکر سُنایا۔ امام نے اُنہیں اسقدر پسند فرمایا کہ شرف الدین کو بلا کر اپنے پاس جگہ دی اور ختم مجلس وعظ کے بعد گھر پہنچکر پورا خلعت معہ زرِ نقد شاعر کو بطور انعام بھیجدیا۔ اور اسکے بعد ہمیشہ اس پر مہربانی فرماتے رہے۔

مجلس درس

امام فخر الدین کی مجلس درس نہایت شاندار اور وسیع تھی شاگردوں کی ترتیب نشست اس طرح ہوا کرتی تھی کہ بڑے بڑے نامی گرامی طلبا جو دُور دُور کے بلاد سے تحصیل علم کے لئے آئے ہوئے تھے امام کے نزدیک ہوتے۔ اور پھر باقی درجہ بدرجہ کم رتبہ کے حسب مراتب بیٹھتے۔ علمی سوال کے جواب اول یہی نامور طلبہ دیا کرتے۔ اور جس مسئلہ کا جواب اُن سے نہ بن آتا تو بعد فوراً امام صاحب ہی اپنی تقریر سے اور اپنے تحقیقات سے کو ایسا کھول دیتے کہ سامعین دنگ رہ جاتے اور اُنکے کلام پر ایک ایسے حیرت دی ہو جاتی کہ گویا نقش دیوار ہو جاتے

اخلاق اور تبتل الی اللہ

امام فخر الدین باوجود علم منطق و فلسفہ میں یدِ طولےٰ رکھتے تھے اور دیگر تمام علوم میں فاضل بلا مرہو سکے آخر کے بعد کی تحریر شکر اور بندگی جہاں تک انسانی طاقت کی حد ہے۔ کوئی سے ایسا نہیں چھوڑا جسکو استعمال نہ کیا ہو۔ اب آخر مجھے کسی چیز کی پیاس ہے تو صرف دیدار الٰہی کی۔ اور کسی چیز کی آرزو ہے تو صرف لقاء اللہ کی

ایک شاہی دربار میں منصب جلیلہ پر تقرر

امام کا قیام زیادہ تر اپنے اصلی وطن شہر رے میں رہتا تھا مگر قدردان بادشاہ کب باکمال انسانوں کی شہرت سُن کر اپنے دربار کو محروم رکھ سکتے تھے۔ خوارزم شاہ نے جو وسط ایشیا کا ایک عظیم الشان بادشاہ تھا امام فخر الدین کے علم و فضل کا شہرہ سُنکر آپ کو دربار میں طلب فرما کر آپ کا بڑا اعزاز

وفات حسرت آیات

یہ سب علمی بحثیں خوشی کا باعث تو ہوا لیکن ہجی صحت اور جسم کے نقصان کا باعث ہوا کیونکہ ہر نوع کی آب و ہوا کے موافق نہ آئی اور انکی صحت خراب ہو گئی اور بیماری کی حالت میں سفر کر کے۔ مرض کی حالت میں اُسقدر بڑھ گئی کہ ہرات کے نزدیک ہی رحلت فرمائے دار البقاء ہوئے اور اپنے متوسلین کو ہمیشہ کیلئے داغ حسرت دیکھئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

وصیت

اپنی علالت کو بڑھتے دیکھکر ۲۱۔ محرم ۶۰۶ھ کو اپنے ایک شاگرد ابراہیم بن ابی بکر بن علی اصفہانی سے وصیت نامہ لکھوایا۔ خود املا کرتے جاتے اور شاگرد لکھتا جاتا تھا۔ اس وصیت میں اپنے عقائد حقہ کی تشریح اور تصانیف کا حال بیان کرنے کے بعد یہ خواہش ظاہر کی۔ کہ اُن کی موت لوگوں پر ظاہر نہ کی جائے اور قواعد شرع کے مطابق تجہیز و تکفین کر کے اُس پہاڑ کے دامن میں دفن کر دیا جائے۔ جو مزدان خان نامی گاؤں کے نزدیک واقع ہے لاش کو قبر میں اتار کر جس قدر ہو سکے قرآن کریم کی ایسی آیتیں تلاوت کی جائیں جن میں خدا تعالے کی عظمت اور قدرت کا بیان ہے اور پھر یہ کہکر مٹی ڈالدیں۔ کہ اے رب کریم یہ فقیر محتاج تیرے حضور میں آیا ہے۔ اس پر رحم فرما۔

امام کی اولاد

امام فخر الدین کے دو بیٹے اور ایک لڑکی تھی۔ بڑے کا نام ضیاء الدین تھا اور چھوٹے کا شمس الدین۔ دونوں لائق عالم تھے مگر چھوٹا بلا کا طباع اور ذہین تھا۔ اسکی نسبت امام فخر الدین رح اکثر کہا کرتے تھے۔ کہ اگر میرا یہ بیٹا زندہ رہا تو علم و کمال میں میرا یادگار نہ بلکہ مجھ سے بڑھکر ہوگا۔ کیونکہ بچپن ہی سے اس لڑکے میں لیاقت اور جوہر قابل ہونے کے آثار نظر آتے تھے۔

اُن کی وفات کے بعد اُنکی اولاد شہر ہرات میں مقیم ہوئی چھوٹا لڑکا شمس الدین باپ کی مسند درس پر بیٹھا اور اُنہی کا لقب اختیار کیا۔ اور اُنکی لڑکی خوارزم شاہ کے فاضل وزیر علاء الملک علوی سے بیاہی گئی۔

تصنیفات

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ جیسے کہ پہلے لکھا گیا ہے صرف درس و تدریس سے تشنگان علوم کو سیر ہی نہیں کیا بلکہ آیندہ آنیوالی نسلوں کو ہمیشہ کے لئے مستفیض کرنے کے لئے مختلف علوم و فنون میں کتابیں تصنیف فرماکر نہ مٹنے والی یادگاریں اپنے پیچھے چھوڑ گئے جزاہ اللہ احسن الجزا فی الدنیا والآخرۃ تفسیر۔ فقہ۔ اصول فقہ۔ منطق۔ فلسفہ۔ مناظرہ۔ رمل۔ علم ہندسہ۔ اقلیدس۔ جغرافیہ۔ فن طب وغیرہ علوم میں متعدد کتابیں تصنیف وتالیف فرمائیں۔ تفسیر مفاتیح الغیب معروف بہ تفسیر کبیر آپ ہی علامہ کی تفسیر ہے جو آٹھ ضخیم جلدوں میں ہے اور ایسی معقول و مدلل ہے کہ اس کے پایہ کی کوئی تفسیر دنیا میں نہیں۔ عصمت انبیاء پر ایک کتاب بے نظیر لکھی ہے۔ ایک کتاب لوامع البینات لکھی۔ جو اسماء اللہ وصفات اللہ کی شرح ہے۔ امام غزالیؒ کی کتاب الوجیز کی ایک ناتمام شرح تین ضخیم جلدوں میں لکھی فضائل الصحابہ نام ایک کتاب لکھی جس میں صحابہؓ کے فضائل نہایت خوبی کے ساتھ لکھے۔ غرض ۷۰ کے قریب انکی کتابیں ہیں۔ اور یہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے کہ درس تدریس وملاقاتوں کے باوجود اتنا وقت تصنیف وتالیف کا کیسے ملجاتا تھا۔ یہ اُن کی بلند ہمتی اور تائید الٰہی کا کافی ثبوت ہے ٭

مُراسلات

علی گڈھ کالج کی موجودہ حالت

بفضلہ تعالیٰ علیگڈھ کالج کی حالت اب بہمہ وجوہ تسلی بخش اور رو باصلاح ہورہی ہے۔ جو مخدوش حالت آج سے چند ماہ پہلے انگریز پروفیسروں کے مستعفی ہونے سے پیدا ہوگئی تھی۔ الحمدللہ کہ اب وہ سید محمد علی صاحب آنریری سکریٹری کالج کی مستعدی اور حسن تدبیر سے رفتہ رفتہ دور ہورہی ہے نہ صرف نئے اسٹاف کا خاطرخواہ انتظام ہورہا ہے۔ بلکہ غریب طلباء کو اخراجات کی زیادتی کی جو شکایت تھی وہ رعایتی شرح کے اجراء سے رفع کردی گئی ہے۔ تمام بہی خواہان کالج اور ہمدردان قوم کا فریضہ ہے کہ وہ جدید انتظامات اور اصلاحات کی داد عملاً دیں اور جو سہولتیں اب غیر مستطیع اور نادار طلباء کی تعلیم کے لئے موجود ہیں انکی طرف ہونہار غریب طلباء کی توجہ مبذول فرمائیں اس اجمال کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

بفضلہ تعالیٰ جدید اسٹاف کا انتظام مکمل ہورہا ہے۔ ہر ایک اسامی کے لئے متعدد درخواستیں وصول ہوچکی ہیں۔ اور انشاءاللہ العزیز تعطیلات گرما کے بعد یکم اگست ۱۹۱۹ء کو کالج کھلنے پر ان میں سے بہترین ماہرین فن طلباء کالج کی تعلیم کے لئے موجود ہونگے۔ ہمیں اب اس امر کا زیادہ اندیشہ نہیں ہے کہ ہمیں لائق پروفیسر نہ مل سکیں گے۔ کیونکہ اس وقت تک جو عرضیاں دفتر کالج میں وصول ہوچکی ہیں۔ وہ تسلی بخش اور امید افزا ہیں۔

سب سے زیادہ اہم اور مستحسن تبدیلی رعایتی شرح کا اجراء ہے غیر مستطیع طلباء کی امداد کے لئے چودہ پندرہ ہزار روپیہ سالانہ وظائف اور قرض حسنہ کی شکل میں انجمن الفرض کی طرف سے طلباء میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ آجتک انجمن الفرض پونے چار لاکھ (۳۷۵۰۰۰) کے قریب روپیہ غریب طلباء میں بانٹ چکی ہے۔ گذشتہ سال سوا چودہ ہزار (۱۴۲۵۰) روپیہ کے وظائف ایک سوستتر (۱۷۷) طلبا ئے کالج واسکول کو انجمن الفرض کی طرف سے دیئے گئے ہیں۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ انجمن الفرض کی مدد کے بغیر یہ پونے دوسو طالب علم اعلےٰ تعلیم سے محروم رہتے۔ امسال انجمن الفرض نے گذشتہ سال سے زیادہ رقم یعنی سوا سولہ ہزار (۱۶۲۵۰) روپیہ غریب طلباء کی مدد کے لئے اپنے بجٹ میں منظور کیا ہے جسکے باعث طلباء کی ایک کثیر تعداد کو حسب ضرورت ۸ سے ۱۵ روپیہ ماہوار تک کے وظائف مل سکیں گے۔ انجمن الفرض کی اس گرانقدر سخاوت کے باوجود اب ٹرسٹیان کالج نے غریب طلباء کی مزید امداد کے لئے طے کیا ہے کہ آیندہ سال یعنی سیشن ۱۹۱۹ء میں ایک سو پچاس (۱۵۰) طلباء (قریباً ایک سو کے فرسٹ ائیر میں اور پچاس تھرڈ ائیر میں) رعایتی فیس پر (جو موجودہ فیس سے تقریباً ایک تہائی کم ہے) کالج میں داخل کئے جائیں مختصراً اس رعایتی شرح کا مطلب یہ ہے کہ آیندہ سال غریب طلباء صرف ۱۸ روپیہ ماہوار فیس دیکر انٹرمیڈیٹ میں اور ساڑھے اٹھارہ روپیہ ماہوار فیس دیکر بی اے۔ بی ایس سی۔ میں علیگڈھ کالج کے جملہ فوائد سے بہرہ یاب ہوسکتے ہیں مایک فسٹ کلاس کالج میں اس مخدوش دگرانی کے زمانہ میں اس قدر کم فیس دیکر تعلیم حاصل کرنا تاریخ تعلیم میں ایک غیر معمولی اور حیرت انگیز واقعہ ہے۔ چونکہ ۱۸ روپیہ میں تعلیم، کرایہ بورڈنگ ہوس، خوراک، یونین، کھیل وغیرہ کی فیس، مصارف محلہ اور میڈیکل فیس وغیرہ تمام مدات کے خرچ شامل ہیں۔ لہٰذا اس رعایت کا مطلب یہ ہے کہ آیندہ سال غریب طلبہ علیگڈھ کالج میں ۱۸ روپے ماہوار پر گذارہ کرسکیں گے۔ اور اگر وہ انجمن الفرض سے قرض حسنہ حاصل کرلینگے۔ تو انہیں اپنے پاس سے صرف ۹، ۱۰ روپیہ ماہوار خرچ کرنے پڑیں گے۔ چونکہ کالج کی طرف سے بیسیوں اور وظائف قابل طلباء کو دیئے جاتے ہیں (جن میں سے بعض ذیل میں مذکور ہیں) اس لئے ہونہار طلباء کے لئے محنت سے کام کرنے کا ثمرہ یہ ہوگا۔ کہ وہ ان حالات میں علیگڈھ کالج میں رہکر محض انجمن الفرض اور کالج کے وظائف پر کسی قسم بیرونی امداد کے بغیر تکمیل تعلیم کرسکیں گے۔

اس رعایتی شرح کے علاوہ جو کثیر رقم طلباء کو داخلہ پر یکمشت خزانہ کالج میں داخل کرنی پڑتی تھی۔ اس کی بجائے اب صرف ایک قلیل رقم ادا کرنی پڑے گی ٭

ڈائننگ ہال اور ہر سہ آفس میں طلباء کی سہولت اور حسن انتظام کی خاطر متعدد اصلاحات حال میں نافذ کی گئی ہیں۔ ششماہی اور سالانہ امتحانات و نیز طلبا کی باقاعدہ حاضری کے متعلق جدید قواعد بنائے گئے ہیں۔ اور ان پر عملدرآمد شروع ہوگیا ہے۔

انجمن الفرض کے کثیر التعداد وظائف کے علاوہ جن کا مجملاً ذکر اوپر کیا جاچکا ہے۔ ہونہار طلباء کے لئے متعدد وظائف۔ انعامات اور تمغہ جات، کالج کی طرف سے طلبا کی ہمت افزائی کے لئے ہر سال دیئے جاتے ہیں۔ انکی مفصل کیفیت کالج کے پراسپکٹس سے معلوم ہوسکتی ہے۔ جو پرنسپل صاحب کالج (علیگڈھ) سے عندالطلب مفت مل سکتا ہے۔

تعلیم سائنس کو فروغ دینے کی خاطر بارہ وظائف بی ایس سی و ایم۔ ایس سی۔ کے طلبا کو دو سال کے لئے دیئے جاتے ہیں نیز جو طلبا ہمارے یہاں سے رڑکی انجینیرنگ کالج میں جاتے ہیں انہیں بھی کالج کی طرف سے معقول امداد ملتی ہے۔ عربی کے لئے قریباً اکتیس (۳۱) وظائف ہیں جن کی اوسط مقدار پچیس روپے ماہوار ہے۔

مزید برآں تمام اُن طلباء کے لئے جو میٹرکولیشن اسکول لیونگ۔ انٹرمیڈیٹ اور بی۔ اے۔ بی۔ ایس سی امتحانات میں اول درجہ (فسٹ کلاس) میں کامیاب ہوتے ہیں مخصوص وظائف ہیں۔ جو وظائف قابلیت (Merit Scholarship) کہلاتے ہیں۔ ان وظائف کی تعداد محدود نہیں ہے جسقدر طلباء کسی سال داخل ہوتے ہیں اتنے ہی وظائف دیئے جاتے ہیں۔ سیکنڈ کلاس میں کامیاب ہونے والے طلبا کے لئے بھی علیٰ ہٰذا القیاس متعدد وظائف ہیں یہاں تک کہ بی۔ اے۔ بی۔ ایس سی تھرڈ کلاس میں کامیاب ہونے والے طلبا کے لئے بھی ایم۔ اے۔ ایم۔ ایس سی میں پڑھنے کے لئے بہت سے وظائف مقرر ہیں۔

ہونہار اور غریب طلبا کی حوصلہ افزائی کے لئے اور اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی تحریص کے لئے مختلف النوع سہولتیں علیگڈھ کالج میں موجود ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں۔ کہ والدین اور طلباء ان گوناگون سہولتوں سے کماحقہ فائدہ حاصل کرینگے اور امسال طلباء جوق درجوق اپنے قومی کالج میں داخل ہونگے۔ جہاں مروجہ تعلیم کے تسلی بخش انتظام کے علاوہ مسلمان بچوں کی مذہبی و اخلاقی تعلیم کا بھی خاطرخواہ انتظام ہے۔

علیگڈھ
۱۴۔ مارچ ۱۹۱۹ء

دستخط۔ ڈاکٹر ولی محمد قائمقام
پرنسپل ایم۔ اے۔ او۔ کالج۔

ایک مشہور مسلمان بی بی کی قرآن دانی

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے شاگرد عبداللہ ابن المبارک سے مشہور ہے کہ وہ مکہ سے مدینہ جاتے ہوئے راہ میں رابعہ بصری سے ملے۔ یہ میدان میں بیٹھی ہوئی تھیں کوئی آگے پیچھے نہ تھا۔ عبداللہ نے کہا۔

عبداللہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

رابعہ بصری سلامٌ قولاً من ربٍ الرحیم

سلام قول ہے پروردگار مہربان کی جانب سے۔

عبداللہ۔ خدا تم پر رحم کرے یہاں کیا کررہی ہو؟

رابعہ بصری۔ ومن یضلل اللہ فلا ھادی لہ۔ (جسکو اللہ گمراہ کرے اُسکو راہ بتلانیوالا کوئی نہیں) عبداللہ دل میں سمجھے کہ یہ راہ بھول گئی ہے اور کہا کہاں جاتی ہو؟

رابعہ بصری۔ سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ۔ پاک ہے وہ اللہ جو لیگیا اپنے بندے کو مسجد حرم "کعبہ" سے "مسجد اقصیٰ" بیت المقدس کی طرف)

عبداللہ سمجھے حج سے فراغت کرکے بیت المقدس جاتی ہے۔ اور پوچھا کب سے تم اس مقام پر پڑی ہو۔؟

رابعہ بصری۔ ثلاث لیال سویّا (تین راتیں پوری یعنی تین دن سے)

عبداللہ۔ تمہارے پاس کھانے کو تو ہے نہیں تم نے بسر کیونکر کی؟

رابعہ بصری ھو یطعمنی ویسقین (وہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے)

عبداللہ۔ تم وضو کس چیز سے کرلیتی تھیں؟

رابعہ بصری۔ فلم تجدوا ماءً فتیمموا صعیداً طیباً۔ (اور نہ پاؤ تم پانی تو تیمم کرو پاک مٹی سے۔

عبداللہ۔ میرے پاس کھانا ہے کھاؤ گی؟

رابعہ بصری۔ ثم اتموا الصیام الی اللیل (پھر تمام کرو تم روزے کو رات تک)

عبداللہ۔ یہ رمضان کا مہینہ تو نہیں ہے"؟

رابعہ بصری۔ ومن تطوع خیراً فان اللہ شاکر علیم۔ (اور جو بطور نفل نیک کام کرے تو اللہ قبول کرنیوالا اور جاننے والا)

عبداللہ۔ لیکن سفر میں تو ہمیں روزہ نہ رکھنا مباح ہے؟

رابعہ بصری۔ وان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون (اور اگر روزہ رکھو تو تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

عبداللہ نے انکی قرآن خوانی سے تنگ آکر کہا جس طرح میں تم سے باتیں کرتا ہوں اسی طرح آزادی سے تم مجھ سے باتیں کیوں نہیں کرتیں؟۔ رابعہ بصری:۔ ما یلفظ من قولٍ الا لدیہ رقیب عتید۔ (نہیں منہ سے نکلتی ہے کوئی بات۔ مگر یہ کہ اس پر ایک جاسوس رہتا ہے۔

عبداللہ نے کہا۔ تم کس قبیلہ کی عورت ہو؟

رابعہ بصری:۔ ولا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولٰئک کان عنہ مسئولاً۔ (اور نہ واقف ہو تو اس چیز سے جس کا تجھے علم نہیں ہے۔ بیشک کان اور دل سب سے اس کے متعلق بازپرس ہوگی۔

عبداللہ نے کہا۔ مجھ سے خطا ہوئی۔ معاف کرو۔

رابعہ بصری:۔ لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم (نہیں تم پر سرزنش۔ آج اللہ تمہارے گناہ معاف کرے)

عبداللہ:۔ میں تمہیں اپنی اونٹنی پر بٹھا کے لے چلوں۔ چلو گی؟

رابعہ بصری۔ وان تفعلوا من خیر یعلمہ اللہ (اور جو نیکی کا کام تم کرو۔ اللہ اُسے جانتا ہے)

عبداللہ نے اونٹنی بٹھائی۔ اور کہا آؤ!

رابعہ بصری۔ قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم (کہہ مومنین سے کہ اپنی آنکھیں بند کرلیں)

عبداللہ نے اپنی آنکھیں اس کی طرف سے پھیرلیں اور کہا لو سوار ہو۔

رابعہ بصری نے جیسے ہی سوار ہونے کا قصد کیا تو اونٹنی بھڑکی اور اس کی چادر پھٹ گئی۔ اپنی چادر کو پھٹتے دیکھکر بولی۔ وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم (اور تم کو جو مصیبت پہنچے وہ خود تمہارے ہاتھوں سے ہے)

عبداللہ نے کہا۔ اچھا ذرا تم ٹھہر جاؤ۔ میں اونٹنی کو باندھ دوں۔ جب تم سوار ہونا!

رابعہ بصری۔ ففہمناھا سلیمان (پس سمجھا یا ہم نے سلیمان کو)

عبداللہ نے اونٹنی کو باندھکر کہا۔ اب سوار ہو۔

رابعہ بصری۔ سوار ہوئی اور اونٹنی کی پیٹھ پر بیٹھکر کہا۔ سبحان الذی سخر لنا ھٰذا وما کنا لہ مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون (پاک ہے وہ اللہ جس نے اسکو ہمارا مطیع بنایا۔ اور ہم اسکی صلاحیت نہ رکھتے تھے۔ اور ہم اپنے پروردگار کی طرف توجہ کرنے والے ہیں۔

عبداللہ نے اونٹنی کی مہار ہاتھ میں لی اور شور مچاتا ہوا چلا

رابعہ بصری:۔ واقصد فی مشیک واغضض من صوتک (نرمی کرو اپنی چال میں اور پست کرو اپنی آواز کو)

عبداللہ یہ سُنکر آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ اور چلانے کی جگہ دھیمی آواز سے بطور ترنم کچھ اشعار پڑھنے لگا۔

رابعہ بصری فاقرؤا ما تیسر من القرآن (پڑھو جسقدر توفیق ہو

ضروری خبریں

دہلی کے فسادات کے مزید حالات

ہمعصر سول ملٹری گزٹ - ایک نامہ نگار ۳۱ - مارچ کو دہلی سے بذریعہ ذیل تار روانہ کرتا ہے: کل عاجزی اور دعا کا دن تمام شہر میں شروع ہوا - علی الصبح سے کثیر تعداد اشخاص نے روزہ رکھا ہوا تھا - بیکار آدمیوں کے گروہ کثیر تعداد میں اشنان کرنے کیلئے جمنا کی طرف جاتے ہوئے دیکھے جاتے تھے - صبح کے ۹ بجے تک بازار خاموش مقابلہ کرنے والوں سے پُر تھے - جو اکی دکی دکانوں کو بند کرا رہے تھے - جن کے مالک ہڑتال کرنا نہ چاہتے تھے - لیکن سٹرائک کنندگان کی منت سماجت پر مان جاتے تھے - صبح کے ۱۰ بجے تک دہلی میں ہر ایک دوکان بند ہو چکی تھی - اس کے بعد سٹرائک کنندگان نے اپنی توجہ ٹانگہ والوں کی طرف پھیری - اور انہیں ترغیب دی - کہ وہ بھی کام بند کر دیں - جو لوگ ٹانگوں - گاڑیوں یا بائیسکلوں پر سوار بازاروں میں سے گذرتے تھے - انہیں اُترنے اور پیدل چلنے پر مجبور کیا جاتا تھا - دوپہر تک بڑے بڑے بازاروں میں ایک بھی گاڑی - ٹانگہ یا ٹم ٹم وغیرہ نظر نہ آتی تھی - بڑے بڑے بازاروں میں سٹرائک کنندگان کا ہجوم بڑھتا تھا - چند سٹرائک کنندگان ریلوے سٹیشن کی طرف گئے اور تیسرے درجہ کے ساز خانہ میں دوکانداروں کو اپنی دوکانیں بند کرنے کے لئے کہا - دوکانداروں نے ایسا کرنے سے انکار کیا - کیونکہ ان کا ٹھیکہ ریلوے کے ساتھ ٹھیکہ ہے - اسپر باہم جھگڑا ہو گیا - اور ریلوے پولیس نے مداخلت کی - سٹرائک کنندگان نے ریلوے پلیٹ فارم پر جانے کی کوشش کی اور یہ بھی خبر ملی ہے کہ انہوں نے آہنی پھاٹک کو توڑنے کی بھی کوشش کی - اس پر دو سٹرائک کنندگان گرفتار کئے گئے - یہ ایک عام فساد کا سگنل تھا - جوش اسقدر بڑھ گیا کہ قریباً پانچ ہزار اشخاص کا ایک ہجوم جمع ہو گیا - اور مطالبہ کیا کہ دونوں آدمیوں کو رہا کر دیا جائے - تمام طرف اینٹیں پھینکی جاتی تھیں - اتنے میں فوج اور ایک کلدار توپ موقعہ واردات پر پہنچ گئی - نیز مسٹر کری ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ بھی پہنچ گئے - کہا جاتا ہے کہ پولیس نے لوگوں کو یقین دلایا کہ گرفتار شدہ آدمیوں کو رہا کر دیا گیا ہے - لیکن انہوں نے مطالبہ کیا کہ انہیں سامنے لایا جائے - اس پر لوگوں کو بتلایا گیا کہ اُن کو نہیں لایا جا سکتا - کیونکہ وہ پیشتر ازیں رہا کر دیئے گئے ہیں اور وہ ہجوم میں مل گئے ہیں - لیکن لوگوں کی اس سے تسلی نہ ہوئی۔

فوج کی آمد

مجسٹریٹ نے لوگوں کو منتشر ہو جانے کے لئے کہا - لیکن انہوں نے حکم کی تعمیل نہیں کی - اس پر فوج کو گولیاں چلانے کا حکم دیا گیا - ایک باڑھ چھوڑے جانے کے بعد جس میں چند آدمی مارے گئے - لوگوں کا ہجوم ملکہ کے باغ میں اور متصلہ بازاروں میں منتشر ہو گیا - اس کے تھوڑی دیر بعد وہ پھر گھنٹہ گھر کی طرف گئے اور ٹون ہال کی طرف دھاوا کیا - جس کی فوجی سپاہی حفاظت کر رہے تھے - اس جگہ بھی گولیاں بھی چلائی گئیں اور بلوائی منتشر ہو گئے - اس کے بعد لوگ پیپلز پارک میں جمع ہوئے اور رولٹ بلز کے خلاف ایک جلسہ منعقد کیا گیا - جلسہ نہایت امن و امان سے ختم ہوا - اور حاضرین جلوس کے ذریعہ چاندنی چوک میں سے گذرے - جلسہ کے بعد شہر میں امن و امان تھا - اور تمام رات بازار بالکل خالی تھے - اور امن و امان قائم رہا - لیکن باوجود اس کے بڑے بڑے بازاروں میں پہرہ تعینات رہا -

ایک با امن جلوس

آج صبح شہر میں صرف چند دوکانیں کھلی تھیں - لیکن ایک افواہ پھیل گئی - کہ بلوائیوں اور فوج کے درمیان ایک اور فساد ہونے والا ہے - اس کی وجہ سے پھر تمام دکانیں بند ہو گئیں آدمیوں کے گروہ آج صبح چاندنی چوک میں ادھر ادھر دیکھے جاتے تھے لیکن تمام دن امن و امان رہا - اور کوئی فساد وغیرہ نہیں ہوا بعد دوپہر ایک بھاری ہجوم جو کم از کم ۱۰ سے ۱۵ ہزار اشخاص پر مشتمل ہو گا - ایک جلوس کے ذریعہ چاندنی چوک میں سے گذرا - یہ اُن مردہ اشخاص کی لاشوں کو جو کل کے زخموں کی وجہ سے مر گئے تھے جلانے کے لئے لیجا رہے تھے ۔

تازہ ترین خبریں

رات بغیر کسی فساد کے امن و امان سے گذر گئی - لیکن یکم اپریل کو صبح کے وقت بھی کسی نے کام کاج شروع کرنے کی خواہش ظاہر نہیں کی - اور اکثر دکانیں بدستور بند رہیں اور آدمیوں کے گروہ جب بازاروں سے گذرتے رہے - ان کے چہروں سے رنج و غم کے آثار صاف طور پر ظاہر ہے - جو فوجی پہرہ بڑے بڑے بازاروں میں اور شہر کے دروازوں پر یکشنبہ کے روز تعینات کیا گیا تھا - وہ بدستور قائم ہے - مقتولین و مجروحین کی صحیح تعداد ابھی تک معلوم نہیں ہوئی - خبر ملی ہے کہ یکشنبہ کے روز ۹ - آدمی مر گئے - اور ۸ - اشخاص پیر کے روز زخموں سے مر گئے - پیر کے روز شام کے وقت مقتولین کے جنازے ایک جلوس کے ساتھ اٹھائے گئے - ایک بہت بھاری ہجوم اس کے ساتھ تھا جس میں ہندو اور مسلمان ۲۰۰۰ تھے - اور لاشوں کے دفنائے اور جلائے جانے کے بعد تقریریں کی گئیں - جس میں لوگوں کو خاموشی سے اپنے گھروں کو چلے جانے کے لئے کہا گیا - اب معلوم ہوا ہے کہ ایک سٹی انسپکٹر اور مسٹر جیفریز سپرنٹنڈنٹ پولیس کے ساتھ بلوائیوں نے یکشنبہ کے روز سخت بدسلوکی کی - اور مسٹر مارشل سپرنٹنڈنٹ پولیس کے ساتھ بھی لال کنوئیں کے قریب ایسا ہی سلوک ہوا - آج سہ پہر شہر کے چند سرکردہ اصحاب کی درخواست پر دکانیں کھولی گئیں - قریباً ۴ بجے لوگوں کا ہجوم بالکل منتشر ہو گیا - اور ٹریموے از سر نو چلنی شروع ہوئی - کوئی ناخوشگوار واقعہ نہیں ہوا ۔

ہنگری میں صورت معاملات

لندن ۱۷ مارچ - ریوٹر کو خبر ملی ہے - کہ ہنگرین گورنمنٹ نے تمام اتحادی مشنوں کو سوائے فرانسیسی مشنوں کے جن کے مہمان کو فرانسیسیوں کے ہاتھوں میں چند بولشیوکوں کے خلاف یرغمال کے طور پر روک رکھا گیا ہے - رہا کر دیا گیا ہے فرانسیسی گورنمنٹ نے اُن کے فوراً رہا کئے جانے کا مطالبہ کیا ہے

لالہ لاجپت رائے کو پروانہ راہداری

لندن ۱۹ - مارچ - ہوس آف کامنز میں کرنل ییٹ نے کہا - کہ لاجپت رائے کے متعلق رولیٹ رپورٹ میں جو بیانات درج ہیں ان کو مدنظر رکھتے ہوئے صاحب وزیر ہند کو اپنے اس وعدہ پر دوبارہ غور کرنا چاہئے - کہ وہ لاجپت رائے کو امریکہ سے واپس آنے کے لئے پروانہ راہداری دیئے جانے کے سوال پر صلحنامہ پر دستخط ہو جانے کے بعد غور کیا جائیگا - مسٹر فشر نے جواب دیا - کہ صاحب وزیر ہند اس کے متعلق کسی قسم کا وعدہ کرنے کے لئے تیار نہیں - وہ اس معاملہ میں کارروائی کرنے کے متعلق آزاد رہنا چاہتے ہیں ۔

بولشویک خطرہ

لندن ۲۴ - مارچ - ٹائمز کو اومسک سے موصول شدہ ایک تار مظہر ہے - کہ امیر البحر کولشک کی افواج پرم اور اوفا کے مغرب کی طرف بولشیوکوں کے عقب میں ریلوے لائنوں کو کاٹنے کی دھمکی دے رہی ہیں - اور تجویز کرتا ہے کہ یہ کامیابی اورنبرگ میں مقیم بولشیوکوں کو سمارا کی طرف پسپا ہونے پر مجبور کر دیگی گھبرائے ہوئے قیدیوں کے گروہ گرفتار کئے گئے ہیں - بولشیوکوں کے مظالم کی وجہ سے تمام افواج بھاگ جانا چاہتی ہیں قیدی بیان کرتے ہیں جب افواج کو پیش قدمی کرنے کے لئے کہا جاتا ہے تو ۴۰ سے ۶۰ فیصدی تک سپاہی بھاگ جاتے ہیں ٹرانسپورٹ کا سلسلہ ٹوٹ رہا ہے - ایندھن کی قلت ہے - بولشیوک ہسپتالوں میں مرہم پٹی کا کوئی انتظام نہیں اور زخموں پر گندی پٹیاں باندھی جاتی ہیں ۔

صلح نامہ کی تاریخ

پیرس ۲۷ - مارچ - ایک برطانوی ماہر کی رائے ہے کہ جرمنی کے ساتھ صلح کا عہد نامہ ماہ اپریل کے وسط تک تیار ہو جائے گا ۔

لیگ اور عہد نامہ

پیرس ۲۷ - مارچ - برطانوی ذریعہ سے معلوم شدہ ایک مستند بیان مظہر ہے - کہ اقوام کی لیگ کا معاہدہ صلحنامہ میں شامل کیا جائیگا - کیونکہ مؤخر الذکر لیگ کی میڈیٹیریر کے متعلق ہے - جن کے حوالے جرمنوں کو اپنی نوآبادیاں کرنی ہوں گی ۔

مصر میں صورت معاملات

لندن ۲۵ - مارچ - مصر سے موصول شدہ تازہ ترین سرکاری خبر مظہر ہے - کہ سوڈان سے فوج کا ایک دستہ اسوآن پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے - مصر میں صورت معاملات بتدریج ترقی پذیر ہے ۔

ہنگری کیطرف سے سرویا کے خلاف اعلان جنگ

لندن ۲۸ - مارچ - خبر ملی ہے کہ ہنگری کی سوویٹ گورنمنٹ نے سرویا اور نواحی ممالک کے خلاف اعلان جنگ کر دیا ہے - ریگیڈن میں فرانسیسی اور ہنگرین افواج کے درمیان لڑائیاں ہو رہی ہیں ۔

بقیہ صفحہ ۵ کالم ۳

عبد اللہ نے کہا - اللہ نے تم میں بہت سی نیکیاں پیدا کی ہیں

رابعہ بصری - وما یذکر الا اولوا الالباب (اور نہیں سمجھتے مگر صاحبان عقل)

عبد اللہ نے تھوڑی دور چلکر دریافت کیا کہ کیا تمہارے شوہر بھی ہیں؟

رابعہ بصری: - یا ایھا الذین امنوا لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم (اے لوگو! جو ایمان لائے ہو - نہ سوال کرو - اُن چیزوں سے کہ اگر ظاہر ہو جائیں تو تمکو بُری معلوم ہوں)

عبد اللہ یہ سُنکر خاموش ہو گئے - اور چلتے چلتے قافلے میں پہنچے - اور رابعہ بصری سے دریافت کیا کہ قافلہ میں تمہارا کون ہے؟

رابعہ بصری - المال والبنون زینۃ الحیوۃ الدنیا (مال اور دولت دنیاوی زندگی کی زینت ہیں) -

عبد اللہ سمجھے کہ اس کے بیٹے قافلے میں ہیں - کہا اُن کا پتہ کیا ہے؟

رابعہ بصری - وعلامات وبالنجم ھم یھتدون (اور علامتیں ہیں اور تاروں سے وہ راستہ پاتے ہیں)

عبد اللہ سمجھے کہ اس کے لڑکے قافلے کے رہبر ہیں اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے خیموں میں پھرنے لگے - اور رہبروں کے حلقہ میں پہنچکر رابعہ سے کہا کہ تمہارا خیمہ کونسا ہے پہچانو -

رابعہ بصری - واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا و کلم اللہ موسیٰ تکلیما - و یا یحییٰ خذ الکتاب بقوۃ (اور بنایا اللہ نے ابراہیم کو دوست - اور بات کی اللہ نے موسیٰ سے اچھی طرح - اے یحییٰ لے تو کتاب مضبوطی سے)

عبد اللہ سمجھے کہ یہ اس کے بیٹوں کے نام ہیں اور آوازدی اے ابراہیم - اے موسیٰ - اے یحییٰ - آواز سنکر تین نوعمر لڑکے نکلے - جو اسقدر خوبصورت تھے کہ گویا چاند کے ٹکڑے تھے لڑکوں نے اپنی ماں کو اتارا - اور عبد اللہ سے بیٹھکر باتیں کرنے لگے -

رابعہ بصری نے یکا یک چلا کر کہا - فابعثوا احدکم بورقکم ھذہ الی المدینۃ فلینظر ایھا ازکی طعاما فلیأتکم برزق منہ -

یہ سنتے ہی اُن لڑکوں میں سے ایک فوراً بازار دوڑ گیا - اور جو کچھ ملا - لاکے عبد اللہ کے سامنے رکھدیا - رابعہ نے کہا:

کلوا واشربوا ھنیئا بما اسلفتم فی الایام الخالیۃ (کھاؤ اور پیو برکت کے ساتھ بعوض اس کے جو گذشتہ خالی دنوں میں تم کر چکے ہو)

رابعہ بصری کے باتیں سنکر عبد اللہ اس قدر حیرت میں تھے کہ لڑکوں سے کہا سنو! میں اپنے اوپر تمہارے کھانے کو حرام سمجھتا ہوں - جبتک یہ بیان نہ کردو - کہ یہ کون خدا کی بندی ہیں - اور ان کی کیا داستان ہے -

لڑکوں نے کہا ہمیں یہ بیان کر دینے میں کوئی عذر نہیں ہے یہ ہماری والدہ ہیں - چالیس برس ہوئے - جب سے سوائے قرآن کی آیات کے اور کوئی لفظ اُن کی زبان سے نہیں نکلا - اور انہوں نے اس خوف سے اور باتیں کرنا چھوڑ دی ہیں کہ مبادا کوئی ایسا لفظ زبان سے نکل جائے - جس کی قیامت کے دن جوابدہی کرنا پڑے - کیا اب بھی مسلمانوں میں یہ شان اتقاء اور عشق کلام الٰہی باقی ہے؟" (انتخاب)

پیغام صلح - یہ نصیحت آموز قصہ معاصر انتخاب لاجواب سے نقل کیا گیا ہے لیکن مضمون نگار کو معلوم ہوتا ہے غلطی لگی ہے کہ اُس نے حضرت رابعہ بصری کا نام لے

[illegible] ہی۔ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باغیوں سے صلح ممکن ہے۔ مسیح موعود سے بغاوت اور مخالفت رکھنے والوں سے مصالحت جائز۔ لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین مسیح موعود کو ماننے والوں اور میاں محمود صاحب کے [illegible] والوں سے صلح ممکن اور جائز نہیں۔

تلک اذاً قسمۃ ضیزیٰ

لاہور میں ۶ اپریل کا دن

سنہ ۱۹۱۹ء

اخبار بین حضرات [illegible] بات پوشیدہ نہیں کہ رولٹ بل کے نام سے جو ناواجب قانون حال ہی میں حضور وائسرائے کی کونسل سے تمام غیر سرکاری ممبران کی متفقہ مخالفت کے باوجود پاس ہوا ہے۔ اس کو منسوخ کرانے کے لئے ہندوستان کی قومیت متحدہ کے مسلم لیڈر مہاتما گاندھی نے مدافعت مجہول کے اصول پر عملدرآمد [illegible] تھا۔ اور ان کی معیت میں ہزارہا ہندوستانی اس بات کی حلف لے چکے ہیں کہ وہ اس قانون کے خلاف زور لگانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیں گے۔

ہم نے کسی گزشتہ اشاعت میں اسی مدافعت مجہول کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ لکھا تھا کہ اگر گورنمنٹ نے ملک کی عام ناراضگی کو دیکھ کر بھی اس قانون کو منسوخ نہ کر دیا۔ تو معلوم نہیں کیسے کیسے دردناک نظارے دیکھنے پڑیں۔ ان فقرات کو ابھی شائع ہوئے بہت دن نہیں گذرے تھے کہ دہلی میں نزیوں اور بندوقوں کے چلنے اور کئی جانوں کے اس بل کی نذر ہو جانے کی خبر سننے میں آئی۔ جن کے تفصیلی کوائف صفحہ برقیات میں درج ہو چکے ہیں۔

دہلی کے بعد لاہور کی باری تھی۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ تمام ہی ہندوستان کے اس میدان میں نکلنے کا وقت تھا۔ کیونکہ مہاتما گاندھی نے کل ہندوستان کی طرف سے اظہار ناراضگی کے لئے ۶ اپریل سنہ ۱۹۱۹ء کا دن مقرر کیا تھا۔ اور یہ ہدایت کی تھی کہ

۱۔ اس دن عام ہڑتال کی جائے اور تمام کاروبار بند رکھے جائیں۔

۲۔ ایک چوبیس گھنٹہ کا روزہ رکھا جائے۔ بشرطیکہ کوئی مذہبی رک اس میں نہ ہو۔ اور دعا کی جائے۔

۳۔ عام جلسوں میں اس قانون کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی جائے۔

لاہور میں بھی اس دن کو اسی طرح پر منانے کے لئے بہت سے ہندو و مسلم اصحاب کی طرف سے [illegible] اشتہار شائع ہو چکے تھے جن کا عنوان تھا "قومی ماتم کا دن"۔

ان اشتہاروں کے شائع ہونے کے بعد صاحب ڈپٹی کمشنر لاہور نے مشتہرین اور دیگر [illegible] لاہور کو بلا کر انہیں شور و غل وغیرہ سے منع کیا۔ اور [illegible] کوئی فساد نہ ہونے پائے جس پر انہیں اطمینان دلایا گیا۔ [illegible] سے پہلے ہی لاہور چھاؤنی سے فوجیں اور توپیں وغیرہ منگوا لی گئی تھیں) ڈپٹی کمشنر صاحب نے یہ بھی کہا کہ ۶ اپریل کے دن جو شخص دوکان کھولنا چاہے۔ اس پر دوکان کو بند کرنے کے لئے دباؤ [illegible] الاجلنے اور شاید انہی کے ایما سے بعض میونسپل کمشنر صاحبان ایک دن پہلے لوگوں کو ہڑتال کرنے سے منع بھی کرتے رہے۔

لیکن ۶ اپریل سنہ ۱۹۱۹ء کا دن کیا آیا۔ تمام شہر صبح ہی سے سنسان و ویران دکھائی دینے لگا۔ اور اعتراضات کی نوبت ہی نہ آئی کہ کوئی کسی کو کہے یا روکے [illegible] ان کی دوکانیں بھی بند تھیں اور کوئی قلی وغیرہ بھی [illegible] سکولوں میں پہلے چھٹی نہیں تھی لیکن بعد میں وہ بھی [illegible] ہو گئے۔

صبح ہی سے ہندو مسلم [illegible] بوڑھوں کا ایک گروہ کثیر ماتمی بلے لگائے اور [illegible] شہر کے بڑے بڑے بازاروں میں گشت کرنے لگا۔ [illegible] کی زبانوں پر رولٹ بل مردہ باد اور مہاتما گاندھی کی جے کے نعرے [illegible] یہ گروہ دریا سے ہوتا ہوا شہر کے مختلف بازاروں میں سے [illegible] مول لائن کی طرف گیا اور کہتے ہیں کہ اس کا ارادہ لاٹ صاحب کی کوٹھی کی طرف اپنی اس [illegible] ناراضگی کو [illegible] لے جانے کا تھا۔ لیکن رستہ ہی میں [illegible] بعض افسران پولیس نے جن کے ساتھ کچھ [illegible] توپیں اور دیگر سامان حرب بھی تھا۔ ان کی [illegible] واپس جانے کو کہا۔ اور بتایا جاتا ہے کہ بالآخر [illegible] کی وساطت سے اس میں کامیابی [illegible]

تیسرے پہر بریڈلا ہال لاہور میں [illegible] جلسہ میں شریک ہونے کے لئے کثیر التعداد ہندو اور مسلمان [illegible] پہلے سے وہاں جمع ہو گئے یہاں تک کہ تمام ہال جس میں سے کرسیاں وغیرہ قطعاً اٹھا دی گئیں بھر جانے کے باوجود کثیر التعداد مخلوق باہر کھڑی تھی جن کے لئے باہر بھی تقریروں کا انتظام کیا گیا۔

اندر کے جلسہ میں ڈاکٹر گوکل چند صاحب نیرنگ۔ مولوی غلام محی الدین صاحب وکیل قصور۔ پنڈت رام بھج دت صاحب وکیل۔ لالہ دھرم داس صاحب سوری۔ پیر تاج دین اور مسٹر فضل حسین صاحبان نے باری باری تقاریر کیں۔ مسٹر فضل حسین نے گلے کے بند ہونے کی وجہ سے صرف ڈاکٹر گوکل چند نیرنگ کی تقریر کی تائید پر ہی اکتفا کیا۔ کیونکہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے اس بل کی سختی اور ناقابل نفاذ ہونے کو خوب کھول کر بیان کر دیا تھا۔ ایسا ہی مولوی غلام محی الدین صاحب وکیل نے بل کی مخالفت کے ساتھ اس اعتراض کا بھی جواب دیا۔ جو ہندوستان کی قومیت متحدہ کے خلاف کیا جاتا اور کہا جاتا ہے کہ ہندو مسلم مختلف المذاہب ہونے کے سبب سے ایک نہیں ہو سکتے۔ آپ نے بتایا (جو گویا اس زمانہ کے مجدد اور مسیح کے آخری "پیغام صلح" کا نچوڑ تھا) کہ قرآن کریم نے بتایا ہے کہ تمام ملکوں اور سب قوموں میں پیغمبر اور نبی آئے اس قرآنی ارشاد کے ماتحت میرا فرض ہے کہ میں ہندوستان کے نبیوں حضرت رامچندر اور حضرت کرشن کے خدا تعالےٰ کے سچے نبی ہونے پر ایمان لاؤں۔ اور ایسا ہی میں ہندو صاحبان سے توقع رکھتا ہوں کہ وہ میرے گروہ میرے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سچے دل سے احترام کرینگے۔ اور ان کی صداقت کو مانیں گے۔ پر تمام جلسے نے متفق اللسان ہو کر کہا کہ ہم ضرور مانینگے اور مانتے ہیں۔

یہ وہ بات تھی جسنے اس جلسہ میں ہمیں خدا کے مسیح کے پیغام اور اس کی آخری کامیابی کا مژدہ سنایا۔ اور اس پاک انسان کی صداقت کا یہ آخری نشان ہمیں دکھایا۔ اور انشاء اللہ وہ وقت دور نہیں جب دنیا آپ کے اس "پیغام صلح" کی سچے دل سے قدر کرنے لگے۔

بہرحال جلسہ میں رولٹ بل کے خلاف بڑے زور سے صدائے احتجاج بلند کی گئی۔ اور چار ضروری ریزولیوشن پیش اور پاس ہوئے۔

۱۔ حضور شہنشاہ معظم سے اس بل کو منسوخ کرنے کی درخواست

۲۔ ڈاکٹر سیف الدین کچلو۔ مسٹر ستیہ پال۔ پنڈت دینا ناتھ ایڈیٹر وقت۔ سید حبیب شاہ وغیرہم کے خلاف احکام بندش تحریر و تقریر و نظر بندی کے خلاف صدائے احتجاج

۳۔ مجروحین و مقتولین دہلی اور ان کے خاندانوں سے ہمدردی

۴۔ صاحب وزیر ہند۔ حضور وائسرائے۔ ہز آنر لفٹنٹ گورنر اور دیگر افسران کو اس جلسہ کی اطلاع۔

ان سب ریزولیوشنوں کے پاس ہونے کے بعد ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب سردار سردول سنگھ صاحب اور پنڈت رام بھج دت صاحب نے جلسہ نے اپنے اپنے طریق پر باری باری دعائیں کیں۔ اور جلسہ برخواست ہوا جس کے بعد لوگ پھر صبح ہی کی طرح ننگے سر ماتم اور مہاتما گاندھی کی جے کے نعرے لگاتے ہوئے شہر کے بڑے بڑے بازاروں میں سے گذرے۔ اور رات گئے یہ جلوس منتشر ہوا۔ جلسہ میں تین چار انگریز افسران پولیس بھی کارروائی دیکھنے کے لئے شریک ہوئے۔ خدا کرے وہ اس ناراضگی کا صحیح علم اپنے افسران بالا دست کو دیں۔ اور حکام اس جوش کو قانون رولٹ کی جلد سے جلد تنسیخ کے ذریعہ سے فرو کر دیں۔ تاکہ کوئی اور مہیب نظارہ دیکھنے میں نہ آئے۔

انگریزی ترجمۃ القرآن نے ایک عیسائی کو مسلمان کر دیا

آجکی اشاعت میں ناظرین کرام اس ریویو کو ملاحظہ فرمائیں گے جو معزز معاصر "وکیل" نے اپنی ۵ اپریل کی اشاعت میں ترجمۃ القرآن انگریزی پر کیا ہے۔ یہ ریویو اور بہت سے متعدد انگریزوں اور اینگلو انڈین اخبارات کے تحسین آمیز کلمات جو انہوں نے اس ترجمہ کے متعلق لکھے ہیں۔ اس ترجمہ کی حسن و خوبی کی علی الاعلان شہادت دے رہے ہیں۔ لیکن [illegible] کی خوبی کی اس سے بڑھ کر شہادت یہ بھی ہے کہ اسکو پڑھکر غیر مسلم مسلمان ہونے لگے ہیں چنانچہ ایک چٹھی اسوقت ہمارے سامنے ہے جو سنگاپور سے [illegible] سلطان مرچنٹ [illegible] اینڈ کمپنی نے دفتر صدر انجمن اشاعت اسلام لاہور کو لکھی ہے۔ اور اسمیں قرآن کریم کی ۵ مجلدات کی رسید دیتے ہوئے یہ خوشخبری سنائی ہے کہ ایک عیسائی نے حال ہی میں اسلام قبول کیا ہے جس کی وجہ قرآن کریم کا یہ انگریزی ترجمہ ہی ہے جسکو مطالعہ کرنے سے اسپر اسلام کی حقانیت منکشف ہوئی [illegible] اور اسے رسول اللہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق نصیب ہوئی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اسے استقامت بخشے اور دین حق پر قائم اور ثابت قدم رکھے اور اسکو [illegible]

کتاب مبین کا انگریزی ترجمہ

ایک زرین و کامیاب کوشش

معاصر "وکیل" کی رائے

امرتسر کے معزز معاصر "وکیل" نے اپنی ۵ اپریل سنہ ۱۹۱۹ء کی اشاعت میں عنوان بالا سے ایک افتتاحیہ حضرت امیر مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ کے انگریزی ترجمۃ القرآن پر لکھا ہے۔ جو حسب ذیل ہے۔

"تین چار سال پیشتر ان کالموں میں تراجم قرآن کا ذکر کیا گیا تھا۔ جو مختلف ازمنہ میں دنیا کی مختلف زبانوں میں کئے گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں ان تراجم کا بھی [illegible] کیا گیا تھا۔ جو خود مسلمانوں نے علاوہ مشرقی زبانوں کے مغربی اور بالخصوص انگریزی زبان میں کئے سنہ ۱۹۰۵ء میں ڈاکٹر محمد عبد الحکیم خاں نے ایک انگریزی ترجمہ [illegible] میں چھپوایا تھا۔ سنہ ۱۹۱۲ء میں اصغر اینڈ کمپنی الہ آباد نے عربی متن معہ انگریزی ترجمہ کے شائع کیا۔ یہ ترجمہ مرزا ابو الفضل نے کیا تھا اور اس کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کی تعریف پادری زدیمرے نے کی ہے۔ جن کی ایک تالیف "اسلام مذہب کو تبلیغ" حال ہی میں ہندوستان میں ضبط کی گئی ہے۔

قرآن کریم کا ایک انگریزی ترجمہ علامہ شبلی نعمانی مرحوم کی تحریک سے نواب عماد الملک بہادر نے شروع کیا تھا۔ لیکن یہ ترجمہ تکمیل پذیر نہیں ہوا۔ ایک انگریزی ترجمہ انجمن ترقی اسلام قادیان نے سنہ ۱۹۱۵ء میں علحدہ علحدہ پاروں میں شائع کیا تھا۔ اس میں اصل عربی متن صفحہ کے بالائی حصہ میں دیا گیا ہے۔ اور ترجمہ و تفسیر زیریں حصہ میں دیئے گئے ہیں۔ ترجمہ و تفسیر دونوں عمدہ ہیں۔ مگر فرقہ بندی کی روح جابجا نمایاں ہے۔

ان سب سے زیادہ مکمل وہ انگریزی ترجمہ ہے۔ جو مولوی محمد علی صاحب۔ ایم۔ اے ایل ایل۔ بی۔ صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا ہے۔ یہ ترجمہ ظاہری اور معنوی خوبیوں سے لبریز ہے۔ اس کی مراکشی چمڑے کی سیاہی مائل سبز جلد جو نرمی اور پائداری کے دوگونہ اوصاف رکھتی ہے۔ وہ اپنے زریں طغرا کے نہایت دلفریب معلوم ہوتی ہے۔ خود متن ترجمہ اور تفسیر اعلےٰ پایہ کے انڈیا پیپر پر شائع ہوئی ہے۔ انڈیا پیپر کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہلکا۔ مہین۔ سفید اور مضبوط ہوتا ہے اور اگر کاغذ کسی تحریر سے [illegible] ہونے کا حق رکھتا ہے۔ تو وہ خدائے پاک کلام کی تحریر ہے۔

انڈیا پیپر پر کلام اللہ کا نقش دیکھنے والے کے دل میں روحانیت کا غیر معمولی جذبہ پیدا کر دیتا ہے۔ اور انسانی فطرت اس کے حسن سے مسحور ہو کر سربسجود ہونے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ یہ حالت ہم پر طاری ہوئی جب ہم نے نسخہ زیر نظر کی تلاوت شروع کی۔ یہ نہیں کہ روحانیت کا جذبہ حسن ظاہری کا محتاج ہے لیکن کیا اس میں شک ہے کہ حسن ظاہری حسن معنوی میں چار چاند لگا دیتا ہے۔

پڑھنے والے کی نظر ان ظاہری اوصاف سے گذر کر سب سے پہلے ترتیب مطالب پر پڑتی ہے۔ مقدمہ جو ۹۰ صفحات پر پھیلا ہوا ہے دو حصوں میں منقسم ہے۔ (ا) تعلیمات قرآن کا مفاد (ب) جمع و ترتیب قرآن۔ ان مطالب کی تشریح و توضیح میں فاضل مترجم نے تعلیمات قرآن کو گویا "دریا بکوزہ" کر دیا ہے۔ ہماری یہ رائے ہے اور اس میں کسی قسم کی عقیدتمندی کو مطلق دخل نہیں ہے۔ کہ اگر غیر مذاہب کے لوگ ان صفحات کو تعصب کی آلائشوں سے پاک ہو کر پڑھیں تو مذہبی دنیا کے خیالات میں بہت کچھ تغیر واقع ہو جائے۔

تشریح طلب الفاظ کی فہرست۔ اور فہرست مطالب بترتیب حروف تہجی نے قرآن کے مطالب تک رسائی کو بالکل آسان بنا دیا ہے۔ ہر سورہ کے شروع میں تمہیدی نوٹ دیئے گئے ہیں ہر سورہ کے بالمقابل انگریزی ترجمہ کیا گیا ہے۔ اور ذیلی حواشی میں ان کی تفسیر کی گئی ہے۔ ان سب کی ترتیب قابل تعریف ہے ترجمہ کو ہم نے جابجا بہ نظر امعان دیکھا ہے۔ اور اس پر کامل غور کے بعد ہمیں یہ کہنے میں تامل نہیں ہے کہ اس کی سادگی۔ سلاست روانی اور صحت قابل رشک ہے۔ تفسیر کو حیرت انگیز بے طرفداری کے ساتھ فرقہ بندی کی الجھنوں سے پاک رکھ کر عام اور مستند اسلامی خیالات کو اس میں فراہم کیا گیا ہے۔ اور مخالفین کے اعتراضات کا جواب دینے میں جدید آلات مدافعت سے کام لیکر صواب اندیشی و معاملہ فہمی کا ثبوت دیا گیا ہے۔

یہ تعداد اسلامک ریویو کا بیان ہے۔ کہ مسٹر حمید رضا صاحب نے بعض متعصب عیسائی حلقوں سے لی ہے۔ ورنہ ۔۔۔ مار بعض دیگر غیر متعصب محققین کے نزدیک مسلمان تعداد میں کل دنیا کی آبادی کا ½ حصہ ہیں۔ اور ان کی یہ تعداد دن بدن بڑھتی چلی جارہی ہے۔ اللھم زد فزد

ہمارے نزدیک اس ½ کا بھی ½ بلکہ اس سے بھی کم۔ اگر اشاعت اسلام میں منہمک ہوجائیں تو یہ کمی بھی تھوڑے ہی عرصہ میں پوری ہوسکتی ہے۔

قومی رؤسا اور ان کا رسوخ

لوکل ہمعصر بیپا اخبار کو امرت سر سے معلوم ہوا ہے۔ کہ وہاں کے ڈپٹی کمشنر صاحب نے ہڑتال کے بعد شہر کے میونسپل کمشنروں اور رئیسوں کو طلب کر کے انہیں کہا کہ اب ثابت ہوگیا ہے کہ تم لوگوں کا پبلک پر ذرا بھی رسوخ نہیں ہے۔ ورنہ جیسا کہ تم لوگ کہتے ہو۔ کہ تم نے لوگوں کو دوکانیں بند کرنے سے روکنے میں پورا زور لگایا ہے اگر تمہارا کچھ بھی رسوخ ہوتا تو ضرور تم کچھ نہ کچھ دوکانیں کھلوا سکتے بحالیکہ ایک بھی دکان نہیں کھلی۔

معاصر موصوف اس پر رقمطراز ہے کہ "چونکہ لاہور کی ہڑتال بھی ایسی ہی کمل تھی اس لئے لاہور کے ڈپٹی کمشنر صاحب بھی یہاں کے میونسپل کمشنروں کو یہی بات کہہ سکتے ہیں۔ اور پنجاب یا ہندوستان کے اور بہت سے شہروں میں بھی کہ جہاں ایسی ہی کمل ہڑتال ہوئی ہے۔ وہاں کے افسروں کے بارسوخ اہل شہر کو یہی الزام دے سکتے ہیں۔ کیونکہ صرف دو صورتیں اس معاملہ کی ہوسکتی ہیں۔ یا تو اہل شہر پر ان میونسپل کمشنروں اور رئیسوں کا کچھ اثر نہیں۔ اور اگر ہے تو انہوں نے اسے پورے طور پر استعمال نہیں کیا۔"

خود لاہور کے متعلق معاصر موصوف کا بیان ہے کہ "یہاں جو صورت معاملات پیش آئی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میونسپل کمشنروں یا رئیسوں نے اپنا پورا رسوخ استعمال کیا۔ بلکہ ان میں سے بعض جو مکانات کے مالک تھے۔ ان کی نسبت شہادت موجود ہے کہ انہوں نے اپنے کرایہ داروں کو دھمکایا کہ اگر دوکانیں بند کروگے تو ہم تمہیں مکانوں سے نکال دینگے۔ مگر اس کا ان پر کچھ اثر نہ ہوا۔ ہاں الٹا اثر اتنا ضرور ہوا کہ ہڑتال کے دن شام کو رولٹ بل پر ماتم کرنے والوں کے جتھے ان کے مکانوں کے سامنے جا کر خصوصیت سے ماتم کرتے رہے۔ اور ان کی نسبت نا ملائم الفاظ استعمال کئے۔"

ان حالات میں کون کہہ سکتا ہے کہ ان لوگوں کا جو محض اپنی میونسپل کمشنری یا کسی اور بڑائی کو اپنے اثر اور رسوخ کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ لیکن قومی خدمت کا نام نہیں لیتے۔ لوگوں کے دلوں پر کوئی اثر نہیں رہا۔ اور امرت سر کے ڈپٹی کمشنر صاحب کا خیال اس بارہ میں صحیح ہے۔ کیا اچھا ہوتا اگر یہ لوگ اپنے اثر اور رسوخ کو یوں زائل کرنے اور حکام کی نظروں میں بھی بدنام ہونے کی بجائے پہلے ہی سے محتاط روش اختیار کرتے۔ اور حکام کے آگے قومی جذبات کی صحیح ترجمانی کرتے نہ کہ اپنے اثر اور رسوخ کو جتلاتے۔

مسیحی اخبارات کا ذکر پارلیمنٹ میں

ہندوستان دلیسی اخبارات کی آئے دن ضمانت اور انڈین ڈیلی نیوز اور ایپی فینی کے دلخراش حملوں کے باوجود انہیں ایک گونہ چشم پوشی اس غلط خیال کے دلوں میں جاگزین ہونے کا موجب ہو رہی تھی کہ اینگلو انڈین اور مسیحی مشنری اخبارات قانونی حدود کے اندر نہیں آتے۔ یا کم از کم حکام ان سے وہ سلوک کرنا نہیں چاہتے۔ جو عام اخبارات سے روا رکھا جاتا ہے۔ شکر ہے کہ پارلیمنٹ میں سر جان ریز اور مسٹر فشر کے سوال وجواب نے اس غلط فہمی کو رفع کردیا۔ اور لوکل گورنمنٹ کو ایک رنگ میں تنبیہ کی ہے کہ وہ مسیحی اور دیگر ہندوستانی اخبارات میں ایسا نامساوی سلوک روا نہ رکھے۔

سر جان ریز نے پارلیمنٹ میں پوچھا کہ کیا گورنر جنرل کو یہ اختیارات حاصل نہیں ہیں کہ وہ عیسائی مشنریوں کے اخبارات کو مسلمانوں کے جذبات کو صدمہ پہنچانے سے منع کرسکیں؟

مسٹر فشر نے جواب دیا کہ پریس ایکٹ کے مطابق لوکل گورنمنٹوں کو تمام اخبارات پر یکساں اختیارات حاصل ہیں۔ لوکل گورنمنٹوں کو چاہیئے۔ مجھے یقین ہے کہ پارلیمنٹ اس بارہ میں میری ہم رائے ہوگی کہ جو مضامین لوگوں کے نسلی اور مذہبی جذبات کو صدمہ پہنچاتے ہیں۔ ان کو جتنا بھی لعنت ملامت کیا جائے تھوڑا ہے"

امید ہے کہ لوکل گورنمنٹیں مسٹر فشر کے اس جواب سے سبق حاصل کریںگی۔ اور ایک قانونی معاملہ میں کسی کا کوئی ذاتی امتیاز مدنظر نہ رکھیں گی۔

اسلامی اخبارات اپریل فول

کچھ دن ہوئے لاہور کے روزانہ اخبار "آفتاب" کے "برقیات" کے کالم میں یہ ایک خبر شائع ہوئی کہ "انور پاشا قادیانی ہوگئے" یہ خبر "وسط ایشیا سے خاص "آفتاب" کے نام آئی ہوئی تار کے الفاظ اور خواجہ حسن نظامی کی مخالفانہ کوششوں کے تذکرہ اور انور پاشا کے اس فرضی بیان سے کہ "ہم سخل ہیں۔ اور خوش ہیں کہ ہم میں ایک پیغمبر پیدا ہوا" اپنے کذب پر خود ہی شاہد تھی۔ ممکن ہے کہ بعض ناواقف حلقوں میں غلط فہمی کا موجب ہوئی ہو۔ لیکن ہم نے ایک مسلمان اخبار کی اس قبیح حرکت پر عمداً نوٹس نہ لیا۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ خواجہ حسن نظامی جن کا نام اس خبر میں درج ہے۔ کہاں تک اس جھوٹ کی تائید کرتے اور ایک مذہبی پیشوا کہلا کر اس دروغ گوئی کو جائز سمجھتے ہیں۔

لیکن افسوس کے ساتھ ہمیں یہ کہنا پڑتا ہے کہ خواجہ صاحب نے آج تک اس پر زبان نہیں ہلائی۔ اور نہیں بتایا کہ "قادیان کو فوجی غلبہ سے محفوظ رکھنے" کی کوشش میں انہیں کہاں تک کامیابی نصیب ہوئی۔ اور ان کے حسرت نصیب دل کو کہاں تک ٹھنڈک حاصل ہوئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی اس دروغ گوئی میں "آفتاب" ہی کے ہم آواز ہیں۔ بلکہ عجب نہیں کہ "وسط ایشیا" سے خبر بھی "آفتاب" کو انہی کی وساطت سے آئی ہو۔

لیکن شکر ہے کہ مسلمانوں میں ایسے بھی وجود ابھی ہیں۔ جو ایسی دروغ گوئی کو خواہ وہ مغرب ہی کے مہذب ممالک سے آئی ہو۔ جائز نہیں سمجھتے۔ چنانچہ لکھنؤ کے لائق اسلامی ہمعصر "اخوت" نے اسی اپریل فول پر رائے زنی کرتے ہوئے کہ "اس طرز عمل سے اخباری طبقہ کے دامن پر بے اعتباری کا دھبہ لگنے کا خطرہ ظاہر کیا ہے۔ اور صاف لکھا ہے کہ "اسلامی اخبار کو ہرگز یہ زیبا نہیں کہ وہ اپریل فول کے پیرایہ میں ایسی غلط فہمیاں پھیلائے"

آخر میں ہمارے لائق ہمعصر نے پریس ایسوسی ایشن کو ایسی کمزوریوں پر نوٹس لینے کی ہدایت کی ہے۔ جو بلا شبہ قابل عمل ہے۔ بشرطیکہ پریس ایسوسی ایشن کا کوئی وجود ایسا ہو جس کا اثر تمام اخبارات پر پڑ سکے۔

بہرحال اپریل فول خواہ وہ مغربی دنیا میں کتنا ہی جائز کیوں نہ ہو ایک دروغ محض ہونے کی وجہ سے اسلام میں قطعاً ناجائز ہے اور اسلامی اخبارات کے خلاف شان۔

لفظ نبی کا استعمال

امرت سر کے حنفی المذہب اخبار "الفقیہ" نے "مرزائے قادیانی اور ختم نبوت" کے عنوان سے ایک سلسلہ مضمون شائع کر رکھا ہے جس کے تازہ نمبر میں ایک غیر طرفدار بن کر معاصر موصوف نے لفظ نبی کے استعمال پر جرح کی ہے۔ اور شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی "نصوص الحکم" سے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ ان کے نزدیک غیر تشریعی نبوت ولایت ہی ہے۔ اور فتوحات مکیہ میں انہوں نے صاف طور پر لکھا ہے۔ کہ

اسم النبی زال بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(فتوحات مطبوعہ مصر جلد ۲ ...)

یعنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی کا نام زائل ہوگیا۔ شیخ اکبر کے ان الفاظ کی بنا پر معاصر موصوف نے لفظ نبی کا مجازاً استعمال بھی ناجائز ٹھیرایا ہے۔ اور مولانا روم کا مصرع

او نبی وقت خویش است اے مرید

نقل کرنے کے باوجود اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ کہ مولانا موصوف نے اس کو کیوں استعمال کیا۔ کیوں انہوں نے اپنے پیر کو وقت کا نبی قرار دیا۔ اور لفظ نبی کا مجازاً استعمال بھی ممنوع ہونے کے باوجود اس کو اپنی مثنوی میں درج کیا؟

معاصر "الفقیہ" نے افسوس ہے کہ اس کی تو کوئی توجیہ نہیں بیان کی۔ اور صرف یہ کہہ کر ٹال دیا ہے۔ کہ ... کا دعوے کیا۔"

لیکن یہاں سوال دعوے نبوت سے نہیں بلکہ سوال یہ ہے کہ لفظ نبی کا مجازاً استعمال آیا جائز ہے یا نہیں۔ خواہ وہ کسی کا اپنی نسبت ہو یا کسی دوسرے کی نسبت۔ جو بات کسی کا اپنی نسبت آپ کہنا ناجائز ہے۔ اور از روئے شریعت جس لفظ کا استعمال ہی ممنوع ہے۔ کسی دوسرے کا اس کے لئے اس لفظ کو استعمال کرنا کیونکر جائز ہوسکتا ہے۔

تعجب ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالے نے مسیح علیہ السلام کے حواریوں پر جو غیر نبی ہیں۔ مجازاً رسول کا لفظ بولا ہے۔ خود امت محمدیہ میں اولیاء اللہ کے مونہوں سے مولے۔ ابراہیم۔ یعقوب۔ یوسف وغیرہ انبیا کے نام ان کے اپنی نسبت نکلوا دئے۔ اور امت کے لوگ فنا فی الرسول کے مرتبہ پر پہنچکر مجازاً انبیا کے ناموں سے موسوم ہوجائیں۔ لیکن کسی کا مجازاً اپنے آپ کو نبی کہنا جائز نہ ہو۔ سمجھ نہیں آتی کہ جو لفظ مجازاً بولا جائیگا۔ اس سے حقیقت کیونکر مراد ہوسکتی ہے۔ اور لفظ نبی کے زائل ہونے سے اس کا مجازاً بھی زائل ہونا کس طرح صحیح ہوسکتا ہے۔ حضرت محی الدین عربی نے تو مجازاً اس لفظ کے زائل ہونے کا ذکر نہیں کیا۔ بلکہ ان کی مراد صاف طور پر یہی ہے۔ کہ نبی کا لفظ اپنے حقیقی معنوں میں رسول اللہ صلعم کے بعد زائل ہوگیا ہے۔

واقعہ فاجعہ دہلی

شملہ سے ۳۔ اپریل کا ایک تار مظہر ہے۔ کہ گورنمنٹ ہند کے ہوم ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے حسب ذیل اعلان شائع ہوا ہے۔ "اتوار ۳۰ مارچ کو دہلی میں جو فساد ہوا تھا۔ چونکہ اس کے متعلق بعض اخبارات میں غلط فہمی پھیلانے والے بیانات شائع ہوئے ہیں اس لئے عام آگاہی کے لئے گورنمنٹ دہلی کی مندرجہ سرکاری رپورٹ شائع کی جاتی ہے۔

قانون قوجداری کے خلاف اظہار ناراضگی کے طور پر اتوار کی صبح کو دکانیں عام طور سے بند تھیں۔ جن دوکاندارں نے اپنی دوکانیں کھولیں انکو یہ ترغیب دی گئی۔ کہ وہ بھی اپنی دوکانیں ½ ۱۰ بجے تک بند کردیں۔ بازاروں میں جو ہڑتالیے تھے وہ تانگہ والوں میں ہڑتال پھیلانے اور مسافروں کو پیدل چلنے پر مجبور کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ پولیس نے معمولی پیشبندیاں کر رکھی تھیں۔ اور پولیس اور مختلف چوکیوں کی تمام محفوظ پولیس تیار تھی۔ ایک یا ڈیڑھ بجے کے قریب ایک بھاری ہجوم ریلوے اسٹیشن کے باہر جمع ہوا۔ چند ہڑتالی اسٹیشن کے اندر داخل ہوئے اور ریلوے ٹھیکیدار کو جو ریلوے کے مسافروں کو خوراک مہیا کرتا ہے اپنے فرائض سے باز رکھنے اور کام بند کرنے پر مجبور کرنے کی کوشش کی۔ ٹھیکیدار کے انکار کرنے پر ہڑتالیوں نے اس پر حملہ کیا اور عملہ سٹیشن اور ریلوے پولیس نے ۲ حملہ آوروں کو گرفتار کرلیا کئی سو ہڑتالی جو اسٹیشن کے باہر جمع ہوگئے تھے۔ انہوں نے گرفتار شدہ اشخاص کو رہا کرانے کی غرض سے سٹیشن پر حملہ کیا۔ اس طرح سے خطرہ پیدا ہوگیا کہ سٹیشن کا کام بالکل بند ہوجائیگا پولیس اور برٹش سپاہیوں کی مدد سے جو اتفاق سے پلیٹ فارم پر موجود تھے نیز مین پوریوں کی ایک پارٹی کی مدد سے جو عراق عرب سے واپس آئی ہوئی گھر کو جارہی تھی۔ اور جس کی ٹرین احاطہ اسٹیشن میں ٹھہری ہوئی تھی اسٹیشن کو ہڑتالیوں سے صاف کردیا گیا۔ لیکن اسٹیشن کے باہر جو آدمی تھے چونکہ ان کا رویہ بہت دھمکی آمیز تھا اور حکام سٹیشن نے قلعہ سے مدد طلب کی تھی اس لئے ۲۰۔ ۳۰ برٹش سپاہیوں کا ایک دستہ قلعہ سے اسٹیشن کو بھیجا گیا۔ کپتان پولیس چند سوار کانسٹبل لیکر ۲ بجے کے قریب موقع پر پہنچ گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ قلعہ کی پولیس جو نائب کپتان پولیس کے زیر کمان تھی اور ۲۰۔ ۳۰ برٹش سپاہیوں کے دستہ کو کوئینز روڈ پر ریلوے سٹیشن کے سامنے ہجوم نے گھیرا ہوا تھا ان آدمیوں میں سے جو اسٹیشن کے دروازوں کی حفاظت کر رہے تھے ہجوم اسقدر قریب تھا۔ کہ ہجوم میں سے ایک شخص نے ایک برٹش سپاہی سے بندوق چھیننے کی کوشش کی اور سنگین سے زخمی ہوگیا۔ اس دباؤ کو دور کرنے کے لئے کپتان پولیس نے اپنی مسلح پولیس کے ساتھ ہجوم پر حملہ کیا۔ اور اسکو کمپنی باغ میں اور سڑک کی پچھلی طرف دائیں اور بائیں جانب منتشر کردیا۔ کچھ دیر تک بلوائی پولیس اور سپاہیوں پر پتھر اور اینٹ پھینکتے رہے ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ۔ کپتان پولیس۔ نائب کپتان پولیس اور ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ...

۱۹۱۹ کا دیباچی باکمالت جھول لکھکر معاصر "الفقیہ" نے ناواجب بغض کا اظہار کیا ہے۔ ورنہ تاف معروف لکھ دیتے کچھ تکرار نہیں جاتا ہے۔

جوں جوں پادریان فرانس نے ابن رشد کے فلسفہ کے اثر سے روکنے کے لئے زور لگایا اتنا ہی اس کا شوق سرعت اور تیزی کے ساتھ بھڑک اٹھا اور اس کے شعلے تمام ممالک یورپ میں پھیل گئے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک فرقہ پروٹسٹنٹ (اصلاح شدہ فرقہ) پیدا ہو گیا۔ اور یہ فرقہ ایسا باہمت اور مستقل ارادہ نکلا کہ کمر ہمت چست کر کے کلیسیا کی اصلاح کے لئے کھڑا ہو گیا اور بڑی جانفشانی اور خونریزی کے بعد کامیابی کا سہرا اس کے سر بندھا اور وہ یورپ کو ورطۂ جہالت سے نکال کر ساحل تہذیب و تمدن تک پہنچا سکا۔ اور یوں ابن رشد کا فلسفہ جدید مغربی فلسفہ اور سائینس کی بنیاد بن گیا۔

مسیحی حکماء نے ابن رشد کے فلسفہ کو دین عیسوی کے مروجہ اصول و عقائد کا بربادکن اور سیدھی وزمانہ پرستی کا بانی تصور کرنے کے باوجود اسکو چھوڑ دیا اور دل و جان سے اس کی اشاعت میں کوشاں رہے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہی فلسفہ ان کی دماغی اور ذہنی قوتوں کے نشوونما کا باعث ہے اس لئے ابن رشد کو علمائے یورپ نے ارسطو کا ہمسر مانا۔ اور اس کے مسائل حکمت کو اپنا مشعل راہ بنایا۔ مگر ہائے افسوس کہ شومیٔ قسمت سے مسلمانوں میں ایک بھی اس وحید العصر علامہ کا نام لیوا نہیں۔ انہوں نے ابن رشد کو اپنے گوشۂ خاطر سے ایسا محو کر دیا اور اپنے دماغی تباہی اور بے مائیگی کے باعث ہوئے۔ (باقی آئندہ)

مراسلات

مریدین میاں صاحب کے سابقہ اعتقادات

(۱)

مولوی فضل الدین نونی کی تبدیلی عقیدہ

جوں جوں ہمیں میاں صاحب اور انکے مریدین کی سابقہ تحریرات کو مطالعہ کرنے کا موقع ملتا ہے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہوتی جاتی ہے۔ کہ اُن کے موجودہ معتقدات مسئلہ نبوۃ مسیح موعودؑ سابقہ خیالات سے قطعاً مختلف ہیں پیشتر ازیں اس بارہ میں مفتی محمد صادق۔ مولوی سرور شاہ۔ میر قاسم علی قاضی اکمل۔ مولوی عمر الدین شملوی اور بعض دیگر مبایعین میاں صاحب کی تحریرات کو ہم وقتاً فوقتاً ہدیہ ناظرین کر چکے ہیں۔ اب اخویم مولوی عبد اللہ جان صاحب خلف جناب مولوی غلام حسن صاحب نے مولوی فضل الدین نونی کا ایک خط ہمیں برائے اشاعت بھیجا ہے۔ جو مولوی صاحب موصوف نے ۲۳ مئی ۱۹۰۷ء کو برادر موصوف کو لکھا تھا۔ اس میں بھی ایسی ہی باتوں کا ذکر ہے جو ان کے موجودہ معتقدات کے خلاف ہیں۔ لہذا ذیل میں اسے برادر عبد اللہ جان صاحب کی تمہیدی چٹھی کے ساتھ شائع کیا جاتا ہے:-

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح سلمہ ربہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ ایام جلسہ گذشتہ میں مولوی فضلدین صاحب جو میرے پیارے دوستوں میں سے ہیں لاہور تشریف لائے اور شامل جلسہ ہوئے تھے جہاں انکی ملاقات ہوئی۔ دوران ملاقات میں میں نے ان سے ذکر کیا کہ انہوں نے مجھے ایک خط ۱۹۰۷ء میں لکھا تھا اور اس میں آپ نے لکھا تھا۔ کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ سے پہلے بھی ایسے لوگ اس امت میں گذرے ہیں جن کو نبی کا خطاب دیا گیا ہے۔ حالانکہ اب آپ لوگ اس امر سے انکار کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا جہاں تک میری یاد ہے ایسا نہ لکھا ہوگا۔ میں نے کہا کہ اگر اجازت ہووے تو میں آپ کا خط شائع کر دوں چنانچہ انہوں نے خوشی سے اسکو منظور فرمایا۔ اس لئے میں وہ خط بجنسہ ارسال خدمت کرتا ہوں کہ اسکو درج اخبار فرما دیں۔

حضرت صاحب کے الفاظ مندرجہ حقیقۃ الوحی:-

"نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا"

میاں صاحب اور ان کے مبایعین اس سے یہ مراد لیتے ہیں کہ اس امت میں صرف حضرت صاحب ہی نبی ہوئے اور کوئی بھی نبی کے نام سے نہیں پکارا گیا۔ اور ہم کہتے ہیں۔ کہ یہ نیا خیال ہے جو ہم کو پیدا ہوا۔ چنانچہ مولوی فضلدین صاحب نے بھی اس امت میں خدا تعالیٰ نے نبی اور رسول کے لفظ سے پکارا بکثرت گذرے ہیں"۔ اور یہی درست معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ حضرت صاحب کی عبارت مندرجہ الوصیت اسکی تائید کرتی ہے۔

"پس اس طرح پر بعض افراد نے باوجود امتی ہونے کے نبی ہونے کا خطاب پایا۔ کیونکہ ایسی صورت کی نبوت۔ نبوت محمدیہ سے الگ نہیں۔ بلکہ اگر غور سے دیکھو۔ تو خود وہ نبوت محمدیہ ہی ہے جو ایک پیرایۂ جدید میں جلوہ گر ہوئی۔ یہ ہی معنے اس فقرہ کے ہیں۔ جو آنحضرت صلعم نے مسیح موعود کے حق میں فرمایا۔ کہ نبی اللہ و امامکم منکم یعنی وہ نبی بھی ہے اور امتی بھی ہے"۔

عبارت مندرجہ صدر اس بات کو بھی حل کرتی ہے کہ تخصیص سے مراد یہی ہے۔ کہ احادیث میں لفظ نبی مسیح موعودؑ کے لئے ہی صرف آیا ہے۔ اور کسی کو احادیث میں لفظ نبی سے مخاطب نہیں کیا گیا۔ اور یہی تخصیص کے معنے ہو سکتے ہیں جیسے حضرت صاحب عبارت بالا میں بھی فرماتے ہیں:-

"یہ ہی معنے اس فقرہ کے ہیں جو آنحضرت صلعم نے مسیح موعودؑ کے حق میں فرمایا کہ نبی اللہ و امامکم منکم یعنے وہ نبی بھی ہے اور امتی بھی ہے"۔

کیونکہ اگر اس امت میں اور مجددین کو نبی کے نام سے خدا تعالیٰ پکارے۔ تو کوئی رخنہ حضرت رسول صلعم کی پیشگوئی میں نہیں پڑ سکتا۔ رخنہ کا احتمال اس صورت میں ممکن تھا کہ سب یا بعض مجددین کو احادیث میں نبی کے نام سے پکارا جاتا۔ اور وہی گڑ بڑی پیدا ہو جاتی۔ اور وہی مغالطہ لگتا جو یہود کی احادیثوں سے لوگوں کو لگا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت صاحب نے لکھا ہے کہ "نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں"۔ اور یہ بھی قول فرمایا ہے۔ کہ "بعض افراد نے باوجود امتی ہونے کے نبی کا خطاب پایا"۔

ان دو عبارتوں میں اپنے لئے لکھا ہے۔ نبی کا نام پانے کیلئے اور دیگر مجددین کے لئے نبی ہونے کا خطاب پایا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ نبی کے نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں سے مراد صرف اسی قدر کہ احادیث میں مسیح موعود کے سوا کسی اور کو نبی کے نام سے نہیں پکارا گیا۔

تعجب خیز امر تو یہ ہے کہ ایک طرف میاں صاحب کے مبایعین مانتے ہیں کہ ۱۳ صدی تک امت محمدیہ میں کوئی بھی نبی نہیں ہو سکا اور حضرت اقدس مسیح موعود ہی اس عزت کے پانے کے لئے مخصوص تھے۔ اور دوسری طرف یہ بھی مانتے ہیں کہ حضرت صاحب کے بعد ہزاروں نبی ہو سکتے ہیں"۔ یہ عجیب منطق ہے۔ حضرت مسیح موعود کی خصوصیت اس امر کی مقتضی ہے کہ اسے پہلے کوئی نبی نہ کہلاوے لیکن یہ امر خصوصیت کو باطل نہیں کرتا کہ آپ کے بعد ہزاروں نبی ہوں۔

اس اعتقاد مندرجہ صدر میں ایک اور بڑی قباحت مضمر ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے بعد جتنے انبیاء ہونگے۔ وہ حضرت صاحب کے متبعین ہوں گے۔ تو نتیجہ یہ ہوا کہ کہ حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ سے تو ۱۳ صدیوں میں صرف ایک ہی نبی پیدا ہوا۔ لیکن حضرت مسیح موعودؑ کی قوت قدسیہ سے ہزاروں نبی ہو سکتے ہیں۔ العجب ثم العجب۔ اس کی دلیل کیا ہے۔ حضرت صاحب نے کہاں لکھا ہے۔ کہ مجھ سے پہلے تو کوئی نبی نہیں البتہ بعد میں ہزاروں ہونگے۔

ہمارے غلطی خوردہ بھائی یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ اور دیگر انبیاء کی نبوت میں فرق کوئی نہیں۔ صرف انکو نبوت براہ راست ملی ہے اور حضرت صاحب کو حضرت رسول اکرم صلعم کی وساطت سے۔ حالانکہ حضرت صاحب فرماتے ہیں ما نعنی من النبوۃ ما یعنی فی الصحف الاولیٰ نفس نبوت میں اگر فرق نہ ہوتا تو کبھی یہ الفاظ حضرت صاحب نہ لکھتے کہ "ہماری نبوت سے مراد صحف الاولیٰ والی نبوت نہیں کیونکہ اگر نفس نبوت میں فرق نہ ہوتا۔ تو حضرت صاحب یہ نہ لکھتے کہ میری نبوت وہی ہے جو مسلمۃ عند اکابر اہل سنۃ" یعنے میری ایسی نبوت سے مراد وہ نبوت ہے جس کا اصول امت [illegible] اکابر اہل سنت کے مسلمات میں سے ہے۔ اب بتایا جاوے کہ [illegible]

[illegible]

بلکہ حق تو یہ ہے۔ کہ ہمارے میاں صاحب کے مبایعین کے نزدیک یہ فقرہ حضرت اقدس کا مسلمۃ عند اکابر اہلسنۃ منسوخ ہونا چاہئے۔ کیونکہ جب اس امت میں حضرت اقدس کے زمانہ تک کوئی شخص ایسی نبوت حاصل ہی نہیں کر سکا ہو۔ تو کیونکر ممکن ہے کہ وہ اس امر کو مانتے ہوں کہ ایسی نبوت ہو سکتی ہے جس پر امت کا ایک آدمی بھی نہ پہنچا ہو۔ ان کی یونیورسٹی تو بی۔ اے تک ختم ہو جاتی ہے۔ جب ان کی یونیورسٹی میں بی۔ اے کی کلاس ہی نہیں تو کیونکر یہ امر مان سکتے ہیں کہ ہماری یونیورسٹی میں ایم اے کا ڈپلوما مل سکتا ہے۔

یہ خط ضرورت سے زیادہ لمبا ہو گیا ہے۔ اگرچہ مولوی فضلدین صاحب کو اسے چنداں فائدہ ہونے کی امید نہیں لیکن شاید کسی اور کو ہو جاوے۔

بہر حال مولوی صاحب کا خط حسب ذیل ہے:-

چٹھی حکیم محمد سیف الدین سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام فیروز پور بنام میاں محمود احمد صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

از فیروز پور۔ مورخہ ۵۔ اپریل ۱۹۱۹ء

بخدمت جناب مرزا محمود احمد صاحب اور آپکے علمائے سلسلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

(۱) جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کی روحانی توجہ نبی تراش ہے بایں کہ حضرت مسیح موعودؑ خاتم الاولیاء کی روحانی توجہ ولی تراش ہو۔ اسلئے دریافت طلب ہے کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں کونسے افراد ولی ہیں

(الف) اگر یہ تسلیم کیا جائے۔ کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں بعض افراد ولی ہیں تو آپکو یہ بھی تسلیم کرنا چاہئے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کی روحانی توجہ سے آپکے وقت میں اور زمانہ حضرت مسیح موعود تک ہزاروں نبی ہوئے۔ لہذا وہ ولی اور اس کا سرگروہ جو کہ یہ مذہب رکھتا ہے کہ حضرت خاتم النبیین کی روحانی توجہ سے صرف ایک ہی نبی ہوا ہے [illegible]

(ب) اور اگر سلسلہ عالیہ احمدیہ میں حضرت مسیح موعود خاتم الاولیاء کی روحانی توجہ سے تاحال کوئی ولی نہیں بنا ہے تو پھر جناب مرزا محمود احمد صاحب کی خلافت کس بنا پر ہے جبکہ وہ ولی نہیں ہے اور دوسرے مومنین کی طرح ایک مومن کی حیثیت رکھتے ہیں۔

(۲) اذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہٗ و اذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہٗ۔ آپ کے مسلمات کے رو سے

(الف) کیا بعد کے دوسرے قیصر اور کسریٰ پہلے قیصر اور کسریٰ کے تابع تھے۔ یا خود مختار مستقل بادشاہ تھے۔ اگر آپ کیطرف سے یہ جواب ہو کہ بعد کے دوسرے قیصر اور کسریٰ خود مختار بادشاہ تھے تو کیا آپ حضرت مسیح موعود کو خود مختار مستقل نبی مانتے ہیں اور اگر آپ کی طرف سے یہ جواب ہو کہ بعد کے دوسرے قیصر اور کسریٰ خود مختار بادشاہ نہیں تھے تو یہ سراسر عجوبہ پر مبنی ہوگا۔ ہمارے نزدیک حدیث کا مضمون درست ہے اور واقعی قیصر و کسریٰ کے ہلاک ہو جانے پر یعنی روما کی سلطنت جن کا تسلط ملک شام و روم پر تھا اور مجوس کی سلطنت جن کا تسلط ملک ایران پر تھا ان ہر دو اقوام کی ان ممالک سے سلطنت مٹ جانے پر ممالک شام و روم اور ملک ایران پر جو دوسری اقوام کے بادشاہ قابض ہوئے۔ انہوں نے قیصر و کسریٰ کے الفاظ کو اختیار نہیں کیا ہے اگرچہ قیصر و کسریٰ ممالک شام و روم و ایران کے شاہان کیلئے مخصوص الفاظ تھے اور جو حدیث کا منشاء ہے وہ یہ ہے کہ سلطنت روما کی حکومت شام و روم سے مٹ جائیگی۔ اور وہاں دوبارہ قوم روما کی سلطنت قائم نہ ہوگی۔ اور سلطنت مجوس کی حکومت ایران سے مٹ جائیگی اور وہاں دوبارہ قوم مجوس کی سلطنت قائم نہ ہوگی چنانچہ ایسا ہی ہوا ہے اور یہ پیشگوئی پوری ہوئی ہے اور قیامت تک کے لئے یہ پیشگوئی ہے۔

(ب) ہاں اگر حدیث کے مضمون سے آپ کا یہ منشاء ہو کہ قیصر و کسریٰ کے بعد جس طرح دیگر شاہان خود مختار مستقل ان ممالک پر قابض ہوتے رہیں اسی طرح آنحضرت خاتم النبیین صلعم کے بعد خود مختار مستقل نبی بھی ہو سکتے ہیں تو یہ صورت دوسری ہے گویا در پے ہو کہ آنحضرت خاتم النبیین کے بعد مستقل خود مختار مستقل نبوت کے مدعی ہوئے ان سب کا ذب ہونگے [illegible]

[illegible]

اشتہار

پبلک کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ ایکٹ نمبر ۱۰ امتناع جلسہ ہائے باغیانہ ۱۹۱۱ء کا لاہور و امرتسر میں عملدرآمد کر دیا گیا ہے اور اگر کبھی ایسے جلسہ کرنے کی کوشش کی گئی تو وہ جلسہ اور نیز کوئی مجمع جو ایسی کوشش کرتا ہوا پایا گیا جبراً منتشر کر دیا جائیگا۔ کل امرتسر میں ایک ایسا مجمع بخلاف ورزی احکام ہوا۔ اور جبراً منتشر کیا گیا جس میں بہت سی جانیں تلف ہوئیں اور بہت سے لوگ زخمی ہوئے۔

دستخط ایچ فالین ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور ۱۲ اپریل ۱۹۱۹ء

اعلان مارشل لا

نمبر ۱

چونکہ گورنمنٹ ہند نے معقول وجوہات کی بنا پر لاہور اور امرتسر کے اضلاع میں مارشل لا کا اعلان کر دیا ہے اور چونکہ جنگی حکام بالادست نے فوج کی کمان اور مارشل لا پر عمل درآمد کے واسطے مجھے مقرر کیا ہے۔ ضلع لاہور کے ایک حصہ میں جو اب لاہور سول کے نام سے مشہور ہے اور جس کا حدود اربعہ مندرجہ ذیل متصور ہوگا۔

سول لائن میونسپلٹی اور لاہور شہر قلعہ مغل پورہ ورکس اور کوئی اور رقبہ جو مذکورہ بالا میں شامل نہیں۔ لیکن جو دریائے راوی اور باری دوآب نہر کی لاہور شاخ کے درمیان سنٹرل ٹیلی گراف آفس سے تین میل کی حد کے اندر ہے۔

اور چونکہ مارشل لا مختصراً قانون امن اور حفظ عام کو قائم رکھنے کے لئے ملٹری کمانڈر کی اپنی مرضی مراد ہے۔

اس لئے میں تا احکام ثانی ان تمام لوگوں کو جن کا اس سے تعلق ہو۔ اطلاع دیتا ہوں۔ کہ مندرجہ ذیل احکام پر پوری پابندی سے عملدرآمد ہوگا

۱۔ ہر روز ۸ بجے شام قلعہ سے توپ داغی جائیگی۔ اور اس توپ کے چلنے کے وقت سے لیکر دوسری صبح کے ۵ بجے تک کوئی شخص سوائے یورپین کے یا اس شخص کے جسکے پاس جنگی پروانہ راہداری میرے اپنے یا میری طرف سے کسی کے دستخط ہونگے، اپنے گھر یا احاطہ یا اس مکان سے جس میں وہ مرد یا وہ عورت ۸ بجے اقامت رکھتا یا رکھتی ہو باہر نہیں نکلیگا یا نکلیگی۔

ممنوع اوقات کے دوران میں متذکرہ بالا مستثنیات کے علاوہ کسی شخص کو بازار اور سڑکیں استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہوگی اس حکم کی تعمیل سے گریز کرتے ہوئے شخص کو گرفتار کر لیا جائیگا۔ اور گرفتاری سے بچنے یا مقابلہ کرنے کی صورت میں شخص مذکور گولی سے مار دیا جانے کا مستوجب ہوگا۔

۲۔ یہ حکم اور دیگر احکام جو وقتاً فوقتاً صادر کرنا میں ضروری تصور کروں گا میری طرف سے شہر کے وارڈ ورکس اپٹیشن سے نافذ کئے جائینگے۔ اس مقام پر ہر وارڈ کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ اپنی طرف سے روزانہ کم از کم چار نمائیندے صبح ۷ بجے سے لیکر شام کے ۵ بجے تک اس مطلب کے لئے موجود رکھے۔ کہ وہ احکام متصدرہ کی اطلاع حاصل کریں۔ اور ان احکام کو اپنے اپنے وارڈ میں پہنچاتے رہیں۔ احکام مصدرہ کی اطلاع یابی کی ذمہ واری خود لوگوں پر انکے نمائیندوں کے ذریعہ عاید ہوگی۔

۳۔ وفادار اور قانون پر عمل کرنیوالے لوگوں کو فوجی قانون کے نفاذ سے کوئی خوف نہیں۔

۴۔ ملک معظم کے سپاہیوں اور پولیس کی جان کی حفاظت کیلئے جو میرے ماتحت ہیں میں اس امر کا اعلان کرتا ہوں کہ اگر ان پر کوئی ہتھیار یا کوئی بم چھوڑا گیا تو فوراً اس جگہ کے گرد و نواح میں تمام علاقہ کے خلاف شدید انتقامی تدابیر عمل میں لائی جائینگی اس لئے تمام وفادار لوگوں کو لازم ہے کہ وہ اپنے مکان میں کسی بدنیت مفسدہ پرداز کو جگہ نہ دیں۔

۵۔ مارشل لا کے دوران میں میں تمام جلوس یا جلسے یا دس آدمیوں سے زیادہ کے مجمع کی بغیر میری تحریری اجازت کے ممانعت کرتا ہوں اور جو مجمع یا جلوس اس حکم کی خلاف ورزی میں منعقد کیا جائیگا وہ بغیر تنبیہہ کے جبراً منتشر کر دیا جائیگا۔

۶۔ میں اس امر کی ممانعت کرتا ہوں کہ کوئی شخص کسی شخص کو اسکی دکان کھولنے یا اپنے کاروبار کرنے یا اپنے کام پر جانے سے زبردستی روکے یا رکاوٹ پیدا کرے۔ جو شخص اس حکم کی خلاف ورزی کریگا اسکو فوری عدالت گرفتار کریگی۔ اور وہ گولی سے مارے جانے کا مستوجب ہوگا۔

اس وقت شہر لاہور کو پانی کے نلوں اور بجلی کی روشنی کے فوائد میسر ہیں لیکن ان کا جاری رکھنا شہر والوں کے عمدہ چلن اور میرے احکام کی فوری تعمیل پر منحصر ہے۔

دستخط لفٹننٹ کرنل فرینک جانسن جنرل سیکس رجمنٹ نمبر ۲/۹ کمانڈنگ لاہور سول رقبہ۔

صدر مقام پنجاب کلب۔ مورخہ ۱۵ اپریل ۱۹۱۹ء

نمبر ۲

تمام تانگے اور ٹمٹمیں خواہ کرایہ کے ہوں یا دیگر پنجاب لائیٹ ہارس گراؤنڈ میں ۱۵ اپریل سنہ ۱۹۱۹ء کے پانچ بجے شام تک فوجی افسر کے حوالے کر دی جانی چاہئیں۔ جو اس مطلب کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ گاڑی بانوں کو تنخواہ دی جائیگی اور گھوڑوں کو راشن دیا جائیگا۔

مقام لاہور — فرینک جانسن

۱۵ اپریل ۱۹۱۹ء — لفٹننٹ کرنل سول رقبہ

نمبر ۳

تمام موٹر کاریں اور گاڑیاں خواہ وہ کسی قسم کی ہوں پنجاب کلب میں آج پانچ بجے شام تک فوجی افسر کے حوالے کی جانی چاہئیں جو اس مطلب کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔

مقام لاہور — فرینک جانسن

۱۵ اپریل ۱۹۱۹ء — لفٹننٹ کرنل لاہور سول رقبہ۔

لفٹننٹ کرنل فرینک جانسن کمانڈنگ آفیسر لاہور سول نے مارشل کے ماتحت مندرجہ ذیل احکام صادر کئے ہیں۔

تمام تانگے اور ٹمٹمیں۔ موٹر کاریں یا موٹر سائیکل ۱۵ اپریل شام کے ۵ بجے تک پنجاب کلب میں متعینہ ملٹری آفیسر کے حوالے کر دی جائیں۔ لاہور سول کمانڈ کے تمام ریلوے سٹیشنوں سے درمیانہ اور تیسرے درجہ کے ٹکٹوں کی فروختگی بند کی گئی سوائے یورپینوں کے ملازموں یا سرکاری آدمیوں کے۔

شہر کے لنگر جو آفیسر انچارج کا خیال ہے کہ ان میں خلاف قانون جلسے کئے جاتے ہیں۔ عکماً بند کئے گئے ہیں۔ اس کی خلاف ورزی کرنے پر لنگر کا تمام اسباب ضبط کر لیا جائیگا۔ مالک یا مالکان کو گرفتار کر کے خاص عدالت میں ان پر مقدمہ چلایا جائیگا۔

قانونی اصحاب کے تمام سنشیوں۔ ایجنٹوں۔ دلالوں اور حیثیت والوں کو چونکہ وہ بغاوت پھیلاتے ہیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ بلا اجازت آفیسر کمانڈنگ لاہور سول اس رقبہ سے باہر نہ جائیں۔

تمام قانون پیشہ اصحاب ڈپٹی کمشنر لاہور کی معرفت ۱۸ بجے شام تک اپنے ملازموں کی فہرست آفیسر کمانڈنگ لاہور سول کے پاس بھیج دیں۔

ساتواں اور آخری حکم یہ ہے کہ چونکہ ڈی اے۔ وی۔ کالج کے چند طلبہ کے بغاوت پھیلانے کے ثبوت میں آفیسر کمانڈنگ لاہور سول کے پاس کافی وجوہات ہیں اس لئے کالج مذکور کے تمام طالب علموں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ آفیسر کمانڈنگ افواج کے پاس بریڈلا ہال میں مندرجہ ذیل اوقات پر حاضری دیا کریں۔ اور جب تک پرنسپل کو ان کی حاضری کی ضرورت نہ ہو۔ وہیں رہیں۔

۷ بجے صبح ۱۱ بجے صبح تین بجے بعد از دوپہر اور ۷ بجے شام۔

مارشل لا کے ماتحت جو احکام صادر کئے جائیں گے وہ مکان والوں کے حوالے کئے جائینگے۔ اور ان کی حفاظت کرنا ان کا ذمہ ہوگا تاکہ کوئی پھاڑ نہ ڈالے یا خراب نہ کرے۔ ان کے علاوہ جن مکانات پر باغیانہ اشتہارات چسپاں ہونگے۔ انکے ذمہ وار مالکان مکان ہونگے۔ اور ان احکام کی خلاف ورزی کرنے پر سخت سزائیں دی جائیں گی۔

برقیات

ہنگامہ دہلی پارلیمنٹ میں

لنڈن ۹ اپریل۔ دیوان عام میں سر جان ریس کے سوال کے جواب میں مسٹر فشر نے وائسرائے کا ایک تار مورخہ ۱۳ مارچ پڑھا۔ جس میں ۳۰ مارچ کے ہنگامہ دہلی کی تفصیل دی گئی تھی۔ مسٹر فشر نے بیان کیا کہ وائسرائے نے چند دن ہوئے یہ اطلاع دی تھی۔ کہ کسی اور جگہ کوئی فساد نہیں ہوا۔

لنڈن ۹ اپریل۔ ٹائمز دہلی کے ہنگامہ پر رائے زنی کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ہندوستان کی انتہا پسند جماعت ریفارم بل کے رستہ میں آسانی پیدا نہیں کر رہی ہے۔ لیکن ٹائمز کو یقین ہے کہ گورنمنٹ ان زیادتیوں کیوجہ سے جو اب شروع ہو گئی ہیں بل کے پاس کرنے سے باز نہیں رہے گی۔

مصری قوم پرستوں کی رہائی

قاہرہ ۷ اپریل۔ جنرل ایلنبی نے ایک اعلان شائع کیا ہے۔ جسکی رو سے جلاوطن شدہ قوم پرست لیڈر زغلول کو رہا کر دیا گیا ہے

بعض اسباب انہیں مصر چھوڑ دینے کی اجازت دے دی جائے گی۔

جارج واشنگٹن کی روانگی

نیویارک ۱۱ اپریل۔ جہاز جارج واشنگٹن برسٹ کیطرف روانہ ہو گیا ہے۔

اڈیسہ کیوں خالی کیا گیا

لنڈن ۱۰ اپریل۔ بیان کیا گیا ہے کہ فرانسیسی جرنیل امیرے نے خیال ظاہر کیا ہے کہ اڈیسہ کی حفاظت ہو سکتی تھی لیکن چونکہ غیر جنگجو آبادی کے پاس سامان خوراک کی قلت ہو گئی تھی اسلئے اسے خالی کرنا پڑا۔ اب بولشویک اس کوشش میں ہیں کہ کریمیا پر حملہ کریں۔ اور بولشویکوں کی اطلاعات کے مطابق انہوں نے فرانسیس اور یونانی افواج کو ایک جگہ پیچھے بھی دھکیل دیا ہے بولشویکوں نے استمبول سے ایک سو میل شمال کی طرف نیری کیپ پر قبضہ کر لیا ہے۔

سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ سارا پول کے علاقہ میں ولشوکوں کی دو رجمنٹوں کو شکست فاش دی گئی ہے اور ان کے نو سو آدمی مارے گئے ہیں۔

ہندوستان

کلکتہ میں کیا ہو رہا ہے

کلکتہ ۱۲ اپریل۔ کلکتہ کے ہندوستانی علاقوں میں لوگ جوق در جوق جمع ہونے شروع ہو گئے۔ تمام کرایہ کی گاڑی والوں نے ہڑتال کر دی اور کئی جگہ پولیس اور ہجوم میں مڈبھیڑ ہوئی جس میں مسٹر ولسن ڈپٹی کمشنر پولیس اور مسٹر کک نائب کمشنر پولیس مجروح ہوئے فوجی امداد طلب کی گئی ہے۔ ہز ایکسلنسی لارڈ رانلڈشے نے جو آج دارجیلنگ جانے والے تھے اپنی روانگی ملتوی کر دی۔

ایک موٹر پر جو ٹکسال میں چاندی لے جا رہی تھی ہجوم نے حملہ کر دیا۔ لیکن مسٹر جارج آغا فوراً موٹر پر سوار ہو گیا۔ اور اس نے پستول سے مجمع کو منتشر کر دیا۔ گورنر صاحب نے آج ہندوستانی لیڈروں کے ساتھ گفتگو کی اور مسٹر ایس چکرورتی کی صدارت میں ہیلڈن سکوائر میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا گیا جس میں ہڑتال ختم کرنے کا اعلان کیا گیا۔ کیونکہ مہاتما گاندھی آزاد ہو گئے ہیں۔

مسٹر گاندھی گورنمنٹ کی اطاعت کرینگے

۱۶ اپریل کا پریس کمیونک مظہر ہے کہ مسٹر گاندھی نے جو آجکل احمدآباد میں اقامت پذیر ہیں کمشنر صاحب بہادر شمالی ڈویژن کو اطلاع دی ہے کہ گورنمنٹ کے اس حکم کی کہ بمبئی پریذیڈنسی سے باہر نہ جائیں وہ تعمیل کریں گے اور نیز گورنمنٹ کے تمام دوسرے احکام کی اطاعت کرینگے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اب ملک میں عنقریب امن قائم ہو جائیگا۔ کیونکہ مسٹر گاندھی کو ان واقعات سے خود افسوس ہوا ہے۔ اور وہ گورنمنٹ کے تمام احکام کی تعمیل کیلئے آمادہ ہو گئے ہیں۔

امرتسر میں دوکانیں کھل گئیں

ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ ۱۵ اپریل کو شہر امرتسر میں تمام دکانیں کھل گئی تھیں۔

ایک غلط افواہ کی تردید

سرکاری اطلاع میں مظہر ہے کہ بعض حلقوں میں یہ بیہودہ افواہ اڑی ہوئی ہے کہ امرتسر گولڈن ٹمپل پر بم گرائے گئے یہ افواہ سراسر غلط ہے اس کی کوئی اصلیت نہیں امرتسر اور لاہور میں کسی جگہ بم نہیں گرائے گئے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کا ارشاد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جماعت کے لئے ضروری اطلاع

چونکہ اسوقت ہندوستان کے بعض حصص میں ایک ایسی شورش پیدا ہو گئی ہے جس سے امن عام میں خلل پیدا ہو رہا ہے اور بعض جگہ افسوسناک واقعات خونریزی کے بھی ہوئے ہیں اور سرکاری عمارات وغیرہ کو نقصان پہنچایا گیا ہے۔ اس لئے اپنے احباب کی اطلاع کے لئے میں یہ اعلان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ انکو نہ صرف ان تمام امور سے مجتنب رہنا چاہئے۔ بلکہ جہاں تک ان کی طاقت ہو ان کے انسداد کی کوشش بھی کرنی چاہئے اور وعظ و نصیحت سے تمام لوگوں کو ایسے خیال سے روک دینا چاہئے جو ضابطہ اور قانون کے خلاف ہوں۔ والسلام

محمد علی

۱۷ اپریل ۱۹۱۹ء

جلد ۶ | بمقام لاہور یکشنبہ مورخہ ۱۵ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۰ اپریل ۱۹۱۹ء | نمبر ۷۸

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ایمان کیونکر پیدا ہوتا ہے قرآن شریف سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جب تک انسان کی فطرت میں سعادت اور ایک مناسبت نہ ہو ایمان پیدا نہیں ہوتا خدا تعالیٰ کے مامور اور مرسل اگرچہ کھلے کھلے نشان لیکر آتے ہیں مگر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان نشانوں میں ابتلاء اور خفا کے پہلو بھی ضرور ہوتے ہیں سعید جو باریک بین اور دوربین نگاہ رکھتے ہیں اپنی سعادت اور مناسبت فطرت سے ان امور کو جو دوسروں کی نگاہ میں مخفی ہوتے ہیں۔ دیکھ لیتے ہیں اور ایمان لے آتے ہیں۔ لیکن جو سطحی خیال کے لوگ ہوتے ہیں اور جن کی فطرت کو سعادت اور رشد سے کوئی مناسبت اور حصہ نہیں ہوتا وہ انکار کرتے ہیں اور تکذیب پر آمادہ ہو جاتے ہیں جس کا بُرا نتیجہ ان کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔

آنحضرت صلعم کا ظہور دیکھو مکہ معظمہ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا۔ تو ابو جہل بھی مکہ ہی میں تھا۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی مکہ ہی کے تھے۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ کی فطرت کو سچائی کے قبول کرنے کے ساتھ کچھ ایسی مناسبت تھی کہ ابھی آپ شہر میں بھی داخل نہیں ہوئے تھے۔ راستہ ہی میں جب ایک شخص سے پوچھا کہ کوئی نئی خبر سناؤ۔ اس نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعوے کیا ہے تو اسی جگہ ایمان لے آئے اور کوئی معجزہ اور نشان نہیں مانگا۔ اگرچہ بعد میں بے انتہا معجزات آپ نے دیکھے۔ اور خود ایک آیت ٹھہرے۔ لیکن ابو جہل نے باوجودیکہ ہزاروں نشان دیکھے لاکن وہ مخالفت اور انکار سے باز نہ آیا۔ اور تکذیب ہی کرتا رہا۔ اس میں کیا سر تھا۔ پیدائش دونوں کی ایک ہی جگہ کی تھی۔ ایک صدیق ٹھہرتا ہے۔ اور دوسرا جو ابو الحکم کہلاتا تھا ابو جہل بنتا ہے۔ اس میں یہی راز تھا کہ اسکی فطرت کو سچائی کے ساتھ کوئی مناسبت ہی نہ تھی۔ غرض ایمانی امور مناسبت پر ہی منحصر ہیں جب مناسبت ہوتی ہے تو وہ خود معلم بن جاتی ہے۔ اور امور حقہ کی تعلیم دیتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اہل مناسبت کا وجود بھی ایک نشان ہوتا ہے۔

میری سچائی روز روشن کی طرح دنیا پر کھل جائیگی

میں بصیرت اور یقین کے ساتھ کہتا ہوں اور میں وہ قوت اپنی آنکھوں سے دیکھتا اور مشاہدہ کرتا ہوں مگر افسوس اس دنیا کے فرزندوں کو کیونکر دکھا سکوں کہ وہ دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے اور سنتے ہوئے نہیں سنتے ہیں۔ کہ وہ وقت ضرور آئیگا۔ کہ خدا تعالیٰ سب کی آنکھ کھول دیگا۔ اور میری سچائی روز روشن کی طرح دنیا پر کھل جائیگی لیکن وہ وقت وہ ہوگا۔ کہ توبہ کا دروازہ بند ہو جائیگا اور پھر کوئی ایمان سودمند نہ ہو سکیگا۔ میرے پاس وہی آتا ہے جس کی فطرت میں حق سے محبت اور اہل حق کی عظمت ہوتی ہے جس کی فطرت سلیم ہے۔ وہ دور سے اس خوشبو کو جو سچائی کی میرے ساتھ ہے سونگھتا اور اسی کشش کے ذریعہ سے جو خدا تعالیٰ اپنے ماموروں کو عطا کرتا ہے۔ میری طرف اس طرح کھنچے چلے آتے ہیں جیسے لوہا مقناطیس کیطرف جاتا ہے۔ لیکن جس کی فطرت میں سلامت روی نہیں اور جو مُردہ طبیعت کے ہیں ان کو میری باتیں سر درد نہیں معلوم ہوتی ہیں وہ ابتلا میں پڑتے ہیں اور انکار پر انکار اور تکذیب پر تکذیب کرکے اپنی عاقبت کو خراب کرتے ہیں اور اس بات کی ذرا بھی پرواہ نہیں کرتے کہ اُن کا انجام کیا ہونیوالا ہے۔ میری مخالفت کرنے والے کیا نفع اٹھائیں گے۔ کیا مجھ سے پہلے آنیوالے صادقوں کی مخالفت کرنے والوں نے کوئی فائدہ کبھی اٹھایا ہے؟ اگر وہ نامراد اور خاسر رہ کر اس دنیا سے اُٹھے تو میرا مخالف اپنے ایسے ہی انجام سے ڈر جاوے کیونکہ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ میں صادق ہوں۔ میرا انکار اچھے ثمرات نہیں پیدا کرے گا۔ مبارک وہی ہیں۔ جو انکار کی لعنت سے بچتے ہیں اور اپنے ایمان کی فکر کرتے ہیں۔

حسن ظنی سے کام لو جو حسن ظنی سے کام لیتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے ماموروں کی صحبت سے فائدہ اٹھاتے ہیں اُن کا ایمان اُن کو ضائع نہیں کرتا۔ بلکہ بہرہ مند کرتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ صادق کی شناخت کے لئے بہت مشکلات نہیں ہیں۔ ہر ایک آدمی اگر انصاف اور عقل کو ہاتھ سے نہ دے اور خدا کا خوف مدنظر رکھکر صادق کو پرکھے۔ تو وہ غلطی سے بچا لیا جاتا ہے لیکن جو تکبر کرتا ہے۔ اور آیات اللہ کی تکذیب اور ہنسی کرتا ہے اُس کو یہ دولت نصیب نہیں ہوتی ہے۔

یہ مبارک زمانہ ہے یہ زمانہ کیسا مبارک زمانہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے ان پر آشوب دنوں میں محض اپنے فضل سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے اظہار کے لئے یہ مبارک ارادہ فرمایا۔ کہ غیب سے اسلام کی نصرت کا انتظام فرمایا۔ اور ایک سلسلہ کو قائم کیا۔ میں ان لوگوں سے پوچھنا چاہتا ہوں جو اپنے دل میں اسلام کے لئے ایک درد رکھتے ہیں اور اس کی عزت اور وقعت اُن کے دلوں میں ہے وہ بتائیں کہ کیا کوئی زمانہ اس زمانہ سے بڑھکر اسلام پر گذرا ہے۔ جس میں اسقدر سب وشتم اور توہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کیگئی ہو۔ اور قرآن شریف کی ہتک ہوئی ہو؟ پھر مجھے مسلمانوں کی حالت پر سخت افسوس اور دلی رنج ہوتا ہے۔ اور بعض وقت میں اس درد سے بیقرار ہو جاتا ہوں۔ کہ ان میں اتنی حس بھی باقی نہ رہی کہ اس بے عزتی کو محسوس کر لیں۔ کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کچھ بھی عزت اللہ تعالیٰ کو منظور نہ تھی۔ جو اس قدر سب وشتم پر بھی وہ کوئی آسمانی سلسلہ قائم نہ کرتا۔ اور اُن مخالفین اسلام کے مُنہ بند کرکے آپ کی عظمت اور پاکیزگی کو دُنیا میں پھیلاتا۔ جبکہ خود اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ تو اس توہین کے وقت اس صلوٰۃ کا اظہار کس قدر ضروری ہے اور اس کا ظہور اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کی صورت میں کیا ہے مجھے بھیجا گیا ہے تاکہ میں **آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھوئی ہوئی عظمت کو پھر قائم کروں۔** اور قرآن شریف کی سچائیوں کو دُنیا کو دکھاؤں۔ اور یہ سب کام ہو رہا ہے۔ لیکن جن کی آنکھوں پر پٹی ہے وہ اُسکو دیکھ نہیں سکتے۔ حالانکہ اب یہ سلسلہ سورج کی طرح روشن ہو گیا ہے۔ اور اُس کی آیات اور نشانات کے اس قدر لوگ گواہ ہیں کہ اگر ان کو ایک جگہ جمع کیا جاوے تو ان کی تعداد اس قدر ہو کہ روئے زمین پر کسی بادشاہ کی بھی اتنی فوج نہیں ہے۔

سلسلہ کی صداقت پر شہادت

اسقدر صورتیں اس سلسلہ کی سچائی کی موجود ہیں کہ ان سب کو بیان کرنا بھی آسان نہیں چونکہ اسلام کی سخت توہین کی گئی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسی توہین کے لحاظ سے اس سلسلہ کی عظمت کو دکھایا ہے کم فہم لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ میں اپنے مدارج کو حد سے بڑھاتا ہوں میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میری طبیعت اور فطرت میں ہی یہ بات نہیں کہ میں اپنے لئے کسی تعریف کا خواہشمند ہوں اور اپنی عظمت کے اظہار سے خوش ہوں میں ہمیشہ انکساری اور گمنامی کی زندگی پسند کرتا رہا۔ لیکن یہ میرے اختیار اور طاقت سے باہر تھا کہ خدا تعالیٰ نے خود مجھے باہر نکالا اور جسقدر میری تعریف اور بزرگی کا اظہار اُس نے اپنے پاک کلام میں جو مجھ پر نازل کیا گیا ہے کیا یہ ساری تعریف اور بزرگی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے۔ احمق ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتا۔ مگر سلیم الفطرت اور باریک نگاہ سے دیکھنے والا دانشمند خوب سوچ سکتا ہے۔ کہ اسوقت واقعی ضروری تھا۔ کہ جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اس قدر ہتک کی گئی ہے۔ اور عیسائی مذہب کے واعظوں اور منادوں نے اپنی تحریروں اور تقریروں کے ذریعہ اس سید الکونین کی شان میں گستاخیاں کی ہیں اور ایک عاجز مریم کے بیٹے کو خدا کی کرسی پر جا بٹھایا ہے اللہ تعالیٰ کی غیرت نے آپ کا جلال ظاہر کرنے کے لئے یہ مقدر کیا تھا۔ کہ آپ کے ایک ادنیٰ غلام کو **مسیح ابن مریم** بنا کے دکھا دیا۔ جب آپ کی امت کا ایک فرد اتنے بڑے مدارج حاصل کر سکتا ہے تو اس سے آپکی شان کا پتہ لگ سکتا ہے بس یہاں خدا تعالیٰ نے جس قدر عظمت اس سلسلہ کی دکھائی ہے اور جو کچھ تعریف کی ہے یہ در حقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی عظمت اور جلال کے لئے ہے مگر احمق ان باتوں سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۶ - مورخہ ۲۰ - اپریل ۱۹۱۹ء - نمبر

موجودہ شورش اور ہمارا مسلک

اسلام ایک فطرتی مذہب ہے اور اس کے تمام اصول فطرت انسان کے مطابق ہیں، جس طرح ہم قوانین قدرت کی اطاعت کرتے ہیں - اور طوعاً کرہاً کرتے ہیں اس طرح اسلام کی تعلیم ہے کہ ہر ایک قانون کے سامنے ہمیں سر تسلیم خم کر دینا چاہئیے - امرتسر میں بعض یورپین کا قتل اور بعض دیگر مقامات پر اسٹیشن کی عمارات پر حملہ اور انہیں نقصان یہ ایسے واقعات ہیں جن سے ہر ایک شخص کو نہ صرف رنج و افسوس ہوگا - بلکہ ان کے کرنے والوں کو بھی حقارت کی نظر سے دیکھیگا۔

ہمارے حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی جماعت کو جس اطاعت شعاری اور فرائض شناسی کے اصول پر تیار کیا ہے وہ دوست و دشمن کو بھی مسلم ہیں - چنانچہ آپ نے اپنی آخری وصیت میں بھی اس عظیم الشان کام کے متعلق جس کے لئے آپ مبعوث ہوئے یہی تعلیم فرمائی ہیں کہ اس کام کو بھی نہایت صبر و استقلال اور صلح و آشتی سے کرنا چاہئیے۔

اور نہ اس کام کے لئے کسی طریق کا جبر و تشدد - قتل و غارت کی ضرورت نہیں - اگر ضرورت ہے تو اپنے آپ میں اعلیٰ درجہ کے اخلاق پیدا کرنے کی ہے چنانچہ ایک جماعت اس برگزیدہ انسان کے ساتھ ہو جاتی ہے - جو اپنے ہوا و حرص کی عالی شان بلند پروازیوں پر لات مار کر خود پہلے اپنے نفسوں کو مغلوب کرکے اشاعت اسلام کا کام ہاتھ میں لیتی ہے - نتیجہ یہ ہوتا ہے آج وہ جماعت اپنے اس کام میں کامیاب ہے اور دوست و دشمن کو اس کامیابی کا اعتراف ہے۔

اس کے بعد جب وہ برگزیدہ خدا اپنے سفر آخرت کے لئے تیار ہوتا ہے - تو اس وقت جو نصیحت اپنے دوست و احباب کو کرتا ہے - اس میں یہی پایا جاتا ہے کہ وہ اپنا کام نرمی و حسن سلوک سے کریں چنانچہ الوصیت میں فرماتے ہیں:-

”خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں - کیا یورپ - کیا ایشیاء ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں - توحید کی طرف کھینچے - اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے - جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا ہوں - سو تم اس مقصد کی پیروی کرو - مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے“

یہ الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ حضرت مرحوم و مغفور کو تمام روئے زمین کے باشندوں سے یکساں ہمدردی تھی - خواہ کوئی یورپین ہو - یا افریقی - امریکہ کا ہو یا آسٹریلیا کا - اس کے علاوہ جس کام کے لئے مبعوث ہوئے ہیں وہ کس قدر مہتم بالشان ہے مگر اس کے کرنے کا طریق جبر و تشدد نہیں بلکہ نرمی اخلاق اور دعاؤں پر زور دینا ہے۔

خود حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی اس امر پر شاہد عادل ہے - کہ آپ اپنے دشمنوں سے بھی انتقام لینا پسند نہیں فرماتے تھے - چنانچہ ایک پادری نے جب آپ پر غلط مقدمہ اقدام قتل دائر کیا - اور اس میں بعض جھوٹی شہادتیں بھی دی گئیں اور آپ اس سے بری ہوئے - تو صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے آپ سے پوچھا - کہ کیا آپ ان لوگوں پر دروغ حلفی کا مقدمہ دائر کرنا چاہتے ہیں - لیکن حضرت مرحوم نے فرمایا - کہ میرا یہ کام نہیں میرا مقدمہ آسمان پر ہے۔

غرض اسلام کی تعلیم - خود حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم اور آپ کے عمل سے یہاں یہی شہادت ملتی ہے - کہ آپ دشمنوں تک سے نیک سلوک کرنے کے لئے آمادہ ہوتے تھے چہ جائیکہ کسی سے ظلم - تعدی کی جائے - یا خلاف قانون ایسے حرکات کیئے جائیں جن سے امن عامہ میں نقص لازم آئے - یا جانیں تلف ہوں۔

احمدی قوم نے جس آب و ہوا میں پرورش پائی ہے - اس میں شورہ پشتی کا نام بھی نہیں - اور اس لئے ہمارے

احباب ایسے مشغلوں میں نہ کبھی شریک ہوئے اور نہ ہمیں کبھی وہم بھی گذرا - کہ وہ شریک ہونگے - چنانچہ اس بات کو حضرت امیر ایدہ اللہ نے کل خطبہ جمعہ میں اور جلسہ کے بعد مختصراً فرمایا - یہ خطبہ انشاء اللہ مکمل تو کسی اگلی اشاعت میں شائع ہو جائیگا - مگر سردست میں اتنا حصہ ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کرتا ہوں - جو موجودہ حالات کے متعلق ہے:

فرمایا ”موجودہ حالات کے متعلق میں کہنا چاہتا ہوں کہ اسلام پابندی قانون کا نام ہے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ہمارے سب دوست جس طرح اسلام کے پابند ہیں اسی طرح قانون کے پابند بھی ہیں - اس لئے میں نے یہ ضروری نہیں سمجھا - کہ کوئی خاص اعلان اس موقعہ پر عام اشاعت کے لئے کروں (گذشتہ پرچہ میں ایک مختصر اعلان اس کے متعلق نکل چکا ہے - ایڈیٹر) کیونکہ میں جانتا ہوں کہ ہمارے احباب میں ایسا کوئی نہیں جو قانون کے خلاف کرے - مگر تاہم احتیاطاً موجودہ حالات کو مدنظر رکھکر میں یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں - کہ تم اپنی حفاظت کے لئے اپنے دوستوں اور تعلق والوں کی حفاظت کے لئے اپنے اہل ملک کے لئے اور بالآخر اپنے حکام کے لئے موجودہ حالت میں قانون کی پوری پابندی اختیار کرو“

غرض حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کی جماعت کا مسلک ہمیشہ سے یہی رہا ہے - کہ جو کام کرو - جو قدم اٹھاؤ - اس میں دوسرے بنی نوع انسان سے ہمدردی اور حسن سلوک کا پہلو ہو - سختی و درشتی کا ہرگز نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ جھوٹے ہتھیار ہیں - اس لئے ہم بھی بہ حیثیت ایک احمدی مشنری کے دنیا میں بھی پیغام صلح پھیلانے کو ہر وقت تیار ہیں - اور اس پر آشوب وقت میں بھی اپنے ہموطن بھائیوں کی خدمت میں اپیل کرتے ہیں کہ انہیں اپنے تمام کاموں میں حسن سلوک - نرمی - صلح و آشتی کو ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہئیے - بعض اوقات اپنی خلاف مرضی کاموں پر صبر کرنا بھی سیکھنا چاہیئے - کیونکہ مسلمانوں کے لئے مشکلات میں صبر و استقلال کا بھی حکم ہے۔

خلاف قانون باتیں کرنے سے یا اُن نفوس کے قتل کرنے سے جو بنی نوع انسان ہونے کی وجہ سے بھائی ہیں تمہیں کوئی ترقی حاصل نہیں ہو سکتی - بلکہ یہ بنی نوع انسان کی ہمدردی کے صریح خلاف ہے - اور جو لوگ جہالت سے ایسا کرتے ہیں ان کو بھی سمجھانا چاہئیے کہ اس قسم کا جوش و غضب کا اظہار کبھی بھی نیک نتائج نہیں پیدا کرتا۔

اس طرح ہم نہایت ادب سے گورنمنٹ عالیہ کی خدمت میں التماس کرتے ہیں - کہ اُسے اپنی رعایا سے حسن سلوک اور درگذر سے کام لینا چاہیئے - اگر وہ خطاوار بھی ہیں تو آخر اس کی رعایا ہیں - چھوٹے خطائیں کیا کرتے ہیں - اور بڑے معاف کر دیا کرتے ہیں - درگذر اور نرمی کی پالیسی سے رعایا کے دل رام ہو جاتے ہیں اور ان میں وفاکیشی اور جان نثاری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

غیر ضروری گرجے فروخت کر دیئے جائیں

عیسائی معاصر ”نور افشاں“ سول اینڈ ملٹری گزٹ کے حوالہ سے لکھتا ہے:-

”لارڈ بشپ آف اکسیٹر نے ہاؤس آف لارڈز میں ہماری قومی کلیسیا کے بہت سے خادمان دین کی حالت کی جانب جو زیادہ تر فاقہ کشی کے ایام کی تنخواہوں کی وجہ سے ہوئی ہے - توجہ دلائی ہے - اس نے کہا کہ میں ہر ایک خادم الدین کو ایک ہزار پونڈ سالانہ تنخواہ پاتا ہوا دیکھکر خوش ہوں گا - **غیر ضروری شہری گرجے فروخت کر دیئے جائیں اور جو نقد اس طرح حاصل ہو اس سے غریب تر خادمان دین کی تنخواہ میں اضافہ کیا جائے انگریزی کلیسیا کے کسی ایسے پادری کے لئے جو نیک مرقد ہو** اور اپنی آمدنی کو دانائی کے ساتھ برتنے والا ہو - پچاس ہزار پونڈ سالانہ **بہت بڑی تنخواہ نہ ہوگی**“

اس تجویز کی معقولیت پر ہمیں بھی صاد ہے اور ہر ایک عقلمند صاد ہی کرے گا - کیونکہ محض نام و نمود کے لئے عالیشان عمارتوں کو ”غیر ضروری“ طور رکھنا

ذی روح انسانوں کو جو مذہبی خدمات کرتے ہوں ناکافی تنخواہ دینا سراسر بے انصافی ہے۔

کیا عجب ہے کہ اگر اس تجویز پر عمل ہو جائے - تو جہاں اللہ تعالیٰ نے دلائل و براہین سے یکسر الصلیب کا کام کر دیا ہے - وہاں ظاہری طور پر بھی ایک رنگ میں اس کا نظارہ نظر آ جائے۔

شراب کی ممانعت

معزز معاصر ”حق“ لاہور لکھتا ہے:-

”کربلائے معلےٰ میں حکومت برطانیہ کے حسن انتظام سے جو امن اور راحت اور آسودگی پھیلی ہوئی ہے وہ احاطۂ بیان سے باہر ہے چنانچہ حال میں اس مقام مقدس کے احترام کو مدنظر رکھتے ہوئے انگریزی حکام نے منشی اشیاء کی خرید و فروخت - اور شراب کی درآمد اور اس کا استعمال بالکل ممنوع قرار دے دیا ہے - اور اس حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کے لئے سزائے جرمانہ و قید مقرر کی ہے - اور شہر کے ان قہوہ خانوں کو جن میں قماربازی ہوا کرتی تھی بند کرنے کا حکم صادر کر دیا ہے - نیز ایوان مطہرہ میں سگرٹ وغیرہ کا پینا بھی ممنوع قرار دے دیا ہے“

ہم خوش ہیں کہ ایک اسلامی اصول کی صداقت کے سامنے دنیائے تہذیب اپنا سر تسلیم خم کر رہی ہے - پہلے امریکہ نے اسلام کی تقلید کی - اب گورنمنٹ عالیہ نے بھی بقول نامہ نگار ”حق“ کربلا میں شراب کی ممانعت کر دی ہے لیکن ہم چاہتے ہیں کہ ہندوستان میں اس قسم کے حسن انتظام کی کا نفاذ ہو - اور یہاں بھی جو خاندان شراب خانہ خراب کی بدولت تباہ ہو رہے ہیں اس کے منحوس اثرات سے محفوظ ہو جائیں۔

ہم امید کرتے ہیں کہ حکومت ہند اس معاملہ میں بھی کوئی فوری کارروائی کرکے رعایا کے اخلاق کی اصلاح کرے گی۔

مولینا عبد الباری صاحب کی عرضداشت

پیسہ اخبار راوی ہے کہ مولینا عبد الباری فرنگی محل (لکھنؤ) نے حال ہی میں ایک عرضداشت حضور وائسرائے گورنر جنرل ہند کی خدمت میں عرب کے اماکن مقدسہ کے متعلق بھیجی ہے - جس میں استدعا کی گئی ہے - کہ سرزمین عرب شرعی حدود کے مطابق مسلمانوں کی زیر حفاظت رہنی چاہئیں - اور جن اسلامی ممالک پر دوران جنگ میں قبضہ کر لیا گیا ہے - وہ مسلمانوں اور خلیفہ کے متعلق رہنے چاہئیں - جس کا دار الخلافہ قسطنطنیہ حسب سابق رہنا چاہئیے۔

اس عرضداشت کے ساتھ مولینا ممدوح نے علماء کے فتوے بھی پیش کئے ہیں - اور اس عرضداشت کو گویا تمام مسلمانوں کی متفقہ اور متحدہ عرضداشت قرار دیا ہے۔

ہم ہز ایکسیلنسی وائسرائے کی حق پژوہانہ اور مصلحت اندوزانہ پالیسی سے امید رکھتے ہیں کہ وہ اس معاملہ میں کوئی ایسا فیصلہ کریں گے جس سے مسلمانان ہند کو کامل اطمینان اور تسلی ہو جائے - کیونکہ مسلم عنصر تاج برطانیہ کے گرانمایہ نگینہ ہے - اور مسلمانوں کی آبادی کے لحاظ سے برطانوی سلطنت سب سے بڑی اسلامی سلطنت ہے۔

حضرت امیر کا ارشاد

گذشتہ اشاعت میں ہم نے حضرت امیر ایدہ اللہ کا ایک مختصر سا اعلان شائع کیا تھا - جس میں آپ نے جماعت کے احباب کو یہ تاکید کی تھی کہ انہیں نہ صرف خلاف قانون کاموں اور حرکات سے خود الگ رہنا چاہئیے بلکہ ان کو چاہئیے کہ ایسے عوام الناس کو جو محض جوش سے ایسی ناکردنی حرکات کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں وعظ و نصیحت کے طریق سے منع کریں۔

حضرت امیر کا یہ اعلان جماعت کے خاص توجہ کے قابل ہے اور احباب کو چاہئیے کہ جو لوگ پڑھنا نہ جانتے ہوں انکو پڑھ کے سنائیں حضرت امیر کے اس فرمان سے مطلع کر دیں تاکہ جماعت کے ہر ایک فرد کے کان میں یہ آواز پہنچ جائے۔

مراسلات

میاں صاحب کی تعلیاں

مرزا محمود احمد صاحب قادیانی جو نہ تو آنحضرت صلعم کی روحانی اولاد ہونے کے مدعی ہیں اور نہ ہی کوئی دوسرا کمال دکھاتے ہیں البتہ زبانی لفاظی ہیں وہ اہل کمال کی نسبت اپنی تقریر جلسہ سالانہ الفضل قادیان یکم اپریل ۱۹۱۹ء میں درج کرتے ہیں کہ "پیغامیوں کی طرف سے صلح کا پیغام دیا گیا ہے۔ حیرت ہے کہ وہ لوگ جو جنگ کے بانی تھے۔ صلح کا پیغام دیتے ہیں۔ لیکن یہ کوئی عجیب بات نہیں کیونکہ بعض دفعہ شیطان بھی فرشتہ کے لباس میں آجایا کرتا ہے"۔

اہل علم جانتے ہیں کہ اس قسم کی تقریر کس اخلاق کے لوگ کرتے ہیں۔ وہی لوگ اس قسم کی تقریریں کرتے ہیں جو ناشکرے اور علم کے چور ہوتے ہیں۔ مرزا محمود احمد صاحب وہ کلمات ہماری نسبت منہ سے نکالتا ہے جو میں اس کے حق میں جواباً اپنی زبان سے نکالنا پسند نہیں کرتا۔ چہ جائیکہ ہماری جماعت کے اہل کمال۔ مرزا محمود احمد صاحب آپ کا یہ فرمانا کہ "وہ خدا جو سچوں کا حامی ہوتا ہے وہ ہر رنگ میں میری تائید کرتا اور مجھے ہی علوم دیتا ہے۔ اور وہ لوگ علوم سے محروم ہیں"۔ یہ آپ کی بڑ نہیں تو اور کیا ہے۔ آپ نے اپنی پانچسالہ زندگی میں کیا کیا۔ جس قوم کو آپ علوم سے محروم سمجھتے ہیں اس قوم نے اپنی پانچ سالہ زندگی میں قرآن مجید کا زبان انگریزی میں ترجمہ کر کے قرآن مجید انگریزی زبان میں چھاپا۔ جو آج قوم یورپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اور اس کا فائدہ یہ ہے۔ کہ آج قوم یورپ اسلام قبول کرتی نظر آتی ہے۔

میاں صاحب آپ فرماتے ہیں "اس وقت میں نے اُن کو کہا کہ آؤ قرآن کریم کے بالمقابل تفسیر لکھو۔ اور دیکھو خدا کس کی تائید معارف اور علوم کے ذریعہ کرتا ہے"۔

میں آپ کی خدمت میں التماس کرتا ہوں کہ آپ بالمقابل قرآن کریم کی جو تفسیر جو لکھیں گے۔ وہ تو لکھیں گے پہلے آپ بغیر مقابلہ کے ہی قرآن کریم کی تفسیر لکھکر انگریزی زبان میں ترجمہ کر کے یورپ کو اپنے کلام سے مستفیض کریں۔ پھر ہو سکے تو اردو میں بھی تفسیر لکھیں تاکہ ہم مستفیض ہوں۔ آپ کی خشک لفاظی سے ہم کو تو کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔

آپ فرماتے ہیں:-

"پھر میں نے کہا کہ آؤ خدا سے دُعا کریں کہ جو جھوٹا ہے، وہ ہلاک ہو۔ اس کے واسطے بھی وہ تیار نہ ہوئے"۔

میاں صاحب جبکہ آپ کو اپنی سچائی پر یقین ہے تو آپ خدا سے دُعا کیوں نہیں کرتے۔ ہمارے بلانے کی کیا ضرورت ہے۔ اور کیا آپ نے خدا سے دعائیں ہمارے برخلاف نہ کی ہونگی۔ ضرور کی ہونگی۔ مگر آپ کی دعا کو قبولیت نہیں ہوتی ہے۔ اور ہماری جماعت روز بروز ترقی کرتی جاتی ہے یہ آپ کی طفل تسلیاں ہیں۔ جو آپ کے مریدوں تک ہی محدود ہیں کہ "خدا تعالےٰ ہر رنگ میں اور ہر طرح میں تائید فرماتا ہے۔ اور اُن کی کچھ تائید نہیں کرتا"۔

آپ اپنے منہ سے کبھی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ بنتے ہیں اور کبھی حضرت یوسف علیہ السلام۔ اور کبھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بنتے ہیں۔ آپ خواہ کچھ بنیں۔ مگر ہم تو نہ آپ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ مانتے ہیں اور نہ ہی حضرت یوسف اور نہ ہی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مانتے ہیں۔ ہم تو یہ جانتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے قادیان کو دمشق سے نسبت دی ہے۔ اور آپ بھی اور اہل علم بھی جانتے ہیں کہ دمشق میں کن کن خیالات کے لوگ ہو گذرے ہیں

والسلام ۔ خاکسار حکیم سیف الدین سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام فیروزپور۔

اعلان فسخ بیعت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخویم مکرمی میاں صاحب سلمکم اللہ تعالےٰ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

خاکسار مبائعین سالقہ حضرت مسیح موعودؑ سے ہے۔ حضرت مولانا مرحوم ومغفور کی فوتیدگی کے بعد بیعت اِرادت بذریعہ خط جناب سے کی تھی۔ بباعث ملازمت ۳ سال تک خلیفۂ پر رہا۔ تحریرات سلسلہ کو دیکھنے کا اتفاق نہ ہوا۔ ایک سال سے واپس آیا ہوں۔ آپ کی تحریرات اور دیگر سلسلہ کی تحریرات کے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ خاکسار آپ کی بیعت کو فسخ کرتا ہے۔ بوجوہ ذیل:۔

(۱) آپ حضرت مسیح موعودؑ کو انبیائے سابقین کے موافق نبی مانتے ہیں۔

(۲) احمدؐ کی پیشنگوئی جو کتب سابقہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ہے وہ آپ حضرت مسیح موعودؑ کی نسبت سمجھتے ہیں۔

(۳) جن اشخاص نے جناب سے بیعت نہیں کی وہ سب کافر ہیں۔ خواہ حضرت مسیح موعود کے مبایعین ہوں یا دیگر افراد سلسلہ کے

(۴) جناب نے اپنے مبایعین کو ہدایت کی ہے۔ کہ غیر مبائعین سلسلہ احمدیہ کے پیچھے نماز نہ پڑھیں جب تک کہ وہ آپ سے بیعت نہ کریں۔ (خواہ حضرت مسیح موعودؑ کے مبائعین ہوں یا دیگر افراد سلسلہ کے)

(۵) دعوت کا قبول کرنا سنت ہے ذاتی عناد پر ترک کرنا خلاف سنت ہے

یہ چند ایک وجوہ جناب کی خدمت میں تحریر کرتا ہوں۔ امید ہے کہ جناب غور فرمائیں گے۔ اور ایسی صورت اختیار کریں گے۔ کہ پھر وہی زمانہ حضرت مسیح موعود کا نظر آجاوے بدرگاہ رب العزت دعا ہے کہ خداوند تعالےٰ بچھڑے ہوؤں کو ملاوے اور پھر سب ملکر ایک اصول پر کام کریں۔ تفرقہ دور ہو۔ آمین ثم آمین۔ ۱۰- اپریل ۱۹۱۹ء

دعاگو۔ جمعدار محمد خان پنشنر بلاک ۹۵ سرگودھا ضلع شاہپور۔

رسیدات زر

فہرست چندہ سیالکوٹ

	پائی	آنہ	روپیہ
چندہ ماہوار	۰	۱۴	۳۲
قیمت کمال عقیقہ	۰	۱۲	۸
میزان کل	۰	۱۰	۴۱

مرزا عالم بیگ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سیالکوٹ

فہرست زر چندہ جماعت ڈیرہ غازیخان

معرفت مولوی عزیز بخش صاحب

	پائی	آنہ	روپیہ
مستقل فنڈ	۰	۰	۴۵
منجانب جماعت ڈیرہ غازیخان چندہ	۰	۰	۳
از منشی خدا بخش صاحب بلوچ محرر نائب تحصیلدار صاحب - عطیہ تبلیغی مشن	۰	۰	۵
از منشی محمد باقر صاحب نائب کورٹ عدالت	۰	۰	۲
از احمد خان صاحب لنڈ سکنہ سوری لنڈ	۰	۰	۵
از میاں احمد یار ملان " "	۰	۰	۱
از ہوت خان لنڈ " "	۰	۰	۲
از خان صاحب غلام رسول خان صاحب سفیر مظفرگڈھ معرفت منشی محمد بخش صاحب	۰	۰	۲۰
جو بوقت جلسہ سالانہ ڈیرہ غازیخان انہوں نے دیا منجانب جماعت ڈیرہ غازیخان عطیہ اشاعت اسلام	۰	۵	۷۲
میزان کل	۰	۵	۱۵۵

ضروری خبریں

ہز آنر سر ایڈورڈ میکلیگن کی تسلیم حکومت

سول اینڈ ملٹری گزٹ کو معلوم ہوا ہے کہ ہز آنر سر مائیکل اوڈوائر بھی اپنے عہدہ جلیلہ پر فائز رہیں گے اور جب سر میکلیگن لاہور تشریف لائیں گے تو اُن کو کوئی خاص خدمت سپرد کر دی جائے گی۔

بمبئی میں کمسنوں کی تمباکو نوشی کے خلاف مسودہ

معلوم ہوا ہے کہ آنریبل بیجر بسی فرنڈس کو قانونی کونسل بمبئی میں اٹھارہ سال سے کم عمر رکھنے والوں کی تمباکو نوشی کے خلاف مسودہ قانون تعین کرنے کی اجازت مل گئی ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ کمسنوں اور طلباء میں سگریٹ سگار وحقہ پینے کی عادت بڑھتی جاتی ہے۔ جس کے خلاف قانونی کونسل پنجاب میں پچھلے دنوں ایک قانون پاس ہو چکا ہے۔

نواب بادشاہ نواب صاحب کی وفات

افسوس ہے کہ سید نواب بادشاہ صاحب رئیس پٹنہ (بہار) کا جو اکثر کلکتہ میں رہتے تھے۔ عارضہ فالج سے بنگال کے دار الصدر میں انتقال ہو گیا۔ یہ اچھے مخیر دیانتدار مذہبی رئیس تھے۔ اور ان کا خاندان تمول کے لحاظ سے بنگال میں مشہور تھا۔ یہ مشہد مقدس اور عراق عرب کی زیارات کے علاوہ حج سے بھی مشرف ہو چکے تھے۔ اور پھر نجف اشرف جانے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ کہ پیغام اجل آگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خدا مرحوم کی مغفرت فرمائے اور متعلقین واحباب کو صبر عطا کرے۔

غیر پارسی سے ایک پارسی لیڈی کی شادی

قبل ازیں آنریبل مسٹر محمد علی جناح بمبئی کے ایک نامور پارسی کی لڑکی سے شادی کر چکے ہیں گو پارسیوں کی پنچایت نے غیر اقوام کے مردوں سے پارسی لیڈیوں کی شادی کو روکنے کے لئے حال ہی میں مزید سختی سے کوشش کی ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایسی رکاوٹوں کا دلی تعلق یا دیگر دنیاوی ترغیبات کے مقابلہ میں چنداں پائیدار ثابت ہونا مشکل ہے۔ چنانچہ اندور سے یہ خبر سننے میں آئی ہے کہ کپتان دینا ناتھ کی جو ہز ہائینس مہاراجہ ہلکر والی اندور کے سٹاف سے تعلق رکھتے ہیں۔ مس نانک بائی سے سکھوں کے قانون شادی ہند کے مطابق شادی عمل میں آئی۔ (پیسہ اخبار)

حجاج کو خوش خبری

پیسہ اخبار کا نامہ نگار اطلاع دیتا ہے کہ بمبئی میں جدہ سے بذریعہ تار برقی یہ پیام پہنچا ہے۔ کہ ملک العرب یعنی شریف مکہ معظمہ چاہتے ہیں کہ:۔

"ہندوستان کے تمام مسلمانوں کو یہ معلوم ہو جانا چاہئے کہ ہر مسلمان کو جو حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً کی غرض سے آنا چاہئے گورنمنٹ عربستان۔ حجاز کے سفر اور قیام میں ہر قسم کا امن اور آرام دینے کے لئے تیار رہیگی۔ خواہ وہ حاجی جدہ یا مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو براہ ینبع یا رابغ کے راستہ سے جائے۔ مدینہ منورہ کو جانے اور وہاں سے واپس آنے میں حاجیوں کو ہر طرح کی سہولت دیجائیگی۔ مسلمانوں کے لئے یہ خبر نہایت مسرت بخش ہوگی۔ اس لئے کہ حج کا زمانہ آلگا ہے۔ اور عازمان حج کو یہ اطلاع سفر میں امن اور آرام کی تمام فکروں سے نجات دیگی۔

نیک سلوک کی ضرورت

حال میں بمبئی لیجسلیٹو کونسل کے ممبروں نے ایک ایسا ریزولیوشن پیش کرنے کی ضرورت محسوس کی۔ جس میں انہوں نے سرکاری عہدہ داروں سے اس امر کی خواہش کی کہ ہندوستانی معززین جب انکے پاس کسی ضرورت سے جائیں تو اُن سے اخلاق کا برتاؤ کیا جائے اکثر ممبروں نے اس ریزولیوشن کی تائید کرتے ہوئے اس قسم کے واقعات مختلف پیرایہ میں بیان کئے۔ ایک ممبر نے تو یہانتک کہا کہ ملک کی سیاسی شورش کا زیادہ تر مدار اسی برتاؤ پر ہے جو سرکاری عہدہ دار ہندوستانیوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ اور گورنمنٹ کو اس امر سے آگاہ کیا۔ کہ اُس کے سیاسی مفاد کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ وہ اس امر پر نظر رکھے۔ کہ ہندوستانیوں کے ساتھ کج خلقی کا برتاؤ نہ کیا جائے۔ جو لوگ ملک کے حالات سے آگاہ ہیں وہ ضرور اس ممبر کی رائے سے بہت کچھ اتفاق کریں گے۔

(از پیسہ اخبار)

"شناخت مامورین"

ہمارے سامنے ایک رسالہ "شناخت مامورین" آیا ہے۔ جو حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب امیر ملت کے قلم سے نکلا ہے یہ رسالہ اُن اصحاب کے لئے نہایت ہی مفید ہے۔ جو بعض ملہمین کے الہامات کی بناء پر گھبرا اٹھتے اور تردد میں پڑ جاتے ہیں کہ شاید یہ شخص جو ملہم ہونے کا دعوےٰ کرتا ہے۔ اپنے دعوے میں حق بجانب ہو۔ اور نہیں جانتے۔ کہ مامورین ربانی کی شناخت کیا ہے اس رسالہ میں نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ مامورانِ الٰہی کون ہوتے ہیں۔ اور انکی پہچان کے لئے کیا کیا امور ضروری ہیں ہر مسلمان کو اس رسالہ کا مطالعہ کرنا از بس ضروری ہے قیمت ۲/ یہ رسالہ بک ڈپو انجمن اشاعت اسلام لاہور سے مل سکتا ہے۔

ویدک سائنس یا وید بھگوان کا "علمی بیکچہ"

کچھ دنوں سے سنتے تھے کہ مولوی عبدالحق صاحب مشہور عالم سنسکرت ایک کتاب ویدک سائنس پر جس پر ہمارے آریہ بھائیوں کو بڑا فخر حاصل ہے لکھ رہے ہیں۔ چنانچہ وہ چھپکر آج ہمارے میز پر رکھی گئی ہے۔ اس رسالہ کے تنے کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مولوی صاحب موصوف نے وید کا جس غور دخوض سے مطالعہ کیا ہے۔ یہ اُنہی کا حصہ تھا ویدک سائنس کا جو پردہ تھا۔ مولوی صاحب نے فاش کر دیا ہے زمین کی گردش، زمین سے سورج کا فاصلہ، زمین کا گول یا چورس ہونا وغیرہ وغیرہ مسایل پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔ جو صاحبان ویدک سائنس کی اصلیت پر آگاہ ہونا چاہتے ہیں انکو سفارش کیجاتی ہے کہ اس رسالہ کا مطالعہ کریں نہایت دلچسپ رسالہ ہے۔ قیمت ۲/

بک ڈپو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے طلب فرماویں۔

گوشوارہ آمد و خرچ مدوار احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۱۹ء

صیغہ	مد کلاں	آمد پائی	آمد آنہ	آمد روپیہ	خرچ پائی	خرچ آنہ	خرچ روپیہ	بقایا پائی	بقایا آنہ	بقایا روپیہ	فاضلہ پائی	فاضلہ آنہ	فاضلہ روپیہ	کیفیت
تصنیف و تالیف	ترجمۃ القرآن	۰	۶	۱۳۰۰	۰	۱۵	۵۲	۹	۱۴	۱۵۶۶	۰	۰	۰	
	مطبع	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	-	۹	۱۵	۷۵۹	
	سلسلہ تصنیفات	۳	۹	۸۷	۶	۲	۲۴۱	۰	۰	-	۳	۷	۵۹۲۱	
میزان صیغہ تصنیف و تالیف		۳	۱۵	۱۳۸۷	۶	۱	۲۹۴	۹	۷	۸۴۲۵	۰	۰	۰	
اغراض عام	اخبار	۹	۳	۱۶۶	۰	۴	۲۹۱	۰	۰	۰	۹	۱۲	۳۷۵۲	
	صدقات	۰	۸	۱۱	۹	۱۲	۳۰	[illegible]	۸	۲۲۱۴	۰	۰	۰	
	یتامے	۰	۰	-	۰	۰	۳	۰	۴	۳۰	۰	۰	۰	
	عطیہ جات وغیرہ	۹	۲	۴۵۳۵	۹	۹	۱۲۶۴	[illegible]	۹	۹۱۶۳	۰	۰	۰	
	ہوسٹل	۰	۶	۱۳	۰	۴	۱۶۳	۰	۰	۰	۹	۳	۱۸۰	
	بستی اقوام ... کوٹ موکھل	۰	۹	۱۲۹	۰	۰	۷۰	۰	۰	۰	۰	۳	۵۸۷	
میزان صیغہ اغراض عام		۶	۱۳	۴۸۵۵	۶	۱۴	۱۸۳۲	۵	۲	۶۸۸۸	۰	۰	۰	
مستقل فنڈ		۹	۱۴	۱۶۰	۰	۰	۰	۱۰	۵	۲۳۸۲	۰	۰	-	
تبلیغ بلاد عربیہ		۰	۰	۵۰	۰	۰	۰	۰	۸	۲۸۰۸	۰	۰	۰	
مسلم ہائی سکول		۰	۰	۹۸۳	۶	۹	۱۸۶۴	۰	۰	-	۹	۱	۴۵۵۰	
امانت		۰	۱۲	۶۹۱	۰	۰	۱۰۲۰	۰	۵	۴۳۶۶	۰	۰	۰	
پیشگی		۰	۸	۷	۰	[illegible]	[illegible]	۰	۰	۰	۰	۹	۲۰۸۴	
میزان کل		۶	۱۵	۸۱۴۴	۶	۹	۵۰۱۱	۰	۱۴	۲۴۸۶۰	۹	۱۰	۷۵۳۴	

دستخط خاکسار- سید محمد حسین شاہ
محاسب

ضرورت ہے

ایک احمدی استاد کی جو نارمل پاس ہو یا جونیئر ورنیکولر ٹرینڈ ہو۔ کوٹ موکل کے پرائمری سکول میں تعلیم دینے کے لئے تنخواہ حسب لیاقت دی جائے گی۔ درخواستیں سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام جلد آنی چاہئیں

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲ ضابطہ دیوانی

باجلاس جناب شیخ عبدالرحمن خان صاحب منصف بمقام لیہ
نمبر مقدمہ ۲۲۶

گیلا رام ولد سیوا رام نارنگ سکنہ چوبارہ۔ مدعی بنام نہالا ولد آئمہ ذات بھیک سکنہ خریوالہ تحصیل لیہ
دعوےٰ ...

بمقدمہ صدر عدالت کو یقین دلایا گیا ہے کہ مدعا علیہ پر تعمیل سمن نہیں ہوتی ہے اور مدعا علیہ عمداً تعمیل سمن سے روپوش ہو رہا ہے۔ اور گریز کر رہا ہے۔ لہٰذا اشتہار ہذا بنام مدعا علیہ شائع کیا جاتا ہے کہ اگر مدعا علیہ بتاریخ ۶ مئی سنہ ۱۹۱۹ء کو حاضر عدالت ہو کر پیروی و جوابدہی مقدمہ نہیں کرے گا۔ تو اس کے برخلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جاوے گی۔

آج بتاریخ ۱۱- اپریل سنہ ۱۹۱۹ء کو میرے دستخط بعد مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

تصنیفات حضرت مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ

احمدیہ موومنٹ انگریزی اس میں حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب نے سلسلہ احمدیہ کے متعلق تمام حالات کو بیان کیا بانی سلسلہ کی زندگی کے مختصر حالات اور مسائل قومی عقائد اور آجکل جو اختلاف سلسلہ ہوا ہے اسپر بھی روشنی ڈالی گئی ہے غرض انگریزیدان حضرات کے لئے یہ سلسلہ نہایت مفید ہے قیمت حصہ اول ۴/ دوم ۴/ سوم ۴/ ۱۲/

حقیقۃ المسیح ازروئے قرآن و بائیبل ایک عیسائی کے سوالات کا جواب مصنفہ حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی امیر جماعت احمدیہ۔ قیمت ۲/

آیت اللہ اس میں مولوی ثناء اللہ امرتسری سے حضرت مسیح موعود کے آخری فیصلہ کی حقیقت و اصلیت پر مولینا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ نے روشنی ڈالی ہے اور مولوی ثناء اللہ کے اعتراضات کا مسکت و مدلل جواب دیا ہے قیمت ۳/

مرآۃ الحقیقۃ مصنفہ حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ یہ ۹۲ صفحات کی کتاب ہے جواب ہے اس چٹھی کا جو پہلے دنوں میاں محمود احمد صاحب نے "حقیقۃ الامر" کے نام سے لکھی تھی چھوٹی سی کتاب میں محمودی مغالطہ اندازیوں اور عقاید کی ہو بہو تصویر کھینچی گئی ہے اور اسکی حقیقت پر روشنی ڈالی گئی ہے- قیمت صرف ۴/ ہے احباب کرام کو چاہئے کہ اسے بہت زیادہ تعداد میں منگوا کر محمودیوں میں تقسیم کریں اور اس سے فایدہ اٹھاویں

عسل مصفٰی احمد صاحب مہدی و مسیح علیہ السلام کے متعلق مفصل حالات معلوم کرنے کے شایق ہوں اُن کو عسل مصفٰی سے بہتر کوئی کتاب نہیں ملسکتی ہر مسلمان کو لازم ہے کہ اس کا مطالعہ کرے بڑے بڑے علماء نے اس پر تقریظیں لکھی ہیں اور اس کو بہت پسند کیا ہے کیونکہ ہر مسئلہ کی سند قرآن و احادیث اور ائمہ کرام کی کتابوں سے دی ہے اور کوئی امر ایسا نہیں جس پر کافی تسلی بخش بحث نہ ہو آجتک ایسی جامع کتاب دیکھنے میں نہیں آئی اور پھر اس طرز پر لکھی گئی ہے کہ اس سے مبتدی بھی فایدہ اٹھا سکتا ہے اور منتہی بھی قیمت ہر دو حصہ للعہ

حدوث مادہ ایک آریہ کے ساتھ بحث و مباحثہ جس میں حدوث مادہ کا حادث ہونا ثابت کیا گیا ہے قیمت ۴/

پتہ:- بک ڈپو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

جلد ۶ | بمقام لاہور چہار شنبہ مورخہ ۲۲ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۳ اپریل ۱۹۱۹ء | نمبر ۹۰

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

گذشتہ سے پیوستہ

صدی کا سر گذر گیا ہے

اسوقت صدی میں سے بیس سال گذرنے کو ہیں اور آخری زمانہ ہے چودہویں صدی ہے کہ جس کی بابت تمام اہل کشف نے کہا کہ مسیح موعود چودھویں صدی میں آئیگا۔ وہ تمام علامات اور نشانات جو مسیح موعود کی آمد کے متعلق پہلے سے بتلائے گئے تھے ظاہر ہو گئے آسمان نے کسوف و خسوف سے اور زمین نے طاعون سے شہادت دی ہے اور بہت سے سعادتمندوں نے ان نشانات کو دیکھکر مجھے قبول کیا اور پھر ابھی بہت سے نشانات ان کی ایمانی قوت کو بڑھانے کیواسطے خدا تعالٰے نے ظاہر کئے اور اسی طرح پر یہ جماعت دن بدن بڑھ رہی ہے۔ کوئی ایک بات ہوتی تو شک کرنے کا مقام ہو سکتا تھا۔ مگر یہاں تو خدا تعالٰے نے ان کو نشان پر نشان دکھائے اور ہر طرح سے اطمینان اور تسلی کی راہیں دکھائیں۔ لیکن بہت ہی کم سمجھنے والے نکلے میں حیران ہوتا ہوں کہ کیوں یہ لوگ جو میرا انکار کرتے ہیں ان ضرورتوں پر نظر نہیں کرتے۔ جو اس وقت مصلح کی وجود کی داعی ہیں وہ دیکھیں کہ

مسلمانوں کی حالت

روئے زمین پر مسلمانوں کی کیا حالت ہے کیا کسی پہلو سے بھی کوئی قابل اطمینان صورت دکھائی دیتی ہے۔ شان و شوکت کی حالت تو سلطنت کی صورت میں نظر آ سکتی ہے مسلمانوں کی سب سے بڑی سلطنت اسوقت روم کی سلطنت ہے۔ لیکن اس کی حالت کو دیکھ لو۔ وہ دانتوں میں زبان ہو رہی ہے اور آئے دن کسی نہ کسی خرخشہ اور مخمصہ میں مبتلا رہتی ہے علمی حالت کے لحاظ سے سب مدر ہے ہیں کہ مسلمان پیچھے رہے ہوئے ہیں۔ اور نت نئی مجلسیں اور کمپنیاں قائم ہوتی ہیں کہ مسلمانوں کی علمی حالت کی اصلاح کی جائے۔ دنیوی لحاظ سے تو یہ حالت اور دینی پہلو کے لحاظ سے تو بہت ہی گری ہوئی حالت ہے کوئی بدعت اور فعل شنیع نہیں ہے جس کے مرتکب مسلمان نہ پائے جاتے ہوں اعمال صالح کی بجائے چند رسوم باقی رہ گئے ہیں۔ جیلخانوں کو جا کر دیکھو تو زیادہ مجرم مسلمان دکھائی دینگے کس کس بات کا ذکر کیا جائے مسلمانوں کی حالت اسوقت بہت ہی گری ہوئی ہے اور ان پر آفات پر آفات نازل ہو رہے ہیں مگر کیا مسلمان ابھی چاہتے ہیں کہ وہ اور پیسے جاویں۔ اس سے بڑھ کر ان کی ذلیل حالت کیا ہوگی کہ وہ پاک دین جو بے نظیر دولت اُن کے پاس تھی۔ اور ایمان جیسی نعمت وہ کھو بیٹھے ہیں۔ اور مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہونیوالے عیسائی ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے اور اسلام کا مضحکہ اُڑاتے ہیں اور یا اگر کھلے طور پر عیسائی نہیں ہوئے تو عیسائیوں کے علوم فلسفہ اور طبعی سے متاثر ہو کر مذہب کو ایک بے ضرورت اور بیفائدہ شے سمجھنے لگ گئے ہیں۔ یہ آفتیں ہیں جو اسلام پر آ رہی ہیں۔ اور میں نہایت درد اور افسوس سے سنتا ہوں

کہ اس پر کہا جاتا ہے۔ کہ کسی مصلح کی ضرورت نہیں؟ حالانکہ خود زمانہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ اسوقت ضرورت ہے کہ کوئی شخص آوے۔ اور وہ اصلاح کرے۔ میں نہیں سمجھ سکتا۔ کہ خدا تعالٰے اسوقت کیوں خاموش رہتا جبکہ اس نے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ خود فرمایا ہے اسلام پر ایسا خطرناک صدمہ پہنچا ہے کہ ایک سیزاد برس قبل تک اُس کا نمونہ اور نظیر موجود نہیں ہے۔ یہ شیطان کا آخری حملہ ہے اور وہ اس وقت ساری طاقت اور زور کے ساتھ اسلام کو نابود کرنا چاہتا ہے مگر اللہ تعالٰے نے اپنے وعدہ کو پورا کیا ہے اور مجھے بھیجا ہے۔ تا میں ہمیشہ کے لئے اُس کا سر کچل دوں۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمیں کچھ حاجت نہیں ہے۔ ہم نماز و روزہ کرتے ہیں وہ جاہل ہیں انہیں معلوم نہیں ہے۔ کہ یہ سب اعمال اُن کے مردہ ہیں۔ اُن میں روح اور جان نہیں۔ اور وہ آ نہیں سکتی جبتک وہ خدا تعالٰے کے قائم کردہ سلسلہ کے ساتھ پیوند نہ کریں۔ اور اس سے وہ سیراب کرنیوالا پانی حاصل نہ کریں۔ تقوی اس وقت کہاں ہے؟ رسم و عادت کے طور پر مومن کہلانا کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ جب تک کہ خدا کو دیکھا نہ جاوے۔ اور خدا کو دیکھنے کے لئے اور کوئی راہ نہیں ہے۔

غرض اسوقت اس قدر ضرورتیں داعی ہیں۔ کہ اُن کے بیان کرنے کے لئے بہت بڑے وقت چاہئے اور پھر اسقدر نشان ظاہر ہوئے ہیں۔ کہ ان کی بھی ایک بہت بڑی ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے میں نے ایک شعر میں ان دونوں باتوں کو جمع کر کے کہا ہے۔

آسمان بارد نشان الوقت میگوید زمیں
این دو شاہد از پئے تصدیق من استادہ اند

ایک رکعت میں قرآن شریف

بعض لوگ جو ایک رکعت میں قرآن شریف ختم کرنا فخر سمجھتے ہیں وہ درحقیقت لاف مارتے ہیں۔ دنیا کے پیشہ ور لوگ بھی اپنے اپنے پیشہ پر ناز کرتے ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی اس طریق سے قرآن کریم ختم نہیں کیا۔ بلکہ چھوٹی چھوٹی سورتوں پر آپ نے اکتفا کیا۔

انعامات الٰہی کی بھی ایک جڑ ہے

ہر ایک شے کی ایک اصل ہوتی ہے۔ اور انعامات الٰہی کی بھی ایک جڑ ہے۔ ہر ایک چیز جو ہم اللہ تعالٰے سے طلب کر سکتے ہیں وہ ادعونی استجب لکم کے فرمودہ کے موافق ہی حاصل کر سکتے ہیں۔ اور یہ توفیق میسر آ سکتی ہی نہیں جب تک کہ اللہ تعالٰی کا فضل شامل حال نہ ہو۔

گناہ بھی توبہ سے دور ہو جاتا ہے

گناہ بھی توبہ سے دور ہو جاتا ہے۔ سچی توبہ عصمت اور حفاظت کا پاک جامہ پہناتی ہے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم جو ہر روز ستر دفعہ استغفار مانگا کرتے تھے۔ اس کا یہی منشاء تھا تاکہ ہر ایک غفلت و کسل سے اللہ تعالٰے محفوظ رکھے اور

اس کا صدور بالکل نہ ہو۔ فلا تزکوا انفسکم سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ معصوم و محفوظ رکھنا اللہ پاک کے فضل سے ہوتا ہے کیونکہ ہر ایک نور و توفیق کا سر چشمہ فیضان الٰہی ہی ہے۔

نو مبائعین

مندرجہ ذیل احباب حضرت امیر ایدہ اللہ کے ہاتھ پر سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے:۔

(۱) میاں عظمت اللہ خان صاحب ولد چوہدری محمد اسمٰعیل طالب علم سیکنڈ مڈل جموں۔
(۲) میاں محمد امین صاحب ولد مستری حکم دین صاحب طالب علم فورتھ ہائی کلاس جموں۔
(۳) میاں فضل حق صاحب ولد مولوی غلام احمد صاحب طالب علم فورتھ ہائی کلاس جموں۔
(۴) سید شاہ صاحب ہیڈ کنسٹبل اہل پولیس فیروزپور
(۵) منشی جان محمد صاحب ہیڈ کنسٹبل اہل پولیس
(۶) میاں شاہزادہ صاحب کنسٹبل پولیس
(۷) میاں غلام مصطفٰے ولد محمد خان صاحب ساکن ...
(۸) مسماۃ فاطمہ بی بی دختر چوہدری جلال خان صاحب
(۹) میاں عبدالرشید صاحب کلرک جیل کوہاٹ

رسید زر

معرفت محمد علی صاحب

(۱) میرزا سلطان محمد صاحب سب انسپکٹر مانسہرہ۔ عہ
(۲) جناب میرزا غلام ربانی صاحب وکیل مانسہرہ۔ عہ
(۳) محمد دلاور خان صاحب اسماعیلہ عہ
(۴) مستری میاں محمد کی صاحب عہ
میزان کل عہ

اخبار احمدیہ

غالبًا ناظرین کرام کو معلوم ہے کہ مولوی صدرالدین صاحب پچھلے دنوں عازم ولایت تھے مگر فیصلہ ہوا ہے کہ ان کی جگہ ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب دوسرے ہمراہیوں کے ساتھ ولایت تشریف لیجائیں یہ قافلہ غالبًا سہارجون کے جہاز میں سوار ہوگا۔ اور شاید مئی کے آخری ہفتہ یا جون کے اوائل میں لاہور سے رخصت ہو جائے۔ احباب دعا کریں کہ اللہ تعالٰے ان بزرگوں کے ساتھ ہو۔ اور ان کو ان کے ارادوں میں کامیاب کرے! ایں دعا از من و از جملہ جہان آمین باد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے منشی دوست محمد صاحب پبلشر نے رفیق عام پریس لاہور میں ماسٹر حمید اللہ صاحب پرنٹر کے اہتمام سے چھپوا کر دفتر اخبار پیغام صلح سے شائع کیا

[illegible]
الفضل با ایں ہمہ پیر پرستی اپنے پیر کے مُنہ میں جھوٹے فقرے ڈالیں گے۔ پس جس صورت میں ہم نے آپ کے شائع کردہ بیان کی رو سے جو کچھ لکھا لکھا تو آپ کو ہم پر اعتراض کرنے کا حق کہاں سے حاصل ہوگیا۔ بہرحال اگر وہ الفاظ جو آپ نے شائع کئے ہیں۔ میاں صاحب کے مُنہ سے نکلے ہیں۔ تو جو کچھ ہم نے لکھا درست اور ٹھیک ہے۔ اور پوری تقریر شائع ہونے پر بھی وہ فقرات موجود ہونے چاہئیں۔ اور اگر میاں صاحب نے وہ الفاظ نہیں بولے (جس کی کوئی وجہ ہم کو معلوم نہیں ہوتی) تو پھر الفضل کا ایڈیٹر اس کا ذمہ وار ہے کہ اُس نے یہ الفاظ کیوں شائع کئے۔

تربیت اولاد کی ضرورت

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے صیغہ تصنیف و تالیف نے ایک جدید رسالہ "تربیت اولاد" پر لکھا ہے جس کا پہلا باب ہم آج ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ اس رسالہ میں بچوں کی تعلیم و تربیت کے متعلق نہایت مفید اور کارآمد اصول بتائے گئے ہیں۔
نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ پر جو رسالہ پہلے لکھے گئے تھے وہ اب زیر طبع ہیں۔ انشاء اللہ عنقریب شائع ہو جائینگے۔ یہ رسالہ ان کے بعد شائع ہوگا۔ (ایڈیٹر)

انسان کا سب سے بڑا فرض۔ سب سے مقدس فرض۔ سب سے اہم فرض یہ ہے کہ نسل انسانی کے اخلاق کا تزکیہ کیا جائے۔ انسانوں میں اوصاف حمیدہ۔ عفو، کرم، علم، صبر، تحمل، دیانت، امانت۔ راستبازی پیدا کی جائیں اور اخلاق رذیلہ۔ عجز، کسل، غضب، غصہ، ظلم وغیرہ سے طبائع انسانی کو پاک و صاف کیا جائے۔

اس فرض سے عہدہ برآ ہونے کا طریق پند و نصائح ہے اور ایک دوسرا طریق جو پہلے طریق سے زیادہ مؤثر ہے یہ ہے کہ عملی نمونہ ایسا پیش کیا جائے کہ گرد و پیش کے انسان خود بخود اس کی تقلید کریں۔ چنانچہ انبیاء علیہم السلام جو اصلاح خلق کے لئے مبعوث ہوتے رہے ہیں انہی دو طریقوں سے کام لیتے رہے ہیں ایک تیسرا طریق یہ بھی ہے کہ زبانی پند و نصائح کو کتابوں کی صورت میں شائع کیا جائے مگر اس طریق سے صرف وہی لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو پڑھنا جانتے ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ تیسرا طریق کوئی علیحدہ طریق نہیں بلکہ پند و نصائح کے طریق کی ایک جدید صورت ہے کہ زبانی باتیں ہی کتابی شکل اختیار کر لیتی ہیں لیکن اس میں شک نہیں کہ اس کا حلقۂ اثر بہت وسیع ہے کہ ایک آدمی ہزاروں لاکھوں آدمیوں تک اپنی ناصحانہ آواز پہنچا سکتا ہے اسی طرح زبانی پند و نصائح کا حلقۂ اثر اگرچہ اشاعت کتب کے حلقہ سے کم ہے مگر عملی نمونہ کے حلقہ سے اس حلقہ کا بھی اثر وسیع تر ہے۔ تقریر و وعظ سننے کیلئے سینکڑوں لوگ جمع ہو سکتے ہیں اور ہم انکے سامنے تقریر کر کے پند و نصیحت کر سکتے ہیں مگر ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں جو ہماری دن رات کی حرکات و سکنات کو دیکھ سکیں۔ گھر کی چار دیواری میں جو کام ہم کرتے ہیں وہ محض ہمارے قریبی رشتہ داروں تک محدود رہتے ہیں۔ دوست و احباب سے جو ہمارے تعلقات ہیں۔ ہم جس طریق سے اُن کے ساتھ برتاؤ کرتے ہیں وہ بھی ایک خاص دائرہ تک محدود رہتے ہیں۔
لیکن جتنا یہ حلقۂ اثر تنگ ہوتا جاتا ہے اُسی قدر تاثرات میں شدت پیدا ہوتی جاتی ہے جو لوگ ہمارے عملی نمونہ سے سبق آموز ہیں اُن لوگوں سے زیادہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جنہیں صرف ہماری پند و نصائح سننے کا موقع حاصل ہوتا رہتا ہے اور وہ لوگ جو بالمواجہ ہم سے نصیحت کی باتیں سنتے ہیں ان لوگوں سے زیادہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ جو محض ہماری کتابوں کو پڑھتے ہیں۔

جس طرح ناصح کے مختلف طریق نصیحت کے لحاظ سے اثر میں فرق ہوتا ہے اسی طرح مخاطب کی مختلف استعداد کے لحاظ سے بھی تاثرات میں فرق پڑ جاتا ہے۔ اگر پیر فرتوت کو کوئی نئی بات سمجھانے لگیں تو اس کی قوت آخذہ اسقدر ضعیف ہو گئی ہوگی کہ وہ مشکل سے ہماری بات سمجھیگا اور اگر سمجھیگا تو جلد ہی فراموش کر دیگا اسیطرح ایک نوجوان کو اگر ہم کوئی بات سمجھانے لگیں تو گو اس کا انتقال ذہن جلد ہوگا۔ اور وہ ہمارے مدعا کو خوب سمجھ لیگا لیکن اسکا دماغ بھی مختلف قسم کے عادات و خصائل کے نقوش سے مرتسم ہو گیا ہوگا اس لئے وہ ہماری ان نصیحتوں پر عمل پیرا نہیں ہو سکیگا یا کم از کم بڑی مشکل سے ہوگا۔ لیکن اگر یہی بات ہم ایک چھوٹے بچے کو سمجھا دیں اور خود بھی اسپر عمل کر کے اسکو دکھائیں تو امید ہے کہ ہماری تقلید کریگا اور اس نصیحت کو عملی زندگی میں پیش نظر رکھیگا۔ اسلئے حکماء کا قول ہے کہ انسان بڑا ہو کر محض اُن [illegible] عادات اور [illegible]

[illegible] جو بچپن کے زمانہ میں اس کی طبیعت میں راسخ ہو گئے ہیں۔ اگر بچپن میں وہ نیک و صالح ہے تو بڑا ہو کر بھی ایسا ہی ہوگا۔ اگر بچپن میں شریر و بد ہے تو بڑا ہو کر بھی شریر و بد ہی رہیگا۔ یہی وجہ ہے کہ متمدن قومیں جسقدر فکر تربیت اولاد کی کرتی ہیں اور بڑے سے بڑے کام کا نہیں کرتیں کہتے ہیں کہ ایک دفعہ کسی انگریز کو کوئی معزز عہدہ پیش کیا گیا۔ اتفاق ایسا ہوا۔ کہ ادھر اس کے تقرر کا تار آیا۔ ادھر اُس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ اُس نے وہیں یہ جواب لکھا۔ کہ "افسوس ہے کہ مجھے اس عہدہ کے فرائض منصبی ادا کرنے کی اب فرصت نہ ہوگی۔ کیونکہ میں اب لڑکے کا باپ ہو گیا ہوں اور مجھے اُس کی تعلیم و تربیت کرنی ہوگی۔"
لیکن ہماری حالت یہ ہے کہ بچوں کی تعلیم و تربیت کا خیال بھولے سے بھی نہیں آتا۔ عیسائی ممالک کے مشنری تو غیر اقوام کے یتیم بچوں کو زیور تعلیم و تربیت سے آراستہ کرتے ہیں انہیں لکھاتے پڑھاتے ہیں اور پھر عیسائی بنا لیتے ہیں۔ لیکن ہماری کیفیت یہ ہے کہ ہمارے اپنے بچے سونے چاندی کے زیوروں سے آراستہ و پیراستہ ہیں لیکن علم تعلیم و تربیت سے محروم ہیں

ایک ہم ہیں کہ لیا اپنی ہی صورت کو بگاڑ
ایک وہ ہیں کہ جنہیں تصویر بنا آتی ہے

ہماری طرز معاشرت۔ ہمارا تمدن۔ ہماری بود و باش بیقاعدہ اور غیر منضبط ہیں اور اس بے قاعدگی کا تلخ نتیجہ یہ ہے کہ ہماری اولاد شتر بے مہار۔ مادر پدر آزاد ہے۔ نہ انہیں تزکیہ اخلاق سے کچھ تعلق نہ تہذیب نفس سے کچھ غرض۔
ہماری سب سے بڑی غرض یہ ہوتی ہے کہ ہمارے بچے چند علوم مروجہ کو حاصل کر لیں۔ بی۔ اے یا ایم۔ اے کی ڈگری لے لیں۔ اور پھر گورنمنٹ کے سلک ملازمت میں منسلک ہو جائیں لیکن متمدن اقوام بچوں کی تربیت، ان میں اخلاق حمیدہ پیدا کرنے کے لئے خاص کوششیں کرتے ہیں بچپن کے زمانہ میں ان کی تعلیم و تربیت کا ایسا انتظام ہوتا ہے کہ بچے ہر ایک قسم کے مضر اثرات سے محفوظ رہتے ہیں۔ ان کے اوقات ایک انتظام و ضوابط کے ماتحت منضبط ہوتے ہیں ان کی حرکات و سکنات ان کا اُٹھنا۔ بیٹھنا۔ چلنا۔ پھرنا۔ کھانا۔ پینا کھیلنا۔ کودنا۔ سونا۔ جاگنا سب کے سب معاشرت و تمدن کے اصولوں میں جکڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے ہو کر جب وہ آزاد شہری ہوتے ہیں۔ تو اس آزادی سے عربدہ انگیزی نہیں کرتے۔ بلکہ تمدن و معاشرت کے حسین سڈول سانچے میں وہ ڈھل چکے ہیں اسی میں رہتے ہیں ہمارے ملک میں بدقسمتی سے ماں باپ یہ سمجھتے ہیں کہ بچے کی تعلیم و تربیت کے ذمہ وار سکول یا کالج ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ تعلیم و تربیت کا سب سے پہلے اور بہترین درس گاہ خود ہمارے گھر ہیں۔ سات آٹھ سال کی عمر تک علی العموم ہمارے بچے صرف گھروں ہی میں رہتے ہیں اور یہ عرصہ ان کی عمر کا تربیت پذیر ہونے کے لحاظ سے بہترین حصہ ہے اس وقت ان کی لوح دماغ صاف و سادہ ہوتی ہے اور جو نقش اس وقت اُس پر ثبت کئے جائیں۔ وہی آئندہ ابھرتے ہیں۔
اس کے بعد جب بچے سکول جانے لگتے ہیں پھر بھی اگر چھ گھنٹے سکول میں بسر کرتے ہیں تو اٹھارہ گھنٹے گھروں میں رہتے ہیں اس لئے گھر کی زندگی کے اثر سکول کی زندگی پر بہرحال غالب ہوتا ہے۔ اگر گھر میں کسی بچے کے اخلاق و عادات کو سدھارنے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ تو پھر یہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ وہ بچہ سکول میں بھی سدھر نہیں سکتا کیونکہ بدقسمتی سے کسی سکول کے اُستادوں کے ہاتھ میں وہ "جادو کی چھڑی نہیں" جس سے پوتڑوں کے بگڑے ہوئے درست ہو جائیں۔
ہندوستان میں تربیت و تعلیم کے حکمت اُستاد اور اس فن کے مبصرین کے سرتاج سرسید علیہ الرحمۃ سمجھے جاتے ہیں لیکن ان کو بھی اپنی قوم سے اسی بات کا شکوہ تھا۔ کہ جو بچے کالج میں آتے ہیں، وہ گھر کے بگڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ چنانچہ جب ایک مرتبہ سرسید کے ایک انگریز دوست نے اپنے عائدہ کالج کی [illegible] [illegible] کی کہ کالج میں بچوں کی تربیت اچھی نہیں ہوتی۔ تو سرسید نے جواب دیا کہ "آپ چاہتے ہیں کالج میں چار سال [illegible] رہ کر بچے اپنی گذشتہ چودہ سالہ زندگی کی عادات و خصائل کو فراموش کر دیں۔ لیکن یہ ناممکن ہے۔"
بہرحال یہ [illegible] ہے کہ اگر ہمیں ترقی مدنظر ہے۔ اگر ہم جانتے ہیں کہ قوم آسمان پر مہر و ماہ ہو کر چمکے تو ہمیں اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے خاص توجہ کرنی چاہئے۔ اور یہ سمجھ لینا چاہئے۔ کہ اس تعلیم و تربیت کا انتظام صرف سکولوں اور کالجوں میں ہی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کا بہترین انتظام خود ہمارے گھر ہیں۔ مائیں اگر بچوں کی تربیت کا لحاظ رکھیں۔ تو تربیت کامیاب ہو سکتی ہے۔

تعلیم نسواں

تعلیم نسواں کا مسئلہ بھی اس نقطۂ نظر سے خاص اہمیت رکھتا ہے اس جنس لطیف کا تعلیمی پہلو ابھی تک نہایت ناقص ہے۔ اور یہ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ اَن پڑھ مائیں جو خود محتاج تربیت و تعلیم ہیں۔ بچوں کی تعلیم و تربیت کیونکر کر سکتی ہیں یہ بات کسی تشریح کی محتاج نہیں کہ اگر ماں خود زیور تعلیم سے آراستہ ہے۔ تعلیم و تربیت کے موٹے موٹے اصولوں کو سمجھتی ہے۔ تو اس کے بچے بھی اس نعمت عظمٰے سے محروم نہیں رہ سکتے۔ لیکن اگر وہ خود تعلیم و تربیت سے معرا ہے۔ تو پھر وہ بچوں کی تربیت بھی کیا خاک کر سکتی ہے ع
او خویشتن گم است کرا رہبری کند
اس لئے مسلمانوں کے لئے تربیت اولاد کے مسئلہ کے ساتھ تعلیم نسواں کا مسئلہ بھی کچھ کم اہمیت نہیں رکھتا۔ آج تک تعلیم کے باب میں جس قدر مساعی مسلمانوں کی طرف سے ہوئی ہیں ان کا حلقہ صرف طبقہ رجال تک ہی محدود ہے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ ملک و قوم میں جس روشن خیالی۔ ایثار اور تہذیب نفس کے خواب ہم نے تعلیم جدیدہ کے فعال کے ساتھ دیکھے تھے۔ اُن کی تعبیر ابھی تک کچھ نہیں نکلی کیونکہ جب ہمارے گھروں میں ابھی تک وہی ظلمت جہالت طاری ہے اور ہمارے بچے انہی ظلمت کدوں میں پلتے بڑے ہوتے اور رہتے ہیں تو پھر ان کے دماغ میں روشن خیالی کہاں سے آ سکتی ہے۔

گھر بہترین درس گاہ ہے

سکولوں اور کالجوں میں جو باتیں نہایت مشکل سے ہمارے نوجوان سیکھتے ہیں اور میں کہوں گا۔ اکثر نہیں سیکھتے وہی باتیں وہ گھروں میں ہی عہد طفولیت میں نہایت آسانی سے سیکھ سکتے ہیں۔ اور اس آسانی سے سیکھ سکتے ہیں کہ انہیں معلوم بھی نہ ہو ہمارے بچے اپنی مادری زبان میں کس بے تکلفی سے باتیں کرتے ہیں اور اس زبان کے سیکھنے میں انہیں ذرہ تکلیف محسوس نہیں ہوتی یہ کیوں؟ اس لئے کہ دن رات ان کے گرد و پیش یہی زبان بولی جاتی ہے اُنکے کان اسی کے الفاظ سے آشنا ہوتے ہیں۔ اور رفتہ رفتہ زبان پر چڑھ جاتے ہیں۔
اکبر اعظم کو جو خاندان مغلیہ کا ایک مشہور اور روشن خیال بادشاہ ہوا ہے انکشافات و تحقیقات کا بڑا شوق تھا۔ اُس نے ایک مرتبہ کچھ بچے لیکر انہیں گونگوں کے سپرد کر دیا کہ وہ اُنکی غور پرداخت کریں چنانچہ اس حکم شاہی کی تعمیل کی گئی۔ بچے بڑے ہوئے لیکن ایک حرف بولنا نہیں جانتے تھے۔ بلکہ گونگوں کی طرح اشارے کرتے تھے کیونکہ اُنکے گرد و پیش اس قسم کی زبان بولنے والے رہتے تھے۔
اسی طرح گھر میں اگر با اخلاق۔ علم دوست۔ اور منکسر المزاج لوگ رہتے ہیں تو بچہ بھی فطرتی طور پر اُنکے عادات و خصائل کی نقل کریگا۔ لیکن اگر گھر میں بد اخلاق۔ تند خو۔ جاہل لوگ آباد ہیں۔ تو بچہ بھی اُنہیں کا رنگ پکڑے گا۔ اور اُن ہی کا سا بن جائیگا۔ صحبت کا اثر گرد و پیش کے حالات و واقعات کا اثر۔ دوست احباب کا اثر۔ ماں باپ کی طبیعت اور خصلت کا اثر بچوں کی طبیعت پر نہایت گہرا ہوتا ہے۔ اور وہ کام کرتا ہے جس کو ہماری ظاہری آنکھیں دیکھ بھی نہیں سکتیں اس حقیقت کی ترجمانی شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے اس قطعہ میں کی ہے:۔

گلے خوشبوئے در حمام روزے ۔ رسید از دست محبوبے بدستم
ایکدن حمام میں میرے ایک دوست کیطرف سے مجھے کچھ خوشبودار مٹی ہاتھ آئی
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری ۔ کہ از بوئے دلآویز تو مستم
میں نے اس مٹی سے کہا کہ تو مشک ہے یا عنبر ہے کہ میں تیری دلکش خوشبو سے مست ہو گیا ہوں
بگفتا من گلے ناچیز بودم ۔ ولیکن مدتے با گل نشستم
[illegible]
جمال ہمنشیں در من اثر کرد ۔ وگرنہ من ہمان خاکم کہ ہستم
ہمنشینوں کی خوبیوں نے مجھ میں بھی اثر کر دیا۔ ورنہ میں تو وہی مٹی ہوں۔ جو اصل میں تھی۔

خطبہ جمعہ

فرمودہ ... مارچ ...

یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ و لا تموتن الا و انتم مسلمون .... الی ...... کذالک یبین اللہ لکم اٰیتہ لعلکم تھتدون ○

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم الشان معجزات اس قسم کے ہیں۔ کہ جن پر غور کرکے انسان کے دل کو ایک تسلی اور تسکین حاصل ہوتی ہے۔ بعض معجزات ایسے بھی ہوتے ہیں جو انسان کو حیرت میں ڈالدیتے ہیں۔ لیکن ایک ایسے بھی معجزے ہیں۔ کہ جو دل کو ایک تسلی اور اطمینان سے بھر دیتے ہیں۔ اور اس شخص کا منجانب اللہ ہونا خوب ظاہر ہو جاتا۔ اور کھل جاتا ہے۔ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات اسی قسم کے ہیں۔ سب سے بڑا معجزہ آنحضرت صلعم کا تو وہی اصلاح ہے جو آپ نے کی۔ اور اسی کے ایک حصہ کی طرف توجہ دلائی ہے۔ واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم۔ اور یاد کرو۔ اللہ کی نعمت کو۔ جو تم پر کی۔ جب تم دشمن تھے۔ تمہارے دلوں میں محبت ڈالدی۔ فاصبحتم بنعمتہ اخوانا پس تم اللہ کی نعمت سے بھائی بھائی ہو گئے۔ وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا۔ اور تم آگ کے گڑھے پر تھے۔ اور قریب تھا۔ کہ تم اس کے اندر گر کر بھسم ہو جاتے۔ پس اس سے تمہیں بچایا۔ کذالک یبین اللہ لکم اٰیتہ لعلکم تھتدون۔ اسی طرح تمہارے لئے اپنی آیات کو بیان کرتا ہے۔ تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

عرب کی قوم ایک اُمی قوم تھی۔ جن کی اصلاح کے لئے نبی کریم صلعم اکیلے کھڑے نہیں ہوئے۔ بعض وقت ہوتا ہے کہ مادہ تیار ہو۔ اسباب پیدا ہو چکے ہوں۔ اور ایک شخص کھڑا ہو جائے۔ اور کامیابی حاصل کرے۔ لیکن یہ قوم عرب اسکی اصلاح کے لئے مختلف قومیں اُٹھتی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے یہودی یہاں آکر آباد ہوئے اور بعض حصص میں انہیں قوت و شوکت حتیٰ کہ خود مختاری تک مل گئی۔ ان کا خیال تھا کہ آہستہ آہستہ اُن کی اصلاح کرکے انہیں اپنے ساتھ ملا لیں گے۔ چنانچہ اس کے لئے انہوں نے بڑا زور لگایا۔ لیکن کوئی کامیابی انہیں حاصل نہ ہوئی۔

اس کے بعد ایک اور قوم آتی ہے۔ عیسائی۔ چنانچہ ملک عرب کی حدود کے اندر بھی جو عیسائی ملک سے ملتی جلتی تھیں۔ لوگ کم و بیش عیسائیت میں آ چکے تھے۔ عیسائیوں کی کوششیں یہود سے بہت بڑھ کر تھیں۔ ابتدا ہی سے ان کے اندر اپنے مذہب کی اشاعت کا جوش بہت پایا جاتا ہے۔ انہوں نے بھی نبی کریم صلعم سے پہلے عربوں کو اپنے ساتھ ملا لینے میں بہت زور لگایا۔

یہ اسباب ملکر بڑے قوی بن گئے تھے۔ کہ اگر اصلاح ہونی ہوتی تو ہو جاتی۔ لیکن باوجود یہود کی قوت و شوکت کے باوجود عیسائیوں کی حد درجہ کی کوششوں کے کوئی بھی فائدہ انکو نہ ہوا۔ یہ گویا اتمام حجت کرتا تھا۔ کہ جس قوم کے اوپر تم سارا زور خرچ کر چکے ہو۔ ایک اکیلا انسان جو اُمی ہے جس کے پیچھے کوئی سلطنت نہیں کوئی زور اور جتھا یا جاہ و حشمت وہ نہیں رکھتا وہ جب خدا کی طرف سے اٹھتا ہے تو ایک بیس سال کے عرصہ میں اس قوم کو معراج ترقی پر پہنچا دیتا ہے۔

یہودیوں کے اندر تو توحید خالص پائی جاتی تھی۔ پس اگر توحید اصل وجہ کامیابی کی تھی۔ تو انکو کیوں کامیابی نہ ہوئی پھر بعض قومیں رسم و رواج پسند ہوتی ہیں۔ بعض اباحت پسند۔ اگر رسم و رواج کو لیا جائے۔ تو مسلمانوں کی شریعت سے بڑھکر یہود کی شریعت میں تفصیلات موجود تھیں اور توحید بھی اُن کے اندر تھی۔ لیکن باوجود اس کے انہیں کامیابی نہیں ہوتی پھر ایک دوسری قوم آئی۔ اس نے بجائے توحید کے بُت پرستی کو پیش کیا۔ گویا بات وہی تھی۔ جسپر وہ پہلے سے قائل تھے۔ وہ بھی بُتوں کی پوجا کرتے تھے۔ اور ادھر عیسائی بھی حضرت عیسےٰ کو خدا مانتے تھے۔ تھوڑا ہی سا فرق تھا۔ کسی بُت کو خدا نہ بنایا۔ انسان کو بنا لیا۔ دوسری طرف شریعت کی پیروی کے متعلق اباحت اُن کے اندر پائی جاتی ہے۔ اس قدر آزادی ہے کہ شریعت کو وہ لعنت سمجھتے ہیں۔ یہ دوسرا طریق تھا۔ ان پر فتح پانے کا۔ کیونکہ ایک نیا رنگ۔ ان کے سامنے پیش ہوتا ہے۔ نہ نیا مسئلہ ... مسجھ بھی نہیں۔

عجیب اتفاق ہے۔ کہ ان دونوں پر اکتفا نہیں ہوتا۔ بلکہ عین نبی کریم صلعم کے ظہور سے کچھ سال پہلے ایک گروہ پیدا ہوا۔ حنیف۔ یہ لوگ توحید کا وعظ کرتے تھے۔ لیکن عرب کی رسوم و رواج کے ساتھ انہیں کوئی واسطہ نہ تھا۔ لیکن باوجود اس کے وہ بھی ناکام ہی رہے۔

یہ کیوں ہوا؟ اس لئے کہ یہ ان لوگوں کے لئے جواب ہو۔ جو کہدیتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلعم کیوں کامیاب ہوئے۔ اس لئے کہ اُن کی بعض رسوم کو قائم رکھا۔ اگر رسوم قائم رکھکر کوئی کامیابی ممکن تھی۔ تو وہ لوگ بھی آپ سے پہلے اٹھتے ہیں اُن کا قطعًا تعرض اس بات سے نہیں۔ کہ کیا کچھ رسمیں انکی پائی جاتی ہیں۔ وہ صرف ایک بات چاہتے ہیں کہ بت پرستی کو چھوڑ کر توحید اختیار کر لو۔ مگر ان کو کوئی کامیابی نہیں ہوتی اس سے بتا دیا کہ نہ شریعت اور نہ خالص توحید ہی کامیابی کی کوئی اصل وجہ ہیں۔ یہ باتیں بجائے خود عمدہ ہیں۔ مگر ان تمام تحریکات کے باوجود دنیا کی ویسی ہی رہجاتی ہیں۔ اور وہ شخص جس نے آنحضرت صلعم کے خلاف کتاب لکھی ہے۔ (سر ولیم میور) اسے اعتراف کرنا پڑا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں عرب کا ملک کسی قسم کی بھی اصلاح کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ:۔

"بعض وقت جب ایک سبب کو ایک نتیجہ کے پیدا کرنے کے لئے ناکافی سمجھا جاتا ہے۔ تو اس کے لئے اور وجوہ اکٹھے کئے جاتے ہیں۔ مثلاً حضرت محمد (صلعم) کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ اُن کا اُٹھنا تھا کہ ساتھ ہی سارے کا سارا عرب ایک نئے اور روحانی ایمان کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور اس سے نتیجہ نکالا جاتا ہے۔ کہ عرب اسوقت ایک بڑی بھاری تبدیلی کے لئے جوش میں تھا۔ اور اس کے قبول کرنے کے لئے بالکل تیار تھا۔ ہمارے نزدیک جب ٹھنڈے دل کے ساتھ اسلام سے پہلے کی تاریخ کو مطالعہ کیا جائے تو تاریخ اس نتیجہ کو جھٹلا رہی ہے۔"

یہ کتنا بڑا عظیم الشان معجزہ ہے۔ کہ ملک اور قوم کسی اصلاح کے قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ حتیٰ کہ اس تحریک کو بھی ماننے کے لئے تیار نہیں۔ جو انکو اپنے رسم و رواج سے نہیں ہٹاتی اور صرف توحید ہی منواتی ہے اسوقت محمد رسول اللہ صلعم خدا کے حکم سے اٹھتے ہیں۔ اور ایک بیس سال کے عرصہ میں نہ صرف بت پرستی سے ان کو نکالکر توحید منوا لیتے ہیں۔ بلکہ ان کے تمام رسوم و رواج کو بھی بدل ڈالتے اور عادات کو کچھ کا کچھ بنا دیتے ہیں۔ واقعی اگر معجزہ کوئی ہو سکتا ہے۔ تو یہ ایک معجزہ ہے۔ جس کی نظیر نہیں پائی جاتی۔

وہ جو قرآن میں آیا ہے۔ انا جعلنا فی اعناقھم اغلالا فھی الی الاذقان فھم مقمحون وجعلنا من بین ایدیھم سدا ومن خلفھم سدا فاغشینٰھم فھم لا یبصرون وسواء علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم لا یؤمنون۔ بعینہٖ یہی حالت ان کی تھی۔ کہ ان کے لئے ڈرانا نہ ڈرانا برابر تھا۔ ورنہ نذارہ اگر کوئی چیز ہے۔ تو پہلے جس قدر ڈرانے پر کیوں انہیں فائدہ نہ ہوتا۔ لیکن نہیں باوجود اُن کی لگاتار کوششوں اور انذار کے وہ قطعًا اصلاح کی طرف نہیں آتے اور ایک محمد رسول اللہ صلعم کی بدولت وہ انقلاب انکے اندر پیدا ہوتا ہے کہ جس کا وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ بہت سی باتوں میں اسلام نے ان کی اصلاح کی۔ اور انہیں اعلیٰ ترین قوم بنایا انہی میں سے ایک وہ بات ہے۔ جس کا ذکر ان آیات میں کیا ہے واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم الخ۔ دوسرے بڑے عظیم الشان انقلابوں کو چھوڑ کر۔ ایک یہی بات فرماتا ہے کہ دیکھو غور کرو۔ تو کس قدر آپس میں۔ ایکدوسرے کے دشمن تھے کس قدر تم میں جنگیں رہتی تھیں۔ ایسے دشمن ایکدوسرے کے تھے کہ دنیا میں ایسے نہ ہوئے ہونگے۔ ہم نے تم کو بھائی بھائی بنا دیا۔

فی الحقیقت عربوں کے اندر خانہ جنگی اور دشمنیوں کی کوئی حد نہ تھی۔ ایک ذرا سی بات پر جنگ جب چھڑتی تو سینکڑوں برسوں تک چلی جاتی۔ اس قسم کی دشمنی کو جس نے قوموں کی قوموں کو نیست و نابود کر دیا اور جس کی کوئی انتہا ہی پائی نہیں جاتی۔ ایک انسان کھڑا ہو کر کہتا ہے کہ ... ہوئے آئندہ اس کا کوئی اثر نہ ہوگا ... جلنے تم میں خون ہوتے ہیں۔ میں ان سب کو پاؤں کے نیچے مسلتا ہوں۔ کس قدر طاقت ہے کہ صدیوں کی دشمنیوں کو اپنے پاؤں کے نیچے مسل دیتا ہے۔ اور کوئی اس پر چون و چرا کرنے والا نہیں۔ یہ تو اُن کی دشمنیوں کو مٹایا۔ لیکن قرآن کریم ساتھ ہی بتاتا ہے فاصبحتم بنعمتہ اخوانا۔ تم کو اپنی نعمت سے بھائی بھائی بنا دیا۔ فی الحقیقت کس قدر محبت یگانگت اور اتحاد ان کے اندر پیدا کر دیا۔ اخوت انکے اندر ایسی تھی۔ کہ ایک غلام اور بادشاہ ایک جگہ ملکر کھڑے ہوتے اور بیٹھتے تھے۔ اور کوئی ان میں سے اپنے آپکو دوسرے سے بڑا نہیں سمجھتا تھا۔ جو لوگ مہاجر بنکر آئے۔ نبی کریم صلعم نے مدینہ کے انصار کے ساتھ ان کا عقد مواخات قائم کر دیا۔ جسکو انہوں نے یہاں تک نباہا کہ اپنی ہر ایک چیز میں نصف کا انہیں حقدار ٹھہرایا۔ ایک صحابی کا ذکر ہے کہ جس انصاری کے ساتھ اس کا عقد مواخات ہوا تھا۔ اس نے اپنی جائداد میں سے نصف اسکو دینا چاہا۔ لیکن اس مہاجر نے نہ مانا۔ اور کہا کہ مجھے صرف بازار کا رستہ بتا دو۔ چنانچہ وہ بازار گئے اور تجارت شروع کی۔ اور خاطر خواہ فائدہ اٹھایا۔ یہ اُن کے اتحاد کا نقشہ واقعی بے نظیر ہے۔

پھر یہ بھی نہیں کہ یہ ایک آنی سا نقشہ محمد رسول اللہ صلعم کے سامنے آ جاتا ہے۔ بلکہ آپ کے بعد بھی جب دیکھتے ہیں۔ تو ہر وقت بھی وہی نقشہ نظر آتا ہے۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب ایران پر کچھ فوجوں نے چڑھائی کی تو مخالفین نے فوج کے جرنیل کو کہلا بھیجا۔ کہ ہم تمہاری دعوت کرتے ہیں۔ اس نے پوچھا۔ کہ کس کی دعوت کی ہے۔ جواب ملا۔ فوج کے بڑے بڑے افسروں کی۔ اس نے کہلا بھیجا۔ کہ ہم تمہاری دعوت قبول نہیں کرتے۔ جب تک تم ہمارے تمام سپاہیوں کی دعوت نہ کرو۔ یہ ہے۔ یگانگت و اتحاد کا نمونہ جو آپ کے بعد بھی قائم رہتا ہے۔ ویسا ہی مسلمانوں میں بادشاہ اور عام لوگوں میں کوئی تمیز نہ کر سکتا تھا۔ اور سب ایک ہی حالت میں ہوتے تھے۔ جب دوسرے بادشاہوں کے ہاں سے ان کے ہاں وکلا آتے۔ تو وہ اس مساوات کو دیکھکر حیران رہ جاتے۔ ایک واقعہ لکھا ہے کہ مغیرہ بن شعبہ کو ایک دفعہ ایک ایرانی سپہ سالار کے پاس جانا پڑا۔ جب وہ گئے۔ تو آگے جو جرنیل تھا۔ وہ بڑی شان و شوکت سے تخت سجا کر اس کے اوپر بیٹھ گیا۔ مغیرہ بن شعبہ بھی جاتے ہی اُس کے برابر تخت کے اوپر ہو بیٹھے۔ انہوں نے انہیں روکا۔ اور کہا۔ یہ تو ہمارا جرنیل ہے تم اسکے برابر نہیں بیٹھ سکتے۔ وہ کہنے لگے۔ ہمارے ہاں تو جرنیل اور سپاہی ایک ہی حالت میں رہتے ہیں۔ یہ تم نے بعض لوگوں کو خدا بنا رکھا ہے۔ ورنہ فی الحقیقت اس میں اور مجھ میں کوئی فرق نہیں یہ تو اُن کی اخوت و یگانگت کا حال تھا۔ باوجود ان تعلقات اخوت کے یہ نہیں۔ کہ ان کے اندر کوئی نظم نہ ہو۔ نظم بھی اُن کے اندر پورا تھا۔ اُن کی فرمانبرداری کا یہ حال تھا۔ کہ جب کوئی حکم ان کو مل جاتا۔ خواہ وہ انکی نظر میں نقصان دہ ہو۔ وہ اس کی پوری متابعت کرتے۔ مساوات تو اس قدر تھی۔ کہ غلام بھی اپنی یہ حیثیت جانتا تھا۔ کہ میں بڑے سے بڑے امیر اور بادشاہ کے برابر ہوں۔ لیکن باوجود اس کے فرمانبرداری کا ایسا مادہ تھا۔ کہ جب حکم ہو۔ خواہ فوجیں تباہ ہو جائیں لیکن حکم کی متابعت سے سر نہیں پھیرتے تھے۔ ایسے بھی موقع ہوتے ہیں جن میں نری فرمانبرداری ہی ٹھیک نہیں ہوتی۔ مثلاً ایک دفعہ رسول اللہ صلعم نے ایک شخص کو ایک دستہ کا امیر بنا کر بھیجا جب وہ گئے تو کچھ ان کی اس سے اَن بن ہو گئی۔ اس نے کہا اچھا میں تمہاری خبر لیتا ہوں۔ اُس نے آگ جلوائی۔ اور سب کو کہا۔ کہ اس میں کود و۔ اُن میں سے ایک شخص نے کہا۔ کہ بھائی محمد رسول اللہ صلعم تو ہمیں آگ سے بچانے آئے تھے۔ یہ ہمیں آگ میں کودنے کو کہتا ہے۔ پس ہم کیسے اس حکم کو مان سکتے ہیں چنانچہ کسی نے بھی نہ مانا۔ واپس آکر یہ واقعہ رسول اللہ صلعم کے سامنے بیان ہوا۔ آپنے فرمایا۔ کہ اچھا کیا کہ آگ میں نہیں کودے۔ ورنہ اگر کودتے تو پھر آگ ہی میں رہتے۔ دیکھئے یہ موقع محض فرمانبرداری کا نہیں تھا۔ لیکن ایسے بھی موقع آتے ہیں کہ ایک جرنیل فوجوں کو لیکر دریائے دجلہ کے ایک کنارے پر فوجیں ڈال ...

مسلمانوں پر حملہ آور ہوں تو ہمارا کچھ باقی نہیں رہتا۔ اور اگر وہ عبور کر کے ہم پر حملہ کریں تو اُن کا کچھ نہیں رہتا اس لئے اُنہوں نے یہ تدبیر کی کہ مسلمانوں کو کہلا بھیجا کہ یہ کیا ہمت ہے کہ دریا کی آڑ میں فوجیں لیکر پڑے ہو۔ اگر قوت ہے تو حملہ کیوں نہیں کرتے۔ اس جرنیل کی غیرت نے اس طعنہ پر حال کو برداشت نہ کیا۔ اور اس نے فوج کو حکم دیا کہ دریا کو عبور کر کے دشمن پر حملہ کرے اس کے جتنے ماتحت افسر تھے۔ ان سب نے بالاتفاق کہا کہ چونکہ جنگ کا موقعہ ہے ممکن ہے شکست ہو۔ اس صورت میں خواہ مخواہ نقصان ہوگا۔ لیکن اس نے باوجود اس علم اور جاننے کے کہ کامیاب نہیں ہو سکتے۔ حملے کا حکم دیدیا۔ چنانچہ تمام فوج نے دریا کو عبور کر کے حملہ کیا۔ لیکن تھوڑے تھے۔ کامیابی نہ ہوئی۔ اور بہت سے قتل ہو گئے۔ کچھ جو بھاگ سکے بھاگ گئے لکھا ہے کہ اُس زمانہ کی غیرت کا یہ حال تھا کہ وہ جو بھاگ کر آئے تھے انہوں نے مدت تک گھروں کو منہ نہیں دکھایا اور اِدھر اُدھر روپوش رہے اور جب آئے تو گھروں سے باہر نہ نکلتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے وعظ بھی کیا۔ کہ جب دشمن زیادہ ہو۔ تو ایسا بھی ہوا کرتا ہے۔ اس لئے یہ کوئی شرم کی بات نہیں۔

غرض اسلام نے یہ تعلق اخوت جو پیدا کیا یہ بہت بڑا انقلاب تھا۔ یہ تعلق اخوت کیا تھا۔ کیا چیز تھی۔ مساوات۔ مساوات کا یہ مطلب ہے۔ کہ مسلمانوں میں سے ہر ایک اپنی یکساں حقوق اور یکساں ذمہ داریاں رکھتا ہے۔ ان باتوں میں سے جو ایک مسلمان سفیر نے ایک بادشاہ کے سامنے کہیں۔ ایک یہ بھی تھی کہ ہمارے بادشاہ عدالتوں میں حاضر ہوتے ہیں۔ اور حاضر ہو کر جوابدہی کرتے ہیں۔ اور اگر وہ کوئی قصور کریں تو اُن کو اسی طرح سزا دی جا سکتی ہے جس طرح ایک عامی آدمی کو۔ یہ حالت کیونکر پیدا ہوئی یہ اس طرح ہوئی کہ تمام قوم کو ایک ہی درجہ پر لایا گیا۔ علم کو اُنکے اندر پھیلایا گیا۔ اگر علم نہ ہوتا۔ تو کبھی بھی ان کی حالت ایسی اعلےٰ نہ ہوتی۔ وہی حضرت عمرؓ جو ایک بڑھیا کے سامنے اپنی کم علمی کا اعتراف کرتے ہیں۔ اس کے تو یہ عوں سے اس قدر خائف رہتے ہیں کہ اُن کو ڈر ہے کہ اگر ذرا بھی قصور ہوا۔ تو عمرؓ کا ایک ہاتھ اوپر کے جبڑے پر ہوگا۔ اور ایک نچلے پر۔ خالد بن ولید جیسا جرنیل۔ جب حضرت عمرؓ کا ایلچی جاتا ہے اس کی معزولی کا حکم لیکر۔ تو جا کر اُس کی گردن میں پٹکا ڈال دیتا ہے اور کسی سپاہی کو جرأت نہیں کہ اسکو روکے۔

غرض ہر ایک شخص ان میں یہ مانتا تھا۔ کہ میرے یہ حقوق اور ذمہ داریاں ہیں۔ علم کے حصول کیلئے فرمایا۔ طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ۔ یہ ہے Compulsory Education جسکے آج دنیا حاصل کرنے کے درپے ہے۔ پھر علم کا اس قدر شوق تھا کہ لکھا ہے کہ ایک ایک حدیث کے لئے مہینوں کا سفر لوگوں نے کیا۔ ہے ابھی دو چار دن کا ذکر ہے ایک حدیث ہمارے سبق میں آئی تھی۔ نبی کریم صلعم فرماتے ہیں تین شخص ہیں اُن کے لئے دو اجر ہیں۔ ایک شخص کے پاس ایک لونڈی ہو۔ فادبھا فاحسن تادیبھا وعلمھا فاحسن تعلیمھا۔ وہ اس کی تادیب کرے اور بڑی اچھی تادیب کرے۔ اسکو تعلیم دے۔ اور بڑی ہی اچھی تعلیم دے۔ ثم اعتقھا فتزوجھا فلہ اجران۔ پھر اسکو آزاد کرے۔ پھر اُس سے نکاح کرے۔ پس اس کے لئے دو اجر ہیں یہ ہے اسلام کی تعلیم۔ کہ لونڈیوں تک کو علم سکھانا چاہئے لیکن کچھ تین چار سال یہ کہتے ہوئے ہو گئے۔ کہ اپنے گھروں میں تعلیم دو۔ مگر کوئی توجہ ہمارے احباب کو اس کی طرف نہیں جب تک گھروں کے اندر تعلیم نہ ہوگی۔ کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا ان کے بچے محروم ہیں دین سے اس لئے کہ دین پر کوئی چلانے والا نہیں یہ خوب یاد رکھو۔ کہ ماں کا اثر بچہ پر بہت ہوتا ہے باپ کا اتنا اثر نہیں پڑتا۔ جتنا ماں کا۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ تم میں سے ہر ایک اپنی بیوی کو تعلیم نہ دے۔

اس لئے میں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ اگر تو ان خطبوں کا اثر یہی ہے۔ جو پرانے زمانوں میں ہوتا تھا کہ خطیب نے اُٹھکر چند لکھی ہوئی عربی کی عبارتیں پڑھ دیں۔ جنکو کوئی نہ سمجھے یا یہ شعر پڑھ دیئے کہ

خطیبے کہاں ہوئے کہاں اس بار کا ہے سکو غم

اگر ان خطبوں کا بھی یہی اثر اور فائدہ ہے کہ آئے اور سنکر چلے گئے۔ کچھ کانوں میں پڑا۔ اور کچھ نہ پڑا۔ تو یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے خطبوں کے اندر کوئی نیا رنگ پیدا ہو گیا ہے کیا وجہ ہے کہ ہماری ہمتیں پست ہو گئی ہیں۔ کہتے ہیں۔ کہ شرم آتی ہے۔ بیوی کو پڑھاتے ہوئے۔ کیا یہ ہمارا مذہب ہے بعض کو شرم آتی ہے۔ کہ گھر میں جاتے ہیں تو سلام علیکم کہیں۔ یہ ٹھیک نہیں نیکی میں شرم کرنا یہ تو جائز نہیں۔ کسی اپنی چیز کو یا حق کو چھوڑنا اور طلب نہ کرنا یہ حیا ہے۔ لیکن یہ حیا نہیں۔ کہ تمہارے اوپر کوئی ذمہ داری ہے۔ تم اس کو چھوڑ دو۔ اپنی ذمہ داری کو ترک کرنا یہ شرم نہیں ہے۔ اس لئے اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرو۔ مسلمانوں کے بچے بہت گر چکے ہیں۔ ان کی اصلاح کی فکر کرو۔ ورنہ اسکے بغیر کوئی فائدہ نہیں۔

منقولات

بلاد بابل و اشور کے پرانے شہروں کا زمین سے کھود کر برآمد کیا جانا اور وہاں کا قدیم تمدن

(نوشتہ مولوی محمد عنایت اللہ صاحب بی اے)

ایک عجیب خصوصیت

علاوہ قدامت کے وادی فرات کے تمدن پر بر خلاف دیگر تمدنوں کے یہ ایک عجیب ماجرا گذرا تھا کہ اُس کے تمام ظاہر اور مادی آثار یا تو مٹ گئے تھے یا پردہ خاک میں ایسے روپوش ہو گئے تھے کہ اُن کا نشان تک ڈھونڈنا دشوار تھا اور اس طرح تاریخی عہد کے ہزارہا برس کے حالات جو ان آثار سے (اگر وہ قائم رہتے) آسانی سے ظاہر ہو جاتے۔ انسان کے احاطہ علم سے خارج رہے۔ آج سے چند نسلوں پہلے یہ خیال تھا کہ بابل اور اسور کی تاریخ و علوم و فنون سے واقفیت بہت کم کسی کو حاصل تھی۔ اگر کچھ تھی بھی تو اس کا دارومدار قطعی توریت کی حکایات یا بعض یونانی اور رومانی مصنفوں کے بیانات پر تھا۔ مگر ان وسائل سے جو کچھ معلومات پیدا ہوتے تھے وہ نامکمل و غیر کافی تھے۔ ملک مصر کی طرح بابل اور اسور میں ایسی عمارتیں موجود نہ تھیں۔ جنکو دیکھ کر اہل ذوق زمانہ ماضی کی شوکت پر حیرت زدہ ہوتے۔ مگر باوجود اس کے جو قومی اثر دنیائے قدیم پر بابل و اسور کے تاجداروں نے پہنچایا تھا اور جیسی حربی قوت انہوں نے پیدا کی تھی۔ اور جیسی عمارات۔ عالیشان معابد، وہیاکل، محل و باغات سے انہوں نے اپنے ملک کو رونق بخشی تھی۔ اور نیز وہ فضل و کمال جس کی وجہ سے اُن کے پیشوایان دین ہزارہا برس تک دنیا میں مشہور رہے۔ انسان کی یاد سے مطلقاً محو نہ ہو سکے۔ گو خواب کی طرح یہ چیزیں کچھ کچھ یاد رہیں۔ لیکن انکے صحیح اور تفصیلی حالات جس سے پوری تصویر اس تمدن کی آنکھوں میں پھر جاتی۔ جس کو گذرے ہوئے ہزارہا برس ہوئے تھے۔ مطلق معلوم نہ تھے۔ بلکہ صحیح معلومات کی جگہ مبالغہ آمیز اور غیر واقعی افسانے ان میں مشہور چلے آتے تھے۔

مری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی

ایسا ملک جو علم و ہنر کو جلد پرورش کرنے اور ترقی دینے کی قابلیت رکھتا ہو۔ وہ زوال شروع ہوتے ہی جلد تلف اور ضائع کر دینے کا مادہ بھی رکھتا ہے۔ مثلاً دونوں دریاؤں کی طغیانی جو زمین کے لئے اس قدر مفید تھی اُس میں ہر سال جان و مال کے ضائع ہونے کا خوف بھی شامل تھا اور جب تک ایک بڑے پیمانہ پر نہریں کھودنے کا سلسلہ جاری نہ ہوا۔ اس وقت تک مخلوق کی جان و مال کو حفاظت نصیب نہ ہوئی اور اس مصیبت سے کم مہینوں تک ملک کے بعض اضلاع پانی میں غرق رہتے۔ انجیل کی کتاب پیدائش کے پہلے باب میں جو تصویر سیلاب نوح کی دکھائی گئی ہے اور جس میں کی برآمد ہونے سے پہلے تمثیلیاں ہوئی ہے کہ پانی نے سب پہاڑوں کو ڈھک دیا تھا غالباً یہ موقع اسی منظر سیلاب کا ہے جو ہر سال ارض بابل میں پیش آیا کرتا تھا۔ اسی طرح یہ خیال کہ سبجز چند نفوس کے ایک زمانہ میں تمام بنی نوع انسان ایک طوفان میں تہ آب ... کا شکار ہو گئے تھے لوگوں کے وہم و قیاس سے بعید نہ تھا۔ جو ہر سال برسات میں طوفان و طغیانی کی غارتگری اپنی زمینوں پر دیکھا کرتے تھے۔

بابل و اسور کے زوال پر جب نہروں کی مرمت کی طرف سے غفلت ہونے لگی تو نہروں کی تعمیر سے پہلے جو خراب حالت تھی۔ اس سے بھی بڑھکر یہ نقصان ہوا کہ جو کام بعد کے لوگوں نے ہزارہا برسوں میں کیا تھا۔ وہ تھوڑے عرصہ میں غارت ہو گیا۔ بستیاں اور شہر صفحہ ہستی سے مٹنے لگے۔ اور یہ تباہی ان چیزوں کی وجہ سے جن سے اہل بابل اپنی عمارتیں بناتے تھے۔ اور بھی زیادہ عمل میں آئی۔ یہاں بھی اگر بابل کی عمدہ مٹی عمارتوں کے بنانے اور اہل بابل کو اپنا ہنر اہل دنیا پر جلد روشن کرنے میں مددگار ہوئی تو ویسے ہی اس کی ناپائیداری اس بات کا سبب ہوئی کہ بڑی بڑی مرتفع عمارتیں جلد مسمار ہو کر تودہ خاک بن گئیں کیونکہ عمارتوں کی ہمیشہ مرمت کرانی پڑتی تھی۔ چنانچہ بادشاہ بابل نبو نند نبو نائی نسکلیے عہد نے ایک پیکانی کتبہ میں لکھا ہے کہ ۴۵ برس کی غفلت کافی ہوئی۔ کہ ایک بڑی پرستش گاہ کی عالیشان عمارت ٹوٹ کر کھنڈر ہونے کے قریب ہو گئی۔ جنوبی حصہ سلطنت میں قطعاً اور شمالی حصہ میں اکثر تعمیر کے کام میں صرف مٹی ہی استعمال ہوتی تھی۔ خواہ اس سے غریب اپنے گھر بنائیں اور خواہ بادشاہ اپنے محل و قصور و پرستش گاہ تعمیر کریں۔ شمالی حصہ میں بڑی بڑی عمارتوں میں کہیں کہیں پتھر لگایا گیا تھا لیکن جب یہ حالت تھی۔ تو آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ اس دو ہزار برس کے عرصے میں جو اہل بابل و اسور کے شہروں کی ویرانی اور اُن کو کھود کر برآمد کرنے کے درمیان گذرے ہیں ان عمارتوں پر کیا کچھ نہ گذرا ہوگا۔ عمارتیں گر کر کھنڈر ہو گئیں۔ اور باد سموم کے جھونکوں نے زمین کے ذرات کے دل بادل اُڑا کر اس تباہی کو اور زیادہ کیا شکستہ در و دیوار کی اگر کہیں تھوڑی بہت ہیئت تھی نظر آتی تھی وہ بھی آنکھ سے اوجھل ہو گئی۔ بڑے بڑے آباد شہروں کی جگہ فقط خاک کے تودے یا ریت اور مٹی ان پرانے شہروں کے کھنڈروں پر ڈھیر اور ٹیلے نہ رہ جاتے تو تمام زمانہ قدیم کے تاریخی دفتر اس جہان سے قطعی ناپید ہو جاتے۔ کیونکہ تمام ان کھنڈروں اور ٹیلوں کے نیچے چھپا کر ان کو تباہ ... خط میں لکھے ہوئے طرح طرح کے کتبے ... گلی تختیاں اور ... معبودوں کی مورتیں اور آئینوں کے ... بالکل محفوظ رہے اور یہی وہ چیزیں ہیں جن کی مدد سے آج آثار قدیمہ کے محقق بابل و اسور کی تاریخیں لکھنے کے قابل ہوئے غرض اس صورت سے تختیوں اور لوحوں پر جو تاریخی ... کندہ تھا وہ زمانہ کی دست برد سے بچکر اور زمانے کے انقلابات سے متاثر ہو کر یہ چیزیں کیسی عمارتیں ...

انیسویں صدی

گذشتہ تمدن کی نشانیوں کو زمین سے نکالنا اور ان نشانیوں سے بابل و اسور کی تاریخ۔ علوم و فنون متعلقہ کو پڑھکر اور سمجھکر دوبارہ ضبط تحریر میں لانا یہ سب کام انیسویں صدی عیسوی کے ہیں۔ یہ صدی دنیا میں ہمیشہ اس بات کے لئے مشہور رہے گی کہ اس میں وہ باتیں تحقیق و منکشف ہوئی ہیں جنہوں نے ایک طرف تو کائنات کی نسبت ہمارے خیالات کو تبدیل کر کے موجودہ شرائط زندگی کو ایک دوسری نہج پر قائم کر دیا اور دوسری طرف تاریخ قدیم کے اوراق گمشدہ کو بازیاب کر کے ہمارے علم کو ترقی دی۔

شہر نینوہ

دجلہ کے کنارے کنارے اور فرات کے وادی میں بہت ٹیلے جا بجا نظر آتے تھے۔ اور مٹی کے ٹوٹے برتن یا منقش اینٹوں کے ٹکڑے جو ان ٹیلوں کے اوپر یا آس پاس پڑے ملتے تھے یا تھوڑی سی زمین کھود دینے پر نکل آتے تھے اس بات کا پتا دیتے تھے کہ ان ٹیلوں کے نیچے ضرور پرانے وقتوں کے آثار دبے پڑے ہیں۔ لیکن تھوڑی سی کھدائی سے یہ نہیں معلوم ہو سکتا تھا کہ جہاں یہ ٹیلے ہیں وہاں کس قسم کی ... اور حیثیت کے شہر اگلے وقتوں میں آباد تھے نام اور شہرت ایسی چیزیں ہیں، جو واقعات کے صحیح علم کے مفقود ہونے پر بھی باقی رہ جاتی ہیں۔ چنانچہ یہ مشہور چلا آتا تھا کہ شہر موصل کے سامنے دجلہ کے اُس پار ایک سلسلہ ٹیلوں کا ... کبھی نینوہ کا مشہور شہر آباد تھا ان ٹیلوں میں سے ایک کا نام

[illegible] یونس [illegible] چھوٹی سی عمارت تھی۔ جس کی نسبت یہاں کے لوگوں کا بالعموم یہ اعتقاد تھا کہ وہ حضرت یونس علیہ السلام کا مزار شریف ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام وہ نبی تھے جنہوں نے شہر نینوہ کے حق میں بد دعا کی تھی اور یہ شہر تباہ ہو گیا تھا۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ابتدائی توجہ

اس عمارت میں حضرت یونس کی قبر کا ہونا تو ایک فرضی بات ہے۔ لیکن ان روایات میں کہ حضرت یونس نے نینوہ کے حق میں بد دعا کی تھی۔ حضرت یونس کے ساتھ نینوہ کا خیال ایسا وابستہ ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ انسان اس بات کو نہ بھولا تھا کہ نبی یونس کے ٹیلے کے نیچے سلطنت اشور کا دار الحکومت یعنی نینوہ کے شہر کا بڑا حصہ (جیسا کہ فی الحقیقت بعد کو ثابت ہوا) دبا پڑا ہے۔ جنوب میں بغداد سے ۴۰ میل کے فاصلے پر ایک سلسلہ ٹیلوں کا اور تھا۔ اور جس میں سے ایک ٹیلے کا نام بابل تھا اس نام سے یہ خیال ہوا کہ جنوبی سلطنت کا دار الحکومت اسی موقع پر کہیں ہو گا۔ غرض یہ اشارے اور اتے پتے تھے جن کی رو سے پرانے سیاحوں اور عمارات قدیمہ کے شائقین نے تحقیق کا کام شروع کیا۔ سولھویں اور سترھویں صدی عیسوی میں ان ٹیلوں کی طرف اور ان ہی کے نواح میں دوسرے ٹیلوں کی طرف بہت سے سیاحوں کو توجہ ہوئی۔ بلکہ اس زمانہ سے بھی کئی سو برس پہلے ایک مشہور سیاح نے جس کا نام ربی بن یامین طلیطوی (۱۱۶۰ء) تھا۔ اپنے سفرنامہ میں مختصر سا حال بابل اور نینوہ کے ویرانوں کا لکھا۔ سولھویں صدی کے بعض حضرات جن سیاحوں نے بابل اور نینوہ کی طرف کسی قدر توجہ کی ان کا ذکر چھوڑ کر سترھویں صدی کے شروع میں ایک سیاح پیٹرو نامی کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ شخص اطالیہ کا باشندہ تھا۔ اور مشرقی ملکوں میں بہت سیر و سیاحت کر چکا تھا۔ اس نے اصطخر کے کھنڈروں کے علاوہ جہاں سے پیکانی خط میں لکھے ہوئے کتبہ کی ایک نقل بھی حاصل کی تھی۔ بابل کے ٹیلوں اور مغیر کے ٹیلوں کا جن میں حضرت ابراہیم کا مولد یعنی اُر کا شہر وادی فرات میں آباد تھا۔ امتحان کیا تھا۔ یہ پہلا شخص ہے جو یورپ میں بابل کی اینٹیں جن پر حروف کندہ تھے لایا۔ اٹھارھویں صدی عیسوی کے سیاحوں میں جن کو دجلہ اور وادی فرات کے ٹیلوں کی تحقیق کا شوق ہوا۔ ان میں دو بڑے آدمیوں کا ذکر کافی ہو گا۔ ایک کارسٹن نیبور جو ڈنمارک کا مشہور ڈاکٹر اور سیاح تھا جس نے دجلہ کے قریب شہر بابل کا واقع ہونا ثابت کیا اور دوسرا ای۔ ڈی۔ بیچم ہے۔ جس نے اٹھارھویں صدی کے ختم ہونے سے کچھ پہلے ان ٹیلوں کا ذکر کیا ہے۔ جن کے نیچے شہر بابل کے آثار جابجا دبے پڑے تھے۔ اس سیاح نے لکھا ہے کہ ان ٹیلوں کے قریب ہی روغنی اینٹوں اور اسطوانوں کے ٹکڑے جن پر حروف کندہ ہیں جابجا ملتے ہیں۔

کُندن کا ابتدائی کام

جس وقت یہ یقین ہو گیا کہ ان ٹیلوں کے نیچے زمانہ قدیم کے آثار اور نشانیاں دفن ہیں۔ تو پھر ان کو کھود کر نکالنے کا جو شوق سیاحوں اور شائقین آثار قدیمہ کے دل میں پیدا ہوا اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں ہے۔ حقیقت میں جب یہ لوگ سوچتے ہوں گے۔ کہ ان ٹیلوں میں ہزارہا برس کی پرانی چیزیں خدا جانے کس کس قسم کی دبی ہیں تو ان کی بیتابی شوق انتہا سے گذر جاتی ہو گی۔ چنانچہ ایک انگلستانی کلاڈیس جیمس رچ نے جو ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرف سے بغداد میں ریزیڈنٹ کا عہدہ رکھتے تھے ولایت بغداد کو اپنا صدر مقام قرار دیکر ۱۳ برس اس کوشش میں صرف کئے۔ کہ بابل اور نینوہ کے ٹیلوں کی تحقیق اور بغداد سے موصل تک جس قدر مقامات ہیں ان کی جغرافی کیفیت دریافت کریں۔ رچ صاحب کی کوششوں کے نتیجے بہ نسبت سابق کی کوششوں کے بدرجہا مفید ثابت ہوئے۔ لیکن

[illegible] کا خاتمہ ہو گیا۔ مگر باوجود کوششوں کے نا تمام رہنے کے بہت سی پرانی چیزوں کا جو زمین سے کھود کر خود برآمد کی تھیں۔ یا دوسرے لوگوں سے خریدی تھیں ایک معقول ذخیرہ بہم پہنچایا۔ یہ ذخیرہ گو زیادہ نہ تھا۔ مگر اس سے اتنا ضرور معلوم ہوتا تھا کہ کیسی مختلف اقسام کی چیزیں ان ٹیلوں میں دبی ہیں۔ رچ صاحب کے مرنے پر برٹش میوزیم نے اُن کی جمع کی ہوئی کل اشیاء خرید لیں ۱۸۲۵ء و ۱۸۲۶ء میں ایک اور انگریز نے جن کا نام رابرٹ میگنان تھا۔ اور ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت رکھتے تھے جنوبی حصہ ملک میں بہت سے ٹیلوں کا امتحان کیا تھا اور ان ٹیلوں پر لمبی لمبی نالیاں کچھ چوڑی اور کچھ گہری کھود کر ان ٹیلوں کی عمر اور کیفیت کا اندازہ کرنا چاہا تھا۔ ۱۸۳۵ء اور ۱۸۳۶ء میں انگلش گورنمنٹ نے دجلہ اور فرات کی پیمائش کا کام اپنے ذمہ لیا۔ لیکن یہ عزت کہ کندن کی غرض سے پہلی باضابطہ جماعت قائم کی جاوے فرانس ہی کو نصیب ہوئی۔

گذشتہ ستر برس کی محنت

یہ قصہ کہ اسور و بابل کے شاہی محل اور عبادت خانے اور ان کے قیمتی سامان محققوں کی کوشش سے کس طرح انسان کی نظر کے سامنے دوبارہ پیش ہوئے نہایت درجہ دلچسپ ہے۔ اس داستان کو ایک فرانسیسی محقق موسیو بوٹا کی کارگزاری سے جس کی ابتدا ۱۸۴۲ء میں ہوئی شروع کر کے زمانہ حال کے حالات تک بیان کرتے ہیں۔ یورپ اور امریکہ کے عجائب خانوں کے ملاحظہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اشیاء قدیمہ کا کس قدر کثیر ذخیرہ گذشتہ ستر برس کے عرصہ میں ترتیب و انتظام کے ساتھ آراستہ کیا گیا ہے۔ یہ اشیاء صرف عجائب خانوں ہی میں نہیں رکھی گئیں۔ بلکہ اشیاء کی تصویریں اور کتبوں کی نقلیں بار بار طبع ہو کر شائقین تاریخ بابل اور اشور میں تقسیم بھی ہوتی رہی ہیں۔

ابتدائی کامیابی کی نوعیت

۱۸۴۲ء میں موسیو بوٹا موصل کے شہر میں دولت فرانس کی جانب سے کونسلر ایجنٹ مقرر ہوئے اور اسی سال کے آخر میں موصل کے سامنے دجلہ کے کنارے قوینجیک کے ٹیلے پر انہوں نے کُندن شروع کیا۔ قوینجیک کا ٹیلہ بھی تل نبی یونس کی طرح نینوہ کے قدیم شہر کے ایک حصہ کو چھپائے ہوئے تھا۔ ان بڑے بڑے ٹیلوں کو کہاں سے کھودا جائے کہ گوہر مقصود حاصل ہو۔ اس کے لئے کوئی قاعدہ اور معمول موجود نہ تھا۔ وقت پر جہاں سمجھ میں آیا خندقیں کھودنی شروع کیں۔ کئی مہینے تک اسی طرح کام جاری رہا۔ مگر زیادہ کامیابی نہ ہوئی۔ کچھ کتبے اور پتھر کی سلوں پر ابھرے ہوئے کام کی تصویریں ملیں۔ لیکن ان میں سالم کم تھیں۔ ان کے علاوہ اور کوئی چیز دستیاب نہ ہوئی اس لئے ۱۸۴۳ء کے ماہ مارچ میں موسیو بوٹا نے قوینجیک کو چھوڑ کر خورس آباد کے ٹیلے پر کام شروع کیا۔ یہ ٹیلا قوینجیک کے شمال میں تھوڑے ہی فاصلہ پر واقع تھا۔ یہاں تھوڑی ہی سی زمین کھودی تھی۔ کہ دو دیواریں نمودار ہوئیں۔ ان دیواروں پر تصویریں بنی تھیں۔ پیکانی خط کے کتبے بھی دستیاب ہوئے اور اب شبہ نہیں رہا۔ کہ سلطنت اشور کے زمانہ کی ایک عمارت کا پتا چل گیا۔ اور کام برابر جاری رکھا گیا۔ اور قلیل عرصہ میں اس عمارت کے بہت سے کمرے جن میں بڑے بڑے دفینوں کی بہت سی چیزیں ملیں۔ دریافت ہو گئے۔ ان انکشافات کی شہرت جس وقت فرانس میں ہوئی۔ تو بڑا جوش پیدا ہوا۔ اور موسیو بوٹا کے پاس جلد بہت سا روپیہ فراہم کر کے اس غرض سے روانہ کیا گیا۔ کہ زیادہ وسیع پیمانہ پر اس کام کو جاری رکھ کر خاتمہ کو پہنچائیں۔ ایک مصور موسیو فلاندن بھی فرانس سے روانہ کئے گئے۔ کہ جو عمارتیں یا کتبے یا تصویریں ملی ہیں ان کے نقشے اور نقلیں تیار کریں۔ غرض ۱۸۴۴ء کے ماہ اکتوبر تک اس عمارت کا جو شاہان اشور میں سے ایک بادشاہ کا محل ثابت ہوا۔ بڑا حصہ برآمد کر لیا گیا۔ اور معلوم ہو گیا۔ کہ اس میں کمرے اور حجرے بہت کثرت سے ہیں۔ دیواروں پر پتھر کی سلیں نصب ہیں اور ان سلوں پر طرح طرح کی

[illegible] کہیں سپاہیوں کے دستے کوچ کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ کہیں لشکر گاہ میں فوج والوں کی معمولی زندگی کے واقعات۔ کہیں گھوڑے رتھ۔ خیمے۔ خرگاہ۔ کہیں حملہ کرنے کے کرتب اور دشمن کی دیوار کے قریب پہنچ کر دست بدست لڑائیوں کے معرکے دکھائے ہیں۔ کسی حصین شہر کو محاصرہ کے بعد فتح کرنے اور دشمن کو گرفتار کر کے لیجانے کی تصویریں بنائی ہیں۔ شکار کی کیفیتیں بھی بڑی تفصیل سے دکھائی ہیں۔ جس میں بادشاہ اپنے رتھ میں سوار ہے اور ملازمین صفیں باندھے گرد و پیش حاضر ہیں۔ کہیں جنگلی شیر پنجروں میں بند دکھائے ہیں پنجرے کھول دیے گئے ہیں اور بادشاہ شیروں کا شکار کر رہا ہے کہیں شکار کردہ شیروں اور جانوروں کو نوکر صف باندھے گھسیٹے لئے جاتے ہیں۔ اس کندن میں جو سب سے عجیب چیز برآمد ہوئی وہ پتھر کے بڑے بڑے بت تھے۔ جن کا چہرہ انسان کا سا تھا۔ اور دھڑ بیل کا سا اور شانوں پر بڑے بڑے پر لگے تھے۔ یہ جوڑے جوڑے [illegible] بت محل کے سب سے بڑے کمرے کے دروازوں کے دونوں طرف نصب تھے۔ ان پردار بیلوں کے تمام جسم پر پیکانی خط میں عبارتیں کندہ تھیں۔ جب ان عبارتوں کو پڑھنے کی نوبت آئی تو معلوم ہوا کہ جس بادشاہ نے یہ محل بنوایا تھا اسی کے کارنامے ان عبارتوں میں درج ہیں یعنی شروکن ثانی کے جس نے ۷۲۵ قبل مسیح سے ۷۰۶ قبل مسیح تک ملک اشور پر حکومت کی تھی۔ اشیاء قدیمہ کا یہ بڑا ذخیرہ جہاں تک ممکن ہو سکا۔ موصل سے دجلہ کے راستے بیڑوں پر رکھ کر بصرہ میں لائے۔ اور وہاں سے ایک فرانسیسی جنگی جہاز پر لاد کر فرانس کو لے گئے۔ وہاں ان چیزوں کی تصویریں جو مصور فلاندن کی تیار کی ہوئی تھیں پانچ بڑی تقطیع کی جلدوں میں چھاپی گئیں۔ ان تصویروں کی تعداد ۴۰۷ تھی اور ان کے ساتھ ہی موسیو بوٹا نے جو حالات ان اشیاء کے لکھے وہ بھی طبع کئے گئے۔

قصر شروکن

یہ عجیب انکشافات ایسے باعث ہوئے کہ فرانس میں اور زیادہ شوق تحقیقات کا پیدا ہوا۔ اور ۱۸۵۱ء میں فرانس کی گورنمنٹ نے ایک دوسری باقاعدہ جماعت تجویز کر کے اس کام کے لئے روانہ کی اس جماعت کے افسر وکٹر پالس ایک شخص تھا جو فن معماری میں کامل تھا۔ اور موصل میں موسیو بوٹا کی جگہ فرانس کی جانب سے کونسلر ایجنٹ بھی مقرر کر دیا گیا تھا۔ اس نئی جماعت نے شمالی حصہ ملک میں کام کرنے کے بعد جنوبی حصہ میں بھی ٹیلوں کی چھان بین شروع کی۔ وکٹر پالس چونکہ فن تعمیر میں استاد تھے اسلئے زمین کھود کر عمارتوں کو برآمد کرنے میں انہوں نے بہت باقاعدہ کام کیا اور ایسا نکو ثابت کر دیا کہ زمین میں دبی ہوئی عمارتوں کے نکالنے میں ایک لائق معمار جس عمدگی سے کام کر سکتا ہے وہ دوسرے سے ممکن نہیں۔ موسیو پالس نے قصر شروکن کے بہت سے کمرے برآمد کئے اور اس قصر کے متعدد عالی شان دروازے نکالے جن پر نہایت خوش رنگ روغنی اینٹوں کا کام تھا طرح طرح کے بیل بوٹے اور عجیب و غریب صورت کے جانوروں کی تصویریں بنی تھیں۔ قصر کے متعدد صحنوں کا ملبہ جب صاف کیا گیا تو کئی چھوٹی چھوٹی عمارتیں اور نکلیں جن کی نسبت بعد کو تحقیق ہوا کہ وہ عبادت خانے ہیں طرح طرح کے برتن سنگین اور برنجی اور شیشے کی بنی ہوئی چیزیں بھی کثرت سے نکلیں قسم قسم کے آہنی اوزار بالکل صحیح و سالم حالت میں برآمد ہوئے بعض مکان تہخانے یا گودام ایسے نکلے جہاں عمارت کے کام کی غرض سے روغنی اینٹیں بھری تھیں۔ اب وکٹر پالس نے ایک بڑی کتاب میں اپنی تمام کارگذاری کے حالات اور نتائج بیان کئے اور عمارت کو جس حد تک دیکھا اور سمجھا تھا۔ اس کی مدد سے پوری عمارت کے نقشے تیار کئے۔ اگر کسی عمارت کا کوئی جز بھی دیکھا تھا۔ تو اصول تعمیر کے مطابق عمارت کا کل نقشہ تیار کر لیا۔ یوں یہ دریافت ہو گیا کہ خورس آباد کے ٹیلوں میں شروکن ثانی بادشاہ اشور کا ایک شہر جس کے چاروں طرف شہر پناہ اور برج تھے دبا پڑا ہے۔ اور جس کا نام اصلی زبان میں دور شروکن یعنی شروکن بادشاہ کا قلعہ یا شہر تھا۔ شہر کے چاروں طرف فصیل تھی اور شہر پناہ کے آٹھ دروازے تھے اور کل رقبہ جس پر یہ شہر واقع تھا۔ ۷۵۰ ایکڑ تھا۔ بیچ کی عمارت شاہی قصر تھا دیوار کے [illegible] رُخ باہر کا تھا۔ وہ پتھر کا تھا۔ کہیں کہیں فرشوں میں سنگ [illegible] کچی اور پکی اینٹ کی تھیں۔ ایسی ہی اینٹوں سے اشور اور بابل کے مکانات بالعموم بنائے جاتے تھے۔

(باقی دارد)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۶ - چہارشنبہ مورخہ ۳۰ اپریل سنہ ۱۹۱۹ء نمبر ۱۸

اشاعت اسلام کیلئے نئے سامان

علوم ارضی حضرت مسیح موعود کے مشن کو پورا کر رہے ہیں

اذا النفوس زوجت کا جدید نظارہ

کسی نبی یا مامور من اللہ کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ خود زمانہ اس کے مشن کی تائید کرے اور ذرات عالم اس کے مقاصد کو پورا کرنے کے لئے دست بستہ حاضر ہوں کیونکہ اگر وہ شخص خالق کائنات کی طرف سے بھیجا ہوا ہے تو ضروری ہے کہ کائنات عالم کا ہر ایک ذرہ اس کی تائید اور اس کے مشن کی تائید کے لئے کھڑا ہو جائے۔ کہ زمانہ اور زمانہ کی روش بھی آخر خدا ہی کی شان ہے۔ اور اسی لئے حدیث شریف میں لا تسبوا الدھر کی تعلیم ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ کوئی مامور من اللہ دنیا کے سامنے اپنا وہ مشن پیش کرے۔ جس کے لئے خدا نے اسے بھیجا ہے۔ اور حالات زمانہ اس مشن کی کامیابی کے ناموافق ہوں کیونکہ اگر ایسا ہو تو پھر (معاذ اللہ) یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ خدا اور زمانہ میں ایک جنگ واقعہ ہوگئی ہے۔ بلکہ علی العموم ایسا ہوتا ہے کہ مامور کے زمانہ میں یا اس کے زمانہ بعثت میں اس کے مشن کے سامان ترقی کرتے جاتے ہیں۔ اور اس کی صداقت پر ہر ایک دلیل ٹھہرتے ہیں۔

مذہبی تاریخ کے ہر ایک ورق پر یہ سبق ملیگا کہ جب کوئی نبی دنیا میں مبعوث ہوا۔ تو جو تعلیم وہ لایا۔ اس کی قبولیت کے لئے پہلے سے قدرت نے سامان مہیا کر دئیے خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھو تو چونکہ سب نبیوں کی صفات حمیدہ کے مجموعہ ہیں۔ جب حضور سرور عالم اپنا یہ واحد مشن دنیا میں پیش کرتے ہیں تو آپ کی بعثت خاص قوم و ملک کے لئے مختص نہیں۔ بلکہ آپ ہر اسود و احمر کے لئے راہ نما ہیں اور آپ کی ہدایت کا دامن قیامت تک پھیلا ہوا ہے۔ تو اس مشن کے لئے ضروری تھا کہ دنیا کے مختلف حصے اور ملک ایک دوسرے کے حالات سے واقف ہوں۔ ان کے درمیان سلسلہ خط و کتابت جاری ہو۔ تاکہ تمام دنیا ایک ہی تعلیم سے منور ہو سکے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اس لحاظ سے دنیا میں ایک انقلاب پیدا ہو جاتا ہے۔ جو ملک پہلے گمنامی میں پڑے ہوئے تھے۔ منصۂ ظہور میں آجاتے ہیں۔ لوگوں کے لئے سیر و سیاحت اور تبلیغ کے لئے ذرائع مہیا ہو جاتے ہیں۔ تمام عالم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام روشن ہو جاتا ہے۔ اور آپ کے کلمہ کی گونج عرب سے چین تک پہنچ جاتی ہے۔

ملت بیضا کے اجرا و نفاذ کے لئے چونکہ حکومت کی بھی ضرورت ہے۔ اس لئے مسلمان ایک فاتح قوم بن جاتے ہیں۔ ان کی فتوحات سے ایک عالم میں نئی تہذیب کا دور دورہ ہو جاتا ہے اور شریعت کے تمام احکام عملی طور پر صادر ہوتے ہیں۔ اور وہ قوانین جو عرب کے ایک امی (علیہ الصلوۃ والسلام) کو رموز جہانبانی کے لئے سکھائے جاتے ہیں۔ سب کے سب عملی جامہ پہن لیتے ہیں۔ یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ اس لئے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت، آپ کے مشن کی صداقت پر ایک قاطع دلیل ٹھہرے۔

اسی طرح اس زمانہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک خلیفہ مسیح موعود مبعوث ہوتا ہے۔ اور وہ دنیا میں اپنا مشن اشاعت اسلام قرار دیتا ہے۔ اب اس مشن کے منجانب اللہ ہونے کے لئے سب سے بڑا ثبوت یہ ہونا چاہیے کہ زمانہ اس کے لئے موید ہو۔ ورنہ عقل سلیم اس کو تسلیم نہیں کرتی کہ ادھر خدا نے ایک مامور کو ایک خاص کام کے لئے بھیجے۔ اور ادھر دوسری طرف زمانہ کو اس روش خاص پر چلائے کہ وہ مامور کے کام میں مخل ہو۔ لیکن اگر زمانہ کی روش اور علوم ارضی اس مامور کے کام اور مشن کے معاون ہیں۔ تو پھر تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ زمانہ کی کل چلانے والا اور اس شخص کو اس کام کے لئے بھیجنے والا ایک قادر مطلق بھی ہے۔ اس موٹی سی بات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کا مشن فی الحقیقت خدا کی طرف سے مقرر کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس کی کامیابی کے لئے سب سے پہلی ضروری شرط یہ ہے۔ کہ مذہبی آزادی حاصل ہو اور ہر ایک شخص کو حق حاصل ہو۔ کہ وہ اپنا مذہب دنیا کے سامنے پیش کر سکے۔ اور جس ملک میں حضرت مسیح موعود مبعوث ہوتے ہیں وہ [illegible] مذاہب عالم کا دنگل ہے۔ تو وہاں حکومت کی طرف سے پوری مذہبی آزادی بھی حاصل ہے۔ پھر اگر اس زمانہ میں مذاہب کے مقابلہ کے لئے علم اور قلم کی ضرورت ہے تو خدا خود حضرت مسیح موعود کو "سلطان القلم" کر کے بھیجتا ہے اور اس پر اکتفا نہیں کرتا ہے۔ بلکہ ایک معقول جماعت اہل علم کی اس کے ساتھ کر دیتا ہے۔ جس میں نہ صرف علوم کہنہ کے ماہر داخل ہیں بلکہ علوم جدیدہ میں ید طولےٰ رکھنے والے بھی اس کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ پھر جو علم کلام اس نے دنیا میں پیش کیا ہے۔ وہ خود بخود لوگوں کے دلوں میں گھر کرتا جاتا ہے اور لوگ ان باتوں کو چھوڑتے جاتے ہیں جو اس کے مشن کی راہ میں کانٹے کا کام دیں۔ غرض خدا کے فرشتے اس کے مشن کے لئے کام کر رہے ہیں۔ اور اس صداقت پر مہر لگا رہے ہیں۔

ایک خاص بات

لیکن ایک خاص بات جو میں اس وقت ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ اور جس کے تصور سے میرا ذوق ایک خاص لطف اٹھاتا ہے وہ یہ ہے۔ کہ جب حضرت مسیح موعود کے نام لیوا تبلیغ ہدایت کے لئے بیرونی ممالک میں نکلتے ہیں تو اللہ تعالے نہ صرف انہیں ایک شاندار کامیابی عنایت کرتا ہے بلکہ ان کی مسافت اور بُعد کی تکالیف کو دور کرنے کے لئے ایسے ایجادات سے کام لیتا ہے۔ جو عنقریب دنیا میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دینگی۔

گذشتہ ہفتہ میں لاہور کے نیم سرکاری اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ میں ایک مقالہ افتتاحیہ (لیڈر) شائع ہوا جس میں ہوائی جہازوں کی پرواز اور آئندہ امکانات پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ نہایت دل خوش کن خبر شائع کی گئی تھی۔ کہ اس وقت لنڈن اور پیرس میں ڈاک کا انتظام ہوائی جہازوں کی وساطت سے ہو رہا ہے۔ اور عنقریب یہ انتظام لنڈن اور ہندوستان میں ہو جائیگا۔ ماہرین کا قیاس ہے مستقبل قریب میں ہوائی جہازوں کی رفتار میں اس قدر ترقی ہو سکے گی۔ کہ ایک ہوائی جہاز ۲۰۰ میل فی گھنٹہ طے کر سکیگا اور اس کے ساتھ زیادہ تر خوشی کی یہ بات ہے کہ ایک جہاز ایک سو گھنٹہ تک متواتر پرواز کر سکتا ہے۔

سول نے یہ رائے بھی ظاہر کی تھی کہ مصر کو چونکہ تمام دنیا میں ایک مرکزی حیثیت حاصل ہے اس لئے وہاں ہوائی جہازوں کا ایک بہت بڑا جنکشن ہوگا۔ اور وہاں سے مختلف حصص دنیا میں ڈاک تقسیم ہو جائے گی۔ اگر ہندوستان اور لنڈن میں اس طریق سے ڈاک کا انتظام ہو گیا تو دوسرے دن ولایت کی ڈاک ہندوستان میں پہنچ جایا کریگی۔

سردست اگرچہ ڈاک کا انتظام مقدم ہوگا۔ مگر ہوائی جہازوں کے امکانات سے یہ بات بالکل قرین قیاس ہے کہ عام طور پر ان سے سواری کا کام بھی لیا جائے۔ اور جہاں اب ہم ولایت میں ۱۵ دن کے بعد پہنچتے ہیں وہاں یہ سفر محض ایک دن کا ہی رہ جائے۔

غرض جس طرح تار اور ریل نے دنیا کی تہذیب میں ایک انقلاب عظیم پیدا کیا تھا۔ اسی طرح یہ نئی ایجاد بھی بہت بڑا انقلاب پیدا کرنے والی ہے۔ اس کے ساتھ ٹیلیفونوں میں جو ترقی ہو رہی ہے۔ اس سے بھی یہ ممکن ہے کہ کسی مستقبل قریب میں ولایت اور ہندوستان میں بے تار ٹیلیفون کا سلسلہ قائم ہو جائے۔

غرض علوم ارضی کی یہ جدید ایجادات حضرت مسیح موعود کے مشن اشاعت اسلام پر نہایت خوش آئند اثر ڈالنے والی ہیں اور ان سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اقدس کے مشن کے لئے خود زمانہ کس طرح مدد کر رہا ہے۔ اس کے علاوہ خود قرآن شریف کی پیشگوئی "اذا النفوس زوجت" اب اس زمانہ میں پہلے سے زیادہ صفائی سے پوری ہو رہی ہے۔

فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

مارشل لا کیا ہے؟

لاہور - امرتسر اور گوجرانوالہ میں مارشل لا یعنی فوجی قانون جاری کیا گیا ہے چونکہ ہندوستانیوں کے لئے یہ ایک نئی شئے ہے اس لئے ہم ذیل میں اس کی حقیقت و اصلیت موقر ہم قلم [illegible] سے سیتجه انیہ اخبار سے نقل کرتے ہیں۔

اینسائیکلو پیڈیا برٹانیکا - چیمبرس اینسائیکلو پیڈیا - پاپولر اینسائیکلو پیڈیا - ماڈرن سائیکلو پیڈیا - نیلسن اینسائیکلو پیڈیا کی رو سے یہ آرٹیکل لکھا گیا ہے۔ بقول برٹانیکا کے مارشل لا (جنگی قانون) کا نام ہی غلط ہے کیونکہ یہ دراصل کوئی قانون نہیں بلکہ معمولی قانون کا تعطل ہے جو جنگ یا بغاوت کی حالت سے پیدا ہو جاتا ہے یہ اس کی حالت کو ظاہر کرتا ہے۔ قانون کے صحیح معنوں میں یہ قانون نہیں ہے کیونکہ ملٹری کمانڈر جو معمولی قانون کو اس لئے معطل کر دینے کی ذمہ داری اپنے اوپر لیتا ہے کہ سلطنت کی سلامتی یقینی ہو جائے۔ یہ اس کی رائے یا مرضی کی عملدرآمد کا نام ہے۔ حکام انگریز کو ایک اعلان عام کے ذریعہ سے اسے جاری کرتے ہیں۔ کہ معمولی قانون موجودہ حالت کے مقابلہ کے لئے ناکافی ہے اور ایسے لوگوں کی گرفتاری اور سزا کے غیر معمولی وسائل کہ جو گورنمنٹ کی مخالفت کرتے یا دشمن کو مدد دیتے ہیں۔ اس سے حاصل ہوتے ہیں [illegible] صرف فوجی حکومت ہے جو قوانین و رواجات جنگ کے مطابق عمل میں آتی ہے۔ مگر درحقیقت یہ کامن لا کا ایک حصہ ہے جو کہ زمانہ جنگ میں سلطنت کی حفاظت کے لئے امور مجبوری کی اجازت دیتا ہے۔

نلسن لکھتا ہے کہ "انگلش اصول قانون میں مارشل لا معلوم ہی نہیں۔ امن عامہ میں خلل ڈالنے والے مختلف قوانین بغاوت وجرائم قابل ضبطی مال و سزائے قید و پھانسی وغیرہ کے حسب حال سزا وار قرار دئیے جا سکتے ہیں انگلستان سے باہر جیسے کہ نو آبادی جمیکا میں وہاں کے گورنر کو جو آج قائمقام ہوتا ہے اس قانون کے اعلان کا اختیار نہیں ہے یا جن مقبوضات میں مجلس قوانین ہو۔ وہاں اس کی منظوری سے مارشل لا کا اجرا کیا جاتا ہے مارشل لا جس قدر علاقہ پر مشتہر کیا جائے۔ اس سے باہر اور نہ جس وقت اعلان کیا جائے۔ اس سے قبل کے قصور وار پر اس کا اثر ہوتا ہے یعنی کہ اس قانون کے اعلان سے پیشتر کے کسی جرم کی وجہ سے یا اس علاقہ سے باہر ارتکاب جرم کے لئے کہ جب یہ اس کا اعلان ہوا ہی مجرم کو سزا دیجا سکتی۔

چیمبرس ڈکشنری کے مطابق یا ملٹری گورنمنٹ یا فوجی حکومت کی توسیع اشخاص و جائداد پر ہوتی ہے جو اس کے احاطہ اختیار میں بموجب قوانین و رواج جنگ عمل میں لائے طور پر کہ اس قسم کے بجائے سول (شہری) علومت خارج کر دی جائے۔ جہاں تک کہ وہ ملٹری قانون کو ضرر پہنچانے والی ہو۔ چیمبرس اس بات کو صاف کر دیتا ہے کہ صرف لڑائی کی حالت میں ہی نہیں بلکہ اندرونی بدامنی کی حالت میں بھی حکام اعلے کسی ضلع یا علاقہ میں معمولی انتظام حکومت کی بجائے ایک جبری حکومت قائم کر سکتے ہیں۔ مارشل لا کی تعریف کوئی قانون نہیں ہے۔ بلکہ صرف اعلے جنگی حاکم کی مرضی یہ سمجھا جاتا ہے کہ جبکہ معمولی سول عدالتیں ناکافی ہوں تو اعلی ترین اہلکار ریٹی انتظام قائم رکھنے کی پوری کوشش کرتی ہے اس لئے اگر وہ صحیح سمجھے تو حاسب آبادی سے فوجی قانون کا سلوک جائز قرار دیتا ہے۔ لیکن اگر وہ انگلستان کے باشندے ہوں کہ جن پر یہ قانون جاری کیا جائے۔ تو بعد میں اس عملی حاکم کو ثابت کرنا پڑے گا کہ اس کا فعل اشد ضروری تھا۔ اور اس طرح پارلیمنٹ کے ذریعہ سے آئرلینڈ میں امن عامہ میں خلل ڈالنے والوں کے خلاف ایسے اختیارات دئیے گئے ہیں جیسے ۱۷۹۸ء [illegible] ہیں۔ لیکن ان موقعوں کے اعلانوں میں صرف باغیوں کے خلاف اسلحہ کے استعمال کی اجازت دی گئی ہے نہ کہ پرامن شہریوں کے۔"

ہارڈن لکھتا ہے کہ "مارشل لا کے زیر حکومت ملک میں ایک علیحدہ عدالت ہوتی ہے جو کورٹ مارشل (عدالت جنگی) کہلاتی ہے۔ جو کوئی اعلے افسر مقرر کرتا ہے یا خاص حالات بغاوت یا سرکشی میں جبکہ معمولی قانون زندگی یا جائداد کے حفاظت کے لئے ناکافی ہوتا ہے [illegible]

معقولات

بلاد بابل و اشور کے پرانے شہروں کا زمین سے کھود کر برآمد کیا جانا اور وہاں کا قدیم تمدن

(از مولوی محمد عنایت اللہ صاحب بی۔ اے)
(گذشتہ سے پیوستہ)

ڈاکٹر پالس نے اور ٹیلوں پر بھی کام جاری کیا۔ جو موصل سے دور نہ تھے۔ مثلاً قلعہ شرغنہ کے ٹیلے پر جہاں پہلے اشور کا مشہور و معروف شہر تھا۔ اور تل نمرود پر جہاں سلطنت اشور کا شہر کلح (قلح) واقعہ تھا۔ ان ٹیلوں کے علاوہ اور ٹیلوں کا بھی امتحان کیا گیا۔ لیکن ان سب میں وہ کامیابی جو موسیو بوٹا کو خورس آباد کے ٹیلوں کو کھودنے میں حاصل ہوئی تھی۔ میسر نہ ہوئی۔ افسوس ہے کہ ڈاکٹر پالس نے جو اشیاء قدیمہ فرانس بھیجنے کے لئے جمع کی تھیں۔ وہ سب تلف ہو گئیں کیونکہ جن کشتیوں پر یہ سامان بھر کر روانہ کیا جاتا تھا۔ وہ سب غرق ہو گئیں مگر ان اشیاء کی جو تصویریں اور نقشے اُتار لئے گئے تھے وہ بچ گئے۔ وعدہ اس لئے علم کو زیادہ نقصان نہ پہنچا۔

ایک انگریزی محقق

اسی زمانہ میں فرانسیسیوں کی ایک جماعت جس کا افسر موسیو فرینزل تھا۔ جنوبی حصہ ملک میں ایک ٹیلے پر کام کر رہی تھی۔ یہ ٹیلہ اُن متعدد ٹیلوں میں سے ایک تھا جس کے نیچے شہر بابل دبا پڑا تھا۔ یہاں ۱۸۵۵ء تک کام جاری رہا۔ لیکن پیشتر اس سے کہ بابل والے ٹیلوں کا حال لکھا جاوے ایک انگریز محقق کی کارگذاری کو لکھنا ہو گا۔ یہ انگلستان کا مشہور محقق جس نے موسیو بوٹا، فلاندن اور پالس سے بھی زیادہ شہرت حاصل کی اپنا کام اس زمانہ میں کر رہا تھا۔ جبکہ ڈاکٹر پالس خورس آباد کے ٹیلوں میں مصروف تھا۔ یہ شخص آسٹن ہنری لے یرڈ تھا سر کا خطاب اس وجہ سے ملا تھا۔ کہ امور سیاسی اور آثار قدیمہ کے متعلق ان کی خدمات نہایت قابل قدر تھیں۔ بلاد مشرق میں مدت کے سیر و سفر کے بعد ۱۸۴۲ء میں موصل کے قریب کے ٹیلے اُن کی نظر سے گذرے اور دل میں یہ شوق پیدا ہوا کہ کاش یہ ٹیلے ایک دن کھود دے جاویں۔ ۱۸۴۵ء کے اخیر حصہ میں جبکہ سر سٹریٹ فورڈ کیننگ قسطنطنیہ میں برٹش سفیر تھے۔ لے یرڈ صاحب کو اس کام کے لئے کچھ روپیہ دیا گیا چنانچہ انہوں نے تل نمرود پر کام جاری کر دیا۔ یہ ٹیلا اس لئے پسند کیا کہ وہ موصل سے کسی قدر فاصلہ پر ہے۔ اور وہاں کام چپ چاپ چلتا رہیگا۔ لوگوں میں زیادہ چرچا نہ ہو گا۔ سرمایہ اس قدر قلیل تھا۔ کہ زیادہ تحقیقات کی امید نہ کی جا سکتی تھی۔ یہ سمجھا گیا تھا کہ کام شروع کرنے سے شاید اتنا ضرور معلوم ہو جائے کہ اُس ٹیلے کے نیچے پرانے آثار اور اشیاء موجود ہیں یا نہیں۔ اگر اتنا پتا بھی چل گیا۔ تو پھر شوق میں زیادتی ہو جاویگی اور اگر زیادہ روپیہ مل گیا۔ اور روپیہ کے ساتھ شاہی گورنمنٹ نے کندن کا فرمان بھی دے دیا۔ تو تحقیقات وسیع پیمانہ پر ہو سکے گی۔ لیکن اتفاق یہ کہ جس دن کام شروع کیا گیا اسی دن ایک عمارت کے دو کمرے نکلے جن کی دیواریں پتھر کی سلوں کی بندھی تھیں۔ ایک کمرہ ٹیلے کے جنوب مغربی گوشہ میں اور دوسرا مغربی پہلو کے وسط میں واقع تھا۔ یہ کمرے ایک عمارت کے نہ تھے۔ بلکہ دو جُدا جُدا عمارتوں کے تھے اور یہ دونوں عمارتیں بعد کو ثابت ہوا کہ بادشاہوں کے محل تھے۔ لے یرڈ صاحب کی ہمت بڑھی۔ اور رفتہ رفتہ مزدوروں کی تعداد بڑھا دی۔ مگر مشکلات بہت سی پیش آئیں۔ ادھر سرمایہ کی کمی اُدھر پاشائے موصل کا اختلاف لیکن بہرحال کام بند نہ کیا۔ اسی اثناء میں برٹش میوزیم کے حکام نے لے یرڈ صاحب کی مدد کیواسطے کچھ اور روپیہ بھیجنا منظور کیا۔ اور وہ اس قابل ہو گئے کہ ۱۸۴۷ء کے موسم گرما تک نہایت محنت اور جانفشانی سے اس کام کو چلا لیں۔ اس عرصہ میں انہوں نے نہ صرف بہت سے کمرے پانچ شاہی محلوں کے تل نمرود سے کھود کر نکالے۔ بلکہ موصل کے سامنے جو ٹیلا قویونجیک کے نام سے تھا۔ اُس کے کندن میں بھی کامیابی حاصل کی۔ کیونکہ یہاں بادشاہ اشور سنحریب (۷۰۵-۶۸۱ ق م) کا

جدید انکشافات

تل نمرود سے خاص کوشش کے ساتھ اس محل کو برآمد کیا گیا۔ جو ٹیلے کے شمال مغربی حصہ میں تھا۔ اور جو بادشاہ اشورنسریال (۸۸۳-۸۵۹ ق م) اور شلمنصر ثالث (۸۶۰-۸۲۴ ق م) کا بنایا ہوا تھا۔ خورس آباد کی طرح تل نمرود کے محلوں میں بھی اور بعد کو قویونجیک سے برآمد کردہ عمارتوں میں ایسے کمرے اور طاق بکثرت نکلے جن کی دیواریں تصاویر سے لپی تھیں۔ علاوہ اس کے پردار شیروں اور پردار بیلوں کے بلند قوی ہیکل بُت جن کے چہرے انسان کے سے تھے۔ کمروں کے دروازوں کے دو طرفہ ملے تصویروں میں وہی گونا گونی تھی جو خورس آباد کی تصویروں میں پائی گئی تھی۔ بادشاہ اشورنسریال کے محل میں جو تل نمرود سے برآمد ہوا۔ اور جس کا پرانا نام کلح (قلح) تھا۔ بادشاہ مذکور نے اپنے شاہی مصوروں سے اُن لڑائیوں کی تصویریں کھنچوائی تھیں جو خاص اس کے عہد کے محاربات تھے۔ بعض تصویروں میں دکھایا گیا تھا کہ افواج شاہی ایک دریا کو عبور کر رہی ہیں۔ لیکن دشمن سے دست و گریبان ہیں کہیں فتح پا کر خوش خوش وطن کو واپس آ رہی ہیں ایک بڑے سلسلہ تصاویر میں بادشاہ کے شکار کھیلنے کے واقعات دکھائے گئے ہیں۔ ٹیلے کے بیچ میں سلمانسو سوم (۸۵۹-۸۲۴ ق م) اور تگلات پلیسر چہارم (۷۴۵-۷۲۷ ق م) شاہان اشور کا تعمیر کردہ محل نکلا۔ اور اسی محل سے ایک یادگار کا پتھر نکلا۔ جو اب تک برٹش میوزیم میں محفوظ ہے۔ اور بڑی چیز سمجھا جاتا ہے۔ یہ پتھر ایک چوپہل مخروطی شکل کا نہایت سخت اور سیاہ رنگت کا ستون ہے۔ ہر رُخ پر پانچ پانچ قطاریں تصویروں کی ہیں۔ اور تصویروں سے جو کچھ جگہ خالی رہی ہے اس میں نہایت باریک پیکانی خط میں عبارت لکھی ہے۔ اس ستون پر بادشاہ سلمانسو سوم نے اپنی سنی وکیسالہ حکومت کے واقعات درج کئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ مذکور نے یہ سمجھکر کہ اب میرا آخری وقت پہنچا ہے۔ مرنے سے کچھ پہلے اس ستون کو تیار کرایا تھا۔ اس کی تصویروں میں دکھایا گیا ہے۔ کہ بادشاہ ان قوموں سے جن کو فتح کیا ہے خراج لے رہا ہے۔ ہر رُخ کی پانچوں تصویری قطاروں میں قوموں کے جُدا جُدا نام ہر تصویر پر لکھے ہیں۔

اینٹوں کا کتب خانہ

جب زمانہ قدیم کی ان نشانیوں کا بڑا حصہ جس میں پردار بُت بھی شامل تھے۔ برٹش میوزیم میں پہنچا تو اشوری انکشافات میں اہل انگلستان کو بے حد دلچسپی ہو گئی۔ اور یہ شوق اس وجہ سے اور بڑھا کہ لے یرڈ صاحب نے نہایت دل آویز پیرایہ میں اُن تمام یادگاروں اور نشانیوں کا حال تحریر کیا۔ یہ سچ ہے کہ وہ پیکانی خط کی عبارتیں سمجھ نہ سکتے تھے۔ لیکن پھر بھی کچھ اپنی ذہانت سے اور کچھ اُن کتبوں سے جن کے مطالب سمجھ لئے گئے تھے۔ اور کچھ ان ناموں سے جو سر ہنری راولنسن صاحب نے پیکانی عبارتوں سے محلوں کے تعمیر کرنے والے بادشاہوں کے پڑھ لئے تھے لے یرڈ صاحب نے کسی قدر تاریخی حالات اپنی برآمد کردہ اشیاء کے متعلق لکھ ڈالے۔ بہت سے کتبوں اور یادگاروں کے پتھر جن کا انگلستان لے جانا سخت دشوار تھا۔ ان کی تصویریں اور نقلیں لیکر پھر اُن کو وہیں دفن کر دیا اور اُن تصویروں اور نقلوں کو چھپوا کر طلبائے تاریخ اشور کے سامنے اس بے بہا علمی ذخیرہ کو پیش کر دیا۔ لے یرڈ صاحب کی اس محنت اور عرق ریزی کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ انگلستان میں آثار قدیمہ کے متعلق شوق کو نیا دوچند ہوئی اور ایک دوسری جماعت جس کے پاس سرمایہ بہت وافر تھا۔ لے یرڈ صاحب کے پاس بھیجی گئی۔ اس جماعت اور سرمایہ کی مدد سے وہ ۱۸۴۹ء سے لیکر ۱۸۵۱ء تک نمرود اور قویونجیک کے ٹیلوں کے کندن میں مصروف رہے۔ اس سے پہلے انہوں نے ایک دیسی عیسائی ہرمز و رسم کو جن کا بھائی دولت برطانیہ کی طرف سے موصل میں وائس کونسل تھا۔ اس کام میں شریک کر لیا تھا۔ ہرمز و رسم جنہوں نے خود اپنی کوشش سے اس فن میں بڑا نام پیدا کیا۔ اس دوسری جماعت کے ساتھ کام میں سرمایہ ہوئے۔ اور

جب لے یرڈ صاحب وطن چلے گئے تو ۱۸۵۴ء تک ہرمز و رسم ہی نے کام کو جاری رکھا۔ اس دوسری پارٹی کے ساتھ ایک بڑا ہوشیار مصور الیٹ کو فر بھی تھا۔ تاکہ ایسی چیزوں کو جو اپنی جگہ سے ہٹائی نہ جا سکیں تصویریں تیار کرتا رہے۔ ایک ہی وقت میں قویونجیک اور نمرود کے ٹیلوں پر کام شروع کیا گیا۔ اس مرتبہ قویونجیک کے ٹیلے سے بڑی بڑی چیزیں دریافت ہوئیں۔ بادشاہ اشور سنحریب کا محل پورا دریافت کر لیا گیا۔ اور اس میں صدہا سلیں جن پر بادشاہی محاربات اور شکار کی تصویریں کندہ تھیں دستیاب ہوئیں۔ اس کے علاوہ ایک اور بڑا عالیشان اور وسیع محل شاہان اشور میں سب سے نامور بادشاہ اشور بنی پال (۶۶۸-۶۲۶ ق م) کا دریافت ہوا۔ یہ وہی اشوری بادشاہ ہے جس کا نام یونانی میں سرڈانا پالس ہو گیا اور جس کو کتاب مقدس کے عہد عتیق میں اسنپّر (عزرا ۴-۱۰) لکھا ہے۔ علاوہ معمولی سلوں کے جن پر تصویریں تھیں۔ اور بڑے بڑے پردار ستونوں یا کتبوں کے جن میں نقشیں اسطوانے شامل تھے۔ اور جن پر بادشاہوں کی لڑائیوں کا حال تحریر تھا لے یرڈ صاحب کو اس محل میں دو بڑے کمرے ملے جن میں ہزارہا مٹی کی تختیاں بھری تھیں۔ بعد کو ثابت ہوا کہ یہ بادشاہ اشور بنی پال کا کتب خانہ تھا۔ اور یہ مٹی کی تختیاں دراصل کتابیں تھیں جن پر سطور کندہ ہیں اور دریافت ہوا کہ اس جلیل القدر بادشاہ نے نہ صرف سلطنت اشور کی پرانی تحریرات مکتوبات اور کیفیات کو بلکہ بابل کی بھی جملہ تصنیفات کو جسقدر دستیاب ہو سکیں اپنے کتب خانہ میں جمع کیا تھا ان تختیوں کے نکلنے کے بعد کندن جاری رہنے پر اور بھی تختیاں بھی برآمد ہوتی رہیں یہاں تک کہ ان سب کی تعداد قریب تیس ہزار کے پہنچ گئی۔ یہ سب تختیاں برٹش میوزیم میں موجود ہیں۔ اور عجائب خانہ مذکور کا سب سے بیش بہا خزانہ ہیں۔ بابل کے ادبیات کی نسبت جو کچھ علم اس وقت ہے وہ ان ہی تختیوں کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہے۔ کیونکہ ان میں زیادہ تر تختیاں ایسی ہیں جن کی ... اشور بنی پال کے کاتبوں نے ان کو اصل عبارتوں سے نقل کیا ہے اور اصلی عبارتوں کی تختیاں جنوبی حصہ ملک بابل کے بڑے بڑے مقامات میں خاصکر شہر بابل اور بورسیا میں جو مشہور عبادت خانے تھے ان کے کتب خانوں میں موجود تھیں۔ ادبیات کی سب سے بڑی شاخ جو اس کتب خانہ سے دریافت ہوئی۔ وہ کہانت سے متعلق تھی۔ اس فن کے بڑے ماہر بابل کے پیشوایان مذہب تھے۔ کہانت کی کتابوں میں وہ تحریریں بھی تھیں۔ جن میں قربانی کی بھیڑوں کو ذبح کر کے ان کی کلیجی کو دیکھکر سعد و نحس کا شگون معلوم کرنے کے طریقے درج تھے۔ نجوم کے متعلق بہت سی تختیاں تھیں۔ بہت سی تختیاں اس مضمون کی تھیں کہ بچہ کی پیدائش کے وقت کن باتوں سے بدشگونی اور کن سے نیک شگونی سمجھی جا سکتی ہے تعبیر خواب اور طرح طرح کے فالنامے بھی تھے کہ کن واقعات سے خواہ وہ یا پیش آئیں خواہ ... شہروں یا شہر کی گلیوں اور گھروں میں پیش آئیں کیا فالیں نکلتی ہیں۔ دوسرا بڑا حصہ ادبی تصنیفات کا عبادت کے متعلق تھا۔ ان میں شریعت وقت کے تمام قواعد و اصول اور رسوم بھی بیان ہوئے ہیں۔ ایسے ٹوٹکے اور نسخے بھی لکھے ہیں۔ جن سے بیماری کے بھوت پریت دور ہو جاویں۔ یا کسی پر سحر یا طلسم کا اثر ہو تو وہ رفع ہو جائے۔ عبادات کے متعلق وہ مضامین ہیں جن میں طب شامل ہے۔ البتہ جو امور مذہبی معتقدات سے تعلق رکھتے ہیں ان کو علیحدہ رکھا گیا ہے۔ بعض میں مناجات۔ توبہ و استغفار کے مضامین ہیں قصص اور حکایات کی بہت سی تختیاں ہیں جن میں دنیا کے پیدا ہونے کی کہانیاں درج ہیں اور ملک کے مشہور نامور (ہیرو) کے واقعات پر نظمیں لکھی ہیں اور ہر قصہ و داستان میں اسی نامور کے کسی نہ کسی عجیب کام کا ذکر آ جاتا ہے۔ اس ذخیرہ کا ذرا سی کتابیں ہیں ان میں بہت سی کتابیں بابل کی تصنیفات سے ہیں جن میں اشور کے کاتبوں نے اپنی طرف سے بھی کچھ اضافہ کر دیا ہے۔ ان درسی کتابوں ...

بڑی بڑی فہرستیں علامتوں کی ہیں کہ فلاں علامت سے فلاں بات پیدا ہوتی ہے یہ مذہب پیشہ لوگوں کے پڑھنے کے لئے مرتب ہوئی تھیں۔ بعض تصانیف میں صرف و نحو کے قواعد معہ مثالوں کے بیان ہوئے ہیں۔ بعض میں وہ اصطلاحات اور جملے بیان ہوئے ہیں جو قانونی یا تجارتی تحریرات میں استعمال ہوتے ہیں۔ بعض کتابیں محض شرح کے طور پر ہیں اور بعض مدارس میں پڑھائے جانے کے لئے تختیوں پر لکھی ہیں۔ اگرچہ اس کتب خانہ کی تختیوں کی اہمیت کو لے برڈ صاحب فوراً سمجھ گئے لیکن جب تک سر ہنری ڈلنسن اور ایڈون نورس صاحبان اور جارج اسمتھ صاحب نے جو برٹش میوزیم میں اسسٹنٹ کا عہدہ رکھتے تھے۔ ان تختیوں کو قسم وار ترتیب دیکر عبارتوں کو طبع نہیں کیا اور جب تک ان عبارتوں کے مطالب سمجھ نہیں لئے گئے اصلی حال اس ذخیرہ کی اہمیت کا کسی پر نہ کھلا۔ آج بھی گو اس کتب خانہ کو دریافت ہوئے ۶۰ برس ہو چکے ہیں۔ لیکن اسکی بہت سی تختیاں پڑھنے اور سمجھنے کے لئے باقی ہیں۔

عروج اشور کی تاریخ

سو گمشٹر لے برڈ صاحب کے خاص خاص انکشافات نمرود کے متعلق یہ تھے۔ ایک مینار زمین سے کھود کر برآمد کیا گیا۔ دو عبادت خانے زمین کھود کر ظاہر کئے گئے۔ یہ عبادت خانے اشر لسر بعل سوم (۸۸۴-۸۵۹ ق م) کے تعمیر کردہ تھے۔ یہ کچی اینٹوں کے تھے۔ جن پر استرکاری تھی۔ دونوں عبادت خانوں میں مٹی کے بت اور پتھر کی سلیں جن پر تصویریں کھدی تھیں اور سنگین لوحیں جن پر عبارتیں کندہ تھیں کندہ تھیں۔ دریافت ہوئیں۔ ان میں ایک سنگین لوح قریب ۲۲ فٹ کے طول میں تھی اور اس پر نہایت باریک بیکانی حروف میں عبارت لکھی تھی۔ اس لوح سے اور ایک سنگین ستون سے جو ایک دوسرے عبادت خانہ سے نکلا۔ بادشاہ اسور لسر بال کے حالات تمام و کمال معلوم ہو گئے۔ یعنی جس زمانہ میں یہ بادشاہ گزرا ہے اس کے تاریخی حالات پر پورا عبور ہو گیا۔ ایک بت خانہ میں ایک بڑا مجسمہ اس بادشاہ کا ملا۔ اس بت خانہ میں لے برڈ صاحب نے کندن برابر جاری رکھا۔ اور جب دوسری جماعت نے کام شروع کیا تو بہت سی چیزیں تانبے اور پیتل کی مثلاً خود و سپر۔ تلواریں اور خنجر۔ بارہ بڑی بڑی دیگیں دستیاب ہوئیں جن میں چھوٹے برتن اور اور طرح طرح کی چیزیں بھری تھیں۔ مثلاً لوہے کے بہت لے اوزار ہتوڑیاں آریاں۔ برچھیاں۔ پیتل کی نقشین کا بیاں اور اسی طرح کی اور چیزیں ملیں۔ اشیاء کے علاوہ کتنوبی سرمایہ میں بھی ان عبارتوں کی وجہ سے جو مورتوں۔ تصویروں لوحوں اسطرالوں اور تختیوں پر پڑھی گئیں۔ بہت کچھ اضافہ ہو گیا۔ ان عبارتوں کے پڑھنے سے نیز دار الحکومت اشور کی بربادی سے (جو ۶۰۶ قبل مسیح میں پیش آئی تھی) تین سو برس پہلے کے واقعات بہت کچھ معلوم ہو گئے۔ اور یہی تین سو برس کا زمانہ سلطنت اشور کے اقبال اور عروج کا تھا۔

۱۸۵۱ء میں سو سے زیادہ صندوق ان پرانی چیزوں سے بھر کر انگلستان روانہ کئے گئے۔ اور برٹش میوزیم میں صحیح سلامت پہنچ گئے۔ لے برڈ صاحب نے بابل اور نینوہ کے انکشافات پر پھر ایک کتاب لکھی اور تمام برآمد کردہ اشیاء کا حال بہت خوبی سے لکھا پہلی کتاب میں جو تصاویر چھاپی تھیں ان کے علاوہ کوپر صاحب کے بنائے ہوئے نقشوں کی نقلیں بھی شامل کر دیں اس زمانہ میں بیکانی خط کے پڑھنے میں بہت کچھ کامیابی ہو چکی تھی سر ہنری راسن اور ایڈورڈ ہنکس نے جس حد تک اس فن کو معلوم کر لیا تھا اس کی مدد سے لے برڈ صاحب نے کسی قدر تاریخی حالات بھی ان اشیاء کے جو کتبوں سے اس وقت تک سمجھے ممکن ہوئے تحریر کئے۔ اور چونکہ تل نمرود اور قونجیک سے شاہی محل خود برآمد کئے تھے۔ اور آپس میں کیا رشتہ رکھتے تھے بیان کئے اور یہ بھی تحریر کیا۔ کہ کسی محل کا ایک حصہ جو ایک بادشاہ نے تعمیر کیا تھا۔ اس کے شکستہ ہونے پر اس کے جانشینوں میں سے کس نے اس کی مرمت کرائی یا اس میں اضافہ کیا اور بعض محلوں میں جو سامان مصالح لگایا گیا تھا اسکو اکھیڑ کر کسی دوسرے محل کی دیواروں یا پشتوں میں کیونکر استعمال کیا گیا۔

قدیم تر آثار

انگلستان کی دوسری جماعت نے جو دو برس قائم رہی بڑے بڑے کام کئے۔ بہت سے ٹیلوں کو جو شمالی اور جنوبی حصہ ملک میں تھے۔ پرانی چیزوں کی تلاش میں تھوڑا تھوڑا کھودا گیا اور یہ بات طے ہو گئی کہ جو شہر ان ٹیلوں کے نیچے دبے ہیں وہ بہت ہی پرانے ہیں بعض مقامات پر جیسے کہ قلعہ سرجہ جو در اصل قدیم شہر اشور کا مقام ہے یا عربان اور شریف خاں کے مقامات پر نہایت عجیب اشیاء اور کتبے دریافت ہوئے۔ جنوب میں نفر (قدیم نام نپور) کے مقام پر لے برڈ صاحب نے جو کچھ کام کیا تھا اس سے تیس برس بعد امریکانی محققوں کو ایسے اشارے ملگئے کہ ان کو ان ٹیلوں کے کھودنے میں بہت زیادہ کامیابی ہوئی۔

تین پرانے شہر

اس وقت تک کندن زیادہ تر پرانے ملک اشور کی زمین پر ہوا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تین بڑے پرانے شہر دریافت ہو گئے۔ ان میں ایک قلعہ سرجہ کے موقعہ پر اشور کا شہر تھا جو ملک اشور کا پہلا دار الحکومت تھا۔ دوسرا کلح (کلخ) تل نمرود کے نیچے سے نکلا۔ اس شہر کو سلمانسر اول نے ۱۳۰۰ سال قبل مسیح تعمیر کرایا تھا۔ اور جسکو بادشاہ اسور لسر بال (۸۸۳-۸۵۹ ق م) نے اپنا دار الحکومت بنایا۔ تیسرا شہر نینوہ تھا جو تل قونجیک کے نیچے نکلا یہ شہر بادشاہ اشور بال کلح (۱۱۰۰ ق م) کے عہد میں پایہ تخت تھا اور دوبارہ اس وقت پایہ تخت قرار پایا۔ جبکہ سلمانسر سوم (۸۸۵-۸۲۴ ق م) تخت سلطنت پر بیٹھا۔ یہی رتبہ اس شہر کو سلطنت اشور کے برباد ہونے تک یعنی کا زمانہ ۶۰۶ قبل مسیح ہے حاصل رہا۔ ان تین شہروں کے ساتھ دور شرکن کا شہر بھی خورس آباد کے مقام پر دریافت ہوا۔ جس کا بانی بادشاہ شرکن ثانی (۷۲۱-۷۰۶ قبل مسیح) ہوا۔ یہ شہر نینوہ کے مضافات سے تھا ان شہروں کے علاوہ ملک اشور کے اور بہت سے پرانے شہروں کے موقع کی شناخت کی گئی۔ اور یہ ثابت کر دیا گیا۔ کہ ان موقعوں کے نیچے اشیاء قدیم کے دفینے موجود ہیں اور اس کی ضرورت ہے کہ اس کا باقاعدہ کندن کیا جاوے۔

ضروری خبریں

ضلع اٹک کے ڈاکوؤں کی کہانی

ڈاکوؤں کا ایک گروہ دو سال کے عرصہ سے ضلع اٹک میں لوٹ مار کر رہا تھا۔ حال میں ان بدمعاشوں کو سلح پولیس نے اس خوبی کے ساتھ گرفتار کیا ہے۔ کہ اس کی کیفیت دلچسپی سے خالی نہ ہوگی۔

یہ گروہ ۱۹۱۸ء میں قائم ہوا تھا۔ انہوں نے موضع جبی کے علاقہ دار کے دو بیٹوں کو قتل کیا۔ مال گاڑی کو لوٹا۔ اور تین عورتوں کو اغوا کیا۔ اس گروہ کا سرغنہ لال شاہ نامی ایک شریر اور خونخوار شخص تھا۔ اس کے علاوہ اور سولہ مجرم اس کے ساتھ شامل ہو گئے تھے۔ علاقہ غیر میں انہوں نے اپنے لئے جائے پناہ ڈھونڈھ رکھی تھی۔ اور وہ موقع پاکر وارداتیں کیا کرتے تھے۔

تین ماہ سے اس گروہ کی کوئی تازہ خبر نہیں ملی تھی۔ پھر یکا یک لال شاہ۔ شیر شاہ اور دریا (ڈوگر) نمودار ہوئے انہوں نے دیہات۔ ملن شاہ۔ محمد ولی اور بنید کا محاصرہ کر لیا۔ گاؤں کو لوٹ لیا۔ مال و اسباب پر قبضہ کر لیا اور یہاں سے تین عورتوں کو بھی بھگا لے گئے۔ ان میں سے ایک جبی کی اسی علاقہ دار کی بیٹی تھی۔ جس کے بیٹے کو یہ پہلے قتل کر چکے تھے۔ دریائے سون کے کنارے تک تو ان کا پتہ چلا۔ مگر اس کے آگے کچھ پتہ نہ چل سکا۔ کہ لوگ کدھر نکل گئے۔ اس درمیان میں پولیس آپہنچی اور اسی تاریخ کے اندر ہی اندر ایک زبردست فوجی دستہ نے پہنچ کر انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔

یہ لوگ ایک پہاڑی کے اوپر ایک غار کے اندر سون ندی کے کنارے چھپے ہوئے تھے۔ ان کا گرفتاری کا حال صاحب ڈپٹی کمشنر ضلع اس طور پر بیان فرماتے ہیں :-

"پہاڑی پر تین فٹ کی بلندی تک جانے پر غار کا پتہ چلا۔ سیڑھیاں لگائی گئیں۔ اور لفٹنٹ وائٹ ہیڈ سیڑھی پر چڑھ گئے جب وہ سیڑھی کے سرے پر پہنچے۔ تو ڈاکوؤں نے فیر شروع کر دیئے۔ اور ان کے گال پر گولی لگی۔ انہوں نے اپنا ریوالور ان پر خالی کر دی اور اس کے بعد سیڑھی سے نیچے اتر آئے۔

اس طرح پر ۴ کی شب بھی گزر گئی۔ اس شب کے اندر ایک مزید مسلح فوجی دستہ ہماری مدد کو کیمبل پور سے پہنچ گیا یہ دستہ ۵ اپریل کو صبح پہنچ گیا۔

۵ اپریل کو کوشش کی گئی۔ کہ ڈاکو بندوقوں کی باڑھ پر رکھ لئے جائیں۔ یہ کوشش ناکام ثابت ہوئی۔ اب کمان افسر نے کیمبل پور تار بھیجا کہ سیپرس فوج کی سالوین کمپنی ۵۰ پونڈ بارود ساتھ لیکر ہمارے پاس بھیجدی جائے۔

اس موقع پر لفٹنٹ وائٹ ہیڈ نے یہ فیصلہ کیا کہ ایک طرف تو غار کے دہانہ کے نیچے اوپر حملہ کیا جائے اور اسکے ساتھ ہی دہانہ کے نیچے بھی حملہ ہوتا ہے جس میں ڈاکو گولیوں کی زد میں آجائیں۔

اب اس جانبازانہ بہادری کی بہادری دیکھنے کا موقع آتا ہے جس کی شجاعت کا شاہد وہ دکٹوریہ کراس تمغہ تھا۔ جو اس کے شاندار سینہ پر پہلے ہی سے آویزاں نظر آرہا تھا۔ اس جوانمرد افسر نے پہاڑی کی چوٹی سے ایک بڑا لمبا دیسی رسّا لٹکا دیا اور اس رسّے کو پکڑ کر اوپر سے تیس چالیس فٹ نیچے لٹک آیا اور غار کے دہانہ کے عین سامنے پہنچکر ڈاکوؤں پر حملہ شروع کر دیا۔ ڈاکوؤں نے بھی ریوالور کی ایک گولی ماری۔ مگر ہمارا بہادر افسر بال بال بچ گیا۔ اور اوپر والوں نے پھر آہستگی سے رسّہ کھینچکر اسے اوپر اٹھا لیا۔

اب ۶ بجے شام کا وقت آگیا۔ لفٹنٹ وائٹ ہیڈ نے ساڑھے سینتیس پاؤنڈ وزنی بارود کو اڑا دیا یہ کام بڑی ہوشیاری کے ساتھ کیا گیا تھا۔ اور غار کے عین منہ کے سامنے پہنچکر یہ بارود پھٹا۔ بڑے زور کا دھماکا ہوا۔ اور کثرت سے دھواں پھیل گیا۔ اسکے بعد لال شاہ نے صلح کی درخواست کی اور عورتیں رحم کی طلبگار ہوئیں۔ میں نے گفتگو کرنے سے انکار کر دیا اور ایسے ہی دوسرے حملہ کی دھمکی دی۔ ڈاکوؤں نے ہتھیار فوراً پانی میں پھینک دیئے۔ ملزمین گرفتار کر لئے گئے۔ عورتیں ان کے پنجہ سے رہا کی گئیں۔ پنجاب گورنمنٹ نے ان افسروں کے حسن خدمات کا بیحد شکریہ ان کے کمان افسر کے ذریعہ سے ادا کیا۔ اور جس مروت کے ساتھ مدد دی گئی تھی۔ اس کی بھی خوب تعریف کی۔

شرائط صلح

جرمن اخبارات کا رویہ

برلن۔ ۲۰ اپریل۔ اخبارات شرائط صلح کے مضمون پر بحث بھی نہیں کر رہے ہیں۔ اور اس بات کے امکان پر بحث کرتے ہیں کہ شرائط صلح پر تمام قوم کی رائے حاصل کی جائے۔ ٹیگبلٹ رقمطراز ہے کہ اگر شرائط صلح پریزیڈنٹ ولسن کے چودہ اصولوں کے ساتھ مطابقت نہ کھائیں تو جوابی تجاویز پیش کی جائیں۔ اور اگر اتحادی ہماری ان تجاویز پر بات چیت کرنے سے انکار کریں۔ تو ہمیں شرائط صلح پر دستخط کرنے سے انکار کر دینا چاہیئے۔

ورویرٹس لکھتا ہے کہ یہ بات کبھی خیال میں بھی نہیں آسکتی کہ یہ بین الاقوامی جنگ بلاگفت و شنید کے ختم ہو جائے گی تاہم وہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ قوم کو اس معاملہ سے کامل طور پر بحث مباحثہ کے لئے اصرار کرنا چاہیئے۔ ...

اخبارات بیگس زئٹنگ۔ کرز زئٹنگ اور جرمینیا بڑے فخریہ اور واضح لہجہ میں شرائط صلح پر دستخط کرنے سے انکار کرنے پر مصر ہیں۔

امرتسری مولوی کا چیلنج منظور

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری ۲۵-اپریل کے اہلحدیث میں ہمیں چیلنج دیتے ہیں۔ کہ:۔

"لاہوری پارٹی مقابلہ پر آوے۔ تو چونکہ وہ مدعی نبوت کو دجال مانتی ہے اور نبوت مرزا سے منکر ہے اس لئے ہمارا فرض ہوگا۔ کہ ہم نبوت مرزا کا ثبوت مرزا کی تحریرات سے دکھا دیں۔ کیا کوئی ہے جو باقاعدہ اس مسئلہ میں بحث کرنے کا حوصلہ کرے"

اس کے جواب میں ہم مولوی صاحب کو مطلع کرتے ہیں کہ ہم حضرت اقدس مرزا صاحب کی تحریرات سے مسئلہ نبوت پر بحث کرنے کے لئے طیار رہیں مگر ہمارے خیال میں احقاق حق کے لئے یہ ضروری ہے کہ جو پرچے فریقین لکھیں وہ پیغام صلح اور اہلحدیث میں شائع ہوتے رہیں تاکہ فریقین کے ناظرین کو بحث کے مطالعہ کا موقع ملے۔ یہ ضروری ہوگا کہ جواب اور جواب الجواب لینے دونوں پرچے ایک نمبر اخبار میں شائع ہو جائیں تاکہ دونوں پہلو ناظرین کے سامنے ایک ہی وقت میں آ سکیں۔ پیغام صلح کے متعلق تو ہم تیار ہیں۔ اہلحدیث کے متعلق مولوی صاحب عہد کریں۔ اس کے بعد تفصیلی شرائط بھی طے ہو جائینگی۔

"نبوت" پر بحث کرنے کے لئے ایک سوال اور بھی نہایت اہم ہے۔ حضرت مرزا صاحب کی طرف دو قسم کے لوگ دعوٰے نبوت منسوب کرتے ہیں:- (۱) ایک تو مکفر مولوی جنہوں نے شروع دعوٰے سے ہی حضرت صاحب پر دعوٰے نبوت منسوب کیا (۲) دوسرے میاں محمود احمد صاحب جو کہتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے ۱۹۰۱ء میں آکر دعوٰے میں تبدیلی کی تھی۔ اس لئے وہ پہلی تحریرات درباره انکار نبوت کو منسوخ خیال کرتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب ان دونوں فریقوں میں سے کس کے ہم خیال ہیں۔ یا ان کا کوئی تیسرا مسلک ہے۔ امید ہے کہ مولوی صاحب اس سوال کا جواب عنایت فرمائینگے۔ تاکہ اس سے بحث میں بہت سہولت ہو جائیگی۔

ضروری خبریں

بادشاہی مسجد لاہور میں

حسب ذیل سرکاری اعلان مورخہ ۲-مئی شائع ہوا ہے:۔

لاہور میں بادشاہی مسجد کی بندش کے متعلق ان شرائط پر [illegible] مناسب معلوم ہوتی ہے۔ جن پر مسلمانوں کو پنجاب کے الحاق کے بعد مسجد میں جانے کی اجازت دی گئی تھی۔ سکھوں کے زمانہ میں مسجد فوجی اغراض کے لئے استعمال کی جاتی تھی۔ برٹش گورنمنٹ سکھوں کی جانشین [illegible] کئی سال تک شاہی مسجد پر فوجی قبضہ رکھا [illegible] ۱۸۵۶ء میں مسجد [illegible] خاص شرائط پر مسلمانوں کے حوالے کئے گئے تاکہ وہ مذہبی فرائض ادا کر سکیں [illegible] ایک شرط یہ تھی کہ چونکہ مسجد قلعہ لاہور کے اندر ہے۔ اس لئے کمانڈنٹ کو ہمیشہ اسے اپنی نگرانی میں رکھنا چاہئے۔ اور جب کبھی وہ ضروری خیال کرے [illegible] داخلہ بند کر دے۔ یہ شرط ابھی تک قائم ہے۔ اگرچہ ۱۸۵۶ء میں مسجد مسلمانوں کے استعمال کے لئے ان کے حوالے کر دی گئی تھی۔ مگر یہ ظاہر نہیں ہوتا۔ کہ انہوں نے کیوں دس سال بعد مذکورہ بالا اجازت سے فائدہ اٹھایا۔ مسجد کا انتظام سالہا سال سے انجمن اسلامیہ کے ہاتھ میں ہے۔ جس کے اراکین نے حال ہی میں ایک اعلان شائع کیا ہے جس میں پولیٹیکل اغراض کے لئے مسجد کے استعمال کو سخت ناپسندیدہ بتایا گیا اور پبلک کو متنبہ کیا گیا ہے کہ آئندہ وہ ایسے فعل سے محترز رہے۔

مدراس لیجسلیٹو کونسل اور دیسی زبان

مدراس لیجسلیٹو کونسل میں دیسی زبان میں تقریر کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ اس کا حوالہ دیتا ہوا الہ آباد کا انگریزی اخبار لیڈر رکھتا ہے کہ ڈسٹرکٹ بورڈ کے ایک مشہور و معروف ممبر نے جو انگریزی سے بالکل بے بہرہ ہیں اپنے تئیں کونسل کی ممبری کے لئے پیش کرنے پر رضامندی ظاہر کی ہے اس کا بیان ہے کہ اگر کوئی ممبر کونسل سے مستعفی ہو تو میں امیدوار کھڑا ہو جاؤں گا۔

مسٹر ستیہ مورتی کی روانگی

مسٹر ایس ستیہ مورتی آنریری سکرٹری مدراس کانفرنس و اسسٹنٹ سکرٹری کانگریس ڈیپوٹیشن انگلینڈ جانے کے لئے اتوار کے دن بمبئی روانہ ہو گئے ہیں آپ کے بے شمار دوست آپ کو الوداع کہنے کے لئے اسٹیشن پر موجود تھے۔ آپ کانگریس ڈیپوٹیشن کے پہلے دستہ کے چوتھے ممبر ہیں۔

اخبار انڈیپنڈنٹ سے طلبی ضمانت

الہ آباد-۳۰-اپریل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے الہ آباد کے مشہور اخبار انڈیپنڈنٹ سے ۱۲-اپریل اور ۱۹-اپریل کے لیڈنگ آرٹیکلوں کے قابل اعتراض ہونے پر دو ہزار روپیہ کی ضمانت طلب کی ہے اور اس نوٹس کی پنڈت شام لال نہرو مالک پریس پر تعمیل کی گئی ہے۔

بمبئی کرانیکل کے حصہ داروں کا جلسہ

بمبئی ۲۹-اپریل بمبئی کرانیکل کے حصہ داروں کا ایک اتفاقیہ جلسہ آج شام کو منعقد ہوا اور باتفاق رائے فیصلہ کیا گیا کہ جب تک اخبار کے سنسر ہونے کا حکم واپس نہ لیا جائے اخبار کی اشاعت ملتوی کی جاوے اس ریزولیوشن کی تصدیق کے لئے عنقریب ایک اور جلسہ کیا جائیگا سنسر شپ کے متعلق مسٹر جناح نے کہا۔ کہ مجھے اطلاع دی گئی ہے۔ کہ گورنمنٹ کا رویہ اخبار کے آئندہ چلن پر منحصر ہوگا۔ قانون مطابع کے ماتحت ضمانت کی ضبطی کا حکم جہاز پر بیٹھے ہوئے مسٹر ہارنیمن کو سنایا گیا تھا۔ حکم میں خاص خاص فقرے بھی لکھے تھے اور مسٹر جناح کو بھی درخواست پر اس حکم کی ایک نقل دی گئی ہے۔

مصر میں امن

شملہ میں مندرجہ ذیل سرکاری اعلان شائع کیا گیا ہے کہ مصر سے خبریں موصول ہوئی ہیں۔ کہ قاہرہ میں اب بالکل امن ہے۔ سرکاری افسر کام پر واپس آ گئے ہیں اور ریلوے کے کاریگر واپس آ رہے ہیں۔

عورتوں کیلئے اعلیٰ تعلیم

گزشتہ ہفتے گرلز سکول الہ آباد کے جلسہ تقسیم انعام کے موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے مسٹر جسٹس والش نے جو اس جلسہ کے صدر تھے کہا کہ میں ہمیشہ عورتوں کے لئے اعلیٰ تعلیم کا ہمدرد اور خواہشمند رہا ہوں۔ میں اس بات کو ایک لمحہ کے لئے بھی ماننے کو تیار نہیں کہ اعلیٰ تعلیم عورتوں سے عورتوں کے اوصاف کو تباہ کر دیتی ہے اور نیز میں اس بات کا قائل ہوں۔ کہ عورتوں کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنی چاہئے۔ لیکن میں سوائے خاص حالتوں کے اس بات کی کبھی بھی حمایت نہیں کرونگا کہ عورتیں اپنا قدرتی گھر کا کام چھوڑ دیں۔

لاٹ صاحب کا دربار

سول اینڈ ملٹری گزٹ رقمطراز ہے کہ ۲۱-مئی کو لاہور میں لفٹنٹ گورنر پنجاب کا دربار منعقد ہوگا۔

بدامنی کو دبانا

مندرجہ ذیل پریس کمیونک شائع کیا گیا ہے:۔

۲۳-اپریل کے امرت بازار پتریکا کلکتہ میں ایک مضمون اس مطلب کا شائع ہوا ہے۔ کہ پنجاب کے حکام نے بلا سبب غیر مسلح سول آبادی پر ہوائی جہاز سے بمب گرائے ہیں اس موقعہ پر پنجاب گورنمنٹ بیان کرنا چاہتی ہے کہ کسی حالت میں بھی ہجوم پر سوائے اس کے کہ انہوں نے حقیقی طور پر دنگہ کیا ہو۔ آتشی اسلحہ جات نہیں چلائے گئے۔ صرف ایک مقام پر ہوائی جہاز سے بمب اور مشین گن کے فائر کئے گئے۔ یعنے صرف ۱۴-اپریل کو گوجرانوالہ پر گوجرانوالہ میں جہاں ان کا یوں استعمال کیا گیا۔ یہ پہلے سے ہی اخبارات میں شائع کرایا جا چکا ہے۔ تھوڑی سی پولیس نے جس نے بڑی بہادری سے ریلوے سٹیشن کی حفاظت کی تھی۔ ہجوم سے دبائے جانے کا خطرہ تھا۔ گرجا اور بہت سی پبلک عمارتوں کو آگ لگا دی گئی۔ بعد چند یورپین عورتوں اور بچوں کو منگلوار کے دن [illegible] ریلوے اسٹیشن پر پناہ لینی پڑی۔

قصور کا مقدمہ

دو ملزموں کی سزاؤں میں تخفیف

قصور کے مقدمہ میں جس میں گیارہ آدمیوں کو پھانسی تین کو حبس دوام عبور دریائے شور اور ایک کو بری کیا گیا تھا۔ چونی لعل اور کمال الدین کی فوجی عدالت کی طرف سے اس بناء پر رحم کی سفارش کی گئی تھی۔ کہ انہوں نے مسٹر اور مسز شیرلین کو بچانے میں مدد کی تھی۔ اب معلوم ہوا ہے کہ ہز آنر لفٹنٹ گورنر نے ان کی سزائیں تخفیف کر دی ہیں۔ اور پھانسی کی سزاؤں کو گھٹا کر چونی لال کی دس سال اور کمال الدین کی ۷ سال قید سخت کر دی ہے۔

لنڈا بازار کا مقدمہ

لنڈا بازار لاہور کا مقدمہ جس میں بیلی رام، غلام محمد اور نانک پر دفعہ ۱۴۷-۱۵۲- اور ۳۳۲ و ۱۴۹ کے جرم کا الزام ہے کا فیصلہ ہو گیا ہے اور ہر ایک کو تین سال قید بامشقت کی سزا دی گئی ہے۔ دو ملزمین رہا کئے گئے تھے

گجرات کا مقدمہ

گجرات کے ۴۴- آدمیوں کے مقدمہ کی بھی اس ہفتہ فوجی عدالت میں سماعت ہوگی۔

امرتسر نیشنل بنک کا مقدمہ

ویروار کے دن امرتسر نیشنل بنک کے مقدمہ میں لفٹنٹ کرنل اروین کی عدالت سے فیصلہ صادر ہو گیا ہے۔ تمام نیشنل بنک کے چوری شدہ مال قبضہ میں رکھنے کا جرم عائد کیا گیا۔ کسی آدمی کو بھی بری نہیں کیا گیا۔ پہلے مقدمہ میں نو ملزموں کو سات سات سال قید بامشقت کی سزا دی گئی۔ دوسرے مقدمہ میں ایک کو پانچ سال قید سخت اور تیسرے مقدمہ میں ۱۶ ملزموں کو سات سات سال قید بامشقت کی سزا دی گئی ہے۔

تارکان وطن اور موجودہ فسادات

لاہور سے ۲-مئی کو مندرجہ ذیل سرکاری اعلان شائع کیا گیا ہے:۔

حال کے فسادات کا ایک اطمینان بخش پہلو یہ ہے کہ واپس آئے ہوئے تارکان وطن اس سے علیحدہ رہے ہیں کیونکہ گاؤں کے مختلف شہروں سے وفادارانہ جلسوں کی خبریں موصول ہوئی ہیں۔

جڑانوالہ کے نزدیک ہولناک ڈاکہ

لائلپور کی اطلاع سے پایا جاتا ہے کہ جڑانوالہ کے نزدیک خطرناک ڈاکہ ڈالا گیا ہے۔ جس سے ۵۰ ہزار کے قریب نقصان ہوا ہے۔

پنجاب میں اراضی کی قیمت

"انڈین جرنل آف اکانومکس" کے تازہ پرچہ میں مسٹر ایچ کالورٹ۔ آئی۔ سی۔ ایس۔ رجسٹرار کو آپریٹو سوسائٹیز پنجاب نے پنجاب میں اراضی کی قیمت پر ایک مضمون لکھا ہے۔ جس میں اراضی کی بڑھتی ہوئی قیمت کے اسباب اور مختلف زراعتی فرقوں پر اس کے اثر پر بحث کی گئی ہے۔ نتیجہ یہ بتایا ہے۔ کہ ایسے ملک میں جہاں زراعت کا طریقہ خراب ہو۔ اور محنت بھی کافی نہ کی جاوے۔ زیادہ قیمتیں قائم نہیں رہ سکتیں۔ اور ممکن ہے کہ جس وقت روپیہ لگانے کی دوسری لائن قائم ہو گئی۔ تو اراضیات کی قیمتیں کم ہو جائینگی آپ نے ظاہر کیا ہے کہ اس قسم کی ایک مدراس ریلوے کے حصے برطانوی لوگوں سے لیکر ہندوستانیوں کو دیئے جا سکتے ہیں

خطبۂ جمعہ

۲ مئی سنہ ۱۹۱۹ء

وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ۔ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْــًٔـا قَلِيْلًا ۔ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ۔ وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ۔ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ۝

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان عظیم الشان مشکلات کو بیان فرمایا ہے جو دین اسلام کے پھیلانے میں پیش آئیں۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوئے رسالت کیا۔ اور لوگوں کو حق کی طرف بلانے کا کام شروع کیا۔ تو ابتداء میں مخالفت زیادہ نہیں ہوئی۔ بلکہ معمولی طور پر لوگوں نے استہزا کرنا شروع کیا یا چھوٹی چھوٹی تکلیفیں پہنچانی شروع کیں۔ کبھی نماز پڑھتے ہوئے کوئی ایذا پہنچا دی۔ کبھی راستہ میں کانٹے بچھا دیئے۔ اس کے ساتھ ہی ان لوگوں کو جو آپ پر ایمان لائے سخت تکلیفیں دینی شروع کیں۔ مگر اس موقع پر ان تکالیف کا ذکر نہیں۔ یہ ذکر دوسری جگہ قرآن شریف میں ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مشورہ دیتے ہیں کہ تم حبش میں چلے جاؤ۔ جہاں ایک عیسائی بادشاہ حکمران تھا۔ چنانچہ صحابہؓ میں سے مرد و زن دو دفعہ کر کے کوئی سو سے اوپر حبش چلے گئے تھے آپ کے ساتھیوں کو اس طرح منتشر کر دینے سے اور خود آپ کو تکلیفیں دینے سے کفار کا منشاء صرف یہ تھا۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کام سے رک جائیں۔ اور ظاہر ہے۔ کہ جب انسان ایک کام شروع کرے۔ مگر اس کے ساتھ کوئی ساتھ بٹانے والا نہ ہو۔ اور ظاہری طور پر کوئی آثار کامیابی نظر نہ آتے ہوں تو انسان ہمت ہار بیٹھتا ہے۔ مگر عجیب بات ہے کہ ان تمام باتوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عزم میں کوئی کمزوری نہیں آتی۔ باوجود اپنے ساتھیوں سے الگ ہونے کے اسیطرح ان تھک کوششوں میں لگے ہوئے آپ نظر آتے ہیں۔ بظاہر کوئی جماعت بنتی نظر نہیں آتی۔ اکیلے ہیں۔ مخالفت ہر طرف ہے مگر ایک لمحہ کے لئے بھی اس کام کو چھوڑنے کا وہم آپ کے دل میں نہیں آتا۔ جب آپ کے مخالفوں نے اس حالت کو دیکھا تو آپ کی مخالفت میں ایک اور زبردست ہتھیار نکالا۔ اور اسی کا ذکر اول ان آیات میں ہے چنانچہ خدا تعالیٰ نے فرماتا ہے کہ یہ ارادہ کر چکے ہیں کہ جس چیز کی ہم نے تم پر وحی کی ہے اس سے تجھے ہٹا دیں۔ تا کہ تو ہم پر اس وحی کے خلاف افترا کرے۔ اس حالت میں پھر یہ تمہیں دوست بنا لینے کو تیار ہیں اور تکلیف پہنچانے کا قصد نہیں کریں گے۔

قاعدہ ہے کہ جسوقت انسان مصائب میں گھرا ہوا ہو اور کسی طرف کامیابی کا چہرہ نظر نہ آتا ہو تو ادنیٰ سے ادنیٰ لالچ بھی انسان کے قدم ثبات کو پھسلانے کے لئے کافی ہوتا ہے۔

کفار نے جب یہ دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی پرواہ نہیں کرتے جماعت کا منتشر ہو جانا بھی آپ پر کچھ اثر نہیں ڈالتا۔ تو انہوں نے نرمی کا پہلو اختیار کیا۔ اور یہ کہنا شروع کیا کہ تم ہمارے بتوں کو برا کہنا چھوڑ دو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتوں کو برا تو پہلے بھی نہیں کہتے تھے۔ کیونکہ لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ پر آپ کا عمل تھا۔ مگر جب قرآن کریم میں واقعی طور پر یہ باتیں بیان کی جاتی تھیں کہ جن بتوں کو تم پوجتے ہو۔ وہ تمہاری دعائیں نہیں سن سکتے نہ ہی تمہارا کچھ بگاڑ سکتے ہیں۔ نہ فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ تو کفار یہ سمجھتے تھے۔ یہ گویا ہمارے بتوں کو گالیاں دیتے ہیں۔

نبی کریم صلعم کو لالچ دیا جاتا ہے

اس لئے اب کفار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لالچ دینا شروع کیا۔ کبھی جائداد اور تعلقات کا لالچ دیا گیا کبھی سرداری کا۔ ایک مرتبہ ایک بڑا قریش سردار یہ پیغام مصالحت کے رنگ میں لیکر آیا کہ آپ قوم میں فساد نہ ڈالیں نبی کریم صلعم نے قرآن کریم کا کچھ حصہ اسے پڑھ کر سنایا۔ تو مایوس ہو کر چلا گیا۔ آخر میں ایک عظیم الشان وفد آپ کے پاس ایک پیغام لیکر آیا۔ اور اسی کا ان آیات میں ذکر ہے کہ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ کہ اگر ہم تجھے ثابت قدم نہ رکھتے تو باوجود تیری ساری ہمت اور شجاعت کے تیرا قدم بھی ڈگمگا ہی جاتا۔

دنیا میں حظ نفس سے بڑھکر۔ حکومت و بادشاہت سے بڑھکر۔ عزت و وجاہت سے بڑھکر۔ دولت و ثروت سے بڑھکر انسان کے لئے کوئی چیز عزیز نہیں۔

انسان حکومت کا خواہاں ہوتا ہے۔ دولت کا خواہاں ہوتا ہے۔ عزت کا خواہاں ہوتا ہے۔ حظ نفس کا خواہاں ہوتا ہے اس لئے کفار آپ کے سامنے حکومت پیش کرتے ہیں۔ دولت پیش کرتے ہیں حسن پیش کرتے ہیں۔

آج لوگ دیکھ سکتے ہیں کہ انسان حکومت کے لئے کیا کچھ نہیں کرتا۔ اگر محمد رسول اللہ صلعم دولت و بادشاہت چاہتے تو اس کے لئے خود قوم خواہشمند ہے۔ سارے سامان موجود ہیں۔ مگر آپ ان سب چیزوں کی طرف توجہ تک نہیں کرتے۔ کیونکہ آپ کے پاکیزہ قلب کو حکومت اور دولت اور حظ نفسانی سے کوئی تعلق نہ تھا۔ ہاں یہ لالچ بیشک بہت بڑا تھا۔ اور کفار نے خطرناک طور پر پھسلانے کا سامان پیش کیا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اس مقام کو بڑی عظمت دیکر بیان فرماتا ہے۔ کہ اگر ہم تجھکو ثابت قدم نہ کرتے تو تو ڈگمگا جاتا۔

ہر ایک انسان اپنی زندگی پر خود غور کر کے دیکھ لے۔ کہ وہ کس طرح دنیا کی خواہشات کے سامنے جھک جاتا ہے کس طرح ادنیٰ ادنیٰ مفاد تھوڑے رسوخ، عزت کے لئے تھوڑے سے مال دنیا کے لئے اصول کو چھوڑ دیتا ہے۔ مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی خواہش ٹھہر نہیں سکتی۔ فی الواقعہ اگر خدا نے آپ کو ثابت قدم نہ کیا ہوتا۔ تو آپ بھی ڈگمگا جاتے۔

اسی طرح حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے پاس بھی شیطان آیا اناجیل میں لکھا ہے کہ شیطان نے آپ کو دنیا کی ساری بادشاہتیں دکھا بھی دی تھیں۔ اور کہا تھا کہ مجھے سجدہ کرو۔ تو یہ بادشاہتیں تمکو دی جائیں گی۔ مگر حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے اسکو جواب دیا کہ سجدہ تو صرف ایک (خدا) کو ہی کیا جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ جواب بھی کوئی اعلےٰ درجہ کا نیک انسان ہی دے سکتا ہے مگر جن شیطان اور انسان شیطان میں بہت بڑا فرق ہے جن شیطان تو حقیقت میں ملائی وسوسہ ڈالتا ہے۔ اور اس پر قابو پا لینا نسبتاً آسان امر ہے۔ مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے تو اس سے بہت بڑھکر لالچ ہے کیونکہ وہ ایسا لالچ ہے جو محض وسوسہ ہی نہیں بلکہ فی الحقیقت سچ مچ سب چیزیں ملتی ہوئی نظر آتی ہیں اور اپنی قوم سامنے حاضر ہو کر ان چیزوں کو پیش کرتی ہے۔

کفار رسول اللہ صلعم کی جانی دشمن ہو جاتے ہیں

جب کفار نے دیکھا کہ لالچ سے بھی کام نہیں چلتا تو وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جان کے درپے ہو جاتے ہیں اور آپ کے چچا ابو طالب کے پاس جا کر کہتے ہیں کہ وہ محمد صلعم کی حمایت کرنا چھوڑ دے یا قوم کے مقابلہ کیلئے تیار ہو جاؤ ابو طالب گو کفر پر ہی مرا۔ مگر میں کہتا ہوں ایک بات اس میں ایسی تھی جو ایمان کا ایک عظیم الشان شعبہ ہے۔ اس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بلایا اور کہنے لگا۔ کہ میں نے آج تک تمہاری حمایت کی ہے۔ اب میں تمہاری قوم کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ وہ مجھ سے زیادہ طاقتور ہے اس لئے تم مجھے اس کا جواب سوچکر دو۔ میں نے تمکو اس لئے بلایا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب دیکھتے ہیں کہ ظاہری طور پر جو حفاظت کا سامان تھا وہ بھی جاتا رہا۔ اب اکیلے سارے عرب کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ ساتھی پہلے ہی جلا وطن ہو چکے۔ قبیلہ اب علیحدہ ہوتا ہے۔ کوئی کامیابی کی تصویر ابھی سامنے نہیں۔ ایسے وقت میں اگر خدا تعالیٰ توفیق نہ دے۔ کوئی ثابت قدم نہیں رہ سکتا۔ آپ نے فرمایا: اگر یہ لوگ سورج کو میرے دائیں ہاتھ پر اور [illegible] چاند کو بائیں ہاتھ پر رکھ دیں۔ میں پھر بھی نہیں رکونگا۔ میں اعلان کرتا ہی رہوں گا۔ حتیٰ کہ میں کامیاب ہو جاؤں یا ہلاک ہو جاؤں ابو طالب نے جب یہ الفاظ سنے۔ تو کہا اچھا جاؤ میں تمہاری حمایت کبھی نہیں چھوڑوں گا۔

اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ابو طالب خود بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مصائب جھیلنا شروع کر دیتا اور اس کا تمام قبیلہ ایک چھوٹے سے جگہ میں جو شعب ابو طالب کے نام سے موسوم ہے قید ہو جاتا ہے تجارت بند ہو جاتی ہے۔ لین دین رک جاتا ہے۔ اور صرف ایام حج میں ہی انکو دانہ غلہ وغیرہ لینے یا کاروبار کرنے کا موقع ملتا ہے۔ ابو طالب ان تمام تکالیف کو برداشت کرتا ہے۔ مگر اپنے عہد کو نہیں توڑتا۔ یہ ایک کافر کا عہد و پیمان ہے مگر انصاف شرط ہے آج کتنے مسلمان ہیں جو ابو طالب کے کفر کی پابندی عہد کے برابر ایماندار ہو کر اپنے لفظ کے سچے نکلتے ہیں۔ اور ابو طالب کے برابر دکھ اور تکلیفیں اٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیتے اور اسلام کی حمایت پر قائم رہتے ہیں۔

اصل بات یہ ہے۔ لوگوں نے ایمان محض اسے ہی سمجھ رکھا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ پڑھ لیا۔ یا نماز ادا کر دی مگر حقیقت یہ ہے ایمان کی بنیاد ہی اس پر ہے۔ کہ کسی قسم کی مخالفت انسان کے قدم ثبات کو نہ ڈگمگا سکے۔

اسلام کی تاریخ کا آغاز ہجرت سے ہوتا ہے

غرض ایک طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلیٰ درجہ کا لالچ دیا جاتا ہے تو دوسری طرف تکالیف کا بھی کوئی حد حساب نہیں ابو طالب کی وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سخت مصیبتوں کا زمانہ آتا ہے اور آپ کو اشارات بھی ایسے ہی ہوتے ہیں کہ اب آپ کا کام یہاں نہیں چلیگا چنانچہ ان اشارات کے ماتحت آپ طائف جاتے ہیں مگر وہاں سے اینٹ پتھر کھا کر زخمی ہو کر واپس ہوتے ہیں پھر ایام حج میں تبلیغ کرتے کرتے چھ آدمی مدینہ کے آپ کو ملجاتے ہیں جو آپ کی باتوں کی تصدیق کرتے ہیں اور یہی اسلام کی کامیابی کی سیڑھی کا پہلا قدم ہوتا ہے۔ مسلمانوں نے تاریخ اسلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے شروع نہیں کیا بلکہ وہ تاریخ اسلام کو ہجرت سے شروع کرتے ہیں۔ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی باریک نگاہ تھی کہ انہوں نے سمجھ لیا۔ کہ در حقیقت اسلام کی پیدائش ہجرت نبوی کے ساتھ ہوئی ہے۔

لیکن جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکہ چھوڑتے ہیں تو مکہ پر عذاب آجاتا ہے۔ آپ کا وجود اہل مکہ کے لئے ایک تعویذ کے طور پر تھا۔ جب تک آپ ان میں رہے وہ بھی خیریت سے زندگی بسر کرتے رہے۔ مگر جونہی آپ نے ہجرت کی ان پر عذاب بھی آگیا۔

غرض ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے یہ سبق سیکھنا چاہیئے کہ ہر ایک حالت میں ثابت قدمی سے کام لینا چاہیئے دنیا کے لالچ سامنے آئیں یا دکھ سامنے آئے انسان جس اصول پر کھڑا ہوا ہے لالچ یا دکھ کی وجہ سے اس اصول سے اس کا قدم نہ ہٹے۔

مسلمانوں کی موجودہ حالت

یاد رکھو۔ انسان بادشاہت اور حکومت سے معزز نہیں ہو سکتا۔ اگر حکومت اور بادشاہت سے کوئی عزت ہو سکتی ہے تو تمہارے لئے اب بھی ترکی افغانستان۔ ایران۔ عرب میں حکومتیں ہیں۔ مگر جن لوگوں نے ان ملکوں کو دیکھا ہے۔ انہوں نے یہی بتایا ہے کہ مسلمان وہاں بھی کسی عزت کے قابل نہیں۔ مسلمانوں کے اخلاق گر گئے ہیں وہ خواہشات پر غالب نہیں آ سکتے۔ بلکہ خواہشات کے مغلوب ہیں۔ میں کہتا ہوں۔ کہ تم ملک کی بادشاہت کیا کرو گے جب تم اپنے نفس کے حاکم نہیں بن سکتے

اگر تم دنیا میں عزت حاصل کرنا چاہتے ہو تو نمونہ بن کر دکھاؤ پھر دیکھو۔ تم دنیا میں قابل عزت ہوتے ہو یا نہیں۔

تحقیق الادیان

ویدوں کا مطالعہ

(مولوی عبدالحق صاحب ودھیارتھی کے قلم سے)

عالم ہندوستان کا وہ پیکرِ تقدیس کہ جس پر زمانے نے اپنے ہزاروں چکر ختم کر دیئے۔ پر اُس کے حسنِ عالمتاب کا آفتاب آج بھی دیوتاؤں کا سجدہ گاہ ہے۔ وہ جس کے رخِ زیبا کا نظارہ باایں ہمہ پیرانہ سالی آج بھی نورافزائے چشمِ جوانان سمجھا جاتا ہے۔ ہاں وہ کہ جس کے جمالِ جہاں سوز پر برسوں نہیں صدیوں ابرِ غلیظ کا حجاب محیط رہا۔ اور پھر وہ کہ جس کے رخِ انور کی رونمائی کا عالمِ اقتدار اور جبروت کے بڑے بڑے مہاراجاؤں کو یارا نہ تھا۔ ہاں وہی کہ جس کے لبِ جاں بخش صرف خدا کے منہ بولے کے لئے خاص تھے۔ وہ کہ جس کی جنبشِ لب سے آشنا ہونا بدبخت شودروں۔ نہیں نہیں خود خداوندِ عالم کے حصۂ اسفل کے لئے فتوئے موت تھا۔ عرصۂ دراز تک آسمان اُس کے حریمِ قدس کے اردگرد پھرا کیا پر ایک نظر بھی اسکو دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ بیتابیٔ دل جس قدر جلد ہٹ لٹ کے لئے مضطر تھی اسی قدر شدت سے وہ حسن کی دیوی انکار پر مصر تھی۔ اس اضطرار انکار اور اصرار کی کشمکش میں دہرِ مدید کا ایک صفحۂ طویل اُلٹ گیا۔ کہ اتنے میں شباب کی شوخی جوش پر آگئی بیتابیٔ دل اور زمانے کے دستِ شوق نے ملکر درمیانی حجاب کو اٹھا دیا آہ! ؎

شوخیٔ جوشِ شباب و توبہ شب ہائے وصال
پردۂ شرم و حیا را از میاں خواہد کشید

عشق و محبت کی داستان کا بابِ ہجر تمام ہوا۔ انکار اور اصرار کی فصل کا رشتہ وصل پر ختم ہو گیا۔ لذائذ و حظوظ کی منزل (استدلال) شروع ہو گئی۔ ذرا سُننا دیوی کی مُہرِ سکوت ٹوٹتی ہے۔ ویدِ مقدس کی چوتھی منزل ہے کیا ہی مزے کی باتیں (سوکت) ہیں۔

وام دیو رشی اور جناب ایشور کے اصرار اور انکار کا فسانہ ہے۔ حضرت یعقوب اور خداوندِ عالم کی کُشتی کا دلچسپ نظارہ ہے۔ مہاتما بُدھ کی آمد کا نقشہ ہے۔ ؎

ملک الموت کو یہ کہہ ہے کہ جدا لیکے ٹلوں
سرِ سجدہ ہے مسیحا کہ یہ ری بات سہے

(۱) ایم پنتھا انووِتہ پُرانو یتو دیوا اُدجا نیت وِشوِ
اتشچید اجنشیشٹ پرا ورد ھونا مانرم اُمویا پتوکہ
(۲) ناہم تو نیریا درگہیتت ترسچتا پارشو انتی گما لی
بہونی مے اکیرتا کرتو ا ای یدھیتی تونین سم تو ین پرچھی۔

وام دیو رشی حمل میں محمل نشین ہیں۔ اعلا اس بات پر مصر ہیں۔ کہ میں ہرگز اس راستے سے دُنیا میں نہیں جاؤں گا۔ کہ جس راستے سے عام مخلوق پیدا ہوتی ہے۔ ایک رشی کی نہیں بلکہ مہاں رشی کی اس میں سخت ہتک ہے۔ کہ وہ اس معمولی راستے سے دُنیا میں آئے۔ کہ جس راستے سے ایک ذلیل شودر بھی پیدا ہوتا ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ مقدس رشی نے بائیبل کے آدم کی داستان سُن لی ہے۔ کہ وہ پسلی سے پیدا ہوئے تھے۔ اس لئے اس پر بضد ہیں۔ کہ وہ بھی پہلو کے راستے پیدا ہوں گے۔ غریب والدہ کی جان پر آبنی ہے یا لیتنی مت قبل ھذا وکنت نسیا منسیا کی پکار کا وقت ہے۔ اور ادھر وام دیو بھی ہٹ کرتے ہیں کہ مجھے تو صرف پہلو کی راہ سے پیدا ہونا ہے۔ الغد الغد کیا نازک وقت ہے۔ غریب دونوں ہاتھ اٹھا کر ادتی دیوی کے حضور فریاد کرتی ہے۔ دیوی اس دردبھری

ؔ برہمن۔ برہمنو اسیہ مکھم آسیت (وید)
ؔ سوکت = سو۔ اُکتہ ۔ مزے کی باتیں۔
ؔ وام دیو رشی حمل میں جناب ایشور اندر سے یہ سرخطاب ہیں۔ بالکل بائیبل والے یعقوب اور خدا کی کُشتی کا سا معاملہ ہے اور مہاتما بُدھ کی مشہور سوانحِ عمری لالیت گاوِستر میں انکے پیدائش مُدھ کا

کے ہمراہ موقعہ پر پہنچتی ہے۔ اندرجی مہاراج مقدس رشی سے خطاب کرتے ہیں۔

ترجمہ منتر۔ ۱۔ یہی رستہ قدیم اور مقررہ ہے۔ کہ جس سے تمام دیوتا پیدا ہوئے ہیں۔ پس بڑا ہوکر اس کو اسی طریق سے پیدا ہونا چاہئے۔ اس کو اپنی اس ماں کو دکھ نہیں دینا چاہئے۔ (خدا کے اس مقرر کردہ قانون کو اگر تو توڑے بغیر نہیں رہ سکتا تو کم از کم تجھے اپنی ماں کی جان کی ہی پرواہ کرنی چاہئے)

منتر ۲۔ (وام دیو کا جواب) میں اس راستے سے پیدا نہ ہوں گا۔ کیونکہ یہ (میرے لئے) مشکل ہے۔ مجھے پہلو سے ترچھے پن سے پیدا ہونے دو۔ بہت سے ناممکن العمل کام مجھ سے کئے گئے ہیں۔ ایک سے لڑوں اور دوسرے سے پوچھوں۔

منتر ۳۔ پرائیتم ماتر سو جیشٹ نانا توگا تینو نو گمانی
توشٹر گر ہے اپیبت سومم اندرہ سنت وھنیم چمو
سوکتسیہ

ترجمہ۔ ماں کے مرجانے کا تو اظہار کرتا ہے (اور خود) اندر نے توشٹری کے گھر سے بیش بہا سوم پجاری کے برتنوں سے پی لیا۔ مجھے معمولی رستے سے نہیں (باہر) جانا بلکہ حسب مرضی جانا ہے۔"

وام دیو رشی اندرجی کے اعتراض پر کہ سابقہ مقررہ راہ سے اسے پیدا ہونا چاہئے۔ اور اپنی والدہ کو تکلیف نہ دینی چاہئے۔ خود اندر (ایشور) کو اس کا اپنا ایک خلاف قانون واقعہ سُنا کر ملزم ٹھہراتا ہے۔ کہ جب تو نے خود وہ بیش قیمت سوم جو اور دیوتاؤں کے لئے تیار کیا گیا تھا۔ توشٹری پجاری کے گھر زبردستی گھس کر پی لیا۔ تو تو مجھے خلاف قانون کام کرنے پر کیوں ملزم ٹھہراتا ہے۔ اور والدہ کی موت سے ڈراتا ہے تو نے بھی تو اپنی مرضی کا کام کیا۔ میں اپنی مرضی کا کام کروں گا جناب اندر کو لاجواب دیکھکر ادتی دیوی (والدہ ایشور) سے نہ رہا گیا۔ وام دیو کو خطاب کرکے کہا۔

منتر ۴۔ کم سہ رِدھک کرونت یم سہسرم ماسو
جبھار شرد شچ پورو وہ۔
نہی نوسیہ پرتی مانم استی انتہ جاتیشو اُتا یے
جنتواہ۔

ترجمہ۔ کیا خلاف اصول کام اُس نے کیا ہے وہ جس نے اس کو برسوں اور مہینوں اٹھائے رکھا۔ جو پیدا ہو چکے ہیں۔ یا آئندہ ہوں گے۔ کوئی اس کا ہمسر نہیں ادتی دیوی اپنے فرزند اندر کی وکالت کرتی ہوئی کہتی ہے۔ کہ چونکہ اندر کا ہمسر نہ ہوا اور نہ ہوگا۔ اس لئے اُس کے فعل پر نکتہ چینی نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد ادتی دیوی نے اندر کی پیدائش کے وقت کے معجزات کو بیان کرنا شروع کر دیا۔ اور یہ تمام معجزات وہی ہیں جو مہاتما بُدھ کی پیدائش پر ظاہر ہوئے تھے۔ اس حبث بحث میں وہ مزے کی باتیں (سوکت) ختم ہو گئی۔ اور وام دیو کا قصہ عنت ربود ہو گیا ؎

حیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدم و بہار آخر شد

امریکہ میں عربوں کی نو آبادی

امریکہ میں عربوں کی معقول نوآبادی ہے جس کی علمی و اقتصادی مرفع الحالی کا اندازہ ان اخبار و رسائل سے ہوتا ہے جو یہ لوگ نکالتے ہیں کیونکہ اگر دولت علم و کمال سے یہ قوم مالا مال نہ ہوتی تو اپنے جرائد کے ذریعے ایسے شاندار نتائج ظاہر نہیں کر سکتی تھی امریکہ میں کم از کم ۵۰ عربی اخبارات نکلتے ہیں اور تنہا نیویارک میں آٹھ آٹھ صفحے کے تین روزانہ اخبارات نکل رہے ہیں۔ تین رسالوں کا حال ہم مختصراً لکھتے ہیں:

الاکرمہ:- یہ رسالہ برازیل سے نکلتا ہے اس کی اڈیٹر سیدہ انلس ہیں مختلف مضامین ہوتے ہیں تقریباً ۱۰۰ صفحے کا باتصویر رسالہ ہے۔

المجلۃ التجاریہ:- یہ نیویارک کے نہایت نامور رسائل میں سے ہے ایک بڑی خدمت یہ رسالہ یہ کر رہا ہے کہ عرب اور امریکہ کے مابین تجارتی تعلقات قائم کرنے کی کوشش کرتا ہے تجارت کے متعلق اس کی معلومات نہایت وسیع ہوتی ہیں۔ یہ بھی باتصویر رسالہ ہے۔

الشلیبتہ المصورہ:- یہ چلی کے صدر مقام سے ہسپانی زبان میں نکلتا ہے سلیمان عوبین اس کے اڈیٹر ہیں۔ مختلف اہلِ قلم کے لکھے ہوئے ...بیر التعداد مضامین ہوتے ہیں تازہ نمبر کے سرورق پر عرب اور چلی کے جھنڈے نہایت خوشنمائی کے ساتھ اصلی رنگوں سے چھاپے گئے ہیں۔

منقولات

حکیم سُقراط

سُقراط حضرت مسیح سے پانچ سو سال پہلے گذرا ہے اس کا باپ سفرونیکس نامی ایک بُت تراش [illegible] ماں فینارٹ کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ دایہ کا کام کرتی تھی۔ علم موسیقی۔ علم ہندسہ۔ علم ہیئت [illegible] ورزش جسمانی۔ نیز یونانی علم ادب حاصل کرکے اس نے سنگتراشی کا کام شروع کیا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد اُسے چھوڑ دیا۔ اس کی خانگی زندگی اس [illegible] خوشی کا موجب ہوئی۔ اُسے اپنی بیوی اینتھی [illegible] سے چنداں آرام نہیں مل سکتا تھا۔ اُس کے [illegible] اور سادہ لوح تھے۔ دستکاری کو چھوڑ کر سُقراط نے [illegible] کا کام اختیار کیا۔ اور اُس نے اپنا ہی طریق تعلیم [illegible] جس کی وجہ سے اُس نے بہت شہرت پائی۔ اُس [illegible] اتنا ہی کہنا کافی ہے۔ کہ افلاطون جیسے طباع و صاحب [illegible] اس کے شاگرد تھے۔ اور انہیں اپنے اُستاد [illegible] سُقراط کے دل میں یہ بات پیدا ہوئی۔ اور اُس نے [illegible] کہا کہ میں خدا کی طرف سے خاص غرض کے لئے بھیجا [illegible] اُس نے خیال کیا کہ نہ صرف اپنی ذات ہی کی بلکہ دوسروں کی اصلاح کا کام بھی خدا کی طرف سے اُس کے سپرد کیا گیا [illegible] وہ اس مقولہ کی اہمیت کو جو اُس کے کئی سو سال بعد [illegible] خلائق ہوا کہ طبیب کو اپنا علاج کرنا چاہئے۔ خوب [illegible] اپنے ذاتی تعلیم کا کوئی موقعہ وہ ہاتھ سے جانے نہ دیتا [illegible] اُسے اپنے نقائص کا پورا علم تھا۔ اور اپنے وعظ و [illegible] پر اُسے گھمنڈ نہ تھا۔ اُسے اُن لوگوں کے ساتھ جو [illegible] اختیار کرتے بہت ہمدردی تھی۔ اور وہ ان لوگوں [illegible] کرکے بہت خوش ہوتا۔ جو راہِ راست پر قدم [illegible] اس کی زندگی پارسایانہ تھی۔ زیلوفن اس کی [illegible] ہے۔ کہ کوئی شخص بھی سُقراط کی نسبت یہ نہیں کہہ [illegible] کہ اُس نے کبھی کوئی مذموم کام کیا ہو۔ یا اُس کے منہ سے [illegible] لفظ نکلا ہو۔

اُس زمانہ میں خدا کی وحدانیت کا مسئلہ ممالک [illegible] لوگوں پر نہ کھلا تھا۔ گو یونان تعلیم و تربیت کا [illegible] لیکن لوگ پھر بھی اندھیرے میں [illegible] تھے۔ مختلف قسم کے قصے و کہانیوں پر اُن کا اعتقاد [illegible] ایک کثیر التعداد دیوتاؤں اور دیویوں کی وہ پرستش کرتے تھے۔ اس قسم کے اعتقادات اور پرستش سے [illegible] تھا۔ اُس کا سچا اعتقاد یہ تھا کہ خدا ایک ہے [illegible] خالق اس دُنیا کا ہے۔

اُس کا خیال اللہ تعالے کی نسبت جو زمانہ [illegible] ان فضول کے بالکل منافی تھا۔ جو اس کے ہمعصر [illegible] اور دیویوں کے کارناموں کے متعلق اُسے سُنائے [illegible] کام تو اس قسم کے ظاہر کئے جاتے تھے۔ کہ ان سے [illegible] بھی پرہیز کرتے ہیں۔ تاہم انہیں ایسے دیوتاؤں کی طرف [illegible] کیا جاتا تھا۔ جو اپنی پرستش بھی کرانا چاہتے ہیں [illegible] پرستش ان کی نہ کرتا تھا۔ باوجود اس قسم کے [illegible] اس نے اپنے اہلِ ملک کے اعتقادات کی تکلیف [illegible] نے اُن پر یہ الزام لگایا۔ کہ انہوں نے اپنے مذہب [illegible] قصے و کہانیاں ملا کر خراب کر دیا ہے۔

خدا کی ہستی کے ثبوت میں جس کی پرستش کرتا تھا۔ اُس [illegible] کی توجہ قدرت کے ان عجائبات کی طرف مبذول کی [illegible] بخشش اور خیراندیشی کی تہ میں ہیں۔ اُس کا اپنا ذوق [illegible] تھا۔ اور اس کا اعتقاد تھا۔ کہ خدا انسان کے دل میں [illegible] کے ذریعہ انکشاف کرتا اور اُسے متنبہ کرتا ہے۔ اُسے سچا [illegible] کہ دل کے اندر ایک محافظ روح ہے۔ یہ سب باتیں [illegible] ہم وطنوں کے لئے عجائبات میں سے تھیں۔ اور [illegible] الزام اُسکے خلاف یہ تھا۔ کہ اُس نے نئے خداؤں کا [illegible]

سُقراط کی زندگی فی الحقیقت نہایت سادہ تھی [illegible] گرما ہو خواہ موسم ہو وہ ایک ہی کوٹ پہنا کرتا تھا [illegible] نہایت غریبانہ تھی۔ وہ ننگے پاؤں اور بغیر قمیص [illegible] وہ اپنی ذات کی پرواہ نہ کرتا۔ تاکہ خود دوسروں کو تعلیم [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قل یا اہل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

آزاد وہ ہوں اور مرا مسلک ہے صلح کل ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے

اخبار پیغام صلح

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت کا مذہب

ہفتہ میں دو بار

یکشنبہ و چہارشنبہ کو شائع ہوتا ہے

سالانہ قیمت ...

جلد ۶ | مقام بلدۃ المسیح لاہور چہارشنبہ مورخہ ۶ شعبان سنہ ۱۳۳۷ھ مطابق ۷ مئی سنہ ۱۹۱۹ء | نمبر ۸۲

ما مسلمانیم از فضل خدا / مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم / ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست / بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام / دامن پاکش بدستِ ما مدام
مہر او با شیر شد اندر بدن / جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام / ہر نبوت را بروشد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست / زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود / آں نہ از خود از ہماں جائے بود

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جادوگر کہلانا قدیم سنت ہے

خان عجب خان صاحب۔ حضور پشاور میں میرے مخالف لوگ جمع ہوئے اور انہوں نے میرے والد سے کہا۔ کہ اسکو منع کرو۔ میں نے اُن کو یہی جواب دیا کہ میں نے جس صداقت کو دیکھ لیا ہے اور خدا کے فضل سے سمجھ لیا ہے اب اسے سچائی سمجھکر میں کیوں کر چھوڑ سکتا ہوں۔ اگر اب چھوڑوں تو مجھ سے بڑھ کر خطا کار اور زیاں کار کون ہوگا۔ کیونکہ مجھ پر حجت پوری ہو چکی ہے۔

اس پر انہوں نے اور تو کچھ نہ کہا صرف یہ کہکر ٹال دیا۔ کہ وہ جادوگر ہے۔

فرمایا۔ جادوگر کہلانا قدیم سے انبیاء علیہم السلام کی سُنت چلی آتی ہے۔ ہم کو اگر کسی نے جادوگر کہا تو اسی سنت کو پورا کیا۔

مگر یاد رکھنا چاہئے۔ کہ ہم تو قرآن شریف پیش کرتے ہیں۔ جس سے جادو بھاگتا ہے۔ اس کے بالمقابل کوئی باطل اور سحر ٹھہر نہیں سکتا۔ ہمارے مخالفوں کے ہاتھ میں کیا ہے جسکو وہ لئے پھرتے ہیں۔ یقیناً یاد رکھو۔ کہ قرآن شریف وہ عظیم الشان حربہ ہے۔ کہ اس کے سامنے کسی باطل کو قائم رہنے کی ہمت ہی نہیں ہو سکتی یہی وجہ ہے کہ کوئی باطل پرست ہمارے سامنے اور ہماری جماعت کے سامنے نہیں ٹھہرتا۔ اور گفتگو سے انکار کر دیتا ہے۔ یہ آسمانی ہتھیار ہے جو کبھی کند نہیں ہو سکتا ہمارے اندرونی مخالف اسکو چھوڑکر الگ ہو گئے ہیں ورنہ اگر قرآن شریف کی رو سے یہ فیصلہ کرنا چاہتے تو ان کو اس قدر مصیبتیں پیش نہ آتیں۔ ہم خدا تعالیٰ کا پیارا اور یقینی کلام قرآن شریف پیش کرتے ہیں۔ اور وہ اس کے جواب میں قرآن سے استدلال نہیں کرتے۔ ہمارا مذہب یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کے کلام کو مقدم کرو۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ جو قرآن شریف کے خلاف ہو ہم نہیں مان سکتے۔ خواہ وہ کسی کا کلام ہو۔ اللہ تعالیٰ کے کلام پر ہم کسی کی بات کو ترجیح کس طرح دیں۔

احادیث کی عزت

ہم احادیث کی عزت کرتے ہیں اور اپنے مخالفوں سے بھی بڑھ کر احادیث کو واجب العمل سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ سچ ہے۔ کہ ہم دیکھیں گے۔ کہ وہ حدیث قرآن شریف کے کسی بیان کے متعارض یا مخالف نہ ہو۔ اور محدثین کی اپنی وضع کردہ اصولوں کی بناء پر اگر کوئی حدیث موضوع بھی ٹھہرتی ہو لیکن قرآن شریف کے مخالف نہ ہو۔ بلکہ اس سے قرآن کی عظمت کا اظہار ہوتا ہو تب بھی ہم اسکو واجب العمل سمجھتے ہیں۔ اور اس امر کا پاس کریں گے۔ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہے۔

لیکن اگر کوئی حدیث ایسی پیش کی جاوے۔ جو قرآن شریف کے مخالف ہو تو ہم کوشش کریں گے۔ کہ اس کی تاویل کرکے اس مخالفت کو دور کریں۔ لیکن اگر وہ مخالفت دور نہیں ہو سکتی تو پھر ہم کو وہ حدیث بہرحال چھوڑنی پڑیگی کیونکہ ہم اسپر قرآن شریف کو چھوڑ نہیں سکتے۔

اس پر بھی ہم دعوے سے کہتے ہیں۔ کہ وہ تمام احادیث جو اس معیار پر صحیح ہیں۔ وہ ہمارے ساتھ ہیں۔ بخاری اور مسلم میرے دعوے کی تائید اور تصدیق کرتے ہیں۔ جیسے قرآن شریف نے فرمایا۔ کہ مسیح مر گئے۔ اسی طرح بخاری اور مسلم نے تصدیق کی۔ اور انی متوفیک کے معنے انی ممیتک کے۔ جیسے قرآن شریف سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ بنی اسمٰعیل کو اسی طرح شرف عطا ہوا۔ جیسے بنی اسرائیل کو بزرگی دی تھی۔ ویسے ہی احادیث سے یہ پایا جاتا ہے ان لوگوں پر جو انکار کرتے ہیں۔ افسوس ہے ان کو رسم اور عادت نے خراب کر دیا ہے۔ ورنہ یہ میرا معاملہ ایسا مشکل اور پیچیدہ نہ تھا۔ جو سمجھ میں نہ آتا۔ قرآن شریف سے ثابت۔ احادیث سے ثابت۔ دلائل عقلیہ سے ثابت۔ اور پھر تائیدات سماویہ اس کی مصدق اور ضرورت زمانہ اس کی مؤید۔ باوجود اس کے بھی یہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ یہ سلسلہ حق پر نہیں۔

مسیح کی زندگی سے اسلام پر اعتراض وارد ہوتا ہے

غور کرکے دیکھو! کہ جب یہ لوگ خلاف قرآن و سنت کہتے ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ زندہ آسمان پر بیٹھے ہیں۔ تو پادریوں کو [illegible] موقع ملتا ہے۔ اور وہ جھٹ پٹ کہہ اٹھتے ہیں کہ تمہارا پیغمبر کیا ہے۔ معاذ اللہ وہ زمین میں ہے۔ حضرت عیسیٰ زندہ اور آسمانی ہے۔ لہٰذا اس کے ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں۔ کہ وہ مردہ ہے سوچکر بتاؤ۔ کہ وہ پیغمبر جو افضل الرسل اور خاتم الانبیاء ہے ایسا اعتقاد کرکے اس کی فضیلت اور خاتمیت کو یہ لوگ بٹہ نہیں لگاتے؟ ضرور لگاتے ہیں۔ بلکہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین کا ارتکاب کرتے ہیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ پادریوں سے جسقدر توہین ان لوگوں نے اسلام کی کرائی ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مُردہ کہلایا ہے۔ اسی کی سزا میں یہ نکبت اور بدبختی ان کے شامل حال ہو رہی ہے۔ ایک طرف تو منہ سے کہتے ہیں کہ وہ افضل الانبیاء ہے اور دوسری طرف یہ اقرار کرتے ہیں کہ تریسٹھ سال کے بعد مر گئے۔ اور مسیح اب تک زندہ ہے۔ اور نہیں مرا حالانکہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے وکان فضل اللہ علیک عظیما۔ پھر کیا یہ ارشاد الٰہی غلط ہے؟ نہیں یہ بالکل صحیح اور درست ہے۔ جھوٹے ہیں جو کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مُردہ ہیں۔ اس سے بڑھ کر کوئی کلمہ توہین کا نہیں ہو سکتا۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسی فضیلت ہے۔ جو کسی نبی میں نہیں ہے۔ انکو عزیز رکھتا ہوں۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات کو جو ثابت نہیں کرتا وہ میرے نزدیک کافر ہے۔

کس قدر افسوس کی بات ہے۔ کہ جس نبی کی اُمت کہلاتے ہیں اسی کو معاذ اللہ مُردہ کہتے ہیں۔ اور اس نبی کو جس کی اُمت کا خاتمہ ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ ہو چکا ہے۔ انکو عزت نہ ملیگی۔ اب اگر حضرت عیسیٰ پھر آگئے۔ تو انکی کھوئی ہوئی عزت بحال ہو گئی۔ اور قرآن شریف کا باطل ہوگیا۔ جس پہلو اور حیثیت سے دیکھو [illegible] ہیں۔ اس پہلو سے قرآن کریم کا ابطال اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین لازم آتی ہے پھر تعجب ہے کہ یہ لوگ مسلمان کہلا کر ایسے اعتقادات رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ [illegible] کے لئے فتوے دیتا ہے۔ کہ ان میں نبوت کا سلسلہ ختم ہوگیا وہ ذلیل ہو گئے۔ پھر ان میں وہ نبی کیسے آ سکتا ہے ایک مسلمان کے لئے تو اتنا ہی کافی ہے کہ جب ان کے سامنے قرآن شریف پیش کیا جاوے تو وہ انکار نہ کرے۔ مگر یہ قرآن سنتے ہیں اور پڑھتے ہیں پر وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں جاتا ورنہ کیا یہ کافی نہ تھا۔ کہ قرآن شریف میں [illegible] فرمایا ہے۔ یا عیسیٰ انی متوفیک و رافعک الیّ [illegible] اس سے بڑھکر خود حضرت مسیح کا اپنا اقرار موجود ہے۔ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم اور یہ قیامت کا واقعہ ہے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال ہوگا کہ کیا تو نے کہا تھا۔ کہ مجھکو اور میری ماں کو خدا بنا لو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کا جواب دیتے ہوئے کہیں گے کہ جب تک میں اُن میں زندہ تھا۔ میں نے تو ان کو وہی تعلیم دیتا رہا۔ جو تو نے مجھے دی تھی لیکن جب تو نے مجھے وفات دیدی اسوقت تو ہی اُن کا نگہبان تھا۔ اب یہ کیسی صاف بات ہے۔

اگر یہ عقیدہ صحیح ہوتا۔ کہ حضرت مسیح کو دنیا میں قیامت سے پہلے آنا تھا۔ تو پھر یہ جواب ان کا کس طرح صحیح ہو سکتا؟ انکو تو کہنا چاہئے تھا۔ کہ میں دنیا میں جب دوبارہ گیا تو اسوقت صلیب پرستی کا زور تھا۔ اور میری اور میری ماں کی الوہیت اور ابنیت پر بھی شور مچا ہوا تھا۔ مگر میں نے جاکر صلیب کو توڑا اور خنزیروں کو قتل کیا۔ [illegible] یہ جواب دیتے کہ جب تو نے مجھے وفات دی اسوقت تو خود نگران تھا۔ [illegible]

کیا قیامت کے دن حضرت مسیح جھوٹ بولیں گے [illegible] ان عقائد [illegible]

محمد عبد الرحمٰن [illegible] احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۶ چہارشنبہ مورخہ ۷ مئی سنہ ۱۹۱۹ء نمبر ۸۳

خاتم النبیین اور لا نبی بعدی

(۴)

اذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہٗ و اذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہٗ

خاتم النبیین کے معنوں کے بعد لا نبی بعدی کے الفاظ بھی جو زبان پاک نبوی صلعم خاتم النبیین کی تشریح و توضیح میں بیان ہوئے ہیں۔ مریدین میاں صاحب کی طفیل محل نزاع قرار پا چکے ہیں۔ حالانکہ ختم نبوت ایک عقیدہ ہے جس کی تشریح ایسے مبہم الفاظ میں جو خود متنازعہ فیہ ہوں اور جن کے معنے ہی سمجھ نہ آئیں۔ کوئی کچھ معنے کرے۔ اور کوئی کچھ۔ شان پاک نبوی صلعم کے خلاف ہے عقیدہ اول تو خود صاف اور واضح ہونا چاہئے۔ پھر اس کی تشریح و توضیح بھی اگر محل نزاع قرار پا جائے۔ اور اسکے معنے بعض دوسرے متشابہ الفاظ کے معنوں کے مطابق کرنے پڑیں۔ تو اس کی کوئی بھی اہمیت باقی نہیں رہتی۔ اس سے پیشتر بھی ہم اس پر تفصیل کے ساتھ لکھ چکے ہیں۔ اور اب پھر لکھتے ہیں۔ کہ محکم کے معنے متشابہ الفاظ کے ذریعہ کرنے قرآن کریم کے رو سے فی قلوبھم زیغ کا مصداق ہے صحیح اصول جو قرآن کریم نے بتایا ہے۔ وہ یہی ہے کہ محکم جو اصل اور جڑ ہے خود اپنے معنے بیان کرے۔ اور متشابہ کے معنے محکم کے مطابق کئے جائیں۔ ختم نبوت ایک عقیدہ ہے جو محکم یعنے اصل اور جڑ ہے۔ اس کے معنے یا اس کی تشریح میں جو لا نبی بعدی کے معنے زبان پاک نبوی سے نکلے ہیں اس کی توضیح اذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہٗ و اذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہٗ کے مطابق کرنا سراسر ناجائز اور بیہودہ ہے۔

لیکن اس کو چھوڑ کر بھی آؤ ہم دیکھیں اور اس پر غور کریں کہ کیا اذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہٗ و اذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہٗ کے وہی معنے ہیں۔ جو میاں صاحب کے مریدین نے ایجاد کئے ہیں کہ اس موجودہ کسرےٰ اور قیصر کے بعد جو نبی کریم صلعم کی اس پیشگوئی کے وقت موجود تھے۔ آیندہ کوئی کسرےٰ اور قیصر اس شان کا نہ ہوگا۔ بلکہ چھوٹے چھوٹے کسرے اور قیصر ہونگے۔ معلوم نہیں چھوٹے سے کیا مراد ہے۔ کیا یہ کہ اُن کے قد چھوٹے ہوں گے۔ یا وہ زیادہ جسیم نہ ہونگے یا کوئی اور خصوصیت چھوٹے ہونے کی ان میں ہوگی۔

بہرحال خواہ وہ کیسے ہی چھوٹے کیوں نہ ہوں۔ کہا یہی جاتا ہے۔ کہ اس حدیث کے معنے یہی ہیں کہ اس موجودہ کسریٰ اور قیصر جیسے کسریٰ اور قیصر ان کے بعد نہ ہونگے اور اس لئے لا نبی بعدی کے بھی یہی معنی ہیں۔ کہ میرے بعد میرے جیسے نبی نہیں ہونگے۔ اگرچہ جیسا کہ ہم پیشتر ازیں کہہ چکے ہیں۔ لا نبی بعدی کے معنے خاتم النبیین جیسے محکم عقیدہ کی تفسیر ہے۔ ایسے متشابہ کلام کے مطابق کرنا جائز نہیں۔ تاہم ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ اذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہٗ و اذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہٗ کے یہ معنے کہ موجودہ کسرےٰ اور قیصر جیسا کوئی کسرےٰ اور قیصر ان کی ہلاکت کے بعد نہ ہوگا۔ کہاں تک جائز اور سیاق کلام کے مطابق ہیں۔

یہ حدیث صحیح بخاری میں دو تین جگہوں پر بیان ہوئی ہے۔ ایک تو کتاب الجہاد۔ باب احلت لکم الغنائم کے ذیل میں۔ پھر علامات النبوۃ فی الاسلام کے اندر یہ حدیث آئی ہے۔ اور وہ مختلف طرزوں پر آئی ہے اور عجیب بات ہے۔ کہ اگر حدیث کے سارے الفاظ کو اول سے آخر تک پڑھا جائے۔ تو معنے خود بخود صاف ہو جاتے ہیں۔

اول ان معنوں کے الفاظ پر غور کرنے کی ضرورت ہے جو مریدین میاں صاحب کی طرف سے تراشے گئے ہیں اور جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ چنانچہ اصل حدیث حسب ذیل ہے:

عن ابی ھریرۃ انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہٗ و اذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہٗ والذی نفسی بیدہٖ لتنفقن کنوزھما فی سبیل اللہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہا فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ جب کسرےٰ ہلاک ہوگا۔ تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا۔ اور جب قیصر ہلاک ہوگا۔ تو کوئی قیصر اس کے بعد نہ ہوگا۔ اور خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ تم ضرور ان کے خزائن پر قابض ہو گے۔

آخر کے خط کشیدہ الفاظ خاص طور پر غور کے قابل ہیں اور لا کسریٰ بعدہٗ اور لا قیصر بعدہٗ کے معنوں کی تشریح کرتے ہیں۔ یعنی نبی کریم صلعم نے یہاں کوئی چھوٹے اور بڑے کسرے اور قیصر کا ذکر نہیں کیا۔ بلکہ مسلمانوں کو خوش خبری سنائی ہے کہ تم ان کے خزانوں پر قابض اور متصرف ہو گے۔ اور وہ ہلاک ہو جائینگے۔ اور پھر کبھی انہیں ان سلطنتوں پر قابض و متصرف ہونے کی توفیق نہ ہوگی۔

کہا جائیگا۔ کہ اسوقت تو جو کسرے اور قیصر تھے وہ تو جب ہلاک ہوئے۔ تو ان کے بعد ان کی اولاد میں سے کئی ایک یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے۔ لیکن یہ ایک صریح مغالطہ ہے کہ اذا ھلک کسریٰ سے مراد اس موجودہ کسریٰ کی ہلاکت ہی مراد لی جائے۔ کسریٰ اور قیصر وہ شاہی خطابات ہیں۔ جو ایران اور روم کی سلطنت کے حکمرانوں کو حاصل تھے۔ یہ خطابات گویا ان کے سلطنت کے نام ہیں نہ کہ ذاتی نبی کریم صلعم نے پیشگوئی میں کسی خاص شخصیت کا ذکر نہیں کیا نہ کسی خاص آدمی کا نام لیا ہے۔ کہ جب وہ ہلاک ہوگا۔ تو اس کے بعد کوئی نہ ہوگا۔ بلکہ ان کے خطابات کا ذکر کر کے ایرانی اور رومی سلطنتوں کے کسریٰ اور قیصر یعنی زرتشتی اور عیسائی بادشاہوں کے قبضہ سے نکلکر مسلمانوں کے قبضہ میں چلے آنے ہی کی پیشگوئی فرمائی ہے۔ اور فرمایا۔ کہ ان کسرے اور قیصر کے ہلاک ہو جانے کے بعد پھر کوئی کسرے اور قیصر نہ ہوگا یعنی کوئی زرتشتی اور عیسائی بادشاہ ایران اور روم پر قابض نہ ہو سکے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

یہ بات کہ جو کچھ ہم نے اس حدیث کے معنے کئے ہیں وہی صحیح ہیں ایک تو ان الفاظ سے ثابت ہے۔ جو نبی کریم صلعم نے اذا ھلک کسریٰ بعدہٗ و اذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہٗ کے معاً بعد خدا کی قسم کھا کر بیان فرمائے۔ اور مسلمانوں کو خوش خبری دی کہ تم ضرور ان کے خزائن پر قابض ہو گے۔ ورنہ بتایا جائے۔ کہ ان الفاظ کا کیا مطلب ہے اور اگر بڑے بڑے کسرے اور قیصر کے بعد چھوٹے چھوٹے کسرے اور قیصر ابھی موجود رہتے تھے۔ اور ایرانی اور رومی سلطنت ان غیرمسلم بادشاہوں ہی کے قبضہ میں رہتی تھی۔ تو ان بڑے کسرے اور قیصر کی ہلاکت کے بعد خدا کی قسم کھا کر مسلمانوں کے ان کے خزائن پر قابض ہونے کی خوش خبری سنانے کے کیا معنے؟ لا کسریٰ بعدہٗ کے یہ معنے کرنے سے کہ چھوٹے چھوٹے کسرے ہونگے۔ یا اُس شان کے کسریٰ نہ ہونگے۔ تمام اگلا کلام ہی مہمل ہو جاتا ہے۔ اور اس کا کوئی تعلق سیاق کلام سے باقی نہیں رہتا۔

(۲) امام بخاری نے اس حدیث کو جہاں اور مختلف موقعوں پر بیان کیا ہے۔ وہیں باب قول النبی صلعم احلت لکم الغنائم میں بھی نقل کیا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ امام موصوف بھی اسکو مسلمانوں کے ایرانی اور رومی سلطنتوں پر قبضہ و تصرف کی پیشگوئی ہی سمجھتے تھے۔ ان حدیث کو آپ مسلمانوں کے لئے مال غنیمت کے جواز کے باب میں بیان نہ فرماتے۔

(۳) علامات النبوت کے باب میں جہاں دوبارہ اس حدیث کو نقل کیا ہے ایک اور حدیث بھی بیان ہوئی ہے جس میں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم عدی ابن حاتم طائی کو اور باتوں کے علاوہ یہ بھی خوش خبری سناتے ہیں ولئن طالت بک حیوۃ لتفتحن کنوز کسریٰ اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت نبی کریم دراصل مختلف طرزوں میں مسلمانوں کے ایرانی یا رومی سلطنتوں پر قابض ہونے کی خوش خبری سناتے تھے۔ اور لا کسریٰ بعدہٗ

[illegible] لا قیصر بعدہٗ [illegible]

اللہ [illegible] بھی اس کی تصریح فرمائی ہے۔

(۵) ایک اور حدیث کتاب الجہاد کے باب [illegible] میں آئی ہے۔ جو وہ بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ [عنہ سے مروی] ہے۔ فرمایا۔ عن النبی صلعم قال ھلک کسریٰ ثم لا یکون کسریٰ بعدہٗ و قیصر لیھلکن ثم لا یکون قیصر بعدہٗ و لتنفقن کنوزھما فی سبیل اللہ نبی کریم صلعم سے روایت ہے۔ فرمایا کسریٰ ہلاک ہوگیا۔ اور اس کے بعد کسریٰ نہ ہوگا۔ اور قیصر ضرور ہلاک ہوگا۔ پھر اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا۔ تم ضرور ان کے خزائن کو فی سبیل اللہ تقسیم کرو گے۔

یہ حدیث بھی بالکل اسی طرز کی ہے اور اس سے بھی یہی مفہوم پایا جاتا ہے اور قطعاً اس بات کا وہم بھی نہیں ہو سکتا کہ اس سے کوئی بڑی شان والے کسرے و قیصر کی جگہ چھوٹے چھوٹے کسریٰ و قیصر کے ان کے بعد تخت نشین ہونے کا مفہوم اس سے نکل سکتا ہے۔ بلکہ مفہوم اگر پیدا ہوتا ہے تو یہ کہ کسریٰ و قیصر غیر مسلم بادشاہوں کی ہلاکت اور ان کی جگہ ان کے خزائن پر قابض و متصرف ہونے کی اللہ خوش خبری سنائی ہے۔ اور بس۔ اور فی الحقیقت ہوا۔ کسریٰ اور قیصر جب سے ہلاک ہوئے۔ جبکہ [illegible] اور عیسائی قبضہ ایران اور روم سے اٹھا۔ اور مسلمان ان پر قابض ہوئے۔ پھر کسریٰ اور قیصر کو وہاں قدم جمانا نصیب نہیں ہوا۔ اسکو کچھ اور کا اور بنانا اور حدیث کے [معنی] کر لے تاکہ لا نبی بعدی کے معنے اور خاتم النبیین کے بعد نبی کا آنا جائز ہو جائے۔ کسی طرح جائز نہیں قرار پا سکتا۔

وید کا مطالعہ

ومنھم امیون لا یعلمون الکتاب الا امانی و ان ھم الا یظنون۔ قوموں اور جماعتوں کے جذبات اور احساسات جب عقل و شعور کی حد سے نکل جاتے ہیں۔ تو قوم تشدد و ستم کی [illegible] اور عدل و انصاف کی پابندیوں سے یکسر آزاد ہو جاتی ہے۔ انسان کا خون جو ایک وقت اُس کی نگاہ میں قدر اور قیمت رکھتا تھا۔ ارزاں ہو جاتا ہے قوم اپنے مزعومہ محبوب کے ایک قطرہ خون کے بدلے ایک دنیا کو خون میں رنگین کر دینے کو تیار ہو جاتی ہے۔ اُس کی قساوت قلبی بڑھ [جاتی ہے] فھی کالحجارۃ او اشد قسوۃ۔ اور اھنسا پرمو دھرما یعنی انسان تو کیا کیڑے مکوڑے تک کا دل نہ دکھانا بھی اعلیٰ مذہب ہے [جو تعلیم] کرتی تھی۔ آہ! آج اسی نازک دل کی تعلیم کروہ ہلاکت اور تباہی کے دیوتا کو کیا کہہ رہی ہے

نکش نے درہ ہارود۔ نکش ہے دو دشتو ہے [illegible]
نترندھی دریچہ۔ نزوندھی دریچہ۔ مرن دریچہ۔
پنیرہ دریچہ۔ اوش دریچہ۔ دہ دریچہ۔

(ترجمہ) میرے بدخواہوں کے ٹکڑے ٹکڑے اُڑا دے میری [برائی چاہنے] والوں کے ٹکڑے اُڑا دے۔ اُن کو چیر دے۔ [illegible] کچل دے۔ قیمہ کر دے۔ کوٹ دے۔ جلا دے نیست و نابود کر دے۔ (اتھروید)

الٰہی خیر! یہ رحم مجسم دیوی آج کیسے بیطرح بگڑ رہی ہے جن پر یہ اظہار غضب اور نزول قہر ہو رہا ہے کوئی بڑے ہی کشتنی اور گردن زدنی مجرم ہیں آہ! ان بدبختوں کا اور کوئی جرم ہو یا نہ ہو [صرف] یہ ہے کہ وہ اس رحم مجسم دیوی کے بدخواہ [illegible] کرنیوالے ہیں۔ نہیں نہیں وید مقدس ہمیں [illegible] اور گردن زدنی لوگوں کا ایک اور بڑا سنگین جرم

یہم دوِشمو یشچ وَیم دوِشمہ تمیشام جمبھے دو دمہ

جس سے ہم دشمنی کرتے ہیں اور جو ہم سے دشمنی کرتا ہے اس طرح دکھا دیں جس طرح بلی کے منہ میں [illegible] ضرور ہی نہیں کہ کوئی ہم سے دشمنی کرتا ہے [تو] گردن زدنی ہے بالفرض ہم سے دشمنی نہیں کرتا [illegible] سے دشمنی کریں [illegible] اسکو بن سنا اول کا [illegible]
[illegible]

حاصل کی جائے۔

(۳) تمام مدارس عربیہ میں علم ادب عربی اور ترجمہ قرآن شریف کو لازمی مضامین قرار دیا جائے۔ اور ان دو مضمونوں پر اور مضامین کی نسبت زیادہ زور دیا جائے۔

(۳) ندوۃ العلماء۔ دارالعلوم دیوبند۔ اور مدرسہ مشارع الشرائع لکھنؤ میں اور حسب ضرورت دیگر مقامات میں فارغ التحصیل طلبہ کی ایک جماعت ایسی قائم کی جائے۔ جس میں مدارس اسلامیہ انگریزی میں قرآن شریف کو با ترجمہ پڑھانے کے واسطے مدرس تیار کئے جائیں۔ اس جماعت میں جس کی میعاد ایک سال کافی ہوگی زیادہ تر طلبہ کو طریقہ تعلیم ترجمۃ القرآن سکھانے پر زور دینا چاہیئے۔

(۴) تمام مدارس اسلامیہ انگریزی کے منتظمین سے استدعا کی جائے کہ اپنے مدارس میں مثل اور لازمی مضامین کے قرآن شریف کی تعلیم لازمی قرار دیں۔ اور جہاں تک ممکن ہو طلبہ کو عربی بطور دوسری زبان کے پڑھنے کی طرف مائل کیا جائے اس کام کو موثر طریقہ سے کرنے کے لئے مختلف ذرائع الغایات اور معقول اور وظائف دینے کے اختیار کئے جائیں۔ اور جماعتوں میں ترقی دینا کسی حد تک دینیات اور قرآن شریف کا امتحان پاس کرنے پر منحصر رکھا جائے۔ ان مدارس میں ابتدائی جماعتوں میں قرآن شریف ناظرہ پڑھایا جائے۔ اور اوپر کی جماعتوں میں ترجمہ قرآن شریف کا جس میں کم از کم اوامر و نواہی و معاملات و حسن معاشرت و اخلاق و تعلیم اور عبرت انگیز قصص اقوام کے متعلق آیات ضرور شامل ہوں۔ اور جس میں آیات متشابہات اور ایسے مضامین چھوڑ دیئے جائیں جو انسانی عقل سے وراء الورا ہیں اور جن کی تاویل کی خود قرآن شریف میں ممانعت کی گئی ہے (فاما الذین فی قلوبھم زیغ الخ سورۂ آل عمران رکوع ۱)

(۵) تمام علماء اور واعظین سے درخواست کی جائے کہ اپنے اپنے مقامات میں ترجمۃ القرآن کے حلقے قائم کریں جن میں عام طور پر لوگوں کو قرآن شریف کی آیات محکمات اور ان کا سیدھا سادہ ترجمہ سنایا جائے۔ اور جہاں تک ممکن ہو مختلف فیہ مسائل میں نہ پڑا جائے بڑے شہروں میں ایسے حلقے محلہ وار قائم ہوں تو بہتر ہے ایسے حلقوں میں اگر التزام کے ساتھ روزانہ ایک گھنٹہ آیات قرآن شریف اور ان کا ترجمہ سنایا جائے تو ایک سال میں ایک قرآن ختم ہو سکتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ دو سال میں۔ اسی طرح جمعہ کے اور اور متفرق وعظ کے جلسوں میں بہت کچھ قرآن شریف کے مضامین کی اشاعت ہو سکتی ہے۔

جناب والا! جو کچھ میں نے اوپر عرض کیا بالکل ایک نئی بات معلوم ہوگی۔ لیکن غور سے دیکھئے تو یہ کچھ مشکل کام نہیں۔ اور اگر جناب والا اور دیگر علمائے کرام اس کی اہمیت کو تسلیم کر کے تھوڑی سی توجہ اور کوشش فرمائیں تو آسانی سے یہ ضروری فرض سر انجام پا سکتا ہے۔ اسکے وسیع اور دور رس نتائج پر اگر غور کیا جائے تو اسکے مقابلہ میں ہر ایک سعی اور جد و جہد جو اس مقصد کے حصول کیلئے کی جائے کم ہے۔

میں اخیر میں نہایت ادب اور عاجزی سے معافی مانگتا ہوں اگر اپنی نادانی اور ناواقفیت کی وجہ سے میں کسی سوء ادبی کا مرتکب ہوا ہوں۔ زیادہ حد ادب!

خاکسار۔ سجاد حسین عفی اللہ عنہ۔ پنشنر انسپکٹر مدارس۔ پانی پت۔

جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر صوبہ پنجاب کیطرف سے اعلان

چونکہ سرکار کے احکام اور پالیسی کی نسبت بدطینت لوگ متواتر جھوٹی اور بے بنیاد افواہیں اڑا رہے ہیں تاکہ ناسمجھ اور سیدھے سادے لوگوں کے دلوں میں سرکار کی طرف سے خطرہ اور بدظنی پیدا ہو جائے پس تمام ملازمان سرکار۔ معززین اور امن پسند وفادار رعایا کا فرض ہے کہ وہ ایسی افواہوں کی تردید کرنے میں مستعدی اور سرگرمی سے کام لیں۔

علاوہ دوسرے امور کے مندرجہ ذیل واقعات کی نسبت لوگوں کو اطمینان دلایا جا سکتا ہے:۔

(۱) سرکار کا ہرگز کوئی منشاء نہیں ہے۔ کہ پیدائش۔ اموات یا شادی کے متعلق لوگوں کے رسم و رواج میں یا دوسرے امور میں کسی قسم کا دخل دے۔ اور نہ ہی سرکار کا خیال ہے کہ ایسے موقعوں پر کسی قسم کی فیس لی جائے۔

(۲) نہ ہی کسی قسم کے زائد انکم ٹیکس لگانے کی کوئی تجویز ہے سوائے اس ٹیکس کے جو ان ساہوکاروں یا تاجروں پر لگایا جائیگا۔ جنہوں نے ایک سال کے دوران میں جنگ کی وجہ سے تیس ہزار یا اس سے زیادہ منافع حاصل کیا ہے۔ اور یہ زائد انکم ٹیکس بھی عارضی ہوگا۔ اور صرف مصارف جنگ کے لئے لگایا گیا ہے۔

(۳) بلکہ انکم ٹیکس کو بڑھانے کی بجائے اس سال ایک ہزار و دو ہزار کے درمیان آمدنی پر ٹیکس بالکل معاف کر دیا گیا ہے زراعتی آمدنی پہلے کی طرح اب بھی ٹیکس سے بری ہے۔

(۴) معاملہ زمین۔ حبوب یا آبیانہ میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔

(۵) الیا دہ فصلوں یا زمین کے حقوق میں کسی قسم کی دست اندازی کی ہرگز کوئی تجویز نہیں۔

(۶) موجودہ وراثت کے حقوق میں کوئی دخل نہیں دیا گیا اور نہ ہی اس قسم کی کوئی تجویز ہے۔

(۷) دربار صاحب امرتسر کا کسی قسم کا ضرر یا نقصان نہیں پہنچایا۔ اور وہاں حسب معمول سب رسوم ادا کیجاتی ہیں۔

(۸) کرپان کے متعلق احکام میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی اور سکھ ویسے ہی کرپان لگا سکتے ہیں۔

(۹) فوج صرف عرصہ جنگ اور اس کے چھ ماہ بعد تک کیلئے بھرتی کی گئی تھی۔ اور اس وعدہ کو پورا کرنے کے لئے اور زمینداروں کو اپنی کھیتی باڑی پر واپس آنے کے لئے جہاں تک جلدی ممکن ہے سپاہیوں کو رخصت کیا جا رہا ہے۔

(۱۰) پولیس کو کسی قسم کے نئے اختیارات نہیں دیئے گئے۔

(۱۱) ہر ایک شخص کو چاہیئے کہ وہ رولٹ ایکٹ کو پڑھے۔ تب اس پر روشن ہو جائیگا۔ کہ اس کے متعلق تمام افواہیں جھوٹی ہیں۔ اس قانون کی بہت سی کاپیاں تقسیم کی جا رہی ہیں۔

(۱۲) موجودہ بدامنی کی وجہ سے پنجاب کے چھ ضلعوں میں بغیر اجازت کے عام میٹنگ و جلسے نہیں کئے جا سکتے ہیں۔ یہ اضلاع لاہور۔ امرتسر۔ جالندھر۔ گوجرانوالہ۔ لائل پور اور ملتان ہیں۔ لیکن ان ضلعوں میں برادری کے یا مذہبی مجمعوں کی رکاوٹ نہیں۔

(۱۳) لاہور۔ امرتسر۔ گوجرانوالہ۔ گجرات اور لائل پور کے ضلعوں میں مارشل لا یعنی فوجی قانون جاری کیا گیا ہے۔ ان اضلاع میں سنگین جرائم سرزد ہوئے قتل کئے گئے عمارتوں کو جلایا گیا۔ اور ریل اور تار کے سلسلہ کو توڑ دیا گیا۔ جہاں کہیں فوجی قانون جاری کیا گیا وہاں عام لوگوں کی حفاظت کے لئے بندشیں لگا دی گئی ہیں۔ رات کے وقت ریلگاڑی نہیں چلائی جاتی۔ اور تیسرے اور درمیانہ درجہ کے ٹکٹ صرف پرمٹ (پروانہ) حاصل کرنے پر دیئے جاتے ہیں۔ یہ رکاوٹیں صرف عارضی ہیں۔ اور یہ جتنا جلدی ممکن ہوگا۔ اسوقت ہٹا دی جائینگی۔ جب ہر فرقہ کے لوگ پھر وہی امن پسند فرمانبردار ہو جائیں گے۔

(۱۴) یہ بیان کہ فوجی قانون اور رولٹ ایکٹ میں کسی قسم کا تعلق ہے سراسر غلط ہے۔ لیکن اگر لوگ جھوٹی خبروں پر کان دھریں گے۔ جن کی اب سرکاری طور پر تردید کی جاتی ہے۔ اور وہ بغاوت یا بدامنی پر کمربستہ ہوں گے۔ تو انکو جان لینا چاہیئے کہ ان پر فوجی قانون نافذ کیا جائے گا۔

(۱۵) جھوٹی افواہوں کے پھیلانے اور مشہور کرنے والوں کی بات پر کان نہیں دھرنا چاہیئے۔ بلکہ ان کو گرفتار کر کے حکام کے حوالہ کر دینا چاہیئے۔

(۱۶) لوگوں کو خبردار رہنا چاہیئے کہ کس طرح گذشتہ زمانہ میں خصوصاً جنگ کے دوران میں ان کو جھوٹی خبریں سنا کر دھوکا دیا گیا۔ اہل پنجاب اب معلوم کر رہے ہیں۔ کہ وہ خبریں کیسی غلط اور بے بنیاد تھیں۔ انگریزی اور ہندوستانی فوج دشمن شریر لوگ بدنام کرنے کی کوشش کرتے رہے اکی مستعدی اور دیہاتی لوگوں کی وفاداری اور امداد سے تقریباً ہر ایک جگہ امن و امان قائم ہو گیا ہے۔ لیکن احتیاط کے طور پر موجودہ انتظام بدستور جاری رہیگا۔ تاوقتیکہ مجرم اپنے کئے کی سزا نہ پالیں۔ سب مجرموں کے لئے اب خاص عدالتیں اجلاس کر رہی ہیں۔ اور ہم امید کرتے ہیں کہ ملک میں جو داغ بدنامی اس صوبہ کے نیک نام پر بعض مفسدوں کی حرکات سے لگ چکا ہے اسکو دھو ڈالنے میں وفادار لوگ امداد دیں گے۔

(۱۷) اخیر میں ہم یقین دلاتے ہیں کہ سرکار کی طرز حکومت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی یہ طرز حکومت ہمیشہ سے وہی ہے جو اب ہے۔ کہ امن و امان کی حفاظت کی جائے اور اس میں خلل ڈالنے والوں کو سزا دی جائے لیکن سب لوگوں کو چاہیئے۔ کہ وہ حسب معمول اپنے جائز روزمرہ کے کاروبار میں مصروف ہو جائیں۔ معاملات کا اطمینان رکھیں کہ وہ شہنشاہ معظم کے زیر سایہ ہیں۔

ایم۔ ایف۔ اوڈوائر لفٹننٹ گورنر صوبہ پنجاب

سرکاری اعلان

قواعد تحفظ ہند

گزٹ آف انڈیا کی غیر معمولی اشاعت کے ذریعہ قواعد تحفظ ہند مجریہ ۱۹۱۵ء میں حسب ذیل ترمیم کی گئی ہے۔

قاعدہ ۱۲ (الف) کے بعد قاعدہ مندرجہ ذیل کی ایزادی کی گئی ہے:۔

(۱) کسی رقبہ میں جہاں گورنر جنرل باجلاس کونسل نے گزٹ آف انڈیا کے ذریعہ یہ مشتہر کیا ہو کہ ۲ قاعدہ کی شرائط وہاں عائد ہونگی۔ کوئی گورنمنٹ افسر جو اس غرض کے لئے مقرر کیا گیا ہو۔ لوکل گورنمنٹ کے عام یا خاص حکم سے بغیر کسی وارنٹ کے ایسے شخص کو گرفتار کر سکتا ہے جس کے خلاف یہ معقول شبہ ہو کہ وہ سرکار کے برخلاف بغاوت پھیلا رہا ہے۔ یا پھیلانے میں مدد دیتا ہے۔

(۲) قاعدہ ۱۲ (الف) کے ضمنی قاعدہ (۲) و (۳) کی شرائط ہر شخص پر عائد ہونگی۔ جو اس قاعدہ کے ماتحت گرفتار کیا جاوے گا۔ گورنر جنرل باجلاس کونسل نے اعلان کیا ہے کہ مذکورۂ بالا قاعدہ کی شرائط پنجاب پر عائد ہونگی۔

اس امر کا اعلان کیا جاتا ہے کہ جنرل آفیسر کمانڈنگ ۲ راولپنڈی ڈویژن نے ریگولیشن نمبر ۱۸ متعلقہ اعلان عام مورخہ ۲۰ اپریل ۱۹۱۹ء کے مطابق اپنے زیر کمان رقبہ کو جس میں مارشل لا کا نفاذ کیا گیا ہے حسب ذیل رقبوں میں تقسیم کر دیا ہے:۔

(۱) رقبہ گوجرانوالہ جس میں گوجرانوالہ تحصیل شامل ہے۔

(۲) رقبہ وزیر آباد جس میں وزیر آباد تحصیل شامل ہے۔

(۳) رقبہ خانقاہ ڈوگراں اور شرقپور جس میں خانقاہ ڈوگراں اور شرقپور تحصیلات شامل ہیں۔

(۴) رقبہ حافظ آباد جس میں حافظ آباد تحصیل شامل ہے۔

(۵) رقبہ گجرات اور کھاریاں۔ جس میں گجرات اور کھاریاں تحصیلات شامل ہیں۔

(۶) رقبہ پھالیہ جس میں پھالیہ تحصیل شامل ہے۔

(۷) رقبہ لائل پور جس میں لائل پور ضلع شامل ہے۔

نیز وہ مندرجہ ذیل افسران کو یہ اختیار تفویض کرتے ہیں کہ رقبہ مذکورہ میں ان جرائم کا فوری فیصلہ کریں جو اعلان مشتہرہ مورخہ ۲۰ اپریل ۱۹۱۹ء کے خلاف کئے گئے ہوں:۔

(۱) لفٹننٹ کرنل اے جی۔ او برائن سی۔ آئی۔ ای۔ سی۔ بی۔ ای۔ رقبہ گوجرانوالہ میں۔

(۲) میجر سی۔ ڈبلیو۔ جے سمتھ۔ ڈی۔ ایس۔ او ۱۲ سکھ پلٹن۔ رقبہ وزیر آباد میں۔

(۳) مسٹر بی۔ این بوسورتھ سمتھ۔ رقبہ خانقاہ ڈوگراں اور شرقپور میں۔

(۴) کپتان ڈبلیو۔ جے کول سپلائی اینڈ ٹرانسپورٹ کورز رقبہ حافظ آباد میں۔

(۵) لفٹننٹ کرنل سی۔ ایس۔ براؤن ۲۳ ڈوگرہ پلٹن۔ رقبہ گجرات اور کھاریاں میں۔

(۶) لفٹننٹ کرنل سی۔ ڈی گرانٹ سی۔ سی۔ [illegible] گورکھا رائفلز رقبہ پھالیہ میں۔

(۷) مسٹر جی۔ ایف۔ ڈی مونٹ مورنسی۔ سی۔ آئی۔ ای اور لفٹننٹ کرنل جی۔ ایس۔ ایف ہاکسن ڈی۔ ایس۔ رقبہ لائل پور میں۔

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۶ چہارشنبہ مورخہ ۱۴ مئی ۱۹۱۹ء نمبر ۸۵

بلا کیونکر ٹل سکتی ہے

چند سالوں سے متواتر آسمان اور زمین سے بلائیں پے در پے ایک دوسرے سے بڑھ کر نازل ہو رہی ہیں۔ کبھی طاعون کی شکل میں۔ کبھی قحط شدید کی صورت میں۔ کبھی زلزلہ کی صورت میں۔ کبھی جنگ کی صورت میں۔ کبھی ہیضہ اور کبھی انفلوئنزا کی شکل میں۔ اور کبھی اور اور صورتوں میں۔ غرض اس قدر بلیات زمین پر نازل ہو رہی ہیں۔ کہ جن کی کوئی انتہا نہیں اور ہر ایک ان میں سے کمر توڑنے والی اور پیس ڈالنے والی معلوم ہوتی ہے مگر تعجب ہے کہ مخلوقات ایسے غفلت کے پردوں اور خواب خرگوش میں سوئی پڑی ہے کہ اُٹھنے میں نہیں آتی۔ اور آفات دہر کی لاتوں سے ٹھوکریں پر ٹھوکریں کھاتی ہے مگر اس کی رگ حمیت جنبش میں نہیں آتی۔ اور بے انتہا نفوس قعر ذلت میں پڑ کر وادیٔ عدم میں کوچ کرتے چلے جا رہے ہیں مگر ایسی بے حس ہو گئی ہے کہ ان سے عبرت کا سبق نہیں لیتی۔ اور اس کے اسباب اور علل اور معالجہ و مداواتی کی طرف مائل نہیں ہوتی۔ جب ایسے ایسے شدائد اور مصائب دنیا پر آتے ہوئے ہوں اور یہ پڑی خواب استراحت میں سو رہی ہے۔ تو اس سے سوائے اس کے اور کیا ثابت ہوتا ہے۔ کہ سب دل مُردہ ہو گئے ہیں۔ اور ان میں احساس کی قوت زائل ہو چکی ہے۔ اور رگ حمیت کٹ چکی ہے ورنہ اگر ذرہ بھی اپنے حواس سے کام لیتی۔ تو اس کو واضح ہو جاتا۔ کہ یہ جو مصائب اور دکھوں کے پہاڑ ٹوٹ رہے ہیں اور غم و اندوہ کے گھٹا ٹوپ بادل چھا رہے ہیں ان کی کیا وجہ ہے۔ اور کیا اس کا تدارک ہے۔ مگر کسی نے بھی اس طرف رُخ نہیں کیا۔ اور اگر چند سال یہی حالت رہی تو غضب الٰہی کے ہونے ان سے کبھی عجیب اور بھیانک شکل میں نمودار ہو کر ساری زمین کو ذاتو مسیاہ کر دیں گے۔ نہ مکین رہیگا۔ نہ مکان۔ نہ کھیت رہینگے نہ کسان۔ نہ باغ نظر آئیں گے نہ باغبان۔ نہ مساجد دکھائی دینگی نہ نماز خوان۔ نہ بُت دکھائی دیں گے نہ بُت پرستان۔ نہ علوم رہینگے نہ طالبان۔ نہ سائنس رہینگے نہ سائینسدان۔ نہ کوئی ہُنر رہینگے نہ ہُنر والے۔ نہ چارپائے رہینگے نہ چرواہان۔ نہ کوئی حکومت رہیگی نہ حکمران۔ نہ سلطنت رہیگی نہ کوئی سلطان۔ اس لئے ہمدردی بنی نوع انسان کے لئے ایک ایسے عظیم الشان حکیم کی تشخیص کے مطابق انہی کا نسخہ پیش کیا جاتا ہے کہ جو اسکو استعمال کریگا۔ یقیناً یقیناً ان امراض ملاحظہ دو رحمت منزلہ سے خواہ وہ کیسی ہی مہلک اور خطرناک ہوں نجات پائیگا۔ اور وہ حکیم بھی جس نے نسخہ بتایا ہے ایسا حاذق حکیم ہے کہ جس پر دعوے سے کہتا ہوں۔ نہ اس کے برابر نہ کوئی ہوا اور نہ ہوگا۔ وہ حکیم کون ہے آؤ تم کو بتائیں۔ وہ فخر انبیاء کرام سرتاج اولین و آخرین خاتم النبیین و خیر المرسلین حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں جنہوں نے فرمایا ہے کہ جب میری امت میں پندرہ خصائل جمع ہو جائینگی تو اُن پر بلا نازل ہوگی۔ وہ پندرہ خصائل یہ ہیں :۔

(۱) یہ کہ وہ مردوں کی گری پڑی چیز کو اپنا مال سمجھ لیں گے۔
(۲) یہ کہ امانت کو مال غنیمت سمجھکر خورد برد کر لیں گے۔
(۳) یہ کہ زکوٰۃ دینے کو ایک ڈانڈ یعنی چٹی سمجھنے لگ جائینگے۔
(۴) مرد عورتوں کے مطیع و فرمانبردار ہو جائیں گے۔
(۵) بیٹے ماؤں کے نافرمان اور اُن سے سرکش ہو جائیں گے۔
(۶) اپنے دوستوں اور ہمجولیوں سے احسان کریں گے۔
(۷) یہ کہ باپ کے ساتھ جفا کے مرتکب ہوا کریں گے۔
(۸) یہ کہ مسجدوں میں جھگڑے اور تکرار کر کے شور مچائینگے۔
(۹) قوم کے لیڈر فاسق و بدکار ہوں گے۔
(۱۰) قوم کے رئیس ذلیل خاندانوں میں سے ہوں گے۔
(۱۱) کسی مرد کی عزت اس کے شر اور نقصان دہی کے خوف سے کریں گے۔
(۱۲) یہ کہ گانے بجانے والوں اور [illegible] کا دور دورہ ہو جائے گا۔
(۱۳) یہ کہ ان میں شراب نوشی بکثرت ہو جائے گی۔
(۱۴) یہ کہ ریشمی لباس کا کثرت سے رواج ہو جائیگا۔
(۱۵) یہ کہ لوگ پہلوں پر لعنت بھیجنے کے مرتکب ہونگے

جب یہ ساری باتیں امت محمدیہ میں ظاہر ہونگی تو اُس وقت یہ امت بلاؤں کے نزول کی مستحق ہو جائے گی۔ اس حدیث کے فرمانے والے حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اس کے راوی بھی قدوۃ السالکین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ہیں۔ یہ حدیث صحاح ستہ کی احادیث میں سے ہے۔

یہ روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ یہ سب باتیں آفتاب نصف النہار کی طرح دُنیا کے اس سرے سے اُس سرے تک لوگوں میں پائی جاتی ہیں۔ اور یہ بھی کسی سے مخفی نہیں کہ بلائیں بھی خطرناک سے خطرناک صورت میں، ایکدوسری سے بڑھ کر آئے دن نازل ہو رہی ہیں۔ ان بلاؤں کا نازل ہونا بلا کسی وجہ کے نہیں۔ اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ **وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم**۔ یعنی جو مصیبت تم کو پہنچتی ہے تمہاری اپنی ہی کرتوتوں کی وجہ سے پہونچتی ہے۔ دوسری آیت میں فرماتا ہے **وما کنا مھلکی القریٰ الا واھلھا ظٰلمون**۔ یعنی ہم بستیوں کو تباہ و برباد نہیں کرتے ہیں جب تک کہ اُن بستیوں کے رہنے والے ظالم و بدکار ہو جاتے ہیں۔ اب ظاہر ہے۔ کہ اصدق الصادقین خدا بلا کسی وجہ کے کسی کو ہلاک نہیں کرتا۔ وہ تو اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے۔ کہ یہ دُکھ و مصیبت تمہارے اپنے اعمال بد و کردار ناشائستہ کا نتیجہ ہیں۔ (باقی آئندہ)

ویدوں کا مطالعہ

اونٹ حلال ہے یا حرام؟

لالہ لوٹا رام جی لاہوری کوئی مہاشہ اس بات میں متردد ہیں کہ آیا اونٹ کا گوشت پہلے حلال تھا یا حرام۔ چنانچہ اُنہوں نے آریہ مسافر آگرہ کی گذشتہ اشاعت میں جواب کے لئے اس کو شائع بھی کروایا ہے۔ شاید یہ ماس پارٹی (گوشت خور فرقہ آریہ سماج) سے تعلق رکھتے ہوں۔

سوال واقعی قابل غور ہے۔ کہ جب سماج کے دو عظیم شاخسانوں میں سے ایک شاخسانہ اس بات کا مقر ہے۔ کہ گوشت جائز ہے۔ تو پھر اُنہیں اس بات کا بھی فیصلہ کرنا چاہئے۔ کہ کونسا جانور حلال ہے اور کونسا حرام۔ بہرحال اس سوال کا تعلق جہاں تک وید اور شاستر سے ہے۔ ہم اس کو بلا رد و رعائت پیش کر دیتے ہیں۔

ہمارا کام ویدک تعلیم کی رو سے فتوے دے دینا ہے اس پر عملدرآمد کرنا فتوے پوچھنے والے کے اختیار میں ہے۔ سنئے مہاشہ صاحب! وید کی نص صریح ہے۔ کہ

"اُشٹرم آرنیم انوستے دشامی تین چنوانا ؛ تنو وشید" (یجر وید)

ترجمہ:۔ (اُشٹرم) اونٹ (آرنیم) جنگلی۔ (تے) تمکو (انودشامی) حکم کرتا ہوں (تین) اس سے (تنوہ) جسم (چنوانہ) مضبوط بناتے ہوئے (نشید) زندگی بسر کرو۔

مطلب:۔ جنگلی اونٹ کا میں تم کو حکم دیتا ہوں اس سے اپنے جسم کو مضبوط بناتے ہوئے دُنیا میں رہو۔

وید بھگوان نے نہ صرف اونٹ کے حلال ہونے کا فتوے دیا بلکہ ساتھ ہی اس کے فائدے کو بھی بیان کر دیا۔ تاکہ کسی کو شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے۔ دوسری جگہ اونٹ کی قربانی کا بھی صاف ہی حکم ہے ارشاد ہوتا ہے۔

(سمدرائے) سمندر کے لئے (شششمارن) بچوں کو مارنے والے کو۔ (آلبھتے) میں قربان کرتا ہوں (پرجنیائے) بادلوں کے لئے۔ (منڈوکان) مینڈکوں کو (ادبھئیہ) پانی کے لئے۔ (متسیان) مچھلیوں کو (مترائے) مترو دیوتا کے لئے۔ (کلیپیان) کیکڑے کو وغیرہ وغیرہ۔ (بھومیائے) زمین کے لئے (آکھون) چوہا (انترکھیشا) خلا کے لئے۔ (پانکتران) چوہیا (دیوے) بہشت کے لئے (کاشان) چوہی (آلبھتے) قربان کرتا ہوں۔ (اوشٹرے) توشٹر دیوتا کے لئے (اُشٹران) اونٹ (آلبھتے) قربان کرتا ہوں۔

مطلب:۔ سمندر دیوتا کے لئے بچے مارنے والے کو بادلوں کے لئے مینڈکوں کو۔ پانیوں کے لئے مچھلیوں کو۔ مترو دیوتا کے لئے کیکڑے کو۔ دھرتی ماتا کے لئے چوہے کو خلا اور بہشت کے لئے چوہیا کو اور توشٹری دیوتا کے لئے اونٹ کو قربان کرتا ہوں۔

اونٹ حلال ہونے کا یہ تو وید پرمان (سند) ہے۔ اب لیجئے شاستر پرمان۔ منو مہاراج فرماتے ہیں:۔

(یتھا ودھیم) شاستر کے موافق (نیکتہ) کئے ہوئے (مانسم) گوشت کو (یہ) جو (مانوہ) شخص (نہ اتی) نہیں کھاتا ہے (سہ) وہ (پریتیہ) مرکر (ایک ونشتم) اکیس (سمبھوان) جنم تک (پشوتام) حیوانیت کو (یاتی) جاتا ہے۔

مطلب:۔ جو شخص شاستر کے موافق ذبح کئے ہوئے گوشت کو نہیں کھاتا۔ وہ اکیس جنم تک حیوان بنتا رہتا ہے۔ اس کی وجہ ذیل کے شلوک میں دی ہے:۔

(یا) جو (وید وہتا) وید کے حکم سے (نیتا) مقررہ (ہنسا) ذبح (اسمن) اس (چراچر) دنیا میں ہے (تام) اُس کو (اہنسام) نہ دکھ دینے والی (ایوم) ہی (ودیات) جانے (ہی) کیونکہ (دھرمہ) دھرم (ویدات) ویدوں سے (نربھبو) ظاہر ہوا ہے (منتر بیہ) منتروں سے (استنسکرتان) پاک نہ کئے ہوئے (پشون) جانوروں کو (دوپرہ) برہمن (کدا چن) کبھی بھی (نا) نہ (ادیات) کھائے۔ (تو) مگر (منتر بیہ) منتروں سے (سنسکرتان) پاک کئے ہوئے کو (ادیات) کھائے (شاشوتم) ہمیشہ (ودھم) شریعت میں (آستھتہ) قائم شخص۔

مطلب:۔ جو ذبیحہ وید کے موافق ہے اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ شریعت کا مدار وید ہی پر ہے۔ ہاں البتہ بغیر تکبیر کے ذبح کیا ہوا جانور برہمن کو نہ کھانا چاہئے۔ بمعیت تکبیر سے ذبیحہ متشرع شخص کے لئے جائز ہے۔

الغرض منو جی مہاراج نے وید کا حوالہ دیا۔ کہ جو اس میں جائز ہے۔ وہ ہمارے ہاں بھی جائز ہے۔

اب آئیے نرکت کی طرف۔ اگر مطلق گوشت خوری میں تردد ہو۔ تو اس سے صاف ہو جائے گا۔ نرکت جی مہاراج فرماتے ہیں:

"مانسم مانسم وا۔ مانسم وا۔ منو اسمن سیدتی" گوشت کو مانس اس لئے کہتے ہیں۔ کہ وہ معزز کے لئے بنایا جاتا ہے۔ یا خوشی خاطر لیا جاتا ہے اور یہ دل اس میں خوب بیٹھتا ہے۔

سب سے آخر سوامی دیانند جی کا فتوے بھی سن لیجئے۔ اصلی اور حقیقی ستیارتھ پرکاش جس کو سوامی جی نے اپنی زندگی میں اپنے ہاتھوں چھپوایا اور زندگی بھر اس کے خلاف کچھ نہیں لکھا۔ صفحہ ۳۰۲ پر آپ فرماتے ہیں:۔

"کوئی بھی مانس نہ کھائے۔ تو جانور مچھلی اور آبی جانور اتنے ہیں کہ اُن سے لاکھوں گنا ہو جائیں۔ کہ پھر لوگوں کو مارنے لگیں۔ اور کھیتوں میں اناج بھی نہ ہونے پاوے۔ سب لوگوں کا جینا دشوار ہو جاوے۔ اور لوگ ہلاک ہو جائیں۔"

صفحہ ۳۰۳۔ "جو گوشت کھائیں۔ وہ بھی آگ میں ہوم کئے بغیر نہ کھائیں۔ (پہلے سوختنی قربانی ہو بعد میں کھاوے)"

امید ہے۔ کہ یہ اتمال اسقدر جوابات ہی کافی ہوں گے۔ اگر اور ضرورت ہوئی تو زیادہ نذر کیا جاوے گا۔ اور یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ یجر وید کے اکثر حصے کا شان نزول گوشت خوری ہی ہے ؎

مشکل بہت پڑیگی برابر کی چوٹ ہے
آئینہ دیکھئیگا ذرا دیکھ بھال کر

رنگوں کا اختلاف

(از قلم میرزا خدا بخش صاحب)

(گذشتہ سے پیوستہ)

ہوا کی صفائی اور لطافت اور انسان کی محنت بھی رنگ پر مؤثر ہے۔ چنانچہ پہاڑوں کے اوپر رہنے والوں کا رنگ بمقابلہ اُن لوگوں کے جو گھاٹیوں اور میدانوں میں رہتے ہیں زیادہ صاف ہوتا ہے۔ چنانچہ کشمیر کے علاقہ میں جو لوگ پہاڑوں کے اوپر رہتے ہیں۔ اُن کے رنگ صاف ہیں۔ بہ نسبت اُن کے جو دامن کوہ میں رہتے ہیں اور عموماً ایشیاء میں اُن لوگوں کا رنگ صاف ہوتا ہے جو دامن کوہ میں رہتے ہیں۔ اور جو میدانوں میں رہتے ہیں اُن کا رنگ گندمی ہوتا ہے۔ جس کا سبب یہ ہے کہ اوّل الذکر لوگ زیادہ سرد اور خالص ستھری ہوا میں سانس لیتے ہیں اور خوب محنت کرتے ہیں جس سے دوران خون سُرعت کے ساتھ ہوتا رہتا ہے اور رنگ نکھرا رہتا ہے۔

اخلاق اور جسم پر غذا اور ہوا کا کیا اثر ہوتا ہے

ابن خلدون اپنے مقدمہ میں لکھتا ہے کہ جو ولایتیں قطبین کے وسط میں واقع ہیں۔ اُن پر ہوا کا اثر انسان کی اندرونی و بیرونی حالتوں پر اچھا پڑتا ہے اور جو اُن سے دُور اور بعید ہیں اُن پر بُرا ہوتا ہے۔ اور جن ملکوں میں غذا کے ذرائع اچھی طرح آسانی سے میسّر نہیں ہو سکتے۔ بلکہ وہ زیادہ تر دودھ اور گوشت پر بسر اوقات کرتے ہیں اور جنہیں میوہ جات اور گیہوں نصیب نہیں ہوتی زیادہ تر بہ نسبت اُن ملکوں کے باشندوں کے جن کو غذا ہر قسم کی مل سکتی ہے اور جو بفراغت ہر قسم کی غذاؤں سے بہرہ اندوز ہیں زیادہ تر خوش رنگ حسین اور خوش اخلاق ہوتے ہیں کیونکہ زیادہ کھانے سے [illegible] ناقص فضلات پیدا ہوتے ہیں۔ اور فاسد اور خراب اور ردی اخلاط ترقی کرتی ہیں۔ اس میں کلام نہیں کہ جو کچھ [illegible] ابن خلدون نے غذا اور ہواؤں کے اثرات کا بدن انسانی اور اخلاق پر لکھا ہے۔ بالکل صحیح ہے اور کسی کو اس پر کلام نہیں ہو سکتا۔ مگر صرف یہی سبب انسان کی اندرونی و بیرونی حالتوں پر مؤثر نہیں ہیں۔ بلکہ ان کے علاوہ اور بھی اسباب ہیں چنانچہ زمانہ حال کے محققوں نے چار چیزوں کو سب سے زیادہ مؤثر قرار دیا ہے اوّل زمین۔ دوسری آب و ہوا۔ تیسری غذا۔ چوتھی عام مظاہر قدرت۔

ایک یورپین فلاسفر لکھتا ہے کہ ملک کی اراضی کا زرخیز اور بار آور ہونا انسان کی حالتوں پر بہت اثر کرتا ہے۔ چنانچہ جن ملکوں کو اوّل ہی اوّل بہت جلد ہی ترقی نصیب ہوئی وہ سب زرخیز تھے۔ چنانچہ مصر ہندوستان اور ایشیاء کوچک کے باشندوں کی حالتیں ابتدا ہی سے رو بہ ترقی ہیں۔ اور جو بنجر، ویران اور غیر بار آور تھے جیسے تاتار، تبت اور عرب وغیرہ۔ اُن کے باشندوں کی حالتیں خراب اور وحشیانہ رہیں۔ اور اگر اُن قوموں میں سے کسی نے ترقی کی تو اُسی حالت میں کی۔ جبکہ وہ اپنے ملکوں سے نکل کر زرخیز اور سرسبز ملکوں کے مالک بنے۔

وہی محقق لکھتا ہے۔ کہ زمین کی نسبت آب و ہوا کو انسان کی حالتوں پر بہت زیادہ دخل ہے۔ جن ملکوں کی آب و ہوا اچھی ہے وہاں کے لوگ توانا اور قوی اور تندرست محنتی اور مستقل مزاج ہوتے ہیں اور اگر زمین بار آور نہ بھی ہو تو بھی وہ اپنی عقل اور محنت سے بہت کچھ اس کی اصلاح کر لیتے ہیں۔ بلکہ زمین کی تاثیر یہ ہے کہ انسان کو ایک حد تک پہنچا کر آگے بڑھنے نہیں دیتی۔ اور آب و ہوا ہمیشہ انسان کو ترقی دیتی رہتی ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان اور دیگر زرخیز ملکوں کی ترقی ایک حد تک پہنچ کر آگے رُک گئی۔ اور جن ملکوں کی آب و ہوا نہایت عمدہ ہے۔ جیسے ممالک یورپ۔ ان کی ترقی اب تک رکنے میں نہیں آتی بلکہ بڑھتی چلی جا رہی ہے۔

ایک فرانسیسی عالم لکھتا ہے کہ مصر اور ہندوستان میں اصول ترقی کے ایک ہی قسم کے پائے جاتے ہیں اور اسی لئے وہاں کے لوگوں کی مجموعی حالت ایک خاص حد پر جا کر ٹھہر گئی ہے اور آگے نہیں بڑھ سکتی اُن کے تمام عادات اور معاشرات میں یکساں طریقہ پایا جاتا

جس سے طبیعت پژمردہ و مضمحل ہو گئی ہے۔ ملک ویران اور برباد تو نہیں ہوا مگر لوگوں کی مجموعی حالت کا یہ حال ہو گیا ہے۔ کہ اُس میں حس و حرکت نہیں رہی اور برف کی طرح منجمد ہو گئی ہے۔ ہندوستان کے قدیم باشندوں یعنی ہندوؤں پر تو یہاں کی آب و ہوا اپنا پورا پورا اثر کر چکی تھی۔ مگر اس کے نو وارد مسلمانوں کی علمی اور عقلی و اخلاقی اصول میں جو اصلی قوت تھی وہ باقی نہیں رہی اور نہ اُن کا علم ایسا بے حس و حرکت ہو گیا۔ کہ کچھ بھی جان اس میں باقی نہیں رہی۔

اگر محقق اس زمانہ میں زندہ ہوتا تو اسکو موجودہ حالات کے رو سے اپنی رائے کو بدلنا پڑتا۔ اور یہ اقرار کرنا پڑتا کہ بیرونی تحریکات اُن کے عادات اور اخلاق پر مؤثر ہو سکتی ہیں۔ اور جمود کی حالت سے نکل کر غفلت کے پردوں کو پھاڑ کر بیداری کی حالت پر پہنچا سکتی ہیں۔

آب و ہوا کے علاوہ غذا بھی انسان کی حالتوں پر بہت کچھ اثر ڈالتی ہے۔ جن ملکوں میں غذا آسانی سے حاصل ہوتی ہے جیسے ہندوستان، مصر۔ وہاں ترقی بھی اوّل اوّل ہوتی ہے۔ مگر اُس کے ساتھ ہی یہ نقصان ہوتا ہے کہ آئندہ وہ بڑھنے نہیں پاتی کیونکہ حاجت سے زیادہ آدمی موجود ہوتے ہیں اور اُن کی آمدنی اور کمائی بہت تھوڑی اور محدود۔ اور دولت نہایت غیر مساوی ہوتی ہے بخلاف اُن ملکوں کے جہاں غذا کم ملتی ہے۔ ہر شخص اپنے واسطے کماتا ہے۔ اور آدمیوں کے کم ہونے سے صنعتوں اور کاریگریوں کی طرف ہر شخص رجوع کرتا ہے اور بیجا قوتوں سے مالدار کی قوت کو مدد پہنچاتا ہے۔

عام مظاہرات قدرت

قدرت کے مظاہرات کی نسبت علامہ مذکور نے کچھ نہیں لکھا۔ غالباً اس زمانہ میں قدرت کے ظہورات کا کچھ خیال نہ تھا۔ مگر موجودہ زمانہ میں علاوہ مذکورہ بالا تین اسباب مؤثرہ قدرت کے مظاہر کو بھی ان سب سے زیادہ مؤثر قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ایک یورپین سائنٹسٹ لکھتا ہے کہ تمام قوم کی حالت اور خصلت انہی سے قائم اور مقرر ہوتی ہے جس کا پھیر دینا سخت مشکل بلکہ غیر ممکن ہے اس کا ثبوت یونان قدیم اور ہندوستان کی حالت کے مقابلہ کرنے سے بخوبی حاصل ہوتا ہے۔ یعنی ہندوستان میں بہت بڑے بڑے پہاڑوں اور جنگلوں اور بیابانوں، دریاؤں، زلزلوں اور طوفانوں کے آنے اور ایسے ایسے عجائبات قدرت کے ظہور سے جن سے عقل انسانی حیران و ششدر رہ جاتی ہے۔ ہندوؤں کی عقل ابتدا ہی سے دنگ رہ گئی۔ وہ ان کے اسباب اور علل تو معلوم نہ کر سکے اس لئے وہ اپنے آپکو ذلیل و حقیر خیال کرنے لگ گئے اور مفروضہ سے بہت ہار بیٹھے۔ جس کا بہت بُرا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ان عجائبات سے متعجب ہو کر وہم و خیال میں مبتلا ہو گئے۔ اور ان کی قوت خیالیہ کمال درجہ ترقی کر گئی ہر چیز کی علت اور سبب دریافت کرنے کی طرف اپنی عقل کو نہ لگایا۔ بلکہ خیال بہا سکندر [illegible] پاکر عقل بیکار رہی ہو گیا۔ انکی طبائع میں معقول اور سنجیدہ امور سے نفرت اور عجیب و غریب چیزوں کی طرف رغبت اور میلان ہو گئی۔ یہ اسی قوت خیالیہ ہی کا باعث ہے کہ تمام بڑی بڑی کتابیں رامائن، مہابھارت، گیتا، جبر و مقابلہ، حساب اور صرف و نحو سنسکرت کے رسائل نظم ہی میں تصنیف ہو کر اور دیوتاؤں کے عجیب عجیب شکلیں قائم اور ایجاد ہوئیں اور بہت سی خیالی رسم و رواج جنکو عقل تسلیم نہیں کرتی جاری ہو گئے بر خلاف اس کے یونان کا یہ حال تھا کہ وہاں کے قدرت کے ظہورات نہایت نرم اور ملائم طور کے تھے۔ جن کے دیکھنے سے یونانیوں کو کچھ افسردگی اور حیرت نہ ہوئی۔ اور اُن کے دلوں میں آدمی کے حقیر اور ناچیز ہونے کا خیال پیدا نہ ہوا۔ بلکہ قدرتی اشیاء کو پیچیدہ اور پریشان کن نہ پاکر اُن کی عقل کو جرأت اور مستعدی ہوئی۔ اور انہوں نے قدرتی مظاہر کے اسباب اور اثرات معلوم کرنے کی سعی بلیغ کی۔ جس سے ان کی عقل کو بطرف متوجہ ہو کر بڑی ترقی ہوئی۔ جس کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ اُن کے ہاں بڑے بڑے حکیم اور عالم و فاضل اور مدبر ہوئے۔ اور وہ عمدہ عمدہ تصنیفات اور کتابیں اپنی یادگار چھوڑ گئے۔ دولت اور تجارت کو بڑی ترقی حاصل ہوئی۔ ان کی قوم عقل اور فلاسفی میں شہرہ آفاق

ہوئی۔ اور اب تک اُن کی شہرت کا آوازہ ہر کہ و مہ کے کانوں میں ہے۔ اور ہندوستان کے لوگ اب تک اپنے تخیلات کے غلام بنے ہوئے ہیں مگر اب زمانہ کی جد و جہد نے انکو کسی قدر بیدار کر دیا ہے۔ اور وہ اب ہاتھ پاؤں ہلانے لگے ہیں۔

اسلام کے متعلق

دو غیر مسلموں کی رائیں

(۲)

اسلام اور تہذیب

(ایک امریکن کے خیالات)

ہمیں اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ مسیحیت اور تہذیب ہم معنے الفاظ ہیں۔ اور تمام دنیا کو مسیحیت کا اس تہذیب کے لئے جو آجکل پھیلی ہوئی ہے مشکور ہونا چاہئے۔ بہتر یہ ہو گا کہ ان بیانات کو منصفانہ نگاہ سے دیکھا جائے اور بالکل ہی غیر جانبدارانہ دلائل اور شہادتوں کو دیکھنا چاہئے۔ اس بارہ میں امریکہ کے بہت بڑے آزاد خیال کرنل آر۔ جی۔ انگرسال کے الفاظ نہایت سبق آموز ہیں کوئی شخص ان پر اسلام مسیحیت کو ترجیح دینے کا الزام نہیں لگا سکتا۔ اور وہ تمام صورت معاملات کو منصفانہ اور مدلل نقطۂ خیال سے دیکھتے ہیں اور کسی مذہبی عقیدہ کے پابند نہیں ہیں صاحب موصوف یوں رقمطراز ہیں:۔

دسویں صدی مسیحی میں وسیع اسلامی سلطنت مسلمانوں نے منگولیا۔ تاتار۔ ایران۔ عراق۔ عرب۔ شام۔ مصر۔ شمالی افریقہ۔ مراکو۔ فیض اور اندلس میں کالج قائم کئے مسلمانوں کے تحت میں رومائی سلطنت سے زیادہ وسیع علاقہ جات تھے۔ انہوں نے نہ صرف کالج بلکہ رصدگاہیں بھی قائم کی ہوئی تھیں۔ اور تمام علوم کی تعلیم دیجاتی تھی انہوں نے ویسی ہندسے جاری کئے الجبرا اور ٹرگنومیٹری کی تعلیم رائج کی۔ مساوات اور [illegible] اور سرے جانتے تھے۔ انہوں نے ستاروں کے لئے نقشہ جات و فہرستیں تیار کیں۔ اور مشہور ستاروں کے نام مقرر کئے۔ جو ابھی تک رائج چلے آتے ہیں۔ انہوں نے کرہ ارض کا حجم اور طریق الشمس کی کجی دریافت کی اور سال کی لمبائی مقرر کی انہوں نے چاند اور سورج گہن۔ رات دن کی برابری راس السرطان و راس الجدی ستاروں کا طلوع اور غروب بعض ستاروں کی پوشیدگی کا حساب لگایا تھا۔ انہوں نے علم نجوم کے آلات تیار کئے۔ مختلف قسم کی گھڑیاں بنائیں اور انہوں نے آونیا اور الکوحل تیار کئے۔ سب سے اوّل انہوں نے دریاسازی کے نقشے وغیرہ شائع کیا۔ علم جر ثقیل میں انہوں نے مادہ کا زمین پر گرنے کا اصول دریافت کیا اور جر ثقیل کی طاقتوں اور کشش ارضی کے اصولوں سے واقف تھے۔

وہ علم وزن آبی کی تعلیم دیتے تھے۔ اور مادہ کا وزن مخصوص دریافت کر سکتے تھے۔

علم بصارت میں انہوں نے دریافت کیا کہ روشنی کی شعاع ہماری آنکھ سے نکل کر کسی مخصوص چیز کی جانب نہیں جاتی ہے بلکہ اس چیز سے آنکھ کی جانب آتی ہے۔

وہ ردی کپڑے۔ چمڑے سے سامان کا غذا اور فولاد بنا سکتے تھے۔ شطرنج کو انہوں نے ہی ایجاد کیا تھا۔ اور انہوں نے داستان اور افسانہ لکھنے اور مضمون نویسی کے میدان میں قدم مارا۔

مسلمان اپنے مدارس میں حیوانات کی ترقی اور تغیر کی تعلیم دیتے تھے۔ اور ڈارون اور سپنسر کے خیالات سے اچھی طرح واقف تھے۔

یہ لوگ عیسائی نہیں تھے بلکہ ایک دوسرے مذہب کے پابند تھے۔ اور جبکہ عیسائی جنہیں حقیقی خالق نے منتخب کیا۔ اور جن میں روح القدس پھونکی تھی غیر مذاہب کے لوگوں کے علوم و فنون کو تباہ کر رہے تھے یہ قوم ستاروں کی گردش اور اس کے طریق دریافت کر رہی تھی جبکہ عیسائی فلسفیوں کو زندہ جلا رہے تھے۔ اور مدمغ اشخاص کی آنکھیں نکال رہے تھے۔ مسلمان درس گاہوں کو قائم کر رہے تھے۔ پرانی کتابوں کی نقول جمع کر رہے تھے۔ قدرت کے اصول دریافت کرتے تھے۔ اور علوم کی جانب ہمہ تن مائل تھے اور ہمیں ہمارے بچوں کو آگاہ رہنا چاہئے کہ ہمیں قوم مور

خطبۂ جمعہ

مورخہ ۹- مئی سنہ ۱۹۱۹ء

اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ و اشھد ان محمداً عبدہٗ و رسولہٗ۔ اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم۔ اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس الیٰ غسق اللیل و قراٰن الفجر ان قراٰن الفجر کان مشھوداً۔ و من اللیل فتھجد بہٖ نافلۃ لک عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً

یہ آیات قرآن کریم کی۔ ان کا سلسلۂ مضمون اور ان کا ربط ان آیات سے ہے جو پہلے خطبے میں میں نے پڑھی تھیں جن میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تکالیف کا ذکر تھا۔ کہ کس طرح آپ کو تباہ کرنے کی کوشش کی گئی۔ کس طرح کوشش کی گئی۔ کہ آپ کو ملک سے نکال دیا جائے اور کسی طرح آپ کا قدم مبارک ملک میں نہ جمنے پائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ تجھکو ملک سے نکال دیں گے تو اذا لا یلبثون خلافک الا قلیلاً پھر یہ بھی تیرے بعد یہاں نہیں رہینگے۔ یہی قانون ہمارا تمام رسولوں کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔

اس کے بعد آیت آتی ہے۔ اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس الیٰ غسق اللیل و قراٰن الفجر ان قراٰن الفجر کان مشھوداً۔ یعنی قائم رکھو نماز کو سورج کے زوال سے لیکر رات کی تاریکی تک اور فجر کا قرآن وہ بھی مشہود ہے۔ اس جگہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس سلسلہ تکالیف کو نماز کے قیام سے کیا تعلق ہے؟ بظاہر ربط نہیں معلوم ہوتا۔ اور اسیواسطے بہت لوگوں نے ٹھوکر کھائی اور کہہ دیا کہ قرآن شریف کی آیات سورتیں وغیرہ یونہی بےترتیب جمع کر دی گئی ہیں۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا۔ کہ ان آیات کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ اور وہ یہ کہ اس آیت میں ان تکالیف کا علاج بتایا ہے۔ جن کا ذکر پہلے تھا۔ اور وہ علاج یہ ہے کہ تم نماز کو قائم رکھو۔ یعنی تم ایسی تکالیف میں خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرو۔ اور اسی کو اپنا توکل اور سہارا بناؤ۔ دکھوں اور تکالیف کی مت پرواہ کرو۔ یہ تکالیف اور اقم الصلوٰۃ کا تعلق ہے۔ یعنی وہ اگر دکھ ہے تو یہ اس کا علاج ہے۔

ترتیب اوقات

آفتاب کے زوال سے رات کی تاریکی تک کا ذکر پہلے کیا ہے اور بعد میں فجر کی نماز کا ذکر کیا ہے۔ حالانکہ فجر سب سے پہلے آتی ہے۔ درحقیقت اس ترتیب کے رکھنے میں ایک باریک ارشارہ ہے۔ اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس آفتاب کے زوال سے نماز شروع کرو۔ ایک تو آفتاب ظاہری ہے۔ جو ہمیں ہر روز نظر آتا ہے۔ اور ایک انسان کے اقبال کا آفتاب ہے جس طرح آفتاب اپنے اوج کو پہنچنے کے بعد ڈھلنا شروع ہوتا ہے۔ اسی طرح انسان کا اقبال بھی بعض وقت عروج کو پہنچکر زائل ہونا شروع ہوتا ہے۔ اور یہ کسی مصیبت کی جو انسان پر آئے ابتداء ہے کہ اسکے اقبال کا آفتاب ڈھلنا شروع ہوگیا۔

آفتاب کے زوال کے بعد عصر کا وقت آجاتا ہے جبکہ روشنی کم ہوتی جاتی ہے اور تاریکی کے آثار روشنی میں نمایاں ہوکر آفتاب کی روشنی زرد پڑجاتی ہے۔ گویا مصیبت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اور مصیبت سے مخلصی کی امیدیں اور بھی کم ہوتی چلی جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو جاتا ہے۔ دوسری طرف گویا دکھ اور مصیبتیں اپنا پورا رنگ جما لیتی ہیں اور انسان کے اقبال کا آفتاب ڈوب جاتا ہے۔

پھر اس کے بعد رات کا وقت آجاتا ہے جبکہ چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا نظر آتا ہے۔ فی الحقیقت ان چیزوں کی طرف توجہ دلا کر اس بات پر غور کرانا مقصود ہے کہ جس طرح ہم ظاہر قدرت کا نظارہ دیکھتے ہیں۔ اسی طرح انسان کی زندگی میں بھی یہی نظارہ پایا جاتا ہے۔ اس پر مصیبتیں آتی ہیں۔ اور آہستہ آہستہ ایسی بڑھتی ہیں کہ بجائے مخلصی کی راہ پیدا ہونے کے چاروں طرف تاریکی ہی تاریکی نظر آتی

حالات کی طرف متوجہ فرمایا ہے۔

دوسری جگہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف اللیل والنھار لاٰیٰت لاولی الالباب۔ آسمان اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کے اختلاف میں عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ بعض لوگوں کو بڑے بڑے انقلابات میں بھی نشان نظر نہیں آتے۔ لیکن خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ زمین و آسمان کی تمام مخلوق میں اور رات اور دن کے بدلتے رہنے میں بھی نشان ہیں۔ ان چیزوں میں بھی نشان ہیں۔ کہیں فرمایا۔ افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت و الی السماء کیف رفعت و الی الجبال کیف نصبت و الی الارض کیف سطحت۔ اونٹ یا بادل کو دیکھو اس کی پیدائش کس طرح ہوئی ہے۔ آسمان کو دیکھو۔ کس طرح بلند کیا گیا ہے پہاڑوں کو دیکھو کس طرح قائم ہیں۔ زمین کو دیکھو کس طرح تمہارے آرام کے لئے بچھائی گئی۔

چونکہ تمام دنیا کو ان نشانوں کی طرف متوجہ کرنا مقصود ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے ایسی چیزوں کو بطور نشان کے قائم کیا کہ زمین کا کوئی حصہ ان سے خالی نہیں۔ انسان جہاں کہیں ہو۔ خواہ کسی ویرانہ جنگل میں ہو۔ یا کسی آباد اور سرسبز مقام میں، ان تمام چیزوں کے اندر وہ نشان اسکو نظر آئیں گے۔ پس قرآن کریم ظاہری نظارۂ قدرت سے حالات باطنی کی طرف متوجہ فرماتا ہے۔ اسی طرح دلوک الشمس سے رات کی تاریکی کا ذکر کرکے بتایا کہ تمہاری زندگی میں بھی مصائب آتی ہیں۔ پھر وہ بڑھتی ہیں۔ پھر ان کا ہجوم آتا ہے۔ اور امید کی شعاعیں غائب ہو جاتی ہیں پھر چاروں طرف تاریکی ہی تاریکی نظر آتی ہے۔ مصیبت کی ابتداء سے لیکر انتہاء تک سوائے خدا کے تمہارا کوئی سہارا نہیں۔ دکھوں کے وقت میں خدا کی طرف متوجہ ہو کیونکہ وہی اس کو دور کرنے پر قادر ہے۔ نماز یا خدا کی طرف متوجہ ہونا سارے دکھوں کا حقیقی علاج ہے۔

نماز فجر کو اس جگہ علیحدہ کیوں کردیا۔ اس لئے کہ فجر کے وقت تاریکی پاش پاش ہوکر روشنی آجاتی ہے۔ اس میں یہ اشارہ ہے۔ کہ اسی طرح تمہاری مصیبتیں بھی پاش پاش ہوکر آخر راحت اور آرام کے دن آجائیں گے۔

ومن اللیل فتھجد بہٖ

دن کے اسی حصہ میں نماز دل کو رکھا ہے۔ جب آفتاب کا زوال شروع ہوکر تاریکی کامل طور پر چھا جاتی ہے۔ مگر اسی رات کے وقت میں کامل تاریکی کے زمانہ میں تو بہت ہی نماز پر زور دیا ہے چنانچہ رات کی تہجد کی تشریح خود ہی دوسری جگہ فرمائی۔ یاایھا المزمل قم اللیل الا قلیلاً نصفہ او انقص منہ قلیلاً او زد علیہ ورتل القراٰن ترتیلاً کچھ سونے کے بعد رات کو اٹھو۔ آدھی رات کھڑے رہو یا کچھ کم ہو۔ یا کچھ زیادہ ہو۔ آگے اس کی وجہ یہ بیان فرمائی۔ انا سنلقی علیک قولاً ثقیلاً۔ ہم تیرے سپرد ایک عظیم الشان کام کرنے والے ہیں۔ اس لئے اب تم رات کو اٹھنا شروع کرو۔ ان لک فی النھار سبحاً طویلاً۔ دن کو تمہارے اور بہت کام ہونگے۔ یعنی مخلوق کو تعلیم دینا ان کو وعظ و نصیحت کرنا دین سکھانا۔ اس لئے تمہیں دن کو اب اس قدر فراغت نہیں مل سکے گی۔ زیادہ دعاؤں کے لئے رات مقرر کرتے ہیں۔

قیام اللیل

رات کے وقت اٹھنا کیا چیز ہے۔ فی الحقیقت رات کا اٹھنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ ایک درد پنہاں کا علاج تھا۔ اور وہ درد مخلوق خدا کے لئے آپ کے دل میں تھا۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس قدر تاریکی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ کہ جس کی نظیر دنیا میں کہیں نہیں ملتی۔ ایک شخص میور نام مورخ نے جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ لکھی ہے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ اس زمانہ میں عیسائیت بھی خراب ہو چکی تھی۔ شراب پینا اور شرابخوری کو رواج دینا ان کا بڑا کام تھا۔ حالانکہ یہ دنیا کا سب سے آخری مذہب تھا۔ ہند۔ ایران۔ چین۔ جہاں دیکھو یہ زمانہ بلحاظ اخلاق اور روحانیت اور اللہ تعالیٰ کی ہستی اور توحید پر ایمان کے لحاظ سے کامل تاریکی کا زمانہ تھا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو اس حالت میں دیکھا کہ ملک عرب کے لوگ کس طرح بتوں کی پوجا میں اور طرح طرح کی بدکاریوں اور فسق و فجور میں مبتلا ہیں تو آپ کے دل میں

اور دنیا میں نیکی پھیلے۔ یہی درد آپ کو نبوت سے پہلے غار حرا میں لے جاتا تھا۔ جہاں کئی کئی ہفتے آپ عبادت الٰہی میں گذار دیتے تھے۔ وہاں آپ اس درد کا اظہار خدا تعالےٰ سے کرتے تھے۔ اور مخلوق خدا کی بہتری کے لئے دعائیں مانگتے تھے۔ اسی بارے میں فرمایا۔ ووجدک ضالاً فھدیٰ یعنی جب ہم کو اس تلاش میں کھویا ہوا پایا۔ کہ کسی طرح مخلوق خدا گمراہی سے نکلے تو پھر تجھے اپنی طرف سے ہدایت عطا فرمائی پس اللہ تعالیٰ نے نبوت کے بعد رات کا قیام آپ کے لئے فرض قرار دیکر یہ بتا دیا کہ دن کو مخلوق خدا کی تعلیم اور بھلائی میں خرچ کرو۔ اور رات کو درد دل کا اظہار اپنے مولیٰ کے سامنے کرو۔ یاد رکھو کہ دنیا ہمیشہ دکھوں اور تکلیفوں کے بعد راحت پاتی ہے بغیر دکھ اور تکالیف برداشت کرنے کے راحت نہیں مل سکتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے تمام دکھوں اور تکالیف کو اپنے نفس پر برداشت کیا۔ یہی سچا اور عظیم الشان کفارہ ہے کیونکہ جس تاریکی میں دنیا تھی اس سے بغیر مصائب کے نہ نکل سکتی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام دکھوں کو اپنی جان پر برداشت کیا۔ اور یوں دوسروں کا دکھ اٹھایا عیسائیوں نے کفارہ کے سمجھنے میں بہت ہی غلطی کھائی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس درد اور غم کا ذکر بار بار قرآن کریم میں کیا گیا ہے کہیں فرمایا۔ فلعلک باخع نفسک علیٰ اٰثارھم ان لم یؤمنوا بھٰذا الحدیث اسفا تم اپنی جان کو انکے پیچھے اس غم میں ہلاک کردو گے کہ وہ قرآن جیسی واضح تعلیم کو نہیں مانتے۔ کہیں فرمایا۔ لعلک باخع نفسک الا یکونوا مؤمنین تم اپنے آپ کو اس غم میں ہلاک کردو گے کہ یہ مانتے نہیں۔ اور کسی جگہ یوں فرمایا فلا تذھب نفسک علیھم حسرات۔ تیری جان غم سے ان کے پیچھے ہلاک نہ ہو۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخلوق کے لئے ایسا درد تھا۔ کہ قریب تھا۔ کہ آپ کو ہلاک کردے۔ یہ دکھ تھا۔ جس کا نتیجہ ۲۳ سالہ دعاؤں کے بعد ظاہر ہوا۔ کہ تمام بد اعتقاد اور بد رسوم عرب سے اٹھ گئے۔ اور نیکی ہی نیکی پھیل گئی۔ کوئی نبی آپ کا اس بات میں مقابلہ نہیں کرسکتا۔ کہ اس نے بھی قوم کے لئے ایسی دعائیں کی ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بی بی کہتی ہیں کہ ایک رات میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر میں نہ پایا۔ میں تلاش کرنے لگی۔ دیکھا تو باہر دور نماز میں مصروف ہیں۔ کس قدر آپ کے دل میں درد تھا کہ ساری ساری راتیں سالہاسال برابر اسی درد کا اظہار کرتے رہے۔

حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی صرف ایک لمبی دعا کا ذکر ہے جو ساری رات کی۔ اور وہ بھی اپنے لئے دعا ہے کہ ایلیا یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے۔ اور حواریوں کو بھی یہی کہتے ہیں کہ تم میرے لئے دعا کرو۔ لیکن اس کے بالمقابل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت پر غور کرو۔ یہ قاعدہ کی بات ہے۔ کہ اگر کسی عزیز پر کوئی مصیبت آوے تو تب دل سے دعا نکلتی ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف اپنے صحابہؓ کے لئے جن سے بڑھکر کوئی آپ کا عزیز نہیں دعائیں کرتے تھے۔ اور نہ صرف عام مخلوق کے لئے دعائیں کرتے ہیں بلکہ دشمنوں کے لئے بھی آپ کے منہ سے دعا کے ہی کلمات نکلتے ہیں۔ چنانچہ جب آپ دشمنوں کے ہاتھ سے زخمی ہوکر گر گئے۔ تو اسوقت میں بھی دعا کی کہ رب اغفر لقومی انھم لا یعلمون۔ اے میرے رب میری قوم کو بخش وہ جانتے نہیں۔ درحقیقت اس پایہ کا صرف یہی ایک انسان ہوا ہے کوئی نبی اس پایہ کو نہیں پہنچ سکا جہاں تک آپ کا مقام پہنچا ہے۔

اس میں ہمارے لئے ایک سبق ہے اور وہ یہ کہ ہم کو مسلمان اس لئے بنایا ہے کہ جس طرح نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سب کے خیرخواہ تھے۔ اسی طرح تم دشمنوں تک کی بھی خیرخواہی کرو۔ لیکن افسوس ہے کہ اس وقت لوگ اس تعلیم کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ بلکہ بعض کے اندر تو اس قدر کمینے اخلاق پیدا ہوگئے ہیں۔ کہ اپنے ہی دوستوں کو سب سے پہلے تباہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

آگے تہجد پڑھنے کی غرض بیان فرمائی کہ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً۔ یہ مقام کا پیدا اور [illegible] دنیا میں کیا چیز ہے۔ یہی کہ آپ لوگوں کو بدی سے ہٹا کر قدیم نیکی پر قائم کردیں گے۔ آپ اس مقام پر پہونچ گئے۔ [illegible] یہ ہے کہ دشمنوں کے منہ سے بھی تعریف کے کلمے نکلنے پڑے

منصوبے بیں لگے رہے۔ کہ کسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذلت کریں۔ اُن کے مُنہ سے بھی آپ کی تعریف کے کلمات نکلے۔ پس یہ سچ ہے۔ کہ جو شخص مخلوق خدا کا ہمدرد ہوتا ہے۔ وہ کبھی ایک مقام محمود پر کھڑا ہوجاتا ہے۔ پس میں بالخصوص اپنے احباب کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ اب رمضان کا مہینہ قریب آرہا ہے اس کو عبادت اور دعاؤں میں صرف کریں۔ یہ مجاہدے کا مہینہ ہے۔ لکھا ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ماہ رمضان میں اپنی کمر باندھ لیا کرتے تھے۔ جس سے مراد یہ ہے کہ آپ خاص طور پر اور بھی زیادہ قوی ہوجاتے تھے۔ ہماری اصل غرض مخلوق کی ہمدردی ہونی چاہئے۔ یہ بہت بڑا بوجھ ہے اس کو آسان نہ سمجھنا چاہئے۔

اب باقی آیات کو مختصراً بیان کرتا ہوں۔ دیکھو ایک طرف تو یہ حالت ہے کہ دشمن آپ کو ملک سے نکال دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ دوسری طرف آپ کے مُنہ سے ایسے یقین کے الفاظ نکلتے ہیں کہ قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ اب حق آگیا اور باطل گیا۔ اور حالت یہ ہے کہ سُننا کوئی نہیں۔

مکہ سے نکلتے ہیں کہ کسی اور کو بھی کچھ سنائیں۔ طائف میں وعظ و نصیحت کے لئے جاتے ہیں۔ وہ لوگ آپ پر اس قدر پتھر پھینکتے ہیں۔ کہ آپ کے قدم لہولہان ہوجاتے ہیں۔ اور ادھر وحی یہ ہوتی ہے قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا کیا کمال ہے بیکسی بھی کمال کی ہے۔ اور ایمان اور یقین بھی کمال کو پہنچا ہوا ہے۔

ایک انگریز نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت لکھی ہے جس میں اس نے آپ کا پہلے انبیاء کے ساتھ مقابلہ کیا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ آپ کی یہ حالت ایلیاس نبی کی حالت کی طرح ہے۔ اس کو بھی ایسی ہی تکالیف پہنچیں۔ لیکن ہم الیاس کی آخری دعا کیا دیکھتے ہیں کہ اے خدا مجھ پر اب موت وارد کر۔ یہ مایوسی کے کلمات ہیں کیونکہ سُننا کوئی نہیں سب مارنے کی فکر میں ہیں حضرت عیسٰی علیہ السلام کی زبان پر بھی ایسا ہی یاس کا کلمہ آیا ہے ایلی ایلی لما سبقتنی اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت ہے۔ کہ طائف میں لوگ آپ کو طرح طرح کی تکلیفیں دے رہے ہیں۔ آپ پر چاروں طرف سے پتھر پھینکتے ہیں کوئی بات کو سننے والا نہیں۔ لیکن ایسی حالت میں بھی یاس نہیں۔ بلکہ اس حالت میں بھی یہ دُعا آپ کے دل سے نکلتی ہے۔ اللّٰھم الیک اشکو ضعف قوتی و قلۃ حیلتی و ھوانی علی الناس۔ ان لم یکن بک علی غضب فلا ابالی۔ نہ کوئی مایوسی کا کلمہ ہے۔ نہ اللہ تعالیٰ کی شکایت ہے۔ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے آگے اپنی کمزوری اور عاجزی کا اظہار ہے اور یہ عرض ہے کہ جب تک تیری رضا ہے۔ مصیبتیں جس قدر بھی چاہیں آجائیں۔

ہم بھی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے کا دعوےٰ کرتے ہیں۔ یہی کیفیت ایمان کی مصیبتوں کے ہجوم کے وقت اپنے دلوں میں پیدا کرنی چاہئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

قل اعوذ برب الفلق من شر ما خلق۔ ومن شر غاسق اذا وقب ومن شر النفثٰت فی العقد ومن شر حاسد اذا حسد۔

احمدیہ جماعت اور گورنمنٹ

جماعت احمدیہ کا مسلک ابتداء سے ہی اسلام کے احکام کے بموجب حاکم وقت کی فرمانبرداری اور ہر ایک بغاوت کے سے علیحدگی کا رہا ہے۔ اور یہی وہ تعلیم ہے کہ جس پر مسیح موعودؑ ابتداء سے زور دیتے رہے ہیں۔ اور اس وقت تک حضرت صاحب کی جماعت کا ہر بند ہ وہ قادیان سے تعلق رکھتا ہو یا لاہور سے یہ عقیدہ ؟ کا جماعت لاہور پر ایسے حملے کرنا۔ کہ یہ جماعت گورنمنٹ کی باغی ہے۔ ایک ایسی کمینہ حرکت ہے کہ جس کا جواب بھی دینے کی ہم ضرورت نہیں سمجھتے۔ اور صرف اپنے احباب کو یہ نصیحت کریں گے۔ کہ وہ اس دُعا کو جو قرآن کریم نے حاسدوں کے شر سے بچنے کے لئے سکھائی ہے پڑھیں۔

آج میاں صاحب اور اُن کے مُرید جماعت لاہور کے خلاف وہ حرکات کر رہے ہیں۔ جو کسی زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے سخت ترین دشمن آپ کے خلاف کیا کرتے تھے اور جیسے کہ اُن کی کوششیں حضرت مسیح موعود کو گورنمنٹ کے خلاف ثابت کرنے میں پہلے خفیہ تھیں پھر علانیہ ہوئیں۔ ویسے ہی آج میاں صاحب کی جماعت کا حال ہے۔ اور جیسے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی بریت گورنمنٹ کے متعلق ان تمام گندے الزامات سے اللہ تعالےٰ نے کر دی تھی۔ ویسے ہی انشاء اللہ تعالےٰ جماعت لاہور کی بریت بھی کردے گا۔ یہ پُرانا طریق چلا آتا ہے۔ کہ جب کبھی کسی عقیدہ حقہ کو اس قدر طاقتور سمجھا جاتا ہے۔ کہ اس کی مخالفت اور طریق سے مفید نہیں ہوتی تو گونہ اور کمینہ ہتھیاروں سے کام لیا جاتا ہے جس طرح حضرت مسیح موعود کے دشمنوں نے آپ کو گورنمنٹ انگریزی کا باغی ثابت کرنا چاہا۔ اسی طرح سے یہودیوں نے پہلے مسیح کو رومی گورنمنٹ کا باغی ثابت کرنا چاہا تھا۔ یہ امر ہر ایک اہل بصیرت پر روشن ہے کہ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کی وفات پر جماعت احمدیہ بعض اصولوں کی بنیاد پر دو فریق میں منقسم ہوئی۔ یعنی ایک فریق کے نزدیک تمام دُنیا کے مسلمان کافر ہیں۔ دوسرے کے نزدیک نہیں۔ ایک کے نزدیک آنحضرت صلعم کے بعد حضرت مسیح موعود حقیقی نبی ہیں دوسرے کے نزدیک حقیقی نبوت کا دروازہ اب بند ہے۔ اور قیامت تک سب لوگ اب ایک ہی نبی کے ماتحت ہوں گے۔ ہاں اولیائے امت مجازی طور پر نبی کہلاتے ہیں اور اس وقت تک یہی اختلاف چلا جاتا ہے۔ جس پر ہزارہا صفحات کا لٹریچر دونوں فریقوں کی طرف سے لکھا جا چکا ہے۔ مگر میاں محمود احمد صاحب اور اُن کے بعض ساتھی علاوہ دیگر کھلی مخالفت کے ابتداء سے ہی لاہور کی جماعت کو نقصان پہنچانے کے لئے اور اپنی مطلب براری کے لئے پولیٹیکل رنگ دینے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ اُن کی یہ کوشش پہلے تو خفیہ تھی۔ مگر اب علانیہ ہوگئی۔ اور جیسا کہ دُنیا میں عام لوگ جن کو خدا کا خوف کچھ نہ ہو۔ موقعہ پاکر اپنی مخالفت کا بدلہ جھوٹ و افترا سے لیا کرتے ہیں ویسے ہی اس وقت میاں صاحب کی جماعت نے کیا ہے۔ اور محض ایک چھوٹے سے نیک نیتی کے فعل کو لیکر اس پر اس قدر جھوٹ کی بنیاد رکھی ہے۔ کہ اپنی طرف سے آخری ہتھیار ہم کو تباہ کرنے کے لئے چلادیا ہے۔ اور لیمز قنھر کی پیشگوئی کی جو شروع میں ہی کی تھی۔ پورا ہونے کے انتظار میں بیٹھے شاید گھڑیاں گن رہے ہیں۔ لیکن ہم ان کو یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ اگر جماعت کے بعض افراد کے فعل سے کل جماعت کے متعلق رائے لگائی جاسکتی ہے۔ تو میاں صاحب کے مرید بھی اس سے خالی نہیں۔ اگر میاں صاحب زیادہ ضرورت سمجھیں تو ہم ان کو پتہ بتادیں گے۔ مگر چونکہ چغل خوری ایک نہایت ہی ذلیل حرکت ہے اس لئے ہم اس سے باوجود اس حملہ کے جو انہوں نے کیا ہے مجتنب رہتے ہیں۔ اور ہم کو اتنا بھی مجبوراً لکھنا پڑا۔ ورنہ یہ ہمارا مسلک نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ہماری جماعت کے ساتھ تو میاں صاحب اور ان کے بعض مریدین کی عداوت کمال کو پہنچ چکی ہے اور قرآن مجید کی آیت ان پر صادق آتی ہے کہ قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر۔ (یعنی دشمنی ان کے مُنہوں سے ظاہر ہوگئی۔ اور جو کچھ کہ اُن کے سینوں میں ہے وہ اس سے بڑھ کر ہے) بہر حال یہ مسلک حضرت مسیح موعود کا نہ تھا۔ وہ تو تمام دنیا کی اقوام کے لئے موجب رحمت و صلح و محبت کا تھے۔ اور یہ اپنے بھائیوں کے لئے مار آستین۔ بنے ہوئے ہیں۔ اور کسی نے کیا سچ کہا ہے کہ "بھاگ ان بردہ فروشوں سے کہاں کے بھائی۔ بیچ ہی ڈالیں جو یوسف سا برادر ہوئے" بہر حال اللہ تعالےٰ کا فضل ہے ہم کو پوری امید ہے کہ وہ حق کو غالب کردیگا۔ اور حاسد کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔ اور گورنمنٹ پر بھی یہ عذر و لخلف ظاہر ہوجاوے گا۔ جس کی وجہ یہ سب افترا ہو رہا ہے۔ اور ایک مذہبی تحریک کو پولیٹیکل بنانے کی کوشش کی جارہی ہے واللہ المستعان علیٰ ما تصفون والحمد للہ رب العالمین۔

خاص توجّہ کے قابل

وارد دفتر محاسب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگ

مکرم برادران

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اللہ تعالیٰ نے ہر ایک مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر جو صاحب نصاب ہے۔ زکوٰۃ دینا فرض ٹھہرایا ہے اور چونکہ یہ دو مہینے زکوٰۃ کے لئے مخصوص ہیں اس لئے آپ کی خدمت میں عرض کی جاتی ہے کہ مہربانی فرماکر اپنی زکوٰۃ خواہ ساری یا اس کا ایک مناسب حصہ اس انجمن کو بھیجدیں۔ اور اپنے دوسرے بھائیوں اور دوستوں کو بھی جو آپ کے زیر اثر ہیں اس کار خیر میں شریک ہونے کے لئے۔ تحریک کریں۔ اور عند اللہ ماجور ہوں۔

خاکسار۔ طفیل احمد محاسب۔

دوستوں کو اطلاع

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب ولائیت سے روانہ ہوچکے ہیں۔ اور ۱۳ مئی کو انشاء اللہ بمبئی پہنچ جاینگے اور غالباً ۱۶-۱۷ تاریخ تک لاہور رونق افروز ہوں گے۔ چونکہ حضرت خواجہ صاحب ہدایت طبی کے ماتحت ہندوستان تشریف لارہے ہیں۔ اور آپ کو طبی مشورہ دیا گیا ہے۔ کہ کئی ماہ تک متواتر کاروبار۔ لیکچر۔ تقریر وغیرہ سے الگ رہیں اور کچھ عرصہ کسی سرد مقام میں تنہا زندگی بسر کریں۔ نیز حضرت خواجہ صاحب کی خواہش بھی یہی ہے۔ کہ آپ کے احباب اُن کے لاہور آنے پر ملنے کے لئے سردست آنے کی تکلیف نہ فرمادیں۔ ماہ نومبر۔ دسمبر میں جب وہ لاہور واپس تشریف لائیں گے۔ اُس وقت احباب اُن سے ملاقات کرلیں۔

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

باجلاس جناب شیخ عبد الرحمٰن خان صاحب منصف لیہ

مقدمہ نمبر ۷۲۰

ٹکا یا رام ولد نوبت رام بنام جعفر خان ولد الہ یار سنگر دلی کا ٹرہ سکنہ جہر کل   سکنہ بوچی والہ

دعوےٰ مبلغ مالعہ

مقدمہ مذکور صدر عدالت کو یقین دلایا گیا ہے۔ کہ مدعا علیہ پر تعمیل سمن نہیں ہوتی۔ اور مدعا علیہ تعمیل سمن سے گریز کرتا ہے۔ اور عمداً روپوش ہوجاتا ہے۔ لہٰذا اشتہار بنام مدعا علیہ شائع کیا جاتا ہے۔ کہ اگر مدعا علیہ مورخہ ۲۹ ۶/۱۹ کو حاضر عدالت ہوکر پیروی و جوابدہی مقدمہ نہ کرے گا۔ تو اس کے خلاف کارروائی یکطرفہ عمل لائی جاویگی۔

آج بتاریخ ۵۔ مئی ۱۹۱۶ء بہ ثبت میرے دستخط اور مُہر عدالت کے جاری کیا گیا۔

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

باجلاس جناب شیخ عبد الرحمٰن خان صاحب منصف مقام لیہ

نمبر مقدمہ ۹۰۰

جہانگی رام ولد حکم چند بنام سماۃ گنوررز وجہ کرنگ ذات روتو زرگر ساکنہ چمن شاہ۔   سکنہ کھوکھر والہ

مدعی   مدعا علیہ

دعوےٰ مبلغ ...

مقدمہ صدر عدالت کو یقین دلایا گیا ہے کہ مدعا علیہ پر تعمیل سمن نہیں ہوتی۔ اور مدعا علیہ عمداً تعمیل سمن سے گریز کرتا ہے۔ اور روپوش ہوجاتا ہے لہٰذا اشتہار بنام مدعا علیہ شائع کیا جاتا ہے کہ اگر مدعا علیہ مورخہ ۲۹ مئی ۱۹۱۶ء کو حاضر عدالت ہوکر پیروی و جوابدہی مقدمہ نہ کریگا تو اُس کے خلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جاویگی۔

آج بتاریخ ۵۔ مئی ۱۹۱۶ء بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت جاری کیا گیا۔

اور حضرت محمدؐ کے پیروکاروں کو مشکور رہنا چاہیئے کیونکہ انہوں نے ہی تمام موجودہ علوم و فنون کی بنیاد ڈالی۔ اور ہمیں یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ جب مسلمان علوم کے دوست تھے۔ تو عیسائی ان کے (یعنے علوم کے) دشمن بنے ہوئے تھے۔

کرنل انگرسال ان لوگوں کو یوں جھٹلاتے ہیں جن کا قول ہے۔ کہ اسلام اپنی جگہ پر کھڑا رہنے والا اور ترقی کے لئے ناموزوں ہے۔ ایسے لوگوں کو یورپ کا تاریکی کا زمانہ یاد نہیں آتا۔ جبکہ یورپ تاریکی کے نہایت گہرے طبق میں پڑا ہوا تھا جبکہ علم و ادب حد درجہ تک گر گیا تھا۔ اور جبکہ وہ عیسائی یا یہودی جو بڑا بننا چاہتے تھے۔ مسلمانوں کی درسگاہوں میں پڑھنے کے لئے جاتے تھے۔ یہاں بلا کسی ظلم و تعدی کے خوف سے وہ اپنی تعلیم جاری رکھ سکتے تھے۔ جبکہ اپنی سرزمین میں انہیں تعلیم کی خاطر جادوگر اور جادوگرنیاں سمجھکر لوگ پکڑ کر زندہ دبا دیتے تھے۔ یورپ کو مسیحیت نے تباہ کر دیا تھا۔ لیکن باوجود عیسائی مذہب کی مخالفت کے جو ہمیشہ اور ہر ملک میں ترقی کا جانی دشمن رہا ہے یورپ نے ترقی پکڑی۔ اور تہذیب و تمدن حاصل کیا۔ (مسلم ہیرلڈ)

منقولات

بلاد بابل و اشور کے پرانے شہروں کا زمین سے کھود کر برآمد کیا جانا اور وہاں کا قدیم تمدن

(از قلم مولوی عنایت اللہ صاحب بی اے)

(گذشتہ سے پیوستہ)

چند اور دلچسپ کتبے

چڑھاوے کی چیزیں جن پر کتبے ہیں۔ اور جو نفر کے ٹیلوں سے نکلی ہیں۔ اُن کا ذکر بھی ضروری ہے۔ ان کتبوں میں تاریخی واقعات بھی درج ہیں جس سے تاریخی معلومات میں بڑا اضافہ ہوا ہے۔ چنانچہ بیسویں صدی سے تئیسویں صدی قبل مسیح تک کے واقعات کا اُن سے پتہ چلتا ہے۔ اور اُن بادشاہوں کے نام معلوم ہوتے ہیں جن سے اب تک کوئی واقف نہ تھا۔ اسی طرح سنگین ظروف کے بہت سے ٹکڑے ملے ہیں۔ جنکو جوڑنے کے بعد ایک بڑا کتبہ بادشاہ ایرک یا یورک لکل زجیسی کا دریافت ہوگیا۔ اس بادشاہ کا زمانہ ۲۹۷۵ برس پیشتر حضرت مسیح سے تھا۔ اس بادشاہ کی قوت اور سلطنت ایسی بڑھی کہ وہ ارض سومر کا بھی بادشاہ کہلایا جانے لگا۔ جو بڑی بڑی فتوحات اسکو حاصل ہوئی تھیں وہ سب اس کتبہ میں درج ہیں اور جو بڑی بڑی لڑائیاں وہ لڑا تھا۔ وہ بھی بیان ہوئی ہیں۔ ٹیلوں کی نچلی تہ سے برتنوں اور مشکوں کا بڑا ذخیرہ نکلا بعض مٹکے بہت ہی بڑے تھے۔ کہیں کہیں موریاں جو سنگین محراب دار بنائی گئی تھیں نکلیں۔ ان موریوں میں نل پڑے ہوئے تھے اور کثیف پانی شہر کا اُن کے ذریعہ سے نکل جاتا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شہروں کی صفائی کا انتظام بھی قدیم زمانہ میں بڑے اہتمام سے کیا جاتا تھا۔ یادگار کے کتبے اور اشیاء جو نفر سے برآمد ہوئی ہیں۔ وہ تلوح کے کتبوں اور چیزوں سے کم نہیں ہیں۔ نفر کی چیزوں میں ایک گول تختی ہے۔ جو ۳۰۰۰ برس قبل مسیح انلیل کی نذر چڑھائی گئی تھی اس میں بادشاہ وقت معبود انلیل کے بت پر پانی چڑھا رہا ہے۔ اس تختی میں ایک سوراخ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ تختی تصویر کی طرح دیوار پر لگائی جا سکتی تھی۔ اس کے کتبے کا خط نہایت قدیم زمانہ کا ہے۔ قدامت کا دوسرا ثبوت یہ ہے۔ کہ تصویر میں بادشاہ بت کے سامنے بالکل برہنہ کھڑا ہے تصویر کے نیچے کے حصہ میں دو آدمی ہیں۔ ایک بکرے کے پیچھے اور دوسرا مینڈھے کے پیچھے جا رہا ہے۔ یہ دونوں خادم معلوم ہوتے ہیں۔ جو معبود کے سامنے قربانی کے لئے جانور لے جا رہے ہیں۔ ۱۹۰۳ء میں ایک دوسری جماعت چند مہینے تک کندن کی غرض سے امریکہ سے روانہ ہوئی۔ اس نے مقام بسمہ کے قریب کام جاری کیا۔ ڈاکٹر بینکس اس کے افسر اعلیٰ تھے اور یونیورسٹی شکاگو کی طرف سے بھیجے گئے تھے مقامی مشکلات اور قلت وقت کے لحاظ سے ڈاکٹر موصوف کے کام پہلوں [illegible] بسمہ کا مقام جنوبی [illegible]

حصہ کے بیچ میں تھا۔ اور وہاں کے لوگ بھی وحشی اور آزاد تھے۔ اور وہاں مقام تک پہونچنا بھی دشوار تھا۔

ایک قیمتی انکشاف

ڈاکٹر بینکس بسمہ میں تنہا پہنچے۔ کچھ مزدور جمع کئے اور ۱۹۰۳ء کے کرسمس کے دن کام شروع کر دیا۔ ۲۵۔ دسمبر ۱۹۰۳ء تک کام جاری رہا۔ مگر پھر گرمی اس قدر سخت ہوگئی کہ دسمبر تک سب کام بند کر دینا پڑا۔ حالات نے جس حد تک اجازت دی۔ کام نہایت باقاعدہ طریقہ پر کیا گیا اور بہت جلد ثابت ہوگیا۔ کہ بسمہ کے ٹیلے کے نیچے ایک پرانے شہر کے آثار دبے ہیں جو بابل قدیمہ کی سلطنت کے قائم ہونے سے بہت پہلے مدت تک آباد رہنے کے بعد ویران ہو چکا تھا۔ سطح سے کچھ ہی نیچے پہونچنے پر پرانی عمارتوں کے آثار ملنے لگے۔ اور ظاہر ہوا کہ اس شہر کو کسی غنیم نے تاخت و تاراج کیا تھا۔ ایک بادشاہی محل۔ ایک ہیکل اور ہیکل کے منارہ کا نشان بھی ملا۔ اور شہر کے محلوں کا بڑا حصہ بھی برآمد کیا گیا جہاں عام رعایا آباد تھی۔ یہ حصہ محل کے صدر دروازہ کے سامنے تھا۔ محل کا صحن وسیع تھا۔ اور صحن کے چاروں طرف متعدد کمرے تھے۔ معمولی مکانات کی قطع بھی وہ ہی تھی جو محل کی تھی۔ فرق صرف اس قدر تھا کہ معمولی مکانات میں کمرے کم اور چھوٹے ہوتے تھے۔ بڑے صحن کے علاوہ محل میں اندر کے رُخ ایک اور صحن بھی تھا۔ جس کے گرد مستورات کے رہنے کے لئے کمرے اور دالان بنے ہوئے تھے۔ بعض کمروں میں نل لگے ہوئے تھے۔ اور یہ نل سیدھے نیچے کی طرف اُترتے ہوئے بدنیا دور تک گئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے یہ کمرے حمام اور غسل خانے تھے۔ اور مختلف قسم کے برتن۔ مٹی کے کھلونے چھوٹی چھوٹی مورتیاں اور بہت سی مٹی کی تختیاں محل سے برآمد ہوئیں۔ ہیکل کے احاطہ سے جو چیزیں نکلیں وہ ان سے بھی زیادہ اہمیت رکھتی تھیں ان میں سنگین بُتوں کے ٹکڑے تھے۔ ان کی صنعت و صفائی دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ بُت تراشی کے فن میں خاصکر چہرے کے نقوش اور لباس کی ترتیب میں بہت ترقی ہو چکی تھی۔ ان ہی میں ایک بُت کے ٹکڑے مختلف ملے۔ لیکن جب ان کو جوڑا گیا تو پورے نکلے یہ بہت قدیم بابلی سلطنت کی بُت تراشی کا بہترین نمونہ ہے۔ دوسرا ایک بڑے پہر اپنے وقت کے بادشاہ کی صورت کا ہے جس کا نام لکل داؤد تھا۔ بُت کے داہنے بازو پر ہیکل کا نام ای سر لکھا ہے۔ اور شہر کا نام ادب۔ بُتوں کے سر اکثر ایسے ملے جنکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ قوم سومر کے لوگوں کی شکل کے ہیں لیکن ایک بُت ایسا تھا۔ جس کے چہرے کا نقشہ بالکل سامی وضع کا تھا یعنی ڈاڑھی خوب بھری تھی اس سے قیاس ہوتا ہے کہ پرانے وقتوں میں بابیلونیہ کے باشندے دو مختلف قومی گروہوں کے تھے۔ اور ارض فرات کے پرانے شہروں میں ان دونوں قوموں کے لوگ ملے جلے رہتے تھے۔ ایک قوم سومر تھی اور ایک قوم وہ تھی جسکو سام بنی نوح کی اولاد سے سمجھا گیا ہے۔ ٹیلے کی چوٹی سے ایک سیدھا پچاس فیٹ کی گہرائی کا سوراخ کیا گیا۔ یہاں تک کہ ریتلی زمین تک یہ سوراخ پہنچ گیا گویا اس سطح تک پہونچگیا۔ جس پر کسی وقت میں سمندر تھا۔ اس وقت ڈاکٹر بینکس کو معلوم ہوا کہ ہیکل کی عمارت کے نیچے ایک اور عمارت بھی ہے۔ جو ایک اونچے چبوترے پر کرسی دے کر بنائی گئی تھی ہیکل والے طبقے سے جو مکتوبہ اینٹیں اور ظروف برآمد ہوئے اُن سے دنجی اور امانسجور یعنی شاہی خاندان آر کے بادشاہوں کے نام دریافت ہوئے۔ اُن کا زمانہ ۲۴۵۰ برس قبل مسیح تھا۔ شرقن دترم حسن آکدی کے نام بھی معلوم ہوئے ان بادشاہوں کا زمانہ ۲۶۵۰ پیشتر مسیح تھا۔ اب رہی وہ عمارت جو ہیکل کے نیچے تھی۔ اُس کا زمانہ غالباً ۳۰۰۰ برس مسیح سے پیشتر یا اس سے بھی پہلے کا تھا۔ ایک نیلے رنگ کا پتھر ہیکل سے برآمد ہوا۔ اس پتھر پر ایک طرف ہیکل کا نقشہ بنا ہوا ہے یہ نقشہ تحقیقات کی غرض سے نہایت بکار آمد ثابت ہوا کیونکہ اس سے پرانے مناروں کی وضع معلوم ہوگئی۔ اس نقشہ میں منارہ کے چار مدرجے دکھائے ہیں۔ اوپر کا درجہ نیچے کے درجہ سے چھوٹا ہے اس سے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ ادب کے پرانے شہر میں ہیاکل کے منارے چار درجوں کے ہوا کرتے تھے۔ نذر و نیاز کی اشیاء سے جو ہیکل سے نکلیں قطعی ثابت ہوگیا کہ اس ہیکل کا نام ای سار تھا۔ اور وہ شہر ادب کی معبودہ نن کرسگ کا تھا نن کرسگ کے معنے خاتون کوہ کے ہیں۔ اس معبودہ کے بُت اس طرح بنائے ہیں کہ گویا تخت پر بیٹھے ہیں چہرہ بھی بابل کے بُت تراشوں نے اس معبودہ کا اسی وضع کا بنایا ہے۔ جیسے کہ نن لیل کا بناتے تھے۔ جو معبود اکبر انلیل کی ملکہ تھی۔ اور جس کا بڑا ہیکل

نفر میں تھا۔ ممکن ہے کہ انلیل کا مذہب ادب کے شہر میں نفر کے شہر سے پہونچا ہو۔ ڈاکٹر بینکس کو صدہا ٹکڑے برتنوں کے وضع و قطع کے ملے۔ ان میں بعض سنگ سلیمانی۔ بعض سنگ سماق۔ سنگ سرخ۔ خارہ اور مرمر کے تھے۔ ان میں اکثر عبارتیں کندہ تھیں اور بعض پر تصویریں اور عجیب و غریب نقوش تھے مثلاً کسی پر اژدہے بنے تھے۔ کسی پر مذہبی جلوس کی تصویریں تھیں کہیں بہت سے معبود ایک کشتی پر سوار دریا کی سیر کرتے تھے ہاتھی دانت اور سیپ کی بنی ہوئی بہت سی چیزیں بھی ملیں مچھلیاں بلیاں۔ خوبصورت مالا اور ہار۔ ان میں بعض محض زیبائش کی چیزیں تھیں۔ اور بعض بتوں پر چڑھائے گئے۔ سنگ مرمر کی کندہ لوحیں اور تانبے کی مکتوبہ تختیاں بھی برآمد ہوئیں سنگ سفید کی بنی ہوئیں گائیں نہایت پاکیزہ صنعت کی نکلیں لیکن سالم نہ تھیں ٹکڑے تھے۔

طرز تدفین پر مزید روشنی

ہیکل کے قریب ہی ٹیلے کے ایک حصہ سے کئی ہزار گلی تختیاں نکلیں۔ ان پر قدیم ترین زمانہ کی املا میں عبارتیں لکھی تھیں۔ ان کا تعلق ہیکل کے کتب خانہ سے معلوم ہوتا تھا۔ آخر الامر بسمہ کے ٹیلوں کی تحقیقات سے اہل بابل قدیمہ کے طرز تدفین پر اور زیادہ روشنی پڑی۔ اینٹوں کی ڈاٹ لگا کر لحد بناتے تھے یہ لحدیں ۶ فیٹ لمبی اور تین فٹ اونچی ہوتی تھیں۔ ان میں مُردے لٹائے جاتے تھے۔ دیوار سے ملا کر مٹی کی ہنڈیاں اور گھڑے چن دیتے تھے۔ قبروں میں سے اکثر تانبے کے چھلے تھے ہاروں کے دانے نکلے۔ جن سے معلوم ہوا۔ کہ مُردے معہ زیورات کے دفن کر دیئے جاتے تھے۔ بعض مٹی کے برتن ایسے نکلے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دفن کے وقت مُردے کے ساتھ کھانا بھی رکھدیا جاتا تھا۔ ڈاکٹر بینکس لکھتے ہیں کہ یہ قبریں بادشاہ بابل حمورابی کے وقت کی ہیں جس کا زمانہ ۲۰۰۰ برس قبل مسیح گذرا ہے (یہ بادشاہ بڑا نامی تھا۔ اور اس کا زمانہ وہی دریافت ہوا ہے جو توریت میں حضرت ابراہیم کا ہے) ان پرانی قبروں کی وضع ویسی ہی ہے جو قبریں آجکل میسوپوٹامیہ (جزیرہ) میں تیار ہوتی ہیں۔ جس سے خیال ہوتا ہے کہ شہر کا یہ حصہ صرف قبرستان کے لیے مخصوص تھا۔

تاریخی عبارتوں کی چند اور نمونے

ڈاکٹر بینکس نے جو کیفیت اپنے کام کی تحریر کی ہے اسمیں چند نمونے تاریخی عبارتوں کے بھی دیئے ہیں جو مختلف اشیاء پر کندہ دستیاب ہوئی ہیں۔ ان نمونوں سے بعض ایسے بادشاہوں کے نام معلوم ہوئے جو ڈاکٹر موصوف کی تحقیقات سے پہلے کسی کے علم میں نہ تھے۔ امید ہے کہ جب ان کے انکشافات کی پوری کیفیت چھپکر شائع ہو جاوے گی تو وادی فرات کی تاریخ قدیم کے متعلق معلومات میں اور زیادہ اضافہ ہوگا۔

جرمن سوسائیٹی

آثار بابل و اشور کے کام پر اخیر زمانہ میں جس نے کمر باندھی وہ جرمن اوریانٹ سوسائیٹی تھی جو ۱۹۰۰ء میں قائم ہوئی تھی۔ یہ امر مسلمہ ہے۔ کہ خوش اسلوبی اور اہتمام سے اس سوسائیٹی نے کام کیا۔ وہ اس سے پہلے کسی جماعت نے حتیٰ کہ تلوح کی سرزیک والی جماعت نے بھی نہیں کیا تھا۔ اس سوسائیٹی کا انتظام پروفیسر فریڈرچ ڈیلچ کے ہاتھ میں تھا۔ اس ذی علم پروفیسر نے اپنی تنہا کوشش سے جس قدر طلباء اور شائقین علم الاشور (اسیریالوجی) کے پیدا کر دیئے۔ وہ کسی شخص واحد سے نہ ہو سکے تھے۔ اور وادی فرات کے گذشتہ تمدن سے جس قدر عام دلچسپی اس ماہر فن نے پیدا کر دی۔ وہ کسی دوسرے سے بن نہ پڑی یہاں تک کہ جرمنی کے بادشاہ کو بھی اس کا شوق ہوگیا اور اس نے بہت فیاضی سے جہاں جہاں بابل اور اشور میں قدیم عمارات کی تحقیقات کا کام ہو رہا تھا مدد دی۔ اس سوسائٹی نے اضلاع فرات ہی میں کام نہیں کیا بلکہ مصر میں الاحمر اور امرنہ کے مقامات پر اور فلسطین میں مقام جلیل میں آثار قدیمہ کی تحقیق و تفتیش کی۔ چھ یا سات برس کا عرصہ ہوا۔ زمانہ تک جزیرہ میں دو مقامات میں یہ سوسائٹی رہی۔ شمال میں قلعہ شرجہ پر جہاں ملک اشور کا اشور دبا تھا۔ اور جنوب میں اُن ٹیلوں پر جن کے شہر دفن تھا۔ کچھ کچھ کام فارا اور ابو حطب مقامات ہیں جہاں شرو پک اور کیسکے پر

جلد ۶ | مدینۃ المسیح لاہور یکشنبہ مورخہ ۷ ارشعبان ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۸ مئی سنہ ۱۹۱۹ء | نمبر ۸۶

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

ملانوں کی حالت اس وقت تقوےٰ بالکل اٹھ گیا ہے اگر ملانوں کے پاس جائیں تو وہ اپنے ذاتی اور نفسانی اغراض کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ مسجد والوں کو دوکانوں کا قائمقام سمجھتے ہیں۔ اگر چار روز روٹیاں بند ہو جائیں تو کچھ تعجب نہیں کہ نماز پڑھنا چھوڑ دیں۔

اس دین کے دو ہی بڑے حصے تھے۔ ایک تقوےٰ۔ دوسرے تائیدات سماویہ۔ مگر اب دیکھا جاتا ہے کہ یہ باتیں نہیں رہیں۔ عام طور پر تقوےٰ نہیں رہا۔ اور تائیدات سماویہ کا یہ حال ہے کہ خود تسلیم کر بیٹھے ہیں کہ مدت ہوئی ان میں نہ کوئی نشانات ہیں۔ نہ معجزات۔ نہ تائیدات سماویہ کا کوئی سلسلہ ہے۔

جلسہ مذاہب میں مولوی محمد حسین نے صاف طور پر اقرار کیا تھا۔ کہ اب معجزات اور نشانات دکھانے والا کوئی نہیں۔ اور یہ ثبوت ہے اس امر کا کہ تقویٰ نہیں رہی۔ کیونکہ نشانات تو متقی کو ملتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دین کی تائید اور نصرت کرتا ہے مگر وہ نعوت متقوں کے لیئے ہی ہے۔

تقویٰ کے نشانات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نشانات اور معجزات اس لئے عظیم الشان قوت اور زندگی کے نشانات ہیں کہ آپ سید المتقین تھے۔ آپ کی عظمت اور جلال کا خیال کر کے بھی انسان حیران رہ جاتا ہے۔

آنحضرت صلعم کی اسم احمد کی تجلی اب پھر اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ آپکا جلال دوبارہ ظاہر ہو اور آپ کے اسم احمد کی تجلی دنیا میں پھیلے۔ اور اسی لئے اس نے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے۔ یہ سلسلہ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا ہے۔ اور اس کی غرض اللہ تعالیٰ کی توحید اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا جلال ظاہر کرنا ہے۔ اس لئے کوئی مخالف ہاتھ اس کو گزند نہیں پہنچا سکتا۔

ترقیات کا مانع ایک خطرناک غلطی ہے جس میں اکثر لوگ مبتلا ہو جاتے ہیں اور وہ یہ ہے فرحوا بما عندہم من العلم۔ کسی قسم کا علم جو انسان کو ہو اس پر ناز کرے۔ اسی کو اپنے لئے کافی اور راحت بخش سمجھے تو وہ سچے علوم اور ان کے نتائج سے محروم رہ جاتا ہے خواہ کسی قسم کا علم ہو۔ مثلاً ان کا مسائل فقہ کا۔ صرف و نحو یا کلام یا اور علوم۔ غرض کچھ ہی ہو انسان جب ان کو اپنے لئے کافی سمجھ لیتا ہے۔ تو ترقیوں کی پیاس مٹ جاتی ہے۔ اور محروم رہتا ہے۔

راستباز انسان کی پیاس سچائی سے کبھی نہیں بجھ سکتی بلکہ ہر وقت بڑھتی ہے۔ اس کا ثبوت اس سے بڑھ کر کیا ہوگا۔ کہ ایک کامل انسان اعلمہ باللہ۔ اتقی باللہ۔ اخشٰی للہ

جس کا نام محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے سے [illegible] جیسے بیان اور علم و عرفان کامل تھا اس سے بڑھ کر علم و اتقی اور اخشیٰ کوئی نہیں۔ پھر بھی اس امام المتقین اور [illegible] کو یہ حکم ہوتا ہے۔ قل رب زدنی علما اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ سچائی کے لئے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت اور یقین کی پیاسوں اور علوم حقہ کے لئے [illegible] [illegible] اس پیاس کو بجھا ہوا محسوس کرے اور فرحوا بما عندہم من العلم کے آثار پائے۔ اسکو ڈرنا چاہئے کہ وہ خطرناک مرض میں مبتلا ہے جو اسکے لئے یقین اور معرفت کی پیاسوں کو روکنے والی ہے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی راہیں بے انت اور اس کے مراتب و درجات بے انتہا ہیں پھر مومن کیونکر مستغنی ہو سکتا ہے اس لئے اسے واجب ہے کہ [illegible] فضل کا طالب اور ملائکہ کی پاک تحریکوں کا متبع ہو کر [illegible] حیات و جاودانی ہو۔ اور سعی و مجاہدہ کرے۔ تقویٰ سے [illegible] کے علوم کے دروازے اس پر کھلیں۔

[illegible] یاد رکھو کہ اللہ پر ایمان تب پیدا ہوگا جب اس کا علم ہوگا اور علم [illegible] تقویٰ سے ہے [illegible] فرحوا بما عندہم من العلم [illegible]

ضرورت وقت اس وقت اگر اور نشانات اور تائیدات ہمارے دعوےٰ کی مصدق اور مؤید نہ ہوتیں۔ تب بھی وقت ایسا تھا کہ وہ زبردست ضرورت بتاتا ہے خدا تعالیٰ ہی ان کی آنکھیں کھولے۔ تو بات بنیگی۔

صدق کا معیار اعداء پر غلبہ ہے فرمایا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ تو کس کو معلوم تھا۔ کہ آپ کے ہاتھ سے اسلام سمندر کیطرح دنیا میں پھیل جاوے گا۔ جب آپ نے دعوےٰ کیا تو وہی تین چار آدمی آپ کے ہمراہ تھے۔ جو کہ مسلمان ہوئے تھے۔ اور ابوجہل وغیرہ آپ کو کیسے حقیر خیال کرتے تھے۔ لیکن اگر اب وہ زندہ ہوں تو ان کو پتہ لگے کہ جسے وہ ذلیل اور حقیر خیال کرتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے اس کی کیا عزت کی ہے۔ اعدا کی ناکامی اور اپنی کامیابی پر فرمایا کہ اس کے متعلق حال میں پیشگوئی جو ہوئی ہے۔ اگرچہ وہ ایک رنگ میں پوری ہو گئی ہے۔ تاہم خدا جانے کامل طور پر اس کے پورا ہونے کے لیئے وہ کیا منشا رکھتا ہے۔

اصل حد ایسی پیشگوئیوں کی وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیمۃ ہے جو کہ بہت سے اسباب کو چاہتا ہے۔

دنیا میں حق پسند بہت تھوڑے ہیں اور اقبال پسند بہت زیادہ ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ آخرکار ذی وجاہت لوگوں کو اپنے برگزیدوں کے ساتھ کر دیا کرتا ہے۔ تاکہ عوام الناس ان کے ذریعہ سے ہدایت پاویں۔ کیونکہ عوام الناس میں حق پسندی اور عمیق عقل کم ہوتی ہے۔ اس لئے وہ بڑے بڑے آدمیوں کو دیکھکر ان کے ذریعہ داخل ہوتے ہیں اور ہدایت پاتے ہیں۔

اسم ضال اور ہادی کی تجلی بعض زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے اسم ضال کی تجلی ہوتی ہے اور بعض زمانہ میں اسم ہادی کی تجلی۔ نیک اور خدا ترس لوگ جس اسم کی تجلی ہوتی ہے۔ اس کے نیچے آتے ہیں۔ اور اپنے رنگ میں اس سے استفادہ کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صوفی ابن الوقت ہوتا ہے۔ اسم ضال کی تجلی کا زمانہ گذر چکا۔ اور اب اسم ہادی کی تجلی کا وقت آیا ہے۔ اسی واسطے خود بخود طبیعتوں میں اس کفر اور شرک سے ایک بیزاری پیدا ہو رہی ہے جو عیسائی مذہب نے پھیلایا تھا۔ ہر طرف سے خبریں آ رہی ہیں کہ دنیا میں ایک شور مچ گیا ہے۔ اور وہ وقت آ گیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی توحید دنیا میں پھیلے۔ اور وہ شناخت کیا جاوے۔ اس کی طرف اشارہ کر کے براہین احمدیہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف۔ اور پھر ایک جگہ فرمایا ہے۔ اردت ان استخلف فخلقت آدم۔ جن لوگوں کو کچھ بھی تعلق نہیں ہے۔ وہ بھی مانتے ہیں۔ کہ یہ زمانہ انقلابات کا زمانہ ہے۔ ہر قسم کے انقلابات ہو رہے ہیں۔ اور یہ سب انقلابات ایک آنے والے زمانہ کی خبر دیتے ہیں۔ جس میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کامل طور پر ظاہر ہوگا۔

اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو تباہ کرنا چاہتا ہے۔ تو اس قوم میں فسق و فجور پیدا ہو جاتا ہے۔ فاسق چونکہ نازک مزاج ہوتے ہیں۔ اور فسق کی بنیاد ریت پر ہوتی ہے اس لئے وہ جلد تباہ ہوتے ہیں ذرا سا مقابلہ ہو۔ اور سختی پڑے۔ تو برداشت کی طاقت نہیں رکھتے۔

ایک شخص نے سوال کیا کہ براہین احمدیہ میں مسیح کے دوبارہ آنے کا اقرار درج ہے۔ خدا تعالیٰ نے پہلی ہی کیوں ظاہر نہ کر دیا۔ فرمایا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ہمکو بتایا ہم نے ظاہر کر دیا۔ اور یہی ہماری سچائی کی دلیل ہے۔ اگر منصوبہ بازی ہوتی۔ تو ایسا کیوں لکھتے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ اس براہین میں میرا نام عیسےٰ بھی رکھا گیا ہے۔ اس کی بنیاد براہین سے پڑی ہوئی ہے۔ اور علاوہ بریں سنت اللہ اسی طرح پر ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے چالیس سال سے پہلے کیوں نبوت کا دعوےٰ نہ کر دیا۔ اسی طرح حضرت عیسےٰ علیہ السلام مامور ہونے سے پہلے یوسف نجار کے ساتھ بڑھئی کا کام ہی کرتے رہے۔ غرض جب تک حکم نہیں ہوتا۔ اعلان نہیں کرتے۔ دیکھو جبتک شراب کی حرمت کا حکم نہیں ہوا تھا۔ اس کی حرمت بیان نہیں کی گئی۔ اسی طرح ہوا کرتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ نے ہم پر کھولدیا ہم نے دعوےٰ کر دیا۔ بغیر اس کی اطلاع اور اذن کس طرح ہو سکتا تھا۔

افواہیں

ہر وفادار شہری کا فرض منصبی ہے کہ وہ اپنے حلقۂ اثر میں حتے الامکان ان بے بنیاد خبروں کی تردید کرے جو بدطینت فتنوں نے پھیلا رکھی ہیں۔ ہم مثال کے طور پر یہاں چند ایک جھوٹی خبروں کی تردید کرتے ہیں۔ اور متوقع ہیں کہ ناظرین اس بارہ میں ہمارے ساتھ شرکت عمل سے کام لیں کیونکہ ملک کو بدامنی کے عناصر سے پاک کرنے اور لوگوں میں اطمینان قلب پیدا کرنے کا بہترین طریقہ یہی ہے

(۱) یہ جھوٹ ہے کہ جنازہ یا بارات پر فیس لگائی جائیگی۔ اور دوست احباب جمع نہ ہونے پائیں گے۔

(۲) یہ جھوٹ ہے کہ مالک اراضی یا اس کے لڑکے کے مر جانے پر یا لاوارثی جائیداد پر سرکار قبضہ کرلے گی۔

(۳) یہ جھوٹ ہے کہ نئے نئے ٹکس یا ٹکس لگانے کے نئے نئے طریق زیر تجویز ہیں۔ اصلی حالات ہز آنر بالقابہم کے اعلان میں شائع ہو چکے ہیں۔

(۴) یہ جھوٹ ہے کہ جس کسی کے پاس تیس ہزار روپیہ سے زیادہ ہوگا۔ اس سے سرکار چھین لے گی۔ جن لوگوں نے جنگ کی بدولت بے شمار منافع کمایا ہے صرف انہیں پر زائد ٹکس لگیگا۔ اور کسی پر نہیں۔

(۵) یہ جھوٹ ہے کہ رعایا کا غلہ یا مویشی سرکار چھین لیگی یہ بھی جھوٹ ہے کہ سرکار مالگذاری میں بجائے روپیہ کے غلہ لیا کریگی۔ ان باتوں سے رولٹ ایکٹ کا کوئی تعلق نہیں ہے

(۶) یہ جھوٹ ہے کہ بعض بعض اضلاع میں جو مارشل لا جاری ہے۔ اس کا نفاذ رولٹ ایکٹ کے ذریعہ سے ہوا ہے رولٹ ایکٹ نہ آج جاری ہے اور نہ آج سے ایک مدت بعد تک وہ کہیں جاری ہو سکتا ہے۔

(۷) یہ جھوٹ ہے کہ رولٹ ایکٹ کے جاری ہو جانے پر روپیہ کی جگہ پر سرکار مالگذاری میں غلہ یا مویشی یا درخت لینا شروع کریگی۔

(۸) یہ جھوٹ ہے کہ ہماری سپاہ نے زیادتیاں کی ہیں سپاہ نے ہرگز کہیں زیادتی نہیں کی۔ ہاں البتہ عین وقت پر سپاہ سے مدد نہ لی گئی ہوتی۔ تو بعض مقامات کی حالت بہت ہی ابتر ہو گئی ہوتی۔

(۹) یہ جھوٹ ہے کہ مارشل لا کے تحت میں بڑی سخت سزائیں دی گئی ہیں لاہور میں مارشل لا کے ماتحت معمول سے بھی کم سزائیں دی گئی ہیں۔

(۱۰) یہ جھوٹ ہے کہ ممنوع اوقات کے اندر گھر سے باہر نہ جانے کی وجہ سے لاہور میں کسی شخص کو گولی ماردی گئی ہے ممنوع اوقات کے اندر شارع عام پر بعض گرفتاریاں عمل میں آئی ہیں۔ مگر ایسوں کی تعداد بہت کم ہے۔

(۱۱) یہ بالکل جھوٹ ہے کہ شادی کے تہوار پر عورتوں کو گانے کی اجازت نہیں ہے۔

(۱۲) یہ افترا پردازی ہے کہ عورتوں کو ۳ بجے دوپہر کے بعد گھروں سے باہر جانے کی اجازت نہیں۔ خواتین کے لئے کوئی خاص حکم صادر نہیں ہوا۔ ۹ بجے رات کے بعد گھروں میں بند رہنے کا حکم یکساں طور پر مردوں اور عورتوں پر حاوی ہے۔ مارشل لا غریب عورتوں کے لئے نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوا ہے۔ مارشل لا کے نفاذ سے پہلے وہ اپنے بال بچوں کی مشکل سے پرورش کرسکتی تھیں۔ اب وہ ایک روپیہ کی ۶½ سیر گیہوں کا آٹا ۲½ آنہ کا ایک سیر دودھ اور ایک آنہ ایک سیر تک خرید سکتی ہیں۔

(۱۳) یہ غلط ہے کہ فوجی قانون کے ماتحت منی آرڈروں کی کی ادائیگی روک دی جائیگی۔

اعلانات منجانب بریگیڈیر جنرل لاہور بریگیڈ رقبہ

بریگیڈیر جنرل لاہور۔ بریگیڈ کی طرف سے مارشل لا کے ماتحت مندرجہ ذیل مزید اعلانات صادر ہوئے ہیں:۔

حکم نمبر ۳ مجریہ ۲۹-اپریل ۱۹۱۹ء

چونکہ مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ میرے ضلع زیر کمان یعنی لاہور ڈسٹرکٹ خارج از لاہور سول رقبہ میں بعض مقامات پر بعض دوکانداروں اور خوردہ فروشوں نے اپنے سامان تجارت کے لئے حد سے زیادہ قیمت وصول کی ہے اور کر رہے ہیں۔ اور جس کی وجہ سے ضلع مذکور کے غریب لوگوں پر سختی اور ناانصافی ہو رہی ہے۔

میں حکم دیتا ہوں کہ ایسے دوکاندار اور خوردہ فروش ہرگز اپنے سامان تجارت کو ان نرخوں سے زیادہ پر فروخت نہ کریں۔ جو وقتاً فوقتاً میں مقرر اور شائع کرتا رہوں۔ اور میں تمام متعلقہ اشخاص کو متنبہ کرتا ہوں کہ ہر ایسے دوکاندار یا خوردہ فروش کو جو اس حکم کی خلاف ورزی کرے۔ یا ایسا کرنے کی کوشش کرے میں مارشل لا کے ماتحت سزا دوں گا۔

حکم نمبر ۴ مجریہ یکم مئی ۱۹۱۹ء

لاہور بریگیڈ رقبہ کے حکم فوجی نمبر ۳۔ مجریہ ۲۱-اپریل ۱۹۱۹ء کے حوالے سے میں حکم دیتا ہوں کہ حسب ذیل اشیاء خوردنی کی قیمت مندرجہ ذیل قیمتوں سے تا احکام ثانی تجاوز نہ کرے گی:۔

آٹا	۶½ سیر	فی روپیہ
گندم	۷½ سیر	"
گائے کا دودھ	۲½ آنہ	فی سیر
بھینس کا دودھ	۳ آنہ	فی سیر
گھی	۹ چھٹانک	فی روپیہ

حکم نمبر ۵ مجریہ ۲-مئی ۱۹۱۹ء

میں حکم دیتا ہوں کہ کوئی دوکاندار تھوک فروش یا خوردہ فروش جو حکم نمبر ۳ کے نفاذ سے پیشتر ایسی اشیاء فروخت کرتا ہے۔ جن کی قیمتیں میں حکم مذکور کے رُو سے مقرر کرنی ضروری سمجھوں۔ اب مذکورہ حکم کے نفاذ کے بعد ان اشیاء کے فروخت کرنے سے انکار نہیں کرے گا۔

اور میں تمام متعلقہ اشخاص کو متنبہ کرتا ہوں۔ کہ مذکورہ سامان کے فروخت کرنے سے انکار کرنا مارشل لا کے خلاف جرم متصور ہوگا۔ اور اس کے خلاف مارشل لا کے مطابق کارروائی کی جاویگی۔

نمبر ۶- مجریہ ۶- مئی ۱۹۱۹ء

میں حکم صادر کرتا ہوں کہ کسی قسم کی تازہ سبزی خواہ آلو ہوں یا کوئی اور سبزی۔ میرے رقبۂ زیر کمان کے کسی ریلوے سٹیشن سے کسی اور سٹیشن کو سوائے لاہور جنکشن۔ لاہور چھاؤنی مشرقی سٹیشن و لاہور چھاؤنی مغربی سٹیشن کے روانہ نہ کی جائے۔

میں جملہ اشخاص متعلقہ کو متنبہ کرتا ہوں کہ اگر کوئی شخص اس حکم کے خلاف ورزی میں کسی قسم کی تازہ سبزی بشمول آلو سٹیشن ہائے مندرجہ بالا کے علاوہ کہیں اور روانہ کرے گا۔ یا کوئی ملازم ریلوے یا کوئی دوسرا شخص ایسے مال کو روانہ ہونے دے گا۔ تو وہ خلاف ورزی احکام مارشل لا کا ملزم گردانا جائیگا۔ اور قانون مذکور کی رُو سے مستوجب سزا ہوگا۔

نمبر ۷ مجریہ ۶- مئی ۱۹۱۹ء

میں اس امر کا اعلان کرتا ہوں کہ میرے صادر کردہ فوجی قانون کے حکم نمبر ۳ و اعلانات فوجی نمبر ۴ و ۵ اور جو مزید احکام یا اعلان آئندہ ضروریات زندگی اور اجناس خوردنی کی قیمتیں مقرر کرنے کے متعلق میری طرف سے شائع ہوں گے۔ اُن کا حلقہ اثر صرف اس رقبہ تک محدود ہے۔ جسے لاہور چھاؤنی کہتے ہیں اور میرے زیر کمان رقبہ لاہور بریگیڈ میں سوائے لاہور چھاؤنی کے کسی اور رقبہ پر ایسے احکام یا اعلانات کا اطلاق نہیں ہوگا۔

اور جن احکام کو افسر کمانڈنگ لاہور سول رقبہ مذکورہ بالا اشیاء کی قیمتوں کے مقرر کرنے کے لئے ضروری سمجھیں وہ مذکورہ لاہور چھاؤنی پر عائد نہیں ہوں گے۔ نہ ہی میرے زیر کمان رقبہ میں ان احکام کا اثر سول رقبہ کے سوا کسی اور مقام پر ہوگا۔

مارشل لا کے ماتحت مزید اعلانات

لفٹننٹ کرنل فرینک جانسن کمانڈنگ لاہور سول رقبہ نے مندرجہ ذیل مزید اعلانات صادر فرمائے ہیں:۔

(نمبر ۳۳ مجریہ ۲-مئی ۱۹۱۹ء ۵ بجکر ۵ منٹ شام)

چونکہ مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ لوگوں سے جبریہ روپیہ نکالنے کی عموماً کوششیں ہوتی ہیں۔ تاکہ اُن کو فوجی قانون کی عمداً یا دیگر قسم کی خلاف ورزی کی سزاؤں سے بچایا جاوے یا اُن کو فوجی یا دیگر قوانین کے اثر کی حد سے باہر نکالا جاوے۔ اور چونکہ میں ایسی کارروائی کو رقبۂ زیر کمان خود کے نظم و نسق کے متناقض سمجھتا ہوں۔

اس لئے اُن اختیارات کی رُو سے جو مجھ کو زیر فوجی قانون حاصل ہیں میں اعلان کرتا ہوں۔ کہ فوجی قانون کے ریگولیشن نمبر ۱۵ کے زیر یہ امر جرم ہے۔ کہ شخص اس رقبہ میں کسی کو نقدی یا دیگر قیمتی چیز دے یا لے۔ یا کسی معاملہ یا مجوزہ معاملہ میں ایجنٹ یا دلال کا کام دے اس غرض سے کہ ایسی نقدی یا چیز دینے والے شخص کو یہ امید دلائی جاوے یا یہ اقرار دیا جاوے کہ وہ فوجی یا دیگر قانون یا حکم کی کسی سزا یا کارروائی سے بچ جائیگا۔ یا اُس کو اس کے ذریعہ کسی قسم کا فائدہ پہنچے گا۔

اور میں تمام متعلقہ اشخاص کو متنبہ کرتا ہوں کہ اس رقبہ میں اس حکم کی خلاف ورزی کی سزا دو سال کی قید مع یا بغیر جرمانہ کے ہے۔ اور ایسے ملزم کو سزائے تازیانہ بھی اس کے علاوہ مل سکتی ہے۔

(نمبر ۳۴ مجریہ ۵-مئی ۱۹۱۹ء ۱۲ بجے دوپہر)

چونکہ مجھے معتبر خبر ملی ہے کہ میرے رقبہ زیر کمان میں بعض گندم فروش فوجی قانون حکم نمبر ۲۲ مجریہ ۲۹-اپریل ۱۹۱۹ء سے پہلو تہی کر رہے ہیں۔ اور میرے مقرر کردہ نرخ پر اس عذر سے انکار کرتے ہیں کہ اُن کے پاس گندم کا ذخیرہ ختم ہو گیا ہے۔ اور چونکہ برخلاف اس کے میرے پاس یقین کرنے کی معقول وجوہات ہیں کہ مذکورہ گندم فروشوں میں سے بعض کے پاس گندم کے پوشیدہ ذخیرے موجود ہیں۔

پس میں اب ان اختیارات کی رُو سے جو مارشل لا کے تحت مجھے حاصل ہیں۔ مندرجہ ذیل حکم دیتا ہوں:۔

مذکورہ رقبہ میں ہر ایک آڑھتی۔ ساہوکار۔ بنیا یا کوئی اور شخص جس کی ملکیت یا قبضے میں بلا واسطہ یا بالواسطہ پانچ من سے زیادہ گندم ہو۔ وہ مجھے ۷-مئی ۱۹۱۹ء کے ۹ بجے صبح کے وقت تک تحریری فہرست (ایک لفافہ میں بند کرکے جس کے اوپر "گندم" لکھا ہو) پیش کرے۔ جس میں گندم کی کل مقدار جو اُس کی ملکیت یا قبضے میں ہو درج ہونی چاہیئے۔

اور تاکہ کوئی شخص جو اس حکم سے پہلو تہی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ بعد میں پہلو تہی کرنے کا خمیازہ بھگتنے وقت یہ شکایت نہ کر سکے۔ کہ اُسے اِس امر کی اطلاع نہ تھی کہ میں کیا کارروائی اختیار کروں گا۔ میں تمام متعلقہ اشخاص کو متنبہ کرتا ہوں۔ کہ فہرستیں داخل کرنے کے مقررہ وقت کے بعد جس قدر جلدی ممکن ہوا۔ میں وہ فہرستیں جانچ کرا دونگا اور اس لئے کہ ایسی اطلاع دینے کے واسطے جس کے ذریعہ کسی شخص کو جس نے فہرست داخل نہ کی ہو۔ یا غلط فہرست داخل کی ہو۔ سزا مل سکے۔ معقول انعام بھی مقرر کروں گا۔

اور ایسا انعام اُس شخص کو ادا کرنا پڑے گا جس نے اس حکم کی خلاف ورزی کی ہو۔ علاوہ کسی ایسی سزا کے جو بروئے مارشل لا مجھے دینے کا اختیار رہے۔

اور مزید براں میں اطلاع دینے والوں کو جھوٹی اطلاع دینے کے نتائج سے بھی متنبہ کرتا ہوں۔

(نمبر ۳۵ مجریہ ۵-مئی ۱۹۱۹ء ۳ بجکر ۲۰ منٹ شام)

چونکہ بذریعہ فوجی قانون حکم نمبر ۱۴ مورخہ ۱۷-اپریل ۱۹۱۹ء میں دوکانداران رقبہ زیر کمان ہذا کو متنبہ کرتا ہوں کہ اپنا مال غیر واجبی قیمت پر نہ بیچا کریں۔

اور چونکہ بتاریخ یکم مئی ۱۹۱۹ء بمقام ٹاؤن ہال لاہور میں بہت سے لوگوں سے ملا جو ترکاریوں کی کاشت کرتے ہیں۔ یا سبزی اور ترکاری کے تھوک فروش یا خوردہ فروش ہیں۔ اور اُن سے گفتگو کرکے ترکاریوں کی کاشت کی لاگت بار برداری کا خرچ۔ اور بکری کے متعلق معلومات فراہم کیں اور انہیں سمجھا دیا۔ کہ کئی قسم کی سبزی اور ترکاریوں کا موجودہ نرخ فروخت غیر واجبی طور پر گراں ہے۔ بالخصوص اُن اشیاء کا جو غرباء کی ضروریات زندگی میں داخل ہیں اور اخیر میں میں نے ان سبزی اور ترکاریوں کی کاشت کرنے والوں۔ تھوک فروشوں۔ اور خوردہ فروشوں کو تین یوم کی مہلت دی۔ کہ اس عرصہ کے اندر یہ لوگ اشیاء مذکورہ کی قیمت گھٹا دیں۔

اور چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میری قیمت گھٹا دینے کی درخواست پر اُن لوگوں نے کوئی توجہ نہیں کی ہے۔

لہٰذا اب اُن اختیارات کی رُو سے جو مارشل لا کے ماتحت مجھے حاصل ہیں میں احکام ذیل صادر کرتا ہوں۔ ۷-مئی ۱۹۱۹ء یوم بدھ کو ۹ بجے صبح کے وقت سے

مراسلات

فیصلہ مباحثہ شملہ کے متعلق ایک ضروری اعلان

ناظرین کرام کو اچھی طرح سے معلوم ہوگا۔ کہ ۱۹۱۵ء کے اوائل میں جماعت محمودیہ کے ایک جوشیلے ممبر لیعنے بابو عمر دین کی پاسی کرڑی میں اس لئے ابال آیا تھا۔ کہ خاکسار کے شملہ آنے پر چند ایک سنجیدہ اور نیک احباب نے جو اُس وقت میاں صاحب کے مرید تھے۔ جماعت احمدیہ کے صحیح عقائد سُنکر فسخ بیعت کا اعلان کردیا تھا۔ اور بابو عمر دین نے اس خفت و ندامت کے مٹانے کے لئے یہ تجویز نکالی۔ کہ کسی طرح سے مباحثہ کرکے ایک شخص کو ثالث بناکر اس کا فیصلہ کیا جاوے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی طرز کا ما حدا انسان مسٹر محمد عمر صاحب بی۔ اے۔ وکیل کو مباحثہ کا پریزیڈنٹ تجویز کیا اور میں نے بھی گو معزز وکیل صاحب کے صحیح حالات سے واقف نہ تھا۔ کہ آیا وہ ایسے اہم مسائل کے فیصلہ دینے کے اہل ہیں بھی یا نہیں۔ اُن کو بظاہر ایک تعلیم یافتہ سمجھکر قبول کرلیا تھا۔

معرکتہ الآرائے مسئلہ جس پر مباحثہ شروع ہؤا۔ مسئلہ کفر و اسلام تھا۔ اور جب عمر دین صاحب کو معلوم ہؤا کہ وہ کتنے پانی میں ہیں۔ تو جھٹ انہوں نے اس مسئلہ کی بجائے مسئلہ نبوت کو بحث میں لانا شروع کردیا۔ لیکن مقابل بھی کوئی ناواقف نہ تھا۔ اُس نے وہ وہ مضبوط گرفتیں کیں کہ جن کو حریف کا ناکہ بند ہوجانا تھا۔ بالضرورت جاکر سیتوں سے چاہا۔ کہ یہ سر کا سیاپا کسی طرح ٹل جاتے۔ مگر کیونکر ٹل سکتا تھا۔ ایک کافی مدت کے بعد وکیل صاحب نے ہماری ڈیڑھ سالہ بحث کو سُنکر کفر و اسلام کا فیصلہ دے ہی دیا۔ جو کہ مدت ہوئی کہ ۱۹۱۷ء میں ہی انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے شائع ہوچکا ہے۔

محمودی جماعت جیسا کہ آجکل کلمہ گوؤں کی تکفیر میں سرگرم اور تعل در آتش نظر آرہی ہے۔ کسی سے مخفی نہیں۔ بلکہ تکفیر کے تخیلہ پر داروں کی بن آئی ہے۔ لیکن جائے تعجب ہے کہ کبھی وہ وقت بھی تھا۔ جبکہ جبہ پوش فرقہ لدھیانہ میں سے بعض محض حضرت صاحب کو کافر بنانے کے شوق میں دہلی۔ لاہور۔ بنارس۔ وغیرہ وغیرہ مقامات تک قدم فرسائی کرتے تھے۔ اور اب امتداد زمانہ کی بوالعجبی کو دیکھئے۔ کہ خود اس مقدس انسان کی جماعت کا ایک حصہ دوست نما دشمن دنیا جہان کے مسلمانوں کو بے ایمان کافر بنانے کی خاطر ایڑی چوٹی تک کا زور لگا رہا ہے اور اسی دُھن میں لگا ہوا ہے۔ کہ جس طرح ممکن ہو۔ کلمہ گوؤں کو دائرۂ اسلام سے خارج کرکے دکھلایا جائے۔ چنانچہ بابو مذکور شملہ سے بیس میل کا فاصلہ طے کرکے اس لئے زحمت سفر اٹھاتا ہے کہ وہ وہاں سے مسلمانوں کے کفر کا فتویٰ لاوے۔ اور دُنیا پر یہ ظاہر کرے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے باغ کو جو تیرہ سو سال سے قائم چلا آرہا ہے اور جس کی آبیاری کے لئے حسب وعدہ الٰہی ایک نہ ایک خادم ہر صدی کے سر پر آتا رہا ہے اور ایک جماعت بناکر رخلت فرما عالم تھا۔ اپنے ایک ہی تبر کے زور سے صفایا کردے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کہاں سے کہاں تک حالت پہنچ گئی ہے۔ گویا دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب یہ ہؤا۔ کہ سوائے قادیان کے چند آدمیوں کے جو لنگر [illegible] بیٹھتے ہیں۔ یا اُن گدی پرستوں کے جو اُن کی گذران کے لئے ٹکے دیتے ہیں باقی سب اہل اسلام دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ گویا وہ اپنی دانست میں اسلام کا جنازہ پڑھ چکے ہیں۔ بریں عقل و دانش ببا ید گریست!

جہاں ایک طرف محمودیوں کی مساعی جمیلہ کی داد دینی پڑتی ہے اُس کے ساتھ ہی ارباب عقل و دانش کو جناب وکیل صاحب کی عقل سلیم کی بھی داد دینی پڑیگی۔ کہ چشم بد دور ماشاء اللہ آپ ایسے ذہین اور معاملہ فہم ہیں کہ جا بہ میں بیٹھکر باوجود ڈیڑھ سال تک فریقین کے دلائل سُنکر بھی عمر دین کی اُن [illegible] سا آجاتے ہیں۔ اور اپنی ساری سابقہ تحقیقات پر پانی پھیر دیتے ہیں شاید یہ خیال کہ عمر دین بیچارہ بیس میل کی لمبی منزل چلکر آیا ہے اس کی خاطرداری ضرور ہے [illegible] ایک غیر قطعی رائے لکھکر اس کے ہاتھ میں پکڑا دیتے ہیں کہ اگر عبدالحق کے پاس اس کا جواب نہ ہو تو میرا فیصلہ یہ ہوگا۔

میں نے جب سُنا کہ وکیل صاحب نے اپنا سابقہ فیصلہ تبدیل کردیا ہے تو اس امر کا یقین نہ کرتا تھا۔ کیونکہ بیسیوں دفعہ وکیل صاحب نے خاکسار کے سامنے میاں صاحب کے متعلق ناگوار الفاظ بیان کئے تھے اور عمر دین کی تہذیب و عقل کی داد دی تھی۔ چنانچہ صورت معاملات دریافت کرنے کی خاطر میں نے اُن تمام واقعات کا ذکر جو وکیل صاحب نے میاں محمود اور بابو صاحب کے متعلق کہے تھے۔ لکھا۔ انہوں نے اُس [illegible] کا جو جواب دیا وہ بھی میرے پاس موجود ہے۔ احباب مطمئن رہیں اپنے اپنے وقت پر یہ خط و کتابت شائع کردی جائیگی۔

اوپر کی مجمل سرگذشت سے کم از کم بابو عمر دین صاحب کی نسبت کہ مسلمانوں کے متعلق کس خبط میں ہیں اور وکیل محمد عمر صاحب کی بابت صحیح پتہ چل جاتا ہے۔ کہ وہ کس ہمت کے آدمی ہیں اور اُن کی رائے اہل دانش کے نزدیک کتنی بڑی صائب رائے ہے

بدقسمتی سے وکیل صاحب اس فیصلہ کے لکھنے کے ساتھ ہی سخت بیمار ہوگئے۔ اور شملہ کو کچھ عرصہ کے لئے الوداع کرنا پڑا۔ خدا خدا کرکے اب اُن کی صحت اچھی ہوئی ہے۔ اور دوبارہ شملہ تشریف لائے ہیں۔ چنانچہ مزاج پرسی کی خاطر میں بھی حاضر ہوگیا۔ معزز وکیل صاحب کی سادگی اور دل کی نرمی مدنظر رکھتے ہوئے پوں اُن کے ساتھ گویا ہؤا۔ کہ ایسا نہ ہو۔ کہ جیسے پہلے آپ کو ایک مجبوری پیش آگئی تھی۔ کہ عمر دین کے کہنے پر بغیر میرے مشورہ کے فیصلہ لکھکر ان کے حوالہ کردیا تھا۔ اس قسم کی مجبوری اب بھی لاحق ہوجاوے۔ تو اس سے بہتر یہ ہے۔ کہ آپ مجھے اب مباحثہ کے اصل حالات سے دُنیا کے سامنے پیش کرنے کی اجازت بخشئے۔ چنانچہ ذیل کی خط و کتابت ان امور کو ظاہر کرنے کے لئے کافی ہوگی۔ وھو ھٰذا:۔

مکرم بندہ جناب وکیل صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ
الحمد للہ کہ اب آپ خیریت سے ہیں۔ میں کئی دفعہ حاضر خدمت ہؤا۔ لیکن بدقسمتی سے نیاز حاصل کرنے کا موقع نہ ملنا تھا۔ نہ ہی ملا۔

آپ نے کسی گذشتہ خط میں وعدہ فرمایا تھا۔ کہ تا حال آپ نے مباحثہ شملہ کا قطعی فیصلہ نہیں کیا۔ اور یہ کہ میں پندرہ دن کے اندر اندر اپنے اعتراضات کو آپ کی خدمت میں پیش کروں۔ لیکن برعکس اس کے عمر دین نے جو فیصلہ آپ کا شائع کیا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ

(۱)۔ آپ نے قطعی طور پر اب فیصلہ کردیا ہے۔

(۲)۔ پہلے فیصلہ کی وجہ غلط ہونے کی صرف یہ ہے۔ کہ عبدالحق نے صرف النبوۃ فی الاسلام سے حوالجات دکھلائے۔

(۳) پورے حوالجات دیکھنے کا موقع آپ کو اب ملا ہے حالانکہ آپ کی یہ توضیح خود ساختہ اور بالکل غلطی پر مبنی ہے۔ واقعات کچھ ہی کیوں نہ ہوں۔ میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ کہ آیا آپ فیصلہ نبوت اور کفر و اسلام پر ہمارے اعتراضات کا جواب دینے کے لئے تیار ہیں یا نہیں۔ اگر ہیں تو کب تک۔ ورنہ بصورت دیگر مجھے اجازت فرماویں۔ کہ میں دنیا پر اس مباحثہ کے اصل حالات اخبارات میں شائع کردوں۔ والسلام۔

خاکسار۔ عبدالحق سکریٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام شملہ
۸۔ مئی ۱۹۱۹ء۔

جس کا جواب معزز وکیل صاحب نے حسب ذیل الفاظ میں دیا ہے۔

"میرا فیصلہ تجویز ثانی ان معنوں میں قطعی نہیں ہوسکتا۔ کہ آپ سے جواب نہ لیا جاوے۔ اگر جواب معقول نہ ہو۔ تو ممکن ہے۔ کہ میرا سابقہ فیصلہ بحال رہے۔ آپ اپنا جواب تحریری داخل کریں۔ اس پر تجویز ثانی کا قطعی فیصلہ صادر ہوگا۔ مولوی عمر دین صاحب کے فعل کا میں ذمہ دار نہیں"

دستخط محمد عمر ۱۹/۵/۴

اوپر کے جواب سے صاف عیاں ہے۔ کہ وکیل صاحب اصل حالات مباحثہ کے شائع کرنے کی اجازت مرحمت نہیں فرماتے۔ تاوقتیکہ اُن کی طرف سے اجازت نہ ہو مجبوری ہے۔ اس لئے احباب کو ٹھنڈے دل کے ساتھ شروع سے لیکر اخیر تک جو خط و کتابت وکیل صاحب کے ساتھ خاکسار کی ہوئی۔ اور جو کچھ اُنہوں نے جواب دیئے۔ اور اب وہ واقعات کن سے درپیش آگئے۔ جن کے باعث وکیل صاحب بیچارے مجبور ہوئے۔ کہ عمر دین کو طفل تسلی کی طرح ایک غیر قطعی فیصلہ جبکہ کہ وکیل صاحب کو بھی پورا اعتبار نہیں۔

بعیر ترمین ثانی کی اطلاع یا بحث کے لکھکر دیں۔ یہ سب حال معلوم کرنے کے لئے مزید انتظاری کریں۔ کیونکہ یہ ایک معمہ ہے جسکو یا تو اللہ تعالےٰ بہتر جانتا ہے۔ یا خود وکیل صاحب کا دل۔ یا اس کے بعد خاکسار اور تھوڑا سا عمر دین بھی۔ والسلام۔

المشتہر
عبدالحق احمدی سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام شملہ
مورخہ ۹ مئی ۱۹۱۹ء۔

نوٹ:۔ اس مباحثہ کا ادنےٰ سا کرشمہ یہ بھی ہے کہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و رحم سے دس کس احباب عاقل و بالغ اس دوران مدت میں میاں محمود صاحب کی بیعت سے فارغ خطی دے چکے

ضروری خبریں

روس میں صورت معاملات

لنڈن ۶ مئی رپورٹر کو معلوم ہؤا ہے کہ روس کے متعلق جلد ڈیجیکن کو جس کی لوزلیشن اوڈیسہ اور سیبیٹاپول کے نقصان کی وجہ سے قدرے کمزور ہوگئی تھی۔ اب تو بہت سا سامان بارود۔ اور ٹینک و ہوائی جہاز اور دیگر سامان جنگ کی بہم رسانی شروع ہوگئی ہے۔ اور ہم یہ سامان کثیر مقدار میں بھیج رہے ہیں۔ مرمانسک اور آرکینجل میں گذشتہ دنوں جو اپیل کی گئی تھی اس کا جواب نہایت تسلی بخش طور پر ہے اس بات پر زور دیا جاتا ہے۔ کہ ہم شمالی روس میں کوئی بھاری مہم نہیں شروع کررہے بلکہ جب تک کہ نہایت کثیر تعداد روسی والنٹیئر فوج جو اب زیر تربیت ہے تیار نہیں ہوجاتی۔ ہمارے لئے وہاں ایک ایسی بھاری فوج برقرار رکھنا لازمی ہے۔ جو ان روسی لوگوں کو جنہوں نے اتحادیوں کو مدد دی ہے بالشیوکوں کے انتقام سے محفوظ رکھے بالشیوکوں کی طاقت اب روبہ تنزل ہے اور صرف مزاحمت کی کمزوری کی وجہ سے قائم ہے۔

سٹاک ہالم ۷ مئی۔ پیٹروگراڈ کا ایک تار مظہر ہے کہ لینن نے ایک تقریر میں جو تمام شہر میں چھپاں کی گئی ہے کہا کہ بالشیوکوں نے اپنا نصف کام پورا کرلیا ہے یعنی تجارت پیشہ لوگوں پر فتح حاصل کرلی ہے۔ لیکن ابھی زیادہ مشکل نصف کام ابھی شروع ہؤا ہے۔ دنیا میں انقلاب کا انحصار امپیریلسٹوں پر بالشیوکوں کی فتح پر منحصر ہے بالشیوسٹ لام بندی کے لئے ہر ایک ذریعہ سے کام لے رہے ہیں لیکن نتائج نہایت قابل اطمینان ہیں۔ مثلاً جو رجمنٹیں میدان جنگ کو جاتی ہیں ان میں بمشکل ۵۰۰۔ آدمی ہوتے ہیں جن میں نصف راستہ ہی میں بھاگ جاتے ہیں۔

ہنگری میں بدامنی

برلن ۲۷۔ اپریل۔ بڈاپسٹ سے خبر ملی ہے کہ کمیونسٹوں نے سینکڑوں سرکردہ لوگوں کو گرفتار کرلیا ہے جن کو اگر رومانیہ کا یا اتحادی افواج نے ہنگری پر قبضہ کرلیا تو قتل کیا جائیگا۔ جنرل برگسلاٹ ہرسینیاٹ میں پہونچگیا ہے۔ اور اس نے ایک اعلان جاری کیا ہے۔ کہ اتحادی افواج ہنگری پر قبضہ کرینگی اور امن بحال کریں گے۔

بویریا میں مارشل لاء

برلن ۲۶۔ اپریل۔ آج جنرل مال کے زیر کمان میونچ سوویٹ گورنمنٹ کے خلاف فوجی کارروائیاں شروع کی گئیں۔

جلد ۶ | بلدۃ المسیح لاہور چہار شنبہ مورخہ ۲۲ شعبان سنہ ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۱ مئی سنہ ۱۹۱۹ء | نمبر ۸۷

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

نبی بھی بغیر وحی کے کچھ نہیں کہہ سکتا

پس یاد رکھو۔ کہ ہر ایک نبی کو جب تک وحی نہ ہو۔ وہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ ہر ایک چیز کی اصل حقیقت تو وحی الٰہی سے ہی کھلتی ہے یہی وجہ تھی۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا۔ ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان۔ یعنی تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا چیز ہے؟ لیکن جب اللہ تعالیٰ کی وحی ہوئی تو پھر قل انی امرت وانا اول المؤمنین آپ کو کہنا پڑا۔ اسی طرح آپ کے زمانہ وحی سے پیشتر مکہ میں بت پرستی اور شرک، فسق و فجور ہوتا تھا۔ لیکن کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ وحی الٰہی کے آنے سے پہلے بھی آپ نے ان بتوں کے خلاف وعظ کیا۔ اور تبلیغ کی تھی۔ لیکن جب فاصدع بما تؤمر کا حکم ہوا۔ تو پھر ایک سیکنڈ کی بھی دیر نہیں کی اور ہزاروں مشکلات اور مصائب کی پرواہ نہیں کی۔ بات یہی ہے کہ جب کسی امر کے متعلق وحی الٰہی آ جاتی ہے۔ تو پھر مامور اس کے پہنچانے میں اس کی پرواہ نہیں کرتے اور اس کا چھپانا اسی طرح شرک سمجھتے ہیں۔ جس طرح وحی الٰہی سے اطلاع پانے کے بغیر کسی امر کی اشاعت شرک سمجھتے ہیں۔

اگر وہ اس بات کو جس کی اطلاع وحی الٰہی کے ذریعہ سے نہیں ملی۔ بیان کرتا ہے تو گویا وہ یہ سمجھتا ہے کہ اسے وہ سوجھتا ہے جو خدا کو بھی نہیں سوجھتا۔ اور اس گستاخی سے وہ مشرک ہو جاتا ہے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہ تمام باتیں جو قرآن شریف میں درج ہیں۔ قرآن شریف کے نزول سے پہلے ہی بیان کر دیتے۔ تو پھر قرآن شریف کی کیا ضرورت رہ جاتی۔ غرض یہ بھید ہم پر خدا نے کھولا اور جب کھولا۔ ہم نے بیان کر دیا۔

شرک کیوں معاف نہیں ہوتا

ایک دوست کے تحریری سوال پر کہ اللہ تعالیٰ نے شرک کو معاف کیوں نہیں کرتا۔ اور گناہ پر مواخذہ کی کیا وجہ ہے فرمایا:۔ گناہوں کے مواخذہ کے متعلق یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ کیا سنت اللہ میں یہ داخل ہے یا نہیں؟

وہ ہمیشہ سے مواخذہ کرتا آیا ہے۔ گناہ خواہ از قسم صغائر ہو یا کبائر اس کا مواخذہ ضرور ہوتا ہے۔ اور انسان خود اپنی فطرت میں غور کرے کہ کیا وہ اپنے ماتحتوں اور متعلقین سے کوئی مواخذہ کرتا ہے یا نہیں۔ جب ان سے گناہ سرزد ہوتے ہیں اور وہ کوئی خطا کرتے ہیں؟ یہ نظری نقش اس بات پر ایک حجت اور گواہ ہے۔

اور یہ بات کہ شرک کو کیوں نہیں بخشتا۔ اگر ایک ایک گناہ پر یہ سوال ہو۔ تو پھر بہت بڑی وسعت دیکر اس سوال کو یوں کہنا پڑے گا۔ کہ وہ ہر قسم کے گناہ کیوں نہیں معاف کر دیتا سزا دیتا ہی کیوں ہے؟ یہ غلطی ہے پہلی امتوں پر گناہوں کے باعث عذاب آئے۔ اور اب بھی اللہ تعالیٰ اسی طرح گناہوں کا مواخذہ کرتا ہے۔

ہاں ہمارا یہ مذہب ہرگز نہیں ہے کہ گناہگاروں کو ایسی سزا ابدی ملیگی کہ اس سے پھر کبھی نجات ہی نہ ہوگی۔ بلکہ ہمارا یہ مذہب ہے کہ آخر اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحم گناہگاروں کو بچا لیگا۔ اور اسی لئے قرآن شریف میں جہاں عذاب کا ذکر کیا ہے وہاں فعال لما یرید فرمایا ہے۔ گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک بندوں کے اور ایک خدا کے۔ جیسے چوری ہے یہ عبد کا گناہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی چوری شرک ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو چرا کر دوسرے کو دیتا ہے۔ چونکہ یہ ایک بڑی زبردست ہستی کی چوری ہے۔ اس لئے اس کی سزا بھی بہت ہی بڑی ملتی ہے۔

جو لوگ اس قسم کے سوال کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو اپنے قانون اور مرضی کے ماتحت یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جس گناہ کو یہ چاہیں اسے بخشدے اور جسکو نہ چاہیں اسے نہ بخشے۔ اس طرح پر کیسے ہو سکتا ہے؟ یہاں دنیا میں اس کا نمونہ نہیں تو آخرۃ میں کیسے۔ کوئی وائسرائے کو لکھدے کہ فلاں مجرم کو سزا نہ دی جائے۔ اور تعزیرات ہند کو موقوف کر دیا جاوے تو کیا ایسی درخواست منظور ہو سکتی ہے؟ کبھی نہیں۔ اس طرح پر تو اباحت کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ کہ جو چاہو کرو۔

رسول اللہ صلعم کو مانے بغیر نجات کیوں نہیں؟

پھر اسی خط میں ایک دوسرا سوال یہ بھی تھا کہ کیوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے کے بغیر نجات نہیں ہو سکتی؟ اس پر فرمایا۔ کہ رسول وہ ہوتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کے انعامات اور احسانات ہوتے ہیں۔ پس جو شخص ان کا انکار کرتا ہے وہ بہت خطرناک جرم کا مرتکب ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ شریعت کے سارے سلسلہ کو باطل کرنا چاہتا ہے۔ اور حلت حرمت کی قید اٹھا کر اباحت کا مسئلہ پھیلانا چاہتا ہے۔ اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیسے نجات کا مانع نہ ہو۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو انتہا برکات اور فیوض لیکر آیا ہے اس کا انکار ہو اور پھر نجات کی امید۔ اس کا انکار کرنا ساری بدکاریوں اور بدمعاشیوں کو جائز سمجھتا ہے۔ کیونکہ وہ انکو حرام ٹھہراتا ہے۔

درازی عمر کی اصل

ہمارے مکرم مخدوم ڈاکٹر سید... شاہ صاحب نے اپنی رخصت کے ختم ہونے پر عرض کی۔ کہ میں صبح جاؤنگا۔ فرمایا خط و کتابت کا سلسلہ قائم رکھنا چاہیئے۔ ڈاکٹر صاحب نے عرض کی۔ کہ حضور! میرا ارادہ بھی ہے کہ اگر زندگی باقی تھی۔ تو انشاء اللہ بقیہ حصہ ملازمت پورا کرنے کے بعد مستقل طور پر یہاں رہوں گا۔ فرمایا یہ بھی بات ہے۔ کہ اگر انسان توبۃ النصوح کرکے اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی زندگی وقف کر دے اور لوگوں کو نفع پہنچاوے۔ تو عمر بڑھتی ہے۔ اعلاء کلمۃ الاسلام کرتا رہے اور اس بات کی آرزو رکھے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی توحید پھیلے اس کے لئے یہ ضروری نہیں ہے۔ کہ انسان مولوی ہو یا بہت بڑے علم کی ضرورت ہے۔ بلکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا رہے یہ ایک اصل ہے جو انسان کو نافع الناس بناتی ہے اور نافع الناس ہونا درازی عمر کا اصل گر ہے۔

جب اللہ تعالیٰ کسی دل کو ایسا پاتا ہے کہ اس نے مخلوق کی نفع رسانی کا ارادہ کر لیا ہے تو وہ اسے توفیق دیتا اور اس کی عمر دراز کرتا ہے۔ جس قدر انسان اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس کی مخلوق کے ساتھ شفقت سے پیش آتا ہے۔ اسی قدر اس کی عمر دراز ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتا اسکی زندگی کی قدر کرتا ہے لیکن جسقدر وہ خدا تعالیٰ سے لاپرواہ اور لاابالی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی اسکی پرواہ نہیں کرتا۔ انسان اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی زندگی وقف نہ کرے اور اسکی مخلوق کے لئے نفع رسان نہ ہو۔ تو یہ ایک بیکار اور نکمی ہستی ہو جاتی ہے۔ جیسے بکری بھی پھر اس سے اچھی ہے جو انسان کے کام تو آتی ہے۔ لیکن جب اشرف المخلوقات ہو کر اپنی نوع انسان کے کام نہیں آتا۔ تو پھر بدترین مخلوق ہو جاتا ہے۔ اسی کی طرف اشارہ کرکے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددناہ اسفل سافلین میں گرایا جاتا ہے۔

اخبار احمدیہ

جناب سکرٹری صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

برادرم حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ یہاں سے الہ آباد تشریف لے گئے تھے۔ احباب کی اطلاع کے لئے شائع کیا جاتا ہے۔ کہ حکیم صاحب بخیر و عافیت وہاں پہنچ چکے ہیں۔ وہاں سے ان کا نوازش نامہ آگیا ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ جماعت یہاں بہت بڑی ہے۔ اور ان میں سے سو کس کے قریب محمودی ہیں۔ باقی سب ہمارے ہم خیال ہیں۔ مولوی غلام رسول صاحب بھی وہاں آئے ہوئے تھے۔ لیکن ناکام آئے۔ اللہ کا شکر ہے کہ حکیم صاحب وہاں بخیریت پہنچ گئے۔ احباب دعا کریں کہ آپ خیریت سے واپس آئیں۔ سید محمد حسین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اخبار پیغامِ صلح لاہور
جلد ۶ چہارشنبہ ۲۱ - مئی سنہ ۱۹۱۹ء نمبر ۸۷

ناظرین کرام سے استصواب

(۱)

تہذیب جدید کے گلشن میں جو زمانہ نے نئی روشیں پیدا کی ہیں۔ غالباً اُن میں سب سے زیادہ دلکش اخبار نویسی اور اخبار بینی ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ اس اخبار نویسی یا اخبار بینی کی دلچسپی محض تفنن طبع کا کام ہی نہیں دیتی بلکہ قومی زندگی کے لئے اس میں فوائد بھی بے شمار ہیں۔ مہذب ممالک میں اخبارات قوم کی جان سمجھے جاتے ہیں۔ وہ قوم کے جذبات و خیالات کی ترجمانی کا حق ادا کرتے ہیں۔ رائے عامہ کی رہنمائی کرتے ہیں۔ قوم کے سامنے مفید تجاویز پیش کرکے اس کو منزل ترقی کا پتہ بتاتے ہیں۔ حکومت کے نہایت ہی عقلمند مشیر ہوتے ہیں۔ غرض دُنیا و مافیہا کے جتنے اہم کام ہیں وہ اخبارات کے ذریعہ سے انجام پذیر ہوتے ہیں ❖

(۲)

ہندوستان میں بھی اب اخبار نویسی کو ایک مستقل پیشہ تسلیم کر لیا گیا ہے۔ اور اس میں روز بروز ترقی ہو رہی ہے۔ آج سے پچیس سال پہلے پر نظر کیجئے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ ملک میں بہت ہی کم اخبار تھے۔ مگر اب ہندوستان کے ہر ایک بڑے شہر میں اخبارات جاری ہوتے ہیں اور نہ صرف جاری ہوتے ہیں بلکہ کچھ کام بھی کرکے دکھاتے ہیں۔ اگرچہ ہندوستان کی صحافت (اخبار نویسی) ابھی ابتدائی حالت میں ہے لیکن تاہم اب اس میں ایک حرکت پیدا ہو چکی ہے۔ اور اہل اخبار سمجھنے لگے ہیں۔ کہ ان پر قومی فلاح و بہبود کی ذمہ داریاں کہاں تک عاید ہیں ❖

(۳)

اس جگ بیتی سے قطع نظر کرکے اگر آپ بیتی کی طرف دیکھئے تو بھی معلوم ہوگا۔ کہ یہ اخبار (پیغام صلح) جو ہمارے ناظرین کرام کے قدردان ہاتھوں میں ہفتہ میں دوبار پہنچتا ہے۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے لئے وہ کام کر چکا ہے۔ جو بلا مبالغہ اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ اُس وقت جبکہ سلسلہ میں عقاید باطلہ و فاسدہ کی ترویج شروع ہوئی۔ اور دُنیا میں ایسے انوکھے عقاید پیش کئے گئے جو اگر ایک طرف اسلام کے اصولوں کے خلاف تھے تو دوسری طرف حضرت مسیح موعودؑ کی حیثیت (پوزیشن) کو دنیا میں مشتبہ کرنے والے تھے۔ اور حضرت صاحب کے خلاف ان الزامات کو تسلیم کرتے تھے جو دشمن آپ پر محض افترا پردازی سے لگایا کرتے تھے۔ اور جن سے حضرت صاحب علیہ السلام اپنی بریت کیا کرتے تھے۔ ایسے وقت میں پیغام صلح نے اسلام کے اصولوں کی حمایت اور حضرت مسیح موعودؑ کی پوزیشن کو صاف کرنے کے لئے جہاں تک ممکن تھا کوشش کی۔ اور خدا کے فضل سے کامیاب ہوا۔ اگر ایسے عقائد و خیالات کی ترویج کسی ایسے شخص کی طرف سے ہوتی۔ جو سلسلہ کا ظاہری دشمن یا مخالف ہوتا۔ یا جماعت احمدیہ کا ایک فرد ہوتا۔ تو اس قدر خطرہ نہ تھا۔ مگر شومی قسمت سے ان کا بیڑا اٹھانے والے میاں صاحب تھے جن کو حضرت مسیح موعودؑ کی فرزندیت کا فخر حاصل ہونے کی وجہ سے جماعت میں ایک خاص اثر و رسوخ حاصل تھا۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بعض لوگ تو جان بوجھ کر میاں صاحب کے لحاظ سے خاموش ہو گئے۔ اور عوام الناس بلا سوچے سمجھے ان کا دم بھرنے لگے۔ سلسلہ کی تاریخ میں یہ سب سے زیادہ نازک وقت تھا۔ اور مقام شکر ہے۔ کہ ایسے نازک وقت میں پیغام صلح کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ نے ایک معقول حصہ جماعت کو ان عقائد سے محفوظ رکھا۔ بلکہ ان کے ابطال کے لئے ایک [illegible] ہو گئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

(۴)

یوں تو تمام اخبار ہی قوم کے ہوتے ہیں کہ اس کے بہبود و فلاح کے لئے وقف ہوتے ہیں۔ مگر پیغام صلح کو ایک خصوصیت بھی حاصل ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ یہ کسی فرد واحد کی ملکیت نہیں۔ اس سے اگر نفع ہو۔ تو کسی خاص شخص کی جیب میں نہیں جا سکتا۔ بلکہ قومی بیت المال میں جمع ہوگا۔ اگر نقصان ہو تو وہ بھی کسی خاص شخص کی جیب سے نہیں نکلے گا۔ بلکہ اس کو بھی قوم کی جیبوں ہی سے پورا کرنا ہوگا۔ خواہ کسی طرح کیا جائے ❖

غرض اخبار قوم کا ہے اور قوم ہی اس کی مالک ہے۔ اس لئے اس کے نیک و بد کی ذمہ دار بھی قوم ہی ہے۔ اور اس کے سود و بہبود کے لئے بھی قوم کے ناظرین کرام سے مشورہ کرنا چاہئیے۔

نئی تجویز

(۵)

اخبار کا سال جولائی سے شروع ہوتا ہے جس میں کوئی ڈیڑھ مہینہ باقی ہے۔ نئے سال کے لئے مجھے ایک تجویز سوجھی ہے۔ وہ میں ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کئے دیتا ہوں۔ وہ براہ مہربانی اس پر غور فرما کر مجھے اس کے متعلق اپنی رائے سے اطلاع دیں ❖

تجویز یہ ہے:-

(۱) آئندہ سال سے اخبار بجائے ہفتہ میں دوبار کے ہفتہ میں ایک دفعہ نکلا کرے۔

(۲) اس کی موجودہ تقطیع کو تبدیل کرکے $\frac{۲۹ \times ۲۲}{۸}$ کی تقطیع کر دی جائے۔ یعنی جس تقطیع پر اخبار فاروق چھپتا ہے۔

(۳) حجم ۲۰ صفحہ ہو۔

اس تجویز سے یہ فوائد مد نظر ہیں۔

(الف) مصارف بہت کم ہو جائینگے۔ ٹکٹوں کا خرچ نصف رہ جائیگا۔ کاغذ میں بھی کچھ بچت ہو سکے گی ❖

(ب) ایڈیٹر اور سٹاف کو بھی وقت زیادہ ملیگا ❖

(ج) ایڈیٹر کو اخبار کے دلچسپ بنانے کے لئے وقت زیادہ ملیگا۔ مستقل مضمونوں کے لئے گنجائش بھی کافی ہو گی۔

(د) تقطیع بدلنے سے جلد کرانے میں بہت سہولت ہو گی۔ موجودہ تقطیع کی جلد بڑی لمبی ہوتی ہے۔ جو تکلیف دہ ہے۔

(ہ) اشاعت بھی انشاء اللہ بڑھ جائیگی۔ کیونکہ قیمت کم ہو جائیگی۔ اسوقت بہت سے احباب قیمت زیادہ ہونے کی وجہ سے اخبار خریدنے سے معذور ہیں۔

اس تجویز پر غور کرتے ہوئے یہ امر بھی ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے کہ اخبار کی مدت کئی سال سے مقروض چلی آتی ہے اور امید ہے کہ مندرجہ بالا تجویز سے خرچ کم ہو جائیگا۔ حالانکہ اخبار کی اہمیت میں کچھ کمی نہیں آئیگی۔ کیونکہ ہمارے مضمون ایک مستقل حیثیت رکھتے ہیں۔ اور ضرورت نہیں کہ ان کو پہنچانے کے لئے ہفتہ میں دو دفعہ ڈاک کا خرچ برداشت کیا جائے۔ اس کے علاوہ قیمت کم ہو جانے سے مثلاً ؎ یا ؎ ہو جانے سے اشاعت میں ترقی ہو گی۔ ہماری جماعت کے اکثر حضرات چھ روپیہ سالانہ نہیں دے سکتے۔ تبلیغ عقائد حقہ کے لئے اگر مفت جاری کرنا ہوگا۔ تو اس صورت میں بھی مصارف کم ہوں گے۔ اور ہم زیادہ وسیع پیمانہ پر تبلیغ کر سکیں گے ❖

"حضرت مسیح موعودؑ کی نشانات کو باسی نہ کرو"

اس عنوان سے الفضل اپنی ۱۶ مئی کی اشاعت میں حضرت مسیح موعودؑ کی اس نصیحت کو لکھنے کے بعد کہ:-

"ہماری جماعت کا جس نے ہمیں چھپایا ہے۔ فرض ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نشانات کو باسی نہ ہونے دے"

ہم سے سوال کرتا ہے کہ

ہم پیغام صلح کے مالکین سے یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں۔ کہ وہ ہمیں بتائیں۔ کہ کیا وہ اس فرض کو جو حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت میں ہو کر ان پر عائد ہوتا ہے پورا کر رہے ہیں؟

اس سے آگے چلکر ایڈیٹر صاحب نے خواجہ صاحب کی طرز تبلیغ پر اعتراضات کئے ہیں۔

سب سے پہلے ہمیں یہ خوشی ہوئی ہے۔ کہ الفضل نے ہمیں حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت میں تو سمجھا۔ فی الجملہ تبدیلی ایڈیٹر صاحب الفضل کی تبدیلی کی وجہ سے ہے۔ باقی رہا۔ اصل سوال سو اس کے جواب میں ہم بحمد اللہ و بفضلہ تو پورے اعتماد سے یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہم نے اس فرض کو جو ہم پر بہ حیثیت حضرت صاحب کی جماعت میں داخل ہونے کے عائد ہوتا ہے۔ ہمیشہ حتی الامکان پورا کیا ہے کر رہے ہیں اور انشاء اللہ آئندہ بھی ہمیشہ کرتے رہیں گے۔ کیا الفضل کو معلوم نہیں کہ وہی خواجہ صاحب جن پر آج اُسے ہر قسم کے شکوے ہیں کبھی اس کے کالموں کے ہیرو تھے۔ کیا الفضل اپنی پرانی فائل تلاش کرنے کی زحمت گوارا کرکے یہ دیکھکر نہ پچھتائیگا۔ کہ کبھی یہی خواجہ صاحب اُس کے نزدیک ولایت میں مسلمانوں کو حلقہ بگوش اسلام کرکے حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی کو پورا کرنے والے تھے کیا اس حقیقت سے الفضل انکار کر سکتا ہے۔ کہ "بنگال کی دلجوئی" کے متعلق جو پیشگوئی تھی۔ اسکو خواجہ صاحب نے دُنیا میں شائع کیا۔ کیا تحفہ آصفیہ کے مصنف کی نسبت یہ گمان درست ہے کہ اس نے حضرت مسیح موعودؑ کے نشانات کو باسی کیا۔ حالانکہ وہ ایک جلیل القدر حکمران کے سامنے حضرت صاحب کے نشانات کو بیان کرتا ہے۔ کیا ولایت میں خواجہ صاحب حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی وغیرہ [illegible] کو ایک وسیع پیمانہ پر شائع نہیں کیا۔ کیا خود ہماری طرف سے "زار روس" والی پیشگوئی کے متعلق کچھ کم لکھا گیا۔ اس پر بھی اگر ہماری نسبت یہ خیال ہو کہ ہم نے حضرت مسیح موعودؑ کے نشانات کو باسی کیا۔ یا ان کا ذکر نہیں کرتے تو تمہارا جواب حضرت مسیح موعودؑ کی زبان میں یہی ہے:-

سر بتا بد زاں کہ بیچول بنے
لعنتِ حق بر کسانِ دو سخنے

ہاں!!

ہم بھی الفضل کے اراکین سے پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ وہ بتائیں کیا اُنہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کے دوستوں اور مخلص احباب کو جنہوں نے عسر و یسر میں حضرت صاحب کا ساتھ دیا۔ جنہوں نے گھر بار چھوڑ کر آپ کے در دولت پر دھونی رما دی۔ جنہوں نے آپ کے ساتھ اینٹیں اور پتھر کھائے۔ جنہوں نے آپ پر مال و متاع نثار کئے۔ جن کی نسبت خدا کے الہام سے "پاک ممبر" کا معزز لقب تجویز کیا۔ جو اصحاب صفہ ہو کر حضرت مسیح موعودؑ کے نشانات میں سے ایک عظیم الشان نشان ٹھہرے۔ اُن کو الفضل پارٹی نے فاسق کہہ کر۔ مرتد کہہ کر حضرت مسیح موعودؑ کے نشانات کی تذلیل نہیں کی؟ کیا حسرت کا مقام ہے۔ کہ وہ لوگ جو حضرت صاحب کی صحبت میں دوسرے مخالفوں سے اینٹ پتھر کھاتے ہیں۔ تم آج اُنکو ہی نشانہ ملامت بناتے ہو۔

وقت وقت کا مذہب

ہمیں ہمیشہ یہ شکوہ رہا ہے کہ مریدان میاں صاحب بجائے اسکے کہ ایک اصول پر اپنے مذہب و عقائد کی بنیاد رکھیں اور تمام فریق اس پر متفق ہوں۔ عموماً پراگندہ خیالات اور ایک دوسرے کے مخالف عقائد رکھتے ہیں۔ اور بسا اوقات تو ایسا ہوتا ہے کہ ہمارے سامنے بحث کی خاطر کچھ اور دلائل اور عقائد پیش کئے جاتے ہیں مگر جب کوئی دوسرا مسلمان مخاطب ہو تو پھر کوئی اور ہی مذہب پیش کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس کی تازہ ترین مثال ہمیں فاروق کے کالموں میں ملی ہے۔

یہ بات تو اظہر من الشمس ہے۔ کہ میاں صاحب حضرت صاحب کو اسی طرح کا نبی سمجھتے ہیں جس طرح پہلے انبیاء گذر چکے ہیں۔ مگر حصول طریق نبوت میں فرق مانتے ہیں۔ چنانچہ جب اس عقیدہ پر اعتراض ہوتا ہے۔ کہ انبیائے سابقین پر جبرئیلؑ وحی لایا کرتے تھے تو اس کے لئے حجت یہ جواب بعض مریدین میاں صاحب نے تیار کر رکھا ہے۔ کہ حضرت صاحب پر بھی جبرئیل نازل ہوتا تھا جیسا کہ آپ کا الہام ہے۔ "جاء نی آئل" اور آئل سے مراد آپ نے جبرئیل لیا ہے۔ قطع نظر اس کے کہ اس سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ آپ پر جبرئیل وحی نبوت لایا کرتا تھا۔ اور نزول جبرئیل عام طور پر مومنوں پر بھی ہوتا ہے ہم حیرت زدہ ہیں کہ فاروق کی اشاعت یکم مئی میں میاں صاحب کے ایک مرید اور غیر احمدی میں ایک مکالمہ شائع ہوا ہے۔ جس میں میاں صاحب کے مرید نے اس سے انکار کیا کہ حضرت صاحب پر جبرئیل وحی لایا کرتا تھا۔ چنانچہ غیر احمدی کے اس سوال پر کہ وحی صرف بوساطت جبرئیل علیہ السلام ہوتی ہے۔ مگر کیا مرزا صاحب

کے پاس جبرائیلؑ آتے تھے - جو وحی الہٰی کے دعویدار بنتے ہیں - میاں صاحب کے مرید جواب دیتے ہیں:-

جناب من کیا وحی الہٰی صرف جبرئیل کی وساطت سے ہو سکتی ہے یا کسی اور طرح بھی؟

اس پر غیر احمدی نے یہی کہا کہ صرف بوساطت حضرت جبرئیل علیہ السلام - مگر میاں صاحب کے مرید نے بہت سے آیات قرآنی سے ثابت کیا کہ وحی بغیر جبرئیل بھی ہوتی ہے - مثلاً قرآن میں ہے اوحی ربک الی النحل - اب صاف ظاہر ہے - کہ میاں صاحب کے اس مرید کا مذہب بھی یہ حضرت صاحب پر جبرئیل وحی نہیں لاتا تھا ورنہ وہ صاف اقرار کرتے کہ حضرت صاحب پر وحی جبرئیل لایا کرتے تھے - لیکن غالباً میاں صاحب کا مذہب یہ ہے کہ حضرت صاحب پر جبرئیل وحی لاتے تھے - اب کیا فاروق کے ایڈیٹر صاحب اس گتھی کو سلجھا سکتے ہیں - کہ ان دونوں عقائد میں تطبیق کس طرح ہو سکتی ہے؟ یا محض وقت وقت کے مذہب کے زریں اصول پر عملدرآمد کرنا چاہیئے - جس سے سب پابندیاں دور ہو جائیں؟

اسلام اور جھوٹی افواہیں

آجکل عموماً جھوٹی افواہیں بہت پھیل جاتی ہیں اور ان سے نتیجہ بسا اوقات نہایت ہی بُرا ہوتا ہے - رولٹ ایکٹ کے متعلق بھی بعض ایسی بے بنیاد افواہیں پھیل گئیں جنہیں حقیقت سے کچھ تعلق نہ تھا - اور آخر گورنمنٹ اور بہی خواہان ملک کو ایسی بے بنیاد خبروں کی تردید کرنی پڑی۔

لیکن اگر لوگ اسلام کے اصول اور تعلیم پر کاربند ہو جائیں - تو جھوٹی افواہوں کے پھیلنے کا احتمال بہت ہی کم رہ جاتا ہے - افواہوں کے پھیلنے کا راز صرف اس میں ہوتا ہے - زید اگر کوئی بات کہیں سے سُن کر بیان کرتا ہے - تو بکر اس کو نصیحت کر کے عمر سے بیان کرتا ہے - اور پھر عمر خالد سے اسی طرح وہ بات پھیلتے پھیلتے ملک میں پھیل جاتی ہے - مگر اسلام نے اس بُرائی کو روکنے کے لئے ہمیں ایک نہایت ہی مفید اصول بتایا ہے - جو اس کی اصل جڑ ہی کو کاٹ دیتا ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم باوجود اُمی ہونے کے کس قدر عمیق علم رکھتے تھے - آپ فرماتے ہیں:-

کفیٰ بالمرء کذباً ان یحدث بکل ما سمع

. . . .

کسی شخص کے جھوٹے ہونے کی یہی کافی دلیل ہے کہ جو بات وہ سُنے اُسے آگے روایت کر دے - پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی ہے - کہ محض سُنی سُنائی بات ثقہ سمجھکر روایت نہیں کرنی چاہیئے - بلکہ جب تک خود اس کے متعلق کافی یا عینی شہادت حاصل نہ کرے - اس وقت اس کی روایت نہ کرے - اگر تمام لوگ اس اصول پر کاربند ہو جائیں تو یہ جھوٹی افواہوں کا آج خاتمہ ہو سکتا ہے - بہرحال مسلمان تو اس ارشاد نبوی کے اصولاً پابند ہیں - اور انہیں اس پر عمل بھی کرنا چاہیئے کہ اسی میں ملک وقوم اور گورنمنٹ کی بہبودی ہے۔

یہی بات ہم ان حضرات کی خدمت میں عرض کرتے ہیں جو ہمارے متعلق سُنی سُنائی خبریں بغیر تحقیق کئے شائع کر دیتے ہیں - مثلاً الفضل کی یہ خبر کہ میرزا یعقوب بیگ صاحب اور مولوی صدرالدین صاحب رولٹ ایکٹ کے ماتم میں ننگے سر پھرتے رہے سراسر جھوٹ ہے - اور ہمیں یقین ہے کہ ہمارے کسی دشمن نے یہ خبر اختراع کی اور الفضل نے بغیر تحقیق کے اس پر ایک طوفان بپا کر دیا - حالانکہ ڈاکٹر میرزا صاحب کی اپنی دکان بھی ہڑتال میں کھلی رہی - الفضل اس بات سے خوب واقف ہے جو جذبۂ وفاداری اور عقیدت کیشی حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے پیروؤں میں قائم کر دیا ہے وہ ایک خاص امتیاز رکھتا ہے اور آپ کی تمام جماعت مسلمہ طور پر گورنمنٹ کی وفادار ہے - ہاں آپ کی جماعت میں محض عقائد مذہبی کی بنا پر دو فریق ہو گئے ہیں - الفضل ایک فریق سے تعلق رکھتا ہے - اور ہم دوسرے سے - عقائد کے معاملہ میں الفضل سے ہر وقت بحث کرنے کے لئے تیار ہیں - اس کی غلطی جتانے کو آمادہ ہیں - اُس کے جواب سُننے کے لئے ہمہ تن گوش ہیں - مگر ہم سے یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ہم محض عقیدہ کے اختلاف کا بدلہ دوسرے کوتہ ہتھیاروں سے لینا شروع کر دیں - اور الفضل والوں کو خدانخواستہ جادۂ وفاداری سے منحرف قرار دینے کی کوشش کریں۔

اسی طرح باوجود اس عقیدہ کے اختلاف کے جو ہمیں الفضل سے ہے - اور باوجود اس رائے کے جو ہم الفضل کے متعلق رکھتے ہیں - ہم اس امر کو الفضل کے شایان شان سے نہیں سمجھتے کہ وہ کبھی ایسے کوتاہ ہتھیاروں پر اُتر آئے - کیونکہ ایک مذہبی پرچہ کی شان کے خلاف ہے - کہ وہ اختلاف مذہب کی آڑ میں دوسرا شکار شروع کر دے +

میاں صاحب کی تفسیر نویسی

الفضل نے پھر اپنی ۲۰ - مئی کی اشاعت میں میاں صاحب کی بالمقابل تفسیر نویسی والی دعوت کا ذکر کیا ہے - اور تعلی کرتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ میاں صاحب کا یہ چیلنج ان کے حق بجانب ہونے کی دلیل ہے - ہم اس لاطائل بحث پر پہلے بہت کچھ لکھ چکے ہیں - اس لئے اب صرف مختصراً الفضل سے ایک دو باتیں پوچھتے ہیں:-

(۱) سب سے پہلے یہ امر قابل غور ہے کہ اگرچہ حضرت مسیح موعودؑ نے مکمل تفسیر تو قرآن شریف کی کوئی نہیں لکھی - لیکن آپ کی کتابوں میں جہاں کہیں بھی اتفاق سے کوئی آیت آپ کے سامنے آگئی ہے - اس کے متعلق آپ نے جو کچھ لکھا ہے وہ ایسا لطیف لکھا ہے کہ دوست تو دوست دشمن ان کے قلم کے لوہے کو مان گئے ہیں - اختلاف عقیدہ کی وجہ سے مخالفت ہونا اور امر ہے - مگر اس میں شک نہیں - کہ بعض مخالفوں نے حضرت مسیح موعود کو سلطان القلم تسلیم کیا - براہین پر مولوی محمد حسین کا ریویو موجود ہے - مہوتسو کے جلسہ والے مضمون کی تعریف میں تمام مخالف و موافق رطب اللسان تھے - غرض حضرت مسیح موعود کا دعویٰ تفسیر نویسی کوئی خالی دعوےٰ ہی نہیں تھا - بلکہ واقعات اس کی تصدیق کے لئے شاہد عادل ہیں - مگر میاں صاحب کے چیلنج کو اس معیار پر پرکھئے تو نتیجہ بالکل برعکس معلوم ہوتا ہے - آخر میاں صاحب نے ایک پارہ قرآن کی تفسیر انگریزی اور اردو میں شائع کی ہے - قادیان کے تمام علماء کی جدوجہد بھی ان کی معاون رہی - بلکہ بڑا حصہ انہی کا ہے - مگر کیا اس تفسیر کے شائع ہو جانے سے میاں صاحب کی قلم کا لوہا مانا گیا؟ ہمیں تو آج تک معلوم نہیں کہ کن کن محققین نے اس تفسیر کو دیکھکر میاں صاحب کے علم و فضل کا اعتراف کیا - یا کم از کم اس حصہ جماعت احمدیہ کے ممبر جو میاں صاحب کو غلطی پر سمجھتے ہیں اس تفسیر کو دیکھکر تفسیر نویسی میں اُن کے قائل ہو گئے - جب تک میاں صاحب اپنی قابلیت واقعات کے معیار پر ثابت نہ کریں - جس طرح حضرت مسیح موعود نے کر دیا - اس وقت تک حضرت مسیح موعودؑ کے دعاوی کی ریس کرنا حضرت صاحب کی ہتک ہے - میاں صاحب غیر مامور ہونے کے باوجود اس طرح ریس کر کے یہ بتا رہے ہیں کہ حضرت صاحب کی یہ تحدی اُن کے اپنے خیالات کا نتیجہ تھی - اور خدا کیطرف سے خاص طور پر اس کے لئے وہ مامور نہ تھے - جس طرح میاں صاحب کی تحدی محض اپنے خیالات کا نتیجہ ہے +

(۲) حضرت مسیح موعود کے نہج پر ہی اگر تفسیر نویسی کا مقابلہ ہے - تو یہ عجب طرفہ ہے کہ اس کے لئے صرف حضرت امیر ایدہ اللہ کی ذات کیوں مخصوص ہو گئی؟ حضرت مسیح موعود کے متعلق تو الفضل کا خود اعتراف ہے کہ:-

"خدا کے مسیح حضرت احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے مقابلہ میں تمام عرب و عجم کے مولویوں - زبان دانوں - صوفیوں کو قرآن کریم کی تفسیر لکھنے کے لئے ایک دفعہ نہیں متعدد دفعہ بلایا"

لیکن میاں صاحب کی دعوت تفسیر نویسی صرف ایک ذات تک محدود ہے - ع

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

آخر یہ زمین و آسمان کے فرق میں کیا بھید ہے؟

(۳) آخری بات یہ بھی قابل استفسار ہے کہ اس مقابلہ تفسیر نویسی میں منصف کون ہوں گے؟ کیا آپ اُن لوگوں کو منصف قرار دیں گے - جو آپ کے نزدیک دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور پھر ان کے فیصلہ کو تسلیم بھی کریں گے - اور ابھی چند روز کا واقعہ ہے کہ آپ اپنے تمام مریدین کے ارتداد کو غیر کے قلم بنانے سے زیادہ خوشی سے قبول کر رہے تھے - کیا آپ وہ کام کریں گے - جس کی وجہ سے اپنے مرید دوبارہ ناراض ہو کر اُن سے روٹھ جاتے ہیں +

تحقیق الادیان

ہندوستان مذاہب مختلفہ کا گہوارہ ہے - ہندو، مسلمان، بدھ، عیسائی، یہودی، زرتشت، غرض دنیا کے تمام بڑے بڑے مذہب اس میں آباد ہیں - پھر ان مذاہب کے مختلف فرقے اور شاخیں بھی اس سرزمین میں خوب پھلتی پھولتی نظر آ رہی ہیں - اس لئے ہندوستان اس لحاظ سے بھی جنت نشان ہے کہ یہاں مذاہب مختلف کے سرچشمے بہ رہے ہیں۔

مغرب و مشرق میں مابہ الامتیاز کو سمجھنے والے ہمیشہ مشرق کے مذہبی عصبیت کو نمایاں کر کے دکھاتے ہیں - لیکن مشرق میں بھی جس خاص ملک کو اس لحاظ سے خصوصیت حاصل ہے وہ سرزمین ہند ہے - پھر اس سونے پر سہاگہ یہ ہوا ہے کہ حکومت برطانیہ نے مذہبی آزادی دے رکھی ہے - جسے اہل ہند ایک نعمت غیر مترقبہ سمجھتے ہیں - اور حکومت عالیہ کے دل سے شکرگذار ہیں - مگر افسوس ہے - کہ باوجود ان خوبیوں کے ہندوستان کے اہل مذہب حضرات میں عام اس سے کہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان ایک عیب ہے - وہ دوسرے مذاہب کے متعلق رواداری اور صلح و آشتی کی پالیسی کو عملی طور پر اختیار نہیں کرتے - حالانکہ مذہبی حضرات کو سب سے زیادہ صلح جو ہونا چاہیئے +

حضرت مسیح موعودؑ نے اصولاً جس مسلک پر اپنی جماعت کو چلایا ہے وہ مذہبی آزادی اور مذہبی صلح کی پالیسی ہے آپ ہمیشہ اسکو معیوب امر خیال کرتے تھے - کہ دوسرے مذاہب کے بزرگوں کو یا اُن کی کتابوں کو بُرے اور گندے الفاظ سے یاد کیا جائے - بلکہ آپ نے ایکمرتبہ حکومت ہند کی خدمت میں اس قسم کا میموریل بھی پیش کیا تھا - کہ مذہبی امور میں تحمل و بردباری اور تہذیب و شائستگی کو قانوناً نافذ کرنا چاہیئے - اگرچہ اسوقت گورنمنٹ نے اس امر کیطرف توجہ نہ فرمائی - لیکن ہمیں اس سے خاص خوشی ہے کہ جماعت احمدیہ علی العموم اس راہ پر گامزن ہے جو اُس کو حضرت صاحب نے بتادی تھی - چنانچہ مذہبی مباحث میں ہمارے احباب نہایت ٹھنڈے دل سے تحریر و تقریر کے جوہر دکھاتے ہیں اور بیجا جوش و غضب سے کام نہیں لیتے - جو حقیقت میں کمزوری کا نشان ہوتا ہے +

پیغام صلح ایک مذہبی پرچہ ہے اور اس میں بعض اوقات دوسرے مذاہب سے مناظرہ کا پہلو لئے ہوئے مضمون بھی شائع ہوتے ہیں - مثلاً ہمارے مولوی عبدالحق سے کبھی کبھی لکھ دیتے ہیں لیکن اس سے اُن کا منشا کسی دوسرے مذہب پر بیجا نکتہ چینی ہرگز نہیں ہوتا - وید مقدس اور زبان سنسکرت کے مطالعہ کا اُن کو ایک خاص شوق ہے اسی شوق کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے زبان سیکھی اور یہی شوق اب سے اب کبھی کبھی لکھوا بھی دیتا ہے۔

مگر ہمارے نزدیک

کہ مذہبی تحقیق کے لئے ضروری ہے کہ ہمارے معاصرین کرام بھی نہایت تہذیب و شائستگی سے محض احقاق حق کیلئے نہ کسی ہار جیت یا جنبہ داری کی غرض سے اُن پر کچھ لکھا کریں اور پھر ہم انشاءاللہ تعالیٰ اُنکی تحریر کے خلاصہ اخبار میں دیکر مولوی عبدالحق صاحب سے یہ درخواست کرینگے کہ وہ بھی نہایت تہذیب و شائستگی سے محض احقاق حق کیلئے اُن پر مزید روشنی ڈالیں - اس طرح ہمارے معاصرین کرام بھی امید ہے کہ ان تحریروں کے خلاصے اپنے اخبار میں درج کر کے اپنے خیالات کے اظہار کریں گے۔

اس تجویز سے مذہبی اخبار نہ صرف مذہبی وسعت خیالی اور عالی ظرفی پیدا کر سکیں گے بلکہ مذہبی مسائل کے مختلف پہلوؤں پر روشنی پڑیگی آجکل عموماً ہمارے ملک کے مذہبی اخبارات آپس کی کشاکشی اور بیجا لفاظی میں وقت ضائع کرتے ہیں جس سے سوائے اسکے کہ مختلف مذاہب میں نفرت پیدا ہو کوئی مفید نتیجہ نہیں ہوتا - اس لئے ہم یہ اعلان کرتے ہیں آئندہ کوئی مضمون پیغام صلح میں شائع نہیں ہو گا جس سے کسی مذہب یا فرقہ پر بُرے الفاظ میں حملہ متصور ہو - ہاں تہذیب و شائستگی کے لب و لہجہ میں احقاق حق کے لئے پیغام صلح کے کالم ہر وقت کھلے ہیں +

مذہبی کانفرنس

اخبارات کے لب و لہجہ میں تبدیلی کے علاوہ ہمارے نزدیک ایک مذہبی کانفرنس کا انعقاد بھی از بس ضروری ہے - ہمیں تعجب آتا ہے کہ یہاں مسلم لیگ کانگریس مسلم ایسوسی ایشن اماتن دھرم کانفرنس شدھی کانفرنس ایجوکیشنل کانفرنس غرض بات بات پر کانفرنسیں ہوئیں مگر مذاہب مختلفہ کا ایک مشترکہ پلیٹ فارم کہیں نہ ہو - کیا مذہب جو قومیت کی روح ہے جو انسانیت کیلئے مایۂ ناز ہے اس قسم کی چیز ہے کہ بس تمام زور سیاسیات پر خرچ کر دیا جائے اور اسکو کبھی بھولے سے بھی یاد نہ کیا جائے - اس کے متعلق مفصل تجاویز ہم انشاءاللہ آئندہ کسی وقت پیش کریں گے +

نقد و نظر

حالی و شبلی کی معاصرانہ چشمک

(از جناب مولانا مہدی حسن صاحب افادی الاقتصادی)

سیرۃ النعمان جب شائع ہوئی تو حالی نے اس پر ریویو لکھا فرماتے ہیں۔ انھوں نے (یعنی شبلی نے) اپنی ہر ایک پہلی تصنیف میں جس بلندی پر آپ کو دکھایا ہے اس کے بعد کی تصنیف میں انکی لیاقت اور روشن دماغی اس سے بلند تر منظر پر جلوہ گر ہوتی ہے اور جہاں تک میری نگاہ پہنچتی ہے۔ سیرۃ النعمان کو ان سب سے اعلےٰ منظر پر پاتا ہوں کتاب کی ترتیب، اصول استنباط اور طرز اجتہاد کے لحاظ سے شبلی کو حالی نے "فاضل"، ادیب، محقق اور اگر وہ منظور کریں تو منشی اور شاعر کی حیثیت سے یاد کیا ہے۔ اور دکھایا ہے کہ جس طرح حسن تناسب اعضا کا نام ہے۔ سیرۃ النعمان میں روایت و درایت کی تطبیق، اور جس موزون طریقہ پر رائے اور قیاس سے کام لیا گیا ہے۔ اس طریقہ استدلال سے ایک مذہب کی بنیاد قائم ہوتی ہے اور مصنف (یعنی شبلی) نے اپنی فضیلت اور لیاقت پر سے بہت سے پردے اٹھا دیے ہیں "۔

شبلی "دستہ گل" ہدیۃً بھیجتے ہیں تو حالی جواباً لکھتے ہیں:- کوئی کیونکر مان سکتا ہے کہ یہ اس شخص کا کلام ہے۔ جس نے سیرۃ النعمان، الفاروق، اور سوانح مولانا روم جیسی مقدس کتابیں لکھی ہیں۔ غزلیں کا ہیکو ہیں۔ شراب دو آتشہ ہے۔ جس کے نشہ میں خمار چشم ساقی بھی ملا ہوا ہے۔ غزلیات حافظ کا جو حصہ محض رندی اور بیباکی کے مضامین پر مشتمل ہے ممکن ہے کہ اس کے الفاظ میں دلربائی ہو۔ مگر خیالات کے لحاظ سے تو یہ غزلیں اس سے بہت زیادہ گرم ہیں"

آپ کہیں گے کہ ان مسلسل التفات میں سوائے بھولی بھالی تعریفوں کے مقصود اصلی یعنی چشمک کا اب بھی پتہ نہ چلا۔ لیکن میں عرض کر چکا ہوں۔ کہ میں اصلی نکتہ سے قریب تر ہوتا جاتا ہوں۔ اصولی اخلاق کے ساتھ تھوڑی سی کج ادائی بھی ہو تو زیادہ اجاگر ہوتی ہے۔ جو آنکھیں روشنی کی عادی ہوتی ہیں۔ ان کو تاریکی گراں گذرتی ہے اسی طرح نفس انسانی کا ایک رخ روشن اس کے دوسرے رخ کو زیادہ نمایاں کر دیتا ہے اس لئے میری اضافی تصریحات بیکار نہیں ہیں۔ بہر حال اظہار خلوص کی حد ہو چکی۔ کچھ اصل موضوع یعنی چشمک کی مثالیں لیجئے۔

حیات جاوید میں ایک موقع پر حالی فرماتے ہیں:-

"اعلیٰ تعلیم کی حمایت کے جوش میں سر سید کے قلم سے بعض مواقع پر ایسے الفاظ نکل گئے ہیں کہ ترجموں کی غرض سے سوسائٹی قائم کرنے کو وہ اپنی ایک غلطی تسلیم کرتے تھے۔ اور اسی بنا پر شمس العلماء مولینا شبلی نے مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم میں اس غلطی کا جسکو سر سید ۶-۷ برس پہلے ایجوکیشن کمیشن میں تسلیم کر چکے تھے۔ ذکر کیا ہے اور اس بنا پر کہ مغربی علوم و فنون کا دیسی زبان میں ترجمہ ہونا ناممکن نہیں ہے۔ سائنٹفک سوسائٹی قائم کرنے کو سر سید کی ایک غلطی قرار دیا ہے۔ اور اپنے اس دعوے پر کہ ترجمہ ممکن نہیں زیادہ تر وہی دلیلیں جو خود سر سید نے بعض مواقع پر بیان کی تھیں پیش کی ہیں۔

حالی کہتے کہ اگر مولینا (یعنی شبلی) کی یہ اصلی رائے ہوتی تو ہمکو اس سے تعرض کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن چونکہ انہوں نے خود سر سید کے بعض بیانات سے یہ رائے استنباط کی ہے۔ اس لئے ہمکو سر سید کے خیالات کا اصل منشا ظاہر کرنا ہے حالی نے ایک ایک کر کے اعتراضات کی تردید کی ہے اور نہایت تفصیل کے ساتھ دکھایا ہے کہ شبلی کے اعتراضات کا زیادہ تر حصہ خود سر سید کے خیالات سے ماخوذ ہے "چشمک" کی یہ پہلی مثال ہے جس میں حالی کی حیثیت نسبتی اقدامی نہیں بلکہ دفاعی ہے اور جس میں ناقدانہ اظہار خیال کے سوا درپردہ کوئی چوٹ نہیں ہے۔

یہاں تک تو آپ نے دیکھا کہ حالی کا شبلی کے ساتھ کیا رنگ تھا لیکن یہ شراب اب تیز ہوا چاہتی ہے۔ اب یہ دیکھیے۔ شبلی کے خیالات و مقالات کا جہاں تک خوش صفات حالی کا تعلق ہے کیا حال ہے شبلی نے ابھی المامون نہیں لکھی ہے یا لکھی ہے لیکن لکھنے سے پہلے "حیات سعدی" پیش نظر ہے۔ ایک عزیز کو لکھتے ہیں "ایک کتاب حال میں مولوی حالی صاحب نے لکھی ہے اور مجھکو شگفتہ بھیجی ہے شیخ سعدی کی نہایت دلچسپ محققانہ سوانح عمری ہے۔ میں نے بے اختیار اس کو تمہارے لئے پسند کیا۔ اور مولوی حالی صاحب کو لکھدیا ہے کہ وہ تمہارے نام بھیجدیں۔ واقعی بے مثل ہے۔ اور تم کو اپنے پاس رکھنا نہایت ضروری ہے۔ لیکن یہ دیکھنا ہے کہ شبلی جب خود تصنیفات کے مالک ہوئے تو حالی کے ساتھ ان کا یہ حسن ظن کہاں تک قائم رہا۔؟

سوانح مولانا روم میں شبلی اظہار خیال کرتے ہیں "تمام اہل تذکرہ متفق ہیں کہ جن لوگوں نے غزل کو غزل بنایا۔ وہ سعدی، عراقی، اور مولینا روم ہیں۔ اس لحاظ سے مولانا کے دیوان پر ریویو کرتے ہوئے ہمارا فرض تھا کہ سعدی اور عراقی سے ان کا موازنہ کیا جاتا۔ تینوں بزرگوں کے نمونے دکھائے جاتے اور ہر ایک کی خصوصیات بیان کی جاتیں اور چونکہ مولانا ہمارے ہیرو ہیں۔ اس لئے مذاق حال کے موافق خواہ مخواہ بھی ان کو ترجیح دی جاتی لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسا کرنا واقعہ نگاری کے فرائض کے بالکل خلاف ہے۔

اگر تھوڑی دیر کے لئے یہ بھی مان لیا جائے کہ شبلی کا روئے سخن حیات سعدی یا یادگار غالب کی طرف ہے تو "چشمک" کی یہ نہایت ہی چھپی ہوئی مثال ہوگی جو ناظرین کے سامنے پیش کی جا سکتی ہے۔ لیکن ایک نکتہ سنج پوچھ سکتا ہے کہ کیا یہی طریقہ نمایاں طور پر "موازنہ انیس و دبیر" میں اور ایک کافی حد تک "شعر العجم" میں اختیار نہیں کیا گیا۔ کلیات خسرو جس کی تہذیب و ترتیب بزعم علیگڈھ آجکل کے معرکہ ادبی میں پیش ہے۔ اور جس میں تنقید کے سلسلہ میں معاصرانہ کلام کا موازنہ کیا گیا ہے کہاں تک واقعہ نگاری کے خلاف مذاق حال سے بے نیازی کا دعوے کر سکتی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آیا حالی اس نکتہ کے سمجھنے سے قاصر تھے۔؟

چشمک کی دوسری مثال لیجئے۔

تذکرۂ گلشن ہند کے حاشیہ میں شبلی لکھتے ہیں:- مولوی حالی صاحب نے اپنے دیوان کے مقدمہ میں لکھنؤ کی شاعری میں صرف نواب مرزا شوق کی مثنویوں کا اعتراف کیا ہے لیکن چونکہ ان کے نزدیک شعرائے لکھنؤ سے ایسی فصاحت اور سلاست کی توقع نہیں ہو سکتی ہے اس لئے اس کی وجہ یہ قرار دی کہ نواب مرزا نے خواجہ اثر کی مثنوی دیکھی تھی اور اس کا طرز اڑا لیا تھا۔ یہ اشعار اسی مثنوی کے ہیں۔ اس کا فیصلہ خود ناظرین کر سکتے ہیں۔ کہ یہ مثنوی نواب مرزا کا ماخذ اور نمونہ ہو سکتی ہے"

اسی طرح جیسا کہ دیباچہ گلزار نسیم کے حاشیہ ذیل میں تصریح کی گئی ہے۔ شبلی نے لائق چکبست کو لکھا تھا کہ گلزار نسیم کی تنقید میں مولینا حالی نے سخت بے رحمی اور ناانصافی سے کام لیا ہے"

میں اس کے متعلق خود کچھ لکھنا نہیں چاہتا۔ مولوی عبد الحق صاحب کے ذمہ دار قلم سے چھکی ہوئی سیاہی جس طرح پھیلی ہے ایک نظر دیکھنے کے لائق ہے۔ جس طرح ناممکن ہے کہ کسی ٹکسالی (اسٹینڈرڈ) کتاب پر ان کا مقدمہ نہ ہو۔ یہ بھی ناممکن ہے کہ کسی نہ کسی حیثیت سے حالی کی پاسداری میں یہ شبلی پر چوٹ نہ کرتے ہوں یعنی "چشمک" کے جراثیم ان کے مقدمات میں اس کثرت سے ملیں گے کہ یہ اردو کے لٹریچر کے خصائص کا ایک جزو ہو گیا ہے۔ بس یہ معلوم ہوتا کہ یہ موقعہ کے تاک میں رہتے ہیں۔ اور اظہار خیال سے کبھی نہیں چوکتے۔ لیکن اگر میں غلطی نہیں کرتا تو یہ جو لکھتے ہیں نکتہ سنجانہ لکھتے ہیں یعنی شبلی کی تنقیص مقصود بالذات نہیں ہوتی۔

یہاں تک تو "چشمک" کی صرف مثالیں تھیں یعنی تلخ گولیاں غلاف شکر میں۔ اب ذرا قوی تر شواہد لیجئے۔ مناقب عمر بن عبد العزیز کے ریویو کے سلسلہ میں شبلی فرماتے ہیں:

"سوانح نویسی کے فرائض میں جو بڑا فرض مصنف سے رہ گیا وہ تنقید ہے یعنی مصنف نے اپنے ہیرو کی خوبیاں دکھائی ہیں اس کے کسی قول و فعل پر نکتہ چینی نہیں کی۔ لیکن یہ اس زمانہ کے تمام سوانح نگاروں کا انداز ہے"

اسی سلسلہ میں ارشاد ہوتا ہے۔

مصنفین اسلام آجکل کے فریب دہ طریقے سے بالکل آشنا نہ تھے۔ آجکل کی سوانح نگاری کا انداز یہ ہے کہ حقیقت نگاری کے ظاہر کرنے کے لئے ہیرو پر نکتہ چینی کی جاتی ہے۔ لیکن اس طرح کہ محاسن نہایت وسعت اور عمومیت کے ساتھ ہر پہلو سے دکھائے جاتے ہیں۔ پھر نہایت کمزور اور ضعیف الفاظ میں ایک آدھ اعتراض بھی کر دیئے جاتے ہیں جس سے تلافیٔ مداحی کو اور قوت دینی مقصود ہوتی ہے۔ کیونکہ اس سے یہ ظاہر کرنا منظور ہوتا ہے کہ مصنف نے واقعہ نگاری کے لحاظ سے کسی واقعہ کو چھپانا نہیں چاہا ہے اور اس لحاظ سے ممدوح کی چھوٹی سی چھوٹی برائی کا بھی ذکر کر دیا ہے۔ ورنہ ایسے محاسن اور خوبیوں کے مقابلہ میں ایک ذرا سی برائی بالکل نظر انداز کرنے کے قابل تھی۔ یہ طریقہ ہماری زبان کے سوانح نگاروں نے یورپ سے سیکھا ہے۔ اور وہاں کی اعلیٰ سے اعلیٰ سوانح عمریوں کا یہی انداز ہے لیکن یہ طریقہ قدیم طریقہ سے بہت زیادہ قابل اعتراض بلکہ خطرناک ہے۔ قدیم طریقہ صرف سکوت کا مجرم تھا۔ لیکن موجودہ طریقہ درحقیقت خیانت اور خداعی ہے۔ جو واقعہ نگاری سے بمراحل دور ہے۔

یقیناً ناظرین سمجھ گئے ہوں گے کہ شبلی کا روئے سخن کس کی طرف ہے اور اعلانیہ "اچھے سوانح عمری" سے مدح کا مقصود کیا ہے؟ شیش محل میں بیٹھکر اوروں پر پتھر پھینکنا ایک خوش ادائی سہی لیکن کیا دانائی بھی ہے؟ اس کا جواب مضمون زیر تحریر میں ملجائیگا۔ لیکن جلدی نہ کیجئے۔ اب لیجئے "ماثر رحیمی" کے ریویو میں ارشاد ہوتا ہے:-

"اس کتاب میں تمام خوبیوں کے ساتھ یہ بہت بڑا عیب ہے کہ خانخاناں کی خوبیاں ہی خوبیاں گنائی ہیں نکتہ چینی کا نام نہیں۔ حالانکہ آجکل کے مذاق کے موافق سوانحعمری اور لائف کی یہ ضروری شرط ہے۔ لیکن اس طریقہ کو ہم آجکل کے پُر فریب طریقہ سے زیادہ پسند کرتے ہیں۔ جس میں حقیقت نگاری اور تنقید کا بہت کچھ دعوے کر کے بھی سوانحعمری کے بجائے مناقب کی کتاب لکھی جاتی ہے۔ اور کوئی عیب اور وہ بھی خفیف سا کر کے لکھا جاتا ہے۔ تو اس غرض سے کہ محاسن کے یقین کرانے کے کام آئے یعنی جب وہ عیب نہیں چھپایا ہے تو محاسن کیوں غلط لکھے ہوں گے۔ بہتر سے بہتر سوانح عمری جو ہماری زبان میں لکھی گئی ہے اس طریقہ کی عمدہ مثال ہے ابھی یاد کیجئے! موازنہ انیس و دبیر میں اسی خیال کا اعادہ یوں کیا گیا ہے۔ "ہمارے زمانہ میں جو سوانحعمریاں لکھی گئی ہیں ان میں باوجود دعوئے آزادی کے تنقید اور جرح سے بالکل کام نہیں لیا گیا۔ اور اس کا عذر یہ کیا جاتا ہے۔ کہ ابھی قوم کی یہ حالت نہیں کہ تصویر کے دونوں رخ اس کو دکھائے جائیں۔ لیکن عذر کرنے والے خود اپنی نسبت غلطی کر رہے ہیں۔ جس چیز نے ان کو اظہار حق سے روکا ہے وہ ایشیائی شخص پرستی ہے جس کا اثر رگ و پے میں سرایت کر گیا ہے۔ اور عذر کرنیوالوں کو خود اس کا احساس نہیں ہوتا۔ اس غلامانہ شخص پرستی سے ایک بڑا ضرر یہ ہے کہ جو لوگ ان اکابر کی تقلید کرتے ہیں۔ ان میں ہزاروں ایسے ہوتے ہیں جنکو خود نیک و بد کی تمیز نہیں ہوتی۔ اس لئے وہ اچھی باتوں کے ساتھ اکابر کی غلطیوں کی بھی تقلید کرنے لگتے ہیں۔ اور سلسلہ در سلسلہ تمام قوم میں اس کا اثر پھیل جاتا ہے"

اخلاقی حیثیت سے مولانا کی نگاہ جس نکتہ پر بار بار پڑتی ہے اس کے اہم نتائج سے کون انکار کر سکتا ہے۔ آپ دیکھیں گے ابھی تک اظہار خیال پر ایک نقاب پڑی ہوئی ہے۔ مگر یہ نقاب اس قدر ہلکی ہے کہ باریک تاروں سے چھن چھن کر "چشمک" کی شوخیاں آپ کے ذوق پردہ دری کو اکسائیں گی۔ لیکن ذرا ٹھہریئے۔ اس کا حسن عریاں دیکھنے کے لائق ہے۔ یعنی اس وقت تک تصریحات کی جگہ صرف اشارات و کنایات تھے۔ اب صاف صاف لیجئے۔ شبلی کہتے ہیں:-

"حیات جاوید" میں مولانا حالی نے سید صاحب کی یک رخی تصویر دکھائی ہے۔ اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ کسی کے معائب دکھانے تنگ خیالی اور بد طینتی ہے۔ لیکن اگر یہ صحیح ہو تو سوچو یورپ کا مذاق اور علمی ترقیاں سب برباد ہو جائیں۔ پھر ایشیائی شاعری میں کیا برائی ہے سوائے اس کے کہ وہ محض دعوے کرتے تھے۔ واقعات کی شہادت پیش نہیں کرتے تھے۔ بہر حال "حیات جاوید" کو محض مدلل مداحی سمجھتا ہوں۔ اس پر بھی تسکین نہیں ہوئی۔ ایک دوست کو پھر لکھتے ہیں:-

"اختلاف آرا بھی کیا چیز ہے "حیات جاوید" کو میں لائف نہیں سمجھتا۔ بلکہ کتاب المناقب سمجھتا ہوں اور وہ بھی غیر مکمل خیر۔ الناس فیما یعشقون مذاهب

یہاں یہ دلچسپ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آجکل کا پُر فریب طریقہ سوانح نگاری جو شبلی کے خیال میں ایک طرح کی خیانت اور خداعی ہے اور جس پر بار بار بے چینی کے ساتھ زور دیا گیا ہے۔ دراصل حالی کی ایجاد ہے

حضور وائسرائے کا اعلان

جو ہوائی جہازوں کے ذریعہ سے افغانستان کے باشندوں کو پہنچایا گیا ہے

اے افغانستان کے بہادر اور امیرانہ اور باشندو تم پر روشن ہو کہ عرصہ دراز سے برطانیہ عظمےٰ اور افغانستان کے مابین دوستی اور اتحاد قائم رہا ہے۔ تمہارے آباؤ اجداد کے زمانے میں جبکہ روس نے افغانستان کو تنگ کرنا شروع کیا۔ امیر عبدالرحمٰن خان کی درخواست پر برطانیہ عظمےٰ نے مداخلت کی۔ اور بہت وقت و دشواری اور صرف زر کثیر سے روس کو جنگ کی دھمکی دیکر اُسے جبر و تعدی کے استعمال اور افغانستان کی خودمختاری میں مزید مداخلت سے باز رکھا۔ اس طرح برطانیہ عظمےٰ اور افغانستان کے درمیان دوستی کا رشتہ مستحکم ہوا تھا۔ اسی دوستی کے اظہار میں برطانیہ نے امیر عبدالرحمٰن کو توپیں بندوقیں اور گولہ بارود کا سامان بھی دیا اور ایک گراں قدر وظیفے سے بھی مدد کی تاکہ وہ افغانستان کو مستحکم کر سکیں۔ اور روس کی مدافعت میں اپنی خودمختاری کی حفاظت کریں برطانیہ عظمےٰ پر اعتماد کرکے اور اس کے دشمنوں کو اپنا دشمن سمجھ کر امیر عبدالرحمٰن نے برطانیہ کے ساتھ دوستانہ عہد نامے مرتب کئے اور اس طرح اُنہوں نے اپنی سلطنت کو مستحکم بنایا اور تمام ملک میں امن و امان قائم کیا۔ جب کبھی انہیں کوئی مشکل پیش آتی تھی۔ وہ امداد کے لئے برطانیہ عظمےٰ کی طرف رجوع کرتے تھے۔

امیر مرحوم کا عزم و استقلال

ان کے جانشین امیر حبیب اللہ خان نے عقیدت مندی سے اپنے والد بزرگوار کے عہد ناموں کو تسلیم کیا۔ اور برطانیہ عظمےٰ کے ساتھ مستحکم دوستی پر استقلال سے قائم رہے جبکہ تمام دُنیا گذشتہ جنگ میں اُلجھ رہی تھی وہ برطانیہ عظمےٰ کے دانشمندانہ مشورے پر کاربند ہوئے اور اُنہوں نے اپنی رعایا کو جنگ کے مصائب سے محفوظ رکھا۔ لیکن اُس وقت بھی بہت سے بدطینت مفسدہ پرداز موجود تھے۔ جو افغانستان کو ایسی جنگ میں مبتلا کرنا چاہتے تھے۔ جس سے وہ سلطنت اور اُس کی رعایا دونوں تباہ و برباد ہو جاتے۔ برطانیہ عظمےٰ نے امیر حبیب اللہ خان کے عہد نامے کو وفاداری سے برقرار رکھنے کے صلہ میں سالانہ وظیفے میں اضافہ کر دیا۔ ایک کروڑ روپیہ تحفے کے طور پر اسکے علاوہ ارسال کیا اور امید کی جاتی تھی۔ کہ ان دونوں سلطنتوں کے مابین جنگ کے اختتام پر اس سے بھی زیادہ دوستانہ تعلقات اُستوار ہو جائیں گے۔ اس جنگ میں جس نے اقوام عالم کو تباہ کر دیا ہے برطانیہ عظمےٰ مظفر و منصور رہا اور پہلے سے بھی زیادہ طاقتور ہو گیا۔

جب امیر حبیب اللہ خان کو دغا بازی سے قتل کر دیا گیا۔ تو برطانیہ کو سخت صدمہ اور رنج ہوا اور ہندوستان کے طول و عرض میں رسم تعزیت کرنے کے احکام نافذ کئے گئے۔ حبیب اللہ خان نے اپنی تخت نشینی کا اعلان کیا تو برطانیہ عظمےٰ نے ایک مراسلت کے ذریعہ اپنی دوستی کا یقین دلایا اور اُسے مشورہ دیا کہ وہ اپنے جد امجد اور بزرگوار کے نقش قدم پر چلکر اپنے ملک کے لئے امن و عافیت اور فلاح و بہبودی کا باعث ہو۔

امان اللہ کی کوتاہ اندیشی

پہلے تو امان اللہ نے اس دوستی کا دوستی سے جواب دیا۔ اور ہندوستان میں ایک نئے سفیر کو ایک مراسلت دیکر بھیجا جو دوستی کے جذبات سے مملو تھی۔ لیکن اس کے بعد فوراً جب اس کی رعایا میں اس امر کا چرچا ہوا کہ اُس نے اپنے والد کے بعض قاتلوں کو چھوڑ دیا ہے۔ اور بعض کو بغیر شرعی طریق پر تحقیقات کئے سزا دی ہے۔ تو وہ اپنے مخالف جہ مے گویان کو ختم کرنے کی غرض سے اس نے یہ کوشش کی کہ لوگوں کے دلوں میں برطانیہ عظمےٰ کی عداوت کے جذبات مشتعل کر دے۔ اس طرح اُس نے محض اپنی ذاتی اغراض کی پرورش کرنے اور اپنی امارت کو بچانے کے لئے افغانستان کے باشندوں کے جان و مال کو معرض خطر میں ڈال دیا۔ نہ صرف یہی اُس نے قرآن شریف کے مقدس احکام کو توڑنے میں پیش پیش کی جو اس آیت شریفہ میں مرقوم ہیں:۔

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللّٰهِ إِذَا عَاهَدْتُمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا إِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ۝

(تحقیق اللہ حکم کرتا ہے انصاف کو اور بھلائی کو اور دینے کو رشتہ داروں کے اور منع کرتا ہے بےحیائی کو اور نامعقول کام کو اور بغاوت کو اللہ تمکو سمجھاتا ہے شاید تم یاد رکھو اور پورا کرو قرار اللہ کا جب آپس میں اقرار کرو۔ اور نہ توڑو قسمیں پکی کئے پیچھے اور اس کے اللہ کو اپنا ضامن اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو) ۔

اگر افغانستان کے لوگوں نے خدانخواستہ امان اللہ کو اس مجنونانہ طرز عمل میں مدد دی۔ تو وہ اپنے آپ کو خود ہی تباہی میں مبتلا کریں گے۔ کیونکہ اس حالت میں برطانیہ عظمےٰ بد افعال لوگوں کے خلاف سخت کارروائی کرنے پر مجبور ہوگا۔ اس بدبخت نوجوان کی آرزوؤں کے انجام کا نقشہ تو دفا کے میدان میں ہی پیش ہو گیا ہے۔ کیونکہ اس کی فوج کو بھگا دیا ہے اور برطانیہ عظمےٰ کے ٹڈی دل لشکر کا مقدمۃ الجیش جوکہ اب مجتمع کیا جا رہا ہے اس کی توپوں پر متصرف ہو چکا ہے۔

لیکن کیا افغانستان کے باشندے اس کل کے ناتجربہ کار بچے کو جو اپنے شہید والد کی یاد فراموش کر چکا ہے۔ جو اپنے ملک کے مفاد کو بھلا بیٹھا ہے اور جس نے قرآن کریم کے احکام کو پس پشت ڈال دیا ہے اجازت دیگا کہ وہ خدانخواستہ افغانستان کی خوبصورت سرزمین اور اس کے بہادر باشندوں کو تباہی و بربادی میں مبتلا کر دے۔

اس لئے اے عقلمند اہالیان افغانستان اب اس امر کا فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے کیا ایک سرکش نوجوان ان بےشمار نعمتوں سے تمہیں محروم کر دے۔ جو امیر عبدالرحمٰن اور امیر حبیب اللہ خان نے ہندوستان سے اتحاد قائم کرکے تمہارے لئے حاصل کی تھیں۔ آج تک تمہارے تاجر اور باشندے ہزاروں کی تعداد میں ہندوستان آتے رہے ہیں۔ تاکہ تجارت کریں۔ اور مویشی چرائیں۔ یہ سب لوگ نقل و حرکت اور رسوم مذہب کی ادائیگی میں برطانیہ کے زیر سایہ مکمل آزادی کے مزے لوٹتے رہے ہیں۔ کیا تم اپنے تاجروں کو تباہ ہونے دو گے۔ کیا تم تیار ہو کہ تم اور تمہارے اہل و عیال ان کپڑوں اور حوائج ضروری اور سامان آسائش کے بغیر زندگی بسر کریں۔ جو ہندوستان سے آیا کرتی تھیں۔ کیا تم اپنے اونٹوں کو موسم سرما میں سرسبز چراگاہوں سے محروم کرکے بھوکوں مرنے دو گے۔ یہ فیصلہ تمہارے ہی ہاتھ میں ہے۔ کیونکہ برطانیہ عظمےٰ کی یہ واحد خواہش ہے۔ کہ افغانستان کو پھر ایک مرتبہ شاد و آباد۔ با اقبال۔ آزاد اور خودمختار رکھے۔ اور اس کے تخت پر ایک ایسا دانا امیر متمکن ہو۔ جو اپنے ملک کی بہبودی کا آرزومند اور غفران پناہ امیر عبدالرحمٰن اور عرش آشیان امیر حبیب اللہ خان کی طرح برطانیہ عظمےٰ کا دوست ہو۔

خداوند تعالےٰ افغانستان کے لوگوں کو جلد راہ راست پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

دستخط

چیمسفورڈ وائسرائے گورنر جنرل

افغانستان کی مہم

غالباً ناظرین کرام کو یہ خبر معلوم ہے۔ کہ افغانستان کے سپہ سالار نے ہمارے پولیٹیکل ایجنٹ متعینہ خیبر سے درخواست کی ہے کہ جنگ بند کر دی جائے جس مراسلت میں یہ درخواست کی گئی ہے وہ حسب ذیل ہے:۔

جناب من! افغانستان اور برطانیہ کے درمیان جنگ چھڑ جانے کے متعلق میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں۔ کہ برطانوی افسروں نے کسی طرف سے اعلان جنگ ہونے کے بغیر خلاف قانون جنگ چھیڑ دی ہے۔ اور اس جارحانہ طرز عمل کے باعث افغانستان کی فوج اور سول آبادی پر ہوائی جہازوں سے بم گرا گرا کر سخت نقصان پہنچایا ہے۔ مجھے ہز مجسٹی بادشاہ دولت خداداد افغانستان نے اطلاع دی ہے کہ ہز مجسٹی کو وائسرائے ہند کی طرف سے ایک چٹھی موصول ہوئی ہے لہٰذا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اس جنگ کو (جو آپ کی طرف سے خلاف قانون شروع کی گئی) تا احکام ثانی ملتوی کر دوں۔ اس حکم کے مطابق میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ جنگ اُس وقت تک ملتوی رہے گی۔ جب تک ہز مجسٹی امیر اور وائسرائے کے درمیان خط و کتابت ہو کر کچھ آخری فیصلہ نہ ہو جائے۔

لیکن اخبار حق رادی ہے کہ امیر کی برطانی علاقہ میں دست اندازی جس کے سلسلے میں یہ عاجلانہ مخالفت اختیار کی گئی۔ بالکل ارادی بے وجہ اور احمقانہ تھی۔ اصلی حالت جنگ قرار پانے سے کئی دن پہلے سے امیر ہندوستان میں بہت سا اشتعال انگیز لٹریچر بھیجنے اور گورنمنٹ برطانیہ کے خلاف نفرت پھیلانے کے لئے اپنے قاصد بھیجنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس سرکاری چٹھی کی اصل جو امیر کے بدنام وزیر خارجہ محمود طرزی نے افغانی سفیر متعینہ ہندوستان کے نام بھیجی تھی۔ اور جس میں لکھا تھا کہ وہ حضور ملک معظم کی ہندوستانی رعایا کی طرف سے اظہار اطاعت حاصل کرے۔ اس وقت گورنمنٹ ہند کے قبضے میں ہے۔

پولیٹیکل ایجنٹ خیبر کو ہدایت دی گئی ہے کہ وہ سپہ سالار افواج افغانستان کو صاف یہ پیغام بھیجدے کہ آپ سپہ سالار کی چٹھی کا جواب دینے کا کچھ اختیار نہیں ہے اور اگر امان اللہ صلح کی درخواست کرنا چاہتا ہے تو وہ افواج متعینہ کے جنرل کمان افسر کو مخاطب کرے۔ اور اس سے استدعا کرے۔ کہ وہ اس کی درخواست کو حضور وائسرائے کی خدمت میں پیش کر دے۔

ضروری خبریں

سرکاری اعلان

اُن اختیارات کی رُو سے جو زیر دفعہ ۹ کاٹن کلاتھ ایکٹ مجریہ ۱۹۱۸ء حضور لفٹنٹ گورنر پنجاب کو حاصل ہیں۔ حکم دیا جاتا ہے کہ پنجاب میں سٹینڈرڈ کلاتھ (... گز) ... کی گز فروخت ہوگا۔

واقفیت عامہ

کہ یہ مشتہر کیا جاتا ہے۔ کہ آئندہ اشیائے خوردنی تیل۔ جلانے والی لکڑی۔ نمک اور کھل کے ریل کے ذریعہ باربرداری میں کوئی رکاوٹ نہ ہوگی۔

خوست

خوست میں افغانوں کی کوئی کمک نہیں پہنچی۔ تاہم کرم کے نواح میں حرکت کے آثار نمایاں ہیں۔

پشاور

۸ مئی کو پشاور میں مارشل لا کا نفاذ کیا گیا۔ کچھ عرصہ سے افغان پوسٹ ماسٹر شہر میں اپنے عہدہ کا ناجائز فائدہ اٹھا کر اشتعال انگیز تحریریں تقسیم کرتا رہا اور نہایت خطرناک ایجی ٹیشن کا مرکز بنا رہا۔ یہ پوسٹ ماسٹر کسی صورت میں سفارتی نمائندہ متصور نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ہم نے ایک رعایت کے طور پر افغانستان کو یہ اجازت دی تھی کہ وہ پشاور میں اپنی خاص سہولیت کی خاطر علیحدہ ڈاک خانہ بنا لے۔ یہ پوسٹ ماسٹر دلال کا افسر ہے۔ کچھ عرصہ ہوئے یہ شخص شہر کے اندر جاکر بدمعاش مسلح گروہ کا سرغنہ بن گیا۔ اور سرکاری حکام کی علانیہ خلاف ورزی کرنے لگا۔

۸ مئی کو دو بجے بعد دوپہر شہر کے اردگرد جمعیت تمام محاصرہ ڈال لیا گیا۔ اور یہ تمام انتظام ایسی تدبیر سے کیا گیا کہ افغانی پوسٹ ماسٹر اور اس کے ہمراہیوں کو پتہ نہ لگا۔ اور اُن کو اچانک گرفتار کر لیا گیا۔

پنجاب میں مقدمات متعلقہ شورش کے فیصلے

ادکانہ پٹوار خانہ کے مقدمہ میں لفٹنٹ کرنل ہارمن کی عدالت نے تین ملزموں کو سزائے موت اور ضبطی جائیداد اور باقی بارہ ملزموں کو حبس دوام بعبور دریائے شور اور ضبطی جائیداد کی سزا دی۔ جناب لفٹنٹ گورنر صاحب نے تین باغیوں کی موت کی سزا کو عبور دریائے شور میں بدل دیا اور باقی ۹ ملزموں کی سزا کو سات سال قید بامشقت میں تخفیف کر دیا۔

گجرات کے دونوں مقدمات میں ۱۷ ملزموں کو سزائے عمر قید بعبور دریائے شور و ضبطی جائداد دی گئی۔ اور ۹ ملزم بری کیے گئے۔

امرتسر۔ نیشنل بینک کے مقدمہ لوٹ میں ایک اور

جلد ۶ | منتہ المسیح لاہور چہار شنبہ مورخہ ۲۷ شعبان ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۸ مئی ۱۹۱۹ء | نمبر ۸۹

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ فرمایا۔ اَنْتَ مِنِّیْ تو بالکل صاف ہے۔ اس پر کسی قسم کا اعتراض اور نکتہ چینی نہیں ہو سکتی۔ میرا ظہور محض اللہ تعالیٰ ہی کے فضل سے ہے۔ اور اسی سے ہے۔ دوسرا حصہ اس الہام کا کسی قدر شرح طلب ہے۔ سو یاد رکھنا چاہئے۔ کہ اصل بات یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ جیسا قرآن شریف میں بار بار اس کا ذکر ہوا ہے وحدہٗ لاشریک ہے۔ نہ اس کی ذات میں کوئی شریک ہے نہ صفات میں نہ افعال الٰہیہ میں۔ سچی بات یہی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان کامل اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک انسان ہر قسم کے شرک سے پاک نہ ہو۔ توحید تب ہی پوری ہوتی ہے۔ کہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کو کیا باعتبار ذات اور کیا باعتبار صفات اور افعال کے بے مثل مانے۔ نادان میرے اس الہام پر تو اعتراض کرتے ہیں۔ اور سمجھتے نہیں کہ اس کی حقیقت کیا ہے۔ لیکن اپنی زبان سے ایک خدا کا اقرار کرنے کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ کی صفات دوسرے کے لئے تجویز کرتے ہیں۔ جیسے حضرت مسیح علیہ السلام کو محیی اور ممیت مانتے ہیں۔ عالم الغیب مانتے ہیں۔ حی القیوم مانتے ہیں۔ کیا یہ شرک ہے یا نہیں؟ یہ خطرناک شرک ہے۔ جس . . . . مسلمانوں نے اپنی بد قسمتی سے ان کے اس قسم کے اعتقاد قبول کر کے اپنے اعتقادات میں داخل کر لئے۔ پس اس قسم کے صفات جو اللہ تعالیٰ کے ہیں کسی دوسرے انسان میں خواہ وہ نبی ہو یا ولی تجویز نہ کرے۔ اور اسی طرح خدا تعالیٰ کے افعال میں بھی کسی دوسرے کو شریک نہ کرے۔ دنیا میں جو اسباب کا سلسلہ جاری ہے۔ بعض لوگ اس حد تک اسباب پرست ہو جاتے ہیں۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کو بھول جاتے ہیں۔ توحید کی اصل حقیقت تو یہ ہے۔ کہ شرک فی الاسباب کا بھی شائبہ باقی نہ رہے۔ خواص الاشیاء کی نسبت کبھی یہ یقین نہ کیا جاوے۔ کہ وہ خواص ان کے ذاتی ہیں بلکہ یہ ماننا چاہئے۔ کہ وہ خواص بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں ودیعت رکھے ہیں۔ جیسے تربد اسہال لاتی ہے۔ یا سم الفار ہلاک کرتا ہے۔ اب یہ قوتیں اور خواص ان چیزوں کے خود بخود نہیں ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان میں رکھے ہوئے ہیں۔ اگر وہ نکال لے تو پھر نہ تربد دست آور ہو سکتی ہے اور نہ سنکھیا ہلاک کرنے کی خاصیت رکھ سکتا ہے۔ اور نہ اسے کھا کر کوئی مر سکتا ہے۔ غرض اسباب کے سلسلہ کو حد اعتدال سے نہ بڑھا دے اور صفات و افعال الٰہیہ میں کسی کو شریک نہ کرے۔ تو توحید کی حقیقت اس میں متحقق ہوگی۔ اور اسے موحد کہیں گے۔ لیکن اگر وہ صفات و افعال الٰہیہ کو کسی دوسرے کے لئے تجویز کرتا ہے تو وہ زبان سے گو کتنا ہی توحید ماننے کا اقرار کرے۔ وہ موحد نہیں کہلا سکتا۔ ایسے موحد تو آریہ بھی ہیں جو اپنی زبان سے کہتے ہیں۔ کہ ہم خدا کو مانتے ہیں۔ لیکن باوجود اس اقرار کے وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ روح اور مادہ کو خدا نے پیدا نہیں کیا۔ وہ اپنے وجود اور قیام میں اللہ تعالیٰ کے محتاج نہیں ہیں۔ گویا اپنی ذات میں ایک مستقل وجود رکھتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا شرک ہوگا۔

اسی طرح پر بہت سے لوگ ہیں۔ جو شرک اور توحید میں فرق نہیں کر سکتے یا ایسے افعال اور اعمال ان سے سرزد ہوتے ہیں۔ یا وہ اس قسم کے اعتقادات رکھتے ہیں جن میں صاف طور پر شرک پایا جاتا ہے۔ مثلاً کہہ دیتے ہیں۔ کہ اگر فلاں شخص نہ ہوتا۔ تو ہم ہلاک ہو جاتے۔ یا فلاں کام درست نہ ہوتا۔ پس انسان کو چاہئے کہ اسباب کے سلسلہ کو حد اعتدال سے نہ بڑھاوے۔ اور صفات و افعال الٰہیہ میں کسی کو شریک نہ کرے۔

انسان میں جو قوتیں اور ملکے اللہ تعالیٰ نے رکھے ہیں۔ ان میں وہ حد سے نہیں بڑھ سکتے۔ مثلاً آنکھ اس نے دیکھنے کے لئے بنائی ہے اور کان سننے کے لئے زبان بولنے اور ذائقہ کے لئے۔ اب یہ کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کہ وہ کانوں سے بجائے سننے کے دیکھنے کا کام لے اور زبان سے بولنے اور چکھنے کی بجائے سننے کا کام لے۔ ان اعضاء اور قویٰ کے افعال اور خواص محدود ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کے افعال اور صفات محدود نہیں ہیں۔ اور وہ لیس کمثلہ شیئ ہے۔ غرض یہ توحید تب ہی پوری ہوگی۔ جب اللہ تعالیٰ کو ہر طرح سے واحد لاشریک یقین کیا جاوے۔ اور انسان اپنی حقیقت کو ہالکۃ الذات اور باطلۃ الحقیقت سمجھ لے کہ نہ میں اور نہ میری تدابیر اور اسباب کچھ چیز ہیں۔

اس سے ایک شبہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ شاید ہم استعمال اسباب سے منع کرتے ہیں۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ ہم اسباب کے استعمال سے منع نہیں کرتے۔ بلکہ رعایت اسباب بھی ضروری ہے کیونکہ انسانی بناوٹ بجائے خود اس رعایت کو چاہتی ہے۔ لیکن اسباب کا استعمال اس حد تک نہ کرے۔ کہ انکو خدا کا شریک بنا دے۔ بلکہ ان کو بطور خادم سمجھے۔ جیسے کسی کو بٹالہ جانا ہو تو وہ یکہ یا ٹٹو کرایہ کرتا ہے۔ تو اصل مقصد اس کا بٹالہ پہنچنا ہے۔ نہ وہ ٹٹو یا یکہ۔ پس اسباب پر کلی بھروسہ نہ کرے۔ یہ سمجھے کہ ان اسباب میں اللہ تعالیٰ نے کچھ تاثیریں رکھی ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نہ چاہے تو وہ تاثیریں بیکار ہو جائیں۔ اور کوئی نفع نہ دیں۔ اسی کے موافق ہے جو مجھے الہام ہوا ہے۔

رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ

بت پرستوں کا شرک تو موٹا ہوتا ہے۔ کہ پتھر بنا کر پوجا کرتے ہیں یا کسی درخت یا اور کسی شے کی پرستش کرتے ہیں۔ اس کو تو ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے۔ کہ یہ باطل ہے۔ یہ زمانہ اب اس قسم کی بت پرستی کا نہیں ہے۔ بلکہ اسباب پرستی کا زمانہ ہے۔ اگر کوئی بالکل ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہے اور سست ہو جاوے۔ تو اس پر تو خدا کی لعنت ہوتی ہے لیکن جو اسباب کو خدا بنا لیتا ہے وہ بھی ہلاک ہو جاتا ہے . . . .

. . . .

. . . . اسباب پرستی مرض دق کی طرح لگی ہوئی ہے . . . . اس ملک کے نوجوانوں اور نو تعلیم یافتہ لوگوں کو بھی اسی مرض میں مبتلا کر دیا ہے۔ وہ اب سمجھتے ہی نہیں ہیں کہ ہم اسلام سے باہر جا رہے ہیں۔ اور خدا پرستی کو چھوڑ کر اسباب پرستی کے دق میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ یہ دق دور نہیں ہو سکتی۔ اور اس کا کوئی علاج نہیں ہو سکتا۔ جب تک انسان کے دل میں خدا کی ایک نالی نہ ہو۔ جو اللہ تعالیٰ کے فیض اور اثر کو اس تک پہنچاتی ہے۔

اور یہ نالی اس وقت پیدا ہوتی ہے۔ جب انسان ایک منکسر النفس ہو جاوے اور اپنی ہستی کو بالکل فانی سمجھ لے جس کو فنا نظری کہتے ہیں۔

فنا کی دو قسمیں ہیں۔ ایک فنا حقیقی ہوتی ہے۔ جیسے وجودی مانتے ہیں کہ سب خدا ہی ہیں یہ تو بالکل باطل اور غلط ہے۔ اور یہ شرک ہے لیکن دوسری قسم فنا کی فنا نظری ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ سے ایسا شدید اور گہرا تعلق ہو کہ اس کے بغیر ہم کچھ چیز ہی نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ہستی ہی ہستی ہو باقی سب ہیچ اور فانی ہو۔ یہ فنا اتم کا درجہ توحید کے اعلیٰ مرتبہ پر حاصل ہوتا ہے۔ اور توحید کامل ہی اس درجہ پر ہوتی ہے۔ جو انسان اس درجہ پر پہنچتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں کچھ ایسا کھویا جاتا ہے۔ کہ اس کا اپنا وجود بالکل نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے عشق اور محبت میں ایک نئی زندگی حاصل کرتا ہے۔ جیسے ایک لوہے کا ٹکڑا آگ میں ڈالا جاوے۔ اور وہ اس قدر گرم کیا جاوے۔ کہ سرخ آگ کے انگارے کی طرح ہو جاوے۔ اس وقت وہ لوہا آگ ہی کا ہم شکل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح پر جب ایک راستباز بندہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور وفاداری کے اعلیٰ درجہ پر پہنچ کر فنا فی اللہ ہو جاتا ہے۔ اور کمال درجہ کی نیستی ظہور پاتی ہے۔ اس وقت وہ ایک نمونہ خدا کا ہوتا ہے۔ اور حقیقی طور پر وہ اس وقت کہلاتا ہے۔

اَنْتَ مِنِّیْ

یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے۔ جو دعا سے ملتا ہے۔ یاد رکھو دعا جیسی کوئی چیز نہیں ہے۔ اس لئے مومن کا کام ہے۔ کہ ہمیشہ دعا میں لگا رہے۔ اور اس استقلال اور صبر کے ساتھ دعا کرے۔ کہ اس کو کمال کے درجہ پر پہنچا دے۔ اپنی طرف سے کوئی کمی اور دقیقہ فروگذاشت نہ کرے۔ اور اس بات کی کبھی پروا نہ کرے۔ کہ اس کا نتیجہ کیا ہوا۔

گر نہ باشد بدوست راہ بردن
شرط عشق است در طلب مردن

جب انسان اس حد تک دعا کو پہنچاتا ہے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ اس دعا کا جواب دیتا ہے۔ جیسا کہ اس نے وعدہ فرمایا ہے۔ ادعونی استجب لکم یعنی تم مجھے پکارو۔ میں تمہیں جواب دوں گا۔ اور تمہاری دعا قبول کروں گا۔ حقیقت میں دعا کرنا بڑا ہی مشکل ہے جب تک انسان پورے صدق و وفا کے ساتھ اور صبر و استقلال سے دعا میں لگا نہ رہے۔ تو کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ بہت سے لوگ اس قسم کے ہوتے ہیں جو دعا کرتے ہیں۔ مگر بڑی بیدلی اور عجلت سے چاہتے ہیں کہ ایک ہی دن میں ان کی دعا مثمر بثمرات ہو جاوے حالانکہ یہ امر سنت اللہ کے خلاف ہے۔ اس نے ہر کام کے لئے اوقات مقرر فرمائے ہیں۔ اور جس قدر کام دنیا میں ہو رہے ہیں۔ وہ تدریج پر ہو رہے ہیں۔ اگرچہ وہ قادر ہے کہ ایک طرفۃ العین میں جو چاہے سو کر دے اور ایک کن سے سب کچھ ہو جاتا ہے۔ مگر دنیا میں اس نے اپنا یہی قانون رکھا ہے۔ اس لئے دعا کرتے وقت آدمی کو اس کے نتیجہ کے ظاہر ہونے کے لئے گھبرانا نہیں چاہئے۔ یہ بھی یاد رکھو دعا اپنی زبان میں بھی کر سکتے ہو بلکہ چاہئے کہ مسنون ادعیہ کے بعد اپنی زبان میں آدمی دعا کرے۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے منشی دوست محمد صاحب پبلشر نے رحبیت پریس میں باہتمام ماسٹر فقیر اللہ صاحب پرنٹر چھپوا کر دفتر پیغام صلح میں شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اخبار پیغام صلح لاہور
جلد ۶ - چہارشنبہ مورخہ ۲۸ مئی سنہ ۱۹۱۹ء نمبر ۸۹

مذہبی کانفرنس

پیغام صلح کی گذشتہ اشاعت میں ہم نے نہایت اختصار کے ساتھ ایک مذہبی کانفرنس کے انعقاد کی ضرورت کی طرف اشارہ کیا تھا - اور وعدہ کیا تھا کہ اس بحث پر کسی آئیندہ اشاعت میں ہم اپنے خیالات کسی قدر تفصیل کے ساتھ ہدیۂ ناظرین کرام کریں گے - چنانچہ اس وعدہ کا ایفا آج کیا جاتا ہے :-

یہ امر مسلم ہے کہ مشرق اپنی روحانیت اور مذہبی تحقیق کے لئے مغرب پر ایک خاص فوقیت رکھتا ہے اگر مغرب ایجادات پسندیدہ اور اختراعات جدیدہ سے مشرق کو محو کر سکتا ہے - تو مشرق بھی مغرب کے لئے اپنی روحانیت کے عجیب وغریب کرشمے دکھا کر اسے مجسمہ حیرت بنا سکتا ہے - غرض مشرق کا بڑا ہی عزیز سرمایہ مذہب ہے - اور سچ پوچھئے تو جو طاقت ہندوستان میں مذہب کو حاصل ہے وہ کسی اور چیز کو نہیں ہے۔ ہم بچشم خود اس حیرت انگیز انقلاب کے گواہ ہیں جو ہندوستان میں مذہبی تحریکوں نے پیدا کیا - اور جس شخص نے کبھی ہندوستان کے لوگوں کی سیرت کو غائر نگاہ سے دیکھا ہوگا - خوب سمجھ سکتا ہے - کہ ہندوستان میں مذہبی جذبات کیا کچھ کر سکتے ہیں۔

لیکن اس کے ساتھ ہم کو اس حقیقت کا اعتراف بھی کرنا پڑتا ہے - کہ اس وقت اگرچہ ہندوستان میں گوناگون مذہبی تحریکیں روبکار رہے - مگر مذہبی تحقیق کے لئے کوئی بین الاقوامی مجلس نہیں کہ جس کا منشا صرف یہ ہو کہ مذاہب دُنیا کے نمایندے اپنے اپنے مذہب کو ایک ہی پلیٹ فارم پر دُنیا کے سامنے پیش کریں - بلکہ اس وقت صورت حالات یہ ہے - کہ ہر ایک مذہب کا کوئی چلتا ہوا ممبر علیحدہ پلیٹ فارم تجویز کر لیتا ہے - اور وہاں سے وہ دوسرے مذاہب پر جائز وناجائز نکتہ چینی کے پتھر پھینکتا رہتا ہے + اس سے نہ صرف حق وباطل میں کوئی تمیز نہیں ہو سکتی - بلکہ حکومت عالیہ کہ جس کی مراعات خسروانہ سے ہم مذہبی آزادی کے مزے لوٹ رہے ہیں - انتظام مملکت میں مشکلات کا سامنا ہوتا ہے - اور ان ہی مشکلات کا علاج پریس ایکٹ یا دوسرے قوانین کے ان الفاظ میں سوچا گیا ہے جہاں ہر جماعتی کی رعایت کہ دو فریق میں تباغض وتحاسد پیدا کرنے کو جرم قرار دیکر سزا تجویز کی گئی ہے +

کون نہیں جانتا - کہ ہماری موجودہ طرز نے کئی دفعہ محرم دو دسہرا میں قیامت کا سامان کر کے چھوڑا - قربانی کے سوال نے ہندو ومسلمانوں میں کئی دفعہ بدمزگی پیدا کی - مذہبی مباحثہ کے موقعہ پر علی العموم پولیس کے انتظام کی ضرورت پڑتی ہے - یہ سب کیوں ؟ اس لئے ہم میں مذہبی رواداری بہت کم ہے - ہم مذہب کے معاملہ میں فوراً آپے سے باہر ہو جاتے ہیں - اور پھر ہوش وحواس کو جواب دے دیتے ہیں +

ہمارے مذہبی پرچے عام طور پر دوسرے مذاہب پر نہایت دیدہ دلیری اور دریدہ دہنی سے حملے کرتے ہیں - حالانکہ اس قسم کی حرکت خود ایک مذہبی آدمی یا مذہبی آرگن کے مشن اور اصول کے خلاف ہے + ایک مبلغ یا مشنری یا مذہبی پرچہ اصولاً اس امر کو تسلیم کرتا ہے کہ وہ بنی نوع انسان کی ہمدردی کے لئے ان خیالات کی اشاعت کرتا ہے - جن کو نوع انسان کے لئے مفید سمجھتا ہے - اور اُن غلطیوں کو دور کرتا ہے - جن میں انسان مبتلا ہیں غرض وہ ایک قسم کا ڈاکٹر ہوتا ہے - جس کی غرض روحانی علاج ہوتی ہے - لیکن کیا اس غرض کے پورا کرنے کے لئے کسی قسم کی

اگر کوئی شخص اپنے خیالات سے دُنیا کو فتح کرنا چاہتا ہے تو اس کا اصول بقول (مولٹو) یہ ہونا چاہئے :-

جہاں رام ہوتا ہے میٹھی زباں سے
نہیں لگتی کچھ اس میں قیمت زیادہ

اس کے علاوہ خود بنی نوع انسان کی ہمدردی اس امر کی مقتضی ہے کہ ہم گمراہوں کو نرمی اور ملائمت سے راہ راست پر لائیں - کیونکہ وہ جہالت اور ضلالت کی وجہ سے ہماری ہمدردی کے مستحق ہیں۔

لیکن ہندوستان کی مذہبی دُنیا میں آجکل بالکل اس کے خلاف عمل ہو رہا ہے - اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ مذہبی رواداری کی تعلیم کا ذکر ہندوستان میں نہیں - یہاں سے مذہب صرف اس امر کو سمجھا جاتا ہے - کہ ہم کن کن خیالات بدقسمتی میں دوسرے لوگوں سے اختلاف رکھتے ہیں - اور کس قدر سخت کلامی سے اس اختلاف کا اظہار کر سکتے ہیں۔

(۳)

حضرت مسیح موعودؑ نے مذہبی دنیا میں جہاں اور اصلاحیں کی ہیں - وہاں ایک عظیم الشان اصلاح یہ بھی کی ہے کہ کسی مذہب کے پیرو یا مبلغ کے لئے یہ طرز تبلیغ درست نہیں کہ وہ دوسرے مذاہب کے محض نقائص ومعائب کو شمار کرے بلکہ سب سے پہلے اس کو اپنے مذہب کی خوبیاں ظاہر کرنی چاہئیں - کیونکہ محض نکتہ چینی کر لینا تو نہایت آسان ہے - چنانچہ آپ کی زندگی میں ایک مذہبی کانفرنس لاہور میں اسی اصول پر ہوئی تھی - جس میں مختلف مذاہب کے نمائیندوں نے بغیر کسی دوسرے مذہب سے تعرض کرنے کے پانچ سوالوں کا جواب اپنی اپنی الہامی کتاب کے رُو سے دیا تھا - حضرت مسیح موعود کا لاجواب مضمون جو اس کانفرنس میں پڑھا گیا تھا - آج تک لوگوں کی یاد میں تازہ ہے - اس کانفرنس سے جہاں اور فوائد حاصل ہوئے تھے وہاں سب سے بڑا فائدہ یہ حاصل ہوا تھا - کہ مذہب کے معاملہ میں ایک رواداری پیدا ہو گئی تھی - چنانچہ اس وقت بچہ بچہ کی زبان پر اس حقیقت کا اظہار تھا - کہ سب مضامین سے حضرت مسیح موعود کا مضمون بڑھ کر رہا -

ہندوؤں - سکھوں - آریہ سماج والوں نے بغیر کسی جنبہ داری کے اس کا اعتراف کیا - ہمارے خیال میں یہی وہ روح جو مذہبی تحقیق کی زندگی کا موجب ہے اور جس سے مذہب سوسائٹی کے لئے باعث ناز وافتخار ہو سکتا ہے

لیکن اگر حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں مذہبی رواداری کی ضرورت تھی - تو آج یہ ضرورت اور بھی اشد ہو گئی ہے حالات حاضرہ پر غور کرنے والے دماغ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ مذہب کو عناد وتفرقہ کی بنیاد ٹھہرانا نہ صرف نظم قومیت کی بنیاد ہلا دیتا ہے بلکہ ملک کی ترقی وحکومت عالیہ کے نظم ونسق میں بھی مخل ہوتا ہے +

ہندوستان کے مذہبی لیڈر یا نمائیندے ذرا آنکھیں کھول کر دیکھیں - کہ آجکل زمانہ میں قیام امن عامہ کے لئے کس قدر جد وجہد ہو رہی ہے - بین الاقوامی مجالس قائم ہو رہی ہیں کہ ان کے زیر سایہ ہر ایک قوم امن چین سے زندگی بسر کرے - اس میں بہت سی قوموں کو بڑی بڑی قربانیاں کرنی پڑی ہیں اور کرنی پڑیں گی لیکن امن عامہ کا قیام اس قدر عزیز اور گراں بہا چیز ہے کہ اس کے لئے خواہ کس قدر قربانیوں کی ضرورت ہو - ہیچ ہیں - سعدیؒ نے سچ کہا ہے

بمردی کہ ملک سراسر زمیں
نیرزد کہ خونے چکد بر زمیں

کیا ہندوستان کے مختلف مذاہب ایک مشترکہ کانفرنس نہیں بنا سکتے - جس کا فرض یہ ہو کہ وہ مختلف اقوام میں مذہبی تحمل اور رواداری کا جذبہ پیدا کریں - مذاہب میں کوئی ملک ودولت کا جھگڑا نہیں - مال ومتاع کا جھگڑا نہیں - دولت وثروت کا جھگڑا نہیں - صرف خیالات وعقائد کا جھگڑا ہے - ہر چند مشرق کو یہ مال ومتاع روحانی از بس عزیز ہے - مگر ان کے ہاں یہ بھی تو مسلمہ ہے کہ

دل بدست آور کہ حج اکبر است

پس ہر ایک مذہب کے آدمی کو سمجھ لینا چاہئے کہ کسی انسان کے دل کو ٹھیس لگانا کتنا بڑا گناہ ہے۔

ہم اس بات سے نہیں روکتے - کہ مذہبی مباحثات نہ ہوں - مناظرات نہ ہوں - آلس میں مذہبی [illegible]

سے ہوں - اور ہمارے خیال میں اس کا ایک طریق یہی ہے کہ ہندوستان کے مختلف مذاہب ایک مشترکہ کانفرنس بنائیں - جس کا اجلاس سال میں ایک دفعہ ہوا کرے وہاں مذہبی لوگ اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کریں - دوسرے مذاہب کی خوبیاں بھی سُنیں - تاکہ ان میں مذہبی رواداری کا جذبہ پیدا ہو - اور احقاق حق بھی ہوتا رہے -

کیا ہمارے معاصرین کرام بھی اس پر کچھ لکھ کر ممنون فرمائیں گے ؟

اخبارات کی نگرانی میں تخفیف

موجودہ شورش میں گورنمنٹ نے نہایت عاقبت اندیشی سے کام لیتے ہوئے - تمام اخبارات کے نام یہ حکم جاری کیا تھا - کہ موجودہ فسادات کی بابت جو خبریں شائع کی جائیں اُنکو پہلے سنسر کو دکھا لیا جایا کرے۔

لیکن مقام شکر ہے اب امن وامان قائم ہو جانے سے یہ حکم منسوخ کر دیا گیا ہے - مگر جو اخبارات کامل سنسرشپ کے ماتحت تھے اُن کے لئے حکم بدستور قائم رہا ہے۔

ہم گورنمنٹ کی اس تخفیف کا شکریہ ادا کرتے ہوئے امید کرتے ہیں - کہ عنقریب وہ اخبار بھی اس حکم سے مستثنیٰ کر دیئے جائیں گے - جو اب تک کامل سنسرشپ کے تحت میں ہیں +

رمضان شریف اور مارشل لا

مقام مسرت ہے کہ کمانڈنگ سول رقبہ لاہور نے رمضان شریف کی وجہ سے ممنوع اوقات شبانہ میں مزید تخفیف کر دی ہے - چنانچہ اب ۲۷ مئی ۱۹۱۹ء سے صرف گیارہ بجکر ۴۵ منٹ شب سے دو بجے بعد از شب تک ممنوع قرار دیا گیا ہے - جس کے لئے تمام مسلمانوں کو صاحب کمانڈنگ افسر کا شکر گذار ہونا چاہئے +

پیسہ اخبار راوی ہے کہ مسلمانان لاہور کے نمائیندوں نے گیارہ بجے شب سے اڑھائی بجے بعد از نصف شب ممنوع قرار دینے کی تحریک کی تھی - مگر صاحب افسر کمانڈنگ نے از راہ کرم اس تحریک سے بھی زیادہ سہولیت بہم پہنچائی جس کے لئے وہ خاص شکریہ کے مستحق ہیں +

ہمارا یقین ہے یہی وہ باتیں ہیں جن سے حکومت عالیہ کی حکومت محض جسموں پر نہیں بلکہ دلوں پر مسلط ہو سکتی ہے - اور ہم چاہتے ہیں - کہ گورنمنٹ کا ہر ایک ذمہ دار افسر اس نیک مثال کی تقلید کر کے حکومت برطانیہ کی بنیاد اہل ہند کے دلوں میں نہایت ہی مضبوط کر دے +

حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا ایک ثبوت

یوں تو حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کے ہزاروں ثبوت ہیں مگر ایک نہایت ہی واضح ثبوت جس میں محض واقعات عالم کی شہادت ہے اور کسی استدلال یا نتائج کی ضرورت نہیں یہ ہے - کہ اسلام اور اہل اسلام کی ترقی کے لئے جو اصول حضرت مسیح موعودؑ نے بتائے تھے - وہی کارگر ہو رہے ہیں - اور باقی وہ طریق جن کو انہوں نے غلط قرار دیا تھا - اُن کو واقعات عالم نے بھی غلط ہی قرار دیا۔

حضرت مسیح موعودؑ نے اس اصول کو شائع کیا تھا - کہ چونکہ اب غیر اقوام کی طرف سے مذہبی نقطۂ نگاہ سے کوئی جبر وتشدد نہیں - ہمیں کوئی صوم وصلوٰۃ سے نہیں روکتا - ہمیں اشاعت اسلام سے کوئی منع نہیں کرتا - اس لئے اب جہاد موقوف ہے - اور اب مسلمان تلوار سے فتح حاصل نہیں کر سکتے - بلکہ محض صلح وآشتی - نرمی اور اخلاق حسنہ سے اشاعت اسلام سے ترقی کر سکتے ہیں۔

اب اُن واقعات پر ذرا نظر دوڑائیے جو گذشتہ صدی یا نصف صدی سے دنیا میں رونما ہوئے ہیں اور پھر اندازہ لگائیے - کہ حضرت مسیح موعودؑ کی تقدیم عملی طور پر کہاں تک سچ ثابت ہوئی ہے - مسلمانوں نے جہاں جہاں تلوار اٹھائی ہے - اس کا نتیجہ [illegible]

فتح حاصل نہیں کر سکتے۔ بلکہ اگر تلوار اٹھائیں گے تو "ہزیمت" اٹھائیں گے ہاں انکی ترقی کی راہ صلح و آشتی سے اشاعت اسلام ہے چنانچہ جہاں جہاں مسلمانوں نے اشاعت اسلام کی تھوڑی سی بھی کوشش کی ہے وہاں توقع سے بڑھکر مفید نتائج نکلے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب ولایت تشریف لیجاتے ہیں مگر کیا کسی کو گمان تھا۔ کہ ووکنگ میں اتنا بڑا اسلامی اسٹیشن قائم ہو جائیگا۔ اور اسلام کی ہر دلعزیزی اور معقولیت مغربی دلوں کو یوں مسخر کر لے گی۔ اشاعت اسلام کے لئے جو کوشش ہم نے کی ہے۔ اگر اس کو اُن نتائج سے مقابلہ کیا جائے جو حاصل ہو چکے ہیں تو بلا مبالغہ یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کام میں خدا کے فرشتے کام کر رہے ہیں۔ مگر جہاں جہاں مسلمانوں نے تلوار اٹھائی ہے وہاں ان کا قدم پیچھے ہی ہٹا ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اس وقت اور اُن حالات کے ماتحت جہاد کرنا شریعت کے حکم کے خلاف ہے اور امام الزمان کے بتائے ہوئے راہ کے خلاف ہے۔ ہاں جو راہ امام الزمان نے بتادی اس میں مسلمانوں کی کامیابی کا راز پنہاں ہے۔ کاش مسلمان اس کو سمجھیں۔

امان اللہ اور جنگ

امیر امان اللہ نے نہایت ناعاقبت اندیشی سے کام لیتے ہوئے ہندوستان سے جنگ چھیڑ دی ہے۔ مگر اس ناعاقبت اندیشی کے نتائج چند روز میں ہی نکلنے لگے ہیں۔ جن کی پیشگوئی حضرت مسیح موعودؑ کر چکے ہیں۔

ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا کرے اب بھی مسلمانوں کو اس راہ کی قدر و منزلت معلوم ہو جائے۔ جن کی طرف اس زمانہ کے امام نے اُن کو بلایا ہے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد!

افسوسناک وفات

ہمیں دلی افسوس ہے یہ خبر معلوم ہوئی کہ کارخانہ پیسہ اخبار کے مشہور منیجر اور مولوی محبوب عالم صاحب کے برادر عزیز منشی عبدالعزیز صاحب جن کی کوشش اور قابلیت کی بدولت کارخانہ پیسہ اخبار کو اس قدر کامیابی ہوئی۔ دو ماہ کی علالت کے بعد اس دار فانی سے رحلت کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اگرچہ پیسہ اخبار کو ہم سے مذہبی اختلاف ہے۔ مگر باوجود اس اختلاف کے ہمیں مولوی محبوب عالم صاحب اور مرحوم کے دوسرے پسماندگان سے اس حادثہ میں دلی ہمدردی ہے۔ اور ہماری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ مرحوم کو مغفرت کر کے اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

اوچھے حملے

الفضل اب عقائد کے میدان سے بھاگ چکا ہے اور اب اُس کی سب سے بڑی کوشش یہی ہے۔ کہ خلاف واقعہ باتوں کو شائع کر کے حضرت امیر ایدہ اللہ یا آپ کے بعض رفقاء کے خلاف احمدیوں کے دلوں میں غلط فہمی پھیلائی جائے۔ اس غرض کیلئے اس بیچارے کو ایسے حیلے تلاش کرنے پڑتے ہیں۔ جن کو دیکھکر ہمیں بھی اس کی حالت پر رحم آجاتا ہے۔ چنانچہ دیکھئے حضرت امیر ایدہ اللہ کے متعلق کن الفاظ میں ذکر کرتا ہے:۔

"لاہور میں انجمن اشاعت نام ایک علمی انجمن ہے۔ جس کے پریزیڈنٹ مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی۔ وکیل ہیں"

ذرا اس لب و لہجہ کو دیکھنا ہوگا سب سے پہلے دل جلے ایڈیٹر نے "انجمن کے نام سے "احمدیہ" کا لفظ اُڑا دیا تاکہ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ یہ احمدیت کا ٹھیکیدار ہمکو بھی احمدی کہکر خاص حلقہ میں معتوب ہو جائے۔ پھر حضرت امیر کے نام کے ساتھ "وکیل" کا لفظ لکھکر وہ گویا یہ خلاف واقعہ امر ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ کہ حضرت امیر اب وکالت کا پیشہ اختیار کر چکے ہیں۔

حالانکہ اُسے خوب معلوم ہے۔ کہ حضرت امیر جس طرح حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں مذہبی تحقیقات اور مذہبی خدمت میں مصروف رہتے تھے اسی طرح آجتک اسی خدمت میں مصروف ہیں۔ آپ کا انگریزی ترجمۃ القرآن جو خدمت قرآن کی قابل قدر مثال ہے اور جس نے دوست و دشمن سے خراج تحسین وصول کیا ہے۔ دنیا میں شائع ہو چکا ہے۔ آپ کی دوسری تصنیفات بھی ایڈیٹر الفضل کے علم میں ضرور ہونگی۔ مگر باوجود اس کے ایڈیٹر الفضل کا حضرت امیر کو "وکیل" لکھنا اس کے دلی جذبات کی تصویر ہے۔

ابھی کل کی بات ہے۔ الفضل نے ہمکو احمدی جماعت میں شامل کرکے ہم سے ایک اہم سوال کیا تھا۔ جس کا جواب بھی ہم نے دے دیا تھا۔ مگر آج وہی الفضل ہے۔ کہ ہماری انجمن کے ساتھ "احمدیہ" کا لفظ لکھنے سے احتراز کرتا ہے کہ کہیں ہمکو احمدی کہکر وہ مجرم نہ قرار پا جائے۔ اس سے ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ الفضل کو احقاق حق سے غرض نہیں بلکہ محض دھڑا بندی اور اپنے ناظرین کو بہلانا مد نظر ہے۔ لیکن کیا ایک مذہبی پرچہ اور ایک ایسا شخص جس کا دعویٰ ہو۔ کہ وہ دنیا میں حق و حکمت پھیلانے کے لئے مامور ہے۔ اس قسم کے حرکات زیبا ہیں۔ ہم کو خواہ تم کیا ہی بُرا سمجھو۔ مگر خدارا اپنے ادعائی پوزیشن کا بھی تو کچھ خیال رکھو۔

تم مسیحائی ہماری نہیں کرتے۔ نہ کرو
لیکن اپنی تو خبر لو کہ ہیں بیمار آنکھیں

"افواہ علی العموم جھوٹ ہوتی ہے"

گذشتہ پرچے میں ہم نے الفضل کو یہ نصیحت کی تھی کہ اُسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔ جس میں نبی کریم صلعم فرماتے ہیں:۔

"کفیٰ بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع"

اور بعض سُنی سنائی باتوں کو شائع نہیں کرنا چاہئے۔ اس سے بے بنیاد افواہیں پھیلتی ہیں۔ جو حکومت اور ملک کے لئے مضر ہوتی ہیں۔ مگر اس نے اس مخلصانہ مشورہ کی کچھ پرواہ نہیں کی۔ اور پھر اپنے تازہ پرچے (۱۴ مئی) میں لکھدیا ہے:۔

"سُنا گیا ہے کہ ان لوگوں کی شمولیت کی وجہ سے ایام شورش میں عوام نے مرزا غلام احمد کی جے کے نعرے بھی لگائے"

یہ الفاظ خود بتا رہے ہیں کہ الفضل نے یہ سُنی سنائی بات بغیر تحقیق کے لکھدی ہے۔ خیر اس کی ذمہ داری اسپر عائد ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ ہم نہ عوام میں شریک ہوئے۔ نہ ہم نے کوئی نعرے لگے۔ اور نہ ہی یہ نعرہ ہم نے سُنا جو الفضل کے ایڈیٹر کے کان میں کہیں سے پہنچ گیا۔ ہمارے علم و یقین میں یہ بات سراسر جھوٹ ہے۔

لیکن اگر بفرض محال رومنٹ کے لئے تسلیم کر لیا جائے کہ الفضل کا ذریعہ علم نہایت قابل وثوق ہے (جس کی تغلیط خود الفاظ "سنا گیا ہے" کر رہے ہیں) تو ممکن ہے کہ میاں صاحب کے مریدوں میں سے ایک آدھ آدمی شریک انبوہ ہو اور اُن کے خوش کرنے کو انہوں نے یہ نعرہ لگا دیا ہو۔ جسکو الفضل نے نقل کیا ہے۔

الفضل ہماری نسبت تو کئی دفعہ لکھ چکا ہے کہ ہم نے حضرت مرزا صاحب کو چھوڑ دیا۔ ہم احمدی جماعت سے نکل گئے۔ چنانچہ ہماری انجمن کے نام کے ساتھ تو وہ لفظ احمدیہ لکھنا بھی پسند نہیں کرتا۔ پھر اسکے نزدیک کو خوش کرنے کے لئے عوام نے یہ نعرہ کیوں لگایا تھا۔ اگر یہ نعرہ لگایا گیا ہے تو میاں صاحب کے مریدوں کے خوش کرنے کو لگایا گیا ہوگا۔ جو حضرت مرزا صاحب کو اپنا نبی سمجھتے ہیں اور جن پر ایمان لائے بغیر تمام مسلمانوں کو کافر خیال کرتے ہیں۔ لیکن ہم پھر بھی یہ ضرور کہیں گے۔ کہ یہ خبر بالکل غلط ہے۔ کیونکہ ہم نے اور کسی شخص نے آجتک یہ بات نہیں سُنی۔ اور الفضل ہی پہلا شخص ہے جس نے اُسے شائع کیا چونکہ کسی دوسرے ذریعہ سے اس کی تصدیق اور تائید نہیں ہوئی۔ اس لئے ہم تو اس کو ایک جھوٹی خبر سے زیادہ وقعت دینا گناہ سمجھتے ہیں۔ اور علی الاعلان اس کی تردید کرتے ہیں۔

حاجیوں کیلئے سہولتیں

(لاہور ۱۵۔ مئی) مندرجہ ذیل پریس کمیونک شائع کیا گیا ہے گورنمنٹ ہند کی طرف سے عازمان حج کے متعلق اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ ان کے لئے کراچی سے جہازوں کا ایک سلسلہ شروع ہوگا۔ سندھ۔ بلوچستان صوبہ شمال مغربی سرحد پنجاب اور صوبجات متحدہ کے مغربی حصوں سے آنے والے مسافروں کے آرام و قیام کے لئے کراچی میں خاص انتظام کیا گیا ہے۔ مسافری جہازوں کی روانگی کا تخمینہ وقت حسب ذیل ہے:۔

نام جہاز	از کراچی	تخمینہ تاریخ روانگی
ایس۔ ایس حجاز	"	۲۵۔ جون
ایس۔ ایس۔ نوبت	"	۳۰۔ جون
" " شوستر	"	۔۔ جولائی
" " نورانی	"	۲۰۔ جولائی
" " خسرو	"	۳۰۔ جولائی
" " کوبت	"	۱۰۔ اگست

عازمان حج کے لئے جو سہولتیں حکومت عالیہ نے جہازوں کے مہیا کرنے میں پیدا کی ہیں۔ وہ تمام اسلامی دنیا کے دلی شکریہ کی مستحق ہیں۔

ہم امید کرتے ہیں۔ کہ ہمارے ناظرین کرام اور سلسلہ احمدیہ کی مختلف جماعتیں اس اطلاع کو عازمان حج تک پہنچانے سے دریغ نہیں کریں گی۔ کہ اس کی اشاعت کا مطلب یہی ہے کہ حاجیوں کو اس انتظام سے اطلاع ہو جائے۔ اور وہ اپنے سفر کا پروگرام تیار کر سکیں۔

اِنا للہ و انا الیہ راجعون

نہایت رنج و افسوس سے اس خبر کو حوالہ قلم کیا جاتا ہے کہ اعلیٰحضرت نظام دکن کی جدہ ماجدہ نے انتقال فرمایا۔ ہمیں اعلیٰحضرت اور جملہ وابستگان دولت آصفیہ سے اس صدمہ میں دلی ہمدردی ہے۔ اور ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائے۔ اور متعلقین کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔ اس حادثہ کی وجہ سے تمام دفاتر سرکاری میں تعطیل دی گئی ہے۔

(۱) حضرت خواجہ کمال الدین صاحب ۲۶۔ مئی ۱۱ بجے دن کے بمبئی میل سے لاہور پہنچ گئے ہیں۔ آپ کسی قدر علیل ہیں۔ احباب انکی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

(۲) حضرت امیر ایدہ اللہ ۲۶۔ مئی کو رات کے ۹ بجے بمبئی میل میں شملہ تشریف لے گئے ہیں۔

(۳) حضرت سید مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب فاضل امروہی اپنے وطن مالوفہ سے ایک شفقت نامہ اپنی کیفیت مزاج کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:۔

"بسبب مرض فالج اور دیگر امراض کا حصہ کے جو وقتاً فوقتاً عارض ہوتے ہیں۔ ضعف بہت بڑھتا چلا جاتا ہے۔ لیکن الحمدللہ کہ ایمان میں ضعف نہیں۔ بلکہ ایک قوت معلوم ہوتی ہے۔"

دعاؤں کے متعلق تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"سب احباب کو دعاؤں اور استغفار میں صدق دل سے اللہ کی طرف رجوع ہونا چاہئے۔"

حضرت امیر سے اخلاص کا اظہار ان الفاظ میں فرماتے ہیں:۔

"حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ فی الحالہ تعالیٰ والاہ والاہ وعیاله و اطفاله چونکہ ہمارے امیر ہیں ہم ان کو بمنزلہ قلب کے سمجھ رہے ہیں۔"

اپنی تمام خط میں عقائد محمودیہ سے بیزاری کا اظہار ہے اور دوسری متفرق باتوں کا ذکر۔

احباب کو چاہئے کہ حضرت مولانا کی صحت اور عمر کے لئے دعائیں کریں۔

(۴) یکم مئی ۱۹ء سے حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نے

اس پر بہت کم عمل کیا ہے۔ ہماری مجالس جو اشاعت اسلام کے لئے بھی کی جاتی ہیں۔ ان میں بھی عملاً اس طرف سے لاپرواہی ہے۔ بہرحال ذیل کے واقعات ہم مسلمانوں کی خاص توجہ کے لائق ہیں:-

اندرونی چین میں عیسوی مشن کا قیام

پادری ہڈسن ٹیلر جو سنہ ۱۸۶۰ء میں چین میں تبلیغ دین عیسویت کے لئے کام کر رہا تھا۔ وہاں سے جب وہ پانچ سال گذار کر انگلستان میں پہنچا۔ تو اس کا دل ان لاکھوں چینی باشندوں کی گری ہوئی حالت پاکر ان کی ہمدردی سے لبریز تھا۔ جو چین کی وسیع سلطنت کے اندرونی حصص میں رہتے تھے سب سے پہلے اس نے اپنے اس چھوٹے سے مشن کے لئے نئے کام کرنیوالے مہیا کرنے کا قصد کیا۔ جو اس نے شہر ننگ پو میں قائم کیا تھا۔ اس زمانہ یعنی سنہ ۱۸۶۰ء میں کل سلطنت چین کے اندر صرف ایک سو پراٹسٹنٹ پادری مختلف فرقوں کے تبلیغ عیسویت کا کام کر رہے تھے۔ جو وہ بھی تمام کے تمام سواحل کے شہروں میں تھے اور چین کے اندرون علاقہ میں ایک پادری بھی نہ تھا۔ پادری ٹیلر نے سب سے پہلے تو جملہ مشنری سوسائٹیوں کو ترغیب دی کہ کہ اندرون علاقہ میں اپنے پادری بھیجکر تبلیغ دین کا کام کریں۔ مگر جب اس میں ذرا بھی کامیابی نہ ہو سکی۔ تو اس نے سخت ارادہ کر لیا۔ کہ وہ خود کوشش کر کے ایک علیحدہ مشن اس کام کے لئے بنائے۔

پادری ٹیلر نے سب سے پہلا اصول یہ رکھا۔ کہ روپے کے لئے کسی شخص سے امداد طلب نہ کی جاوے۔ سوائے خدا تعالیٰ کے۔ چنانچہ اس مشن کے قیام اور اس کی ضرورت کے لئے جتنے بھی اشتہار و کتب اس نے انگلستان میں شائع کیں۔ ان میں سے ایک میں بھی روپے کی امداد طلب نہیں کی۔ باوجودیکہ اس کے ہمدردوں نے اس کی اس فروگذاشت پر اسے کہا سنا۔ مگر وہ اپنے اصول پر مضبوطی سے قائم رہا۔ اور اس کے عجیب و غریب نتائج نے اس کی اس دانائی پر مہر لگا دی۔ شروع مئی سنہ ۱۸۶۶ء میں جب وہ اپنی جماعت کی روانگی چین کے لئے جہاز کی تلاش میں تھا۔ تو وہ ایک دن کرنیل [illegible] کا مہمان تھا۔ جو ایک مزدوری جلسہ کا صدر تھا۔ اس نے حسب دستور کوشش کی کہ حاضرین سے امداد کے لئے چندہ جمع کیا جاوے کیونکہ ان میں سے اکثر اس نیک تحریک میں کچھ نہ کچھ دینے سے دریغ نہ کرینگے۔ مگر باوجود صدر کے اصرار کے پادری ٹیلر نے حاضرین سے امداد کی ذرا بھر بھی تحریک کرنی گوارا نہ کی۔ ٹیلر صاحب کی اس بےغرضی نے صدر پر اتنا اثر کیا۔ کہ وہ بھی اس ارادہ سے باز آگیا۔ مگر اس وقت اپنی طرف سے پانچ سو پونڈ کا چیک پادری موصوف کے حوالے کیا۔ اور ساتھ ہی کہا کہ اگر آپ حاضرین سے چندہ لینے کی تحریک کو قبول کر لیتے۔ تو میرا ارادہ صرف پانچ پونڈ دینے کا تھا۔ اور یہ سو گنا رقم محض آپ کی رات کی دعاؤں کا نتیجہ تھی۔ یہ واقعہ ۳ مئی کا تھا۔ اور اسی دن دوپہر کے وقت ٹیلر صاحب کو جہازی ایجنٹ کا رقعہ ملا کہ ایک جہاز چین جانے والا ہے جو آپکے سب آدمیوں کو لے جائیگا۔

وہ فوراً لنڈن پہنچ کر جہاز پر گیا اور یہ دیکھ کر کہ یہ اسکے آدمیوں کے لئے کافی آرام دہ ہے۔ اس نے اپنے ہمراہیوں کا سارا کرایہ لنڈن تا شنگھائی کرنیل کے چیک سے ادا کر دیا۔

اس کے دس سال بعد جب وہ پھر انگلستان واپس آیا۔ تو برائٹن میں ایک جلسہ کے اختتام پر راستہ چلتے ہوئے۔ ایک روسی امیر نے اسے آواز دی۔ اور ایک بنک نوٹ اس کے حوالے کیا۔ لیکن ٹیلر نے اسے بڑی رقم دیکھ کر خیال کیا۔ کہ شاید دینے والے کی غلطی ہے اسے کہا کہ کیا آپ کا مجھے پانچ پونڈ دینے کا ارادہ نہ تھا۔ مگر چونکہ یہ پچاس پونڈ کا ہے آپ اسے واپس لے لیں۔ مگر امیر نے اس جواب سے حیران ہو کر کہا کہ میرا ارادہ تو پانچ پونڈ ہی دینے کا تھا۔ اس لئے اب میں اسے واپس نہیں لے سکتا۔ اس جواب سے متاثر ہو کر ٹیلر مشن ہیڈکوارٹر میں پہنچا جہاں اس نے دیکھا کہ ساری جماعت دعا میں مشغول ہے۔ کیونکہ چین کو مشن کی امداد کے لئے جتنی رقم بھیجنی تجویز ہوئی تھی۔ اس میں سے ۴۹ پونڈ گیارہ شلنگ کم تھے۔ خدا تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول کر کے وہ کمی اس ذریعہ سے پوری کر دی۔

ایک دفعہ مشن کے اخراجات کے لئے دس ہزار پونڈ کی ضرورت ہوئی۔ تو اس نے مع جماعت کے خدا کے حضور عرض کی [illegible] رقم چند آدمی پوری کر دیں۔ تاکہ [illegible]

آدمیوں نے ادا کر دیا۔

سنہ ۱۹۰۰ء میں چین کے باکسروں کی بغاوت کے موقعہ پر اس کے مشن کے ۵۸ آدمی علاوہ ۲۱ بچوں کے مارے گئے۔ مگر پادری ٹیلر نے کسی کا معاوضہ بھی طلب نہ کیا۔ جس پر حکام انگریزی نے بہت خوشنودی کا اظہار کیا اور ذاتی چندہ سے مشن کی امداد کی۔ اس بغاوت سے کچھ عرصہ پہلے تمام عیسوی فرقوں کے مشنریوں کی ایک متحدہ کانفرنس مقام شانگھائی میں منعقد ہوئی۔ جس میں ٹیلر صاحب کو افتتاحی تقریر کرنے کے لئے مدعو کیا گیا۔ جس میں اس نے پانچ سال کے عرصہ میں ایک ہزار نئے مشنری والنٹیئر چین میں اشاعت مذہب عیسویت کے لئے مہیا کرنے کی اپیل کی جسے تمام کانفرنس نے متحدہ طور پر منظور کیا۔ اور پانچ برس کے بعد جو کمیٹی بصدارت مسٹر ٹیلر اس بارہ میں رپورٹ کرنے پر مقرر ہوئی تھی۔ اس نے ظاہر کیا کہ نہ صرف ایک ہزار بلکہ ۱۱۵۳ مشنری ۵ سال کے عرصہ میں چین میں زائد بھیجے گئے ہیں۔

اس سے چالیس سال قبل مسٹر ٹیلر نے صرف چوبیس مشنریوں کی ملک چین کے لئے استدعا کی تھی یعنی گیارہ صوبوں کے لئے فی صوبہ دو دو اور ایک ایک چینی تاتار اور تبت کے لئے اور اب اس کی وفات کے قریب جو ۷۳ سال کی عمر میں واقع ہوئی۔ کوئی مقام مشنریوں سے خالی نہ رہا۔ صرف صوبہ ہونن میں ہی ۱۱۱ مشنری جو ۱۳ سوسائٹیوں کے ساتھ متحد اور ۷۰ مختلف مقام میں کام کرتے ہیں۔ مع ایک جماعت چینی عیسائیوں کے موجود ہیں۔

مندرجہ بالا واقعات سے ثابت ہو سکتا ہے کہ ایک درد دل رکھنے والا انسان اپنے استقلال اور بہتری خلائق کے مدعا کو مدنظر رکھتے ہوئے کہاں تک کامیاب ہو سکتا ہے۔ یہ ایک ایسے شخص کی کوشش کا نتیجہ ہے جس کا مذہب عیسائیت ہے۔ اور جس کے ماننے میں بہت مشکلات پیش آتی ہیں اگر مسلمانوں میں دو ایسے آدمی پیدا ہو جائیں۔ جو تبلیغ دین کے لئے ذرا سا بھی جوش، استقلال رکھتے ہوں اور اشاعت اسلام کا کام کرنے میں معمولی رکاوٹوں اور تکالیف کی پرواہ نہ کریں تو وہ چند ہی سالوں میں ملکوں کی کایا پلٹ سکتے ہیں۔ تمام یورپین ممالک۔ افریقہ۔ ایشیا۔ امریکہ وغیرہ کے میدان ہمارے سامنے موجود ہیں۔ دو دو چار چار آدمی مل کر مختلف ممالک کو اپنا تبلیغی دائرہ بنا لیں۔ اور جو جو وسائل مشنری اپنے دین کی تبلیغ کے لئے پیدا کرتے ہیں۔ وہی اختیار کریں۔

زبان کا سوال وہاں کچھ عرصہ رہنے سے خود بخود حل ہو جاتا ہے۔ یہ سوال اتنا اہم نہیں جتنا خیال کیا جاتا ہے سوال صرف وہاں جانے والے آدمیوں کا ہے۔

محمد منظور الہی۔

ناظرین کرام کا فرض

اخبار پیغام صلح کی توسیع اشاعت کے لئے کوشش کرنا ہر ایک دوست کا فرض اولین ہے۔ کیا ہمارے احباب دو دو خریدار پیدا کر کے پیغام صلح کی امداد نہ کریں گے۔ ہمیں امید ہے کہ ہماری یہ آواز خالی نہ جائیگی کیونکہ ہم اس قوم سے اپیل کر رہے ہیں جو قومی اور مذہبی تحریکوں میں ہمیشہ بڑھ بڑھ کر [illegible]

ضروری خبریں

امیر کابل کا عجیب فرمان

(شملہ ۲۴ مئی) - مندرجہ ذیل پریس کمیونک شائع کیا گیا ہے:-

"سردار عبدالرحمٰن سابق افغان سفیر کے سرحد کے پار پہنچ جانے کے بعد اس کے دو ساتھیوں یعنی سردار حبیب اللہ خان اور کرنیل احمد علی خان نے جنہیں برطانوی ایجنٹ مقیم کابل کے صحیح و سلامت پہنچ جانے تک پشاور میں روک رکھا گیا تھا۔ اچانک ایک فرمان پیش کیا جس پر امیر امان اللہ کے دستخط ثبت تھے اس پر تاریخ ۲۰ مئی درج تھی - اور مضمون حسب ذیل تھا۔

بنام حبیب اللہ خان سپرنٹنڈنٹ ڈاک خانہ جات اور کرنیل احمد علی خان - مجھے عبدالرحمٰن خان سابق افغان سفیر نے گورنمنٹ ہند نے مطلع کیا ہے۔ کہ فارن سکرٹری نے اس کی روانگی سے پہلے اس کے ساتھ جنگ کے بند کئے جانے کے دروازہ وا کئے جانے کے سوال پر بحث کی تھی اسلئے میں تم کو اس کام کے لئے مقرر کرتا ہوں اور اختیار دیتا ہوں کہ تم میدان جنگ کو جاؤ۔ اور وہاں سے برٹش کیمپ میں جاؤ۔ اور شرائط صلح کے متعلق بحث کرو۔ اگر تم صلح کے لئے زمین موافق پاؤ۔ تو مجھے مطلع کرو۔ بہرحال یہ ضروری ہے۔ اور میں تمکو اختیار دیتا ہوں۔ کہ تم یہ کارروائی کرو۔ امیر امان اللہ اس امر کے متعلق کہ ان دونوں ڈیلیگیٹوں نے عبدالرحمٰن کی روانگی کے بعد تک فرمان کو کیوں روکے رکھا۔ اور پیش نہیں کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کچھ نہیں بتلا سکتے یا بتلانا نہیں چاہتے۔ لیکن اغلباً اس کی وجہ اس امر سے معلوم ہو سکتی ہے کہ یہ فرمان [illegible] رہنمائی کے لئے تھا نہ کہ پیش کئے جانے کیلئے یہ اقبال کہ:- "بہرحال یہ ضروری ہے کہ شرائط صلح پر بحث کی جائے۔ خواہ زمین صلح کے لئے موافق نہ بھی ہو" ہرگز مسلمہ تصدیق کا لہجہ نہیں۔ اب ان دونوں آدمیوں کو سرحد کے پار پہنچایا جائیگا۔ اور انہیں مطلع کیا جائیگا کہ سردار عبدالرحمٰن کو جو تحریری پیغام دیا گیا ہے اس میں کچھ اضافہ نہیں کیا جا سکتا۔"

خود ساختہ نمایندے

(الہ آباد ۲۴ مئی) پایونیر کا نامہ نگار مقیم سرحد مندرجہ ذیل تار روانہ کرتا ہے:-

"زیر سرکردگی سردار عبدالرحمٰن خان خود ساختہ ڈیلیگیٹوں کو جو چہارشنبہ کے روز جلال آباد سے پہنچے جواب دیا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کم و بیش اپنی ذمہ داری پر آئے تھے۔ ان کے پاس امیر کی طرف سے کوئی تصدیق نہ تھی اور نہ ہی انہوں نے امیر کی دستخطی کوئی تجاویز پیش کیں۔ سردار عبدالرحمٰن خان اور اس کے ملازمان کو واپس جانے کی اجازت دی گئی ہے سردار عبدالرحمٰن خان آج صبح پشاور سے روانہ ہوگیا۔ اور باقی ڈیلیگیٹوں کو پشاور میں روک لیا گیا ہے۔ یہ محض حفظ ماتقدم کے طور پر کیا گیا ہے۔ کیونکہ ان کے پاس کوئی مناسب سند نہ تھی۔ اور نہ ہی انہیں کوئی اختیارات دیئے گئے تھے۔ اور یہ خیال کرنا مشکل ہے کہ ان سے کوئی بہتری ہو سکتی تھی۔ سردار کا مقصد خواہ کچھ ہی ہو۔ فوجی حکام باقی خود ساختہ ڈیلیگیٹوں کو روک کر بڑی عقلمندانہ کارروائی کر رہے ہیں۔ یہ نہ صرف قواعد جنگ کے خلاف ہے۔ بلکہ دشمن کی رعایا افراد کو خفیف ترین بہانہ پر جب بھی وہ چاہیں۔ اپنی لائنوں میں آنے کی اجازت دینا نہایت کوتہ اندیشانہ فعل ہوگا

ان واقعات کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ جو آج بیان کئے گئے ہیں۔ گورنمنٹ کے لئے سوائے اس کے اور کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ وہ جنگ کو بدستور اور سختی کے ساتھ جلد فتحیاب ہونے تک جاری رکھے۔"

دو افسروں کی واپسی

(شملہ ۲۴ مئی) مندرجہ پریس کمیونک مورخہ ۲۴ مئی شائع کیا گیا ہے:- "محاذ ڈکہ پر بالکل امن و امان ہے۔ مواضعات ننگرہار [illegible]

جلد ۶ | بلدۃ المسیح لاہور یکشنبہ مورخہ یکم رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ مطابق یکم جون ۱۹۱۹ء | نمبر ۹۰

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

"اعجاز التنزیل"

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک تقریر جو آپ نے کلام الٰہی کے معجزہ ہونے کے متعلق فرمائی۔ ۲۷ دسمبر ۱۹۰۱ء کی صبح کو بوقت سیر۔

کلام الٰہی معجزہ ہے اللہ تعالےٰ کا کلام جو اس کے برگزیدوں رسولوں پر نازل ہوتا ہے اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ وہ عظیم الشان اعجاز اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور کوئی شخص تنہا یا دوسروں کی مدد سے اسکی مثل لانے پر قادر نہیں ہوتا۔ بلکہ اللہ تعالےٰ ایسے لوگوں کی صرف ہمت کر دیتا ہے۔ اور اس طرح پر ان کا معجزہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ وہ بار بار مخالفوں کو اسکی مثال لانے کی دعوت اور تحدی کرتا ہے۔ لیکن اس کے مقابلہ کے لئے کوئی نہیں اٹھ سکتا۔ قرآن شریف جو اللہ کا کلام ہے کامل معجزہ ہے۔ دوسری کتابوں کی نسبت ہم نہیں دیکھتے۔ کہ ایسی تحدی کی گئی ہو۔ جیسی قرآن شریف نے کی ہے۔ اگرچہ ہم اپنے تجربہ اور قرآن شریف کے معجزہ کی بناء پر یہ ایمان لاتے ہیں۔ کہ خدا کا کلام ہر حال میں معجزہ ہوتا ہے لیکن قرآن شریف کا اعجاز جس کاملیت اور جامعیت کے ساتھ معجزہ ہے دوسرے کو ہم اس جگہ پر نہیں رکھ سکتے۔ کیونکہ بہت سی وجوہ اور صورتیں اس کے معجزہ ہونے کی ہیں۔ اور کوئی شخص اس کی مثال لانے پر قادر نہیں۔ جو لوگ کہتے ہیں۔ کہ کلام الٰہی معجزہ نہیں ہو سکتا۔ اور بڑے ہی گستاخ اور دلیر ہیں۔ کیا وہ نہیں جانتے اور دیکھتے کہ خدا تعالےٰ کی ساری مخلوق بے مثل اور لانظیر ہے۔ اور پھر اسکے کلام کی نظیر کیسے ہو سکتی ہے؟ ساری دنیا کے مدبر اور صناع ملکر اگر ایک تنکا بنانا چاہیں تو بنا نہیں سکتے پھر خدا کے کلام کا مقابلہ وہ کیسے کر سکتے؟

محض کلام کے اشتراک یا الفاظ کے اشتراک سے یہ کہدینا کہ کوئی معجزہ نہیں نری حماقت اور اپنی موٹی عقل کا ثبوت دینا ہے۔ کیونکہ ان اعلےٰ مدارج اور کمالات پر ہر شخص اطلاع نہیں پا سکتا۔ جو باریک بین نگاہ دیکھ سکتی ہے۔

ہمارا یہ مذہب ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خالص کلام لعل کی طرح چمکتی ہے۔ لیکن باایں ہمہ قرآن شریف آپ کی خالص کلام سے بالکل الگ اور ممتاز نظر آتا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟

کلام میں مدارج و مراتب ہیں ہر چیز کے مراتب ہوتے ہیں۔ مثلاً کپڑا ہے۔ تو کھدر، ململ اور خاصہ الململ کپڑا ہونے کی حیثیت سے تو کپڑا ہی ہیں اور اس لحاظ سے کہ وہ سفید ہیں بظاہر یکساں ذات رکھتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اور ریشم بھی سفید ہوتا ہے۔ لیکن کیا ہر آدمی نہیں جانتا۔ کہ ان سب میں مراتب جدا جدا ہیں۔ اور ان میں فرق پایا جاتا ہے۔ ؎

گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

پس جس طرح پر ہم سب اشیاء میں ایک امتیاز اور فرق دیکھتے ہیں اسی طرح کلام میں بھی مدارج اور مراتب ہوتے ہیں۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام جو دوسرے انسانوں کے کلام سے بالاتر اور عظمت اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور ایک پہلو سے اعجازی حدود تک پہنچتا ہے۔ لیکن خدا تعالےٰ کے کلام کے برابر وہ بھی نہیں۔ تو پھر اور کوئی کلام کیونکر اس سے مقابلہ کر سکتا ہے؟

یہ تو موٹی اور بدیہی بات ہے۔ کہ جس سے سمجھ میں آسکتا ہے۔ کہ قرآن شریف معجزہ ہے۔ لیکن اس کے سوا اور بھی بہت سے وجوہ اعجاز ہیں خدا تعالیٰ کا کلام اس قدر خوبیوں کا مجموعہ ہے۔ جو پہلی کسی کتاب میں نہیں پائی جاتی ہیں۔ خاتم النبیین کا لفظ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بولا گیا ہے۔ بجائے خود چاہتا ہے۔ اور بالطبع اسی لفظ میں یہ رکھا گیا ہے۔ کہ وہ کتاب جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے وہ بھی خاتم الکتب ہو اور سارے کمالات اس میں موجود ہوں۔ اور حقیقت میں وہ کمالات اس میں موجود ہیں۔

کلام الٰہی کے نزول کا قاعدہ کیونکہ کلام الٰہی کے نزول کا عام قاعدہ اور اصول یہ ہے۔ کہ جسقدر قوت قدسیہ اور کمال باطنی اس شخص کا ہوتا ہے۔ جس پر کلام الٰہی نازل ہوتا ہے اسی قدر قوت اور شوکت اس کلام کی ہوتی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی اور کمال باطنی چونکہ اعلےٰ سے اعلےٰ درجہ کا تھا۔ جس سے بڑھکر کسی انسان کا نہ کبھی ہوا اور نہ آئیندہ ہوگا۔ اس لئے قرآن شریف بھی تمام پہلی کتابوں اور صحائف سے اس اعلےٰ مقام اور مرتبہ پر واقع ہوا ہے۔ جہاں تک کوئی دوسرا کلام نہیں پہنچا۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی استعداد اور قوت قدسی سب سے بڑھی ہوئی تھی۔ اور تمام مقامات کمال آپ پر ختم ہو چکے تھے۔ اور آپ انتہائی نقطہ پر پہنچے ہوئے تھے۔ اس مقام پر قرآن شریف جو آپ پر نازل ہوا کمال کو پہنچا ہوا ہے۔ اور جیسے نبوت کے کمالات آپ پر ختم ہو گئے۔ اسی طرح پر اعجاز کلام کے کمالات قرآن شریف پر ختم ہو گئے۔ آپ خاتم النبیین ٹھہرے۔ اور آپ کی کتاب خاتم الکتب ٹھہری۔ جسقدر مراتب اور وجوہ اعجاز کلام کے ہو سکتے ہیں ان سب کے اعتبار سے آپ کی کتاب انتہائی نقطہ پر پہنچی ہوئی ہے۔

قرآن شریف کا کمال یعنی کیا باعتبار فصاحت و بلاغت کیا باعتبار ترتیب مضامین کیا باعتبار تعلیم کیا باعتبار کمالات تعلیم کیا باعتبار ثمرات تعلیم غرض جس پہلو سے دیکھو اسی پہلو سے قرآن شریف کا کمال نظر آتا ہے۔ اور اس کا اعجاز ثابت ہوتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف نے کسی خاص امر کی نظیر نہیں مانگی۔ بلکہ عام طور پر نظیر طلب کی۔ یعنی جس پہلو سے چاہو۔ مقابلہ کرو۔ خواہ بلحاظ فصاحت و بلاغت خواہ بلحاظ مطالب و مقاصد خواہ بلحاظ تعلیم۔ خواہ بلحاظ پیشگوئیوں اور غیب کے جو قرآن شریف میں موجود ہے۔ غرض کسی رنگ میں دیکھو یہ معجزہ ہے گو ملاں میری مخالفت کیوجہ سے اس امر کو قبول نہ کریں۔ لیکن اس سے قرآن شریف کے اعجاز میں کوئی فرق نہیں آسکتا۔ یہ لوگ جوش تعصب میں بعض وقت یہاں تک اندھے ہو جاتے ہیں کہ ادب کے من طوقوں کو لپیٹ ڈالدیتے ہیں۔ لودہیانہ کے مباحثہ میں لم تطہر اوثین میں میں نے پیش کیا تو مولوی محمد حسین صاحب کو جوش آگیا اور اوثین کی مخالفت شروع کردی۔ کیا خدا کے کلام سے محبت اور ادب کا یہی تقاضا ہونا چاہیے تھا۔ یاد رکھو۔ الطریقۃ کلہا ادب۔ اگر اس کو درست نہ سمجھتا تھا۔ تو قرآن شریف کی محبت کی وجہ سے اس قدر مخالفت بھی تو جائز نہ تھی۔

قرآن شریف ایک کامل اور زندہ اعجاز ہے الغرض قرآن شریف ایک کامل اور زندہ اعجاز ہے۔ اور کلام کا معجزہ ایسا معجزہ ہوتا ہے کہ کبھی اور کسی زمانہ میں وہ پرانا نہیں ہو سکتا۔ اور نہ فنا کا ہاتھ اس پر چل سکتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا اگر آج نشان دیکھنا چاہیں تو کہاں ہیں؟ کیا یہودیوں کے پاس وہ عصا ہے؟ اور اس میں کوئی قدرت اور طاقت ابھی سانپ بننے کی موجود ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ غرض جس قدر معجزات دوسرے نبیوں سے صادر ہوئے۔ ان کے ساتھ ہی ان معجزات کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ مگر ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات ایسے ہیں کہ وہ ہر زمانہ میں اور ہر وقت تازہ بتازہ اور زندہ موجود ہیں۔ ان معجزات کا زندہ ہونا اور ان پر موت کا ہاتھ نہ چلنا صاف طور پر اس امر کی شہادت دے رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی زندہ نبی ہیں اور حقیقی زندگی یہی ہے جو آپکو عطا ہوئی ہے۔ اور کسی دوسرے کو نہیں ملی۔ آپکی تعلیم اس لئے زندہ تعلیم ہے کہ اس کے ثمرات اور برکات اسوقت بھی ویسے ہی موجود ہیں جو آج سے تیرہ سو سال پیشتر موجود تھے دوسری کوئی تعلیم ہمارے سامنے اسوقت ایسی نہیں ہے۔ جس پر عمل کرنیوالا یہ دعوےٰ کر سکے۔ کہ اس کے ثمرات اور برکات اور فیوض سے مجھے حصہ دیا گیا ہے اور میں ایک آیت اللہ ہو گیا ہوں۔ لیکن ہم خدا تعالےٰ کے فضل و کرم قرآن شریف کی تعلیم کے ثمرات اور برکات کا نمونہ اب بھی موجود پاتے ہیں۔ اور ان تمام آثار اور فیوض کو جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اتباع سے ملتے ہیں اب بھی پاتے ہیں چنانچہ خدا تعالےٰ نے اس سلسلہ کو اسی لئے قائم کیا ہے۔ تاوہ اسلام کی سچائی پر زندہ گواہ ہو اور ثابت کرے کہ وہ برکات اور آثار اسوقت بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع سے ظاہر ہوتے ہیں۔ جو تیرہ سو برس پہلے ظاہر ہوتے تھے۔ چنانچہ خدا کے فضل سے اس وقت تک ظاہر ہو چکے ہیں۔ اور ہر قوم اور ہر مذہب کے سرگروہوں کو ہم نے دعوت دی ہے۔ کہ وہ ہمارے مقابلہ میں آکر اپنی صداقت کا نشان دکھوئیں۔ مگر ایک بھی ایسا نہیں کہ جو اپنے مذہب کی سچائی کا کوئی نمونہ عملی طور پر دکھا سکے۔

(باقی آئیندہ)

حسب ایماء انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے منشی دوست محمد صاحب پبلشر نے بمطبع [illegible] پریس میں باہتمام سردار [illegible] صاحب پرنٹر چھپوا کر دفتر پیغام صلح سے شائع کیا۔

رجسٹرڈ ... (illegible)

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۶ یکشنبہ مورخہ یکم جون ۱۹۱۹ء نمبر ۹۰

اشاعت اسلام

(۱)

اس حقیقت نفس الامری کے اظہار کے لئے کسی لمبی چوڑی تمہید کی ضرورت نہیں - کہ احمدی جماعت کا نصب العین محض اعلائے کلمتہ اللہ اور تبلیغ اسلام ہے - حضرت مسیح موعود نے تمام عمر اس امر کو اپنا مطمح نظر بنائے رکھا - اور آخری لمحہ زندگی تک بھی آپ اس کام میں ہی مصروف رہے - اس کے علاوہ جو وصیت آپ نے اپنی جماعت کے لئے کی اس میں اگر کوئی کام آپ نے اپنے پیروؤں کو سپرد کیا ہے تو وہ یہی ہے - کہ وہ اسلام کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دیں ۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ فرض کوئی خود حضرت مسیح موعود کا اختراع کردہ نہیں بلکہ اس فرض کو قرآن کریم اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے مقرر کیا تھا - چنانچہ قرآن مجید میں ہے :-

كذالك جعلناكم امة وسطا لتكونوا شهداء على الناس ويكون الرسول عليكم شهيدا ۔

یعنی تمکو ہم نے امت وسطی بنایا - تاکہ تم لوگوں پر اس طرح شہید بن جاؤ - جس طرح رسول تم پر شہید ہے - اللہ! اللہ! اس آیت شریفہ میں مسلمانوں کے سامنے ایک ایسا عظیم الشان کام رکھا گیا ہے - جسکو کرنے کے لئے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے - یہ امر خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرت اور صداقت کا ایک بین ثبوت ہے - کہ جو کام وہ خود کرتے ہیں - اسی کو وہ اپنی امت کے لئے سپرد کرتے ہیں - اسی طرح حضرت مسیح موعود جب خدا کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کی مسند پر متمکن ہوتے ہیں تو آپ بھی اسی حکم قرآن کے ماتحت تمام دنیا میں اعلائے کلمتہ اللہ کے لئے اپنی زندگی وقف کر دیتے ہیں - لیکن جب آپ کو اپنے وصال کا پیغام پہنچتا ہے - تو اس کام کو اپنی جماعت کے سپرد کر کے آپ خود داعی اجل کو لبیک کہہ دیتے ہیں - غرض احمدی جماعت کا مقصد واحد محض اشاعت اسلام ہے - اور اسی کے لئے یہ قوم دنیا میں پیدا ہوئی ہے - کہ اکناف عالم میں حق و حکمت کی باتیں پھیلائے ۔

(۲)

مقام مسرت ہے کہ یہ مقصد محض کوئی خیالی مقصد ہی نہیں بلکہ احمدی قوم نے اس پر ایک حد تک اور ہم کہیں گے ایک بڑی حد تک عمل کر کے بھی دکھایا ہے - ہندوستان میں تحقیق مذاہب کے جو کارہائے نمایاں اس جماعت اور اس کے امام ہمام علیہ السلام کے ذریعہ سے ہوئے ہیں وہ محتاج بیان نہیں اور ہندوستان سے باہر اگر کوئی شخص اعلائے کلمتہ اللہ کے کام میں مصروف ہے - تو وہ بھی اسی قوم کے معزز ممبر ہیں اگر لوگوں نے تبلیغ اسلام کے لئے زندگیاں وقف کی ہیں تو وہ بھی اسی قوم کے ممبر ہیں - غرض قرآن شریف کے الفاظ میں آج احمدی وہ فرائض ادا کر رہے ہیں - جس نے ان کو امت وسطی کا معزز لقب دیا ہوا ہے ۔

لیکن اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ ابھی تک ہماری قوم میں کام کرنے والے بہت تھوڑے ہیں ہم یہ نہیں کہتے - کہ جماعت کی تعداد کے لحاظ سے تھوڑے ہیں بلکہ سچ یہ ہے کہ اگر دوسرے مسلمانوں سے مقابلہ کیا جائے تو یہ تعداد بھی قابل صد رشک ہے - لیکن اصل بات یہ ہے - کہ جس قدر کام ہمارے سامنے ہیں جس قدر اسلام کی تعلیم کی تشنگی ہے اس کی سیرابی کے لئے آدمی ناکافی ہیں - ہماری ضروریات روز بروز بڑھ رہی ہیں - مگر آدمی تیار ہونے کی رفتار اس تیزی سے نہیں بڑھ رہی

صاحب کے مشن ولائت کے لئے اب محض دو ایک تجربہ کاروں کی ضرورت نہیں - بلکہ ہمارے خیال میں ایک سو گریجوایٹ کی ضرورت ہے - جو باری باری اس فرض مقدس کو انجام دیں ۔

اس کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی تبلیغ ہدایت کا میدان خالی ہے اور ان کے لئے بھی قابل ترین مبلغوں کی ضرورت ہے - لیکن کیا ہم اس کام کو بجز قابل ترین مبلغوں کے اختیار کر سکتے ہیں - نہیں اب یہ کام اس حالت پر پہنچ گیا ہے کہ قوم کی محض مالی مدد کافی نہیں ہو سکتی - بلکہ ضرورت ہے کہ اہل دولت تو اس میں بڑھ بڑھ کر امداد دیں اور اہل علم و اہل قلم اس کے لئے اپنے اوقات گرامی کو وقف کر کے امداد کریں ۔

(۳)

حضرت خواجہ صاحب چند روز سے وارد لاہور ہیں انکی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انگلستان اور دنیائے مغرب میں تبلیغ ہدایت کے متعلق ایک اور عظیم الشان کام ہے - جس کی طرف ابھی تک محض اس لئے توجہ نہیں ہو سکی - کہ آدمی موجود نہ تھے وہ کام یہ ہے - کہ آبادیوں اور اکناف عالم میں بہتیرے مسلمان ہیں جو اسلام سے بالکل ناواقف ہیں - جن کی ناواقفیت کا حال اس بات سے ظاہر ہوگا - کہ ایک خط خواجہ صاحب کو ایک مسلمان کی طرف سے ... آیا کہ ہمارے ... چند مسلمان پہلوان آئے ہیں - وہ جب انکا ... لیتے ہیں - تو محمد علی اور محمد محمد کر کے نکلتے ہیں - کیا اس سے مولوی محمد علی صاحب تو مراد نہیں جنہوں نے ترجمۃ القرآن شائع کیا؟

غور کا مقام ہے کہ جن مسلمانوں کی واقفیت دینی کا یہ حال ہو کیا وہ ہماری ہمدردی اور تعلیم کی محتاج نہیں اور کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم ان کو اسلام کے اصولوں اور تعلیم سے واقف کریں؟ آج سے کئی سال پہلے حضرت مسیح موعود کو الہام ہوا تھا

چو دور خسروی آغاز کردند

مسلماں را مسلماں باز کردند

ہم تو حیران تھے - کہ اس کا کیا مطلب ہے مگر واقعات عالم نے دکھا دیا - کہ کس طرح آجکل مسلمانوں کو از سر نو مسلمان کرنے کی ضرورت ہے ۔

(۴)

غرض یہ کام اب تمام قوم کی متفقہ کوشش سے سرانجام پائیگا - محض خواجہ صاحب یا ایک دو آدمیوں کا نہیں - اور ابھی اس خدا کے فضل سے وقتاً فوقتاً ترقی ہو رہی ہے اس لئے قوم کے روشن خیال بزرگوں کو اس حالت پر غور کر کے فیصلہ کرنا چاہئے - اور ان بڑھتی ہوئی ضرورتوں کے لئے کوئی نیا قاعدہ نظام ہونا چاہئے ہمارے خیال میں اگر ہماری جماعت کے تعلیم یافتہ حضرات اپنے اپنے گھر پر کچھ تبلیغ کے لئے تیار ہوں تو نہائت موزوں ہے - اس کی بہترین تجویز یہ ہے کہ چند حضرات کچھ کتابیں اپنے زیر مطالعہ رکھیں کچھ مضمون نویسی سیکھیں اور پھر اپنی تعلیم و مطالعہ کے متعلق حضرت امیر ایدہ اللہ سے وقتاً فوقتاً مشورہ لیتے رہیں اور پھر اس مشورہ کے پابند ہو کر اس کے مطابق اپنے مطالعہ کو جاری رکھیں - اس سے وہ گھر بیٹھے ہوئے اپنے آپ کو تیار کر لینگے - اور جب ضرورت ہوگی - وہ باہر بھیجے جا سکتے ہیں ۔

مبلغین اسلام کی ضرورت

ہم ابھی مندرجہ بالا سطور کو مشکل سے ختم کر چکے تھے کہ ... کے ایک باحمیت اور بلند ہمت مسلمان کا ایک خط حضرت امیر کی خدمت میں پہنچا جس میں راقم خط نہائت الحاح سے مسلمان مبلغین کو بھیجنے کے لئے استدعا کرتا ہے - اور یہ اطلاع بھی دیتا ہے کہ وہاں کے مسلمانوں نے ... مصارف کے لئے کافی روپیہ جمع کر لیا ہے ۔

اس سے ہمارے ناظرین کرام اندازہ لگا سکتے ہیں کہ داعیان اسلام کی آجکل کس قدر ضرورت ہے اور ہم مسلمان اس قومی اور مذہبی ضرورت کو کہاں تک پورا کرنے کیلئے تیار کئے ہوئے ہیں ۔

غرض واقعات عالم بتا رہے ہیں کہ اب اشاعت اسلام کا وقت ہے اور اس میں بھی کلام نہیں کہ اشاعت اسلام کے ... سے جو جماعت اب تک وقف ہوئی ہے وہ احمدی قوم ہی ہے - اس لئے اب اسی سے کچھ توقع ہو سکتی ہے ۔

پنجاب کی حکومت

کسی گذشتہ اشاعت میں ہم ناظرین کرام یہ خبر سنا چکے ہیں کہ سر مائیکل اوڈوائر اپنے جلیل القدر عہدے سے سبکدوش ہو کر لفٹنٹ گورنری کا چارج سر ایڈورڈ میکلیگن کو سپرد کر چکے ہیں - غرض اب پنجاب کے حاکم سر ایڈورڈ میکلیگن ہیں - اور قدرتی طور پر باشندگان پنجاب اپنے نئے حاکم کے مذاق اور طرز حکومت کے متعلق کچھ سننے کے متمنی ہوں گے ۔

اگرچہ سر ایڈورڈ میکلیگن کو زمام حکومت ہاتھ میں لئے تقریباً ایک ہفتہ ہی ہوا ہے - اور ایسے مختصر عرصہ میں آپ کی پالیسی کے متعلق کوئی قطعی اور یقینی رائے قائم کرنا قبل از وقت ہے - مگر جہاں تک اخبارات کی آرا کو دیکھا جاتا یا لوگوں سے سنا جاتا ہے عام طور پر پنجاب ہز آنر کے متعلق نہایت خوش آئند امیدیں رکھتا ہے - کیونکہ ممدوح پنجاب میں کوئی نئے حاکم نہیں بلکہ آپ کی عمر کا ایک بڑا قیمتی حصہ پنجاب میں ہی گذرا ہے اور آپ ملک کے جذبات و حسیات سے خوب واقف ہیں اور نہ صرف واقف ہیں بلکہ ان کا جائز احترام کرتے ہیں ۔ ہم لاٹ صاحب کا نہایت ادب سے خیر مقدم کہتے ہوئے دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالے ان کو رعایا کی خوش آئند امیدیں پورا کرنے کی توفیق عنایت فرمائے اور رعایا کو بھی حکومت برطانیہ کے فیوض و برکات سے متمتع ہونے کے لئے امن عامہ قائم رکھنے کیلئے عقل و ہوش رحمت فرمائے - کہ ملک کی ترقی کے لئے امن عامہ نہائت ضروری ہے ۔

امیر اور اس کے مشیر

امیر امان اللہ آجکل شور... سے جس قسم کے ناعاقبت اندیش مشیروں کے ... میں پھنسا ہوا ہے - ان کا حال ایک واقف کار نے بیان کیا ہے - جس کا خلاصہ مطلب ان الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے کہ امیر خود تو ایک بالکل ناتجربہ کار نوجوان ہے اور اس کے گرد ایسے انجھول لوگ جمع ہیں جن کے ہاتھ میں وہ کٹھ پتلی کی طرح ہے ۔ اس وقت اس کے تین خاص مشیر ہیں :

(۱) سرنیل محمد شفیع جس کو اس نے ابھی ابھی جرنیل بنا دیا ہے

(۲) محمود طرزی جو فارس میں کئی سال تک معزور رہا

(۳) اور مدنام ...... رحمت اللہ یا برکت اللہ جو بہت سی باتوں میں ہردیال سے ملتا جلتا ہے ۔

ان اصحاب ثلاثہ کے حلقہ میں ڈاکٹر عبدالغنی کا اضافہ بھی کیا جا سکتا ہے - جو امیر کے مشیروں میں داخل ہو گیا ہے - عبدالغنی غالباً اعتدال پسند ہے - مگر پہلے تین اشخاص تو محض دیوانے ہیں ۔

چونکہ امیر نے کبھی افغانستان سے باہر قدم نہیں رکھا اور اس کی تعلیم بھی یک طرفہ ہی ہوتی رہی ہے - اس لئے وہ اس قابل نہیں کہ ان لوگوں کے خیالات و مقالات کی تردید کر سکے جو آجکل اس پر چھائے ہوئے ہیں - اور ممکن ہے کہ امیر نے اس بات کو سچ سمجھ کر ہندوستان پر حملہ کیا ہو کہ ہندوستان میں بغاوت پھیلی ہوئی ہے ۔

خواہ کچھ ہی ہو - اس میں شک نہیں کہ بغاوت ہند کے متعلق امیر کو دھوکا دیا گیا ہے - اور امید ہے - کہ برکت اللہ اور محمود طرزی کے متعلق بھی امیر کو جلدی معلوم ہو جائیگا - کہ وہ کس قسم کے لوگ ہیں؟

چودھویں صدی کا امام الزمان

"اہلحدیث" کے ایک کوہاٹی نامہ نگار نے ۱۶ مئی ۱۹ء کی اشاعت میں پھر اس اعتراض کو دہرایا ہے کہ (۱) مجدد والی حدیث ضعیف ہے کیونکہ بخاری اور مسلم نے اسکو روائت نہیں کیا - (۲) آنحضرت صلعم کی امت نے کوئی مذہبی فرائض ترک یا فراموش نہیں کئے کہ ہر سال مجدد کی ضرورت ہو - (۳) مرزا صاحب نے کوئی ایسا فرض

له اب شملہ تشریف لے گئے ہیں - (ایڈیٹر)

مریدین میاں صاحب کی اخلاقی و ایمانی حالت کا نمونہ

خطوط آمدہ از مالابار

(۱)

قبل ازیں ہم بتا چکے ہیں کہ مکرم حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ مالابار تشریف لے گئے ہیں۔ جہاں کی کثیر التعداد احمدی جماعت کا ایک بہت بڑا حصہ خدا کے فضل سے عقائد حقہ کو اختیار کرکے ہمارے ساتھ شامل ہو چکا ہے۔ میاں صاحب کی طرف سے ان لوگوں کو ہمارے ساتھ شامل ہونے سے روکنے کے لئے بہت سی کوششیں کی گئیں۔ اور مولوی غلام رسول راجیکی کو انہوں نے خاص اسی غرض کے لئے وہاں بھیجا تھا۔ مولوی صاحب کے ساتھ حکیم صاحب نے جس کامیابی کے ساتھ بحث و مناظرات کئے اور اپنا حق پر ہونا ثابت کیا۔ وہ ان اخلاق و اعمال سے ظاہر ہے جو مریدین میاں صاحب کا ہمیشہ سے آخری حربہ رہتے ہیں۔ حکام کے پاس جانا اور جھوٹی رپورٹوں کے ذریعہ سے فریق مقابل کو نیچا دکھانے کی کوشش کرنا۔ مریدین میاں صاحب کا آخری ہتھیار رہے اور اس ہتھیار کو انہوں نے مالابار میں بھی استعمال کرنے میں دریغ نہیں کیا۔ جیسا کہ ذیل کے خطوط سے ظاہر ہے جو وہاں کے مولوی غلام احمد صاحب ملیباری کی طرف سے موصول ہوئے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ وہاں کی جماعت پر ان کوششوں کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ اور وہ خدا کے فضل سے عقائد حقہ پر اور بھی سخت اور مضبوط ہو گئے ہیں امید ہے کہ ذیل کے خطوط ناظرین کرام کی دلچسپی کا موجب ہوں گے۔

(ایڈیٹر)

اصل خط عربی

يوم الجمعة ۲۲ شعبان ۱۳۴۳ هجری:

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين وصلى الله على محمد سيد المرسلين وخاتم النبيين وعلى آله واصحابه اجمعين۔

اما بعد: فالى حضرة امير المؤمنين سيدنا ومولينا المولوى محمد على المكرم ايده الله بنصره العزيز!

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته!

ان المولوى محمد حسين حبي في الله الملقب بمرهم عيسى لقيم معنا الى الآن في السلامة والعافية وقد ارسلنا اليكم خطوطا كثيرة ثم ما جاء جواب قط الى الآن ولذالك قلب المولوى مهموم وقلبنا من ذالك مهموم ثم لما تيقن للمولوى غلام الرسول الراجيكي وشيخ محمود ان ومن معى من الاحباب قد وافقنا فى عقائدكم وانتسبنا فى جماعتكم وطفقنا ان نرى الناس علو تهمها واغلوطاتها وخزعبلاتها المفترية الردية كاذان يكيدا وقاد المولوى محى الدين فخر الدين المليبارى ليفسد فى الارض وسعيا ووشيا عند بعض الحكام البرطانى ببهتان عظيم وافتراء اثيم وقالا ان هذا الرجل المسمى بمرهم عيسى من جناب افغانستان ومن المبلغين المفسدين فلما سمعنا هذا الخبر قلنا انه ارسله الينا امير المؤمنين مولينا المولوى محمد على المكرم لتبليغ المسالك الاحمدية كما جاء المولوى غلام الرسول الراجيكي وشيخ محمود ابن شيخ يعقوب لتبليغ المناسك المحمودية ثم اتخذ اردنا ان نشاع هذا الامر المكتوب فى الجرائد الاردوية والانگليزية ليرى الناس دنائتهم وما يا تكون وليعرف الناس انى ومن معى معكم ظاهرا وباطنا والحمد لله رب العالمين ومنهم سمعنا اليوم انهم يقولون ان مسيحنا المهدى افضل من خاتم الرسل وكفر عظيم قولنا كان امتيا لطه وكفر بعد كفر كامل وقد جعلوا فى حقه كلمة من يخالفه يصير كافرا فاضلوا وزعموا ان طه المصطفى متردد على وحيه ستا من الحين الا انهم قد اذنوا ان حفلة لهم مثل حج المناسك تحمل ومن قبل قالوا ان هذا امامنا نبى حقيقى وفى الوقت يجد وذى بنده حما سمعنا كثيرة وكلا نكر يا سيدى مفصل

غلام احمد بلینگاڈی مالاباری

ترجمہ

یوم جمعہ ۲۲ شعبان ۱۳۴۳ ہجری۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ علی محمد سید المرسلین وخاتم النبیین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

اما بعد

بخدمت حضرت امیر المومنین سیدنا ومولینا مولوی محمد علی صاحب بزرگوار ایدہ اللہ بنصرہ العزیز!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حبی فی اللہ مولوی محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ تا حال ہمارے پاس سلامت وعافیت سے رہتے ہیں اور ہم نے بہت سے خطوط جناب کی خدمت میں ارسال کئے ہیں۔ لیکن ان کا جواب ابھی تک نہیں آیا۔ جس کی وجہ سے مولوی صاحب اور ہم متفکر و مغموم ہیں۔

جب مولوی غلام رسول راجیکی اور شیخ محمود اس بارہ میں یقین ہو گیا کہ میں اور میرے احباب آپ کے عقائد کے ساتھ متفق ہو کر آپ کی جماعت میں داخل ہو گئے ہیں۔ اور دیکھا کہ ہم ۔۔۔۔۔۔ ان کی جھوٹی دربا طل فریب بیہودہ باتوں کو لوگوں پر آشکارا کرنے لگے ہیں تو انہوں نے یہ کہا کہ مولوی محی الدین فخر الدین ملیباری کو فساد کرنے کے لئے برانگیختہ کیا۔ اور دونوں نے سلطنت برطانیہ کے ایک حاکم کے پاس جا کر بڑا بھاری بہتان اور گھناؤنا افترا کا اظہار ان الفاظ میں کیا۔ کہ یہ شخص مسمی مرہم عیسیٰ ملک افغانستان کا باشندہ ہے اور فساد پھیلانے والا مبلغ ہے پس جب ہم نے یہ خبر سنی تو ہم نے کہا۔ کہ اصل بات یوں ہے۔ کہ اس شخص کو ہمارے پاس امیر المومنین حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب نے احمدیت کی تبلیغ کی غرض سے بھیجا ہے۔ جیسا کہ مولوی غلام رسول راجیکی اور شیخ محمود بن شیخ یعقوب علی مناسک محمودیہ کی اشاعت کرنے آئے ہیں۔ پھر ان لوگوں کی یہ حالت دیکھ کر ہم چاہتے ہیں۔ کہ اس امر کی اشاعت انگریزی و اردو اخباروں میں کی جائے تاکہ عوام الناس ان لوگوں کے جھوٹ مکروفریب کی تجارت کا ملاحظہ کریں اور تاکہ یہ بھی معلوم ہو جاوے کہ میں اور میرے ساتھ کے احباب آپ کی جماعت میں شامل ہیں والحمد للہ العلمین۔

(۱) آج ہم نے ان میں سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہمارا مسیح و مہدی خاتم الرسل سے افضل ہے (۲) اور امت کو نبی کریم صلعم کی امت کہنا بڑا بھاری کفر ہے۔ (۳) انہوں نے مسیح موعود کے حق میں ایک کلمہ بنا دیا ہے اور جو شخص اس کلمہ سے انکار کرتے ہیں اس پر کفر اور ارتداد کا فتوے لگاتے ہیں (۴) انکی زٹلیات میں کہ ایک یہ بھی کہ نبی کریم صلعم چھ سال اپنی وحی کے بارہ میں متردد رہے۔ اور نہ سمجھے (۵) انہوں نے مالابار میں حج ۔۔۔۔ ایک بڑا جلسہ قائم کیا جائیگا (۶) اور اس سے پیشتر انہوں نے یہ کہا کہ یہ ہمارا امام نبی حقیقی ہے اور ایک وقت میں یہ امر کھل جائیگا۔ (۷) اے میرے سردار یہ چند باتیں ان بہت سی باتوں میں سے ہیں جو ہم نے سنی ہیں اور عنقریب یہ باتیں تفصیلاً بیان کریں گے۔

غلام احمد بلینگاڈی مالاباری۔

(۲)

اقتباس از خطوط مولینا حاجی غلام احمد صاحب مالاباری

ومن خدعاته التي حيلها عندنا ماقال انه كتب مسيحنا المهدى فى الجزء الخامس من براهينه من انه احباب الهمهم ما تاملوا فى معنى النبى الحقيقى الخ فقال انه اظهر بهذه العبارة ان معناه ليس كذالك بل معناه انهم ما تاملوا فى معناه الحقيقى لعلموا ان شرط عدم الامتية لازم فى معناه الحقيقى واما معناه الصرف اى اللغوى اعنى غير المقيد بالحقيقى لا يشترط فيه عدم الامتية بل يجوز الجمع بينهما۔ اى معناه العرفى والامتية فى رجل واحد فلا تناقض للاحاديث۔ فليس الامام بن النبى الحقيقى لا يكون من الامة امتيا ولا حرج فى كون رجل امة مع وجود معنى النبى اللغوى فيه وهذا جوابه للمخالفين جوابا شافيا كافيا وان كان معناه كما قلتم ايها المولوى غلام الرسول لا يكون جواب الامام علاجا لامراض قلوبهم وقد كان سوالهم فى معنى ان النبى كيف يكون امتيا وان الامة كيف يكون نبيا فاجاب انهم ما تاملوا فى معنى النبى الحقيقى وان تاملوا فى معناه الحقيقى لفهموا ان يجب عدم كون رجل من الامة حق اذ كان نبيا حقيقيا لا اذا كان نبيا لغويا وبينت مثل ذلك الى صور كثيرة فى لسان العرب فما سمع المولوى غلام الرسول خرج ذاهبا من المسجد ومغاضبا بالقلب۔

وجرى بيننا وبين المولوى غلام الرسول تنازع فى امر البهشتى ۔۔۔۔۔ من كتاب الوصية ان البهشتى موضع من مواضع قبرستان لا جميعه، فتسمية جميعه مقبرة البهشتى من تسمية الكل باسم الجزء تغليبا كما التسمى كتابه الخطبة الالهامية بالخطبة الالهامية ومعلوم انه الهم اليه حصة منها لا جميعها ۔۔۔۔۔ ويا مولينا انا نريد ان تكتبوا فى پيغام صلح ما كتب اليكم ولكن نوافقكم فى جميع العقائد ونتق ما علمنا من كتبكم۔

اور اس نے اپنی دغا بازیوں میں سے (مولوی غلام رسول راجیکی حال وارد مالابار) ایک یہ حیلہ سازی کی ہے۔ یعنی اس عبارت سے دھوکہ دینے لگا۔ کہ حضرت مسیح موعود و مہدی معہود نے براہین احمدیہ کی جلد پنجم میں یہ تحریر کیا ہے جہاں آپ نے ان الفاظ میں جواب دیا ہے کہ نبی کے حقیقی معنوں پر انہوں نے غور نہیں کیا۔ ۔۔۔ پس اس سے اس نے یہ نتیجہ نکالا کہ حضرت صاحب نے اس عبارت سے یہ ظاہر کیا ہے کہ آپ حقیقی نبی ہیں۔ پس میں نے کہا کہ اس عبارت کے معنے یہ نہیں ہیں۔ بلکہ اس کے معنے یہ ہیں کہ لوگوں نے نبی حقیقی کے معنوں پر غور نہیں کی یعنی اگر وہ حقیقی معنوں پر غور کرتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ امتی کا نہ ہونا حقیقی معنوں کے ساتھ لازم ہے۔ اور صرف لغوی معنوں یعنی وہ معنی جو حقیقی کے ساتھ مقید نہیں ہیں ان میں امتیت کا نہ ہونا شرط نہیں۔ بلکہ دونوں کے درمیان جمع جائز ہے یعنی لغوی معنوں اور امتیت کا ایک ہی شخص میں پایا جانا۔ پس احادیث میں کوئی تناقض نہیں۔ امام ہمام علیہ السلام نے یہ بیان فرمایا ہے کہ نبی حقیقی امت میں ایک امتی نہیں ہوتا اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایک شخص امتی بھی ہو اور لغوی نبی کے معنی بھی اس میں پائے جاویں۔

اور یہ آپ کا مخالفین کے لئے ایک شافی اور کافی جواب ہے اور اے مولوی غلام رسول صاحب اگر اسکے یہ معنے ہوں جو آپ نے کئے ہیں تو پھر امام علیہ السلام کا جواب لوگوں کے دلوں کی بیماریوں کا علاج نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ ان کا سوال یہ تھا کہ نبی امتی کیسے اور امتی نبی کیسے ہو سکتا ہے۔ پس حضور نے جواب دیا کہ مخالفین نے نبی حقیقی کے معنوں پر غور نہیں کی اگر حقیقی معنوں پر غور کرتے تو سمجھ جاتے کہ ایک شخص کا امتی نہ ہونا اس حالت میں درست ہے۔ جبکہ نبی حقیقی ہو نہ جبکہ لغوی نبی ہو اور ایسی مثالیں مختلف صورتوں میں زبان عرب میں بیان کی گئی ہیں یہ سن مولوی غلام رسول نے اسے تسلیم کیا اور مسجد سے غصے میں آکر نکل گیا۔

اور ہمارے اور مولوی غلام رسول کے درمیان مقبرہ بہشتی کے بارہ میں تنازع ہوا ۔۔۔۔۔ لفظ پڑھا نہیں گیا جس کا غالباً مطلب یہ ہے کہ) کہ ہم نے کتاب الوصیت سے ثابت کیا کہ قبرستان کی جگہوں میں بہشتی ایک جگہ ہے۔ نہ کہ سب کا سب قبرستان ہی بہشتی ہے، پس تمام قبرستان کا نام مقبرہ بہشتی رکھنا اسی طرح ہے جیسا کہ جزء پر تغلیب کی وجہ سے کل کا اطلاق کر دیتے ہیں۔ اس کی مثال کے طور پر جیسا کہ حضرت صاحب کی ایک کتاب کو خطبہ الہامیہ کہتے ہیں حالانکہ سب جانتے ہیں کہ حضرت صاحب کو اس کتاب کا ایک حصہ الہام ہوا۔ نہ کہ سب کی سب کتاب ۔۔۔۔۔ اے مولینا ہم چاہتے ہیں جو کچھ ہم آپکو لکھتے ہیں اسے آپ اپنے اخبار پیغام صلح میں شائع کریں۔ اور ہم آپ سے تمام عقائد میں موافق ہیں جیسا کہ ہم نے آپ کی کتب سے آپ کے عقائد کو معلوم کیا ہے

مراسلات

مسیح موعود علیہ السلام کی آخری تحریرات

اور

عقیدہ نبوت

مجھکو معلوم ہوا ہے۔ کہ سید صادق حسین صاحب اٹاوہ بھی اپنی سابقہ تحریرات پر جو اتمام البرہان پر بحیثیت ریویو لکھ چکے ہیں اب قائم نہیں رہے۔ بڑی تعجب کی بات ہے سال ۱۹۰۸ء میں جناب مسیح موعود علیہ السلام نے وفات پائی اس لئے ہم اس آخری زمانہ کی تحریرات پر جو درباره نبوت ہیں غور کرتے ہیں۔

(۱)۔ (ڈائری۔ وفات سے قریباً ۲۰ گھنٹے پہلے کی تقریر) لاہور ۲۵۔ مئی ۱۹۰۸ء بوقت ظہر

مسئلہ نبوت

میں نے اپنی طرف سے کوئی اپنا کلمہ نہیں بنایا۔ نہ نماز علیحدہ بنائی۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو دین و ایمان سمجھتا ہوں۔ یہ نبوت کا لفظ جو اختیار کیا گیا ہے صرف خدا کی طرف سے ہے۔ جس شخص پر پیشگوئی کے طور پر خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی بات کا اظہار بکثرت ہو۔ اُسے نبی کہا جاتا ہے خدا کا وجود خدا کے نشانوں کے ساتھ پہچانا جاتا ہے۔ اسی لئے اولیاء اللہ بھیجے جاتے ہیں۔ مثنوی میں لکھا ہے ؎

آں نبی وقت باشد اے مرید

محی الدین ابن عربی نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ حضرت مجدد نے بھی یہی عقیدہ ظاہر کیا ہے۔ پس کیا سب کو کافر کہو گے۔ یاد رکھو یہ سلسلہ نبوت قیامت تک قائم رہیگا"

مجدد کی ضرورت

اس سرحدی نے سوال کیا کہ دین میں کیا نقص رہ گیا جس کی تکمیل کے لئے آپ تشریف لائے۔ فرمایا۔ احکام میں کوئی نقص نہیں۔ نماز۔ قبلہ۔ زکوٰۃ۔ کلمہ وہی ہے کچھ مدت کے بعد ان احکام کی بجا آوری میں سستی پڑ جاتی ہے۔ بہت سے لوگ توحید سے غافل ہو جاتے ہیں۔ تو وہ اپنی طرف سے ایک بندے کو مبعوث کرتا ہے۔ جو لوگوں کو از سر نو شریعت پر قائم کرتا ہے۔ سو برس تک سستی ہو جاتی ہے۔

(البدر نمبر ۲۳ جلد ۷ - ۱۱ جون ۱۹۰۸ء)

اب انصاف سے ان مثالوں میں غور کرو۔ مولوی روم محی الدین ابن عربی اور مجدد سرہندی کا کلام محدثیت محمدیہ میں محدثیت قائم کرتا ہے۔ یا نبوت مستقلہ۔ پھر جس سلسلہ نبوت کا قیام قیامت تک فرماتے ہیں۔ تم چودہ سو سال میں ایک پیش کرنے سے کچھ تو شرماؤ۔ اور عقل کرو۔

(۲) (از البدر نمبر ۲۵ - جلد ۷ - صفحہ ۹ - ۲۵ جون ۱۹۰۸ء)

"یہ الزام کہ میں نبوت کا دعوے کرتا ہوں۔ اور مجھے فکر پڑی ہوئی ہے کہ میں الگ قبلہ بناؤں۔ اور نئی شریعت ایجاد کروں۔ ان تہمتوں کا جواب بجز لعنۃ اللہ علی الکاذبین اور کیا دوں۔ میرا دعوے تو صرف یہ ہے۔ کہ چونکہ دین زندہ ہے۔ اس لئے ہر صدی کے سر پر موجودہ مفاسد کے لحاظ سے مصلح پیدا ہوتا ہے۔ جس سے خدا مکالمہ مخاطبہ کرتا ہے جب خدا کسی سے بکثرت ہمکلام ہو۔ اور اپنی غیب کی باتیں کثرت سے اُس پر ظاہر کرے تو یہ نبوت ہے۔ مگر یہ حقیقی نبوت نہیں۔ نبیاء کا لفظ خود اس پر شاہد ہے۔ انباء کے معنے ہیں خدا سے خبر پا کر پیشگوئی کرنا۔ میرا یہ ہرگز دعوے نہیں۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے الگ ہو کر میں نبی ہوں۔ تم جسے مکالمہ الٰہی کہتے ہو۔ ہم اُسے نبوۃ کہہ دیتے ہیں۔ یہ لفظی نزاع ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ قولوا انہ خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہ۔ اگر اسلام میں نبوۃ (خدا سے الہام و کلام پانا) نہیں تو پھر آپ لوگوں کے پاس کوئی مابہ الامتیاز نہیں۔ اور آپ کوئی نصرت الٰہی کا نشان نہیں دیکھ سکتے۔ جس باغ میں آبپاشی نہ ہو وہ آخر ویران ہو گا۔ جس دین میں وحی نہیں وہ بھی ایک دن تباہ ہو گا۔ حضرت مجدد سرہندی بھی ایسے مکالمہ کے قائل ہیں ... عربی میں نبوۃ کے سوا اور کیا کہیں گے۔ تعجب ہے کہ جب یہی بات پنجابی میں کہی جائے تو مانتے ہیں۔ اور جب پنجابی کی بجائے عربی لفظ اختیار کیا جائے تو نہیں مانتے۔ اگر یہ تعصب نہیں تو اور کیا ہے"

(البدر نمبر ۱۹ و ۲۰)

"ہم نے ان معنوں میں کوئی دعوے رسالت نہیں کیا جیسا کہ بدگمان لوگ لوگوں کو بہکاتے ہیں۔ اور جو کچھ ہمارا دعوے ملہم اور منذر ہونے کا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی متابعت کا ہے۔ وہی ہمیشہ سے ہے۔ آج کوئی نیا نہیں ۲۴ سال سے یہ الہام ہے۔ جری اللہ فی حلل الانبیاء

اتمام البرہان بر سید صادق حسین صاحب اٹاوہ کا ریویو

(۱) حضرت اقدس میرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی یہی مذہب ہے۔ کہ کوئی وحی الہام و کشف جو کتاب و سنت کے مطابق نہ ہو۔ ہرگز ماننے اور عمل کرنے کے قائل نہیں

(۲) وحی رسالت کے منقطع ہو جانے کے لئے تو بیشک یہ وجہ موجود ہے۔ کہ تکمیل شریعت کے بعد عقلاً اس کی کوئی ضرورت نہیں رہی۔ مگر اسرار شریعت سمجھنے کے لئے وحی ولایت کس بناء پر منقطع مانی جاوے۔

(البدر نمبر ۱۲ صفحہ ۱ - ۲۶ - مارچ ۱۹۰۸ء)

(۳) کیا آپ صاحبوں کو خبر نہیں۔ کہ صحیحین سے ثابت ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس امت کے لئے بشارت دی ہے کہ اس امت میں پہلی امتوں کی طرح محدث پیدا ہونگے اور محدث بفتح دال وہ لوگ ہیں جن سے مکالمات و مخاطبات الٰہیہ ہوتے ہیں۔ ...... ابن عباس کی قرأت میں آیا ہے۔ وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی ولا محدث الخ ......

پس اس آیت کے رو سے جس کو بخاری نے بھی لکھا ہے محدث کا الہام یقینی اور قطعی ثابت ہوتا ہے۔ (البدر نمبر ۱۶ - ۲۳ اپریل ۱۹۰۸ء)

(۴) مولانا اسمعیل صاحب شہید اپنے پیر و مرشد حضرت سید احمد صاحب بریلوی کی نسبت منقولات عشرہ میں فرماتے ہیں:۔

"حضرت ما را وحی می شد" - (البدر نمبر ۱۶ - ۲۳ اپریل ۱۹۰۸ء مسیح موعود)

(۵) خلیفہ راشد نبی حکمی است۔ ہر چند فی الحقیقت بپایۂ رسالت نرسیدہ۔ فاما منصب خلافت چندے از احکام انبیاء اللہ بر وے جاری گردانیدہ" (منصب امامت صفحہ ۶۳) - (البدر نمبر ۶ - ۲۰ - فروری ۱۹۰۸ء)

(۶) خلیفہ راشد سایۂ رب العالمین است و ہمسایۂ انبیاء و مرسلین و سرمایۂ ترقی دین است و ہمپایۂ ملائکہ مقربین۔ مرکز دائرۂ امکان و مغز جمیع اکوان - افسر ارباب عرفان است۔ و سردفتر افراد انسان - دل او عرش تجلی رحمان است۔ و سینۂ او دریائے رحمت بیکران الخ ...... (منصب امامت مولوی اسمعیل شہید)

(۷) مولوی روم صاحب بھی امت محمدیہ میں جزئی نبی کا آنا مانتے ہیں۔ اور اسکو نبی الوقت لکھتے ہیں چنانچہ مرشد کے حق میں فرماتے ہیں:۔

اے شہنشاہ ... ...

تا از و نور نبی آید پدید

الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ (منتخب مثنوی صفحہ ۱۲ کانپور) - (البدر ۱۹۰۸ء)

(۸) دلائل مذکورہ بالا سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی اور رسول ہو سکتے ہیں۔ مگر وہ شریعت محمدیہ کے تابع اور امت محمدیہ میں داخل یعنی صاحب جزئی نبوت و رسالت ہوں گے ...... حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم اور دعوے بھی یہی ہے۔ چنانچہ توضیح مرام کے صفحہ ۱۸ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"اگر یہ اعتراض پیش کیا جائے۔ کہ مسیح کا مثیل بھی نبی چاہیئے کیونکہ مسیح نبی تھا تو اس کا اول جواب تو یہی ہے۔ کہ آنے والے مسیح کے لئے ہمارے سید و مولیٰ نے نبوت شرط نہیں ٹھہرائی۔ اور صاف طور پر یہی فرمایا ہے کہ وہ ایک مسلمان ہو گا۔ اور عام مسلمانوں کے موافق شریعت فرقانی کا پابند ہو گا۔ اور اس سے زیادہ کچھ بھی ظاہر نہیں کرے گا۔ کہ میں مسلمان ہوں اور مسلمانوں کا امام ہوں۔ ماسوا اس کے اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ یہ عاجز خدا تعالیٰ کی طرف سے اس امت کے لئے محدث ہو کر آیا ہے۔ اور محدث بھی ایک معنے سے نبی ہوتا ہے۔ گو اس کے لئے نبوت تامہ نہیں مگر تاہم جزئی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے۔ کیونکہ وہ خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کا شرف رکھتا ہے۔ امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں"۔ (البدر نمبر ۷ - ۲۰ فروری ۱۹۰۸ء)

یہ آخری تحریرات اُن ایام کی ہیں جن ایام کے قریب جناب مسیح موعود علیہ السلام نے وفات پائی۔ اب انصاف سے ان تحریرات کو دیکھو۔ ان میں محدث ہونے کا دعوے ہے۔ اس سے کچھ بڑھکر نہیں۔ اور صاف لفظوں میں تشریح کی۔ کہ تم جسے مکالمہ الٰہی کہتے ہو ہم اُسے نبوت کہتے ہیں۔ مگر یہ حقیقی نبوت نہیں۔ یہ جزئی نبوت ہے اور محدث بھی جزوی نبی ہوتا ہے۔ خدا اس کے ہمراہ ہمکلام ہوتا ہے۔

مجدد سرہندی بھی اس کے قائل ہیں۔ پھر پنجابی اور عربی کی مثال دی۔ کہ پنجابی الفاظ میں خدا سے خبر پا کر پیشگوئی کرنے کو اور خدا سے ہمکلام ہونے کو تم مانتے ہو۔ وہی ہمکلام ہونا عربی میں نبوت کہلاتا ہے۔ اور ہم عربی الفاظ استعمال کرتے ہیں تو تم نہیں مانتے۔

میں حیران ہوں کہ سید صادق حسین صاحب کے لئے سال ۱۹۰۸ء کے بعد وہ کون سے دلائل غالب مہیا ہو گئے۔ کہ وہ ان دلائل کی تقویت اور بنا پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو محدث سے بڑھکر نبی حقیقی ماننے لگے ہیں۔ مہربانی کر کے وہ دلائل بیان کریں۔ جو "اتمام البرہان" پر ریویو کرتے ہوئے اُن کو مستحضر نہ تھے۔ بعد اس کے میاں صاحب کی صحبت میں بیٹھکر اُن کو معلوم ہو گئے۔ ۱۹۰۸ء کے ریویو والے دلائل میں وہ تو ایسے مؤکد بالدلائل و براہین۔ قرآن و حدیث و اقوال مجددین و علمائے ربانیین ہیں۔ کہ اس سے بڑھکر مسکت للخصم کوئی دلائل نہیں ہو سکتے۔ اور وہ تو عقیدہ محدث کو ظاہر ہیں۔ نبوت کا عقیدہ تو اس سے مستنبط نہیں ہو سکتا خیال فرما دیں کہ ایک شخص اسی زبان سے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو ہی نبی کہتا ہے۔ اور اسی زبان سے اپنے آپ کو بھی نبی کہتا ہے۔ اور مدعی نبوت پر لعنۃ اللہ علے الکاذبین بھی کہتا رہتا ہے اور کہتا ہے کہ آخری مسیح کے لئے ہمارے سید و مولیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کو شرط نہیں ٹھہرایا ہے۔ تو اگر اس کی کلام سے یہ سمجھا جاوے۔ کہ وہ مدعی نبوت حقیقی ہے اور اُس کی نبوت اور انبیاء سابقین کی نبوت میں اصل فرق نہیں تو ایسے شخص کو نبی تو درکنار تمام لوگ مخبوط الحواس کہیں گے یا جاہل قرار دیں گے۔ العیاذ باللہ۔

خاکسار - نذر علی از پشاور -

رسید زر

چندہ ماہوار احمدیہ انجمن اشاعت اسلام شملہ بابت فروری

معرفت شیخ الدین صاحب

جناب مولوی عبدالرحمن صاحب اسسٹنٹ میڈیکل ... [illegible]

جناب شیخ عبدالحق صاحب سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت ... [illegible]

مخدوم محمد اشرف صاحب بی۔ اے۔ میڈیکل ... [illegible]

شیخ اللہ دین صاحب کمپوزیٹر گورنمنٹ سنٹرل پریس [illegible]

مولوی عبدالحق صاحب کلرک ... گورنمنٹ ... [illegible]

بابو خضر محمد صاحب ریڈر گورنمنٹ سنٹرل پریس [illegible]

شیخ امیر الدین صاحب کلرک ڈائرکٹر جنرل ملٹری ورکس [illegible]

ماسٹر نور محمد صاحب کلرک ڈائرکٹر جنرل انڈین میڈیکل سروس [illegible]

مولوی عبدالرحمن صاحب کی معرفت چندہ

شیخ اسلام الدین صاحب ریڈر گورنمنٹ سنٹرل پریس [illegible]

شیخ محمد لطیف صاحب کلرک کوارٹر ماسٹر جنرل برانچ [illegible]

شیخ عبدالعزیز صاحب کلرک [illegible]

بابو امیر علی صاحب محکمہ کرسن اینڈ انڈسٹری [illegible]

منشی عبداللطیف صاحب کمپوزیٹر گورنمنٹ سنٹرل پریس [illegible]

شیخ الہ دین صاحب کمپوزیٹر گورنمنٹ سنٹرل پریس [illegible]

میزان کل [illegible]

اقتباسات

عرب قدیم کا تمدن بابل و اشور و مصر کی تمدنوں سے قدامت میں کچھ کم نہیں ہے

(پیسہ اخبار اشاعت مورخہ ۱۴ / مئی ۱۹۱۹ء)

قدیم معلومات کا ذریعہ

انیسویں صدی عیسوی میں تاریخی معلومات کا ایسا سامان جو قدامت میں بابل و مصر کے تاریخی دفتروں کو بھی مات کرے ملک عرب سے دستیاب ہوا ہے۔ اور امید کی جاتی ہے کہ اس ملک سے اس قسم کی تاریخی اسناد اور بھی دستیاب ہوں۔ عرب اُن ملکوں میں ہے جس کا علم غیر ملک والوں کو ہمیشہ کم رہا ہے۔ اور جس تک غیروں کی رسائی شاذونادر وقوع میں آئی ہے زیادہ عرصہ نہیں گذرا کہ یورپ کے چند سیاح انکشافات علمی کے شوق میں جانوں کو ہتھیلی پر رکھکر اس ملک کے اندرونی حصوں میں پہنچ گئے۔ اور پرانے ویران شہروں کے موقعے دریافت کرکے اُن کی عمارات شکستہ پر جو کتبے (جنکو مورخین عرب نے مسند یا مساند سے تعبیر کیا ہے) دیکھے۔ اُن کی نقلیں لیکر وطن کو واپس آئے جہاں اُن کے پڑھنے اور مطالب سمجھنے کے لئے بڑے بڑے ذہین دماغ مصروف ہو گئے۔ ڈاکٹر گلیسر نے تین مرتبہ جنوبی عرب میں آثار قدیمہ کے متعلق تحقیقات کی اور ایک ہزار اکتیس کتبوں کی نقلیں اتار کر ولائت کو لائے۔ جب یہ مساند بڑی سعی و کوشش کے بعد پڑھی گئیں۔ تو معلوم ہوا کہ عرب قدیم کی تاریخ کے متعلق اُن سے بڑی بیش بہا معلومات حاصل ہوتی ہے۔

تمدن عرب کا اثر تاریخ عالم پر

ڈاکٹر گلیسر نے جو نقول مساند کی حاصل کیں۔ اُن کی اور دیگر کتبوں کی مدد سے اتنا ہوا کہ عرب قدیم کی قوموں اور اُن کے اعلےٰ تمدن اور وسیع تجارت کی نسبت جو مشتبہ اور مجمل روایات چلی آتی ہیں۔ وہ صاف و روشن صورت اختیار کرکے ایک خاص درجہ یقین تک پہنچ گئیں۔ پروفیسر سلسی جو آثار قدیمہ سے تاریخی معلومات مستنبط کرنے میں مشہور دقیقہ شناس ہے۔ ایک جگہ لکھتا ہے کہ " جزیرۃ العرب جس کے عہد سلف پر اب تک اندھیرا چھایا تھا۔ حال کی تحقیقات سے دفعتاً روشن ہوگیا ہے۔ اور اب صاف نظر آتا ہے کہ ہادی عرب صلعم کے ظہور سے ہزارہا برس پہلے اس ملک میں بڑی بڑی سلطنتیں تھیں۔ علم و ہنر کا چرچا تھا۔ دولت و تجارت کثرت سے تھی۔ ایسی حالت میں ممکن نہیں کہ عہد سلف میں جزیرۃ العرب نے تاریخ عالم پر اپنا اثر نہ پہنچایا ہو"

ملک سبا

ناظرین توراۃ کو اس تاریخ پیشین کی سب سے پہلی جھلک ملکہ سباء اور حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی ملاقات کے تذکرے میں نظر آئی۔ توراۃ مقدس میں کتاب سلاطین کے مؤلف نے اس ملک زادی کو ایک مشہور متمدن و پر ہیبت سلطنت کی ملکہ لکھا ہے۔ گو یہ نہیں کہہ سکتے کہ مؤلف نے جس کی تالیف صدہا برس بعد کی ہے۔ اس واقعہ کو درحقیقت یقین کیا تھا سچ سمجھکر یا محض ایک مشہور عام بات سنکر لکھدیا۔ مگر جن تحائف کا ذکر کیا گیا ہے کہ ملکہ سباء نے جناب سلیمان کو نذر میں پیش کئے۔ اُن سے ثابت ہوتا ہے کہ جس ملک کی یہ ملکہ تھی وہ سوائے عرب کے اور عرب میں سوائے یمن کے دوسرا ملک نہ تھا۔ یمن ہی کو قدیم زمانہ میں سباء کہتے تھے۔ اور اس ملکہ کی حکومت اور اُس کے تجارتی تعلقات سمندر پار سامنے کے ساحل حبشہ اور ارض سومالی میں بھی بلکہ مشرقی ساحل افریقہ پر جنوب کی سمت میں دُور تک موجود تھے۔ نیز اشوری کتبوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ سباء آٹھویں صدی قبل مسیح میں ایک بڑی سلطنت تھی۔ اور اس قدر وسیع تھی کہ شمال میں اُس کی حدود سلطنت نینوا سے جنکہ تگلاتھ پلیسر اور سرگن ثالث اُس کے فرمانروا تھے ملحق تھی۔ ان سلاطین نینوا کے زمانہ میں سباء کی سلطنت کوئی ... نیز کتاب پیشین سے ثابت ہے کہ دولت سباء بابل و مصر کی سلطنتوں کی طرح چھوٹی چھوٹی شہری ریاستوں کے اجتماع سے (جس کے حاکم سیاسی اور دینی دونوں طرح کے اختیارات رکھتے تھے)۔ آخرالامر ایک بڑی باعظمت حکومت بن گئی تھی۔ شہری ریاستوں کے حاکم امور دینی و دنیوی دونوں کے ہادی و سردار مانے جاتے تھے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اُس کا ابتدائی طرز سیاست ایک مذہبی نظم حکومت تھا۔ اور ارض اشور میں جس طرح اشور کو ایک معبود مان لیا تھا۔ اسی طرح سباء کو بھی ایک معبود مان لیا تھا۔

سلطنت معین

مساند عرب سے ثابت ہوتا ہے کہ گو سباء کی سلطنت بہت پرانی تھی۔ لیکن یمن میں وہ سب سے پرانی سلطنت نہ تھی۔ بلکہ ایک اور پرانی قوم اور پرانی سلطنت کے زوال پر وہ وارث حکومت ہوئی تھی۔ اس قوم و سلطنت دیرین کا نام معین تھا۔ جس کو قدیم مورخین یونان نے مینین لکھا ہے اس وقت تک عرب کے مساند میں بتیس سبائی یا معینی بادشاہوں کے نام پڑھے گئے ہیں۔ حالانکہ یہ کتبے تعداد میں ابھی تک مصر و بابل کے کتبوں سے کم ہیں۔ عرب کے بعض کتبوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ معینی سلاطین کی حکومت جنوبی عرب ہی تک جہاں ان کا پایۂ تخت تھا محدود نہ تھی۔ بلکہ تمام جزیرۃ العرب شام و مصر کی سرحدوں تک پھیلی ہوئی تھی۔ ان سلاطین میں تین بادشاہوں کے نام ان کتبوں میں پڑھے گئے ہیں۔ جو تیما میں دستیاب ہوئے۔ تیما عرب کا وہی مقام ہے جسکو توراۃ میں تما لکھا ہے۔ اور یہ مقام اُس راستہ پر واقع ہے۔ جو عرب سے دمشق اور جزیرہ نمائے سینا کو جاتا ہے۔ جنوبی عرب میں پتھر کی ایک لوح دیکھی گئی۔ جو خدائے اشتر کی حمد و ثنا میں نصب کی گئی تھی۔ ہم منت گذار ہیں خدائے اشتر کے جس نے ہم کو اس لڑائی سے نجات دی جو مذی اور مصر کے درمیان ہوئی تھی۔ اور اُس لڑائی سے نجات بخشی جو جنوب اور شمالی تا جدار مل میں ہوئی اور ہم سلامت گذار ہیں۔ اس لئے کہ ان لڑائیوں سے فارغ ہوکر سلامتی کے ساتھ اپنے شہر قرناؤ میں واپس آگئے" جن لوگوں نے یہ کتبہ نصب کیا تھا۔ وہ اسی کتبہ میں اپنی نسبت لکھتے ہیں۔ کہ ہم معین کے بادشاہ ابی یدع ینیع کے ماتحت تھے اور اس کی طرف سے تستر اور اشور اور دریا پار کے حاکم تھے۔ مصر کی یادگاروں میں تستر اکثر اس قلعہ سے مراد لی گئی ہے جو سرحد مصر پر عرب کی زمین میں جہاں سے نہر سوئیس (سویز) نکلی ہے۔ واقع تھا۔ ایک اور مسند عرب میں مقام غزہ کا ذکر آیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ سلاطین معین کی حکومت ارض ادوم میں بھی تھی۔ اور فلسطین اور قرب و جوار فلسطین کی قوموں سے بھی دولت معین کے مراسم تھے۔ ایسی وسیع سلطنت میں تجارتی راستوں کی حفاظت کے لئے قلعے اور بڑے بڑے متمول شہر جابجا بلاشبہ قائم کرنے ضروری ہوئے ہوں گے۔ مدتوں سے مشرق کا مال تجارت کی غرض سے مغربی ملکوں میں آیا کرتا تھا۔ یہ مال کچھ تو بحر فارس اور بحر قلزم کے رستے آتا تھا۔ اور کچھ ان دونوں سمندروں کے خاتمہ پر اُتر کر کچھ دُور خشکی طے کر کے بحر متوسط میں پہنچا تھا۔ اسی طرح مال کی آمدورفت ایشیاء کی زمین کاروانی راستوں سے بھی ہوا کرتی تھی۔ ان ہی راستوں میں سے بعض راستوں پر جب یہوده کے بادشاہ حضرت سلیمان نے صور کے بادشاہ کی مدد سے قبضہ کر لیا تو کچھ زمانہ کے لئے یہوده کی بادشاہی کو بہت عروج ہوگیا۔ اہل مصر اور اہل اشور اور قوم حتی کے درمیان جس قدر لڑائیاں ہوئیں اکثر کی وجہ یہی تجارت کے راستے تھے۔ جنکو ہر ایک اپنے قبضہ میں رکھنا چاہتا تھا۔

عرب کی مخصوص اشیائے تجارت

اس بین الاقوامی تجارت کے لئے ملک عرب کا موقع اہل عرب کے حق میں نہایت مفید تھا کیونکہ یہ ملک مشرقی و مغربی ملکوں کے وسط میں واقع تھا۔ بڑے بڑے لقود اور ریگ زاروں کیوجہ سے جن میں سے گذرنا مشکل تھا۔ دشمنوں سے اسکی حفاظت میسر تھی۔ اور جو سمندر اُس سے ملحق تھے۔ وہ بھی اس طرح واقع تھے۔ کہ ساحل کی آبادیاں اور اس کے سامنے جو سمندر پڑتا تھا سب دشمن کی زد سے بچے ہوئے تھے عرب کے جنوبی اصلاع کو بڑا نفع یہ حاصل تھا کہ ان میں ایسی چیزوں کی پیداوار بکثرت تھی جس کی اُس زمانہ میں بڑی مانگ تھی اور جو سونے سے بڑی قیمت تھی۔ بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ جنوبی عرب کے سوا یہ چیزیں اور کہیں میسر ہی نہ تھیں۔ یہ وہ نباتی یا جمادی چیزیں تھیں جن کے جلانے یا پیسکر ملنے سے خوشبو پیدا ہوتی تھی ... میں کہ بلکوں بلکوں عبادت خانوں میں قربانی کے لئے ذرات ذات جانوروں کو ذبح کرنا دین کے فرائض میں ہو تو ان کا وقت اپنی دُھونیوں اور بخورات کی ہر وقت مانگ رہی ظاہر ہے۔ ایک آزاد فرماتے ہیں۔ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہیکل (جسکو غیضۃ اللبنان کہا جاتا تھا) آب و ہوا کے لحاظ سے ایک بڑے قصاب خانہ سے کم نہ ہوگا۔ اور اُس کی ہوا انسان کے لئے ہر وقت موجب اختلال رہتی ہوگی۔ ایسی حالت میں بخورات ہی کے سہارے سے زائرین اور خدام دونوں ان عبادت خانوں کی بدبو اور بساند برداشت کرسکتے ہوں گے۔ یہی حال ایشیاء کے تمام ہیکلوں اور معابد کا ہوگا۔ بادشاہوں کے محل اور امیروں کے گھر ان آئے دن کی قربانیوں سے حفظان صحت کے لحاظ سے خطرناک رہتے ہونگے۔ اور خون کی بدبو کی وجہ سے ہر وقت دھونیاں سردشن رکھنی پڑتی ہوں گی۔ غرض ان ہی اسباب سے دُنیائے قدیم میں خوشبودار اشیاء کا صرف بہت بڑھا ہوا تھا۔ اور سوائے عرب کے اور عرب میں سوائے یمن کے کسی دوسرے ملک کو بتانا کہ یہ چیزیں وہاں بھی پیدا ہوتی تھیں آسان نہیں ہے +

سلطنت معین کی قدامت

دوسرا عجیب نتیجہ جو حال کے عربی انکشافات سے نکلتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ اُن سے قدیم زمانہ کی ایک عربی متمدن اور صاحب تجارت سلطنت کا حال ہی دریافت نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جس عربی قوم کی یہ سلطنت تھی وہ ایک پڑھنے لکھنے والی قوم تھی جسکے پاس اُسکے خود ایجاد کردہ حروف تہجی موجود تھے اور جس کا طرز کتابت بھی کسی دوسرے سے مستعار نہیں لیا گیا تھا بلکہ اپنا ہی تھا اور یہ دونوں چیزیں مصر کی مصوری اور بابل کے پیکانی حروف اور کتابت سے بھی زیادہ پرانی تھیں عرب کے کتبے سب سے پہلے نیبٹ زن صاحب کو دستیاب ہوئے اور انہوں نے سنہ ۱۸۱۰ء میں اُنکی نقول حاصل کیں۔ اول اول ان کتبوں کی عبارت کو زبان اور کتابت کے لحاظ سے حمیری زبان اور کتابت کے زمرے میں شامل کیا گیا یہ بات بہت جلد معلوم ہوگئی کہ ان کتبوں کی زبان سامی ہے اور حروف حبشی یا غفری حروف سے مشابہت رکھتے ہیں۔ اور فنیقی خط کی ایک بدلی ہوئی صورت معلوم ہوتے ہیں سطور ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کی طرف نہیں بلکہ اوپر سے نیچے چلتے ہیں۔ اسکے بعد مزید تحقیقات پر جو خاصکر ڈاکٹر گلیسر کی جانب سے ہوئی یہ نتیجہ نکالا گیا کہ یہ عرب کے کتبے دو قسم کے ہیں ایک قسم دوسری قسم سے زیادہ پرانی ہے بڑی عمر والی قسم میں اصل سامی زبان کی نحوی ترکیبیں اور لغوی صورتیں زیادہ پائی جاتی ہیں اور یہ کتبے معین کی زبان میں ہیں دوسری قسم کی کتبے جو عمر میں کم ہیں سباء کی زبان میں ہیں اس سے ثابت ہوا کہ معین کی سلطنت اور اُسکی زبان سباء کی سلطنت اور اس کی زبان سے پہلے کی ہے زمانہ کے دور نے معین کی زبان میں بہت سی نحوی اور لغوی تبدیلیاں پیدا کیں یہ تبدیلیاں کسی غیر زبان کے اثر سے نہیں بلکہ از خود ایک ہی ملک اور ایک ہی قوم میں پیدا ہوئیں یہاں تک کہ معین کی تبدیل شدہ زبان سبائی کہلانے لگی۔ کسی زبان کو ایسی کایا پلٹ کے لئے کہ اُس کا نام اور اُس کا نام اور حیثیت بدل جاوے صدہا برس کا عرصہ درکار ہوتا ہے اسلئے کہہ سکتے ہیں۔ کہ معین کی سلطنت سباء کی سلطنت سے صدہا برس پہلے گذری ہے سباء کی حکومت کی نسبت یہ امر یقینی ہے کہ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں موجود تھی۔ حضرت سلیمان حضرت عیسےٰ سے ایک ہزار برس پہلے گذرے ہیں حضرت سلیمان کے زمانہ میں سباء کی سلطنت کوئی نئی سلطنت نہ تھی بلکہ اس وقت وہ ایک پرانی حکومت تھی جو صدیوں سے زندہ چلی آتی تھی۔ اس وقت تک بتیس معینی بادشاہوں کے نام دریافت ہوئے ہیں ممکن ہے کہ مزید تحقیقات پر اور نام بھی دریافت ہوسکیں معینی مساند میں جو کتبے سب سے پرانے ہیں وہ مصر کے کتبوں کی طرح اپنے زمانہ سے بھی سابق کے زمانہ کی تجارت و تمدن کی خبر دیتے ہیں پس اس سے لازم آتا ہے۔ کہ عرب کو بھی مصر و بابل کے زمرہ میں شامل کرکے ایسا ملک سمجھنا چاہیئے جو پرانے سے پرانے زمانہ میں بھی بڑی متمدن قوموں کا گھر تھا۔ اور یہ خلاف قیاس نہیں ہے کہ جنوبی عرب کے کتبے بالآخر اپنے حالات بتانے میں اُس عہد پیشین تک پہنچادیں۔ جبکہ بابل میں سرگن اول (۳۸۰۰ ق م) اور مصر میں مینس حکومت کرتے تھے یعنی عرب قدیم کے تمدن کی ابتدا آج سے کچھ کم چھ ہزار برس پہلے ہوئی ❊

(باقی آئندہ)

(منقول از علی گڈھ انسٹیٹیوٹ)

جلد ۷ | مدینۃ المسیح لاہور چہار شنبہ مورخہ ۹ شوال ۱۳۳۷ ہجری مطابق ۹ جولائی ۱۹۱۹ء | نمبر

ہم کیا ہیں؟

از حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خُدّامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
دے چکے دل اب تنِ خاکی رہا
ہے یہی خواہش کہ ہو وہ بھی فدا
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

انبیا کے دل میں لوگوں کی ہمدردی کا جوش

نبی کا آنا ضروری ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ قوت قدسی ہوتی ہے اور اُن کے دل میں لوگوں کی ہمدردی۔ نفع رسانی اور عام خیرخواہی کا بیتاب کرنے والا جوش ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ **لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین** - یعنی کیا تو اپنی جان کو ہلاک کر دے گا اس خیال سے کہ وہ مومن نہیں ہوتے۔ اس کے دو پہلو ہیں۔ ایک کافروں کی نسبت کہ وہ مسلمان کیوں نہیں ہوتے۔ دوسرا مسلمانوں کی نسبت کہ اُن میں وہ اعلیٰ درجہ کی روحانی قوت کیوں نہیں پیدا ہوتی جو انبیا پاتے ہیں۔

چونکہ ترقی تدریجی ہوتی ہے اس لئے صحابہ کی ترقیاں [illegible] طور پر ہوئی تھیں۔ مگر انبیا کے دل کی بناوٹ بالکل ہمدردی ہی کی ہوتی ہے [illegible]

تھے کہ پوری ترقیات پر پہنچیں۔ لیکن یہ عروج ایک وقت پر مقدر تھا آخر صحابہ نے وہ پایا۔ جو دنیا نے کبھی نہ پایا تھا۔ اور وہ دیکھا۔ جو کسی نے نہ دیکھا۔

مجاہدہ کی ضرورت

سارا مدار مجاہدہ پر ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ **والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا** جو لوگ ہم میں ہو کر کوشش کرتے ہیں۔ ہم اُن کے لئے اپنی تمام راہیں کھول دیتے ہیں۔ مجاہدہ کے بدوں کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نظر میں چور کو قطب بنا دیا۔ دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں اور ایسی ہی باتوں نے لوگوں کو ہلاک کر دیا ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ کسی کی جھاڑ پھونک سے کوئی بزرگ بن جاتا ہے۔

جو لوگ خدا کے ساتھ جلدی کرتے ہیں وہ ہلاک ہو جاتے ہیں۔ دنیا میں ہر چیز کی ترقی تدریجی ہے۔ روحانی ترقی بھی اسی طرح ہوتی ہے اور بدون مجاہدہ کے کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اور مجاہدہ بھی وہ ہو۔ جو خدا تعالیٰ میں ہو کر۔ یہ نہیں کہ قرآن کریم کے خلاف خود ہی بیفائدہ ریاضتیں اور مجاہدہ جوگیوں کی طرح تجویز کر بیٹھے۔ یہی کام ہے۔ جس کے لئے خدا نے مجھے مامور کیا ہے۔ تاکہ میں دنیا کو دکھا دوں۔ کہ کس طرح پر انسان اللہ تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔ یہ قانون قدرت ہے۔ نہ سب محروم رہتے ہیں۔ اور نہ سب ہدایت پاتے ہیں۔

اخبار احمدیہ

کوائف شملہ۔ ا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے یہاں درس قرآن مجید ہوتا ہے۔ جس میں احمدی احباب کے سوائے دوسرے مسلمان بھی شریک ہو کر حقائق و معارف قرآنی سے مستفید ہوتے ہیں۔ اس سال کا درس بہت ہی مفید ثابت ہوا ہے۔ چند سامعین درس قرآن کے دلوں میں سلسلہ احمدیہ کی محبت بھر گئی ہے۔ جن میں سے خصوصاً ایک صاحب حافظ محمد حسن صاحب بی اے قابل ذکر ہیں۔ جو کہ نہ صرف سلسلہ میں داخل ہونے کو ہیں۔ بلکہ ساتھ ہی اپنی زندگی خدمت اسلام کے لئے وقف کرنے کے لئے تیار ہیں۔ صاحب موصوف نوجوان اور قابل آدمی ہیں۔ اس دفعہ رمضان شریف میں انہوں نے مسجد کمیٹی میں قرآن مجید سنایا۔ ختم قرآن کے موقع پر ان کی اور ان کے چند رفقا کی استدعا پر حضرت امیر اور جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے کمیٹی میں لوگوں کو سوا اپنی ذات سے مستفید کرنے کے لئے تشریف [illegible]

جناب ڈاکٹر صاحب نے تقریر کی۔ جس میں انہوں نے [illegible] اتفاق کی ترغیب دی [illegible] اور فرمایا کہ جب خدا ایک قرآن ایک اور قبلہ ایک ہے۔ تو پھر ہمیں اتفاق کیوں نہیں کرنا چاہئے [illegible]

[illegible]

لیکن معارف اسلام اسقدر اپنے اندر رکھتی تھی۔ کہ مخالفین کے منہ سے بھی سبحان اللہ کے نعرے بلند ہوتے تھے۔ آنحضور نے حضرت سرور کائنات اور باقی انبیا کی مثال چراغ اور سورج کی بیان فرما کر لوگوں کو یہ سمجھایا۔ کہ جس طرح سورج کے ہوتے ہوئے چراغ کی حاجت نہیں۔ اسی طرح نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کسی اور نبی کی تعلیم کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ایسی جامع تعلیم کو چھوڑ کر ایک ناقص تعلیم تلاش کرنا اسی طرح ہے جس طرح ایک شخص سورج کے ہوتے ہوئے چراغ کی روشنی میں کوئی کاغذ پڑھے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ سورج کی موجودگی میں نہ چراغ کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ کوئی دوسرا سورج آسکتا ہے۔ ہاں آیندہ کے لئے اس سورج کا عکس حاصل کرکے لوگ آتے اور آتے رہیں گے۔ انہی کو مجدد کہتے ہیں۔

پھر آپ نے لوگوں کو اس امر کی ترغیب دی۔ کہ ہمیشہ انسان کو فراخ دل ہونا چاہئے۔ آجکل مسلمان اسقدر تنگ دل ہیں۔ کہ ایک فرقے کو دوسرا فرقہ مسجد میں نہیں آنے دیتا۔ اور باہر اشتہار لگا دیتے ہیں۔ کہ اس مسجد میں سوائے فلاں فرقہ کے باقی کسی فرقے کے آدمی کو آنے کی اجازت نہیں۔ حالانکہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا سینہ اسقدر فراخ تھا۔ کہ عیسائی آپ کے ساتھ بحث کرنے آتے اور آپ ان کو مسجد میں اتارتے۔ اور ان کے گرجا کرنے کے دن ان کو اجازت دیتے۔ کہ اس مسجد میں جو جگہ پسند کرو اسے مخصوص کرکے عبادت کر لو۔ اس مسجد نبوی سے تمہاری مسجدوں کو نسبت ہی کیا ہے۔ اور [illegible] مثالیں حضور نے اخلاق نبوی کی اور خلفاء میں سے حضرت عمرؓ کی پیش فرما کر بتا دیا۔ کہ مسلمانوں کو تنگ دل نہیں ہونا چاہئے۔ بعد ازیں ہمارے ایک دوست منشی تاج الدین صاحب نے (جو کہ احمدی نہیں ہیں) کھڑے ہو کر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اور حضرت خواجہ صاحب کی خدمات اسلام اور موجودہ تکالیف کا تذکرہ کرتے ہوئے قوم سے اپیل کی۔ کہ ہمیں ایسے لوگوں کی جانی اور مالی مدد کرنی چاہئے۔ کیونکہ یہ ہمارے ہی نبی کو دنیا میں منوا رہے ہیں۔ یا اگر ہم اپنے آپ میں جانی اور مالی مدد کی ہمت نہیں پاتے تو کم از کم ایسے مبارک کام میں روڑا نہیں اٹکانا چاہئے۔ تیس روپے چندہ اسی وقت ہو گیا۔

غرض یہ جلسہ ساڑھے بارہ بجے شب کو نہایت کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔ اور دعا کے بعد ہمارے معزز مہمان واپس اپنے مکان میں تشریف لے آئے۔

۲۔ کل نماز جمعہ کے بعد حافظ محمد حسن صاحب بیعت کرکے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو استقامت عطا فرمائے اور ان [illegible] کے لئے اور نیز اہل اسلام کے بلکہ کل لوگوں کے لئے مفید بنائے۔ حافظ صاحب کے دل میں خدمت اسلام کے لئے خاص جوش اور تڑپ ہے۔ اور امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ وہ ہمارے مبلغین میں ایک نہایت مفید وجود ثابت ہونگے۔ یہ سب کچھ [illegible] حافظ صاحب کے علاوہ [illegible] گذشتہ [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اخبار پیغام صلح لاہور

پنجشنبہ مورخہ ۹ر جولائی ۱۹۱۹ء

طرح نو

بیا تا گل بیفشانیم و مے در ساغر اندازیم
فلک را سقف بشگافیم و طرح نو در اندازیم

(۱)

اہل عرب کے تمدن و معاشرت کا ایک اصل الاصول یہ بھی تھا۔ کہ وہ اپنی زندگی اور رواج کے خود مورخ و نقاد ہوتے تھے۔ اپنے کارناموں پر نظر انتقاد ڈالنے میں کسی کے محتاج نہ تھے۔ بلکہ اپنی سیرت و سریرت پر خود روشنی ڈالتے تھے۔ اپنے معائب و محاسن کو خود قوم کے سامنے پیش کرتے تھے۔ اپنی فیاضیوں اور اولوالعزمیوں پر خود ہی قصیدہ خوانی کرتے تھے۔ اور اپنی نا ہمواریوں اور کمزوریوں کے لئے اپنے آپ کو علی الاعلان ملامت بھی کرتے تھے۔ اہل غرب نے بھی گو یہ ایک اصول تہذیب میں گلشن عرب سے لیا ہے۔ جہاں اپنی تہذیب میں کلیا ایک تہذیب اسلامی و عربی کے گلستان سے پھل جو کے مستعار لیکر سجایا ہے گو اس میں زمانہ کی رفتار کے مطابق نئی روشیں بنائی ہیں۔ لیکن جاننے والے جانتے ہیں۔ ان تمام جدت طرازیوں کا اصلی محور وہی تعلیم اسلام ہے۔ جس کو نبی امی عربی صلے اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں پیش کیا ہے۔ اہل اسلام اس اصول محاسبۂ نفسی پر اسی عمل درآمد کیا ہے۔ کہ حقیقی عظمت و شان وہی ہے۔ جس پر خود انسان کا دل گواہی دے۔ اور جس پر خود اُسے ایمان بلکہ حق الیقین حاصل ہو۔ لیکن اہل غرب چونکہ نمود و نمائش کے شیدا ہیں۔ اس لئے انہوں نے اس زریں اصول میں اپنے ڈھب کی یہ تراش خراش ضرور کر لی ہے۔ کہ وہ اپنے محاسن و مکارم کے شان میں تو نہایت بلند آہنگی سے قصیدہ خوانی کرتے ہیں۔ مگر جہاں معائب و نقائص کی باری آتی ہے۔ تو نہایت دبی زبان اور ایسے لب و لہجہ میں ان کا اعتراف کرتے ہیں کہ سامع کے دل میں یہ خیال گذرتا ہے۔ کہ قصور وار مصلحت وقت کی زد میں آکر ایسی نازیبا حرکات کرنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ چنانچہ یورپ کے سیاسیات پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ وہاں ارباب حل و عقد جلیل القدر عہدے حاصل کرنے کے لئے اپنی خدمات ملکی و قومی کے اظہار و اعلان کے لئے کس گرم جوشی سے مینیفسٹو شائع کرتے ہیں۔ مگر جہاں کسی غلطی کا ارتکاب ان کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ تو وہاں ہی بکمال دبی زبان سے اپولوجی (معافی نامہ) شائع کرتے ہیں اور طرح طرح کے حیلوں حوالوں سے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کیجاتی ہے کہ اس غلطی کا ارتکاب حالت اضطراری میں مصلحت وقت کیوجہ سے معرض ظہور میں آیا۔

بہر حال یہ مسلم ہے کہ اپنی گذشتہ زندگی کا خود محاسبہ کرنا اپنے اعمال و افعال پر خود ناقدانہ نظر ڈالنا اور گذشتہ واقعات کی روشنی میں آیندہ کے لئے اپنی روش کا مسلک معین کرنا مہذب و متمدن اقوام کے افراد کا معمول ہے۔

اسی اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم بھی آج کہ "پیغام صلح" نئے سال میں قدم رکھتا ہے۔ گذشتہ زندگی پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہوئے اپنا دستور عمل مقرر کرتے ہیں۔ و باللہ التوفیق۔

(۲)

پیغام صلح کا اجرا ۱۹۱۳ء میں ہوا تھا۔ اور اس کی وجہ تسمیہ یہ ہوئی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی زندگی کے آخری ایام میں لاہور تشریف لائے اور یہاں حضور نے ایک لیکچر لکھا۔ جس کا مقصد اولین یہ تھا۔ کہ ہندوستان کی دو بڑی قوموں میں جو ملک کے لئے دو آنکھوں کی طرح ہیں۔ اور جن میں بدقسمتی سے اختلاف مذہب کی وجہ سے پھوٹ پڑی ہوئی ہے ایک پائیدار مذہبی صلح قائم کی جائے۔ کہ اسی طرح تباغض و منافرت کے وہ خیالات جو آئے دن ان قوموں میں موجزن رہتے ہیں۔ اور جن کی وجہ سے حکومت عالیہ کو نظم و نسق سلطنت میں بھی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ اور فی الحقیقت علمی میں بھی وہ کبھی ایک نظارہ سے نظر آجاتے ہیں جو کسی مہذب ملک کے شایان شان نہیں۔ دور ہو جائیں۔ اور ہندو مسلم باہم رواداری اور صلح و آشتی سے زندگی بسر کرنا سیکھیں لیکن افسوس ہے کہ قبل از وقت یہ لیکچر ہندو و مسلم کے مشترکہ جلسہ میں پڑھا جاتا۔ اور وہ مقصد حاصل ہوتا جس کے لئے حضور نے باوجود علالت یہ محنت شاقہ برداشت کی تھی۔ آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور اپنے محبوب حقیقی کو جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مگر لیکچر لکھا جا چکا تھا۔ اور عملی طور پر گویا حضرت مسیح موعود نے یہ کام اپنے جانشینوں کو سپرد کر دیا تھا۔ آپ کی وفات کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح مولوی حکیم نور الدین صاحب کی زندگی میں یہ لیکچر لاہور میں ہی ایک بڑے جلسہ میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے پڑھ کر سنایا۔ اس لیکچر کا کیا اثر ہوا؟ اس کے لئے یہ کہدینا کافی ہوگا۔ کہ عین لیکچر میں بعض ہندو بزرگوں نے اسی وقت معاہدہ صلح پر دستخط کرنے کے لئے آمادگی ظاہر کی۔ مگر بعض حضرات نے روڑا اٹکا دیا جو آج تک نہیں نکل سکا۔ لیکن بہر حال حضرت مسیح موعود کے نام لیواؤں کا یہ فرض تھا۔ کہ وہ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے ہر طرح کوشش کریں۔ جس کے لئے حضرت ممدوح نے اپنے آخری ایام زندگی میں تہیہ کیا تھا۔ چنانچہ آپکی جماعت کے ان افراد نے جن کو خدا نے "پاک ممبروں" کا خطاب دیا تھا۔ اس مقصد کے حصول کے لئے "پیغام صلح" جاری کیا۔

(۳)

الغرض "پیغام صلح" کے اجرا کی علت غائی صرف ہندوستان کی مختلف اقوام میں مذہبی رواداری اور مذہبی جذبہ تحمل پیدا کرنا تھا۔ اور اس کے ضمنی مقاصد میں مذہبی تحقیق اور مختلف مذاہب پر تنقید بھی تھی۔ اس کے علاوہ چونکہ پیغام صلح ایک مسلمان پرچہ تھا۔ اور بہ حیثیت مسلمان اعلائے کلمۃ اللہ اور حمایت اسلام اس کا سب سے مقدس فرض تھا۔ اس لئے اسلامی دنیا کے عام اغراض کے متعلق بھی اس میں مضمون شائع ہوتے رہے ہیں۔ چنانچہ پیغام صلح کے اوائل ایام زندگی میں جو مقبولیت اور ہردلعزیزی اسے حاصل ہوئی تھی۔ وہ اس کی صحت پالیسی کے لئے شاہد عادل ہے۔ مگر شومی قسمت سے جماعت احمدیہ میں ایک اختلاف پیدا ہو گیا۔ اور اگرچہ مقامی لحاظ سے یہ اختلاف صرف جماعت احمدیہ میں ہی محدود تھا۔ مگر اس کے اثرات اور تعلقات کے لحاظ سے اسلام میں یہ ایک سخت فتنہ تھا۔ کیونکہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک ویسا ہی نبی قائم کرنے اور اسلامی آبادی کو محض احمدیوں کی تعداد تک محدود کر لینے سے اسلام کا تختہ ہی الٹ دینے کا تہیہ کیا گیا۔ اس لئے پیغام صلح کا مقدس ترین فرض یہ تھا۔ کہ وہ اس جماعت کی اصلاح کا بیڑا اٹھائے۔ جو گو حضرت مسیح موعود کے حکم خلاف گامزن ہے۔ مگر ظاہرا ان کا نام لیوا ہے۔ چنانچہ آج تقریباً پانچ سال ہونے کو آتے ہیں۔ کہ پیغام صلح نے اس نئے فتنے کے سدباب کے لئے تہیہ کیا۔ اور آج تک اسی میں مصروف رہا۔ اسکا خوش آیند نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جماعت احمدیہ کا ایک معتدبہ حصہ ان عقاید باطلہ و فاسدہ سے علیحدہ ہو گیا۔ جو میاں محمود احمد صاحب کی جدت طرازیوں کا تختۂ مشق ہیں۔ اور خود میاں صاحب کی جماعت میں بھی بہت سے لوگ ایسے پیدا ہو گئے جو ان عقاید باطلہ کی غلطی کا اعتراف کرتے ہیں۔ غرض پیغام صلح نے گذشتہ چار پانچ سال میں احقاق حق و ابطال باطل۔ اعلائے حق اور ابطال باطل میں وہ نمایاں حصہ لیا ہے۔ جس کا اعتراف ہر ایک منصف مزاج کو ہونا چاہئے۔

جماعت احمدیہ سے تعلق نہ رکھنے والے مسلمانوں کو غالباً اس بحث میں دلچسپی نہ ہوتی ہوگی۔ اور وہ اسے ایک گھر کا "جھگڑا" سمجھتے ہوں گے۔ مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ اگر اس اختلاف کی حیثیت محض ایک گھر کے جھگڑے یا زیادہ سے زیادہ میاں صاحب کی خلافت کا قصہ ہوتا۔ تو ہم اس کو اسقدر وقیع ہرگز نہ سمجھتے کہ پیغام صلح کے کالم اس کے لئے وقف ہو جاتے۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ یہ معاملہ صرف ایک فرد کا نہ تھا۔ بلکہ اسکا اثر عام اسلام پر پڑتا تھا۔ اور اصول اسلام کے خلاف ایک نیا عقیدہ تراشا جا رہا تھا۔ جس کے لئے ہمیں اپنے اوقات گرامی کو قربان کرنا پڑا۔

(۴)

اب خدا کے فضل سے پیغام صلح کی تحریک ازہاق باطل کا کام ایک حد تک نہایت خوبی سے ہو چکا ہے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ ہم اپنی تمام ذمہ داری سے سبکدوش ہو چکے ہیں۔ مگر ہاں اس میں شک نہیں کہ اب وقت آگیا ہے۔ کہ دوسرے مسائل اسلامی کے لئے وقت اور گنجائش نکالی جائے۔ اس لئے ہم اس نئے سال سے پیغام صلح کی روش میں گونہ تبدیلی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں۔ کہ یہ طرح نو پیغام صلح اور اس کے ناظرین کرام کے لئے مفید و سود مند ثابت ہو۔ آیندہ کے لئے ہم پیغام صلح کی تقسیم عمل کا نقشہ یوں معین کرتے ہیں:۔

(۱) پہلا صفحہ پر اسلامی جذبات سے بھرے ہوئے اشعار اور ملفوظات حضرت مسیح موعود یا دوسرے مفید و سود مند اور قومی دلچسپ معلومات۔

(۲-۳) دوسرے تیسرے صفحہ پر مقالہ افتتاحیہ اور ایڈیٹوریل نوٹ۔ جن میں عام اسلامی مسائل اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے متعلق بحث ہو۔

(۴) چوتھے صفحہ پر خاص مضامین یا مراسلات متعلق تحقیق الادیان یا تبلیغ اسلام

(۵) پانچویں صفحہ پر مفید و دلچسپ خبریں

(۶) اشتہارات

(۵) اپیل

انشاء اللہ ہم اپنی بساط کے موافق اخبار کو دلچسپ بنانے کی از حد کوشش کرینگے۔ لیکن یہ مسلم ہے کہ اخبار محض ایڈیٹوریل سٹاف کے بل بوتے پر ہی دلچسپ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ہمارے ناظرین کرام میں سے جو حضرات اہل قلم ہیں۔ ان کو بھی اپنے اخبار کی علمی امداد فرما کر دلچسپ بنانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ ایسے حضرات جو اخبار کی علمی امداد فرمائیں۔ اور قیمت ادا نہ کر سکتے ہوں۔ ان کو اخبار مفت دیا جائیگا۔

تاریخ اشاعت

چونکہ جمعہ کو دفتر میں تعطیل ہوتی ہے اور اتوار کو مطبع بند ہوتا ہے۔ اس لئے اخبار کی اشاعت کے لئے بدھ اور اتوار کے دن مقرر کئے جاتے ہیں۔ تاکہ دفتر و مطبع کی تعطیل اخبار کی طبع اور اشاعت میں خلل نہ ہونے پائے۔

اخبار کی ظاہری خوبیوں کے لئے بھی ہم نے انتظام کیا ہے جس کے لئے سال کا یہ پہلا پرچہ زبان حال سے گواہی دے رہا ہے۔

بہر حال ہم نئے سال سے نئی امنگوں اور نئے جوش و خروش سے اس کام کو شروع کرتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں۔ اللھم انصر من نصر دین محمد صلے اللہ علیہ وسلم وجعلنا منھم۔ آمین۔

عجیب منطق

۲۸ر مئی کے پیغام صلح میں ہم نے ایک قابل قدر مضمون جو بابو منظور الٰہی صاحب کے رشحات قلم کا نتیجہ تھا درج کیا تھا۔ بابو صاحب ممدوح نے اس مضمون میں اُن تبلیغی کوششوں کا ذکر کیا تھا۔ جو پادری ہڈسن ٹیلر صاحب نے چین میں اشاعت مسیحیت کے لئے کیں۔ اور پادری صاحب کی مساعی جمیلہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا تھا۔

"خواہ اُن کے عقائد کتنے ہی غلط کیوں نہ ہوں تاہم اُن مشنوں کے بانیوں کے حالات پڑھکر کوئی شخص اس نتیجہ پر پہنچنے کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ انہوں نے یہ کام محض نیک نیتی اور بنی نوع انسان کی ہمدردی کے لئے شروع کیا۔"

اس تحریر پر تنقید کرتے ہوئے معاصر نور افشاں اپنی ۱۲ر جون کی اشاعت میں یوں ضیا باری کرتا ہے:۔

"امر غور طلب یہ ہے کہ اس بیان میں دو نقیض مقدمات پائے جاتے۔ مقدمہ اول یہ ہے۔ خدا نے ٹیلر صاحب کے تقوے اور بھروسہ اور یقین سے پُر دعاؤں کو سن لیا۔ اور قبول فرما لیا۔ اور مشن کے قیام میں آدمیوں اور روپیہ سے پوری پوری مدد کی . . . . دوسرا مقدمہ یہ ہے۔ کہ جن عقائد کی وہ اشاعت کر رہا تھا۔ اور جس تحریک کو وہ کمال تک پہنچا رہا تھا۔ اور جس مشن کو وہ قایم کر رہا تھا۔ وہ سب کے سب غلط اور بہت غلط تھے۔"

ایڈیٹر صاحب نور افشاں کی منطق کی تحلیل اگر کی جائے۔ تو ان کا منشا یہ ہے۔ کہ چونکہ پادری ٹیلر صاحب کو مقاصد تبلیغ میں کامیابی ہوئی۔ اس لئے ان کے عقائد سچے اور عیسائیت حق بجانب ہے۔ ہمیں اس طرز استدلال اور اس عجیب منطق پر کسی ظریف کا وہ شعر یاد آیا۔ جو اس نے اپنے بے نظیر حافظہ سے کام لیتے ہوئے اور تصرف بیجا کرتے ہوئے کہدیا تھا ؎

چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا
الا یا ایھا الساقی ادر کاساً و ناولھا

جو ربط مضمون ان دونوں مصرعوں میں ہے۔ اسی قسم کا تعلق ان منطقی نتائج میں ہے جو ایڈیٹر صاحب نور افشاں نے ملو مئے ایک ماہ کے کاوش داغی کے بعد نکالے ہیں۔ اور جن کا کلیہ یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ پادری ٹیلر صاحب کامیاب ہوئے اس لئے ان کے عقائد غلط نہیں ہو سکتے۔ سبحان اللہ کیا انوکھا استدلال ہے۔ لیکن کیا ایڈیٹر صاحب دوسروں کے عقاید کی صحت کے لئے بھی یہی معیار قایم رکھیں گے۔ ہم دیکھتے ہیں۔ خواجہ کمال الدین صاحب نے انگلستان میں مشن قائم کیا اور اس میں خدا کے فضل سے خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔ پھر ایڈیٹر صاحب اب حلقہ بگوش اسلام کیوں نہیں ہوتے۔ افریقہ میں اسلام کامیابی کے ساتھ پھیل رہا ہے۔ اور وہاں کی کامیابی تو کسی خاص کوشش کا نتیجہ بھی نہیں۔ پھر یہ امر تو خصوصاً اسلام کی حق بجانب ہونے کی دلیل ہے۔ کیا اب بھی ایڈیٹر صاحب نور افشاں اپنے نور قلب سے کام لیکر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تصدیق نہیں فرمائیں گے۔

اصل بات یہ ہے کہ قرآن مجید نے یہ اصول سکھایا ہے۔ کہ لیس للانسان الا ما سعیٰ۔ انسان جس مقصد کے لئے کوشش کرتا ہے اس کو حاصل کر ہی لیتا ہے۔ ہاں جب خدا کے برگزیدوں، رسولوں اور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اخبار پیغام صلح لاہور

پنجشنبہ مورخہ ۸ جولائی ۱۹۱۹ء

طرحِ نو

بیا تا گل بیفشانیم و مے در ساغر اندازیم
فلک را سقف بشگافیم و طرحِ نو در اندازیم

(۱)

اہل عرب کے تمدن و معاشرت کا ایک اصل الاصول یہ بھی تھا کہ وہ اپنی زندگی اور تاریخ کے خود مورخ و نقاد ہوتے تھے۔ اپنے کارناموں پر نظر انتقاد ڈالنے کیلئے کسی کے محتاج نہ تھے۔ بلکہ اپنی سیرت و سریرت پر خود روشنی ڈالتے تھے۔ اپنے معائب و محاسن کو خود قوم کے سامنے پیش کرتے تھے۔ اپنی بلند پروازیوں اور اولوالعزمیوں پر خود ہی قصیدہ خوانی کرتے تھے۔ اور اپنی ناہمواریوں اور کمزوریوں کے لئے اپنے آپ کو علے الاعلان ملامت بھی کرتے تھے۔ اہل غرب نے بھی گو ہر ایک اصول تہذیب میں گلشن عرب کے گلچیں ہیں۔ جہاں اپنی تہذیب جدید کا پارک تہذیب اسلامی و عربی کے گلستان سے بیل بوٹے مستعار لیکر سجایا ہے گو اس میں زمانہ کی رفتار کے مطابق نئی روشیں بنائی ہیں۔ لیکن جاننے والے جانتے ہیں۔ ان تمام جدت طرازیوں کا اصلی محور وہی تعلیم اسلام ہے۔ جس کو نبی امی عربی صلے اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں پیش کیا ہے۔ وہاں اس اصول محاسبہ نفسی پر بھی عمل درآمد کیا ہے۔ کہ حقیقی عظمت و شان وہی ہے۔ جس پر خود انسان کا دل گواہی دے۔ اور جس پر خود اُسے ایمان بلکہ حق الیقین حاصل ہو۔ لیکن اہل عرب چونکہ نمود و نمائش کے شیدا ہیں۔ اس لئے انہوں نے اس قدیم اصول میں اپنے ڈھب کی یہ تراش خراش ضرور کر لی ہے۔ کہ وہ اپنے محاسن و مکارم کے شان میں تو نہایت بلند آہنگی سے قصیدہ خوانی کرتے ہیں۔ مگر جہاں معائب و نقائص کی باری آتی ہے۔ تو نہایت دبی زبان اور ایسے لب و لہجہ میں ان کا اعتراف کرتے ہیں کہ سامع کے دل میں یہ خیال گذرتا ہے۔ کہ قصور وار مصلحت وقت کی زد میں آکر ایسی نازیبا حرکات کرنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ چنانچہ یورپ کے سیاسیات پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ وہاں ارباب حل و عقد جلیل القدر عہدے حاصل کرنے کے لئے اپنی خدمات ملکی و قومی کے اظہار و اعلان کے لئے کس گرم جوشی سے مینفسٹو شائع کرتے ہیں۔ مگر جہاں کسی غلطی کا ارتکاب ان کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ تو وہاں ہی بھر کس دبی زبان سے اپولوجی (معافی نامہ) شائع کرتے ہیں اور طرح طرح کے حیلوں حوالوں سے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کیجاتی ہے کہ اس غلطی کا ارتکاب حالت اضطراری میں مصلحت وقت کیوجہ سے معرض ظہور میں آیا۔

بہرحال یہ مسلم ہے کہ اپنی گذشتہ زندگی کا خود محاسبہ کرنا اپنے اعمال و افعال پر خود ناقدانہ نظر ڈالنا اور گذشتہ واقعات کی روشنی میں آیندہ کے لئے اپنی روش کا مسلک معین کرنا مہذب و متمدن اقوام کے افراد کا معمول ہے۔

اسی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم بھی آج کہ "پیغام صلح" نئے سال میں قدم رکھتا ہے۔ گذشتہ زندگی پر ایک چھچھتی ہوئی نظر ڈالتے ہوئے اپنا محور عمل مقرر کرتے ہیں۔ و باللہ التوفیق۔

(۲)

پیغام صلح کا اجراء ۱۹۱۳ء میں ہوا تھا۔ اور اس کی وجہ تسمیہ یہ ہوئی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی زندگی کے آخری ایام میں لاہور تشریف لائے اور یہاں حضور نے ایک لیکچر لکھا۔ جس کا مقصد اولین یہ تھا۔ کہ ہندوستان کی دو بڑی قوموں میں جو ملک کے لئے دو آنکھوں کی طرح ہیں۔ اور جن میں بدقسمتی سے اختلاف مذہب کی وجہ سے پھوٹ پڑی ہوئی ہے پائدار مذہبی صلح قائم کی جائے کہ اسی طرح نا مغض و عناد کے وہ خیالات جو آئے دن ان قوموں میں موجزن رہتے ہیں۔ اور جس کی وجہ سے حکومت عالیہ کو نظم و نسق سلطنت میں بھی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ اور بعض اوقات ایسی حالت ہی وہ ایسا نک نظارے نظر آجاتے ہیں۔ جو کسی مہذب ملک کے شایان شان نہیں۔ دور ہو جائیں۔ اور ہندو مسلم باہم رواداری اور صلح و آشتی سے زندگی بسر کرنا سیکھیں لیکن افسوس ہے کہ قبل از یہ کہ یہ لیکچر ہندو و مسلم کے مشترکہ جلسہ میں پڑھا جاتا۔ اور وہ مقصد حاصل ہوتا جس کے لئے حضور نے باوجود علالت یہ محنت شاقہ برداشت کی تھی۔ آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور اپنے محبوب حقیقی کو جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مگر لیکچر لکھا جا چکا تھا۔ اور عملی طور پر گویا حضرت مسیح موعود نے یہ کام اپنے جانشینوں کو سپرد کر دیا تھا۔ آپ کی وفات کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح مولوی حکیم نورالدین صاحب کی زندگی میں یہ لیکچر لاہور میں ہی ایک بڑے جلسہ میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے پڑھکر سنایا۔ اس لیکچر کا کیا اثر ہوا؟ اس کے لئے یہ کہدینا کافی ہوگا۔ کہ عین لیکچر میں بعض ہندو بزرگوں نے اسی وقت معاہدہ صلح پر دستخط کرنے کے لئے آمادگی ظاہر کی۔ مگر بعض حضرات نے روڑا اٹکا دیا جو آج تک نہیں نکل سکا لیکن بہرحال حضرت مسیح موعود کے نام لیواؤں کا یہ فرض تھا۔ کہ وہ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے ہر طرح کوشش کریں۔ جس کے لئے حضرت ممدوح نے اپنے آخری ایام زندگی میں تہیہ کیا تھا۔ چنانچہ آپکی جماعت کے ان افراد نے جن کو خدا نے "پاک ممبروں" کا خطاب دیا تھا۔ اس مقصد کے حصول کے لئے "پیغام صلح" جاری کیا۔

(۳)

الغرض "پیغام صلح" کے اجرا کی علت غائی صرف ہندوستان کی مختلف اقوام میں مذہبی رواداری اور مذہبی جذبہ تحمل پیدا کرنا تھا۔ اور اس کے ضمنی مقاصد میں مذہبی تحقیق اور مختلف مذاہب پر تنقید بھی تھی۔ اس کے علاوہ چونکہ پیغام صلح ایک مسلمان پرچہ تھا۔ اور بحیثیت مسلمان اعلائے کلمۃ اللہ اور حمایت اسلام اس کا سب سے مقدس فرض تھا۔ اس لئے اسلامی دنیا کے عام اغراض کے متعلق بھی اس میں مضمون شائع ہوتے رہے ہیں۔ چنانچہ پیغام صلح کے اوائل ایام زندگی میں جو مقبولیت اور ہر دلعزیزی اسے حاصل ہوئی تھی۔ وہ اس کی صحت پالیسی کے لئے شاہد عادل ہے۔ مگر شومی قسمت سے خود جماعت احمدیہ میں ایک اختلاف پیدا ہو گیا۔ اور اگرچہ مقامی لحاظ سے یہ اختلاف صرف جماعت احمدیہ میں ہی محدود تھا۔ مگر اس کے اثرات و تعلقات کے لحاظ سے اسلام میں یہ ایک سخت فتنہ تھا۔ کیونکہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک ویسا ہی نبی قائم کرنے اور اسلامی آبادی کو محض احمدیوں کی تعداد تک محدود کر لینے سے اسلام کا تختہ ہی الٹ دینے کا تہیہ کیا گیا۔ اس لئے پیغام صلح کا مقدس ترین فرض یہ تھا کہ وہ اس جماعت کی اصلاح کا بیڑا اٹھائے۔ جو گو حضرت مسیح موعود کے حکم خلاف گامزن ہے۔ مگر بظاہر ان کا نام لیوا ہے۔ چنانچہ آج تقریباً پانچ سال ہونے کو آتے ہیں۔ کہ پیغام صلح نے اس نئے فتنے کے سدباب کے لئے تہیہ کیا۔ اور آج تک اسی میں مصروف رہا۔ اسکا خوش آیند نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جماعت احمدیہ کا ایک معتد بہ حصہ ان عقاید باطلہ و فاسدہ سے علیحدہ ہو گیا۔ جو میاں محمود احمد صاحب کی جدت طرازیوں کا تختہ مشق ہیں۔ اور خود میاں صاحب کی جماعت میں بھی بہت سے لوگ ایسے پیدا ہو گئے جو ان عقاید باطلہ کی غلطی کا اعتراف کرتے ہیں۔ غرض پیغام صلح نے گذشتہ چار پانچ سال میں احقاق حق و ابطال باطل۔ اعلائے حق اور ابطال باطل میں وہ نمایاں حصہ لیا ہے۔ جس کا اعتراف ہر ایک منصف مزاج کو ہونا چاہئے۔

جماعت احمدیہ سے تعلق نہ رکھنے والے مسلمانوں کو غالباً اس بحث میں دلچسپی نہ ہوتی ہوگی۔ اور وہ اسے ایک "گھر کا جھگڑا" سمجھتے ہوں گے۔ گر حقیقت یہ ہے۔ کہ اگر اس اختلاف کی حیثیت محض ایک گھر کے جھگڑے یا زیادہ سے زیادہ میاں صاحب کی خلافت کا قصہ ہوتا۔ تو ہم اس کو اسقدر وقیع ہرگز نہ سمجھتے کہ پیغام صلح کے کالم اس کے لئے وقف ہو جاتے۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ یہ معاملہ صرف ایک فرقہ کا نہ تھا۔ بلکہ اسکا اثر عام اسلام پر پڑتا تھا۔ اور اصول اسلام کے خلاف ایک نیا عقیدہ تراشا جا رہا تھا۔ جس کے لئے ہمیں اپنے اوقات گرامی کو قربان کرنا پڑا۔

(۴)

اب خدا کے فضل سے پیغام صلح کی تحریک احقاق حق و ابطال باطل کا کام ایک حد تک نہایت خوبی سے ہو چکا ہے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ ہم اپنی تمام ذمہ داری سے سبکدوش ہو چکے ہیں۔ مگر ہاں اس میں شک نہیں کہ اب وقت آگیا ہے۔ کہ دوسرے مسائل اسلامی کے لئے وقت اور گنجائش نکالی جائے۔ اس لئے ہم اس نئے سال سے پیغام صلح کی روش میں گونہ تبدیلی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں۔ کہ یہ طرح نو پیغام صلح اور اس کے ناظرین کرام کے لئے مفید و سود مند ثابت ہو۔ آیندہ کے لئے ہم پیغام صلح کی تقسیم عمل کا محور یہ معین کرتے ہیں:۔

(۱) پہلے صفحہ پر اسلامی جذبات سے بھرے ہوئے اشعار اور ملفوظات حضرت مسیح موعود یا دوسرے مفید اور سود مند اور قومی و دلچسپ معلومات۔

(۲، ۳) دوسرے تیسرے صفحہ پر مقالہ افتتاحیہ اور ایڈیٹوریل نوٹ۔ جن میں عام اسلامی مسائل اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے متعلق بحث ہو۔

(۴) چوتھے صفحہ پر خاص مضامین یا مراسلات متعلق تحقیق الادیان یا تبلیغ اسلام

(۵) پانچویں صفحہ پر مفید و دلچسپ خبریں۔

(۶) اشتہارات

اپیل (۵)

انشاء اللہ ہم اپنی بساط کے مطابق اخبار کو دلچسپ کرینگے۔ لیکن یہ مسلم ہے کہ اخبار محض ایڈیٹوریل سٹاف سے ہی دلچسپ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ہمارے ناظرین کرام میں اہل قلم ہیں۔ ان کو بھی اپنے اخبار کو قیمتی امداد دینے کی کوشش کرنی چاہئے۔ ایسے حضرات جو اخبار کی قلمی امداد [illegible] قیمت ادا نہ کر سکتے ہوں۔ ان کو اخبار مفت دیا جائیگا۔

تاریخ اشاعت

چونکہ جمعہ کو دفتر میں تعطیل ہوتی ہے اور اخبار کو جلد بند ہو جاتے اس لئے اخبار کی اشاعت کے لئے بدھ اور اتوار کے دن مقرر کئے جاتے ہیں۔ تاکہ دفتر یا مطبع کی تعطیل اخبار کی طبع اور اشاعت میں خلل نہ ہونے پائے۔

اخبار کی ظاہری خوبیوں کے لئے بھی ہم نے انتظام کیا ہے۔ جس کے لئے سال کا یہ پہلا پرچہ زبان حال سے گواہی دے رہا ہے۔

بہرحال ہم نئے سال سے نئی امنگوں اور نئے جوش و خروش سے اس کام کو شروع کرتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں۔ اللھم انصر من نصر دین محمد صلے اللہ علیہ وسلم واجعلنا منھم۔ آمین۔

عجیب منطق

۲۸ مئی کے پیغام صلح میں ہم نے ایک قابل قدر مضمون جناب ابوظفر [illegible] صاحب کے نتائج قلم کا نتیجہ تھا درج کیا تھا۔ بابو صاحب ممدوح نے اس مضمون میں اُن تبلیغی کوششوں کا ذکر کیا تھا۔ جو پادری ہڈسن ٹیلر صاحب نے چین میں اشاعت مسیحیت کے لئے کیں۔ اور پادری صاحب کی مساعی جمیلہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا تھا:۔

"خواہ اُن کے عقائد کتنے ہی غلط کیوں نہ ہوں۔ تاہم ان مشنوں کے بانیوں کے حالات پڑھکر کوئی شخص اس نتیجہ پر پہنچنے کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ انہوں نے یہ کام محض نیک نیتی اور بنی نوع انسان کی ہمدردی کے لئے شروع کیا۔"

اس تحریر پر تنقید کرتے ہوئے معاصر نور افشاں اپنی ۱۱ جون کی اشاعت میں یوں ضیا باری کرتا ہے:۔

"امر غور طلب یہ ہے کہ اس بیان میں دو نقیض مقدمات پائے جاتے۔ مقدمہ اول یہ ہے۔ خدا نے ٹیلر صاحب کے تقوے اور بھروسہ اور یقین سے پُر دعاؤں کو سن لیا۔ اور قبول فرما لیا۔ اور مشن کے قیام میں آدمیوں اور روپیے سے پوری پوری مدد کی۔ . . . . دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ جن عقائد کی وہ اشاعت کر رہا تھا۔ اور جس تحریک کو وہ کمال تک پہنچا رہا تھا۔ اور جس مشن کو وہ قائم کرتا جا رہا تھا۔ وہ سب کے سب غلط اور بہت غلط تھے۔"

ایڈیٹر صاحب نور افشاں کی منطق کی تحلیل اگر کی جائے۔ تو ان کا منشاء یہ ہے۔ کہ چونکہ پادری ٹیلر صاحب کو مقاصد تبلیغ میں کامیابی ہوئی تھی اس لئے ان کے عقائد سچے اور عیسائیت حق بجانب ہے۔ ہمیں اس طرز استدلال اور اس عجیب منطق پر کسی ظریف کا وہ شعر یاد آیا۔ جو اس نے اپنے بے نظیر حافظہ سے کام لیتے ہوئے اور تصرف بیجا کرتے ہوئے کہدیا تھا ؂

چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا
الا یا ایہا الساقی ادر کاساً وناولہا

جو ربط مضمون ان دونوں مصرعوں میں ہے۔ اسی قسم کا تعلق ان منطقی نتائج میں ہے جو ایڈیٹر صاحب نور افشاں نے ملہم ہونے ایک اوکے کا دماغی کے بعد نکالے ہیں۔ اور جن کا کلیہ یوں بیان کیا جا سکتا ہے چونکہ پادری ٹیلر صاحب کامیاب ہوئے اس لئے ان کے عقائد غلط نہیں ہو سکتے۔ سبحان اللہ کیا انوکھا استدلال ہے۔ لیکن کیا ایڈیٹر صاحب دوسروں کے عقاید کی صحت کے لئے یہی معیار قایم رکھیں گے۔ ہم دیکھتے ہیں۔ خواجہ کمال الدین صاحب نے انگلستان میں مشن قائم کیا۔ اور اس میں خدا کے فضل سے خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔ پھر ایڈیٹر صاحب اب حلقہ بگوش اسلام کیوں نہیں ہوتے افریقہ میں اسلام کامیابی کے ساتھ پھیل رہا ہے۔ اور وہاں کی کامیابی کسی خاص کوشش کا نتیجہ بھی نہیں۔ پھر یہ امر تو خصوصاً اسلام کی حق بجانب ہونے کی دلیل ہے۔ کیا اب بھی ایڈیٹر صاحب نور افشاں اپنے نور قلب سے کام لیکر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تصدیق نہیں فرمائیں گے۔

اصل بات یہ ہے کہ قرآن نے ہمیں یہ اصول سکھایا ہے۔ کہ لیس للانسان الا ما سعیٰ۔ انسان جس مقصد کے لئے کوشش کرتا ہے اس کو حاصل کر ہی لیتا ہے۔ ہاں جب خدا کے برگزیدہ رسول اللہ

مرد ۲۴ عورتیں (جو آرمنی اور ایرانی ہیں) ہے - ۱۳ مرد ۱۹ عورتیں یورپین ہیں ۔

اس کے خلاف اشاعت اسلام کرنے والے مشنریوں کی تعداد کل یورپ میں کتنی ہے، مسلمان غور کریں ۔

(۸)

نائجیریا کے داد بخلد نوسیکس کی ہولی ٹرینٹی چرچ کے پادری کول صاحب بی - اے نے چار سال کی محنت کے بعد قرآن شریف کا ترجمہ یوربا زبان میں کیا ہے - جو اس علاقہ کی مادری زبان ہے - قرآنی آیات پر نمبر دیئے ہوئے ہیں - اور ایک انڈکس بھی شامل ہے - مگر نوٹ وغیرہ نہیں دیئے - یہ زبان عربی زبان سے ملتی جلتی ہے یہ ولایت میں چھپا ہے اور رومن حروف میں ہے ۔

(۹)

یونائیٹڈ کونسل برائے تعلیم مشنریاں نے ایک کتاب بنام "دنیا اور انجیل" شائع کی ہے - جس کے پانچویں باب میں اسلامی دنیا اور افریقہ پر مضمون درج کیا گیا ہے - چنانچہ اس میں لکھا ہے - کہ باوجود اسلام کے اختلاط کے عیسویت ابھی تک اس خیال پر جمی ہوئی ہے - کہ مسلمانوں کا عیسائی بنانا ناممکن ہے - اور اسلام عوام میں خصوصاً افریقہ کے لوگوں میں بڑے زور سے پھیل رہا ہے اور یہ حق بات ہے کہ اُن لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہے جو عیسائیوں سے مسلمان بن گئے ہیں بہ نسبت اُن کے جو مسلمانوں میں سے عیسائی ہوئے ہیں - عیسائی حکمرانوں کی سیاسی احتیاط اپنی مسلمان رعایا کے بارہ میں عیسائی مشنوں کے لئے سخت رکاوٹ کا باعث ہے - بہت جگہ عیسائی مشنوں کے بدلے اشاعت اسلام میں مدد دی جاتی ہے - مغربی تہذیب کی دہریت اسلامی ممالک میں زور سے پھیل رہی ہے - جس کے ساتھ دیگر اصلاحات ملکر اشاعت عیسویت میں بھاری رکاوٹ پیدا کرتی ہیں ۔

(۱۰)

"دنیائے اسلام" نام عیسائی رسالہ لکھتا ہے کہ مصری مسلمان جن میں شیوخ اور علماء شامل ہیں بڑی توجہ سے اناجیل و عیسوی کتب کا اسقدر مطالعہ کرتے ہیں جس کی نظیر اسلامی تواریخ میں نہیں ملتی - وہ باقاعدہ عیسوی اجلاس میں شریک ہو کر عیسوی مذہب سے دلچسپی کا اظہار کرتے رہتے ہیں چنانچہ ایک عیسائی کالج جس کے کل گریجوایٹوں کی تعداد ۱۳۳ تھی - ان میں سے ۱۴ عیسائی ہو گئے ۵۹ لڑکے مصر اور سوڈان کے مشنری سکولوں میں اُستاد ہیں - اور ۷۲ لڑکے عیسائی یونین کے ممبر ہیں - موجودہ ۱۵ اعلیٰ جماعت کے ۳۶ طلباء میں سے ۱۳ طالب علم عیسائی ہونے کو تیار ہیں کیا ان حالات کو پڑھکر ابھی وقت نہیں آیا - کہ مسلمان نہ صرف اپنے بھائیوں کا فکر کریں - بلکہ خود عیسائی ممالک میں بھی زور شور سے اعلائے کلمۃ اللہ کریں ۔

مراسلات

علامہ امروہی کا خط حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں

جناب میاں محمد امین صاحب تاجر چرم لاہور مرحوم مغفور کی وفات حسرت آیات پر حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب فاضل امروہی نے ایک تعزیت نامہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں لکھا تھا - چونکہ اس مکتوب میں بعض نصائح دینیہ اور نکات علمیہ ہیں - اس لئے ہم اس کا ملخص ہدیہ ناظرین کرام کرتے ہیں ۔ (ایڈیٹر)

میاں محمد امین صاحب کی وفات سے خاکسار کو اسقدر صدمہ عظیم ہوا کہ عرض نہیں کر سکتا - العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا ما یرضی بہ ربنا انا للہ وانا الیہ راجعون -

مخالف لوگ جو اللہ تعالیٰ کے احکام اور حکم الٰہی سے غافل ہیں اس وفات سے بہت ہی خوش ہونگے - لیکن یہ اُن کی خوشی محض باطل ہے - مدت احقاق حق اور ابطال باطل کے مابین میں ایسے ہی واقعات دو سطے امتحان مومنین مخلصین کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت واقع ہو جاتے ہیں لیکن بالآخر حق غالب ہوکے رہے والعاقبۃ للمتقین - اور باطل فنا یا مضمحل ہوتا چلا جاتا ہے - الحمد للہ کہ ہمارے پاس ثبوت حقیت میں اور ابطال باطل میں کتاب و سنت اور اجماع امت تا حضرت مسیح موعودؑ کے نصوص بینہ اور محکمات موجود ہیں - اور مخالفین کے ہاتھ میں سوائے تاویلات فاسدہ و متشابہات کے اور کچھ موجود نہیں فماذا بعد الحق الا الضلال لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحیٰی من حیّ عن بینۃ - اور ظاہر ہے کہ مقابل میں نصوص بینہ کے تاویلات فاسدہ کا میدان ایسا وسیع ہے کہ تمام فرق باطلہ یہود و نصاریٰ و آریہ وغیرھم من الفرق الاسلامیہ بلکہ ابلیس تک ایسی تاویلات فاسدہ کرتے ہیں کہ بظاہر قابل جواب ہوتی ہیں مگر فی الحقیقت ان کید الشیطن کان ضعیفاً کے مصداق ہوتی ہیں - ملاحظہ فرمایا جائے - مناظرہ ابلیس کا بجناب باری عز اسمہٗ جو متعدد جگہ قرآن مجید میں مذکور ہے - کما قال اللہ تعالیٰ قال ما منعک الا تسجد اذ امرتک قال انا خیر منہ خلقتنی من نار و خلقتہ من طین ..... قال اللہ تعالیٰ ..... وما نھاکما ربکما عن ھذہ الشجرۃ الا ان تکونا ملکین او تکونا من الخالدین وقاسمھما انی لکما لمن الناصحین ..... قال اللہ تعالیٰ - یا ابلیس ما لک الا تکون مع الساجدین قال لم اکن لاسجد لبشر خلقتہ من صلصال من حماء مسنون وغیر ذالک من الآیات البینات - تعلیم اسلام میں حق اور باطل کی جو تمیزات مابہ الامتیاز ہیں اُن میں ایک بڑی تمیز نصوص بینہ اور محکمات ام الکتاب کا اہل حق کے پاس ہونا اور تاویلات فاسدہ اور متشابہات کا اہل باطل کے ہاتھ میں ہونا ہی کافی اور بس ہے - اللہ تبارک و تعالیٰ ایسے واقعات کی نسبت انجام کے اعتبار سے ارشاد فرماتا ہے کہ ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین - اور کہیں ارشاد ہوتا ہے ان یمسسکم قرح فقد مس القوم قرح مثلہ - کیونکہ یہ واقعات اس قسم کے ہیں کہ امتحاناً اہل حق اور اہل باطل اور دونوں میں مشترک واقع ہو جاتے ہیں - ہاں بالضرور اگر اہل حق کو اہل باطل کے اوپر کسی آفت اور مصیبت یا موت کا واقع ہونا الہام اور وحی سے معلوم ہو - اور وہ آفت اور مصیبت یا موت وغیرہ بموجب اُسی کے واقع ہو جائے - تو یہ بھی بالضرور حق اور باطل میں فرق کرنے والا امر ہے جسکو فرقان بھی کہہ سکتے ہیں - اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے وتلک الایام نداولھا بین الناس - ایسے واقعات میں اللہ تعالیٰ کی حکمت من جملہ دیگر حکم کے یہ بھی ہوتی ہے - کہ مومنین کا اخلاص ظاہر ہو جاوے - ولیعلم اللہ الذین امنوا ویتخذ منکم شھداء واللہ لا یحب الظلمین حتے کہ حضرت رسالتمآب خاتم النبیین سید المرسلین صلعم کے حادثہ وفات کی نسبت ارشاد فرمایا گیا - وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علیٰ اعقابکم ومن ینقلب علیٰ عقبیہ فلن یضر اللہ شیئاً وسیجزی اللہ الشاکرین - پس مخلصین کو یہ آیت اور دوسری آیات بینہ پیش نظر رکھنی چاہئیں - وکاین من نبی قتل معہ ربیون کثیر فما وھنوا لما اصابھم فی سبیل اللہ وما ضعفوا وما استکانوا واللہ یحب الصابرین پھر اس آیت کو بھی مع مضمون کے یاد رکھنا چاہئے - وما کان قولھم الا ان قالوا ربنا اغفر لنا ذنوبنا واسرافنا فی امرنا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین اللہ تعالیٰ اُن کے اہل و عیال و پس ماندگان کو صبر عنایت فرمائے - کیونکہ سب کو وہیں چلنا ہے - صرف فرق آگے اور پیچھے کا ہے - اور صابرین کے واسطے بڑی بڑی خوش خبریاں موجود ہیں اولئک علیھم صلوٰت من ربھم ورحمۃ واولئک ھم المھتدون -

الحاصل اہل حق کو چاہئے - کہ سوانح ایام رسالت حضرت خاتم النبیین صلعم اور دیگر انبیاء اولوالعزم مثل حضرت موسیٰ و حضرت عیسےٰ علیہما السلام وغیرھم کو پیش نظر رکھیں - اور اُن کے مخالفین و مکذبین کے حالات کو ملحوظ رکھیں تو ایسے حادثات کے پیش آنے سے کوئی شبہ اور تردد و شیطانی اُن کے دلوں میں حادث نہ ہوگا - بلکہ اور ایمان قوی ہوگا - اور ترقی ایمان میں حاصل ہوگی -

خط و کتابت کرنے کے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں

شکریہ احباب

کثرت سے دوستوں نے خطوط میرے ولایت آنے پر مجھے بھیجے ہیں - میں ان سب کی یاد آوری کا مشکور ہوں میری صحت بحمد اللہ پہلے سے اچھی ہے - لیکن اس امر کی مستقاضی نہیں کہ میں فرداً فرداً سب احباب کو جواب دے سکوں میں سب کی خدمت میں عرض کرتا ہوں - کہ جس کسی کو کوئی خاص وقت نصیب ہو - میرے لئے دعا کرے - والسلام -

خواجہ کمال الدین 5-7-190

الحق یعلو

میاں صاحب کے عقائد سے بیزاری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جناب مولینا صاحب !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ -

کمترین نے بعد وفات حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ آجتک بیعت نہیں کی - بلکہ اپنے تئیں ایک عمیق مطالعہ کی نذر کر دیا - اب میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں - کہ اس اختلاف میں حضور حق بجانب اور حضرت مسیح موعودؑ کے جائز جانشین ہیں - اب میں حضرت میاں صاحب کی اختراعات سے علیحدگی ظاہر کرتے ہوئے استدعا کرتا ہوں - کہ مجھے جلد بیعت میں داخل کر کے دعا فرماویں ! والسلام

۱۹-۶-۲۹

عبد العزیز صدیقی احمدی - پٹواری
مقام چشتیاں - ریاست بہاولپور -

ہندوستان کی خبریں

مقدمات سازش امرتسر و لاہور کا فیصلہ

۵ جولائی کو مقدمات سازش لاہور و امرتسر میں بالترتیب مسٹر لینزلی جونز کمیشن اور مسٹر جسٹس براڈوے کے کمیشن نے مندرجہ ذیل فیصلے سُنائے :-

مقدمہ سازش لاہور کا فیصلہ

مقدمہ سازش لاہور میں مندرجہ ذیل ۵ ملزمان کو عمر قید بعبور دریائے شور و ضبطی جائداد کی سزا دیگئی -

(۱) لالہ ہرکشن لال -
(۲) پنڈت رام بھجدت -
(۳) لالہ دُنی چند -
(۴) سردار موتا سنگھ -
(۵) مولوی الہ دین -

باقی چھ ملزمان بری کئے گئے جن کے نام حسب ذیل ہیں :-

(۱) لالہ دھرمداس سوری
(۲) ڈاکٹر گوکل چند نارنگ
(۳) پنڈت متھرا پرشاد -
(۴) مسٹر حبیب اللہ -
(۵) ڈاکٹر کرم چند ہیتشی
(۶) سید محسن شاہ -

جن ملزمان کو سزا دیگئی ہے اُن میں سے موتا سنگھ ایک ٹیچر مولوی الہ دین ایکسٹرا اسسٹنٹ اور باقی وکلاء و بیرسٹر ہیں -

رہاشدہ ملزمان میں سے سوائے ڈاکٹر کرم چند ہیتشی کے جو ہومیوپیتھک ڈاکٹر ہے اور پنڈت متھرا پرشاد کے باقی تمام وکلاء و بیرسٹر ہیں

مقدمہ سازش امرتسر کا فیصلہ

مقدمہ سازش امرتسر میں محمد بشیر کو سزائے موت دیگئی اور مندرجہ ذیل ۷ ملزمان کو عمر قید بعبور دریائے شور و ضبطی جائداد کی سزا دی گئی ،

(۱) ڈاکٹر سیف الدین کچلو -
(۲) ڈاکٹر ستیہ پال -
(۳) سوامی انو بھوانند -
(۴) پنڈت دینا ناتھ -
(۵) گوربخش رائے -
(۶) غلام محمد اور
(۷) عبد العزیز و مؤخر الذکر کے متعلق رحم کے لئے زبردست سفارش کی گئی ہے -

مندرجہ ذیل دو ملزمان کو تین سال قید سخت کی سزا دی گئی جس میں سے تین ماہ قید تنہائی ہوگی :-

(۱) کوتوال (۲) نرائن داس کھنہ

مندرجہ ذیل ۵ ملزمان بری کئے گئے -

(۱) مسٹر بدر الاسلام خان -
(۲) سردار گوردیال سنگھ -
(۳) غلام نبی (۴) محمد اسمٰعیل
(۵) موتی رام مہرہ -

تازہ ترین برقی خبریں

سابق قیصر کے خلاف مقدمہ کی تحقیقات لنڈن میں ہوگی

لنڈن ۱۴-جون-ہوس آف کامنز میں مسٹر لائڈ جارج نے اعلان کیا۔ کہ جو عدالت خاص سابق قیصر کے خلاف مقدمہ کی سماعت کرینگی۔ وہ لنڈن میں اجلاس منعقد کرے گی۔

دیگر دستاویزات پر دستخط کئے گئے

ورسیلز-۲۹ جون- ہر نولر اور ہر بیل اور ۸۰ ممبران جرمنی کو روانہ ہو گئے-۔ ہم سکرٹریان فی الحال ورسیلز میں رہیں گے- کل بعد دوپہر مندرجہ ذیل سیاسی دستاویزات پر دستخط کئے گئے۔ عہد نامہ صلح-جس پر قائم مقاموں نے-جن میں ۵ جرمن شامل تھے-دستخط کئے تھے-دریائے رائن کے بائیں کنارے کے متعلق معاہدہ جس پر فرانس-امریکہ-برطانیہ اور بلجیم کے نمائندوں نے دستخط کئے-پولینڈ کی منظوری کے متعلق فیصلہ جس پر پانچ بڑی سلطنتوں اور پولینڈ کے قائم مقاموں نے دستخط کئے- ایک اتحادی نوٹ جرمنی کے عہد نامہ صلح کی تصدیق کے متعلق جرمن ڈیلی گیٹوں کے حوالے کیا گیا۔

دیگر معاہدات

پیرس ۲۶-جون- ہیوس ایجنسی مظہر ہے کہ موسیو کلیمنسیو نے فرانسیسی ڈپٹیوں کے ساتھ بات چیت کے دوران میں بیان کیا- کہ جنگ ایک دستخط کے ساتھ ختم نہیں ہوگی- ابھی مشرق کے مستقبل کے متعلق فیصلہ کرنا باقی ہے اور ملکی اور اقتصادی اور تجارتیہ کے سوالات کے لئے کم از کم ۶ ماہ درکار ہوں گے۔

نیا اتحاد ثلاثہ

پیرس ۲۹-جون-ہیوس ایجنسی مظہر ہے کہ پیرس سے روانہ ہونے سے پہلے پریزیڈنٹ ولسن نے اس عہد نامہ پر دستخط کر دیئے-جس کی رو سے امریکہ اس امر کی گارنٹی کرتا ہے کہ اگر فرانس پر بغیر کسی اشتعال کے حملہ کیا گیا تو وہ اسے مدد دیگا۔ مسٹر لائڈ جارج نے بھی برطانیہ کلاں کی طرف سے اس مضمون کے ایک معاہدہ پر دستخط کئے-پریزیڈنٹ ولسن نے بیان کیا-کہ میں فرانس کو اس کے مستقبل کے متعلق اپنے یقین کی تصدیق کرنے کے بعد چھوڑتا ہوں۔

جرمنی میں ماتم

برلن-۲۹-جون-کنزرویٹو اخبارات عہد نامہ پر دستخط کئے جانے کے متعلق ماتم کے نشان کے طور پر سیاہ خطوط کے ساتھ نمودار ہوئے ہیں ان میں مندرج مضامین کی سرخیاں حسب ذیل ہیں اخبار "کروز ذی ٹنگ" "جرمنی کی قسمت پر مہر لگا دی گئی" اخبار "ونڈساؤ" "عہد نامہ صلح پر دستخط اور تباہی"- اخبار "ٹیگ ذی ٹنگ" "خاتمہ" ان سرخیوں کے بعد نہایت مایوسی خیز رائے زنیاں کی گئی ہیں-لیکن اخبار ونڈساؤ رقمطراز ہے کہ "ہمیں ایک خودسر بادشاہ کی ضرورت ہے تاکہ وہ قوم کو کام کرنے پر مجبور کرے" اگر ہم اسے قائم نہیں کر سکتے- تو ہمارے دشمن اسے بھیجیں گے۔

مسٹر ولسن کا پیغام

(واشنگٹن ۲۶ جون) عہد نامہ صلح پر دستخط ہونے کے بعد پریزیڈنٹ ولسن نے امریکن لوگوں کے نام ایک پیغام بھیجا-جس میں انہوں نے درخواست کی کہ وہ عہد نامہ اور اقوام کی لیگ کے معاہدہ کو منظور کر لیں۔

(نیویارک ۲۹ جون) عہد نامہ صلح کی خبر موصول ہونے پر توپیں چلائی گئیں-گرجوں میں گھنٹے بجائے گئے- اور نفیریاں بجائی گئیں- لیکن عارضی صلح کے موقعہ پر خود بخود جو اظہار مسرت کیا گیا تھا-یہ جلسے برابر نہ تھے۔ (روزانہ پیغام صلح ۸ جولائی)

عہد نامہ صلح کے متعلق لنڈن میں خوشی کے جلسے

(لنڈن ۲۹ جون) کل دوپہر کے وقت اخبارات کے شائع ہونے پر جن میں عہد نامہ صلح پر دستخط ہونے کے متعلق رپورٹر کا اعلان درج تھا-لنڈن میں خوشیاں منائی گئیں-۶ بجے توپوں کے سر کئے جانے کے ذریعہ [illegible] کو بعد پر اطلاع دی گئی- لوگوں کے بیشمار ہجوم [illegible] حالت میں زیادہ [illegible] اگر سکوئر میں [illegible] تیار ہو گئے [illegible] اور دیگر ممبران شاہی خاندان [illegible] پر تشریف فرما ہوئے۔ اور لوگوں [illegible] گاڈ سیو دی کنگ کا گیت گایا- اس کے بعد [illegible] نے تقریر کی-جس کے اخیر میں آپ نے فرمایا- کہ میں خدا وند کریم کا شکریہ ادا کرنے میں آپ کے ساتھ شامل ہوں۔

مختلف مقامات پر لوگوں نے گیت گا کر ناچ کر اور چیئرز دے کر اپنے جذبات کا اظہار کیا-جنگی جہازوں اور بحری سٹیشنوں پر جھنڈے کھڑے کئے گئے- ۱۰۱ توپوں کی سلامی سر کی گئی- اور نفیریاں بجائی گئیں۔

لنڈن ۲۹ جون-کل رات لنڈن میں خوشی کے جلسے علی الصبح تک جاری رہے-کئی کھلے میدانوں میں تمام رات روشنیاں جاری رکھی گئیں- آج صبح تمام گرجوں میں اظہار شکریہ کی نمازیں ادا کی گئیں جن میں کثیر التعداد لوگ شامل ہوئے۔

پیرس میں نظارے

(پیرس ۲۸ جون) عہد نامہ صلح پر دستخط کئے جانے پر آج شام خوب خوشیاں منائی گئیں-مشعلوں کے ساتھ کئی جلوس نکلے- جن میں فوجی سپاہیوں اور اتحادیوں کے بینڈ شامل تھے- اور جن کے آگے جھنڈے تھے- لوگوں کے بھاری ہجوم میدانوں میں جمع ہوئے- اور اتحادی فوجی سپاہیوں کو چیئرز دیئے گئے- جو موٹر کاروں کی چھتوں پر بیٹھے قومی گیت گا رہے تھے- تمام سرکاری عمارتیں اور کثیر التعداد مکان بجلی کی مختلف رنگوں کی روشنیوں سے روشن تھے-یہ جلسے تمام تھیئیٹروں میں مارسلز اور اتحادیوں کے گیتوں کے گائے جانے کے ساتھ ختم ہوئے۔

(پیرس ۲۹ جون) ہیوس ایجنسی مظہر ہے-کہ ہفتہ کی شب کو پیرس نے جبر پر حق کی فتح پر اپنے آپ کو پورے طور پر خوشیاں منانے میں مصروف کر دیا-مشعلوں کے ساتھ جلوس مرتب کئے گئے- اور بازاروں میں ہر جگہ ناچوں کا انتظام کیا گیا۔ (از پیغام)

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

باجلاس جناب شیخ عبد الرحمن خان صاحب بی اے منصف مقام [illegible]

نمبر مقدمہ ۸۵۵

لابورام ولد کول رام ذات [illegible] ساکن لدھانہ مدعی

بنام

مراد ولد احمد یار ذات کھیڑا ساکن مرہان [illegible] تحصیل [illegible]

دعوے [illegible] روپیہ

مقدمہ مندرجہ عدالت کو یقین دلایا گیا ہے کہ مدعا علیہ پر تعمیل سمن نہیں ہوتی مدعا علیہ عمداً تعمیل سمن سے گریز کرتا ہے اور روپوش ہو جاتا ہے لہذا اشتہار بنام مدعا علیہ شائع کیا جاتا ہے- کہ اگر مدعا علیہ $\frac{7}{19}$ ۱۷ کو حاضر عدالت ہو کر جوابدہی اور پیروی مقدمہ کی نہ کریگا- تو کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جاویگی۔

آج بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا $\frac{6}{19}$ ۲۱

[illegible] انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے [illegible] مطبع [illegible] پریس لاہور میں باہتمام سردار چند اسنگھ صاحب پرنٹر چھپوا کر دفتر پیغام صلح سے شائع کیا۔

کلام الامام امام الکلام

حمد ذوالجلال والاکرام

از حضرت مسیح موعود

وہ دیکھتا ہے غیروں سے کیوں دل لگاتے ہو
جو کچھ بتوں میں پاتے ہو اُس میں وہ کیا نہیں

سورج پہ غور کر کے نہ پائی وہ روشنی
جب چاند کو بھی دیکھا تو اُس یار سا نہیں

واحد ہے لا شریک ہے اور لازوال ہے
سب موت کا شکار ہیں اُس کو فنا نہیں

سب خیر ہے اسی میں کہ اُس سے لگاؤ دل
ڈھونڈو اُسی کو یارو بتوں میں وفا نہیں

اس جائے پُر عذاب سے کیوں دل لگاتے ہو؟
دوزخ ہے یہ مقام یہ بستاں سرا نہیں

عشق حقیقی

اگر وہ جان طلب کرتے ہیں تو جاں ہی سہی
بلا سے کچھ تو نپٹ جائے فیصلہ دل کا

اگر ہزار بلا ہو تو دل نہیں ڈرتا
ذرا تو دیکھیے کیسا ہے حوصلہ دل کا

جواہر ریزے

تکمیل ہدایت

جب ہم اس ترتیب کو دیکھتے ہیں۔ کہ ایک طرف تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے دو مقصد ہی بیان فرمائے ہیں تکمیل ہدایت اور تکمیل اشاعت۔ ہدایت اور اول الذکر تکمیل چھٹے دن یعنے جمعہ کے ہوگی۔ الیوم اکملت لکم اسی دن نازل ہوئی۔ اور دوسری تکمیل کے لئے بالاتفاق مانا گیا ہے۔ کہ مسیح موعود کے زمانہ میں ہوگی چنانچہ سب مفسروں نے بالاتفاق تسلیم کیا ہے۔ جبکہ پہلی تکمیل چھٹے دن ہوئی۔ تو دوسری تکمیل بھی چھٹے دن ہوگی۔ اور قرآن شریف میں ایک دن ایک ہزار برس کا ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسیح چھٹے ہزار میں ہوگا۔

بہترین دعا

بہترین دعا وہ ہوتی ہے۔ جو جامع تمام خیروں کی اور مانع ہو تمام مضرات کی۔ انعمت علیھم کی دعا میں آدم سے لیکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک کل منعم علیہم لوگوں کے انعامات کی حصول کی دعا ہے۔ اور غیر المغضوب علیھم ولا الضالین میں تو ہر قسم کی مضرتوں سے بچنے کی دعا ہے۔ چونکہ مغضوب سے مراد یہود اور ضالین سے مراد نصاریٰ بالاتفاق ہیں۔ تو اس دعا کی تعلیم کا منشا صاف ہے۔ کہ یہودیوں نے جیسے بے جا عداوت کی تھی مسیح موعود کے زمانہ میں مولوی لوگ بھی ویسا ہی کریں گے۔ اور حدیثیں اس کی تائید کرتی ہیں۔ یہانتک کہ وہ یہودیوں کے قدم بقدم چلیں گے۔

روح القدس کے فرزند

ایدناہ بروح القدس میں کوئی خصوصیت نہیں ہے روح القدس کے فرزند تمام وہ سعادت مند اور راستباز ہیں۔ جن کی نسبت ان عبادی لیس لک علیھم سلطان وارد ہے۔ قرآن کریم سے دو قسم کی مخلوق ثابت ہوتی ہے۔ اول وہ جو روح القدس کے فرزند ہیں۔ دوسرے وہ جو شیطان کے فرزند ہیں پس اس میں مسیح کی کوئی خصوصیت نہیں۔

دوزخ کی میعاد

ہمارا ایمان یہی ہے۔ کہ دوزخ میں ایک عرصہ تک آدمی رہیگا۔ پھر نکل آئیگا۔ گویا جن کی اصلاح نبوت سے نہیں ہو سکی۔ ان کی اصلاح دوزخ کریگا۔ حدیث میں آیا ہے یاتی علی جھنم زمان لیس فیھا احد یعنے دوزخ پر ایک زمانہ ایسا آئیگا۔ کہ اس میں کوئی متنفس نہیں ہوگا۔ اور نسیم صبا اس کے دروازوں کو کھٹ کھٹائے گی۔

اخبار احمدیہ

۱۔ عزم انگلستان۔ غالباً ہمارے ناظرین کرام کو معلوم ہے کہ پہلے حضرت ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب ولائیت میں تبلیغ اسلام کے لئے جانے کا عزم رکھتے تھے۔ اور انجمن نے فیصلہ بھی کر دیا تھا۔ مگر اب بعض مقامی مصلحتوں کی وجہ سے یہ مناسب سمجھا گیا ہے۔ کہ مولوی صدر الدین صاحب ہی ولائیت تشریف لیجائیں چنانچہ مولوی صاحب ممدوح رخت سفر باندھے ہوئے تیار ہیں۔ آپ کے ساتھ مولوی دوست محمد صاحب ایڈیٹر پیغام صلح۔ اور مولوی عبداللہ جان صاحب خلف الرشید حضرت مولوی غلام حسن خان صاحب پشاوری بھی ہوں گے۔ مولوی صدر الدین صاحب انشاء اللہ تعالیٰ آئیندہ سال کے آغاز میں واپس تشریف لاکر مسلم ہائی سکول کا چارج لے لینگے۔ اور آپ کی جگہ خاکسار مصطفیٰ خان انگلستان میں کام کریگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

چونکہ یہ قافلہ ۱۹ تاریخ کو بمبئی سے جہاز پر سوار ہونے والا ہے اسلئے حضرت امیر ایدہ اللہ سے شرف نیاز حاصل کرنے اور بعض اہم امور میں مشورہ کے لئے حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب حضرت مولوی صدر الدین اور حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب پرسوں ۸ جولائی کی شام کو شملہ تشریف لے گئے ہیں۔ حضرت ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب تو پہلے ہی شملہ میں ہیں۔ مولوی دوست محمد صاحب بھی کل ۹ جولائی کو حضرت امیر ایدہ اللہ کی ہدایت کے ماتحت آپ سے شرف ملاقات کے لئے شملہ گئے ہیں۔ ناظرین کرام سے استدعا ہے۔ کہ وہ اس قافلہ کے لئے جو محض اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے اپنے وطن اور بال بچوں کو چھوڑ کر جا رہا ہے خاص اوقات میں دعا کریں۔

۲۔ حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب بھی انگلستان جانے کا عزم رکھتے ہیں۔ مگر ابھی تک یہ معلوم نہیں کہ آپ کس تاریخ کو روانہ ہو سکیں گے۔

۳۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب آجکل شملہ میں ہیں اگرچہ آپ کی طبیعت پہلے سے اچھی ہے۔ مگر پوری صحت نہیں۔ احباب اس نافع الناس وجود کی صحت کامل و عاجل کے لئے خصوصیت سے دعا کریں۔

۴۔ مسلم ہائی سکول لاہور۔ ۱۳ جولائی سے موسمی تعطیلات کے لئے بند ہوتا ہے۔ اور ۱۳ ستمبر ۱۹۱۹ء کو پھر کھلے گا۔

تصحیح مقدمات سازش لاہور و امرتسر کے فیصلے ہم نے معاصر پیسہ اخبار سے نقل کئے تھے مگر معاصر مذکور نے سہو کتابت کیوجہ سے غلطی کر دی جسکی تصحیح حسب ذیل طریق پر کی گئی ہے:۔

"کل کے پرچہ میں ڈاکٹر کچلو اور ڈاکٹر ستیہ پال کی سزا کے متعلق تصحیح میں کاتب نے پھر غلطی کر دی حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں کو محض عمر قید بعبور دریائے شور کی سزا دیگئی ہے اور انکی جائیداد کی ضبطی کا حکم نہیں دیا گیا!"

ناظرین پیغام صلح بھی ۹ جولائی کی اشاعت میں ایکے مطابق اصلاح کر لیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیغام صلح لاہور

لاہور - مورخہ ۱۳ جولائی ۱۹۱۹ء

اشاعت اسلام

ایک یورپین مستشرق کے نقطہ نظر سے

(۱)

خدا را یک زماں بردار از رخ پردہ اے لیلیٰ
کہ ناصح پُر ملامت مے کند مجنون شیدا را

قرون اولیٰ میں اسلام اور مسلمانوں کو جو ترقی نصیب ہو چکی ہے۔ وہ ہمیشہ مہذب اقوام کے اہل علم افراد میں نہ صرف حیرت و استعجاب کی نظر سے دیکھی جاتی رہی ہے۔ بلکہ مغربی مستشرقین نے تو اس ترقی کے اسباب و علل پر بڑی بڑی بحثیں کی ہیں۔ اور اسلام کی کامیابی کے راز پنہاں پر خوب اوراق سیاہ کئے ہیں۔ اس قسم کی مساعی میں سے ایک قابل ذکر کوشش سوئٹزرلینڈ کی جینوا یونیورسٹی کے ایک مشہور پروفیسر کیطرف سے عمل میں آئی ہے۔ جنہوں نے پیرس کے فرانس کالج میں ایک مرتبہ مختلف اسلامی مسائل پر چند لیکچر دیئے۔ اسلامی مسائل میں سب سے مہتم بالشان مسئلہ چونکہ اشاعت اسلام ہے۔ اسلئے سب سے پہلے لیکچر میں پروفیسر موصوف نے اسی مسئلہ پر روشنی ڈالی۔

سب سے پہلے پروفیسر موصوف نے اسلام کی سرعت ترقی کا اعتراف کیا ہے۔ اور نہایت بے تعصبی سے تسلیم کیا ہے کہ:۔

(اسلام) جس سرعت سے دنیا میں پھیلا۔ اور اب تک جس سرعت سے پھیلتا جاتا ہے۔ اس کی نظیر دیگر مذاہب میں بہت کم پیش کر سکتے ہیں۔

اس کے بعد پھر اس عدیم النظیر کامیابی کا ذکر کرتے ہوئے اس کے اسباب و وجوہ پر بحث کی ہے۔ اور مورخین عام کے مختلف آرا کا اقتباس پیش کیا ہے۔ جن کا مفاد یوں دہرایا جا سکتا ہے:۔

(۱) "اسلام کی اشاعت کا سبب وہ مناسبت وقت ہے۔ جس میں وہ پیدا ہوا"۔

(۲) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کی سادگی طبیعت اشاعت اسلام کا سبب ہے۔

(۳) "کہا جاتا ہے۔ کہ بڑی وجہ اسلام کی اشاعت کی اسلام کی سنگدلی اور قوت شمشیر ہے۔ لیکن واقعات اس رائے کی تکذیب کرتے ہیں۔ مگر خود پروفیسر ممدوح کے نزدیک اسلام کی اشاعت کے صرف دو اسباب ہیں:۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے پیروؤں کا اخلاص اور شدت اعتقاد مذہبی۔

(۲) مسلمانوں میں قومیت کا احساس۔

اس سے آگے چل کر پروفیسر ممدوح نے اسلام کی مشنری کوششوں کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے۔ اگرچہ اسلام میں کوئی باقاعدہ مشنری نظام نہیں۔ مگر "بت پرست ممالک میں ہر مسلمان کا وجود بجائے خود داعی الی الاسلام ہے۔ اسلام کی خصوصیات میں یہ ہے۔ کہ انسان کے عقائد پر چھا جاتا ہے۔ اس دل اور جسم پر قابض ہو جاتا ہے"۔

اس سے جہاں یہ امر بہ بداہت ظاہر ہے۔ کہ اسلام میں ایک قدرتی جذب و کشش ہے۔ جس سے طبایع انسانی اس کی طرف کھنچی چلی آتی ہیں۔ وہاں یہ امر بھی بہایت صفائی سے واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام کی کامیابی کا انحصار جبر و تشدد پر ہرگز نہیں۔ اور نہ ہی کبھی تلوار سے اس نے اپنی اشاعت میں کام لیا۔

کیا حسرت کا مقام ہے۔ کہ آج غیر مذاہب کے محقق تو اسلام کی فطری خوبیوں کا اعتراف کریں۔ مگر دین کے علمبردار مولوی اور اسلام کی نعمت کو قبول کرنے والے مسلمان اسلام کی ان خوبیوں کا انکار کرتے ہوئے اس امید خام سے لگا رہیں۔ کہ کوئی خونی مہدی یا مسیح نازل ہو کر اعلائے کلمۃ اللہ کا فرض ادا کریگا۔ اور کفار کو جبراً تلوار کے گھاٹ اتار اتار کر مسلمان بنائیں گے۔

ایک ہم ہیں کہ لیا اپنی ہی صورت کو بگاڑ
ایک وہ ہیں جنہیں تصویر بنا آتی ہے

ایک طرف ان خیالات کو رکھو۔ جو اس زمانہ میں عام طور پر مسلمانوں کے دلوں میں موجزن ہیں۔ اور جن کا خلاصہ صرف یہ ہے کہ مسلمان ایک ایسے مذہبی مصلح کے متمنی ہیں۔ جو بزور شمشیر اسلام کی اشاعت کرے۔ اور دوسری طرف حضرت مسیح موعود کے ارشاد کو رکھو۔ جو فرماتے ہیں ؎

تو جبر کو کہ صدق را شکست آید
ازیں بود کہ جبر ہا خطا باشد

اور جنہوں نے تمام عمر اس امر پر زور دیا کہ اشاعت اسلام کے لئے تلوار کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اسلام میں خود ایسی خوبیاں ہیں۔ جو انسانی طبایع کو اپنی طرف کھینچ سکتی ہیں۔ تو معلوم ہوگا کہ حضرت مسیح موعود کا قدم کیسا جادۂ صواب پر ہے۔ اور خدا تعالےٰ نے آپ کو ایسے روشن مسلک پر چلایا ہے۔ جس کی نظیر آج دنیا میں موجود نہیں۔ پھر اس پہلو سے قطع نظر کر کے اگر دیکھا جائے۔ تو حضرت مسیح موعود کی تعلیم کو خدا تعالیٰ نے عملی رنگ میں پورا کر کے دکھا دیا۔ مسلمانوں نے جہاں تھوڑی سی کوشش اشاعت اسلام کے لئے کی وہاں امید سے بڑھ کر خوش آیند نتائج پیدا ہوئے۔ مگر جہاں مسلمانوں نے تلوار اٹھائی۔ وہاں ہی مسلمانوں کو ہزیمت اٹھانی پڑی۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود پہلے سے ہی بتا چکے تھے کہ ؎

یہ حکم سن کے بھی جو لڑائی کو جائے گا
وہ کافروں سے سخت ہزیمت اٹھائے گا

آج ہم سے اکثر سوال کیا جاتا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے آکر کیا کیا؟ اس سوال کے جواب کے لئے ایک دفتر بکار ہے۔ مگر کیا مسلمانوں کو یہ روشن حقیقت نظر نہیں آسکتی۔ کہ حضرت مسیح موعود نے اسلام کی ترقی کا وہ گُر یا اصول بتایا۔ جو ان کی ترقی کا اصل راز ہے۔ اور جس پر عمل پیرا ہو کر وہ ایک مرتبہ اوج رفعت پر پہنچ چکے ہیں۔ اور نہ صرف ایک اصول ہی بتایا۔ بلکہ اس اصول پر کاربند ہونے والی مہتم بالشان جماعت اپنے دنیوی مفاد و اغراض پر اسلام کو مقدم رکھنے والی جماعت۔ اپنے قیمتی اوقات کو اغراض دین کے لئے قربان کرنیوالی جماعت تیار کی۔ جس نے اشاعت اسلام کا کام اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور

دکھلا دیا زمانہ کو اپنا دل و دماغ
بتلا دیا کہ کرتے ہیں یوں کرنیوالے کام

اس جیتی جاگتی حقیقت نفس الامری سے بھی مسلمان اپنی آنکھیں بند کریں تو ہم بھی سعدی کے الفاظ میں یہی جواب دینے پر مجبور ہیں ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

حضرت مسیح موعود کی ہتک مت کرو

ہمیں جناب "الفضل" سے یہ ہمیشہ سے شکوہ رہا ہے۔ وہ محض ہماری مخالفت کی وجہ سے ان روشن حقیقتوں کا انکار نہ کر دیا کریں۔ جو حضرت مسیح موعود کی صداقت پر روز روشن کی طرح بین دلیل ہیں۔ ہم آجتک نہایت فخر و مباہات سے اس حقیقت کا اعلان کرتے رہے ہیں۔ کہ دوست تو دوست دشمن بھی حضرت مرزا صاحب کے علم و فضل و کمال اور آپکی دینی خدمات کے معترف رہے ہیں مگر افسوس تو یہ ہے کہ آج میاں "الفضل" پوچھتے ہیں کہ:۔

"کیا پیغام مہربانی کر کے مولوی ثناءاللہ یا کسی اور مخالف مولوی حضرت مسیح موعود کے متعلق اسوقت شہادت پیش کر سکتا ہے۔ جب آپنے مامور من اللہ ہونے کا دعوےٰ کیا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی کا ریویو اس بات کی تائید میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ وہ آپ کے دعوے سے قبل کا ہے۔ اگر دعوے کے بعد کی کوئی شہادت ہو تو پیش کی جائے"۔

ہم حیران ہیں۔ الفضل محض میاں صاحب کی فرضی فضیلت کو قایم رکھنے کے لئے کیوں مسیح موعود کی خصوصیات ذاتی کو ملیا میٹ کرنے کے درپے ہے۔ اس دیدہ دلیری کا صاف مطلب یہ ہے کہ چونکہ میاں صاحب کے قلم کو ابھی کسی نے آجتک نہیں مانا۔ اس لئے حضرت مسیح موعود کو جو عزت اور شہرت دنیائے علمی میں حاصل ہے اسکو بھی پامال کیا جائے۔ مگر ایسی ناکام کوششوں سے کچھ نہیں بنتا تاہم ہم یہاں بکمال فراغ بالی اپنا عمل کرتے ہوئے محض ایک دو اخباروں کے چند فقرات نقل کرتے ہیں۔ جو حضرت صاحب کی وفات کے موقعہ پر شائع کئے گئے۔ ان سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے علم و فضل کا شہرہ کہاں تک تھا۔ اور میاں صاحب اس مقابلہ میں جس کی کوشش الفضل اندھا دھند کر رہے ہیں کہاں تک پورے اتر سکتے ہیں۔ وکیل موت عالم کے عنوان سے لکھتا ہے (۱) "سید احمد۔ غلام احمد رحمت اللہ کے وزیر خاں ہے

السابقون الاولون کے زمرہ کے لوگ تھے جنہوں نے اس نئے [illegible] کا افتتاح کیا"۔ ...

(۲) "مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا ہے۔ مقبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے [illegible] اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے"۔ ...

(۳) اپنے مذہب کے علاوہ مذہب غیر پر ان کی نظر نہایت وسیع تھی اور وہ اپنی معلومات کو نہایت سلیقہ سے استعمال کر سکتے تھے تبلیغ و تلقین یہ ملکہ ان میں پیدا ہو گیا تھا کہ مخاطب کس قابلیت کس مذہب و ملت کا ہے۔ ان کے برجستہ جواب سے ایک دفعہ ضرور گہرے فکر میں پڑ جاتا تھا۔

(۴) مرزا صاحب کا دعویٰ تھا کہ میں ان سب کے لئے حکم و عدل ہوں۔ لیکن اس میں کلام نہیں کہ ان مختلف مذاہب کے مقابلہ پر اسلام کو نمایاں کر دینے کی ان میں بہت مخصوص قابلیت تھی"۔ دیکھئے میاں الفضل یہ حضرات اس اخبار "وکیل" میں شائع ہوئے ہیں جن میں حضرت مرزا صاحب کے خلاف نقاش الہیبے دریدہ دہن کے مضمون بھی چھپے ہیں۔ مگر جہاں علم و فضل کا سوال ہے اس وکیل نے وہی لکھا جو حق تھا۔

یونین گزٹ لکھتا ہے:۔

(۱) میرزا صاحب کی وہ اعلیٰ ہدایات۔ جو انہوں نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی کہی ہیں۔ واقعی بہت تعریف کی مستحق ہیں۔ میرزا صاحب نے مناظرہ کا رنگ بالکل بدل دیا تھا۔ اور ایک جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کر دی تھی۔ ... جو بے نظیر کتابیں آریوں اور عیسائیوں کے رد میں لکھی ہیں اور جیسے دندان شکن جواب مخالفین اسلام کو دیئے ہیں۔ آج تک معقولیت سے ان کا جواب الجواب ہم نے تو دیکھا نہیں ÷

(۲) واقعی ان کی بعض عبارتیں پڑھنے سے وجد کی حالت طاری ہو جاتی ہے ÷

(۳) اپنی خداداد ذہانت اور طبعیت و جودت سے اتنی قابلیت عربی میں پیدا کر لی ہے کہ بے تکلف عربی لکھ پڑھ لیتے ہیں اور عربی بولنے میں ان کو ذرا تامل نہیں ہوتا"۔

اس کے بالمقابل میں ہمارے کرم میاں صاحب کے علمی جودت طرازی اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہ غلام احمد کی ترکیب غلط ہے اور اس نکتہ علمی کی جو قدر دنیائے علمی کر سکتی ہے وہ بھی ہمکو معلوم ہے۔ پھر کس برتے پر تتا پانی۔

ایڈیٹر ٹریبیون کی سزا میں تخفیف

گذشتہ اشاعت میں ہم نے ہز آنر لفٹنٹ گورنر صاحب پنجاب کے رحم و انصاف کی تعریف کرتے ہوئے لکھا تھا کہ حضور لاٹ صاحب ازراہ مہربانی ایڈیٹر ٹریبیون کے متعلق یہ حکم نافذ کیا ہے۔ کہ ان سے مناسب حال مشقت لی جائے اور کھانا بھی بنگالی مذاق کے مطابق دیا جائے۔ اب اسی سلسلہ میں یہ خبر خاص خوشی سے سنی جائے گی۔ کہ ایڈیٹر ٹریبیون کی سزا بجائے دو سال کے محض تین ماہ کی رہ گئی ہے۔ ہز آنر کی اس فیاضانہ منظوری کے تمام اہل نظر مداح ہیں

سر سنکا نارائن کا جانشین

آجکل اخبارات میں سر سنکا نارائن کے جانشینی کا مسئلہ زیر بحث ہے جنہوں نے پچھلے دنوں وائسرائے کی کونسل انتظامیہ میں رکنیت سے استعفا دیا تھا اور یہ استعفا منظور ہو چکا ہے۔ اور جگہ خالی ہے اس لئے قدرتی طور پر سیاسی حلقوں میں چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں کہ اب جلیل القدر عہدہ پر کون فائز ہوتا ہے۔ چونکہ آئین حکومت کے لحاظ سے اب ایک مسلمان کی باری ہے اس لئے معاصر پیسہ اخبار نے آنریبل میاں محمد شفیع صاحب کا نام نامی تجویز کیا ہے۔ اور محترم معاصر وکیل نے اس کی تائید کی ہے وکیل نے اس تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے پنجاب کی فوجی خدمات کا بھی دیا ہے اس میں شک نہیں۔ پنجاب نے گذشتہ جنگ میں گورنمنٹ کی قابل قدر خدمت کی ہے اور اس لحاظ سے پنجاب کا حق ہے کہ اس کا نمائندہ وائسرائے کی انتظامی کونسل میں بھیجے اور [illegible] کہ میاں محمد شفیع پنجاب کے ایک نہایت کامیاب بیرسٹر اور فن قانون میں ید طولےٰ رکھتے ہیں اور گذشتہ دار و گیر کے موقعہ پر انہوں نے بعض ایسے کام بھی کئے ہیں جن سے وہ پبلک کے شکریہ کے مستحق ہیں۔ انکے علاوہ جبری پرائمری تعلیم کے مسئلہ میں انہوں نے اپنی رائے اب تبدیل کر لی اور ہمیں امید ہے کہ وہ اس پر کاربند ہوں گے۔ اسلئے ہم بھی وکیل سے اتفاق

اقتباسات

اسلام اور ایک یورپین مستشرق

سیبو مونٹیٹ، سوئٹزرلینڈ کی جنیوا یونیورسٹی کے ایک مشہور پروفیسر ہیں۔ انہوں نے ایک زمانہ میں پیرس کے فرانس کالج میں مختلف اسلامی مسائل پر فرنچ زبان میں سات لیکچر دیئے تھے جو ۵۰ صفحے کے رسالہ کی شکل میں پیرس سے شائع ہوئے ہیں پہلا لیکچر اشاعت اسلام پر ہے۔ دوسرا اصل اصول اسلام پر جو بدعات اور دیگر مذاہب کے جو رسوم و رواج داخل ہوگئے ہیں اُس کے بیان میں ہے۔ تیسرے لیکچر میں اسلام کے اولیاء اللہ و بزرگان کرام کا تذکرہ ہے۔ چوتھا تصوف اسلامی وسلسلہ ہائے صوفیائے اسلام پر ہے۔ پانچویں لیکچر کا موضوع ایران کا جدید بابی فرقہ ہے چھٹے میں اقوام اسلام کی آئندہ حالت کے متعلق پیشین گوئی کی گئی ہے۔ آخری لیکچر میں سیبو مونٹیٹ نے دنیائے یورپ کو دنیائے اسلام کے ساتھ رابطہ اتحاد مضبوط کرنے کی دعوت دی ہے ہم ذیل میں پہلے لیکچر کا خلاصہ درج کرتے ہیں جو ایک طویل رسالہ سے ترجمہ ہو کر "الندوہ" میں شائع ہوا تھا۔

مسلمانوں کی آبادی

مسلمان تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ لیکن اُن کی کثیر تعداد فرانس، جرمنی، گریٹ برٹن اور ہالینڈ کے ماتحت ہے اور یہی وہ سلطنتیں ہیں۔ جن کو مسلمانوں کے ساتھ سب سے زیادہ تعلق ہے۔ کیونکہ اُن کے مقبوضات میں کروڑوں مسلمان آباد ہیں۔ ایشیا اور افریقہ کے وہ مسلمان جو غیر قوم کے محکوم ہیں وہ تین حصوں میں منقسم ہو سکتے ہیں۔ اہل ہند، اہل افریقہ، اہل ملایا (جزائر ہند) اس وقت ہم کو خاص طور سے فرانس کے ماتحت مسلمانوں کا تذکرہ مقصود ہے۔ مسلمانان ہند، جاوا سماٹرا کا ذکر ضمناً آئے گا۔

بربری مسلمان

بربری مسلمان فطری جذبات اور عادات و اخلاق میں عرب فارس، ہندوستان، چین اور ملایا کے مسلمانوں سے بالکل اسی طرح مختلف ہیں جس طرح اختلاف ممالک کی بنا پر ایشیا، یورپ، امریکہ اور افریقہ کے علیحدہ مختلف ہیں۔ آبادی کے لحاظ سے دنیائے اسلام کا اجمالی نقشہ یہ ہے۔ کہ وہ ایشیا اور افریقہ کے بہت بڑے حصہ میں اور ملایا کے بہت سے ممالک میں پھیلا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ یورپ اور امریکہ میں بھی مسلمان باشندوں کی تعداد کچھ کم نہیں ہے۔ تفصیلی مردم شماری کے لحاظ سے مسلمانوں کی مجموعی تعداد بیس کروڑ سے پچیس کروڑ تک ہے جن میں سے افریقہ میں فرانس کے ماتحت ۲۳۱۰۸۰۰۰ مسلمان ہیں۔ انگلستان کے سایہ میں ۶۸۰۰۰۰۰۰ مسلمان پناہ گزیں ہیں۔ ہالینڈ کے زیر حکم ۳۴۹۳۰۰۰۰ مسلمان ہیں جن میں سے تقریباً تین کروڑ جاوہ میں ہیں۔ چین میں بھی مسلمانوں کی تعداد تین کروڑ ہے۔ بقیہ ممالک اسلام میں مصر کے سوا اور کسی ملک کے مسلمانوں کی صحیح تعداد نہیں معلوم ہو سکتی۔ مصر میں ایک کروڑ دو لاکھ اہتر ہزار مسلمان ہیں۔ باشندگان مملکت عثمانیہ دو کروڑ چالیس لاکھ ہیں۔ جن میں سے زیادہ تر مسلمان ہیں۔ ایران میں ۹۰ لاکھ مسلمان ہیں مراکش میں بھی کم و بیش یہی تعداد ہے۔ اسلام جن ممالک میں پھیلا ہوا ہے۔ وہیں محصور نہیں ہے۔ بلکہ جس طرح لبریز کناروں سے پانی چھلک جاتا ہے اسی طرح اسلام اپنے خاص مسکن سے نکل کر آگے بھی بڑھ گیا ہے۔

ے محقق یہ ہے کہ مسلمانوں کی تعداد تمام دنیا میں پینتیس کروڑ سے کم نہیں ہے [illegible] یورپ مسلمانوں کی جو تعداد اختیار کرتے ہیں وہ تخمینی ہوتی ہے کیونکہ اکثر ممالک اسلام مثلاً افغانستان عرب، مراکش، افریقہ، تجرد میں مسلمانوں کی صحیح تعداد معلوم کرنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے [illegible] یورپ [illegible] مسلمان آبادی کا [illegible] ساٹھ لاکھ [illegible] تسلیم کرسکتا ہے مسلمانان ترکستان [illegible] بلغاریہ وکریٹ وغیرہ کا نام [illegible] بالکل نہیں آتا۔

ے [illegible] سلطنت عثمانیہ کی حدود میں۔ جن میں شام۔ عرب، فلسطین [illegible] ترکی، ایشیا کوچک، ترکی [illegible] لیتے ہیں؟

اسلام کی کامیابی کا راز

اسلام ابتداءً جزیرہ نمائے عرب سے نکل کر جس سُرعت سے دُنیا میں پھیلا اور اب تک وہ جس سُرعت سے پھیلتا جاتا ہے اور جس کی نظیر دیگر مذاہب بہت کم پیش کر سکتے ہیں اور اپنی اشاعت میں وہ جس کثرت سے کامیابی حاصل کرتا ہے یہ ایسے حیرت انگیز امور ہیں جنکے وجوہ و اسباب کی تفصیل میں مورخین سخت حیران ہیں اور اسی لئے وہ مختلف الرائے بھی ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مذہب اسلام کی اشاعت کا سبب وہ مناسبت وقت ہے جس میں وہ پیدا ہوا۔ اُس وقت دُنیا کی ایسی حالت ہی تھی کہ اس وقت جو مذہب پیدا ہوتا۔ اس کو حسن قبول حاصل ہوتا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کی سادگی طبیعت اشاعت اسلام کا سبب ہے۔ کہا جاتا ہے سب سے بڑی وجہ اسلام کی اشاعت کی اسلام کی سنگدلی اور قوت شمشیر ہے۔ لیکن واقعات اس رائے کی تکذیب کرتے ہیں ان لوگوں نے اشاعت اسلام کے مختلف اسباب پر غور نہیں کیا۔

اشاعت اسلام کے دو سبب

ہمارے نزدیک اشاعت کے صرف دو قوی اسباب ہیں اول محمد (صلعم) اور اُن کے پیروؤں کا اخلاص شدت اعتقاد مذہبی جوش جس نے بت پرستی کا دُنیا سے خاتمہ کر دیا اسلام ابتداءً اسرائیلی مذاہب کی طرح صرف ایک مذہبی اصلاح یا تجدید سے عبارت تھا۔ لیکن مکّہ سے جب مدینہ میں اس کا مرکز اصلاح منتقل ہوا۔ تو اس کی ترکیب میں ایک جدید عنصر کا اضافہ ہوا یعنی وطنیت اور قومیت کا۔ حاصل۔ یہ اسلام کی اشاعت کا دوسرا سبب ہے اسی بنا پر اسلام میں مذہب اور تمدن مذہب اور پالیٹکس ایک جگہ جمع ہو گئے ہیں جس کا جلوہ اسلامی تمدن میں نہایت صاف طریقہ سے نظر آتا ہے اور یہی اجتماع اس کی ترقی کا باعث ہوا۔ اور لوگوں کا بیان ہے۔ کہ یہی اجتماع اس کے انحطاط کا بھی سبب ہے۔

مذہب اور پالیٹکس

اس حقیقت کے جاننے کے بعد مناسب ہے کہ ہم مذہب بجائے اسلام سوا عظم ان کی فتوحات کا ایک جنگی فتوحات سے الگ تصور کریں۔ مذہب کی ترقی پالیٹکس کے ذریعہ سے دنیا کا عام واقعہ ہے۔ جس کو تاریخ عالم کا واقف کار اچھی طرح جانتا ہے اُن اصلاح اور ریفارم کے مورخین جو مسیحی مذہب میں لوتھر اور کالون کے ذریعہ سے پیدا ہوئی ہے اس کے شاہد ہیں کہ پالیٹکس کو پروٹسٹنٹ مذہب کی اشاعت میں کس قدر قوی دخل ہے۔ سولہویں صدی کے ریفارمر اور مصلحین یعنی لوتھر اور کالون کے معاصرین، اہل احساس و وجدان اور اہل خیالات عالیہ تھے۔ لیکن سیاست کی موجوں نے اُن کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ اور انہوں نے اپنے مذہبی اشارات کے مطابق اُن سیاسی موجوں کو گردش دی۔ بابلی مذہب کی تاریخ میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔ کہ انسان کی روحانی ترقی کو مادی ترقی سے یا مذہب کو پالیٹکس سے کسقدر رشتہ تعلق ہے اسباب سرعت اشاعت اسلام کے بیان میں بعض لوگوں نے بہت تکلف کیا ہے۔ اور ہم نے جو عام طریقہ اشاعت مذہب کا بیان کیا ہے جو ہر انسانی سوسائٹی کی پیدائش میں ظاہر ہے اس سے انہوں نے قطع نظر کیا ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ چونکہ ملک عرب نہایت تنگ ملک تھا۔ جس کی وسعت یورپ کے تین ثلث کے برابر ہے جب وہاں انقلاب پیدا ہوا تو اضطراری طور سے لوگوں کو ملک عرب سے نکل کر دیگر ممالک میں جانا پڑا۔ جن کے ساتھ ساتھ اسلام کی اشاعت بھی لازمی تھی۔ لیکن ہم آب وہوا یا ملک کے تغیر کو اس انقلاب عظیم کا سبب بناتے ہوئے ڈرتے ہیں۔

ہم نے اسباب اشاعت اسلام کے بیان میں اختصار سے کام لیا۔ ہمارے نزدیک اشاعت اسلام کے قوی اسباب وہی دو ہیں یعنی مسلمانوں کا اخلاص اور شدت اعتقاد و جوش مذہبی اور عربوں میں قومی و وطنی احساس کا پیدا ہو جانا یہی دو سبب ہیں جو ہمیشہ اسلام کی اشاعت میں کام کرتے رہے ہیں تا ہم [illegible] صدی میں اسلام کی اشاعت کے وجوہ مختلف طریقے مذہبی۔ سیاسی۔ اقتصادی معاشرتی [illegible]

ے [illegible] مسلمان بھی یہ کہتے ہیں۔ کہ خدا نے اسلام کو خاص مناسب وقت میں [illegible] کیا۔

اسلام کے مشنری

مذہبی اسباب پر جب ہم غور کرتے ہیں کہ سب سے پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا جس طرح مسیحی مذہب میں مشنریوں کی کوشش سے مسیحیت کی اشاعت ہوتی ہے کیا اسلام میں بھی اس قسم کا کوئی طریقہ موجود ہے۔ جو اشاعت اسلام کا سبب ہو اس کا جواب ہاں اور نہیں دونوں ہیں۔

افریقہ میں مسلمانوں کا ایک گروہ موجود ہے جو صحیح اور حقیقی طریقہ سے اسلامی مشنری کی خدمت انجام دیتا ہے۔ اس نے چند ایسے طریقے اختیار کئے ہیں جن کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ مذہب اسلام کی اشاعت ہو۔ علاوہ بریں اسلام خود بخود افریقہ میں پھیل رہا ہے کیونکہ بہت سے ممالک میں ہر مسلمان کا وجود بجائے خود داعی الی الاسلام ہے۔ اسلام کے خصوصیات میں یہ ہے کہ انسان کے عقائد پر چھا جاتا ہے اُس کے دل اور جسم دونوں پر قابض ہو جاتا ہے۔ نیز حمیت۔ غیرت اور جوش بھی پیروان اسلام کا وصف خاص ہے۔ تاجران اسلام جو قافلہ در قافلہ افریقہ کے طول و عرض میں آتے جاتے ہیں وہ بھی اشاعت اسلام میں مستحکم ذرائع ہیں۔ مبلغین اسلام مسلمان مشنری اپنے جوش و حمیت میں مشہور و معروف ہیں وہ قبائل اور ممالک کے مناسب حال اشاعت اسلام کی مختلف تدابیر اختیار کرتے ہیں۔ جن میں اقتصادی اور معاشرتی تدابیر کا زیادہ حصہ ہوتا ہے۔

افریقہ کے بعض مقامات میں مسلمان مشنریوں نے بہت سے گاؤں آباد کئے ہیں جہاں نومسلم رہتے ہیں۔ مسلمان مشنری افریقہ میں قحط سے بھی فائدہ اٹھاتے ہیں جیسا کہ زنگبار کے ساحل پر دانگیا میں واقعہ گذرا۔ ایسے موقع پر وہ مذہب اسلام کو نیکی اور احسان کی صورت میں پیش کرتے ہیں۔ اکثر یہ واقعہ بھی گذرا کہ مسلمان مشنریوں نے غلاموں کو آزاد کر دیا تاکہ وہ اُن کے پاس سے نکل کر جہاں جائیں اسلام پھیلائیں۔ جیسا کہ مقام واداؔئی میں ہوا۔ کہ غلاموں کا ایک گروہ جو اصل میں واداؔئی کا تھا۔ طرابلس الغرب اور مصر کے حدود میں گاؤں والے اُن کو لوٹا کرتے تھے۔ محمد بن علی سنوسی نے اُن کو خرید لیا۔ اور اپنی خانقاہ میں اُن کو اسلام کی ضروری تعلیم دیکر اُن کو آزاد کر دیا۔ اور جب سنوسی کو یقین ہو گیا۔ کہ یہ لوگ اشاعت اسلام کی خدمت باحسن وجوہ ادا کر سکتے ہیں تو اُن کو اپنے وطن اصلی میں واپس کر دیا تاکہ وہ مذہب اسلام کی وہاں اشاعت کریں۔

افریقہ کے سوا اور متمدن ممالک و اقوام میں مسلمان مشنری ان تدابیر کے علاوہ دوسری تدبیریں اختیار کرتے ہیں۔ اپنی اعلیٰ تعلیم کے ذریعہ سے اپنے حکام اور افسروں کو رضامند کرتے ہیں۔ اور اس قدرت سے وہ عام ہر دلعزیزی حاصل کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ قوم کے ان عادات اور رسوم سے جن سے وہ مالوف ہے سکوت کرتے ہیں اور انکو بدلنے کی کوشش نہیں کرتے۔ مذہبی تخیلات اور ان کے مذہبی تہواروں سے چشم پوشی کر لیتے ہیں۔ اور اس طرح اس قوم کے افراد کو اسلام کوئی نیا مذہب بظاہر معلوم نہیں ہوتا۔ اور وہ اُس میں رفتہ رفتہ جذب ہو جاتے ہیں۔ چین کے مسلمانوں کا بھی یہی حال ہے جہاں اُن کے لئے گورنمنٹ کی طرف سے ہر قسم کی راہیں کھلی ہیں اور ہر قسم کی سہولتیں پیدا ہیں تاہم وہ اپنی مسجدوں کی عمارت خاص چینیوں کی عبادت گاہوں سے بلند نہیں بناتے۔ اور اسی لئے منارہ جو مساجد اہل اسلام کی علامت ہے چینی مساجد میں نہیں ہوتا۔ چینی مسلمان اپنے ہم مذہبوں کو وصیت کرتے ہیں کہ وہ اپنے ہم وطنوں سے انکے مذہبی تہواروں میں کنارہ کش نہ ہوں۔ چینی مسلمان جب عام ملکی فرائض ادا کرتے ہیں تو اُن بعض غیر اسلامی فرائض کو بھی ادا کرتے ہیں جن کو قانون ملکی نے اُن پر واجب کر دیا۔ اُن تمام امور کے باوجود جب وہ دوسرے خیال و مذہب کے غیر اہل مذہب سے مذہبی گفتگو کرتے ہیں تو وہ اسلام کو فطری مذہب کی صورت میں اُن عادات و رسوم سے پاک کر کے پیش کرتے ہیں جو چینیوں میں کنفیوشس مذہب کی ہمسائگی سے اُس میں پیدا ہو گئے ہیں۔

مدارس بھی اسلام کی اشاعت کے مستحکم وسائل ہیں مسلمان جب کسی سرزمین میں اقامت کرتے ہیں تو سب سے پہلے [illegible] تعمیر کرتے ہیں جنکے پہلو میں ایک بچوں کا مکتب [illegible] چنانچہ افریقہ میں [illegible] ملکوں کے [illegible] مسلمانوں کے بچے اور بچوں سے بہتر حالت میں ہوتے ہیں جسکو دیکھ کر [illegible] یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو ان مکاتب [illegible]

مراسلات

دار التبلیغ لکھنؤ کی آخری خدمت

حضرات! انشاء اللہ تعالیٰ یکم اگست ۱۹۱۹ء کو ہم ہندوستان کو وداع کر کے عراق عرب جانے والے ہیں۔ لہذا اپنے تمام احباب سے رخصت ہو کر التماس دعا کرتے ہیں۔
ہماری آخری خدمت اور رخصتی ہدیہ بلا تفریق مذہب ہر ملت کے لئے ذیل کی تصنیفات ہیں ہر رسالہ کے لئے آدھ آنہ کا ٹکٹ آنے پر یکم اگست ۱۹ء سے پہلے یہ علمی ہدیہ پیش کش ہوگا۔ والسلام خیر ختام۔

اسم کتاب	ضخامت صفحات	موضوع کتاب
ورثۃ الانبیاء	۱۶۶	تذکرہ علمائے شیعہ فارسی و عربی زبان
حیات فردوس مکان	۷۲	تذکرہ سید العلماء حاج سید محمد ابراہیم صاحب۔ اردو۔
الشفیع	۲۰	شفاعت حضرت ختمی مرتبت کا عقلی و نقلی ثبوت۔ اردو۔
التناسخ	۲۴	جنم کا عقلی ابطال۔ اردو۔
سیر فلکی	۳۲	معراج کا عقلی ثبوت۔ اردو۔
عالم ذر	۵۶	ذرات مادہ اور عالم ذر کا بیان۔ اردو۔

سید احمد (علامہ ہندی) دفتر دار التبلیغ ڈیوڑھی آغا میر لکھنؤ۔

میاں پیر بخش صاحب کے نام کھلی چٹھی

مکرم منشی پیر بخش صاحب پنشنر پوسٹ ماسٹر بھاٹی دروازہ لاہور
السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا رسالہ مجھے وقتاً فوقتاً ملتا ہے۔ جس کے واسطے مشکور گذار ہوں۔ نہ معلوم آپ مسلمانوں کی غریب جماعت کو کس طرف چلنے کے لئے کوشاں ہیں۔ آیا عیسائیت کیطرف یا اسلام کی طرف جو مذہب فطری ہے۔ آپ کے رسالہ کے تمام مضامین احمدی جماعت کی مخالفت میں لکھے جاتے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب مرحوم و مغفور کی شان میں وہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں جو ایک مسلمان مضمون نویس کی زبان اور قلم سے نکلنے نہیں چاہئیں۔ خواہ آپ کو کہاں تک حضرت مرزا صاحب کی ذات خاص اور یا اُن کی جماعت کے ساتھ اختلاف ہو۔ "مرزائی" کہنا قرآن کریم کے حکم کے برخلاف ہے۔ ولا تنابزوا بالالقاب یہ نازیبا ہے۔ جب اُن کی جماعت کا نام احمدی ہے۔ آپ کیوں مرزائی لکھتے یا کہتے ہیں۔ معاف فرمائے گا۔ اگر جناب کو پیر بخش کی بجائے پیرا یا راقم کو حسن علی کی بجائے حسنا کہا جاوے۔ آیا جناب اس بےعزتی کو پسند فرماویں گے۔ یا میں پسند کرونگا۔ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں "ہر چہ بر خود نپسندی بر دیگراں مپسند"
امید ہے۔ جناب منشی صاحب میری اس تحریر پر گلہ نہ فرمادینگے اللہ تعالیٰ نیات کو جانتا ہے۔ منشی صاحب۔ افسوس۔ آپ پر روشن نہیں ہے۔ جو حالت ان اسلامی ممالک کی ہے۔ جو اب سرکار انگریزی کے قبضہ میں آگئے ہیں۔ شراب۔ زنا۔ ڈاکہ چوری۔ اغوا۔ قتل کر دینا۔ جوا۔ بے پردگی عام طور پر ملاحظہ کی جاتی ہیں۔ میں نے بصرہ کے قریب عشار دیکھا۔ بغداد میں ایک سال زائد رہا۔ کوت میں ایک سال رہا ہوں۔ سامرہ دیکھا ہے۔ کربلا معلّے کی زیارت کی ہے۔ یا قوبہ ہو آیا ہوں۔ کچھ نہ پوچھئے۔ ان مسلمانوں کا ایک یہودی اور ایک مسلمان میں تمیز کرنا مشکل امر ہوتا ہے۔ عرق یعنی مقامی شراب کا فخر سے پیش کرنا اور خود پینا پلانا ایک معمولی بات ہے۔ کسی کے عورت کے ساتھ بغرض ترتنس جو اس ملک کا عام محاورہ ہے ہنسی مخول کرنا جائز خیال کیا جاتا ہے۔ منشی صاحب رونا آتا ہے جب ان نظاروں کو دیکھتا ہوں۔ ایمان تو ثریا پر چلا گیا معلوم ہوتا ہے۔ اب زمین پر نظر نہیں آتا۔ نجف کی جماعت کی حالت جو مختلف مزاروں پر متمکن ہیں۔ ناگفتہ بہ ہے۔ مال کا جمع کرنا اور لہو و لعب میں زندگی بسر کرنا روزانہ نظارے پیش نظر آتے ہیں۔ بغداد کے ایک پیر صاحب کے پاس ۶ کروڑ روپیہ شمار ہوتا ہے۔ نہ اسلامی ارکان کی پابندی اس ملک میں دیکھی جاتی ہے۔ ہاں نام کے مسلمان مگر یہودی خصائل۔ ان میں زیادہ تر مرد ہیں۔ پولیٹیکل طور پر ان ممالک کے مسلمانوں کی ناکامیابی کی وجہ کبھی حرام اور حلال میں فرق نہ کرنا ایک بڑا باعث ہے یہ اب جو وقت پر کھلتی ہے۔ یہاں بھی جری چوروں کا ڈر رہتا ہے۔

آپ مرزا صاحب کی جماعت پر ہنسی مخول اُڑاتے ہیں۔ مجھے تو سوائے اس جماعت کے کوئی حامی دین متین نظر نہیں آتا۔ آخر مرزا صاحب کی جماعت کی تعداد کئی لاکھ تک ترقی کر گئی ہے۔ جماعت روز بروز اشاعت اسلام کے واسطے مختلف ممالک میں نکل گئی ہے۔ یا نکلنے کا تہیہ کئے ہوئے ہے۔
منشی صاحب! اسلام کمزور ہو گیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے قرآن کریم کو چھوڑ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا عذاب مختلف رنگوں میں ظاہر ہو کر اُن کو چابک لگا رہا ہے باوجود چابک کھانے کے پھر بھی مسلمان اپنے مذہب پر قائم نہیں ہو جاتے ہیں۔
منشی صاحب وفات مسیحؑ کے مسئلہ پر فیصلہ ہو چکا ہے۔ قرآن اور حدیث۔ کتب تاریخ سے وفات عیسےٰ ابن مریم ثابت ہو چکی ہے۔ اب یہی بہتر ہے۔ مسلمان لوگ حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وفات یافتہ خیال کر کے اسلام کی خدمت کے واسطے کمر بستہ ہو جاویں حیات مسیح کو ثابت کرنا فضول امر ہے۔ اور جو ایسا کام کرتا ہے۔ وہ صلیب کی خدمت کر رہا ہے۔ اور اسلام کا سخت نادان دوست ثابت ہو کر رہیگا۔ اب محمد صلعم کے بعد کسی نئے یا پرانے رسول یا نبی کی آمد کی انتظاری کرنا احمقانہ خیال ہے۔ نبوت کے سب دروازے بند ہو چکے ہیں۔ اب ولائیت کا درجہ محمد صلعم کی اتباع سے مل سکتا ہے۔ اور وہ فنا فی الرسول کا درجہ ہے۔ جو کاملین امت محمدیہ کو ملتا چلا آیا ہے۔ مسلمان ہی خود یہود کی مثال بن گئے۔ اب ان اصلاح کے واسطے امام بھی ان ہی کے بیچ سے آنا چاہئے۔ افسوس۔ مسلمان بیمار خود ہوں۔ اور اپنا طبیب حاذق (فداہ روحی) جناب سرور کائنات محمد صلعم کی بجائے حضرت مسیحؑ کو قرار دیویں۔
منشی صاحب! اس میں قرآن کریم اور خود محمد صلعم کی ہتک ہے۔ حیات مسیح ؑ کا مسئلہ اس روشنی کے زمانہ میں ناواقفوں میں چل سکتا ہے۔ مگر امید رکھنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ وہ زمانہ لاویگا جب یہ خیال بھی دلوں سے دور کر دیگا۔ میں نے وفات اور حیات مسیح ؑ پر بغداد کے فقہا کے گروہ سے بات چیت کی تھی۔ حیات کو ثابت نہ کر سکے۔ اور چپ رہنا اور پھر دیگر مواقع پر ٹالدینا تجویز کیا۔ منشی صاحب! برکات اسلام۔ محاسن اسلام کی طرف اپنے قلم کی عنان پھیرئیے۔ اہل اللہ کے ساتھ جنگ کرنا بیفائدہ ہے۔ مرزا صاحب کے مخالف نہ بنیں۔ بلکہ میں تو عرض کرتا ہوں۔ اشاعت اسلام کے واسطے آپ بھی وہ رنگ اختیار کریں جو احمدی لوگ اختیار کئے بیٹھے ہیں۔ اسلام کی اشاعت تلوار کے ذریعہ سے نہیں ہو سکتی ہے۔ البتہ اس زمانہ میں بذریعہ قلم ہی سے ہو سکتی ہے۔ افسوس نزعومہ مہدی علیہ السلام کا خیال بھی چھوڑئے۔ جو تلوار کے ذریعہ سے ظاہر ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ جو لوگ میدان جنگ میں شامل رہے ہیں۔ وہ تو کم از کم ان بیہودہ خیالات کے پابند نہیں ہو سکتے۔ Anti air, Aeroplane, Zeppylane, Shell, Bombs, Machine Guns, Armoured Motars Tanks etc etc, کے ہوتے ہوتے اور کون سے آلات ہیں۔ جو [illegible] مدد سے مسلمانوں کا فرضی مہدی غلبہ حاصل کر سکتا ہے۔

ایں خیال است و محال است و جنوں

اسلام کے غلبہ کی امید اب صرف ذریعہ اشاعت بالقلم ہے منشی صاحب! آپ عمر میں اور تجربہ میں بزرگ ہیں۔ آپ خود اس نسخہ کو بھی آزمادیں۔ آپ آریوں۔ سکھوں۔ عیسائیوں اور یہود کے برخلاف تحریریں شائع کریں۔ اور ان ادیان باطلہ کا کھنڈن کریں پھر اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے گا۔
قرآن کریم کے احکام پر عمل پیرا ہی ہو جانا ایک بات ہے جس سے مسلمان پھر خود ترقی کر سکتے ہیں۔ اور اسلام کو دوبارہ رونق افروز کر سکتے ہیں۔ پولیٹیکل امور۔ تعلیم وغیرہ سب قرآن کی تعلیم کے پابند ہونے میں آجاتے ہیں۔ جو علاج آپ نے یا آپ کے ہم موافق بزرگوں اور علماء نے تجویز کیا ہے۔ وہ بالکل اُلٹا اور مضر ہے۔ مسیح ؑ تو ایک مختصر قوم کے واسطے مبعوث ہوئے۔ اُن کا علاج بھی پورا نہ کر سکے۔ یہاں تو تمام عالم کے مسلمان بگڑ چکے ہیں۔ ان کے علاج کے واسطے آپ مسیح ؑ کو بذریعہ حیات ثابت کر کے معالج پسند کرتے ہیں۔ وہ مسیحا جو پورے طور پر اپنی امت کو درست نہ کر سکا۔ وہ کیا مسلمانوں کا علاج کافی طور پر کر سکتا ہے چار دانگ عالم کے مسلمانوں میں مرض ہو۔ اور ایک بیچارے مسیح ناصری کو علاج کے واسطے درخواست کی جاوے۔ افسوس! نادان لوگ اکمل اور مظہر ذات خداوند تعالیٰ یعنی کامل نبی محمد صلعم کو اپنی مرض کے علاج کے واسطے پسند نہیں فرماتے ہیں۔ یہودی تو خود بین۔ اور اپنے علاج کے واسطے مسیح ناصری کو طلب کریں۔ جب آپ کے خاندان میں یا قوم میں کوئی لائق ڈاکٹر یا حکیم ہوں۔ کیا منشی صاحب! آپ پسند کریں گے۔ اپنے لائق ڈاکٹر یا حکیم کے مقابل پر ایک ادنےٰ ہندو یا عیسائی یا یہودی یا سکھ ڈاکٹر کو بلا کر علاج کرا دیں۔ جو ہمدردی حکیم محمد صلعم مرہم عیسیٰ کو مسلمانوں کے علاج میں ہو سکتی ہے۔ وہ ڈاکٹر ہندی کو یا ایک آریہ وید کو نہیں ہو سکتی ہے اسلام کمزور ہو گیا ہے بجائے اس کی مدد کرنے کے آپ اس کی جڑ ملکو تبر سے کاٹ رہے ہیں۔
امید ہے آپ میرے ان امور پر صبر سے غور فرمادیں گے۔ اگر آپ اپنی جگہ پر علم رکھتے ہیں۔ آپ کو فخر کرنا بیجا ہے۔ مگر یہ بات تو بھی نادرست ہے۔ کہ آپ حمیت اسلام کو دُور کر کے مسلمانوں میں بیگانگیاں دینا اپنی خدمت اسلام تصور کریں۔ میں بھی بھاٹی دروازہ میں کچھ مدت رہا ہوں۔ میں ایک ڈاکٹر صاحب کا پتہ آپکو دیتا ہوں۔ اُن کا نام ڈاکٹر نبی بخش ہے۔ وہ میڈیکل کالج میں ملازم ہیں روحانی طور پر علاج کرنا اُن سے سیکھیں۔ آپ پیر بخش ہیں وہ نبی بخش ہیں امید ہے۔ آپ ان کے ساتھ میل ملاپ رکھ کر باہمی اختلاف دور کر سکتے ہیں۔ اگر زیادہ ہی وسعت قلبی کریں۔ تو لاہور میں ایک عمارت احمدیہ بلڈنگس کی ہے۔ وہاں پر ایک عالم ربانی (یعنی جناب مولوی محمد علی صاحب امیر احمدیہ قوم ہیں) اُنکی خدمت میں وقتاً فوقتاً حاضر ہو کر قرآنی معارف اور حقائق سے مالا مال ہو کر روحانی فیوض حاصل کریں۔ اور اپنی عاقبت کے واسطے بہتر توشہ تیار کریں۔ فان خیر الزاد التقویٰ۔
اے میرے قدوس اور زندہ رب۔ اے مولےٰ جو سولوں کو بعد ایک عارضی موت کے جگا بھی دیتا ہے۔ میں بھی دعا کرتا ہوں اور عرض بھی کرتا ہوں۔ تو غریب نوازی فرما۔ اس میرے مہربان کو جو مفت میرے نام پر رسالہ بھیجنے کی تکلیف کرتے ہیں۔ یعنی منشی پیر بخش صاحب پنشنر پوسٹ ماسٹر بھاٹی دروازہ لاہور خود ان کی حالت پر اور اُن کے رفقا کے حال پر بھی رحم کر۔ تاکہ اُن کا خاتمہ بالخیر ہو اور وفات ان کی مثل وفات صالحین کی ہو۔ آمین۔ ثم آمین!

راقم۔ خیر اندیش حسن علی

رسید زر

چندہ بابت ماہ اپریل ۱۹ء از جماعت احمدیہ لاہور چھاؤنی

(معرفت بابو محمد حسین صاحب کلرک)

نام		روپیہ	آنہ	پائی
قاضی ثناء اللہ صاحب		۳	.	.
بابو محمد حسین صاحب		۱	.	.
بابو محمد نعمان صاحب		۱	.	.
بابو نبی بخش صاحب		۱	.	.
حکیم الطاف علی صاحب		.	۱۰	.
میاں جلال الدین صاحب	توپ خانہ	۲	.	.
میاں محمد الدین صاحب	"	۱	.	.
میاں نبی بخش صاحب	"	۲	.	.
میزان	۱۱/۱۰/	۱۱	۱۰	.

چندہ بابت ماہ مئی ۱۹ء از جماعت احمدیہ لاہور چھاؤنی

(معرفت بابو محمد حسین صاحب)

نام		روپیہ	آنہ	پائی
بابو محمد نعمان صاحب		۱	.	.
بابو محمد حسین صاحب		۱	.	.
قاضی ثناء اللہ صاحب		۳	.	.
بابو نبی بخش صاحب		۱	.	.
حکیم الطاف علی صاحب		.	۱۰	.
قاضی عبد الواحد صاحب	توپخانہ	۲	.	.
میزان	۸/۱۰/	۸	۱۰	.

چندہ جماعت پشاور بذریعہ منی آرڈر مرسلہ جناب نذر علی صاحب

نام		روپیہ	آنہ	پائی
مولوی غلام حسن خان صاحب سب رجسٹرار		۲۰	.	.
ملک منظور صاحب		۱۰	.	.
میزان	۳۰/	۳۰	.	.

چندہ جماعت خیر پور میر معرفت جناب احمد علی صاحب

نام		روپیہ	آنہ	پائی
خان بہادر محمد ابراہیم خان صاحب		۴	.	.
خان صاحب محمد حسن خان صاحب		۳	.	.
شیخ احمد علی صاحب		۳	.	.
میزان	۱۰/	۱۰	.	.

تازہ ترین بیرونی خبریں

سابق قیصر کے خلاف مقدمہ

لنڈن ۴ جولائی - رائٹر کو معلوم ہوا ہے کہ قیصر کی حوالگی کے متعلق جو نوٹ ہالینڈ کو لکھا جائیگا - اس پر ۲۲ یا ۲۳ سلطنتوں کے دستخط ہونگے۔
لنڈن ۳ جولائی پارلیمنٹ میں وزیر اعظم کی تقریر کے جن نقاط پر لابیز میں سب سے زیادہ بحث کی جاتی تھی وہ سابق قیصر کے خلاف لنڈن میں مقدمہ چلائے جانے کے متعلق تھے یہ کہا گیا کہ کس طرح اس راز کو محفوظ رکھا گیا ہے خیال کیا جاتا ہے کہ عدالت خاص برٹش - فرانسیسی اٹالین اور امریکن ججوں پر مشتمل ہوگی - اور کہ مقدمہ کی تحقیقات لاء کورٹس میں ہوگی - کہا جاتا ہے کہ قیصر کی حوالگی کے متعلق قوی تدابیر اختیار کی جائینگی - برطانیہ کلاں میں رہائش کے دوران میں قیصر کی سخت نگرانی کی جائیگی ۔

غالباً ہالینڈ کیا کارروائی کرے گا

لنڈن ۳ جولائی - امسٹرڈم ۳ جولائی - اخبار ٹیلیگراف کے ایک قائم مقام کے ساتھ ملاقات کے دوران میں ایک اعلیٰ ترین سرکاری افسر نے بیان کیا کہ سابق قیصر کی حوالگی کا سوال محض جوڈیشل نوعیت کا ہوگا - حوالگی کے مطالبہ پر حوالگی کے متعلق قوانین اور معاہدات کی روشنی میں غور کیا جائیگا - اگر یہ مطالبہ ضابطہ طور پر درست پایا جائیگا - تو اٹرسپیٹ کی عدالت جس کے حلقہ اقتدار میں مقام امرونجن واقع ہے - سابق قیصر کا بیان سنیگی اور اس کے بعد دو ہفتہ کے اندر گورنمنٹ کو اپنے فیصلہ سے مطلع کریگی - اس کے بعد گورنمنٹ آخری فیصلہ کریگی - اخبار ٹیلیگراف مظہر ہے کہ یہ نہایت مشتبہ امر ہے کہ قیصر کی حوالگی کی اجازت دی جائے گی ۔

ججوں کا انتخاب

لنڈن ۴ جولائی - اس اعلان کی وجہ سے کہ سابق قیصر کے خلاف لنڈن میں مقدمہ چلایا جائیگا - طریق عمل کے متعلق بیشمار قیاسات دوڑائے جا رہے ہیں - امید کی جاتی ہے کہ ہالینڈ حوالگی کے متعلق قریباً تمام مہذب دنیا کی درخواستوں کی مزاحمت نہیں کریگا - اخبار ڈیلی میل مظہر ہے کہ سابق قیصر کو ایک برطانوی جہاز میں انگلستان لایا جائیگا - اور ونڈسر میں قید کیا جائیگا - ججوں کے انتخاب میں کچھ عرصہ لگیگا - اور ایک جاپانی جج کی آمد تک مقدمہ کی کارروائی رکی رہیگی - امید کی جاتی ہے کہ سابق قیصر کے خلاف خاص الزامات بلجیم اور لکسمبرگ کی جانبداری کو پامال کرنا ہوں گے ۔

سزائے موت غیر اغلب ہے

سزائے موت غیر اغلب ہے - عدالتیں اغلباً اس کے زندگی بھر نظر بند کئے جانے کا فیصلہ کریں گی - سابق قیصر کو اپنا وکیل منتخب کرنے کی اجازت دی جائے گی - لیکن مجرم قرار دئے جانے کے قریب پہنچکر کثیر التعداد گواہوں کو طلب کر کے مقدمہ کی کارروائی کو طوالت دینے کی کوشش کی اجازت نہیں دی جائیگی - ایک برٹش جج صدر نشین ہوگا ۔

فرانسیسی اطمینان

پیرس ۴ جولائی - ہیوس ایجنسی مظہر ہے - کہ فرانسیسی اخبارات اس اعلان پر اظہار اطمینان کرتے ہیں کہ اتحادیوں نے سابق قیصر کے خلاف ایک بین الاقوامی اتحادی عدالت خاص کے روبرو لنڈن میں مقدمہ چلانے کا فیصلہ کیا ہے ۔

جرمن بحری مجرموں کے خلاف مقدمہ

لنڈن ۴ جولائی - رائٹر کو معلوم ہوا ہے کہ صیغہ بحری نے جرمن بحری افسران کی ایک فہرست تیار کی ہے جس میں امیر البحر وان ٹرپٹز بھی شامل ہے جن پر سمندر میں جرائم کے ارتکاب کے متعلق مقدمہ چلایا جائیگا - یہ فہرست اس کمیٹی کے پاس بھیجی جائیگی جو قوانین و رواجات جنگ کی خلاف ورزی کے افعال کے متعلق غور کر رہی ہے ۔

آسٹرین عہد نامہ

پیرس ۲ - جولائی - کونسل آسٹرین شرائط صلح کی تکمیل میں مصروف رہی ہے - لیکن خیال کیا جاتا ہے کہ یہ شرائط آئندہ ہفتہ تیار نہیں ہونگی - ارادہ یہ ہے کہ آسٹریوں کو شرائط کا آخری مسودہ موصول ہونے کے بعد دس روز ان کے مطالعہ کے لئے دئیے جائینگے - مزید برآں اس سے یہ بھی مقصود ہے - کہ آسٹرین عہد نامہ میں وہ تمام ترامیم جو جرمن عہد نامہ میں کی گئی ہیں اور جن کا آسٹریا پر بھی یکساں اطلاق ہوتا ہے شامل کرنے کے لئے وقت بچایا جائے - یہ ترامیم زیادہ تر تفاصیل کے متعلق ہیں ۔

عہد نامہ صلح - جرمن تصدیق

برلن ۲ - جولائی - قومی مجلس اغلباً ماہ جولائی کے آخری نصف حصہ میں عہد نامہ صلح کی تصدیق کرے گی ۔

خط و کتابت کے وقت اپنے نام کے چٹ کے نمبر سے مطلع کر دیا کریں ۔

پولیٹیکل اصلاحات کے متعلق مہاراجہ صاحب کپورتھلہ کی رائے

لنڈن ۴ جولائی مہاراجہ صاحب کپورتھلہ پال مال گزٹ میں ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ سوشل اصلاح ویسی ہی اہم ہے جیسی کہ پولیٹیکل اصلاح ہے - اور کہ سوشل اصلاح پولیٹیکل اصلاح سے پہلے ہونی چاہئے - سوشل اصلاح ذات پات کی کثیر تعداد پابندیوں کے دور کئے جانے کے متعلق ہونی چاہئے - لیکن ذات پات کو بالکل دور نہ کیا جانا چاہئے - مہاراجہ صاحب موصوف رقمطراز ہیں کہ ہمیں پہلے اپنے گھر کو درست کرنا چاہئے اور سوشل اصلاحات پولیٹیکل اصلاحات کی طرف رہنمائی کریں گی ۔

عام تعطیل

پنجاب گورنمنٹ گزٹ کی ایک غیر معمولی اشاعت میں اعلان کیا گیا ہے - کہ حضور لاٹ صاحب پنجاب براہ مہربانی اعلان کرتے ہیں کہ ۱۹ جولائی ۱۹۱۹ء کو بروز ہفتہ جو تاریخ انگلستان میں صلح کی خوشی منانے کے لئے مقرر کی گئی ہے - عام تعطیل ہوگی ۔

پھانسی ملتوی کی گئی

الہ آباد ۴ - جولائی - اخبار انڈیپنڈنٹ کو معلوم ہوا ہے کہ صاحب وزیر ہند نے حکم دیا ہے کہ میسرز لگا مل اور رتن چند کو جنہیں مقدمہ ارت سر نیشنل بنک میں سزائے موت دی گئی تھی - پریوی کونسل کے فیصلہ تک پھانسی دیا جانا ملتوی کیا جائے ۔

ہندوستان کے لئے افواج

لنڈن ۲ - جولائی - ہوس آف کامنز میں سوالات کے وقت مسٹر چرچل نے بیان کیا - کہ والنٹیر سپاہیوں کی ۲۰ بٹالین ہفتہ وار کمپنیوں کی صورت میں ہندوستان کو بھیجی جا رہی ہیں موسم گرما میں بحیرہ احمر میں سے گذرنے کے وقت ان کی حفاظت کے متعلق خاص انتظامات کئے گئے ہیں جب افواج ہندوستان پہنچینگی - تو ان سپاہیوں کو جو لام بندی توڑے جانے کے مستحق ہیں واپس لایا جائیگا - سوائے اس صورت کے صورت معاملات ان کے واپس لائے جانے کے لئے سخت نازک ہو - جو آدمی عراق عرب سے آئے ہوئے ہندوستان میں روکے گئے ہیں - انہیں پہلے لایا جائیگا ۔ (ریوٹر)

جرمنوں کیطرف سے عہد نامہ صلح کی تصدیق

پیرس ۳ - جولائی - جرمنوں نے ایک نوٹ بھیجا ہے جس میں اعتراف کیا ہے کہ انہیں اتحادیوں کی طرف سے یہ اطلاع موصول ہوگئی ہے کہ عہد نامہ کی تصدیق کئے جانے کے بعد ناکہ بندی اٹھا دی جاسے گی جرمن عہد نامہ کی فوراً تصدیق کرنے پر رضامندی ظاہر کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ آئندہ مہینہ کے شروع میں قومی مجلس ضروری کارروائی کریگی اور کہ ہر اور برٹ عہد نامہ کی شرائط پر فوراً عملدرآمد شروع کریگا انہوں نے امید ظاہر کی ہے کہ تصدیق ہو جانے کے بعد انکے اسیران جنگ کو رہا کر دیا جائیگا - اتحادیوں نے اس امر کے متعلق کوئی وعدہ نہیں کیا ۔

اقتصادی معاملات کے متعلق بین الاقوامی مشورے

پیرس ۳ - جولائی - کانفرنس نے فیصلہ کیا ہے کہ اقتصادی معاملات کے متعلق بین الاقوامی مشورہ اس وقت تک جاری رہنا چاہئے - جب تک کہ اقوام کی لیگ کی کونسل کو اقتصادی صورت معاملات کی موجودہ سخت پوزیشن پر غور کرنے کا موقع نہیں ملتا - اور اس لئے اقتصادی کونسل سے درخواست کی جانی چاہئے - کہ وہ مختلف گورنمنٹوں کے غور کرنے کے لئے مشورہ کے ایسے طریقے تجویز کرے - جو اس مقصد کے حصول کے لئے نہایت اعلیٰ ہوں ۔

موسیو کلیمنسو کا خیر مقدم

(پیرس یکم جولائی) ہیوس ایجنسی مظہر ہے - کہ موسیو کلیمنسو کی ڈپٹیوں کی چیمبر میں اس وقت جبکہ آپ نے عہد نامہ کی تصدیق کے متعلق بل پیش کیا - نعرہ ہائے مسرت و خوشی کے ساتھ استقبال کیا ۔ (از زمیندار اخبار مورخہ ۱ جولائی)

افغانی نمائندے کب پہنچیں گے

(شملہ ۲ جولائی) تازہ ترین خبر سے معلوم ہوتا ہے کہ غالباً افغانی نمائندے ۲۰ جولائی سے لیکر ۲۴ جولائی تک راولپنڈی میں نہیں پہنچ سکتے ۔ (سول ملٹری)

پشاور

خان صاحب میر احمد شاہ صاحب صوبیدار میجر گورنمنٹ ملیشیا - جو فیلڈ سروس لیفٹ پولیس کے ساتھ تھے ۲۷ برس سروس کے بعد پنشن پر ریٹائر ہو گئے ۔ (سول ملٹری ۴ جولائی)

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

باجلاس جناب شیخ عبد الرحمٰن خان صاحب [illegible] حکام [illegible]
نمبر مقدمہ ۱۳۱۰
نکن رام بذریعہ سانوں رام ولد نکن رام ذات چکھ [illegible] احسان [illegible] تحصیل ستنا قوال
مدعی

بنام

گلہ ولد حسن ذات گہلو سکنہ ڈیرہ کلانور تحصیل [illegible]
دعوٰے [illegible]

بمقدمہ مندرجہ عدالت کو یقین دلایا گیا ہے کہ مدعا علیہ پر تعمیل سمن نہیں ہوتی ہے - مدعا علیہ عمداً روپوش ہو جاتا ہے اور تعمیل سمن سے گریز کرتا ہے - لہٰذا اشتہار بنام مدعا علیہ شائع کیا جاتا ہے کہ اگر مدعا علیہ ۲۳ جولائی ۱۹ء کو حاضر عدالت ہو کر پیروی و جوابدہی مقدمہ نہ کریگا - تو کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جائیگی
آج بتاریخ ۳ جولائی ۱۹ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا

تصنیفات حضرت مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ

احمدیہ موومنٹ انگریزی جس میں حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب نے سلسلہ احمدیہ کے متعلق تمام حالات کو بیان کیا ہے - بانی سلسلہ کی زندگی کے مختصر حالات اور مسائل قومی عقائد اور آجکل جو اختلاف سلسلہ میں ہوا ہے اس پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے - غرض انگریزی دان حضرات کے لئے یہ سلسلہ نہایت مفید ہے ۔ **قیمت** [illegible]

حقیقۃ المسیح از روئے قرآن و بائیبل ایک عیسائی کے سوالات کا جواب مصنفہ حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب ایم - اے - ایل - ایل - بی - امیر جماعت احمدیہ **قیمت** [illegible]

آیت اللہ اس میں مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری سے حضرت مسیح موعود کے آخری فیصلہ کی حقیقت و صداقت پر مولینا مولوی محمد علی صاحب نے روشنی ڈالی ہے اور مولوی ثناء اللہ کے اعتراضات کا مسکت و مدلل جواب دیا ہے ۔ **قیمت** [illegible]

مرآۃ الحقیقہ مصنفہ حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ - ۹۲ صفحہ کی کتاب جواب ہے جو میاں صاحب نے "حقیقۃ الامر" کے نام سے لکھی ہے چھوٹی سی کتاب میں محمودی مغالطہ اندازیوں اور عقائد کی ہوبہو تصویر کھینچی گئی ہے - اور اس کی حقیقت پر خوب روشنی ڈالی گئی ہے **قیمت** صرف ۴ آنہ ہے - احباب کرام کو چاہئے کہ اسے بہت زیادہ مقدار میں منگوا کر محمودیوں میں تقسیم کریں اور فائدہ اٹھا دیں ۔

شناخت مامورین جو حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب کی تازہ تصنیف ہے یہ مسلمان بھائیوں کیلئے نہایت ہی مفید ہے جو بعض ملہمین کے الہامات کی بنا پر گھبرا اٹھتے ہیں - اور تردد میں پڑ جاتے ہیں کہ شاید یہ شخص جو ملہم ہونے کا مدعی ہے - حق سچا نہ ہو - اور نہیں جانتے کہ مامورین الٰہی کون ہوتے ہیں اور ان کی پہچان کے لئے کیا امور ضروری ہیں - ہر مسلمان کو اس رسالہ کا مطالعہ نہایت ضروری ہے ۔ **قیمت** .... ۲ آنہ

حدوث مادہ ایک آریہ کے ساتھ بحث و مباحثہ جس میں حدوث مادہ کا حادث ہونا ثابت کیا گیا ہے ۔ [illegible]

ویدک سائنس مصنفہ مولوی عبد الحق صاحب عالم سنسکرت نے ویدک سائنس پر جس پر ہمارے آریہ بھائیوں یا وید بھگوان کا علمی لیکچر آپ کو فخر حاصل ہے اس رسالہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب موصوف نے وید کا جس قدر خوض سے مطالعہ کیا ہے یہ انہی کا حصہ تھا - ویدک سائنس کا جو پردہ تھا - وہ مولوی صاحب نے فاش کر دیا ہے - زمین کی گردش - زمین سے سورج کا فاصلہ - زمین کا گول یا چورس ہونا وغیرہ وغیرہ مسائل پر کافی روشنی ڈالی ہے - جو صاحبان ویدک سائنس کی اصلیت پر آگاہ ہونا چاہتے ہیں وہ ضرور ہی اس رسالہ کا مطالعہ کریں - نہایت دلچسپ رسالہ ہے ۔ **قیمت** ۲ آنہ

عسل مصفٰی جو صاحب مہدی و مسیح علیہ السلام کے متعلق مفصل حالات معلوم کرنے کے شائق ہوں انکو عسل مصفٰی سے بہتر کوئی کتاب نہیں ملسکتی - ہر مسلمان کو لازم ہے کہ اس کا مطالعہ کرے - ہر مسئلہ کی سند قرآن و احادیث و کتب صحابہ کرام سے دی ہے ۔ **قیمت** ۲ حصہ [illegible]

پتہ : بک ڈپو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

آزادہ روہوں در مسلک صلح کل
ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے

پیغام صلح

ہفتہ میں دو بار شائع ہوتا ہے قیمت سالانہ

جلد | مدینۃ المسیح لاہور چہارشنبہ مورخہ ۷ شوال ۱۳۳۷ ھ مطابق ۱۶ ماہ جولائی ۱۹۱۹ء | نمبر ۳

سینۂ مشرک و مسلم ہمہ بریاں کردی

از حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اے محبت عجب آثار نمایاں کردی
زخم و مرہم برہ یار تو یکساں کردی

ہمہ مجموع دو عالم تو پریشاں کردی
ہمہ عشاق تو سرگشتہ و حیراں کردی

ذرہ را تو بہ یک جلوہ کنی چوں خورشید
اے بسا خاک کہ تو چوں مہ تاباں کردی

وہ چہ اعجاز نمودی کہ بہ یک جلوۂ فیض
در رہ عشق بزدلی مدن آساں کردی

ہوشمندان جہاں را تو کنی دیوانہ
اے بسا خانۂ فطنت کہ تو ویراں کردی

جان خود کس نہ دہد بہر کس از صدق و صفا
راست ایں است کہ ایں جنس تو ارزاں کردی

بر تو ختم است ہمہ شوخی و عیاری و ناز
ہیچ عیارہ نباشد کہ نہ نالاں کردی

ہر کہ در حضرت افتاد تو بریاں کردی
ہر کہ آمد بر تو شاد و تو گریاں کردی

تا نہ دیوانہ شدم ہوش نیامد بسرم
اے جنوں گرد تو گردم کہ چہ احساں کردی

اے تپ عشق برائے دکباں خونخواری
کافرانی مگرم مرد مسلماں کردی

ہمہ جا شور تو بینم چہ حقیقت چہ مجاز
سینۂ مشرک و مسلم ہمہ بریاں کردی

آں مسیحا کہ بر افلاک مقامش گویند
لطف کردی کہ ازیں خاک نمایاں کردی

جواہر ریزے

اچھوتا نکتہ

عبادت اور احکام الٰہی کی دو شاخیں ہیں۔ تعظیم لامر اللہ اور ہمدردی مخلوق۔ میں سوچتا تھا کہ قرآن شریف میں تو کثرت کے ساتھ اور بڑی وضاحت سے ان مراتب کو بیان کیا گیا ہے۔ مگر سورۂ فاتحہ میں ان دونوں شقوں کو کس طرح بیان کیا گیا ہے۔ میں سوچتا ہی تھا کہ فی الفور میرے دل میں یہ بات آئی۔ الحمد للہ رب العالمین۔ الرحمٰن الرحیم۔ مالک یوم الدین سے ہی یہ ثابت ہوتا ہے یعنی ساری صفتیں اور تعریفیں اللہ تعالےٰ ہی کے لئے ہیں جو رب العالمین ہے یعنی ہر عالم میں نطفہ وغیرہ میں ہمارے عالموں کا رب ہے۔ پھر رحمٰن ہے رحیم ہے مالک یوم الدین ہے۔ اسکے بعد ایاک نعبد جو کہتا ہے تو گویا اس عبادت میں پوری ربوبیت رحمانیت۔ رحیمیت اور مالکیت یوم الدین کی صفات کے پرتو سے اندر لینا چاہتا ہے۔ کیونکہ کمال عابد انسان کا یہی ہے کہ تخلقوا باخلاق اللہ میں رنگین ہو جائے۔ پس اس صورت میں یہ دونوں امر بڑی صفائی اور وضاحت سے پورے ہو گئے ہیں۔

معجزات کے اقسام

فرمایا۔ معجزات تین قسم کے ہوتے ہیں (۱) دعائیہ (۲) ارہاصیہ (۳) قوت قدسیہ۔ ارہاصیہ میں دعا کو دخل نہیں ہوتا۔ قوت قدسیہ کے معجزات ایسے ہوتے ہیں

جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی میں انگلیاں رکھدیں اور لوگ پانی پیتے رہے یا ایک تلخ کنوئیں میں اپنا لب گرا دیا اور اسکا پانی میٹھا ہو گیا۔

مسیح کے معجزات میں بھی یہ رنگ پایا جاتا ہے۔ خود ہم کو اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔

مسیح کے معجزات کے متعلق جو ہم نے عمل الترب کا ذکر کیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وہ جو قوتیں اللہ تعالےٰ نے خلقی طور پر انسان میں ودیعت کی ہیں وہ توجہ سے سرسبز ہوتی ہیں۔

اعمال کا انحصار نیت پر ہے

بخاری کی پہلی حدیث یہ ہے انما الاعمال بالنیات اعمال نیت پر ہی منحصر ہیں۔ صحت نیت کے ساتھ کوئی جرم بھی جرم نہیں رہتا۔ قانون کو دیکھو اس میں بھی نیت کو ضروری سمجھا ہے۔ مثلاً ایک باپ اگر اپنے بچے کو تنبیہ کرتا ہو تو مدرسہ جا کر پڑھ اور اتفاق سے کسی ایسی جگہ چوٹ لگ جائے کہ وہ بچہ مر جائے تو دیکھا جاویگا کہ یہ قتل عمد مستلزم السزا نہیں ٹھہر سکتا۔ کیونکہ اسکی نیت بچے کو قتل کرنے کی نہ تھی تو ہر ایک کام میں نیت پر بہت بڑا انحصار ہے۔ اسلام میں یہ ایک مسئلہ بہت سے امور کو حل کر دیتا ہے۔ پس اگر نیک نیتی کے ساتھ محض خدا کے لئے کوئی کام کیا جائے اور دنیاداروں کی نظر میں وہ کچھ ہی ہو تو اسکی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے۔

تحدیث نعمت

یاد رکھو کہ انسان کو چاہئے کہ وہ ہر حالت میں دعا کا طالب رہے اور دوسرے واما بنعمۃ ربک فحدث پر عمل کرے خداتعالےٰ کی عطا کردہ نعمتوں کی تحدیث کرنی چاہیئے۔ اس سے خداتعالےٰ کی محبت بڑھتی ہے اور اسکی اطاعت اور فرمانبرداری کے لئے ایک جوش پیدا ہوتا ہے۔ تحدیث کے یہی معنی نہیں ہیں کہ انسان زبان سے ذکر کرتا رہے بلکہ جسم پر بھی اسکا اثر ہونا چاہیئے۔ مثلاً ایک شخص کو اللہ تعالےٰ نے توفیق دی ہے کہ وہ عمدہ کپڑے پہن سکتا ہے لیکن وہ ہمیشہ میلے کچیلے کپڑے پہنتا ہے۔ اس خیال سے کہ وہ واجب الرحم سمجھا جائے یا اسکی آسودہ حالی کسی پر ظاہر نہ ہو۔ ایسا شخص گناہ کرتا ہے کیونکہ وہ خداتعالےٰ کے فضل و کرم کو چھپانا چاہتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیغام صلح لاہور

جلد ۔ چہارشنبہ ۱۶ ۔ جولائی ۱۹۱۹ء نمبر ۳

اشاعتِ اسلام

ایک یورپین مستشرق کے نقطہ نظر سے

(۲)

اس مضمون کی پہلی قسط میں ہم بتا چکے ہیں کہ پروفیسر موسیو مونٹ کے نزدیک اسلام کی سرعتِ اشاعت کے صرف دو سبب ہیں۔

ایک ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی کی از حد سادگی طبع ۔ دوئم مسلمانوں کا قومی احساس۔ اس میں شک نہیں۔ ان دو باتوں نے ہی اسلام اور اسلام کے علم برداروں کو دنیا میں نیکنام اور کامیاب کیا ۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جب کبھی کوئی قوم دنیا میں باہم رفعت و ترقی پر پہنچتی ہے ۔ تو وہ اسی سیڑھی سے اوپر چڑھتی ہے اہل اسلام اگر دنیا کو کسی زمانہ میں اپنا رام کر لیا تھا ۔ تو اس کامیابی کا راز بھی یہی تھا ۔ کہ اُن کے کیریکٹر میں سادگی کے جوہر نمایاں تھے ۔ اور انہوں نے قوم کے لئے زندہ رہنا اور قوم کے لئے ہی مرنا سیکھ لیا تھا۔ لیکن جب اس قوم میں سادگی کی جگہ تکلفات زندگی کا رواج ہوا جب دولت و ثروت کی ہوا و ہوس پر قومی ترقی کو قربان کیا جانے لگا ۔ جب مذہبی عصبیت محض برائے نام رہ گئی تو قوم بھی تباہ ہو گئی ٭

اسی طرح مسلمان بھی اس وقت بڑھتے اور پھولتے پھلتے رہے جس وقت انہوں نے اپنی قومی کیریکٹر کا شعار ۔ سادگی بنائے رکھا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اس قدر سادہ مزاج تھے ۔ کہ باوجود بادشاہ وقت ہو جانے کے آپ کے گھر میں چراغ بھی نہیں ملتا تھا ۔ اس سے یہ مراد ہرگز نہیں ۔ کہ آپ نہایت نادار تھے ۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ باوجود غنی ہونے کے آپ اپنا مال و متاع قوم پر خرچ کر دیتے تھے ۔ اور اس سے کوئی دل بستگی نہ تھی ۔ آپ کے صحابہ کرام رضی میں اس قدر سادگی تھی ۔ کہ حضرت عمر ایسے جلیل القدر شاہنشاہ جب اپنے غلام کے ہمسفر ہوتے تھے ۔ تو غلام کو بھی اپنے اونٹ پر باری باری سوار کر لیتے۔ اگر ایک بڑھیا عورت آپ کو سرِ راہ روک لیتی تو آپ وہیں ٹھہر جاتے ۔ اور عرصہ تک اس کی باتیں سنتے رہتے ۔ غرض اسلام کے سب سے پہلے داعی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا زیور سادگی تھا ۔ جو آپ کے صحابہ کرامؓ بھی آپ کے رنگ میں رنگین تھے۔

صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ

یہ سادگی جو انبیا اور ان کے مخلص صحابہؓ اپنا شعار بناتے ہیں حقیقت میں ان تہذیب و شائستگی کے دلفریب طلسموں سے بدرجہا اولی اثر ہوتی ہے ۔ جس کا نتیجہ ہی نمود و نمائش اور جھوٹا تفاخر و مباہات ہوتی ہیں

غرض اسلام کی ترقی اور اشاعت کے لئے ضروری ہے کہ اسکے مبلغ سادگی پسند ہوں اور اسلام کے لئے درد دل رکھتے ہوں ۔ قومی ضروریات کا احساس رکھتے ہوں ۔ قوم کے لئے جینا اور مرنا جانتے ہوں ۔ مگر کیا موجودہ مسلمان اس معیار پر پورے اُتر سکتے ہیں ۔ ہم نے اپنی قومی سادگی کو جو ہمیں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ترکہ سے ورثہ میں پہنچی تھی ۔ مغربی نمود و نمائش کے طلسم پر قربان کر دیا ہے ۔ ہم اپنے تمام رسوم و رواج میں دکھاوے اور بناوٹ کے پابند ہیں ۔ ہم نے اپنے اوپر بہت سی پابندیاں ایسی عائد کر لی ہیں جنہیں نہ اسلام سے تعلق ہے نہ مسلمانوں سے مگر جو محض ہماری اپنی دماغی اختراع کا نتیجہ ہیں ۔ ہم محض دنیا کے تعلقات زندگی کی وجہ سے ان کے اسیر ہیں ۔ اور اس ذوق اسیری میں ان سے رہا ہونا نہیں چاہتے۔

اس کے ساتھ دوسری ضروری چیز یعنی قومی عصبیت بھی ہم میں تقریباً مفقود ہے ۔ اب یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے ۔ ہم میں سے بڑے آدمی جن کو ہم اپنا لیڈر کہتے ہیں ۔ وہ اپنے اغراض دنیوی کے لئے قوم کے گلے پر چھری پھیرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں ان کے پہلو میں وہ دل نہیں جس پر درد کی چوٹ ہو ۔ ان میں وہ احساس نہیں جس سے قوم کے معاملات میں دلچسپی پیدا ہو سکے ۔ ان میں وہ ذوق نہیں کہ قوم کے لئے مصائب جھیلنا گوارا کریں۔

ہاں ترقی ۔۔۔ [illegible] ۔ انہیں تو بس روپیہ کی فکر ہے اور محض

اپنے نام کو بڑا کرنا ان کا سب سے بڑا نصب العین ہے

غرض مسلمانوں میں اب نہ وہ سادگی طبع ہے جو اسلام کا شعار خاص تھا ۔ اور جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی نے دنیا کو رام کر لیا تھا ۔ نہ وہ قومی احساس ہے جو انہیں دنیا میں اُٹھائے پھرتا تھا اور جو اُن کی قومی عمارت کے لئے بنیاد ثابت ہوا تھا ٭

ٹھہرا ہے وہاں مشورۂ قتل ہمارا

جون کے تشحیذ میں "درس الحدیث" کے عنوان سے جو "افادات حضرت فضل عمر" شائع ہوئے ہیں ۔ ان میں جناب میاں صاحب کے منہ سے گرے ہوئے موتی پروئے گئے ہیں اور اُن میں سے ایک موتی یہ ہے :۔

"خلیفہ ہو تو جو پہلا ہو ۔ اس کی بیعت کرو ۔ جو بعد میں دوسرا پہلے کے مقابل کھڑا ہو جائے **جیسے لاہور میں ہے** تو اُسے قتل کر دو ۔ مگر یہ قتل کا حکم تب ہے ۔ جب سلطنت اپنی ہو ۔ اب اس حکومت میں ہم ایسا نہیں کر سکتے۔"

ہم اس کے جواب میں سوائے اِس کے اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ :۔

بدم گفتی و خورسندم عفاک اللہ نکو گفتی

جواب تلخ مے زیبد لب لعل شکر خا را

اِس سے ظاہر ہے کہ میاں صاحب اور آپ کی جماعت کو ہم سے کس قدر بغض و عناد ہے ۔ اور حضرت امیر کے خون کے پیاسے ہیں ۔ ایسی حالت میں میاں صاحب کا ہمارے بعض احباب کو جلسہ کی تقریب پر یہ کہنا کہ مصالحت کی تجویز نہایت مبارک ہے اور تم ہمیں کوئی تحریری تجاویز پیش کر کے دکھاؤ ۔ کس قدر مداہنت ہے ۔ جن لوگوں کا ایمان یہ ہو ۔ کہ حضرت امیر کو قتل کر دینا چاہئے ۔ کیا وہ کبھی صلح کر سکتے ہیں ؟ بعض وقت یہ سوال کیا جاتا ہے کہ حضرت امیر قادیان سے کیوں چلے آئے ۔ مگر اس فقرہ کے شائع ہو جانے کے بعد غالباً اس سوال کے جواب کی ضرورت پیش نہ آئے گی۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ قادیان میں حضرت امیر کی جان خطرہ میں تھی ۔ اور قرآن شریف کا حکم ہے لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ ۔ مگر میاں صاحب کے بھولے بھالے مرید اب بھی کہہ دیا کرتے ہیں ۔ کہ مولوی صاحب کیوں قادیان سے چلے آئے ۔ اب اُن کو معلوم ہو گیا ہوگا ۔ کہ اُن کے پیر کے اخلاق ایسے ہیں ٭

قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر

لیکن اس سے قطع نظر کر کے ہم یہ سوال کرتے ہیں کہ میاں صاحب کی موجودہ روش با امن شہری کے فرائض کے لحاظ سے کیا معنے رکھتی ہے ۔ کیا ہز میجسٹی کی گورنمنٹ اس امر کو گوارا رکھ سکتی ہے کہ ایک شخص علی الاعلان جو جماعت کے لیڈر کی حیثیت رکھتا ہے ۔ ایک ایسے قیمتی وجود اور با امن شہری کے قتل کا فتوے دیدے ۔ جو ایک جماعت کا لیڈر بھی ہے اگرچہ میاں صاحب نے قانونی احتیاط کرتے ہوئے یہ بھی لکھ دیا کہ قتل کا حکم اسوقت ہے ۔ جب حکومت اپنی ہو مگر کیا تعجب ہے کہ ان کا کوئی من چلا مرید اس نازیبا حرکت کرنے کی جرأت کرے ۔ اگرچہ ہم جانتے ہیں ۔ حضرت امیر کا خدا حافظ و ناصر ہے ۔ مگر امن عامہ کے لحاظ سے میاں صاحب کا یہ فتوے قتل صریح طور پر خلاف قانون نظر آتا ہے ۔ اور امید ہے کہ گورنمنٹ اس پر توجہ فرمائیگی ۔ ایک ایسے شخص کے متعلق جو ایک وفادار جماعت کا لیڈر ہے قتل کی دھمکیاں اور فتوی شائع کرنا ہز میجسٹی کی رعایا کے دو فرقوں میں باغض و تحاسد اور نفرت و حقارت پھیلانا ہے جو ایک قانونی جرم ہے ٭

پھر ستیا گرہ!

مسٹر گاندھی کی ستیا گرہ کے نتائج ابھی دنیا کو فراموش نہیں ہوئے ۔ کہ اب پھر ستیا گرہ کی تیاریاں ہو رہی ہیں ۔ چنانچہ اس اخبار میں ہم نے کسی دوسری جگہ اس خبر کو لکھا ہے ۔ کہ مسٹر گاندھی اب پھر ایجیٹیشن کو تازہ کرنے کی فکر میں ہیں۔

ہم اس کے ہرگز خلاف نہیں کہ گورنمنٹ سے آئینی طریق پر اپنے حقوق کا مطالبہ کیا جائے کیونکہ قومی زندگی اور ترقی ملک کے یہ ذرائع ہیں ۔ اور اسی لئے حکومت عالیہ نے بھی اس قسم کے مطالبات کو کبھی نہیں روکا ۔ مگر ہم اس کے سخت خلاف ہیں کہ کوئی ایسا طریق عمل اختیار کیا جائے جس سے عوام میں اس قدر جوش اور شورش پیدا ہو جائے کہ وہ نقض امن عامہ کے مرتکب ہوں۔

ممکن ہے کہ آج سے پہلے مسٹر گاندھی مقاومت مجہول کو ایک آئینی طریق خیال کرتے ہوں ۔ اور ممکن ہے کہ وہ اس میں حق بجانب بھی ہوں ۔ مگر گذشتہ ناگوار واقعات کے بعد جن میں نہ صرف اسٹیشنوں اور تار کو جلایا اور اکھاڑا گیا بلکہ بعض انسان بھی نہایت بے رحمی سے مارے گئے ۔ اور گورنمنٹ کو امن عامہ کے قیام کے لئے ایسی تجاویز کرنی پڑیں ۔ جن سے بعض لوگوں کی جانیں تلف ہوئیں ۔ ہم ستیا گرہ کو ملک کی موجودہ حالت کے لئے نہ صرف نامناسب بلکہ نہایت خطرناک خیال کرتے ہیں مسٹر گاندھی اگر ملک کی خدمت کرنا چاہتے ہیں تو اس کے اور کئی طریق ہو سکتے ہیں ۔ آخر مسٹر گوکھلے جیسے محب الوطن کی مثال اُن کے سامنے ہے جنہوں نے کبھی اس قسم کی تحریکیں نہیں کیں ۔ اور باوجود گورنمنٹ کے ساتھ اتحاد عمل کے ملک کی بہترین خدمت کی ۔ بعض وقت کہا جاتا ہے کہ اگر مسٹر گوکھلے اسوقت زندہ ہوتے تو وہ بھی اپنی پالیسی میں تبدیلی کر لیتے ۔ لیکن اگر یہ سچ ہے ۔ تو یہ بھی سچ ہے ۔ کہ اگر وہ زندہ ہوتے ۔ اُن سے ایسی حرکات کبھی سرزد نہ ہوتیں جو بالآخر باعث پریشانی ہوں۔ ملک میں امن قائم رکھنا صرف حکومت کا ہی فرض نہیں بلکہ ہر ایک با امن شہری کا فرض ہے ۔ اور جب تک ہم اس فرض سے عہدہ برآ ہونے کی اہلیت نہیں رکھتے ۔ اسوقت تک ہمارے تمام پولٹیکل خواب سراب ہیں نہ حقیقت ٭

اسلامی ریاستوں کا مقدس فرض

حیدر آباد کے اخبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا حبیب الرحمن صاحب شیروانی صدر الصدور قلمرو ئے نظام افعال شنیعہ کے انسداد کے لئے بہت کوشش فرما رہے ہیں ۔ حقیقت میں اسلامی ریاستوں کا فرض ہے کہ وہ کم از کم اپنے احاطۂ اقتدار میں ان غیر اسلامی اور خلافِ شریعت امور کی اجازت نہ دیں جو رعایا کے اخلاق و مذہب کو خراب کرتی ہوں ۔ مثلاً شراب کا استعمال ایک ایسی عادت قبیحہ ہے جو نہ صرف خلافِ شریعت ہے بلکہ تمام مہذب سوسائٹی میں اس کا استعمال نہایت حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے ۔ چنانچہ امریکہ نے اسکو ممنوع قرار دیا ہے کیا اس صورت میں اسلامی ریاستوں کا یہ فرض نہیں کہ وہ اپنے علاقجات میں اس اُم الخبائث کو ممنوع قرار دیں ۔

اسی طرح مسلمانوں میں اور بہت سے رسوم و رواج رائج ہیں جو نہ صرف شریعتِ اسلام میں ناجائز ہیں کہ ان کو دنیا میں ہی ذلیل و خوار کرتے ہیں ۔ سود ، بیاہ شادی میں اسراف ، طلاق و نکاح کے معاملات میں بے اعتدالیاں ۔ فاحشہ عورتوں کا رونق بازار ہونا مسلمانوں کا بیٹیوں کو ترکہ سے محروم کرنا ۔ یہ سب ایسی باتیں ہیں جن میں اسلامی ریاستیں اپنے احاطہ اقتدار میں نہایت مفید اصلاحیں کر سکتے ہیں ٭

ہم امید کرتے ہیں کہ نظام گورنمنٹ نے جو اس وقت ایک ضروری کام کی طرف توجہ فرمائی ہے ۔ تو وہ اسکو کما حقہٗ پورا کریگی ۔ اور دوسری اسلامی ریاستیں بھی حیدر آباد کی زریں مثال کی اقتدا کر کے اسلامی حکومت کی روایات کو تازہ کرنے سے دریغ نہیں فرمائینگی ٭

ہمارا تمدن

جناب ڈاکٹر ضیاء الدین احمد صاحب پرنسپل مدرسۃ العلوم علیگڈھ نے ایجوکیشنل کانفرنس میں بحیثیت تقریر کرتے ہوئے ہندوستان کے تمدن پر ان الفاظ میں روشنی ڈالی تھی۔

"ہمارے ملک کی آئندہ ترقی کا اور زمانہ مستقبل میں اس کی تہذیب و تمدن کا انحصار بہت کچھ اس امر پر مبنی ہے کہ ہم اُن تین جداگانہ تمدنوں کی باہم آمیزش سے جو ملک میں موجود ہیں ۔ (یعنی برہمنی تمدن ۔ اسلامی تمدن اور مغربی تمدن) ایک جدید تمدن قائم کریں ۔ اس وقت ہم برخلاف مشرقی طرز حکومت کے مغربی طرز حکومت کے اصولوں کو اختیار کر رہے ہیں ۔ اور ہماری صنعتی حرفتی اور تجارتی ترقی بھی بہت کچھ مغربی اصول پر ہو رہی ہے مگر ہمیں چاہئے ۔ کہ ہم مغربی تہذیب و تمدن کے حاصل کرتے وقت مشرقی تمدن کو بھی بالکل ہاتھ سے نہ چھوڑیں بلکہ ضرورت اس کی ہے کہ ہمارے جدید تمدن کی بنیاد مشرقی ہو ۔ جس پر مغربی تہذیب کی عمارت تیار ہو سکے یہ مشرقی تہذیب و تمدن ہمارے ملک کے آئندہ تمدن کی بنیاد ہوگا ۔ آئندہ ہندوستانی تمدن نہ تو خالص برہمنی تمدن ہوگا ۔ اور نہ خالص اسلامی تمدن بلکہ ان دونوں

اقتباسات

اسلام اور ایک یورپین مستشرق

(گذشتہ سے پیوستہ)

اسلام کی مشنری

عورتوں کے ذریعہ سے بھی اشاعت اسلام ہوتی ہے۔ قبائل بجہ جو دریائے نیل سے لیکر ملک حبش (ابی سینیا) کے شمالی سطح کے بالائی ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اُن میں عورتیں قدرتاً مردوں سے زیادہ عاقل اور تیز فہم ہوتی ہیں۔ سنوسی مسلمان مشنری ان اطراف میں اشاعت اسلام کے لئے عورتوں ہی کو پسند کرتے ہیں۔ اور اُن کو تعلیم دیتے ہیں۔ اور اُن سے اشاعت اسلام کا کام لیتے ہیں۔ حالانکہ اغلباً اسلامی ممالک میں عورتوں کی تعلیم کم رائج ہے۔ یہ طریقہ مسلمان مشنریوں نے نوبیہ میں اختیار کیا ہے۔ جہاں زنگی عورتوں کو تعلیم دیکر اُن سے اشاعت اسلام کی خدمت لیتے ہیں۔ اسلام کی اشاعت مناکحت اور ازدواج کے ذریعہ سے بھی ہورہی ہے۔ مسلمان نہائت آسانی سے اپنی غیر قوم مثلاً افریقی یا چینی قوم کی لڑکیوں سے بیاہ کرلیتا ہے۔ حالانکہ خود اپنی لڑکی غیر مسلمان قوم میں کبھی نہیں بیاہتا۔

اسلام کی اشاعت بت پرست اقوام کی اولادوں کی خریداری سے بھی ہوتی ہے۔ جن کو مسلمان خرید کر مذہب اسلام کے موافق اُن کی تعلیم و تربیت کرتے ہیں۔ جیساکہ چین میں مشاہدہ ہوا کہ پُر جوش مسلمانوں نے شانتگ ونگ کے ہیبت ناک قحط کے زمانہ میں دس ہزار بچوں کو خرید لیا۔ اسلامی تعلیم و تربیت نے جوان ہوکر ان بچوں کو مسلمان گھرانوں کا بنادیا۔

اقتصادی اور معاشرتی حیثیت سے جب ہم اسلام کا مطالعہ کرتے ہیں۔ تو دیکھتے ہیں۔ کہ اسلام عیسائیت کی طرح اپنے قدیم تمدن سے خالی نہیں ہے۔ یہ وہ تمدن ہے جو اکثر ممالک میں پھیلا اور جس کے مقدر میں یہ تھا۔ کہ وہ مشرق و مغرب میں اوج عظمت و جلال کو پہونچے۔ یہ تمدن جب پہلے عام طور سے پھیلا۔ تو وہ اسلام کے لئے دیگر مذاہب کے مقابلہ میں عام ممالک میں عموماً اور افریقہ میں خصوصاً ایک قوی تر قوت تھا۔ گو اب اسلام کا تمدن انحطاط پذیر ہوچکا ہے۔ تاہم معلوم نہیں ہوا ہے افریقہ میں جب اسلامی تمدن پہنچا۔ تو انتظامی۔ اقتصادی معاشرتی اور نیز عقلی اخلاقی اور مذہبی حیثیت سے افریقہ کے نہائت مناسب حال ہوا۔ اسی لئے ایک محقق کا قول ہے کہ جب ہم اس مجموعہ نتائج کا جو افریقہ میں عیسائیت اور اسلام کی اشاعت سے پیدا ہوئے ہیں۔ باہم مقابلہ کرتے ہیں۔ تو صاف نظر آتا ہے۔ کہ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ تعداد کی حیثیت سے عقلی اخلاقی اور معاشرتی حیثیت سے اسلام عیسائیت سے فائق ہے۔

لیکن اسلام کے لئے اگر عام افریقی قبائل میں اور خاص زنگی قبائل میں کامیابی مقدر ہے۔ تو صرف اس لئے کہ اسلام کے بعض معاشرتی قوانین مثلاً تعداد ازدواج غلامی اور سادگی زندگی ان قبائل کے زیادہ حسب حال ہیں۔ یہ سادگی اسلام کی ایک قوت ہے جس کے ذریعہ سے دیگر قوانین اسلامی اقوام میں بہت جلد جذب ہوجاتی ہیں۔ اسی سادگی کی وجہ سے پیروان اسلام میں قوت ارادہ، شجاعت پیدا ہے۔ یہ وہی حیرت انگیز قوت ہے جس کو افریقہ اور یورپ میں اہل نظر بھی ڈھونڈھا کرتے ہیں۔

افریقہ میں اشاعت کا سبب پالیٹکس بھی ہے۔ قبائل اور افراد چاہتے ہیں۔ کہ اسلام کے ذریعہ سے وہ اپنے سیاسی مرکز کی حفاظت کریں اور ایک زندہ ترقی یافتہ طرز معاشرت مستقل اور خود مختار حکومتیں اور ریاستیں قائم کریں۔ کیونکہ یہ سب کو معلوم ہے کہ اسلام میں مذہب کے ساتھ انتظام ملکی اور حکومت سازی کی بھی قابلیت ہے۔ مغربی اور درمیانی افریقہ کے بہت سے شہروں میں اسلام کی اشاعت اسی وجہ مذکورۂ بالا کی بناء پر ہوئی ہے۔ افریقہ کے مشہور پالیٹیشن المامی سامورکی لائف ہمارے اس دعوے پر دلیل بین ہے۔

سامورہی شہر کانکن پر قابض ہونے سے پہلے مختلف سیاسی اغراض کی بناء پر اپنا مذہب تبدیل کرتا رہا۔ ابتداءً وہ بُت پرست تھا۔ جب وہ ایک مسلمان پالیٹیشن عموری ابراہیما سے ملا۔ جو اس سلطنت ٹیڈین کا بانی ہے۔ جو کونیا، انگکوبا، لوبہ کنڈو، کامادہ اور لوکے شہروں کو محیط ہے۔ تو وہ مسلمان ہوگیا۔ مختلف مصلحتوں کی بناء پر کچھ عرصہ کے بعد وہ پھر بُت پرست ہوگیا۔ پھر جب کونیا کی جنگ چھڑی۔ تو وہ پھر مسلمان ہوگیا۔ اور مجاہد اسلام دریا لومن فاتح جالون اور ایک دوسرے سلمان فاعثمان قادری کے طریقہ پر چلنے لگا۔ فاعثمان حاجی عمر کے بعد ادھر آیا تھا۔ اور اس ملک کے شہر لیلنکو میں متوطن ہوا تھا۔ اسی وقت سے ساموری کے تمام حملوں میں فاعثمان ساموری کا دست و بازو رہا۔ اور اسی طرح تحریک سے ساموری کو المامی کا لقب دیا گیا۔

اسلام کی اس سیاسی طریقہ اشاعت کا اُس دن خاتمہ ہوگیا جس دن دول یورپ نے افریقہ کو باہم تقسیم کرلیا۔ جس کے بعد زنگیوں کو مسلمان ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ بعض قبائل جو سیاسی غرض سے مسلمان ہوچکے۔ وہ یورپین قبضہ کے بعد پھر اپنے آبائی مذہب میں واپس آگئے جیساکہ اس گروہ کے ساتھ پیش آیا۔ جو قیس صونتگہ یا مارکا کی اصل سے تھا اور جو مسلمان ہوگیا تھا اور ۱۸۳۰ء کے قریب قریب زمانہ میں وہ باموکو کے شمالی اطراف میں سکونت گزین ہوگیا تھا۔

اسلام میں غلامی جائز ہے اس لئے اس نومسلم گروہ کو غلاموں کی امداد سے کاشتکاری میں بڑا فائدہ حاصل ہوا۔ اور وہ مالا مال ہوگیا۔ فرانسیسی جب اس ملک پر قابض ہوئے اور انہوں نے ۱۹۰۵ء اور ۱۹۰۶ء میں غلامی کا طریقہ بالکل اُٹھا دیا اور غلام آزاد ہوکر اپنے اپنے وطن کو چلے گئے۔ تو اس گروہ کو مجبوراً شہروں کی سکونت چھوڑ کر گاؤں میں آباد ہونا پڑا۔ اور خود کاشتکاری کرنی پڑی اور پھر اُن میں سے اکثر لوگ بُت پرست ہوگئے۔ ارتداد کی مثالیں بھی ہیں اور یہ سب سیاسی وجوہ سے ہیں۔

بظاہر آجکل اشاعت اسلام کے عام ملکی سیاسی وجوہ ناپید ہیں۔ لیکن مقامی سیاسی اسباب اب بھی موجود ہیں۔ جس کی علت یہ ہے کہ اسلام طبعاً اپنے پیروؤں کو خودداری تعلیم دیتا ہے۔ جس کی وجہ سے مسلمان جو اکثر مسافرانہ وارد ہوتے ہیں۔ اور کثیر التعداد ہوتے ہیں۔ اُن کو افریقہ کے قبائل پر اقتدار حاصل ہوجاتا ہے۔ اور پھر وہ کسی غیر خود داراانہ حالت کو نہیں قبول کرتے اور یہ اس امر پر دلیل ہے۔ کہ اسلام بحیثیت مذہب اور بحیثیت متمدن یہ تبتنا اعلےٰ ہے۔

گذشتہ واقعات اور تعداد مردم شماری اور تفصیل اسباب اشاعت اسلام کا اجمالی نتیجہ یہ ہے کہ اس مذہب میں اشاعت اور ترقی کی قوت موجود ہے۔ اور داعی مذاہب میں اسکو ایک بلند درجہ حاصل ہے۔ اسلام سے ارتداد کی مثالیں شاذ و نادر ہیں اور بعید نہیں کہ آئیندہ اسلام کی تاریخ اشاعت میں ایسے واقعات پیدا ہوں۔ جن کی وجہ سے اسکو غیر معمولی اور فوق العادت اشاعت و ترقی حاصل ہو اور کرۂ عالم کی بعض اطراف میں یہ ناگہانی حملہ آور ہو۔ بہر حال ظاہری حالات آئیندہ جو کچھ ہوں۔ لیکن یہ یقینی امر ہے کہ اسلام کا سیلاب ترقی مذہبی حیثیت سے روز بروز اور زیادہ طوفان خیز ہوگا اور اس کی رو آئیندہ دُور دراز ممالک میں پھیلتی جائیگی۔

تاریخ میں مذکور ہے کہ عقبہ بن نافع ایک اسلامی سپہ سالار جب اپنی فوج کے ساتھ سنہ ۶۲ ہجری مطابق ۶۸۲ء میں مغرب اقصےٰ کو فتح کرکے ملک مراکو سے آگے بڑھا اور بحر ظلمات (اٹلانٹک) کے ساحل پر پہنچا۔ تو جوش میں اُس نے اپنا گھوڑا سمندر میں ڈال دیا۔ اور جب سمندر کی موجیں گھوڑے کے سینے تک پہنچیں تو افسوس اور حسرت کے لہجے میں اس بہادر سپہ سالار کی زبان سے یہ الفاظ نکلے کہ "خدایا اگر سمندر کی لہریں میرے گھوڑے کی رفتار کو سست نہ کردیتیں۔ تو میں سمندر کے اُس پار اسی طرح دور دراز ممالک میں تیرے نام کی تقدیس کرتا ہوا چلا جاتا"۔ آج یہ بہادر سپہ سالار زندہ ہوتا۔ تو وہ دیکھتا۔ کہ اسلام اس کے ارادہ اور حوصلہ سے زیادہ دنیا کو فتح کرچکا ہے اور وہ اس تاریک سمندر کو طے کرکے محمد (صلعم) کا پیغام تمام دُنیا میں پہنچا چکا ہے۔

(از علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ ۲۵ جون ۱۹۱۹ء)

مراسلات

اہل ہند کی خدمت میں ایک ضروری درخواست

پچھلے چند ہفتوں سے گرانی و قحط سالی کی سنسنی خیز خبریں نہائت اضطراب کے ساتھ سُنی جارہی ہیں اور ملک کے اکثر اضلاع سے قحط کی شکائتیں پے در پے موصول ہورہی ہیں جس سے خیال کیا جاتا ہے کہ ملک کو امسال ایک عالمگیر قحط کا سامنا ہے۔ خصوصاً اضلاع بانکوڑا۔ دیرلیاں کی حالت اس وقت سخت خطرناک و ناگفتہ بہ ہے۔ ان دونوں اضلاع کی نسبت عام اطلاعات کے علاوہ سرکاری اعلان بھی شائع ہوچکا ہے۔ جس سے [illegible] کی تصدیق ہوتی ہے۔ سرکاری و غیر سرکاری ہر دو اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے کہ فاقہ و گرسنگی کے باعث ابتک متعدد جانیں تلف ہوچکی ہیں۔ اور کئی ایک نے بھوک سے تنگ آکر خودکشی کرلی ہے۔ غالباً ناظرین اس سے واقعہ کی اہمیت کا اندازہ بخوبی کرسکتے ہیں۔ نیز واضح رہے۔ کہ بھوک و پیاس کی شدت سے جس قدر اموات عمل میں آئی ہیں۔ وہ ہنود کی نہیں بلکہ صرف مسلمانوں کی ہیں۔ موقع واردات پر چند ہندو سوسائیٹیاں فرصہ سے پہنچی ہوئی ہیں اور تمام اعانتی تدابیر عمل میں لارہی ہیں جس سے ہندوؤں کی مشکلات و مصائب میں ایک حد تک تخفیف و کمی ہوچلی ہے۔ لیکن مسلمانوں کا کوئی پرسان حال نہیں۔ ان کی نگہ اپنے بھائیوں کی طرف لگی ہوئی ہے۔ اور بھوک کے عذاب سے نہائت حسرت کے ساتھ دم توڑ رہے ہیں۔ افسوس کہ مسلمانوں کی کسی سوسائیٹی نے اب تک اس ضروری کام کی طرف توجہ نہیں کی۔ انہیں وجوہ کی بناء پر "سنٹرل خادم الاسلام سوسائٹی" نے تہیہ کرلیا ہے۔ کہ وہ "قحط زدگان" بانکوڑا و دیرلیاں کی امداد و اعانت کے لئے حتے الامکان ہر ممکن ذریعے سے چندہ فراہم کرے گی۔ لہذا بحیثیت ایک سائل کے جمیع برادران اسلام و محبان وطن سے نہائت امید کے ساتھ التجا ہے کہ وہ حتی الامکان اپنے مصیبت زدہ مفلوک الحال فاقہ کش بھائیوں کی مالی امداد میں ہرگز دریغ نہ فرمائیں گے۔ اور ذیل کے پتہ پر چندہ بھیجکر عنداللہ ماجور ہونگے۔ چندہ کے ارسال کرنے میں جہاں تک ممکن ہو عجلت سے کام لیں۔ ورنہ جانی نقصان کا سخت اندیشہ ہے۔ فقط والسلام۔

چندہ کے ارسال کرنے کا پتہ:۔

مولوی مجیب الرحمٰن اڈیٹر مسلمان ۱۲ اسٹیٹ لین مہدی باغ کلکتہ

عرض گذاران:
ابوالقاسم فضل الحق۔ نجم الدین احمد۔
ابوالقاسم
عبداللطیف احمد۔
مجیب الرحمٰن۔ محمد اکرم خان۔

رسید زر

چندہ جماعت پشاور از ۲ جولائی لغایت ۲۰ جولائی ۱۹۱۹ء

معرفت جناب نذر علی صاحب سکریٹری احمدیہ انجمن پشاور

اسمائے گرامی چندہ دہندگان	اشاعت اسلام	عید فنڈ	فطرانہ
محمد دلاور خان صاحب آف چھچھ	۱۰ر		
شیخ محمد حیات صاحب سب ڈویژنل کلرک ملٹری	صہ	صہ	صہ
بابو ہدایت اللہ صاحب شوز مرچنٹ	[illegible]	عہ	عہ
مثال خان صاحب پنٹر انگ	[illegible]		
میاں شہاب الدین صاحب	[illegible]		
ملک عبدالکریم صاحب	۔	عہ	
ڈاکٹر محمد دین صاحب	۔	عہ	[illegible]
احمد جی صاحب	۔	۸ر	۸ر
لعزشاہ صاحب جگر	۔	عہ	[illegible]
میاں امام الدین صاحب		۳ر	۵ر
بابو کریم بخش صاحب	۔	عہ	[illegible]
بہاوردین صاحب	۔	عہ	[illegible]
فضل قادر صاحب	۔	عہ	[illegible]
فضل کریم صاحب	۔	۔	[illegible]
عبدالحنان صاحب	۔	۔	[illegible]
میاں پیر محمد صاحب	۔	۸ر	۸ر
ولی محمد خان صاحب	۔	عہ	۱۲ر
صاحبزادہ چراغ الدین صاحب	۔	۔	عہ
عبدالمجید صاحب	۔	۔	۸ر
شیخ مقبول احمد صاحب	۔	[illegible]	[illegible]
محمد خان صاحب	۔	[illegible]	[illegible]
فضل محمود صاحب	۔	[illegible]	[illegible]
شیخ غلام محی الدین صاحب	[illegible]	عہ	[illegible]
مولوی غلام حسین خان صاحب	۔	عہ	[illegible]
دلاور خان صاحب اسماعیلیہ	۔	عہ	[illegible]
مستری جان محمد صاحب	۔	عہ	عہ
ڈاکٹر نظام الدین صاحب	۔	عہ	[illegible]

نام			
جناب غلام حسن خان صاحب تحصیلدار	٠	عہ	عکا
فضل خالق صاحب	٠	عہ	عکا ار
محمد رمضان صاحب	عہ	٨ر	٨ر
عبدالرحمن صاحب	٠	عہ	٨ر
غلام محمد صاحب	٠	للعہ	عہ
شربت علی صاحب	٠	عہ	عہ ۱۴ر
محمد ایوب خان صاحب	١	عہ	عکا
عبدالعزیز صاحب مدرس ...	٠	٨ر	٨ر
استاد صاحب باگل صاحب ..	٠	عہ	٠
محمد عباس صاحب	٠	٧ر	٠
گل شاہ صاحب بزاز ...	٠	٠	١٢ر
غلام صمدانی خان صاحب افسر مال	٠	عہ	٠
ملک شفو صاحب	٠	عہ	٠
مرزا نذر علی صاحب	٠	عہ ۱۴ر	٠
میزان	٥٨ا	للعہ ٨ر	ا/عہ ٨ر

میزان کل .... ۱۱ار عہ

منہائی فیس منی آرڈر .... للعہ ۴ر

داخل خزانہ .... ۱۱ار عہ

چندہ ماہواری و فطرانہ و عید فنڈ جماعت فیروزپور

(بموجب رسید ۵۲۲ مورخہ ۷ جولائی ۱۹۱۹ء)

چندہ ماہواری و مستقل فنڈ ...	٠	۴	۴۱
بابت فطرانہ	٠	۴	۱۶
بابت عید فنڈ	٠	٠	۹
بابت عطیہ موعودہ منجملہ رقم یکہزار	٠	٠	۱۷
میزان کل	٠	٨	٨٣
وضع فیس منی آرڈر	٠	۱۴	٠
باقی رقم	٠	۱٠	٨٢

چندہ جماعت لائل پور بابت ماہ اپریل و مئی ۱۹۱۹ء

(معرفت بابو محمد حسین صاحب سب پوسٹماسٹر)

حاجی شیخ مولا بخش صاحب ۔ کارخانہ	٠	٠	۲٠
شیخ میاں محمد صاحب ۔ فلور ملز	٠	٠	۲٠
شیخ حاجی مبارک دین صاحب	٠	٠	۴
شیخ مولا بخش صاحب ۔ کالونی ہوس	٠	٠	۲
شیخ محمد حسین صاحب	٠	٠	٨
شیخ الہ بخش صاحب عرائض نویس	٠	٠	۴
بابو محمد حسین صاحب نقشہ نویس	٠	٠	١
عملہ کارخانہ روئی	٠	٨	۲۳
قاضی فضل قادر صاحب	٠	٠	۳
منشی جلال الدین صاحب پٹواری	٠	٠	۴
بابو محمد دین صاحب چیف گڈس کلرک	٠	٠	۱٠
بابو محمد حسین صاحب سب پوسٹماسٹر لائل پور	٠	٨	۲
میزان	٠	٠	۱٠۲
بعد منہائی خرچ بیمہ و امانت نزد محمد حسین صاحب	٠	٠	۲
باقی	٠	٠	۱٠٠

فہرست صدقہ فطرانہ جماعت احمدیہ لاہور چھاؤنی

(معرفت بابو محمد حسین صاحب کلرک)

قاضی ثناء اللہ صاحب	٠	٠	۳
حکیم الطاف علی صاحب	٠	٨	٠
قاضی مظفر علی صاحب	٠	٠	١
بابو محمد حسین صاحب	٠	٠	١
بابو محمد لقمان صاحب	٠	٨	٠
قاضی برکت علی صاحب	٠	٨	٠
بابو سلطان محمد صاحب	٠	۴	٠
قاضی عبدالعزیز صاحب	٠	۶	٠
قاضی اصغر علی صاحب	٠	٨	٠
بابو نبی بخش صاحب	٠	۴	۲
محمد عثمان علی صاحب	٠	۱٠	٠
قاضی ثناء اللہ صاحب رسید ۵۹۷ ۳٠ ۶/۱۹	٠	٠	۴
بابو محمد لقمان صاحب "	٠	٠	١
حکیم الطاف علی صاحب "	٠	٨	٠
قاضی محمد عثمان علی صاحب "	٠	٨	٠
قاضی عبدالعزیز صاحب "	٠	٠	١
قاضی مظفر علی صاحب "	٠	٠	۲
بابو محمد حسین صاحب "	٠	٠	۲
میزان کل	٠	٨	۲۱

جنگِ افغانستان

ایک دستہ پر حملہ

ایک قبائلی لیڈر ہلاک

شملہ ۱۰ر جولائی - ایک پریس کمیونیک مظہر ہے کہ کرم سے چند مختصر حملوں کی خبریں موصول ہوئی ہیں - ژہوب میں ہماری افواج کے چھوٹے سے دستے پر جو ۶ر جولائی کو چوکی بابر سے فورٹ سنڈیمن کو جا رہا تھا۔ کاپ کے قریب قریباً ۳٠٠ اہل قبائل نے حملہ کیا۔ دشمن نے بڑی مستقل مزاجی سے جنگ کی لیکن آخرکار پسپا ہو گیا اور ۲۷ مقتولین کو جن میں ان کا لیڈر بھی شامل تھا۔ میدان میں چھوڑ گیا۔ مجروحین کی تعداد معلوم نہیں ہوئی - ہمارا نقصان جان حسب ذیل ہوا:۔ "۱٠ ہندوستانی سپاہی ہلاک اور دو برٹش افسر - ایک ہندوستانی افسر اور ۱۲ ہندوستانی سپاہی مجروح"۔

چمن سے خبر موصول ہوئی ہے - کہ درہ بوگرا کے مشرق میں تین میل کے فاصلے پر اہل قبائل کے ایک مختصر اجتماع پر ہمارے ہوائی جہازوں نے ۸ر جولائی کو بم پھینکے۔

مہمندوں کو سخت سبق

شملہ ۱۱ - جولائی - ہمعصر سول اینڈ ملٹری گزٹ کا ایک خاص نامہ نگار ایسوسی ایٹڈ پریس کے ساتھ انتظام کر کے براہ پشاور ۱٠ جولائی کو تار دیتا ہے۔ کہ ٹگر ڈی میں ایک مہمند لشکر کو ایک سخت سبق دیا گیا۔ چند روز ہوئے کہ قریباً ۵٠٠ اہل قبائل نے ہماری دیکھ بھال کرنے والی پارٹی کا جو ڈکہ کو واپس آ رہی تھی تعاقب کیا۔ ان پر توپ خانہ کی سخت گولہ باری کی گئی - لیکن دھند اور اس کی وجہ سے مشاہدہ کی مشکلات کی وجہ سے توپچی اس یقین کے ساتھ کیمپ کو واپس آ گئے۔ کہ انہوں نے بہت کم نقصان پہنچایا ہے - لیکن اب معلوم ہوا ہے کہ توپوں نے بعض نہایت عمدہ نشانے لگائے۔ مہمند تسلیم کرتے ہیں کہ اُنکے ۵۸ - آدمی ہلاک ہوئے تھے - اور اسی نسبت سے اُنکے آدمی مجروح ہوئے تھے - خبر ملی ہے کہ اس لشکر کو حال میں تازہ کمک پہنچ گئی ہے۔ لیکن نو آمدہ سپاہیوں کا جوش جو کچھ واقعہ ہوا تھا - اس کا حال سن کر بہت کچھ مدہم پڑ گیا - اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ڈکہ میں ہمارے کیمپ پر چھپ کر بندوقیں چلانے کی وارداتیں بہت کم ہوئی ہیں اس واقعہ کے علاوہ کچھ عرصے سے میدان جنگ میں اور واقعہ نہیں ہوا۔ برطانوی سپاہی خاص طور پر اس عدم سرگرمی سے قدرتی طور پر تنگ آ گئے ہیں۔ اور ان میں سے بہت سے یقین کرتے ہیں کہ اگر ہم جارحانہ کارروائی کریں۔ تو وہ نسبتاً جلد وطن کو جا سکتے ہیں عام طور پر کہا جاتا ہے کہ "ہمیں آگے بڑھنے اور اس تمام معاملہ کا فیصلہ کر دینے کی کیوں اجازت نہیں دی جاتی"۔

صلح کی خوشی میں قیدیوں کو معافی

شملہ ۱٠ - جولائی - ایک پریس کمیونیک مظہر ہے کہ چونکہ حضور ملک معظم نے نہایت مہربانی سے تراحم خسروانہ کے طور پر عہدنامہ پر دستخط ہو جانے کے موقعہ پر ایسے پیمانہ پر جس کے متعلق گورنر جنرل باجلاس کونسل اعلان کریں - ہر دو فوجداری و سول قیدیوں کی ایک خاص تعداد کی سزاؤں میں تخفیف منظور فرمائی تھی۔ اس کے مطابق گورنر جنرل بہ اجلاس نے معافی کی مندرجہ ذیل تجویز منظور فرمائی ہے - جسے عام اطلاع کے لئے شائع کیا جاتا ہے -

(۱) تمام قیدی جو ایک ماہ یا کم کی سزا بھگت رہے ہیں اور جنہوں نے اپنی نصف سزا بھگت لی ہے - اُن کو فوراً رہا کر دیا جائے - اس جماعت کے تمام قیدیوں کی جنہوں نے اپنی نصف سزا نہیں ختم کی - نصف سزا معاف کی جائے - بشرطیکہ جیل میں اُنکا چلن خراب نہ رہا ہو

(۲) تمام قیدی جو ایک ماہ سے زیادہ اور ۶ ماہ سے کم کی سزا بھگت رہے ہیں - اُنہیں پندرہ دن کی معافی دی جائے بشرطیکہ جیل میں اُن کا چال چلن خراب نہ رہا ہو۔

(۳) عام قیدی جو ۶ ماہ سے زیادہ اور ۱۲ ماہ سے کم کی سزا بھگت رہے ہیں - اُنہیں ایک ماہ کی معافی دی جائے - بشرطیکہ جیل میں اُن کا چال چلن خراب نہ رہا ہو۔

(۴) تمام قیدی جو انڈیمین میں ہیں ان کی سزا میں سے ایک ماہ فی سال معاف کی جائے۔ بشرطیکہ نو آبادی میں اُن کا چال چلن خراب نہ رہا ہو۔

(۵) تمام قیدی جو ایک سال سے زیادہ کی سزا بھگت رہے ہیں اُنہیں ایکماہ فی سال کی معافی دی جائے بشرطیکہ جیل میں ان کا چال چلن خراب نہ رہا ہو۔

(۶) چند قیدی جنہیں تعزیرات ہند کے باب ۶ کے ماتحت سلطنت کے خلاف جرائم یا دیگر قوانین کے ماتحت اسی قسم کے جرائم کے باعث سزا دی گئی ہے - اُنہیں رہا کیا جائے - یا اُنکی بقایا سزا اس شرط پر ملتوی کی جائے - کہ جو آئندہ نیک چلن رہنے کا وعدہ کریں - اس ضمن میں جن قیدیوں کو مراعات دی جائیں گی - اُن کا انتخاب لوکل گورنمنٹیں کریں گی۔

(۷) مندرجہ بالا کے علاوہ مرد قیدی جن کی تعداد ہر صوبہ میں ۵ فیصدی سے زیادہ نہ ہو - رہا کئے جائیں - ہر صوبہ میں زنانہ قیدی بشرطیکہ اُن کے جرائم سنگین قسم کے نہ ہوں - اور لوکل گورنمنٹ کے مفصل احکام کے مطابق رہا کئے جائیں۔ جو رہا نہ کئے جائیں اُن کی سزائیں مندرجہ بالا طریق پر کم کی جائیں - اس کے علاوہ انڈیمین میں مقیم قیدیوں کو جن کی تعداد ۹٠٠ سے زیادہ نہ ہو - رہا کیا جائے - اُن قیدیوں کا انتخاب لوکل گورنمنٹیں ان قیدیوں میں سے کریں گی۔ جو اگر عمر قیدی ہیں تو معمولی قواعد کی رُو سے تین سال کے اندر رہا ہونے والے ہیں - اور اگر کچھ میعاد کے لئے قید ہیں - تو اُن کی سزا ایک سال کے اندر ختم ہونیوالی ہے۔

(۸) ہر ایک سول قیدی کی جو ۱٠٠ روپیہ سے کم قرضہ کے لئے قید ہے - اور جو بوجہ افلاس اپنا قرضہ ادا نہیں کر سکتا - اور جس کا قرضہ اس کی جعلسازی یا دھوکہ دہی کی وجہ سے نہیں ہے اُسے رہا کیا جائے - اور اس کا قرضہ گورنمنٹ ادا کرے۔

تازہ ترین برقی خبریں

عہدنامہ صلح کی جرمنوں کی طرف سے تصدیق

برلن ۸ر جولائی - سینیٹ رل کمیٹی نے عہدنامہ صلح کی تصدیق کرنا منظور کر لیا ہے۔

حضور پرنس آف ویلز کا دورہ

لنڈن ۷ر جولائی - سرکاری طور پر بیان کیا گیا ہے کہ حضور پرنس آف ویلز نے آسٹریلین فوجی سپاہیوں سے جو بیان کیا تھا اسکے یہ معنے نہیں - کہ آنحضور ۱۹۱۹ء میں آسٹریلیا تشریف لیجائینگے -

لنڈن ۸ر جولائی - حضور پرنس آف ویلز کو سخت سردی لگ گئی ہے - آپ کی حالت اب رو بہ ترقی ہے - لیکن آپ نے اس ہفتہ کے تمام مشاغل منسوخ کر دیئے ہیں۔

سابق قیصر کی حوالگی

کوپن ہیگن یکم جولائی - مارشل وان ہنڈنبرگ نے مارشل فاش سے اپیل کی ہے - کہ وہ سابق قیصر کی حوالگی کے مطالبہ کے ترک کئے جانے کی حمایت کرے - ہنڈنبرگ نے قیصر کی جگہ اپنے آپ کو پیش کیا ہے - اور وہ ہر ایک قربانی کرنے کیلئے تیار ہے -

لنڈن ۹ر جولائی - ہوس آف کامنز میں مسٹر بونر لا نے بیان کیا - کہ سابق قیصر کو جرمنی کو واپس جانے سے روکنے کیلئے تمام ممکن کارروائیاں کی جا رہی ہیں۔

برلن ۹ - جولائی - سابق قیصر کے بھائی پرنس ہنری نے شہنشاہ جارج کی خدمت میں تار روانہ کیا ہے - جس میں اُس نے اپیل کی ہے - کہ وہ سابق قیصر کی حوالگی کا مطالبہ نہ کریں پرنس ہنری اس بات کی تصدیق کرتا ہے - کہ قیصر نے ہر ایک قابل قیاس طریق سے جنگ کو روکنے کی کوشش کی تھی - اور وہ اپنے آپ کو اس غرض سے شہنشاہ جارج کے حوالے کرتا ہے کہ جنگ کے بواعث کے متعلق تحقیقات کی جائے۔

(از روزانہ پیسہ اخبار)

رودبار انگلستان کی سرنگ

(لنڈن ۷ر جولائی) رودبار انگلستان کی سرنگ کی پارلیمنٹری کمیٹی کے ایک اجلاس میں سر ڈبلیو بل نے بیان کیا کہ سب کچھ تیار ہے - پانی کی گہرائی کا اندازہ لگا لیا گیا ہے - ایک انجینئر کو مقرر کر دیا گیا ہے - اور مالی امور کے متعلق کوئی مشکل درپیش نہیں - اب مصمم ارادہ کر لیا گیا ہے کہ سرنگ کی تعمیر کو شروع کر دیا جاوے - اور گورنمنٹ سے مدد کی درخواست کی گئی ہے۔

امیر کا ایک خط

ڈکہ میں وائسرائے کے نام امیر کا ایک تازہ خط موصول ہوا ہے - جو شملہ کی طرف روانہ کیا گیا ہے۔

جلد | مدینۃ المسیح لاہور مورخہ ۱۸ و ۲۴ شوال ۱۳۴۷ھ مطابق ۲۰ و ۲۳ جولائی ۱۹۲۹ء | نمبر ۵

نصرتِ الٰہی

(از حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالم کو اک عالم دکھاتی ہے

وہ بنتی ہے ہوا اور ہر خسِ رہ کو اڑاتی ہے
وہ ہو جاتی ہے آگ اور ہر مخالف کو جلاتی ہے

کبھی وہ خاک ہو کر دشمنوں کے سر پہ پڑتی ہے
کبھی ہو کر وہ پانی اُن پہ اک طوفان لاتی ہے

غرض رُکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے
بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے

جواہر ریزے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے سبق

جب انسان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو غور سے مطالعہ کرتا ہے تو اسے بہت کچھ پتہ ملتا ہے لیکن بعض احمق کور باطن ایسے بھی ہیں جو آپ کی زندگی پر تدبر تو کرتے نہیں اور اعتراض کرنے کے لئے زبان کھولتے ہیں یہ حال عیسائیوں اور آریوں کا ہے۔

غرض اس وقت لوگوں نے سنت اور بدعت میں سخت غلطی کھائی ہوئی ہے اور ان کو ایک خطرناک دھوکا لگا ہوا ہے وہ سنت اور بدعت میں کوئی تمیز نہیں کر سکتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو چھوڑ کر خود اپنی مرضی کے موافق بہت سی راہیں خود ایجاد کر لی ہیں اور ان کو اپنی زندگی کے لئے کافی رہنما سمجھتے ہیں۔ حالانکہ وہ ان کو گمراہ کرنے والی چیزیں ہیں۔ جب آدمی سنت اور بدعت میں تمیز کر لے اور سنت پر قدم مارے تو وہ خطرات سے بچ سکتا ہے۔ لیکن جو فرق نہیں کرتا اور سنت کو بدعت کے ساتھ ملاتا ہے اس کا انجام اچھا نہیں ہو سکتا۔

اجتہاد سے کام لو

اللہ تعالیٰ نے جو کچھ قرآن شریف میں بیان فرمایا ہے وہ بالکل انحر اور مبین ہے۔ اور پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے کر کے دکھا دیا ہے۔ آپ کی زندگی کامل نمونہ ہے۔ لیکن باوجود اس کے ایک حصہ اجتہاد کا بھی ہے۔ جہاں انسان واضح طور پر قرآن شریف یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی کمزوری کی وجہ سے کوئی بات نہ پا سکے تو اس کو اجتہاد سے کام لینا چاہیئے۔ مثلاً شادیوں میں جو بیہاجی دکھائی ہے اگر اس کی غرض صرف یہی ہے کہ تا دوسروں کو پھر اپنی شیخی اور بڑائی کا اظہار کیا جائے تو یہ ریاکاری اور تکبر کے لئے ہوگی اس لئے حرام ہے لیکن اگر کوئی شخص محض اسی نیت سے کہ اما بنعمۃ ربک فحدث کا عملی اظہار کرے اور ومما رزقناهم ينفقون پر عمل کرنے کے لئے دوسرے لوگوں سے سلوک کرنے کے لئے دے تو یہ حرام نہیں پس جب کوئی شخص اس نیت سے تقریب پیدا کرتا ہے اور اس میں معاوضہ ملحوظ نہیں ہوتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا غرض ہوتی ہے تو پھر وہ ایک سو نہیں خواہ ایک لاکھ کو کھانا دے منع نہیں۔ اصل مدار نیت پر ہے نیت اگر خراب اور فاسد ہو تو وہ ایک جائز اور حلال فعل کو بھی حرام بنا دیتی ہے۔ ایک قصہ مشہور ہے کہ ایک بزرگ نے دعوت کی اور اس نے چالیس چراغ روشن کئے بعض آدمیوں نے کہا کہ اس قدر اسراف نہیں چاہیئے۔ اس نے کہا کہ جو چراغ میں نے ریاکاری سے کیا ہے اسے بجھا دو۔ کوشش کی گئی ایک بھی نہ بجھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی فعل ہوتا ہے اور دو آدمی اس کو کرتے ہیں ایک اس فعل کو کرنے میں مرتکب معاصی کا ہوتا ہے اور دوسرا ثواب کا اور یہ فرق نیتوں کے اختلاف سے پیدا ہوتا ہے۔ لکھا ہے کہ بدر کی لڑائی میں ایک شخص مسلمانوں کی طرف سے نکلا جو اکڑ اکڑ کر چلتا تھا اور صاف ظاہر ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا تو فرمایا کہ یہ وضع خداوند تعالیٰ کی نگاہ میں معیوب ہے مگر اس وقت محبوب ہے کیونکہ اس وقت اسلام کی شان اور شوکت کا اظہار اور فریق مخالف پر ایک رعب پیدا ہو۔ پس ایسی بہت سی مثالیں اور نظیریں ملیں گی جن سے آخر کار جا کر یہ ثابت ہوتا ہے کہ انما الاعمال بالنیات بالکل صحیح ہے۔

اللہ تعالیٰ کی غیرت وجلال کا ذکر

اسی طرح میں ہمیشہ اس فکر میں رہتا ہوں اور سوچتا رہتا ہوں کہ کوئی راہ ایسی نکلے جس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کا اظہار ہو اور لوگوں کو اس پر ایمان پیدا ہو۔ ایسا ایمان جو گناہ سے بچاتا ہے اور نیکیوں کے قریب کرتا ہے اور میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر لا انتہا فضل اور انعام ہیں ان کی تحدیث مجھ پر فرض ہے۔ پس میں جب کوئی کام کرتا ہوں تو میری غرض اور نیت اللہ تعالیٰ کے جلال کا اظہار ہوتی ہے۔ ایسا ہی اس آمین کی تقریب پر بھی ہوا ہے یہ لڑکے چونکہ اللہ تعالیٰ کا ایک نشان ہیں اور ہر ایک ان میں سے خدا تعالیٰ کی پیشین گوئیوں کا زندہ نمونہ ہیں۔ اس لئے میں اللہ تعالیٰ کے ان نشانوں کی قدر کرنی فرض سمجھتا ہوں کیونکہ یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کریم کی حقانیت اور خود اللہ تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت ہیں اس وقت جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام کو پڑھ لیا تو مجھے کہا گیا کہ اس تقریب پر چند دعائیہ شعر جن میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کا شکریہ بھی ہو لکھ دوں۔ میں جیسا کہ ابھی کہا ہے اصلاح کی فکر میں رہتا ہوں۔ میں نے اس تقریب کو بہت ہی مبارک سمجھا اور میں نے مناسب جانا کہ اس طرح پر تبلیغ کر دوں۔ پس یہ میری نیت اور غرض تھی چنانچہ جب میں نے اس کو شروع کیا اور جب مصرعہ لکھا ہر ایک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے۔ تو دوسرا مصرعہ الہام ہوا۔ اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے جس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو بھی میرے اس فعل سے راضی ہوا ہے۔ قرآن شریف تقویٰ ہی کی تعلیم دیتا ہے اور یہی اس کی علت غائی ہے اگر انسان تقویٰ اختیار نہ کرے تو اس کی نمازیں بھی بے فائدہ اور دوزخ کی کلید ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ اس کی طرف اشارہ کر کے سعدی کہتا ہے

کلید درِ دوزخ است آں نماز
کہ در چشم مردم گذاری دراز

ریاء الناس

ریاء الناس کے لئے خواہ کوئی کام بھی کیا جائے اور اس میں کتنی ہی نیکی ہو وہ بالکل بے سود اور الٹا عذاب کا موجب ہو جاتا ہے۔ احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ ہمارے زمانے کے فقرا خدا تعالیٰ کے لئے عبادت کرنا ظاہر کرتے ہیں مگر در اصل وہ خدا کے لئے نہیں کرتے بلکہ مخلوق کے واسطے کرتے ہیں انھوں نے عجیب عجیب حالات ان لوگوں کے لکھے ہیں وہ بیان کرتے ہیں ان کے لباس کے متعلق لکھا ہے کہ اگر وہ سفید کپڑے پہنتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ عزت میں فرق آئے گا، وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ اگر میلے رکھیں گے تو عزت میں فرق آئے گا اس لئے امرا میں داخل ہونے کے واسطے یہ تجویز کرتے ہیں کہ اعلیٰ درجہ کے کپڑے پہنیں مگر ان کو رنگ لیتے ہیں اور ایسا ہی اپنی عبادتوں کو ظاہر کرنے کے لئے عجیب عجیب راہیں اختیار کرتے ہیں۔ مثلاً روزہ کے ظاہر کرنے کے واسطے جب وہ کسی کے ہاں کھانے کے وقت پر پہنچے ہیں اور وہ کھانے کے لئے اصرار کرتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ آپ کھائیے میں نہیں کھاؤں گا مجھے کچھ عذر ہے اس فقرہ کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ مجھے روزہ ہے اس طرح پر حالات اُن کے لکھے ہیں۔ پس دنیا کی خاطر اور اپنی عزت وشہرت کے لئے کوئی کام کرنا خدا تعالیٰ کی رضامندی کا موجب نہیں ہو سکتا اس زمانہ میں بھی دنیا کی ایسی حالت ہو رہی ہے کہ ہر ایک چیز اپنے اعتدال سے گر گئی ہے عبادات اور صدقات سب کچھ ریاکاری کے واسطے ہو رہے ہیں اعمال صالحہ کی جگہ چند رسوم نے لے لی ہے اس لئے رسوم کے توڑنے سے یہی غرض ہوتی ہے کہ کوئی فعل یا قول قال اللہ وقال الرسول کے خلاف اگر ہو تو اُسے توڑا جائے۔ جبکہ ہم مسلمان کہلاتے ہیں اور ہمارے سب اقوال وافعال اللہ تعالیٰ کے نیچے ہونے ضروری ہیں ہم دنیا کی پروا کیوں کریں جو فعل اللہ تعالیٰ کی رضاء اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہو۔ اس کو دور کر دیا جاوے اور چھوڑا جاوے جو حدود الٰہی اور وصایاء رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے موافق ہوں اُن پر عمل کیا جاوے کہ احیاء سنت اسی کا نام ہے اور جو امور وصایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یا اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف نہ ہوں اور نہ اُن میں ریاکاری مدنظر ہو بلکہ بطور اظہار شکر وتحدیث بالنعمۃ ہوں تو اس کے لئے کوئی حرج نہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیغام صلح

مورخہ ۲۰-۲۳ جولائی ۱۹۴۴ء

اشاعت اسلام

ایک یورپین مستشرق کے نقطۂ نظر سے

(۳)

اس مضمون کے گذشتہ نمبر میں ہم دکھا چکے ہیں۔ کہ یورپین محققین کا خیال بھی یہی ہے۔ کہ اسلام کے اشاعت کا راز حامی الی الاسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سادہ زندگی اور مذہبی جوش و عقیدت ہے۔ اور آئندہ بھی وہی لوگ اس جلیل القدر فریضہ مذہبی سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔ جن میں یہ دوگانہ اوصاف موجود ہوں۔

اس لئے مبلغ اسلام کے لئے سب سے بڑی صفت یہی ہو سکتی ہے کہ اپنی طرز معاشرت اور تمدن میں ان بے جا تکلفات کو اجازت نہ دے۔ جن سے سوائے تضیع اوقات اور نمود و نمائش اور کچھ حاصل نہیں۔ اس وقت بھی ہم دیکھتے ہیں کہ جن لوگوں نے اشاعت اسلام کے مقدس کام کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ وہ باوجود متاع دنیا سے متمتع ہونے کے اپنی ایام زندگی کو نہایت سادگی سے بسر کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود کو جن لوگوں نے دیکھا ہے وہ اس کی شہادت دے سکتے تھے کہ آپ باوجود ایک رئیس زادہ ہونے کے کس بے تکلفی اور سادگی سے رہتے تھے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ ایک اجنبی شخص باہر سے آپکے نام کی شہرت سے متاثر ہو کر قادیان آتا مسجد میں جاتا۔ تو حضرت مولوی عبدالکریم کی طرف جو امام ہوتے تھے۔ مصافحہ کے لئے یہ کہہ کر حضرت مسیح موعود یہی ہیں؟

حضرت مولوی نورالدین صاحب نے جو خدمت قرآن و اسلام کی ہے وہ بھی عیاں راچہ بیاں کے مصداق ہے۔ مگر آپ کی سادگی کے گواہ تو دوست و دشمن ہیں۔ آپ اہلکاری ہونے ہوئے سرکاری درباروں میں اسی سادگی سے تشریف لے جاتے تھے جو ایک سچے مسلمان کے لئے باعث فخر ہو سکتی ہے۔ میں نے سنا ہے کہ شمس العلماء مولوی نذیر احمد صاحب ایل۔ ایل۔ ڈی۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب کی اس سیدھی سادہ وضع قطع سے بہت متاثر ہوتے تھے۔ اور فرماتے تھے مولوی صاحب ممدوح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے رنگ میں رنگین ہیں۔

غالباً بعض لوگ تردید کے لئے یہ کہینگے۔ کہ یہ دونوں بزرگ پرانی قطع کے تھے۔ اس لئے ان کو پرانی سادگی مرغوب خاطر تھی۔ مگر حقیقت یہ ہے پرانی طرز کے لوگ بھی اپنے انداز خاص میں تکلفات کرتے ہیں اور ایسے تکلفات کرتے کہ نئی روشنی کے فرزندوں کی آنکھیں بھی خیرہ ہو جاتی ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود اور حضرت مولوی نورالدین صاحب اس سادگی کے بہترین نمونہ تھے۔ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کی پیروی سے تیار ہوئے۔

اس سے قطع نظر کیجئے تو معلوم ہو گا کہ سلسلہ احمدیہ کی نہایت قیمتی موجودہ شروع سے اشاعت اسلام اور تبلیغ سلسلہ میں اپنا لہو پسینہ ایک کرتے رہتے ہیں۔ اسی زیور سادگی سے آراستہ ہیں۔ اور باوجود نئی روشنی کے علوم و فنون سے بہرہ یاب ہونے کے اُس نے تہذیب جدید کے ہی تکلفات کی ہوا تک نہیں لگی۔ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے امیر جماعت احمدیہ اسد ہ اللہ اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی مسلم مشنری ووکنگ مشن ان بزرگوں میں سے ہیں جنہوں نے اعلیٰ تعلیمی اور قانونی ڈگریاں حاصل کی ہیں۔ مگر کوئی بتا سکتا ہے کہ ان بزرگوں نے کبھی اپنے حسن معنوی کو تہذیب جدید کے ظاہری سا ختہ و نمائش سے رونق دی۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تو وہ گراں قدر وجود ہیں کہ آپ نے قرآن شریف کا ترجمہ انگریزی میں کر کے علوم دینیہ اور روحانیہ سے مغرب کو سیراب کرنے کے لئے ایک دریا بہا دیا ہے۔ حضرت خواجہ صاحب نے سینکڑوں انگریزوں کو جن میں اعلے درجہ کے ادیب پروفیسر۔ اور سائنسدان شامل ہیں حلقہ بگوش اسلام کیا ہے۔ مگر ان دونوں بزرگوں کی سادگی کا حال وہی لوگ جانتے ہیں جن کو ان سے ملنے جلنے کا اتفاق ہوا ہے۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ۔ حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور خاکسار ایک ضروری قومی تجویز کے سلسلہ میں

احمدیہ بلڈنگس سے باہر جانے کا اتفاق ہوا۔ اپریل کا مہینہ تھا۔ روانگی سے پہلے میں حضرت امیر کو لینے کے لئے آپ کے مکان پر گیا۔ میں داخل نہ ہونے پایا تھا کہ آپ مکان کی دہلیز پر تشریف لائے۔ میں نے دیکھا کہ حضرت امیر کے پاؤں میں جرابیں نہیں ہیں۔ میں نے عرض کی کہ آپ نے جرابیں نہیں پہنیں۔ آپ نے فرمایا کہ گرمی کا موسم ہے۔ میں نے دوبارہ عرض کی کہ باریک جرابیں ہی پہن لی ہوتیں۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا اس تکلیف کی کیا ضرورت میں نے حضرت امیر کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپنے خاص تکلف سے کپڑے پہنے ہوں یا پتلون۔ کالر و نکٹائی ڈٹائی ہو۔ بلکہ آپ کا لباس نہایت سادہ ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ صاحب اگرچہ اب چھ سات سال سے اس زمین میں رہتے ہیں۔ جو فیشن اور تکلفات کا گہوارہ ہے۔ مگر آپ کی سادگی کا یہ عالم ہے کہ گذشتہ ایام میں جب آپ ولایت سے تشریف لائے اور میں گھر میں آپکو ملنے گیا تو دیکھا بہت سے لوگ ملنے کو بیٹھے تھے۔ خواجہ صاحب اپنے احباب زمرہ میں بالکل سادگی تہ بند باندھے ننگے سر بیٹھے ہیں۔ غرض احمدی جماعت کے وہ مایہ ناز وجود جنہوں نے تبلیغ اسلام میں نمایاں حصہ لیا ہے۔ بہت سادگی سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور جو لوگ اس اہم مقصد میں کامیاب ہونا چاہتے ہیں۔ ان کو بھی سادہ مزاج ہونا چاہیئے۔ بعض وقت یہ کہا جاتا ہے کہ تبلیغ کے لئے ظاہری نمود و نمائش وجاہت کی بھی ضرورت ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اگر علم و فضل اور صداقت اور تقوٰی ساتھ ہو تو پھر ایک مومن کے لئے ظاہری نمود و نمائش کی چنداں ضرورت نہیں۔

بہتان عظیم

منکرے بودن ہم رنگ مستاں زیستن

انسان جب کسی کی دشمنی اور عناد کو اپنا نصب العین بنا لیتا ہے تو پھر وہ ہر وقت اس میں مصروف رہتا ہے کہ اپنے مخالف کی طرف تمام قسم کے عیوب اور نقائص منسوب کئے جائیں۔ خواہ انہیں حقیقت سے دور کا تعلق بھی نہ ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخالفین نے جب میدان مباحثہ اور مناظرہ میں ہزیمت اٹھائی تو پھر دروغ بلافروغ مشہور کرنا چاہا کہ یہ شخص معاذ اللہ گورنمنٹ کا باغی ہے۔ حالانکہ حضرت صاحب حکومت برطانیہ کی فتح و نصرت کے لئے دعائیں کرتے تھے اور اپنی جماعت کو وفادار رہنے کی تاکید فرماتے تھے۔ تقریباً یہی حال میاں صاحب یا ان کے مریدین کا ہے۔ انہیں ہم سے عقائد مذہبی میں اختلاف ہے۔ مگر اب انہوں نے اختلاف کو دشمنی اور عناد کی حد تک پہونچا دیا ہے۔ چنانچہ گذشتہ ایام میں الفضل نے نہایت بے بنیاد اور محض جھوٹی باتیں ہماری طرف منسوب کیں۔ کہ نعوذ باللہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب یا مولوی صدرالدین صاحب ننگے سر لوگوں کو ہڑتال کرنے کی تحریک کرتے تھے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ عین ہڑتال میں مرزا صاحب ممدوح کی دکان کھلی رہی۔ ہمارے مکرم محترم دوست شیخ مولا بخش مالک کارخانہ فلور ملز نہ صرف اپنا کارخانہ جاری رکھا بلکہ سپاہیوں اور حکام کو آٹا وغیرہ سے مدد دی۔ مگر الفضل نے محض ہماری جماعت کو بدنام کرنے کے لئے یہ جھوٹی خبریں شائع کیں

اب پھر الفضل نے اپنی ۸ر جولائی کی اشاعت میں ایک اور بہتان عظیم شائع کیا ہے کہ حضرت امیر نے "دوسروں کو جنگی خدمت سے باز رکھنے کی کوشش کی" اور اس اتہام کی بنیاد ایک شخص مستری نصیرالدین کے خط پر رکھی ہے۔ افسوس کا مقام ہے کہ یہ لوگ آئے دن وعظ کرتے ہیں کہ یہ ایک سنی سنائی بات کو روایت نہیں کر دینا چاہیئے۔ مگر خود اس کے خلاف عمل پیرا ہوں۔ کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کفیٰ بالمرء کذبا ان یحدث کل ما سمع کی کوئی بھی وقعت ان کے دل میں نہیں۔ کیا یہ الفاظ محض دوسرے لوگوں کو سنانے کے لئے ہیں۔ اور ان کے اپنے عمل کو اس سے کچھ سروکار نہیں۔

اگر ان کو ان الفاظ پر ایمان ہے تو پھر کیوں اس کے خلاف عمل کر کے دربار نبوی سے اپنے جھوٹے ہونے کا فتوٰی اپنے ہاتھ سے صادر کراتے ہیں۔

اگر الفضل کے دفتر میں اس قسم کا خط پہنچا تھا۔ تو کیا الفضل کے ایڈیٹر کا یہ فرض نہ تھا کہ وہ ہمارے متعلق تحقیقات کرتے [illegible] آخر اگر حضرت امیر اگر لوگوں کو روکتے تو خود ان کی جماعت کے لوگ کیوں گورنمنٹ کی جنگی خدمت میں نمایاں [illegible] ایک بیوقوف سے بیوقوف انسان سمجھ سکتا ہے۔ کہ [illegible] امیر خدانخواستہ جنگی خدمت سے روکنا پسند کرتے تو کیوں [illegible] کے اپنے رفقاء ان کی اجازت اور حکم سے گورنمنٹ کی خدمات دور دراز ملکوں میں بجا لاتے۔ پھر اگر ہم الفضل کے [illegible] دکھاک مدہش) گورنمنٹ کے مخالف ہوتے۔ ہماری جماعت کے ممبر کیوں قرضہ جنگ میں کثیر و خطیر رقوم پیش کرتے۔ ہماری جماعت کے ایک ممتاز ممبر جناب شیخ مولا بخش صاحب لائلپور نے بیس ہزار روپیہ کی خطیر رقم گورنمنٹ کو دی۔ اسی طرح ہمارے دوسرے نہایت ہی معزز دوست شیخ نیاز احمد صاحب تاجر وزیر آباد نے بھی ایک بیش قرار رقم اس میں دی۔ دوسرے احباب نے بھی قدر بقدر مراتب چندہ دیا۔ انجمن کیطرف سے بھی ایک معقول رقم پیش کی گئی۔ اب ان واقعات کے ہوتے ہوئے الفضل کو یہ لکھتے شرم نہ آئی کہ حضرت امیر دوسروں کو جنگی خدمت سے روکتے ہیں۔

حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ ہماری جماعت کے بہت سے لوگ حضرت امیر کے اجازت سے گورنمنٹ کی خدمت میں شامل ہیں [illegible] ڈاکٹر حسن علی صاحب نے آپ سے اجازت طلب کی اور آپ نے نہایت خوشی سے اجازت دی۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب [illegible] تک ہندوستان سے باہر ہی خدمات بجا لا رہے ہیں۔

مولوی فضل الٰہی صاحب بھی گذشتہ سال حضرت امیر کی اجازت کے ماتحت گئے۔ بابو محمد ماتحت اور نصیرالحق صاحب بھی گذشتہ سال حضرت کی اجازت کے بعد گئے۔ دوسرے لوگ جو جاتے رہے ہیں وہ علی العموم حضرت امیر سے اجازت طلب کرتے رہے ہیں جو صاحبان جانفشانی سرکار کی جنگی خدمات میں شریک ہوئے ان کی ایک مختصر فہرست حسب ذیل ہے۔

(۱) سید سجاد حسین صاحب
(۲) منشی نصیرالحق صاحب
(۳) ڈاکٹر حسن علی صاحب
(۴) بابو محمد شعیب صاحب
(۵) بابو منظور الٰہی صاحب
(۶) شیخ ولی اللہ صاحب
(۷) ڈاکٹر خالق داد صاحب سول سرجن
(۸) ڈاکٹر نور احمد صاحب
(۹) ڈاکٹر عبدالحمید صاحب ای۔ ایم۔ ایس
(۱۰) خلیفہ عبدالعزیز صاحب خلف خلیفہ رجب الدین صاحب
(۱۱) ڈاکٹر مظفر حسین صاحب
(۱۲) سید غلام مجتبٰی صاحب
(۱۳) سید تاج حسین صاحب اسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ
(۱۴) مولوی فضل الٰہی صاحب
(۱۵) سید محمد شفیع صاحب اسسٹنٹ سٹیشن ماسٹر
(۱۶) بابو غلام نبی صاحب ملازم ڈاک خانہ
(۱۷) منشی نعمت خاں صاحب

اب ان لوگوں کو حضرت امیر نے نہ روکا۔ لیکن ایک نصیرالدین مستری کو روکا۔ جسے حضرت امیر جانتے بھی نہیں۔ اور جس کا نام بھی ہم نے الفضل کے پرچہ میں ہی دیکھا ہے۔

اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ الفضل والے چاہتے ہیں کہ ہمیں بدنام کر کے اور اپنی خدمات کا ذکر کر کے گورنمنٹ کو جتا دیں کہ سوائے ہمارے اور کوئی وفادار ہی نہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وفاداری کا ڈھنڈورہ پیٹنا اور فی الواقعہ وفاداری میں کوسوں کا فرق ہے۔ میاں صاحب نے نہایت جوش سے ابتدائے ایام جنگ میں کہہ دیا تھا۔ کہ اگر مجھ پر خلافت کا بوجھ نہ ہوتا۔ تو میں بھی جنگی خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کرتا۔ مگر دنیا میں آخر عقلمند بھی ہیں۔ وہ اسوقت بھی سمجھ گئے تھے۔ کہ یہ فقرہ محض ادعا ہی ادعا ہے۔ چنانچہ واقعات نے اس پر مہر لگا دی۔ جس بوجھ کا آپنے ذکر کیا تھا۔ وہ سلطنت برطانیہ کی حفاظت کے مقابلہ میں جو کچھ بھی ہے ظاہر ہے۔ بلکہ اگر تسلیم بھی کر لیا جائے۔ تو میاں صاحب معمولی معمولی باتوں کے لئے اس بوجھ کو دوسروں کے کندھوں پر نہیں رکھتے رہے ہیں جب تبدیلی آب و ہوا کے لئے یا کسی اور مقصد کے لئے قادیان سے باہر جانیکا اتفاق ہوا تو جھٹ اس بوجھ کے لیے مولوی سرور شاہ اور مولوی شیر علی صاحب کے کندھے تیار ہو گئے۔ اور آرام سے چلے گئے لیکن اگر میاں صاحب خدمات کے لئے باہر جائیں تو خلافت کا بوجھ جانیکی اجازت نہیں دیتا!!!

ہمیں یہ شکوہ ہرگز نہیں۔ کہ میاں صاحب کیوں میدان جنگ میں تشریف نہ لے گئے۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں۔ وہاں بھی انہوں نے کوئی خاص کام نہیں کرنا تھا۔ اور ان کے نہ جانے کے باوجود بھی ہماری سرکار کو فتح نمایاں ہو گئی ہے۔ مگر شکوہ تو یہ ہے کہ محض اپنی وفاداری جتانے کے لئے ایک ایسا فقرہ لکھدیا گیا۔ جس کے معنے حقیقت میں کچھ بھی نہ تھے۔ اس قسم کے چلتے ہوئے فقرے اگر کسی کوتہ اندیش دنیا دار کے منہ سے نکلتے۔ جو کوئی ذاتی اغراض رکھتا تو کچھ تعجب نہ تھا۔ کیونکہ دنیا عالم اسباب ہے۔ اور لوگ اعزازات خطابات یا زمین کے لئے گورنمنٹ کو اس قسم کی چکنی چپڑی باتوں سے خوش کرنے کی کوشش کیا ہی کرتے ہیں۔ مگر ہمیں یقین ہے کہ بیدار مغز حکام ایسے لوگوں کو تاڑ جاتے ہیں۔ اور وہی لوگ اعزاز و خطابات پاتے ہیں۔ جو حقیقت میں گورنمنٹ کے خیر خواہ ہوں۔ اور جو لوگ ملمع سازی کرتے ہیں۔ وہ بمصداق تجارتھم کے مصداق ہوتے ہیں۔ مگر میاں صاحب کے منہ سے جو حضرت مسیح موعود کے جانشین ہونے کے مدعی ہیں اس قسم کی فقرہ بازی ہرگز نہیں سجتی۔

کیونکہ وہ تو مدعی اس بات کے ہیں۔ کہ وہ عالم روحانیت کے بادشاہ ہیں انہیں دنیا سے چنداں غرض نہیں۔ خدا اُن کے لئے بہت سامان کر دیتا ہے۔ کوٹ پھٹ جاتا ہے تو خدا کپڑا بھیجدیتا ہے مگر حیرت ہے کہ باوجود اس ادعا کے باتیں ایسی کرتے ہیں کہ دنیا دار بھی حیران رہ جاتے ہیں۔ ع

منکرِ نے بودن و ہم رنگِ مستاں زیستن

اخیر میں جناب الفضل کی سرکار میں یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ ہم نے جو اس مضمون میں اپنی خدمات کا ذکر کیا ہے وہ آج تک ہم نے نہیں کیا۔ اور اب اس واسطے کیا۔ کہ آپ ہمارے خلاف ایک زہر پھیلا رہے ہیں۔ ورنہ ہم گورنمنٹ کی خدمت خاموشی سے کرتے ہیں۔ اور اسے ایک فریضہ مذہبی سمجھ کر کرتے ہیں۔ جس کے اعلان اور اظہار کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ حضرت مسیح موعود کی تعلیم بھی یہی ہے۔ کہ گورنمنٹ کی فرمانبرداری فریضہ مذہبی ہے۔ پس ہم اس پر کاربند ہیں۔ لیکن آپ لوگ ہمیں بدنام کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ یہ طریق تقوٰے کے خلاف ہے۔ اور یقین ہے کہ آپ کو اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔ اگر ہم بُرے ہیں تو ہم کو ہمارے حال پر چھوڑ دیجئے۔ ہم اشاعت اسلام کا کام کر رہے ہیں اسی کے لئے ہم لوگوں کو بلاتے ہیں۔ آپ اس میں روڑے اٹکا کر مناع للخیر نہ بنئے۔ دنیا روزے چند عاقبت کار با خداوند۔ اس وقت تو آپ کو ان باتوں کے لئے کوئی نہیں پوچھتا۔ مگر آخر حساب و کتاب کا بھی ایک دن ہے۔

میاں صاحب سے بھی التماس ہے کہ آخر آپ قوم کے لیڈر ہونے کے مدعی ہیں۔ آپ کا فرض ہے۔ آپ ان کو اس قسم کی باتوں سے روکیں۔ جو اُن کے لئے عالم آخرت میں مُضر ثابت ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ کفیٰ بالمرء کذباً ان یحدث بکل ما سمع۔ اور آپ کے مکان سے جو اخبار آپ کے سلسلہ کا نکلتا ہے گذشتہ دو ماہ سے اس کا عمل اس وصیت نبوی کے خلاف رہا ہے کیا آپ اس کو سمجھانا ضروری نہیں سمجھتے؟

اسلام کا جذب مقناطیسی

حضرت امیر کی خدمت میں ایک نو مسلم انگریز کا خط ان دنوں موصول ہُوا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اسلام میں وہ مقناطیسی قوت ہے۔ کہ یہ معقول طبائع کو اپنی طرف کھینچ سکتا ہے اور جو لوگ کچھ بھی مذہبی حس رکھتے ہیں وہ اسلام کی معنوی خوبیوں کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ صاحب مُراسلت لکھتے ہیں :-

"مجھے اس وقت آپ کے ترجمۃ القرآن کی ایک جلد ملی ہے۔ اور میں اس خوش نما اور دیدہ زیب تصنیف پر آپ کو مبارکباد عرض کرتا ہوں۔ کیونکہ آپ نے اس کو نہائیت خوبی سے مرتب کیا ہے۔ اگر آپ کی وہ تصنیف جس کا ذکر آپ نے دیباچہ میں کیا ہے ختم ہو چکی ہے۔ تو میں اس کی تکمیل کی خبر نہائت خوشی سے سنوں گا۔ تاکہ میں اس کو بھی منگوا لوں۔

میں اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر آپ کو اپنے حالات سے کسی قدر مطلع کرتا ہوں اور مجھے امید ہے۔ کہ آپ براہِ مہربانی اس میں دلچسپی لیں گے۔

میں ایک برطانوی افسر ہوں اور میرا اصل وطن آئرلینڈ ہے۔ میں ابھی ابھی عراق عرب سے ہندوستان میں آیا ہوں۔ اگرچہ میں آئرش ہوں مگر میں انگلینڈ میں رہتا ہوں۔ مجھے مذہب سے ہمیشہ ایک خاص دلچسپی رہی ہے۔ اور فوجی ملازمت میں شامل ہونے سے پیشتر میں کئی سال تک عیسائیت کا مطالعہ کرتا رہا ہوں۔ قریباً عرب میں جا کر جس کو آج تقریباً سال ہوا ہے۔ مجھے اسلام میں داخل ہونے کی مسرت حاصل ہوئی مجھے اسلام کے مندرجہ ذیل اوصاف نے خصوصیت سے اپنی طرف کھینچا ہے :-

(۱) مسلمانوں میں رنگ ذات پات کا کوئی امتیاز نہیں۔ حالانکہ جمیع الالوان عیسائیوں میں اس قسم کے امتیازات ہیں۔ تاریخ دُنیا میں یہ امتیاز جو اسلام کو حاصل ہے۔ اسی کا حصہ خاص ہے۔

(۲) اُن مسلمانوں کی سیدھی سادہ زندگی۔ جن کو مجھے ملنے کا اتفاق ہُوا ہے۔

(۳) اسلام کی صاف سیدھی تعلیم جس میں سوائے خدا تعالےٰ کے کسی دوسرے معبود کی پرستش نہیں۔ اور عملی طور پر نیک اعمال کرنا اور تمام کائنات سے انصاف سے پیش آنے کی ہدایت موجود ہے۔ خواہ وہ حیوان ہوں۔ یا انسان یا فرشتے۔"

حقیقت میں اسلام میں یہ خوبیاں ایسی ہیں کہ انہوں نے اسلام کو مذاہب عالم میں ایک دائمی اور مستقل تفوق دے دیا ہے۔ اور روحانی اور اخلاقی اوصاف میں کوئی مذہب اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

عزم انگلستان

اس سے پہلے اطلاع دی جا چکی ہے۔ کہ حضرت مولوی صدر الدین صاحب معہ اپنے دو رفقاء کے ۱۹ جولائی کے جہاز پر سوار ہونیوالے تھے مگر چونکہ اس جہاز میں گنجائش نہیں تھی اس لئے یہ قافلہ اب انشاء اللہ ۲۶ جولائی کے جہاز میں سوار ہو گا۔ حضرت مولوی صاحب اور اُن کے دوسرے رفقاء کل ۲۰ جولائی کی شام کو بمبئی میل پر بمبئی روانہ ہو گئے ہیں حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب بھی اسی جہاز میں سوار ہوں گے۔ آپ کل ۲۲ جولائی کو عازم بمبئی ہوں گے۔

ہم ان مجاہدین فی سبیل اللہ کے حق میں دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اُن کو اُن کے مقاصد عالیہ میں مظفر و منصور کرے اور اُنہیں اپنے وطن میں بخیریت تمام واپس لائے۔

بسفر رفتنت مبارک باد

بسلامت روی و باز آئی

حضرت امیر ایدہ اللہ

بخیریت ہیں۔ اور امور دینیہ میں نہائت سرگرمی سے مصروف کار ہیں۔ آپ نے دو تازہ تصانیف ختم کی ہیں۔ ایک تو سیرت نبوی پر ہے۔ اور دوسری جمع حدیث پر۔ اس کے علاوہ آپ روزانہ درس قرآن شریف بھی دیتے ہیں۔ یکم اگست سے شملہ میں انشاء اللہ آپ ایک گریجویٹ کلاس کھولنے والے ہیں۔ جس میں آپ سلسلہ احمدیہ کے گریجویٹوں کو ہر روز دو گھنٹہ تعلیم دیا کریں گے۔ جو تبلیغ اسلام کے لئے تیار ہو رہے ہیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

نہائت افسوس ہے۔ کہ ہمارے مکرم دوست خان بہادر خیر الدین صاحب اس ہفتہ میں بمقام منصوری رہگرائے عالم بقا ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم اخلاق اسلامی کے ایک مجسمہ تھے۔ اور سلسلہ احمدیہ سے اس قدر حسن عقیدت رکھتے تھے۔ کہ جمعہ کی نماز بالالتزام ہمارے ساتھ مسجد احمدیہ بلڈنگس میں ادا کرتے اور وفات سے پہلے آپ نے وصیت بھی کی۔ کہ آپ کا جنازہ احمدی پڑھیں آج ۲۱ جولائی کو آپ کا جنازہ منصوری سے لایا گیا اور احباب نے نماز جنازہ ادا کی۔ اخیر میں دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے!

ہمیں مرحوم کے فرزند شیخ معز الدین صاحب سے اس حادثہ میں دلی ہمدردی ہے۔

عثمانیہ یونیورسٹی

آج تک جس قدر کوشش دینی تعلیم کی مسلمانوں نے کی اس کے نتائج خاطر خواہ نہیں نکلے۔ جس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہماری درسگاہوں میں مذہبی تعلیم برائے نام ہی ہوتی ہے اب عثمانیہ یونیورسٹی کے لئے ذیل کا اسٹاف تجویز کیا گیا ہے۔ جس میں تقریباً تمام پروفیسر مسلمان ہونے کے علاوہ مشہور لوگ بھی ہیں۔ اس کے علاوہ دینیات کی تعلیم کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔ خدا کرے کہ یہ یونیورسٹی مسلمانوں کی امیدوں کو پورا کرے۔

(۱) مولوی محمد حسین صاحب بی۔ اے۔ (کنٹیب) ایم۔ اے۔ (پنجاب) بار ایٹ لا۔ پروفیسر ریاضی۔

(۲) مسٹر ایچ جی۔ ڈلنکر ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی پروفیسر انگریزی۔

(۳) امرت لال صاحب سیل۔ ایم۔ اے اسسٹنٹ پروفیسر ریاضی۔

(۴) چودھری برکت علی صاحب۔ بی۔ ایس۔ سی۔ اسسٹنٹ پروفیسر کیمسٹری۔

(۵) مولوی وحید الرحمٰن صاحب بی۔ ایس سی۔ اسسٹنٹ پروفیسر طبعیات (فزکس)۔

(۶) مولوی جلیل الرحمٰن صاحب ایم۔ اے۔ اسسٹنٹ پروفیسر تاریخ اسلام۔

(۷) مولوی ہارون خان صاحب شروانی۔ بی۔ اے۔ (آکسن) آنرس ان ہسٹری بار ایٹ لا۔ اسسٹنٹ پروفیسر تاریخ یورپ۔ یونان۔ روم و انگلستان۔

(۸) مولوی محمد الیاس صاحب برنی۔ ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی اسسٹنٹ پروفیسر معاشیات۔

(۹) خلیفہ عبد الحکیم صاحب ایم۔ اے۔ اسسٹنٹ پروفیسر فلسفہ و منطق۔

(۱۰) مولوی سید اشرف صاحب شمسی اسسٹنٹ پروفیسر فارسی۔

(۱۱) مولوی عبد الحمید صاحب اسسٹنٹ پروفیسر فارسی۔

(۱۲) مولوی وحید الدین صاحب سلیم اسسٹنٹ پروفیسر اُردو۔

(۱۳) گل بہار سنگھ صاحب ایم۔ اے۔ اسسٹنٹ پروفیسر سنسکرت۔

(۱۴) سی۔ این۔ جوشی صاحب ایم۔ اے۔ اسسٹنٹ پروفیسر مرہٹی۔

(۱۵) سری کنٹیا صاحب بی۔ اے۔ اسسٹنٹ پروفیسر کنڑی

(۱۶) آر سبا راؤ صاحب اسسٹنٹ پروفیسر تلنگی۔

(۱۷) مولوی عبد الواسع صاحب اسسٹنٹ پروفیسر دینیات لازم برائے شعبہ فنون۔

اہل قلم

ہندوستان میں تعلیم کی نشر و ترویج، اخبارات کی کثرت اور خود نامہ نگار ارتقائی رفتار سے اہل علم و اہل قلم میں اضافہ ہو رہا ہے بہت سی تصنیفات آئے سال شائع ہوتی ہیں بہت سے اخبارات نکلتے ہیں۔ مگر افسوس یہ ہے کہ اس طبقہ کا کوئی باقاعدہ نظام نہیں۔ کوئی دو برس ہوئے دو سال ہوئے ایک پریس کانفرنس قائم ہوئی تھی۔ مگر اس کے ایک اجلاس کے بعد پھر اس کا کوئی اجلاس نہیں ہوا۔

لاہور میں بھی ایک پریس ایسوسی ایشن کا ڈھچر کھڑا کیا گیا تھا۔ مگر وہ بھی اب غائب مدت سے مر چکی ہے۔ الحکم مرحوم نے ایک بیت الحکمت کے قائم کرنے کی تجویز قوم کے سامنے پیش کی۔ اس لئے ایک سب کمیٹی بھی مقرر ہوئی۔ اس کے ایک دو اجلاس بھی ہوئے مگر پھر یہ بھی رہگرائے عالم بقا ہوئی۔

یہ تو ہندوستان کی کیفیت ہے۔ مگر انگلستان میں جا کر دیکھئے بیسیوں علمی سوسائیٹیاں ہیں جن کا نصب العین علوم و فنون کی ترقی، اہل قلم کے حقوق کی حفاظت اور معاونت ہے۔ اور اس نظام قومی کا خوش آئند نتیجہ یہ ہے۔ کہ وہاں اگر ایک مصنف اپنی تصنیف کو شائع کرتا ہے۔ تو وہ مالا مال ہو جاتا ہے۔ مگر یہاں ہندوستان میں اکثر لوگ ہیں۔ جن کی اعلےٰ قابلیت بعض حالات کے میسر نہ آنے کی وجہ سے اکارت جاتی ہے۔ کیا ملک و قوم کے بزرگ اس مسئلہ پر غور کر کے کوئی عملی کارروائی نہیں کریں گے؟

ووکنگ مشن کی قبولیت

ووکنگ مشن نے جو قبولیت حاصل کی ہے وہ کسی توضیح و تشریح کی محتاج نہیں۔ یہ مسلمانوں کی خوش قسمتی ہے کہ ان میں اب اس خدمت اسلام کا احساس پیدا ہو گیا ہے۔ چنانچہ مدراس سے ایک صاحب جن کا نام نامی **بی داؤد شاہ** ہے۔ اور جو ایک قابل گریجویٹ ہیں۔ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کی خدمت میں ایک خط میں ووکنگ مشن کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے اپنی زندگی خدمت اسلام کے لئے وقف کرتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ووکنگ مشن نے نہ صرف اعلیٰ درجہ کی قابلیت کے انگریزوں کو ہی حلقہ بگوش اسلام نہیں بنایا۔ بلکہ مسلمانوں کو بھی حقیقت اسلام سے آگاہ کیا۔ چنانچہ اس کا اعتراف اس خط میں بھی موجود ہے۔ غیر تو غیر مسلمان خود اب اسلام سے ناآشنا ہیں۔ اور مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے ہم مذہبان اسلام کو اسلام کی حقیقی اور اصل خوبیوں سے آگاہ کر کے انہیں سچے مسلمان بنائیں۔ محولہ بالا خط کا ضروری اقتباس ہدیۂ ناظرین کرام ہے:-

The Islamic work done by the Muslim Mission at Woking England, is not unknown throughout the world; during the past few years the Mission had turned out wonderful work in the West as well as in the East. The "Islamic Review" has opened a new vista to the scientific as well as the religious mind and has got much in store for the future. It has already begun to disillusionise the Western mind regarding the truth of Islam and has also made firm the belief of English educated Indian Muslims. For my part I have become after reading the "Islamic Review" a thousand times a better Muslim than what I was before. I am therefore ready to sacrifice my whole life for the cause of Islam.

"مسلم مشن ووکنگ نے خدمت اسلام کا جو کام سرانجام دیا ہے۔ وہ اب شہرۂ آفاق ہو چکا ہے گذشتہ چند سال کے عرصہ میں اس مشن نے مشرق و مغرب میں نہایت حیرت انگیز کارنامے کئے ہیں۔ اسلامک ریویو نے مذہبی اور سائنٹیفک دماغ کے لئے ایک نیا نظارہ پیش کیا ہے۔ اور ابھی امید ہے کہ زمانہ مستقبل میں وہ بہت کچھ کر کے دکھائے گا۔ اس نے ابھی سے مغربی دماغ سے اس پردہ کو اٹھانا شروع کر دیا ہے۔ جو اسلام کی صداقت کے متعلق پڑا ہوا تھا۔ اور ان ہندوستانی مسلمانوں کے ایمان و ایقان کو بھی مستحکم کیا ہے۔ جن کی تعلیم انگریزی طرز پر ہوئی ہے۔ میں اپنی نسبت یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں "اسلامک ریویو" کے مطالعہ کے بعد پہلے سے ہزار درجہ بہتر مسلمان ہو گیا ہوں۔ اس لئے میں اسلام کے لئے اپنی زندگی وقف کرنے کو تیار ہوں"۔

اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اسلامک ریویو نے مسلمانوں میں کیا عظیم الشان کام کیا ہے۔ وہ لوگ جو انگریزی تعلیم کے اثر سے اسلام پر مضحکہ اڑایا کرتے تھے۔ جو اسلام کو ایک نیشنلٹی کا ایک شیرازہ سمجھتے تھے۔ جو مذہب سے نہ صرف ناآشنا بلکہ بیزار رہتے تھے آج اس کے حسن معنوی پر شیدا ہیں۔ اور اس کے لئے اپنی زندگی قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ کیا اب بھی مسلمان من حیث القوم ووکنگ مشن کی اہمیت کو تسلیم کر کے اس میں مدد نہ دیں گے؟

مراعات خسروانہ

ایام جنگ میں بعض مصالح وقتی کے لحاظ سے ریلوے کے حکام نے کرایہ میں اضافہ کر دیا تھا۔ اور واپسی کے ٹکٹوں کا اجرا بھی بند کر دیا تھا۔ محکمہ برقی نے تار بجلی کے محصول میں بھی اضافہ کر دیا تھا۔ مگر اب جنگ ختم ہو چکی ہے۔ اور حکومت نے اس تقریب پر بعض مراعات بھی منظور کی ہیں۔ مثلاً قیدیوں کو رہا کرنے کے متعلق منظوری ہو چکی ہے۔ لیکن اس قسم کی رعایت سے صرف اُن لوگوں کو ہی فائدہ پہنچیگا۔ جو مجرم تھے یا مجرموں کے رشتہ دار تھے۔ حالانکہ اس فتح عظیم کی خوشی میں کوئی ایسی رعائت منظور ہونی چاہئیے جس سے ہر ایک شخص فائدہ اٹھا سکے۔ اس کی ایک صورت تو یہ ہو سکتی ہے۔ کہ ریل۔ تار اور ڈاک کے محصولوں میں معتدبہ کمی کی جائے۔ کہ ریلوے محکمے پبلک کی بہت خدمت کرتے ہیں۔ اور ان کے محصول میں کمی ہو جانے سے پبلک کے ہر متنفس کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ دوسرا طریق یہ ہے کہ نمک محصول میں کمی کی جائے۔ کہ یہ بھی امیر و غریب کے کام آتا ہے اگر ان دونوں طریقوں کو ملحوظ رکھکر گورنمنٹ مراعات منظور کریگی۔ تو ہمیں یقین ہے۔ کہ ملک کو ان سے معتدبہ فائدہ پہنچیگا۔ اور ملک معظم کی رعایا ہز میجسٹی کی گورنمنٹ کی تہ دل سے مشکور ہوگی۔

اب روپے کو بھی نہیں ملتی جو چار آنہ کو تھی

ہندوستان میں اب ایک ایسا عالمگیر قحط ہے کہ غالباً اس کی نظیر پہلی تاریخ میں نہ ملے گی۔ پہلے ایک چیز کا قحط ہوتا تھا۔ مگر اب تمام اشیاء خوردنی اور پوشیدنی اس قدر مہنگی ہو گئی ہیں کہ داغ کا یہ شعر بلیا ختہ ہر ایک زبان پر جاری ہے

ہے گراں جنس وفا ہی داغ کیا بازار تھے
اب روپے کو بھی نہیں ملتی جو چار آنہ کو تھی

اس گرانی کا اصل سبب یہ ہے۔ کہ ادھر روپیہ کی قیمت کم ہو گئی ہے اور ادھر قدرتی طور پر معیار زیست بلند ہوتا جاتا ہے۔ اس اقتصادی رفتار کا لازمی نتیجہ یہ ہوا ہے کہ متوسط الحال اور ملازمت پیشہ طبقہ روز بروز معاش کی تکالیف میں مبتلا ہو رہا ہے۔ اور آئے دن مختلف محکموں کے ملازم جدا جدا صدائے احتجاج بلند کرتے رہتے ہیں۔ یا بعض اوقات سٹرائک ہو جاتے ہیں۔ مگر اب اس سوال کو اصولی طور میں طے کرنا چاہئے۔ کیونکہ بظاہر اس قحط کے جلد ختم ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اور ماہرین اقتصادیات کی رائے یہی ہے۔ کہ جس ملک میں معیار زیست بلند ہو رہا ہے۔ اور روپیہ کی قیمت گھٹ رہی ہو۔ وہاں اول اول ملازمت پیشہ طبقہ اور متوسط الحال لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے جب تک انکے مشاہروں میں اضافہ نہ کیا جائے۔ اس لئے ہمارے نزدیک اس قحط کا علاج صرف یہی ہو سکتا ہے کہ ملازموں کی تنخواہ میں معتدبہ اضافہ کیا جائے۔

اس سوال کا ایک اہم پولیٹیکل پہلو بھی ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ عوام الناس جو اقتصادی مسائل سے ناواقف محض ہیں بعض وقت اس گرانی کو اپنی نادانی سے گورنمنٹ کی طرف منسوب کرتے ہیں چنانچہ آج سے تقریباً ۹ سال پہلے جب حکومت ہند کے قانونی ممبر نے پریس ایکٹ کا مسودہ پیش کیا تھا۔ تو ان افواہوں کا ذکر کرتے ہوئے جو محض ناگورنمنٹ کے خلاف بدطینت لوگ اڑا دیتے ہیں یہ بھی بیان کیا تھا۔ کہ قحط کو بھی حکومت کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اگر آج سے نو سال پہلے یہ حال تھا۔ تو آج اس قسم کی افواہوں کا بہت زیادہ خطرہ ہے۔ اس لئے گورنمنٹ کو اس مسئلہ پر خصوصیت سے اس نقطہ نگاہ سے بھی توجہ کرنی چاہیئے۔

ہمیں پنجاب کے ہر دلعزیز لاٹ صاحب سر ایڈورڈ میکلیگن کی گورنمنٹ سے یہ توقع ہے کہ وہ اپنی مسلمہ بالغ نظری اور رعایا نوازی سے کام لیتے ہوئے اس اہم مسئلہ پر خصوصی توجہ مبذول فرمائیں گے۔ اور اس سلسلہ میں کوئی قرار واقعی انتظام کر کے رعایا کے ایک معزز طبقہ کی دعائیں لینگے۔

یہ کون صاحب ہیں؟

محاسب صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام اطلاع دیتے ہیں کہ مبلغ ۱۲ روپیہ بذریعہ منی آرڈر موضع رائے کوٹ ضلع لدھیانہ سے وصول ہوئے ہیں۔ فرستندہ کا نام یاد نہیں رہا۔ اس لئے جن صاحب نے یہ رقم بھیجی ہے وہ اپنا پورا پتہ محاسب صاحب کو بھیجیں۔ اور یہ بھی تحریر فرمائیں کہ کس غرض کے لئے یہ رقم بھیجی گئی ہے۔

آنریبل میاں محمد شفیع

ہم نے ۱۳ جولائی ۱۹۱۹ء کے پیغام صلح میں سر سنکا نابرئین کی جانشینی کے مسئلہ پر رائے زنی کرتے ہوئے آنریبل میاں محمد شفیع صاحب کا نام نامی پیش کیا تھا۔ چنانچہ مقام مسرت ہے۔ کہ میاں صاحب ممدوح اس جلیل القدر عہدہ پر فائز ہو گئے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ آنریبل ممدوح اس عہدے کے فرائض ادا کرتے ہوئے اس ملک کی خدمت کا خیال رکھیں گے۔ جس کی سرزمین میں پیدا ہوئے۔ اور اس قوم کے جذبات کی صحیح ترجمانی کرینگے جس کا ایک معزز ممبر ہونے کا فخر رکھتے ہیں۔

اس وقت برطانوی حکومت اور اسلامی دنیا میں ایک شدید رشتۂ اتحاد و عقیدت قائم کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ اور ہم یقین رکھتے ہیں۔ کہ میاں صاحب ایسی بیدار مغز شخصیت جہاں حکومت برطانوی کا مخلص اور خیر خواہ مشیر ثابت ہوگی۔ وہاں اسلامی جذبات اور حسیات کی تصویر بھی ارباب برطانوی ارباب حل و عقد کے سامنے پیش کر کے اپنی منصبی فرائض سے سبکدوش ہوگی۔

ہرچہ گیرد علتی علت شود

الفضل نے اپنے یکم جولائی کی اشاعت میں حضرت امیر ایدہ اللہ کی تازہ تصنیف "شناخت ماموریں" میں سے ایک دو سطروں کا حوالہ دیکر ایک طوفان بے تمیزی بپا کیا ہے۔ اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امیر نے شناخت ماموریں کے صفحہ ۱۰ پر لکھا تھا:-

"جو کچھ ان مدعیان ماموریت کو الہام ہوتے ہیں وہ ان کی ایسی تاویل کریں جو شریعت سے باہر ان کو نہ لے جائے خود حضرت صاحب نے لکھا ہے کہ میں اپنے الہامات کو کتاب اللہ اور حدیث پر عرض کرتا ہوں۔ اور اگر الہام کو کتاب اللہ اور حدیث کے خلاف پاؤں تو کھنگار کی طرح پھینک دیتا ہوں۔"

اب معترض کے اعتراض کا سارا دارو مدار اس بات پر ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے تو لکھا تھا کہ اگر کوئی الہام ایسا پاؤں تو کھنگار کی طرح پھینک دوں۔ مگر اس عبارت میں پھینکتا ہوں لکھا ہے۔ اس لفظی نزاع پر کالم کے کالم سیاہ کئے گئے ہیں۔ حالانکہ اس قسم کی باتیں تو سہو کاتب سے بھی ہو سکتی ہیں لغزش قلم کا نتیجہ بھی ہو سکتا ہے خود حضرت مسیح موعود نے اسکو تسلیم کیا ہے کہ بعض لغزش قلم ہو جاتی ہے اور اس کی اصلاح جلدی میں پروف دیکھنے میں بھی نہیں ہو سکتی۔ مگر ع

ہرچہ گیرد علتی علت شود

الفضل نے اس سے یہ نتیجہ نکالا۔ کہ حضرت امیر ایدہ اللہ حضرت صاحب کے الہامات کی تخفیف کرتے ہیں۔ حالانکہ نفس مضمون اور سیاق کلام خود بتا رہا ہے کہ یہاں حضرت صاحب کے الہامات کا ذکر نہیں۔ بلکہ اس اصول کا ذکر ہے۔ کہ اس امت میں کسی فرد کا الہام خلاف شریعت نہیں ہو سکتا۔ اور اگر ہوگا۔ تو اسکو کتاب اللہ و سنت کے تابع کیا جائے گا۔ خود حضرت مسیح موعود بھی اسی اصول پر ایمان رکھتے تھے۔ اور آپ کا عمل بھی اسی پر تھا۔ چنانچہ "عید تو آج ہے" مگر مشہور الہام میں آپ نے شریعت کے فتویٰ کو مقدم رکھا اور ہلال کے بغیر عید کرنے کا فتویٰ نہ دیا۔ پھر اس قسم کے الہامات کہ انت منی بمنزلۃ ولدی۔ اسمع ولدی۔ کو شریعت کے ماتحت کرنے کے لئے تاویل کی۔ یہی وہ اصول ہے جس کا ذکر کر کے حضرت امیر نے دوسرے ملہمین کو نصیحت کی ہے اور خود الفاظ کی ترکیب بتا رہی ہے۔ کہ شرط اور جزاء کا سلسلہ ہے۔ حضرت امیر ہرگز نہیں مانتے کہ حضرت صاحب کو ایسے الہامات ہوئے جنکو انہوں نے خلاف شریعت پا کر کھنگار کی طرح پھینک دیا ہو۔ یا عموماً ہوتے تھے اور آپ اُن الہامات کو پھینک دیتے تھے۔ بلکہ مطلب صرف یہی ہے کہ حضرت صاحب کا مذہب بھی یہی تھا۔ کہ اگر آپ کو بھی کوئی ایسا الہام ہو جو خلاف شریعت ہو۔ تو آپ بھی اسکو پھینک دیتے۔ چہ جائیکہ دوسرے ملہمین اپنے الہامات پر شریعت کی بنیاد رکھیں۔

ہمیں معلوم نہیں اس سے الفضل کو کیوں تکلیف ہو رہی ہے۔

شکریہ عطیہ

شیخ نعمت اللہ صاحب بیرسٹر ایٹ لاء نے اسلامی ہمدردی اور اخوت سے کام لے کر جو ہر ایک مسلم کے ایمان کا زیور ہونا چاہئیے۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو اشاعت اسلام کے لئے پانچ سو روپیہ کی خطیر رقم کا عطیہ مرحمت فرمایا ہے۔ جس کے لئے ہم انجمن کی طرف سے جناب ممدوح کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ انہیں خدمت اسلام کے کاموں میں بیش از بیش حصہ لینے کی توفیق عنایت فرمائے۔

اقتباسات

آمدنی مسلم یونیورسٹی فنڈ کا مصرف

ایک اصولی بحث

سکرٹری صاحب مسلم یونیورسٹی ایسوسی ایشن کی جانب سے دو تحریریں مورخہ ۲۰ مئی و ۱۰ جون دربارہ اجازت منظوری ۳۷۰۰۰ روپے (رقم مزید برائے امداد کالج) ممبران مسلم یونیورسٹی ایسوسی ایشن کی خدمت میں بھیجی گئی تھیں مولانا حسرت موہانی نے اُن دونوں کے جواب میں ایک خط ۱۷ جون ۱۹۱۹ء کو سکرٹری کی خدمت میں اس درخواست کے ساتھ روانہ کیا تھا۔ کہ ۶۳۰۰۰ (۳۷۰۰۰ جدید، ۲۶۰۰۰ معمولی) کی کثیر رقم کی منظوری کے لئے خاص جلسہ کرنا چاہئے۔ نیز یہ بھی جتایا تھا۔ کہ سرمایہ یونیورسٹی کا منافع کالج کو ترقی دیکر یونیورسٹی کے درجے تک پہنچانے کی غرض سے بعد منظوری ایسوسی ایشن ضرور صرف کیا جاسکتا ہے لیکن عمال و ٹرسٹیاں کالج کے پیدا کردہ تنزل کی روک تھام اور کالج بجٹ کی کمی کو پورا کرنے کی لئے کبھی یونیورسٹی فنڈ سے مدد لینا جلسہ ایسوسی ایشن ۱۹۱۵ء کے رزولیوشن ۶ کے خلاف ہے۔ سکرٹری صاحب نے نہ ایسوسی ایشن کا جلسہ طلب کیا نہ تحریر ممبروں کے پاس بھیجی صرف حسرت صاحب کے خط کا جواب دیا۔ اس کا جو جواب مولانا موصوف کی طرف سے دیا گیا اُس میں وہ تحریر فرماتے ہیں:۔

جناب کا یہ فرمانا کہ "میں تو رزولیوشن فونڈیشن کمیٹی منعقدہ ۲۶ و ۲۷ جولائی ۱۹۱۳ء کا یہی مطلب سمجھتا ہوں۔ کہ رقم منافع مسلم یونیورسٹی فنڈ سے جو کچھ بھی ضرورت ہو منظوری ایسوسی ایشن کالج کی امداد کی جائے"۔ صرف جناب کی ذاتی رائے ہے جو کسی طرح فیصلہ کن نہیں قرار پاسکتی۔ اصل میں فیصلہ کن تو ایسوسی ایشن کے اجلاس منعقدہ ۳۰ و ۳۱ اپریل ۱۹۱۵ء کا چھٹا رزولیوشن ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ "اس ایسوسی ایشن کی رائے میں یہ ایک خطرناک پالیسی ہوگی کہ یونیورسٹی فنڈ کی آمدنی کا کوئی حصہ علیگڈھ کالج کی کمی آمدنی یا زیادتی اخراجات کے پورا کرنے پر صرف کیا جائے۔ سوائے اس حالت کے کہ بمقابلہ ۱۹۱۲ء تعداد طلبا کے بڑھ جانے کی وجہ سے اخراجات میں بھی نسبتہً اضافہ ہوا ہو"۔

واضح رہے کہ یہ رزولیوشن ۱۹۱۵ء میں یعنی جولائی ۱۹۱۳ء کے اُس رزولیوشن کے بعد پاس ہوا ہے جس پر آپ کے تمام دعووں کا دارو مدار ہے۔ یہ بھی عرض کئے دیتا ہوں۔ کہ رزولیوشن مندرجہ بالا کے پاس کرانے کا قوی سبب اُس اعتراض کا رفع کرنا تھا جو اہل بمبئی وغیرہ کی طرف سے بڑی شدت کے ساتھ کیا جاتا تھا۔ کہ مسلم یونیورسٹی کی تحریک محض فریب ہے اُس کا منشا صرف یہ ہے کہ لوگوں کو دھوکہ دیکر روپیہ جمع کر لیا جائے۔ جو بعد میں صرف علیگڈھ پر صرف کیا جائیگا۔ اس وقت ہم سب لوگ اہل بمبئی کی اس کوتاہ بینی پر ہنستے تھے۔ مگر اب جو صورت پیش آرہی ہے۔ یا آئندہ ہے۔ اُس کا خیال کر کے تو کچھ انہیں لوگوں کا حصہ صحیح نکلتا نظر آتا ہے۔ اگر منافع یونیورسٹی فنڈ سے ۶۳۰۰۰ یا آئندہ اس سے بھی زیادہ سالانہ رقم صرف علیگڈھ کالج کی موجودہ حالت پر خرچ ہوجایا کریگی۔ تو پھر یونیورسٹی کس رقم سے بنائی اور چلائی جائیگی۔ فقیر نے ایسوسی ایشن کے اسی صریح رزولیوشن کو پیش نظر رکھکر عرض کیا تھا۔ کہ "پہلے ایسوسی ایشن کا ایک جلسہ کوئی مناسب تاریخ مقرر کر کے کالج کے دوبارہ کھلنے سے قبل علیگڈھ میں قرار دیجئے۔ اور اُس کا ایجنڈا ۱۵ روز قبل شائع فرمایئے اگر ایسوسی ایشن میں حاضرین کی کثرت رائے سے یہ بات طے ہوجائے۔ کہ عمال و ٹرسٹیاں کالج کے پیدا کردہ زوال کالج کی روک تھام کے لئے بھی یونیورسٹی فنڈ سے مدد لینا جائز ہے۔ تو مجھ کو اُس کے قبول کرنے میں کچھ عذر نہ ہوگا۔ لیکن اگر ایسا نہ کیا گیا۔ اور آپ نے صرف چند افراد کی تحریری رائے کی بنا پر ۶۳۰۰۰ روپیہ کی رقم کثیر برآمد کرلی۔ تو ہم اس ناجائز کارروائی کو ہرگز ہرگز تسلیم نہیں کرینگے۔ اور اُس کی ذمہ داری آپ پر عائد ہوگی"۔

جس وقت تک جلسہ ایسوسی ایشن منعقدہ ۱۹۱۵ء کا رزولیوشن ۶ موجود رہیگا۔ اور کسی دوسرے ویسے ہی جلسہ میں باضابطہ صریح طور سے منسوخ نہ ہوجائیگا اُسوقت تک آپ "کالج کی کمی آمدنی یا زیادتی اخراجات کے پورا کرنے کے لئے" یونیورسٹی فنڈ کی آمدنی سے ایک پیسہ بھی قانوناً اخلاقاً یا انصافاً کسی طرح نہیں لے سکتے بلکہ ۲۶۰۰۰ کی سالانہ رقم جو اس وقت تک کالج کو برابر ملتی رہی ہے۔ وہ بھی چونکہ یہ کہکر لی گئی تھی۔ کہ مسلم یونیورسٹی فنڈ کے قیام کے بعد سے کالج کے طلبا اور اسٹاف کی تعداد میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ اور یونیورسٹی فنڈ کے قیام نیز دیگر غیر معمولی اسباب کے جمع ہوجانے کی وجہ سے جو چندے کالج کو ملا کرتے تھے وہ مسدود ہوگئے ہیں۔ اور کالج کے مصارف مقررہ رک نہیں سکتے۔ اس لئے اب اس کے سوا کچھ چارہ نہیں ہے کہ کالج کی امداد کے لئے ایسوسی ایشن ۲۶۰۰۰ روپیہ دیا جانا منظور کرے" (سکشن ۱۱ رمعاد ۱۹۱۵ء) اور اب ان اسباب میں سے کوئی وجہ باقی نہیں ہے۔ اس لئے یہ رقم بھی کالج کو نہ ملنا چاہئے۔ فونڈیشن کمیٹی کا رزولیوشن نمبر ۹ مورخہ ۲۶ و ۲۷ جولائی ۱۹۱۳ء جو آپ کے سارے دعووں کی بنیاد ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ "اس فونڈیشن کمیٹی کی رائے میں مجوزہ یونیورسٹی کی تکمیل کا کام فوراً شروع کردینا نہایت ضروری ہے۔ اور اس غرض کے لئے فونڈیشن کمیٹی کی قطعی رائے ہے کہ مسلم یونیورسٹی فنڈ کا سرمایہ محفوظ رکھکر اُس کا منافع علیگڈھ کالج کو یونیورسٹی کے درجہ تک پہنچانے کے لئے جو سامان اور اہتمام ضروری ہو اُس پر صرف کیا جائے"۔

فقیر کی رائے ۱۹۱۵ء میں بھی میجر سید حسن بلگرامی مرحوم کی رائے کے موافق تھی۔ اور اب بھی یہی ہے کہ ۲۶۰۰۰ روپیہ کی سالانہ رقم جو کالج کو ملتی ہے وہ بھی اصولاً نہ ملنا چاہئے۔ مگر خیر ۱۹۱۵ء میں تو ظاہری حجت قائم کرنے کے لئے یہ دو وجہیں بھی موجود تھیں کہ کالج کے طلبا بڑھ گئے ہیں۔ اور اس لئے کالج اسٹاف کے اخراجات میں بھی زیادتی ہوئی ہے۔ اور کالج کی یہ ترقی چونکہ یونیورسٹی کی طرف ایک قدم سمجھی جاتی ہے۔ اس لئے اُس کی امداد کے لئے ۲۶۰۰۰ کی رقم کا برآمد کرنا جائز ہے خصوصاً ایسی حالت میں کہ یونیورسٹی کے چندوں کی موجودگی اور مقابلے میں کالج کے لئے کوئی چندہ نہیں ملتا۔

مگر اب کہ کالج ترقی کے بجائے ٹرسٹیاں و عمال کالج کی غفلت اور کوتاہی کے باعث تنزل کر رہا ہے کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ دوسروں کی غلطی کا خمیازہ یونیورسٹی فنڈ بلا سبب کیوں کھینچے۔ خصوصاً اس حال میں کہ اب یونیورسٹی کے لئے کوئی چندہ بھی جمع نہیں ہوتا۔ اور اس طرح یہ دوسرا سبب بھی معدوم ہوگیا ہے۔ کہ یونیورسٹی کے چندوں کی وجہ سے کالج کو چندہ نہیں مل سکتا۔ لاریب ٹرسٹیاں و عمال کالج کا فرض ہے۔ کہ وہی پیدا کردہ خرابیوں اور کوتاہیوں کا نقصان خود برداشت کریں اور کالج کی غیر معمولی ضرورتوں کے لئے خاص چندہ جمع کریں۔ جس کے متعلق میں اپنی گذشتہ تحریر میں اشارہ کرچکا ہوں یونیورسٹی فنڈ کی آمدنی سے اب ایک پیسہ لینے کا بھی استحقاق ان کو حاصل نہیں ہے۔

واضح رہے کہ فونڈیشن کمیٹی کے اس رزولیوشن ۹ کی تکمیل کے لئے ایسوسی ایشن کے اجلاس منعقدہ ۳۰-۳۱ اپریل ۱۹۱۵ء کے رزولیوشن ۵ کی رو سے ایک سب کمیٹی اس غرض سے بنائی گئی تھی۔ کہ "مدرسۃ العلوم علیگڈھ کو یونیورسٹی کے درجے تک پہنچانے کی ایک اسکیم مرتب کرے اور تخمینہ مصارف بھی پیش کرے۔ نیز یہ بتائے کہ اُس تجویز میں مقدم ترین تجویز کونسی ہے" وہ کمیٹی اپنی رپورٹ پیش کرچکی ہے۔ جس میں پہلے کالج کی موجودہ حالت دکھائی گئی ہے۔ اُس کے بعد یونیورسٹی بننے تک جو جو ترقیاں لازمی ہیں۔ اُن کی تفصیل اور تخمینہ اخراجات درج کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ صرف انہیں اخراجات کے متعلق یونیورسٹی فنڈ کی آمدنی صرف کی جاسکتی ہے۔ افسوس کہ منجملہ دیگر امور ضروری اس رپورٹ کی اشاعت یا اُس کے متعلق ایسوسی ایشن کی منظوری بھی اسوقت تک معرض التوا میں پڑی ہوئی ہے۔ اور خدا جانے کب تک پڑی رہیگی۔ ورنہ وہ رپورٹ بھی اس وقت اس بات کی شاہد عادل ہوتی۔ کہ تکمیل مقصد یونیورسٹی سے صرف ترقی کالج مراد لیجاسکتی ہے۔ کالج کی موجودہ حالت تنزل میں اُس کے بجٹ کی کمی کو پورا کرنا ہرگز ہرگز یونیورسٹی فنڈ کے ذمے نہیں ڈالا جاسکتا۔

آخر میں ایک بار پھر گذارش ہے۔ کہ فقیر نے جو کچھ لکھا ہے کمال نیک نیتی کے ساتھ ذاتیات سے قطعی طور پر علیحدہ رہکر لکھا ہے۔ کالج کو نقصان پہنچانا یا موجودہ حالت میں اُس کی امداد کو روکنا ہرگز ہرگز منظور نہیں ہے۔ بلکہ مقصود صرف یہ ہے کہ جو کچھ کیا جائے اصول کے مطابق کیا جائے۔ یونیورسٹی فنڈ اور اُس کا منافع انہیں کاموں میں صرف ہو جن کے لئے وہ جمع کیا گیا ہے کالج کی امداد کے دوسرے طریقے ہوسکتے ہیں۔ آپ خدا کا نام لیکر کالج کی امداد کے لئے قوم سے اپیل کیجئے۔ اور سرسید مرحوم کیطرح کم از کم ایک بار ملک کا دورہ فرمایئے۔

انشاء اللہ تعالےٰ ضرورت سے زیادہ روپیہ فراہم ہوجائیگا خود محنت اور کوشش نہ کر کے کسی دوسری مد کے روپیے کو بہ لطائف الحیل و آسانی تمام حاصل کرنے کی خواہش کوئی پسندیدہ خواہش نہیں ہے۔ فقط

فقیر حسرت موہانی۔ ممبر معلم یونیورسٹی ایسوسی ایشن۔

(از وکیل امرتسر ۱۷ جولائی ۱۹۱۹ء)

تواضع کے متعلق ایک نکتہ

دیکھا جاتا ہے کہ بعض دولت مند و ذی وجاہت حضرات اپنے سے کم درجہ لوگوں کے ساتھ بہت تواضع و انکسار کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ ان کا یہ طرز عمل اس لحاظ سے کہ وہ فی نفسہ ایک عمدہ بات ہے۔ قابل تحسین ہے۔ لیکن صرف اس کو دیکھکر کسی شخص کے متعلق اس کے اخلاق پر اعتماد کرلینا درست نہیں ہے۔ کیونکہ ایک بڑا آدمی اس کو اچھی طرح سمجھتا ہے۔ کہ اگر میں اپنے سے کم حیثیت رکھنے والے کی تواضع کرونگا۔ تو بھی لوگ کبھی یہ نہ سمجھنے لگینگے کہ یہ دونوں برابر ہیں۔ وہ فرق جو دونوں کے درمیان ہے بدستور قائم رہے گا۔ اور کبھی ہٹ نہیں سکتا۔ اس لئے حقیقتاً تواضع و انکسار برابر والوں کے ساتھ۔ اپنے ہم رتبہ لوگوں کے ساتھ ہمدردی و دلسوزی کرنا بہت زیادہ قابل لحاظ ہے بہ نسبت اس کے کہ کسی کم رتبہ کے آدمی سے کی جائے۔

(از خطیب)

فطرت کے ہر راز کو دریافت نکرنا چاہئے

ہم دیکھتے ہیں کہ آج کل جدید تعلیم کے زیر اثر عام طور سے یہ خبط ہوگیا ہے۔ کہ ہر چیز کی حقیقت معلوم کرلینا چاہئے اسکے بعد یقین کرنا چاہئے۔ وہ چاہتے ہیں کہ مذہب و احکام مذہب کی اصل حکمت پہلے اُن کی سمجھ میں آجائے۔ پھر وہ مذہب کو اختیار کریں۔ لیکن یہ ایک غلطی ہے۔ کیونکہ قدرت نے بہت سی باتیں ہم سے اس لئے پوشیدہ رکھی ہیں۔ کہ اگر وہ ہمیں معلوم ہوجائیں۔ تو ہم کچھ نہیں کرسکتے اور ہمارا سخت نقصان ہوجائے۔ اس لئے رازِ خداوندی کا احترام یہی ہے کہ اسے راز ہی سمجھا جائے۔ اور اس کے لئے کاوش نہ کی جائے۔

ایک شخص موسیٰ سے اصرار کرنے لگا۔ کہ میرے لئے دعا کر دیجئے۔ کہ کل کی بات مجھے آج ہی معلوم ہوجایا کرے حضرت موسیٰ نے فرمایا۔ کہ یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔ اور مصلحت خداوندی کے خلاف ہے۔ لیکن اس نے نہیں مانا۔ حضرت موسیٰ نے دعا کردی اور وہ مقبول ہوگئی۔ اس شخص کو معلوم ہوا۔ کہ کل اُس کا گھوڑا مرجائیگا وہ فوراً بازار لے گیا۔ اور اسکو فروخت کر ڈالا۔ وہ بہت خوش ہوا کہ اس نقصان سے بچ گیا۔ چند دن کے بعد اُسے معلوم ہوا۔ کہ کل اُس کا غلام مرجائیگا۔ وہ غلام کو بھی بازار لے گیا اور بیچ ڈالا۔ کچھ روز گذرنے کے بعد معلوم ہوا۔ کہ کل خود اُسی کی موت ہے یہ معلوم کر کے وہ سخت پریشان ہوا۔ اور حضرت موسیٰ سے جا کر عرض کیا۔ کہ اب میں کیا کروں۔ وحی آئی کہ اسے کہدو تجھے کشف راز سے روکا گیا تھا۔ لیکن تو نہیں مانا۔ تیرے گھر پر ایک بلا آنے والی تھی۔ ہم نے چاہا کہ وہ صرف گھوڑے پر پڑ جائے۔ اور تو بچ جائے۔ لیکن تو نے اُسے فروخت کر ڈالا۔ اس کے بعد ہم نے چاہا کہ وہ بلا تیرے غلام پر پڑ جائے۔ لیکن تو نے اُسے بھی جدا کردیا۔ اب تو ہی رہ گیا ہے۔ اگر تو ضد کر کے کل کی خبر آج ہی معلوم کرلینے کا شوق پورا نہ کرتا۔ تو کبھی ہلاک نہ ہوتا۔ لیکن اب کچھ نہیں ہوسکتا۔ نافرمانی کا نتیجہ یہی ہوا کرتا ہے۔

(ایضاً)

عدم استقلال

وفاداری بشرط استواری اصل ایماں ہے
مرے بتخانے میں تو کعبہ میں گاڑو برہمن کو

غالب کا یہ شعر حقیقتاً ایک بڑی زبردست تعلیم ہے جو ہماری زندگی میں ایک عمدہ دلیل راہ ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ آجکل استواری ایک مہمل لفظ ہوگیا ہے۔ اور وفاداری عنقائے مغرب۔ علماء سے لیکر جہلا تک اور امراء سے لیکر غربا تک سب اسی ناستواری و غیر وفاداری کے مرض میں مبتلا نظر آتے ہیں یہاں وفاداری سے سلطنت و حکومت کی وفاداری مراد نہیں۔ بلکہ خود اپنی ذات سے وفاداری مقصود ہے۔ جن کو رہبران قوم کہتے ہیں وہ بھی اس تلون اور عدم استقلال سے خارج نہیں ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص جو آج حریت کا مدعی ہے کل وہی مستبد ہے۔ اور جو کل مستبد تھا وہی آج حر نظر آتا ہے۔ مسلمانوں کے طبقہ میں حضرات احرار کی فہرست میں نسبتاً مولوی فضل حسن حسرت زیادہ استوار ثابت ہوئے ہیں اور دوسری جماعت میں

ایڈیٹر اخبار "البشیر" اور ہماری نگاہوں میں ان دونوں کی قدر بلالحاظ اس امر کے کہ راستی پر ہیں یا نہ صرف اس وجہ سے ہے کہ وہ اپنے اپنے خیال پر پختگی سے قائم ہیں اور یہی وہ صفت ہے جس کی دنیا و دین دونوں جنگ کے معاملات میں سخت ضرورت ہے۔ جس وقت اورنگ زیب تخت نشین ہوا۔ تو ملک کے مختلف طبقے کے لوگ حاضر ہوئے۔ اور طالب انعام ہوئے۔ اُن میں ایک جماعت بہروپیوں کی بھی تھی۔ چونکہ اورنگ زیب نہایت دیندار اور متقی بادشاہ تھا۔ اس لئے اس نے نقالوں کو انعام دینا ناجائز سمجھکر یہ کہدیا۔ کہ میں تمہیں انعام اس وقت دونگا۔ جب مجھے کوئی دھوکہ دے سکو۔ یعنی کوئی ایسا بہروپ دکھاؤ کہ میں نہ معلوم کر سکوں۔ وہ لوگ چلے گئے۔ چند دن کے بعد جب اورنگ زیب عازم دکن ہوا۔ تو راستہ میں ایک جگہ اسکو خبر معلوم ہوئی کہ یہاں ایک بڑے زبردست درویش رہتے ہیں۔ اورنگ زیب نے پہلے اپنے وزیر کو بھیجا۔ یہ گئے۔ اور بہمہ وجوہ درویش کو اہل پاکر اورنگ زیب کو مطلع کیا۔ کہ واقعی درویش اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ اور غالباً یہاں نہ آئینگے بادشاہ خود تشریف لے چلیں تو مناسب ہے۔ اورنگ زیب خود ان کے پاس گیا۔ اور دیر تک باتیں کرتے رہا۔ جب چلنے لگا۔ تو اس قدر متاثر تھا۔ کہ ایک بڑی رقم درویش کے سامنے پیش کی۔ کہ اسکو قبول کیا جائے۔ درویش نے نہایت استغنا سے روپیہ کو ٹھکرا دیا اور لینے سے انکار کیا۔ بادشاہ اس کے بعد چلا آیا۔ اور اپنا سفر شروع کیا۔ ایک منزل چلنے کے بعد ایک بہروپیا آیا اور کہا۔ حضور ہمارا انعام مرحمت ہو۔ بادشاہ نے کہا کیسا انعام؟ اس نے درویش کا قصہ بیان کیا۔ اور کہا۔ وہ درویش یہی خاکسار تھا۔ اورنگ زیب بہت متحیر ہوا اور اسکو انعام دیئے جانے کا حکم نافذ کیا۔ لیکن اس سے یہ بھی سوال کیا۔ کہ انعام میں تو تجھے اتنی رقم نہیں ملی جتنی میں تمہیں درویش سمجھکر دے رہا تھا۔ شاید تیرا یہ خیال ہوگا کہ انعام میں اتنی رقم نہ ملے گی۔ لیکن اس وقت انعام لے لینا میرے نقل کے خلاف تھا۔ اگر میں اُس وقت روپیہ لے لیتا۔ تو اپنے فن کی توہین کرتا۔ میری نقل کا تقاضا یہی تھا کہ اسوقت دُنیا کی ساری دولت پر لات مار دیتا۔

وہ حضرات جو اپنے عہد پر استوار نہیں ہیں انکو نقال کی حکایت سے عبرت حاصل کرنا چاہئے کہ ان کا حال حقیقتاً ایک بہروپیا کے برابر بھی نہیں ہے اور دنیا میں وہ اسکے اہل ہی نہیں ہیں کہ کسی کی نقل بھی تکمیل کے ساتھ کر سکیں۔

علی گڈھ کالج

یہ امر باعث مسرت ہے۔ کہ علیگڈھ کالج کے قائمقام پرنسپل ڈاکٹر ضیاء الدین احمد سی آئی ای کالج کی ترقی میں گرم سعی ہیں۔ مسلمانان پنجاب کے لئے یہ امر خاص طور پر موجب امتنان ہے اسلئے کہ (ا) جب سرسید احمد خان مرحوم نے مدرسۃ العلوم مسلمانان کی بنیاد رکھی تو انکو سب سے زیادہ امداد جس صوبہ کے مسلمانوں کی طرف سے ملی وہ صوبہ پنجاب تھا۔ (ب) طلبہ کالج کا ایک ثلث بعد پنجابی مسلمانوں پر مشتمل ہے (ج) انکے اسٹاف میں نصف کے قریب پنجابی ہیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ مسلمانان پنجاب کو علیگڈھ کالج سے نہایت گہرا تعلق ہے اور یہ اسی تعلق کا باعث ہے کہ وہ معاملات کالج کو نہایت عمیق نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور اسمیں ذرا سا نقص بھی انکو بے چین کر دیتا ہے۔ اسی سلسلہ میں حال میں بعض پنجابی مسلمانوں کے دلوں میں کالج کے متعلق چند غلط فہمیاں پیدا ہو گئی تھیں جن کا فوری ازالہ پرنسپل صاحب نے بجا طور پر مناسب سمجھا ہے۔ پنجابی والدین میں عام طور پر خیال کیا جاتا ہے۔ کہ (ا) اگر پنجابی طلبہ پنجاب یونیورسٹی سے ملحق کسی کالج میں تعلیم پائیں تو انکے لئے ملازمت کا بہتر موقع ہے۔ (ب) پنجاب یونیورسٹی کے عطا کردہ وظائف علیگڈھ کالج میں نہیں مل سکتے۔

پرنسپل صاحب کو تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ ہر دو خیالات غلط ہیں پنجاب میں علیگڈھ کالج کے تعلیم یافتگان کے لئے حصول ملازمت میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے اور پنجاب یونیورسٹی کے عطا کردہ وظائف برابر کالج مذکور میں ملسکتے ہیں ممکن ہے یہ غلط فہمیاں اس وجہ سے پیدا ہوئی ہوں۔ کہ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنری کے امتحان مقابلہ میں صرف پنجاب یونیورسٹی کے گریجویٹوں کو لیا جاتا ہے اور پلیڈری وایل۔ ایل۔ بی۔ میں دیگر صوبجات کی ایک محدود تعداد کے امیدواروں کو داخل کیا جاتا ہے۔ پرنسپل صاحب اس بارہ میں بھی خط وکتابت کر رہے ہیں جس کا نتیجہ امید ہے کہ اچھا نکلیگا۔

علیگڈھ کالج ہمارا قومی تعلیمی مرکز ہے اس میں کلام نہیں مگر اس میں بعض سخت نقائص پیدا ہو گئے ہیں اور اسکا اقتدار روز بروز کم ہو رہا ہے۔ لیکن یہ امر واقع اس بات کا مقتضی ہے کہ ہم اس موقع پر قومی یکا نگت وہمدردی کا ثبوت ... اپنے مرکزی قومی کالج ...

کو فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ اور اپنی توجہ کا معتدبہ حصہ اس جانب مبذول کرنا چاہئے۔ (از وکیل)

مُراسلات

عذرِ گناہ بدتر از گناہ

جناب ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح لاہور!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کو معلوم ہے کہ تھوڑا عرصہ ہوا اب مریدین میاں صاحب نے قادیان کے اخبارات و رسالہ جات میں اپنے باطل عقائد کو فروغ دینے کے لئے حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب امیر قوم اور آپ کے رفقاء کی نسبت جھوٹے مضامین لکھکر احمدی کہلانے والے دُنیا کو دیدہ دانستہ دھوکہ دیکر حضرت مسیح موعود کے سچے عقائد سے کہ جس پر حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب امیر قوم اور آپ کے رفقاء قائم ہیں برگشتہ کرانے کا ٹھیکہ لے لیا ہے اور اس کے لئے اب نہایت کمینہ اور اوچھے ہتھیاروں سے کام لینا شروع کیا ہوا ہے۔ چنانچہ جناب حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسےٰ کے سر بالا بار پر اُن کی نسبت گورنمنٹ میں جھوٹی مخبریاں کرنے کا مضمون اخبار پیغام صلح میں چھپ چکا ہے۔ اب ایک دوسری مثال درج ذیل ہے اس کو اخبار میں چھاپ کر شائع کردیں۔ وہ یہ ہے کہ رسالہ تشحیذ الاذہان جلد ۱۴ نمبر ۶ ماہ جون ۱۹۱۹ء کے صفحہ ۲۸ پر زیر سرخی "درس الحدیث از افادات حضرت فضل عمر" سطر ۱۰ میں لکھا ہے کہ:-

"فرمایا خلیفہ ہو تو جو پہلا ہو۔ اُس کی بیعت کرو۔ جو بعد میں دوسرا پہلے کے مقابل پر کھڑا ہو جائے۔ جیسے لاہور میں ہے تو اُسے قتل کردو۔ مگر قتل کا حکم تب ہے جب سلطنت اپنی ہو۔ اب اس حکومت میں ہم ایسا کر نہیں سکتے"

ارشاد مندرجہ بالا پر حضرت میاں صاحب کو میری طرف سے ۱۴ جون ۱۹۱۹ء کے خط میں سوال کیا گیا۔ کہ کیا یہ کلام آپ کا ہے یا ایڈیٹر رسالہ قاضی اکمل صاحب کی مہربانی ہے۔ جو آپ کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ کیونکہ اس کلام سے خاص شہر لاہور میں رہنے والے ایک خاص آدمی کے قتل کا فتویٰ نکلتا ہے۔ جس کا جواب میاں صاحب نے تو اب تک کچھ نہیں دیا مگر تشحیذ الاذہان جلد ۱۴ نمبر ۷ ماہ جولائی ۱۹۱۹ء ٹائٹل پیج صفحہ ۲ پر ایڈیٹر رسالہ قاضی اکمل صاحب نے کسی نامعلوم طالب علم کے سر تھوپ کر اپنا پیچھا چھڑانے کی کوشش کی ہے جو عُذرِ گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے۔ وہ یہ ہے:

تشحیذ الاذہان ماہ جون ۱۹۱۹ء ص ۲۸

"جو خلیفہ کے بارے میں زیر عنوان درس الحدیث لکھا گیا ہے۔ اُس میں جیسے "لاہور میں ہے" کا فقرہ اس طالب علم کا سمجھنا چاہئے جس نے اس درس کے نوٹ ۱۹۱۶ء میں لئے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نہ تو خود اپنا فریق مخالف ان معنوں میں خلیفہ ہونے کا مدعی ہے جن معنوں میں ہم حضرت فضل عمر کو سمجھتے ہیں۔ اور نہ ہم اُسے ایسا جانتے ہیں۔ پس اس کی مثال درست نہیں ہو سکتی"

مگر کیا قاضی اکمل صاحب اصل مضمون کی ذمہ داری سے بری ہو سکتے ہیں۔ جب انہوں نے ۱۹۱۷ء کا ایک گند ۱۹۱۹ء کے رسالہ میں پانچ سال بعد شائع کر دیا۔ کہ جو گند دُنیا کے کسی حصہ میں پانچ سال تک اندر ظاہر نہیں ہوا تھا۔ اور صرف قاضی صاحب کے اس نامعلوم طالب علم کے پیٹ میں بھرا ہوا تھا۔ کیا قاضی اکمل صاحب اُس طالب علم کا نام اخبار میں شائع کر سکتے ہیں۔ اگر نہیں تو کیوں؟ اصل بات تو یہ ہے کہ میاں صاحب کے مریدین کا قدم اب ایک نہایت غلط راستے پر پڑ رہا ہے۔ تاریخ میں پہلے بھی ایسے گروہ ہوئے ہیں جو اپنے امام کے اشاروں پر لوگوں کو قتل کیا کرتے تھے۔ پس جس گروہ کے قدم ایسے راستہ پر پڑ جائے اُس کے باطل ہونے میں کیا شک ہے

ہم سلسلہ احمدیہ کے بانی سابق حضرت مسیح موعود کی سوانح میں دیکھتے ہیں کہ آپ کے مخالفین نے کبھی آپ کے قتل کی خفیہ تدبیریں کیں پھر آپ کو گورنمنٹ کا باغی بنانے کے لئے خفیہ مخبریاں کیں۔ اُسی امام برحق کی سنت پر جس فریق کے ساتھ برتاؤ کیا جاتا ہے۔ ... کے برحق ہونے کی دلیل ہے۔

... اپنے آپ کو احمدی کہلانے والے بھائیوں کی خدمت میں التماس کرتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود کے مخالفوں کے قدم بقدم اتباع کرنا چھوڑ دیں۔ اور خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق نہ ... ہدایت محض اللہ کی ہے۔

بنا ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین
خاکسار اسمٰعیل آدم زرگر بمبئی ۱۷

اعلانِ فسخ بیعت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

السلام علیکم۔ گذارش ہے۔ بندہ نے حضرت مسیح موعود کی کتابوں کو بغور پڑھا۔ اور مولوی محمد علی صاحب و میاں صاحب کی کتابوں کو بھی بغور پڑھا۔ اس لئے بندہ اظہار کرنا چاہتا ہے۔ حضرت مسیح موعود کی نبوت پر اور کفر و اسلام کے مسائل پر میاں صاحب کو غلطی پر پاتا ہوں۔ اس لئے میں میاں صاحب کی بیعت فسخ کرتا ہوں۔ اور حضرت کی جماعت میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔ آپ براہ نوازش اخبار پیغام صلح میں شائع کر دیں۔

الراقم غلام نبی ولد خدا بخش۔ موضع بوہگل بجاسن ڈاکخانہ چیچہ وطنی

رسید زر

چندہ موعودہ چہار ماہ از مارچ لغایت جون سنہ ۱۹۱۹ء معہ فطرانہ۔ عید فنڈ و زکوٰۃ جماعت بھیرہ

(معرفت محمد رمضان صاحب)

اسمائے گرامی	چندہ	فطرانہ	عیدفنڈ	صدقہ	زکوٰۃ
محمد رمضان صاحب	[illegible]	[illegible]	۴ر	.	.
حکیم عبدالمجید صاحب	[illegible]	۱۲ر	۴ر	.	.
قاضی محمد شفاء صاحب سید	[illegible]	[illegible]	۴ر	.	.
میاں رحیم بخش صاحب	[illegible]	.	۴ر	.	.
میاں عبدالکریم صاحب	[illegible]	.	.	.	.
میاں عزیز الدین صاحب	[illegible]	۱۲ر	۴ر	.	.
چوہدری خوشی محمد صاحب	[illegible]	[illegible]	۴ر	.	[illegible]
مستری امام الدین صاحب	[illegible]	۱۲ر	۴ر	.	.
مولوی محمد بخش صاحب	.	۴ر	۲ر	.	.
پہو جمعہ صاحب ملازم ...	۸ر	.	۲ر	.	.
شمس الدین صاحب درزی	[illegible]	[illegible]	۸ر	[illegible]	.
محمد حیات صاحب	۴ر	.	.	.	.
محمد خلیل صاحب	۴ر	.	.	.	.
مولوی محمد صدیق صاحب	[illegible]	۱۲ر	۴ر	.	.
حبیب درزی	.	.	۲ر	.	.
حکیم عبدالرحیم صاحب	.	۱۲ر	۴ر	.	.
جان محمد پردیسی	.	.	.	۴ر	.
حافظ شکر اللہ صاحب	.	.	۲ر	.	.
میزان	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

میزان کل [illegible]
منہائی فیس منی آرڈر ۸ر
باقی [illegible] ۱۲ر

چندہ و فطرانہ و عید فنڈ جماعت مرار ریاست کپورتھلہ

(معرفت احمد علی صاحب)

نام	مستقل چندہ	فطرانہ	عید فنڈ	میزان کل
سلطان علی صاحب	.	۱۲ر	۸ر	[illegible]
جماعت مرار	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
عبدالرحیم صاحب	.	۸ر	۸ر	[illegible]
میزان	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

چندہ جماعت جموں معرفت منشی فضل احمد مدرس ہائی سکول جموں

بابت	رقم
چندہ ماہواری	[illegible]
صدقہ عید الفطر	[illegible]
عید فنڈ	[illegible]
میزان	[illegible]

افغانوں کی سرگرمی

افریدی جمع ہو رہے ہیں

سملہ ۱۸- جولائی مندرجہ ذیل پریس کمیونک مورخہ ۱۸ جولائی شائع کیا گیا ہے۔ چترال سے موصول شدہ خبریں مظہر ہیں کہ افغانوں کے دستے ان دروں پر نمودار ہوئے ہیں جو وادی باشگل کو چترال سے علیحدہ کرتے ہیں اور وادی لٹکوہ کو چترال شہر کے عین شمال میں دریائے چترال کے ساتھ جا ملتا ہے اور اسی وادی پر وہ سڑک واقع ہے جو بدخشاں میں واقع مقام فیض آباد کو درہ دوراہ پر لے جاتی ہے۔ فیض آباد سے درہ دوراہ کی طرف افغان افواج کی کچھ نقل و حرکت کی خبریں بھی موصول ہوئی ہیں۔ شاہ غازی خواجہ محمد کا جو مشن تیراہ کو گیا تھا معلوم ہوتا ہے کہ اسے کچھ کامیابی ہوئی ہے۔ خبر ملی ہے کہ اسکی تحریک پر افریدیوں کا ایک بھاری لشکر وادی بازو میں جمع ہوا ہے اور امید کی جاتی ہے کہ وہاں سے وہ خیبر میں براہ چورہ ہمارے سلسلہ آمد و رفت کے خلاف کارروائیاں کرنیکی کوشش کرینگے۔ وزیرستان میں صورت معاملات میں کوئی بھاری تبدیلی نہیں ہوئی۔ لیکن ٹانک میں نادر خان کی محسود اور وزیری جرگوں سے ملاقات اور وانہ میں باقاعدہ افغان سپاہیوں کے ایک چھوٹے سے دستہ کی موجودگی نے اہل قبائل کو غیر یقینی حالت میں رکھا ہوا ہے۔ جس کا حسب معمول نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ہمارے چوکیوں پر چھوٹے چھوٹے حملے ہوتے ہیں۔ نیز ہماری سرحد کے اندر ڈاکے ڈالے گئے ہیں وزیرستان میں بے چینی کی حالت میں ایک اور ترقی یہ ہوئی ہے کہ اور وزیری لشکر نے ژوب میں دھاوا کیا ہے۔ ۱۴- جولائی کو ایک دستہ جو کلا بند سے فورٹ سنڈیمن کو جا رہا تھا۔ باہر کے نواح میں سخت حملہ کیا گیا ہے۔ ایک امدادی دستہ فوراً فورٹ سنڈیمن سے بھیجا گیا اور اس نے اس دستہ کو بچایا۔ لیکن واپسی سفر پر جلد اسے ایک وزیری لشکر نے جسے اسوقت تک کثیر تعداد شیرانیوں اور دیگر مقامی اہل قبائل کی کمک پہنچ چکی تھی حملہ کیا۔ ہمارے دستے کے ساتھ جسکے مقابلہ میں دشمن کی تعداد بہت زیادہ تھی کاپ ... کے نواح میں تمام رات سخت لڑائی جاری رہی۔ اور خیال کیا جاتا ہے کہ اسکا بہت نقصان جان ہوا۔ لیکن ابھی تک اس لڑائی کی تفاصیل موصول نہیں ہوئیں۔

بعد کی خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ دشمن کا ہی بہت نقصان ہوا

نمایندگان صلح کی آمد

سملہ ۱۸- جولائی۔ ہمعصر سول اینڈ ملٹری گزٹ کا خاص نامہ نگار ایسوسی ایٹڈ پریس کے ساتھ انتظام کرکے براہ پشاور ۱۸ جولائی کو تار دیتا ہے کہ یہاں عام طور پر یقین کیا جاتا ہے کہ افغان نمایندگان صلح سہ شنبہ کی صبح ڈکہ میں اپنے آپ کو حاضر کریں گے انہیں موٹر کاروں کے ذریعہ ... لانے کے لئے انتظامات کیے جا رہے ہیں۔ اور ... انہیں سپیشل ٹرین میں جو انہیں سیدھی راولپنڈی لیجائیگی سوار کرنے کے متعلق انتظامات کیے جا رہے ہیں۔ اگرچہ اس امر کے متعلق ابھی کوئی خبر موصول نہیں ہوئی کہ امیر نے حضور وائسرائے کے آخری خط کو کس طرح وصول کیا ہے اور یہ امر کہ ڈیلی گیٹ آئیں گے اس علم پر مبنی معلوم ہوتا ہے کہ سوائے ایک یا دو شوریدہ پشت اشخاص کے جنگ کے خواہشمند نہیں ہیں۔ بھاری کاروان جنہیں توچی اور درہ ہا سے گومال میں غلزئی اور کرم میں پوئندہ اور خیبر میں قافلہ کہتے ہیں ماہ ستمبر کے شروع میں روانہ ہوں گے اور آمد و رفت کے بند ہونے کا جو جنگ کے جاری رہنے کا لازمی نتیجہ ہوگا تمام افغانستان پر برا اثر پڑے گا۔ تجار اور دیگر لوگ جو انہیں مالی مدد دیتے ہیں۔ امیر کی اعلان کردہ سوشلزم سے اسقدر بیچین ہیں کہ اگر اسے جنگ کو جاری رکھنے کا اعلان کیا تو بلاشبہ ایک تحریک اسکو تخت سے اتارنے کے لئے جاری کی جائیگی اور بلا شبہ ایسی تحریک اسوقت موجود نہیں ہے۔

دشمن کی نقل و حرکت

سملہ ۱۹- جولائی۔ مندرجہ ذیل پریس کمیونک مورخہ ۱۹ جولائی شائع کیا گیا ہے جو لشکر وادی بازار میں جمع تھا۔ ان سے کہا جاتا ہے کہ باوجود ذکا خیل لوگوں کے پروٹسٹوں کے جو اپنے ملک میں مداخلت پر سخت ناراض ہیں۔ جو کی خیبر کے خلاف حملے شروع کر دیے ہیں ۱۸- جولائی کو فورٹ مسوڈ کے جنوب میں ایک چھوٹی سی پہاڑی پر حملہ کیا گیا اور اہل قبائل کی بڑھتی ہوئی طاقت نے ہماری چوکی کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کیا۔ اس لڑائی میں ہمارے قریباً چالیس آدمیوں کا نقصان ہوا۔ سہ پہر کے وقت بغیر مزید نقصان جان کے اس پہاڑی پر دوبارہ قبضہ کیا گیا۔ علی مسجد میں بھی چھکڑ بندوقیں چلائے جانے کی کچھ وارداتیں اور کچھ چھوٹے چھوٹے حملے ہوئے اور ہمارے ہوائی جہازوں نے چورہ کے گرد دشمن کے اجتماع پر بم گرائے۔ تیراہ میں ان کی سرگرمیوں کے علاوہ خبر ملی ہے کہ افغان ایلچی دیر اور باجوڑ میں بھی بڑی سرگرمی سے کام کر رہے ہیں۔ لیکن ان علاقوں میں فساد برپا کرنے کے متعلق ان کی کوشش اسوقت تک ناکامیاب ہوئی ہے خبر ملی ہے کہ سرحد کرم پر لکا تیگہ کے قریب کچھ باقاعدہ افغان سپاہی موجود ہیں۔ ان کے علاوہ صورت معاملات میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

اہل قبائل کے حملے اور پسپائی

(سملہ ۲۰ جولائی) مندرجہ ذیل پریس کمیونک شائع کیا گیا ہے چترال سے خبر موصول ہوئی ہے کہ ایک حملہ آور پارٹی جو قریباً ۳۰۰ باقاعدہ سپاہیوں اور اہل قبائل پر مشتمل تھی کافرستان سے وادی بمبوریت میں داخل ہو گئے ہیں۔ بمبوریت دریائے چترال کا ایک معاون نالہ ہے اور شہر چترال سے جنوب کی طرف قریباً ۸ میل کے فاصلہ پر بڑے دریا سے ملتا ہے۔ حملہ آوروں کو چند چترالی سکوٹوں کے ساتھ پسپا کیا گیا اور وہ مکانات کو جلاتے ہوئے باشگل کی طرف چلے گئے اور جاتے ہوئے مویشیوں کو دھکیل کر لے گئے۔ یہ بھی خبر ملی ہے کہ باقاعدہ افغان سپاہیوں کے دستوں نے کافرستان اور چترال کے درمیان مرقلی کے مغرب میں درہ پر قبضہ کر لیا ہے دشمن کے ایجنٹوں کی سرگرمیوں کے نتیجہ کے طور پر خبر ملی ہے کہ باجوریوں کا ایک مختصر سا لشکر دریائے کونار کے اوپر نادرزئی کی طرف حرکت کر رہا ہے۔ محاذ ڈکہ پر کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ۱۸- جولائی کی شام کو خیبر میں تمام چوکیوں پر قلعہ کٹا کشتہ سے (جو علی مسجد کے اوپر کی طرف چند میل پر واقع ہے) قلعہ مادوڈ تک جو علی مسجد اور درہ کے دامن کے درمیان واقع ہے۔ بھاری گولہ باری ہوئی۔ ان تمام حملوں کو پسپا کیا گیا اور اہل قبائل کو بھاری نقصان پہنچایا گیا۔ ۱۹ جولائی کو کاروان خیبر کے ساتھ ساتھ روانہ ہونے کے قابل ہوا ہے جو اہل قبائل یہ حملے کرتے ہیں وہ زیادہ تر سابق سپاہیوں پر افریدی قبیلے کے چند نوجوان اور غیر ذمہ دار ممبروں پر مشتمل ہیں۔ ان میں چند ملیشیا کے مفرور بھی شامل ہیں جن کو شاہ غازی خواجہ محمد نے بھرتی کر لیا ہے اب معلوم ہوتا ہے کہ ان لشکروں کو اپنے آپ کو برقرار رکھنا مشکل ہو رہا ہے اور وہ اس امر کے متعلق بے اطمینانی ظاہر کرتے ہیں کہ انہیں سامان خوراک اور سامان بارود نہیں مہیا کیا جاتا جیسا کہ شاہ غازی نے انکے ساتھ وعدہ کیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا ہے کہ خبر ملی ہے کہ کثیر تعداد اب اپنے گھروں کو واپس جا رہے ہیں۔ شیرانیوں کی ایک حملہ آور پارٹی نے ۱۸- جولائی کی شب کو ڈیرہ اسمٰعیل اور ڈیرہ غازیخان کے درمیان وہوا پر حملہ کیا۔ انہیں محافظ سپاہیوں نے بڑے بازار میں سے نکال دیا۔ لیکن شہر کے گرد و نواح میں کئی مکانات لوٹ لئے گئے۔ ژوب میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

سابق قیصر کی علالت

(ایمرونجن ۱۶ جولائی) سابق قیصر بیمار ہے۔ تمام رات اسکے پاس رہے۔

دکوپن ہیگن ۱۵ جولائی سابق بادشاہ فریڈرک آف سیکسنی نے حضور ملک معظم کی خدمت میں ایک تار ارسال کیا ہے۔ جسمیں آپ سے درخواست کی ہے کہ وہ قیصر کی روانگی کو روکنے کے لئے اپنے رسوخ کو استعمال کریں

فسادات مصر

سرغنہ اشخاص کو سزائیں

(لندن ۱۳ جولائی (قاہرہ ۷- جولائی) ۱۵- مارچ کو الواسطا میں ایک انگریز ریلوے افسر مسٹر سمتھ کے قتل کے متعلق ۳ سرغنہ اشخاص کو پھانسی دی گئی ہے۔ اور دیگر ۲- اشخاص کو بالترتیب عمر قید اور دس سال قید سخت کی سزا دی گئی ہے۔

(لندن ۴ جولائی۔ قاہرہ ۹ جولائی) گذشتہ فسادات کے متعلق فوجی عدالتوں نے ۵۱ اشخاص کو جو سزائے موت دی تھی ان میں سے ایک آدمی کو معاف کیا گیا ہے اور ۱۰ کی سزاؤں میں تخفیف کی گئی ہے۔ وزیر اعظم کی مداخلت پر کمانڈر انچیف نے مزید ۶- آدمیوں کی سزاؤں میں تخفیف کر دی ہے اور وعدہ کیا ہے کہ سوائے ملک معظم کی افواج کے ممبروں پر حملوں کے متعلق مقدمات فوجی عدالتیں ۱۵ جولائی کو کام بند کر دیں گی۔ جن اشخاص کو پولیٹیکل وجوہات کے باعث نظر بند کیا گیا تھا ان کو رہا کر دیا جائے گا اور باہر جانے والی خط و کتابت کے متعلق سنسرشپ موقوف کی جائیگی

ہندوستانی ڈیپوٹیشنوں کے متعلق

پارلیمنٹ میں سوال

لندن ۱۴- جولائی۔ ہوس آف کامنز میں مسٹر مانٹیگو نے بیان کیا کہ ہندوستان سے جو ڈیپوٹیشن آئے ہیں انہیں گورنمنٹ کے انتظامات کے ماتحت نہیں لایا گیا بلکہ وہ مجترکہ کمیٹی کے سامنے اپنے خیالات پیش کرنے کے لئے اپنی مرضی سے آئے ہیں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ان میں سے چند ایک نے شہادت دینے کے لئے کمیٹی سے درخواست کی ہے مجھے اس امر کے متعلق کہ وہ کن انجمنوں کے قائم مقام ہیں۔ یا ڈیپوٹیشنوں کے ممبران کے متعلق کوئی سرکاری اطلاع موصول نہیں ہوئی۔

لندن میں صلح کے متعلق جشن

پیرس ۱۷- جولائی۔ ہوس ایجنسی مظہر ہے کہ مارشل فاش نے ۱۹ جولائی کو لندن میں صلح کے جشن میں شریک ہونے کی دعوت کو منظور کر لیا ہے۔

سزا میں تخفیف

ایک پریس کمیونک مظہر ہے کہ حضور لاٹ صاحب پنجاب نے براہ مہربانی حافظ بشیر کی سزا کو جسے مارشل لاء کمیشن نے مقدمہ لیڈران امرتسر میں سزائے موت دی تھی عمر قید بعبور دریائے شور میں تبدیل کر دیا ہے۔

نیا ہندوستانی قرضہ

۱۲- جولائی تک نئے ہندوستانی قرضہ میں جو روپیہ جمع ہو چکا تھا اسکی صوبہ وار تفصیل حسب ذیل ہے۔ بمبئی ۸ کروڑ بنگال ایک کروڑ ۱۷ لاکھ۔ صوبجات متحدہ ۷۵ لاکھ مدراس ۵۰ لاکھ۔ برہما ۲۳ لاکھ۔ پنجاب ۱۲ لاکھ۔ صوبجات متوسط ۷ لاکھ۔ بہار و اڑیسہ ۵ لاکھ دیگر صوبجات ۲۴ لاکھ۔

امرتسر میں گرجا گھر کو جلانے کا مقدمہ

جمعہ کے روز عدالت خاص نے اس مقدمہ کا فیصلہ سنا دیا۔ جس میں آٹھ ملزمان کا ۱۰- اپریل کو امرتسر میں مشن چرچ اگرجا گھر کو جلانے کے الزام میں چالان کیا گیا تھا۔ ۴ ملزمان یعنی محمد سلطان فضل دین عبدالرحمن اور اسمٰعیل کے خلاف مقدمہ واپس لیا گیا۔ اور ایک شخص فجا کو شک کا فائدہ دیکر بری کیا گیا۔ باقی ۳ ملزمان عبداللہ نورا اور غلام محمد کو عمر قید بعبور دریائے شور اور ضبطی جائداد کی سزا دی گئی۔

گارڈن پارٹی اور آتش بازی

ساڑھے چھ بجے شام کو ٹاون ہال کے گراونڈ میں ایک بڑی رونق کا گارڈن پارٹی ہوئی اور اسکے خاتمہ پر حضوری باغ اور ہیرا منڈی کے مابین ۸½ سے ۹½ بجے تک آتشبازی چلتی رہی جسکے ضیا سے دیر تک تمام شہر پر اعلان

تازہ ترین خبریں

مہمند نرغے میں پھنس گئے

اہل قبائل پر اچانک حملہ

شملہ ۱۵ - جولائی - ہمعصر سول ملٹری گزٹ کا خاص نامہ نگار ایسوسی ایٹڈ پریس کے ساتھ انتظام کر کے ۱۴ جولائی کو ڈکہ سے تار دیتا ہے کہ مہمندوں کے ایک گروہ کو جو رسالہ کی دیکھ بھال کرنے والی پارٹی کے لئے گھات لگائے بیٹھا تھا - گورکھوں کے ایک دستہ نے کل حیران کر دیا - جب رسالہ باہر نکلا ہوا تھا تو مہمند کیمپ سے قریباً تین میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑ کے پہلو سے رینگتے ہوئے اوپر چڑھ گئے اور دن نکلنے سے پہلے اپنے آپ کو ایک غار میں قائم کر لیا - یہاں سے سڑک صاف نظر آتی تھی - ایسا اتفاق ہوا کہ یہ پہاڑ وہی تھا جس پر ہم نے رسالہ کی واپسی کے خلاف گورکھوں کی ایک کمپنی کو بطور محافظ متعین کرنے کا فیصلہ کیا تھا - مہمندوں نے جو رسالہ کو نگاہ میں رکھنے میں محو تھے - گورکھوں کو پہاڑ پر چڑھتے ہوئے نہیں دیکھا - حتی کہ وہ ان پر ٹوٹ پڑے - اس پر تمام مہمند بھاگ گئے اور ان کے کچھ آدمی پہاڑ کی چوٹی پر چار حقیقی ہلاک ہو گئے - لیکن بعد میں یہ معلوم کر کے ان کی تعداد گورکھوں کی تعداد سے بہت زیادہ ہے - مہمند پہاڑ کی چوٹی پر واپس آگئے اور نہایت قریب فاصلے سے گولیاں چلنی شروع ہوئیں - مہمندوں نے غار میں بڑے بھاری شہتیر لڑھکائے - ایک موقعہ پر ہمارے بندوقچی واقعی سخت خطرے میں تھے - لیکن ایک دستہ پہاڑ کے ایک طرف کا کام کرتا تھا اور اس نے دوسری دفعہ مہمندوں پر اچانک حملہ کر دیا - دشمن نے جس پہلو کی طرف سے گولہ باری ہو رہی تھی پہاڑ پر سے اترنے کی کوشش کی - لیکن اس جگہ چوٹیاں بڑی اونچی ہیں اور اس لئے اہل قبائل کو نہایت آسانی سے نشانہ بنایا گیا - مجھے ایک افسر نے یقین دلایا کہ صرف ایک گورکھا نشانہ باز نے ۲ - آدمیوں کو ہلاک کیا - گورکھا سپاہی مدعی ہیں کہ انہوں نے کل ۲۰ - آدمی ہلاک کئے اور اندازاً اتنے ہی آدمی مجروح کر دئے گئے -

خیبر میں بارش

خیبر میں دو روز لگاتار بارش ہوئی - نتیجہ یہ ہوا کہ ٹمپریچر کم ہو گئی ہے اور فوجی سپاہیوں کو بہت آرام ہو گیا ہے -

باربرداری کی قلت

الٰہ آباد ۱۵ جولائی - سرحد پر جنگ شروع ہونیکے وقت باربرداری کی جو قلت ہوئی تھی اس کا ذکر کرتے ہوئے ہمعصر پائونیر رقمطراز ہے کہ اس سوال کے متعلق ابھی بہت کچھ کہا جانا باقی ہے - ہمارا ایسا ماننا جو گذشتہ دونوں سال سرحدی فوج کے ساتھ تھا ظاہر ہے کہ ایا کوئی شبہ نہیں کہ جب ماہ مئی کے وسط میں سرآرتھر برٹ کی مختصر افواج نے دشمن کو بھگا دیا تھا - اور پشاور اور کابل کے درمیان ہمارے ہوائی جہازوں کی سرگرمی سے دشمنوں کے حوصلے ٹوٹ چکے تھے - تب اگر ہمارے پاس کافی سامان باربرداری اور سامان رسد موجود ہوتا تو ڈکہ سے پیشقدمی کر کے بغیر کسی شدید لڑائی کے تین منزلوں میں جلال آباد کے نواح میں پہنچ سکتے تھے لیکن اب یہ مشتبہ امر ہے کہ آیا جلال آباد پر بغیر لڑائی کے قبضہ کیا جا سکتا ہے یا نہیں یہ ایک ایسا بیان ہے کہ جنگ پر نکلے روز سے جاری شدہ سرکاری کمیونک سے تصدیق ہوتی ہے جو مظہر ہے کہ ہمارے دشمنوں کی جو گردی کے عین مشرق میں پوزیشن اختیار کر رہے تھے - اہل قبائل کی طرف سے جنکی تعداد اندازاً ... بھی سخت مزاحمت کی گئی - یہ بھی امید کی جاتی ہے کہ چارہ جمع کرنے والی پارٹیوں کی ضرورت بھی اب جاتی رہی ہے - برٹش رسالہ کے ایک حصے کو اپنے ہاتھوں سے اپنے گھوڑوں کے لئے گھاس جمع کرتے ہوئے اور باقی حصہ کو پہاڑوں پر اس عرصہ میں جب یہ اس کام میں مصروف ہوں ان کی حفاظت کرنے کے لئے متعین دیکھنا کوئی دل خوش کن نظارہ نہیں - ہم تاہم کہتے ہیں کہ فوجی دشمن کے مقبوضہ علاقہ سے اپنے لئے خوراک حاصل کرنے کی امید کر رہی ہے لیکن سامان رسد کا یہ قیاس بنجر علاقہ کے متعلق نہیں ہو سکتا - جس کی نوعیت کا گورنمنٹ ہند کو علم تھا - بعد میں اگر موقع ہوا تو شاید ہمیں مختلف معاملات کے متعلق اور زیادہ کہنا ہو گا

اخبارات کے نامہ نگار جو اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہیں تمام شکایات کو جو ان کے نوٹس میں لائی جاتی ہیں حق بجانب تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں - ساتھ ہی جب یہ شکایات صرف جونیر افسروں تک ہی محدود نہ ہوں

فسادات پنجاب کے متعلق تحقیقاتی کمیشن

لندن ۹ - جولائی - پال مال گزٹ میں ایک نامہ نگار امید ظاہر کرتا ہے کہ فسادات پنجاب کے متعلق تحقیقات کرنے کے لئے ایک کمیشن روانہ کیا جائے گا - ممبروں میں کم از کم ایک اہم سرکاری افسر جسے پنجاب میں انتظامی تجربہ ہو - اور کم از کم ایک ہندوستانی جو ہندوستان میں اعلیٰ حیثیت رکھتا ہو - شامل ہو گا - سول ملٹری گزٹ نے اسی سلسلہ میں لکھا ہے کہ اسے خبر ملی ہے کہ اس کمیشن کے پریذیڈنٹ لارڈ جارج کیو ہوں گے لیکن ابھی سرکاری طور پر تصدیق نہیں ہوئی -

اسلام اور بالشوازم

(لندن ۱۰ - جولائی) ٹائمز کا نامہ نگار مقیم قاہرہ مظہر ہے کہ مفتی اعظم بالشوازم کے خلاف ایک فتوی تیار کر رہا ہے جس میں ظاہر کیا جائے گا کہ یہ اسلام کی تمام تعلیم کے خلاف ہے -

سابق قیصر جرمنی کی اپیل

(لندن ۱۰ - جولائی) ایک بے تار برقی مظہر ہے کہ سابق قیصر جرمنی نے ملک ولہم کو تار روانہ کیا ہے جس میں اس سے التجا کی ہے کہ وہ ملکہ میری اور برٹش گورنمنٹ سے ملاقات کی درخواست کرے تاکہ قیصر کی حوالگی کو روکا جائے -

ناکہ بندی کا اٹھایا جانا

(لندن ۱۰ - جولائی) رائٹر کو سرکاری طور پر اطلاع ملی ہے کہ جرمنی کی طرف سے عہد نامہ صلح کی تصدیق کی دستاویز باضابطہ طور پر اتحادیوں کو پیرس میں موصول ہو جائیگی - فوراً ناکہ بندی اٹھا دی جائیگی - لیکن ناکہ بندی کے اٹھائے جانے کے ساتھ یہ لازم نہیں آتا کہ تجارتی پابندیاں بھی دور کر دی جائیگی -

نیا ہندوستانی قرضہ

(۱۴) جولائی تک نئے ہندوستانی قرضہ میں ۵۰۰۹۸۰۲۸،۶۶ روپیہ جمع ہو گیا تھا جس میں ۳۰۳ ۱۴ ۱۸ روپیہ وار بانڈز کی صورت میں شامل ہے -

سابق قیصر کی نگرانی - ہالینڈ کیطرف سے جواب

پیرس ۱۰ - جولائی - اتحادیوں نے ہالینڈ کو جو نوٹ لکھا تھا - جس میں سابق قیصر اور ولیعہد پر سخت نگرانی رکھنے کی ضرورت ظاہر کی گئی تھی اس کا ہالینڈ کی طرف سے جو جواب موصول ہوا ہے - اس میں افواہوں کی بنا پر تنبیہ کئے جانے پر حیرانی ظاہر کی گئی ہے اور لکھا ہے کہ ہالینڈ اپنی بین الاقوامی ذمہ داریوں سے آگاہ ہے اور اسے آزادانہ طور پر اپنے شاہی حقوق سے کام لینے کی اجازت دیجانی چاہیئے

مسلمانوں کے جذبات اور سرلائیڈ جارج

پونہ ... - ہز اکسیلنسی سر لائیڈ جارج گورنر بمبئی نے آج کونسل ہال میں انجمن اسلام کے ممبران سے ملاقات کی - جبکہ ایک ایڈریس آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا جس میں مسلمانوں کے مفاد سے متعلق مختلف سوالات کا ذکر کیا گیا تھا - ہز اکسیلنسی نے جواب میں ممبروں کو یقین دلایا کہ حضور ملک معظم کی گورنمنٹ ترکی سلطنت سے متعلق سوالات پر احتیاط کے ساتھ غور کرنے کی اہمیت سے اچھی طرح آگاہ ہے اور وہ یقین رکھیں کہ وہ تمام سلطنت میں مسلمان رعایا کے حقیقی مفاد کے تحفظ کے لئے مقدور بھر کوشش کرے گی - آپ نے بتلایا کہ جنگ کی وجہ سے مالی مشکلات کے باعث اور تعلیمی مسئلہ پر نظر ثانی کئے جانیکی ضرورت باعث گورنمنٹ محمڈن ایجوکیشنل کمیٹی کی سفارشات پر پورے طور پر عمل نہیں کر سکی - میونسپل کمیٹیوں میں انتخابی نیابت کے متعلق آپ نے فرمایا کہ مجھے افسوس ہے میں ابھی تک اس کے متعلق جواب نہیں دے سکتا - لیکن آپ نے فرمایا کہ اس کے متعلق میرے پاس علیحدہ یادداشت روانہ کیجئے آخر میں آپ نے ڈپوٹیشن کو یقین دلایا کہ سرکاری تقرریوں میں تعلیم یافتہ جماعتوں کی طرح حوصلہ افزائی کی جائیگی تاکہ سرکاری محکموں میں مختلف جماعتوں کی یکساں اور صحت بخش تقسیم ہو جائے -

تصنیفات حضرت مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ

احمدیہ موومنٹ انگریزی اس میں حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب نے سلسلہ احمدیہ کے متعلق تمام حالات کو بیان کیا ہے - بانی سلسلہ کی زندگی کے مختصر حالات اور مسائل و عقائد اور آجکل جو اختلاف سلسلہ میں ہوا ہے اس پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے - غرض انگریزی دان حضرات کے لئے یہ رسالہ نہایت مفید ہے - قیمت ... مجلد ... ۵ ر ۱۵ ر

حقیقۃ المسیح از روئے قرآن و بائیبل ایک عیسائی کے سوالات کا جواب مصنفہ حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب ایم - اے - ایل ایل - بی امیر جماعت احمدیہ قیمت ۴ ر

آیت اللہ - اسمیں مولوی ثناءاللہ صاحب امرتسری سے حضرت مسیح موعود کے آخری فیصلہ کی حقیقت و اصلیت پر مولانا محمد علی صاحب نے روشنی ڈالی ہے اور مولوی ثناءاللہ کے اعتراضات کا نہایت مدلل جواب دیا ہے - قیمت ۴ ر

مراۃ الحقیقۃ مصنفہ حضرت مولانا محمد علی صاحب ایدہ اللہ - یہ ۹۲ صفحات کی کتاب جواب ہے اس چٹھی کا جو میاں صاحب نے "حقیقۃ الامر" کے نام سے لکھی - اس چھوٹی سی کتاب میں محمودی مغالطہ اندازیوں اور عقائد کی ہو بہو تصویر کھینچی گئی ہے - اور اسکی حقیقت پر خوب روشنی ڈالی گئی ہے قیمت صرف ۵ ر ہے - احباب کرام کو چاہئے کہ بہت زیادہ مقدار میں اسے منگوا کر محمودیوں میں تقسیم کریں اور اس سے فائدہ اٹھائیں -

شناخت مامورین جو حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کی تازہ تصنیف ہے - یہ رسالہ ان صاحبان کے لئے نہایت ہی مفید ہے جو بعض ملہمین کے الہامات کی بنا پر گھبرا اٹھتے ہیں اور تردد میں پڑ جاتے ہیں کہ شاید یہ شخص ملہم ہونے کا مدعی ہے حق بجانب نہ ہو اور نہیں جانتے کہ مامورین الٰہی کون ہوتے ہیں اور ان کی پہچان کے لئے کیا کیا امور ضروری ہیں - ہر مسلمان کو اس رسالہ کا مطالعہ ازبس ضروری ہے قیمت ۴ ر

نکات القرآن ہر چہار حصص از ابتداء سورہ فاتحہ تا آخر سورۃ النساء مصنفہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب جسکے چار حصے شائع ہو چکے ہیں - اس سلسلہ میں قرآن شریف کے مشکل مقامات اور محاورات پر نہایت لطیف اور ضروریات زمانہ کے مطابق نوٹ لکھے ہیں - جو لوگ قرآن سیکھنا چاہیں ان کے لئے اسکا مطالعہ مفید ہے قیمت ۱۴ ر

حدوث مادہ ایک آریہ کے ساتھ بحث و مباحثہ جس میں حدوث مادہ کا حادث ہونا ثابت کیا گیا ہے قیمت ۵ ر

ویدک سائنس مصنفہ مولوی عبدالحق صاحب عالم سنسکرت یہ وید بھگوان کا علمی لیکچر ہے اپنے ویدک سائنس پر جس پر ہمارے آریہ بھائیوں کو فخر حاصل ہے - اس رسالہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب موصوف نے وید کا جس غور سے مطالعہ کیا ہے یہ انہی کا حصہ تھا - ویدک سائنس کا جو پردہ تھا وہ مولوی صاحب نے فاش کر دیا ہے - زمین کی گردش - زمین سے سورج کا فاصلہ - زمین کا گول یا چورس ہونا وغیرہ وغیرہ مسائل پر کافی روشنی ڈالی ہے - جو صاحبان ویدک سائنس کی اصلیت پر آگاہ ہونا چاہتے ہیں وہ ضرور ہی اس رسالہ کا مطالعہ کریں - نہایت دلچسپ رسالہ ہے قیمت ۴ ر

عسل مصفی جو صاحب مہدی و مسیح علیہ السلام کے متعلق مفصل حالات معلوم کرنے کے شائق ہوں ان کو عسل مصفی سے بہتر کوئی کتاب نہیں مل سکتی ہر مسلمان کو لازم ہے کہ اسکا مطالعہ کرے - بڑے بڑے علماء نے اس پر تقریظیں لکھی ہیں اور اسکو پسند کیا ہے کیونکہ ہر مسئلہ کی سند قرآن کریم و احادیث اور آئمہ کرام کی اقوال سے دی ہے اور کوئی امر ایسا نہیں جس پر کافی تسلی بخش بحث نہ ہو آجتک ایسی جامع کتاب دیکھنے میں نہیں آئی اور پھر اس طرز پر لکھی گئی ہے کہ اس سے مبتدی بھی فائدہ اٹھا سکتا ہے اور منتہی بھی قیمت ہر دو حصہ مجلد ... پانچ روپیہ

پتہ: بک ڈپو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

احمدیہ بلڈنگس

... پرنٹر ... چھپوا کر دفتر پیغام صلح سے شائع کیا

کلام الامام امام الکلام

عشق حقیقی

از حضرت مسیح موعود

سینہ مے باید تہی از غیر یار
دل ہمی باید پر از یادِ نگار
جاں ہمے باید براہِ او فدا
سر ہمے باید بپائے او نثار
ہیچ دانی چیست دینِ عاشقاں
گویمت گر بشنوی عشاق وار
از ہمہ عالم فروبستن نظر
لوحِ دل شستن ز غیر دوستدار

عشق است کہ بر خاک مذلت غلطاند
عشق است کہ بر آتشِ سوزاں بنشاند
کس بہر کسے سر ندہد جاں نفشاند
عشق است کہ ایں کار بصد صدق کناند

جواہر ریزے

تردید میں جلدی نہ کرو

اصل بات یہ ہے کہ جب تک انسان کسی بات کو خالی الذہن ہو کر نہیں سوچتا اور تمام پہلوؤں پر توجہ نہیں کرتا اور غور سے نہیں سنتا اُس وقت تک پرانے خیالات نہیں چھوڑ سکتا۔ اس لئے جب آدمی کسی نئی بات کو سنے تو اسے یہ نہیں چاہئے کہ سنتے ہی اس کی مخالفت کے لئے طیار ہو جاوے۔ بلکہ اُس کا فرض ہے کہ اُس کے سارے پہلوؤں پر پورا فکر کرے اور انصاف اور دیانت اور سب سے بڑھ کر خدا تعالےٰ کے خوف کو مدنظر رکھ کر تنہائی میں اُس پر سوچے۔ کہ میں جو کچھ اس وقت کہنا چاہتا ہوں وہ کوئی معمولی اور سرسری نگاہ سے دیکھنے کے قابل بات نہیں بلکہ بہت بڑی اور عظیم الشان بات ہے میری اپنی بنائی ہوئی نہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی بات ہے۔ اس لئے جو اس کی تکذیب کے لئے جرأت اور دلیری کرتا ہے وہ میری تکذیب نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کرتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب پر دلیر ہوتا ہے مجھے اس کی تکذیب سے کوئی رنج نہیں ہو سکتا البتہ اُس پر رحم ضرور آتا ہے کہ نادان اپنی نادانی سے خدا تعالیٰ کے غضب کو بھڑکاتا ہے

مجدد کے متعلق وعدہ

یہ بات مسلمانوں میں ہر شخص جانتا ہے اور غالباً کسی کو بھی اس سے بیخبری نہ ہوگی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد کو بھیجتا ہے۔ جو دین کے اُس حصہ کو تازہ کرتا ہے جس پر کوئی آفت آئی ہوئی ہوتی ہے۔ یہ سلسلہ مجددوں کے بھیجنے کا اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کے موافق ہے جو اس نے إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ میں فرمایا ہے۔ پس اس وعدہ کے موافق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی کے موافق جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے وحی پاکر فرمائی تھی یہ ضروری ہوا کہ اس صدی کے سر پر جس میں سے اُنیس برس گذر گئے۔ کوئی مجدد اصلاح دین اور تجدید ملت کے لئے مبعوث ہوتا۔ اس سے پہلے کہ کوئی خدا تعالےٰ کا مامور اُس کے الہام و وحی سے مطلع ہو کر اپنے آپ کو ظاہر کرتا مستعد اور سعید فطرتوں کے لئے ضروری تھا کہ وہ صدی کا سر آجانے پر نہایت اضطراب اور بیقراری کے ساتھ اس مرد آسمانی کی تلاش کرتے اور اس آواز سننے کے لئے سمہ تن گوش ہو جاتے جو اُنہیں یہ مژدہ سناتی کہ میں خدا تعالےٰ کی طرف سے وعدہ کے موافق آیا ہوں۔ یہ سچ ہے کہ

چودہویں صدی پر اکابر اُمت کی نظر لگی تھی

اور تمام کشوف اور رؤیا اور الہامات اس امر کی طرف ایما کرتے تھے کہ اس صدی پر آنے والا موعود عظیم الشان انسان ہوگا۔ جس کا نام احادیث میں مسیح موعود اور مہدی آیا ہے مگر میں کہوں گا کہ جب وہ وقت آگیا اور آنے والا آگیا تو بہت تھوڑے وہ لوگ نکلے جنہوں نے اس کی آواز کو سنا غرض یہ بات کوئی نرالی اور نئی نہیں ہے کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد آتا ہے پس اس وعدہ کے موافق ضروری تھا کہ اس صدی میں بھی جو اُنیس سال تک گذر چکی ہے، مجدد آئے اب اس دوسرے پہلو کو بھی دیکھنا ضروری ہے کہ کیا اس وقت اسلام کے لئے کوئی آفات اور مشکلات ایسی پیدا ہوگئی ہیں۔ جو کسی مامور کے لئے داعی ہیں۔ جب ہم اس پہلو پر غور کرتے ہیں۔ تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام پر اس وقت دو قسم کی آفتیں آئی ہیں اندرونی اور بیرونی

اسلام کی اندرونی حالت

اندرونی طور پر یہ حالت اسلام کی ہو گئی ہے کہ بہت سی بدعتیں اور شرک بھی توحید کی بجائے پیدا ہو گئے ہیں۔ اعمال صالحہ کی جگہ چند رسومات نے لے لی ہے۔ قبر پرستی اور پیر پرستی اس حد تک پہونچ گئی ہے کہ وہ بجائے خود ایک مستقل شریعت ہو گئی ہے۔ مجھ کو ہمیشہ تعجب اور حیرت ہوئی ہے کہ مجھ کو یہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ میں نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے حالانکہ اس کو انہوں نے نہیں سمجھا کہ میں کیا کہتا ہوں۔ مگر اپنے گھر میں یہ لوگ ہرگز غور نہیں کرتے کہ نبوت کا دعویٰ تو انہوں نے کیا ہے جنہوں نے اپنی شریعت بنا لی ہے کوئی بتائے کہ وہ ورد اور وظائف جو سجادہ نشین اور مختلف گدیوں والے اپنے مریدوں کو سکھاتے ہیں میں نے ایجاد کئے ؟ یا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اور سنت پر عمل کرتا ہوں۔ اور اس پر ایک نقطہ یا شعشہ بڑھانا کفر سمجھتا ہوں اور ہزارہا قسم کی

بدعات

ہر فرقہ اور گروہ میں اپنے اپنے رنگ کی پیدا ہو چکی ہیں۔ تقوہ اور طہارت جو اسلام کا اصل منشا اور مقصود تھا۔ جس کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطرناک مصائب برداشت کیں۔ جن کو بجز نبوت کے دل کے کوئی دوسرا دل برداشت نہیں کر سکتا وہ آج مفقود و معدوم ہو گیا ہے۔ جیلخانوں میں جاکر دیکھو جرائم پیشہ لوگوں میں زیادہ تعداد کن کی ہے۔ زنا۔ شراب اور اتلاف حقوق اور دوسرے جرائم اس کثرت سے

مسلمانوں میں جرائم کی کثرت

ہو رہے ہیں کہ گویا یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ کوئی خدا نہیں ! اگر مختلف طبقات قوم کی خرابیوں اور نقائص پر مفصل بحث کیجاوے تو ایک ضخیم کتاب طیار ہو جاوے ہر دانشمند اور غور کرنیوالا انسان قوم کے مختلف افراد کی حالت پر نظر کرکے اس صحیح اور یقینی نتیجہ پر پہنچ جاویگا۔ کہ وہ تقویٰ جو قرآن کریم کی علت غائی تھا۔ جو اکرام کا اصل موجب اور ذریعہ شرافت تھا۔ آج موجود نہیں۔ عملی حالت جس کی اشد ضرورت تھی۔ کہ اچھی ہوتی جو غیروں اور مسلمانوں میں مابہ الامتیاز تھی۔ سخت کمزور اور خراب ہو گئی ہے۔

معذرت

ناظرین کرام کو معلوم ہے کہ پیشتر سابق کی رمضانگی ولایت کے باعث نامنظوری جدید ڈیکلوریشن اخبار کا شائع ہونا موجب تاخیر ہوا۔ انشاء اللہ آئندہ حسب معمول پہونچا ناظرین ہوتا رہیگا۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے ... صاحب پبلشر نے گلزار محمدی سٹیم پریس لاہور میں باہتمام ... چھپوا کر ... شائع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۷ یکشنبہ مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۱۹ء نمبر ۶ و ۵

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کیلئے

تم میں اور ہم میں کیا فرق ہے؟

(۱)

ہم مانتے ہیں کہ خدا ایک ہے۔ اُس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ تمام صفات محمودہ اور ستودہ سے متصف ہے اور تمام عیوب ونقائص سے منزہ ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ خدا وقتاً فوقتاً اصلاح خلق کے لئے اپنے رسول اور نبی بھیجتا رہا۔ چنانچہ اُس نے مختلف ممالک میں مختلف زبانوں میں مختلف نبی اور رسول بھیجے ہم مانتے ہیں۔ ان انبیاء کے ساتھ کتابیں بھی نازل ہوتی رہی ہیں جو صحف الٰہیہ کہلاتی رہی ہیں۔ اور جن پر پہلو اً ایمان لانا ضروری ہے۔ ہم مانتے ہیں۔ اس سلسلہ انبیاء کا آخری نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے جو آج سے تقریباً تیرہ سو سال ملک عرب میں پیدا ہوئے۔ ہم مانتے ہیں۔ اُن کے ساتھ ایک کتاب قرآن مجید نازل ہوئی جو کتب سماویہ کی سب سے آخری کتاب ہے کہ جس کے بعد کوئی کتاب یا صحیفہ آسمانی نازل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت خاتم الشرائع ہے۔ اور قرآن مجید خاتم الکتب ہے ٭ ہم مانتے ہیں کہ جس طرح نبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی ہے ٭ ہم مانتے ہیں کہ جو احکام الٰہی قرآن کریم میں اور جو وصایا نبوی حدیث صحیحہ میں بیان ہوئی ہیں واجب العمل اور ہمارے لئے موجب فلاح دارین ہیں ٭ ہم مانتے ہیں کہ کلمہ توحید، پنجگانہ نماز، ماہ رمضان کے روزے، زکوٰۃ کا دینا۔ حج کرنا شعائر اسلام میں سے ہے۔ اور ہر ایک مسلمان پر ان کا ادا کرنا فرض ہے۔ ہم مانتے ہیں اسلام کی تعلیم کا خلاصہ یا لبّ لباب

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ہے اور اس کلمۂ توحید کو پڑھ کر ہر ایک انسان اسلام میں داخل ہو سکتا ہے۔

ہم مانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں فرمایا ہے۔ ان اللّٰہ یبعث علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہر ایک صدی کے سر پر ایک مجدد کو اس ملک میں مبعوث کرتا رہیگا۔ ہم مانتے ہیں اس حدیث نبوی کے ماتحت حضرت مجدد صاحب الف ثانی سرہندی۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب مجدد ہوئے ہیں۔ ہم مانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ ینزل فیکم ابن مریم۔ تم میں ابن مریم نازل ہوگا۔ اور جب وہ آئے تو اُس کو میرا اسلام پہنچانا۔

(۲)

تم بھی مانتے ہو۔ کہ خدا ایک ہے۔ تمام اوصاف حمیدہ سے متصف ہے۔ اور تمام اوصاف رذائل سے منزہ ہے تم بھی مانتے ہو۔ اس دنیا میں انبیاء ہوئے ہیں کتب سماویہ نازل ہوئی ہیں۔ تم بھی مانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخری نبی ہیں۔ اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے تم بھی مانتے ہو۔ کہ ہر ایک صدی پر مجدد آنے کا وعدہ زبان نبوی پر ہو چکا ہے۔ اور اسی کے مطابق مجدد الف ثانی صاحب اور شاہ ولی اللہ صاحب بزرگان دین مبعوث ہوتے رہے ہیں۔ تم بھی مانتے ہو۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسیح ابن مریم کے آنے کی پیشگوئی کی تھی ٭

(۳)

اب تم میں اور ہم میں فرق کیا ہے؟

ہم تمہاری تمام باتوں سے متفق ہیں۔ صرف فرق یہ ہے کہ تم کہتے ہو کہ مسیح ابن مریم ابھی آنے والا ہے ہم کہتے ہیں کہ وہ آگیا۔ ہم نے اس کو پہچان لیا۔ حکم نبوی کے ماتحت اُسکو تحفۂ سلام پہنچا کر اُس کے ساتھ ہو گئے۔ تم ابھی انتظار میں ہو۔ کہ وہ آنے والا ہے۔

اب بھلا تم ہی انصاف کرو۔ کہ اگر بالفرض محال اس رنگ ڈھنگ کا مسیح آجائے۔ جس کا تم پیشگوئی کے مطابق تصور جمائے بیٹھے ہو۔ تو کیا تم اس کے ساتھ ہونا۔ اس کی بیعت کرنا اس کے احکام کی پیروی کرنا۔ اُس کی جماعت میں داخل ہونا ضروری قرار نہیں دو گے۔ اور جو اس کی مخالفت کریں گے اُن کو بدقسمت اور گم کردہ راہ نہیں سمجھو گے؟

اگر تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی کچھ عزت ہے۔ تو ضرور تم اس کے ساتھ ہو جاؤ گے۔ اور اُس کے منکرین کو ملامت کرو گے۔

پس جس صورت میں ہمارے علم یقین میں وہی مسیح ابن مریم آگیا جس کا وعدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ اور جو تمام پیشگوئیوں کا مصداق ہے تو کیا ہم پر فرض نہیں۔ کہ ہم اُس کے ساتھ شامل ہوں؟ پھر ہمارا یہ ایمان کوئی وہمی اور خیالی نہیں۔ بلکہ معقول دلائل قرآن وحدیث کے ساتھ تاریخ کی نظائر پر مبنی ہے۔ اس سے پہلے بھی ایک مسیح دنیا میں آچکا ہے اس کی قوم کے ساتھ جو معاملہ پیش آیا۔ جس طرح اس کی قوم آسمان سے آنے والے کی راہ تکتی رہی وہ ہمارے لئے ابھی تک تازیانۂ عبرت ہے۔ جس طرح اس کی قوم نے جھوٹی اور غلط امیدیں باندھ کر اُس کو اپنے قیاس اور گمان باطل کے پیمانہ سے ناپنا چاہا۔ وہ آج تک سبق آموز ہے۔ پس ہم نے تاریخ عالم پر نظر کر کے۔ قرآن وحدیث سے استنباط کر کے امم سابقہ کی سوانح پر نظر ڈالکر۔ اور اس فیصلہ کے مطابق جو ایک مرتبہ حضرت مسیح ابن مریم کی عدالت سے نافذ ہو چکا ہے حضرت مرزا صاحب کو مسیح موعود مان لیا ہے۔

پس تم ہم سے محض اس لئے الجھتے ہو کہ ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نصیحت کے مطابق ایک شخص کو خادم اسلام سمجھ کر اس کا دامن پکڑ لیا ٭

(۴)

مگر تمہاری حالت بھی یہ ہے۔ کہ ابھی تک الانتظار اشد من الموت کا مزہ چکھ رہے ہو۔ اور سچ تو یہ ہے۔ کہ اب اس انتظار کا بھی خاتمہ نظر آرہا ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ تیرھویں صدی کے آخری ایام میں اہل اللہ اور متدین بزرگ چشم براہ تھے۔ کہ وہ مسیح آیا۔ چنانچہ اُن بزرگوں نے جنہیں احادیث اور مذہبی لٹریچر پر عبور کیا تھا۔ یہ بات وثوق سے کہہ دی تھی۔ کہ مسیح موعود کا چودھویں صدی میں ظاہر ہو جائیگا۔ نواب صدیق حسن خاں ایسے عالم متبحر نے بھی یہی خیال ظاہر کیا تھا دوسرے بزرگان دین بھی انہیں کے ہم نوا تھے۔ اور بعض تو دعائیں کرتے تھے۔ کہ خدایا ہمیں مسیح اور مہدی کا زمانہ دکھانا۔ بعض نجومیوں سے پوچھتے تھے۔ کہ ہم مسیح کے زمانہ کو پائیں گے یا نہیں۔ بعض قیاس واشکال سے سمجھتے تھے۔ کہ فلاں بزرگ میں ایسے آثار نظر آتے ہیں۔ کہ انہیں مسیح کے زمانہ پانے کی سعادت حاصل ہو ٭ بعض زمانہ کی رفتار سے اندازہ لگاتے تھے۔ اور کہتے تھے مسیح کے آنے کا زمانہ اب عنقریب ہے۔ انگریز محقق مسیح کی آمد ثانی کے زمانہ کو یہی زمانہ قرار دیتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ قریباً تمام نشانیاں پوری ہو چکی ہیں۔ اب صرف ظہور مسیح باقی ہے۔ غرض ہر ایک غور وفکر کرنے والا دماغ اس دھن میں تھا۔ اس فکر میں تھا۔ اس خیال میں تھا۔ کہ کسی طرح اُسے مسیح کا زمانہ مل جائے۔ جو اب قریب ہے مگر اب دیکھو تو کسی بزرگ کو خواہ وہ مرزا صاحب کو مانتا ہے یا نہیں مانتا کوئی انتظار نہیں۔ نہ مسیح کے زمانہ پانے کے لئے وہ اگلی سی خواہش ہے۔ نہ وہ اگلی سی انتظار ہے۔ مگر سب لوگ جو حضرت مرزا صاحب کو نہیں مانتے ایک مایوسی کی حالت میں پڑے ہیں۔ اور سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ لوگ جو کل تک مسیح کے آنے کے اس قدر منتظر تھے۔ آج انتظار سے بھی کیوں دست بردار ہو چکے ہیں؟

وہ شوق انتظار کی باتیں کدھر گئیں
اب ہم کو انتظار ہے اس انتظار کی

کیا ایک غور کرنے والی طبیعت کے لئے یہ نکتہ حیرت افزا نہیں۔ کہ حضرت مرزا صاحب کی بعثت کے ساتھ ہی لوگوں کی انتظار کا خاتمہ کیوں ہو گیا۔ کیا ہم پر آوازے کسنے والوں کا یہ قلبی فعل خود حضرت مسیح موعود کی صداقت پر دلالت نہیں کرتا؟ آخر اگر انہوں نے حضرت مسیح موعود کے دعوے کو نہیں تسلیم کیا تو اُن کی انتظار تو اور بھی بڑھنی چاہئے بشرطیکہ انہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں پر ایمان ہو۔ لیکن یہاں معاملہ برعکس ہے کہ حضرت صاحب کی بعثت کے ساتھ مخالف تک بھی اب مسیح کی انتظار سے سیر ہو چکے ہیں۔

اس کی اصل وجہ یہ ہے جس مسیح کو آنا تھا۔ وہ آچکا اور اُس کے آنے سے پہلے جو انتظار لوگوں کو لگی تھی وہ بطور ارہاص پیدا ہو چکی تھی۔ اب جب وہ آچکا ہے تو خدا تعالیٰ نے جو دلوں پر قابو رکھتا ہے۔ اس انتظار کو بھی محو کر دیا ہے۔

تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

پیغام صلح کی کسی گذشتہ اشاعت میں ہم اس فتوے قتل کو نقل کر چکے ہیں جو ہمارے مکرم میاں محمود احمد صاحب کے لب شکر بار سے صادر ہوا۔ اور دربار خلافت کے صحیفہ تشحیذ الاذہان اپنے جون نمبر میں افادات حضرت فضل عمر کے عنوان کے ماتحت دنیا میں شائع کیا۔ مگر اب الفضل کے ایڈیٹر صاحب اس صریح فتویٰ قتل کی تفسیر میں کالم سیاہ کر رہے ہیں اور ایسی نامعقول اور مذبوحی حرکات کرنے پر تلے ہوئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انکے حواس ٹھکانے نہیں۔ چنانچہ جناب مولانا نے اپنے مسیحا لغنی سے ان فقرات میں جو نئی روح پھونکی ہے۔ وہ ہر ایک صاحب مذاق سلیم کے سامنے کشت زعفران کا نظارہ پیش کرے گی۔ اور ہر ایک عقلمند انسان سمجھ لیگا کہ الفضل اب نہائت دیدہ دلیری سے اپنے پیر کو فتوے قتل کے الزام سے بری ٹھہرانا چاہتا ہے۔ ہم جناب والا کے تشریح الفاظ یہاں نقل کئے دیتے ہیں:۔

"اور فرمایا (یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ کہ خلیفہ ہو تو جو پہلے ہو۔ اس کی بیعت کرو۔ اور بعد میں جو دوسرا پہلے کے مقابل کھڑا ہو جائے جیسے لاہور میں۔ تو اُسے قتل کر دو۔ مگر یہ قتل کا حکم تب ہے۔ جب سلطنت اپنی ہے۔ اب اس حکومت میں ہم ایسا نہیں کر سکتے۔"

ان سطور میں "جیسا کہ لاہور میں ہے" کا فقرہ جو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کا فقرہ نہ تھا۔ نوٹ مرتب کرنے والے کا اپنا تھا۔ اس لئے حضور کے ارشاد پر ایڈیٹر صاحب تشحیذ نے ماہ جولائی کے پرچہ میں اس کے متعلق شائع کرایا تھا کہ:۔ "جیسے لاہور میں ہے" کا فقرہ اس طالب علم کا سمجھا جائے۔ جس نے اُس درس کے نوٹ ۱۹۱۸ء میں لئے تھے"

اس بودی اور لغو تاویل سے ہر ایک انسان سمجھ سکتا ہے کہ اب الفضل اور تشحیذ کے ایڈیٹر دونوں حرکات مذبوحی کر رہے ہیں ٭ مندرجہ بالا کا تجزیہ کیا جائے۔ تو نہایت لذیذ [illegible] اور دربار خلافت کے علم کلام میں ایک بیش بہا اضافہ ہو گا:۔

فرمایا۔ (یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ "خلیفہ ہو تو جو پہلے ہو۔ اس کی بیعت کرو۔ اور بعد میں جو دوسرا پہلے کے مقابل کھڑا ہو جائے" (بس میاں الفضل کے نزدیک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کلام ختم ہو گیا)۔ اور آگے اس مجہول الکنہ طالب علم کا بیان شروع ہوتا ہے):۔ "جیسے لاہور میں ہے" (یہ اُس طالب علم کا بیان ہے)۔ پھر آگے "قتل کر دو" یہ کلام پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ (مگر یہ قتل کا اب یہ کس کا کلام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یا اس مجہول الکنہ لڑکے کا۔ جس نے سن بلوغ کو پہنچنے سے پہلے نوٹ لینے شروع کئے تھے۔ کہ اس لڑکے کا نابالغ ہونا بھی الفضل کو ضرور شائع کرنا چاہئے۔ کہ کہیں قانون کی زد میں وہ لڑکا نہ آجائے۔ اور سب سے بہتر ترکیب تو یہ ہے۔ کہ یہ شائع کر دیا جائے۔ کہ یہ لڑکا وفات پا چکا ہے)۔ یا حضرت فضل عمر کا؟

سچ ہے۔ عقل چہ کیتا است کہ پیش مرداں

"فرمایا ہے" کے آگے تین چار فقرے بیان ہوئے جو کوئی زید کا ہے۔ کوئی بکر کا۔ کوئی خالد کا۔ مگر سب ایک "فرمایا ہے" کے ماتحت ہیں ٭ یہ عجیب منطق ہے۔ سچ ہے۔ ایک جھوٹ کو کھڑا کرنے کے لئے کئی جھوٹ بولنے پڑتے ہیں مگر اس ساری کھینچا تانی سے کچھ نہیں بنتا۔ اور الفضل کی اس تاویل کو عقلمند اس نگاہ سے دیکھینگے جس نگاہ سے وہ آجتک اس مثنوی کے شعر کو دیکھتے ہیں جس نے کہدیا تھا:۔

چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا
الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا

ہم مضمون میں الفضل نے یہ منطق بھی تراشی ہے کہ حضرت امیر تو خلافت کے مدعی نہیں۔ اس لئے وہ خلیفہ کیونکر ہو سکتے ہیں۔ اور میاں صاحب کیونکر ان کو خلیفہ سمجھ سکتے ہیں۔ مگر ہم پوچھتے ہیں۔ کہ پھر میاں صاحب کے ہر فقرہ لکھنے کی کیا ضرورت تھی:-

”مگر یہ قتل کا حکم تب ہے جب سلطنت اپنی ہو۔
اس حکومت میں ہم ایسا نہیں کر سکتے“

جب آپ کے مقابل کوئی خلیفہ نہیں تو ”اس حکومت میں ہم ایسا نہیں کر سکتے“ کا کیا مقام اور کیا محل؟

دیکھو میاں الفضل۔ خود اس عبارت سے ظاہر ہے کہ ”جیسے لاہور میں ہے“ کا فقرہ میاں صاحب کا ہی ہے جیسے کہ پچھلا فقرہ ”مگر یہ قتل کا حکم تب ہے جب سلطنت اپنی ہے“ میاں صاحب کا ہے۔ اب اس کو بھی کہدیا کہ نہیں یہ بھی اس مجہول الکنہ لڑکے کا ہے۔ تاکہ دروغگو را حافظہ نہ باشد کی مثل صادق آ جائے ٭

”برطانیہ اور افغانستان کے سیاسی تعلقات“

پنجاب پبلسٹی نے جس کی روح رواں خان صاحب عبدالعزیز خاں صاحب بی۔ اے سابق ایڈیٹر آبزرور ہیں۔ حال ہی میں برطانیہ و افغانستان کے سیاسی تعلقات کے نام سے ایک چھوٹی سی کتاب شائع کی ہے جس میں افغانستان کی قدیم تاریخ اور اسکے تعلقات سیاسی پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

موجودہ جنگ افغانستان کا ذکر کرتے ہوئے بتایا گیا ہے۔ کہ ”وہ ملک جس کی تمام مکمل آبادی تریسٹھ لاکھ دس ہزار پانچ سو۔ اور یہ آبادی بھی مختلف قبیلوں کی رقابتوں اور خانہ جنگیوں کی وجہ سے ٹکڑے ٹکڑے ہو۔ اس سلطنت کا کیا مقابلہ کر سکتا ہے جس کی وسعت پر کبھی آفتاب غروب نہیں ہوتا۔ اور جس نے جرمنی سے جنگ کے لئے پچھتر لاکھ فوج بہترین ساز و سامان سے مسلح جمع کی تھی“

کتاب کی عبارت نہایت سلیس اور عام فہم ہے اور درسی کتابوں کی طرح $\frac{20 \times 30}{16}$ کی تقطیع پر چھپی ہے۔ چھپائی لکھائی کاغذ سب عمدہ ہے۔ قیمت ۲ ر ٭

”سزائیں عطا ہوئیں“

کسی گذشتہ اشاعت میں ہم نے یہ شکوہ کیا تھا۔ کہ ہمارے ہندو معاصرین جنہیں اُردو سے بُغض و عناد ہے اپنے جرائد میں سنسکرت کے الفاظ کی بھرمار کر کے اُردو کی صورت مسخ کر رہے ہیں لیکن ”مسافر آگرہ“ کی ۱۸ رجولائی کی اشاعت نے ہمیں اس امر کا گلہ کرنے کا موقعہ دیا ہے کہ معاصر ممدوح اُردو زبان میں ایسے جدید محاورات کو داخل کرنے کی کوشش کر رہا ہے جس سے یہ زبان اگر خالی ہی رہتی تو مناسب تھا۔ مثلاً اشاعت محولہ بالا میں مسافر رقمطراز ہے:-

(۱) ”ان ہی بدنصیب سزا یافتہ ملزموں میں سے ہیں سے لائل پور کے تین معزز وکیل یعنی مسٹر بودھراج۔ بھگت رام۔ سردار سنت سنگھ بھی ہیں جنہیں چار چار سال قید سخت و پندرہ پندرہ سو روپیہ جرمانہ کی سزائیں عطا ہوئیں“

یہ عجیب بات ہے کہ جن لوگوں کو مسافر ”بدنصیب“ قرار دیتا ہے۔ انہیں عطیہ شاہی کا مورد بھی تسلیم کرتا۔ ہماری جو دعا ہے خدا کرے ایڈیٹر صاحب کو اس قسم کا عطیہ شاہی کبھی میسر نہ آئے۔

ہمارا خیال تھا۔ کہ غالباً یہ سہو کاتب ہوگا۔ مگر یہ خیال غلط نکلا۔ کہ مندرجہ بالا حوالہ سے قطع نظر بھی ہر جگہ اسی مطلب کے لئے مسافر نے یہی الفاظ استعمال کئے ہیں۔ چنانچہ سزاؤں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

(الف) عدالت خاص نے تین سال قید سخت و ایک ہزار روپیہ کی سزا عطا ہوئی“

(ب) سوامی بھوانند جی کو عمر قید بعبور دریائے شور کی سزا کے علاوہ ضبطی جائداد کی سزا عطا ہوئی ہے“

یہ آخری جملہ نہایت معقول ہے۔ کہ اس میں جائداد ضبط کرنے کا عطیہ ملا ہے ٭

حضرت خواجہ صاحب اور آریہ گزٹ

الفضل میں خواجہ صاحب اور مولوی فیض احمد صاحب کے مابین مکالمہ درج ہوا تھا۔ اس مکالمہ کی جو حقیقت ہے وہ تو ہمارے مکرم دوست سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحب اپنی مراسلت میں کھول چکے ہیں۔ مگر آریہ گزٹ اس پر خوش معلوم ہوتا ہے۔ اس کے نزدیک خواجہ صاحب تبلیغ اسلام میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یونہی دوران ذکر میں پیش کر دیتے ہیں۔ چنانچہ اس پر حاشیہ آرائی کرتا ہوا رقمطراز ہے:-

”بات بھی سچی ہے کہ اسلام اگر الٰہی مذہب ہے۔ تو اس کو کسی انسان کے ساتھ منسوب کرنا بہتر معلوم نہیں ہوتا“

ہمیں معلوم نہیں کہ آریہ گزٹ کو یہ نئی بات کہاں سے معلوم ہوئی ہے۔ تمام مسلمان اسلام کو خدا کا دین ہی سمجھتے ہیں۔ اور اس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف اس طرح منسوب نہیں کرتے۔ کہ گویا آنحضرت صلعم اس کے موجد ہیں۔ ہاں ہمیں اسلام کے آئین و قوانین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے پہنچے ہیں۔ اور آریہ گزٹ کو غالباً رشیوں منیوں کے وجود سے انکار نہیں ہوگا ٭

ایثار کی بہترین مثال

ہمارا ایک عام مشاہدہ ہے کہ پارسی قوم کے لوگ ہندوستان میں جہاں کہیں بھی رہتے ہیں۔ نہایت عزت و آبرو سے رہتے ہیں۔ تقریباً سب کے سب تعلیم یافتہ ہیں۔ ہندوستان میں تجارت کا ایک بہت بڑا حصہ ان کے ہاتھوں میں ہے۔ اسکی اصل وجہ یہ ہے۔ کہ پارسی قوم کے افراد اپنی قوم کے لئے ایثار کرنا جانتے ہیں۔ چنانچہ مسٹر اردیسر سہراب جی نے جن کا انتقال گذشتہ یکم جون کو ہوا۔ ایک وصیت کے ذریعہ ۱۵ لاکھ اپنی طرف سے اور تین لاکھ اپنے بھائی کی طرف سے پارسی قوم کو تفویض کیا۔ کہ اس رقم سے پارسی طلبا کو جو آرٹ یا سائنس کی تعلیم کے لئے انگلستان۔ جاپان یا امریکہ جانا چاہیں وظائف دیئے جائیں۔

اس قوم کے ایک فرد کی مثال ہے۔ جو اسلام کی نعمت عظمےٰ سے محروم ہے۔ مسلمانوں کو اس مثال سے سبق سیکھنا چاہیئے۔ کہ جو قومیں دُنیا میں زندہ رہتی ہیں۔ وہ ایثار کر کے زندہ رہتی ہیں۔ مسلمان بھی اب اگر زندہ رہنا چاہتے ہیں۔ تو اس کا ایک ہی طریق ہے۔ کہ وہ اسلام کے لئے روپیہ خرچ کرنا سیکھیں۔ صحابہ کرام رضہ نے اپنی جان و مال اسلام پر قربان کر دیا تھا۔ مگر اس کے معاوضہ میں جو کچھ قوم کو ملا۔ وہ اس جان و مال سے کہیں بڑھ کر تھا۔

اس طرح اگر آج مسلمان اشاعت اسلام اور قومی فرائض میں ایثار سے کام لیں تو پھر وہ وہی زمانہ دیکھ سکتے ہیں ٭

ہوائی پرواز کے امکانات

موجودہ زمانہ کی سب سے حیرتناک ایجاد وہ اختراع ہے جس سے انسانوں کے ثقیل و کثیف جسم فضائے ہوا میں پرواز کرتے پھرتے ہیں اور جس کے متعلق مستقبل قریب میں ایسے اہم امکانات روشن ہیں۔ کہ دنیائے تہذیب میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو جائیگا۔ مسٹر مانٹیگو نے انسانی پرواز کے آئندہ امکانات پر تقریر کرتے ہوئے بیان کیا۔ کہ ایک سال کے عرصہ میں جن لوگوں کو روپیہ کی چنداں پرواہ نہیں۔ انگلستان سے ہندوستان تک بآسانی پرواز کر سکیں گے۔ اور وہ وقت دور نہیں جب ہندوستان کے راجے دہلی دربار کے موقعہ پر شاندار ہوائی جہازوں میں سوار ہو کر پہنچا کریں گے۔ اگر ہوائی ڈاک کا محصول ۲ شلنگ فی اونس کے حساب سے رکھا جائے تو موجودہ حالات کے ماتحت انگلستان اور ہندوستان کے درمیان ہوائی ڈاک کی آمدنی ایک پونڈ فی میل ہوگی۔ اور خرچ صرف دس شلنگ فی میل۔ لارڈ مانٹیگو نے بھی بیان کیا کہ ہندوستان کے اندر دور دراز مقامات کے درمیان سفر کرنے کے لئے ہوائی جہازوں سے بہت مدد ملے گی۔ شملہ اور بمبئی کے درمیان دو ریلوے لائنیں ہیں جن میں سے ایک کا فاصلہ ۱۰۰۰ اور دوسری کا ۱۲۵۰ میل ہے۔ تیز سے تیز سفر آج ذریعہ سے ۴۸ گھنٹہ میں طے ہوتا ہے۔ لیکن یہی فاصلہ ہوائی جہاز کے ذریعہ سے ۱۱۷ گھنٹہ میں ہو سکتا ہے۔ اسی طرح کراچی سے دہلی تک کے سفر میں وقت کی بہت کفایت ہو سکیگی۔ ہوائی جہازوں کے ذریعہ آمد و رفت ہونے سے کشمیر کی آمد و رفت بھی بہت سہل ہو جائے گی ٭

جہاں پرواز انسانی کی ترقیات دنیا کی تمدن اور اقتصادی زندگی پر ایک گہرا اثر ڈالینگی۔ وہاں مسلمانوں کے لئے یہ امر

خاص طور پر مسرت انگیز ہے۔ کہ اس سے تبلیغ اسلام کے کاموں میں بہت آسانیاں میسر آ جائینگی۔ اس وقت ہمارا ایک مشن انگلستان میں کام کر رہا ہے۔ اور عنقریب انشاءاللہ دیگر ممالک میں مشن کھلنے والے ہیں اس نقطۂ نگاہ سے یہ سب ایجادات تبلیغ اسلام کے لئے ایک امداد غیبی ہیں۔ اور خدا کا شکر ہے۔ کہ اگر اس نے ایک طرف حضرت مسیح موعود کے ذریعہ سے اشاعت اسلام کے کام کی بنیاد رکھی۔ دوسری طرف اس کی کامیابی کے لئے عجیب و غریب سامان مہیا کر رہے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مشیت ایزدی میں اشاعت اسلام کے لئے یہی وقت مقدر ہے ٭

انفلوئنزا اور حکومت ہند کی تجاویز حفظ ماتقدم

حکومت ہند نے لوکل گورنمنٹوں کے نام ایک گشتی مراسلت شائع کی ہے۔ جس میں وبائی نزلہ کے متعلق اُن انسدادی تدابیر کا ذکر ہے۔ جو گورنمنٹ ہند نے بطور حفظ ماتقدم اختیار کی ہیں۔ اور جن کے بارہ میں اُس نے لوکل گورنمنٹوں کی رائیں طلب کی ہیں۔ دوران مراسلت میں گورنمنٹ نے یہ تجویز کی ہے۔ کہ جب وبا پھیل رہی ہو۔ تو اسوقت ریلوے سٹیشنوں میں مسافروں کے ہجوم کو محدود کیا جائے۔ وبائی نزلہ کے ٹیکہ کے متعلق گورنمنٹ نے یہ تسلیم کیا ہے۔ کہ ابھی تک اس کی سودمندی کا مسلمہ طور پر پتہ نہیں لگا۔ اس لئے اسکو قابل علاج کا ذریعہ سمجھنا غلطی ہوگی۔ ٹیکہ کے بارہ میں اس بات کی خاص احتیاط رکھی جائے گی۔ کہ کوئی غیر تربیت یافتہ نام نہاد ڈاکٹر اس کو عمل میں نہ لائے۔ اور پلیگ کی طرح وبائی نزلہ کے ٹیکہ کا انتظام سول ہسپتالوں میں کیا جائے۔ حکومت ہند کے سینٹری کمشنر نے وبائی نزلہ کے بارے میں جو رپورٹ گذشتہ ۱۲ اپریل کو شائع کی ہے اس میں عام نقطۂ خیال سے اس اہم انسدادی تدبیر پر زور دیا گیا ہے کہ دبا کے دنوں میں اعتدال کے ساتھ ورزش کرنا۔ اچھی خوراک کھانا۔ تکان سے بچنا۔ اور منشیات سے پرہیز کرنا مناسب ہے۔ اگرچہ یہ ضروری نہیں۔ کہ ہر صحیح الجسم شخص کمزور شخص کے مقابلہ میں وبائی نزلہ کا مقابلہ بہتر طور پر کر سکتا ہے ٭

تکفیر کی ارزانی

اس زمانہ میں یوں تو ہر چیز گراں ہے۔ مگر ہمارے مکرم میاں صاحب کے دم قدم سے کفر بازی اور تکفیر سازی بہت ارزاں ہو رہی ہے۔ کیونکہ خدا رکھے میاں صاحب کی کارگاہ میں کفر و تکفیر کے آئے دن کئے آلات اور ساختوں وضع ہوتے رہتے ہیں۔ ان ہی جدید الاختراع اصولوں کی بدولت میاں صاحب کے ایک مرید گذشتہ سال بھر کی مجلس میں حضرت امیر سے گفتگو کرتے کرتے یہاں تک پہنچے کہ خود میاں صاحب کے خلاف بھی فتوے کفر دینے لگے بلکہ اب ہمیں معلوم ہوا۔ کہ وہ بیچارے قصوروار نہ تھے چنانچہ ہمارے مکرم میاں صاحب ۲۰ جولائی کے خطبہ جمعہ میں جماعت کو نصیحت کرتے کرتے فرماتے ہیں:-

”جس میں اطاعت نہیں وہ مسلم نہیں۔ جو مسلم نہیں وہ مومن نہیں۔ جو مومن نہیں وہ کافر ہے خواہ وہ احمدی ہی کہلاتا ہو“

جزاك الله! ساری دنیا کو کافر بنا کر اب خیر سے احمدیوں پر بھی ہاتھ صاف کرنے کی ٹھانی ہے۔ مگر مقام شکر ہے۔ کہ ہمارے پر آپ کی خاص مہربانی ہے کہ ہمارے متعلق حضور فرما چکے ہیں۔ کہ خواہ ہم آپ کو کافر بلکہ اکفر ہی کہیں۔ حضور والا ہمیں کافر نہیں کہیں گے۔ اس لئے ہم تو میاں صاحب کے نزدیک کافر نہیں ہو سکتے۔ لانا ”احمدی کافر“ میاں صاحب کے اصولوں کے مطابق خود میاں صاحب کی جماعت میں سے ہی ہو سکتے ہیں۔ اور ہمیں نہایت خوشی ہوگی۔ جس وقت ایسے کفار کی کوئی فہرست الفضل میں شائع کی جائے گی ٭

انا للہ وانا الیہ راجعون

نہایت افسوس سے ہم یہ خبر لکھتے ہیں۔ کہ ہمارے عزیز دوست سید حیات علی شاہ صاحب جاگیردار دمبرواہ وانہ احمدی جماعت کے ایک نہایت مخلص اور معزز ممبر تھے۔ ۱۹ رجولائی کو سرگودھے عالم لقا ہو گئے۔ آپ گھوڑے پہ سوار تھے۔ اور

حضرت امیر ایدہ اللہ کا ارشادِ گرامی

اپنے احباب کو ایک ضروری نصیحت

اس وقت میں ان سطور کے ذریعہ سے اُن احباب کو جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے تعلق رکھتے ہیں ایک اہم امر کیطرف توجہ دلانے کی ضرورت سمجھتا ہوں۔ اشاعت اسلام کا کام جو ہم اس وقت کر رہے ہیں۔ وہی کام ہے جس کو سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو کر اللہ اس زمانہ کے مجدد کے ہاتھ پر اقرار کرکے ہم نے اپنی زندگیوں کا نصب العین قرار دیا۔ اور اس مقصد کو ہاتھ میں لیکر ہم نے مئی ۱۹۱۴ء میں اس انجمن کی بنیاد رکھی۔ اس کام میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے احباب نے گذشتہ پانچ سال میں جسقدر کوشش کی ہے۔ وہ خود اپنے نتائج سے ظاہر ہے۔ جن نتائج کو نہ صرف ہندوستان بلکہ بیرونی پبلک بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی ہے اور جس کا اعتراف سارے مسلمانوں کو یہاں تک ہے کہ وہ خود بھی ہمارے ساتھ ملکر اس کام میں حصّہ لے رہے ہیں۔ میرا منشاء اس وقت اس کام پر نظر کرنا نہیں۔ بلکہ اپنے احباب کو یہ توجہ دلانا ہے۔ کہ اس وقت اور بھی زیادہ ضروری ہو گیا ہے۔ کہ ہم پہلے سے بڑھ کر اس کام کے لئے کوشش کریں۔ اور ہماری توجہ ہمہ تن اس کام کی طرف ہو

دُنیا میں وہ حالات پیدا ہو گئے ہیں جو اسلام کی اشاعت کے مؤید ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی ان انقلابات سے جو اس جنگ کے نتائج کے طور پر ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ عام طور پر طبائع انسانی میں بھی ایک ہیجان پیدا ہوا ہے۔ پس اگر ایک طرف ہمکو اسلئے خالصتاً اس کام پر جس قدر ممکن ہے کوشش کرنی چاہئے۔ کہ ہم ان اسباب موافقہ سے فائدہ اٹھا کر اس انجمن کے قیام کی اصل غرض کو پورا کر سکیں۔ تو دوسری طرف اس لئے بھی ضرورت ہے کہ ان خیالات سے جو عام طور پر طبائع میں ملکی ترقی کے لئے موجزن ہو رہے ہیں۔ ہماری جماعت کے کوئی افراد متاثر ہو کر اپنی اصل غرض سے علیحدہ نہ ہو جائیں۔ قومی بہبودی کا کوئی کام ہو۔ جب تک جائز حدود کے اندر ہو ایک نیک کام ہے۔ مگر مجھے اگر یہ ضرورت پیش آئی ہے۔ کہ اپنے احباب کو اس وقت معاملات ملکی میں پڑنے سے روکوں تو صرف اس لئے کہ اس طرح ہماری قومی توجہ منتشر ہو جائے گی۔ اور ہم اپنی اصل غرض کے دائرہ سے باہر نکل کر اشاعت اسلام کی تحریک کو جو ہمارا اصل مقصد ہے کمزور کرنے کا موجب ہوں گے۔

حضرت مسیح موعود نے ایک مرتبہ نہیں بلکہ بارہا اس بات کا اعلان کیا کہ میرے بھیجا جانے کی اصل غرض اشاعت اسلام ہے اور اسی ایک کام کے لئے ہی آپ نے اس جماعت کو تیار کیا۔ اور درحقیقت یہ اس حکم قرآنی کی تعمیل میں تھا۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو صراحت سے حکم دیا ہے ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولٰئک ھم المفلحون۔ اور چاہئے کہ تم میں سے ایک ایسا گروہ ہو جو الخیر یعنی قرآن کی طرف لوگوں کو دعوت دیں۔ اور نیکی باتوں کے کرنے کا حکم دیں۔ اور بری باتوں سے روکیں اور یہی کامیاب ہوں گے۔ پس قرآن کی یہ کھلی کھلی تعلیم تھی کہ مسلمانوں میں ہر زمانہ میں ایک ایسا گروہ رہے جن کا کام ہی تبلیغ دین اور اشاعت اسلام ہو۔ اس لئے جب اس زمانہ میں اس کام کی طرف مسلمانوں کی توجہ کم ہو گئی۔ اور گو اپنے طور پر بعض لوگ اس نیک کام کو اپنی ہمت کے مطابق کرتے رہتے ہیں مگر عام طور پر مسلمانوں میں کوئی جماعت نہ رہی جو اس حکم قرآنی کی تعمیل کرتی اور دوسری طرف دُنیا میں اشاعت اسلام کی ضرورت پہلے زمانہ سے بڑھکر پیدا ہو گئی۔ کیونکہ دُنیا میں علمی اور ذہنی ترقی سے خود وہ ہوا چل گئی جس نے غلط عقائد کا ابطال کرکے اسلام کی ترقی کی راہ کھولدی تو اللہ تعالےٰ نے اس صدی کے سر پر جو مجدد بھیجا اسکو خاص طور پر اس کام کے لئے مامور کیا۔ اور اس کو یہ حکم دیا کہ وہ ایک جماعت تیار کرے جو اس غرض کو اپنے سامنے رکھے۔ پس ہمارا وجود بحیثیت ایک انجمن اور جماعت کے محض اسی غرض اشاعت اسلام کے لئے ہیں اور جس قدر ہم اس طرف توجہ کریں گے۔ لازماً اسی قدر اصل کام میں سستی واقع ہو گی۔ اور اس لئے ہمارا یہ فرض بھی ہے کہ وقتاً فوقتاً اپنی حالت پر غور کرتے رہیں اور دیکھتے رہیں کہ اصل مقصد سے ہمارا قدم اِدھر اُدھر تو نہیں ہو گیا۔ اور اگر کہیں ہمارے افراد میں اس اصل مقصد سے توجہ ہٹ کر دوسری طرف جاتی ہوئی نظر آتی ہو۔ تو اسکی اصلاح اور اس کا علاج فوراً کریں۔ اور از سر نو اپنی تمامتر توجہ کو اشاعت اسلام پر لگا دیں اور دوسرے پہلو خواہ وہ کیسے ہی خوش نما بلکہ فی الواقع مفید ہی کیوں نہ ہوں ان میں پڑنے سے اپنے آپ کو روکیں۔ تاکہ اصل کام کو نقصان نہ پہنچے۔ اور بھی بہتیرے نیک کام دُنیا میں ہیں۔ مگر ہم ایک خاص عہد کے ذریعہ سے صرف ایک خاص کام کے لئے کھڑے کئے گئے ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ تمام نیکی کے کاموں میں یہ سب سے بڑھ کر نیکی کا کام ہے۔ دُنیا کی ساری قوموں کو خدا کی طرف بلانا۔ اچھی باتوں کی سب کو نصیحت کرنا۔ بُری باتوں سے روکنا۔ اس سے بڑھ کر کوئی کام نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کام کیلئے قرآن شریف نے یہ ضروری ٹھیرا دیا۔ کہ ہر وقت اہل اسلام میں ایک گروہ ایسا ہو۔ جس کے مدنظر یہ مقصد ہو۔ پس اتنی اہم غرض کو نقصان پہنچنے سے بچانا ہمارا کس قدر ضروری فرض ہے۔

اس لئے میں اپنے سب احباب سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ ان حالات میں جو اس وقت دُنیا میں پیش آ رہے ہیں اپنی اپنی زندگیوں کا مطالعہ کریں۔ اور خوب غور کرکے دیکھیں کہ آیا ان کی توجہ کا کچھ حصّہ اور کاموں پر تو صرف نہیں ہو رہا۔ ہماری قوم کا ہر فرد جب تک اس ہماری قومی شخصیت کے رنگ میں رنگین نہ ہو گا۔ یعنی صرف ایک اشاعت اسلام کا درد اس کے دل میں موجزن نہ ہو گا۔ اور دوسری تمام کوششوں سے اس کا دل ٹھنڈا نہ ہو گا۔ اس وقت تک ہمیں اس مقصد کے حصول میں بڑی کامیابی کبھی نہیں ہو سکتی۔ ہمارا تعداد میں تھوڑا ہونا ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ مگر ہمارے افراد کی توجہ میں جو اس کام کے لئے مخصوص ہو۔ تشتت کا واقع ہونا اور دوسری اطراف میں خیالات کا چلا جانا ہمارے لئے موجب نقصان ہے۔ کیا یہ خدا کا احسان نہیں کہ دُنیا میں اس قدر انقلابات کے باوجود کہ سلطنتوں کی سلطنتیں مٹ گئیں۔ اور نئی سلطنتیں کھڑی ہو گئیں اشاعت اسلام کے کام میں نہ صرف کوئی رکاوٹ ہی پیدا نہیں ہوئی۔ بلکہ اس کے لئے مؤید اسباب پیدا ہو گئے ہیں ایک طرف اگر خود اصول اسلامی دُنیا میں روز بروز زیادہ قبول ہوتے جاتے ہیں۔ تو دوسری طرف کیا یہ سچ نہیں۔ کہ اس عالمگیر جنگ میں مختلف اقوام کی باہم میل ملاپ سے ایک دوسرے کو بہتر سمجھنے کی کوشش ہونے لگی ہے اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ عام طور پر جو یورپ میں اسلام کے خلاف تعصب ہے وہ آہستہ آہستہ دلوں سے دور ہوتا جائیگا۔ پھر اس کے ساتھ ہی ایک عالمگیر صلح اس بات کی امید دلاتی ہے کہ اسلام کی ترقی کے لئے خاص سامان پیدا ہو گیا ہے۔ کیونکہ تاریخ اس پر گواہ ہے کہ اسلام نے صلح کے زمانہ میں ہی ہمیشہ بڑی بڑی ترقیات کی ہیں۔ پس جب اس قدر سامان اشاعت اسلام کے لئے موافق نظر آتے ہیں۔ تو کیا اس وقت ہمارا کسی دوسری بحث میں پڑنا اور کسی اور مقصد کو ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے سامنے لانا اللہ تعالیٰ کی ناشکرگذاری نہیں۔ پس میں پھر اپنے دوستوں سے یہ درخواست کرتا ہوں، کہ وہ اس عظیم الشان مقصد کی راہ میں کسی بات کو حائل نہ ہونے دیں اور اپنی ساری توجہ صرف اسی ایک کام پر لگا دیں۔ اور معاملات ملکی سے بالخصوص اپنے آپ کو کلیتہً علیحدہ رکھیں۔ کیونکہ جو شخص ان میں پڑیگا اس کی توجہ بھی پھر زیادہ تر اسی طرف چلی جائیگی اور وہ اپنے اصل مقصد سے بالکل الگ ہو جائیگا۔ ایسا شخص بانی سلسلہ کی اغراض میں معاون نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ وہ اصل مقصد کو اپنے وجود سے نقصان پہنچاتا ہے۔

یہ تو بالکل صحیح ہے۔ کہ اسلام ایک ایسا جامع مذہب ہے۔ جو فطرت انسانی کی تمام شاخوں کی تربیت پر حاوی ہے اور وہ دینی اور دنیوی دونوں قسم کی بہبودی کے سامان اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور انسانی معاملات کے کسی حصہ کو اسکی تعلیم سے باہر نہیں رکھا جا سکتا۔ بلکہ تمام معاملات میں وہ ایک سیدھی اور صواب کی راہ بتاتا ہے۔ مگر میرا مقصد اس وقت صرف اسی قدر ہے کہ ہماری جماعت کے افراد اگر معاملات ملکی میں پڑیں تو وہ اپنے اصل کام کو نقصان پہنچانے کا موجب ہونگے۔ وہ جو عہد کرکے اس جماعت میں شامل ہوئے ہیں اسکو مدنظر رکھیں وہ سب سے اشرف اور اعلیٰ کام ہے۔ اور دوسرا جو کام ہے وہ سب اس سے نیچے ہے۔ رہا یہ سوال کہ ہر قوم کو اپنے تعلقات کو جو حاکم و محکوم میں ہیں کھول کر بیان کرنا ضروری ہے۔ تاکہ اس معاملہ میں اس کا کوئی فرد ٹھوکر نہ کھائے۔ سو خدا کے فضل سے یہ حصّہ بھی ایسا ہے کہ اس میں حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم ہمارے لئے پہلے سے ہی ہادی راہ ہے۔ اور یہ خوشی کی بات ہے۔ کہ ہماری قوم نے بحیثیت ایک قوم کے اس معاملہ میں ہمیشہ اسی صحیح راہ پر قدم مارا ہے جس راہ پر بانی سلسلہ نے ان کو چلایا۔ آپ کی انشی کی قریب تحریر ملا ہیں کمتر ہی کوئی تحریر ایسی ہو گی جس میں آپ نے ان تعلقات کو واضح کرکے بیان نہیں کر دیا علاوہ ریہ بھی بتا دیا۔ کہ حاکم وقت کے ساتھ وفاداری سے رہنا ہمارے مذہب میں سے ہے۔ اور یہی تعلیم قرآن شریف کی بھی ہے۔ پس اس کھلی کھلی تعلیم کے ہوتے ہوئے ہمیں کسی مزید وضاحت کی ضرورت نہیں۔ یہی ہماری تعلیم ہے اور اسی کا دُنیا میں بار بار اعلان ہو چکا ہے۔ جو شخص اسکے خلاف کچھ سمجھتا ہے۔ یا جو محض عناد کی وجہ سے اس کے خلاف ہماری طرف منسوب کرتا ہے۔ یہ دونوں غلطی پر ہیں۔ ہم اس موجودہ گورنمنٹ کے ماتحت رہ کر اپنی اصل غرض کو جو اشاعت اسلام ہے۔ ہر طرح سے پورا کر سکتے ہیں۔ اور اس لئے ہم اس کے مشکور بھی ہیں۔ اسلام کی تعلیم کوئی ایسی چیز نہیں کہ جبتک اس کے ساتھ بادشاہت نہ ہو۔ وہ دُنیا میں مقبول نہ ہو گا۔ بلکہ اس کی کشش اس قدر زبردست ہے کہ اس نے پہلے بھی دنیا میں یہ نظارہ دکھایا ہے اور اب بھی وہ نظارہ ایک حد تک ہم دیکھ رہے ہیں کہ کس طرح باوجود مسلمانوں کے محکوم ہونے کے اس نے حکام کے دل میں گھر کر لیا ہے۔ اگر رسول اللہ صلعم کی مکی زندگی میں نجاشی شاہ حبش چند مسلمانوں کے دہاں اپنے ماتحت پناہ گزین ہونے سے اسلام کا شیدا ہو جاتا ہے تو کیا آج اسلام میں وہی کشش باقی نہیں؟ یقیناً ہے۔ پس تعلقات ملکی میں ہمارا اصول حاکم وقت کی فرمانبرداری اور اُس کے ساتھ وفاداری ہے۔ جو کوئی شخص حکام وقت کے خلاف خفیہ منصوبے کرتا ہو۔ یا علے الاعلان بغاوت کا اظہار کرتا ہو۔ ہمارا اُس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں یہ امر قرآن کریم کے خلاف ہے جو شخص ایسے لوگوں سے تعلق رکھتا ہے میں علے الاعلان کہتا ہوں کہ ایسے شخص کا ہماری جماعت سے کوئی تعلق نہیں۔ اور باوجود ہمارے کھلے اعلان کے جو پہلے بھی کئی دفعہ ہو چکا ہے جو شخص ہماری طرف ایسی باتیں منسوب کرتا ہے کہ ہماری جماعت کوئی تعلق ایسے لوگوں سے رکھتی ہے وہ محض شرارت کے طور پر ہم کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے جیسا کہ اس وقت بھی ہمارے ایک فریق مخالف نے اس قسم کی کوشش کی ہے۔ مگر وہ بیچارے معذور ہیں جب وہ علی الاعلان قتل کا فتوے دے چکے ہیں۔ اور صرف اس گورنمنٹ سے خوف کا اظہار کیا ہے۔ کہ پکڑے جائیں گے تو مارے جائینگے۔ پس وہ اگر گورنمنٹ کی نظر سے بچکر ہمکو ناجائز طور پر کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کریں تو یہ کوئی مستبعد امر نہیں۔ تو ہمیں خود ہی چاہئے۔ کہ اپنے آپ کو تہمت کے موقعوں سے بچانے کی کوشش کریں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ تہمت کے موقعوں سے اپنے آپکو بچاؤ۔ یعنی ایک تو یہ ہوتا ہے۔ کہ انسان بعض وقت فی الواقع کسی بُرے کام میں مبتلا ہو جاتا ہے مگر بعض وقت وہ ہوتا تو بری الذمہ ہے۔ مگر اس کے کسی فعل کی وجہ سے دوسروں کو اس پر تہمت لگانے کا موقعہ مل جاتا ہے اپنے آپکو ایسے موقعوں سے بھی بچانا چاہئے۔ پس میں اپنے احباب سے یہ درخواست کرونگا۔ کہ اگر اُن کے کسی فعل سے جو انفرادی طور پر وہ کریں قوم پر تہمت لگتی ہو۔ تو اُن کا اور بھی ضروری فرض ہو جاتا ہے کہ وہ ایسے افعال سے بالکل اجتناب اختیار کریں گذشتہ شورش میں جو پنجاب میں ہوئی۔ میں یہ دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ ہماری جماعت من حیث الجماعۃ نہ صرف مجتنب رہی ہے بلکہ حتی الوسع اس کے خلاف بھی کوشش کرتی رہی ہے جس کا دل چاہے جہاں جہاں اس جماعت کے مقتدر افراد ہیں دریافت کرے۔ مثلاً پشاور، راولپنڈی، ایبٹ آباد، سیالکوٹ، وزیر آباد، جہلم، گوجرانوالہ، لائل پور، ڈیرہ غازیخان، فیروزپور، لاہور وغیرہ۔ اگر جماعت کا رویہ حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم کے خلاف ہوتا۔ تو اُن مقامات میں سے کسی مقام پر اس کا اظہار ہوتا۔ لیکن اگر کسی مقام پر ایک آدھ جماعت کا کوئی فعل جو غلطی یا غلط فہمی سے پیدا ہوا ہو۔ جو محل اعتراض ہوا ہو۔ تو اس سے جماعت کے عام رویہ پر اشتباہ پیدا کرنے کی کوشش کرنا جو اس وقت ہمارے فریق مخالف نے کی ہے محض عناد کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ ایک دو افراد ان کی جماعت میں بھی اسی طرح زیر الزام آ چکے ہیں لیکن میں با این ہمہ اپنے دوستوں کو یہی کہوں گا کہ اُن کو

ٹ دیکھو تشحیذ الاذہان بابت جون ۱۹۱۴ء صفحہ ۳۸ در خلیفہ ہو تو پہلا مرد اس کی بیعت کرو۔ جو بعد میں دوسرا پہلے کے مقابل پر کھڑا ہو جائے جیسے لاہور میں ہے۔ تو اُسے قتل کر دو۔ مگر یہ قتل کا حکم تب ہے۔ جب سلطنت اپنی ہو۔ اب اس حکومت میں ہم ایسا نہیں کر سکتے!!

کرنے کی عبث سعی کر رہا ہے۔ جب مسلمانوں کی زندگیوں پر میں نے مردوں کا اتنا اثر دیکھا تو مجھے یقین ہو گیا۔ کہ ان کی قومی زندگی میں روز افزوں زردی کا پیدا ہونا مردوں کے تاثرات موت کی وجہ سے ہے۔ مجھے پھر خیال ہوا۔ کہ ان دائم المریضوں کا کہیں کوئی معالج بھی ہے یا نہیں بڑی مشکل سے چند ایک طبیب نظر آئے۔ جو مریضوں کی شفاؤں پر اعتقاد رکھنے کی وجہ سے حلقوں میں "زندہ مردوں سے عالم مردوں کی بے تعلقی" کے تلخ گھونٹ ڈال رہے تھے۔ بعض تو پینے سے مطلق انکاری تھے۔ اور دراز سی ارض پر برابر مصر تھے۔ اور بعض بصد دشواری پی تو لیتے تھے۔ مگر بعد میں بڑا جھنجلاتے تھے۔ اگرچہ تھوڑی دیر کے بعد بالکل صحت یاب ہو جاتے تھے۔ میں نے ڈاکٹروں کی ثابت قدمی دیکھکر مرحبا کہا۔ اور انہیں مریضوں کی اس کثرت اور خطرناک حالت کے باوجود اپنے حوصلوں کو پست نہ ہونے دینے کے لئے مبارکباد دی۔ یہ ڈاکٹر اپنے آپ کو احمدی کہلاتے تھے۔ اس کی وجہ تسمیہ پوچھی تو معلوم ہوا کہ روحانی طب کا وہ طبیب اکبر اور خاتم الاطبا جو سرزمین عرب سے پیدا ہو کر تمام دنیا کے امراض کی دوائی لایا تھا۔ ان کا استاد ہے اور اسی کے سلسلۂ تدریس میں انہوں نے طب کا کورس ختم کیا ہے۔ ان کی دوائی سریع التاثیر اور بالکل بےخود ہیں۔ جس مریض نے علاج کرایا یقیناً صحتیاب ہوا۔ بلکہ اکثروں کو تو وہ زبردستی پکڑ لیتے تھے۔ اور تندرست ہی کر کے چھوڑتے تھے۔

(۲) اچانک میری توجہ جسم اسلامی کی دوسری امراض کی طرف گئی۔ تو مجھے ایک اور ہی خوفناک منظر پیش آیا۔ میں نے چند ایک دراز ریش عظیم الجثہ کبیر البطن انسان نرم نرم گدیلوں پر بیٹھے تکیوں پر سر رکھے نظر آئے انکے گرد ہزاروں انسانوں نے حلقہ باندھ رکھا تھا اور ان کے روحوں اور جسموں پر عجیب عالم طاری تھا۔ کوئی رعب عظمت سے کانپ رہا ہے کوئی خوف تقدیس سے لرز رہا ہے کوئی دہلیز پر سر رکھے آستاں بوسی کر رہا ہے۔ کوئی آں تقدس مآب خوف و ہراس کے مجسموں کے قدموں پر گر رہا ہے۔ جب ان باجبروت انسانوں کے لب کی ایک جنبش ہوتی ہے تو حلقۂ پرستاروں میں کہرام مچ جاتا ہے۔ میں نے حقیقت حال دریافت کی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ یہ سب پیر پرستی کے روگ ہیں اور ان کی یہ تمام حرکات اضطراری غلو مرض کی وجہ سے ہے اس نظارۂ جانکاہ نے مجھے بے حواس سا کر دیا اور میں لگا معالجوں کی تلاش کرنے۔ اچانک میرے کانوں میں یہ آواز آئی۔ ومن الناس من یتخذ من دون اللہ انداداً یحبونہم کحب اللہ والذین آمنوا اشد حباً للہ۔ قریب جا کر دیکھا۔ تو انہی طبیب اکبر کے شاگرد جن کا اوپر ذکر ہوا ہے۔ طب روحانی یعنی قرآن کریم سے امراض روحانی کے نسخے ان لوگوں کو بتا رہے ہیں ہر ایک مریض کو ایک ایک توحید کی پڑیا دیتے تھے اور کہتے تھے۔ کہ امراض شرک۔ بت پرستی۔ انسان نوازی۔ اور پیر پروری کے لئے یہ سفوف تریاق ہے۔ وہ گدیلوں پر بیٹھی ہوئی تقدس کی صورتیں ان ڈاکٹروں کی آمد سے سخت گھبرائی اور جھنجھلائیں۔ اور گالی گلوچ کے ایسے تیر برسائے۔ کہ اگر ڈاکٹر مرہم صبر سے اپنے زخموں کا علاج نہ کر لیتے۔ تو یقیناً جاں بحق ہو جاتے۔

(۳) اس خونی منظر سے میں نے چشم تصور کو ہٹایا تو ایک اور ہی نظارہ آنکھوں کے سامنے آیا۔ میں نے دیکھا کہ چند ایک انسان لوگوں کے ایک عظیم الشان ہجوم میں پھنسے ہوئے ہیں اور ان کو لوگ بے طرح عذاب دے رہے ہیں۔ عجیب کش مکش ہے۔ شور اور غوغا اٹھ رہا ہے۔ میں نے قریب جا کر دیکھا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ چند ایک نفوس ایک کتاب کو کھولے اس کے مضامین ان لوگوں کو سنا رہے ہیں اور لوگ سجاتے اسلئے کہ ان مضامین کو غور سے سنیں۔ اس فکر میں ہیں کہ کسی طرح اس کتاب کو ان کے ہاتھوں سے چھینیں ہر ایک کے ہاتھ میں نہایت خوبصورت ریشمی غلاف ہے اور چاہتا ہے کہ اس کتاب کو اس میں بند کر کے کہیں ادب سے کسی بلند طاق پر رکھدے وہ انسانی پر عجیب ہاتھوں سے اس کتاب کا چھوا جانا پسند نہیں کرتے۔ اس تمام فساد اور تنازع کے باوجود وہ لوگ برابر بلند آواز سے اس کتاب کو پڑھتے ہیں۔ اور جس جس کان میں اس کی سریلی آواز جاتی ہے اسکی اضطرابی حرکات کو ساکن کر دیتی ہے۔ لوگ تو اس کتاب کو صندوقوں میں مقفل کرنا چاہتے ہیں مگر وہ اس کتاب سے ان لوگوں کے دلوں کے قفل کو دور کرنا چاہتے ہیں۔ افلا یتدبرون القرآن ام علیٰ قلوب اقفالہا کی آواز نے تب چوکنا کر دیا۔ کیونکہ یہ آواز تو کسی ایسے ڈاکٹر کی تھی۔ جو پہلے بھی پیر پرستی کے روگوں کی تشخیص کر رہا تھا۔ اچھی طرح جو دیکھا تو معلوم ہوا۔ کہ احمدی ٹولہ اپنے مریضوں کو طب کے اصول سکھا رہا ہے۔ مجھے مسلمانوں کی ان خوفناک امراض سے جس قدر مایوسی ہوئی۔ ان ڈاکٹروں کی موجودگی سے اتنی ہی امید بھی دل میں پیدا ہو گئی پھر بیٹھے خیال کیا۔ کہ اندرونی امراض کو تو شائد یہ ڈاکٹر درست کر دیں۔ مگر جسم اسلامی پر آج بیرونی حملے بھی تو شدومد سے ہو رہے ہیں۔ چنانچہ ان کا علاج کیا ہو گا۔ میں نے اسلام کے بیرونی دشمنوں کی طرف توجہ کی تو حسب ذیل انکشافات ہوئے۔

اسلام کے بیرونی دشمن

میری نظر چار دانگ عالم میں اسلامی دشمنوں کی کاوش میں دوڑنے لگی۔ مگر کلیساؤں کی عظیم الشان عمارتوں اور گرجوں کی نشاط انگیز نشست گاہوں کے پرے نہ جا سکی۔ مجھے عیسائی معبودوں کی اینٹوں سے معترضین اسلام کے نغمے سنائی دیئے۔ گرجوں کے گھنٹوں اور پادریوں کے حلقوں کی چیخ و پکار نے مجھ پر ثابت کیا کہ اسلام پر اعتراضات کی بوچھاڑ شروع ہے۔

عیسائی کی جیبیں زر کی جھنکار سے نادار اور مفلس مسلمانوں کو اپنی طرف متوجہ کر رہی ہیں دنیاوی عظمت و شوکت ان نادار تشنہ کاموں کو ترسا رہی ہیں۔ یہ دیکھ کر میں آگے بڑھا تو اسلام کے تمام مسلمانوں کی حالت دیکھی۔ یہاں حالت ہی دگرگوں نظر آئی۔ مسلمانوں کی بے اعتنائی اور آنے والے خطرہ سے مطلق لاپرواہی نے مجھے حیران کر دیا۔ کوئی مسجدوں کے کونوں میں بیٹھا تسبیح کے دانوں کے شمار میں لگا ہے۔ کوئی ارباب ذوق کی تفریح طبع کے لئے تکفیر نامے علےٰ رؤس الاشہاد تقسیم کر رہا ہے۔ کوئی اپنی علمی فضیلت اور قابلیت کی داد چاہنے کے لئے اہلسنت والجماعت کا جامع مانع تعریف پوچھ رہا ہے۔ کوئی اہل حدیث کو مسلمانوں میں تفنن پیدا کرنے کا ذمہ وار گردان رہا ہے۔ کوئی تیرہ سو برس قبل کے واقعات کو اس طرح تازہ کر کے دنیا کے سامنے پیش کر رہا ہے۔ کہ ارض کربلا قربان ہو ہو جاتی ہے۔ الغرض میں نے اہل قبلہ کو ایسا مشغول پایا کہ انہیں دشمنوں کے استقبال کی بھی فرصت نہیں۔

میری مایوسی بڑھنے لگی اور گھبراہٹ نے دل کو پکڑ لیا۔ اتنے میں میری آنکھ نے ووکنگ میں بیٹھے ہوئے ایک انسان کو دیکھا۔ جو سفید گالوں پر آہستہ آہستہ نہایت تہذیب۔ متانت اور سنجیدگی سے تھپیڑ لگا رہا تھا۔ اور جب ایک گال سرخ کر لیتا تھا۔ تو دوسری سامنے خود بخود آجاتی تھی۔ مجھے یہ نظارہ نہایت دلکش نظر آیا۔ اور میں نے اس عارض گلگوں سے کھیلنے والے انسان سے اسکے اس طرفہ فعل کے متعلق سوال کئے۔ اس نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ صداقت کے تھپیڑوں سے عارض عقائد کی سیاہی کو دور کر رہا ہوں۔ اور جب عقائد درست ہو جاتے ہیں تو عملیات کا رخسار اصلاح کے لئے سامنے آجاتا ہے۔

اس خوش کن نظارہ سے لطف خیز ہو کر میری آنکھ ایک اور انسان پر پڑی جو لاہور میں بیٹھا کسی ایک سیاہ طیور کو صلیب پر چڑھا رہا تھا۔ اور وہ جس جس کو صلیب پر چڑھاتا۔ وہ جھٹ پرواز کر کے سوئے فلک اڑ جاتا۔ میں نے آگے بڑھ کر اس سے سوال کیا۔ کہ یہ کیا حرکت ہے۔ اس نے جواب دیا کہ بطن تثلیث سے کئی ایک غلط اور سیاہ عقائد پیدا ہو گئے ہیں۔ ظاہرا بڑے مدلل اور عظیم الشان نظر آتے ہیں مگر جب تدبر کی صلیب پر چڑھائے جاتے ہیں تو خود بخود دنیا سے ناپید ہو جاتے ہیں۔ الغرض ان دونوں انسانوں کے ان افعال سے مجھے دشمنان اسلام کی اندرونی طاقتوں کا پتہ لگ گیا اور میری ناامیدی اور مایوسی امید وار رجا میں تبدیل ہو گئی۔ میری امید نے پھر نشاط کی صورت اختیار کی۔ جبکہ میں نے ان دونوں انسانوں کو اسی جماعت کے ارکان پایا جو اپنے آپ کو احمدی کہلاتے ہیں۔

ان حالات کو دیکھ کر پھر مجھے خلقت انسانی کی علت غائی اور ایسے کسی اہم کام کو سرانجام دینے کے عزم کا خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا۔ کہ میں بھی جماعت احمدیہ میں شامل ہو کر امراض اسلام کی اصلاح کے لئے ایک ادنےٰ درجہ کے نباض کی حیثیت سے اسی روحانی طب سے جسے قرآن کہتے ہیں اعلےٰ نسخے معلوم کروں اور پھر دشمنان اسلام کے حملوں کو رد کرنے کے لئے سینہ سپر ہو کر ڈٹ جاؤنگا

مسلمانوں سے اپیل

آخیر میں میں عام مسلمانوں کے جذبات مذہبی کو اکسا کر ان سے حسب ذیل اپیل کرتا ہوں۔ برادران اسلام! اگر آپ کو اسلام کی عزت اور اس کا کچھ خیال ہے۔ اگر تم قومی زندگی کو پھر دنیا میں باوقعت بنانا چاہتے ہو۔ اگر تمہیں اپنی اولاد اور آنے والی نسلوں کی ترقی کی آرزو ہے تو خدارا چھوڑ دو باہمی نزاعوں اور جھگڑوں کو۔ یہ اس وقت کے لئے تھے۔ جب تم دنیا پر مسلط تھے۔ بیکاری کی زندگی بسر کر سکتے تھے۔ جب تمہارے آرام و آسایش کے تمام اسباب موجود تھے۔ اور تم تفریح طبع کے لئے بجائے شطرنج بازی کے رفع یدین کے مسائل حل کر سکتے تھے۔ مگر اب زمانہ اور ہے۔ تم گرداب تنزل میں بے حرمتی کی تھپیڑیں کھا رہے ہو۔ اب وقت ہے کہ تم لغویات سے باز آجاؤ۔ اور بیہودگیوں سے قطع تعلق کر لو۔ اٹھو اور کسی کام پر لگو۔ اسلام تم میں جذبہ حب الوطنی اور حب القومی سے بڑھکر جذبۂ حب الٰہی پیدا کرتا ہے۔ دیکھو قومیں سوز وطن سے بریاں ہو کر دنیا میں کیا آتش فشانیاں کر رہی ہیں۔ لوگ محبت قوم سے سرشار ہو کر میدان جہان میں کیا تلاطم پیدا کر رہے ہیں۔ تم بھی ذرا جذبۂ حب الٰہی سے گرم خیز ہو کر اٹھو۔ اور بنی نوع انسان کو اخوت کے رنگ میں رنگ دو۔ اور دنیا کے خیالات میں انقلاب پیدا کر دو۔ تمہارا مذہب رنگ۔ ذات۔ قوم اور پیشہ کا امتیاز مٹا کر ہر کلمہ گو کو ایک دوسرے کا بھائی کہتا ہے۔ تمہارا اسلام ملکی امتیازات دور کر کے ایک ہندوستانی مسلم کو ایک ایرانی مسلم کا انہیں معنوں میں برادر قرار دیتا ہے۔ جن معنوں میں ہندوستان کا مسلمان دوسرے ہندوستانی مسلمان کو سمجھتا ہے جب تمہاری وسعت خیالی کا یہ حال ہے تو تمہارا دائرۂ عمل کیوں تنگ ہے۔ دیکھو! جب تم دنیا میں ترقی کرو گے مذہب ہی کے ذریعہ سے کرو گے۔ اور جب تم نے پہلے کبھی ترقی کی۔ وہ مذہب ہی کے طفیل ہوئی۔ دنیا کو اپنا ہم خیال بنا دو۔ اور کلمۃ الحق کو ہر سو اور ہر سمت پھیلا دو۔ تمہاری ترقی کا راز صرف حرف "تبلیغ" میں ہے۔ آج تم بے شک جماعت احمدیہ کی مخالفت کرتے ہو۔ انہیں برا بھلا کہتے ہو۔ مگر زمانہ کی ٹھوکر اور اہل زمانہ تمہاری طرف طرز سلوک اور طریق عمل تمہیں بہت جلد بتا دیگا کہ جو کام یہ احمدی کر رہے ہیں وہی اصل میں کلید کامیابی ہے۔ خدارا اٹھو! اور غفلت کی نیند کو چھوڑ کر ان کارکن لوگوں کے ساتھ مل کر اسلام کی تقویت کرو۔ اور

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

کی اشاعت عام کر دو۔ بعد میں تمہیں زید اور بکر کے افسانوں کو دہرانے کا کافی وقت مل رہیگا۔ وما علینا الا البلاغ۔

رسید زر

چندہ جماعت احمدیہ لاہور چھاؤنی بابت ماہ جون ۱۹۱۹ء

(معرفت بابو محمد حسین صاحب)

نام	روپیہ	آنہ	پائی
حکیم الطاف علی صاحب	۰	۱۰	۰
بابو محمد نعمان صاحب	۱	۰	۰
بابو محمد حسین صاحب	۱	۰	۰
قاضی ثناء اللہ صاحب	۳	۰	۰
عبد العزیز صاحب	۰	۸	۰
عبد الحکیم صاحب	۱	۰	۰
میاں نبی بخش صاحب۔ صدقہ فطر۔ چندہ ماہوار	۶	۰	۰
میاں جلال الدین صاحب (ایضاً)	۳	۰	۰
بابو نبی بخش صاحب (ایضاً)	۲	۰	۰
میزان کل	۱۸	۱۰	۰

چندہ جماعت وزیرآباد ۱۰ ماہ از اکتوبر ۱۹۱۸ء لغایت جولائی ۱۹۱۹ء

(معرفت جناب محمد جان صاحب بدست بابو منظور الٰہی صاحب)

نام	روپیہ	آنہ	پائی
شیخ نیاز احمد صاحب معہ برادران چندہ ۱۰ ماہ	۷۵	۰	۰
حافظ غلام رسول صاحب معہ فرزندان	۲۰	۰	۰
میزان	۹۵	۰	۰

ڈاکٹر کنسٹرکشن سنٹرل ورکس

۱۴- جناب شیخ اسلام الدین صاحب ... للعہ عہ

رینڈر گورنمنٹ سنٹرل پریس

۱۵- جناب منشی عبداللطیف صاحب لوئر سب اکاؤنٹنٹ ۶ر عہ

۱۶- جناب شمس الدین صاحب کمپوزیٹر گورنمنٹ پریس شملہ

۱۷- جناب شیخ محمد لطیف صاحب کلرک دفتر کوارٹر ماسٹر جنرل برانچ

۱۸- جناب شیخ عبدالعزیز صاحب کلرک ... عہ

۱۹- منشی محمود خان صاحب ... از لاہور برائے تبدیل آب و ہوا ۴ر عہ

۲۰- جناب مولانا مولوی عبدالسبحان صاحب مولوی فاضل ۸ر

۲۱- برادرم میاں علی محمد صاحب ملازم حضرت امیر قوم ۱۰ر ۲ر

۲۲- میاں محمد بخش صاحب باورچی ۸ر

۲۳- برادر شاہ دین صاحب ... لاہور ۶ر

۲۴- برادر محمد ممتاز خان صاحب ... ۴ر

۲۵- مرزا داؤد بیگ صاحب خلف الرشید ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ۶ر عہ

۲۶- بابو نور الٰہی صاحب کلرک انڈین میڈیکل سروس ۳ر

۲۷- شیخ الہ دین صاحب کمپوزیٹر گورنمنٹ سنٹرل پریس ۲ر عہ

ایک دردِ دل رکھنے والے کی آہ

ہمارے نادیدہ دوست حافظ محمد حسن صاحب بی اے جو ابھی ابھی سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے ہیں ان نوجوانوں میں سے ہیں جو اسلام کے لئے خاص درد رکھتے ہیں۔ حافظ صاحب ممدوح نے جو خط اپنے چھوٹے بھائی کو لکھا ہے وہ درج ذیل ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حافظ صاحب کے دل میں اسلام کی کیا عظمت ہے۔ (ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عزیز از جان محمد احسن خدا تمہیں وسعت خیال عنایت کرے آمین ثم آمین۔

آپ کے ہاتھوں کا لکھا ہوا والدہ صاحبہ کے خیالات سے لبریز نامہ ملا۔ پیارے احسن! خدائے واحد کی قسم۔ قرآن کریم کی تعلیم روز بروز زیادہ مؤثر ہو رہی ہے اور روز بروز مجھے اندر ہی اندر سے کھائے جا رہی ہے۔ میرے سامنے ایک طرف تو ضرورت اسلام زبان حال سے اشاعت دین کی طرف میری توجہ مبذول کرا رہی نظر آ رہی ہے۔ دوسری طرف لواحقین کی محبت۔ دنیاوی عظمت کا خیال مجھے خواہشات ارضی کے تاریک چاہ میں پھینکنے کی کوشش کر رہی ہیں اور خواب کاہلی کے مدہوش کو بزور جگا رہی ہے۔ مگر الفت اقاربین کی خواب آور دوا کے چند گھونٹ پھر خواب خرگوش کا نظارہ دکھاتے ہیں۔ اسیر انسانی کمزوری اور رشتہ داروں کے طعنوں کا خیال سونے والے کی نیند کو تیز کرنے کے لئے پنکھے کا کام کر رہے ہیں۔

آہ! جان حسن!! کس کش میں پڑی گھل رہی ہے۔ کیا تو اس جذبہ کو روک دیگی جو کہ تمہیں کسی عظیم الشان کار دین کی طرف اکسا رہا ہے کیا تو اس جوش کو ٹھنڈا کر دیگی جو کہ تمہیں ادنے مقاصد کی قربانی پر کسی اعلیٰ مقصد کے حصول کے لئے مجبور کر رہا ہے۔ کیا قرآن کی آیتیں تمہارے سامنے پڑھی جائینگی اور تم کانوں میں روئی دے لوگے۔ کیا مناظر دل کش تمہاری آنکھوں کے سامنے لائے جائینگے اور تم آنکھیں بند کر لوگے۔ اے انسان! جو گاڑی پر بیٹھے ایک یتیم کے چند اشعار سے آب دیدہ ہو جاتا ہے۔ جو معانی قرآن کی تفہیم سے لرز اٹھتا ہے یہ تذبذب کب تک؟ یہ لیت و لعل کیسی کیا ہوئے وہ عزم! کہاں گئے وہ ارادے! کس کی محبت نے ان کو ٹھنڈا کر دیا اور کس کے عشق نے ناکارہ بنا دیا؟ اے نیک نیت انسان! رسول عربی کے عشق میں والدین بھائی بہن وغیرہ سبھی کو قربان کر دو اور ایک اعلیٰ مقصد کے لئے پست خواہشات کو ملیامیٹ کر دو۔ پیارے بھائی! دعا کرو کہ خدا مجھے اس مصیبت سے نجات دے۔ اگر آج میں اپنے پراگندہ ارادوں کو روک دوں۔ کاروبار دنیا میں ہمہ تن منہمک ہو جاؤں تو کیا اسلام کو کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے۔ ہرگز نہیں! مگر میں اس نظارہ کی تاب کیسے لاؤں اور اس وقت کی کیفیت کو کیسے برداشت کروں جبکہ میرے ساتھی بنے وہ دوست جو تبلیغ اسلام میں دن رات سعی کر رہے ہیں ہو کر با آواز بلند یہ آ کر میری بھینٹگے

يُنَادُونَهُمْ أَلَمْ نَكُن مَّعَكُمْ ۖ قَالُوا بَلَىٰ وَلَٰكِنَّكُمْ فَتَنتُمْ أَنفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْأَمَانِيُّ حَتَّىٰ جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ وَغَرَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ ۔ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنكُمْ فِدْيَةٌ وَلَا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ مَأْوَاكُمُ النَّارُ ۖ هِيَ مَوْلَاكُمْ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ○

یعنی ہمارے جیسے بدنصیب کہینگے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے اور کیا ہم تمہاری اس کامیابی اور سرخروئی میں شریک نہیں ہیں تو جواب ملیگا۔ ہاں تم تھے تو ہمارے ساتھ اور بڑی بڑی لافیں بھی مارا کرتے تھے۔ لیکن تم نے اپنے نفس دنیا کی محبت کو بلا میں ڈال رکھا اور رستے انتظار کرتے کہ انکو کتنی کامیابی ہوتی ہے اور شکوک میں پڑے رہے کہ ایسے حالات کے ماتحت ایسے ملک میں اسلام کیسے پھیل سکتا ہے۔ تمہاری ان خواہشوں نے تمہیں دھوکا دیا حتیٰ کہ خدا کی نصرت کا دن آ گیا اور تم اللہ کے وعدوں کی صداقت کو پرکھنے میں دھوکا ہی کھاتے رہے۔ جاؤ آج تم سے اور نہ تمہارے ان ... سے جو اس فعل کو سراسر معیوب جانتے تھے اور اشاعت اسلام کے کام کو زبون سمجھتے تھے کوئی فدیہ نہیں لیا جائے گا۔ آج آگ تمہارا ٹھکانا ہے اور مایوسی تاسف اور حسرت کی آگ میں جلتے رہو یہی تمہارے رفیق ہیں اور کیا ہی برا ٹھکانا ہے تمہارا۔

ہائے! کیا میں ان الفاظ کو سنکر میں ایک چیخ سے جان بحق نہ ہونگا۔

کیا میری تمام خوشیوں۔ امیدوں اور آرزوؤں ایک بارسد باب نہ ہو جائے گا۔ کیا اسوقت دنیا میں مجھ سے بڑھ کر کوئی بدبخت حرماں نصیب موجود ہوگا۔ پیارے احسن! مطلق نہیں ایک ہی موجود نہیں الم! الم رگ و ریشہ میں کیوں سرایت کر گیا۔ حزن! حزن!! میری ہلاکت اور تباہی کے نظارے کیوں میرے سامنے آ رہے ہیں۔ حسرت! حسرت!! میں اپنے ارادوں کو ایک وقت کے لئے روک کر کس مصیبت میں پڑا تڑپ رہا ہوں۔ یاس! یاس!! کس ظلمت اور تاریکی میں پڑا ٹھوکریں کھا رہا ہوں۔ افسوس! افسوس!! میں نے خواہشات دنیاوی کے حلق پر ایثار کی چھری رکھی تھی اب میرے عزم کے ہاتھ کیوں رک گئے۔ ہائے! او اسے کیوں سنلے طرح ذبح نہیں کرتے اور دنیاوی آرزوؤں کا خون کیوں نہیں بہا دیتے۔

او میرے جذبات پر دباؤ ڈالنے والو! خوف خدا سے ڈرو میری زندگی کی چند ساعتوں کو تلخ نہ کرو۔ او میرے ارادوں کی مواج لہروں کے سامنے رکاوٹ کی دیوار کھڑی کرنے والو! سنبھلو کہ مٹی کی آخر حیثیت کیا ہے۔ پہلے بحر ہند کو خشک کر دو اور کوہ ہمالہ کو مسمار کر دو تو پھر اس جذبۂ آسمانی کے دبانے کی سعی کرو۔

پیارے احسن! تم انجمنوں کو خوب جانتا ہے۔ اسی علام الغیوب کی قسم مجھے تبلیغ اسلام سے زیادہ مستحسن کوئی فعل نظر نہیں آتا تم مجبور ہو۔ میری اس کیفیت کو محسوس نہیں کر سکتے۔ اب اس علم کے ہوتے ہوئے دفتروں کی ملازمت میرے لئے خنجر زہر آلود ہے جو میرے قویٰ کو ہلاک کر رہی ہے۔

ہائے! چمکتے سورج کی روشن شعاعوں کو میں کس طرح تمہارے یا کسی اور کے کہنے سے شب تاریک کی مشک آسائی کہوں۔ شہد کی حلاوت سے آشنا ہو کر میرے لب زقوم کی تلخی کو کس طرح برا نہ کہیں۔ شملہ کی خوشگوار پہاڑی کی اعلیٰ چوٹی پر کھڑے ہو کر میں کس طرح پستی کی رہنے والوں کو نظر ترحم سے نہ دیکھوں اور انہیں ایسے مقام پر پہنچانے کی فکر نہ کروں۔

پیارے احسن! مجھے کوئی طریقہ خدارا ایسا بتاؤ جسے میں اس آیہ کو نظر انداز کر سکوں۔ و

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ○

یعنی دنیا میں حق کو پھیلاؤ اور اس کام میں جو مشکلات ہوں ان کو خود صبر سے برداشت کرو اور دوسروں کو بھی صبر کی تلقین کرو

پیارے بھائی! اب کاسہ لبریز ہے۔ ایک قطرہ کی گنجائش نہیں۔ مجھے میری زیادتیوں کی وجہ سے۔ جو تکلیف آپ کو پہنچی ہے اسے بھول جانا اور مجھے معاف کر دینا۔

لو! آج حسن اس تمام مخالفین کے طوفان نے تمیزی کے باوجود ... استقلال ... کی اختیار کرتا ہے اور احسن کے لئے دعا کرتا ہے کہ اے خدا اس نوجوان کو خاندان کے لئے باعث عزت بنا۔ فلک شہرت پر اسکو ستارہ بنا کر چمکا۔ مخلوق خدا کا ہمدرد اور رضائے الٰہی کا طالب کر۔ اگر اسکے بڑے بھائی کو کسی اعلیٰ غرض اور مقصد کے لئے والدین سے جدا کرتا ہے تو اسکے چھوٹے بھائی کو والدین کی دل جوئی پر مامور کر۔

دیکھو احسن! میں نے اسلام کی ناگفتہ بہ حالت سے متاثر ہو کر اپنی زندگی وقف کر دی ہے۔ تو تمہارا فرض ہے کہ والدین کی اطاعت اور فرمانبرداری میں پہلے سے کہیں زیادہ مستعدی سے لگ جاؤ۔ سلام دو میری والدہ کو اور استدعا کرو کہ وہ میرے لئے نصرت کی دعا مانگیں اور میرے ارادوں میں برکات الٰہی کے نزول کی متمنی ہوں۔ سلام دو میرے والد کو۔ اور فریاد کرو انکی طاقت قدسی سے کہ وہ بخشدیں اپنے بچہ کے تمام گناہوں کو اور معاف کریں کہ اسکی نیت بخیر ہے اور اسے عشق محبت جنون اور دیوانگی کشاں کشاں لیجا رہے ہیں۔ وہ نہیں جانتا کہ کہاں۔ البتہ اسکے کانوں میں

فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي

کی صدائیں آ رہی ہیں۔

دل ناداں کی ساری خطا تھی میں نہ تھا

والسلام والاکرام۔

جنگ افغانستان

امیر کی ایک اور چٹھی
ڈیلی گیٹ بھیجے جائیں گے

شملہ ۲۱- جولائی۔ مندرجہ ذیل پریس کمیونک شائع کیا گیا ہے۔ امیر کی طرف سے ۱۸ جولائی کی ایک چٹھی کا مضمون آج صبح لنڈی کوتل سے شملہ کو بذریعہ تار روانہ کیا گیا۔ امیر کی چٹھی غیر معمولی طور پر مختصر ہے۔ حضور وائسرائے کی ۸ جولائی کی چٹھی کے دوستانہ جذبات پر اظہار خوشنودی کرنے اور یہ بتلانے کے بعد کہ اب ہر ایک امر کے متعلق مستقل جواب دینا غیر ضروری ہے۔ امیر نے اعلان کیا ہے کہ افغان ڈیلی گیٹان صلح جن کی تعداد میں اب اس نے عبدالرحمٰن خان سابق سفیر بہ گورنمنٹ ہند کا اضافہ کیا ہے ۲۴- جولائی کو برٹش لائنوں میں پہنچیں گے۔ اس چٹھی کے اخیر میں امید ظاہر کی گئی ہے کہ خدا کے فضل سے دونوں دوست سلطنتوں کے درمیان صلح بہت جلد قائم ہو جائے گی اور فریقین کا باعزت مقصد حل ہو جائیگا۔

اہل قبائل کم سرگرم ہیں

شملہ ۲۱- جولائی۔ مندرجہ ذیل پریس کمیونک مورخہ ۲۱ جولائی شائع کیا گیا ہے۔ کسی مزید واقعہ کی اطلاع موصول نہیں ہوئی۔ خبر موصول ہوئی ہے کہ خیبر میں حالت سکون طاری ہے۔ بظاہر لشکر منتشر ہو کر اپنے گھروں کو چلے گئے ہیں۔ لیکن یقین کیا جاتا ہے۔ کہ ڈاکوؤں کے چھوٹے چھوٹے گروہ ابھی تک علی مسجد اور قلعہ ماؤڈ کے نواح میں اور میدان ہائے کجوری میں موجود ہیں۔ محاذ کے دیگر حصوں میں صورت معاملات میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

آفریدی غائب ہو رہے ہیں

شملہ ۲۱- جولائی۔ ہمعصر سول ملٹری گزٹ کا خاص نامہ نگار ایسوسی ایٹڈ پریس کے ساتھ انتظام کر کے ۲۰ جولائی کو پشاور سے تار دیتا ہے۔ کہ آفریدی جو چوکیوں کے امن میں خلل انداز ہو رہے تھے تمام غائب ہو گئے ہیں کل کے روز سوائے کچھ چھپ کر بندوقیں چلائے جانے کے خیبر میں اور کوئی تکلیف نہیں تھی۔ اور پھر قافلے بدستور اس میں سے گذر رہے ہیں۔ اس امر کے متعلق کہ آیا آفریدیوں کا ارادہ درہ پر پھر حملہ شروع کرنے کا ہے یا نہیں۔ متضاد کہانیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ ایک کہانی یہ ہے کہ وہ پیشتر ازیں کافی طور پر سیر ہو چکے ہیں۔

خیبر میں لڑائی

شملہ ۲۲ جولائی۔ ہمعصر سول ملٹری گزٹ کا خاص نامہ نگار ایسوسی ایٹڈ پریس کے ساتھ انتظام کر کے ۲۱- جولائی کو مندرجہ ذیل تار ارسال کرتا ہے۔ جمعہ کے روز خیبر میں جو لڑائی ہوئی تھی۔ اس کی مزید تفاصیل مظہر ہیں۔ کہ اس پہاڑی پر جو قلعہ ماوڈ کے قریب واقع ہے۔ ہمارے قبضہ کر لینے کے بعد اور اس وقت جبکہ ہم ایک جوابی حملہ کی تیاری کے طور پر ابھی گولہ باری کر رہے تھے۔ انہوں نے شیشے کے ذریعہ ہندوستانی زبان میں مندرجہ ذیل پیغام بھیجا۔ "آپ پر یہ ظاہر کرنے کے لئے ہے کہ ہم کیا کر سکتے ہیں۔ اب ہم واپس جانے والے ہیں"۔ اور وہ واقعی وادی بازار میں فاتح چورا کے علین پیچھے واپس چلے گئے ہیں۔ اور بظاہر اپنے آپ سے بہت خوش تھے۔ لیکن ان کی خوشی تھوڑی دیر تک ہی رہی۔ کیونکہ ایک ہوائی جہاز نے جو فاتح چورا پر بم گرانے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ ان کا پتہ لگا لیا۔ اور یقین کیا جاتا ہے۔ کہ صرف ایک بم سے ۵ آفریدی ہلاک یا مجروح ہوئے۔ دشمن نے کچھ چھپ کر بندوقیں چلائیں اور اس رات علی مسجد کے قریب ایک چوکی پر حملہ کیا۔ لیکن دوسرے

دو نئے انتہائی اپنے مقتول لیں اور مجروحین کو لیکر تیراہ کو چلا گیا۔ اب خیبر میں بالکل امن وامان ہے ❖

تازہ ترین بیرونی خبریں

امریکہ اور عہد نامہ صلح

واشنگٹن ۱۵ رجولائی۔ سینیٹ کے تعلقات خارجی کی کمیٹی نے پریزیڈنٹ ولسن سے درخواست کی ہے کہ وہ تمام دستاویزات جن پر امریکن ڈیلیگیشن صلح نے غور کیا ہے۔ کمیٹی کے پاس بھیجدیں۔ پریزیڈنٹ ولسن بہت جلد امریکہ کے دورہ پر روانہ ہونے والے ہیں۔ آپ ہر ایک اہم شہر میں اقوام کی لیگ کی طرفسے تقریر کریں گے۔ سینیٹ کے جمہوریت پسند ممبران لیگ اور اضعیہ شاننگ پر حملہ کر رہے ہیں ❖

افغان کانفرنس

قاصدگان صلح کی آمد

شملہ ۲۴ جولائی۔ ہمعصر سول ملٹری گزٹ کا نامہ نگار ایسوسی ایٹڈ پریس کے ساتھ انتظام کر کے ۲۱ جولائی کو راولپنڈی سے تار دیتا ہے کہ سر ہملٹن گرانٹ آج لیدہ دوپہر پہنچنے والے ہیں اور حضور وائسرائے کے قائم مقام کے طور پر اُن کا داخلہ سرکاری ہوگا بڑے بڑے سول اور فوجی افسر آپ کا استقبال کرنے کے لئے سٹیشن پر موجود ہونگے۔ ایک گارڈ آف آنر موجود ہوگا۔ اور سلامی کی توپیں چھوٹی جائینگی۔ افغان ڈیلیگیٹ امید ہے۔ کل صبح بوقت ۱۱ بجے پہنچیں گے۔ ان کا داخلہ سرکاری نہیں ہوگا۔ بلکہ انہیں خاموشی کے ساتھ ان کے مقام رہائش پر پہنچا دیا جائیگا۔ جمعہ کے بعد سر آرتھر بیرٹ کے مکان پر جہاں ڈرائینگ روم کو دربار ہال بنا دیا گیا ہے صلح کے متعلق گفتگو باضابطہ طور پر شروع ہوگی۔ سر ہملٹن گرانٹ ایک مختصر سی تقریر کے ساتھ کانفرنس کی کارروائی کا افتتاح کرینگے۔ اور یہ تقریر برائے اشاعت حاصل ہو سکے گی اور اسیطرح افغان ڈیلیگیٹوں میں سے ایک جواب دے گا۔ لیکن معلوم ہوا ہے کہ اس کے بعد تمام کارروائی پرائیویٹ ہوگی۔

سر ہملٹن گرانٹ راولپنڈی میں

ہمعصر پایونیر رقمطراز ہے کہ سر ہملٹن گرانٹ جو افغان صلح کانفرنس میں سرگردہ برٹش قائمقام ہوں گے اور بریگیڈیئر جنرل ایف۔ او۔ جے۔ سو بیرا فوجی مشیر چہارشنبہ کی شام کو شملہ سے راولپنڈی کو روانہ ہوگئے۔ دیگر تین برٹش ڈیلیگیٹاں یعنی مسٹر جے ایل میفی۔ نواب سر شمس شاہ اور سر گزربخش سنگھ پیشتر ازیں وہاں موجود ہیں۔ امید کی جاتی ہے کہ افغان ڈیلیگیٹ ایک سپیشل ٹرین کے ذریعہ جمعہ کی صبح کو پہنچیں گے۔ اور موجودہ انتظامات کے مطابق کانفرنس کا افتتاح ہفتہ کی صبح کو فلیگ سٹاف ہوس میں ہوگا۔ جبکہ سر ہملٹن گرانٹ ڈیلیگیٹوں کے سامنے تقریر کریں گے۔ میجر سی۔ پی۔ ہیج بطور اسسٹنٹ فوجی مشیر شامل ہوں گے۔ اور مسٹر جی کننگھم آئی۔ سی۔ ایس۔ جنرل سکرٹری کے طور پر اور نواب مولا بخش آف فارن و پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ اورینٹل سکرٹری کے طور پر کام کریں گے۔ مسٹر جی۔ ایچ سپینس آئی۔ سی۔ ایس۔ عام انتظامات کی نگرانی کر رہے ہیں۔ اور خان بہادر مظفر خان اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر پنجاب افغان پارٹی کے انچارج ہوں گے ❖

نمایندگان صلح پہنچ گئے

شملہ ۲۴ جولائی۔ مندرجہ ذیل پریس کمیونیک شائع کیا گیا ہے۔ نمایندگان صلح آج صبح بوقت ۱۱ بجے برٹش لائنز میں پہنچ گئے۔

افغان نمایندے

مفصلہ ذیل فہرست ان نمایندوں کی ہے جن کے جمعہ کو برطانوی سرحد پر پہنچ جانے کی امید ہے۔

(۱) علی احمد خان امین امور داخلہ۔
(۲) سول جنرل غلام محمد یوسف خان۔
(۳) غلام محمد خان امین تجارت۔
(۴) سول کرنل عبد العزیز خان سابق سفیر افغانستان (متعینہ گورنمنٹ ہند)
(۵) محمد یمین خان امین رقابہ ناظر خط و کتابت۔
(۶) ڈاکٹر عبد الغنی خان سرپرست محکمہ تصنیف و تالیف۔
(۷) سول کرنل دیوان نرنجن میر منشی۔
(۸) عبد الہادی خان محکمہ خارجیہ۔
(۹) سردار عبد الرحمٰن سابق سفیر ہند۔
(۱۰) سول کرنل مرزا غلام محمد خان میر منشی دفتر خارجیہ۔

سر ہملٹن گرانٹ بدھ وار کی شام کو شملہ سے راولپنڈی روانہ ہونے والے تھے ❖

کمانڈر انچیف کی سرحد کو روانگی

کمانڈر انچیف بہمراہی جنرل سی۔ ڈبلیو جیکڈسن و جنرل ٹی۔ ای سکاٹ اور جنرل کے دگرم شملہ سے شمال مغربی سرحد کو روانہ ہوگئے ہیں ❖

امیر کی نفذی افواج

شملہ ۲۲ جولائی۔ ہمعصر سول ملٹری گزٹ کا خاص نامہ نگار ایسوسی ایٹڈ پریس کے ساتھ انتظام کر کے ۲۲ جولائی کو براہ پشاور تار دیتا ہے۔ کہ ڈکہ میں گذشتہ دنوں ایک دستاویز پائی گئی ہے جو افغان کی حالت پر حیرت انگیز روشنی ڈالتی ہے۔ یہ دستاویز ایک رپورٹ کی نقل ہے جو ایک افغان افسر نے روانہ کی تھی۔ جبکہ جنگ شروع ہونے سے عین پہلے سرحدی محافظ افواج کا معائنہ کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ یہ افسر مظہر ہے کہ کہیں بھی اسے قلعہ بند فوج اس سے ۱۰ فیصدی کے اندر بھی نہیں ملی جتنی کہ ظاہر کی گئی تھی۔ خیبر کے سرے پر واقع قلعہ میں جہاں اسے ۲۰۰ آدمیوں کی توقع تھی۔ اسے صرف دو آدمی ملے۔ ایک اور قلعہ میں بالکل کوئی آدمی موجود نہ تھا۔ یہ یقین کرنے کے لئے وجوہ موجود ہیں کہ دیگر افغان افواج کے کثیر حصہ کے متعلق صورت معاملات ایسی ہی ہے۔ سوائے بیرکوٹ۔ کابل۔ قندہار و غزنی رجمنٹوں اور توپ خانہ کی چند باتریوں کے امیر کی ایک لاکھ ۸۰ ہزار آدمیوں کی فوج صرف کاغذ پر ہی موجود ہے سال میں شاید ایک بار حاضری لی جاتی ہو۔ لیکن باقی وقت میں امیر کے سپاہیوں کا بہت زیادہ حصہ گھروں کو گیا ہوا ہوتا ہے۔

سابق قیصر کی جرمنی کو واپسی کے متعلق افواہ

لنڈن ۱۸ جولائی۔ اخبار "پاپولا اٹالیا" مظہر ہے کہ سابق قیصر نے جرمن گورنمنٹ سے جرمنی کو واپس آنے کی اجازت حاصل کر لی ہے ❖

پارلیمنٹ میں ہندوستان کے متعلق سوالات

لنڈن ۱۷ جولائی۔ ہوس آف کامنز میں مسٹر میریٹ کے سوال کا جواب دیتے ہوئے مسٹر مانٹیگو نے وعدہ کیا کہ کوہاٹ میں فوجی ہسپتال کے حالات کے متعلق جو الزامات لگائے گئے ہیں۔ اُن کی تحقیقات کریں گے ❖

سزا میں تخفیف

گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل نے رلا جارام اور سردر کی سزا کو جنہیں مارشل لاء کمیشن نے ۱۷ رجون کو سزائے موت دی تھی۔ عمر قید بعبور دریائے شور کی صورت میں تبدیل کر دیا ❖

ہندوستان میں پلیگ

ہفتہ مختتمہ ۱۲ جولائی۔ میں ہندوستان میں پلیگ کے ۲۱۹ کیس اور ۲۲۹ اموات ہوئیں۔ جن کی صوبہ وار تفصیل حسب ذیل ہے:۔ صوبہ بمبئی و سندھ ۵۴ اموات۔ مدراس ۳۳۔ بنگال ۲۔ بہار و اڑیسہ ۴۔ صوبجات متحدہ ۴۔ پنجاب ایک۔ برہما ۵۔ صوبجات متوسط ایک۔ ریاست میسور ۴۸۔ اور ریاست حیدر آباد ۲۸ ❖

ڈاکٹر سیف الدین کچلو۔ ڈاکٹر ستیہ پال اور دیوان منگل سین وغیرہ کی سزاؤں میں بھاری تخفیف

سر ایڈورڈ میکلیگن بہادر کا ایک اور شاندار کارنامہ

حضور لاٹ صاحب بہادر پنجاب سر ایڈورڈ میکلیگن نے جو اپنی رحمدلی فیاضی اور رشر فانوازی کی وجہ سے آجکل اہل پنجاب کے دلوں کو تسخیر کر رہے ہیں۔ مقدمات امرتسر و گوجرانوالہ کے ملزمان کی سزاؤں میں جنہیں مارشل لاء کمیشنوں نے عمر قید و ضبطی جائداد وغیرہ کی سزا دی تھی۔ بھاری تخفیف کر دی ہے اور اب اُن کی سزائیں حسب ذیل کر دی ہیں:۔

مقدمہ سازش امرتسر		مقدمہ لیڈران گوجرانوالہ	
(۱) ڈاکٹر سیف الدین کچلو	۲ سال قید سخت	(۱) موہن لال	۵ سال قید سخت
(۲) ڈاکٹر ستیہ پال	" "	(۲) چونی لال	۳ سال "
(۳) حافظ محمد بشیر	۶ "	(۳) بہاری لال	" "
(۴) کوتو مل	۶ ماہ "	(۴) خوشی رام	" "
(۵) نرائن داس کھنہ	" "	(۵) امرناتھ	۳ سال "
(۶) انو بھوانند	۲ سال "	(۶) دیوان منگل سین	۲ سال "
(۷) دینا ناتھ	" "	(۷) مطیع اللہ	۱ سال "
(۸) گوربخش رائے	ایک سال "	(۸) سرب دیال	" "
(۹) غلام محمد	دو سال "	(۹) جگن ناتھ	" "
(۱۰) عبد العزیز	تین ماہ "	(۱۰) لابھ سنگھ	۶ ماہ "

لوکل گورنمنٹ نے مسمات مہتری کی سزا معاف کر دی ہے جسے مارشل لاء کمیشن نمبرا نے مس شروڈ کو قتل کرنے کی کوشش کے مقدمہ میں ۲ رجون کو عمر قید بعبور دریائے شور کی سزا دی تھی اور بعد میں ۲۸ جون کو لوکل گورنمنٹ نے اس سزا کو تین ماہ قید سخت کی صورت میں تبدیل کر دیا تھا۔

تمام ملزمان کی صورت میں ضبطی جائداد کا حکم منسوخ کیا گیا ہے۔

جلد ۷ | بلدۃ المسیح لاہور مورخہ ۱۶ و ۲۰ ذیقعدہ سنہ ۱۳۳۷ ہجری مطابق ۱۳ و ۱۷ اگست سنہ ۱۹۱۹ء | نمبر ۹ و ۱۰

خدا خود میشود ناصر اگر ہمت شود پیدا

(از حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

اگر یاراں کنوں بر غربت اسلام رحم آرید
باصحاب نبی نزد خدا نسبت شود پیدا

نفاق و اختلاف ناشناساں از میاں خیزد
کمال اتفاق و خلّت و اُلفت شود پیدا

بجنبید از پئے کوشش کہ از درگاہ ربانی
زبہر ناصران دین حق نصرت شود پیدا

اگر امروز فکر عزت دیں در شما جوشد
شمارا نیز واللہ زینت و عزت شود پیدا

اگر دست عطا در نصرت اسلام بکشائید
ہم بہر شما ناگہ ید قدرت شود پیدا

ز بذل مال در راہش کسے مفلس نمی گردد
خدا خود می شود ناصر اگر ہمت شود پیدا

جواہر ریزے

سلسلہ موسوی اور سلسلہ محمدی میں مماثلت

ختم نبوت

رات کے سوال کا یہ حصّہ کہ جب مماثلت ہے موسوی اور محمدی سلسلوں میں تو محمدی سلسلے میں موسوی سلسلے کی طرح نبی کیوں نہ آئے یہ حصّہ ایسا ہے جس سے ایک انسان کو دھوکا لگ سکتا ہے لہٰذا ہم اس کے متعلق زیادہ تشریح کر دیتے ہیں

اول تو یہی بات کہ مماثلت کے لئے ضروری نہیں کہ دوسرے کا وہ عین ہو۔ مشبہ اور مشبہ بہ میں ضرور فرق ہوتا ہے۔ کہ ایک خوبصورت انسان کو چاند سے مشابہت دیدیتے ہیں مگر چاہئے کہ اس میں ایسے انسان کا ناک نہ ہو۔ کان نہ ہوں۔ صرف ایک گول سفید چمکیلا سا گڑہ ہو اصل بات یہ ہے کہ مشابہت کیواسطے بعض حصّے میں مشابہت ضرور ہوتی ہے۔ دیکھئے حضرت موسیٰؑ سے آنحضرتؐ کو مشابہت ہے اور اس میں صرف اعلیٰ جزو یہی ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک قوم کو جو فرعون کے ماتحت غلامی میں مبتلا تھی۔ اور اُن کے حالات گندے ہو گئے تھے۔ وہ خدا کو بھول گئے تھے۔ اور اُن کے خیالات اور ہمتیں پست ہو گئی تھیں۔ موسیٰؑ نے اُس قوم کو فرعون سے نجات دلائی اور اُن کو خدا سے تعلق پیدا کرنے کے قابل بنادیا۔ اسی طرح آنحضرتؐ نے بھی ایک قوم کو بتوں کی غلامی اور راہ و رسم کی قید سے نجات دلائی اور اپنے دشمن کو فرعون کی طرح ہلاک و برباد کیا یہ مشابہت تھی۔

اگر غور سے دیکھا جاوے تو ہمارے نبی کریمؐ کو آپ کے بعد کسی دوسرے کے نبی نہ کہلانے سے شوکت ہے اور حضرت موسیٰؑ کے بعد اور لوگوں کے بھی نبی کہلانے سے اُنکی کسرشان۔ کیونکہ حضرت موسیٰؑ بھی ایک نبی تھے۔ اور اُنکے بعد ہزاروں اور بھی نبی آئے تو اُنکی نبوت کی خصوصیت اور عظمت کوئی نہیں ثابت ہوتی۔ برعکس اس کے آنحضرتؐ کی ایک عظمت اور آپ کی نبوت کے لفظ کا پاس اور ادب کیا گیا ہے کہ آپ کے بعد کسی دوسرے کو اس نام سے کسی طرح بھی شریک نہ کیا گیا +

اگرچہ آنحضرتؐ کی اُمت میں بھی ہزاروں بزرگ نبوت کے نور سے منور تھے اور ہزاروں کو انوار نبوت کا حصّہ عطا ہوتا رہا ہے اور اب بھی ہوتا ہے مگر چونکہ آنحضرتؐ کا نام خاتم الانبیا رکھا گیا تھا۔ اس لئے خدا نے نہ چاہا۔ کہ کسی دوسرے کو کبھی یہ نام دیکر آپکی کسرشان کی جاوے آنحضرتؐ کی امت میں سے ہزارہا انسانوں کو نبوت کا درجہ ملا۔ اور نبوت کے آثار اور برکات اُن کے اندر موجزن تھے۔ مگر نبی کا نام اُن پر صرف شان نبوت آنحضرتؐ اور سد باب نبوت کی خاطر اُن کو اس نام سے ظاہرا ملقب نہ کیا گیا۔ مگر دوسری طرف چونکہ آنحضرتؐ کے فیوض اور روحانی برکات کا دروازہ بند بھی نہ کیا گیا تھا۔ اور نبوت کے انوار جاری بھی تھے جیساکہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین سے نکلتا ہے۔ کہ آنحضرتؐ کی مُہر اور افضل سے اور آپ کے نور سے نور نبوت جاری بھی ہے۔ اور یہ سلسلہ بند کبھی نہیں ہوا۔ یہ بھی ضروری تھا۔ کہ اُسے ظاہرا بھی شائع کیا جاوے تاکہ موسوی سلسلے کے نبیوں کے ساتھ آپ کی امت کے لوگ مماثلت کے پورا کرنے میں صاف طور سے نبی اللہ کا لفظ فرمادیا۔ اور اس طرح سے دونوں امور کا لحاظ نہایت حکمت اور کمال لطافت سے رکھ لیا گیا۔ ادھر یہ کہ آنحضرتؐ کی کسرشان بھی نہ ہو۔ اور ادھر موسوی سلسلے سے مماثلت بھی پوری ہو جاوے۔ تیرہ سو برس تک نبوت کے لفظ کا اطلاق تو آپ کی نبوت کی عظمت کے پاس سے نہ کیا۔ اور اس کے بعد اب مدت دراز کے گذرنے سے لوگوں کے چونکہ اعتقاد اس امر پر پختہ ہو گئے تھے۔ کہ آنحضرتؐ ہی خاتم الانبیا ہیں اور اب اگر کسی دوسرے کا نام نبی رکھا جاوے۔ تو اس سے آنحضرتؐ کی شان میں کوئی فرق بھی نہیں آتا۔ اس واسطے اب نبوت کا لفظ مسیح کے واسطے ظاہرا بھی بول دیا۔ یہ ٹھیک اسی طرح سے ہے۔ جیسے آپؐ نے پہلے فرمایا تھا کہ قبروں کی زیارت نہ کیا کرو۔ اور پھر فرمادیا تھا کہ اچھا اب کرلیا کرو پہلے منع کرنا بھی حکمت رکھتا تھا۔ کہ لوگوں کے خیالات ابھی تازہ تازہ بُت پرستی سے ہٹے تھے۔ تاکہ پھر وہ اُسی عادت کی طرف عود نہ کریں۔ پھر جب دیکھا کہ اب اُن کے ایمان کمال کو پہنچ گئے ہیں اور کسی قسم کے شرک و بدعت کو اُن کے ایمان میں راہ نہیں۔ تو اجازت دیدی۔ بالکل اسی طرح یہ امر ہے۔ پہلے تیرہ سو برس اُس عظمت کے واسطے نبوت کا لفظ نہ بولا۔ اگرچہ صفتی رنگ میں صفت نبوت اور انوار نبوت موجود تھے۔ اور حق تھا کہ اُن لوگوں کو نبی کہا جاوے۔ مگر خاتم الانبیاء کی نبوت کی عظمت کے پاس کی وجہ سے وہ نام نہ دیا گیا۔ مگر اب وہ خوف نہ رہا۔ تو آخری زمانہ میں مسیح موعودؑ کے واسطے نبی اللہ کا لفظ فرمایا۔ آپ کے جانشینوں اور آپ کی امت کے خادموں پر صاف صاف نبی اللہ بولنے کے واسطے دو امور مدنظر رکھنے ضروری تھے۔ اول عظمت آنحضرتؐ دوم عظمت اسلام سو آنحضرتؐ کی عظمت کے پاس کی وجہ سے اُن لوگوں پر ۱۳۰۰ برس تک نبی کا لفظ نہ بولا گیا تاکہ آپکی ختم نبوت کی ہتک نہ ہو۔ کیونکہ اگر آپ کے بعد ہی آپ کی امت کے خلیفوں یا اور صلحا لوگوں پر نبی کا لفظ بولا جانے لگتا۔ جیسے حضرت موسیٰؑ کے بعد کے لوگوں پر بولا جاتا رہا۔ تو اس میں آپ کی ختم نبوت کی ہتک تھی اور کوئی عظمت نہ تھی۔ سو خدا نے ایسا کیا کہ اپنی حکمت اور لطف سے آپؐ کے بعد ۱۳۰۰ برس تک اس لفظ کو آپؐ کی اُمت پر سے اُٹھا دیا۔ تا آپؐ کی نبوت کی عظمت کا حق ادا ہو جاوے اور پھر چونکہ اسلام کی عظمت چاہتی تھی۔ کہ اس میں بھی بعض ایسے افراد ہوں۔ جن پر آنحضرتؐ کے بعد لفظ نبی اللہ بولا جاوے۔ اور تا پہلے سلسلہ سے اس کی مماثلت پوری ہو۔ آخری زمانہ میں مسیح موعودؑ کے واسطے آپؐ کی زبان سے نبی اللہ کا لفظ نکلوا دیا اور اس طرح پر نہایت حکمت اور بلاغت سے دو متضاد باتوں کو پورا کیا۔ اور موسوی سلسلہ کی مماثلت بھی قائم رکھی اور عظمت اور شان آنحضرتؐ بھی قائم رکھی۔

اخبار احمدیہ

۱۔ حضرت امیر ایدہ اللہ بخیریت تمام شملہ میں اپنے مشاغل علمیہ و دینیہ میں مصروف ہیں۔ آج کل آپ سلسلہ کے نوجوان گریجویٹوں کو دو گھنٹہ کے قریب ہر روز پڑھاتے ہیں۔ اس کے علاوہ قرآن شریف کا درس بھی ہوتا ہے +

۲۔ مولوی دوست محمدؐ صاحب کا ایک خط عدن سے آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ولایت جانے والا قافلہ اب بحیرہ عرب سے گذر چکا ہے۔ سمندر میں طغیانی بہت تھی۔ مگر اب خدا کے فضل سے جہاز اُس حصّہ سمندر میں پہنچ چکا ہے۔ جس میں طغیانی نہیں +

احباب اس قافلہ کے بخیر پہنچنے کے لئے دعا فرمائیں +

۳۔ حضرت ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب کا بڑا صاحبزادہ میرزا داؤد بیگ صاحب جنہوں نے امسال انٹرنس کا امتحان پاس کیا ہے۔ تعلیم کے لئے عازم ولائت ہیں۔ غالباً آپ ستمبر کے ابتدائی ایام میں روانہ ہو جائیں گے +

خط و کتابت کیوقت خریداران چٹ کا نمبر اور اپنا صحیح پتہ لکھا کریں۔

(حصہ یہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے مارٹن ... اللہ صاحب پبلشر نے گلزار محمدی سٹیم پریس لاہور میں زیر اہتمام شیخ گلزار محمد صاحب پرنٹر چھپوا کر دفتر پیغام صلح سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۷ مورخہ ۱۴ و ۱۷ اگست سنہ ۱۹۱۹ء نمبر ۹ و ۱۰

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کیلئے

(۲)

اس مضمون کا پہلی قسط میں ہم دکھا چکے ہیں کہ جو انتظار مسیح موعود کے متعلق امت مسلمہ کو لگی ہوئی تھی۔ اور جس اضطراب سے اس مہتم بالشان آنے والے کی راہ کی طرف ٹکٹکی بندھی تھی۔ وہ انتظار اور وہ اضطراب اب مفقود ہیں۔ حالانکہ چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ اب اس انتظار اور اضطراب میں اور بھی اضافہ ہو جاتا۔ کیونکہ ابتو نعوذ باللہ ایک جھوٹا دعویدار پیدا ہو گیا۔ اس نے ایک جماعت بھی بنالی۔ لوگ اس کی جماعت میں جوق درجوق شامل بھی ہو رہے ہیں اور اشاعت اسلام کا نصب العین جو اس نے قوم کے سامنے رکھا تھا۔ اسی قوم کے ہاتھوں حاصل ہو رہا ہے۔ لیکن تماشا یہ ہے کہ مسیح صادق آسمان پر بیٹھا دیکھ رہا ہے۔ اور حرکت نہیں کرتا۔ نہ ہی خدا تعالےٰ اس کو بھیجنے کی زحمت گوارا فرماتا ہے حالانکہ بہترین وقت نزول مسیح کا یہ ہے۔ اسلام ہر طرف سے کمزور ہو رہا ہے۔ غیر اقوام کے اعتراضات کی بوچھاڑ ہو رہی ہے۔ خود مسلمانوں میں اختلاف و نفاق کی ایک لہر دوڑ رہی ہے۔ اور اس پر طرّہ یہ کہ ہمارے مخالفین کے عقائد کے مطابق تو ایک جھوٹا مسیح دجال بھی آگیا ہے۔ لیکن طرفہ یہ ہے کہ باوجود ان سب اسباب و علل کے مسیح موعود نہیں آتا۔ اور زبانِ خلق سے کہلوا رہا ہے۔ کہ ع

پس ازاں کہ من نمانم بچہ کار خواہی آمد

لیکن تعجب پر تعجب یہ ہے۔ کہ مسلمان اب مسیح کے نزول کے منتظر بھی نظر نہیں آتے۔ اور سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ اب وہ انتظار کیوں محو ہو گئی؟

بہر حال یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے۔ کہ مسلمان اب ایک مایوسی کی حالت میں ہیں۔ اور اس قدر مایوس ہو چکے ہیں کہ اب وہ مسیح کی انتظار سے بھی دست بردار ہو گئے ہیں اس لئے ہماری رائے میں انہیں ایک تجویز پر عمل پیرا ہونا چاہیئے جس سے انہیں نقصان کوئی نہیں۔ ہاں فائدہ کا امکان بہت ہے۔ وہ ابھی تک مسیح موعود کے منتظر ہیں۔ ہم کہتے ہیں ہم نے اس مسیح کو پا لیا۔ جس نے آنا تھا۔ انہیں اس پر اصرار ہے۔ کہ نہیں اس نے ابھی آنا ہے۔ گو اس کے آنے کے متعلق تعین نہیں کر سکتے کہ کب آئیگا۔ اور اس لئے اب انتظار کی سکت بھی نہیں رہی۔ ایسی حالت میں کیا ہمارا یہ حق نہیں۔ کہ ہم ان کو بلائیں اور کہیں کہ چلو سرِ دست تم اس مسیح کو قبول کر لو۔ جس نے دعوےٰ کیا۔ جس نے ایک جماعت اشاعت اسلام کے لئے بنالی۔ جو مصروفِ کار ہے۔ اس مسیح کے ماننے سے تمہارے دین و مذہب میں کچھ فرق نہیں آتا۔ ہاں یہ تبدیلی ضرور واقع ہو جاتی ہے۔ کہ جو مایوسی کا عالم تم پر چھا رہا ہے دور ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پر ایمان تازہ حاصل ہوتا ہے۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ تم ایک کام میں جو بہر حال نیک ہے اور قرآن کی تعلیم کے مطابق ہے شامل ہو جاتے ہو۔

اشاعت اسلام کا کام متفقہ طور پر اسلام کا کام ہے۔ ہر ایک زمانہ میں مسلمانوں کی ایک جماعت اس کی مکلف ہے۔ اس زمانہ میں جماعت احمدی نے اس کام کو اپنے ہات میں لیا ہے تم اس کی کامیابی کو بھی دیکھ چکے ہو۔ پس اس میں تم بھی شریک ہو جاؤ۔

سرِ دست تم اس مسیح کو قبول کرو۔ جس کو ہم نے قبول کیا ہے اور جس نے قوم کے سامنے ایک نیک اور مفید کام رکھدیا ہے اور پھر اس پر کامیابی بھی ہو رہی ہے۔ جب تمہارا ازعومہ مسیح آسمان پر سے نازل ہوگا۔ تو ہم عہد کرتے ہیں کہ ہم اسکے ساتھ ہو جائیں گے۔

خوب غور کرکے دیکھ لو۔ اس میں تمہارا کوئی نقصان نہیں۔ جب مسیح آسمان سے نازل ہوگا۔ تم اسکو شوق سے سر آنکھوں پر بٹھانا۔ ہم بھی انشاء اللہ تعالےٰ تمہارے ساتھ ہو نگے۔ لیکن اس وقت جو مسیح آگیا ہے۔ جس نے دنیا میں ایک مذہبی انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ جس کی بزرگی اور علمی فضیلت کے تم میں سے بہت سے قائل ہیں۔ اسے مان لو۔ کہ اس میں سراسر تمہارا فائدہ ہی ہے ؎

ادائے خاص سے غالبؔ ہوا ہے نکتہ سرا
صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے

تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

افسوس ہے کہ مطبع کی مہربانی سے یہ مضمون گذشتہ اشاعت میں بہت اڑ گیا۔ اسلئے دوبارہ درج کیا جاتا ہے۔ (ایڈیٹر)

۱

پیغام صلح کی کسی گذشتہ اشاعت میں ہم اس فتوئے قتل کو نقل کر چکے ہیں۔ جو ہمارے مکرم میاں محمود احمد صاحب کے لب شکر خاء سے صادر ہوا۔ اور دربار خلافت کے صحیفہ تشحیذ الاذہان نے اپنے جون نمبر میں "افادات حضرت فضل عمر" کے عنوان کے ماتحت دنیا میں شائع کیا۔ مگر اب الفضل کے ایڈیٹر صاحب اس صریح فتویٰ قتل کی تفسیر میں کالم سیاہ کر رہے ہیں اور ایسی نامعقول اور مذبوحی حرکات کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے حواس ٹھکانے نہیں چنانچہ جناب مولانا نے اپنے مسیحا لنفسی سے ان فقرات میں جو نئی روح پھونکی ہے۔ وہ ہر ایک صاحب مذاق سلیم کے سامنے کشت زعفران کا نظارہ پیش کرے گی۔ اور ہر ایک عقلمند انسان سمجھ لیگا۔ کہ الفضل اب نہایت دیدہ دلیری سے اپنے پیر کو فتوئے قتل کے الزام سے بری ٹھہرانا چاہتا ہے۔ ہم جناب فدلا کے تشریحی الفاظ یہاں نقل کئے دیتے ہیں:۔

"اور فرمایا (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ کہ خلیفہ ہو تو جو پہلے۔ اس کی بیعت کرو۔ اور لعد میں جو دوسرا پہلے کے مقابل کھڑا ہو جائے جیسے لاہور میں۔ تو اُسے قتل کردو۔ مگر یہ قتل کا حکم تب ہے۔ جب سلطنت اپنی ہے۔ اب اس حکومت میں ہم ایسا نہیں کر سکتے!!"

ان سطور میں "جیسا کہ لاہور میں ہے" کا فقرہ جو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کا فقرہ نہ تھا۔ نوٹ مرتب کرنے والے کا اپنا تھا۔ اس لئے حضور کے ارشاد پر ایڈیٹر صاحب تشحیذ نے ماہ جولائی کے پرچہ میں اس کے متعلق شائع کرایا تھا۔ کہ:۔

"جیسے لاہور میں ہے" کا فقرہ اس طالب علم کا سمجھا جائے۔ جس نے اُس درس کی نوٹ ۱۹۱۲ء میں لئے تھے"

اس بودی اور لغو "تاویل" سے ہر ایک انسان سمجھ سکتا ہے کہ اب الفضل اور تشحیذ کے ایڈیٹر دونوں حرکات مذبوحی کر رہے ہیں۔ مندرجہ بالا اقتباسات کا اگر تجزیہ کیا جائے تو نہایت مزیدار لطیفہ بن جائیگا۔ اور دربار خلافت کے علم کلام میں ایک بیش بہا اضافہ ہوگا۔

فرمایا۔ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ کہ "خلیفہ ہو تو جو پہلے ہو۔ اُس کی بیعت کرو۔ اور بعد میں جو دوسرا پہلے کے مقابل کھڑا ہو جائے" (بس میاں الفضل کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ختم ہو گیا) اور آگے اُس مجہول الکنہ طالب علم کا بیان شروع ہوتا ہے:۔

"جیسے لاہور میں ہے" (یہ اُس طالب علم کا بیان ہے) پھر آگے "قتل کردو" یہ کلام پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ (مگر یہ قتل کا حکم تب ہے جب سلطنت اپنی ہے۔ اب اس حکومت میں ہم ایسا نہیں کر سکتے)۔ اب یہ کس کا کلام ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا؟ یا اُس مجہول الکنہ لڑکے کا؟ جس نے سن بلوغ کو پہنچنے سے پہلے نوٹ لینے شروع کئے تھے۔ کہ اُس لڑکے کا نابالغ ہونا بھی الفضل کو ضرور شائع کرنا چاہیئے کہ کہیں قانون کی زد میں وہ لڑکا نہ آجائے۔ اور سب سے بہتر ترکیب تو یہ ہے۔ کہ یہ شائع کردیا جائے (کہ یہ لڑکا وفات پا چکا ہے) یا حضرت فضل عمر کا؟

سچ ہے۔ عقل چہ گنتی است کہ پیش مردان بیاید۔

"فرمایا ہے" کے آگے تین چار فقرے بیان ہوئے ہیں۔ جو کوئی زید کا ہے۔ کوئی بکر کا۔ کوئی خالد کا۔ مگر سب ایک "فرمایا ہے" کے ماتحت ہیں۔ یہ عجیب منطق ہے۔ سچ ہے

ایک جھوٹ کو کھڑا کرنے کے لئے کئی جھوٹ [illegible] مگر اس ساری کھینچا تانی سے کچھ نہیں بنتا [illegible] تاویل کو عقلمند اس نگاہ سے دیکھیں گے۔ جس [illegible] آجتک اس مسخرے کے شعر کو دیکھتے ہیں جس نے [illegible]

چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا
الا یا ایہا الساقی ادر کاساً وناولہا

اسی مضمون میں الفضل نے یہ منطق بھی شامل کی ہے کہ [illegible] تو خلافت کے مدعی نہیں۔ اس لئے وہ خلیفہ کیونکر [illegible] ہیں اور میاں صاحب کیونکر ان کو خلیفہ سمجھ سکتے ہیں [illegible] ہیں۔ کہ پھر میاں صاحب کے اس فقرہ کو کہتے کہ کیا ضرورت تھی "مگر یہ قتل کا حکم تب ہے۔ جب سلطنت اپنی ہو۔ اس حکومت میں ہم ایسا نہیں کر سکتے"

جب آپ کے مقابل کوئی خلیفہ نہیں تو "اس حکومت میں ہم ایسا نہیں کر سکتے" کا کیا مقام اور کیا محل؟

دیکھا میاں الفضل خود اس عبارت سے ظاہر ہے کہ "جیسے لاہور میں ہے" کا فقرہ میاں صاحب کا ہی ہے جیسا کہ پچھلا فقرہ "مگر یہ قتل کا حکم تب ہے جب سلطنت اپنی ہے" میاں صاحب کا ہے۔ اب اس کو بھی کہدینا۔ کہ نہیں یہ بھی اُس مجہول الکنہ لڑکے کا ہے۔ تاکہ دروغگو را حافظہ نباشد کی مثل صادق آجائے۔

پیغام صلح کے اجرا کیلئے درخواست

منشی محمد [illegible] صاحب ساہیوال ضلع شاہپور تحریر فرماتے ہیں کہ مجھے پرچہ پیغام صلح دیکھنے کا ازحد اشتیاق ہے۔ لیکن بوجہ ناداری قیمت ادا کرنے سے معذور ہوں اگر کوئی اللہ واسطے میرے نام ایک سال کے لئے جاری کرا دے تو بندہ دعا اور خدا جزا دے گا۔

کیا ہمارے ناظرین کرام میں سے کوئی ذی استطاعت صاحب اس درخواست کو منظور فرما کر عند اللہ ماجور نہیں ہوں گے؟

پنجاب کے گذشتہ فسادات کا اہم نتیجہ

سیاسی حلقوں میں یہ سوال ایک خاص اہمیت رکھتا ہے کہ کیا پنجاب یا ہندوستان کے گذشتہ فسادات کسی گہری سازش کا نتیجہ ہیں۔ اس کا جواب عموماً اثبات میں دیا جاتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان میں باستثنائے چند شورہ پشت لوگوں کے تمام لوگ حکومت برطانوی کے خیر خواہ اور ہوا خواہ ہیں گذشتہ فسادات بھی ملک میں عام بے چینی یا بغاوت کی ہرگز دلیل نہیں ہوسکتے۔ جیسا کہ بعض ناعاقبت اندیش لوگوں کا خیال ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ہندوستان کے لوگ فطرتاً ذکی الحس واقعہ ہوئے ہیں۔ بعض وقت وہ گورنمنٹ کے کسی فعل پر ناراض ہوتے ہیں۔ تو چند شریر لوگ اس آگ پر تیل ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور وہ بھڑک جاتے ہیں۔ اس وقت حکام اگر مصلحت وقت کو مدنظر رکھتے ہوئے تھوڑی سی معاملہ فہمی سے کام لیں اور اپنے شان جمالی کا پانی اس پر ڈالدیں۔ تو پھر ہندوستانی ایسے رام ہو جاتے ہیں کہ ان کی وفاداری ضرب المثل ہو جاتی ہے۔ چنانچہ دیکھئے وہی پنجاب جو پہلے افسوسناک جرائم کا مرتکب ہو رہا تھا۔ آج ہز آنر سر میکلیگن کے مکارم اخلاق کا دل سے مداح ہے۔ حالانکہ سر میکلیگن بھی آخر برطانوی حکومت کے ہی نمائندہ ہیں۔ پس گذشتہ فسادات پنجاب سے جو نتیجہ نکلتا ہے۔ وہ صرف یہ ہے کہ ہندوستانی بعض اوقات ذکاوت حسی کی وجہ سے بگڑ بیٹھتے ہیں۔ اور ان کا یہ شور و غل اور جوش و خروش محض آنی ہوتا ہے۔ جس طرح کوئی بچہ اپنے والدین سے بعض وقت بگڑ بیٹھتا ہے اور جوش جوانی میں بعض ناشائستہ حرکات کر بیٹھتا ہے مگر پھر جب وہ غصہ فرو ہوتا ہے تو خود ہی پشیمان ہوتا ہے کہ اس نے کیسی شرمناک حرکات کی ہیں۔ اس کی اصل وجہ محض کمی تعلیم ہے۔ چنانچہ گذشتہ فساد کے موقعہ پر جن جن لوگوں نے قبیح ترین جرائم کئے ہیں وہ علی العموم جاہل اور نوجوان ہیں۔ جنہوں نے اپنے جوش جوانی اور جہالت کے جذبہ کے ماتحت ایسے کام کر دیئے۔

غرض وہ لوگ جو پنجاب کے فسادات کو کسی گہری سازش یا بغاوت کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ وہ ہمارے نزدیک واقعات کو جھٹلاتے ہیں۔ واقعات نے بتا دیا کہ ہندوستانی یا پنجابی اب

بھی ویسے ہی وفادار ہیں جیسا کہ وہ پہلے تھے۔ چنانچہ اس وقت ہم دیکھتے ہیں۔ کہ صوبہ کا ہر ایک اخبار ہز آنر کی تعریف میں رطب اللسان ہے اگر خدانخواستہ پنجابیوں کو حکومت برطانیہ سے کوئی کاوش ہوتی تو وہ آج ہز آنر کی مدح میں بھی قصیدہ خوانی نہ کرتے۔

ہم خوش ہیں کہ ہز آنر نے اپنے مزاحم خسروانہ اور معدلت گسترانہ حکمت عملی سے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ دیا ہے اور پنجاب کا سیاسی مطلع جو محض فوری جوش کے ماتحت عام لوگوں کی جہالت اور کوتاہ اندیشی سے گرد آلود ہو گیا تھا۔ حضور ممدوح کے ابر کرم کے ترشح سے بالکل صاف ہو گیا ہے۔

پنجاب کے ہر دلعزیز لاٹ صاحب کا فیض عام

پیغام صلح ۲۰ و ۲۳ جولائی کی شہری اشاعت میں ہم نے موجودہ قحط اور گرانی پر یہ لکھتے ہوئے کہ آجکل سب سے قابل رحم حالت ان لوگوں کی ہے جو ملازمت پیشہ ہیں۔ حضور لاٹ صاحب سے اس کے متعلق ان الفاظ میں اپیل کی تھی :-

"ہمیں پنجاب کے ہر دلعزیز لاٹ صاحب مسٹر ایڈورڈ میکلیگن کی گورنمنٹ سے یہ توقع ہے۔ کہ وہ اپنی مسلمہ بالغ نظری اور رعایا نوازی سے کام لیتے ہوئے اس اہم مسئلہ پر خصوصی توجہ فرمائیں گے۔ اور اس سلسلہ میں کوئی قرار واقعی انتظام کر کے رعایا کے ایک معزز طبقہ کی دعائیں لیں گے"

اب ہمیں یہ معلوم کر کے نہایت خوشی ہوئی۔ کہ ہز آنر نے سول کے ملازموں کو ۲۵ فیصدی اضافہ دینے کی منظوری عطا فرمائی ہے۔

چونکہ اس منظوری سے وہ محکمے مستفید نہیں ہو سکتے۔ جو امپیریل ہیں یعنی جن کا تعلق حکومت ہند سے ہے اس لئے ہمیں امید رکھنی چاہیئے۔ کہ حکومت ہند بھی اس کے مطابق اضافہ منظور کر کے اس کارخیر میں پنجاب گورنمنٹ کی تقلید کرے گی۔

ہز آنر اور سول اینڈ ملٹری گزٹ

ہز آنر لفٹنٹ گورنر نے قیدیوں کی سزاؤں میں جو تخفیف بنظر ترحم کر دی ہے۔ اس کو تمام ملک نے تو بہ نظر استحسان ہی دیکھا ہے۔ تعجب ہے کہ سول اینڈ ملٹری گزٹ کو یہ رحم پسند خاطر نہیں چنانچہ وہ لکھتا ہے :-

"مارشل لا کی عدالتوں نے جو سزائیں دی تھیں۔ اُن میں مزید تخفیف کا اعلان آج کیا گیا ہے۔ جو لوگ لاہور کے مقدمہ سازش کی سزاؤں کی تخفیف پر حیران ہو رہے تھے وہ امرتسر کے مقدمہ سازش کی نسبت کیا کہیں گے؟

کچھ شک نہیں کہ امرتسر کا فساد کسی اور مقام کی نسبت زیادہ خطرناک تھا۔ اور اس لئے ایک معمولی شخص بھی خیال کر سکتا ہے۔ کہ جن شخصوں کو مناسب تحقیقات کے بعد امرتسر میں ایک مجرمانہ سازش کے ممبر قرار دیا گیا تھا۔ اُن کا جرم نسبتاً زیادہ تھا۔ باوجود اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ امرتسری لیڈروں میں سے بھی ود کی نسبت کم سزا دی گئی ہے۔ گورنمنٹ کے اس حد سے بڑھے ہوئے رحم کے خلاف ہمیں مجبوراً اعتراض کرنا پڑتا ہے۔ اگرچہ اس کے یہ معنے نہیں کہ ہمیں مجرموں کے خلاف کسی قسم کا ذاتی عناد ہے۔ اس پالیسی کا اثر اس صوبہ اور ہندوستان کے باقی حصوں پر ضرور بُرا پڑیگا۔ لوگ عام طور پر کہیں گے۔ اور یقین کریں گے۔ کہ گورنمنٹ پنڈت مالوی اور اُن کی پارٹی کے شور و غل سے خوف زدہ ہو گئی ہے یا اس نے آئندہ تحقیقاتی کمیشن کی ممکن نکتہ چینی سے بچنے کے لئے سزاؤں میں تخفیف کر دی ہے۔ ہمیں اس بات کا یقین ہے کہ اس سے ضلع کے افسروں اور پولیس کی دل شکنی ہوگی جنہیں چند ماہ قبل بدامنی اور بغاوت کی سختی سے مخالفت کرنی پڑی تھی انہیں یہ محسوس کرنے کے لئے قصور وار نہیں سمجھا جا سکتا کہ جس جرم کو پولٹیکل کہا جاتا ہے اسے حقیقت میں مجرموں پر ثابت کرنا دشوار ہے کیونکہ گورنمنٹ اس ایجی ٹیشن کا مقابلہ نہیں کر سکتی جو پولیٹیکل ہمدرد شروع کر دیتے ہیں"

ہندوستان کے پولٹیکل معاملات میں حصہ لینے والے گورنمنٹ کے رحم کو جس نظر سے دیکھتے ہیں اُس کا کچھ اندازہ اخبار ٹریبیون کی اس تحریر سے ہو سکتا ہے۔ جو اس نے لاہور کے مقدمہ سازش کی سزاؤں کی کمی پر شائع کی۔ اس مضمون میں لاٹ صاحب کی تعریف کی گئی اور سچا اظہار خوشنودی کیا گیا ہے انہوں نے لکایک اور کامل طور پر اس پالیسی سے دست برداری اختیار کی جسے گورنمنٹ پنجاب نے اختیار کر رکھا تھا"۔ اور خاتمہ

پر لکھا ہے۔ کہ امرتسر اور گوجرانوالہ کے مقدمات کی نسبت بھی ایسا ہی کیا جائے۔ کیا مجال جو اس بات کا اشارۃً بھی ذکر کیا گیا ہو کہ سزایاب شخصوں نے کوئی فعل غیر پسندیدہ یا قابل اعتراض کیا تھا۔ اُلٹا انہیں بدنصیب بے گناہ قرار دیا گیا ہے اور قید کے زمانہ کی تخفیف اور شرائط قید کی نرمی کو اظہار خوشی کا موزوں مضمون سمجھا گیا ہے۔ اگر ایک اوسط درجہ کا پولٹیکل معاملات میں حصہ لینے والا شخص گورنمنٹ کی کارروائی کی نسبت یہ رائے رکھتا ہے۔ تو پنجاب کی حالت اسوقت کیا ہوگی۔ جب تکلیف دہ حراست کے دو سال گذرنے پر ان پولٹیکل لیڈروں کو رہا کر دیا جائیگا۔ تاکہ وہ ایسے شخصوں کی حیثیت میں پھر اپنا کام شروع کر سکیں۔ جن کے لئے گورنمنٹ کو بھی رعایت پر مجبور ہونا پڑا۔

ہم نے گوجرانوالہ کے لیڈروں کا ذکر اس لئے نہیں کیا۔ کہ ان کی سزاؤں میں اس قدر غیر معمولی تخفیف نہیں ہوئی۔ لیکن یہ ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ امرتسر کی اس عورت کی سزا کس لئے بالکل منسوخ کر دی گئی ہے۔ جسے عدالت خاص کے ججوں نے (مسز ایسڈن کی) بے وفا خادمہ لکھا تھا۔ اور جس کی نسبت بیان کیا گیا تھا۔ کہ اسی نے ہجوم کو ہسپتال میں داخل کر کے دوبارہ مسز ایسڈن کو تلاش کرنے کا موقعہ دیا۔ کوئی عورت جس کا طرز عمل اس قسم کا رہا ہو۔ اور وہ سزایاب ہو گئی ہو۔ اظہار رحم کے لئے کسی طرح موزوں نہیں سمجھی جا سکتی۔

احمدیہ جماعت اور سیاسیات

ہر چند کہ ہر ایک قوم اور ہر ایک فرقہ کو اس لحاظ سے سیاسیات میں حصہ لینا پڑتا ہے۔ کہ حاکم اور محکوم اور آمر و مامور میں جو تعلقات ہوں اُنکو واضح کیا جائے یا اپنی روش کا اعلان کیا جائے۔ لیکن ہر ایک جماعت اپنا کوئی خاص نصب العین بھی رکھتی ہے۔ اگر وہ نصب العین پالٹیکس یا "سیاسیات" ہیں تو وہ جماعت ایک پولیٹیکل یا سیاسی جماعت کہلائے گی۔ اور اگر اس جماعت کا نصب العین اس کے وجود کی علت غائی اس کا مطمح نظر سیاست کے سوا کچھ اور ہے۔ تو پھر اس جماعت کو ہم پولٹیکل جماعت نہیں کہہ سکتے۔ اور جس قدر بھی وہ جماعت اپنے نصب العین کے سوا دوسرے کاموں میں دلچسپی لے گی اسی قدر اسکی توجہ اُس مقصد کی طرف سے کم ہوتی جائیگی جو اسکے وجود کا اصل مقصد ہے۔

احمدیہ جماعت کی تخلیق حضرت مسیح موعود کی وساطت سے خود خدائے عزوجل کی رضی کے ماتحت ہوئی ہے اور جو کام اس کے سپرد کیا گیا ہے۔ وہ بھی کوئی ایسا مقصد نہیں۔ کہ چند ارباب رائے نے اپنے لئے مقرر کر لیا ہو۔ بلکہ جماعت احمدیہ کا محور عمل خود اس فرستادہ خدا نے تجویز کیا۔ جس کو خدا تعالیٰ نے اس زمانہ میں مبعوث فرمایا۔ وہ محور عمل محض اعلائے کلمۃ اللہ اور تبلیغ ہدایت ہے۔ اور مقام شکر ہے کہ اس مقصد کے حصول کے لئے خدا نے اس زمانہ میں پہلے سے بھی زیادہ اسباب جمع کر دیئے ہیں۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود جس مقصد کو دُنیا میں لائے ہیں وہ خدا کی طرف سے ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے اس کے مؤید اسباب بھی پیدا کر دیئے ہیں اس لئے جماعت احمدیہ کو بلحاظ اپنے نصب العین کے سیاسیات سے کوئی تعلق نہیں۔ اور نہ ہی اس نے کبھی "سیاسیات" کو اپنا مطمح نظر بنایا۔ اور نہ ہی آئندہ بنانا چاہیئے۔ کیونکہ متفرق کاموں میں حصہ لینے سے قوم کی توجہ میں تشتت و افتراق پیدا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے اپنے ایک ارشاد خاص (جس کو ہم اشاعت گذشتہ میں نقل کر چکے ہیں) کے ذریعہ سے احباب کو اس امر کی طرف خاص توجہ دلائی ہے۔ کہ ان کا مقصد محض اعلائے کلمۃ اللہ ہے اور اسی کے لئے وہ مامور ہیں یہ مضمون علیحدہ بھی چھپوایا گیا ہے۔ احباب کو چاہیئے کہ اس کی چند کاپیاں منگوا کر اپنے دوستوں میں تقسیم کریں۔ اور اس آواز کو ہر ایک احمدی کے کان تک پہنچانے کی کوشش کریں۔

اہل حدیث کی دیدہ دلیری

اہل حدیث میں کچھ عرصہ سے ایک سلسلہ مضامین ایک نامہ نگار کی طرف سے چھپ رہا ہے۔ جن کی تاریک شخصیت "سکے از کوہاٹ" کے الفاظ میں چھپی ہوئی ہے۔ علمی اور مذہبی مباحثات میں جن کی غرض احقاق حق ہونی چاہیئے۔ اور جن میں بغض و عناد کو دخل نہیں ہونا چاہیئے۔ [illegible] شخصیت کو چھپانا اور اس قدر اخلاقی جرأت سے بھی کام نہ لینا کہ اپنے نام کو ہی ظاہر کیا جائے ایسے لوگوں کا ہی کام ہو سکتا ہے۔ جو مضمون نگاری کو محض جنگ گری سمجھتے ہوں۔ اور جنہیں حق و باطل سے سروکار نہ ہو۔ چنانچہ مضمون نگار کی طرز تحریر سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے کہ وہ خواہ مخواہ حضرت مسیح موعود کی دشمنی پر تلے ہوئے ہیں۔ اور بیجا اور بے تحاشا لفاظی سے کام لیتے ہوئے نہایت گندے اور فحش الفاظ میں حضرت مرحوم و مغفور کا ذکر کرتے ہیں۔ ہم پیغام صلح کے کالموں کو اس فحش گوئی سے آلودہ نہیں کرنا چاہتے۔ اس قسم کے مضمون اہل حدیث اور اس کے نامہ نگار ان باوقار کے لئے مخصوص ہیں۔ اور ہونے چاہئیں۔ لیکن صرف نامہ نگار صاحب کی معقولیت دکھانے کے لئے یہاں ایک فقرہ نقل کیا جاتا ہے ڈاکٹر عبد الحکیم کی تحریروں کا ذکر کرتے ہوئے آپ اپنے مضمون کی تان یہاں توڑتے ہیں :-

"دُنیا نے دیکھ لیا کہ مرزا صاحب ڈاکٹر صاحب کی الہامی پیشگوئی کی میعاد کے اندر اور پنڈت لیکھرام مقتول کی پیشگوئی کے مطابق مرض ہیضہ سے ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو بمقام لاہور فوت ہو گئے"

اس عقل و ہوش کی ہر ایک شخص داد دے گا۔ کہ حضرت مرزا صاحب پنڈت لیکھرام صاحب مقتول کی پیشگوئی کے مطابق فوت ہوئے ہیں۔

عقل چہ کنی است کہ پیش مردان بیائید

کیا اہل حدیث کا نامہ نگار بتا سکتا ہے کہ پنڈت لیکھرام آنجہانی نے کن الفاظ میں پیشگوئی کی تھی۔؟ اور یہ خوب پیشگوئی کا پورا ہونا کہ خود پیشگوئی کرنے والا... مخالف کی پیشگوئی کے مطابق راہگرائے عالم بقا ہوا۔ بہرحال وہ الفاظ شائع کرنے چاہئیں جن میں پنڈت لیکھرام نے پیشگوئی کی۔ باقی رہا عبد الحکیم کا معاملہ سو اس کے متعلق اہل حدیث کو معلوم ہونا چاہیئے کہ خود حضرت مسیح موعود نے اپنی وفات کی پیشگوئی اس سے پہلے کر دی تھی اور وصیت بھی شائع کر دی تھی۔ اگر اس کے بعد کسی شخص نے حضرت صاحب کی رحلت کی پیشگوئی کر دی تو اس کی کیا وقعت ہو سکتی ہے۔ بات تو تب تھی کہ حضرت صاحب کی وصیت اور الہام سے پہلے کوئی شخص تعین کر دیتا۔ اور یہ تعیین عقلاً اور حضرت صاحب کی عمر طبعی کے لحاظ سے خارق عادت معلوم ہوتی۔ ورنہ یوں تو ہر ایک شخص نے ایک دن مرنا ہی ہے۔ سید الانبیاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی آخر اس دار دُنیا سے رحلت فرما ہی گئے۔ تو کیا یہ بات آپ کے دشمنوں کے ہاتھ میں کوئی دلیل ہو سکتی ہے؟

اس مضمون میں نامہ نگار نے یہ بھی لکھا ہے کہ "مرزا جی کی عمر فوت ہونے کے وقت ۶۵ سال چند ماہ کی تھی" یہ بالکل غلط ہے حالانکہ ایک ایسے شخص کو جو دوسروں کے فرضی اور خیالی جھوٹ کی نام نہاد فہرست پر اترتا ہے۔ یہ ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ کہ اس کے قلم سے ایسا فقرہ نکلا جس میں صداقت کا نام نہیں۔ حضرت مرزا صاحب کی عمر ۷۵ سال چند ماہ کی تھی۔ اس کا ثبوت اگر نامہ نگار کے پاس ہے۔ تو وہ پیش کرے۔ باقی الہامی عمر کے متعلق ہم ثابت کر دیں گے کہ ان کا انتقال اسی عمر میں ہوا ہے۔ مگر سر دست نامہ نگار کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنے بیان کو سچا ثابت کر کے دکھائے۔

مشورے ہو رہے ہیں آپس میں

اہل حدیث ۱۵ اگست کی اشاعت میں "مرزائیوں کے متعلق احباب سے مشورہ" کے عنوان سے لکھا ہے :-

"واقعات کی بنا پر ہمیں اعتراف کرنا چاہیئے کہ قادیانی مشن کی تبلیغ باقاعدہ ہے۔ جو کام باقاعدہ ہو۔ اُس کا اثر بھی باقاعدہ ہوگا۔ چنانچہ یہی سننے میں آتا ہے کہ مالابار میں اتنے احمدی ہو گئے۔ افریقہ میں اس طرح باقاعدہ مشن جاری ہے۔ عراق عرب میں یہ کوشش ہے"

اس سے آگے چل کر مشورہ کرتا اور لکھتا ہے :-

"جہاں جہاں ان لوگوں کا کچھ اثر ہے۔ ہم کو اطلاع دیں۔ وہ اُن کے اثر کا وہاں کیا مقابلہ کرتے ہیں اور اُس اپنے مقابلے کو کافی جانتے ہیں یا کم سمجھتے ہیں کم سمجھتے ہیں تو اُس میں مزید کیا چاہتے ہیں؟ اور جو مزید چاہتے ہیں اُس کے حصول کے ذرائع اُن کے نزدیک کیا کیا ہیں؟ ان سب امور کا جواب اپنی اپنی سمجھ اور ضرورت کے مطابق دے کر اس ضروری مشورہ میں شریک ہوں"

اللہ اکبر! کیا خدا کی شان ہے۔ ادھر حضرت مسیح موعود کو

اس زمانہ میں اللہ تعالےٰ نے یہ بشارت دیا ہے کہ میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دوں گا۔ تیرا نام دنیا میں روشن کردوں گا۔ جس وقت اس قسم کا کوئی سامان نہیں۔ اور نہ ہی انسانی عقل اس کا فتویٰ دے سکتی ہے۔ وہ حضور اپنے وعدہ کے مطابق وہ سارے سامان پیدا کر دیتا ہے جو اس تبلیغ کے لئے ضروری ہیں اور ساتھ ہی اس کے اہل حدیث ایسے غالی دشمن کے منہ سے یہ الفاظ نکلوا دیتا ہے کہ "واقعات کی بنا پر ہمیں اعتراف کرنا چاہئے کہ قادیانی مشن کی تبلیغ باقاعدہ ہے۔ جو کام باقاعدہ ہو۔ اس کا اثر بھی باقاعدہ ہوگا۔ چنانچہ یہی سننے میں آتا ہے۔ کہ مالا بار میں اتنے احمدی ہوگئے"

اب یہ اعتراف ایک دشمن کی زبان سے ہے اور واقعات کی بنا پر ہے۔ کیا اب بھی مولوی ثناء اللہ صاحب اس پیشگوئی کی صداقت سے انکار کریں گے؟

باقی رہا ہمارے خلاف مشورے اور تیاریاں۔ ان کی ہمیں پرواہ نہیں۔ ہم سلسلہ احمدیہ کو سلسلہ حقہ سمجھتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ خدا تعالےٰ نے اس کو قائم کیا ہے۔ جس طرح آج تک اس نے اسکو ترقی دی۔ وہ آئندہ بھی دیگا۔ اور اس کے دشمن اسی طرح خائب و خاسر رہیں گے۔ جسطرح وہ آجتک رہے ہیں۔ اور جس کا انہیں خود اعتراف بھی ہے +

میاں صاحب کی خلافت

اب جبکہ قادیان کے بزرگ عقائد کے میدان میں سخت ہزیمت اٹھا چکے ہیں۔ اور میاں صاحب کے جدید عقائد کسی طرح بھی کتاب و سنت اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کے موافق ثابت ہونے میں نہیں آتے۔ بلکہ عام علم کلام کے لحاظ سے بھی میاں صاحب کے عقائد کی سرپرستی کے لئے ایسی مضحکہ انگیز دلائل دینے پڑتے ہیں۔ کہ دنیا میں ہر ایک عقلمند ان باتوں پر نفرین کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ مثلاً اسمہٗ احمد کی بحث میں میاں صاحب کی چوٹی کی دلیل یہ ہے۔ غلام احمد کی ترکیب ہی غلط ہے۔ حالانکہ جس شخص کو علم کلام سے ذرا بھی مس ہو وہ سمجھ سکتا ہے کہ ترکیب غلط نہیں۔ بلکہ میاں صاحب کا استدلال غلط ہے۔ تو پھر قادیان کے اخباروں نے خلافت پر بحث شروع کی ہے۔ کہ کسی طرح اس لغتبان کے ذریعہ سے ہی مدافعت کی جا سکے۔ یہ کنکم ہتھیار ابتدائے خلافت سے برتے جارہے ہیں چنانچہ اوائل میں یہ دل خوش کن اور بہلانے والا مسئلہ نکال لیا گیا تھا۔ کہ میاں صاحب مصلح موعود ہیں۔ لیکن صاحب فراست خوب سمجھتے ہیں کہ اس قسم کی خوش عقیدگیوں سے عقائد حقہ اور باطلہ میں امتیاز نہیں ہوسکتا۔

دنیا میں پہلے بھی اس قسم کی خلافتیں ہوئی ہیں۔ جن کی بنیاد غلط اصولوں پر رکھی گئی ہے مگر محض خلیفہ کے لفظ یا جماعت کے مل جانے سے کوئی شخص حق پر ثابت نہیں ہوسکتا۔

ہم پوچھتے ہیں کہ کیا میاں صاحب کے عقائد درست ہیں حضرت صاحب کی کتابوں کے مطابق ہیں۔ اگر ہیں تو پھر ان کی خلافت کے لئے دلیلیں دو۔ لیکن جب بسم اللہ ہی غلط ہے۔ جب ان کے عقائد ہی درست نہیں تو تمام موشگافیاں اور خوش عقیدگیاں بجوئے نے ارزد کا مصداق ہیں۔

خلافت کی دلیلیں دینے کے بجائے نبوت مسیح موعودؑ کی بحث کرو۔ اسمہٗ احمد کے مسئلہ کو سلجھاؤ۔ کفر و اسلام پر روشنی ڈالو۔ مگر اپنی جدت طرازیوں سے نہیں بلکہ قرآن و حدیث اور حضرت صاحب کی کتب سے۔ میاں صاحب کی خلافت کے لئے حضرت مولوی نور الدین صاحب مرحوم کی خلافت کو بطور نظیر پیش کرنا۔ اگرچہ کئی وجوہ سے باطل ہے۔ مگر ایک اصولی بات یہ ہے۔ کہ ان کے عقائد کے متعلق کسی کو اختلاف نہیں۔ حالانکہ میاں صاحب کے عقائد سے خود ان کے مریدین بھی متفق نہیں اور یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اختلاف عقیدہ کے باوجود بیعت کرنے کی اجازت دے رکھی ہے مگر انہوں نے یہ نہ سوچا کہ جن مسائل میں ان کے مریدوں کو اختلاف ہے وہ ایسے معرکتہ الآراء مسائل ہیں کہ پیر کے نزدیک مرید کافر اور مرید کے نزدیک پیر۔ کیا ایسے مسائل میں اختلاف رکھکر بھی کہ بیعت ہو سکتی ہے۔ لیکن صرف بیعت کے شوق میں یہ سب کچھ روا رکھا گیا۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون +

خسرو دکن کی فیاضی

حیدرآباد دکن اپنی علمی سرپرستی کی روایات سابقہ کے لئے شہرۂ آفاق ہوچکا ہے۔ ہندوستان کے بہت سے تابندہ گوہر جنہیں مذاق علیم سے بہرہ وافر ملا تھا۔ خسرو دکن کے فیض عام سے بہرہ یاب ہوتے رہے ہیں۔ اور ہمیں خوشی ہے۔ کہ موجودہ نظام حیدرآباد خلد اللہ ملکہ بھی ان روایات کو تازہ کر کے اپنی علم دوستی کا ثبوت دیتے رہتے ہیں۔ چنانچہ حال ہی میں حضور نظام نے ایڈیٹر میونسپل گزٹ لاہور کو ایک ماہوار کی امداد منظور فرمائی ہے۔ جس پر ہم ایڈیٹر صاحب کو مبارکباد دیتے ہیں۔ اس میں شک نہیں اسلامی حکومت کی ان خصوصیات میں سے جنہوں نے آجتک عہد اسلامی کی یاد کو لوگوں کے دلوں میں تازہ کر رکھا ہے۔ ایک خصوصیت علمی سرپرستی تھی۔ اور حضور نظام بھی ان ہی روایات کا احیاء کرتے ہیں جو انہیں اسلام سے ترکہ میں ملی ہیں۔ مگر چونکہ اب گورنمنٹ برطانیہ کے معتد بہ حصہ پر حکمران ہے اور جو لوگ اس کے زیر نگین ہیں وہ بالعموم وہی ہیں جو ایک وقت مسلمانوں کے زیر حکومت تھے۔ اس لئے ان کی تالیف قلوب کے لئے حکومت برطانوی کو بھی وہی آئین استعمال کرنی چاہئیں جن کے لوگ پہلے سے عادی ہیں چنانچہ اس نکتہ خفی کو مدنظر رکھکر گورنمنٹ نے جائیدادیں اور عطیہ جات دینے کا طریق رائج کیا ہے۔ اور گذشتہ سے پیوستہ سال حضور وائسرائے نے لاہور میں دربار کرکے وفادار لوگوں کو ان کی خدمات کے معاوضہ میں جاگیریں عنایت کی تھیں۔ لیکن کیا اہل قلم جو گورنمنٹ کی بہترین خدمت کرتے ہیں اور کر سکتے ہیں شاہانہ عطیہ جات کے مستحق نہیں؟ ضرور ہیں۔

اگر سر ایڈورڈ میکلیگن اپنے عہد حکومت میں کچھ ایسے وظائف اور جاگیریں منظور کرا جائیں جو ملک کے اہل قلم و اہل علم کے لئے مخصوص ہوں تو یہ کارنامہ ان کے عہد کی زریں یادگار رہے گا +

ختم نبوت

آج کے اخبار میں پہلے صفحہ پر ہم نے حضرت مسیح موعودؑ کی ایک تقریر درج کی ہے ہمارے احباب دیکھ سکتے ہیں۔ کہ وہ آج جس مسلک پر گامزن ہیں۔ وہ مسلک حضرت مسیح موعودؑ کا تھا۔ حضرت صاحب باوجود حدیث میں مسیح موعود کے لئے لفظ "نبی اللہ" آنے کے۔ اور باوجود الہام میں آپ کو نبی پکارے جانے کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نبوت کو ختم سمجھتے تھے۔ آج میاں صاحب اور ان کے مریدین کہتے ہیں چونکہ امت مرحومہ میں تیرہ سو سال تک سب اکابر امت اور اولیاء نعوذ باللہ ناقص رہتے ہیں۔ اس لئے وہ نبی نہ ہوئے۔ لیکن حضرت مسیح موعودؑ اس باطل عقیدہ کی تردید فرماتے ہیں اور صاف فرماتے ہیں کہ ہزاروں میں نور نبوت ضیا باری کر رہا تھا مگر چونکہ آنحضرتؐ کے بعد نبوت مسدود تھی اس لئے ان کو نبی نہیں کہا گیا۔ حالانکہ ان کا حق تھا۔ کہ وہ بھی نبی کہلاتے۔ اور مسیح موعودؑ کو حدیث میں نبی کہا گیا ہے۔ وہ اس لئے کہ سلسلہ موسویہ سے مماثلت میں ایک اور بھی رعایت پوری ہو جائے۔

کاش میاں صاحب اور ان کے غالی مریدین اس نکتہ پر غور فرمائیں۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کے عقائد کے ساتھ اتفاق کریں۔

یہ تقریر بھی ۱۹۰۳ء کی ہے۔ اور اس لئے اس پر میاں صاحب خط تنسیخ بھی نہیں کھینچ سکتے +

ویدک سائنس یا وید بھگوان کا علمی لکچر

مولانا عبد الحق صاحب عالم سنسکرت نے ویدک سائنس جس پر ہمارے آریہ بھائیوں کو فخر حاصل ہے اس رسالہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب موصوف نے وید کا بہت غور و خوض سے مطالعہ کیا ہے یہ انہی کا حصہ تھا آریہ سماج کے مناظرہ میں بہت مفید ہے۔ قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۳؍

انور پاشا کو سزائے موت

معاصر وکیل راوی ہے کہ قسطنطنیہ میں فوجی عدالت کی رو سے ان اشخاص پر مقدمات چلائے گئے ہیں جنہوں نے مہاربہ یورپ میں ترکی کو شامل کرانے کی ذمہ داری اپنے اوپر لی تھی اس عدالت خاص نے بعض ترکی لیڈروں کے خلاف اپنے فیصلے صادر کئے ہیں اور یہ فیصلے سلطان ترکی کی منظوری کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ اس عدالت نے طلعت پاشا، انور پاشا اور جمال پاشا کے متعلق جو آجکل ترکی سے مفرور ہیں انکی عدم موجودگی میں سزائے موت کا فیصلہ صادر کیا ہے خدا کی شان ہے کہ وہ انور پاشا جو قیصر کی طرح تمام دنیا میں انقلاب پیدا کرنے کا مدعی بنا بیٹھا تھا۔ آج اپنے ملک کی عدالت میں مستوجب سزائے موت ٹھہرتا ہے +

اقتباسات

پودے کس طرح شادی کرتے ہیں

پودے کے عادات و خصائل کی کامل تحقیقات کے بعد یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا ہے۔ کہ جس طرح آدمی کے جسم میں جان ہے بالکل اسی طرح پودے کے جسم میں بھی ہے۔ پودے آدمی ہی کی طرح کھاتے پیتے سوتے جاگتے۔ حتی کہ شادی کرکے اپنی نسلوں کو بڑھاتے ہیں۔ انجمن ترقی اردو (اورنگ آباد دکن) نے اپنے سلسلہ [illegible] میں حال میں ایک نہایت عمدہ رسالہ "علم نباتات" کے [illegible] سے شائع کیا ہے۔ جس میں ان تمام باتوں کی تشریح [illegible] فہم پیرایہ میں کی گئی ہے۔ پودے کس طرح [illegible] اس تعجب خیز سوال کے جواب میں بتایا گیا ہے۔ کہ [illegible] کے میاں بی بی ہیں۔ بعض ایسے پودے ہیں جن میں [illegible] کے متفرق جنسیں ہوتی ہیں۔ جب ہم انہیں جان [illegible] تو محض سرسری نظر [illegible] کریں گے۔ مگر [illegible] میں جنسیں اس طرح ایک ہی پھول یا ایک ہی [illegible] ہوتی ہیں۔ کہ ان کا امتیاز کرنا بغیر جستجو اور [illegible] مشکل ہے +

اس امر کے جان لینے کے بعد ہم ادنیٰ قسم کے پودے کو دیکھنا چاہئے۔ ان میں نہ پھول ہوتے ہیں اور نہ پھول کے مشابہ کوئی چیز پائی جاتی ہے۔ ایسے [illegible] دو طرح سے اپنی نسل قائم کرتے ہیں۔ پہلا [illegible] خانہ منقسم ہو کر دو ہو جاتے ہیں۔ دوسرا [illegible] ایک خانہ آنا فانا پھٹ جاتا ہے۔ اور بہت سے چھوٹے چھوٹے خانے پیدا ہو جاتے ہیں۔ ان دونوں طریقوں [illegible] کہیں پتہ نہیں ہے۔ صرف ایک اکیلا خانہ کام [illegible] یا یوں سمجھنا چاہئے کہ پودے کی ماں ہوتی ہے باپ [illegible]

تالابوں میں ایک قسم کی گھاس ہوتی ہے جو [illegible] ماند پتلی اور لمبی ہوتی ہے۔ یہ پودا ایک خلیہ [illegible] والی قسم سے کچھ اشرف درجہ کا ہے۔ سب سے پہلے [illegible] کے آثار اس میں پائے جاتے ہیں۔ ان پودوں میں [illegible] رہتا ہے جس کی وجہ سے وہ سبز معلوم ہوتا ہے [illegible] آپس میں اس طرح مل جل کر پانی کی سطح پر چھا جاتے ہیں کہ پانی بالکل سبز معلوم ہوتا ہے۔ اس پودے میں چھوٹے چھوٹے خانوں کی دو قطاریں ہوتی ہیں جن میں [illegible] ایک دوسرے سے ملے ہوتے ہیں۔ یہ پودے ایک [illegible] سے کچھ فائدہ پہنچانے [illegible] مل جانے میں [illegible] دونوں کی نوکیں آپس میں وصل ہو جاتی ہیں [illegible] خانہ کا مادہ دوسرے خانہ میں چلا جاتا ہے جس سے [illegible] پیدا ہوتا ہے۔ جو کچھ دنوں تک ساکن رہتا ہے [illegible] ایک تیسرا پودا تخم خانے کے مثل پیدا ہو کر [illegible] پودے سے جدا ہو جاتا ہے۔ اس طریقہ سے جنس کا آغاز ہوتا ہے اور پودے کی شادی کا سلسلہ شروع ہوتا ہے [illegible] دو پائی گھاس میں [illegible] ہوتے ہیں۔ ان میں نر و مادہ نہیں ہوتے نہ کوئی [illegible] ہے۔ اور ایک خانہ دوسرے سے زیادہ [illegible] دکھائی دیتا رہتا ہے۔ مگر [illegible] کے پودے [illegible] ان میں نمایاں فرق رہتا ہے یہ فرق جنس کا ہوتا ہے [illegible] سے سمجھنا چاہئے۔ اس میں ایک خانہ چھوٹا ہوتا ہے جو [illegible] کا کام کرتا ہے۔ یہی خانہ نر خانہ کہلاتا ہے۔ دوسرا خانہ [illegible] جو مفعول کا کام کرتا ہے۔ یہ مادہ خانہ کہلاتا ہے۔ مادہ خانہ [illegible] وقت نہ تو بیج پیدا کرتا ہے اور نہ بچہ تاوقتیکہ نر خانے سے [illegible] تلقیح نہ پائے۔

اعلےٰ اور ترقی یافتہ پودے میں نر و مادہ جدا جدا ہوتے ہیں۔ نر کو سلالی اور مادہ کو موسلی کہتے ہیں۔ سلالی [illegible] کا باپ اور موسلی ماں ہے +

ہر ایک پودا بذات خود واحد نہیں ہے۔ بلکہ ایک بستی کی طرح اس میں بہت سے افراد ہیں۔ اگر شہد کی مکھی کے چھتے کو ہم غور سے دیکھیں تو یہ بات بخوبی سمجھ میں آجاتی ہے [illegible] مکھی کے چھتے ایک پوری آبادی کی شکل میں ہوتے ہیں ان [illegible] بہت سی مکھیاں کام کرنے والی ہوتی ہیں جو نہ نر ہیں نہ مادہ ان کا کام چھتے کی کل مخلوق کو غذا پہنچانے کا ہے۔ ان کے سوا ایک [illegible]

[1] قیمت ایک روپیہ چار آنہ فی جلد مجلد۔

ملکہ ہوتی ہے۔ جس کا کام انڈے دینا ہے جن سے بچے نکلتے ہیں۔ اس میں چند نر ہوتے ہیں۔ جو بچے کے باپ کہے جا سکتے ہیں یہی حالت ٹھیک پودے کی بھی ہے۔ جس میں چند اجزا نر ہیں اور چند مادہ۔ بقیہ کام کرنے والے۔ اجزا نہ تو نر ہیں اور نہ مادہ۔ مثال کے طور پر ہم ناشپاتی کے درخت کو لیتے ہیں اس کے پتے کام کرنے والے اور غذا مہیا کرنے والے ہیں جو نہ نر ہیں نہ مادہ۔ وہ صرف غذا مہیا کرتے ہیں پھر غذا سے ہر ایک "آنکھ" میں ایسے پتے پیدا ہوتے ہیں۔ جو مختلف جنس کے ہوتے ہیں۔ ایسے سب پتوں کو ملا کر ہم پھول کہتے ہیں تمام پھول ایک قسم کے نہیں ہوتے۔ ان میں چند نر ہوتے ہیں جیسے نر مکھیاں۔ اور چند مادہ جیسے شہد کی مکھی میں ملکہ یہی مادہ پھول بیضے پیدا کرتے ہیں غرض شہد کی مکھی کے چھتے کی طرح یہاں بھی ایک آبادی ہے جس میں زیادہ تعداد کام کرنے والوں یعنے پتوں کی ہے۔ سال کے خاص خاص موسم میں خود مادہ پیدا ہوتے ہیں۔ جن کا کام بیج پیدا کرنا ہے اور اس سے ایک نئی بستی کی بنیاد پڑتی ہے۔ پودے اور شہد کی مکھی کے چھتے میں ایک بہت بڑا فرق ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ چھتے میں تو ہر ایک قسم کی مکھی علیحدہ علیحدہ رہتی ہے مگر پودے میں ایک ہی شاخ پر سب قسم کے اجزا ہوتے ہیں اس لحاظ سے پودے کو سیپ کے موتی کے گچھے سے تشبیہہ دینا زیادہ موزون ہے سیپ کے موتی کے گچھے بیس لڑے بیچ کرکے دس لڑے ہوتے ہیں اور اگرچہ ہر ایک موتی علیحدہ علیحدہ رہتا ہے۔ لیکن ہر ایک کے اندر زندہ مادہ موجود ہوتا ہے۔ تاہم پتے اور شہد کی مکھی میں اتنا فرق نہیں رہتا جتنا کہ بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے۔

ہر پتا علیحدہ علیحدہ ایک نئی بستی قائم کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ البتہ بعض موقعوں پر وہ نئی بستی بھی قائم کرتے ہیں سیبوتن ایک پودا ہے اگر اس کا ایک پتہ زمین میں گاڑ دیا جائے تو وہ جڑ پکڑ لیتا ہے۔ اور رفتہ رفتہ نئی بستی قائم کر لیتا ہے۔ بعض ایسے بھی پودے ہیں کہ اگر ان کے پتے کا ایک ٹکڑا کاٹ کر زمین میں گاڑ دیا جائے تو نیا پودا پیدا ہو جاتا ہے۔ بعض پتے اس قسم کے بھی پائے جاتے ہیں کہ وہ اگر پودے سے جھڑ کر زمین میں گر جائیں تو جڑ پکڑ لیتے ہیں۔ بعض حالت میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ پودے کی جڑ میں سے کوئی شاخ پھوٹی اور بڑھتا مڑ کر زمین میں سما گیا پھر اس سے ایک نیا پودا پیدا ہو گیا۔ اگرچہ سب پتے عام طور علیحدہ پودے نہیں ہوتے تاہم وہ بعض حالتوں میں بغیر تلقیح کے نئی بستی قائم کر لیتے ہیں۔ پودے کی جڑیں اور شاخ بدنوں بنی رہتی ہیں۔ تاکہ شاخ پتوں۔ پھولوں اور پھلوں کو زمین سے اونچا رکھے اور پتے آسانی کے ساتھ آفتاب کی شعاعوں اور کاربونک ایسڈ گیس کو جذب کر سکیں نیز پھل تک کیڑے وغیرہ آسانی کے ساتھ پہنچ سکیں۔ تاکہ تلقیح واقع ہو۔ اور تلقیح کے دیگر ذرائع بھی بہتر آ سکیں۔ جڑیں جو معدنی اشیاء پانی میں گھول کر زمین سے لیتی ہیں۔ نائیٹروجن ملی ہوئی چیزیں اور نمکوں کو جو ان میں ملے ہوتے ہیں زمین سے پتوں تک پہنچائیں اور نر عنصرہ اور مادہ اور نئے کے بنانے میں مدد دیں۔

پھول خاص قسم کے پتوں کا مجموعہ ہے۔ ابتدائی حالت میں پھول کی ایک ہی سلائی ہوتی ہے۔ یعنی ایک پتا یا پتے کی شکل کا ایک عضو ہوتا ہے جو زیرہ پیدا کرتا ہے یا ایک ہی موسلی ہوتی ہے یعنی ایک پتا یا پتے کی شکل کا ایک عضو ہوتا ہے جو بیج پیدا کرتا ہے ابتدائی پھول اسی قسم کے ہوتے ہیں لیکن اس کے بعد وہ کچھ ترقی کرتے ہیں اور چند سلائیاں اور چند موسلیاں پیدا ہوتی ہیں یہ اعضا اصطلاح علم نباتات میں "اعضائے تولید" کہلاتے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی پتے ہوتے ہیں جو محافظ کا کام کرتے ہیں۔ یہ پتے اعضائے تولید کو بیرونی جانب سے گھیرے رہتے ہیں اور عموماً رنگین ہوتے ہیں۔ اور ان کی رنگینی کیڑوں کو تلقیح کے لئے اپنی جانب مائل کرتی ہے یہ پتے اصطلاح میں "اعضائے محافظ" کہلاتے ہیں۔

اگر ہم کسی پھول کو نگاہ غور سے دیکھیں۔ تو اس میں ذیل کے اعضا پائیں گے۔ پھول کے وسط میں جو عضو ہوتا ہے اسے موسلی کہتے ہیں۔ یہ وہی عضو ہے جس کے ذریعہ تولید نسل ہوتی ہے اس کے تین حصے ہوتے ہیں۔ نچلا حصہ گولی کی طرح گول ہوتا ہے جس کو بیضہ دان کہتے ہیں۔ بیضہ دان کے اندر گول باریک دانے کی مانند ڈنڈیاں ہوتی ہیں۔ جن کو نالی کہتے ہیں ان نالیوں کے اوپر سرے مشابہ ایک شکل ہوتی ہے اسے بیضہ دان کا [illegible] کہتے ہیں۔ موسلیوں کے [illegible] چھوٹی چھوٹی چیزیں [illegible] کی طرح دکھائی دیتی ہیں انہیں سلائیاں کہتے ہیں کسی پھول [illegible] سلائیاں اور کسی [illegible] دس یا اس سے بھی زیادہ ہوتی ہیں [illegible]

سلائیوں میں ایک دھاگہ سا ہوتا ہے جس کو عسلوج کہتے ہیں اس کے سر پر ایک ظرف ہوتا ہے۔ جس میں زرد رنگ کا زیرہ ہوتا ہے جب یہ ظرف پختہ ہو جاتا ہے تو اس کا منہ کھلتا ہے اور زیرہ تیتریوں۔ کیڑوں۔ بھونروں وغیرہ کے ذریعہ بیضہ دان کی چوٹی میں جا کر پھولوں کی تلقیح کرتا ہے۔ سلائیوں کے باہر دو اور اعضا ہوتے ہیں۔ جن کی شکل پتے کی سی ہوتی ہے۔ اور وہ خوش رنگ ہوتے ہیں۔ ان دونوں اعضا میں جو عضو اندر کی طرف ہوتا ہے اسے "تاج گل" کہتے ہیں۔ یہ عموماً پانچ پتے سے مل کر بنتا ہے اس کا ہر پتا پنکھڑی کہلاتا ہے۔ سب سے باہر جو عضو ہوتا ہے۔ وہ "پیالہ گل" کہلاتا ہے۔ یہ عضو بھی مثل "تاج گل" کے پانچ پتے سے مل کر بنتا ہے اور اس کا ہر ایک پتہ "غلافی پتا" کہلاتا ہے۔

تاج گل اور پیالہ گل مثل موسلی اور سلائی کے زیادہ کارآمد نہیں ہیں کیونکہ بہت سے پھولوں کی تلقیح ان دونوں اعضا کے نہ ہونے پر بھی ہو جاتی ہے۔ تاہم یہ دونوں کچھ نہ کچھ کارآمد ضرور ہیں۔ جتنے ترقی یافتہ پودے ہیں۔ یہ اعضا ان کے پھولوں میں پائے جاتے ہیں۔ تاج گل کا کام یہ ہے کہ وہ اپنی خوش رنگ پنکھڑیوں سے کیڑوں کو اپنی طرف مائل کرے۔ تاکہ کیڑے ان تک آئیں۔ اور ایک پودے کے زیرے کو دوسرے پودے تک پہنچائیں۔ جس سے تلقیح واقع ہو۔ اور اسی غرض سے پنکھڑیاں سرخ۔ زرد اور نیلی ہوتی ہیں۔ اور اشتہار کا کام کرتی ہیں۔ تاج گل میں کسی قدر شہد بھی موجود رہتا ہے جس کے لالچ سے کیڑے آتے ہیں۔ پیالہ گل کا کام کلیوں کو چھپائے رکھنا ہے۔ تاکہ وہ سردی و پالا اور ضرر رساں کیڑوں سے محفوظ رہے۔ کیونکہ بہت سے کیڑے ایسے ہوتے ہیں جو حالت خامی میں یعنے کلی اور تلقیح ہونے سے پہلے ہی زیرے کے ظرف کو توڑ ڈالتے اور برباد کر دیتے ہیں۔

پھول کبھی اپنے ہی زیرے سے تلقیح پاتا ہے۔ اور کبھی دوسرے پھول کے زیرے سے پہلے طریقہ کو تلقیح بلاواسطہ کہتے ہیں اور دوسرے کو تلقیح باواسطہ۔

یہاں یہ سوال قدرتی طور پر پیدا ہوتا ہے کہ کل پودے اپنے ہی نر پھولوں کے زیرے سے تلقیح کیوں نہیں پاتے اور کون کون سے اسباب ہیں جن کے باعث بعض پھول اپنے ہی زیرے سے تلقیح پاتے ہیں۔ اور بعض دوسرے پھول کے زیرے سے۔ یہ سوال نہایت معقول ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جو پھول اپنے زیرے سے تلقیح پاتے ہیں اکثر ادنیٰ درجے کے ہیں۔ برخلاف اس کے جتنے پھول ترقی یافتہ اور اعلےٰ درجے کے ہیں۔ اور جو باغ کائنات میں اعلےٰ مرتبہ رکھتے ہیں۔ وہ اپنے زیرے سے تلقیح نہیں پاتے۔ بلکہ دوسرے پھولوں کے زیرے سے تلقیح پاتے ہیں۔ خواہ ان کی تلقیح ہوا کے ذریعہ ہو۔ یا کیڑوں کی وساطت سے۔ اس مسئلہ کو زیادہ وضاحت سے اس طرح سمجھ سکتے ہیں کہ پودے کل اعضا مثل ایک بستی کے ہیں۔ جن کے ہر پھول میں سلائی اور موسلی ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے ہر پھول کی موسلی اور سلائی مثل بھائی بہن کے ہیں۔ یہ طبی مسئلہ ہے کہ ایک ہی خون سے جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ بہت کمزور ہوتا ہے اور جب دو الگ خون ملکر بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ صحیح توانا اور تندرست ہوتا ہے۔ اسی بنا پر کل مذاہب نے اس قسم کی شادی ممنوع قرار دی ہے۔ طبعی قانون نے پودوں کو بھی اس مسئلہ کی پیروی سکھائی ہے۔ تاکہ آنے والی نسل توانا۔ تندرست۔ صحیح اور طاقتور ہو۔ اسی وجہ سے جتنے اعلےٰ اور ترقی یافتہ پودے ہیں وہ اپنے ہی پھول کے زیرے سے تلقیح نہیں پاتے بلکہ دوسرے پھول کے زیرے سے تلقیح پاتے ہیں۔

امریکہ کے جدید کتب خانے

(معارف)

علمی زندگی کے لئے کتب خانوں کا وجود ہمیشہ لازمی سمجھا گیا ہے۔ اچھے کتب خانے [illegible] کثرت سے مغرب میں ہیں مشرق میں بھی ہیں۔ البتہ مغرب خصوصاً امریکہ نے ان کے نظام اور ترتیب وغیرہ میں جو جدتیں پیدا کی ہیں ان کے نزدیک وہ عجیب و غریب چیزیں بن گئے ہیں "نئی دنیا" کی ہر چیز نئی ہوتی ہے۔ ضرورت ہے کہ پرانی دنیا والے اس قسم کی اصلاحات اپنے ہاں بھی رائج کریں۔

کتب خانہ کا قدیم تخیل صرف اس قدر تھا کہ کتابوں کا ذخیرہ ایک مقام پر جمع کر دیا جائے اور لوگ وہاں آ کر اپنے حسب مذاق کتابیں کا مطالعہ کر سکیں۔ چنانچہ ہندوستان اور یورپ کے بیشتر کتب خانے اسی اصول کے مطابق قائم ہیں لیکن امریکہ نے سرے سے یہ تخیل ہی بدل دیا اور کتب خانہ کو ایک زندہ و متحرک دلفریب ہستی بنا دیا جو ہر ایک کو خود اپنے اور مائل و گرویدہ کرے۔

امریکی کتب خانہ کی پہلی خصوصیت اسکی ظاہری دلفریبی ہوتی ہے۔ بجائے تنگ و غلیظ گلیوں میں ایک تیرہ و تار حجرہ کے وسیع عمارت نہایت پرفضا و خوش منظر موقعہ میں کہ انسان کو خود بخود تفریح حاصل ہو سکے۔ کمرے نہایت وسیع۔ روشن اور ہوادار ہوتے ہیں جو پھول پتیوں اور شاداب گملوں اور خوشنما و آرام دہ فرنیچر سے آراستہ ہوتے ہیں جہاں گھنٹوں بیٹھ کر بھی طبیعت نہیں گھبراتی چھت طلائی میناکاریوں سے منقش ہوتی ہے۔ چاروں طرف برقی لیمپ جگمگاتے ہوتے ہیں اور زمین پر نرم و دبیز قالینوں کا فرش ہوتا ہے جس سے چلنے والوں کی آواز مطلق سنائی نہیں دیتی اور کمرہ میں باوجود آمد و رفت کے مطلق سکون قائم رہتا ہے۔

عام کتب خانوں میں کتابیں بہ احتیاط تمام الماریوں کے اندر مقفل رہتی ہیں اور شائقین کی دسترس ان تک عملہ کتب خانہ کی وساطت سے کافی زحمت انتظار کے بعد ہی ہو سکتی ہے لیکن امریکہ میں جمہوریت کا یہ اثر ہے کہ کتابیں الماریوں پر بالکل کھلی ہوئی حالت میں رہتی ہیں جسے جو کتاب پسند ہو بے تکلف فوراً اٹھا سکتا ہے اس میں نہ کسی اہلکار کتب خانہ کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے نہ اجازت کی۔

عمارت کتب خانہ کے وسط میں ایک بڑا کمرہ دارالمطالعہ (جنرل ریڈنگ روم) کے نام سے موسوم ہوتا ہے جس میں ہر قسم کا متفرق لٹریچر موجود رہتا ہے۔ لغت۔ قاموس۔ تاریخ۔ جغرافیہ۔ افسانہ۔ فلسفہ۔ شاعری۔ سائنس جملہ علوم و فنون سے متعلق عام فہم کتابوں کا ذخیرہ یہاں مل سکتا ہے۔ اس کے اطراف میں متعدد کمرے مختلف شعبوں کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک دارالاخبارات ہوتا ہے جس میں تمام روزانہ و ہفتہ وار اخبار فراہم رہتے ہیں دوسرا دارالرسائل ہوتا ہے جس میں ماہوار و سہ ماہی رسالے ملتے ہیں۔ ایک کمرے میں صرف موسیقی کے متعلق لٹریچر اور آلات ملتے ہیں ایک کمرہ نوادر اشیاء کے لئے مخصوص ہوتا ہے۔ وقس علیٰ ہذا۔ سب سے کنارہ پر بعض کمرہ محض محققین فن کے لئے مخصوص ہوتے ہیں جو کسی علم سے متعلق تلاش مواد کر کے اسپر تصنیف و تالیف کرنا چاہتے ہیں۔

ان کتب خانوں میں ایک دلچسپ خصوصیت یہ بھی ہوتی ہے کہ ان میں ایک حصہ بچوں کے لئے ضرور مخصوص ہوتا ہے جس کی نگرانی عموماً عورتوں کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ یہ کمرے رنگین نقشوں۔ مرقعوں اور تصویروں سے مزین ہوتے ہیں ایک طرف تعلیمی کھلونے رکھے ہوتے ہیں اور دلچسپ کہانیوں کی کتابیں خاص بچوں کے مذاق کی موجود ہوتی ہیں۔ اس صیغہ کے اہلکاروں کا یہ بھی فرض ہوتا ہے کہ بچوں کو کہانیاں سنایا کریں اور ایسی کہانیاں جن سے ان کی عقلی و اخلاقی تربیت ہوتی رہے۔

کتب خانوں کے کھلے رکھنے کا وقت بھی ۱۲ گھنٹوں سے کم نہیں ہوتا عموماً کتب خانہ ۹ بجے صبح سے ۱۰ بجے شب تک کھلے رہتے ہیں اور تعطیلات میں بھی بند نہیں ہوتے تاکہ ہر پیشہ کے افراد پورا فائدہ اٹھا سکیں۔ ان کتب خانوں کے عہدہ دار خاص طور پر خوش اخلاق و خندہ رو ہوتے ہیں۔ ناظرین کو مدد دینا ان کے فرائض میں داخل ہے۔ کوئی اہلکار انکو فراہمی مواد میں ہاتھ بٹائیگا اور کوئی تلاش کتب میں۔

ہر کتب خانہ میں ایک کمرہ معلومات عامہ کے لئے بھی مخصوص ہوتا ہے اس میں ٹیلیفون لگا رہتا ہے اور جو لوگ کتب خانہ تک نہیں آ سکتے وہ گھر بیٹھے اسکی خدمات سے فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں۔ یہ کمرہ جس اہلکار کی نگرانی میں رہتا ہے اسکا فرض ہے کہ جو شخص ٹیلیفون کے ذریعہ سے جس قسم کی معلومات بھی حاصل کرنا چاہے وہ اسکے لئے مہیا کرے۔ فری پبلک لائبریری نیویارک نے حساب لگایا ہے کہ اسے سالانہ پانچ ہزار سوالات کے جواب بذریعہ ٹیلیفون دینا ہوتے ہیں اور یہ سوالات بھی عجیب عجیب قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک صاحب دریافت کرتے ہیں کہ کوہ ہمالہ کی بلند ترین چوٹی کتنی ہے؟ دوسرے صاحب مستفسر ہوتے ہیں کہ فلاں لفظ کا املا کیا ہے؟ ایک اور صاحب پوچھتے ہیں کہ ہندوستان کا سب سے بڑا دریا کون ہے؟ ایک صاحبہ یہ جاننا چاہتی ہیں کہ عورتوں کے متعلق انگریزی زبان میں کتنے رسالے اور کہاں کہاں سے شائع ہوتے ہیں۔ وقس علیٰ ہذا کوئی دوسرا ہو تو گھبرا اٹھے لیکن ذمہ دار اہلکار کا فرض ہوتا ہے کہ حتی الامکان سب سوالات کا بہ کمال خندہ روئی جواب دے۔

ایک علیحدہ کمرہ میں قلم دوات۔ کاغذ لفافہ۔ خط و کتابت کا پورا سامان موجود رہتا ہے جس سے ناظرین بلاقیمت مستفید ہو سکتے ہیں۔ البتہ اگر وہ اعلےٰ قسم کے لفافہ و کاغذ چاہیں تو اسکے لئے انہیں مناسب قیمت دینا ہو گی۔ اسکے علاوہ انہیں

مناسب موار حضرت بیت پرٹائپ اور شارٹ ہینڈ سے کام لیا جا سکتا ہے۔ نیز کاغذات کا ترجمہ مختلف زبانوں میں کیا جا سکتا ہے۔ گویا لائبریری اپنے ساتھ دفتر کارروائی امور متفرقہ بھی بطور ضمیمہ رکھتی ہے۔

مغربی تمدن کی زندگی اشتہارات پر قائم ہے۔ اس لئے مقاصد کتب خانہ کی نشر و اشاعت میں بھی پوری پوری مدد لی جاتی ہے۔ وقتاً فوقتاً شہر میں اس قسم کے اشتہارات برابر چسپاں ہوتے رہتے ہیں جن سے پبلک میں کتب بینی کا مذاق پیدا ہوا اور کتب خانہ کی سیری تشویق و ترغیب ہو۔

جو لوگ اپنے گھروں میں کتابیں دیکھنا چاہتے ہیں وہ ایک وقت میں ایک متعین تعداد میں کتابیں بھیج سکتے ہیں اور اگر زیادہ عرصہ تک رکھنا چاہیں تو دو پیسہ یا ایک آنہ روزانہ کے حساب سے انہیں فیس دینا ہوتی ہے۔ یہ فیس بظاہر ہلکی ہوتی ہے لیکن اس سے کتب خانوں کی اچھی خاصی آمدنی ہو جاتی ہے چنانچہ نیویارک پبلک لائبریری کی سالانہ آمدنی صرف اس مد سے تقریباً پچھتر ہزار روپیہ ہوتی ہے۔

ان سب کے علاوہ امریکہ نے ایک طریقہ گشتی کتب خانوں کا نکالا ہے یعنے شہر کے بڑے بڑے کتب خانے اپنے ہاں کی چند سو یا چند ہزار کتابیں انتخاب کرکے قصبات و دیہات میں بھیجتے رہتے ہیں تاکہ دیہاتی آبادی بھی شہری آبادی سے پیچھے نہ رہے۔ برٹش انڈیا (ہندوستان کے انگریزی علاقہ) میں ابھی وہ دن دور معلوم ہوتا ہے جب ان اصلاحات پر عمل ہو سکے گا۔ لیکن یہ امر مسرت ہے کہ ایک روشن خیال ہندوستانی والی ملک نے اپنے قلمرو میں ان پر عمل شروع کر دیا ہے۔ ہز ہائینس مہاراجہ بروده نے اپنے ہاں جو کتب خانہ قائم کیا ہے اسمیں اسوقت ۷۶ ہزار سے زائد کتابیں موجود ہیں جن میں ۴۴ ہزار انگریزی زبان میں ہیں اور باقی ۳۰ ہزار ہندوستان کی مختلف زبانوں میں۔ اس کتب خانہ کا نظام ایک بڑی حد تک امریکی نظام کے مطابق ہے۔ بچوں کا صیغہ، نوادر کتب کا صیغہ یہ سب شعبے الگ الگ موجود ہیں اور سنسکرت کا شعبہ ایسا ہے کہ اپنی نوعیت میں بے نظیر ہے۔

مراسلات

احمدیان مالابار کے متعلق انکشاف

۱۰ اگست ۱۹۱۹ء کے الفضل میں حضرت مولوی محمد علی صاحب پر غلط بیانی کا الزام لگانے کی ناکام کوشش کی گئی ہے۔ محمودی صاحبان کے اخلاق فاضلہ تو اظہر من الشمس ہو چکے ہیں وہ ہمیں اور ہمارے امیر کو گالیاں نکال کر کامیابی کا منہ ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔ حق آخر حق ہے۔ الفضل کی ان شرارتوں سے حق چھپ نہیں سکتا۔ احمدیان مالابار کے متعلق ہمیں حال ہی میں ایک محمودی طالب علم کا گالیوں سے بھرا ہوا خط ملا ہے۔ باوجود بہت سا پردہ ڈالنے کے وہ حق کو چھپا نہیں سکا۔ حضرت مولوی محمد علی صاحب نے تو بقول الفضل صرف چار صد احمدیوں کا ہماری جماعت میں شامل ہونے کا اظہار کیا ہے۔ مگر راقم خط کے الفاظ سے اس سے زیادہ تعداد معلوم ہوتی ہے۔ اصل خط مورخہ ۲ اگست ۱۹۱۹ء انگریزی میں ہمارے پاس موجود ہے اگر اس پر اعتبار نہ ہو تو راقم خط سے ایڈیٹر الفضل دریافت کر سکتا ہے اس کے انگریزی الفاظ یہ ہیں:-

Some hundred followers of Kunhi Ahmad Sahib proclaimed to be ahmadis But on the arrival of Maulvis from Qadian, Sharif, some 40 men Joined the section of Kalifatul Masih II.

اس کا ترجمہ یہ ہے:- "کنہی احمد صاحب کے کئی سو مریدوں نے احمدیت کو اختیار کیا۔ لیکن قادیان شریف سے مولویوں کے آنے پر قریباً چالیس آدمی حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے فریق میں شامل ہو گئے۔"

راقم خط - این۔ حمید۔ سکنہ کنانور نے باوجود ہلو کثرت سے سخت گالیاں دینے کے اصل حال لکھ دیا ہے۔ اب الفضل

اس سے فیصلہ کر لے کہ وہ چند سو آدمی کس خیال کے تھے جو ہوئے۔ جن کی ہدایت اگر ان کے لئے قادیانی مولویوں کو بھاگ دوڑ کی ضرورت واقع ہوئی۔ اور اپنی وسعی تبلیغ کے صرف ۴۰ آدمیوں کو اپنا ہم خیال کر سکے۔ اگر الفضل ذرا بھی حق گوئی سے کام لینے والا ہو تو اس کے بہتان کی تردید کے لئے اس کے اپنے بھائی کی تحریر کافی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ پیر پرستی اور اندھی تقلید اچھے اچھے اللہ داغ آدمیوں کو بھی بے عقل بنا دیتی ہے۔ اللہ تعالےٰ ایسے سخت سجدوں سے سب مسلمانوں کو بچائے۔

نبوت وہبی ہے یا اکتسابی

اخبار الفضل مورخہ ۸ جولائی ۱۹۱۹ء کے خطبہ میں جناب میاں صاحب فرماتے ہیں:-

"مایوس ہرگز نہ ہونا چاہئے۔ اگر کسی مدعا کے حصول کے لئے دولت کی ضرورت ہو۔ تو دولت دیتا ہے۔ اگر زمین کی ضرورت ہو تو زمین دیتا ہے۔ اگر مال، عزت، ورتبہ کی ضرورت ہو تو عطا کر دیتا ہے۔ اگر دینی ضرورت کے لئے ولی بنانے کی ضرورت ہو۔ تو ولی بنا دیتا ہے اگر صدیق بنانے کی ضرورت ہو تو صدیق بنا دیتا ہے اگر شہید فی سبیل اللہ بنانے کی ضرورت ہو۔ تو شہید بنا دیتا ہے۔ اخیر نبی بنانے کی ضرورت ہو تو نبی بنا دیتا ہے۔ کیونکہ نبی خدا ہی بنایا کرتا ہے۔ تو جسقدر نقائص انسان میں ہوں خدا تعالےٰ اپنے فضل و رحمت سے ان سب کو دور کر دیتا ہے۔ پس ہر وقت ہر گھڑی خدا پر بھروسہ ہونا چاہئے۔ اور اس کی رحمت سے کبھی مایوس اور بدظن نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ خدا تمام سامان پیدا کر دیتا ہے جو انسان کی ترقی اور کامیابی کے لئے ضروری ہوتے ہیں"۔

خطبہ مندرجہ بالا سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ نبوت وہبی نہیں کسبی ہے۔ حالانکہ عقائد اسلامیہ میں یہ عقیدہ مسلمہ ہے۔ کہ نبوت وہبی ہے۔ کسبی نہیں۔ کیا ہر انسان اپنی کوشش سے نبی بن سکتا ہے؟ اور جو نبی نہ بنا۔ ناقص رہا۔ اس عقیدہ باطلہ پر جسقدر لعنت کی جاوے وہ کم ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو قرآن مجید میں خیر الامم کہا گیا ہے لیکن بقول میاں صاحب اس امت کے اکابرین نبوت کو حاصل نہ کر سکے اُن میں نعوذ باللہ نقص رہ گیا۔ حالانکہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین جنہوں نے خدا اور رسول کے حکم کے ماتحت عظیم الشان قربانیاں کیں۔ جن کے متعلق بارگاہ خداوندی سے رضامندی کا سرٹیفکیٹ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ مل چکا۔ لیکن پھر بھی نعمت نبوت پانے سے بقول میاں صاحب قاصر رہے۔ تیرہ سو برس کے طویل زمانہ میں صرف ایک شخص یعنی حضرت مرزا صاحب نے نعمت نبوت پائی۔ وہ بھی کب جب آپ اپنی زندگی کے ایام ختم کر کے وفات پا چکے۔ اور آپ کے جانشین برحق حضرت مولینا مولوی نور الدین صاحب مرحوم رحلت فرما چکے۔ جب خود ساختہ خلافت کے بانی کوشش کر کے خلافت حاصل کرنیوالے حضرت میاں صاحب تخت خلافت پر متمکن ہوئے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ میاں صاحب پہلے تو اپنے مریدین کو غلط عقیدہ پر قائم کر کے پھر بعد میں ان لوگوں کو خوش کرنے کے لئے اسطرح بیجا حرص و ہوا میں مبتلا کر رہے ہیں اور دولت، زمین اور بادشاہت کی امیدیں دلاتے ہیں۔ ولی، صدیق، شہید، نبی بننے کی کوشش کرنا فرماتے ہیں۔ خیر ولی بنیں، صدیق بنیں، شہید بنیں، سب سے اخیر نبی بنیں۔ تو کوئی حرج نہیں۔ خدانخواستہ اگر بادشاہ بن گئے تو بڑی قباحت ہے۔ کیونکہ اُس وقت قتل کے فتوے کی تعمیل شروع ہو جائیگی جیسے جماعت حقہ کے لیڈر حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب جو حضرت میاں صاحب کے غلط عقائد کی تردید کرتے ہیں۔ ان کے قتل کا فتوے ہے۔ جب سلطنت اپنی ہو گئی تو ہمیشہ حق پرست و صداقت پرست بزرگوں کے ساتھ یہی سلوک ہوگا۔ اللہ کریم ان کو راہ راست پر لا دے۔ آمین۔

خاکسار۔ مومن حسین احمدی از بمبئی۔

ناظرین کرام کا فرض ہے۔ کہ توسیع اخبار کیواسطے ایک ایک دو دو خریدار پیدا کریں

اعلان فسخ بیعت

بحضور جناب حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب

میں نے اخی مولوی سعید سرور شاہ صاحب جو کہ میرے برادر حقیقی ہیں۔ اُن کے بھروسہ اور حسن ظن پر میاں محمود صاحب کی بیعت کی تھی۔ مگر فردوسی نے واقفہ میں پہنچکر لاہوری جماعت کے ممبران سے اختلاف کے متعلق تذکرہ اور گفتگو کی خصوصاً رسائل عقائد محمودیہ مصنفہ میر مدثر شاہ صاحب کو غور سے پڑھکر میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ میاں صاحب اور اُن کے مریدوں کے عقائد حضرت مسیح موعود کے عقائد کے خلاف ہیں۔ اور میں میاں صاحب اور اُن کے مریدوں کو اس بارہ میں غلطی پر سمجھتا ہوں۔ اور جناب کے عقائد کو حضرت صاحب کے عقائد کے موافق پاتا ہوں۔ اس لئے میں میاں صاحب کی بیعت کو فسخ کرتا ہوں۔ اور آپ کے ساتھ تعلق قائم کرتا ہوں۔ واقعہ ۲۷ جولائی ۱۹۱۹ء

الراقم غلام حسین شاہ احمدی از کھنڈی علاقہ گموڑی تحصیل مظفر آباد سٹیٹ کشمیر۔

میاں صاحب کے عقائد سے بیزاری

بحضور جناب حضرت امیر صاحب جماعت احمدیہ سلمہ اللہ تعالےٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

میں نے حضرت مسیح موعودؑ کے (۱۹۰۶ء میں) دست مبارک پر بیعت کی تھی۔ آپ کی وفات کے بعد پھر خلافت مولینا مولوی نور الدین صاحب مرحوم کی عرصہ ۶ سال گذرے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کے برخلاف نہ کچھ جماعت کو سنایا گیا تھا اور نہ تحریر کر کے شائع کیا گیا تھا۔ اور جس وقت خلافت خلیفۃ المسیح ثانی کی قائم ہونے لگی۔ تو جماعت میں اختلاف پیدا ہوا۔ میں اس کے تردد میں رہا۔ اور میں فیصلہ نہ کر سکا تھا کہ آیا دونوں فریقوں میں سے کون فریق حق بجانب ہے۔ جس وقت میں دونوں فریق کے مباحثات میں سنتا رہا۔ مگر تردد اور شکوک میں رہا۔ اس لئے میں دونوں فریق سے علیحدہ تھا۔ آخر الامر رسائل بحث موسومہ عقائد محمودیہ مصنفہ جناب حضرت سید مدثر شاہ صاحب کے گذرے اور جن کو میں نے خوب غور سے پڑھا۔ اور زبانی گفتگو اور مباحثہ بھی کرتا رہا اس میں اب مجھے انشراح صدر پیدا ہو گیا ہے۔ کہ جو عقائد آپ پیش کرتے ہیں شریعت اسلام اور تحریرات حضرت مسیح موعود کے بالکل مطابق ہیں۔ اور جو عقائد میاں محمود احمد صاحب پیش کرتے ہیں۔ وہ بالکل نئے اور جدید ہیں۔ اور اُن کی تائید حضرت صاحب کی کتابوں سے نہیں ہو سکتی۔ نیز میں نے یہ معلوم کر لیا ہے۔ کہ میاں صاحب کے مریدوں میں عموماً دو رنگی پائی جاتی ہے۔ اور ایک معلوم ہوتا ہے کہ اُن کا اپنا کوئی مذہب نہیں ہے۔ بلکہ جیسا موقعہ اور جو مصلحت دیکھیں اُسکے مطابق وہ اپنا مذہب ظاہر کرتے ہیں۔ جلوت میں کچھ کہدیتے ہیں اور خلوت میں کچھ اور کہدیتے ہیں۔ خود میاں صاحب کی تحریرات سے ایسا ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً انوار خلافت میں تو لکھتے ہیں کہ پیشگوئی اسمہ احمد حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں نہیں ہے۔ بلکہ اس کا اصلی مصداق حضرت مسیح موعودؑ ہیں اور اس پر اپنا ایمان ہونا ظاہر کرتے ہیں۔ مگر مولینا حضرت سید محمد حسن صاحب فاضل امروہی کو لکھتے ہیں کہ میں اس مسئلہ کو اہمیت نہیں دیتا۔ یہ کیسا ایمان ہے کہ وہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا ہے۔ اسی طرح کسی جگہ لکھتے ہیں کہ شریعت اسلام کی رو سے حضرت مرزا صاحب حقیقی نبی نہیں۔ مگر پھر کہدیتے ہیں کہ ہم کب کہتے ہیں کہ مرزا صاحب حقیقی نبی ہیں۔ غرضیکہ کتاب کیا ہے ایک گورکھ دھندا ہے۔ ایک طرف تو حضرت صاحب کو حقیقی نبی مانتے ہیں اور سب انبیاء پر فوقیت دیتے ہیں مگر ساتھ ہی اپنی نفسانی اغراض کی بنا پر یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت صاحب ۱۹۰۱ء تک اپنے درجہ اور منصب کو نہیں سمجھے اور غلطی سے اپنے آپکو محدث اور غیر نبی کہتے رہے۔ عجیب معاملہ ہے۔ میاں صاحب کے مریدوں کو یہ بھی کہا گیا ہے کہ آیا وہ حلف اٹھاتے ہیں کہ حضرت صاحب کی زندگی میں ان کا یہی عقیدہ تھا جسکو وہ آجکل پیش کر رہے ہیں۔ مگر ان میں سے کوئی آمادہ نہیں اور صاف ہی اور ... اس بات کو ٹالنا چاہتے ہیں۔ گویا اپنے مذہب پر انکو خود یقین نہیں ہے پس ان کے ساتھ ملکر کوئی کیا فائدہ اٹھا سکتا ہے جیسا کہ کہا ہے۔ ... ع

سرحد افغانستان

عہدنامہ افغانستان پر اخبار لنڈن ٹائمز کی رائے

لنڈن ۱۱- اگست - آج ایک لیڈر کے دوران میں لنڈن ٹائمز لکھتا ہے کہ عمدہ عہدنامہ صلح کے لئے جس پر راول پنڈی میں دستخط ہوئے گورنمنٹ ہند بہت تعریف کی مستحق ہے - یہ اخبار امید کرتا ہے کہ آخری ہندوستانی افغانی حدبندی میں بوی شلمان راستہ سے وادی دریائے کابل میں اترنے کا انتظام کرکے کیا جاوے گا - ٹائمز لکھتا ہے کہ ہم کوئی افغانی علاقہ نہیں چاہتے لیکن جو کچھ اب واقعہ ہوا ہے اسکا خیال کرکے ہم صرف درہ خیبر پر بھروسہ نہیں کر سکتے ہمکو اپنی حفاظت کے لئے افغانستان میں [illegible] کا ایک اور کھلا راستہ درکار ہے - یہ ڈکہ کی طرف براہ [illegible] سرحد میں تھوڑا سا تغیر کرنے سے حاصل ہوسکتا ہے بالشویک طریقے جو اندرون افغانستان میں تیار کئے گئے ہیں خصوصاً فوجی اور مزدوری کا استیصال بالجبر ٹائمز لکھتا ہے کہ کوئی تسلیم نہیں کرے گا کہ ایسے طریقے دیر تک قائم رہ سکتے ہیں افغانستان ایک کمزور اور نسبتاً نئے بنا امیر کے ماتحت اور ایک طبعاً غیر پابند قانون آبادی کے ساتھ ہندوستان کے لئے آئندہ خطرہ رہیگا جبتک کہ ایک اور عبدالرحمن پیدا نہ ہو - افغانستان کی شورش ہمیشہ ہندوستانی سرحدی اقوام میں جوش پیدا کرتی ہے اس لئے باوجود اطمینان بخش امن حاصل ہوجانے کے مستقبل بہت پر امید نہیں یہ اخبار امید کرتا ہے کہ مسٹر مانٹیگو جلدی حال کے سرحد پر جزوی میڈیکل بار برداری اور گولی بارود اور عملہ ہوابازی وغیرہ میں جزوی خلل پیدا ہونے کے وجوہات بیان کرینگے - لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ کیوں گورنمنٹ ہند اور آرمی ہیڈکوارٹرز نے انتظام کی ابتدائی منزلوں میں ایسی غلطیاں کیں اور کیوں سرحد کو ڈورلز کار رفتہ اور بوسیدہ ہوائی جہاز بہم پہنچائے گئے جبکہ انگلستان میں شاہی صیغہ ہوابازی نئے جہاز جلا رہا اور ان کے انجن توڑ رہا ہے - ٹائمز میدان جنگ پشاور اور سملہ میں تہری شرح کا ذکر کرتا ہے جو اخبارات برطانیہ کی گئی تھی -

اقوام کے باہمی فسادات

افغان نمائندے ڈکہ سے گذر گئے

شملہ ۱۳- اگست - مندرجہ ذیل پریس کمیونک شائع ہوئی ہے - دریائے کابل کے شمال کی طرف بالکل خاموشی ہے بلکہ بین القبائل جھگڑوں کے دونوں سوات اور دیر کے لشکر لڑنے پر مائل نہیں بتائے جاتے - ڈکہ کے رقبہ میں گذشتہ ایام میں بہت سی جگہ تار برقی تار کاٹی گئی ہے - یہ خبر پاکر کہ ۱۱ تاریخ کو پھر تار کاٹی گئی ہے کنگس ڈریگون گارڈ کے دو اسکوڈرن ایک بجے صبح کے روانہ ہوئے تاکہ چاندنی میں قریب کے ایک نالا میں گشت لگائیں - بڑی سڑک کے دو میل جنوب کی طرف تار کاٹنے والے پکڑے گئے - ایک شخص مارا گیا اور چوری کی تار پکڑی گئی اور ہماری طرف کوئی نقصان نہ ہوا - ایک ہزار وزیری ایرانوچی سے بیان کیا جاتا ہے کہ میراں شاہ کی نواح کی پہاڑیوں میں آ بیٹھے ہیں ان کا انتظام کرنے کا سامان ہو رہا ہے دوسرے لشکروں کا موضع خوسا میں پہنچنے کی خبر ہے - محسودیوں اور وزیریوں میں معلوم ہوتا ہے کہ کچھ جھگڑا پیدا ہوگیا ہے کیونکہ وزیریوں کے کچھ گاؤں ان کی ذوب کی غیر حاضری میں محسودیوں نے حملہ کیا تھا بعض وزیری اب تک وادی ذوب میں محسودیوں اور شیرانیوں نے سرحد ڈیرہ جات پر بھی کچھ حملے کئے ہیں - افغان نمائندے کل ڈکہ سے ہماری لائنوں میں سے اپنے گھر کو واپس گئے - جلال آباد میں امن کی خبر بڑے جوش کے ساتھ سنی گئی - لیڈیاں قانون اور رجسٹری کی عدالتوں میں تمام ملک میں جاتی ہیں اور ایسے انتقال جائداد کے متعلق گواہی دیتی ہیں وہ گویا ہر روز مل میں کام کرتی ہیں جس سے ان کا یہ خیال بالکل مضحکہ آمیز معلوم ہوتا ہے کہ وہ تین سال میں ایک دفعہ بھی اپنا ووٹ درج کرانا ایک انقلابی تجربہ ہوگی لیڈیاں [illegible] مسٹر جیمس میسٹن کے اس بیان پر افسوس ظاہر کیا کہ اس سے علمی اور سوشل مشکلات پیدا ہوں گی اور سینکڑوں اعلیٰ گھرانوں کی پردہ دار لیڈیوں کی طرف سے ان بوسیدہ خیالات پر اظہار افسوس کیا -

فرانس میں انسداد گرانی

(پیرس ۱۸ جولائی) ایک حکم پر دستخط کئے گئے ہیں جس کی رو سے ایک فرانسیسی اقتصادی کونسل مقرر کی گئی ہے جو انسداد گرانی کے متعلق تمام تجاویز غور کریگی - یہ کونسل میونسپل کمیٹیوں - زراعتی گروہوں - تجارتی اور صنعتی انجمنوں اور کواپریٹو سوسائٹی کے ساتھ مشورہ کرے گی -

فصل و موسم پنجاب

ہفتہ مختتمہ ۸- اگست تک رپورٹ کا ڈائرکٹر لینڈ ریکارڈس حسب ذیل ہے - تمام ضلع میں خاص بارش ہوگئی ہے - چند اضلاع میں بارش اچھی ہوئی ہے - بارش بہت مفید ہے - مگر شمال مغربی اضلاع میں ابھی اور بارش کی ضرورت ہے - ایستادہ فصل اچھی حالت میں ہیں - خزاں کے فصلوں کی بوائی معمولی مقدار میں ہے مویشی عام طور پر تندرست ہیں - پانی اور چارہ کافی ہے - قیمتیں ایک جگہ پر ٹھہری ہیں گندم کا نرخ راول پنڈی ۶½ سیر انبالہ فیروزپور لائل پور لاہور ۶¼ سیر فی روپیہ

بولشویکوں کی شکستیں

لنڈن ۱۱- اگست سرکاری طور پر بیان کیا گیا ہے کہ جنرل ابوبلی کے والنٹیئر بحیرہ کیسپین پر بڑھ رہے ہیں اور استرخان سے ۶۵ میل کے فاصلہ پر ان کی پارٹیاں اتری ہیں - دریائے والگا کے مشرق میں کچھ طرفدار فوجیں جنرل ڈینکن کی فوج سے جا ملی ہیں اور انہوں نے ارباش اور استرخان کے درمیان نصف راستہ پر ریل کی لائن کو توڑ کر بہت سے قیدی گرفتار کئے ہیں -

افغانستان سے عہدنامہ امن

لنڈن ۱۳- اگست - سر جے ڈی - ریس کے جواب میں مسٹر مانٹیگو نے بیان کیا کہ میں عنقریب افغانستان کی حالت کے متعلق اور اسکی صلح کے کاغذات پیش کرنیوالا ہوں - مگر افسوس کیا کہ میں عراق عرب کے مستقبل کے متعلق کچھ بیان نہیں کرسکتا -

---

محسودیوں اور وزیریوں کو سزا

شملہ ۱۵- اگست - مندرجہ ذیل پریس کمیونک شائع ہوئی ہے - ہماری فوج مقیم ٹوچی نے ۱۴- اگست کو عیدک سے دریا تک ٹوچی کی فوجی دیکھ بھال کی - واپسی پر محسودیوں اور وزیریوں نے ان پر حملہ کیا - دشمن کو بھگا دیا گیا - اور سخت سزا دی گئی اور ہماری طرف عملاً کچھ نقصان نہ ہوا محسودیوں کے کئی گروہوں کی سرحد ٹوچی پر ہونیکی خبر ہے - ہمارے سامان کا قافلہ بغیر کسی قسم کی مخالفت کے کل جنڈولہ پہنچا ۱۹- اگست کو سلیمان خان نے ڈیرہ جات کی سرحد پر داگ بازار کو لوٹ لیا -

قلعہ بلدک افغانوں کو واپس دیا گیا

قلعہ سپین بلدک کل صبح افغانوں کو واپس دیا گیا - افغانوں کا رویہ نہایت دوستانہ تھا - انہوں نے اپنا کیمپ جو ہماری سرحد کے قریب شہروپہ میں تھا خالی کردیا -

سرحدی تحقیقات

بمبئی ۱۸- اگست - تین کس کی کمیشن جو جنگ کے متعلق مقرر ہوئی ہے اس پر پایونیر کی رائے پر ٹائمز آف انڈیا لکھتا ہے کہ کمیشن کا تقرر تو درست ہے مگر پہلی ضروری بات یہ ہے کہ سرحد کی ابتدائی انتظام کے وقت کے تمام واقعات بتائے جائیں لیکن اس کے بعد کیا ہونیوالا ہے - کیا یہ کمیشن شہادت لیگی اور رپورٹ شائع کریگی اور پھر کیا ہوگا ؟ بجواب لارڈ ونٹرٹن کے مسٹر مانٹیگو نے پارلیمنٹ میں بیان کیا کہ ہم افغانستان میں میڈیکل اور بار برداری - انتظام کے نقص کے متعلق بہت سے تحقیقات کا حکم دے رکھا ہے - اور امید ہے کہ اس بارہ میں تحقیقات کے کاغذات پیش کئے جائیں گے -

سرکاری ملازموں کو الاونس جنگ

گورنمنٹ پنجاب نے پریس کے نام ایک مراسلت شائع کرکے بتایا ہے کہ موجودہ گرانی کے باعث گورنمنٹ ہند نے پچاس روپے یا اس سے کم مشاہرہ کے پورے وقت کے سرکاری ملازموں کو یکم اپریل سے چھ ماہ کے لئے المضاعف الاونس جنگ دیا جانا منظور فرمایا ہے - چھ ماہ کے بعد امید کیجاتی ہے کہ اس سے زیادہ فیاضانہ پیمانہ پر الاونس تمام غیر گزٹ شدہ اور پورے وقت کے سرکاری ملازموں کے لئے تاوقتیکہ مستقل مشاہروں پر نظر ثانی نہ ہو مروج کیا جائے گا -

ہندوستان کی خبریں

مقدمات احمدآباد و کھیرا کی سماعت کیلئے خاص عدالتیں

گورنمنٹ بمبئی نے احمدآباد اور کھیرا کے فسادات کے متعلق ملزم اشخاص کے خلاف زیر دفعہ ۳ قانون تحفظ ہند مقدمات کی سماعت کے لئے ایک دوسرا کمیشن مقرر کیا ہے مسٹر ایلیٹ آئی سی ایس سشن جج سکھر اس کمیشن کے پریذیڈنٹ مقرر کئے گئے ہیں اور خان بہادر ایم اے قادری اسسٹنٹ سشن جج آف دھولیا اور مسٹر سی ایم گاندھی گورنمنٹ پلیڈر سورت اس کمیشن کے ممبران مقرر کئے گئے ہیں - گورنمنٹ نے مسٹر ایچ سی کاینچ کو اس عدالت خاص کے روبرو استغاثہ کی طرف سے مقدمہ کی پیروی کرنے کے لئے سرکاری وکیل مقرر کیا ہے -

مارشل لا کی سزاؤں میں تخفیف

حضور لاٹ صاحب پنجاب نے مندرجہ ذیل مقدمات میں ضبطی جائداد کی سزا کو معاف کردیا ہے مقدمہ بادشاہی مسجد میں سزا یافتہ تمام ملزمان مقدمہ ڈاکخانہ مجیٹھ منڈی میں سزا یافتہ تمام ملزمان - مقدمہ حافظ آباد میں سزا یافتہ مندرجہ ذیل ملزمان - دیوان سنگھ - دیال سنگھ - جیون کشن - دریائی مل خوشحال گیان سنگھ، سندرداس، اہرنام سنگھ، اسماعیل، دیسراج اور موہن چند مقدمہ چوہڑکانہ میں سزا یافتہ مندرجہ ذیل ملزمان - جیون سنگھ - امولک رام - چھنی لال - سلطان - ودیا ود سنگھ - کرم چند - راؤ جہانگیر سنگھ - لدھا سنگھ - سندر سنگھ - رام نرائن - ہنسراج - بل بیر سنگھ - السٹر داس - اجاگر سنگھ - بھگوان سنگھ - العادخان

رحم کی درخواستیں نامنظور

گورنر جنرل باجلاس کونسل نے مندرجہ ذیل نظام آباد کے پہلے مقدمہ کے مندرجہ ذیل مجرمان کے خلاف فیصلہ میں مداخلت کرنے سے انکار کردیا ہے (۱) محمد حسین - (جسے موت وضبطی جائداد کی سزا دیگئی تھی - لیکن گورنمنٹ نے عمر قید بعبور دریائے شور وضبطی جائداد میں تبدیل کردی تھی) - (۲) شمشیر ناتھ (نمبر اول کی طرح) - (۳) دین محمد (نمبر اول کیطرح) (۴) عبداللہ - (عمر قید بعبور دریائے شور وضبطی جائداد کی سزا دیگئی تھی - لیکن گورنمنٹ نے ۱۰ سال قید سخت کی صورت میں تبدیل کردی تھی) - (۵) محمد حسین (نمبر ۴ کی طرح) - (۶) اللہ دتا اول (نمبر ۴ کی طرح) (۷) اللہ دتا دوم (نمبر ۴ کی طرح) (۸) امر سنگھ (سزائے موت وضبطی جائداد کی سزا دی گئی تھی، لیکن لوکل گورنمنٹ نے عمر قید بعبور دریائے شور وضبطی جائداد کی صورت میں تبدیل کردی تھی) - (۹) عطاء اللہ (دس سال قید سخت کی سزا دی گئی تھی - لیکن لوکل گورنمنٹ نے ۵ سال قید سخت کی سزا کردی تھی) -

ہز آنر لفٹننٹ گورنر پنجاب نے گمان پور میں پٹڑی سے اتری ہوئی ٹرین کی چوری کے مقدمہ میں سزا یافتہ مندرجہ ذیل ملزمان مارشل لا کمیشن کے فیصلہ میں مداخلت کرنے سے انکار کردیا ہے - امریک سنگھ - کیہر سنگھ - رام سنگھ - کپور سنگھ اور بادا ان تمام کو تین سال سخت اور ۱۰۰ روپیہ جرمانہ یا مزید چھ ماہ قید سخت کی سزا دی گئی تھی - تیجا سنگھ اور نگہر سنگھ (انہیں چار سال قید سخت اور ۵۰۰ روپیہ جرمانہ یا مزید ۶ ماہ قید سخت کی سزا دی گئی تھی) - حضور لاٹ صاحب پنجاب نے بابا رام لبرگنڈا کے مقدمہ میں مداخلت کرنے سے بھی انکار کردیا ہے جسے ۱۶ مئی

کو مارشل لا کمیشن نے امرت سر نیشنل بنک کے مقدمہ میں دس سال قید سخت کی سزا دی تھی۔

گورنر جنرل با جلاس کونسل نے ایشر سنگھ کے معاملہ میں مداخلت کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ جو کمان پور امین ٹرین کے پٹڑی سے اتارے جانے کے مقدمہ میں ۷ سال قید سخت کی سزا بھگت رہا ہے۔ اس شخص کو دراصل عمر قید بعبور دریائے شور اور ضبطی جائداد کی سزا دی گئی تھی۔ لیکن حضور لاٹ صاحب پنجاب نے اُسے ۷ سال قید سخت کی صورت میں تبدیل کر دیا تھا۔

حضور لاٹ صاحب پنجاب کی تقریر گوجرانوالہ میں

صاحبان! میں آپ کو ان عالمگیر شورشوں کی طرف توجہ دلانا نہیں چاہتا جو گذشتہ ماہ اپریل میں آپ کے ضلع میں واقع ہوئیں گوجرانوالہ کے اسٹیشن پر جیسا کہ آپ کو معلوم ہے۔ بہت سے لوگوں نے ایک ریل گاڑی کو کھڑا کر لیا اور اس گاڑی کے گارڈ اور ڈرائیور کو حملہ کر کے ان کو زدوکوب کیا۔ سلسلہ تار رسانی اور ٹیلیفون کی تاریں کاٹ ڈالیں۔ اسٹیشن کے دونوں طرف پُل جلا دیئے۔ اور ریلوے لائن کو نقصان پہنچایا۔ پولیس اور پولیس کے سپرنٹنڈنٹ پر حملہ کیا گیا۔ پوسٹ آفس۔ تحصیل۔ ڈاک بنگلہ کچہری۔ ضلع اور گرجا گھر کو آگ لگا کر جیل خانہ پر حملہ کیا۔ ریلوے اسٹیشن جلا کر مال گودام لوٹ لیا۔ وزیر آباد میں کچھ لوگوں نے سلیپروں کو آگ لگا دی۔ انہوں نے تار کے پلوں کو کاٹ ڈالا اور ریلوے سگنل کو برباد کر دیا۔ نظام آباد میں لوگوں نے ریلوے لائن پر حملہ کر کے پل کو جلا دیا اور وہاں کے مشنری مسٹر بیلی کو جن کو آپ خود جانتے ہیں اور آپ میں سے بعض ان کی عزت بھی کرتے ہیں ان کے گھر کو آگ لگا دی۔ حافظ آباد میں ریلوے گاڑی پر لوگوں نے حملہ کر کے لفٹننٹ ٹاٹم اور ایک انگریز کو مارنے کی کوشش کی مگر وہ چند بہادر اور نیکدل ہندو وسکھوں کی کوشش سے بچ گئے۔ تاریں کاٹ کر ریلوے لائن کو اکھاڑ ڈالا اور تحصیل شہر پر حملہ کیا۔ سانگلہ میں ایک ریلوے گاڑی پر پتھر برسائے گئے۔ مسٹر ول اور ایک مفرور کو فوجی طاقت سے چھین کر قتل کرنے کی کوشش کی گئی۔ چوہڑ کانہ میں پل جلا دیا گیا۔ گاڑی لائن سے اتار کر ایک نہر میں گرا دی گئی اور ایک مسافر گاڑی پر حملہ کیا گیا اور ریلوے اسٹیشن کو آگ لگا دی گئی اور خزانہ لوٹ لیا۔ مومن آباد میں لوگوں نے ملکر اسٹیشن کی عمارت کو آگ لگا دی۔ بڑھا اسٹیشن پر تاریں کاٹ دی گئیں۔ اور وہاں من سنگھ کے اسٹیشن پر پل جلا دیا گیا۔ تاریں کاٹ کر مال و اسباب لوٹ لیا گیا اور موضع اولکہ میں شوار خانہ جلا کر گاؤں کے کاغذات وغیرہ لوٹ لئے گئے اور اعلان کیا گیا کہ انگریزی راج ختم ہونے والا ہے۔ اس صوبہ کے کسی اور ضلع میں اسقدر عالمگیر شورشیں اور بغاوتیں وغیرہ واقع نہیں ہوئیں جس قدر کہ گوجرانوالہ کے ضلع میں ہوئی ہیں اور میں نے یہ صرف اسلئے بیان کیا ہے کہ ہمیں اس خوفناک خطرہ کو فراموش نہیں کرنا چاہئے جس میں سے اسوقت اس ضلع کے آدمی ہوکر گذرے ہیں۔ کئی سال گذرے میں اس ضلع میں ڈپٹی کمشنر ہوا کرتا تھا اور اب مجھے یہاں آکر یہ دیکھ کر سخت صدمہ ہوا ہے کہ وہ کچہری اور وہ گرجا جہاں میں عدالت و عبادت کیا کرتا تھا اب خاک سیاہ نے چھت کھنڈر نظر آتے ہیں۔ یہ واقعات اور وارداتیں بلکہ دیکھا جائے تو بہت سے لوگوں کا فعل تھا ان میں سے بعض پکڑے گئے۔ اور جو پکڑے گئے انکو عدالت نے حکم سزا سنایا۔ بسبب ان خاص اختیارات کے جو عدالت مارشل لا کو حاصل تھے اور بسبب اس سرگرمی اور مستعدی کے کہ جس سے ان عدالتوں نے کام لیا غالباً تمام مقدمات جو پنجاب کی شورشوں سے متعلق تھے قریباً تین ماہ کے عرصہ میں فیصلہ کر دیئے۔ ان حالات میں حکام وقت نے فوری امن و امان قائم کیا۔ جس کے ذریعہ گورنمنٹ تمام حالات و واقعات پر اسقدر جلدی نظر ڈالنے کے لائق ہوئی اور جیسا کہ ہمیں معلوم ہے کہ حال ہی میں مارشل لا کے فیصلوں اور سزاؤں میں بہت سی تخفیف کی گئی ہے مارشل لا کے کمیشن کے ممبروں کی کارروائی معمولی عدالت سے بالکل مختلف تھی وہ اپنے فیصلوں میں بسبب ان خطرناک واقعات کے جو تمام صوبہ میں واقع ہوئے تھے متاثر تھے اور اسکے سوا بہت سے مقدمات میں قانون انہیں حبس دوام بعبور دریائے شور کے سوا کوئی دیگر انتخاب نہ کرتا تھا اب چونکہ تمام تکلیفیں گذر چکی ہیں مجھے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سی حالتوں میں بہ نسبت مارشل لا کی سزاؤں کے بجائے خفیف سزائیں بھی گورنمنٹ کا اصلی منشاء حاصل کرنے کو کافی ہیں۔ ان سزاؤں سے حکومت کا منشا نہ صرف یہ ہے کہ پھر کبھی ایسا فعل صادر نہ ہو۔ ان واقعات سے پیشتر تمام صوبہ ہر طرح سے وفادار اور پابند قانون رہا ہے اور مجھے ہر طرح سے یقین ہے کہ اب بھی اسکی وفاداری اور پابند قانون ہونے میں کسی کو شک نہیں۔ گذشتہ ماہ اپریل میں بد امنی کے رو جو تمام پنجاب پر چلی تھی وہ اب روک کر ختم ہوگئی ہے۔ ملک میں بہت سے لوگوں کو اس تجربہ کے ذریعہ سے معلوم ہوگیا ہے کہ حکومت کا مقابلہ اور خلاف قانون طریقوں سے ڈرانا کس قدر حماقت ہے چونکہ اب امن و امان قائم ہو چکا ہے، اسلئے اس حادثہ کے چند نتائج ہیں جن کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ مجھے یقین ہے کہ بہت سے ملزموں کی حالت میں اب انصاف کو رحم سے معقول طور پر تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ ایک حد تک رحم باہمی اعتبار و اعتماد کہ جس کو موجودہ واقعات نے اسقدر خوفناک کر دیا تھا۔ پھر قائم کر دے گا جہاں تک مجھے گوجرانوالہ کے آدمیوں کی نسبت یاد ہے مجھے یقین ہے کہ یہ ضلع کسی طرح بھی میری امیدوں کو مایوس نہ کرے گا۔ جہاں ہم ان بہت سے آدمیوں پر جن کو الزام لگایا جا چکا ہے رحم کرنے کو تیار ہیں وہاں ہمارا یہ بھی نہایت ضروری فرض ہے کہ وہ شخص جنہوں نے نہایت مستعدی سے ان شورشوں میں امداد کی ہے اور ضرورت کے موقعہ پر آدمیوں کی جانیں لوگوں کی تعدی سے بچا لی ہیں ان کی قدردانی کا اعتراف کروں۔ میں آج گوجرانوالہ میں صرف اسی غرض سے آیا ہوں اور مجھے ان خدمات کے اعتراف میں گورنمنٹ کیطرف سے انعامات دیتے ہوئے۔ بڑا اطمینان اور خوشی حاصل ہوئی ہے۔ پنجاب نہ صرف ان لوگوں کا مشکور ہے جنہوں نے میدان جنگ میں گورنمنٹ کو مدد دی ہے بلکہ وہ ان لوگوں کا خاص طور پر ممنون ہے کہ جنہوں نے اندرونی فسادات کے دور کرنے میں گورنمنٹ کا ہاتھ بٹایا ہے۔

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

باجلاس جناب شیخ عبدالرحمٰن خان صاحب بی۔اے۔ منصف لیہ

نمبر مقدمہ ۳۰۶

گودی مدام ولد دیر بھان جا ولہ سکنہ سکارٹ مدعی

بنام

محمد بخش ولد غلام محمد۔ احمد یار ولد محمد بخش ذات سانیہ سکنائے نمی محمد شاہ مدعا علیہم

دعوے ۳۰۰ روپیہ

بمقدمہ صدر درخواست مدعی اور بیان حلفی سے عدالت کو یقین دلایا گیا ہے کہ مدعا علیہم پر تعمیل سمن نہیں ہوتی مدعا علیہم عمداً تعمیل سمن سے گریز کر رہے ہیں اور روپوش ہو جاتے ہیں۔ لہذا اشتہار بنام مدعا علیہم شائع کیا جاتا ہے کہ اگر مدعا علیہم ۸/۲۵/۱۹ کو حاضر عدالت ہو کر پیروی و جوابدہی مقدمہ نہ کرے گا۔ تو کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جائیگی۔

آج بتاریخ ۸/۲/۱۹ بدستخط میرے اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

ہوم رول کی پہلی لڑائی

حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی کی لکھی ہوئی ۱۱۲ صفحات کی کتاب مفت بھیجی جائے گی۔ اگر محصول کے لئے دو پیسہ کا ٹکٹ بھیجا جائے۔ پتہ صاف لکھئے:۔

کارکن حلقۃ المشائخ دہلی سے منگائیے!

تصنیفات حضرت مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ

شناخت مامورین جو حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب امیر ملت کے قلم سے نکلا ہے یہ رسالہ ان اصحاب کے لئے نہایت ہی مفید ہے جو بعض ملہمین کے الہامات کی بناء پر گھبرا اٹھتے ہیں اور تردد میں پڑ جاتے ہیں کہ شاید یہ شخص جو ملہم ہونے کا دعوے کرنے میں حق بجانب نہ ہو۔ اور نہیں جانتے کہ مامورین ربانی کی شناخت کیا ہے اس رسالہ میں نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ مامورین الہٰی کون ہوتے ہیں۔ اور اُن کی پہچان کے لئے کیا کیا امور ضروری ہیں۔ ہر مسلمان کو اس رسالہ کا مطالعہ کرنا ازبس ضروری ہے۔ قیمت ۱

احمدیہ موومنٹ انگریزی اس میں حضرت مولوی محمد علی صاحب نے سلسلہ احمدیہ کے متعلق تمام حالات کو بیان کیا ہے۔ بانی سلسلہ کی زندگی کے مختصر حالات اور مسائل و عقائد اور آجکل جو اختلاف سلسلہ میں اٹھا ہے اس پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ غرض انگریزی دان حضرات کے لئے یہ سلسلہ نہایت مفید ہے۔ قیمت ۱۲ ۵/ ۸ ۵/ ۶ ۵/ ۴ ۱۵/

حقیقۃ المسیح از روئے قرآن و بائیبل ایک عیسائی کے سوالات کا جواب مصنفہ حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے۔ ایل۔ایل۔بی امیر جماعت احمدیہ قیمت ۲/

آیات اللہ اس میں مولوی ثناء اللہ امرتسری سے حضرت مسیح موعودؑ کے آخری فیصلہ کی حقیقت و اصلیت پر مولینا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ نے روشنی ڈالی ہے۔ اور مولوی ثناء اللہ کے اعتراضات کا مسکت و مدلل جواب دیا ہے۔ قیمت

مرآۃ الحقیقۃ مصنفہ حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ۔ یہ ۹۲ صفحات کی کتاب جواب ہے اس چٹھی کا جو پچھلے دنوں میاں محمود احمد صاحب نے "حقیقۃ الامر" کے نام سے لکھی تھی چھوٹی سی کتاب میں محمودی مغالطہ اندازی اور عقائد کی ہوبہو تصویر کھینچی گئی ہے۔ اور اس کی حقیقت پر روشنی ڈالی گئی ہے قیمت صرف ۵/ ہے احباب کرام کو چاہئے کہ اسے بہت زیادہ تعداد میں منگوا کر محمودیوں میں تقسیم کریں۔

نکات القرآن چہار حصص از ابتدا سورہ فاتحہ تا آخر سورہ النساء مصنفہ حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب جسکے چار حصے شائع ہو چکے ہیں اس میں قرآن شریف کے مشکل مقامات اور آیات پر نہایت لطیف اور ضروریات زمانہ کے مطابق نوٹ لکھے ہیں۔ جو لوگ قرآن سیکھنا چاہیں اُنکے لئے اس کا مطالعہ مفید ہے قیمت ۸/

پتہ: بک ڈپو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

بعدالت جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب بی۔اے۔ منصف مقام لیہ

نمبر ۱۹۶۴

اہل اسلام شیعہ مذہب ساکنان کوٹلہ حاجی شاہ بذریعہ حسو ولد احمد ذات کورا و امام بشیر شاہ ولد اللہ یار شاہ سید۔ ملک سردار خان ولد بہادر خان ذات بچہ سکنہ کوٹلہ حاجی شاہ تحصیل لیہ مدعیان۔

بنام تارا چند ولد جھنڈو رام بھاٹیہ و غلام علی شاہ ولد گل حسین شاہ ذات سید سکنائے کوٹلہ حاجی شاہ

دعوے استقرار بمراد ملا گذاشت قرقی زمین سفید واقعہ کوٹلی حاجی شاہ مندرجہ نقشہ

بمقدمہ صدر حسب استدعا مدعیان بذریعہ اشتہار ہذا مشتہر کیا جاتا ہے۔ کہ اگر کسی اہل شیعہ کوٹلی حاجی شاہ کو شمول دعوے کی خواہش ہو۔ یا کسی کو کوئی اعتراض مدعیان مذکور کے دعوے دائر کرنے پر ہو۔ یا اس کا اعتراض ہو کہ مدعیان کو اجازت پیروی مقدمہ کی نہ دی جاوے۔ تو وہ اپنا عذر ۸/۱۰/۱۹ کو پیش کریں۔

آج بتاریخ ۸/۱/۱۹ بثبت دستخط میرے اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

جلد ۷ مدینۃ المسیح لاہور چہارشنبہ و یکشنبہ مورخہ ۲۳ و ۲۷ ذیقعد سنہ ۱۳۳۷ ہجری مطابق ۲۰ و ۲۴ اگست سنہ ۱۹۱۹ء نمبر ۱۱ و ۱۲

ویں آب من ز آب زلال محمدؐ است

(از حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

جان و دلم فدائے جمال محمدؐ است
خاکم نثار کوچہ آل محمدؐ است

دیدم بہ عین قلب و شنیدم بہ گوش ہوش
در ہر مکاں ندائے جلال محمدؐ است

ایں چشمۂ رواں کہ بخلق خدا دہم
یک قطرۂ ز بحر کمال محمدؐ است

ایں آتشم ز آتش مہر محمدی است
ویں آب من ز آب زلال محمدؐ است

جواہر ریزے

بیعت کی غرض

ہر ایک شخص جو میرے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے اسکو سمجھ لینا چاہئے کہ اسکی بیعت کی کیا غرض ہے؟

کیا وہ دنیا کے لئے بیعت کرتا ہے یا اللہ تعالے کی رضا کیلئے بہت سے ایسے بدقسمت انسان ہوتے ہیں کہ ان کی بیعت کی غایت اور مقصود صرف دنیا ہوتی ہے ورنہ بیعت سے اسکے اندر کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی اور وہ حقیقی یقین اور معرفت کا نور جو حقیقی بیعت کے نتائج اور ثمرات ہیں ان میں پیدا نہیں ہوتا ان کے اعمال میں کوئی خوبی اور صفائی نہیں آتی۔ نیکیوں میں ترقی نہیں کرتے۔ گناہوں سے بچتے نہیں۔ ایسے لوگوں کو جو دنیا کو ہی اپنا اصل مقصود ٹھہراتے ہیں یاد رکھنا چاہئے کہ۔

دنیا روزے چند عاقبت کار با خداوند

یہ چند روزہ دنیا تو ہر حال میں گذر جاوے گی خواہ تنگی میں گذرے خواہ فراخی میں مگر آخرت کا معاملہ بڑا سخت معاملہ ہے۔ وہ ہمیشہ کا مقام ہے اور اسکا انقطاع نہیں ہے۔ پس اگر اس مقام میں اور اس حالت میں گیا کہ خدا سے اس سے صفائی کر لی تھی اور اللہ تعالے کا خوف اسکے دل پر مستولی تھا اور وہ معصیت سے توبہ کر کے ہر ایک گناہ سے جس کو اللہ تعالے نے گناہ کر کے پکارا ہے بچتا رہا تو خدا کا فضل اسکی دستگیری کریگا اور وہ اس مقام پر ہوگا کہ خدا اس سے راضی ہوگا اور وہ اپنے رب سے راضی ہوگا اور اگر ایسا نہیں ہوگا بلکہ لاپروائی کے ساتھ اپنی زندگی بسر کی ہے تو پھر اسکا انجام خطرناک ہے۔

اس لئے بیعت کرتے وقت یہ فیصلہ کر لینا چاہئے کہ بیعت کی کیا غرض ہے اور اس سے کیا فائدہ حاصل ہوگا۔ اگر محض دنیا کی خاطر ہے تو بیفائدہ ہے لیکن اگر دین کے لئے اور اللہ تعالے کی رضا کے لئے ہے تو ایسی بیعت مبارک اور اپنی اصل غرض اور مقصد کو ساتھ رکھنے والی ہے۔ جس سے ان فوائد اور منافع کی پوری امید کی جاتی ہے۔ جو سچی بیعت سے حاصل ہوتے ہیں۔ ایسی بیعت سے انسان کو دو بڑے فائدے حاصل ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے اور حقیقی توبہ انسان کو خدا تعالے کا محبوب بنا لیتی ہے اور اس سے پاکیزگی اور طہارت کی توفیق ملتی ہے جیسے اللہ تعالے کا وعدہ ہے کہ ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین

یعنے اللہ تعالے توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور نیز ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو گناہوں کی کشش سے پاک ہونے والے ہیں توبہ حقیقت میں ایک ایسی شے ہے کہ جب وہ اپنے حقیقی لوازمات کے ساتھ کیجاوے تو اسکے ساتھ ہی انسان کے اندر ایک پاکیزگی کا بیج بویا جاتا ہے جو اسکو نیکیوں کا وارث بنا دیتا ہے۔ یہی باعث ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہوتا ہے کہ گویا اس نے کوئی گناہ نہیں کیا یعنی توبہ سے پہلے کے گناہ اسکے معاف ہو جاتے ہیں اسوقت سے پہلے جو کچھ بھی اسکے حالات تھے اور جو بیجا حرکات اور بے اعتدالیاں اسکے چال چلن میں پائی جاتی تھیں اللہ تعالے اپنے فضل سے ان کو معاف کر دیتا ہے اور اللہ تعالی کے ساتھ ایک عہد صلح باندھا جاتا ہے اور نیا حساب شروع ہوتا ہے پس اگر اس نے خدا تعالے کے حضور سچے دل سے توبہ کی ہے تو اسے چاہئے کہ اب اپنے گناہوں کا نیا حساب نہ ڈالے اور پھر اپنے آپ کو گناہ کی ناپاکی سے آلودہ نہ کرے بلکہ ہمیشہ استغفار اور دعاؤں کے ساتھ اپنی طہارت اور صفائی کی طرف متوجہ رہے اور خدا تعالے کو راضی اور خوش کرنے کی فکر میں لگا رہے اور اپنی اس زندگی کے حالات پر نادم اور شرمسار رہے جو توبہ کے زمانہ سے پہلے گذری ہے۔ انسان کی عمر کے کئی حصے ہوتے ہیں اور ہر ایک حصہ میں کئی قسم کے گناہ ہوتے ہیں مثلاً ایک حصہ جوانی کا ہوتا ہے۔ جس میں اسکے حسب حال جذبات کسل و غفلت ہوتی ہے۔ پھر دوسری عمر کا ایک حصہ ہوتا ہے جسمیں دغا۔ فریب۔ ریاکاری اور مختلف قسم کے گناہ ہوتے ہیں۔ غرض عمر کا ہر ایک حصہ اپنے طرز کے گناہ رکھتا ہے۔

پس یہ خدا تعالے کا فضل ہے کہ اس نے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے اور وہ توبہ کرنے والے کے گناہ بخشدیتا ہے اور توبہ کے ذریعہ انسان پھر اپنے رب سے صلح کر سکتا ہے۔ دیکھو انسان جب کوئی جرم ثابت ہو جائے تو وہ قابل سزا ٹھہر جاتا ہے جیسے اللہ تعالے فرماتا ہے۔ من یات ربہ مجرما فان لہ جھنم الایۃ یعنے جو اپنے رب کے حضور مجرم ہو کر آتا ہے اسکی سزا جہنم ہے وہاں نہ وہ جیتا ہے نہ مرتا ہے یہ ایک جرم کی سزا ہے اور جو ہزاروں لاکھوں جرموں کا مرتکب ہو اسکا کیا حال ہوگا۔ لیکن اگر کوئی شخص عدالت میں پیش ہو اور بعد ثبوت اس پر فرد قرارداد جرم بھی لگ جاوے اور اسکے بعد عدالت اسکو چھوڑ دے تو کس قدر احسان عظیم اس حاکم کا ہوگا اب غور کرو کہ یہ توبہ وہی ہے جو فرد قرارداد جرم کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ توبہ کرنے کے ساتھ ہی اللہ تعالے پہلے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔

اسلئے انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھے کہ کس قدر گناہوں میں وہ مبتلا تھا اور ان کی سزا کس قدر اسکو ملنے والی تھی جو اللہ تعالے نے محض اپنے فضل سے معاف کر دی۔ پس تم نے جو اب توبہ کی ہے چاہئے کہ تم اس توبہ کی حقیقت سے واقف ہو کر ان تمام گناہوں سے بچو جن میں تم مبتلا تھے اور جن سے بچنے کا تم نے اقرار کیا ہے۔ ہر ایک گناہ خواہ وہ زبان کا ہو یا آنکھ کا یا کان کا۔ غرض ہر اعضاء کے جدا جدا گناہ ہیں ان سے بچتے رہو کیونکہ گناہ ایک زہر ہے جو انسان کو ہلاک کر دیتی ہے۔

گناہ کی زہر وقتاً فوقتاً جمع ہوتی رہتی ہے اور آخر اس مقدار اور حد تک پہنچ جاتی ہے جہاں انسان ہلاک ہو جاتا ہے پس بیعت کا پہلا فائدہ تو یہ ہے کہ یہ گناہ کی زہر کے لئے تریاق ہے اسکے اثر سے محفوظ رکھتی ہے اور گناہوں پر ایک خط نسخ پھیر دیتی ہے۔

دوسرا فائدہ اس توبہ سے یہ ہے کہ اس توبہ میں ایک قوت و استحکام ہوتا ہے جو مامور من اللہ کے ہاتھ پر سچے دل سے کیجاتی ہے۔ انسان جب خود توبہ کرتا ہے تو وہ اکثر ٹوٹ جاتی ہے بار بار توبہ کرتا اور بار بار توڑتا ہے مگر مامور من اللہ کے ہاتھ پر جو توبہ کی جاتی ہے جب وہ سچے دل سے کریگا تو چونکہ وہ اللہ تعالے کے ارادہ کے موافق ہوگی وہ خدا اسے خود قوت دیگا اور آسمان سے ایک طاقت ایسی دی جاویگی جس سے وہ اسپر قائم رہ سکیگا۔ اپنی توبہ اور مامور کے ہاتھ پر توبہ کرنے میں یہی فرق ہے کہ پہلی کمزور ہوتی ہے دوسری مستحکم۔ کیونکہ اسکے ساتھ مامور کی ذاتی توجہ کشش اور دعائیں ہوتی ہیں جو توبہ کرنیوالے کے عزم کو مضبوط کرتی ہیں

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے واسطے ماسٹر فقیر اللہ صاحب پبلشر نے گلزار محمدی سٹیم پریس لاہور میں باہتمام شیخ گلزار محمد صاحب پرنٹر چھپوا کر دفتر پیغام صلح سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۷ - مورخہ ۲۰ و ۲۴ اگست ۱۹۱۹ء نمبر ۱۱ و ۱۲

میاں صاحب کی افسوسناک حالت

ماہ جون کے تشحیذ میں جو فتوے قتل حضرت امیر ایدہ اللہ کے خلاف درس حدیث کے نوٹوں کی ذیل میں شائع ہوا ہے۔ اُسے ہم دو مرتبہ اس اخبار میں درج کر چکے ہیں۔ پھر جو توجیہہ اب اس فتوے قتل کے متعلق ایڈیٹر الفضل اور ایڈیٹر تشحیذ نے کی ہے۔ اُس کا ذکر بھی گذشتہ اشاعت میں ہو چکا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ ۱۶ اگست کے الفضل میں خود میاں صاحب کے قلم سے ایک مضمون اس بحث پر شائع ہوا ہے جس نے ہمیں مجبور کیا ہے کہ ہم پھر اس پر قلم اٹھائیں۔ ہمارا اپنا ارادہ یہی تھا۔ کہ اب اس بحث کا دروازہ بند کر دیا جائے کیونکہ ہم اس قسم کے دل آزار فقرے پہلے ہی سُن چکے ہیں اور ہمیں اس سے کوئی خاص تعجب نہیں ہوا تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ میاں صاحب نے اپنے قلم سے پورے نو کالم کا مضمون لکھکر ہمیں پھر اس موضوع پر لکھنے کا موقعہ دیا۔ اور اگر میاں صاحب اپنے مضمون میں افسوسناک غلط بیانیوں سے کام نہ لیتے تو شاید ہم پھر بھی خاموش ہی رہتے۔

میاں صاحب کی پہلی غلط بیانی

میاں صاحب نے اپنے مضمون کا عنوان رکھا ہے "مولوی محمد علی اور اُن کے رفقاء کی عادت تحریف" اور پھر آگے چلکر مضمون یوں شروع کرتے ہیں:-

"ماہ جون ۱۹۱۹ء میں تشحیذ الاذہان میں میرے درس حدیث کے نوٹ شائع ہوئے ہیں۔ اُن میں ایک حدیث کو توڑ مروڑ کر مولوی محمد علی صاحب اور اُن کے رفقاء شور مچا رہے ہیں کہ اُس میں اُن کے قتل کا فتوے دیا گیا ہے"

اب ان تین چار سطروں میں میاں صاحب، حضرت امیر ایدہ اللہ پر دو (رفقاء کا ذکر ہم بعد میں کرینگے) ایسے الزام لگاتے ہیں جن میں صداقت کا شمہ تک نہیں۔ پہلا الزام یہ ہے۔ کہ "حضرت امیر میں تحریف کی عادت ہے" اور دوسرا الزام یہ ہے کہ وہ فتوے قتل کے متعلق "شور مچا رہے ہیں"

اب واقعات یہ ہیں۔ کہ فتوے قتل کے متعلق آج ۱۸ اگست تک کوئی مضمون حضرت امیر کی طرف سے شائع نہیں ہوا۔ سب سے پہلا مضمون جو اس کے متعلق شائع ہوا ہے وہ ۱۹ جولائی کے پیغام صلح میں ایک چھوٹا سا ایڈیٹوریل نوٹ تھا۔ اس کے بعد ۲۰ و ۲۲ کی دُہری اشاعت میں اخویم مکرم حضرت سیٹھ اسماعیل آدم صاحب کی ایک کالم کی مراسلت تھی۔ جو ایڈیٹر تشحیذ کی اُس لایعنی توجیہہ کے جواب میں تھی جو اُس نے اصل فتوے قتل کے متعلق جولائی کے تشحیذ میں شائع کی۔ اس کے بعد ۱۰ اگست کے اخبار پیغام صلح میں ایک ایڈیٹوریل نوٹ اس توجیہہ کی تردید میں شائع ہوا۔ اب ان تین نوٹوں میں ایک مضمون بھی حضرت امیر کی طرف سے نہیں اور ان تینوں کی ضخامت بھی تین کالم سے کسی صورت میں زیادہ نہیں۔ اس پر میاں صاحب کا یہ کہنا کہ حضرت امیر "شور مچا رہے ہیں" صریح طور پر غلط بیانی نہیں تو اور کیا ہے۔ غور کا مقام ہے کہ خود میاں صاحب اور اُن کے رفقاء تو کالموں کے کالم سیاہ کر رہے ہیں۔ چنانچہ میاں صاحب کا مضمون زیر جواب بھی پورے نو کالم پر ختم ہوا ہے۔ اور اس کے بعد پھر قلت گنجائش کی وجہ سے حاشیہ پر کیا گیا ہے اس سے پہلے الفضل کا ایڈیٹر لمبا چوڑا مضمون لکھ چکا ہے لیکن الزام دوسروں پر ہے۔ کہ وہ "شور مچا رہے ہیں"

کاش میاں صاحب "کی آنکھیں اگر لکھتے وقت تعصب سے اندھی نہ ہوتیں" تو وہ محض غیض و غضب کا شکار ہوکر اس قدر غلط بیانی سے کام نہ لیتے۔ جب حضرت امیر نے فتوے قتل کے متعلق کوئی مضمون ہی نہیں لکھا تو پھر اُنکی طرف تحریف کی عادت منسوب کرنا اگر ظلم نہیں تو اور کیا ہے۔

غرض ان چار سطروں میں میاں صاحب نے دو غلط بیانیاں کی ہیں

میاں صاحب کی دوسری غلط بیانی

اِس سے آگے چل کر پھر میاں صاحب ایک اور نہائت ہی ناپاک غلط بیانی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور ہمیں زیادہ تر افسوس اسکے متعلق اِس لئے ہے کہ ہمیں یہ حسن ظن تھا کہ میاں صاحب ایسی ہلکی اور گری ہوئی باتیں ہرگز نہیں کرتے۔ بلکہ اُن کے مرید کرتے ہیں اور انہیں ان کی اطلاع نہیں ہوتی ورنہ وہ روکدیں۔ چنانچہ پچھلے دنوں شورش میں جب الفضل نے بکرات و مرات یہ بالکل جھوٹی خبریں شائع کیں۔ کہ میرزا یعقوب بیگ اور مولوی صدر الدین ننگے سر پھر کر ہڑتال کراتے پھرے۔ اور پھر الفضل نے یہ بیان شائع کیا کہ حضرت امیر بھی فوجی بھرتی سے لوگوں کو روکتے رہے۔ ایسی جھوٹی خبروں کی تردید ہم نے دو تین دفعہ کی اور ایک مرتبہ میاں صاحب کے متعلق حسن ظن سے کام لیتے ہوئے یہ بھی لکھا کہ:-

میاں صاحب سے بھی التماس ہے کہ آخر آپ قوم کے لیڈر ہونے کے مدعی ہیں۔ آپ کا فرض ہے۔ کہ آپ ان کو اس قسم کی باتوں سے روکیں۔ جو ان کے لئے عالم آخرت میں مضر ثابت ہوں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ کفیٰ بالمرء کذباً ان یحدث بکلّ ما سمع۔ اور آپ کے مسکن سے جو اخبار آپ کے سلسلہ کا نکلتا ہے۔ گذشتہ دو ماہ سے اس کا عمل اس وصیت نبوی کے خلاف رہا ہے کیا آپ ان کو سمجھانا ضروری نہیں سمجھتے؟

لیکن اب مضمون زیر جواب نے ہماری آنکھیں کھول دیں اور ہمیں میاں صاحب کے متعلق نہائت حسرت سے یہ اعتراف کرنا پڑا

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

کیونکہ میاں صاحب نے بھی اسی جھوٹی خبر کو اپنے قلم سے لکھا ہے:-

(میرزا یعقوب بیگ صاحب) "ننگے سر جلوس کے ساتھ بھی نکلے تھے"

اللہ اکبر! کس قدر جرأت ہے۔ کہ ایک خلاف واقعہ امر کو اس طرح بیان کر رہے ہیں جس طرح خود دیکھ کر آتے ہیں۔ کیا ہم میاں صاحب سے پوچھ سکتے ہیں۔ کہ یہ لکھتے ہوئے اُنہیں کفیٰ بالمرء کذباً ان یحدث بکلّ ما سمع کے زبان نبوی [illegible] تھی یا محض تعصب کی وجہ سے جو کچھ سُنا وہ لکھدیا۔ اور زیادہ تر افسوس کی بات یہ ہے کہ ہم اس جھوٹ کی تردید بکرات و مرات کر چکے ہیں۔ اور خود میاں صاحب کے متعلق حسن ظن رکھتے ہوئے یہ امید ظاہر کر چکے ہیں کہ وہ الفضل کے ایڈیٹر کو سمجھائیں۔ کہ وہ حدیث نبوی کے خلاف عمل پیرا نہ ہو۔ لیکن آج خود وہ شخص جو قوم کا لیڈر ہے۔ جو ناصح ہے۔ جو لوگوں کی ذمہ داریاں اپنی ذات پر لینے کا عادی ہے اس جھوٹ کو اپنے قلم سے لکھتا ہے۔

مژدہ باد اے مرگ۔ عیسےٰ آپ ہی بیمار ہے!

اب اس واقعہ کے بعد اگر ہم میاں صاحب کی خدمت میں اُن کے مریدوں کی بے عنوانیاں عرض کریں تو کس حوصلہ پر کریں۔ وہ خود اپنے آپکو مریدوں کی صف میں کھڑا کر دیتے ہیں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں اُنکی ہاں میں ہاں ملا دیتے ہیں۔ خواہ وہ کس قدر جھوٹ ہی کیوں نہ ہو۔ تقویٰ اور خشیۃ اللہ کا مقام یہ تھا کہ جس صورت میں ہماری طرف سے اس جھوٹی خبر کی تردید ہو چکی تھی تو آپ اس کا نام تک نہ لیتے۔ بلکہ ایڈیٹر الفضل کو فہمائش کرتے کہ وہ محض جھوٹی خبر کو کیوں اس وثوق سے لکھ رہا ہے۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ آپ خود بھی اس مرض میں مبتلا ہیں۔

اگر تقوے سے نہیں تو کم از کم عقل سے کام لیا ہوتا" جلوس میں ننگے سر پھرنا" یہ میرزا صاحب کی حیثیت عمر اور فہیم انسان کے متعلق بالکل قرین قیاس نہیں ہو سکتا۔ ہم تو کسی جلوس میں نہیں گئے۔ لیکن اخبارات میں اور سرکاری رپورٹوں میں جو کچھ ہم نے پڑھا ہے۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ جلوس میں ننگے سر پھرنے والے نوجوان طالب علم اور جاہل بازاری لوگ ہی تھے۔ کوئی معقول آدمی ننگے سر جلوس میں نہیں پھرا۔ جو لوگ اس شورش کے سرغنہ سمجھے گئے ہیں وہ بھی تو (جہاں تک ہمیں معلوم ہو سکا ہے) ننگے سر جلوس میں نہیں پھرتے رہے۔ تو میرزا صاحب جنہوں نے اپنی دُکان ہڑتال کے ایام میں کھولی رکھی۔ ایسی لغو حرکت کیونکر کر سکتے تھے۔

غرض ہمیں افسوس ہے کہ میاں صاحب نے ایک ایسے جھوٹ کو اپنے قلم سے شائع کیا۔ جس کی نہ صرف ہم بکرات و مرات تردید کر چکے ہیں۔ بلکہ جس کے بطلان پر خود عقل انسانی بھی شاہد ہے۔

میاں صاحب کی تیسری غلط بیانی

تیسری غلط بیانی میاں صاحب نے اس مضمون میں یہ کی ہے کہ الفضل نے ایام شورش میں جو فتنہ انگیز مضمون ہمارے برخلاف لکھے تھے اُن کی غرض یہ تھی کہ "بعض لوگوں کا شورش پسندوں سے ہمدردی رکھنا اُن کا ذاتی فعل تھا۔ نہ سلسلہ احمدیہ کے پسندیدہ عمل" حالانکہ جن لوگوں نے اِن مضمونوں کو پڑھا ہے وہ خوب جانتے ہیں۔ کہ اس میں ہماری جماعت من حیث القوم اور حضرت امیر کو بحیثیت قوم کے لیڈر کے بدنام ہونے کی پوری مگر ناکام کوشش کیگئی تھی اور اس سے ان کی غرض صرف یہ تھی کہ اس طرح ہم گورنمنٹ کو دھوکا دیکر ان لوگوں کو معتوب کرائیں۔ لیکن اُنہیں یہ علم نہیں تھا۔ کہ ہمارے ان حالات کو گورنمنٹ خوب جانتی ہے اور حکومت کا نظام قادیان کی گدی کے نظام سے کہیں بڑھ کر محکم اور ابلغ ہے۔ مگر جس طرح ضرب المثل والی لومڑی اپنے آپ کو اونٹ سمجھکر بے حواس پھر رہی تھی۔ کہ کہیں اونٹوں میں میں بھی نہ پکڑی جاؤں۔ اسی طرح الفضل یہ سمجھتا تھا۔ کہ جو سلسلہ سراغرسانی ہمارے ہاتھ میں ہے وہ گورنمنٹ کے صیغہ سی۔ آئی۔ ڈی کو بھی میسر نہیں۔ اور اِس لئے اُس نے گورنمنٹ کی انتظامی قابلیت پر بھروسہ نہ کرکے ہمارے خلاف نہائت سرگرمی سے طوفانِ بے تمیزی بپا کر دیا۔ اور دشمنی اور عناد کے جوش میں معقولیت اور غیر معقولیت کی کچھ پرواہ نہیں کی چنانچہ ہمارا خیال ہے کہ الفضل کی یہ روش خود میاں صاحب کے بعض نیک طبع اور سلیم الفطرت مریدین کو بھی بُری معلوم ہوئی۔ کیونکہ وہ جانتے تھے۔ کہ ہماری جماعت کے ممبروں نے میاں صاحب کے متبعین کو جہاں کہیں وہ اس شورش میں ماخوذ ہوئے ہیں۔ تو نہائت ہمدردی سے سلوک کیا۔ چنانچہ مولوی غلام رسول صاحب وزیر آبادی جب پکڑے گئے تو ہمارے وزیر آبادی احباب نے نہائت دلسوزی سے اُن کی ہمدردی میں حصہ لیا۔ اس کے علاوہ دوسرے مسلمانوں نے بھی الفضل کی اس حرکت پر نفرین کی۔ اور ہمیں یقین ہے کہ خود حکومت عالیہ کے حکام نے بھی الفضل کی تحریروں سے یہی نتیجہ نکالا ہوگا۔ کہ سب کی سب دشمنی اور عناد کے رنگ میں ڈوبی ہوئی ہیں۔ اور اختلاف عقائد کا بدلہ نہائت دلیری سے غلط اتہامات کی صورت میں لیا جاتا ہے لیکن آفرین ہے میاں صاحب کی ہمت پر کہ اُنہوں نے آج اس بیہودگی کی یہ توجیہہ نکالی ہے کہ الفضل کی نیت سلسلہ احمدیہ کی پوزیشن کو صاف کرنا تھا۔ حالانکہ اگر یہی نیت ہوتی تو اس کے لئے اور طریق اور انداز بیان چاہئے تھا۔ نہ کہ وہ جو الفضل نے اختیار کیا۔

مگر جب میاں صاحب ایک غلط بیانی کے مرتکب ہوئے تو لازماً بات بنانے کے لئے اور غلط بیانیاں تراشنی پڑیں۔ اور الفضل کی حمائت میں یہ غلط بیانی بھی کرنی پڑی۔ کہ اس کی نیت نیک تھی۔

میاں صاحب کی چوتھی غلط بیانی

اس مضمون میں میاں صاحب اس عذر نامعقول کا ذکر بھی کرتے ہیں جو ایڈیٹر تشحیذ نے ماہ جولائی کے پرچہ میں فتوے قتل کے متعلق شائع کیا اور پھر ہم پر یہ الزام لگاتے ہیں:-

"گو بعض خاص مطالب کے ماتحت مولوی محمد علی صاحب کے رفقاء نے اس کی طرف سے آنکھیں بند کر چھوڑی ہیں"

اس فقرے میں یہ غلط بیانی کی گئی ہے کہ ہم نے اس نوٹ کی طرف سے آنکھیں بند کرلی ہیں۔ جو تشحیذ ماہ جولائی میں بطور تشریح شائع ہوا۔ مگر یہ سراسر غلط ہے۔ ہمارے مخدوم مکرم دوست سیٹھ اسماعیل آدم اپنی مراسلت میں جو ۲۰، ۲۲ جولائی کے پیغام صلح میں شائع ہوئی۔ "عذر گناہ بدتر از گناہ" کے عنوان سے اس توجیہہ کی دھجیاں اُڑا چکے ہیں خود ہم نے گذشتہ اشاعت میں اس پر ایک نوٹ لکھا تھا۔ اور ثابت کیا تھا۔ کہ یہ توجیہہ غلط ہے۔ کہ "جیسے لاہور میں ہے" کا فقرہ ایک طالب علم کا ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں لکھتے ہوئے ہم نے یہ بھی لکھا تھا کہ:-

"اس لڑکے کا نابالغ ہونا بھی الفضل کو ضرور شائع کرنا چاہیئے۔ کہ کہیں قانون کی زد میں وہ لڑکا نہ آجائے"

پیغام صلح ۱۰ اگست

اور ہمارے اس لکھنے اور شائع کرنے کے بعد اب آپ اپنے اس مضمون میں فرماتے ہیں:-

"ان نوٹوں کا لکھنے والا ایک طالب علم ہے جس کی عمر اس وقت سترہ اٹھارہ سال یا اس سے بھی کم تھی۔ اور بوجہ کم علمی کے کچھ کا کچھ لکھدیا کرتا تھا"

دیکھا میاں صاحب مکرم! ہماری آنکھیں بند نہیں بلکہ

ؔ یہ مثل میاں صاحب نے اپنے مضمون میں ہمارے متعلق پیش کی ہے۔

ؔ [illegible] ایک اشتہار [illegible] ضروری نصیحت میں اشارۃً اس فتوی قتل کا ذکر کیا ہے مگر اس اشتہار کا موضوع بالکل الگ ہے اس لئے وہ ذکر ضمناً محض بطور اشارہ آگیا ہے میاں صاحب کے الفاظ [illegible]

وہ اس قدر تیز ہیں۔ کہ جو بات آپ کے دل میں ہے وہ ہم ان آنکھوں کی روشنی سے (جنہیں خدا نے نور بصیرت دیا ہوا ہے) دیکھ لیتے ہیں۔ ہم نے لکھا تھا کہ الفضل کو اب اُس لڑکے کو نابالغ بنانا چاہئے۔ چنانچہ اب آپ نے اپنے مضمون میں اس کو نابالغ اور کم علم ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش
من انداز قدت را مے شناسم

اور سچ پوچھئے تو یہ لڑکے کی توجیہ کا خیال بھی "جناب والا" کو سیٹھ اسماعیل آدم صاحب کے خط سے ہی آیا ہے۔ جس کا جواب آپ نے اُن کو نہ دیا۔ لیکن ایڈیٹر تشحیذ کو فتوئ قتل کا الزام اُس لڑکے کے سر تھوپنے کو کہدیا۔ چنانچہ اس کا ذکر سیٹھ صاحب نے محولہ بالا مراسلت میں مفصل کیا ہے۔

ان حالات کے ماتحت جناب والا کا یہ کہنا کہ ہم نے اس نوٹ کی طرف سے آنکھیں بند کرلی ہیں۔ اگر ایک طرف صریح غلط بیانی ہے تو دوسری طرف ہمیں آپ کے ہی لفظوں میں سخن فہمی عالم بالا معلوم شد نہ سہی تو سخن فہمی جناب والا معلوم شد کہنے پر مجبور کرتا ہے۔

اصل معاملہ

اب ہم اصل معاملہ پر کچھ روشنی ڈالتے ہیں۔ میاں صاحب کا بیان ہے کہ اس فقرہ میں۔ کہ:-

"اور فرمایا (یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ خلیفہ ہو تو جو پہلے ہو۔ اس کی بیعت کرو۔ اور بعد میں جو دوسرا پہلے کے مقابل کھڑا ہوجائے۔ جیسے لاہور میں ہے۔ تو اُسے قتل کردو۔ مگر یہ قتل کا حکم تب ہے جب سلطنت اپنی ہے۔ اب اس حکومت میں ہم ایسا نہیں کر سکتے"

"جیسے لاہور میں ہے" کے الفاظ اس طالب علم کے ہیں۔ جس کی عمر سترہ اٹھارہ سال سے بھی کم تھی۔ جو بے علم تھا اور اپنی بے علمی کی وجہ سے کچھ کا کچھ لکھ دیا کرتا تھا۔ چنانچہ درس حدیث کے نوٹوں میں نہایت مضحکہ انگیز باتیں چھپ گئی ہیں"۔

سردست ہم اس سوال کو نہیں چھیڑتے کہ اس دودھ کے دانت والے لڑکے کو یہ اہم کام کیوں سپرد کیا گیا کہ نوٹ لیا کرے۔ اور پھر اگر وہ بے علم اور نوعمر تھا۔ تو ایڈیٹر تشحیذ ہی اس کی اصلاح کرلیتا۔ کیونکہ آخر ایڈیٹر کا کام یہی ہے۔ کہ وہ مضامین کو اصلاح کرکے شائع کیا کرے۔ اور جو تو جیہات آج "عالم بالا" سے القا ہو رہی ہیں وہ پانچ سال کے عرصہ میں کیوں نہ ہوئیں (بشرطیکہ یہ بیان میاں صاحب کا تسلیم کیا جائے۔ کہ یہ درس حدیث کے نوٹ ۱۹۱۴ء کے ہیں) مگر ان سب باتوں سے قطع نظر کرکے ہم کہتے ہیں کہ پھر بھی سیاق وسباق عبارت سے ظاہر ہے کہ یہ الفاظ کہ:-

"جیسے لاہور میں ہے"

میاں صاحب کے منہ سے نکلے ہیں اور اس پر اس کا اگلا فقرہ روشنی ڈالتا ہے۔ جس میں وہ کہتے ہیں:-

"مگر یہ قتل کا حکم تب ہے۔ جب سلطنت اپنی ہو اب اس حکومت میں ہم ایسا نہیں کر سکتے"

اس فقرہ میں "ہم ایسا نہیں کر سکتے" میں صاف احمدی قوم کے ممبر ہی مراد ہیں۔ اور میاں صاحب خلافت کے مدعی بھی ہیں تو اس سیاق وسباق سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس وقت احمدی قوم اس پر عمل نہیں کر سکتی۔ کیونکہ حکومت اپنی نہیں۔ پس اس سے معلوم ہوا۔ کہ "جیسے لاہور میں ہے" کے الفاظ بھی اسی شخص کے ہیں۔ جس نے یہ دوسرے الفاظ بولے۔ کہ "ہم ایسا نہیں کر سکتے"

اور اس فقرہ کے متعلق میاں صاحب کا خود اقرار ہے۔ کہ یہ الفاظ اُن کے ہیں۔ پس اگر یہ الفاظ اُن کے ہیں۔ تو پہلے الفاظ جن کی تردید میں یہ کہے گئے۔ وہ بھی اُن کے ہی ہیں۔ سیاق وسباق عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ "ہم ایسا نہیں کر سکتے" اور "جیسے لاہور میں ہے" کا باہم ایک خاص تعلق ہے۔ اور جس کے منہ سے یہ لفظ نکلے ہیں کہ "ہم ایسا نہیں کر سکتے" اسی نے "جیسے لاہور میں ہے" کا فقرہ بولا ہے۔

میاں صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت امیر تو خلافت کے مدعی نہیں۔ حالانکہ اگر یہ صحیح ہے۔ تو پھر اُن کا یہ کہنا۔ کہ "ہم ایسا نہیں کر سکتے" بالکل بے محل ہے۔ کیونکہ جس صورت میں اُن کے مقابل ہی کوئی نہیں تو پھر کر سکتے اور نہ کر سکتے کا کیا سوال اور کیا موقعہ ہے؟

بالآخر یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ اگرچہ ہم حسن ظن کیلئے آمادہ ہیں۔ مگر اس مضمون میں جب میاں صاحب نے اتنی غلط بیانیاں کی ہیں۔

اور بعض اُن میں سے ایسی ہیں۔ کہ ہماری طرف سے اُن کی تردید بکرات ومرات ہوچکی ہے۔ مگر پھر بھی میاں صاحب نے اس کی پرواہ نہیں کی۔ اور ہماری طرف وہی جھوٹی بات منسوب کردی جو اُن کے مرید کہتے آئے ہیں۔ تو ہم کس حوصلہ پر یہ یقین کرنے کی جرأت کرسکتے ہیں۔ کہ میاں صاحب نے جو یہ الزام ایک نابالغ اور کم علم لڑکے کے سر تھوپا ہے۔ وہ بالکل صحیح ہے۔ اور وہ خود اس سے بری الذمہ ہیں۔

لیکن باایں ہمہ ہم کسی صاحب کی طرف "جھوٹ بولنے کی عادت" منسوب نہیں کرتے۔ جس طرح میاں صاحب نے محض فرضی تحریف کے وہم میں حضرت امیر ایدہ اللہ اور ہماری طرف "تحریف کی عادت" منسوب کردی۔ مگر ہم صرف یہی کہتے ہیں۔ کہ ؎

بدم گفتی و خورسندم عفاک اللہ نکو گفتی
جواب تلخ مے زیبد لب لعل شکر خارا

حکومت پنجاب کے روشن کارنامے

ہز آنر نے جب سے حکومت پنجاب کی زمام اپنے ہاتھ میں لی ہے۔ پنجاب گورنمنٹ کی طرف سے بعض نہایت مفید اور اہم تجاویز عمل میں آئی ہیں جن سے ایک طرف تو رعایا کے دل تسخیر ہوگئے۔ اور دوسری طرف حکومت برطانوی کی معدلت گسترانہ اور حق پروانہ روایات از سر نو تازہ ہوگئی ہیں:-

۱۔ موجودہ گرانی کے زمانہ میں ملازمین سرکار کی حالت خصوصیت سے قابل توجہ تھی۔ اور ہم خوش ہیں کہ پنجاب گورنمنٹ نے اپنے سول ملازموں کے لئے ۲۵ فیصدی کا اضافہ منظور فرمایا ہے۔ اسکے علاوہ حکومت ہند نے بھی قحط الاؤنس کو دگنا کر دیا ہے جو بظاہر حکومت پنجاب کی سفارش پر ہی ہوا ہوگا۔

۲۔ ملک کی اقتصادی حالت میں ایک غیر معمولی تبدیلی ہوگئی ہے اور یہ تبدیلی اس امر کی مقتضی تھی۔ کہ گورنمنٹ ملک کے اقتصادیات پر خاص توجہ کرے۔ چنانچہ حکومت پنجاب نے اس ضرورت کو بھی پورا کیا ہے اور فیصلہ کیا ہے کہ صوبہ کے دیہات اور شہروں کی اقتصادی ضروریات اور اہم مسائل کی تحقیقات کیلئے ایک مجلس قائم کی جائے۔ جو دیہاتی اور شہری مسائل کے لحاظ سے دو حصوں میں تقسیم ہوگی۔ مگر کام مشترکہ حیثیت میں ہی کرے گی۔ اس اقتصادی مجلس کے سرکاری ممبروں میں دونوں فنانشل کمشنر (دونوں حصوں کے صدر اور سینیئر کمشنر کل مجلس کا صدر) ڈائرکٹر محکمہ زراعت۔ ڈائرکٹر محکمہ صنعت وحرفت۔ رجسٹرار کواپریٹو سوسائٹیز۔ سینٹری کمشنر۔ پروفیسر علم زراعت۔ انسپکٹر آف فیکٹریز۔ پنجاب یونیورسٹی کا پروفیسر یا پروفیسران علم الاقتصاد شامل ہونگے۔ نامزدہ ممبروں میں دو افسر جنہیں صاحب چیئرمین مقرر کریں۔ دو ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم کے نامزدہ اشخاص۔ ایک کواپریٹو سوسائٹیز کا افسر جسے صاحب رجسٹرار نامزد کریں۔ چار پنجاب یونیورسٹی سنڈیکیٹ کے نامزدہ ممبر۔ ایک گورنمنٹ کا نامزدہ اخبار نویس اور چھ دیگر گورنمنٹ کے نامزدہ اشخاص ہونگے نامزدہ ممبر کی میعاد تین سال ہوگی۔ مجلس کے ممبروں کو خود بھی دیگر چار اشخاص تک کے شریک کر لینے کا اختیار ہوگا۔ ممبر تمام آنریری ہونگے۔ لیکن گورنمنٹ اس تحقیق کی تالیف واشاعت کے کام میں مالی امداد دیتی رہے گی۔

۳۔ مارشل لا کے عہد میں جو خاص عدالتیں قائم ہوئی تھیں انہوں نے اس وقت کے حالات کے ماتحت قانون کے مطابق سزائیں دی تھیں۔ لیکن اب پنجاب گورنمنٹ کا ایک اعلان مظہر ہے کہ صوبہ میں بسرعت امن وامان قائم ہونے کی وجہ سے اس بات کا موقعہ حاصل ہوگیا ہے کہ گورنمنٹ ان مقدمات اور باقی مقدمات میں جن کا فیصلہ مارشل لا نے کیا۔ اختیارات رحم سے کام لے۔ ان عدالتوں نے جس قدر سزائیں دی تھیں۔ ان سب پر ہز آنر سر ایڈورڈ میکلیگن نے غور فرمایا ہے اور بہت سے مقدمات میں سزا کم کردی گئی ہے۔ اس تخفیف کا بعض حالتوں میں اعلان بھی ہوچکا ہے۔

۴۔ اس وقت پنجاب میں گرمی کا موسم ہے۔ اور امسال گرمی کی سخت پڑی ہے۔ مگر ہز آنر نے اپنے راحت وآرام کو قربان کرکے اس موسم گرما میں تقریباً دو ہفتے تک پنجاب میں دورہ کیا ہے تاکہ رعایا کے حالات کو معلوم کیا جائے۔ جو تقریر آپ نے گوجرانوالہ میں کی ہے۔ اس سے مترشح ہوتا ہے کہ ہز آنر رعایا کی بہبودی کے لئے کس قدر متمنی ہیں۔ اور آپ گذشتہ واقعات نقض امن جو بعض جاہل نوجوانوں نے جوش بیجا کے ماتحت پیدا کردیئے کس قدر رنجیدہ ہے۔ ہز آنر کا اس موسم میں اپنے گرمائی صدر مقام کو چھوڑکر

دورہ کرنا اس گہری محبت کو ظاہر کرتا ہے۔ جو اُن کو پنجاب کے لوگوں سے ہے۔

ہم پنجاب کو ایسے نیک دل اور سلیم الطبع حکمران ملنے پر نہایت گرمجوشی سے مبارکباد دیتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ گذشتہ ایام میں جو شورش محض نوجوش یا بعض غلط فہمیوں یا بعض ملک بازطبیعتوں کی غلط کاریوں کی وجہ سے پیدا ہوگئی تھی نہ صرف رعایا و راعی اور حاکم ومحکوم کے دلوں سے بالکل محو ہوجائیگی۔ بلکہ اس کی جگہ امن وامان۔ عقیدت ومحبت، بھروسہ، اعتماد اور یقین دلوں میں راسخ ہوجائیں گے۔ ہز آنر نے اپنی تقریر گوجرانوالہ میں اس حقیقت کو دُہرایا ہے کہ وہ لوگ جو نقض امن عامہ میں مخل ہوکر گورنمنٹ سے مطالبات کرنا چاہتے ہیں وہ کس قدر حماقت اور سوء تدبیری سے کام لیتے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ اہل پنجاب ہز آنر کی اس قیمتی نصیحت کو گوش ہوش سے سنیں گے۔ اور کسی حالت میں بھی اس قسم کے افعال شنیعہ کے مرتکب نہ ہونگے۔ جن سے ان کی وفاداری پر دھبہ لگ سکے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ملکی اور قومی ترقی کا انحصار حکومت کے ساتھ اتحاد عمل پر ہی ہے اور جو لوگ امن عامہ میں مخل ہوکر ملکی ترقی کے درپے ہوتے ہیں وہ ایک سراب کو چشمہ آب سمجھے ہوئے ہیں۔ اور انہیں ہرگز کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی۔

مذہبی تحریروں کا احترام

حضور نظام دکن نے حال ہی میں حکم دیا ہے کہ آئندہ ردی کاغذات کسی دکاندار یا بقال کے پاس فروخت نہ کئے جائیں (کیونکہ ردی کاغذات عموماً آیات قرآنی اور دوسرے مقدس نوشتے ہوتے ہیں۔ اور بنیا بقال کے ہاتھ ایسی تحریروں کے فروخت ہونے سے ان مذہبی تحریروں کی بے حرمتی ہوتی ہے) بلکہ تمام ردی کاغذات محکمہ صدر الصدور میں بھیجدیئے جائیں جہاں مناسب طور پر انکے اتلاف کا انتظام کیا جائیگا۔

یہ حکم حضور نظام کے انتہا درجہ کے مذہبی احساس کا ثبوت ہے اور ہم خوش ہیں کہ ایک مسلمان فرمانروا کو اپنی مذہبی تحریروں کا اس قدر احترام ملحوظ خاطر ہے۔ مگر ہماری یہ گذارش غالباً بیجا نہ ہوگی کہ اگر محکمہ صدر الصدور مفت میں ایسے ردی کاغذات لیگا تو ملک کو ایک اقتصادی نقصان ضرور ہوگا۔ گو وہ نقصان بمقابلہ اس مذہبی نقصان کے جو اس قسم کے ردی کاغذات بازار میں پہنچنے سے ہوتا ہے۔ بالکل ہیچ ہو۔

چونکہ حضور نظام کے زیر نگین ایک وسیع قلمرو ہے اسلئے اگر اس حکم کی پابندی کی جائیگی۔ تو محکمہ صدر الصدور میں لاکھوں من ردی جمع ہوجائیگی جس کا اتلاف اقتصادی لحاظ سے ایک معتدبہ نقصان ہوگا۔ اس لئے یہ مناسب ہے کہ حضور نظام ایک کاغذ کا کارخانہ بھی کھلوادیں اور اس ردی کاغذات کو پھر جدید کاغذ کی صورت میں تبدیل کیا جائے۔

حیدرآباد دکن اگر اس مفید تجویز پر عمل پیرا ہوکر ایک مثال قائم کریگا۔ تو ہمیں امید ہے۔ کہ ملک میں اس قسم کے اور کارخانے بھی کھل جائینگے اور کاغذ کا مسئلہ جس کی گرانی نے گذشتہ چند سال سے تمام ملک کو انگشت بدندان کررکھا ہے۔ ایک حد تک نہایت خوش اسلوبی سے حل ہوجائیگا۔ یہ مسلّم ہے کہ اب ہندوستان کو صنعت وحرفت کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ اور اس کی بہترین صورت یہ ہے کہ ملک کی استعمال شدہ اشیاء کو ازسرنو جدید اشیاء میں منتقل کیا جائے۔ حضور نظام اگر اس قسم کا کوئی کارخانہ کھولنے کا حکم صادر فرمائیں تو پھر یہ کارخانہ بجائے مفت ردی کاغذات لینے کے ان کو خرید سکتا ہے اور پھر ان کا جدید کاغذ تیار کرکے معقول نفع پر فروخت کرسکتا ہے اس سے نہ صرف رعایا کو ہی فائدہ پہنچیگا۔ بلکہ ریاست کے خزانہ عامرہ میں بھی ایک معقول رقم سالانہ جمع ہوسکتی ہے۔

سٹینڈرڈ کلاتھ کا بھاؤ

اُن اختیارات کی رُو سے جو زیر دفعہ ۹ کاٹن کلاتھ ایکٹ ۱۳ مجریہ ۱۹۱۸ء حضور لفٹننٹ گورنر کو حاصل ہیں۔ آپ نے حکم صادر فرمایا ہے کہ سٹینڈرڈ کلاتھ پنجاب میں مندرجہ ذیل قیمتوں پر فروخت ہوگا:-

اے ۱۔ قمیصوں کے لئے ۵ ر فی گز۔ اے ۱۴۔ قمیصوں کیلئے ۵ ر فی گز
اے ۱۵۔ ساڑھی پونے چار روپے فی جوڑا۔
اے ۱۶۔ دھوتی تین روپے ساڑھے پندرہ آنہ فی جوڑا۔
اے ۱۷۔ ساڑھی چار روپے ایک آنہ فی جوڑا
اے ۵۔ دھوتی تین روپے دو آنہ فی جوڑا۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت

حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت کے متعلق ہمارے پاس ایک مراسلت اندراج اخبار کے لئے آئی ہے۔ صاحب مراسلت نے میاں صاحب اور آپ کے مریدین کی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کی طرف نبوت کا الزامہ منسوب کی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ لاہور والوں کی یہ غلطی ہے کہ وہ مسیح ابن مریم کو بے پدر مانتے ہیں۔

جہانتک ہمیں معلوم ہے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ اس امر پر ہرگز اصرار نہیں فرماتے کہ ضرور مسیح ابن مریم کو بے پدر ہی تسلیم کیا جائے۔ ہاں آپ کا اجتہاد یہی ہے کہ قرآن کریم سے مسیح کا بغیر باپ ہونا بہ نص صریح ثابت نہیں ہوتا۔ لیکن جو شخص نیک نیتی سے یہ اجتہاد کرتا ہے کہ حضرت مسیح بے پدر تھے۔ وہ یہی اعتقاد رکھ سکتا ہے۔ پیغام صلح کی کسی گذشتہ اشاعت میں حضرت امیر ایدہ اللہ کی ایک مفصل تحریر اس مسئلہ پر شائع ہو چکی ہے اس کے بعد ہم اس موضوع پر لکھنا تحصیل حاصل سمجھتے ہیں۔ ایسا ہی اس مراسلت کو بھی اخبار میں درج کرنا ضروری نہیں سمجھتے۔ اور صاحب مراسلت سے اس جسارت کے لئے معافی مانگتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ایسے چھوٹے چھوٹے مسائل میں جن کا اثر ہماری زندگی اور خود اسلام پر کچھ نہیں پڑتا۔ بال کی کھال نکالنا سوائے تضیع اوقات کے کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ خود حضرت مسیح موعود کا یہی مسلک تھا۔ اور ہم بھی آپ کے متبعین ہونے کی حیثیت سے اس پر قائم ہیں۔ اس کے باوجود بھی ہمکو کوئی اگر خارجی کہتا ہے یا ہماری نیت پر حملہ کرتا ہے تو اس کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے

حکومت ہند کی فیاضی

موجودہ عالمگیر گرانی کو مدنظر رکھتے ہوئے حکومت ہند نے پنجاب گورنمنٹ کے باقاعدہ ملازموں کے لئے جن کی تنخواہ پچاس روپیہ یا اس سے کم ہے۔ جنگی الاؤنس دوگنا کر دیا ہے۔ اس اعلان کا اطلاق یکم اپریل سے ہوگا۔ اور چھ ماہ تک رہیگا۔ جس کے بعد امید کی جاتی ہے۔ اس سے بھی وسیع الاؤنس تمام غیر گزیٹڈ سرکاری ملازموں کو دیا جائیگا تاوقتیکہ تنخواہوں میں مستقل اضافہ کے سوال کا فیصلہ ہو جائے

حکومت ہند کے اس اعلان کو سرکاری ملازم جس خوشی اور مسرت سے دیکھیں گے۔ اس کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں۔ جن کو بحیثیت ملازم اس گرانی سے پالا پڑا ہے۔ مگر یہ الاؤنس آخر عارضی ہی ہیں۔ اور ہندوستان کی اقتصادی حالت اب اس کی مقتضی ہے۔ کہ ملازم پیشہ لوگوں کے مشاہروں میں معتدبہ اضافہ کیا جاوے۔ اس کا وعدہ اگرچہ گورنمنٹ نے کیا ہے۔ مگر ضرورت اس کی ہے۔ کہ اس سوال پر غور کرنے کے لئے ایک مضبوط کمیشن جس میں سرکاری اور غیر سرکاری ممبر ہوں متعین کیا جائے۔ تاکہ یہ کمیشن اس سوال کے تمام پہلوؤں پر غور کرکے مشاہروں کی ایک مفصل شرح منضبط کر سکے۔ اور اس کے بعد تمام سرکاری ملازم اس شرح سے تنخواہ لیں ٭

ایک مخیّر انسان کی وفات

مسٹر کارنیگی جو امریکہ کے ایک نہائت ہی مشہور تاجر تھے پچھلے دنوں قریباً چوراسی سال کی عمر میں انتقال کر گئے ہیں

موت کا ہاتھ تو ہر ایک جوان اور بوڑھے کی رگ حیات کو کاٹتا ہے۔ اور نیک و بد انسان برابر اس گھاٹ اُترتے رہتے ہیں مگر مسٹر کارنیگی کی وفات اس لئے قابل افسوس ہے کہ دنیا سے ایک ایسا مخیّر انسان اٹھ گیا۔ جس کی نظیر شاذ دنیا میں بہت ہی کم ملے۔ مسٹر کارنیگی اصل میں سکاٹ لینڈ کے باشندے تھے۔ لیکن گیارہ سال کی عمر میں امریکہ چلے گئے تھے۔ وہاں جاکر وہ پہلے تو ملازم ہوئے۔ اس کے بعد انہوں نے فولاد کی تجارت شروع کی۔ اور بالآخر اس قدر دولتمند ہو گئے کہ ان کو شاہ فولاد کہا جاتا تھا

مسٹر کارنیگی دولت کے برمحل استعمال کو خوب سمجھتے تھے۔ اور انہوں نے اپنی زندگی میں بیش بہا رقوم خیرات میں دی ہیں بعض بڑی بڑی خیراتیں حسب ذیل ہیں:۔

سکاٹلینڈ کی یونیورسٹیوں کے لئے: ۲ لاکھ پونڈ ٭

امریکہ اور کینیڈا کے معمّر پروفیسروں کے نام پنشن جاری کرنے کے لئے: ۲۰ لاکھ پونڈ ٭

امریکہ اور انگلینڈ کے مختلف شہروں میں ۵۰ ۱۳ کتب خانے قائم کرنے کے لئے۔ ۸۰ لاکھ پونڈ ٭

بہادرانہ کارناموں کا صلہ دینے کے لئے سرمایہ قائم کرنے کی غرض سے۔ ۱۰ لاکھ پونڈ ٭

اس کے علاوہ اور بھی بہت سا روپیہ خیرات کیا ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ ۱۹۱۲ء تک مختلف کاموں میں انہوں نے ڈھائی کروڑ پونڈ خیرات کئے تھے ٭

جب ایک شخص جو دولت اسلام سے بے نصیب ہے اس قدر بذل مال کر سکتا ہے۔ تو مسلمانوں کو تو جن کے مذہب میں بذل مال حیات ملنے کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے اس سے بھی بڑھ چڑھ کر حصّہ لینا چاہئے ٭

میاں صاحب کی وفاداری

مارچ اور اپریل کے مجموعی ریویو آف ریلیجنز میں جو اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ اس مفصل عرضداشت کی ایک نقل چھپی ہے جو میاں صاحب کی طرف سے ہز اکسیلنسی وائسرائے کی خدمت میں بھیجی گئی۔ اس عرضداشت میں میاں صاحب نے اپنی اُن مساعی کا ذکر نہائت تفصیل اور شرح و بسط سے کیا ہے جو انہوں نے ایام شورش میں بدامنی کو روکنے کے لئے کیں۔ اور جو حقیقت میں حضرت مسیح موعود کی تعلیم کا نتیجہ ہیں۔ ہم اس امر میں اتفاق رائے رکھتے ہیں۔ کہ سلسلہ عالیہ کے مقدس بانی کی ہمیشہ تعلیم یہی رہی ہے۔ کہ گورنمنٹ کے ساتھ اخلاص۔ فرمانبرداری اور وفاداری سے زندگی بسر کی جائے۔ بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود نے گورنمنٹ کی اطاعت کو ایک فریضہ مذہبی قرار دیا ہے۔ اور حقیقت میں اسلام کی تعلیم بھی یہی ہے۔ مگر ہم اس میں میاں صاحب سے اختلاف رکھتے ہیں۔ کہ جو خدمات ہم گورنمنٹ کی کریں۔ ان کا اعلان اور نشر و اشاعت دنیاداروں کی طرح کرتے پھریں۔ حضرت مسیح موعود نے جس قدر تعلیم گورنمنٹ کی وفاداری کے متعلق دی ہے۔ وہ تو ظاہر ہے۔ مگر آپ نے کبھی بھی حکام کے سامنے اپنی اس خدمت کا اظہار محض حکام کا شکریہ حاصل کرنے کے لئے نہیں کیا۔ ہاں جب آپ کے دشمنوں نے آپ کو معاذ اللہ گورنمنٹ کا باغی قرار دینے کی ناکام کوشش کی۔ تو آپ نے بطور علاج اس الزام کو دور کرنے کے لئے اپنی تعلیم و خدمات کا ذکر کر دیا ہے۔ اسی طرح ہمارے نزدیک گورنمنٹ کی فرمانبرداری ایک مذہبی فرض ہے اور جس طرح ہم دوسرے فرایض مذہبی کا اعلان ولشتہ نہیں کرتے پھرتے۔ اور نہ ان کی ضرورت سمجھتے ہیں۔ ہاں جو خود بخود ظاہر ہو جائیں تو وہ اور بات ہے۔ اسی طرح ہم اس امر کو سلسلہ احمدیہ کی روایات سابقہ کے خلاف سمجھتے ہیں۔ کہ اس کے ممبر بھی اپنی خدمات گورنمنٹ کی خدمت میں اس طرح پیش کریں۔ جس طرح کوئی پولیٹیکل جماعتیں کرتی ہیں ٭

ہم یہ اعتراض نہیں کرتے۔ کہ میاں صاحب کیوں ایسا کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کو اختیار ہے۔ کہ وہ اپنے افعال و اعمال کا اشتہار دیں۔ اور ہمیں اس پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں۔ لیکن ہم بہ حیثیت جماعت احمدیہ میں شامل ہونے کے یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں۔ کہ جماعت احمدیہ اور اس کے مقدس بانی کی روایات سابقہ اس کے خلاف ہیں۔ کیونکہ ہماری وفاداری کوئی دنیاداروں کی طرح اغراض دنیوی سے وابستہ نہیں۔ بلکہ ہم اس کو ایک مذہبی فرض سمجھتے ہیں جو ہمیں بہرحال ادا کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باوجود اس کے ہمارے احباب نے بھی گذشتہ شورش کے ایام میں گورنمنٹ کی خدمت کی ہے۔ لیکن ہم نے ہز آنر کو کوئی چٹھی لکھی۔ نہ ہز اکسیلنسی کو ٭

حضرت مسیح موعود کی اصل شان

اس عنوان سے ایک مضمون الفضل ۱۹ ر اگست ۱۹۱۹ء میں شائع ہوا ہے۔ جس میں یہ بتانے کی بیفائدہ کوشش کی گئی ہے کہ حضرت مسیح موعود ہر دینی امر میں حَکَم ہیں۔ گویا دوسرے لفظوں میں قرآن کریم اور حضرت رسول کریم صلعم ہر امر دین میں حکم نہیں۔ بلکہ مسیح موعود حکم ہیں۔

مبائعین ریاں صاحب کی بیہودہ سرائی اس سے زیادہ اور کیا ہوگی۔ کہ خود میاں صاحب نے حضرت مسیح موعود کے عقیدہ کے خلاف حضرت عیسیٰ کی پیدائش کے متعلق اپنے ایک مرید کو یہ لکھا ہے خط لکھا۔ کہ قرآن شریف سے حضرت عیسیٰ کے بے باپ ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

جو اخبار پیغام صلح ۔۔۔ شائع ہو چکا ہے۔ پس تعجب ہے کہ حضرت مسیح موعود کے صریح حوالجات پیش کرکے تو الزام نہیں کرتے اور ہم پر خواہ مخواہ کا الزام دیتے ہیں کہ ہم حضرت صاحب کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں کہ مسیح بن باپ تھا۔ جس بزرگ یعنی حضرت مولوی عبد الکریم صاحب مغفور کی زبانی وہ ہمیں یہ سنوانا چاہتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود ہر دینی امر میں حکم ہیں۔ انہیں مولوی عبد الکریم صاحب مغفور کا عقیدہ متعلق پیدائش مسیح بھی تو یہی تھا۔ کہ حضرت مسیح کو بن باپ پیدا ہوا نہ مانتے تھے۔ پھر بتاؤ کہ حضرت مولوی عبد الکریم صاحب حضرت صاحب کو ہر دینی امر میں باوجود مسیح کی پیدائش کے معاملہ میں اختلاف رکھنے کے حکم مانتے تھے۔ اسی طرح ہم بھی مانتے ہیں ٭

میں نہیں جانتا۔ کہ جو لوگ حضرت مسیح موعود کو یہ مانتے ہیں۔ کہ پندرہ برس تک ان کو باوجود الہام میں نبی پکارے جانے کے بھی اس بات کا علم نہ ہوا۔ کہ نبی کیا ہوتا ہے اور محدث کیا۔ اور وہ اپنے تئیں باوجود نبی ہونے کے محدث ہی فرماتے رہے۔ اور پندرہ برس تک انکو سمجھ نہ آئی۔ کہ نبی کے معنے کیا ہیں اور محدث کے معنے کیا۔ جب تک کہ خدا نے انہیں بار بار سمجھا سمجھا کر ۱۵ برس تک اس بات پر پختہ نہ کر لیا۔ کہ اب تو محدث نہیں۔ بلکہ نبی ہے وہ ہمیں کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود ہر دینی امر میں حَکَم ہیں ٭

کیا تم اس وقت حضرت مسیح موعود کا مسیح موعود ۔۔۔ مانتے تھے۔ جبکہ آپ بقول آپ لوگوں کے بغیر علم ۔۔۔ اپنے کو نبی کہنا کفر جانتے اور مانتے تھے۔ اگر اسوقت وہ ہر امر دینی میں حَکَم نہ تھے۔ بلکہ صرف اسی امر دینی میں حکم تھے جس میں ۔۔۔ ان کو علم اور الہام بخشتا تھا۔ تو پیچھے ۱۹۰۱ء کے بعد وہ ہر امر دینی میں بغیر الہام و اعلام الٰہی کے کس طرح حکم ہو سکتے ہیں ٭

سب سے حیرت انگیز یہ بات ہے۔ کہ بقول مبائعین میاں صاحب کے مسیح موعود حکم و عدل تو ہیں لیکن ایسے نہیں کہ ان کی ہر ایک بات متعلق نبوت مسیح موعود ۱۹۰۱ء سے قبل صحیح اور سچی مانی جاوے۔ ہم کہتے ہیں کہ تمہیں یہ درجہ کہاں سے حاصل ہو گیا کہ مسیح موعود کی ۱۹۰۱ء سے قبل کی باتیں متعلق تعریف نبوت تم رد کر سکتے ہو۔ حالانکہ تم یہ بھی مانتے ہو کہ!

وہ تو خدا کے نطق سے بولتے۔ خدا کی روح سے کلام کرتے رہے اور خدا نے آپکو حکم و عدل ٹھیرایا تھا اور ۱۹۰۱ء سے پہلے خدا کے نطق سے بولے ہوئے کلام اور خدا کی روح سے کی ہوئی باتیں اور خدا کی طرف سے ٹھیرائے ہوئے حکم و عدل کو خدا کی وحی کا اول منکر ٹھیرا رہے ہو۔ تو پھر تمہیں شرم و ندامت سے ڈوب مرنا چاہئے۔ کہ ایک طرف تم یہ مانتے ہو کہ ہر مسئلہ دینی میں آپ حکم و عدل ہیں۔ اور دوسری طرف یہ کہتے ہو کہ آپ کا ہر ایک فیصلہ متعلق نبوت مسیح موعود ۱۹۰۱ء سے قبل ردّی اور منسوخ ہے۔ اور انہوں نے بغیر کسی ثبوت اور دلیل قرآن سے پیش کرنے کے ہی اس عقیدہ کی ۔۔۔ کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعوئے نبوت کرے وہ کافر اور کاذب ہے) پابندی اختیار کر لی تھی۔

پھر کہا جاتا ہے کہ مسیح موعود نے مسیح علیہ السلام ۔۔۔ ہونے کو ۔۔۔ من عقائد ۔۔۔ تمہارا عقیدہ ہو گیا ہے۔ مسیح کے زندہ با آسمان پر رہنے اور دوبارہ آنے کے ذاتی آنکا عقیدہ بھی تو پہلے من عقائدنا میں ہی داخل تھا۔ اور اسوقت تک داخل رہا۔ جبتک کہ الہام نہ ہوا کہ مسیح فوت ہو گیا اور آنیوالا تو ہے۔ پھر کیا اس عقیدہ کے متعلق کوئی الہام ہے؟ یہ تمہارا ہمیں کہنا سچ ہے کہ تم مسیح موعود کے مقابلہ میں قرآن کو کچھ بھی کیا سمجھ سکتے ہو۔ تمہارا علم کیا اور تمہارا فہم قرآن کیا۔ مگر یہ تم بھی ہمیں نہیں بتاتے کہ مسیح موعود نے بقول تمہارے مسیح موعود ہونے کے بعد کس وقت سے خدا کے دئے ہوئے علم اور خدا کی دی ہوئی بصیرت اور اسی کے عطا کئے ہوئے نور سے قرآن کریم کو سمجھنے لگے تھے۔ تاکہ ہم اس تاریخ کے بعد دیکھیں کہ آپ جو حضور قرآن کریم کی کسی آیت کا مطلب سمجھے ہیں وہی مطلب درست ہے۔ اس سے پہلے درست نہ تھا۔ اور اب قرآن کے مطابق آپ نے اپنا عقیدہ رکھا ہے۔ اور اب وہ کسی الہام کی تصدیق کا محتاج نہیں۔ تاکہ ہم جان لیں کہ اب جو اُسکے خلاف لکھنے والا ہے۔ خواہ وہ کوئی ہو۔ سخت جاہل اور نادان ہے۔

آہ! کتنا افسوس ہے کہ مبائعین کی موجودہ تعلیم جو میاں صاحب کی طرف سے دی جا رہی ہے حضرت مسیح موعود کی اصل شان کو کسقدر گھٹا رہی ہے۔

مراسلات

صبر

وہ صفات حسنہ جو قومی زندگی میں ایک روح پھونک دیتی ہیں۔ اور وہ اعلیٰ خوبیاں جسے حاصل کرکے افراد ایسے عجیب و غریب کارنامے کر دکھاتے ہیں۔ کہ وہ اوراق عالم پر ثبت ہو کر لوگوں کے لئے ابدی ہدائیت اور رہنمائی بن جاتے ہیں حقیقت میں سب ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں۔ وہ شجر "صبر" ہے جسے ام الصفات کہنا چاہئے۔ یہ وہ سرچشمہ ہے جس میں سے کئی ایک نہریں زنگ قلوب کو دور کرنے اور اعمال کی کھیتی کو سرسبز بنانے کے لئے پھوٹ نکلتی ہیں۔

"صبر" کی صفت اسوقت اپنا کام کرنا شروع کرتی ہے جبکہ مصائب و آلام کی سیاہ آندھیاں ہر طرف سے چلنے لگتی ہیں۔ اور درد و دکھ کی دل خراش بجلیاں خرمن دل پر بے طرح گرنے لگتی ہیں۔ جب زمین سے مخالفت کا پانی اس روانی سے چلنے لگتا ہے۔ کہ پائے ثبات پھسل پھسل جاتا ہے۔ ایسے مشکل اور اڑے وقت میں اگر کوئی چیز انسان کی حفاظت کرسکتی ہے۔ تو وہ صرف "صبر" ہے۔

جنگ یورپ کی ابتداء میں جرمنی کی حیرت انگیز مستعدی۔ اسلحہ اور دیگر سامان حرب کی فراوانی خود حلیفوں کے ارباب حل و عقد کے دماغوں کو چکرا رہی تھی۔ وہ بیباکی۔ دلیری۔ سفاکی اور وحشت جو جرمن غازیوں کے دلوں پر اپنا تسلط کئے ہوئے تھیں۔ ان سے قیاس کیا جاتا تھا کہ تہذیب، شائستگی۔ تمدن۔ آزادی اور حریت دنیا سے یکلخت کوچ کر جائیں گے۔ مگر برطانیہ کی اولوالعزمی امریکہ کے حوصلہ۔ فرانس کے استقلال اور بلجیم کے صبر نے تمام مراحل طے کرا دیئے۔ اور بالآخر جرمنی کا وہ حشر ہوا۔ جو کہ آئندہ نسلوں کے لئے ایک دردانگیز افسانہ اور عبرت خیز داستان رہیگا۔

آجکل مسلمان جس ورطۂ ہلاکت میں پڑے تنزل اور انحطاط کا مجسمہ بن رہے ہیں۔ اس سے ایک عالم آگاہ ہے۔ اُن کی سلطنتیں اُن کے اعمال کی وجہ سے چھن گئیں۔ اُن کا سیاسی اقتدار جاتا رہا۔ ان کی قومی عزت برباد ہو گئی اور وہ دُنیا میں ذلت اور رسوائی کے اسفل گڑھا میں گر گئے۔ مگر باوجود اس حالت ناگفتہ بہ کے ابھی تک اُن کے نام سے دُنیا لرز جاتی ہے۔ سوئے ہوئے شیر کی طرح ابھی لوگ اُن کو چھیڑتے ہچکچاتے ہیں۔

اس کی وجہ کیا ہے؟ یقیناً آجکل کے مسلم نوجوانوں کی طیش مزاجی۔ بیکاری۔ پژ مُردگی اور غفلت شعاری اس کا موجب نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ باتیں تو خود اُن کا گلا گھونٹ رہی ہیں۔ اس کا موجب سابقہ مسلمانوں کی تاریخ ہے جس کا ایک ایک لفظ اُن کے اعمال میں "صبر" کا رنگ دکھا رہا ہے۔ جس کا ایک ایک حرف "استقلال" کی تفسیر نظر آرہا ہے جو قربانی اور ایثار کا تذکرہ ہے۔ جسے پڑھکر بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ وہ وفا اور جاں نثاری کی کہانی ہے جسے سُنکر طبیعتوں میں ہیجان پیدا ہو جاتا ہے۔

دماغ مسلم سے شائد وہ حبشی زادہ جسے بلال کہتے ہیں نکل گیا ہو۔ مگر دُنیا ابھی تک اس سیاہ نام سے لرزاں ہے ٹھیک دوپہر کے وقت جبکہ سرزمین عرب کی جلتی بالو پر اس شمع اسلام کے پروانہ کو لٹایا جاتا اور اسکے سینہ پر جلتے پتھر کی چٹان رکھی جاتی۔ اور اُس کا آقا امیہ بن خلف اسکو بآواز بلند کہتا کہ اسلام سے باز آ۔ ورنہ یونہی گھٹ گھٹ کر مرجائیگا۔ تو اُس کی زبان سے "احد۔ احد" کا پکار کرتی۔ اور اُس کے روح سے توحید کے نغمے اُٹھتے۔ پھر اسکے گلے میں رسی باندھکر لونڈوں کے حوالے کیا جاتا۔ اور وہ اسکو شہر کے اس سرے سے اس سرے تک گھسیٹتے پھرتے۔ تو اُس کی زبان سے وہی احد احد کے نعرے اُٹھتے۔

مسلمان شائد سمیہ حضرت عمار کی والدہ کو بھول گئے ہونگے۔ مگر لوگ جانتے ہیں کہ اس صابرہ اور بہادر عورت نے برچھی سے سینہ چاک کرا لیا تھا۔ مگر جادۂ مستقیم سے ایک قدم نہ بھٹکی۔

مسلمانوں نے شائد لبینہ حضرت عمرؓ کی کنیز کی نظیر نسیان کر دیا ہوگا۔ مگر اس شریف عورت کے صبر و استقلال سے ابھی تک تو میں دہل اٹھتی ہیں۔ حضرت عمرؓ جیسا جری اور سخت دل انسان جو کہ اسلام قبول کرنے سے پہلے بلاشبہ ایک بے رحم جلاد تھا۔ اس عاجز۔ بیکس۔ نادار عورت کو مارتے مارتے تھک جاتا ہے۔ تو کہتا ہے۔ کہ کہ "میں نے تجھکو رحم کی بنا پر نہیں۔ بلکہ اس وجہ سے چھوڑ دیا ہے کہ میں تھک گیا ہوں۔ مگر اس معصوم۔ بے یار و مددگار۔ عفیفہ عورت کی زبان سے اس جور و ستم کے مقابلہ میں یہ جواب نکلتا ہے: "دیکھ عمرؓ! اگر تم اسلام نہ لاؤ گے تو خدا تم سے انتقام لیگا"!

حضرت عثمان جیسے کبیرالسن اور جاہ و اعزاز کو رسی سے باندھکر ذلیل کیا جاتا ہے۔ مگر ان کا پائے ثبات ذرا لغزش نہیں کرتا۔

آخر یہ کیا بات تھی۔ کہ یہ تمام مظالم۔ یہ جلادانہ بیرحمیاں یہ عبرت خیز سفاکیاں۔ یہ حیرت انگیز ستم ایجادیاں۔ یہ دردناک جفا کاریاں اس زمانہ کے مسلمانوں کو ذرا متزلزل نہیں کرسکتی تھیں۔ اس کا جواب خود قرآن کریم دیتا ہے الذین اٰتینٰھم الکتاب یتلونہ حق تلاوتہ اولئک یؤمنون بہ۔ یعنی وہ لوگ ہیں جنکو ہم نے کتاب دی ہے اور جو اسپر کماحقہٗ عمل کرتے ہیں اور یہی لوگ اصلی مومن ہیں۔

ان کی یہ قوت ایمانی اس ربانی تعلیم کا نتیجہ تھی جسکا اثر اُن کے رگ و ریشہ میں سرائت کر گیا تھا۔ اور جو دین پر نثار ہونے کے لئے موت کو اس طرح لبیک کہتے تھے۔ جیسے ایک دوست دوسرے دوست سے ملتا ہے۔

واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ۔ ان اللہ مع الصابرین ٥ ایک فقرہ ہے جو آج بھی قرآن کریم میں موجود ہے۔ اور جسے پڑھنے والے آج بھی دُنیا میں لاکھوں انسان ہیں۔ مگر اس زمانہ کے لوگوں کا پڑھنا اس پر عمل کرنا ہوتا تھا۔ ان کی ایک ایک ادا۔ ایک ایک حرکت۔ اور ایک ایک فعل پر اس فقرہ کی حکومت تھی اُن کے ایمان اور روح اس آیۂ کریمہ سے تقویت حاصل کرتے تھے۔ اور وہ قرآن کے ان الفاظ سے سرور اور وجد میں آکر پہاڑوں کو گرانے اور سمندروں کو چیرنے پر آمادہ ہو جاتے تھے

وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون ٥ یعنی ان صبر کرنیوالوں کو خوش خبری دو۔ جو کہ مصیبت پہنچنے پر پکار اُٹھتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اُسی کی طرف رجوع کرنیوالے ہیں۔ یہ خوش خبری آج بھی قرآن کریم میں اسی طرح موجود ہے۔ جس طرح کہ تیرہ سو برس پہلے موجود تھی۔ مگر افسوس کہ اس سے بہرہ اندوز ہونے کے لئے وہ دل موجود نہیں۔ مسلمانو! تمام باتوں کو چھوڑ دو۔ اور تمام ڈھیوں کو الوداع کہدو۔ مگر خدارا اپنے پہلو میں دل پیدا کرو۔ اور دل میں صبر۔ پھر دیکھو کہ تم دنیا میں کیا کچھ کر دکھاتے ہو۔

آجکل اسلامی دنیا میں یاس اور نا امیدی کی ہوائیں چل رہی ہیں۔ ایمان دن بدن کمزور ہوتا جاتا ہے۔ اور اسلام کے نام لیوا اضطراب اور گھبراہٹ میں نظر آرہے ہیں۔ پژمُردگی نے دلوں پر قبضہ کیا ہوا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ بدقسمتی سے مسلمانوں کے دماغوں میں بعض لاالعقل لوگوں نے ایک خونی مہدی کی تصویر کھینچ دی تھی۔ جس کے ہاتھ میں تلوار ہوگی اور جو نفوس انسانی کو ذبح کرتا پھریگا۔ اور اُن کو ابن مریم کے آسمان سے نازل ہو کر دُنیا میں ایک قیامت برپا کردینے کی خبریں سنائی گئی تھیں مگر جب حالات زمانہ اس امر کے مقتضی ہوئے۔ کہ اب مہدی صاحب تلوار کے جوہر دکھائیں اور ابن مریم سپہ سالاری کا کام کریں۔ تو نہ تو آسمان سے بادلوں کو چیرتا ہوا کوئی مسیح نازل ہوا اور نہ زمین پر حکومت کرنے والا کوئی مہدی پیدا ہوا اس سے اُن کو سخت مایوسی ہوئی۔ اور وہ لگے آسمان کیطرف منہ کرکے اس شعر کو بگریہ و زاری پڑھنے۔ ع

بہ جنازہ گر نہ آئی بچہ کار خواہی آمد

مگر آسمان خاموش ہے اور انیس سو برس سے آسمان پر بیٹھا ہوا انسان نہ وہاں اکتاتا ہے اور نہ اہل زمین کی حالت پر رحم کرتا ہے۔ افسوس ان مبہوت العقل انسانوں کو اتنی بات سمجھ نہیں آتی کہ اسلام کی پیدائش ایک ارضی باشندہ سے ہوئی تھی اور ارضی انسانوں نے اس کو پروان تک چڑھایا تھا۔ اب چند ایک عوارض کے دور کرنے کے لئے ہمیں ایک سماوی باشندہ کی کیا ضرورت ہے۔

مقام غور ہے۔ کہ جب دُنیا میں اسلام کا نام و نشان تک نہ تھا۔ جب عالم ایک ظلمت کدہ میں پڑا معبود حقیقی کو بھلا چکا تھا جب افعال انسانی پر ایسا قبیح زنگ چڑھا ہوا تھا۔ کہ اُس کا ذکر بھی موجب ندامت ہے۔ تو اسوقت جو انسان اصلاح خلق کے لئے مبعوث ہوا تھا۔ اُسے نہ تو تلوار اور خنجر سے آراستہ کیا گیا تھا۔ اور نہ گولہ و بارود سے اس کی امداد کی گئی تھی۔ بلکہ ایک ایسی تعلیم اُسے عنائیت کی گئی تھی جو خود بخود دلوں کو مسخر کر گئی۔ جس کے سامنے بڑے بڑے مشرکین اور بُت پرستوں نے سر تسلیم کو خم کر دیا اس وقت دنیا کو شرک اور کفر کے آتشکدہ سے نکالنے کے لئے کہیں صبر بلال کام آیا۔ کہیں عزم عمرؓ نے جلوہ دکھایا۔ کہیں صدیق ابوبکر جلوہ نما ہوا۔ کہیں علی کے استدلال نے اپنا سکہ جمایا۔ جب اس وقت خدمت اسلام محض صبر اور استقلال۔ دلائل اور براہین سے ہوئی۔ تو آج کس طرح ہم اسکو بھالوں، تلواروں، خنجروں، حربوں سے دُنیا میں پھیلائیں۔

مہذب دُنیا جس کے دماغ خود بخود توحید کو قبول کرنے کے لئے تجلی ہو رہے ہیں۔ کیونکر تلوار کو قبول کریگی۔ شائستہ انسان جو خود بخود اسلام میں جوہر صداقت دیکھتے جاتے ہیں کیونکر اسے خون ریزی کا مترادف مان کر اسے قبول کرسکتے ہیں۔

چھوڑ دو اوہام پرستی کو اور صبر، استقامت، ہمت، عزم، جوانمردی، محبت، عشق اور جنون کو اختیار کرکے اشاعت اسلام پر لگ جاؤ۔

اسی زمین کے باشندے اور اسی امت کے برگزیدہ کو مسیح موعود مان کر اس کی تعلیم پر کاربند ہو جاؤ۔ وہ تمہیں شراب خوری، زنا، قمار بازی اور رشوت ستانی کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ یہی کہتا ہے کہ تمہارے لئے کامیابی کا راز صرف حرف تبلیغ میں ہے۔ اس نے اشاعت حق کے لئے ایک جماعت کھڑی کی ہے اس کے ساتھ ملجاؤ وہ خود تو اب خوابِ راحت میں سوتا ہے۔ تم سے وہ ذرا متوقع نہیں۔ اپنی عزت کا خواستگار نہیں۔ اب تمہاری شمولیت محض اسلام کے لئے ہے اور تمہاری ذات سے صرف اسلام کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

کیا تم اس لئے مرزا صاحب کو تسلیم نہیں کرتے کہ وہ ایک معمولی گاؤں قادیان کا رہنے والا ایک معمولی پنجابی تھا؟ خدا سے ڈرو۔ اور اُس کی جبروت ہستی سے کانپ جاؤ۔ کیوں تم دنیا کو بنی اسرائیل کے کارنامے یاد کراتے ہو۔ کیوں تم وہی الفاظ دُہراتے ہو جو کبھی اس مغضوب قوم نے دُہرائے تھے۔ قالوا نؤمن بما انزل علینا ویکفرون بما وراءہ۔

ہائے! یہ ایک دردانگیز افسانہ ہے۔ یہ ایک ہلاکت اور تباہی کی تاریخ ہے۔ خدارا اسے نہ دُہراؤ۔ اور دُنیا کے سامنے یہ سیاہ منظر نہ پیش کرو۔

کہاں کا مہدی اور کون ابن مریم۔ جس نے آنا تھا آ چکا۔ اسی کو قبول کرو۔ اور کسی کا انتظار مت کرو۔ وقت کھویا جارہا ہے اور اسلام حملے ہو رہے ہیں۔ کیا سوچتے ہو اور کس فکر میں ڈوبے ہو۔

الحق من ربک فلا تکونن من الممترین ٥

نومبائعین

مندرجہ ذیل اصحاب حضرت امیر ایدہ اللہ کے ہاتھ پر سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے ہیں:۔

۱۔ میاں حسن محمد صاحب ولد ستار ساکن لوہا۔ ضلع گجرات۔
۲۔ میاں حاکم علی ولد رحمت " "
۳۔ فضل حسین ولد کرم الٰہی " "
۴۔ منشی فقیر حسین مدرس مدرسہ پرائمری مقتن جہندر کے منگولے جٹاں۔ ضلع گجرات
۵۔ میاں جلال الدین صاحب " "
۶۔ عزیز اللہ ولد ملاں عبداللہ ساکن کوائی علاقہ کاغان ضلع ہزارہ۔
۸۔ میاں محمد دین صاحب ساکن چھیڑو ضلع لاہور۔
۹۔ شیخ محمد اسحاق ولد شیخ محمد عارف۔ ساکن ست گرہ ضلع لاہور
۱۰۔ میاں عطا محمد گھڑی ساز ساکن چھاؤنی فیروزپور۔
۱۱۔ سید یوسف شاہ ساکن کوائی علاقہ کاغان ضلع ہزارہ
۱۲۔ برشلین ولد باہرالدین صاحب ساکن بالاکوٹ۔ ضلع ہزارہ۔

تنگدلی اور تعصب کا مظاہرہ

مہتمم کتب خانہ فرید آبادی قادیان اخبار الفضل ۵ اگست میں شکایت کرتے ہیں کہ دو مشہور غیر احمدی اخباروں نے ان کی ایک کتاب پر خاصہ اچھا ریویو لکھا مگر مجال ہے جو کسی غیر احمدی مہربان نے ایک نسخہ بھی خریدا ہو وجہ؟ یہی کہ ایک مہجور الی اللہ کی لکھی ہوئی اور قادیان سے نکلی ہوئی کتاب کا لینا انہیں گوارا نہ ہوا ......

یہ تنگدلی اور تعصب انہی کو مبارک ہو۔ ہمارے ہاں تو ان کی ہزاروں روپیہ کی کتابیں ہر سال بکتی ہیں۔

اسکے مقابل خود میاں صاحب کے مریدوں کی تنگدلی اور تعصب پر نگاہ ڈالیئے۔ حضرت مسیح موعود کی کتب کیا انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور عمدہ کاغذ پر اسٹریٹ ایڈیشن کی تقطیع پر شائع کر رہی ہے اسی طرح درثمین کو عمدہ خوبصورت کاغذ پر چھپوایا۔ ان کی فروخت کے لئے جب قادیان ایک محمودی دوست کو لکھا گیا تو انکا یہ جواب آیا۔

"میں کتابوں کی فروخت کے متعلق کوئی انتظام نہیں کر سکتا کیونکہ بیعت محمودی رکھتا ہوں اور سب مبائعین پابند ہیں وہ یہی ہے کہ کوئی کتاب انجمن اشاعت اسلام کی شائع کردہ نہ خریدی جاوے کیونکہ اس میں الحمد ملتی ہے جو مذہبی عقیدے کے رو سے خلافت حقہ کے مخالف ہیں آجکل نہ اردو درثمین ہے نہ فارسی درثمین۔ انھا بھی نہیں لینگے۔"

امید ہے مہتمم صاحب کتب خانہ فرید آبادی اپنے مرکز اور اپنے بھائیوں کی تنگدلی اور تعصب کو مد نظر رکھ کر دوسروں کی شکایت نہ کرینگے یہ تنگدلی اور تعصب سب سے پہلے ان کے خود ساختہ ہر سولی سن کی تعلیم کا نتیجہ ہے ورنہ ہمارے ہاں تو قادیان کی کتابیں ہمیشہ منگوائی جاتی ہیں۔

نونی کی مجنونانہ بڑیں

میاں فضل الدین نونی ۹ اگست ۱۹۸۱ء کے الفضل میں حضرت مولوی صاحب کو چیلنج دیتے ہیں۔ یہ چیلنج کس بات کے لئے اور کس بنا پر ہے یہ تو نونی صاحب کا دماغ ہی فیصلہ کر سکتا ہے ہاں آپ نے حضرت امیر صاحب کی روایت بالمعنی کو لیکر پھر ایک صفحہ سیاہ کر دیا۔ جسکا ایک مقصد یہ ہے کہ حضرت امیر نے جو کچھ میاں صاحب کے بارہ میں لکھا ہے وہ محض حسد کا نتیجہ ہے۔ خیر یہ تو اللہ تعالے بہتر جانتا ہے کہ ہمیں میاں صاحب سے حسد ہے یا محض اختلاف عقیدہ تاہم ان چاپلوسوں اور اور خوشامدیوں میں اگر کچھ ہمت ہے تو کتاب مراۃ الحقیقہ میں جو مطالبات حضرت امیر نے میاں صاحب سے کئے ہیں انکا جواب باصواب دیکر اپنی مخلصی کرائیں۔ اگر ان واجبی مطالبات کے باوجود میاں صاحب کے خوشامدی مرید ان کو غلطی پر نہیں مانتے تو اسکا مطلب صاف ہے کہ وہ ان کو فی الواقعہ نہ صرف مامور من اللہ بلکہ منزہ عن الخطا یقین کرتے ہیں۔ مراۃ الحقیقہ کے مطالبات نہایت واجبی اور علمی مباحثات پر مبنی ہیں امید ہے کہ نونی صاحب ان پر توجہ دیکر اپنے پیر کی خلاصی کرینگے روایت بالمعنی پر چیلنج دینا میاں صاحب کے مریدوں کا ہی حصہ ہے۔ تاہم اگر نونی صاحب کو ایسے مسائل پر قلم اٹھانیکی جرات ہے تو وہ ہمارا ذیل کا مطالبہ پورا کریں۔ اس مطالبہ پر ایک اہم مسئلہ کی بنیاد ہے اور اسکا جواب باصواب دینے پر مسئلہ نبوت مسیح موعود کا حل ہے۔ مطالبہ یہ ہے:-

"حضرت مسیح موعود اپنی کتاب حقیقۃ الوحی ۳۹۰ صفحہ پر لکھتے ہیں بات یہ ہے کہ جیسا کہ مجدد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہینگے لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف کیا جاوے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے"۔

حضرت مسیح موعود نے نبی کی یہ تعریف جو حضرت مجدد صاحب سرہندی کے حوالہ سے لی ہے اور اس پر خاص طور پر زور دیا گیا ہے وہ براہ مہربانی مجدد صاحب کے اصل الفاظ میں بذریعہ الفضل شائع کر دیجئے۔ یاد رہے کہ اسی مکتوب کو حضرت صاحب نے اپنی کتب میں بلفظہ نقل بھی کیا ہے۔ نبی کی یہ تعریف بلفظہ ہمیں مکتوبات میں سے دکھا دیجئے یہ تنگدل محمودیوں کو چیلنج نہیں بلکہ غلطی کا نمونہ ظاہر کرنیکے لئے خدا نے یہ کسوٹی رکھدی ہے

خلافت محمدیہ

آیت استخلاف میں جو وعدہ آنحضرت کی امت سے خلافت کا ہے۔ اسے کما استخلف الذین من قبلہم کے ساتھ مربوط فرمایا ہے۔ چونکہ نبی کریم صلعم بقول آیہ کریمہ انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا۔ مثیل موسیٰ ہیں۔ اسلئے کما استخلف الذین من قبلہم میں خاص طور پر اشارہ ہے کہ امت محمدیہ میں خلافت کا رنگ امت موسویہ کا طرز کا ہوگا۔

اب ذرا تفصیل سے امت موسویہ کی خلافت کو قرآن کریم میں دیکھنا چاہیے کہ کس رنگ کی تھی۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔ و اذ قال موسیٰ لقومہ یقوم اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا۔ یعنی۔ اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے کہ اے میری قوم یاد کرو اللہ کی نعمت کو جو تم پر ہے جبکہ بنائے اس نے تم میں نبی اور بنایا تم کو بادشاہ۔ یہ وہی نعمت خلافت ہے جسکا ذکر میں اوپر کر آیا ہوں اور جسکے لئے حضرت موسیٰ نے لیستخلفنکم فی الارض فرمایا تھا اور جسکے لئے لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید کا ارشاد ہوا تھا۔ اس آیہ کریمہ میں موسوی خلافت کے دو رنگ ظاہر فرمائے ہیں ایک ظاہری دوسرا باطنی یعنی سلطنت اور نبوت چونکہ نبوت سب کو نہیں ملا کرتی اسلئے جعل فیکم انبیاء فرمایا یعنی تم میں نبی پیدا کئے۔ مگر سلطنت میں چونکہ ساری قوم شامل ہوتی ہے اور جس قوم میں سے بادشاہ ہو وہ ساری قوم ہی حکمران سمجھی جاتی ہے اور حکومت اور زمین اسکی وراثت سے ساری قوم فائدہ اٹھاتی ہے اسلئے جعلکم ملوکا فرمایا۔ یعنی تمکو بحیثیت ایک قوم کے بادشاہ اور زمین کا وارث بنایا۔ پس اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ خلافت موسویہ دو قسم کی تھی۔ خلافت ظاہری تو سلطنت تھی۔ خلافت باطنی نبوت تھی یعنی بعد موسیٰ علیہ السلام وفات کے ان کی قوم کا سلطنت کا وارث ہونا اور ان کی اصلاح کے لئے وقتاً فوقتاً ان میں سے ہی نبیوں کا مبعوث ہونا۔ پس اس مماثلت کے پورا کرنے کے لئے امت محمدیہ میں محمد رسول اللہ کے بعد آپ کی قوم کو سلطنت عطا ہوئی اور جعلکم ملوکا کی مماثلت پوری ہوئی۔ دوسری مماثلت جعل فیکم انبیاء کے ساتھ بھی بس ضرور تھا کہ آپکی قوم میں انبیاء بنی اسرائیل کے مثیل پیدا ہوں تاکہ مماثلت خلافت کامل طور پر متحقق ہو جاوے۔ میں یہاں صرف علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل اور العلماء ورثۃ الانبیاء نہیں پیش کروں گا۔ بلکہ اس حدیث کی طرف توجہ دلاؤنگا جو آنحضرت نے فرمایا ان اللہ یبعث فی ھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ من یجدد لہا دینہا۔ بیشک اللہ تعالے مبعوث فرمائے گا اس امت میں ہر صدی کے سر پر ایک شخص کو جو دین کی تجدید کرے گا مگر یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل میں جو لوگ اصلاح کے لئے آیا کرتے تھے انہیں تو نبی اور رسول کہا کرتے تھے مصلحین کو کیوں صرف مجدد کہا گیا سو اسکا جواب صرف یہ ہے کہ قرآن سے پہلے جو شریعتیں اور کتابیں جو نازل ہوئیں وہ کامل نہ تھیں کہ ہر طبقہ ہر قوم ہر ملک ہر زمانہ کے لئے اسمیں کامل طور پر ہدایات موجود ہوں اور تمام اصول حقہ کا احقاق اور اصول باطلہ کا ابطال اسمیں موجود ہونا اسلئے پہلے زمانوں میں یہ ضرورت واقع ہوتی رہتی تھی کہ باوجود ایک کتاب کے موجود ہونے کے پیچھے مثلاً توریت ہے خدا کی طرف سے ایسے مصلحین آتے رہیں جو کہ نئے حالات کے ماتحت جس قسم کی تعلیم کی ضرورت اس امت کو واقع ہو اسکو خدا تعالے سے علم پاکر وہ ضروری احکام اس امت تک پہنچاتے رہیں اور خدا کے حکم سے شریعت میں ترمیم و تنسیخ یا اسکی تکمیل کرتے رہیں اسلئے حضرت مسیح علیہ السلام باوجود حضرت موسیٰ کے خلیفہ ہونے کے فرماتے ہیں کہ لاحل لکم بعض الذی حرم علیکم اور انجیل میں ان کی تعلیم بھی موجود ہے کہ تم کو یوں کہا گیا تھا مگر میں تمہیں کہتا ہوں۔ دیکھو بخاری وعظ اور یہ مصلحین شریعت کی اصطلاح میں نبی اور رسول کہلاتے تھے چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی شرعی اصطلاح میں نبی اور رسول کی یہی تعریف کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کیونکہ بنیاد

اسلئے آتے ہیں کہ تا ایک دین سے دوسرے دین میں داخل کریں اور ایک قبلہ سے دوسرا قبلہ مقرر کرادیں اور بعض احکام کو منسوخ کریں اور بعض نئے احکام لاویں (آئینہ کمالات اسلام) لیکن ہمارے نبی کریم صلعم کو چونکہ ایک ایسی کامل کتاب عطا فرمائی گئی جس کے ذریعہ تمام آئندہ زمانوں اور بنی نوع انسان کی تمام قوموں کے لئے ضروری ہدایات جمع کردی گئیں اور آپ کے بعد کسی نئے حکم یا نئی تعلیم کی ضرورت باقی نہ رہی جیسا کہ الیوم اکملت لکم دینکم سے ظاہر ہے اور اسی لئے آپ خاتم الانبیاء ٹھہرے اور لیکون للعالمین نذیرا اور ما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین آپ کی شان قرار دی گئی تو پھر اب جو آپ کی امت کی اصلاح کے لئے وقتاً فوقتاً خدا کی طرف سے مامور ہوں گے ان کا کام ترمیم و تنسیخ یا تکمیل دین تو نہیں ہوگا بلکہ صرف تجدید دین ہوگا۔ اسلئے وہ شرعی اصطلاح میں مجدد کہلائیں گے نبی اور رسول نہیں کہلائینگے۔ ہاں لغوی معنی کے لحاظ سے وہ رسول بھی کہلا سکتے ہیں اسلئے کہ اللہ تعالے نے ان کو اپنی طرف سے اصلاح کے لئے مامور کرکے بھیجا ہے اور لغوی معنی کے ہی لحاظ سے وہ نبی بھی کہلا سکتے ہیں۔ کیونکہ بوجہ قرب الٰہی اور مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ خدا کی طرف سے غیب کی خبریں ان پر ظاہر ہوتی ہیں اور یہ نبوت ظل ہوگی محمدی نبوت کی کیونکہ بوجہ ختم نبوت کے وہ جو کچھ فیضان نبوت پائینگے اصل یعنی محمد رسول اللہ صلعم ہی سے پائینگے۔ مگر شریعت کی اصطلاح میں وہ مجدد ہی کہلائینگے کیونکہ ان کا کام صرف تجدید دین ہے نہ کہ ترمیم و تنسیخ۔ وہ شریعت کے پہلو سے امتی ہوتے ہیں گو لغوی معنوں کی رو سے نبی کا لفظ بھی ان پر اطلاق پاتا ہے کیونکہ خدا ان سے ہم کلام ہوتا ہے اور غیب کی خبریں ان پر ظاہر کرتا ہے مگر بوجہ شریعت کے کامل ہونے اور ختم نبوت کے وہ امتی ہوتے ہیں اور ان کا کام صرف تجدید دین ہوتا ہے اور اسلئے شریعت کی اصطلاح میں وہ صرف مجدد کہلاتے ہیں چنانچہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"یہ امر ثابت شدہ ہے کہ قرآن شریف نے دین کے کامل کرنے کا حق ادا فرما دیا جیسا کہ فرمایا الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی۔ سو قرآن کے بعد کسی کتاب کو قدم رکھنے کی جگہ نہیں کیونکہ جس قدر انسان کی حاجت تھی وہ سب قرآن شریف بیان کر چکا۔ اب صرف مکالمات الٰہیہ کا دروازہ کھلا ہے اور وہ بھی خود بخود نہیں بلکہ سچے اور پاک مکالمات جو صریح اور کھلے طور پر حضرت الٰہی کا رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں اور بہت سے امور غیبیہ پر مشتمل ہوتے ہیں وہ بعد تزکیہ نفس محض پیروی قرآن شریف اور اتباع آنحضرت صلعم حاصل ہوتے ہیں۔" (چشمہ معرفت)

"پہلی امتوں میں دین کے قائم رکھنے کے لئے خدا کا یہ قاعدہ تھا کہ نبی کے بعد بروقت ضرورت دوسرا نبی آتا تھا۔ پھر جب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں ظہور فرما ہوئے اور خدا تعالے نے اس نبی کریم کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا تو بوجہ ختم نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں یہ ہم و غم رہتا تھا کہ مجھ سے پہلے دین کے قائم رکھنے کے لئے ہزارہا نبیوں کی ضرورت ہوئی اور میرے بعد کوئی نبی نہیں جس سے روحانی طور پر تسلی حاصل ہو اور اس حالت میں فساد کا اندیشہ ہے سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت دعائیں کیں تب خداوند تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دی اور وعدہ فرمایا کہ ہر صدی کے سر پر تجدید دین کے لئے ایک مجدد پیدا ہوتا رہیگا جس کے ہاتھ سے خدا تعالیٰ تجدید دین کرتا رہیگا (مکتوب مسیح موعود مندرجہ الحکم ۱۳ مئی ۱۹۰۸ء)

"ہم خادم دین اسلام ہیں اور یہی ہمارے ظہور کی علت غائی ہے اور نبی اور رسول کے لفظ استعارہ اور مجاز کے رنگ میں ہیں۔ رسالت لغت عرب میں بھیجے جانے کو کہتے ہیں اور نبوت یہ ہے کہ خدا سے علم پاکر پوشیدہ حقائق و معارف کو بیان کرنا سو اسی حد تک مفہوم کو ذہن میں رکھ کر دل میں اسکے معنے موافق اعتقاد کرنا مذموم نہیں ہے مگر چونکہ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسلئے ہوشیار رہنا چاہیئے کہ اسجگہ بھی یہی معنی نہ سمجھ لیں اسلئے اپنی جماعت کی معمولی بول چال اور دن رات کے

محاورات میں یہ لفظ نہ آنے چاہئیں"
(مکتوب مسیح موعود مندرجہ الحکم ۲۹ سنہ ۱۸۹۹ء)

"اور جو غیب کی خبر خدا سے پاکر دیوے اسکو عربی میں نبی کہتے ہیں۔ اسلامی اصطلاح کے معنی الگ ہیں اسجگہ (یعنی میرے الہاموں میں نبی کے محض لغوی معنی مراد ہیں" (اربعین)

"پس ان دونوں خرابیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے خدا تعالیٰ نے مکالمہ مخاطبہ کاملہ تامہ مطہرہ مقدسہ کا شرف ایسے افراد کو عطا کیا جو فنافی الرسول کی حالت تک اتم درجہ تک پہنچ گئے اور کوئی حجاب درمیان نہ رہا اور امتی ہونے کا مفہوم اور پیروی کے معنی اتم اور اکمل درجہ پر ان میں پائے گئے ایسے طور پر کہ ان کا وجود اپنا وجود نہ رہا۔ بلکہ ان کی محویت کے آئینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود منعکس ہوگیا اور دوسری طرف اتم اور اکمل طور پر مکالمہ مخاطبہ آلٰہیہ **نبیوں کی طرح** ان کو نصیب ہوا۔ پس اسطرح **بعض افراد** نے باوجود **امتی** ہونے کے **نبی** کا خطاب پایا کیونکہ ایسی صورت کی نبوت نبوت محمدیہ سے الگ نہیں۔ بلکہ اگر غور سے دیکھو تو خود وہ نبوت محمدیہ ہی ہے جو ایک پیرایہ میں جلوہ گر ہوئی" (الوصیت)

مذکورہ بالا اقتباسات سے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر سے لئے گئے ہیں ظاہر ہوتا ہے کہ

(۱) انبیائے سابقین کے مقابلہ میں حضرت نبی کریم صلعم کو آپ کی امت میں مجددین کا وعدہ دیا گیا کیونکہ شریعت کے کامل ہو جانے کی وجہ سے ان کا کام صرف تجدید دین تھا۔

(۲) مکالمات و مخاطبات آلہیہ پانے اور خدا کی طرف سے بھیجے جانے کی وجہ سے وہ لغوی طور پر نبی اور رسول بھی کہلا سکتے ہیں لیکن عام طور پر گفتگو یا تحریر میں وہ صرف نبی اور رسول نہیں کہلا سکتے کیونکہ شرعی اصطلاح میں نبی اور رسول وہ ہوتے ہیں جو نیا دین لاویں۔ نیا قبلہ قبلہ بناویں یا شریعت میں کوئی ترمیم و تنسیخ کریں اور بلاواسطہ براہ راست انہیں نبوت ملی ہو۔ پس اس صورت میں عام طور پر ان الفاظ کے استعمال سے لوگوں کو دھوکا لگتا ہے۔

(۳) مکالمات و مخاطبات آلہیہ کا فیض جسے لغوی طور پر نبوت کے نام سے موسوم کیا گیا ہے بوجہ فنافی الرسول ہونے اور امتی کے مفہوم کا کامل مصداق ہونے کی وجہ سے ظلی طور پر افراد امت کو عطا ہوتا ہے کیونکہ ختم نبوت ہوچکی ہے۔

الغرض یہ بات ثابت ہوگئی کہ خلفاء محمدیہ میں مجددین کا سلسلہ خدا نے اس وعدہ کو پورا کرتا ہے جو خلافت روحانی جعل فیکم انبیاء کے ماتحت امت محمدیہ سے کیا گیا تھا اور اس مماثلت کو جو موسوی خلفاء سے محمدی خلفاء کو تھی پورے طور پر ظاہر کرنے کے لئے جہاں جعلکم ملوکا کے مطابق حضرت ابوبکر و عمر وغیرہما کو بادشاہ بنایا اور سلطنت امت محمدیہ کو عطا فرمائی وہاں جعل فیکم انبیاء کے مطابق مجددین کا سلسلہ جاری رکھا اور اس خلافت باطنی کی کمال مماثلت ثابت کرنے کے لئے چودھویں صدی کے خاتم الخلفاء کو مسیح ابن مریم کا مثیل ٹھیرایا اور اس مسیح محمدی کو بوجہ خیر الرسل کا خلیفہ ہونے کے اور خیر امت میں سے ہونے کے مسیح موسوی سے بھی بڑھ کر انعام مبذول فرمائے چنانچہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

ہم ہوئے خیر امم تجھ سے ہی اے خیر رسل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

ان تمام مذکورہ بالا امور سے یہ ثابت ہوا کہ آیت استخلاف کے ماتحت جس خلافت کا وعدہ امت محمدیہ کو دیا گیا وہ دو قسم کی ہے۔ یا خلافت ظاہری۔ مثلاً ابوبکر و عمر یا خلافت باطنی یعنی مجددین و مامورین مثلاً مسیح موعود۔ اب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہماری احمدی جماعت میں بعض لوگوں نے یہ انوکھا مسئلہ گھڑا ہے کہ جس پر چالیس آدمیوں نے ہاتھ دھر دیا وہ آیت استخلاف کے وعدہ کے ماتحت خلیفہ بن گیا اس خلیفہ کی خلافت کس ذیل میں آتی ہے؟ کیا وہ بادشاہ بنجاتا ہے؟ یا مامور من اللہ اور مجدد بنجاتا ہے؟ بادشاہ تو نہیں بنتا کیونکہ سلطنت تو اس وقت گورنمنٹ انگلشیہ کی ہے تو پھر کیا مجدد یا مامور من اللہ بنجاتا ہے؟ مجدد تو صدی کے سر پر آتا ہے اور پھر مامور من اللہ کے انتخاب کے متعلق انسانی مداخلت کو قرآن کریم نے شرک بتلایا ہے اور وہ آیت کریمہ اسطرح ہے۔ وربک یخلق ما یشاء و یختار ما کان لھم الخیرۃ سبحان اللہ تعالیٰ عما یشرکون۔ ترجمہ۔ اور تیرا رب پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور انتخاب کرتا ہے جسے چاہتا ہے۔ لوگوں کی یہ شان نہیں کہ انتخاب کریں۔ اللہ تعالیٰ پاک اور بلند تر ہے اس سے جو یہ لوگ شرک کرتے ہیں اللہ تعالیٰ یہاں پیدا کرنا اور مامور کا انتخاب کرنا محض اپنا فعل بتلایا ہے اور کسی مامور من اللہ جسے قرآن نے خلیفۃ اللہ کے لقب سے یاد کیا ہے جیسا کہ آدم کے متعلق آیا ہے کے انتخاب میں انسانی مداخلت کو اپنی جناب میں شرک بتلایا ہے اور اپنی ذات کو اس شرک سے پاک اور بلند و بالا فرمایا ہے۔ آدم کو جب خدا نے خلیفۃ اللہ یعنی مامور من اللہ بنانا چاہا تو تمام فرشتوں نے متفقہ طور پر اس انتخاب کے متعلق بغیر کسی استصواب کے رائے دیدی اور رائے بھی خلاف دی اسپر ان کو جھاڑ دیا گیا کہ انی اعلم ما لا تعلمون میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے اور سب کا سر آدم کے سامنے حکماً جھکا دیا گیا تو جب سارے فرشتوں کی متفقہ رائے کسی نے نہ پوچھی تو چالیس آدمیوں کی رائے خلیفۃ اللہ کے انتخاب میں کیا وقعت رکھتی ہے اور اسطرح انتخاب سے کسکو خلیفۃ اللہ قرار دینا نہ صرف ایک لغو چیز ہے بلکہ جناب الٰہی میں شرک ہے کیونکہ خلیفۃ اللہ یا مامور من اللہ علم الٰہی اور مشیت ایزدی سے بنتا ہے نہ کہ انسانی انتخاب سے حتیٰ کہ فرشتوں کی رائے کو بھی اس انتخاب میں دخل نہیں۔ پس جب چالیس آدمیوں کی منتخب شدہ خلافت نہ سلطنت کی ذیل میں آتی ہے اور نہ مامور من اللہ یا خلیفۃ اللہ کی ذیل میں تو پھر یہ خلافت کیا ہوئی؟ یہ آیت استخلاف کی موجودہ خلافت تو ہرگز نہیں۔ ممکن ہے کہ کوئی کہے کہ یہ محض استفاضہ روحانی کے لئے مثل دیگر صوفیوں کے ہے تو پھر یہ خلافت ایک پیری مریدی کا سلسلہ ہے جسے گدی کے نام سے نامزد کرنے میں برا نہیں منانا چاہئے مگر بدقسمتی سے گدیوں کی خلافت میں اول تو بیعت نہ کرنے والوں کو فاسق۔ مرتد ابلیس کے لقب سے گدی والے یاد نہیں کیا کرتے بلکہ سب کو مسلمان اور مومن جانتے ہیں دوسرے وہ گدی والے خلفاء اپنے پیر بھائیوں کی بیعت نہیں لیا کرتے بلکہ ان کی عزت کرتے اور اپنا بھائی جانتے ہیں مگر یہاں اسکے بالکل برخلاف ہے۔ جس آدمی پر چالیس آدمی ہاتھ دھر دیں بس وہ خدا کا برگزیدہ ہوگیا۔ خلیفۃ اللہ ہوگیا۔ اسلام سمٹ کر اسکے قدموں کے نیچے آگیا۔ اب جو اسکی بیعت نہ کرے خواہ وہ پیر بھائی ہو یا غیر سب مرتد۔ فاسق۔ ابلیس۔ کافر۔ منافق میرے خیال میں تو ایسے چالیس لوگ پرستش کے قابل ہیں جو خدائی قرب و خلافت الٰہی کا سرٹیفکٹ ہاتھ میں لئے پھرتے ہیں جسے چاہیں دیدیں اور اس مقام پر پہنچا دیں کہ اسکا انکار گویا اسلام کا انکار ہوگیا۔ پس یہ کیسا لغو عقیدہ ہے۔ حضرت صاحب نے تو صرف چالیس آدمیوں کی ایسے لوگوں کے انتخاب کے لئے تعیین کی تھی جو حضرت مسیح موعود کے نام پر بیعت لینے کے مجاز ہوں نہ کہ محمدی موعودہ خلافت عطا کرنے کے لئے۔ احمدی جماعت کو معقول پسند ہو کر ایسی غیر معقول بات کو کہ چالیس آدمی ملکر یا منصوبہ کرکے جسکو چاہیں محمدی خلافت موعودہ بخشدیں۔ اپنے عقائد میں نہ داخل کرنا چاہئے اور ساری دنیا کے لئے شہداء علی الناس ہو کر اسقدر تعصب نہ کرنا چاہئے کہ کسی کی مخالف رائے کو سن ہی نہ سکیں۔ سنو اور اسکی معقولیت پر ٹھنڈے دل سے غور کرو۔ غیر احمدی ملانوں کو جن باتوں کا الزام دیتے تھے اسکے مرتکب خود نہ کرو۔ ولا یجرمنکم شنآن قوم علیٰ ان لا تعدلوا کسی قوم سے دشمنی تمہیں اس امر کا مجرم نہ ٹھہرا دے کہ تم انصاف نہ کرو۔

من از بہمدردیت گفتم تو خود ہم فکر کن بارے
خرد از بہر این روز است اے دانا و ہشیارے

میاں صاحب کی خلافت

مگر میاں محمود احمد صاحب کی خلافت کو جو سوائے مشائخ کی گدی نشینی کے اور کسی ذیل میں نہیں آسکتی اب ان کے مرید حکومت کی ذیل میں لیجاکر دوسرے خلیفہ پر "جیسے لاہور میں ہے" قتل کا فتویٰ دیتے ہیں اور اس پر یہاں تک اصرار ہے کہ ان کا ایک نے گمنام مرید جنوبی ہند سے ہمارے ایک معزز بھائی کو لکھتا ہے۔

یہ حدیث نبوی ہے نہ حضرت میاں صاحب کی بنائی ہوئی نہ قاضی اکمل کی اب آپ کل غصہ حضرت نبی کریم کی حدیث پر ہے اور حضرت میاں صاحب اور قاضی اکمل کی آڑ میں اپنے غصہ کا بخار نکالتے ہیں اب اگر یہ حدیث صحیح ہے تو کیا اسمیں شک ہے کہ دوسرا شخص جو آپ کی مخالفت میں کھڑا ہوتا ہے اور آپ کے مقاصد حقہ کی راہ میں مزاحم ہوتا ہے وہ اس وعید کا مصداق نہ ہے اسمیں اسمیں تعیین کسی کی نہیں کہ زید ہو یا بکر ہو تو مصداق ہے لیکن مولوی محمد علی ہو تو وہ مصداق [illegible]

قادیان سے [illegible] ہو رہی ہے کہ یہ کسی لڑکے کی باتیں ہیں۔ مگر باہر کے مرید ابھی اسپر مصر ہیں کہ حضرت مولوی محمد علی صاحب ضرور قابل قتل ہیں وہ کیوں؟ اسلئے کہ وہ میاں صاحب کی مخالفت میں کھڑے ہیں اور ان کے مقاصد میں مزاحم ہیں خدا سمجھے کو ناحق نہ دے۔ مندرجہ بالا خط کسی ایسے آدمی کا نہیں جو قادیان کی روحانیت سے بہرہ ورنہ ہو۔ بلکہ یہ ایسے شخص کی تحریر ہے جو قادیان کا رہنے والا وہاں کے خاص مریدوں کا فیض یافتہ اور وہیں کا تعلیم یافتہ ہے یہ تبلیغ ہے جو میاں صاحب کے مبلغین ہمارے خلاف ملک میں پھیلا رہے ہیں اور اسپر انہیں اتنا [illegible]

قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر ۞ خاکسار۔ منظور الٰہی۔ لاہور۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

میں احمدی کیوں ہوا؟

ایک صاحب جب سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے تو انکے ایک بھائی نے انہیں طنز آمیز لہجہ میں لکھا کہ ان کی غرض محض دنیوی وجاہت حاصل کرنا ہے اسکا جواب جو انہوں نے لکھا وہ حسب ذیل ہے۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ جناب کا نوازشنامہ پہنچکر کاشف حالات ہوا۔ مشکور فرمایا۔ میں آپ کے ناصحانہ مشورہ کا ممنون ہوں۔ لیکن ایک نے معنی طنز کا کیا فائدہ صاف لکھدیا ہوتا۔ سب سے پہلے میں یہ عرض کروں گا کہ میرا یہ فعل دنیاوی اغراض پر تو نہیں ہے۔ بھائی جان! یہ رکیک حملے ہیں۔ جس شخص سے اور کچھ بن نہیں پڑتا تو ایسے اوچھے ہتھیاروں پر آجایا کرتا ہے۔ جس دنیاوی غرض کا آپ نے اشارہ کیا ہے آپ کو معلوم ہے کہ وہ مشکل سے حاصل ہے گو درمیان میں کچھ عرصہ کے لئے استثنا بھی ہوجاتا ہے اور مجھ پر ہر حالت میں مہربانی ہونا لازم و ملزوم والی بات ہے آپ کو معلوم ہوگا کہ کنعان کے کشتی سے پیچھے رہ جانے پر حضرت نوح علیہ السلام کو محبت پدری مجبور کر رہی تھی کہ کسطرح کشتی پر سوار ہو جائے حالانکہ آپ پیغمبر تھے اور ان کے لخت جگر کا پیچھے رہ جانیوالوں میں شامل ہونا مقدر ہوچکا تھا۔ جناب من! یہ تو محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے ورنہ یہ موقعہ دنیاوی فوائد کا مجھ سے زیادہ آپ کو حاصل رہا ہے اور اب بھی ہے مگر جب تک صداقت سامنے نہ آئیگی محرومی رہیگی۔ آپکو بخوبی معلوم ہوگا کہ میں ایک سخت شیعہ خاندان سے تعلق رکھتا ہوں اور اب تک خود بھی شیعیت میں رہا ہوں۔ جس میں احمدیت تو درکنار رہی اہل سنت والجماعت ہونا بھی ایک جرم سے کم نہیں۔ آپ کے شبہ کی کوئی حد ہونی چاہئے تھی۔ کوئی شخص جو اولاً سنی المذہب ہو اسکے لئے یہ خیال کیا جاسکتا تھا کہ وہ دل سے نہ سہی مگر زبان سے ہی ایک شخص کو برحق تسلیم کرکے احمدیت میں داخل ہوسکتا ہے لیکن ایک سابق شیعہ کے لئے تو بعد پیغمبر آخر الزمان صلعم کے کل کا کل عقیدہ ہی ترک کرکے سابقہ خیالات و تصورات کا دفتر پھاڑ کر ایک چاہ میں دفن کردینے کے بعد ایک نئی زمین میں داخل ہونا ہوتا ہے۔ آپ غور کریں کہ شیعہ لوگ صحابہ کرام کو منافق و کافر اور نہ معلوم کیا کیا کہتے ہیں اور ان کے بعد تقریباً کل مشاہیر اسلام حتیٰ کہ کل اولیاء کو بھی جو شیعیت میں داخل نہیں ہیں صراط المستقیم سے بھٹکا ہوا مانتے ہیں تو کیا میں نے ظاہری طور پر ہی ان جملہ حضرات کو بجائے ایک زبون انسان ماننے کے اپنا آقا اور مولا تسلیم کرلیا ہے کیونکہ جب تک یہ نہ کروں تو میں احمدیت کے قریب بھی نہیں بھٹک سکتا کیونکہ میرے آقا امام زمان

بعض یعنی ما کسب سے دشمنوں پر فتح مندانگی کا سہرا ہوا کرتی ہے۔ پھر دنیاوی ترقی کبھی خدا آپ پر رحم کرے اور حسن ظن رکھنے کی خوبی عطا کرے۔ جناب من! جس دنیاوی ترقی کا آپ کو خواب آ رہا ہے اسکے سامنے اگر دوسرے شخص کے لئے ہی آپ اصل نقشہ کو سامنے رکھ کر غور کرتے تو ایسا بیہودہ خیال ظاہر کرنے کی جرأت نہ کرتے۔ جس شخص کو ہماری قوم، ملک، ہمسائیگان، قصوں سے بڑھ کر زن و مرد حتی کہ تمام بیہودہ خرافات زمین شیعیت میں غرق ہو کر سب و روز سب و شتم کو ہی ایمان خیال کیا۔ جو آدمی ان خیالات کے خلاف ہوا اسکو خارج از اسلام خیال کیا جاتا ہو اور سوائے حضرت علی علیہ السلام اور ان کی اولاد کے کوئی شخص بھی امانت و ولایت کے قابل نہ خیال کیا جاتا ہو اور اسی خاندان کا ایک آٹھ سالہ بچہ عام لوگوں کی طرح پیدا ہو کر پھر دنیا والوں کی نظروں سے اوجھل ہو کر غار میں چھپا بیٹھا ہو اور معدودے چند (۳۱۳) ایسے شیعوں کا انتظار کر رہا ہو اور ان کے مہیا ہو جانے پر خروج کی تیاری کر رہا ہو۔ آیا آپ کے تصور میں آ سکتا ہے کہ ایسے خاندان کے ایک ممبر نے یہ تمام خیالات صرف ظاہراً بدل لئے ہیں اور وہ منصب عالی جو محض اولاد حضرت علیؓ کے لئے مخصوص تھا اور باوجود موقعہ کی تاک میں اصل مستحق کے موجود ہونے کے بھی ایک دوسرے غیر مستحق شخص کو محض دنیاوی غرضوں کے خیال سے دیدیا ہے۔ یا باوجود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر خلاف سنت اللہ (نعوذ باللہ) کسی لمبے زینہ یا لمبے رسے کے سہارے جو اسکے باپ نے اوپر سے لٹکا یا ہو چڑھ جانے اور اپنے باپ کی پکی ہوئی روٹیاں کھاتے رہنے اور بول و براز وغیرہ کو جو لازمہ بشری ہیں کسی نہ معلوم طریقہ سے محفوظ رکھتے رہنے یا خارج کرتے رہنے کے اور موجودہ وقت میں تمام عساکر ہلاک شدہ جنگ یورپ کو اپنے مشہور معجزہ مُردے سے زندہ کرنے کے ذریعہ اپنے پاس جمعیت کر رہا ہو تا کہ جس وقت موجودہ دنیا کے لوگ اس مہیب جنگ سے تھک کر بیٹھ جاوینگے تو موقعہ پا کر آسمان سے اتر کر تمام تھکی ماندی دنیا کو رام کر لینگے تو کیا میں نے ایسے جلیل القدر صاحب کا رتبہ کسی دوسرے کو دیدیا ہے لیکن بھائی جان سخت خوف ہے کہ شیعوں کا مہدی بھی تو ایک پورا خاندانی شخص ہے جس کی قومیت و حیثیت سوائے خدا کے تمام مخلوق حتیٰ کہ پیغمبروں سے افضل ہے بلکہ تمام پیغمبران کو آڑے وقتوں میں کام آتے رہے ہیں اور ادھر عیسیٰ علیہ السلام کو زعم پیغمبری کے علاوہ اپنی مدت سے خدا سے ہمنشینی کا فخر بھی حاصل ہے۔ کہیں ہر دو صاحبان کا تصادم ہو کر تمام دنیا تباہ نہ ہو جاوے اور موجودہ مستعد صاحبان ویسے کے ویسے ہی نہ رہ جاویں۔ بھائی صاحب! اب تو میرے اصل عقیدہ کی آپ کو کچھ سمجھ آ گئی ہوگی۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اگر شیعوں نے اپنے مہدی کو زندہ جاوید بنا کر غار میں چھپا بٹھانے و تمام حوائج بشری سے پاک کرنے میں کمال کیا ہے تو اہل سنت والجماعت نے بھی عیسائیت کے عقیدہ تقلید کرنے میں کمی نہیں کی گو میرے خیال میں اور بھی بہت سی باتیں تحریر کرنے کے لئے آ رہی ہیں مگر سردست بوجہ عدم گنجائش آپ کے پہلے سوال دنیاوی اعزاز والے کو ختم کرتا ہوں خدا آپ کو ہدایت دے یہاں تو حالت ہی دگرگوں ہے جب ہی کوئی شخص اس سلسلہ عالیہ میں داخل ہوتا ہے تو اسکی دنیاوی خواہش بخلاف آپ کے جواب کے کم ہونی اور پامال ہونی شروع ہو جاتی ہے اور یہی تلقین بوقت بیعت سکھائی جاتی ہے اور یہی اسلام ہے۔

آپ کا دوسرا سوال کہ جن وجوہات پر میں نے اس سلسلہ کو اختیار کیا ہے آپ کی ہدایت کے لئے بتلاؤں اگر طنزیہ نہیں ہے تو کچھ عرض کرتا ہوں۔ ہم تمام مسلمانوں کا ایمان ہے کہ تمام بنی نوع انسان نے آنحضرت صلعم سے کوئی بشر افضل نہیں ہے تو جس طرح جناب کی زندگی موت کفن دفن ہوا ہے اس سے بڑھ کر وہ افضل طریق کی نوازش کسی دوسرے شخص پر نہیں ہو سکتی خواہ وہ نبی ہو یا ولی ہو یا امام ہو۔ سینکڑوں برس کی عمر دیکر اور تمام لوازم بشری سے مبرا کرکے خدا نے اسے پاس بٹھا رکھا ہو۔ سوائے عیسائیت کے عقیدہ کے نہیں ہو سکتا کہ انسانی وجود سے بالاتر تسلیم کر سکے۔ ایا جو آپ تسلیم کر رہے ہیں اور اسی طرح شیعوں کے مہدی کے غار میں موجود ہونے کا حال ہے معاف کرنا یہ خیال تو کفار مکہ کے اس خیال کے عین مترادف ہے کہ جب ہم مر کر گل سڑ جاوینگے تو کس طرح خدا ہم کو قیامت میں دوبارہ زندہ کرے گا۔ گویا خدا نے ایک دفعہ ہادی پیدا کرنے تھے کر چکا اب یا تو انکو ہی حفاظت سے دوبارہ بوقت ضرورت دنیا میں بھیجنے کے لئے کہیں علیحدہ لیجا کر محفوظ رکھے ورنہ کسی نئے شخص کو ویسا بنانے کی قدرت نہیں رکھتا اور ایک طرح پر آریہ سماج کے عقیدے روح اور مادہ کے ازلی و ابدی ہونے کی بھی تائید ہے نعوذ باللہ من ذالک۔ اگر آپ منصف دل لیکر حق کی تلاش کریں تو کوئی مشکل نہیں رہتی۔ اگر ہم اس خیال بالا کو مضبوط پکڑ لیں اور توہم و وساوس کو نزدیک نہ آنے دیں اور ایمان رکھیں کہ اس افضل الرسل سے کوئی شخص سبقت نہیں لیجا سکتا تو ہماری راہنمائی کے لئے صرف چند سوالات باقی رہ جاتے ہیں۔

اول:- آیا ہم کو کسی مامور کے آنے کی بشارت جناب رسول مقبول صلعم نے اپنی احادیث کے ذریعہ دی ہے اور سنت اللہ بھی ہے کہ ہر پُرفتن زمانہ میں مامور آیا کرتا ہے۔

دوم- اگر ہم کو بشارت بھی دی گئی ہے تو کیا علامات فرمائے ہیں جو آنے والے میں ہونے چاہئیں۔

سوم- اس مامور کے آنے کا زمانہ کیسا فرمایا ہے۔

چہارم- جو شخص آیا ہے اور دعویدار ہے اسکی خدا نے تائید کی ہے اور نشانات دکھلائے ہیں اور اسکی زبان سے قبل از وقت نہایت اہم پیشگوئیاں کرائی ہیں جو پوری ہوئی ہیں۔

پنجم- سب سے چھوٹی سی بات مگر بڑی مضبوط جو میرے دل کو لگی ہے خدارا غور کیا جاوے۔ نیند اور کہاوتوں کو چھوڑ دیا جاوے اور دیکھا جاوے کہ وہ شخص کیا کہتا ہے۔ جب تک ہم دور سے بدکتے رہینگے اور ہوا سمجھ کر اس شخص کی تعلیمات کو نہ دیکھیں گے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اور میں نے بہت سا زمانہ اسطرح کھویا ہے۔ اس شخص کی زندگی میں ہمیں یہ کہکر گمراہ کیا جاتا تھا کہ جو شخص اس سے باتیں کرتا ہے وہ شخص جادوگر ہے یا کیا کہ اسکو قابو کر لیتا ہے اور اب کہا جاتا ہے کہ جو شخص اسکی تعلیمات کو دیکھ لیتا ہے وہ اسکا ہو جاتا ہے عین یہی خیال آنحضرت صلعم کی نسبت ظاہر کیا جاتا تھا اور یہی صداقت کی ایک زبردست دلیل ہے۔

ہم کو ٹھنڈے دل سے بخوبی دیکھ لینا چاہئے۔ کوئی جادوگر ہرگز نہیں ہے جو ہمکو چمٹ جاوے پھر جیسا جی چاہے کہ آیا وہ شخص کسی نئے مذہب کی طرف ہمکو بلاتا ہے اور سابقہ شرع سے ہمکو منحرف کرتا ہے یا اسی اسلام کو تاریکیوں سے نکالکر ہمکو دکھلاتا ہے۔ خدا کی قسم یہ شخص ہمیں اصل اسلام سکھلاتا ہے اور جیسا کہ اسکا نام ہے اور ہر قول و فعل سے ثابت کیا ہے کہ وہ احمدؐ کا غلام اور اصل غلام ہے اور اس کا فخریہ دعویٰ ہے کہ ہرگز ہرگز کوئی شخص سوائے کامل متابعت آنحضرت صلعم کے کوئی فیض حاصل ہی نہیں کر سکتا۔ آؤ! ہم ایک دفعہ اس شخص کی تعلیمات کو بہ غور دیکھ لیں کہ آیا وہ شخص ہمکو کس طرف بلا رہا ہے اور کیا کہتا ہے۔

بھائی صاحب! اگر آپ صدق دل سے ان باتوں پر غور کرینگے تو انشاء اللہ تعالیٰ جلد سے جلد آپ کو حق کی راہ ملجاویگی اور اس سلسلہ کی کتب ان جواہر ریزوں سے لبریز ہیں بشرطیکہ خدا دیکھنے اور سمجھنے کی توفیق بخشے اور آپ کے پاس تو ماشاء اللہ یہ سب سامان میسر بھی ہیں۔

ہم میں بھی ایک شیعیت جیسا فرقہ ہے جو اصل عقائد میں غلو کرکے جس طرح شیعیت نے جناب امیرؓ کو ان کے اصل پوزیشن سے کہیں کا کہیں لیجا کر دیگر مذاہب کو مضحکہ کا موقعہ دیا ہے اسیطرح ہمارے احمدی شیعوں نے بھی غلو کرنا شروع کیا ہوا ہے اور جناب مسیح موعود علیہ السلام کو اصل پوزیشن سے دور لیجا رہے ہیں اور دوسروں کو مذاق کا موقعہ دے رہے ہیں اور پیغمبر اعظم کی جانشینی کی طرح مجدد اعظم کی جانشینی کو بھی بجائے جمہوریت کے قائم مقام کے ایک خاندانی وراثت قرار دے رہے ہیں۔ آپ اگر تدبر سے اس احمدیت کو ملاحظہ فرمائینگے تو یقیناً آپ کو نور ہدایت ملیگا اور اگر اصل اسلام پائینگے تو اسی میں پائینگے۔ باقی تمام دنیاوی زنجیریں ہیں خدا ان سے آپ کو نجات دے۔

ایک دفعہ جبکہ میں ہنوز تجسس میں تھا تو میرے ایک مہربان بزرگ نے جو وہ بھی مخفی تجسس میں تھے مجھ سے کہا کہ اگر ہم جناب مرزا صاحب کو بُرا نہیں کہتے بلکہ دل سے عزت کرتے ہیں اور وہ بھی اسی اسلام کی تلقین کرتے ہیں جس کو ہم پہلے سے اختیار کئے ہوئے ہیں اور اگر وہ مامور تھی ہیں مگر ہم الگ رہتے ہیں تو کیا حرج ہے تو میں نے ان سے عرض کیا تھا کہ سوائے اسکے کوئی حرج نہیں ہے کہ ہم نے ایک صداقت سے گریز کیا اور خدا کے ایک مامور کی قدر نہ کی اور ہم نے اسلام کے اس صیقل شدہ چمکتے ہوئے زیور کو قبول نہ کیا جبکہ وہ کاریگر تمام بیرونی زنگوں اور آلودگیوں سے پاک وصاف کرکے ہمیں مفت دینا چاہتا ہے اور ساتھ ہی خدا کی غرض ماموری بھی بے معنی رہی۔

آپ سنی المذہب ہیں اور غالباً تسلیم کرینگے کہ شیعوں کے خاندانی مہدی کے سوا ایک مہدی آنے والا ہے جو اسی امت محمدیہ سے ہوگا اور یہ بھی آپ کسطرح مانیں گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی سابقہ آن بان پیغمبری سے آئینگے جبکہ ہمارے آقا خاتم النبیین ہیں۔ ان کے بعد کوئی نبی نہیں اور اگر وہی مسیح ناصری ہی ایک امتی کی حیثیت سے آئینگے تو ان سے بظاہر کوئی ایسا قصور سرزد ہوتا معلوم نہیں ہوا کہ منصب نبوت سے تنزل ہو کر آویں (یہ ایک گورکھ دھندہ ہے جبتک ان بیہودہ خیالات کو ترک نہ کیا جاوے تو نہ جائے رفتن و نہ پائے ماندن والی مثل ہے) اور آپ یہ بھی غالباً تسلیم کرینگے کہ ہر ایک صدی پر ایک مجدد بھی آیا کرتا ہے تو اس چودھویں صدی کا مجدد کہاں گیا جو بوجہ سخت پُرفتن زمانہ ہونے کے مجدد بھی اعلیٰ ترین تھا جبکہ اب تک کسی دوسرے نے مجددیت کا دعویٰ ہی نہیں کیا۔ سوائے اسی ایک شخص کے جس کی تائید خدا کر رہا ہے اور اگر یہ شخص کاذب و مفتری ہے تو کیا وجہ ہے کہ اب تک خدا کا غضب موجب قدیم سنت الٰہی کے مطابق نہیں ہوتا بلکہ خدا اسی کی تائید و نصرت کرتا ہے معاف کرنا پھر تو خدا بھی نعوذ باللہ تقیہ باز ثابت ہوتا ہے جسنے اپنی سابقہ عادت تقیہ کو نہیں چھوڑا ہے اور شروع اسلام سے آجتک کاذبوں اور مفتریوں کی نصرتیں کرتا رہا ہے اور ان کے مدارج بلند کرتا رہا ہے اگر نہیں تو ضرور ماننا پڑیگا کہ یہ سلسلہ خدا کی طرف سے ہے جسکی تائید وہ خود کرتا ہے۔ مگر ایک ہم ہیں کہ اوندھے منہ بھاگے جا رہے ہیں۔ حق سامنے ہے اور آنکھیں و کان بند کئے ہوئے ہیں خدا ہدایت دے۔ آپکا مصرع عین اسجگہ صادق آتا ہے وہ محل جو آپنے اختیار کیا ہے اسکے استعمال کا نہیں ہے ع

یعنی

ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا

میں اس عریضہ کو بخوف طوالت اس دعا کے ساتھ ختم کرتا ہوں کہ خدا آپ پر و تمام آپ کے ہمخیال دیگر مسلمانوں پر رحم کرے اور نور ہدایت عطا فرمائے تا کہ حق و باطل کی تمیز حاصل ہو اور عرض کرتا ہوں کہ آپ پہلے غور پر اپنے خط کے دو متضاد حصوں میں سے ایک کو مدنظر رکھ کر پھر قلم اٹھائیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ جیسا کچھ جواب مجھ سے بن پڑیگا فوراً عرض کرتا رہونگا والسلام

میں ہوں آپ کا خیر اندیش

خان محمد سیال

(ہیڈ کنسٹبل اول چوکی لمبی ضلع فیروزپور)

اعلان

ہوسٹل

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے لاہور میں ایک ہوسٹل کھولا ہوا ہے۔ غرض اس کی یہ ہے کہ مسلمان طلباء کے لئے جو مفصلات سے لاہور میں تعلیم کے لئے آویں ایک ایسی جگہ مہیا کی جاوے۔ جہاں جسمانی حفظان صحت کی احتیاطوں کے علاوہ طلباء کو شہری زندگی کے بد اثرات سے بچانے کے لئے اسلامی حلقہ اثر میں کیا جائے۔ اور نیک احباب کی صحبت میں زندگی بسر کرنے کا موقعہ دیا جاوے۔ تا کہ جہاں وہ دنیوی تعلیم کو اچھی طرح حاصل کریں۔ ساتھ ساتھ ہی دین پاک اسلام سے بھی ان کا تعلق مضبوط ہوتا رہے۔

گذشتہ سال حضرت امیر مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ مولوی صدرالدین صاحب کے پر اثر لیکچروں سے اس ہوسٹل کے طلباء مستفیض ہوتے رہے۔ اس سال ایک ہوسٹل کھولا گیا ہے۔ لیکن فی الحال اس میں گنجائش محدود ہے اسلئے ضروری ہے۔ کہ سب احمدی احباب اور برادران فی الاسلام جو اپنے بچوں کو اس اثر کے ماتحت رکھنا چاہتے ہوں۔ وہ

نمبر ۱۳۵ | لاہور چہارشنبہ و یکشنبہ مورخہ ۲۹ ذیقعد و ۳ ذوالحجہ ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۷/۳۱ اگست ۱۹۱۹ء | جلد

کلام الامام امام الکلام

بجز اند جہانے راز ہر کارگریانے
مراں کاریکہ گرد واز دُعاے محو جانانے
نہ شمشیرے کند آں کار نے بادے نہ باراںے
عجب دارد اثر دستے کہ دست عاشقش باشد
بگرداند جہانے راز ہر کارگریانے
اگر دست بدلب مرد ست زہر آنکہ سرگرداں
خدا از آسماں پیدا کند ہر نوع سامانے
زکار افتادہ را ہر بار می آرد خدا زیں راہ
ہمیں باشد دلیل آنکہ ہست از خلق پنہانے
مگر باید کہ باشد طالب او صابر و صادق
نہ بیند روز نومیدی وفادار از دل و جانے

جواہر ریزے

دوزخ کے سات دروازے

لہا سبعۃ ابواب

چند روز سے جو ستورات میں وعظ کا سلسلہ جاری ہے ایک روز یہ ذکر آگیا ہے کہ دوزخ کے سات دروازے اور بہشت کے آٹھ۔ اسکا کیا سر ہے تو ایک دفعہ ہی میرے دل میں ڈالا گیا کہ اصول جرائم بھی سات ہی ہیں اور نیکیوں کے اصول بھی سات بہشت کا جو آٹھواں دروازہ ہے وہ اللہ تعالے کے فضل کا دروازہ ہے۔

دوزخ کے سات دروازوں کے جو اصول جرائم سات ہیں ان میں سے ایک بدظنی ہے۔ بدظنی کے ذریعہ بھی انسان ہلاک ہوتا ہے اور تمام باطل پرست بدظنی سے گمراہ ہوئے ہیں دوسرا اصول تکبر ہے۔ تکبر کرنیوالا اہل حق سے الگ رہتا ہے اور اسے سعادتمندوں کی طرح اقرار کی توفیق نہیں ملتی۔
تیسرا اصول۔ جہالت ہے یہ بھی ہلاک کرتی ہے۔
چوتھا اصول۔ اتباع ہوا ہے۔
پانچواں۔ کورانہ تقلید ہے۔

غرض اسی طرح یہ جرائم کے سات اصول ہیں اور یہ سب کے سب قرآن شریف سے مستنبط ہوتے ہیں۔ خدا تعالے نے ان دروازوں کا علم مجھے زیادہ دیا ہے۔ جو گناہ کوئی بتائے وہ ان کے نیچے آجاتا ہے۔ کورانہ تقلید اور اتباع ہوا کے ذیل میں بہت سے گناہ آتے ہیں۔

اسی طرح ایک دن میں نے غور کیا کہ دوزخیوں کے لئے بیان کیا گیا ہے کہ ان کو زقوم کھانے کو ملیگا اور بہشتیوں کو اسکے بالمقابل دودھ اور شہد کی نہریں اور قسم قسم کے پھل بیان کئے گئے ہیں۔ اسکا سر کیا ہے۔؟

اصل بات یہ ہے کہ یہ دونوں باتیں بالمقابل بیان ہوئی ہیں۔ بہشت کی نعمتوں کا ذکر ایک جگہ کرکے یہ بھی فرمایا ہے۔ کلما رزقوا منہا من ثمرۃ رزقا قالوا ھذا الذی رزقنا من قبل واتوا بہ متشابھا تو اسمیں رزقنا من قبل سے یہ مراد نہیں کہ دنیا کے آم۔ خربوزے اور دوسرے پھل اور دنیا کا دودھ اور شہد ان کو یاد آجائے گا بلکہ اصل یہ ہے کہ مومن جو اخلاص اور محبت کے ساتھ خدا تعالے کی عبادت کرتے ہیں اور اس ذوق و شوق سے جو لذت ان کو محسوس ہوتی ہے تو بہشت کی نعمتوں اور لذتوں کے حاصل ہونے پر وہ لذت ان کو یاد آجائے گی کہ اس قسم کی لذت بخش نعمتیں ہمارے رب سے پہلے بھی ملتی رہی ہیں۔ چونکہ بہشتی زندگی اسی عالم سے شروع ہوتی ہے اسلئے ان نعمتوں کا ملنا بھی یہیں سے شروع ہوجاتا ہے۔ ورنہ بہشت کی نعمتوں کے بارہ میں تو آیا ہے کہ نہ انکو کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا۔ تو ان دنیوی پہلوؤں سے ان کا رشتہ کیا ہوا۔ ایمان اور اعمال کی مثال قرآن شریف میں درختوں سے دی گئی ہے ایمان کو درخت بتایا ہے اور اعمال اسکی آبپاشی کے لئے بطور نہروں کے ہیں۔ جب تک اعمال سے ایمان کے پودے کی آبپاشی نہ ہو۔ اسوقت تک وہ شیریں پھل حاصل نہیں ہوتے۔ بہشتی زندگی والا انسان خدا کی یاد سے ہر وقت لذت پاتا ہے اور جو بدبخت دوزخی زندگی والا ہے وہ ہر وقت اس دنیا میں زقوم ہی کھا رہا ہے اس کی زندگی تلخ ہوتی ہے۔ معیشت ضنکا بھی اسی کا نام ہے جو قیامت کے دن زقوم کی صورت پر متمثل ہوجائے گی۔ غرض دونوں صورتوں میں باہم رشتے قائم ہیں۔

نجات

کے متعلق جو عقیدہ قرآن شریف سے مستنبط ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ نجات نہ تو صوم سے ہے نہ صلوٰۃ سے نہ زکوٰۃ اور صدقات سے بلکہ محض اللہ تعالے کے فضل پر منحصر ہے جس کو دعا حاصل کرتی ہے۔ اسی لئے اھدنا الصراط المستقیم کی دعا سب سے اول تعلیم فرمائی ہے۔ کیونکہ جب یہ دعا قبول ہوجاتی ہے تو وہ اللہ تعالے کے فضل کو جذب کرتی ہے جس سے اعمال صالح کی توفیق ملتی ہے۔ کیونکہ جب انسان کی دعا جو سچے دل اور خلوص نیت سے ہو قبول ہوتی ہے تو پھر نیکی اور اسکے شرائط ساتھ خود ہی مرتب ہوجاتی ہیں اگر نجات کو محض اعمال پر منحصر کیا جائے اور اللہ تعالے کے فضل اور دعا کو محض بے حقیقت سمجھا جاوے جیسا کہ آریہ سماج کا عقیدہ ہے تو یہ ایک باریک شرک ہے کیونکہ اسکا مفہوم دوسرے لفظوں میں یہ ہوگا کہ انسان خودبخود نجات پاسکتا ہے اور اعمال اسکے اپنے اختیار میں ہیں جنکو وہ خودبخود بجالاتا ہے۔ تو اس صورت میں نجات کی کلید انسان ہی کے اپنے ہاتھ میں ہوئی اور خدا سے نجات کا کچھ تعلق اور واسطہ نہ ہوا گویا وہ خود ... کوئی چیز نہ ہوا اور اسکا عدم وجود برابر ٹھہرا (معاذ اللہ)

مگر نہیں ہمارا یہ مذہب نہیں ہے۔ ہمارا یہی عقیدہ ہے کہ نجات اسکے فضل سے ملتی ہے اور اسی کا فضل ہے جو اعمال صالح کی توفیق دیجاتی ہے اور خدا تعالے کا فضل دعا سے حاصل ہوتا ہے لیکن وہ دعا جو اللہ تعالے کے فضل کو جذب کرتی ہے وہ بھی انسان کے اپنے اختیار میں نہیں ہوتی۔ انسان کا ذاتی اختیار نہیں کہ وہ دعا کے تمام لوازمات اور شرائط محویت۔ توکل۔ تبتل۔ سوز و گداز وغیرہ کو خودبخود مہیا کرلے جب اس قسم کی دعا کی توفیق کسی کو ملتی ہے تو وہ اللہ تعالے کے فضل کی جاذب ہوکر ان تمام شرائط اور لوازم کو حاصل کرتی ہے جو اعمال صالحہ کی روح ہیں ہمارا نجات کے متعلق یہی مذہب ہے۔

احباب اخبار کی توسیع اشاعت کے لئے ضرور کوشش کریں۔ اور ایک ایک خریدار پیدا کریں ؎

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے ماسٹر فقیر اللہ صاحب پبلشر نے کارخانہ محمدی سٹیم پریس لاہور میں باہتمام شیخ گلزار محمد صاحب پرنٹر چھپوا کر دفتر اخبار پیغام صلح سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۶ - مورخہ ۲۷ و ۳۱ اگست ۱۹۱۹ء نمبر ۱۳ و ۱۴

مسلم ہائی سکول لاہور

ہمارے احباب جانتے ہیں کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے احمدی بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے ایک ہائی سکول لاہور میں بصرف کثیر کھولا ہوا ہے۔ اس سکول کی غرض جیسا کہ ہمارے بہت سے احباب کو معلوم ہے۔ یہ ہے۔ کہ ہماری قوم کے بچے یہاں آکر تعلیم پائیں۔ لاہور جہاں ایک تعلیمی مرکز ہے۔ وہاں اب خدا کے فضل و کرم نے اسے مذہبی لحاظ سے بھی ایک اہم بالشان حیثیت دے دی ہے۔ اور احمدی بچوں کے لئے حضرت امیر ایدہ اللہ کا درس قرآن کریم کچھ کم نعمت نہیں۔ اس کے علاوہ ہمارے بچوں کو اس جگہ تعلیم پانے سے یہ فائدہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ جماعت مرکزی کے ساتھ تعلق پیدا کر کے اشاعت اسلام کا ولولہ دل میں پیدا کر سکتے ہیں۔ اپنے دینی معلومات میں اضافہ کرسکتے ہیں اور اسلام کی تبلیغ کے لئے خوب تیار ہوسکتے ہیں اس لئے احمدی قوم کیواسطے اس سکول کی سرپرستی ازبس ضروری ہے ٭ ہم اس امر کو نہایت شرح صدر سے تسلیم کرتے ہیں۔ کہ سکول میں ابھی ترقی کی کافی گنجائش ہے۔ اور ہر ایک چیز جو نئی ہوتی ہے۔ وہ رفتہ رفتہ ہی ترقی کرتی ہے لیکن یہ ترقی کی گنجائش تو اس امر کی اور بھی مقتضی ہے۔ کہ ہمارے احباب اس سکول کو ترقی دینے کیلئے پوری سعی کریں ٭ سکول کی بہت بڑی غرض یہ ہے کہ یہاں سے وہ لوگ نکلیں جو اسلام کے مشعل بردار ہوں جو تبلیغ ہدایت کا علم ہاتھ میں لئے ہوئے دنیا میں نکل کھڑے ہوں یہی غرض حضرت مسیح موعود کی بعثت کی تھی اور اسی کو احمدی قوم نے اپنا نصب العین بنایا ہے اور ہم تو یہ کہینگے کہ یہی مقصد تو خود ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے سامنے رکھا۔ اور مسلمانوں کو قرون اولی میں جو کامیابی ہوئی وہ اسی دولت بے بہا کی وجہ سے ہوئی اور اب بھی وہ دنیا میں اسی طریق سے کامیاب ہوسکتے ہیں۔ اس لئے مسلم ہائی سکول حقیقت میں وہ زینہ ہے جس سے ہم نے اس مقصد کو حاصل کرنا ہے جو ہماری قومی زندگی کی علت غائی ہے۔

ہم امید کرتے ہیں کہ وہ قوم جس نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد ایک عظیم الشان مامور کے ہاتھ پر کیا ہے۔ اپنے بچے اس سکول میں بھیجکر انہیں ان دینی اور دنیوی مفاد سے متمتع ہونے کا موقع دیگی جو لاہور کی اقامت اور تعلیم میں حاصل ہوسکتے ہیں ٭ ایک وقت تھا کہ ہم لوگ حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب مرحوم کے فیض صحبت کو غنیمت سمجھتے تھے اور اس سے متمتع ہونے پر فخر کرتے تھے۔ مگر آج وہی ہم ہیں کہ اس صحبت سے محروم ہیں۔ ہمیں چاہئیے کہ ہم اس وقت کو غنیمت سمجھیں اور حضرت امیر ایدہ اللہ کے فیض صحبت اور اُن کے علوم سے بہرہ ور ہوں۔ آپ کے درس قرآن سے فائدہ اٹھائیں اور اپنے بچوں کو جنھوں نے آئندہ اسلام کا نمونہ بننا ہے اس نعمت غیر مترقبہ سے بہرہ یاب ہونے کا موقع دیں۔ کہ ایسے موقع بھی عمر میں ہمیشہ نہیں ملتے۔

غنیمتے شمر اے شمع وصل پروانہ
کہ این معاملہ تا صبحدم نخواہد ماند

سکول کا محل وقوع

ان دینی فائدوں کے علاوہ ہمیں یہاں بہت سے جسمانی اور تمدنی فائدے بھی حاصل ہیں۔ سکول کھلی آب و ہوا میں شہر سے ایک طرف واقعہ ہے جہاں شہری زندگی کی خرابیوں کا احتمال نہیں ٭ اس پر مولوی صدر الدین صاحب ایسا تجربہ کار اور مشفق ہیڈ ماسٹر ہے۔ جو بچوں کو اپنے بچوں کیطرح رکھتے ہیں۔ سٹاف میں قابل گریجویٹ کام کرتے ہیں۔ کھانے کا انتظام بھی حتی الامکان نہایت احتیاط سے کیا جاتا ہے۔ اور آئندہ کے لئے بھی بڑی بڑی تجاویز زیر غور ہیں ٭

اس صورت میں ہماری جماعت کے امراء کو تو اپنے بچے یہاں بھیجنے ہی چاہئیں۔ ہاں غربا اور متوسط الحال طبقہ کا یہ عذر نہایت معقول ہوگا۔ کہ مصارف بہت ہوتے ہیں۔ اگرچہ تعلیم کے معاملہ میں مصارف کی پرواہ نہیں ہونی چاہئیے۔ مگر تاہم اس مشکل کو محسوس کرتے ہوئے انجمن کے ارباب حل و عقد کا ارادہ ہے۔ کہ احمدی غربا طلبا کو خاص وظائف دیکر سکول میں تعلیم دلائی جائے تاکہ فارغ التحصیل ہوکر اسلام کی تعلیم کے بہترین نمونے بنیں۔ اور نہ صرف زبانی طور پر بلکہ عملی طور اسلام کے محاسن اور خوبیوں کی تبلیغ کیا کریں ٭ اس لئے ایسے حضرات کو جو اپنے بچوں کو مسلم ہائی سکول میں محض مصارف کے لحاظ سے بھیجنے سے ہچکچاتے ہیں۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے آنریری جنرل سکریٹری حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب یا سکول کے مینجر صاحب حضرت میرزا یعقوب بیگ صاحب کے نام مفصل درخواست بھیجد ینا ٭

سینئر لوکل کیمبرج کالج

سکول کے ساتھ ہی سینئر لوکل کیمبرج کالج کی جماعتیں بھی کھلی ہوئی ہیں۔ جو بچے ولائیت میں تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہوں۔ اُن کے لئے کیمبرج کالج کا امتحان یہاں پاس کر لینا بہت مفید ہوتا ہے۔ کہ کم مصارف سے تعلیم پاکر وہ ولائیت کی یونیورسٹیوں میں۔ انجینئری۔ ڈاکٹری اور قانونی تعلیم کیلئے داخل ہوسکتے ہیں ٭

مینجر صاحب سکول و کالج ہمیں اطلاع دیتے ہیں کہ امسال کیمبرج کالج کو امتحان کے تیار کرنے کے لئے انتظام کیا جائیگا ٭

ستیارتھ پرکاش ضبط کی جائے

اس عنوان سے معاصر وکیل لکھتا ہے:۔

یہ ماحصل ہے۔ اس مقالہ افتتاحیہ کا جو سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور نے اپنے ایک تازہ نمبر میں شائع کیا ہے۔ مضمون کے ابتدائی حصہ میں سوامی دیانند بانی آریہ سماج کے مختصر حالات لکھ کر انگریزی خوان اصحاب کو ستیارتھ پرکاش کے مطالعہ پر متوجہ کیا گیا ہے۔ آریہ سماج کے تعلیمی مشن اور پولٹیکل آراء پر بحث کی گئی ہے۔ نیوگ کی اصلیت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے "اولاد پیدا کرنے کا یہ طریقہ اس تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے گویا یہ کوئی مذہبی کتاب نہیں۔ بلکہ گھوڑدوں کی نسل کشی کا رسالہ ہے۔ سوامی جی کے پیروؤں میں نیوگ کی رسم کے مروج ہونے کی نسبت ہمیں شبہ ہے۔ اور شاید یہ ایسا معاملہ ہے۔ جس میں انسان اپنے مذہبی پیشوا کی تعلیم پر عمل پیرا نہیں ہوسکتا" ستیارتھ پرکاش کی پولٹیکل تعلیم کا خاص اصول یہ بتایا گیا ہے کہ بادشاہ اور اس کے تمام وزیر ہندو ہونے چاہئیں۔ ملکی انتظام محدود اقتدار پسند جماعت کے ہاتھ میں ہو سکتا ہے جو پرکاش کے مطابق بنی نوع انسان کے دو طبقے ہیں شریف اور دسیو یعنی وحشی لوگ۔ اس کے بعد سول نے کتاب مذکور کے بعض سیاسی اصول پیش کرکے لکھا ہے کہ "ایسے خیالات رکھتے ہوئے بھی یہ کہنا کہ یہ سوسائیٹی پولٹیکل نہیں امر واقع کا صریح انکار ہے" اخیر میں اُن نکتہ چینیوں کا ذکر کیا ہے جو دیگر مذاہب پر کی گئی ہیں۔ اور یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ "ساری کتاب حیرت خیز ہے۔ اور اس کا چھپا ہوا ہونا اور بھی زیادہ تعجب کا باعث سمجھا جاسکتا ہے ...... ایک ایسی مذہبی جماعت کے مستقبل کے متعلق جس کے ممبروں کو ابتدا ہی میں ستیارتھ پرکاش کی تعلیم دی جاتی ہو ہمارا دل تشویش سے خالی نہیں ہوسکتا"!

سول ملٹری گزٹ کے اس مضمون کے خلاف آریہ سماج لاہور کی مجلس انتظامی نے زیر صدارت لالہ ہنسراج زبردست صدائے احتجاج بلند کی ہے۔ سول کی تحریر کو حکام میں غلط فہمی پھیلانے اور مختلف مذاہب ہند کے مابین منافرت پیدا کرنے والی بتایا ہے۔ اور گورنمنٹ سے استدعا کی ہے۔ کہ وہ اس قسم کی تحریروں کے انسداد کے لئے قانونی چارہ جوئی کرے ٭

ستیارتھ پرکاش کی نسبت دیگر مذاہب کے پیروؤں کو ہمیشہ شکایت رہی ہے۔ اور اس لحاظ سے سول کی تحریر کو دیگر اقوام آریہ سماج لاہور کے نکتہ نگاہ سے نہیں دیکھ سکتیں۔ تاہم یہ موقع اس قسم کی تحریروں کی اشاعت کے لئے موزوں نہیں ہے۔ اور پبلک یہ دیکھنے کی خواہشمند ہے کہ گورنمنٹ بتقاضائے انصاف اس موقع پر آریہ سماج کا ساتھ

دیتی ہے۔ پاسول اینڈ ملٹری گزٹ کا ۔

شراب کی ممانعت

سب سے پہلے امریکہ نے اس اسلامی اصول کے سامنے سر تسلیم خم کیا تھا جس کو آج سے تیرہ سو سال پہلے عرب کے ایک اُمّی صلے اللہ علیہ وسلم نے دُنیا میں نہ صرف پیش کیا بلکہ اپنے ملک کو اس چیز سے پاک و صاف بھی کردیا جسے اُم الخبائث کہتے ہیں۔

اب اخبارات سے معلوم ہوا ہے کہ جرمنی نے بھی امریکہ کی تقلید کی ہے۔ چنانچہ "پرکاش لاہور" رقمطراز ہے کہ "جرمنی اپنے ملک میں شراب اور تمباکو کی قطعی بندش کرنے لگا ہے اور سوائے ادویات کے کہیں اس کا استعمال نہ ہوگا"۔

ہم اس سے پہلے بھی پیغام کی متعدد اشاعتوں میں اس ضروری سوشیل اصلاح کی طرف گورنمنٹ کی توجہ مبذول کر چکے ہیں اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی زیر نگرانی ایک عام جلسہ بھی اس کے متعلق ہوا تھا۔ جس میں اس کے متعلق ریزولیوشن پاس کئے گئے تھے کہ ہندوستان میں بھی شراب کی ممانعت ہونی چاہئے۔ ان ریزولیوشنوں کی نقول پنجاب گورنمنٹ اور امپیریل کونسل کی خدمت میں بھی بھجوائی گئی تھیں۔

ہم امید کرتے ہیں۔ کہ جہاں گورنمنٹ نے ملک کے دوسرے شعبوں میں اصلاحیں کرنے کا تہیہ کیا ہے۔ جیل کے انتظام میں اصلاح کے لئے ایک کمیشن ولایت گئی ہوئی ہے۔ فوج کے انتظام کے لئے بھی اب ایک جدید کمیشن مرتب ہوئی ہے جس کے ایک ممبر سرکار مائیکل اوڈوائر سابق لفٹنٹ گورنر ہیں۔ اس طرح گورنمنٹ شراب کے مضرات کے متعلق ایک کمیشن مقرر کر کے اسکی ممانعت کے لئے ضروری کارروائی عمل میں لائے۔ اگرچہ شراب کے مضرات الم نشرح ہیں۔ اور اس کے لئے کسی کمیشن کی ضرورت نہیں۔ لیکن یہ تجویز صرف اس لئے کی گئی ہے کہ ہماری گورنمنٹ جو [illegible] اس لئے اس کی ہر ایک کارروائی [illegible] ڈھیلی ہوتی ہے۔ کمیشن کا سب سے بڑا کام یہ ہوگا۔ کہ وہ تحقیقات کرے باوجود محصول بڑھائے جانے کے کس قدر ترقی شراب خوری کی ہو رہی ہے اور اگر اس کی ممانعت کی جائے۔ تو محاصل سلطنت میں جو کمی آ سکتی ہے اس طرح پورا کیا جائے گا۔

ہندوستان میں کاغذ کی تجارت کا مستقبل

گذشتہ اشاعت میں ہم نے کاغذ کی تجارت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا تھا۔ کہ اگر ہندوستان میں چند کارخانے کاغذ سازی کے کھل جائیں تو کاغذ کا مسئلہ ایک حد تک نہایت خوش اسلوبی سے طے ہو سکتا ہے۔ ہمیں علیگڈھ انسٹیٹیوٹ کا مشکور ہونا چاہئے کہ اس نے ۱۲ اگست کی اشاعت میں کاغذ کی تجارت پر ایک مبسوط مضمون لکھ کر بتایا ہے کہ:-

"جس قدر کاغذ ملک میں تیار ہوتا ہے اس سے دگنا غیر ممالک سے آتا ہے۔ اس کے علاوہ دیسی کارخانوں میں بھی جو کاغذ تیار ہوتا ہے اس کا بھی ایک بڑا حصہ ولایتی سامان کی مدد سے بنتا ہے ۱۷-۱۹۱۶ء میں بھی اگرچہ جنگ جاری تھی۔ مگر ہندوستان نے ساڑھے اٹھارہ ہزار ٹن سامان منگایا جس سے ملکی کاغذ کے کارخانوں نے مال تیار کیا۔ اس سامان کا سب سے بڑا حصہ ۹۴۳۰ ٹن لکڑی یا گھاس کی ملائم لکڑی کا تھا۔ جو ناروے سویڈن اور جاپان سے آئی تھی۔ ۱۹۱۴-۱۵ء میں اس سے ڈیوڑھا مال یعنی ۱۳۲۵۰ ٹن لکڑی غیر ممالک سے منگائی گئی۔ اس لکڑی کے علاوہ کاغذ تیار کرنے اور صاف کرنے کے اور مسالے بھی غیر ممالک سے منگوانے پڑتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اگرچہ لڑائی سے پہلے دیسی کارخانے ظاہرا چھبیس ہزار ٹن مال تیار کرتے تھے۔ لیکن اس میں سے دیسی درحقیقت نصف ہی ہوتا تھا۔ خوشی کی بات ہے کہ لڑائی کے زمانے میں ان کارخانوں میں کاغذ بھی زیادہ بننے لگا۔ اور لکڑی بھی باہر سے کم آنے لگی ہے جوں جوں لکڑی بنانے کا انتظام یہاں زیادہ ہوتا جائیگا۔ دیسی کاروبار کو ترقی ہوتی جائیگی"۔

ہندوستان میں توسیع تعلیم سے کاغذ کی مانگ بڑھ رہی ہے۔ اور آئندہ بھی بڑھیگی۔ اس لئے اب وقت ہے۔ کہ ملک کے سرمایہ دار اس صنعت کی طرف توجہ کر کے خود بھی فائدہ اٹھائیں۔ اور ملک کو بھی فائدہ پہنچائیں۔

عید اضحی آرہی ہے

عید اضحے کی آمد آمد ہے۔ مگر عید کے تصور کے ساتھ ہر ایک مسلم و ہندو کے دل میں گذشتہ ہنگامہ کٹارپور کی تاریخی یاد بھی دلوں میں تازہ ہو جاتی ہے۔ ہرچند کہ یہ ہنگامہ اس قابل نہیں کہ بار بار اس کا تذکرہ کیا جائے مگر اس نقطہ نگاہ سے کہ آئندہ ایسے ناخوشگوار حادثات و واقعات کے انسداد کے لئے حکام کو حفظ ماتقدم کے لئے آمادہ کیا جائے۔ گذشتہ ہنگامہ کی یاد بھی عین مصلحت ہے۔

ہمیں امید ہے کہ حکام گذشتہ واقعات کی روشنی میں اس مسئلہ پر غور فرمائیں گے۔ اور ایسی ضروری تدابیر عمل میں لائیں گے کہ اس موقع پر کوئی فتنہ و فساد نہ ہو۔ مگر حکومت کے ناخن تدبیر کے علاوہ خود بین الاقوامی رواداری اور قوانین تمدن ایسے مواقع پر بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ چنانچہ اس مسئلہ پر مختلف اخبارات مختلف آرا کا اظہار کر رہے ہیں۔ اور فکر ہر کس بقدر ہمت اوست کا نظارہ نظر آرہا ہے۔ ایک ہندو اخبار نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ "جن مسلمانوں کے ہاں ہمیشہ سے قربانی ہوتی آئی ہے اُن کے نام رجسٹر کر لئے جائیں۔ اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کو جدید قربانیوں کے لئے اجازت دینے کی حکام کو ممانعت کر دی جائے"۔

یہ تجویز اگرچہ بظاہر نیک نیتی پر مبنی ہے مگر بالکل ناممکن العمل ہے۔ قربانی کوئی رسم نہیں بلکہ ایک فریضہ مذہبی ہے۔ ممکن ہے کہ جو شخص پہلے قربانی نہیں کر پاتا وہ اب کرنے کے لئے آمادہ ہو۔ یا اس کو وسعت حاصل ہو جائے۔ اس لئے اس تجویز پر عمل پیرا ہونا حقیقت میں ایک فریضہ مذہبی میں روڑا اٹکانا ہے۔

اس کے علاوہ ہمارے ہندو بھائی محض قربانی کے مخالف نہیں۔ بلکہ ان کے مذہبی جذبات کو گائے کی قربانی سے صدمہ پہنچتا ہے۔ اور اس کے لئے غایت الامر یہ ہو سکتا ہے۔ کہ جہاں فساد کا اندیشہ ہو وہاں گائے کی قربانی حکماً بند کی جا سکے۔ اس سے فریضہ مذہبی میں کوئی مداخلت متصور نہیں۔ کیونکہ مسلمان قربانی کے لئے مامور ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ گائے کی قربانی کریں۔ ہمارے نزدیک یہ تجویز نہایت مفید اور قابل عمل ہے۔ اور اس سے نہ مسلمانوں کو وجہ شکایت ہو سکتی ہے۔ نہ ہندوؤں کو۔ گو مسلمان یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں ایک جائز چیز سے کیوں روکا جاتا ہے۔ مگر تاہم ہمسایہ قوم کے لئے اس قدر رواداری سے کام لینا بھی ضروری ہے۔

یادش بخیر

اب پھر جامع اسلامیہ "یا مسلم یونیورسٹی" کی تحریک نئے پیرائے میں جلوہ گر ہوئی ہے۔ اور خواجہ گل محمد صاحب وکیل فیروزپور نے "وکیل" کے کالموں میں ایک طول طویل مراسلت درج کرا کر ایک جدید زندگی کی طرح ڈالی ہے۔ مسلمان ہمیشہ سے ہی قومی کاموں کے لئے خیر مقدم کہنے کے عادی ہیں اور ہم امید کرتے ہیں کہ اس جدید تجویز کا مقدم بھی نہایت شاندار ہوگا۔ چنانچہ اس کی بسم اللہ ہمارے معزز معاصر نے اس اشاعت کے مقالہ افتتاحیہ میں کر دی ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ یہ مسلم یونیورسٹی محض تجاویز کے میدان قرطاسی سے نکل کر حیطہ عمل میں کبھی آئیگی یا نہیں۔ اور اگر آئیگی تو اس کی صورت کیا ہوگی؟ گذشتہ کارروائی کا لب لباب تو یہی ہے اور پتہ لگتا ہے۔ کہ ہندو یونیورسٹی کے آئینہ پر مسلم یونیورسٹی گئے لی جائے جس کے صاف معنے یہ ہیں۔ کہ ایک نام نہاد یونیورسٹی مسلمانوں کے روپے سے بنا کر گورنمنٹ کے سپرد کر دی جائے۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے۔ اس قسم کی یونیورسٹی کا مطالبہ نہ کبھی قوم نے کیا نہ تحریک کرنے والوں کو آغاز میں اس کا کبھی وہم ہوا۔ اب قابل غور سوال یہ ہے۔ کہ کیا اس قسم کی یونیورسٹی کے لئے قوم تیار ہے اور کیا یہ اس کے لئے مفید ہو سکتی ہے اور اگر مفید نہیں ہو سکتی تو جمع شدہ سرمایہ کا بہترین مصرف کیا ہے۔ یہ سوال اصولی ہیں جن کے لئے قوم سے کبھی مشورہ نہیں ہوا۔

رنگون میں سخت زلزلہ

حال ہی میں رنگون میں جو زلزلہ آیا تھا۔ وہ بہت سخت تھا۔ رنگون گزٹ نے سرکاری لوگوں اور سوداگروں کے ان بڑے بڑے کارخانوں۔ کالج۔ مدارس و دیگر عمارات کی فہرست شائع کی ہے۔ جن میں زلزلہ سے کم و بیش چھوٹی بڑی دراڑیں نمودار ہو گئیں۔ برقی ٹریمو کمپنی رنگون کی پختہ چار دیواری کو صدمہ پہنچا۔ جاڈسن کالج لائبریری کی دیواروں میں کئی جگہ شگاف آئے اور چونہ کا پلستر گر پڑا۔ زلزلہ کے وقت پروفیسر اور طلبا لیبوریٹری میں موجود تھے۔ طلبا بھاگ گئے۔ گو بجلی گرج کے ساتھ پلستر اور بوتلوں کے گرنے کی آواز بھی شامل تھی۔ بیس سیکنڈ یا زیادہ وقت تک جھٹکے محسوس ہوتے رہے۔ چھاؤنی میں ظروف اور بلور چینی کے برتن طاقچوں سے گر پڑے۔ بہت سی گھڑیاں الٹ گئیں۔ چھاؤنی کی بعض بیرونی چوکیوں کو بھی نقصان پہنچا۔ غرضکہ رنگون کے ہر حصہ میں جھٹکے محسوس ہوئے۔

شاہ ایران یورپ میں

شاہان ایران کی روایات میں سفر یورپ بھی داخل ہے۔ اور مقام مسرت ہے کہ ایران کے موجودہ شاہ بھی سفر یورپ کے عزم سے باہر نکلے ہیں۔ یہ اپنی ضرب المثل اگر یقین کیا جائے۔ تو سفر وسیلہ ظفر ثابت ہونا چاہئے مگر گذشتہ تجارب اس کے مصدق نہیں۔ بہرحال اب انگلستان کے ساتھ جو جدید معاہدہ قلمرو ایران کا ہوا ہے اس سے امید بندھتی ہے کہ غالباً ایران اس ۔ ۔ ۔ ۔ آزادی کے حاصل کرنے میں کامیاب ہوگا جیسے لئے وہ مدت سے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔

برطانوی بحری اور بری حکام شاہ ایران کے لئے انکے بحیرہ خضر اور قفقاز کے سفر میں ہر طرح سے آسانی مہیا کر رہی ہیں باطوم سے قسطنطنیہ جانے کے لئے شاہ کے حوالے ایک جنگی جہاز کیا گیا اور مزید سفر کیلئے اگر اس بات کی خواہش کریگی تو ایک اور جنگی جہاز دیا جائیگا۔ موجودہ پروگرام میں ستمبر اور اکتوبر کے مہینے یورپ میں گذارنا شامل ہے۔ انگلستان میں شاہ ایران اکتوبر کے اخیر میں پہنچ جائینگے ان کے ہمراہ اہلکاروں کی محدود جماعت ہوگی اور بیگمات میں سے کوئی بھی ساتھ نہ جائیگی۔ قسطنطنیہ کی آمد خبروں سے پیرس میں معلوم ہوا ہے کہ شاہ ایران ایک برٹش کروزر کے ذریعہ قسطنطنیہ پہنچ چکے ہیں اور عنقریب سلطان المعظم سے ملاقات کریں گے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

ہمارے ایک نامہ نگار لکھتے ہیں:-

"مورخہ ۱۸ اگست ۱۹۱۹ء کو خان سمیع اللہ خان صاحب سابق ایکسٹرا ایکسائز ایکسائز کا چھوٹا صاحبزادہ سمیع اللہ خان بعمر دس سال ایک مرض [illegible] میں روز مبتلا رہ کر بوقت شام راہی ملک بقا ہوا۔ احباب جنازہ غائب پڑھیں اور پسماندگان کے لئے استقلال و صبر کی دعا فرماویں نیز یہ دعا فرماویں کہ اللہ کریم آئندہ ابتلاؤں سے محفوظ و مامون فرماوے۔ والسلام"

ہمیں جناب سمیع اللہ خان صاحب کے ساتھ اس حادثہ میں دلی ہمدردی ہے۔ اور دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ احباب کو چاہئے کہ جنازہ غائب پڑھیں۔

جلد ۷ | مدینۃ المسیح لاہور۔ مورخہ ۸ ذوالحجہ ۱۳۳۷ ہجری مطابق ۳ ستمبر ۱۹۱۹ء | نمبر ۱۵

کلام الامام امام الکلام

در تعریف قرآن

چشمیکہ ندید آں صحف پاک چہ دید

از وحیِ خدا صبحِ صداقت بدمیدہ
چشمیکہ ندید آں صحفِ پاک چہ دیدہ

کاخ دلِ ما شد زہماں نافہ معطر
واں یار بیامد کہ ز ما بو دِ رمیدہ

آں دیدہ کہ نورے نگرفت است ز فرقاں
حقا کہ ہمہ عمر ز کوری نہ رہیدہ

آں دل کہ جز از وے گلِ گلزار خدا جست
سوگند تواں خورد کہ بوئش نہ شمیدہ

باخور نہ دہیم نسبتِ آں نور کہ بینیم
صد خور کہ بہ پیراہنِ او حلقہ کشیدہ

بے دولت و بدبخت کسانیکہ ازاں نور
سر تافتہ از نخوت و پیوند بُریدہ

جواہر ریزے

ایمان

کی معرفت یہی ہے کہ خدا کی نصرتوں کو انسان اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔ جب وہ خدا کی نصرتوں کو دیکھتا ہے تب اس کا ایمان بڑھتا ہے۔ اور معرفت اور بصیرت کی آنکھ کھلنے لگتی ہے۔ جب تک خدا تعالیٰ کی نصرتوں کی چمک نظر نہیں

آتی اس وقت یہ حالت تذبذب میں رہتا ہے۔ لیکن جب اُن کی چمکار نظر آجاتی ہے اُس وقت سینہ کی غلاظتیں دُور ہو جاتی ہیں اور اندر ایک صفائی اور نور نظر آتا ہے۔ وہ حالت ہوتی ہے جب اس کے لئے کہا جاتا ہے۔ اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ ؕ

اہل اللہ کہتے ہیں۔ کہ جب انسان عابد کامل ہو جاتا ہے اس وقت اس کی ساری عبادتیں ساقط ہو جاتی ہیں۔ پھر خود ہی اس جملہ کی شرح کرتے ہیں۔ کہ اس سے یہ مطلب نہیں ہے کہ نماز، روزہ معاف ہو جاتا ہے نہیں بلکہ اس سے یہ مطلب ہے کہ تکالیف ساقط ہو جاتی ہیں۔ یعنے وہ عبادات کو ایسے طور پر ادا کرتا ہے جیسے دونوں وقت روٹی کھاتا ہے وہ تکالیف مدرک الحلاوت اور محسوس اللذت ہو جاتی ہیں۔ پس ایسی حالت پیدا کرو کہ تمہاری تکالیف ساقط ہو جائیں۔ اور پھر خدا تعالےٰ کے اوامر کی تعمیل اور نہی سے بچنا فطرتی ہو جاوے جب انسان اس مقام پر پہنچتا ہے۔ تو گویا ملائکہ میں داخل ہو جاتا ہے۔ جو یفعلون ما یؤمرون کے مصداق ہیں ؕ

سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب آدمی عارف اور عابد ہو جاتا ہے۔ تو اُس عبادت کا ثواب ضائع ہو جاتا ہے پھر خود ہی اسکی تشریح کرتے ہیں۔ کہ اس کے یہ معنے ہیں کہ بہشتی کا اجر نقد پا لیتے ہیں۔ یعنی جب نفس امارہ بدل کر مطمئنہ ہو جاتا ہے۔ تو وہ تو جنت میں پہنچ گیا جو کچھ پانا تھا پا لیا۔ اس لحاظ سے ثواب نہیں رہتا۔ مگر بات اصل یہ ہے کہ ترقیات کا سلسلہ جاری رہتا ہے ؕ

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے سوا اگر ہم کسی اور راستہ پر چلتے تو ہماری کثرت الہام کسی دوسری زبان میں ہوتی۔ مگر جبکہ اسی خدا اسی کی کتاب اور اسی نبی کی اتباع پر ہم چلنا چاہتے ہیں تو پھر ہم کیوں عربی زبان میں مثل لانے کی تحدی نہ کریں ؕ

مجھے حیرت ہوتی ہے کہ جب میں کسی کتاب کا مضمون لکھنے بیٹھتا ہوں اور قلم اُٹھاتا ہوں۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا کوئی اندر سے بول رہا ہے۔ اور میں لکھتا جاتا ہوں۔ اصل یہ ہے کہ یہ ایک ایسا سلسلہ ہوتا ہے کہ ہم دوسروں کو سمجھا بھی نہیں سکتے۔ خدا تعالےٰ کا چہرہ نظر آجاتا ہے۔ اور میرا ایمان تو یہ ہے۔ کہ جنت ہونا میرے خدا تعالےٰ لئے پر پورا یقین ہونا ہی جنت ہے ؕ

عید مبارک

چونکہ پیغام صلح کا آئندہ پرچہ عید اضحیٰ کے بعد شائع ہوگا۔ اِس لئے اِس پرچہ کے ذریعہ سے ہم اپنے ناظرین کرام کی خدمت میں عید مبارک عرض کرتے ہیں ؕ

عید کے موقعہ پر دستور ہے کہ ہر ایک شخص اپنی حیثیت کے مطابق اپنے بال بچوں پر خرچ کرتا ہے۔ غربا اور مساکین کو دیتا ہے اِس لئے اس موقعہ پر ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارے احباب اشاعت اسلام کے فنڈ کو بھی یاد رکھینگے۔ مثل مشہور ہے۔ کہ قطرہ قطرہ بہم شود دریا۔ اِس تقریب پر اگر ہمارے دوست حسب معمول ایک ایک روپیہ عید فنڈ کا عنائت کریں تو ایک معقول رقم اشاعت اسلام کے لئے ہو سکتی ہے ؕ

قربانی کی کھالوں کی قیمت بھی یہاں ہی آنی چاہئے۔ کہ اسلام نے ہر ایک خیرات کو ایک نظام کے ماتحت مقرر کیا ہے۔ اور نظام قومی سے جو کام ہوتا ہے۔ وہی بابرکت اور مفید ہوتا ہے ؕ

تمام قسم کا روپیہ محاسب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے پتہ پر آنا چاہئے ؕ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے ماسٹر فقیر اللہ صاحب پبلشر نے گلزار محمدی سٹیم پریس لاہور میں باہتمام شیخ گلزار محمد صاحب پرنٹر چھپوا کر دفتر پیغام صلح سے شائع کیا ؕ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیغامِ صلح

جلد ۷ مورخہ ۳ ستمبر ۱۹۱۹ء نمبر ۱۵

مساجد اور غیر مسلم

(۱)

گذشتہ ایام شورش میں مسلمانان دہلی۔ کلکتہ ولاہور نے مسجدوں کی مجالس میں ہندوؤں کو بھی شریک کیا۔ اسپر بعض اخبارات نے چہ میگوئیاں شروع ہوئیں اور نتیجہ یہ ہوا ان میں سے بعض جرائد نے ہندوؤں کی مساجد میں داخل ہونے کو شرعاً ممنوع قرار دیا۔ بنابریں اس مسئلہ پر مولنا ابو الکلام نے ایک سلسلہ مضامین معارف میں شائع کرایا اور ان ہی مضامین کو اب ایک رسالہ کی شکل میں شیخ عمر بخش صاحب وکیل ہائی کورٹ پنجاب لاہور نے چھپوا کر ملک میں شائع کیا۔ اس رسالہ کا ایک نسخہ ہمارے پاس بھی بہ غرض تنقید وریویو بھیجا گیا ہے۔

مولنا ابو الکلام نے بظاہر اس مسئلہ کو خالصاً مذہبی نقطۂ نگاہ سے لکھا ہے اور اسی لئے نہایت جدوجہد۔ کاوش دماغی جستجو اور تحقیقات کے ساتھ تقریباً تمام مذہبی کتب کے حوالے فراہم کئے ہیں مولنا کی تلاش مضمون اور وسعت نظر کی ہر ایک شخص داد دے گا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جن حالات میں یہ مسئلہ رونما ہوا ان کو نظر انداز بھی نہیں کیا جا سکتا چنانچہ دونوں فریقوں کی تحریروں میں وہی سیاسی رنگ آمیزی کی جھلک نظر آرہی ہے اور اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ واقعہ کی نوعیت نے ہر ایک دماغ پر جو اثر ڈالا ہے اسکی شعاعیں سیاست کے شیشۂ رنگین سے چھن چھن کر نکلی ہیں۔

فی نفسہ یہ مسئلہ کوئی مشکل نہیں اور ہمارا حسن ظن ہمیں یہ یقین کرنے کے لئے مجبور کرتا ہے کہ وہ لوگ جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا کچھ بھی پتہ ہے خوب جانتے ہیں کہ غیر مسلم کا مسجد میں داخل ہونا ناجائز نہیں۔ دور کیوں جائیں گذشتہ سے پیوستہ سال ہمیں دہلی جانے کا اتفاق ہوا۔ جب ہم شاہی مسجد میں گئے تو کئی ہندو زائرین بھی داخل مسجد ہوئے کسی نے نہ اعتراض کیا نہ روکا اور قیاس بھی یہی کہتا ہے کہ یہ سلسلہ ہمیشہ سے جاری ہوگا۔ لیکن آج مولنا ابو الکلام کو شکوہ ہے۔

دہلی کے مسلمان سب سے زیادہ نشانہ ملامت ہیں کہ انہوں نے
سوامی شردہانند سے جامع مسجد میں تقریریں کرائیں۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو مسلمان آج غیر مسلم کا مسجد میں جانا بر شرعاً ممنوع قرار دے رہے ہیں وہ حالات وواقعات کو معمولی نگاہ سے نہیں بلکہ کسی رنگ آمیز شیشہ کی عینک سے دیکھ رہے ہیں اور اسی لئے اسقدر اہمیت دے رہے ہیں اس اہمیت کا گلہ خود مولنا ابو الکلام نے بھی ان الفاظ میں کیا ہے۔

جن صاحبوں نے یہ خیالات ظاہر کئے ہیں انہوں نے اس مقصد کے لئے بڑی پر زور تمہید اٹھائی ہیں اور شاندار عنوانات اختیار کئے ہیں۔ مثلاً مسلمانوں کو ہر حال میں چاہیئے کہ احکام شرعیہ کو مقدم رکھیں اور جوش اتحاد میں ایسے بیخود نہ ہو جائیں کہ احکام شرعیہ سے بے پرواہ ہو جائیں۔ ان شاندار واعظانہ تمہیدوں کو دیکھکر خیال ہوتا ہے کہ شاید مسلمانان دہلی وکلکتہ نے کوئی بڑی ہی خلاف ورزی احکام شرعیہ کی کی ہے اور اسپر ماتم کیا جارہا ہے حالانکہ حقیقت اسکے برعکس ہے۔

لیکن ہمیں افسوس ہے کہ جس امر کا شکوہ مولنا کو دوسروں سے ہے اسی قسم کی حرکت ان کے قلم سے بھی سرزد ہوئی ہے۔ دوسرے اگر اس جرم کے مجرم ہیں کہ انہوں نے ایک جائز امر کو شرعاً ممنوع قرار دیا اور اس لئے ممنوع قرار دیا کہ اس سے ان کے مخالف سیاسی فریق کو جو ہندوؤں سے اتحاد پیدا کرنا چاہتا ہے تقویت نہ پہنچے تو خود مولنا بھی اس جنبہ داری کے احساسات سے متاثر ہو کر دوسرا طریق اختیار کیا کہ اس فعل کو اس زمانہ میں چوٹی کی نیکی قرار دیدیا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

اس دور فتن اور بدعات میں اگر مسلمانوں کی کسی جماعت نے کوئی بہتر کام کیا ہے تو وہ یہی ایک کام ہے کہ مقاصد صالحہ سے مسجدوں میں مجالس منعقد کیں اور اپنے غیر مذہب ہمسائیوں اور حلیفوں یعنی ہندوؤں کو بھی اسی مقصد سے ان میں شریک کیا۔ جس مقصد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیر مذہب کے صلح پسندوں اور دوستوں کو مسجد میں ٹھہراتے تھے۔

اتنی وسیع علم کی ... [illegible] ... ہو سکتی ہے۔

غرض ایک فریق کے نزدیک غیر مسلموں کا مساجد میں جانا ممنوع اور خلاف شریعت ہے۔ دوسرے کے نزدیک جس کے نمایندہ مولنا ابو الکلام ہیں یہ کام اس زمانہ پر فتن میں ایک بہترین کام ہے۔

ہمیں تو یقین نہیں آسکتا کہ باوجود اس قسم کی جنبہ داری کے خیالات کے کوئی فریق یہ دعوےٰ کر سکے کہ ہم یہ مسئلہ خالصاً مذہبی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔ ہم اپنے معاصرین کے متعلق یہ خیال کرتے ہوئے شرماتے ہیں کہ انہیں نجران کے عیسائیوں کا واقعہ یاد نہیں۔ جنہیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مسجد نبوی میں ٹھہرایا تھا اور نہ ہی ہم مولنا ابو الکلام کے علم وفضل کے متعلق یہ ظن کر سکتے ہیں کہ انہیں مساجد کی علت غائی کا علم نہیں جو قرآن مجید میں متعدد دفعہ بیان ہوئی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہر ایک فریق کا ایک خاص نقطۂ نگاہ ہے اسی نقطۂ نگاہ سے شریعت کو حل کیا جارہا ہے۔ یا زیادہ صاف لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ شریعت کو آڑ بنا کر اپنے خیالات کی پیروی کی جارہی ہے۔

جنگ ہفتاد ودو ملت ہمہ را عذر بنہ
چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

حل مسائل شرعی کا زرین مسلک

معضلات شریعت غرا کے حل کا ایک طریق ہمیں اس زمانہ کے مجدد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سکھایا ہے اور یہ وہ مسلک ہے کہ تمام دنیا کے مسلمانوں کو اسکے سامنے سر تسلیم خم کرنا چاہیئے۔ کیونکہ معقول طور پر بھی اس مسلک کی صداقت اظہر من الشمس ہے۔ یہ مسلک مختصر طور پر یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔

چونکہ قرآن مجید خدائے حکیم کا کلام ہے اور اسمیں انسانی دست برد یا تحریف لفظی نہیں ہو سکتی اور نہ آجتک ہوئی ہے اسلئے سب سے اول ہمیں قرآن کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ اسکے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت صحیحہ اور احادیث جو قرآن شریف کی نص صریح کے خلاف نہ ہوں قابل قبول ہیں اور اسکے بعد فقہ حنفی۔

اب لازماً اس مسئلہ کے لئے بھی ہمیں قرآن مجید کی طرف سب سے پہلے رجوع کرنا چاہیئے اور دیکھنا چاہیئے کہ مساجد کی غرض قرآن شریف نے کیا بیان فرمائی ہے۔ ہمیں اس وقت صرف دو آیات یاد ہیں جنمیں مساجد کا ذکر ہے۔ ایک آیت میں ارشاد ہے۔

من اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعی فی خرابھا۔	اس شخص سے کون زیادہ ظالم ہوگا جو مساجد میں ذکر الہی سے روکے اور انکی بربادی میں کوشش کرے

اس آیت شریفہ میں نہایت لطیف وبلیغ پیرایہ میں مساجد کی غرض کی طرف اشارہ کیا ہے اور بتایا ہے مساجد کی علت غائی خدا تعالےٰ کی یاد ہے اور جو شخص مسجد میں ذکر الہی سے روکے وہ حقیقت میں مسجد کی بربادی کیلئے کوشش کرتا ہے۔ کیونکہ جس غرض کے لئے مسجد بنائی گئی ہے جب وہ غرض ہی پوری نہیں ہونے دیتا تو مسجدوں کا ویران ہونا اسکا لازمی نتیجہ ہے غرض آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مساجد ذکر الہی سے بنائی جاتی ہیں اور ان کی علت اولیٰ خدا کی عبادت ہے۔

دوسری آیت میں نہایت صفائی سے اسی مطلب کو ادا کیا ہے

لولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوٰت ومساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا ۰	اگر خدا تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض لوگوں کے ذریعہ روک دیتا تو دیرے اور عبادت گاہیں اور راہبوں کی کوٹھڑیاں اور مساجد جنمیں کثرت سے خدا کا ذکر کیا جاتا ہے گرا دی جاتیں

اس آیت شریفہ میں بھی مساجد کی خصوصیت یہی بیان فرمائی ہے کہ ان میں خدا کا ذکر کثرت سے ہوتا ہے۔

ان آیات سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مساجد کی سب سے پہلی غرض۔ سب سے اول موضوع۔ سب سے مقدم مقصد لوگوں کیلئے عبادت گاہ مہیا کرنا ہے۔ جہاں وہ اپنے مولا کو یاد کیا کریں۔

ہاں! اسمیں شک نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں چونکہ مکانات کثرت سے نہ تھے اسلئے حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام لوگوں کو مسجد میں عموماً ہی ملتے تھے۔ غیر اقوام کے وفد مسجد میں ہی ٹھہر جاتے تھے چنانچہ نجران کے عیسائیوں کا وفد مسجد نبوی میں اقامت پذیر رہا۔ لیکن اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا کہ مسجد کی غرض اولی مہمان خانہ کی ضرورت کو پورا کرنا ہے بلکہ یہ ایک ضمنی ضرورت تھی جو تقاضائے وقت کے لحاظ سے اسی طرح پوری کرلیگئی اور اس سے اصلی مقصد بھی فوت نہ ہوا۔

ہر ایک چیز کا کچھ نہ کچھ موضوع ہوتا ہے جو اسکی علت غائی ہوتی ہے مگر باوجود اس موضوع کے وہ چیز بعض اور باتوں میں بھی کام دیتی ہے اور جب تک اصلی مقصد فوت نہ ہو اس سے دوسرے کام لینا بھی جائز ہے مثلاً ہماری لباس کی سب سے پہلی غرض پوشش بدن یا گرمی وسردی سے حفاظت ہے مگر ساتھ ہی اسلئے ہم لباس سے زینت کا کام بھی لے لیتے ہیں اس لئے اگر لباس جو دونوں کام دے سکے یعنی باعث زینت بھی ہو اور حفاظت جسم بھی کرے تو وہ بہترین لباس ہے لیکن اگر کوئی ایسا لباس بنایا جائے جس سے زینت تو خوب ہو مگر حفاظت جسم جو اصلی غرض لباس کی ہے پوری نہ ہو تو کوئی عقلمند اس لباس کو پسند نہیں کرے گا۔

اسی طرح مساجد کی اصل غرض تو ذکر الہی ہے جس پر آیات قرآنی شاہد عادل ہیں۔ ہاں اگر ضرورت کے لحاظ سے کوئی اور کام بھی مساجد سے لیا جائے جس سے اصل مقصد فوت نہ ہو تو ہرج نہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہدی (سنت) سے جو کچھ ثابت ہے اسکا مطلب صرف یہ ہے کہ اسلام میں چھوت چھات نہیں جس طرح ہندوؤں یا دوسرے مذاہب میں ہے کہ قدم رکھنے سے زمین ناپاک ہوگئی اسلئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے اس اعتراض پر کہ

انزلتھم فی المسجد وھم مشرکون ۰	آپ ان کو مسجد میں ٹھہراتے ہیں حالانکہ وہ مشرک ہیں۔

فرمایا۔

ان الارض لا تنجس	زمین ناپاک نہیں ہوتی

اب اس سے یہ استدلال کرنا کہ مسجد میں لوگوں کو اتارنا یا غیر اقوام کے لوگوں کی پبلک تقریریں کرانا بہترین کام ہے۔ محض قلت تدبر کا نتیجہ ہے۔ ہاں جو حضرات اس لحاظ سے ہندوؤں یا دوسرے لوگوں کا مسجد میں ممنوع قرار دیتے ہیں کہ وہ ہمیں معاذ اللہ مسجد کی زمین ناپاک ہو جائیگی وہ بھی غلطی کرتے ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف فرمایا۔

جعلت لی الارض مسجدا	میرے لئے تمام زمین ہی مسجد بنائی گئی ہے

مگر اس مضمون کا ایک اور اہم پہلو ہے جسے ہم دوسری فرصت کے لئے اٹھا رکھتے ہیں کیونکہ اب قلت گنجائش مانع ہے۔

"تشمیۃ الاخلاص"

پچھلے دنوں ملا طاہر سیف الدین صاحب پیشوائے فرقہ داؤدیہ کی کتاب "ظہور نور الحق المبین" کے متعلق ایک صاحب نے جن کا نام "مرزا نا صاحب" ظاہر کیا گیا تھا بڑی طرح نہر اگلا تھا۔ ممدوح نے کچھ مضمون ہمارے پاس بھی بھیجے تھے مگر ہم نے انہیں درج کرنے سے احتراز کیا۔

اب ایک دوسرے صاحب نے جن کا نام نامی سید عبد العزیز احمد ترمذی ہے، اور جو اپنے آپکو "سنی المذہب" بتاتے ہیں۔ ایک چھوٹا سا رسالہ "تشمیۃ الاخلاص" کے نام سے شائع کیا ہے۔ جس میں ان الزامات کی تردید کی گئی ہے کتاب کا انداز بیان منصفانہ معلوم ہوتا ہے اور مصنف صاحب نے دیباچہ میں یہ ظاہر کرکے کہ انہیں ملا سیف الدین صاحب سے کوئی خاص عقیدت نہیں۔ بلکہ وہ باوجود "سنی المذہب" ہونے کے محض احقاق حق کی غرض سے ان الزامات کی تردید پر آمادہ ہوئے ہیں۔ ہمیں یہ یقین کرنے کی جرأت دلائی ہے کہ انہوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ جنبہ داری کے خیالات سے نہیں لکھا۔ ہم اس بات کو دل سے پسند کرتے ہیں کہ مسلمان احقاق حق کے لئے بغیر کسی طرفداری کے، اپنے خیالات کا اظہار کریں کہ قرون اولےٰ کے مسلمانوں کی سیرت کا یہ جوہر خاص طور پر قابل قدر تھا۔

کتاب میں ضمناً حضرت مسیح موعود کی دعاوی کا ذکر بھی اس سلسلہ میں آگیا ہے۔ کہ امت مسلمہ میں مجددیت کا دعوے کرنے والے اور بھی ہوئے ہیں۔ اس لئے اگر بفرض محال ملا سیف الدین صاحب نے ایسے الفاظ لکھدیے ہیں تو کیا کفر لازم آگیا۔ اسی ذیل میں حضرت مجدد صاحب الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ کہ انہوں نے بھی مجددیت کا دعوےٰ کیا تھا۔ مگر ساتھ ہی مصنف صاحب نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ سیف الدین صاحب کی تصنیف محض ان کے اپنے پیروؤں کے لئے مخصوص تھی اور اس لئے وہ خاص مطبع میں چھپوائی گئی۔ اور اس لئے بسم اللہ کی جگہ خالی رکھی گئی کہ جب کوئی کتاب ... تو ملا صاحب خود اپنے ہاتھ سے بسم اللہ لکھدیں۔ جس سے یہ ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ کتاب کی اشاعت ایک محدود حلقہ میں ہی مقصود تھی۔

یہ دونوں باتیں آپس میں متضاد ہیں۔ مجدد کا فرض یہ ہوتا ہے کہ وہ علی الاعلان اپنی شخصیت کو دُنیا میں پیش کرے۔ جیسا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب۔ حضرت مجدد صاحب [illegible] مرزا صاحب کی تحریروں کے نمونے [illegible] کتاب مذا میں [illegible] آ گیا۔ مگر سیف الدین صاحب کی کتاب مصنف "ضمیمۃ الاخلاص" کے نزدیک ایک خاص فرقہ کے لئے تھی۔ اس لئے اُن کا دعویٰ مجددیت (اگر ہو) تو باطل ہے۔ غالباً مصنف "ضمیمۃ الاخلاص" نے یہ جواب محض الزامی رنگ میں دیدیا ہے۔ مگر جب حقیقی جواب [illegible] جواب کی ضرورت نہیں ہوتی [illegible]

[illegible] غلط نتائج نکلنے کا احتمال ہو [illegible] ہم خصوصیت سے مصنف "ضمیمۃ الاخلاص" کی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں۔ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۵ پر لکھا ہے کہ "جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو نہ مانے کافر ہے" اور اس کے ثبوت میں تشحیذ الاذہان جلد ۲ صفحہ ۱۲۱ اور صفحہ ۱۲۸ کا حوالہ دیا ہے۔

اب ظاہر ہے کہ انہوں نے یہی سمجھا ہے اور یہی ناظرین کو بتانا ہے کہ حضرت مرزا صاحب اپنے نہ ماننے والوں کو کافر کہتے تھے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ جس رسالہ کا حوالہ مصنف صاحب نے دیا ہے۔ وہ حضرت مرزا صاحب کا رسالہ نہیں۔ بلکہ ایک ماہوار رسالہ ہے جو اب بھی قادیان سے نکلتا ہے۔ اور جو عبارت وہاں درج ہے وہ حضرت مرزا صاحب کے قلم سے نہیں نکلی۔ اب اس صورت میں جناب جیسے محقق انسان کے لئے جنہوں نے مُلّا سیف الدین صاحب کی کتاب پر اظہار رائے اسوقت تک کیا جب تک کہ اصل کتاب نہ دیکھ لی حیرت انگیز ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ مرزا صاحب کے متبعین میں سے ایک گروہ کا یہ خیال ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے نہ ماننے والے کافر یا خارج از اسلام ہیں! دوسرا گروہ اس کے مخالف ہے اور وہ حضرت مرزا صاحب کی تحریروں سے ثابت کرتا ہے۔ کہ آپ نے محض ان لوگوں کو حدیث نبوی کے ماتحت کافر کہا۔ جو خود پہلے آپ کی طرف سے بار بار [illegible] ہونے کے باوجود آپ کو مفتری یا کافر ٹھہرایا۔ اور یہ ایک مشہور مسئلہ ہے کہ جب دو مسلمانوں میں سے کوئی دوسرے کو کافر کہے تو وہ کفر خود اس پر الٹ جاتا ہے۔ اس کے علاوہ تمام روئے زمین کے مسلمانوں کو حضرت مرزا صاحب نے مسلمان ہی کہا ہے۔

شاید یہ سوال کیا جائے۔ کہ پھر وہ سرا گروہ کیوں حضرت مرزا صاحب کی طرف یہ عقیدہ منسوب کرتا ہے۔ تو اس کا پہلا جواب یہی ہے کہ جسطرح عیسائی حضرت مسیح کی طرف خدائی یا ابن اللہ ہونے کا دعوےٰ غلطی سے منسوب کرتے ہیں اسی طرح یہ گروہ حضرت مرزا صاحب کیطرف یہ غلط عقیدہ منسوب کرتا ہے۔ حالانکہ خود حضرت مرزا صاحب کو اس سے کچھ تعلق نہیں۔

ایک سوال

اخیر میں ہم ایک سوال کرنے سے رُک نہیں سکتے۔ مصنف "ضمیمۃ الاخلاص" نے حضرت مجدد صاحب الف ثانی اور شاہ ولی اللہ صاحب کی تحریروں کے اقتباس دے کر یہ ثابت کیا ہے۔ کہ ہر ایک صدی پر مجدد ہونا ضروری ہے اور اس کی پیروی بھی ضروری ہے۔ تو اب سوال یہ ہے کہ اس چودھویں صدی کا مجدد مصنف "ضمیمۃ الاخلاص" کے نزدیک کون ہے؟

مُلّا سیف الدین صاحب تو نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ انہوں نے دعوےٰ ہی نہیں کیا۔ ہاں اس صدی کے سر پر ایک شخص نے ہی مجددیت کا دعوےٰ کیا ہے جس کا نام نامی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہے۔ کیا آپ اس مجدد کی تصدیق کے لئے تیار ہیں؟

قومی لیڈر اور قومی سرمایہ

ہندوستان میں اگرچہ ہر ایک چیز کی گرانی ہے مگر لیڈروں کی ارزانی سے ملک مالا مال ہو رہا ہے۔ اور یہ دولت مسلمانوں کی قسمت میں غالباً حد سے زیادہ آئی ہے۔ مسلمانوں کے صوبے صوبے نہیں بلکہ شہر بہ شہر اور گھر گھر میں لیڈر ہیں۔ خیر یہاں تک پھر بھی خیر تھی۔ مگر ایک خرابی جو اس لیڈر گری سے پیدا ہوئی ہے۔ اس نے قومی سرمایہ پر بہت بُرا اثر ڈالا ہے۔ مسلمانوں کے بعض لیڈر جب کبھی قوم کے لئے دستِ سوال دراز کرتے ہیں۔ تو قوم اپنے پیٹ کے ٹکڑے کاٹ کر اُن کی جھولی بھر دیتی ہے۔ مگر پھر کچھ نہیں پوچھتی کہ اس قومی سرمایہ کا کیا حشر ہوا۔ یونیورسٹی فنڈ میں ایک معقول رقم جمع ہے۔ اور یونیورسٹی کی تحریک اگر مر نہیں چکی۔ تو خواب گراں میں ضرور ہے۔ لیکن باوجود اسکے قوم نے کبھی اس سرمایہ کے متعلق استفسار نہیں کیا۔ کہ اس کا صحیح مصرف کیا ہے۔ اس کا ماہوار سود کتنا ہوتا ہے اور کہاں صرف کیا جاتا ہے۔

اسی طرح کانپور فنڈ کا تقریباً اسی ہزار روپیہ غالباً ابھی تک جمع پڑا ہے۔ مگر کوئی نہیں پوچھتا کہ اب اس روپیہ کا کیا مصرف ہونا چاہئے۔ دوران جنگ میں بعض حضرات نے "مصلحتِ وقت" کے بہانہ سے اس فنڈ کا نام لینا مناسب نہ سمجھا۔ مگر "صداقت" اور "العصر" میں اس کے متعلق تحریک کی گئی تھی۔ لیکن قوم کے لیڈروں کے کان پر آجتک جُوں نہیں رینگی۔ حالانکہ جنگ یورپ بھی ختم ہو گئی۔ اس کے بعد ایک اور جنگ چھڑ کر بند ہو گئی۔ مگر کانپور فنڈ اب بھی "مصلحتِ وقت" کا رہین ہے اور غالباً اس کا فک الرہن اب قیامت کو ہی ہوگا۔

ان حالات میں ہمارے قومی لیڈروں کو یہ خیال کرنا چاہیئے کہ اب آئندہ وہ کس حوصلے پر قوم کے سامنے دستِ سوال پھیلا سکینگے۔ اور قومی کام جن کا انحصار عوام الناس کی امداد مالی پر ہوتا ہے کس حد تک کامیاب ہو سکینگے۔

"ستیارتھ پرکاش" اور "سول اینڈ ملٹری گزٹ"

ناظرین کرام کو معلوم ہے کہ سول اینڈ ملٹری گزٹ نے ان ایام میں ایک مقالہ افتتاحیہ لکھکر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ستیارتھ پرکاش کیا بلحاظ پولیٹکل معنا مین اور کیا بلحاظ سوشل قوانین جو کتاب مذکور میں درج ہوئے ہیں ضبطی کے قابل ہے۔

اس پر قدرتی طور پر آریہ سماج کو رنج ہوا ہے اور انہوں نے سول کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی ہے اور گورنمنٹ کو لکھا۔ کہ سول کے خلاف قانون تحفظ ہند یا دفعہ ۱۵۳ (الف) کے ماتحت مقدمہ چلایا جائے۔ "سول" نے اب اپنے مضمون زیر بحث پر اظہار تاسف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہمارا ارادہ نہ تو آریہ سماج کے خلاف جنگ شروع کرنے کا ہے۔ اور نہ ہم آریہ سماجوں کے مذہبی جذبات کو صدمہ پہنچانا چاہتے ہیں مگر آریہ صاحبان اس سے خوش نہیں ہوئے۔

آریہ سماج اور "سول" کا یہ جھگڑا مسلمانوں سے کچھ تعلق نہیں رکھتا۔ اور اس لحاظ سے ہمیں اس پر اظہار رائے زنی کرنے کا چنداں حق نہیں۔ مگر ایک بات کہنے سے ہم رُک نہیں سکتے۔ آریہ صاحبان گورنمنٹ کی خدمت میں جو کچھ اپیل کرنا چاہتے ہیں قانون کی حد کے اندر رہ کر ضرور کریں۔ لیکن زیادہ مناسب یہ ہے کہ جو الزام "سول" نے کتاب کے مضامین پر لگائے ہیں۔ اُن کی تردید بھی نہایت وضاحت کے ساتھ کی جائے۔ کیونکہ "سول" کی نیش زنی کا حقیقی جواب تو یہی ہوگا۔

محض گورنمنٹ کی انتظامی کارروائی سے وہ الزام جو کتاب پر لگائے گئے ہیں محو نہیں ہو سکتے۔ جبتک کہ ان کی کافی اور معقول تردید نہ کی جائے۔

اخبار نویسی کا امتحان

چند سال ہوئے ہندوستان میں بعض نچلے نہ بیٹھنے والے دماغوں نے یہ انوکھی تجویز اختراع کی تھی۔ کہ ایڈیٹروں کے لئے ایک امتحان مقرر کیا جائے۔ اور ہر ایک ایڈیٹر کے لئے اس امتحان کا پاس کر لینا ضروری ہو۔ اس تجویز پر خوب رد و قدح ہوئی۔ اور آخر ناکام رہی۔

مگر اب یہ تجویز جو ہندوستان کی سرزمین پر گرجی تھی۔ انگلستان کے ساحل پر جا کر برسی ہے۔ اور وہاں ایڈیٹروں کے لئے ایک امتحان مقرر بھی ہو گیا ہے۔

انگلستان میں اس وقت صحافت اپنے معراج پر پہنچ گئی ہے۔ اور معلوم نہیں ہوتا۔ کہ جب بغیر امتحان کے اس قدر ترقی اخبار نویسی میں ہو چکی ہے تو یہ جدید تجویز امتحان کس خاص غرض سے کی گئی ہے۔

اس کے علاوہ ایڈیٹر تو قدرت پیدا کرتی ہے۔ جس طرح شاعر شاعری کا امتحان پاس کر کے شاعر نہیں بن سکتا۔ بلکہ اپنی فطری مناسبت کے لحاظ سے کمال پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح ایک شخص جو صحافت سے مناسبت رکھتا ہے۔ خود بخود عمدہ ایڈیٹر ثابت ہوگا۔ چنانچہ انگلستان میں اب بھی نہایت قابل ایڈیٹر موجود ہیں۔ جو کسی امتحان کے مرہون منت نہیں۔

انگلستان کے گلشن تہذیب میں اگر آجکل اسی قسم کے بلبل و نہار ہیں تو ہمیں امید رکھنی چاہئے کہ عنقریب وہاں شاعری کا بھی کوئی سکول کھل جائیگا۔

اشاعت اسلام کا کام کرنیوالوں کی ضرورت

حال ہی میں ماہنامہ معارف میں ایک واقف کار نامہ نگار کے قلم سے ایک مضمون اس موضوع پر شائع ہوا ہے کہ اب وقت ہے کہ مسلمانوں کے درمیان خاص طور پر کام شروع کیا جائے۔ کیونکہ قطع نظر اور امور کے "یہ قوم خداوند کے کام انجیل کی بشارت کے لئے ایک اچھے ذریعہ اور مفید آلہ ثابت ہو گی۔"

اس سے پہلے ہم یہ خبر بھی اخباروں میں پڑھ چکے ہیں کہ امریکہ مشن تقریباً دو ہزار مشنری تیار کر رہا ہے جو صلح کے بعد مذہبی جنگ یعنی تثلیث کی تبلیغ کے لئے مسلمان ممالک میں نکل کھڑے ہوں۔ اب نور افشاں کے قابل نامہ نگار بھی اس امر پر زور دیتا ہے۔ اس صورت میں سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کو اشاعت اسلام اور حفاظت اسلام کے لئے کیا کرنا چاہیئے؟

اس وقت بہت سا اسلامی علاقہ برطانیہ عظمی کے زیر نگین آ گیا ہے۔ اور جہاں تک ہمیں معلوم ہوا ہے اس علاقہ کے مسلمانوں کی مذہبی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ اس حالت میں مسلمانوں کا فرض اولین ہے کہ وہ ایک طرف اشاعت اسلام کا فکر کریں۔ اور دوسری طرف عیسائی مشنریوں کے اثر سے بھولے بھالے مسلمانوں کو محفوظ کرنے کی تدابیر عمل میں لائیں۔ عراق عرب اور ایشیائے کوچک کے ملحقہ علاقہ جات میں مسلمانوں کو حقیقت اسلام سے آگاہ کرنے اور انہیں بھی مسلمان بنانے کی اشد ضرورت ہے۔ اس لئے ہم احمدی قوم کے نوجوانوں کو علی الخصوص اس موقعہ پر مخاطب کرتے ہیں کہ وہ اسلام کی حفاظت کی فکر کریں۔

ہندوستانی ریاستیں اور ممانعت شراب

مقام مسرت ہے کہ دیسی ریاستوں کے روشن خیال فرمانروا شراب کے مضرات سے واقف ہو کر اپنے علاقوں میں اس کو قانوناً ممنوع قرار دینے لگے ہیں۔ چنانچہ اخبارات سے معلوم ہوا ہے کہ ریاست بڑودہ نے اس کے متعلق قانون جاری کر دیا ہے۔ بھوپال میں بھی ہر ہائینس بیگم صاحبہ نے اپنی مسلمان رعایا کے لئے شراب کے خلاف قانون جاری کر دیا ہے۔ مہاراجہ صاحب بھاؤنگر نے بھی اپنے علاقہ میں شراب کی دکانیں کم کرنے کا حکم نافذ کیا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ملک کی دوسری دیسی ریاستیں بھی اس زریں اصول کی تقلید کرینگی۔

حیدر آباد دکن میں شراب کے علاوہ ایک اور قسم کی مستی شراب کی دکانیں عام طور پر بازاروں میں نظر آتی ہیں اس مشروب کو تاڑی کہتے ہیں اور عام لوگ اسے کثرت سے پیتے ہیں۔

ہمیں امید ہے۔ کہ حضور نظام دکن اپنی قلمرو میں اس قسم کی منشی اشیاء کو قانوناً ممنوع قرار دے کر ان اسلامی روایات کو زندہ کریں گے۔ جن کے احیاء پر انہیں سچا طور پر فخر ہو سکتا ہے۔

گورنمنٹ کے دفاتر اور اُن کا طریق کار

لیڈر راوی ہے کہ حکومت ہند عنقریب ایک ایسی مجلس کے انعقاد کا اعلان کرنے والی ہے۔ جو گورنمنٹ کے دفاتر سکریٹریٹ کے طریق کار کے معائنہ کر کے ایسی تجاویز سوچے جن سے دفاتر کا روزمرہ کا کام میں سادگی اور ترقی پیدا ہو جائے۔ اس میں شک نہیں اس قسم کی کارروائی کی اشد ضرورت ہے۔ کیونکہ موجودہ دفتری کاروبار اس قدر پیچیدہ ہو گئے ہیں کہ گورنمنٹ کے خزانہ پر بار گراں ہونے کے علاوہ کام میں [illegible]

موجودہ مشرقی کتب خانے

(از مولانا سید عبدالسلام صاحب ندوی)

علمی انجمنوں کے کتب خانے

مصر میں بہت سے کتب خانے علمی انجمنوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ جن میں اہم کتب خانے حسب ذیل ہیں:۔

کتب خانہ مجمع علمیہ مصریہ

اس کتب خانے میں ۲۳۰۰۰ کتابیں ہیں۔ جن میں زیادہ تر فرنچ، انگریزی اور اٹالین زبانوں میں ہیں، اور عربی زبان کی کتابیں کم ہیں۔ اکثر کتابیں تاریخ جغرافیہ ریاضیات، علم الآثار اور زراعت و صناعت کی ہیں۔

کتب خانہ جمعیۃ جغرافیہ خدیو

اس میں زیادہ تر فرنچ زبان میں جغرافیہ بالخصوص افریقہ کے جغرافیہ کی ۵۰۰۰ جلدیں ہیں۔ اس جمعیت جغرافیہ نے مشرق و مغرب میں جو جغرافیانہ تحقیقات کی ہے۔ اسکی مفصل رپورٹ بھی موجود ہے اور قابل قدر چیز خیال کی جاتی ہے۔

سرکاری دفاتر کے کتب خانے

مصر کا کوئی محکمہ کتب خانے خالی نہیں۔ لیکن اکثر کتابیں وہ ہیں جو سرکاری امور سے تعلق رکھتی ہیں۔ البتہ بعض کتب خانوں میں علوم و فنون کی کتابیں بھی ہیں۔

محکمہ نظارت نافعہ کا کتب خانہ

پبلک ورکس کے دفتر میں یہ کتب خانہ قائم ہے۔ اس میں انگریزی۔ فرنچ اور عربی زبان کی ۳۰۰۰ کتابیں ہیں جو زیادہ تر اس محکمہ کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ ۲۵۰ سرکاری رپورٹیں اور آثار عربیہ اور ہندیہ کی کتابیں ہیں۔ ۲۳۰ کتابیں جیالوجی، میکانک اور کائنات کے متعلق ہیں۔ ۱۵۰ آبپاشی پر ہیں۔ ۱۰۰ سفرنامے اور سرکاری مردم شماریاں ہیں اور بقیہ کتابیں فن تعمیر اور ہندسہ وغیرہ کی ہیں۔

محکمہ جنگ کا کتب خانہ

اس میں فرنچ، انگریزی، عربی، اٹالین اور جرمن زبان کی تقریباً ۵ ہزار کتابیں ہیں جو مصر، سوڈان اور اُن کے قرب و جوار کے ملکوں کی تاریخ، جغرافیہ اور اقتصاد سیاسی سے تعلق رکھتی ہیں۔

اسکندریہ کے کتب خانے

بطالسہ ہی کے زمانہ سے اسکندریہ خاص طور پر اپنے مشہور کتب خانے کی وجہ سے مشہور ہے لیکن یہ کتب خانہ بار بار کی آتش زدگی سے برباد ہوگیا۔ اور اب اس کا عین و اثر باقی نہیں۔ حکومت اسلامی نے بھی اپنے عہد عروج میں اسکی تلافی نہیں کی۔ کیونکہ خلفاء و سلاطین نے جو عظیم الشان کتب خانے قائم کئے۔ وہ قاہرہ میں کئے۔ جو اُن کا دارالسلطنت و مستقر حکومت تھا۔ جدید دور میں جو نئے پبلک کتب خانے قائم ہوئے وہ بھی حسب عادت قدیمہ قاہرہ میں ہوئے اور اسکندریہ ۱۸۹۲ء تک اس فخر سے محروم رہا۔

میونسپلٹی کا کتب خانہ

لیکن جولائی ۱۸۹۲ء میں ممبران میونسپلٹی نے ایک پبلک کتب خانہ قائم کیا۔ اور یورپین کتابوں کا مہتمم سوئٹزرلینڈ کے ایک شخص کو۔ اور عربی کتابوں کا مہتمم شیخ احمد ابو علی الازہری کو مقرر کیا۔ یہ کتب خانہ ابتداء میں اسکندریہ کے میوزیم کی عمارت میں تھا۔ پھر خود میونسپلٹی کی عمارت میں منتقل ہوگیا۔ اس وقت اس میں یورپین زبانوں کی صرف چند کتابیں تھیں۔ لیکن شیخ احمد نے عربی کتابوں کی تعداد میں اضافہ کرنا چاہا۔ میونسپلٹی کے چیئرمین یوسف شکور پاشا نے ان سے اتفاق کیا اور خود سلطنت سے اس کے متعلق سلسلہ جنبانی کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود سلطنت نے ۳۱۴ عربی کتابیں مطبع بولاق کی مطبوعہ کتب خانہ کو ہدیہ دیں۔ یہ پہلا دن تھا۔ کہ کتب خانہ میں عربی زبان کی شاخ قائم ہوئی۔ اس کے بعد یورپین اور عربی کتابوں کا اضافہ ہوتا رہا۔ اور ان کی تعداد ۱۹۱۳ء تک ۱۲۰۰۰ پہنچ گئی۔ جس میں ۷۷۵۲ کتابیں عربی کی اور ۴۳۴۰ کتابیں یورپین زبانوں کی ہیں۔ یہ کتب خانہ کتب خانہ خدیویہ کی طرح ہمیشہ پبلک کے لئے کھلا رہتا ہے۔ اور اس میں بہت سی نادر کتابوں کا ذخیرہ موجود ہے۔

ؔ اصل میں ان کتابوں کی فہرست بھی دی ہے اور دوسرے کتب خانوں کی نوادر کتب کا نام بھی لکھا ہے۔ لیکن ہم نے بخوف تطویل اُن کو چھوڑ دیا ہے۔

کتب خانہ علماء اسکندریہ

اس کتب خانہ کی بنیاد اس طرح قائم ہوئی کہ اعیان اسکندریہ میں حاج علی رشدی کے پاس بہت سی کتابیں تھیں جنکو انہوں نے فروخت کرنا چاہا۔ لیکن شیخ عبدالفتاح نے ان کو مشورہ دیا کہ وہ ان کو وقف کر کے سید ابی العباس مرسی کی یادگار میں ایک کتب خانہ قائم کر دیں۔ انہوں نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ اور شیخ الفتاح اور محمد آفندی توفیق نے بھی بہت سی کتابیں دیں۔ جن کو مسجد ابی العباس مرسی میں کتب خانہ کی شکل میں جمع کیا گیا۔ اس کے بعد جب علمائے اسکندریہ نے اپنا اجتماعی نظام قائم کیا۔ تو اس کتب خانہ کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور اس کو بہت کچھ وسعت دی۔ اور بہت سے لوگوں نے اس کتب خانہ کی اعانت کی۔ اب اس میں مختلف فنون کی ۶۵۰۵ کتابیں ہیں۔

قصبات اور دیہات کے کتب خانے

اسکندریہ اور مصر کے قصبات اور دیہات کی مساجد میں اگرچہ بہت سے کتب خانے قائم ہیں لیکن ان میں صرف طنطا کا کتب خانہ احمدیہ قابل ذکر ہے۔ اس کتب خانہ کو شیخ ابراہیم الظواہری شیخ جامع احمدی نے ۱۸۹۸ء میں قائم کیا اور اس کا ایک خاص مہتمم مقرر کیا۔ اس کتب خانہ میں چھ ہزار جلدیں ہیں جن میں ۱۳۰۰ قلمی ہیں اور بعض نادر کتابیں بھی ہیں۔

کتب خانہ خلیل اغا

یہ کتب خانہ درحقیقت کتب خانہ احمدیہ کا ضمیمہ ہے۔ جس کو خلیل آغا نے وقف کیا ہے اس میں ۴۰۰ کتابیں ہیں۔ اور اکثر قلمی ہیں۔

مصر کے پرائیوٹ کتب خانے

تمدن اسلام کے عہد عروج میں مصر میں پرائیوٹ کتب خانے بکثرت تھے، کیونکہ کوئی مصنف ایسا نہ تھا جو اپنی ضروریات کے لئے کتابوں کا سرمایہ نہ رکھتا ہو۔ یہ کتابیں جب اُن کے ہاتھ آتی تھیں۔ تو یہ لوگ اُن پر اپنا نام لکھ کر تاریخ لکھ دیتے تھے۔ ان کتابوں پر نوٹ اور حاشیے چڑھاتے تھے۔ اور جب اُن کا انتقال ہوجاتا تھا تو اُن کا کتب خانہ یا تو فروخت ہوجاتا تھا۔ یا اُن کے ورثہ میں تقسیم ہوجاتا تھا۔ اس طرح ایک شخص کا علمی سرمایہ بیسیوں آدمیوں کے قبضہ میں چلا جاتا تھا۔ اس قسم کے مشاہیر کی قدیم کتابیں جن پر اُن کے ہاتھ کے نوٹ اور حاشیے لکھے ہوئے ہوتے تھے۔ اُن کے انتساب سے ایک قیمتی یادگار خیال کی جاتی تھیں۔ اور اب تک بعض پرائیوٹ کتب خانوں میں یہ جواہرات موجود ہیں۔

اس قسم کے چند کتب خانے پرائیوٹ اب صرف قسطنطنیہ میں رہ گئے ہیں۔ ورنہ اور جتنے پرائیوٹ کتب خانے ہیں۔ وہ دور جدید کی یادگار ہیں۔

گذشتہ صدی کے نصف اول میں کتب خانہ خدیویہ کی تاسیس اور مطبوعات جدیدہ کی کثرت اشاعت نے جدید علمی گروہ کی توجہ غیر معمولی طور پر اس طرف مبذول کردی۔ اس لئے بکثرت پرائیوٹ کتب خانے قائم ہوئے۔ اُن میں سے ہم اُن کتب خانوں کا جو کتابوں کی کثرت اور ندرت سے اہمیت خاص رکھتے ہیں ذکر کرتے ہیں۔

خزانہ تیموریہ

یہ کتب خانہ احمد بن اسمٰعیل بن محمد کی طرف منسوب ہے ان کے والد نے ایک نہایت عمدہ کتب خانہ قائم کیا تھا۔ جو اُن کے انتقال کے بعد برباد ہوگیا۔ لیکن انکے بیٹے نے یہ کمی پوری کردی۔ اور نہایت سرگرمی اور فیاضی کے ساتھ ۸۰۷۰ کتابیں جمع کیں۔ ان کو ایک ہال میں مرتب کیا اور اُن کی ایک مفصل فہرست مرتب کی۔

اس کتب خانے میں بہت سی قلمی نادر کتابیں ہیں جن میں ۱۵۰۰ کتابیں ایسی ہیں جو دسویں صدی ہجری کے پہلے کی لکھی ہوئی ہیں۔ بہت سی کتابیں ایسی ہیں جن پر مشاہیر کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریریں ہیں۔

کتب خانہ زکیہ

احمد زکی پاشا سکرٹری مجلس وزراء (نظار) مصر کے مشہور علمی آدمی ہیں۔ یہ کتب خانہ انہیں کی طرف منسوب ہے۔ اور اس کو انہوں نے نہایت محنت اور جانفشانی سے بیس سال کی مدت میں جمع کیا ہے۔ اس میں مختلف علوم و فنون کی پانچ ہزار کتابیں ہیں اور اس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے۔ کہ اس میں مستشرقین یورپ کی تالیفات کا بہت بڑا حصہ موجود ہے۔ مصر، شام، یورپ اور ہندوستان کی مطبوعہ عربی کتابیں بھی بکثرت موجود ہیں۔ چند نادر قلمی نسخے بھی ہیں۔

کتب خانہ آصفیہ

یہ کتب خانہ محمد بک آصف بن علی بادشاہ کی طرف منسوب ہے۔ اور اس میں ۶۰۰۰ قلمی اور مطبوعہ کتابیں ہیں جن میں ۴۰۰۰ عربی اور ۲۰۰۰ فرنچ اور ترکی میں ہیں۔ اس کتب خانہ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ سولھویں صدی سے آج تک مستشرقین یورپ نے عربی زبان کی جو کتابیں شائع کی ہیں وہ اکثر اس کتب خانہ میں موجود ہیں۔ فرنچ اور ترکی میں زیادہ تر کتابیں۔ مصر، دولت عثمانیہ اور مشرق قریب کے سیاسی اور تمدنی حالات کے متعلق ہیں۔

کتب خانہ جلیا ردوبک

یہ کتب خانہ مصر، شام اور فلسطین کی تاریخ جغرافیہ اور سفرناموں کا بہترین مخزن ہے کتابوں کی تعداد ۹۰۰۰ ہے جو اکثر فرنچ میں ہیں۔ اور بعض عربی انگریزی اٹالین اور دوسری یورپین زبانوں میں ہیں۔ فرانس کی مطبوعہ کتابوں کا بھی کافی ذخیرہ ہے۔ اور مذاہب مشرقیہ کے متعلق بھی بہت سی کتابیں ہیں۔

کتب خانہ احمد بک الحسینی

یہ ایک نہایت عمدہ مرتب اور منتظم کتب خانہ ہے ہر شخص اس میں جاکر کتابوں کا مطالعہ کرسکتا ہے اور ہفتہ کے مقررہ دنوں میں نقل لے سکتا ہے کتابوں کی تعداد ۴۷۰۸ ہے جن کا اہم حصہ فقہ، قانون، ادب اور تاریخ کے متعلق ہے۔

کتب خانہ علی پاشا رفاعہ

رفاعہ پاشا طہطاوی ایک مشہور شاعر اور ادیب تھے جنہوں نے ایک کتب خانہ قائم کیا تھا۔ جو ایک ہزار مجلدات پر مشتمل تھا۔ اور ان میں اکثر قلمی کتابیں تھیں اور ان کے بیٹے علی پاشا نے اس کتب خانہ میں اور کتابیں شامل کیں اور اس میں تمثیل السائر کا ایک نسخہ خود مؤلف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔

ان کے علاوہ اور بھی متعدد پرائیوٹ کتب خانے ہیں۔ جن کی تفصیل معلوم نہیں۔ (ماخوذ از ... [illegible])

رسید زر

فہرست چندہ مرسلہ جناب بابو غلام حسن صاحب سابق سٹیشن ماسٹر

موضع لوہریوالہ

اسمائے گرامی معطی	[illegible]	[illegible]	[illegible]
بابو غلام حسن صاحب	[illegible]	[illegible]	[illegible]
میاں نظام الدین صاحب ٹھیکیدار	[illegible]	[illegible]	[illegible]
چوہدری کرم الٰہ صاحب	[illegible]		
میزان	[illegible]	[illegible]	[illegible]
میزان کل	[illegible]		
دفع فیس منی آرڈر	[illegible]		
باقی	[illegible]		

اعلان تعطیل

عید اضحیٰ کی تقریب پر حسب معمول دفتر پیغام صلح میں تعطیل منائی جائیگی۔ اس لئے ۷ ستمبر کا پرچہ نہیں نکلے گا۔

مراسلات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

خدا کے واسطے سچی شہادت کا مطالبہ

میری بھوپھی صاحبہ مسمات بیگم بی بی احمدی ہیں جو اپنے اخلاص۔ تقویٰ کے واسطے راقم کے خاندان میں مشہور ہیں قریباً ۹۰ کے قریب آپ کی عمر ہے

(۱) حضرت مسیح موعود کی بیعت کی تھی۔ ان کی بیعت کا خط میں نے خود لکھا تھا۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب علیہ الرحمۃ کی وفات کے بعد ان کے بڑے بیٹے نے جن کا نام اب مولوی محمد حسین مہاجر ٹیلر ماسٹر قادیان ہے میاں صاحب کے حکم کے ماتحت ہجرت اختیار کی۔ بیٹے کی وجہ سے میری پھوپھی کو بھی ان کے ہمراہ قادیان آنا پڑا ابتدا سے بیعت سے قبل میاں صاحب کی خلافت سے پہلے ان کو ہرگز ہرگز ایمان نہ تھا کہ حضرت مسیح موعود نبی ہیں۔ لہٰذا میں ان کو قسم دیکر استفسار کرتا ہوں کہ وہ حلفیہ شہادت سے گریز نہ کریں گے۔ وہ میاں صاحب کی خاطر یا اپنے بیٹے کی خاطر نہ ڈریں وہ صاف بتلادیں۔ ان کا ہجرت سے پہلے کیا اعتقاد اور ایمان حضرت مسیح موعود کے بارہ میں تھا۔

(۲) اسی قسم کی شہادت کے واسطے میں اپنے پھوپھی زاد بھائی مولوی محمد حسین مہاجر ٹیلر ماسٹر قادیان کی توجہ خاص کو مبذول کرنے کے واسطے درخواست کرتا ہوں امید ہے کہ وہ اپنے دنیاوی مفاد کو پشت پر ڈال کر اپنے ایمان کے بموجب سچی شہادت کے دینے سے انکار نہ کرینگے

(۳) اسی قسم کی شہادت کے لئے میں اپنے پھوپھی زاد بھائی مولوی محمد رشید حال اسٹیشن ماسٹر غلبہ النجیم کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں امید ہے وہ بھی اخلاقی جرات سے کام فرماوینگے۔ ان کے کشوف اور رویا کے بموجب میں جہنم میں گرنے کو تھا۔ شاید واقعی گر گیا ہوں تو تعجب کی بات ہوگی۔ ان بابو محمد رشید کی بابت مفصل عرض ہے۔ آپ نے بمقام گوجرانوالہ ریلوے اسٹیشن پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سفر جہلم کے دوران میں برادرم گرامی منشی نواب خان احمدی حال سب انسپکٹر پولیس تھانہ ریلوے لاہور جنکشن کے ذریعہ سے بیعت کی تھی بےعمل یاروں کا جادو آپ پر چل گیا۔ نانا صاحب میر ناصر کی طرح آپ نے بھی بیعت کو فسخ کر دیا۔ سنہ ۱۹۰۲ء سے لیکر سنہ ۱۹۰۷ء تک آپ کے بارہ میں بندہ نے بہت دعائیں کیں۔ آخر دوبارہ سنہ ۱۹۰۷ء میں بابو صاحب ہمراہ منشی محبوب عالم صاحب ایجنٹ وکیل گوجرانوالہ بیعت حضرت مسیح موعود سے مشرف ہوئے میاں صاحب کی مرحوم مجلس انصاراللہ کے داخل ہونے کے بارہ میں جب بندہ نے استفسار کیا آپ انصاراللہ کی جماعت میں بہت کچھ بدظنی رکھتے تھے حالانکہ وہ ہی اب بابو محمد رشید صاحب ہیں جو میاں صاحب کی اشاعت کے واسطے ایک نئے دام ایجنٹ کا کام کر رہے ہیں تقویٰ میں تو مشہور کئے جاتے ہیں۔ مگر آپ نے جزاء الاحسان الا الاحسان کی آیت پر بھی عمل نہیں کیا اور یہ بات ہمارے اور ان کے پرائیویٹ تعلقات سے منسوب ہے جس کو دنیا بھر جانتی ہے۔ آپ کا تلون خصوصاً میرے بارے میں شاید کم ہوگیا ہو تو کم نہیں۔ منشی محبوب عالم صاحب ایجنٹ گواہ ہیں کیونکہ انہوں نے بھی بابو محمد رشید صاحب کے ساتھ ہی بیعت کی تھی۔ کیا بابو صاحب حلفیہ شہادت کے واسطے مرد میدان ہو کر نکلینگے یا خصائل زنانہ کو ہی اختیار رکھینگے۔

(۴) چوتھا شخص جس کو میں حلفیہ شہادت کے واسطے عرض گذار ہوں میرا اپنا حقیقی بھائی ڈاکٹر اعظم علیخان ملٹری سب اسسٹنٹ سرجن حال متعینہ ملک مصر ہیں۔

راقم اور میرے برادر گرامی منشی نواب خان اور میرا خورد بھائی مسٹر عنایت علی احمدی جنہوں نے حال میں بی۔ ایس۔ سی کا امتحان پاس کیا ہے۔ ہم تینوں حلفیہ شہادت دینے کو تیار ہیں۔ ڈاکٹر اعظم علی خان نے حضرت مرزا صاحب کی بیعت مسیح موعود جان کر کی تھی نہ کہ نبی جان کر جیسے کہ آجکل قادیان کے خلیفہ صاحب حضرت

مسیح موعود کی نبوت کے بارہ میں قائل رہے ہیں اور میں بہ تما واضح ثبوت مذکور ہمارے عزیز ڈاکٹر اعظم علی بھی جو مسیح موعود میں آکر ہمارے ایمان پر تبرا بازی کرنیکی دعوت کرتے ہیں ایک طرف ہمارے پھوپھی بیگم اپنے دونوں بیٹوں کے ہے ڈاکٹر عنایت بھی ہیں جو میاں صاحب کے مرید ہیں۔ دوسری طرف راقم میرا بڑا بھائی منشی نواب خان اور چھوٹا بھائی مسٹر عنایت علی ہیں۔ ہم تینوں بھائی شہادت دیتے ہیں۔ مذکورہ بالا چاروں ہمارے عزیزوں کی بیعت حضرت مرزا صاحب بحیثیت مسیح موعود کی تھی نہ کہ بیعت بحیثیت نبی ہونے کے۔ کیا یہ چاروں ہمارے مقابلہ پر حلفیہ شہادت دینے کے واسطے تیار ہوں گے اگر یہ چاروں اشخاص نے تین ماہ تک جواب میرے چیلنج کا نہ دیا تو میں انکو راہ ضلالت پر سمجھوں گا اور یہ تاریخ پیغام صلح میں اس مطالبہ کے اندراج کے دن سے جاری ہوگی۔ بہ نو مختصر درخواست میں نے اپنے ان چاروں عزیزوں کی خدمت میں کی۔ باقی اپنے محمودی عزیزوں کو سردست نظرانداز کرتا ہوں۔

اسکے بعد میں اپنے ہموطن یعنی شہر گوجرانوالہ کے احمدی احباب کو حلفیہ شہادت کے واسطے عرض گذار ہوں۔ یہ احباب اب میاں صاحب کے مریدین میں سے ہیں۔ امید ہے کہ راستی کی خاطر ظلمت کو اختیار کرنے میں پرہیز کرینگے۔

۱۔ کیا قاضی محمد عالم ساکن کوٹ قاضی ضلع گوجرانوالہ حلفیہ شہادت دے سکتے ہیں کہ انہوں نے اپنے مرحوم باپ قاضی غلام غوث جو غیر احمدی تھے ان کا جنازہ نہیں پڑھا تھا اور علی ہذا القیاس میاں صاحب کی بیعت سے پہلے وہ اپنے غیر احمدی اقربا کے جنازے پڑھتے رہے ہیں یا نہ

۲۔ کیا جناب منشی احمد دین صاحب سابق اپیلنویس گوجرانوالہ حال ملازم جناب نواب محمد علیخان صاحب رئیس قادیان حلفیہ شہادت دے سکتے ہیں۔ آپ نے اپنی والدہ کا جنازہ غیر احمدی مولوی علاؤالدین کے پیچھے نہیں پڑھا تھا اور کیا جناب والدہ صاحبہ مرحومہ غیر احمدی تو نہ تھیں جب احمدیوں نے دیکھا کہ غیر احمدی مولوی جنازہ پڑھانے کے واسطے آگے ہوا ہے سوائے منشی صاحب موصوف کے باقی احمدیوں نے جنازہ پڑھا اس امر کی تصدیق کے واسطے منشی نواب خان صاحب احمدی سب انسپکٹر پولیس تھانہ ریلوے لاہور جنکشن اور اور بھی غلام رسول احمدی درزی گوجرانوالہ ہیں۔

۳۔ تیسری شہادت کے واسطے میاں غلام رسول درزی کی خدمت میں عرض گذار ہوں۔ کیا آپ حلفیہ شہادت دے سکتے ہیں۔ آپ نے اپنے مرحوم باپ چراغ الدین کا جنازہ پڑھا تھا یا نہیں۔ میاں چراغ الدین بڑے درجہ کا زبان دراز مکذب۔ متردد دربارہ حضرت مسیح موعود علیہ الرحمۃ تھا اور چونکہ وہ وہابی تھا اور مولوی ثناء اللہ کی تحسین بازی کے باعث وہ بھی حضرت کی شان میں بہت مسخری کیا کرتا تھا۔ علی ہذا القیاس میاں غلام رسول انکار نہ کرینگے علاوہ اپنے غیر احمدی برادری کے جنازوں کے جو وہ ایک مدت تک پڑھتے رہے خواہ علیحدہ خواہ احمدی امام کے پیچھے۔ کیا انہوں نے اپنی غیر احمدی ہمشیرہ کا جو ہیضہ سے فوت ہوگئی تھیں جنازہ پڑھا تھا یا نہیں پڑھا تھا۔ میرے پیارے سادے دوست میاں غلام رسول ہرگز جھوٹ بولنا پسند نہ کرینگے۔

۴۔ چوتھا وہ شخص جسکی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ وہ حق کی گواہی دیں۔ مجھی میاں بخش درزی ہیں۔ حضرت مسیح موعود کی زندگی میں آپ نے بیعت کی۔ خلیفہ اول مولوی نورالدین علیہ الرحمۃ کے وقت تک آپ پر قرآنی حقائق اور معارف نہ کھلے مگر اب بتلایا جاتا ہے۔ میاں صاحب کی بیعت کی وجہ سے ان پر قرآنی حقائق اور معارف کے دروازے کھل گئے ہیں اور ایسی تفسیر بازی کرتے ہیں کہ گویا مولوی ثناءاللہ جیسے دشمن احمدیت بھی میاں میراں بخش کی تفسیر بازی کے مقابلہ پر اپنی تفسیر بازی کو بھول جاوینگے۔

بہرحال آپ نے اپنے باپ کا جنازہ پڑھا تھا جو بڑا ہی غیر احمدی شخص تھا۔ کیا مولوی میراں بخش صاحب اسبات سے انکار کر سکتے ہیں۔

آجکل گوجرانوالہ میں دو حجام احمدی بھی ہیں جو میرے مرحوم دوست میاں محمد بخش (اللھم اغفرہ وارحمہ) کے فرزند ہیں۔ میاں محمد بخش مرحوم احمدیت کا چراغ ہمارے شہر کے واسطے تھا۔ آپ کا پیشہ حجام کا تھا۔ آپ چالیس سال سے زاہد قائم اللیل تھے۔ زہد و تقوےٰ انکا مشہور تھا۔ گوجرانوالہ واحمدیت کے آغاز میں مرحوم میرے پاس ازالہ اوہام کی عبارت سمجھنے اور پڑھانے کے واسطے کبھی کبھی لایا کرتے تھے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے دستگیری فرمائی۔ حضرت مسیح موعود کی بیعت میں داخل ہوئے اور ہر ایک غیر احمدی کی نظر میں آپ کے واسطے عزت تھی۔ اللہ تعالیٰ میرے اس مرحوم دوست کو بہشت بریں میں اعلیٰ مقام عطا فرماوے۔ مرحوم سے زبردست مولوی لوگ بھی بحث کرنے میں گھبراتے تھے مرحوم نے اپنی دختر ایک اختر مسمات حسین بی بی کا نکاح ایک غیر احمدی حجام بیٹے سے کیا۔ جس بدبخت نے مرحوم کی مرحومہ دختر کے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا کیا مرحوم محمد بخش کے دونوں بیٹے کرم الٰہی ابراہیم جن کا شہرہ آفاق ستل موچی دروازہ لاہور ہے حلفیہ شہادت دینگے کہ ان کے باپ نے ان کی بہن کا نکاح ایک غیر احمدی سے کیا تھا یا نہ کیا تھا۔ اور کیا مرحوم محمد بخش مدت تک غیر احمدیوں کے جنازوں میں شامل ہوتے رہے یا نہ

(۶) کیا جناب بابو جمال الدین صاحب ٹریفک انسپکٹر شہادت دے سکتے ہیں کہ آپ نے اپنی والدہ کا جنازہ پڑھا تھا اور کیا وہ غیر احمدی تو نہ تھیں۔

(۷) کیا گوجرانوالہ کے احمدی اسبات سے انکار کرسکتے ہیں کہ جب بابو نیاز محمد سب انسپکٹر کی دادی مرگئی تھی کون کون احمدی جنازے پر گیا تھا اور جب مرحومہ کی وفات کے بعد رسم کے طور پر کھانا دیا گیا تھا کیا سب احمدی دعوت میں شامل ہوئے تھے یا نہیں جب غیر احمدی کا جنازہ پڑھنا بھی نادرست ہے اسکی وفات کے بعد اسکی روٹی پر دعوت کیلئے جانا کہاں تک جائز ہے اور کیا مولوی محمد الدین صاحب حکیم محمودی اسبات کی حلفیہ شہادت کے واسطے تیار ہونگے آیا اس رات میاں نیاز محمد کے ہاں سے آپ کے واسطے کھانا گھر بھیجا گیا تھا یا نہیں۔ راقم نے جنازہ تو مرحومہ کا نہیں پڑھا تھا۔ ہاں کھانا جب رقعہ بھیجا گیا بندہ ضرور لیا تھا۔

(۸) گوجرانوالہ میں ایک مرزا برکت علی ہیں جو میرے ہمسایہ ہیں کیا وہ حلفیہ شہادت دے سکتے ہیں کہ آپ کی ہمشیرہ معراج بیگم جو آپ کی بیعت حضرت مسیح موعود کے بعد فوت ہوئی تھیں انہوں نے حضرت صاحب کی بیعت کی تھی یا نہیں اور کیا آپ نے اپنے تایا امیر بیگ غیر احمدی مرحوم کا جنازہ پڑھا تھا یا نہیں۔ پڑھا تھا۔

(۹) ماسٹر رکن الدین صاحب ملازم گورنمنٹ ہائی سکول گوجرانوالہ میں آپ میرے مدرسہ کے استاد ہیں گو مجھے ان کے زیر اثر پڑھائی کرنے کا موقعہ نہیں ملا ہے آپ احمدی ہیں۔ جب مولوی نورالدین صاحب کی وفات پر جھگڑا اٹھا تھا آپ میرے ہمراہ قادیان سے واپس بدون بیعت کے لوٹے تھے مگر خدا جانے قادیان کے مرکز مراق نے ان کے دل و دماغ پر ایسا اثر کیا کہ آپ بھی محمودی بن گئے ایک وقت وہ تھا حقیقی طور پر آپ صداقت کی شہادت کے واسطے ہر دم تیار رہتے تھے مگر آج ایک وقت ہے صداقت کے سننے کے واسطے توجہ کرنا بھی گناہ سمجھتے ہیں۔ کیا آپ کبھی انکار کر سکتے ہیں آپ بڑی مدت تک غیر احمدیوں کے جنازے پڑھتے رہے ہیں

(۱۰) قاضی عبدالقادر کلرک دفتر خزانہ صدر گوجرانوالہ کیا آپ نے اپنے والد بزرگوار کے اپنا اس احمدیت کا اقرار کیا ہوا ہے کہ مرزا صاحب مسیح موعود ہیں یا مرزا صاحب نبی ہیں۔

کیا آپ اپنے اعتقاد کو حلفیہ شہادت کے ساتھ بیان کرینگے اور جب آپ کے والد صاحب قاضی نور علی صاحب فوت ہو جاوینگے کیا آپ انکا جنازہ پڑھیں گے یا نہیں ناظرین کو واضح ہووے قاضی نور علی صاحب پہلے درجہ کے غیر احمدی انسان ہیں۔

الراقم
حسن علی
ایس۔ ڈی۔ فورتھ لیبر کارپس۔ میسوپوٹیمیہ ۱۹/۷ ۳۱

جلد | مدینۃ المسیح لاہور چہارشنبہ مورخہ ۱۴ر ذوالحجہ ۱۳۳۷ھ ہجری مطابق ۱۰ر ستمبر سنہ ۱۹۱۹ء | نمبر ۱۶

کلام عزیز

جذب کمند شوق ہی ہر رشتہ ساز کا
مجھ سے یہ قول ہے مرے ہر چارہ ساز کا

موقع نہیں رہا ہے اب اخفائے راز کا
رمز آشنا ہوں نغمۂ طاقت گداز کا

جذب کمند شوق ہے ہر رشتہ ساز کا
آنکھیں ہیں بند خواب جوانی میں مست ہیں

پردہ کھنچا ہوا ہے حرم گاہ ناز کا
ظاہر میں ایک سادہ ورق ہی یہ دل مگر

نقش طلسم راز ہے اک کارساز کا
بیہودہ صرف عمر گرامی یہ ناز ہے

یعنی کہ آسرا ہے کسی بے نیاز کا
دل کی چمک میں چشمک برق نظارہ ہے

انداز میکدۂ نظر امتیاز کا
ٹپکا ہے ان کو دیکھ کے جو اشک خوں عزیز

ہے اک خزانہ عشق کے راز و نیاز کا

جواہر ریزے

اب میرا یہ دعویٰ کہ اس صدی پر میں تجدید دین کیلئے بھیجا گیا ہوں صاف ہے۔ میں زور سے کہتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے مامور کیا ہے اور اسپر بائیس برس سے زیادہ کا عرصہ گذر گیا ہے اسقدر عرصہ تک میری تائیدوں کا ہونا یہ اللہ تعالیٰ کا الزام اور حجت ہے۔ تم لوگوں پر۔ کیونکہ میں نے جو مجدد ہونیکا دعویٰ کیا ہے کہ میں فسادوں کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا ہوں حدیث اور قرآن کی بنا پر کیا ہے اب جو لوگ میری تکذیب کرینگے وہ میری نہیں اللہ اور اسکے رسول کی تکذیب کرینگے ان کو کوئی حق تکذیب کا نہیں پہنچتا جب تک وہ میری جگہ دوسرا مصلح پیش نہ کریں کیونکہ زمانہ اور وقت بتاتا ہے کہ مصلح آنا چاہیئے کیونکہ ہر جگہ مفاسد پیدا ہو چکے ہیں اور قرآن شریف کہتا ہے کہ ایسی آفتوں کے وقت حفاظت قرآن کیلئے مامور آتا ہے اور حدیث کہتی ہے کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد بھیجا جاتا ہے۔ پھر ضرورتیں موجود ہیں اور یہ وعدے حفاظت اور تجدید کے الگ ہیں تو ان ضرورتوں اور وعدوں کے موافق آنے والے کی تکذیب کی تو دو ہی صورتیں ہیں یا کوئی اور مصلح پیش کیجائے یا ان وعدوں کی تکذیب کیجاوے۔

بعض لوگ ایسے دیکھے جاتے ہیں جو کہتے ہیں کہ حفاظت کی کوئی ضرورت نہیں ہے وہ سخت غلطی کرتے ہیں۔ دیکھو جو شخص باغ لگاتا ہے یا عمارت بناتا ہے تو اسکا فرض نہیں ہوتا یا وہ نہیں چاہتا کہ اسکی حفاظت اور دشمنوں کی دستبرد سے بچانے کے لئے ہر طرح کوشش کرے۔ باغات کے گرد کیسے کیسے احاطے حفاظت کے لئے بنائے جاتے ہیں اور مکانات کو آتش زدگیوں سے بچانے کے لئے نئے نئے مصالحے تیار ہوتے ہیں اور بجلی سے بچانے کے لئے تاریں لگائی جاتی ہیں یہ امور اس فطرت کو ظاہر کرتے ہیں جو بالطبع حفاظت کے لئے انسانوں میں ہے۔ پھر کیا اللہ تعالےٰ کے لیئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی دین کی حفاظت کرے۔ بیشک حفاظت کرتا ہے اور اسنے ہر بلا کے وقت اپنے دین کو بچایا ہے اب بھی جبکہ ضرورت پڑی اس نے

مجھے اسی لئے بھیجا ہے

ہاں یہ امر حفاظت کا مشکوک ہو سکتا ہے یا اسکا انکار ہو سکتا تھا اگر حالات اور ضرورتیں اسکی مؤید نہ ہوتیں مگر کئی کروڑ کتابیں اسلام کے رد میں شائع ہو چکی ہیں اور ان اشتہاروں اور رسالوں کا تو شمار ہی نہیں جو ہر روز اور ہفتہ وار اور ماہوار پادریوں کی طرف سے شائع ہوتے ہیں۔ ان گالیوں کو اگر جمع کیا جاوے جو ہمارے ملک کے مرتد عیسائیوں نے سید المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی پاک ازواج کی نسبت شائع کی ہیں تو کئی کوٹھے کتابوں سے ہم بھر سکتے ہیں اور اگر ان کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر رکھا جاوے تو وہ کئی میل تک پہنچ جائیں۔

عمادالدین۔ صفدر علی اور شائق وغیرہ نے جیسی تحریریں شائع کی ہیں وہ کسی پر پوشیدہ نہیں۔ عمادالدین کی تحریروں کے خطرناک ہونے کا بعض انصاف پسند عیسائیوں کو اعتراف ہے چنانچہ لکھنو سے جو ایک اخبار شمس الاخبار نکلا کرتا تھا اسمیں اسکی بعض کتابوں پر یہ رائے لکھی گئی تھی کہ اگر ہندوستان میں پھر کبھی غدر ہو گا تو ایسی تحریروں سے ہو گا۔ ایسی حالتوں میں بھی کہتے ہیں کہ

اسلام کا کیا بگڑا ہے

اس قسم کی باتیں وہ لوگ کر سکتے ہیں جن کو یا تو اسلام سے کوئی تعلق اور درد نہیں اور یا وہ لوگ جنہوں نے حجروں کی تاریکی میں پرورش پائی ہے اور ان کو باہر کی دنیا کی کچھ خبر نہیں ہے۔ پس ایسے لوگ اگر ہیں تو ان کی کچھ پروا نہیں ہاں وہ لوگ جو نور قلب رکھتے ہیں جن کو اسلام سے ساتھ محبت اور تعلق ہے اور وہ زمانہ کے حالات سے آشنا ہیں ان کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ وقت کسی

اعظیم الشان مصلح کا وقت ہے

غرض اسوقت میرے مامور ہونے پر بہت سی شہادتیں ہیں

اوّل:۔ اندرونی شہادت

دوم:۔ بیرونی شہادت

سوم:۔ صدی کے سر پر آنیوالے مجدد کی نسبت حدیث صحیح

چہارم: انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون کا وعدہ حفاظت

اب پانچویں اور زبردست شہادت میں اور پیش کرتا ہوں اور وہ سورۃ النور میں وعدۂ استخلاف ہے۔ اسمیں اللہ تعالےٰ وعدہ فرماتا ہے۔ وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصٰلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ○

اس آیت میں استخلاف کے موافق جو خلیفے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں ہونگے وہ پہلے خلیفوں کی طرح ہونگے اس قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مثیل موسیٰ فرمایا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے۔

انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولا ○

اور آپ مثیل موسیٰ استثنا کی پیشگوئی کے موافق بھی ہیں پس اس مماثلت میں جیسے کما کا لفظ فرمایا گیا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ موسوی سلسلہ اور محمدی سلسلہ میں مشابہت اور مماثلت تامہ ہے۔ موسوی سلسلہ کے خلفاء کا سلسلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر آکر ختم ہو گیا تھا۔ اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد چودھویں صدی میں آئے تھے اس مماثلت کے لحاظ سے کم از کم اتنا تو ضروری ہے کہ چودہویں صدی

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے ماسٹر فقیر اللہ صاحب پبلشر نے گلزار محمدی سٹیم پریس لاہور میں باہتمام شیخ گلزار محمد صاحب پرنٹر چھپوا کر دفتر پیغام صلح سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیغام صلح لاہور

جلد ۷ - مورخہ ۱۰ ستمبر سنہ ۱۹۱۹ء نمبر ۱۶

مساجد اور غیر مسلم

(نمبر ۲)

اس مضمون کی پہلی قسط میں جو کچھ بیان ہو چکا ہے اس کا خلاصہ مختصر الفاظ میں تسلسل مضمون کے لئے ضروری ہے اسلئے ہم گذشتہ بحث کے نتائج یہاں لکھ دیتے ہیں۔

(۱) یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مساجد کا مقصد اولی یا علت غائی محض ذکر الٰہی ہے - چنانچہ آیات قرآنی اسپر شاہد ناطق ہیں اور حدیث صحیح بنت المساجد لذکر اللہ جو اصح الکتاب بعد کتاب اللہ میں بیان ہوئی ہے ان آیات قرآنی کی تفسیر ہے جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے صادر ہوئی۔

(۲) یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں چونکہ مکانات کثرت سے نہ تھے اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بعض اوقات مہمانوں کو مسجد نبوی میں ٹھہرا دیتے تھے چنانچہ نجران کا عیسائی وفد مسجد نبوی میں ہی قیام پذیر رہا۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے یہی ثابت ہے کہ آپ غیر مسلم کے مسجد میں داخل ہونے سے یہ نتیجہ نہیں نکالتے تھے کہ مسجد معاذ اللہ ناپاک ہوئی جس طرح آجکل کے ہندو اس قسم کی چھوت چھات کا عقیدہ رکھتے ہیں بلکہ جب حضور کے بعض صحابہ نے سوال کیا کہ آپ مشرکوں کو مسجد میں داخل ہونے کی اجازت دیدیتے ہیں تو آپ نے فرمایا زمین ناپاک نہیں ہو جاتی۔

(۴) ان سب باتوں سے یہی ثابت ہے کہ مسجد میں غیر مسلم کے داخل ہونے کو کوئی شرعی عذر لازم نہیں آتا - ہاں یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ یہ کوئی بڑی نیکی کی بات ہے۔

موجودہ صورت

لیکن اب سوال یہ ہے کہ گذشتہ ایام میں جو بعض غیر مسلموں نے مساجد میں تقریریں کیں اور مسلمانوں نے اسکو جائز سمجھا یہ کہاں تک درست ہے؟ اصل سوال شرعی کے متعلق ہم کافی روشنی ڈال چکے ہیں لیکن یہ سوال اگر گذشتہ ایام شورش کے ساتھ وابستہ کیا جائے تو صورت واقعات بالکل بدلجاتی ہے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ اصل غرض مساجد کی عبادت گاہ کرنا ہے جس میں ذکر الٰہی کیا جائے اور وہاں کوئی ایسی حرکت نہیں کرنی چاہیئے جس سے اس اصل غرض کو نقصان پہنچے۔ یا نقصان پہنچنے کا احتمال ہو کیونکہ اگر اصل غرض میں رخنہ انداز ہونے کا احتمال ہو تو پھر ہم سعیٰ فی خرابہا میں داخل ہو جائینگے جس کے لئے قرآن کریم میں وعید موجود ہے۔

اب مساجد میں پولیٹیکل تقریریں کرنا کرانا اگر ایک طرف اصل مقصد مساجد میں داخل نہیں تو دوسری طرف گورنمنٹ کو مداخلت کرنے کا موقع دینا ہے - ایام شورش میں لاہور کی مسجد شاہی چونکہ ان اغراض سیاسی کے لئے استعمال ہوئی تو گورنمنٹ نے اس بات کی کافی ضمانت لیکر واپس کیا کہ یہ مسجد پولیٹیکل اغراض کیلئے آیندہ استعمال نہیں ہوگی وغیرہ وغیرہ۔

اس قصہ سے صاف ثابت ہے کہ مساجد میں اس قسم کے مجمعے جنھیں گورنمنٹ شبہ کی نظر سے دیکھے اور جس کا نتیجہ مساجد کی اصلی غرض یعنی ذکر الٰہی میں ہرج واقع ہونا ہو کسی طرح بھی جائز متصور نہیں ہو سکتے کیونکہ اس قسم کی باتوں سے مساجد کی اصل غرض کو نقصان پہنچتا ہے یا پہنچنے کا احتمال رہتا ہے۔ غیر مسلم اگر مسجد میں جائیں اور ان کے جانے سے یہ اندیشہ نہ ہو کہ مساجد کی آزادی کو کوئی صدمہ پہنچے گا تو کوئی ہرج نہیں لیکن اگر غیر مسلم کا داخلہ مسجد میں ایسے نتائج پیدا کرے یا پیدا کرنے کا احتمال رکھے کہ مسجد کی اصلی غرض ہی اس سے فوت ہونے لگے تو کوئی عقلمند مسلمان یہ فتویٰ نہیں دیگا کہ غیر مسلم کھلے بندوں مسجد میں جائیں۔ اصل ترکیب یہی ہے کہ غیر مسلم عبادت کے لئے تو مساجد میں جا نہیں سکتے وہ اگر جائینگے تو کسی جلسہ کیلئے یا زیارت کے لئے جائینگے - زیارت کی صورت میں کچھ ہرج نہیں - باقی رہا جلسہ کے لئے جانا سو اسکے لئے مسجد کوئی خاص مقام نہیں اب خدا کے فضل سے ترقی کا زمانہ ہے ایک ایک شخص کے کئی کئی مکان ہوتے ہیں - اسکے علاوہ ہر ایک بڑے شہر میں مجالس عامہ کے لئے بھی عمارات بنی ہیں - ایسی عمارتوں میں اس قسم کے جلسے شوق سے ہو سکتے ہیں اور یہی ان کا موضوع ہوتا ہے مگر ان کو چھوڑ کر مسجدوں کو پولیٹیکل دنگل بنا دینا قرین مصلحت معلوم نہیں ہوتا اور نہ ہی اسکے نتائج اچھے ہو سکتے ہیں۔

ہم نے اس شق کے ساتھ غیر مسلم کا ذکر خصوصیت سے کیا ہے حالانکہ یہ سوال ہو سکتا ہے کہ ایسی صورت میں تو مسلمانوں کو بھی اس قسم کے جلسے مساجد میں نہیں کرنے چاہئیں - یہ سوال درست ہے مگر جاننے والے جانتے ہیں کہ غیر مسلم کا مسجد میں وہاں سے داخل ہونے اور مسلمانوں کے مساجد میں جانے میں بہت فرق ہے - غیر مسلموں کا جانا ایک غیر معمولی واقعہ ہے اور اس سے بیجا طور پر سوءظنی کا موقع ملتا ہے مگر مسلمانوں کا مساجد میں جانا ایک معمولی بات ہے - اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم یہ ہے کہ مومن کو حتی الامکان موقع نہیں دینا چاہیئے کہ لوگ اس سے بدظن ہوں - جب عام لوگوں کو بھی ہمیں سوءظنی کا موقع نہیں دینا چاہیئے تو حکام کو تو بطریق اولیٰ اس قسم کا موقع نہیں دینا چاہیئے کیونکہ ان کی اطاعت ہم پر فرض ہے۔

امرتسری مکذب کی جدید تصنیف

مدت سے ہم سن رہے تھے - کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے جو سلسلہ عالیہ احمدیہ کی مخالفت اور حضرت مسیح موعودؑ کی ذات ستودہ صفات کے خلاف زہر اگلنے پر ہمیشہ اُدھار کھائے بیٹھے ہیں، ایک جدید تصنیف کی ہے جس کا نام انہوں نے اپنے مذاق کے مطابق "تاریخ مرزا" رکھا ہے - چونکہ مولٰینا نے اپنے اخبار اور نیز دوسرے اخبارات میں یہ شائع کرایا تھا - کہ اس کتاب کو انہوں نے محض مورخانہ نظر سے لکھا ہے - اس لئے ہم شائق تھے - کہ مولٰینا کے تاریخی معلومات اور صحیح بیان بھی دیکھ لیں - چنانچہ ہم نے مولٰینا کی خدمت میں کتاب کی درخواست کی اور جناب کی طرف سے ہمیں "ریویو" کے لئے کتاب بھیجی گئی +

ہمارا خیال تھا کہ اگرچہ مولٰینا ذاتی طور پر سلسلہ احمدیہ اور حضرت مسیح موعودؑ مرحوم و مغفور کے سخت دشمن ہیں لیکن آخر تصنیف کی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے وہ کم از کم حضرت مسیح موعودؑ کی سوانح اس دیانت اور امانت سے لکھیں گے - جس طرح عیسائی مشنریوں نے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اختلاف مذہب کے آپ کے حالات لکھے ہیں - لیکن ہمیں افسوس ہے کہ ہمارا یہ حسن ظن کتاب کے دیکھنے سے دور ہو گیا۔ کتاب میں شروع میں مختصر سا دیباچہ ہے - اور اس پر جلی حروف میں لکھا ہے - "پہلے مجھے دیکھئے" جب اس ارشاد کی تعمیل کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب نے یہ تصنیف "جناب مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی سلمہ" کے ایما سے لکھی ہے - جنہوں نے مولوی ثناء اللہ کو مشورہ دیا کہ :-

"اس وقت تو بہت سے لوگ مرزا صاحب کی شخصیت کو جاننے والے خاصکر پنجاب میں موجود ہیں - ممکن ہے کہ کچھ مدت بعد ان کی شخصیت کی تلاش ہو - اور نہ ملنے پر ان کی تصنیفات اپنا اثر کر جائیں"

اس فقرے کے بے جوڑ - بے ربط اور غلط عبارت پر ہمیں تنقید کرنے کی ضرورت نہیں - کیونکہ مولٰنا کو اردو دانی کا کبھی دعویٰ نہیں ہوا - لیکن اس قدر ہم ضرور کہیں گے کہ خود ان کو اور ان کے سیالکوٹی رفیق کو حضرت مرزا صاحب کی تحریروں کی مقبولیت کا اعتراف ہے - اور وہ اپنی پرائیویٹ گفتگو میں بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں - کہ حضرت مرزا صاحب کی تصانیف میں ایک خاص اثر موجود ہے - کیا اب بھی یہ دونوں دریدہ دہن اور دیدہ و دیرہ دشمن اس قول کی صداقت پر انگلی رکھینگے :-

بر سنگ سکندر اثر این منطق مگر
بے بہرہ این کسان نہ کلام مو شرم

باقی رہا یہ معاملہ کہ حضرت مرزا صاحب کی شخصیت کو مولوی ثناء اللہ صاحب کے آئینہ سے دیکھکر ان کی تصانیف کا اثر دور ہو جائیگا - یہ ایک مجنونانہ خیال ہے - بعض متعصب عیسائی جب اصولی باتوں سے لاجواب ہو جاتے ہیں تو پھر خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کو معرض بحث میں لاکر غلط مبحث کر دیتے ہیں - اور محض غلط ملط الزام لگاکر اسلام کی تعلیم کو بھی مخدوش قرار دینے کی ناکام کوشش کرتے ہیں اس قسم کی کوشش مولوی ثناء اللہ صاحب اور ان کے رفیق مولوی ابراہیم کرتے رہتے ہیں اور آج ہمیں یہ دیکھ کر خاص خوشی ہوئی ہے - کہ وہ اپنی کمزوری محسوس کرتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ مرزا صاحب کے اعتقادات اور آپکی تعلیم فی الوقعہ اثر کرنے والی ہے - اس لئے اس سے روکنے کے لئے مرزا صاحب کی وہ شخصیت پیش کرنی چاہیئے - جو مولوی ثناء اللہ کی نظر سے ہو - یہ اعتراف حقیقت میں حضرت مرزا صاحب کی صداقت کا ایک بین ثبوت ہے والفضل ما شہدت بہ الاعداء۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کی غلط بیانی

اس دیباچہ میں نوٹ ہے :-

جو حوالے اس کتاب میں دیئے گئے ہیں سب صحیح ہیں - مقابلہ میں کوئی انکار کرے تو مجھ سے دریافت کر سکتے ہیں - بذریعہ جوابی خط!

ہمیں ساری کتاب کے حوالوں کی پڑتال کی تو فرصت نہیں ہاں مولوی صاحب کے اس بیان اور دعوے کے پرکھنے کے لئے ہم نے سب سے ابتدائی حوالہ ہی دیکھا اور وہی غلط نکلا۔ صفحہ ۲ پر مولوی صاحب لکھتے ہیں :-

"مرزا صاحب کی تاریخ ولادت صاف تو نہیں ملتی البتہ اُن کی اپنی کتاب تریاق القلوب سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سنہ ۱۲۶۱ ہجری مطابق تخمینہ سنہ ۱۸۴۵ء میں پیدا ہوئے تھے"

اس عبارت میں "تریاق القلوب" کے لفظ پر نشان دے کر حاشیہ پر "صفحہ ۶۸" کا حوالہ دیا گیا ہے - ہم نے تریاق القلوب صفحہ ۶۸ دیکھا ہے اس میں حضرت صاحب نے اپنی تاریخ ولادت کا کوئی ذکر نہیں کیا + معلوم نہیں کہ مولوی صاحب نے یہ حوالہ عالم خواب میں دیا ہے یا عالم بیداری میں +

عام طور پر تو مصنف جو حوالے دیتے ہیں وہ صحیح ہی ہوتے ہیں - لیکن مولٰینا نے جو تحدی اور تخصیص بتذکرہ بالا نوٹ میں کی تھی - کہ :-

"جو حوالے اس کتاب میں دیئے گئے ہیں سب صحیح ہیں"

اس سے ہمیں یہ خیال ہوا تھا - کہ غالباً پہلی کتابوں میں مولوی صاحب نے غلط حوالے بھی دے دیئے ہونگے - اور اسی وجہ سے "اس کتاب" کی تخصیص کی ضرورت محسوس ہوئی ہو - مگر افسوس یہ ہے - کہ اب "اس کتاب" کی تخصیص بھی ہاتھ سے جاتی نظر آتی ہے - انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ حال ہے ان لوگوں کا جو حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف قلم اٹھاتے ہیں اور پھر اس پر اتراتے ہیں +

حضرت مرزا صاحب کی عمر

لیکن بہرحال اس غلط بیانی میں مولوی صاحب نے ایک سچی بات کا اعتراف کر لیا ہے - کہ :-

"مرزا صاحب کی تاریخ ولادت صاف تو نہیں ملتی"

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ حضرت صاحب نے جہاں کہیں بھی اپنی عمر یا تاریخ ولادت کا ذکر کیا ہے تخمیناً اور اندازہ سے کیا ہے - ان کے پاس کوئی یادداشت ثقہ نہیں تھی جس سے آپ کی ولادت معلوم ہو سکے - چنانچہ جہاں آپ اپنی سوانح لکھتے ہیں وہاں بھی تاریخ ولادت تخمینہ اور قیاس سے ہی لکھی ہے :-

"میری پیدائش سنہ ۱۸۳۹ء یا سنہ ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی"

اب اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کو اپنی سن ولادت یاد نہیں تب ہی تو سنہ ۱۸۳۹ء یا سنہ ۱۸۴۰ء لکھتے ہیں اور "سکھوں کے آخری وقت میں" کے الفاظ اور بھی اسپر روشنی ڈالتے ہیں کہ آپ کا سن ولادت محفوظ نہیں - ہاں شہادتیں ایسی ملتی ہیں - جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ولادت سنہ ۱۸۳۹ء سے پیشتر کی ہے - چنانچہ مرزا سلطان احمد صاحب کے پاس جو یادداشت ہے اس سے بھی یہی شہادت ملتی ہے - خود مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو مولوی ثناء اللہ کے روحانی باپ ہیں - اس قسم کی شہادت دے چکے ہیں - لیکن باوجود ان تمام باتوں کے مولوی ثناء اللہ حضرت صاحب کی عمر

موجودہ مشرقی کتب خانے

(از مولانا سید عبد السلام صاحب ندوی)
(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

قبطیوں کے کتب خانے

قبطیوں کے جو گرجے مصر کے اطراف میں قائم تھے اُن میں متعدد کتب خانے تھے۔ جو قبطی، یونانی، اور سُریانی زبان میں زیادہ تر مذہبی کتابوں پر مشتمل تھے۔ اس کے بعد جب قبطیوں نے عربیت اختیار کی تو اُن میں عربی کتابوں کا بھی اضافہ ہوا۔ لیکن قرون مظلمہ میں جب مشرق بالکل خواب غفلت میں سرشار ہوگیا۔ تو یہ گرجے بھی خواب فراموش ہو گئے۔ تمدن جدید کا ابتدائی زمانہ شروع ہُوا۔ اور یورپ نے مشرقی آثار کی جستجو کی تو اس نے سب سے پہلے اپنی کوششوں کا جولانگاہ انہیں گرجوں کو قرار دیا اور مشرقی زبانوں میں جو قلمی کتابیں تھیں انکو لوٹ لیگئے اسی طرح مصر کے اور لوگ بھی کتب خانوں کی جستجو میں آئے اور بہت سی قدیم کتابیں لیگئے۔ کیتھولک مذہب کا جوش مصر میں آکر کلیسائی قائم کرنے کیلئے آیا۔ وہ اپنے ساتھ بہت سی کتابیں لے گیا۔ جو واتیکان کے میوزیم لوجیا میں موجود ہیں انگریزی مشنریوں نے بھی ایسا ہی کیا اور دوسرے لوگوں نے بھی یہی روش اختیار کی اس طرح جب ان کتابوں کا بڑا حصہ یورپ کے کتب خانوں میں پہنچگیا۔ تو قبطیوں نے آنکھیں کھولیں اور بچی کھچی کتابوں کو جمع کرنا شروع کیا۔ اس طرح تقریباً ۲۰۰۰ کتابیں جمع ہوگئیں۔ جو قاہرہ کے دار البطریرکیہ میں محفوظ ہیں۔ ان کتابوں میں اکثر قلمی کتابیں ہیں جو قبطی اور عربی زبان میں مذہب کے متعلق ہیں۔ ان میں بہت سی تاریخی کتابیں ہیں۔ جو کلیسا اور پادریوں کے حالات میں ہیں۔ اسی طرح کیتھولک قبطیوں کا ایک کتب خانہ ہے جس میں اکثر مذہبی کتابیں لیٹن۔ یونانی اور قبطی زبانوں میں ہیں اس میں توراۃ کا ایک نہائت قدیم نسخہ ہے جو مختلف زبانوں میں ہے +

کتب خانہ دیر طور سینا

گرجوں کے کتب خانوں میں ایک قدیم کتب خانہ دیر طور سینا ہے۔ جس میں مختلف زبانوں میں عیسائیوں کی مذہبی کتابیں محفوظ ہیں۔ کتابوں کی تعداد ۳۵۰۰ ہے۔ جن میں ۷۰۰ عربی زبان میں اکثر قدیم قلمی نسخے ہیں اس میں انجیل کا ایک نہائت قدیم ٹکڑا ہے عیسائیت کے ابتدائی زمانہ میں سُریانی زبان میں لکھا گیا ہے +

اس کتب خانہ میں عربی کی قلمی کتابیں قابل تذکر نہیں۔ لیکن لیڈی لوکس نے حال میں قرآن مجید کی چند آیتوں کا انکشاف کیا ہے۔ جو پُرانے چمڑوں پر لکھی ہوئی تھیں اس میں عربی کی آیتوں کو مٹا کر اُس کے اوپر سُریانی کی تحریر ہے لیڈی موصوفہ کا یہ خیال ہے کہ یہ آیتیں حضرت عثمان کے جمع قرآن کے زمانہ سے پہلے لکھی ہوئی ہیں لیکن اس کا ثبوت مشکل ہے +

شام کے کتب خانے

اسلام کے قبل اور اسلام کے بعد شام کتب خانوں کا بہت بڑا مرکز تھا۔ شام کا کوئی شہر رومی سلطنت کے زمانہ میں مدارس سے خالی نہ تھا اور ان مدارس میں لازمی طور پر کتب خانے ہوتے تھے۔ قرون وسطیٰ میں گرجے کتب خانوں اور مدرسوں کا مرکز قرار پائے۔ اسلام کا دور آیا۔ تو امراء۔ سلاطین۔ وزراء، اور اعیان سلطنت کے محلوں میں بکثرت کتب خانے قائم کئے گئے اس کے بعد مصر کی طرح شام پر بھی جہالت کی گھٹا چھائی اور ان کی قیمتی یادگاروں کا بچا کھچا ذخیرہ صرف چند گرجوں مسجدوں اور مدرسوں میں رہ گیا۔ اہل علم نے جدید دور میں ان کے تحفظ میں اہتمام بلیغ کیا اور اب شام کے مختلف شہروں میں جو کتب خانے موجود ہیں ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

دمشق کے کتب خانے

تمدن اسلام کے دور ترقی میں دمشق میں بکثرت مدارس و مساجد تھیں۔ اور ان میں کوئی مسجد اور کوئی مدرسہ کتب خانے سے خالی نہ تھا لیکن دور مظلمہ میں یہ تمام کتب خانے برباد ہوگئے اور اس وقت ان قدیم کتب خانوں میں صرف جامع اموی کا کتب خانہ موجود ہے۔ اس کتب خانہ کا ایک حصہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس اور کچھ حصہ قبۃ المال میں تھا لیکن ۱۸۹۳ء میں جب جامع مسجد میں آگ لگی تو یہ حصہ جل گیا۔ صرف وہ حصہ جو قبۃ المال میں تھا بچ گیا۔ یہ کتب خانہ اب بالکل مقفل رہتا ہے ایک انگریزی سیاح واجرس نامی کو گذشتہ صدی کے وسط میں اس کے دیکھنے کی اجازت ملی تھی اور غالباً اس نے بعض کتابیں بھی نقل کی تھیں سب سے اخیر میں ایک مدت تک بیرن فان سوڈن پروفیسر برلن یونیورسٹی کو اس کے دیکھنے کا موقع ملا۔ پروفیسر موصوف انجیل کے ایک قدیم نسخہ کی جو یونانی زبان میں تھا جستجو کرتا تھا۔ اس غرض سے وہ اس صدی کے اخیر میں دمشق پہنچا۔ اور اسکو خیال ہوا کہ اسی کتب خانہ میں رومن سلطنت کی بعض یادگاروں میں یہ نسخہ اسکول ملیگا۔ اس خیال سے اس نے جرمن گورنمنٹ کے ذریعہ سے اجازت حاصل کرنا چاہی اور صدی کے اخیر میں سلطنت عثمانیہ کی اجازت سے اعیان کی ایک جماعت کے سامنے یہ کتبخانہ کھولا گیا اور پروفیسر موصوف نے اس میں مختلف زبانوں کی نہائیت قدیم مذہبی کتابیں دیکھیں

اسی طرح تمام مساجد۔ مدارس اور گرجوں میں بہت سے کتب خانے تھے جو اخیر صدی میں برباد ہوگئے۔ اور گذشتہ صدی تک بہت کم کتب خانے باقی رہ گئے۔ بعض عہدداران سلطنت نے صدی کے وسط میں ان متفرق کتب خانوں کو ایک کتب خانہ کی صورت میں جمع کرنا چاہا۔ لیکن یہ تمام لڑیاں ایک موتی میں پروئی نہ جا سکیں۔ صرف مدحت پاشا ابی الاصلاح نے ۱۸۷۸ء میں اپنے صوبے کے تمام کتب خانوں کو جن کی تعداد دس تھی ایک جگہ جمع کیا چنانچہ جب وہ ۱۸۷۸ء میں شام آئے تو علمائے دمشق کی ایک انجمن قائم کی جس کا مقصد مدارس کا قائم کرنا اور علوم و فنون کو ترقی دینا تھا۔ اسی سلسلہ میں انھوں نے اس پراگندہ کتب خانوں کے جمع کرنے کا کام اس انجمن کے متعلق کیا۔ اور اس کے لئے مقام ظاہریہ کو جو ملک الظاہر کی طرف منسوب ہے منتخب کیا۔ اور ان دس کتب خانوں میں جو کتابیں تھیں ان کو ایک جگہ ترتیب دیا۔ اور انہیں کتب خانوں کی کتابوں سے کتب خانہ ظاہریہ کی بنیاد پڑی +

اس کتب خانہ میں قلمی اور مطبوعہ ۳۵۶۶ کتابیں ہیں جن میں زیادہ تر فقہ حدیث اور علوم اسلامیہ کی ۳۶۰ کتابیں لغت کی ۲۰ تاریخ اور جغرافیہ کی ۳۵۰ - ادب کی ہیں۔ چند نادر قلمی کتابیں بھی ہیں +

عیسائیوں کے کتب خانے

دمشق میں غیر مسلم لوگوں کے بہت سے گرجے۔ کلیسا اور مدارس ہیں۔ جن کے ساتھ لازمی طور پر ایک کتب خانہ ہے لیکن ۱۸۶۰ء کے واقعات نے ان کا بہت بڑا حصہ برباد کردیا ہے۔ اس لئے اب ان میں اہم کتابیں نہیں ہیں۔ کلدانی کے کلیسا میں مطران یوسف داؤد سریانی کا ایک کتب خانہ ہے جس میں مختلف زبانوں کی مطبوعہ کتابیں ہیں صاحب کتب خانہ کی زندگی میں یہ کتب خانہ بہت سی کتابوں پر مشتمل تھا۔ لیکن انھوں نے اپنی زندگی کے آخری حصہ میں ان کو بعض مدارس۔ بعض گرجوں اور بعض احباب کی نذر کردیا +

ضواحی دمشق کے کتب خانے

شہر کے آس پاس جو مقامات ہوتے ہیں عربی میں انکو ضواحی کہتے ہیں۔ دمشق میں اس قسم کے جو مقامات ہیں۔ اُن میں صیدنایا معلولا اور یبرود میں اب تک قدیم کتب خانے موجود ہیں۔ صیدنایا میں ایک قدیم گرجا ہے۔ جو حوادث زمانہ کا آماجگاہ رہ چکا ہے۔ اس میں مذہبی کتابوں کا ایک کتب خانہ ہے جو مختلف اسباب سے بہت کچھ ضائع ہوچکا ہے +

معلولا کے کتب خانہ میں عربی اور سریانی زبان کی بہت سی قلمی کتابیں تھیں جن میں اب بہت کم باقی رہ گئی ہیں۔

یبرود میں ایک پادری کا ایک کتب خانہ تھا جو تمام تر مذہبی کتابوں پر مشتمل تھا۔ اب اس کتب خانہ میں جو کتابیں رہگئی ہیں۔ وہ چنداں قابل وقعت نہیں۔ بہت سی کتابیں خود بانی کتب خانہ کی تصنیف ہیں اور بہت سی کتابیں رومن کیتھولک فرقہ کی تاریخ اور اس مذہب کے مشاہیر کے تراجم و حالات میں ہیں۔

حلب کے کتب خانے

شام کے شہروں میں سب سے زیادہ متمدن شہر ہے قدیم زمانہ میں بہت سے علماء و ادباء اس کی خاک سے اٹھے تھے۔ اور سیف الدولہ وغیرہ کی قدردانیوں نے اس کو علم و فن کا مرکز بنا دیا تھا۔ یہاں کے سلاطین و علماء نے بہت سے کتب خانے قائم کئے تھے جو بعد میں مختلف اسباب سب ضائع ہوگئے۔ لیکن یہاں کے اکثر کتب خانے فتنۂ تاتار کے پُر آشوب زمانہ میں برباد ہوگئے۔ جامع اموی کے سب سے بڑے کتب خانہ کو جو ۵۰۰۰ کتابوں پر مشتمل تھا ایک ترک خارج نے برباد کیا۔ تیمور لنگ نے اس کا رہا سہا نام و نشان بھی مٹا دیا۔ اتنی مدت کے بعد ۱۳۰۱ ہجری میں جمعیۃ اوقاف نے اس کی از سر نو تجدید کی ہے۔ اور اس میں اکثر عمدہ مطبوعہ کتابیں جمع کی ہیں +

اس مسجد کے مشرقی حصہ میں علوم ریاضیہ کا ایک آلہ تھا۔ جس کو شجرۃ الافادہ کہتے تھے۔ اس آلہ کو خلیل بن احمد الشیخ غرس الدین حلبی المتوفی ۹۷۱ھ نے ایک درخت کی شکل میں پیتل اور لوہے سے بنایا تھا۔ جس کے ہر پتے میں علوم ریاضیہ میں سے ایک ایک علم کے اصول مندرج تھے اور اس کے ذریعہ سے دور و دراز شہروں کے طلباء علوم ریاضیہ کے سیکھنے کے لئے آتے تھے +

علمی خاندانوں کے برباد شدہ کتب خانوں میں کتب خانہ بنو شحنہ، کتب خانہ بنو عدیم اور کتب خانہ بنو خشاب کا نام خاص طور پر افسوس کے ساتھ لیا جا سکتا ہے۔ بڑے بڑے مدارس مثلاً مدرسہ سلطانیہ، مدرسہ عصرونیہ، مدرسہ شرقیہ اور مدرسہ رواحیہ وغیرہ تھے اپنے کتب خانوں کے تیمور لنگ کے ہاتھوں برباد ہوئے۔ اور اُن کی کتابیں نہائیت ارزاں قیمت پر فروخت کردی گئیں۔

سردست حلب میں جو کتب خانے باقی رہ گئے ہیں انکی دو قسمیں ہیں:۔

(۱) کتب خانے اسلامیہ۔ (۲) کتب خانے نصرانیہ۔

اسلامی کتب خانے صرف دو ہیں۔ ایک کا نام کتب خانہ مدرسہ احمدیہ ہے پہلے اس میں ۲۶۹ کتابیں تھیں۔ اور اب یہ تعداد ۳۰۰۰ تک پہنچ گئی ہے۔ کتابیں۔ لغت۔ تاریخ، ادب، فقہ، طب اور ریاضی وغیرہ کی ہیں۔

یہ کتب خانہ بالکل پبلک ہے۔ ہفتہ میں دو روز کے لئے کھلتا ہے۔

کتب خانہ مدرسہ رضائیہ

یہ دوسرا اسلامی کتب خانہ ہے جو کتب خانہ عثمانیہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں مختلف علوم و فنون کی ۱۵۰۰ کتابیں ہیں۔ اور بعض نادر ہیں ہفتہ میں صرف ایک دن کھلتا ہے اور ہر شخص آسانی کے ساتھ کتابوں کا مطالعہ کرسکتا ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی متعدد کتب خانے مثلاً کتب خانہ تکیہ مولویہ، کتب خانہ بنی بیازید، کتب خانہ بنی یامیری اور کتب خانہ آل مدرس ہیں + (باقی آئندہ)

مستورات کی مذہبی تعلیم سے بے اعتنائی

گذشتہ اجلاس ندوۃ کے موقع پر بمقام بلگام جناب آبرو بیگم صاحبہ سکریٹری لیڈیز کلب بھوپال کی طرف سے ایک عرضداشت پیش کی گئی تھی۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ علما کو عورتوں کی مذہبی تعلیم کی جانب بھی توجہ کرنی چاہئے انہوں نے لکھا تھا کہ "ہم جیسی ضعیف العقاید اور دہمی مخلوق کے لئے نہایت ندامت کی بات ہے کہ بجائے قرآن حکیم کے ہماری بیٹیاں جبر و اختیار کی صورت میں اپنی استانیوں سے مقدس بائیبل کا سبق پڑھیں ایک انگریزی لیڈی کے یہ الفاظ کہ اکثر اوقات آپ کے نہایت متعصب خیال کی مستورات بالآخر بائیبل کو نہایت دلچسپی اور اشتیاق سے پڑھنے لگتی ہیں کیا بصیرت و عبرت نہیں دیتے" خاتون موصوفہ نہایت حسرت سے لکھتی ہیں کہ "علما نے نہ صرف مستورات کی ہستی کو فراموش کردیا ہے بلکہ ان پر ہزاروں نونہالوں کو جن پر خاندانوں کی آیندہ زندگی کا دارومدار ہے۔ بھلا رکھا ہے"

یہ شکوہ بے جا نہیں ہے۔ یہ اسی فراموش کاری کا نتیجہ ہے۔ کہ لا مذہبی و زندقہ و الحاد کی قوم میں گرم بازاری ہے۔ اور توحید پرستوں کی اولاد صنم پرستی پر اُتر آئی ہے۔ ندوۃ العلماء کا فرض ہے کہ وہ اس جانب توجہ کرے اور اگر ایک زنانہ دار العلوم کا قیام سردست ناممکن ہو۔ تو کم سے کم ایک عمدہ نصاب ہی مستورات کے لئے مقرر کردے۔

خدا کرے۔ کہ علماء اس صدا کو اپنے کانوں تک پہنچنے دیں۔ اور اس مقصد کے حل و عقد میں اپنی سعی کو فرض اولین خیال کریں +

مراسلات

بھوپال

(از قلم مولوی دوست محمد صاحب)

گذشتہ ۲۰ جولائی ۱۹۱۹ء کو لاہور سے بعزم انگلستان روانہ ہوکر ۲۱ کی شب کو جی۔ آئی۔ پی۔ ریلوے لائن سے ہوتے ہوئے بمبئی میل میں ہم اُس خطہ سرزمین میں پہنچے۔ جو نہ صرف اپنی سابقہ علم دوستی اور مذہبی رواداری کی وجہ سے ہی اسلامی دُنیا میں ایک نمایاں خصوصیت رکھتا ہے۔ بلکہ اسکی موجودہ فرمانروا علیا بیگم صاحبہ والیہ بھوپال کے اسلامی جوش اور دینی جد وجہد نے اس میں چار چاند لگا دیئے ہیں۔

بھوپال جس کے سابق مدار المہام جناب نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم کی حجج الکرامہ۔ اقتراب الساعۃ اور ایسی ہی دیگر ضخیم علمی و اسلامی کتابیں اور تفاسیر قرآن کریم و شروح حدیث و فقہ مسلمانان ہند کے بیش بہا فوائد کا موجب ہوئی ہیں۔ جہاں علمائے اسلام کو ہمیشہ عزت اور قدر کی آنکھوں پر بٹھایا گیا۔ اور نواب صاحب مرحوم و اس مملکت میں علمائے اسلام کو جمع کرنا اور اپنی مجالس خاص میں اُن سے مذاکرہ اور تبادلہ خیالات کے ذریعہ فائدہ اٹھانا اور فتوے بازیوں کی بجائے اُن سے مسائل دینیہ کی تحقیق کا بہترین کام لینا خاص طور پر مد نظر اور مرغوب تھا۔ آج بھی اُس کی یہ خصوصیت ایک دوسرا اور زیادہ شوخ رنگ دکھا رہی ہے۔ یعنی والیہ بھوپال زمانہ موجودہ کے حالات کو پیش نظر رکھکر اسلامی دُنیا پر عالمگیر امراض کو دریائے علم کے پاک اور مصفیٰ قطروں کے ساتھ دھونے اور باہم ترقی کی طرف لیجانے میں مصروف ہیں۔

حضرت علیا والیہ بھوپال کی مسلمانوں کے تعلیمی معاملات میں خاص دلچسپی۔ بالخصوص تعلیم نسوان کی ترقی میں خاص جد و جہد اور ہر ایک دینی اور اسلامی خدمت میں بہت بڑھ چڑھ کر حصہ لینا یہ وہ باتیں ہیں جن سے اسلامی ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے۔ اور یہی وہ خصوصیات ہیں۔ جن کی وجہ سے بھوپال کو دیکھنے کا ہمیں مدت سے اشتیاق تھا۔ جو اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل کے ساتھ پورا کیا۔

اس میں شک نہیں۔ کہ ہمیں اس پُرلطف مقام کی سیر کے لئے جو وقت ملا۔ وہ بہت ہی قلیل اور اسکی خصوصیات دلچسپیوں کے لحاظ سے بالکل ناکافی تھا۔ لیکن والئی بھوپال کے مہمان ہونے کی وجہ سے ایسے وسائل میسر تھے کہ جن کی وجہ سے ہم دو دن کے نہایت مختصر عرصہ میں ہی اس کے ضروری مقامات اور کوائف کی سیر سے کافی طور پر مستفید ہوگئے فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

اصل شہر گو نہایت مختصر اور عمارات پتھریلی اور پرانی وضع کی ہیں۔ لیکن ان کے اندر جا بجا عالیشان مساجد ریاست کی اسلامی شان کو نمایاں کر رہی ہیں۔ اگرچہ افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے۔ کہ ہندوؤں کے بالمقابل مسلمانوں کی آبادی نہایت کم ہے اور غالباً اسی وجہ سے بازاروں میں ہندوؤں کی دُکانیں زیادہ نظر آتی ہیں۔ لیکن ہم سمجھتے ہیں اسلام کی غیر متعصبانہ تعلیم کا یہ بھی ایک نمایاں ثبوت ہے۔ اور اسلامی فرمانرواؤں کی فراخ حوصلگی و رواداری کی ایک زندہ نظیر کہ انہوں نے اپنے ماتحت رعایا میں مذہبی تفریق کو کبھی روا نہیں رکھا۔ اور مخالف مذہب کے لوگوں کی ترقی اور آزادی میں کوئی دخل نہیں دیا بالمقابل کشمیر کی ہندو ریاست کو دیکھو۔ وہاں حالانکہ مسلمانوں کی آبادی بہت زیادہ ہے لیکن ان کی ترقی کو کس درجہ پر پامال کیا گیا ہے۔ اور کسقدر ذلیل اور قابل نفرت حالت کو انہیں پہنچا دیا گیا ہے۔ باوجود اسکے آج مسلمانوں پر مذہبی تعصب اور تنگدلی کا الزام دیا جاتا ہے۔ آج اورنگ زیب علیہ الرحمۃ پر ہر روز سوا من جنیؤ توڑنے کا بیجا افترا اور بہتان ہے۔ حالانکہ اسی اورنگ زیب کے زیر حکومت رہنے والے ہندوؤں کی کثیر آبادی دہلی اور آگرہ میں اپنی کثیر اولاد کے ذریعہ اس دیندار بادشاہ کی بے تعصبی کا ثبوت دے رہی ہے۔

صرف ہندوستان میں ہی نہیں۔ دوسرے ممالک میں بھی اسلام کے ساتھ یہی سلوک ہوا ہے۔ کہ غیر قوموں نے اسلامی ممالک پر متصرف ہوکر مسلمانوں کا نشان تک وہاں نہیں چھوڑا جیسے سپین اور مسلمانوں کے ماتحت غیر قومیں نہایت آزادی کے ساتھ اعلیٰ ترقیات پہنچتی رہی ہیں۔ جیسے ٹرکی اور دیگر اسلامی ریاستوں کا حال ہے۔ لیکن باوجود اسکے یہی غیر قوموں کی طرف سے الزام ہمیشہ اسلام ہی پر دیا جاتا رہا ہے۔

خیر بہرحال اس جگہ ہمیں اسلامی بے تعصبی کا غیر مذاہب کی تنگدلی سے مقابلہ کرنا مقصود نہیں۔ یہ ایک علیحدہ اور مستقل مضمون ہے۔ ہم یہاں صرف ان باتوں کو قلمبند کرنا چاہتے ہیں جو بھوپال میں ہمیں خاص دلچسپی کی نظر آئیں۔

سب سے پہلے جس قابل قدر چیز کے دیکھنے کا ہمیں اتفاق ہوا وہ ایک عالیشان مسجد تھی۔ جو شہر کے عین بیچ میں واقعہ ہے۔ اس مسجد کی وسعت اور شان بہت سے ہندوستانی شہروں سے جہاں مسلمان کثرت سے آباد ہیں بہت بڑھی ہوئی ہے بالخصوص بھوپال کی قلیل مسلمان آبادی اور اُن کی غربت کو مد نظر رکھتے ہوئے اسکی شان ہماری نظروں میں اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ مسجد کا صحن اور اندرونی قطعہ اپنی وسعت کے لحاظ سے لاہور کی مسجد وزیر خان کے برابر نہیں تو کچھ تھوڑا ہی کم ہوگا۔ اندرونی قطعہ جھاڑوں اور فانوسوں سے خوب مزین ہے جو اسلامی جوش اور محبت کا ایک ثبوت ہے۔ مسجد کے چاروں طرف بازار ہے۔ اور تین طرف سیڑھیاں ہیں۔ اسکے درمیانی دروازہ کی چھت پر چڑھکر شہر کا خوب نظارہ دکھائی دیتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بعض بڑی بڑی مساجد ہیں۔ جن میں سے بعض کے اندر عورتوں کے نماز پڑھنے کے لئے ایک حصہ میں اس خوبصورتی سے دیوار کھینچی گئی ہے کہ مسجد کی شان اور خوبی میں ذرا بھی فرق نہیں آیا۔

ایک اور بڑی مسجد شہر کے باہر نامکمل حالت میں کھڑی ہے۔ یہ مسجد دہلی کی جامع مسجد کے نمونہ پر موجودہ فرمانروائے بھوپال کی والدہ ماجدہ نواب شاہجہان بیگم نے بنوانی شروع کی تھی لیکن افسوس کہ اُن کی زندگی نے وفا نہ کی۔ اور مسجد نامکمل حالت میں رہ گئی تاہم وہ ایک طرح سے مکمل بھی ہے۔ قابل تعمیر حصہ ایسا ہے۔ جو اس کی ظاہر شان اور عظمت سے تعلق رکھتا ہے مثلاً اس کا ایک ہی مینار شروع ہؤا ہے اور وہ نامکمل حالت میں رہ گیا ہے۔ موجودہ فرمانروا کے دینی جوش اور اخلاص سے امید ہے کہ یہ مسجد کسی وقت ہندوستان کی سابقہ اسلامی عمارات میں ایک بے نظیر اضافہ ہوگی۔

بیجا نہ ہوگا اگر اس جگہ اس مسجد کا بھی ذکر کیا جائے جو انہی نواب شاہجہان بیگم صاحبہ مرحومہ کے ایما اور صرف سے سرزمین تثلیث یعنی انگلستان کے اندر لنڈن سے ۲۴ میل کے فاصلہ پر یعنی ووکنگ میں ڈاکٹر لائیٹنر آنجہانی نے بنوائی تھی۔ اور جس کے اوپر سورۃ اخلاص کی آیات کندہ ہوکر حامیان تثلیث کو توحید الٰہی کا وعظ کر رہی ہیں۔ اسی مسجد میں مسلمانوں کے زبردست تبلیغی مشن کی بنیادیں کھڑی کی گئیں جو خواجہ کمال الدین صاحب۔ بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی کے کمال ایثار اور جوش مذہبی کا نتیجہ ہے۔ اور جسکی بار آوری میں مولوی صدر الدین صاحب کی جد وجہد قابل تشکر ہے۔ چنانچہ اس وقت تک خواجہ صاحب اور مولوی صاحب ممدوح کی مساعی جمیلہ محض اللہ تعالےٰ کے فضل سے زیادہ صد انگریزوں کو مسلمان کرنے میں کامیاب ہوئی ہیں اور ابھی یہ سلسلہ جاری ہے اللّٰھم زد فزد۔ لیکن اس میں بھی بھوپال کا ایک خاص حصہ ہے کیونکہ اُس کی موجودہ فرمانروا اس مشن کی بھی خاص طور پر ممد و معاون ہے گویا مشن کے قیام اور ترقی ہر دو میں بھوپال کا قدم دوسرے مسلمانوں سے آگے ہے۔ اللہ کریم نواب شاہجہان بیگم صاحبہ اور اُن کی صاحبزادی یعنی موجودہ والیہ بھوپال کو اس کی جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور خدمات دینیہ کی اور بھی زیادہ توفیق عطا فرمائے۔

شہر بھوپال میں ایک اور سب سے زیادہ دلچسپ اور نہایت قیمتی چیز حمیدیہ لائبریری ہے جو علیا حضرت بیگم صاحبہ کے فرزند ارجمند نواب حمید اللہ خان صاحب بی۔ اے۔ کی قائم کردہ ہے۔ اس لائبریری کی رفیع الشان عمارت اور ہر قسم کی مطبوعہ و غیر مطبوعہ کتابوں کا نہایت قیمتی ذخیرہ دیکھنے والے کو محو حیرت بنا دیتا ہے۔ ایک بہت بڑے کمرہ میں بہت سے قلمی صحائف کا ذخیرہ ہے۔ جن میں قرآن کریم کے بہت سے نہایت پاکیزہ اور طرز کے نسخے بہت سی مختلف طرزوں میں لکھے ہوئے موجود ہیں۔ جنکو دیکھ دیکھ کر مسلمانوں کی طباعی اور قرآن کریم کے ساتھ عقیدت کا ثبوت ملتا ہے اور ان لوگوں کی محبت ظاہر ہوتی ہے۔ جنہوں نے ان قیمتی نسخوں کو جمع کیا۔ اس کے علاوہ احادیث کی بھی بعض کتابیں نہایت خوبصورت خط قلمی لکھی ہوئی موجود ہیں بعض فارسی کتابیں مثلاً گلستان اور بوستان۔ دیوان حافظ اور بعض اور کتب قلمی لکھی ہوئی دیکھنے والوں کی آنکھوں کو طراوت بخشتی ہیں۔ انہی قلمی کتب میں بعض شاہان اسلام کے فرامین بھی ہماری نظر پڑے۔ لیکن اُن کو پڑھنے کے لئے وقت نہیں تھا۔ ایسا ہی مطبوعہ کتب میں ہر فن کی انگریزی و اُردو کتابیں موجود ہیں۔ علم طب۔ تصوف۔ تاریخ۔ فلسفہ۔ جیوگرافی۔ یورپین سفرنامے اور بالخصوص مشرقی ممالک کے حالات۔ سیرت نبوی پر مختلف انگریزی و اُردو کتابیں۔ احادیث۔ اصول۔ فقہ۔ معانی۔ بیان وغیرہ کی کتابیں اس کثرت سے جمع کی گئی ہیں۔ کہ ان کی پورے طور پر سیر کرنے کے لئے بہت وقت چاہئے۔ بعض خاص فنون کی انگریزی اور دوسری کتابوں کے ذخیرے کئی کئی الماریوں میں سما سکتے ہیں۔ اس جگہ ہم نے ایک صحیح بخاری کا ترجمہ بھی ایک یورپین زبان میں دیکھا۔ لیکن زبان کی ناواقفیت ہمیں بتا نہ سکی۔ کہ وہ فرانسیسی ہے یا جرمن۔

غرض یہ لائبریری ریاست کی علم دوستی و علم پروری کی ایک عدیم النظیر مثال ہے۔ جو اسکی عظمت اور شان کو بہت بڑھانے والی ہے۔ خدا کرے۔ اس لائبریری کے ناظرین ہماری طرح صرف اسکی ظاہر شان اور عظمت کی سیر کرنے والے ہی نہ ہوں۔ بلکہ ایسے بھی لوگ پیدا ہوں جو اس سے قیمتی فائدہ اٹھائیں۔ اور اسکے بیش قیمت علمی ذخیرہ سے مستفید ہوکر دُنیا کو فائدہ پہنچانے کا موجب ہوں۔ اللہ تعالےٰ اس کے بانی کو جزائے خیر دے اور اس قیمتی ذخیرہ کو اور بھی بڑھائے۔ اور مخلوق خدا کو فائدہ پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!!!

کتب کے اس قیمتی ذخیرہ کو فراہم کرنے کے علاوہ والیان ریاست کی طرف سے بھی علمی و مذہبی مسائل پر تالیف و اشاعت کا ایک سلسلہ جاری ہے۔ ظل السلطان کے نام سے ایک ماہوار رسالہ ترقی نسوان میں ہمہ تن کوشاں ہے۔ اس رسالہ میں ہندوستان کی چیدہ تعلیم یافتہ خواتین کے قلم سے نکلے ہوئے نہایت پُرمغز اور قیمتی مضامین درج ہوتے ہیں۔ خود علیا حضرت بیگم صاحبہ کو بھی تالیف کتب کا بہت شوق ہے۔ چنانچہ اُن کی طرف سے جنس لطیف کی تعلیم و تربیت اور مذہبی واقفیت کو بڑھانے اور دیگر بہت سے علمی مسائل سے مسلمانوں کو عام طور پر مستفید کرنے کے لئے متعدد کتابیں اس وقت تک شائع ہو چکی ہیں۔ جن میں سے بعض ہماری نظر سے بھی گذرے ہیں۔ ابھی حال ہی میں سنا ہے کہ بیگم صاحبہ نے ایک کتاب پردہ پر لکھی ہے جس کا ترجمہ انگریزی میں بھی ہو چکا ہے۔ اور عنقریب ولایت میں چھپنے کے لئے مولوی صاحب کے سپرد ہوگی۔ یہ کتاب اگرچہ ہماری نظر سے نہیں گذری۔ لیکن جہانتک ریاست کے ارباب حل و عقد سے پتہ چلا ہے یہ اپنی نوعیت و جامعیت کے لحاظ سے موجودہ اسلامی دُنیا میں سب سے پہلی کتاب ہوگی۔ کیونکہ اس میں پردہ کے متعلق دوسرے تمام لوگوں کے خیالات کو علیٰ حتی الوسع جمع کیا گیا اور اس طریق عمل کو واضح کرنے کے بعد قرآن کریم کی روشنی میں اسلامی پردہ کو ظاہر کیا گیا ہے۔

ہمیں امید ہے کہ یہ کتاب بشرطیکہ اسے کثرت کے ساتھ شائع کرنے کی کوشش کی جائے۔ تو اسلامی دُنیا کے لئے نہایت مفید اور کارآمد ثابت ہوگی۔ اور پردہ کی موجودہ قیود جو بعض حلقوں میں قرآنی حدود سے ایک حد تک تجاوز کر گئی ہیں۔ قلع قمع کر کے اسے حد اعتدال پر لانے کا موجب ہوگی۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

صرف حضرت بیگم صاحبہ ہی نہیں۔ بلکہ جہاں تک ہمیں معلوم ہؤا ہے خاندان شاہی کی دیگر بیگمات کو بھی توسیع علم اور تصنیف و تالیف کا شوق ہے۔ چنانچہ ہمارے سُننے میں آیا ہے کہ جناب صاحبزادہ جناب نواب حمید اللہ خان صاحب ولیعہد سلطنت کی بیگم صاحبہ نے بھی مسلمان بچوں کے درس و تدریس کیلئے دینیات کے بہت سے مسائل کو ایک کتابی شکل میں جمع کیا ہے۔ جو ریاست کی طرف سے علمائے اسلام کی خدمت میں مناسب اصلاح اور مشورہ کے لئے بھیجی جا رہی ہے۔ اور اس طرح پایۂ تکمیل کو پہنچنے کے بعد شائع ہوگی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس علمی شوق کو اور بھی بڑھائے۔ اور ریاست سے علوم کے چشمے بہکر مخلوق خدا کی علمی پیاس کو بجھانے کا موجب ہوں آمین۔

شہر بھوپال کی ان علمی و مذہبی خصوصیات کے علاوہ اس کی بعض اور خوبصورتیاں بھی ذکر کرنے کے قابل ہیں۔ جس مکان میں ہم ٹھہرے۔ وہ والئی بھوپال کے مہمانوں کے لئے مخصوص ہے۔

اس مکان کو ہمالوں منزل کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اور تین چار آدمی اس میں مہمانوں کی خدمت اور خاطر و مدارات کے لئے ہر وقت موجود رہتے ہیں۔ مہمانوں کے آرام کا ہر قسم کا اعلےٰ درجہ کا سامان موجود ہے۔

خود حضرت علیا کی سکونت اور محلات شاہی شہر سے کسیقدر فاصلے پر ہیں۔ اور اس جگہ کا نام احمد آباد رکھا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ایک بہت بڑی جھیل شہر کے جنوب غربی اطراف میں واقعہ ہے۔ جس نے اس کی خوبصورتی کو بہت بڑھا دیا ہے۔ اس جھیل کا نظارہ اس پہاڑی سے خوب دکھائی دیتا ہے۔ جو اس کے دوسرے کنارے پر شملہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ جگہ نہایت ہی پر فضا اور خوبصورت ہے۔ یہاں والیہ ریاست کے منجھلے شاہزادہ صاحب کا مکان ہے۔ جس کے اردگرد کی سرزمین کو گھاس وغیرہ کے ساتھ اس خوبی سے سجایا گیا ہے کہ اسکو دیکھنے سے بہت ہی لطف حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ جگہ واقعی ایک دوسرا شملہ ہے۔ خود شہر اور اس جگہ کا موسم جولائی کے دنوں میں بھی معتدل تھا۔ بلکہ رات کو ہم اندر سوتے تھے۔ اور کمبل بھی لینا پڑتا تھا۔

یہ بھی بتا دینا ضروری ہے کہ جس علاقہ میں شہر بھوپال واقعہ ہے۔ وہ عام طور پر بہت ہی سرسبز مقام ہے۔ شہر کے چاروں طرف چھوٹی چھوٹی اور نہائت سرسبز پہاڑیاں ہیں جنھوں نے اس مقام کو بہت ہی پر فضا بنا دیا ہے۔

غرض بھوپال اپنی طرز کا ایک ہی شہر ہے اور اپنی خصوصیات کے لحاظ سے مجموعۂ عجائبات ہے۔ جس کے سنیئر ستاتی مسلمان بہت ہی رہین منت ہیں۔ اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ممنون احسان رہیں گے۔

ہم ناشکرگذار ہوں گے۔ اگر آخر میں اس نیکدل انسان کا ذکر دلی تشکر و امتنان کے ساتھ نہ کریں۔ جنھوں نے نہ صرف ہماری ہی رفاقت کی۔ بلکہ خود ریاست کی بھی نہایت دیانت و امانت کے ساتھ رفاقت کرنا اس کا شیوہ خاص ہے۔ یہ بزرگ ہمارے قابل اور نوجوان دوست شاہ مصطفیٰ احمد صاحب ہیں جو ولائیت کے تعلیم یافتہ ہیں اور اس وقت ریاست میں اکونٹنٹ جنرل کے منصب پر فائز ہیں ہمیں خوشی ہے۔ کہ آپ اپنی دیانت اور امانت کی وجہ سے ریاست کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہیں جس کا اعتراف خود والیہ ریاست علیا حضرت بیگم صاحب کو بھی ہے۔

خدا کرے ایسے ہی نیکدل وجود ریاست کی ترقی اور بہبودی میں ساعی رہیں۔ اور ان کے ذریعہ سے بھوپال اسلامی دنیا کے لئے اور بھی موجب خیر و برکت ثابت ہو۔

مجددِ وقت

آج وہ زمانہ ہے۔ کہ مسلم دنیا پر گردش چھائی ہوئی ہے۔ اور میرے مسلم بھائی اپنا دین چھوڑ کر اپنی دنیاوی خواہشات کی طرف راغب ہیں۔ خدا کی یاد تو درکنار۔ خانہ ہائے خدا میں جانے اور ان کی حفاظت رکھنے سے بھی جی چراتے ہیں ان کے دلوں سے ایمان اٹھ گیا۔ غربا و مساکین کا خیال چھوڑ دیا علمائے دین میں اختلاف پیدا ہوگیا۔ پیر پرستی ایک شیوۂ عام بن گیا۔ مسیحیت کا دنیا میں غلبہ ہوگیا۔ قحط اور گرانی نے اپنا سکہ جما دیا۔ خلقت کے دلوں سے مذہبی محبت جاتی رہی مخلوقِ خدا سے ہمدردی کم ہوگئی۔ چھوٹے بڑے کی تمیز نہ رہی خدمتِ اسلام کی طرف توجہ نہ رہی۔ لوگ احکام شرعی سے لاپرواہ ہوگئے۔ مطالعہ قرآن مجید سے گھبرانے لگے بدعات میں مشغول ہوگئے۔ غیر مذاہب سے اسلام پر حملے ہونے لگے۔ اور ہر گوشۂ دنیا میں جنگ و جدال برپا ہوئے بلائیں اور وبائیں اکثر خلقت پر آنے لگیں۔ غرض اس وقت دنیا میں کوئی بات باقی نہیں رہی۔

ایسی حالت میں کیا کوئی دنیاوی طاقت اب ہے۔ جو ان سب باتوں کا انسداد کر سکے۔ جواب یہی ہو سکتا ہے کہ نہیں حدیث شریف کے مطالعہ سے معلوم ہوا۔ کہ اگر ان باتوں کا دافع کوئی ہو سکتا ہے۔ تو وہ روحانی رہنما ہو سکتا ہے جس کے متعلق حدیثوں میں کھلے طور سے ذکر ہے۔ کہ ہر صدی کے سر پر مجدد دین کے لئے خدا کی طرف سے ایک مجدد ہوا کریگا۔ چنانچہ تیرہ سو سال میں متواتر مجدد ہر صدی کے بعد آتے رہے ہیں۔ لیکن اب یہ دیکھنا قابل غور ہے۔ کہ اس صدی کا مجدد کون ہے۔ اور کیا اسوقت کسی نے مجدد ہونے کا دعوےٰ کیا بھی ہے۔ یا کہ نہیں۔ اور اگر کسی نے کیا ہے۔ تو کیا اس کے افعال و اقوال احکام شرعی کے ماتحت بھی ہیں اور کیا اس کے مقاصد دنیاوی ہیں یا دینی۔ اور کیا اس کی غرض خدمتِ اسلام ہے یا کچھ اور۔ اگر اس میں وہ تمام صفات پائی جاتی ہوں۔ جو ایک مجدد میں ہونی لازمی ہیں تو ایسے شخص کو مجدد ماننے میں ہرگز کوئی عذر نہیں ہونا چاہئے۔ بشرطیکہ اس کا دعوےٰ صرف مجددیت یا محدثیت تک کا ہو۔ کیونکہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کامل اور صاحب شریعت نبیوں کا سلسلہ قطعاً مسدود ہو گیا ہوا ہے۔ ڈھونڈنے اور تلاش کرنے پر پتہ لگا۔ کہ میرزا غلام احمد صاحب قادیانی صرف اس وقت مجدد ہونے کا دعویدار ہے مگر اب یہ دیکھنے کی ضرورت پڑی کہ آیا جو باتیں مجدد میں ہونی لازمی ہیں وہ میرزا صاحب میں پائی جاتی ہیں یا نہیں۔ ان کی تصنیفات کا مطالعہ کرنے پر اور ان کی دنیاوی زندگی کی بابت چھان بین کرنے سے معلوم ہوا۔ کہ سب نشانات ان میں موجود ہیں اور ان کی دنیاوی زندگی بھی ایک نمونہ ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ میرزا غلام احمد صاحب کو وقت کا مجدد نہ مانا جائے۔

میرے خدا کا مجھ پر نہایت احسان ہے۔ کہ مجھ کو صراط مستقیم پر آنے کا موقع ملا۔ اور چنانچہ میں مولانا مولوی محمد علی صاحب کے ہاتھ پر احمدی جماعت میں ۳۱ اگست ۱۹۱۹ء کو شامل ہوگیا ہوں۔

یہ عام طور پر لوگوں میں بدگمانی ہو رہی ہے۔ کہ مرزا صاحب نے مجدد ہونے کا دعوےٰ نہیں کیا۔ بلکہ نبوت کا وہ دعویدار ہے۔ جہاں تک مرزا صاحب مرحوم و مغفور کی تصنیفات سے ظاہر ہوتا ہے۔ ان کا دعوےٰ محض مجددیت کا ہے۔ لیکن علمائے وقت نے مصلحتاً مرزا صاحب کے رتبہ کے متعلق غلط بیانی سے لوگوں کو ورغلانے کی ازحد کوشش کی اور ان پر کفر کا فتوےٰ بھی لگانے سے باز نہ رہے لیکن اب تو مدعی سست اور گواہ چست والا معاملہ ہے۔ دعویدار تو کہتا ہے۔ کہ میں صرف مجدد یا محدث کی حیثیت میں ہوں لیکن مخالفین کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نبوت کا دعویدار ہے خاصکر گدی نشینوں نے تو خوب ہی دم توڑ توڑ کر مجدد وقت کی مخالفت کی اور اب تک بھی کر رہے ہیں کیونکہ ان کو اندیشہ ہے۔ کہ شاید مرزا صاحب کی تعلیم لوگوں کے دلوں سے پیر پرستی کا خیال نہ اڑا دیوے اور انکی اس طرح روزی ہی بند نہ ہو جائے۔ لیکن ایسے خام خیالات کی بنا پر مجددِ وقت کے اس عظیم الشان مشن یعنی خدمت اسلام میں ان کا رخنہ انداز ہونا۔ کس قدر قابل گرفت اور خلاف شرع بات ہے۔ خیر وہ ذمہ وار ہیں۔ اور کیا خدا ان سے ان باتوں کی پرسش نہیں کریگا؟ ضرور کریگا! مجدد خدا کی طرف سے مقرر ہوتے ہیں اور انکے سپرد تجدید دین کا کام خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ جو لوگ خدائی کاموں میں مخل ہوتے ہیں یاد رہے وہ ضرور سزاوار ہوتے ہیں۔ خدا مجھے توفیق دے کہ اسلام کی خدمت کروں۔ اور خدا مجدد کے مشن کو زیادہ ترقی دے۔ آمین!

خاکسار۔ محمد امیر علی از شملہ

اعلان

ہم صدق دل سے اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ حضرت میرزا غلام احمد صاحب اور ان کی لاہوری جماعت بر سرِ قرآن اور حدیث مسلمان ہیں۔ اور کہ ہم حضرت مرزا صاحب کو ایک عالم باعمل اور مجددِ زمان مانتے ہیں اور کہ جو کوئی حضرت مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں۔ یا وہ جو ان کو کافر کہتے ہیں۔ ان دونوں سے متفق نہیں ہیں۔ ۲۰/۹/۱۹

دستخط

شاہزادہ خان صاحب ولد چوہدری کالا خان قوم راجپوت چوہان سکنہ آدڑہ عثمان زادہ تحصیل گوجرخان۔ حال محرر کچہری راولپنڈی۔ مقیم کوہ مری۔

دستخط

بابو عبدالغنی صاحب ولد کرم بخش ساکن راولپنڈی حال کلرک ناردرن کمانڈ آفس کوہ مری۔

(نوٹ) میں مسلمانوں میں مسئلہ تکفیر پر زور دینے والوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔

دستخط

احمد خان صاحب شیروانی (سکنہ سیالکوٹ) حال کلرک ناردرن کمانڈ آفس کوہ مری۔

دستخط

بابو اللہ بخش صاحب کلرک (سکنہ راولپنڈی) مقام کوہ مری
(نوٹ) کسی کلمہ گو کو کافر کہنا میرے خیال ناقص میں خلاف شرع قرآن ہے۔

دستخط

بابو فضلداد خان صاحب کلرک خزانہ مقام کوہ مری۔

مرسلہ خاکسار غلام ربانی از کوہ مری۔ ناردرن کمانڈ آفس۔ ایس۔ ٹی۔ برانچ

رسیدِ زر

فہرست چندہ بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۱۹ء

از جماعت احمدیہ لاہور چھاؤنی معرفت بابو محمد حسین صاحب کلرک

نام			
بابو محمد نعمان صاحب	۰	۰	۱
حکیم الطاف علی صاحب	۰	۱۰	۰
بابو محمد حسین صاحب	۰	۰	۱
قاضی ثناء اللہ صاحب	۰	۰	۳
میاں عبدالحکیم صاحب	۰	۸	۰
عبدالعزیز صاحب	۰	۴	۰
قاضی مظفر علی صاحب	۰	۰	۶
قاضی عبدالواحد صاحب۔ توپخانہ۔	۰	۰	۱
صدقۂ فطر	۰	۰	۲
بابو نبی بخش صاحب	۰	۰	۱
میزان	۰	۶	۱۱

تصنیفات حضرت مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ

احمدیہ موومنٹ انگریزی اس میں حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب نے سلسلہ احمدیہ کے متعلق تمام حالات کو بیان کیا ہے۔ بانی سلسلہ کی زندگی کے مختصر حالات اور مسائل قومی عقاید اور آجکل جو اختلاف سلسلہ ہوا ہے اسپر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ غرض انگریزیدان حضرات کے لئے یہ سلسلہ نہایت مفید ہے قیمت ۲ ۴ ۴ ۱۲

حقیقۃ المسیح از روئے قرآن و بائیبل ایک عیسائی کے سوالات کا جواب مصنفہ حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب ایم اے۔ ایل ایل۔ بی۔ امیر جماعت احمدیہ۔ قیمت ۲/

آیۃ اللہ اس میں مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری سے حضرت مسیح موعود کے آخری فیصلہ کی حقیقت و اصلیت پر مولینا مولوی محمد علی صاحب نے روشنی ڈالی ہے اور مولوی ثناء اللہ کے اعتراضات کا مسکت و مدلل جوابدیا ہے۔ قیمت ۳/

مرآۃ الحقیقۃ مصنفہ حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہٖ۔ ۹۲ صفح کی کتاب جواب ہے اس چٹھی کا جو میاں صاحب نے "حقیقۃ الامر" کے نام سے لکھی۔ اس چھوٹی سی کتاب میں محمودی مغالطہ اندازیوں اور عقاید کی ہو بہو تصویر کھینچی گئی ہے۔ اور اس کی حقیقت پر خوب روشنی ڈالی گئی ہے۔ قیمت صرف ۴/ ہے۔ احباب کرام کو چاہئے کہ اسے بہت زیادہ مقدار میں منگوا کر محمودیوں میں تقسیم کریں اور فایدہ اٹھا دیں۔

شناخت مامورین جو حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب کی تازہ تصنیف ہے یہ رسالہ ان اصحاب کے لئے نہایت ہی مفید ہے جو بعض ملہمین کے الہامات کی بنا پر گھبرا اٹھتے ہیں اور تردد میں پڑ جاتے ہیں۔ کہ شاید یہ شخص جو ملہم ہونے کا مدعی ہے۔ حق بجانب نہ ہو۔ اور نہیں جانتے۔ کہ مامورین الٰہی کون ہوتے ہیں۔ اور ان کی پہچان کے لئے کیا کیا امور ضروری ہیں۔ ہر مسلمان کو اس رسالہ کا مطالعہ ازبس ضروری ہے۔ قیمت ۲/

حدوثِ مادہ ایک آریہ کیساتھ تحریری مباحثہ جس میں مادہ کا حادث ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ قیمت ۴/

پتہ:۔ **دفتر بک ڈپو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور**

جلد | مدینۃ المسیح لاہور یکشنبہ مورخہ ۱۸ ذوالحجہ سنہ ۱۳۳۷ ہجری مطابق ۱۴ اگست سنہ ۱۹۱۹ء | نمبر ۱۷

کلام الامام امام الکلام

چہ راحتے است بکویش اگرچہ خونبار است

(حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

مرا نہ زہد وعبادت نہ خدمت وکارے است

ہمیں رلد است کہ جانم رہین دلدارے است

چہ لذتے است بروئش کہ جاں فدائش باد

چہ راحتے است بکویش اگرچہ خونبارے است

مسیح وقت مرا کرد اینکہ دید ایں حال

بہ بیں دلائل دعوٰے اگرچہ بیکارے است

دوائے عشق بخواہم کہ آں ہلاکت است

شفائے ما بہ ہمیں رنج دوردہ آزارے است

جواہر ریزے

صدی کا سر اور مجدد کی ضرورت

اب ان تمام امور کو ایک جا کر کے دانشمند غور کرے کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں۔ کیا وہ اس قابل ہے۔ کہ سرسری نگاہ سے اُسے رد کر دے؟ یا یہ کہ اس پر پورے غور اور فکر سے کام لیا جاوے جو کچھ ہمارا دعوٰے ہے کیا یہ صدی کے سر پر ہے یا نہیں؟ اگر ہم نہ آتے تب بھی ہر ایک عقلمند اور خدا ترس کو لازم تھا کہ وہ کسی آنے والے کی تلاش کرتے۔ کیونکہ صدی کا سر آگیا تھا۔ اور اب تو جبکہ بیس برس گذرنے کو ہیں اور بھی زیادہ فکر کی ضرورت تھی۔ موجودہ فساد اپنی جگہ پر پکار پکار کر کہہ رہا تھا۔ کہ کوئی شخص اس کی اصلاح کے لئے آنا چاہئے۔

مسیح موعود کا کام

عیسائیت نے وہ آزادی اور بیقیدی پھیلائی ہے جس کی کوئی حد ہی نہیں ہے۔ اور مسلمانوں کے بچوں پر جو اس کا اثر ہوا ہے۔ اُسے دیکھکر تو کہنا پڑتا ہے۔ کہ مسلمانوں کے بچے ہی نہیں ہیں۔ ساری باتوں کو چھوڑ دو۔ اس صلیبی فتنہ ہی کی اصلاح کے لئے جو شخص آئیگا۔ اس کا نام کیا رکھا جاویگا؟ یہ فتنہ بالطبع اپنی اصلاح کرنے والے کا نام کاسر الصلیب رکھتا ہے۔ اور یہ مسیح موعود کا دوسرا نام ہے۔ قرآن اور حدیث نے مختلف طریقوں پر اس مضمون کو ادا کیا ہے۔ اور آنیوالے موعود کی بشارت دی ہے۔ اس کو خوب سمجھ لینا چاہئے۔ کیونکہ جب انسان ناقص طور پر سمجھتا ہے گویا کچھ نہیں سمجھتا۔ لیکن جب کامل غور اور فکر کے بعد ایک بات کو سمجھ لیتا ہے پھر مشکل ہوتا ہے کہ کوئی اسے گمراہ کر سکے۔

تکذیب معمولی بات نہیں

اس لئے میں آپ کو مشورہ دیتا ہوں۔ کہ اس سوال کو حل کرنے کی خوب فکر کریں۔ یہ معمولی اور چھوٹی سی بات نہ سمجھیں بلکہ ایمان کا معاملہ ہے۔ جنت اور دوزخ کا سوال ہے۔ میرا انکار میرا انکار نہیں ہے۔ بلکہ یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار ہے کیونکہ جو میری تکذیب کرتا ہے۔ وہ میری تکذیب سے پہلے معاذاللہ۔ اللہ تعالیٰ کو جھوٹا ٹھیرا لیتا ہے۔ جبکہ وہ دیکھتا ہے کہ اندرونی اور بیرونی فساد حد سے بڑھے ہوئے ہیں اور خدا تعالیٰ نے باوجود وعدہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کے اُن کی اصلاح کا کوئی انتظام نہ کیا؟

سلسلہ موسوی سے مشابہت

جبکہ وہ بظاہر اس امر پر ایمان لاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے آیت استخلاف میں وعدہ کیا تھا۔ کہ موسوی سلسلہ کی طرح اس محمدی سلسلہ میں بھی خلفا کا سلسلہ قائم کرے گا۔ مگر اس نے معاذاللہ اس وعدہ کو پورا نہیں کیا۔ اور اس وقت کوئی خلیفہ اس امت میں نہیں؟ اور نہ صرف یہانتک ہی بلکہ اس بات سے بھی انکار کرنا پڑیگا۔ کہ قرآن شریف نے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مثیل موسیٰ قرار دیا ہے یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ معاذاللہ۔ کیونکہ اس سلسلہ کی اتم مشابہت اور مماثلت کے لئے ضروری تھا کہ اس چودھویں صدی پر اس امت میں سے ایک مسیح پیدا ہوتا۔ اسی طرح پر جیسے موسوی سلسلہ میں چودھویں صدی پر ایک مسیح آیا۔ اور اسی طرح پر قرآن شریف کی اس آیت کو جھٹلانا پڑیگا۔ جو اخرین منہم لما یلحقوا بہم میں ایک آنے والے احمدی بروز کی خبر دیتی ہے اور اس طرح پر قرآن شریف کی بہت سی آیتیں ہیں۔ جن کی تکذیب لازم آئیگی۔ بلکہ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ الحمد سے لیکر والناس تک سارا قرآن چھوڑنا پڑیگا۔ پھر سوچو! کیا میری تکذیب کوئی آسان امر ہے۔ یہ میں از خود نہیں کہتا خدا تعالیٰ کی قسم کھاکر کہتا ہوں۔ کہ حق یہی ہے کہ جو مجھے چھوڑے گا۔ اور میری تکذیب کرے گا۔ وہ زبان سے نہ کرے مگر اپنے عمل سے اُس نے سارے قرآن کی تکذیب کر دی اور خدا کو چھوڑ دیا۔ اسی کی طرف میرے ایک الہام میں بھی اشارہ ہے۔ انت منی وانا منک بیشک میری تکذیب سے خدا کی تکذیب لازم آتی ہے۔ اور میرے اقرار سے خدا تعالیٰ کی تصدیق ہوتی اور اسکی ہستی پر قوی ایمان پیدا ہوتا ہے۔ اور پھر میری تکذیب میری تکذیب نہیں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہے۔ اب کوئی اس سے پہلے کہ میری تکذیب اور انکار کے لئے جرأت کرے ذرا اپنے دل میں سوچے اور اس سے فتوے طلب کرے۔ کہ وہ کس کی تکذیب کرتا ہے؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کیوں تکذیب ہوتی ہے؟ اس طرح پر کہ آپ نے جو وعدہ کیا تھا۔ کہ ہر صدی کے سر پر مجدد آئیگا وہ معاذاللہ جھوٹا نکلا! اور پھر آپ نے جو اماما منکم فرمایا تھا۔ وہ بھی معاذاللہ غلط ہوا ہے۔ اور آپ نے جو صلیبی فتنہ کے وقت ایک مسیح ومہدی کے آنے کی بشارت دی تھی وہ بھی معاذاللہ غلط نکلی۔ کیونکہ فتنہ تو موجود ہو گیا۔ مگر وہ آنے والا امام نہ آیا۔ اب ان باتوں کو جب کوئی تسلیم کرے گا عملی طور پر کیا وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا تکذیب ٹھیرے گا۔ یا نہیں؟ پس پھر میں کھول کر کہتا ہوں کہ میری تکذیب آسان امر نہیں۔ مجھے کافر کہنے سے پہلے خود کافر بننا ہوگا۔ مجھے بیدین اور گمراہ کہنے میں دیر ہوگی مگر پہلے اپنی گمراہی اور روسیاہی کو مان لینا پڑے گا۔ مجھے قرآن اور حدیث کو چھوڑنے والا کہنے کے لئے پہلے خود قرآن اور حدیث کو چھوڑ دینا پڑے گا۔ اور پھر بھی وہی چھوڑے گا۔ میں قرآن اور حدیث کا مصدق ومصداق ہوں۔ میں گمراہ نہیں۔ بلکہ مہدی ہوں میں کافر نہیں بلکہ

انا اول المؤمنین

کا مصداق صحیح ہوں۔ اور یہ جو کچھ میں کہتا ہوں خدا نے مجھ پر ظاہر کیا کہ یہ سچ ہے جس کو خدا پر یقین ہے جو قرآن اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حق مانتا ہے۔ اس کے لئے یہی حجت کافی ہے کہ میرے منہ سے سنکر خاموش ہو جاوے لیکن جو دلیر اور بیباک ہے اس کا کیا علاج! خدا خود اُسکو سمجھائیگا۔

جلدی سے کام نہ لو

اس لئے میں چاہتا ہوں کہ آپ خدا کیواسطے اس امر پر غور کریں۔ اور اپنے دوستوں کو بھی وصیت کریں۔ کہ وہ میرے معاملہ میں جلدی سے کام نہ لیں بلکہ نیک نیتی اور خالی الذہن ہو کر سوچیں اور پھر خدا تعالے سے اپنی نمازوں میں دعائیں مانگیں کہ وہ ان پر حق کھولدے اور میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ اگر انسان تعصب اور ضد سے پاک ہو کر حق کے اظہار کے لئے خدا تعالے کی طرف توجہ کریگا تو ایک چلہ نہ گذرے گا۔ کہ اُس پر حق کھل جاویگا۔ مگر بہت ہی کم لوگ ہیں جو ان شرائط کے ساتھ خدا سے فیصلہ چاہتے ہیں۔

توسیع اشاعت میں احباب حتی الوسع کوشش کر کے ایک ایک دو دو خریدار پیدا کر کے عند اللہ ماجور ہوویں۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے ماسٹر فقیر اللہ صاحب پبلشر نے گلزار محمدی اسٹیم پریس لاہور میں باہتمام مسیح گلزار خان صاحب پرنٹر چھپوا کر دفتر پیغام صلح سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیغام صلح

جلد ۷ یکشنبہ مورخہ ۱۴ ستمبر سنہ ۱۹۱۹ء نمبر ۱۶

اہل ہنود میں مساوات کی تحریک اور اسلام کے اصول کی فتح

افسوس کا مقام ہے کہ وہ مذہب جس نے ابتدا ہی میں اخوت کا سبق دیا جس نے سر نکالتے ہی یہی تعلیم دی "المسلم اخ المسلم" ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ جس نے کالے اور گورے عربی اور عجمی فرنگی اور زنگی میں کوئی امتیاز نہیں رکھا جہاں اگر مکہ کے ایک شریف اور اعلیٰ خاندان کے ممبر حضرت عمرؓ جیسے نامور اور مقتدر رئیس کو رضی اللہ عنہ کا ممتاز تمغہ ملا تو وہاں ایک غریب بیکس ادنےٰ زنگی غلام حضرت بلالؓ کو بھی وہی تمغہ عطا ہوا۔ کون نہیں جانتا کہ غلامی ایک نہایت انتہائی مقام ذلت ہے جس کے مٹانے کے لئے مہذب اقوام یورپ نے بڑی بڑی جانفشانیاں کیں اور اپنی مساعی جمیلہ سے ایک بہت حد تک کامیاب بھی ہوئیں مگر کالے اور گورے سرخ اور سفید کے امتیاز کو نہ مٹا سکیں اور یہی وجہ ہے کہ آئے دن سنا جاتا ہے کہ امریکہ کی فلاں ریاست نے سرخ رنگ والوں سے یہ سلوک کیا اور حبشیانہ۔ کیسے مہذب ملک نے حبشیوں کی کس طرح کھالیں اتاریں۔ مگر اسلام نے قرون اولےٰ میں تمام کالے اور گوروں اور سرخوں اور سفیدوں کو اخوت کی ایسی لڑی میں پرو دیا تھا کہ کوئی بیگانگی اور اجنبیت کی علامت نظر نہ آتی تھی۔ احرار اور غلام امرا اور غربا سب کے سب ایسے شیر و شکر ہو گئے تھے کہ کوئی تمیز نہیں کر سکتا تھا کہ بلالؓ الگ ہے اور ابوبکرؓ الگ خبابؓ اور ہے اور خالدؓ اور زنیرؓ غیر ہے اور سعدؓ اپنا۔ غرض اسلام نے کوئی تفریق نہیں رکھی تھی ایک غلام شریف سے اسی طرح مواکلت و مجالست و مناکحت کر سکتا تھا جیسے ایک شریف شریف سے غرض اسلام نے اول قدم پر صرف مساوات کی ہی تعلیم نہیں دی بلکہ اس تعلیم پر ساتھ ہی ساتھ عمل پیرا ہو کر دکھلا دیا کہ زید اگر ایک غلام ہے تو عرب کے شریف ترین قوم قریش کی بزرگ زادی زینب اسکے نکاح میں آتی ہے۔ بلالؓ ایک حبشی غلام ہے تو موذن کے ممتاز عہدہ پر متمکن ہو جاتا ہے خبابؓ ایک غریب ترین انسان ہے تو وہ عرب کے بڑے سے بڑے ممتاز خاندان میں بیٹھ کر کھانا کھا سکتا ہے مگر ہائے افسوس کہ اب وہی مسلمان کہلانے والے اسلام سے اتنے دور جا پڑے ہیں کہ اسلامی باتیں اور اسلامی اصول ان کو ایسے عجیب اور غیر مانوس معلوم ہوتے ہیں کہ گویا ان میں وہ اصول تھے ہی نہیں۔ اسلام تو کہے کہ ایک مسلم دوسرے مسلم کا بھائی ہے مگر مسلمان ہیں کہ حقیقی بھائیوں سے منافرت کر کے مفارقت کر رہے ہیں۔ اسلام میں حکم ہے کہ جہاں ایک بھائی کو کانٹا چبھے وہاں اگر دوسرے بھائی کو خون بہا دینا پڑے تو غیر مناسب نہیں ہے بلکہ برخلاف اسکے ایک مسلمان دوسرے بھائی مسلمان کے خون چوسنے پر تیار نظر آتا ہے اور باہم محبت کرنے کی بجائے بغض و کینہ کا بیج بویا جاتا ہے۔ غرض اسلامی اصولوں پر کاربند ہونے کی بجائے کوسوں دوری اختیار کرتے چلے جا رہے ہیں اور وہ قومیں جن کے اصول میں چھوت ایک نہایت زبردست اور ممتاز علامت تھی وہ زمانہ کے ہاتھ کے تھپیڑوں سے سبق آموز ہو کر اس سے بیزاری کا اظہار کر رہی ہیں اور انسانیت کی قدر نے ان کو اس ناشائستہ اور وحشیانہ حرکت سے باز رکھنے کی عقل و تمیز عطا کر دی ہے جس کے ذریعہ سے وہ اب مساوات انسانی کے متفقہ اصول کو قبول کرنے پر اتر آئی ہیں۔ چنانچہ حال ہی میں ہندو سوسائٹی کے ایک نامور عالم جناب ستی راجہ گوپال اچاریہ نے مدراس سوشل کانفرنس کے بارہویں اجلاس میں جو بمقام ترچناپلی منعقد ہوا بحیثیت صدر جلسہ تقریر کرتے ہوئے مختلف معاشرتی اصلاحوں اور انکے باہم تعلقات پر تبصرہ کیا اور اعلےٰ طبقہ کو تنبیہ کی کہ ایسا نہ ہو کہیں بالشوازم پیدا ہو جائے اور یہ بھی فرمایا کہ پیدائشی فرق مراتب پر زور دیا جاتا ہے۔ اسکے مقابلہ میں غیر برہمنوں کی جدوجہد گویا ایک قسم کی بغاوت ہے جس کے چند افراد کو نفع اور بہتروں کو نقصان پہونچیگا اسکے علاوہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ ذاتی تفریق ایک خونی جنگ کے بعد یقیناً فنا ہو جائیگی اسی لئے قابل وثوق اتحاد یہ ہوگا کہ ملک میں ایک عام مساوات پیدا کیجائے اور یہ مساوات بجائے خود ایک اعلیٰ اور پاکیزہ شے ہے۔ ذاتی تفریق کوئی فائدہ پہنچانے والی چیز نہیں کہ جب بالآخر باہمی میل جول اور آپس میں شادی بیاہ کا طریق رائج ہو جائے گا تو ذاتی تفریق ضرور مٹ جائیگی۔

اخبارات سے آئے دن یہی سنا جاتا ہے کہ ساری دنیا اپنے مشارق و مغارب میں مساوات کے لئے جدوجہد کر رہی ہے اور اب ہندوستان میں بھی جہاں بچہ کی گھٹی میں غیر قوموں سے نفرت دلائی جاتی ہے۔ اہی مساوات کا احساس پیدا ہو گیا ہے تو مسلمانوں کو عبرت پکڑنی چاہیئے کہ جن اقوام کو مذہباً مساوات کے اصول سے ممانعت تھی اور وہ اس اصول پر عمل پیرا ہونے سے مجبور تھے وہ تو مذہب کی مخالفت عادت اور رجعیت کی مخالفت کر کے زریں اصول مساوات کی طرف قدم اٹھانے لگے ہیں جس میں اسلام کی فتح نظر آتی ہے اور تم مسلمان باوجود مذہب کی تاکید کے کہ ہر مسلمان خواہ وہ کسی قوم کسی ملک کا ہو ایک دوسرے کا گویا بھائی ہے۔ خواہ احمر ہو یا اسود فرنگی ہو یا زنگی سب ایک ہی تسبیح کے دانے ہیں کلمہ توحید نے شریف اور رذیل۔ امیر اور غریب بادشاہ اور گدا کو ایک ہی سطح مساوات پر لاکر کھڑا کر دیا ہے اور قومی تفاخر اور ذاتی وجاہت کو مٹا کر ستحکم المسلمین کے ممتاز لقب سے ملقب کر دیا ہے الٹا قدم اٹھا رہے ہو اور جس قومی تفریق کو اسلام نے عملاً مٹا کر دکھلا دیا تھا اب تم اسی تفریق کو قائم کر رہے ہو۔ فتفکروا یا اولی الابصار ؀

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

قابل تقلید نمونہ

احمدیہ جماعت کے اکثر احباب مولوی فضل حق صاحب کے نام نامی سے واقف ہونگے یہ ایک فرشتہ سیرت غریب مزاج عالم ہیں جو احمدیہ بلڈنگ میں تشریف فرما ہیں ان کو انجمن کی طرف سے لڑکوں اور لڑکیوں کو قرآن شریف پڑھانے کیلئے تھوڑی سی تنخواہ ملتی ہے جو ان کی مایحتاج کے لئے مکتفی ہوتی ہے مگر اس بزرگ میں ایک فطرتی علم کی دلچسپی ہے اور شب و روز اسی فکر میں رہتے ہیں کہ ہمارے جماعت کے نوجوان علوم دینیہ کی پوری واقفیت پیدا کر کے دنیا میں مرد میدان بنیں چنانچہ وہ اسی خیال سے اپنا پیٹ کاٹ کر اور نہایت سادہ سے غریبانہ لباس میں رہ کر جہاں تک ممکن ہوتا ہے روپیہ بچا کر انجمن کی لائبریری کے لئے ہمیشہ وقتاً فوقتاً کتابیں خرید کر دیتے رہتے ہیں۔ اسوقت تک حسب ذیل کتابیں انجمن کی لائبریری میں داخل فرما چکے ہیں جن میں بعض بڑی بڑی ضخیم کتابیں بھی ہیں خدا تعالےٰ انہیں جزائے خیر دے اور ہمارے نوجوانوں کو ان کتب سے مطالعہ کی توفیق بخشے۔

ہم انجمن کی طرف سے جناب مولوی صاحب ممدوح کا اس عطیہ علمی کے لئے تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں اور بزرگان ملت کو توجہ دلاتے ہیں کہ وہ بھی بزرگ موصوف کے اسوۂ حسنہ پر عمل کر کے اپنے لئے باقیات صالحات کا ذخیرہ چھوڑ جائیں کہ جسکا ثمرہ تا روز قیامت ان کو ملتا رہیگا اور وہ ان کے مدارج عالیہ کا باعث ہوگا۔

(۱) تیسیر الباری ترجمہ صحیح بخاری
(۲) مؤطا امام محمدؒ مترجم
(۳) سنن ابی داؤد مترجم
(۴) سنن نسائی۔
(۵) ترمذی
(۶) شرح وقایہ
(۷) کنز الدقائق
(۸) اصول شاشی
(۹) حسامی
(۱۰) نور الانوار
(۱۱) فیض الباری ترجمہ صحیح بخاری ۱۲ پارے
(۱۲) سنن ابن ماجہ
(۱۳) مشکوۃ مترجم
(۱۴) تفسیر جامع البیان
(۱۵) ؎ منطق
(۱۶) چند رسائل نحو
(۱۷) ریاض الصالحین
(۱۸) شیخ عبدالحق شرح مشکوٰۃ
(۱۹) فتح الباری ترجمہ صحیح بخاری
(۲۰) الترغیب و الترہیب
(۲۱) موضح القرآن
(۲۲) مشکوۃ المصابیح
(۲۳) صحیح مسلم اردو
(۲۴) مجمع البحار
(۲۵) مبسوط از علامہ سرخسی
(۲۶) تفسیر در منثور

لاہور میں پاک ممبر

یوں تو لاہور کے پاک ممبروں کے متعلق خود الہام الٰہی نے تطہیر کر دی ہے اور چونکہ خدائے علیم و خبیر جسے یہ علم تھا کہ ایک وقت جماعت کا ایک حصہ ان لوگوں کو فاسق و مرتد کہیگا جو خدا کی نظر میں پاک ہیں اسلئے اس نے اپنے مسیح کو بذریعہ خاص الہام یہ اطلاع دیدی تھی کہ

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر ہیں"

مگر اس سے قطع نظر ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ خود حضرت مسیح موعود کا حضرت امیر ایدہ اللہ اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی ذات کے متعلق کیا خیال تھا۔ حضرت صاحب تریاق القلوب کے صفحہ ۸۰ پر لکھتے ہیں۔

"اس نشان کے کچھ ایک دو گواہ نہیں بلکہ ایک گروہ کثیر میری جماعت کے لوگوں کا گواہ ہے جنمیں سے خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے پلیڈر اور مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے پلیڈر اور اخویم مولوی حکیم نورالدین صاحب اور اخویم مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی ہیں۔ اب دیکھتے جاؤ اور غور کرتے جاؤ کہ کیا یہ انسان کے کام ہیں اور کیا کسی سچے اہل فراست کے دل میں گذر سکتا ہے کہ جو لوگ صدہا کوس سے ہدایت پانے کے لئے میرے پاس آتے ہیں اور سچائی کی تلاش میں صدہا روپیہ میری رضامندی کے لئے خرچ کرتے ہیں اور میرے لئے اپنے عزیزوں اور خویشوں اور دوستوں کو چھوڑ بیٹھے ہیں وہ اس گندی اور پلید کارروائی کو مجھ سے دیکھا کہ میں جھوٹے گواہ ان کو قرار دوں اور جھوٹ بولنے کے لئے ان کو مجبور کروں پھر بھی یہ تمام گند دیکھ کر صدق دل سے میرے ساتھ رہیں اور اپنے مالوں کو میری راہ میں فدا کرنے کیلئے تیار رہیں اور اپنی جانوں کو میرے لئے مصیبت میں ڈالیں اور اپنی عزت کو خاک میں ملا دیں"

ان الفاظ میں حضرت صاحب نے صاف تسلیم کیا ہے کہ

(۱) یہ لوگ صدہا روپیہ میری رضامندی کے لئے خرچ کرتے ہیں
(۲) عزیزوں اور خویش و اقارب کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔
(۳) اور اپنے مالوں کو میری راہ میں فدا کرنے کو طیار ہیں۔
(۴) اور اپنی جانوں کو میرے لئے مصیبت میں ڈالتے ہیں۔

لیکن اس کے برخلاف میاں صاحب کا یہ خیال ہے کہ حضرت خواجہ صاحب اور مولوی محمد علی صاحب نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود پر روپیہ کے بارہ میں اعتراض کیا کرتے تھے۔

اب ہم حضرت مسیح موعود کی باتیں تسلیم کریں یا ان تعصب کے پتلوں کی جو حضرت امیر کے خلاف فتوی قتل تک دے چکے ہیں۔

پنجاب کی تحقیقاتی کمیشن

اس سے پہلے ان کالموں میں یہ خبر درج کی جا چکی ہے کہ پنجاب کے فسادات کے متعلق ایک تحقیقاتی کمیشن ہونیوالی ہے۔ اب حضور وایسرائے نے اپنی تقریر میں یہ بیان فرمایا ہے کہ اس کمیشن کے ممبر حسب ذیل صاحب ہونگے۔

صدر مجلس۔ دلارڈ ہنٹر سابق سالسٹر جنرل سکاٹ لینڈ

یقول الذین استضعفوا للذین استکبروا لولا انتم لکنا مومنین۔ وقال الذین استضعفوا للذین استکبروا بل مکر الیل والنہار اذ تامروننا ان نکفر باللہ ونجعل لہ انداداً تو معلوم ہوا کہ شرک کے اصل محرک وہی لوگ تھے اور یہ بیان اسی طرح ہے جیسا کہ اس آیت میں فرمایا۔ ان یدعون من دونہ الا اناثاً وان یدعون الا شیطاناً مریداً کیونکہ اصنام کی پرستش کرنے کا اصل محرک شیطان ہے اسلئے عبادت کا لفظ اسکی طرف منسوب کیا گیا۔

شان نزول :- روی ان وفد نجران قالوا لرسول صلی اللہ علیہ وسلم لم تعیب صاحبنا۔ قال ومن صاحبکم قالوا عیسیٰ قال وای شیئاً اقول قالوا تقول انہ عبد اللہ قال انہ لیس بعار ان یکون عبد اللہ قالوا بلی فنزلت یعنی وفد نجران نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ ہمارے صاحب پر کیوں عیب لگاتے ہیں آپ نے فرمایا تمہارا صاحب کون ہے انہوں نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام ہے فرمایا میں اسکے بارہ میں کیا کہتا ہوں انہوں نے کہا کہ آپ اسکی نسبت یہ کہتے ہیں کہ وہ اللہ کا بندہ ہے فرمایا یہ تو کوئی عیب کی بات نہیں انہوں نے کہا یہ عیب ہی کی بات ہے پس یہ آیت نازل ہوئی۔ لن یستنکف المسیح ان یکون عبداً للہ ولا الملئکۃ المقربون۔ یعنی قاعدہ کی بات ہے کہ جو کسی کا ابن یا بنت ہو اسکو اسکا عبد کہنا درست نہیں لیکن یہاں تو معاملہ برعکس ہے کیونکہ اے مشرکو! جس کو تم خدا کا بیٹا اور جن کو خدا کی بیٹیاں کہتے ہو وہ تو اپنے آپ کو عباد اللہ کہنے سے کوئی عار نہیں کرینگے۔ صدق اللہ العلی العظیم۔ ان کل من فی السموات والارض الا آتی الرحمن عبداً۔ فثبت الدعا والسلام علی من اتبع الہدیٰ

خاکسار

عبد السبوح ۲ 9/19

اقتباسات

افغانستان میں سازشیں

عجیب و غریب انکشافات

ہندوستان میں گذشتہ افغانی حملہ کے متعلق کئی ایک حیرت انگیز واقعات کا انکشاف ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۹۱۶ء میں تین ہندوستانی کہیں سے روپیہ لیکر کابل میں وارد ہوئے۔ اور وہاں انہوں نے اپنے آپ کو اس سازش کے سرغنے ظاہر کیا۔ جو بقول ان کے ہندوستان میں برطانوی حکومت کو تہ و بالا کرنے کے لئے مرتب کی گئی تھی۔ ان سازشیوں میں ایک شخص عبید اللہ تھا۔ جو اپنے آپ کو ہندوستان کی عارضی گورنمنٹ کا منتظم کہتا تھا۔ دوسرے سازشی اے ایچ عزیز ساکن قصور نے نائب منتظم کا لقب اختیار کر لیا تھا اور تیسرے معتمد برکت اللہ نے اس عجیب گورنمنٹ میں سکریٹری کا عہدہ سنبھالا تھا یہ سازش مہندرہ پرتاب کی صدارت میں کام کرتی رہی جو برلن سے کابل میں بھیجا گیا تھا۔ امیر حبیب اللہ خان کے کانوں تک آہستہ آہستہ اس سازش کی خبر پہنچی۔ لیکن انہوں نے اس کے ارکین کو حقیر سمجھ کر انکی کوئی بازپرس نہ کی۔ کچھ عرصے کے بعد اس سازش میں ایک ترکی کرنیل محمد سعدی نامی شریک ہو گیا۔ دراصل یہ شخص ترکی کی مجلس اتحاد و ترقی کا ایک کارندہ تھا جسکو انور پاشا نے بیرن وسیندینک کے پاس اس سفارش کے ساتھ بھیجا تھا۔ کہ یہ بہت لائق اور دیانتدار شخص ہے۔ بیرن موصوف جرمنوں کے مشرقی صیغہ کا ڈائرکٹر تھا۔ اس نے محمد سعدی کو ایک لاکھ پونڈ دیا کہ وہ اس کے ذریعہ گورنمنٹ آف انڈیا کو جہاں تک ہو سکے نقصان پہنچائے۔ سنہ ۱۹۱۸ء میں ایک اور شخص جو ترکی جرنیل کے مقابلہ میں کہیں زیادہ خطرناک تھا ہندوستانی انقلاب پسندوں کے جتھے میں شریک ہو گیا۔ یہ محمد طرزی تھا جس کو امیر عبد الرحمن خان نے خارج البلد کر دیا تھا۔ امیر حبیب اللہ خان کے تخت پر متمکن ہوتے ہی یہ افغانستان میں واپس آ گیا۔ اس نے ایک اخبار نکال کر امیر حبیب اللہ خان کو خوش کر لیا۔ جو اخبار کو ترقی کا نشان سمجھتے تھے۔ کچھ عرصہ گذرنے پر امیر صاحب اخبار مذکور میں ایک جمہوری رنگ کا مضمون پڑھ کر غضبناک ہو گئے۔ اور محمد طرزی کو جوابدہی کے لئے بلا بھیجا۔ اس نے سارا الزام ڈاکٹر عبد الغنی ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم پر عائد کر دیا۔ امیر حبیب اللہ خان نے ڈاکٹر موصوف کو زندان میں ڈال دیا جو ابھی امیر امان اللہ کے عہد حکومت میں رہا ہوئے ہیں اور راولپنڈی میں انجمن مصالحت میں افغانی نمائندہ کی حیثیت سے شریک تھے محمد طرزی نے کچھ عرصہ پاکر امیر حبیب اللہ کو اس بات پر راضی کر لیا کہ شہزادہ امان اللہ کی شادی اس کی لڑکی سے کر دی جائے۔ چنانچہ اس وقت محمد طرزی امیر امان اللہ کا خسر ہے۔ سنہ ۱۹۱۷ء میں یہ مفسدہ پرداز لیکایک غائب ہو گیا اور ایک سال بعد وہ بلشویکوں سے کافی روپیہ اڑا کر ترکی ٹوپی پہنے ہوئے اور محمد طرزی بے کا لقب اختیار کئے ہوئے کابل آ گیا یہاں وہ ہندوستانی انقلاب پسندوں سے مل گیا۔ اور یہ اسی کی تحریک کا نتیجہ ہے۔ کہ ہندوستان میں بغاوت پھیلانے کے لئے یہاں روپیہ بھیجا گیا لیکن انور پاشا اور بلشویک لیڈر کومراف نے جس نے طرزی کو روپیہ دیا تھا یہ کوشش کی کہ افغان ہندوستان پر حملہ کر دیں امیر حبیب اللہ خان نے اس تجویز پر عمل کرنے سے قطعی انکار کر دیا اس کے بعد امیر حبیب اللہ خان کے قتل کا ہولناک حادثہ ظہور میں آیا۔ اور ان انقلاب پرستوں کی شرر انگیز تحریکوں کو مدنظر رکھ کر اس شبہ کی معقول وجوہ ہیں۔ کہ غالباً انہوں نے ہی اس قتل میں حصہ لیا ہوگا۔ بہرحال یہ امر واقعہ ہے۔ کہ امیر حبیب اللہ کے بعد جب سردار نصر اللہ خان تخت کا دعویدار ہوا۔ تو اس کی شدید مخالفت کی گئی۔ اور اس کے مخالفوں نے دم نہ لیا جب تک امان اللہ تخت پر نہیں بیٹھ گیا۔ مگر امیر امان اللہ خان ناتجربہ کار اور ناتجربہ کار نوجوان تھے۔ اور محمد طرازی کا اشتراکی طلسم ان پر چل چکا تھا۔ چنانچہ انقلاب پسندوں نے امیر افغانستان کو برطانوی حکومت کے خلاف بھڑکایا۔ اور اسے وسط ایشیا کی دستوری حکومت کا سب سے بڑا لیڈر قرار دیا

اس کے ساتھ ہی انہوں نے عبد الرحمن افغانی نمائندہ متعینہ شملہ اور غلام حیدر افغانی پوسٹ ماسٹر پشاور کو ہندوستان میں بدامنی پھیلانے کے لئے مقرر کر دیا عبد الرحمن تو بزدل نکلا۔ لیکن غلام حیدر نے شرارت پر کمر باندھ لی۔ مگر جلدی گورنمنٹ نے اس کا دائرہ عمل محدود بلکہ محو کر دیا۔ انقلاب پرستوں نے ماہ مئی میں درۂ خیبر کی راہ سے حملہ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ ماہ اپریل میں ہندوستان میں رولٹ ایکٹ کے خلاف جد و جہد جاری تھی۔ یہ باور کرنے کی وجہ موجود ہے۔ کہ ہندوستان کے ہنگاموں میں محمد طرزی کا کوئی ہاتھ نہ تھا۔ بہرحال ان لوگوں نے امیر کو ہندوستان کی بدامنی کے متعلق مبالغہ آمیز داستانوں سے اشتعال دیا کہ وہ ہندوستان پر حملہ کرے۔ گورنمنٹ آف انڈیا کو بہت جلد اس سازش کا علم ہو گیا۔ چنانچہ انہوں نے فوراً غلام حیدر اور اس کے کارندوں کو پشاور میں گرفتار کر کے رنگون بھیج دیا۔ اور افغان حملہ کے لئے تیار ہو گئے جس کا انجام ناظرین جانتے ہیں گورنمنٹ آف انڈیا نے اپنے تدبر اور قوت بازو سے اس سازش کو ناکام کر دیا جو کامیاب ہو کر غالباً اپنی نوعیت میں وسیع الاثر ثابت ہوتی۔ (حق بلیٹین)

مسائل حاضرہ پر وائسرائے کی تقریر

وائسریگل کونسل کے اجلاس شملہ ۳ ستمبر کو صدر جلسہ حضور وائسرائے نے اپنی تقریر کے دوران میں مسٹر آسٹن ساونڈ کے انتقال اور سر سنکرن نائر کے مستعفی ہونے پر اظہار افسوس کیا۔ انہوں نے کہا جن کی وجوہ کی بناء پر سر سنکرن نائر مستعفی ہوئے۔ وہ ان کے لئے باعث عزت تھیں۔ اور میں انکی قدر کرتا ہوں لیکن چونکہ گورنمنٹ کے ہم جلیسوں کے تعلقات پرائیویٹ ہوتے ہیں۔ میں ان پر بحث کرنا نہیں چاہتا۔ ترکی کی شرائط صلح پر فرمایا۔ کہ میں نے اس معاملہ میں حتی الامکان مسلمانوں کے جذبات کا حق ترجمانی ادا کیا ہے۔

گذشتہ فسادات پنجاب

گذشتہ اجلاس کے اختتام کے بعد نہایت اہم واقعات ہوئے ہیں جن سے اس ملک کے امن و امان پر بہت اثر پڑا ہے۔ میں ان کا ذکر کئے بغیر کچھ اور نہیں کہہ سکتا۔ گذشتہ اجلاس کے دوران میں رولٹ ایکٹ کو پاس کرتے وقت بعض آنریبل ممبروں نے مجھے آگاہ کیا تھا۔ کہ اگر رولٹ ایکٹ پاس ہو گیا تو غیر معمولی ایجیٹیشن پیدا ہو جائیگا۔ میرے خیال میں آنریبل ممبر اس بات کو جانتے ہیں کہ کوئی گورنمنٹ ایجیٹیشن کے خطرہ سے اپنی ضروری پالیسی سے انحراف نہیں کر سکتی۔ تاہم ایسے آدمی بھی موجود تھے جن کے خیال میں دھمکی کو پورا کرنا ضروری تھا اور اس دھمکی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایسے افسوسناک واقعات کا ظہور ہوا۔ جن کی تحقیقات لازم ہے۔ میں ان واقعات پر بحث نہیں کروں گا۔ البتہ میں اس بات کی طرف اشارہ کروں گا کہ بدامنی کو فرو کر دینے کے بعد واقعات کی اہمیت کو کم کر دینا آسان ہے۔ جس شخص کو ان واقعات سے سمجھانے کا سابقہ پڑا ہے وہ ان کے نتائج کو بھول نہیں سکتا۔ قتل و غارت اور آتش زدگی شروع کی گئی۔ تار کاٹے گئے۔ ریل کی پٹریاں توڑی گئیں اور میں کئی روز تک گورنمنٹ پنجاب کے ساتھ محض بذریعہ تار گفتگو کرتا رہا۔ نازک حالت جس کا ہمیں سامنا تھا اور وہ نقصانات جو کئے گئے ان کا چشمدید ثبوت ابھی تک بہت سے اضلاع میں ملتا ہے جنکو فسادات کے دوران میں تکلیف پہنچی۔ یا وہ شخص اس نازک حالت اور نقصانات کا صحیح اندازہ لگا سکتا ہے جو ان اضلاع میں خود جاکر بربادی و تباہی کے آثار وہاں دیکھے۔

میری گورنمنٹ کی پالیسی ۱۴ اپریل کے ریزولیوشن میں واضح تھی میں نے ایسی تدابیر اختیار کرنے کے لئے جن کی ضرورت تھی ہر ایک صوبہ کے گورنر کی حمایت کرنے کا وعدہ کیا اور میں اس قسم کی امداد لگاتار دیتا رہا ہوں۔ سخت کارروائی کی ضرورت پر مجھ سے زیادہ اور کوئی افسوسناک نہیں ہوگا۔ مگر ہماری فوری کارروائی سے بدامنی فرو ہو گئی اور امن و امان قائم ہو گیا۔

گورنمنٹ کی نرمی

میری اور لاٹ صاحب پنجاب کی یہ خواہش ہے کہ ان بدقسمت اور گمراہ لوگوں کے ساتھ جو بقول مسٹر گاندھی کسی تعلیم یافتہ اور چالاک آدمی یا آدمیوں کی ترغیب سے قتل و غارت پر آمادہ ہو گئے تھے نرمی برتی جائے۔ کچھ عرصہ سے سر ایڈورڈ میکلیگن سزاؤں کی نظرثانی میں مصروف ہیں اور انہوں نے ہر ایک مقدمہ میں رحم و انصاف کو مدنظر رکھا ہے جو مقدمات گورنمنٹ ہند کے پاس آئے تھے ان پر احتیاط سے غور کر کے نہایت تیزی سے احکام پاس کر دئے گئے ہیں۔

سرحد کی بدامنی

میں اب اندرونی بدامنی کو چھوڑ کر سرحد کی مشکلات کا ذکر کرونگا ہندوستان میں قطعی طور پر قانون پسندی اور امن قائم ہونے سے پہلے ہمارے شمالی مغربی سرحد پر ایک پیچیدگی پیدا ہو گئی۔ ۳ مئی کی شام کو ہمیں خبر ملی کہ لنڈی کوتل کے آس پاس ہماری سرحد پر مداخلت کی گئی۔ اس دوستانہ خط و کتابت کو مدنظر رکھتے ہوئے جو میرے اور امیر افغانستان کے درمیان جاری تھی مجھے مشکل سے اس بات کا یقین آیا کہ افغانستان کی گورنمنٹ کو اس مداخلت کا علم ہے اور اس میں اسے اعانت کی ہے۔ چنانچہ میں نے امیر افغانستان کو ایک مراسلہ میں لکھا کہ وہ اپنے حکام کی کارروائی کو ناپسند کرے بدقسمتی سے ۲۴ گھنٹہ کے اندر اس امر کے متعلق بہت سی شہادت مل گئی کہ افغان گورنمنٹ نے دیدہ و دانستہ مداخلت کی ہے اور میں نے اپنے علاقہ سے افغان افواج کے فوری اخراج کے متعلق احکام جاری کر دئے۔ ۹ اور ۱۱ مئی کو معرکے ہوئے اور دشمن کو لنڈی کوتل کے آس پاس سے بھگا دیا۔ ۱۳ مئی کو ڈکہ پر رسالہ قابض ہو گیا اور ۱۶ مئی اور ۱۷ مئی کو ڈکہ کے ادھر کی پہاڑیوں میں لڑائیاں ہوئیں جن سے افغانوں کو شکست ہو گئی اور افغان افواج منتشر ہو گئیں۔ ہمارے ہوائی جہاز بھی بیکار نہیں تھے اور ہوائی جہازوں نے جلال آباد میں جاکر وہاں بم برسائے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ افغان افواج نے شہر خالی کر دیا اور ان اہل قبائل نے جو ہمیشہ تاک میں رہتے ہیں شہر کو لوٹا۔

اسی اثنا میں افغان گورنمنٹ اپنی غلط فہمیوں سے آگاہ ہو گئی جن کی بناء پر اسکی سلطنت نے برطانیہ کے ساتھ اعلان جنگ کر دیا تھا۔ ان شکستوں کے بعد افغانوں نے دو بار عارضی صلح کے لئے مجھ سے درخواست کی لیکن افغان سفیروں کے مشتبہ ارادات کو مدنظر رکھتے ہوئے میں اسی بات پر تلا رہا کہ امیر افغانستان خود صلح کے لئے درخواست کرے چنانچہ اسکی طرف سے یہ درخواست یکم جون کو وصول ہوئی لہٰذا امیر کی طرف سے ذلیل ہونے کے باعث افغانوں کے خلاف لڑائی بند کر دی گئی اور عارضی صلح کی شرائط مقرر کر دی گئیں اسکے بعد شرائط کی تفصیل کے متعلق امیر سے خط و کتابت رہی اور اسکا خاتمہ ۸ جولائی کو ہوا اور اس کے بعد راولپنڈی کی کانفرنس میں اس کے سفیران صلح کو مدعو کیا گیا۔

اسی اثنا میں تاخیر کے باعث فوجی حالت مشکل ہو گئی۔ افغانوں کے خلاف جنگ کا خاتمہ ہو گیا۔ مگر اہل قبائل میں اشتعال پیدا ہو گیا ہے یا تو انہیں جنگ کے برتاؤ کی خبر نہیں اور یا اسکا وہ بہت کم حصہ جانتے ہیں۔ ایک لاکھ پانچ ہزار مربع میل رقبہ جس میں صوبہ سرحد اور بلوچستان اور شمالی مغربی سرحد کی ...

تازہ ترین خبریں

شاہ بلجیم اور امریکہ

نیو یارک (امریکہ) کے اخبار ٹائمز کا نامہ نگار واشنگٹن سے لکھتا ہے کہ شاہ بلجیم معہ اپنی ملکہ کے امریکہ آنیوالے ہیں جہاں وہ پریذیڈنٹ ولسن اور ان کی میم صاحبہ کے مہمان ہوں گے۔ غالباً وہ اکتوبر میں امریکہ جائیں گے۔

لنڈن کا گانا کلکتہ میں سن لو

ولایتی اخبار لنڈن اپنٹین لکھتا ہے کہ اب کہ لاسلکی برقی پیام رسانی کے ذریعہ سے ہزارہا میل سے انسان کی اصل آواز پہنچنے لگ گئی ہے۔ ایک ماہر فن کا بیان ہے کہ وہ [illegible] نہیں۔ جبکہ نیوزیلینڈ والے لنڈن۔ پیرس اور نیو یارک (امریکہ) کی مجالس سرود کا گانا اسی طرح نیوزیلینڈ یا کلکتہ میں سن سکیں گے جس طرح کہ خاص مجلس میں بیٹھے ہوئے آدمی سنتے ہونگے۔ (ریاست)

انگریزی بحری اقتدار

ولنگٹن ۸ ستمبر۔ امیر البحر جلیکو نے ایک ملاقات کے دوران میں بیان کیا کہ جب تک برطانیہ کلاں کی مقبوضات کے لوگ جلد اپنی جیبوں میں ہاتھ نہ ڈالیں گے۔ انگریزی بحری اقتدار قائم نہیں رہ سکتا۔ برطانیہ کا بحری اقتدار سلطنت کی ہستی کو قائم رکھنے کے لئے سخت ضروری ہے۔

سلیشیا میں لڑائی

لنڈن ۸ ستمبر۔ وارسا کا ایک پیغام ناقل ہے کہ سلیشیا میں ابھی لڑائی جاری ہے۔ جرمن بیان کرتے ہیں۔ کہ باغیوں نے یکم ستمبر کو ٹیرودک اور گڈ اف پر حملہ کیا۔ اپر سلیشیا میں ابھی تک قریباً ۲۹ ہزار باغی موجود ہیں۔

پیٹروگراڈ میں ہیضہ

سٹاک ہالم۔ روس کے دار الحکومت پیٹروگراڈ میں ہر روز قریباً ۲۵۰ وبائی ہیضہ سے موتیں ہوتی ہیں۔

جرمن مزدور فرانس میں

برلن ۸ ستمبر۔ برلن کا ایک تار ناقل ہے۔ کہ چار لاکھ جرمن مزدور شمالی فرانس میں تباہ شدہ عمارات کو از سر نو بنانے کے لئے والنٹیر ہوتے ہیں۔

روٹرڈم میں آگ

روٹرڈم ۸ ستمبر۔ ساحل پر ایک روئی کے گودام میں آگ لگ گئی جس کی وجہ سے ۰۰۰۰۰۵ لاکھ گلیارڈ کا نقصان ہوا ہے۔

نیوزیلینڈ میں قرضہ

ولنگٹن ۸ ستمبر۔ نمائندگان کی جماعت نے گورنمنٹ کو اختیار دیا ہے۔ کہ سابقہ سپاہیوں کو نیوزیلینڈ میں آبادی کے لئے ۲ کروڑ ۵۰ لاکھ پونڈ قرضہ لیا جائے۔ قرضہ کا سود انکم ٹیکس سے مستثنیٰ ہوگا۔

روسی لڑائی اوڈیسہ کی از سر نو تسخیر

اوڈیسہ ۸ ستمبر۔ جنرل مرزدٹ جولپورٹ آرتھر کے میدان میں شہرت حاصل کر چکے ہیں۔ وہ بھی برعمال میں ہیں بہت سے بولشیوک اپنے ہیڈ کوارٹروں کے صحن میں گولی کا نشانہ ہوکر اپنے خانوں میں پڑے تھے۔ ان تہ خانوں کی دیواروں پر گولیوں کے نشان اور جابجا خون کے دھبے لگے ہوئے تھے۔ کئی سو شراب کی خالی بوتلیں ان تہ خانوں میں پڑی تھیں جس سے ظاہر ہوتا تھا۔ کہ قاتلوں نے قتل کرنے سے پیشتر اپنے آپ کو اچھی طرح مخمور کر لیا تھا۔ ایک کھلا تہ خانہ جو ۲۰ فٹ گہرا تھا۔ ایک کھڑکی سے دکھائی پڑتا تھا۔ جہاں سے کہ بولشیوکوں نے نیچے مجمع پر اپنی گولیاں چلائیں قاتلوں نے کئی نوجوان لڑکیوں کو پکڑ لیا۔ ہر شب کو ۱۱ بجے سے متواتر گولیاں چلا کر قیدی قتل کئے جاتے ہیں۔ قیدیوں کی تعداد دو تین ہزار کے درمیان ہے۔

امیر البحر کولچک

لنڈن ۸ ستمبر۔ ایک سرکاری تار ناقل ہے۔ کہ جنرل کولچک اومسک سے بیان کرتا ہے۔ کہ جنرل کولچک نے پھر پیش قدمی شروع کر دی ہے۔ اور یولوٹور دوسک کی طرف سخت لڑائی واقع ہوئی ہے۔ امیر البحر کولچک کی افواج نے بہت سی فتوحات حاصل کی ہیں۔ اور ان فتوحات کے دوران میں بہت سا مال غنیمت اور قیدی گرفتار کئے ہیں سپاہی پسپا ہو رہے ہیں۔

آسٹریا کے عہدنامہ کے متعلق یوگوسلیوں کا فیصلہ

پیرس ۸ ستمبر۔ یوگوسلیوں نے آسٹریا کے عہدنامہ صلح پر دستخط کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ کہ چھوٹے گروہوں کے تحفظ کی درخواستیں حاصل کر لیں گے۔

ایک نئی امریکن رپورٹ

لنڈن ۸ ستمبر۔ نیو یارک ہیرلڈ کے نامہ نگار لنڈن نے ایک ماہ آئرلینڈ میں بسر کیا۔ اور نام نہاد امریکن کمیشن آزادی آئرلینڈ کی روش کی تقلید کی۔ نامہ نگار کا بیان ہے کہ گورنمنٹ نے ہر قسم کی سہولت بہم پہنچائی۔ یہ ہر جیل میں گیا۔ اور جس قیدی سے چاہا باتیں کیں۔ نامہ نگار ظاہر کرتا ہے۔ کہ انگریزوں پر جور و تظلم کے جو الزامات لگائے گئے ہیں وہ بالکل بے بنیاد ہیں۔ قیدیوں سے نہایت نرمی سے سلوک کیا جاتا ہے۔ اور شہید بننے کے ذہن میں انہوں نے مراعات کا برے طور پر استعمال کیا۔

جرمن ولیعہد بیگم

لنڈن ۸ ستمبر۔ سنٹرل نیوز کا نامہ نگار اسٹرڈم بیان کرتا ہے۔ کہ جرمن ولیعہد بیگم ویرنجن جاتی ہوئی یہاں سے گذری جہاں وہ یہ ہفتہ اپنے شوہر کے ساتھ بسر کرے گی۔

آئرش باغی

لنڈن ۸ ستمبر۔ سترہ شاپ شائرز جو ایک کارپورل کی سرکردگی سے کل صبح فیموئے میں گرجے کو جا رہے تھے۔ اور جن کے پاس گولی بارود کے بغیر رائفلیں تھیں۔ ان پر گرجے کے متصل ایک درجن ارنیسیوں نے حملہ کیا۔ جنہوں نے سو شرکا معہ [illegible] سے بندوق تلوار اور لاٹھیوں کا استعمال کیا۔ ریوالوروں کی پہلی باڑھ سے ایک سپاہی مارا گیا۔ اور تین زخمی ہوئے۔ جن میں سے ایک خطرناک طور پر مجروح ہوا۔ دیگر سپاہی بھی لاٹھیوں سے بری طرح زخمی ہوئے۔ حملہ آور اکثر رائفلیں لیکر موٹر کاروں میں بیٹھکر واٹر بورڈ کیطرف روانہ ہو گئے۔ پولیس اور فوجی سپاہیوں نے موٹر گاڑیوں میں دن بھر تلاش کی۔ نتیجہ کا علم نہیں ہوا۔ (پیسہ اخبار)

امریکہ کی تجارت

امریکہ کی تجارت کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے۔ کہ ۱۹۱۸ء میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ سے ۹۴ کروڑ پونڈ کا سامان خوراک بیرونی ممالک کو گیا ہے۔ خنزیر کے گوشت سے بنی ہوئی اشیاء کی برآمد اس میں شامل نہیں۔

ہندوستان کی خبریں

فسادات کردستان

شملہ ۸ ستمبر۔ بغداد کی تازہ ترین خبر سے پایا جاتا ہے کہ اب تمام جنوبی کردستان میں امن و امان ہے۔ اور کہ جو فوج ہم نے رینا کے علاقہ میں بھیجی تھی۔ اس کا لوگوں نے اچھی طرح خیر مقدم کیا۔ وسطی کردستان میں ہماری فوجوں نے زخو اور عمادیہ کے شمال میں عارضی صلح کی حد تک کردوں کے تمام استحکامات کا ملاحظہ کیا ہے۔ قبائل کے مختلف حصوں کے ساتھ بہت سی چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوئیں۔ جن میں دشمنوں کو سخت نقصان اٹھانا پڑا۔ اور ہمارا نہایت ہی خفیف نقصان ہوا۔ بہت سی رفلیں ہم نے گرفتار کیں۔ اور نقصان کی تلافی کی گئی۔ وہ قبائل جنہوں نے اب تک ہمارے خلاف شورش میں حصہ لینے سے احتراز کیا ہے مستقل مزاج رہے ہیں۔

حالات سرحد

شملہ ۸ ستمبر۔ حسب ذیل اخباری مراسلہ شائع کیا گیا ہے چترال روڈ کے درۂ لوواری میں زیارت لیوی کی چوکی پر ۵ ستمبر کی رات کو گولیاں چلائی گئیں۔ ڈکہ کے کیمپ پر ۶ کی رات اور پھر ۷ کی صبح کو چھپ کر گولیاں چلائی گئیں۔ کسی نقصان کی اطلاع موصول نہیں ہوئی۔

کمیشن برائے حد بندی نے بازار ویلی اور دریائے کابل کے درمیان حد بندی کا کام ختم کر دیا ہے۔ بڑا لشکر جس کے ٹوچی کی جانب نقل و حرکت کرنے کی اطلاع موصول ہوئی تھی۔ عید منانے کے لئے منتشر ہو گیا ہے۔ اور ہمارا دستہ جو اس طرف گیا تھا۔ اس نے دشمن کا کوئی نشان نہیں دیکھا۔

دریائے گنگا میں طغیانی

بنارس کے ایک تازہ تار سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ دریائے گنگا کی طغیانی دن بدن بڑھ رہی ہے۔ چوکا گھاٹ دسو امیدہ کی سڑکوں اور بنگالی ٹولہ کی گلیوں تک پہنچ گیا ہے۔ عوام کا فکر بڑھ رہا ہے۔ اور مال و جان کا نقصان ہونے کا احتمال ہے۔

سن کے گودام میں آتش زدگی

کلکتہ ۵ ستمبر۔ کل شام کے وقت باباناگور میں میسرز جارج ہینڈرسن اینڈ کمپنی کے "سوبھا جوٹ مل" میں سخت آگ لگی۔ آگ ایک ایک منزلہ مکان سے جس میں سن کی گانٹھوں کا گودام تھا۔ شروع ہوئی۔ دو گھنٹہ کے بعد قابو میں کی گئی۔ کسی جانی نقصان کی اطلاع نہیں ملی۔ آتشزدگی کے اسباب اور اس سے کس قدر نقصان ہوا ہے۔ ابھی معلوم نہیں ہوا۔

ایک مال گاڑی لاین سے اتر گئی

احمد آباد ۸ ستمبر۔ ایک ڈاون گڈس ٹرین کے دس کمرے بورین اور اترس کے درمیان آج صبح کے ۳ بجے لائن سے اتر گئی۔ توقع کی جاتی ہے۔ کہ لائن ۲۴ گھنٹہ میں صاف ہو سکیگی حادثہ کی جگہ ٹرینوں کا مال اور مسافر تبدیل کرکے جانے تھے۔

ایک جہاز خشکی پر چڑھ گیا

کلکتہ ۹ ستمبر۔ کلکتہ کے حکام بندرگاہ کو آج صبح اطلاع ملی ہے۔ کہ جہاز سنگالا جس پر آسٹریلیا اور سنگاپور کے مسافر تھے۔ فلٹا پوائنٹ پر خشکی پر چڑھ گیا ہے اس کے بچانے کے لئے ایک جہاز بھیجا گیا ہے اور امید کی جاتی ہے کہ جہاز لہروں کے اندر آج ہی پھر تیرا دیا جائیگا۔

فحش اشتہار کا مقدمہ

ناگپور کے ایک برقی پیام سے معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر گلاب ساؤ ردوی ایڈیٹر جبار سوہانی پر اخبار میں ایک فحش اشتہار شائع کرنے کی وجہ سے زیر دفعہ ۲۹۲ تعزیرات ہند مقدمہ چلایا گیا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ ایڈیٹر صاحب اپنے تئیں معصوم قرار دیتے ہیں اور انہوں نے صفائی میں بہت سے دیگر اخبارات جن میں ایسے ہی اشتہار شائع ہوئے ہیں پیش کئے ہیں۔

سردار سردول سنگھ صاحب کی رہائی

ہمیں یہ معلوم کرکے از حد مسرت ہوئی ہے کہ سردار سردول سنگھ صاحب ایڈیٹر "نیو ہیرلڈ" جنہیں ۶ اگست کے دن قانون تحفظ ہند کے ماتحت گرفتار کیا گیا تھا۔ ایک ماہ تک زیر حراست رہنے کے بعد ۵ ماہ حال کو رہا کر دیئے گئے ہیں

مزدوروں کی لوٹ

کلکتہ ۸ ستمبر۔ سامان خوراک خصوصاً چاولوں کی قیمتوں میں اضافہ ہو جانے کی وجہ سے دریائے ہگلی کے دونوں کناروں کے کارخانجات میں سخت ہلچل پیدا ہو گئی ہے۔ کل جب تقریباً ہر ایک گاؤں میں خاص منڈیاں لگائی گئی تھیں۔ یہ مزدور لوٹ کے لئے نکل پڑے سیرامپور کا بازار لوٹنے کی کوشش کی گئی۔ مسٹر لونی مجسٹریٹ بازار میں آ گئے۔ اور انہوں نے چاولوں کی قیمت مقرر کر دی۔ اور کم قیمت پر مزدوروں کے ہاتھ چاول فروخت کرنے کی وجہ سے لوٹ مار بند ہو گئی۔

دوسرے بازاروں کی حالت

بھدر سور سے بذریعہ ٹیلیفون یہ خبر ملی کہ ۱۱ بجے دن کے چاپدانی اور گوہاٹی میں چاولوں کی لوٹ ہو رہی ہے۔ اس خبر کے ملتے ہی مسٹر جے یونی انسپکٹر پولیس چند کانسٹبل اور بنگالی مسلح پولیس کا ایک دستہ لیکر موقع واردات کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس اثناء میں مسٹر سی ایچ والڈرو سپرنٹنڈنٹ پولیس۔ مسٹر کولش ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس اور مسٹر ماہر لے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ بھی ہگلی سے آ پہنچے۔ منتظمان کارخانجات نے ۲۸ آدمی گرفتار کئے۔ جن میں سے ۱۹ چمپدانی اور ۹ گوہاٹی کے تھے۔ اور موخر الذکر مقام پر لوٹ بہت زیادہ ہوئی تھی۔

کل بارکپور سے اطلاع آئی تھی۔ کہ نیہاٹی بازار میں دو دکانیں لوٹی گئیں۔ جگتدل میں بھی دکانیں لوٹنے کی کوشش کی گئی۔

فروخت طلا

شملہ ۹ ستمبر۔ گورنمنٹ ہند کم از کم ۳ لاکھ ۲۵ ہزار تولہ عمدہ سونا فروخت کرنا چاہتی ہے۔ جس کے لئے ۱۷ ستمبر کے دو پہر تک درخواستیں لی جائیں گی۔ شرائط فروخت وغیرہ کا قبل ازیں اعلان ہو چکا ہے۔

ہندوستان میں پلیگ

شملہ ۵ ستمبر۔ ہفتہ مختتمہ ۲۳ اگست کی رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ گذشتہ سال ۹۲۱ اموات کے مقابلہ میں امسال ۸۶۴ موتیں واقع ہوئی ہیں ان کی صوبہ وار تفصیل حسب ذیل ہے:-

احاطہ بمبئی ۲۱۰ موتیں۔ مدراس ۵۳۔
بہار اڑیسہ ۱۱۔ ممالک متحدہ ۱۴۔
پنجاب ۱۵۔ برما ۴۱۔ ممالک متوسط ۵۸۔
میسور ۱۸۳۔ حیدر آباد ۷۱۔ (پیسہ اخبار)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیغام صلح

جلد ۶ مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۱۹ء نمبر ۱۸

اشاعت اسلام

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

قرآن مجید نے جہاں اور گر مسلمانوں کی ترقی اور عروج کے بتائے ہیں وہاں سب سے سرکاری حربہ اشاعت اسلام کو قرار دیا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ آج ان قوموں کو بھی اسی گر کی ضرورت محسوس ہوئی ہے۔ جنہوں نے اس سے پہلے اپنے مذاہب کی اشاعت کی طرف کبھی توجہ ہی نہیں کی بلکہ دوسرے مذاہب کے لوگوں کو اپنے مذاہب کے لوگوں کو اپنے مذہب میں داخل کرنے کو گناہ کبیرہ سمجھا ہے مگر چونکہ قرآن مجید اس علیم وخبیر ہستی کا کلام ہے جو قوموں کے عروج و ترقی کے رموز سے خوب واقف ہے اسلئے اس نے سب سے مقدم اسبات کو رکھا کہ مسلمانوں میں اشاعت اسلام کیلئے ایک جماعت وقف ہو۔ آج ہمارے آریہ سماجی ہم وطن باوجود ان عقائد و قیود کے جو انہیں اپنے مذہب کے اندر جکڑے ہوئے ہیں اپنے مذہب کا پرچارک کرنے میں مصروف نظر آتے ہیں اور اپنی قومی ہستی کو قائم رکھنے کے لئے تبلیغ مذاہب کے اصول کے سامنے انہوں نے بھی سر تسلیم خم کر دیا کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ دنیا میں طاقت عددی بھی ایک بہت بڑی طاقت ہے۔

لیکن جس اصول کو آج قومیں بڑے بڑے تجاریب کو حاصل کر کے مانتی ہیں اس اصول کو اسلام اور قرآن مجید نے کا ایک اصل اصول قرار دیا ہے اور حکم دیا ہے کہ مسلمانوں میں ہمیشہ ایک ایسی جماعت ہونی چاہیئے جو اشاعت اسلام اور امر بالمعروف نہی عن المنکر میں مصروف رہے اور اسکے ساتھ یہ بشارت بھی سنا تا ہے کہ جبتک قوم اس نصیحت پر عمل پیرا رہیگی اسوقت تک کامیاب مظفر و منصور ہوگی چنانچہ تاریخ اس امر پر شاہد ناطق ہے کہ صحابہ کرام جب اشاعت اسلام کی آگ دلوں میں لیکر دنیا میں نکلے تو انہوں نے دنیا کے بادشاہوں اور شہنشاہوں کی گردنوں کو اپنے سامنے جھکتے دیکھ لیا قیصر و کسریٰ کی سلطنتیں اپنی شان و شوکت میں کچھ کم نہ تھیں اور حقیقت میں عرب کی حالت اس قوم کی تھی جس کا نقشہ فردوسی نے ان دو شعروں میں کھینچ دیا ہے۔

ز شیر شتر خوردن و سوسمار
عرب را بجائے رسید است کار
کہ تخت کیاں را کند آرزو
تفو بر تو اے چرخ گردان تفو

لیکن کیا یہ ایک حقیقت نفس الامری نہیں ہے کہ باوجود اس تہذیب و شائستگی کے جو عرب کو ترکہ میں ملی تھی باوجود اس بے سر و سامانی کے جس کی تاریخ گواہ ہے وہی اہل عرب ایک دنیا کے بادشاہ ہوگئے اور نہ صرف بادشاہ ہوئے بلکہ انہوں نے جہانبانی و حکمرانی کے وہ اصول دنیا میں چھوڑے۔ آج تک مہذب اقوام کی تقلید کے لائق ہیں۔ غرض تاریخ شہادت دیتی ہے کہ مسلمانوں نے اگر ترقی کی ہے تو صرف اسی ولولہ تبلیغ ہدایت سے کی ہے اور یہی وہ اصول ہے جو اسلام نے مسلمانوں کو سکھلایا ہے۔ آج بھی اگر مسلمان ترقی کرنا چاہتے ہیں تو ان کیلئے وہی پرانا راستہ کھلا ہے۔

ہاں اسمیں شک نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کے زمانہ میں دشمنان دین نے تلوار اٹھا کر اسلام کو نیست و نابود کرنا چاہا اور اسی لئے خدا تعالیٰ نے بھی مسلمانوں کو جنگ کی اجازت دیدی چنانچہ جہاں جنگ کی اجازت ہے وہاں صاف اس امر کیطرف اشارہ ہے کہ مسلمانوں پر چونکہ ظلم ہو رہے ہیں اس لئے مجبوراً مدافعانہ طور پر ان کو جنگ کی اجازت ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا

یعنی مسلمانوں کو جنگ کرنیکی اجازت اسلئے دیجاتی ہے کہ وہ کافروں کے ظلم کے تختہ مشق قرار پا چکے ہیں۔ غرض اسلام نے اگر دفاعی میں تلوار اٹھائی تو وہ محض مدافعانہ تھی اور اسلئے تھی کہ دشمنوں نے اسلام کے خلاف تلوار اٹھائی مگر اب صورت معاملات بدل گئی ہے اب اسلام پر کوئی دشمن توپ و تفنگ لیکر حملہ آور نہیں ہوتا بلکہ ہم ایک نہایت پرامن گورنمنٹ کے عہد میں زندگی بسر کر رہے ہیں جو ہر طرح سے ہمارے مال و جان کی حفاظت کرتی ہے اور ہمیں احکام شرعیہ کی بجا آوری سے نہیں روکتی۔ اسلئے اب سیفی جہاد کی ضرورت نہیں رہی اور نہ اسکی شرعاً اجازت ہو سکتی ہے کیونکہ قرآن شریف کی آیت جس میں اذن قتال ہے اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ محض اس صورت میں جہاد سیفی کی اجازت ہے جس صورت میں مسلمانوں پر مظالم توڑے جاتے ہوں۔ چونکہ موجودہ زمانہ میں مسلمانوں پر یا اسلام پر مذہب کے لئے تلوار نہیں اٹھائی جاتی اس لئے اب جہاد سیفی کی اجازت نہیں۔ ہاں! اب علوم کا زمانہ ہے قلم کا زمانہ ہے اور ہمارے نزدیک وہ زمانہ جس کا ذکر اس آیت شریف میں ہے۔

وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ۝ مَا أَنتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ

ان الفاظ ربانی میں ایک نہایت لطیف پیرایہ میں کی گئی ہے کہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے بعد علم و قلم کا زمانہ آئے گا اور جتنے علوم بھی دنیا میں پیدا ہونگے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت دنیا میں اور یہ ثابت ہو جائے گا کہ خدا کے ۔۔۔ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اس حکیم وخبیر کی طرف سے ہے جو جہان کا پیدا کرنے والا ہے نہ کہ محض ایک مجنونہ۔

غرض اس آیت میں خدا تعالیٰ نے بطور پیشگوئی یہ فرمایا ہے کہ دنیا میں جس قدر علوم پھیلینگے وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصدق ہونگے۔ ہاں یہ ظاہر ہے کہ ہر ایک کام اسباب کے ماتحت ہی ہوتا ہے چونکہ اس زمانہ میں علوم کا رواج ہے۔ علمی تحقیقات کا زمانہ ہے اسلئے اب اسلام پر اگر اعتراض ہوتے ہیں۔ خواہ وہ بھی قلم اور علم کے ذریعہ سے۔ غرض اب زمانہ نے اسلام کے خلاف قلم اٹھائی ہے نہ کہ تلوار اور اسلئے اب مسلمانوں کو قلم کے ذریعہ سے جہاد کرنا چاہیئے نہ کہ تلوار کے ذریعہ سے۔

یہ وہ راز ہے جو اگرچہ قرآن مجید سے مستنبط کیا گیا ہے اور خود قرآن مجید نے تبلیغ ہدایت کو جہاد کبیر کے نام سے موسوم کیا ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں وحی ہوئی ہے۔

وَجَاهِدْهُم بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا

یعنی اس قرآن شریف کے ساتھ تبلیغ ہدایت کر کے جہاد کبیر کرو اس سے ظاہر ہے اصل جہاد یا جہاد کبیر تو ہدایت خدا کو خلق خدا تک پہنچانا ہے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس حکم کے ماتحت تیرہ سال تک یہی تبلیغ ہدایت کا کام کرتے رہے۔

غرض اصل جہاد یہی ہے کہ اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کر کے لوگوں کے دلوں کو رام کریں اور یہی وہ بات ہے جو اس زمانہ کے مجدد حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ہمیں سکھائی۔ ہم اس طرح کے مسلمان ہیں جس طرح پہلے تھے۔ ہاں ہم نے اگر کچھ سیکھا ہے تو میرزا صاحب ہی سے سیکھا ہے کہ اشاعت اسلام اور تبلیغ ہدایت اصل کام ہے جو مسلمانوں کو اس زمانہ میں کرنا چاہیئے۔ ہمیں تخت سے غرض ہے نہ تاج سے کیونکہ ہماری گورنمنٹ ہمارے امور مذہبی میں مداخلت نہیں کرتی بلکہ اس نے ہمیں پوری مذہبی آزادی دے رکھی ہے ہم اس گورنمنٹ کے مشکور ہیں کہ اسکے سایہ کے نیچے ہم اپنے امور مذہبی کو اچھی طرح بجا لا سکتے ہیں اور دین کی اشاعت کر سکتے ہیں۔ چنانچہ ہم نے تو خدا کے فضل سے عین انگلستان میں جو ہمارے حاکموں کی سرزمین ہے۔ ان لوگوں کو حلقہ بگوش اسلام کیا ہے جو سرزمین انگلستان کے آسمان کے ستارے سمجھے جاتے ہیں۔

ارباب بصیرت جانتے ہیں پچھلی صدی میں جہاں جہاں مسلمانوں نے تلوار اٹھائی ہے وہاں بھی ان کے قدم پیچھے ہٹے ہیں لیکن اسکے برخلاف جہاں ہم نے تھوڑی سی کوشش اشاعت اسلام کے لئے کی ہے وہاں امید سے بڑھ کر نتائج خدا کے فضل سے میسر آگئے ہیں اسکا راز یہی ہے کہ یہ وقت جنگ کا نہیں بلکہ صلح و آشتی سے اسلام کی دعوت کا وقت ہے۔ خدا تعالیٰ کا منشاء ہے کہ جو اسلام پہلے جلالی رنگ میں پھولا پھلا تھا وہ اب جمالی رنگ میں بھی ترقی کر کے دکھائے تاکہ معترضین جو اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام محض تلوار سے بڑھا ہے ان کو چپ کرا کے دکھایا جائے۔

اب مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس خدائی فعل سے عزت حاصل کریں اور اشاعت اسلام کی فکر کریں۔

میرزا صاحب کی ذات سے عناد مت کرو۔ بلکہ ان کے کاموں کو دیکھیں۔ انہوں نے ایک جماعت بنائی ہے جس نے اسلام کے کام کو اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔ پھر خدا کے فضل نے اسکی دستگیری کی ہے اور وہ شاندار کامیابی دکھائی ہے کہ ان کے وہم و گمان میں نہیں آسکتی تھیں۔ حضرت مسیح کا قول ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ تم مسیح کو اس کسوٹی پر پرکھ لو اور خود دیکھ لو کہ اس نے جو کہا تھا کہ

اے آنکہ سوئے من بدویدی بصد تبر
از باغباں بترس کہ من شاخ مثمرم

کیسا سچا ثابت ہوا اور اسکی جماعت اب اشاعت اسلام کیلئے کیا کچھ نہیں کر رہی۔

ترقی تعلیم اور قلت سرمایہ

ایک وقت تھا کہ ملک کے اس سرے سے اس سرے تک شور و پکار تھا۔ کہ مسلمان تعلیم میں پیچھے رہ گئے ہیں اور ہزار ہا ہونہار لڑکے عدم رغبتی کے باعث زیور تعلیم سے محروم ہو رہے ہیں۔ اسی واسطے جگہ بہ جگہ تعلیم کے لئے بعض خیر خواہان قوم نے تحریکیں کیں۔ اور اس غرض کے لئے انجمنیں مختلف اطراف ملک میں قائم ہوئیں۔ جن کی مساعی جمیلہ سے اسلامی مدارس اور کالج بعض بعض مقامات پر قائم ہوئے۔ اور لوگ اپنے بچوں کو تعلیم دلانے لگے۔ مگر افسوس کہ افلاس جو اسوقت مسلمانوں کے گلے کا ہار ہو رہا ہے اعلےٰ تعلیم کا حارج ہے ہزار ہا ہونہار نوجوان لڑکے اس افلاس کی بدولت اعلےٰ تعلیم سے محروم ہو رہے ہیں۔ کل پنجاب بھر میں صرف ایک ہی انجمن بنام ترقی تعلیم ہے جو اپنی بضاعت کے مطابق ہر سال معدودے چند طلباء کی وظائف سے دستگیری کرتی ہے۔ اگر ہمارے مستطیع اور اہل ثروت بزرگ تھوڑی سی بھی توجہ اس طرف مبذول فرمائیں کہ اپنی آمدنیوں سے ایک قلیل رقم نکال کر انجمن موصوف کے خزانہ میں جمع کرائیں۔ تو ایک بڑی تعداد غیر مستطیع مگر ہونہار نوجوانوں کی مراد بر آری ہو سکتی ہے۔ انجمن موصوف کی رپورٹ سے معلوم ہوا ہے کہ سال آئندہ کے لئے ۱۷۵ درخواستیں وظائف کے لئے آئی تھیں۔ مگر انجمن کے پاس اس قدر سرمایہ نہ تھا۔ کہ سب درخواست کنندگان کی خواہش پوری کی جاتی۔ صرف ۶۴ درخواستیں منظور کی جا سکیں۔ اب کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ ۱۱۱ طلباء جو اعلےٰ تعلیم کے شائق تھے۔ اپنی ناداری اور قوم کی لاپرواہی سے اپنی منزل مقصود تک پہنچنے سے رہ گئے اور کس حسرت بھرے دل سے وہ اپنی زندگی کے دن کاٹینگے۔ یہ ۱۱۱ کس تو وہ ہونگے جنہوں نے لاچار ہو کر دست سوال دراز کیا۔ ہزاروں ہونہار طلباء ایسے ہیں جو ابتدائی تعلیم جوں توں پوری کر چکے ہیں اور اعلےٰ تعلیم کے محتاج ہیں۔ مگر بارے شرم کے لب کشائی نہیں کر سکتے اور اس طرح پاس و مفلسی اور ناداری کی وجہ سے مجبور ہو کر چھوٹی چھوٹی ملازمتوں کی تلاش میں لگ جاتے ہیں اور اعلےٰ تعلیم سے بعد حسرت بے نصیب رہ جاتے ہیں۔ اہل ثروت اصحاب ہمسایہ قوموں سے کچھ سبق حاصل نہیں کرتے۔ ابھی کل کی بات ہے کہ ایک پارسی نے تعلیم کیلئے ۸ لاکھ روپیہ اپنی قوم کے نونہالوں کیلئے دیا ہے۔ مسلمان ہیں کہ اپنی نفسانی اغراض میں روپیہ صرف کر دیتے ہیں مگر قومی بہبودی کے لئے ذرہ بھی پرواہ نہیں کرتے۔ خدا تعالیٰ ان لوگوں کو سمجھ دے اور وہ نیک کاموں میں سبقت کرنیوالے ہوں۔ آمین!

"رسالہ اُستانی"

ایک اشتہار جو کسی دوسری جگہ درج کیا گیا ہے ہمارے پاس مہتمم "رسالہ اُستانی" کی طرف سے آیا ہے۔

ناظرین کو مضمون اشتہار کے پڑھنے سے واضح ہو جائیگا کہ رسالہ مندرجہ پیشانی کونسی غرض و غایت کو لئے ہوئے منصہ ظہور میں آنیوالا ہے ہمیں اس کی توضیح کرنے کی چنداں ضرورت نہیں البتہ اتنا ظاہر کر دینا ضروری خیال کرتے ہیں کہ جو مقاصد اسمیں مندرج ہیں وہ سب اعلےٰ اور اہم ہیں۔ مگر ہماری رائے میں اصلاح جنس لطیف کے لئے ایک بات اور ایزاد ہونی چاہیئے جو نہایت ہی ضروری ہے اور جس کو نظر انداز کیا گیا ہے اور وہ یہی کہ اسلامی گھروں میں جو رسوم ناندومہ و بدعات قبیحہ جاگزین ہو چکی ہیں ان کی خرابی بھی باحسن وجوہ ظاہر کیجائیگی پھر یہ رسالہ ہمارے خیال میں مکمل اور اسلامی مستورات کیلئے چراغ ہدایت اور اسم بامسمیٰ ہونیکا فخر حاصل کریگا۔ اور اگر پابندی سے ان تمام مقاصد پر جن کا کہ ادعا اشتہار ہذا میں کیا گیا ہے روشنی ڈالی جائیگی تو رسالہ مذکور خوش آمدید کی صدا سے تمام ہندمیں گونج اٹھیگا۔ اخباری دنیا میں بہت ہی کم لوگ ہونگے جو ہمارے معزز دوست خواجہ حسن نظامی کے نام نامی سے واقف نہ ہونگے۔ جن جیسے قابل قدر بزرگ کی ایڈیٹری ۔۔۔ اس رسالہ کی ایڈیٹری کا فخر حاصل ہے اور جنکی پشت پناہ خود خواجہ صاحب

مراسلات

"خلافت کے متعلق حضرت خلیفہ اول کا فیصلہ"

جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور!
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!
اخبار الفضل قادیان نمبر ۵ جلد ۷ مورخہ ۱۵ جولائی ۱۹۱۹ء میں جناب ملک احمد حسین صاحب سکریٹری انجمن احمدیہ نیروبی وفریقہ کا ایک مضمون زیر سرخی "خلافت کے متعلق حضرت خلیفہ اول کا فیصلہ" چھپا ہے۔ جس میں برادر موصوف نے رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان بابت جلسہ سالانہ منعقدہ دسمبر ۱۹۰۸ء پر سے تقریر حضرت خلیفہ اول کا اقتباس لیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جماعت کو ایک امام کے ماتحت رہنا چاہئے۔ اور امام بہ الفاظ دیگر جماعت کا خلیفہ ہوتا ہے۔ دوران مضمون میں جماعت لاہور کی نسبت جو کچھ غلط الزامات منسوب کرتے ہوئے بھلا برا کہا ہے۔ اس کا جواب حوالہ بخدا۔ مگر میں بحیثیت ممبر جماعت احمدیہ مضمون نگار صاحب سے سوال کرتا ہوں کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کے بعد مولانا موصوف نے جب عہدہ خلافت کو قبول فرمایا اسوقت آپ نے پہلی تقریر کی وہ واجب العمل ہے یا نہیں جس تقریر میں آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ جماعت کی وحدت کے لئے اگر ساری جماعت بالاتفاق حضرت امۃ الحفیظ (جو حضرت اقدس کی سب سے چھوٹی لڑکی اسوقت قریب پانچسال کی بچہ تھیں) کو خلیفہ مان لیتی تو سب سے پہلے میں اس کے ہاتھ پر بیعت کرتا۔ کیا اس جملہ کا یہ مطلب ہو سکتا ہے۔ کہ اس بچہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد حضرت مولانا موصوف اپنے سارے علوم ظاہری و باطنی کو دریا برد کر دیتے یا حضرت اقدس کی اسّی کے قریب شائع شدہ کتب کو منسوخ کر دیتے۔ یا قرآن و حدیث سے روگردانی کر لیتے۔ کیونکہ اس عمر کا بچہ اسلام و احمدیت و خلافت کیا سمجھے۔ دوسری طرف وہ بقول میاں صاحب واجب الاطاعت امام بھی ہو۔ اگر اس جملہ کا یہ مطلب نہیں۔ تو یقیناً یہی مطلب ہے۔ کہ خدا کے مقرر کردہ خلیفہ حضرت امام مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بناکردہ صدر انجمن احمدیہ قادیان حسب قواعد جماعت کے سارے کاروبار چلاتی رہتی اور جماعت بھی سلک وحدت میں مجتمع رہتی۔ پھر کیا حضرت خلیفہ اول کا ۶ سالہ طرز عمل واجب العمل ہے۔ یا نہیں۔ کیونکہ آپ خلیفہ بھی تھے۔ اور خدا کے مقرر کردہ خلیفہ حضرت مسیح موعود ع کی بناکردہ صدر انجمن احمدیہ سے بھی اپنی جانشینی کو عملی حالت میں ادا کر دیا۔ اگر مندرجہ بالا تقریر حضرت خلیفہ اول رض اور ان کا ۶ سالہ طرز عمل واجب العمل ہے تو پھر بعد میں اگر کوئی خلیفہ ہونے والا انکو نا واجب العمل بتاوے۔ تو کیا ایسے خلیفہ کا انکار خلافت کا انکار ہے جب احمدیوں کو کہا جاتا ہے۔ کہ جو مسند خلافت پر آگیا۔ وہ واجب الاطاعت امام ہے وہ جو کچھ کہتا ہے۔ اس کو بلا چون و چرا مان لو۔ خواہ وہ حضرت اقدس کی اسّی کے قریب شائع شدہ کتابوں کو منسوخ کرتا ہے۔ اور صرف ایک کتاب حقیقۃ الوحی کے ایک صفحہ ۳۹۱ پر اپنی خلافت کا سارا دارومدار رکھتا ہے۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ خلیفہ وہی واجب الاطاعت ہو سکتا ہے۔ جو نبی اسلام کے نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہو۔ جیسے کہ حضرت اقدس امام برحق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ تھے۔ اسی کا منکر منکر خلافت ہے۔ اور من کفر بعد ذالك اولئك هم الفاسقون کا مصداق۔ اور حضرت مسیح موعود ع کا جو کوئی جانشین قرآن و حدیث و حضرت اقدس کی شائع شدہ تمام کتب پر عمل کرتا ہے۔ اور جماعت کو اس پر چلاتا ہے۔ وہ دوسرے معنوں میں خود حضرت مسیح موعود ع کا خلیفہ کہلا سکتا ہے باقی رہا لفظ خلیفہ اس کی آجکل اتنی کثرت ہے۔ جس کی کوئی حد نہیں۔ موجودہ شاہان اسلام بھی خلیفہ کہلاتے ہیں اولیائے کرام کے جانشین بھی خلیفہ کہلاتے ہیں اور الگ الگ رنگ میں ان کو واقعی طور پر خلیفہ بھی کہتے ہیں۔ بلکہ خدا ان سے کہ کلام قرآن مجید میں تو امت محمدیہ کے ہر ایک فرد کو خلیفہ کا خطاب دیا گیا ہے۔ خلائف فی الارض۔ یہ بھی ایک رنگ میں خلیفے ہیں۔ اللہ پاک احمدیوں کو سمجھ دے اور علوم میں ترقی بخشے۔ والسلام۔

خاکسار۔ اسمٰعیل آدم۔ از بمبئی۔

یہ حماقت ہے یا شرارت؟

قادیانی گدی کا پرستار "الفضل" کا اڈیٹر جو بغض و حسد میں یہاں تک جل رہا ہے کہ ہماری کوئی بات بھی اسے پسند نہیں آتی۔ خواہ وہ کتنی ہی حق اور سلسلہ کے مسلّمہ اصولوں اور واقعات کے مطابق ہو۔ بقول حضرت مسیح موعود ع

کیڑا جو دب رہا ہے گوبر کی تہ کے نیچے
اس کے گماں میں بس وہ کا ارض و سما یہی ہے

وہ سمجھتا ہے کہ قادیان میں بیٹھکر جو کچھ سست بھی پرستاران گدی برائے لگاتے ہیں وہ کالوحی من السّماء ہے۔ گورنمنٹ اور عام پبلک بالکل ناسمجھ اور خدانخواستہ بیوقوف ہے۔ کہ اسے دنیا کے واقعات کا کچھ علم نہیں۔

۱۰ ستمبر ۱۹۱۹ء کے الفضل میں حضرت امیرالمومنین کے اعلان "اپنے احباب کو ایک ضروری نصیحت" پر اس نے بہت شور و غل مچایا ہے۔ اور بدنیتی خود یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ ہمارے ذمہ دار اشخاص نے گذشتہ شورش پنجاب کے ایام میں خاص طور پر حصہ لیا ہے۔ اس الزام کی بیہودگی اسی سے ظاہر ہے۔ کہ ہمارا کوئی بھی ذمہ دار شخص گورنمنٹ کی عتاب کے نیچے نہیں آیا۔ کیونکہ بہرحال گورنمنٹ عالیہ کا محکمہ سی۔ آئی۔ ڈی۔ پرستاران گدی قادیانی سے زیادہ منتظم اور قابل اعتبار ہے۔ اس الزام کی مزید بیہودگی اس امر سے بھی ظاہر ہو جائیگی۔ کہ خود اخبار الفضل ہی طرفین کے ان آدمیوں کی فہرست شائع کر دے۔ جو سرکار عالیہ کے زیر عتاب آئے ہوئے ہیں جس سے معلوم ہو جائیگا۔ کہ دعوی وفاداری کا زور شور سے اعلان کرنے والوں کا اندرونی حال کیا ہے۔ اگر قادیانی گدی کا ایک پرستار بباعث شمولیت جلسہ سیاست و تقریر کسی غلط اطلاع کی بناپر زیر عتاب سرکار آیا تو ہمارے بھی کسی دوست نے اگر بے ضرر تقریر کسی ایسے جلسہ میں کی جس کی صحیح اطلاع سرکار عالیہ تک پہنچ گئی اور اس نے کوئی کارروائی کرنی مناسب نہ سمجھی۔ تو صرف اسی بناء پر ایک وفادار جماعت کے خلاف فضول لکھتے جانا سوائے بغض کے اور کچھ نہیں۔ اگر ایسے جلسوں میں صرف تقریر کرنا ہی جرم اور بغاوت میں داخل تھا۔ تو سرکار عالیہ نے کیوں میاں صاحب کے ایک مرید کو رہا کر دیا۔

حضرت امیرالمومنین نے ملکی معاملات بالخصوص علیحدہ رہنے کے لئے اپنی جماعت کو اس لئے نصیحت کی ہے۔ کہ ہماری جماعت تھوڑی ہے اور ہمارے سامنے اشاعت اسلام کا نہایت اہم کام ہے۔ اس لئے اگر آپ اپنے دوستوں کو ایسا ہی حکم دیدیتے جیسا کہ میاں صاحب نے مفتی محمد صادق کو سیاسی تقریریں کرنے کا دیا ہے۔ تو ہمارے اصل کام میں حرج واقع ہوتا ہے۔ ورنہ محض سیاسی معاملات میں دخل دینا یا ہندوؤں کے ساتھ معاملات ملکی میں اتفاق کرنا بانی سلسلہ احمدیہ کی منشاء و حکم کے خلاف نہیں۔ اس بارہ میں حضرت مسیح موعود ع کا آخری پیغام صلح قابل غور ہے۔ جس میں آپ نے لکھا ہے "مسلمانوں سے یہ غلطی ہوئی کہ ہندوؤں کی ان کوششوں میں شریک نہ ہوئے۔ اور خیال کیا۔ کہ ہم تعداد میں کم ہیں اور یہ سوچا کہ ان تمام کوششوں کا اگر کچھ فائدہ ہے تو وہ ہندوؤں کے لئے ہے۔ نہ کہ مسلمانوں کے لئے اس لئے نہ صرف شراکت سے دست کش رہے بلکہ مخالفت کر کے ہندوؤں کی کوشش کے سد راہ ہوئے۔ جس سے رنجش بڑھ گئی"

یہ بات ہر ایک شخص بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ مسلمان اس بات سے کیوں ڈرتے ہیں۔ کہ اپنے جائز حقوق کے مطالبات میں ہندوؤں کے شامل ہو جائیں۔ اور کیوں آجتک ان کی کانگریس کی شمولیت سے انکار کرتے رہے ہیں اور کیوں آخر کار ہندوؤں کی دوستی برائے مخصوص کر کے ان سے قدم بہ قدم رکھا۔ مگر الگ ہو کر اور ان کے مقابل پر ایک مسلم انجمن قائم کر دی مگر انکی شرکت کو قبول نہ کیا۔ غرض جو شخص ان تحریروں کی موجودگی میں یہ کہے کہ بانی سلسلہ احمدیہ نے ملکی معاملات میں دخل دینے سے قطعاً روکا۔ وہ ناواقف ہے۔ اور لوگوں کو دھوکا دیتا ہے۔ دنیا میں جو معاملات یا واقعات ہوتے ہیں۔ ہر شخص اپنی سمجھ کے مطابق اس پر رائے دیتا ہے۔ سرکار عالیہ نے تعلیم یافتہ ہندوستانیوں کی متواتر کوششوں پر ایک کمیشن سلف گورنمنٹ کے بارہ میں دریافت کرنے کے لئے ہندوستان میں بھیجی۔ کسی شخص اور جماعت نے کوئی پہلو لیا کسی نے کوئی۔ ہماری جماعت کی سمجھ میں جو کچھ ہندوستان کی بہتری کے لئے آیا۔ ہم نے اس کا اظہار کر دیا۔ اسی طرح قادیانی گدی نشین کی سمجھ میں جو کچھ آیا اس نے بیان کر دیا اب اس اختلاف رائے پر کسی شخص یا جماعت کو باغی اور مجرم سرکار قرار دینا سوائے بیوقوف کے کس کا کام ہے۔ سرکار کو یہ بخوبی معلوم تھا کہ سلف گورنمنٹ کے بارہ میں ہندوستانیوں میں مختلف رائے ہیں۔ جبھی تو کمیشن کی ضرورت سمجھی گئی۔ ورنہ متفقہ آواز پر کمیشن کی ضرورت ہی نہ تھی۔ بعد اختتام دریافت سرکار کے حکام اعلیٰ نے جو مناسب سمجھا سرکار میں پیش کر دیا۔ نہ ایک کی مانی نہ دوسرے کی۔ ہمارے فریق نے تو ملکی معاملات میں صرف اتنا ہی دخل دیا۔ مگر قادیانی گدی نشین کب چپ بیٹھنے والا تھا۔ اس نے اپنے داعی مفتی محمد صادق کو ہدایت کر دی کہ ولایت میں بھی مذہبی معاملات کے ساتھ پولیٹیکل جدوجہد جاری رکھے چنانچہ جہاں اکسٹریمسٹ اور موڈریٹ فریق پولیٹیکل لکچر دیتے رہے اور پولیٹیکل آدمیوں سے ملتے رہے وہیں قادیانی واعظ بھی اپنے پولیٹیکل خیالات کو پھیلاتا رہا۔ اس کے خلاف ہمارے امیرالمومنین اور ہماری جماعت نے کمیشن کے سامنے گواہی دینے کے بعد اس معاملہ کو چھوڑ دیا سوائے قادیانی لغو اعتراضات سے بچاؤ کرنے کے اس پر کچھ نہ لکھا۔

اڈیٹر الفضل نے ۱۵ دسمبر ۱۹۱۸ء کے پیغام صلح کا حوالہ دیا ہے۔ مگر تحقیق سے معلوم ہوا کہ ۱۵ دسمبر ۱۹۱۸ء کو اخبار کا کوئی نمبر شائع نہیں ہوا۔ شاید حوالہ غلط ہوگا جب تک اصل مضمون نہ دیکھا جائے کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ رہا الحکم کا شور و غوغا۔ سو جہاں تک میں نے فائل دیکھے ہیں یہ شور و غوغا تب سے شروع ہوا۔ جب آپس میں اختلاف ہوا۔ ورنہ خواجہ صاحب کے رسالہ کی پہلی جلد کا نام ہی مسلم انڈیا تھا جس میں پولیٹیکل امور بھی ہوتے تھے۔ مگر قادیانیوں میں سے ایک فرد بھی اور خود ان کا گدی نشین خلیفہ اسکا ممبر تھا کہ ان ایام میں ان میں سے کسی نے خواہ الحکم نے ہی یہ اعلان کیا تھا کہ خواجہ صاحب کا رسالہ کوئی مت خریدے۔ مارچ ۱۹۱۴ء تک جہاں تک میری یاد کام کرتی ہے۔ رسالہ کی مخالفت میں ایک بھی آواز نہیں اٹھی حالانکہ اس پر زوردار پولیٹیکل امور درج ہوتے تھے۔ اگر ایڈیٹر الفضل مارچ ۱۹۱۴ء سے پہلے کوئی مخالفانہ آواز پیش کر سکتا ہے کہ خواجہ صاحب کا رسالہ کوئی مت خریدے۔ تو وہ پیش کرے۔ یہ وفاداری کے اعلان۔ رسالہ کی مخالفت۔ اور ہم پر بغاوت کے الزامات وغیرہ تو قادیانی گدی نشین کے ایجاد بندہ خواہ گندہ ہیں۔

مضمون کے اخیر میں آپ غیرت سے ہم پر افسوس کرتے ہیں۔ اور اپنی عقل پر نہیں روتے کہ گدی کی پرستش نے کہاں تک ان سے حق پروری کا مادہ چھین لیا ہے۔ خود ابھی تک پولیٹیکل امور میں لکچر دلواتے جاتے ہیں اور الزام دوسروں پر دیتے ہیں۔ ہم مروّل دینا قادیانی گدی نشین کے اختیار نہیں بلکہ یہ ایک اعلیٰ ہستی کا اختیار ہے جو مالک الملک ہے ہاں سرکار انگریزی کے منصفانہ قوانین نے کسی قوم کو اس بات سے ہرگز نہیں روکا کہ وہ قانونی حدود کی پابندی کے ساتھ اپنا مطالبہ پیش نہ کرے۔ اسی بات کو حضرت مسیح موعود ع نے پیغام صلح میں بدیں الفاظ لکھا ہے:

"مجھے اس جگہ ان باتوں کے ذکر کرنے سے کچھ غرض

جلد ۷ | احمدیہ بلڈنگس لاہور یکشنبہ مورخہ ۲۵ ذوالحجہ سنہ ۱۳۳۷ ہجری مطابق ۲۱ ستمبر سنہ ۱۹۱۹ء | نمبر ۱۹

کلام الامام امام الکلام

(از حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

من تربیت پذیر زرب مہیمنم

قربان تست جانِ من اے یارِ محسنم
با من کدام فرق تو کردی کہ من کنم

ہر مطلب و مراد کہ مے خواستم زغیب
ہر آرزو کہ بود بخاطر معیّنم

از جود دادۂ ہمہ آں مدعائے من
وز لطف کردۂ گذر خود بمسکنم

ہیچ آگہی نبود ز عشق و وفا مرا
خود ریختی متاع محبت بدامنم

ایں خاک تیرہ را تو خود اکسیر کردۂ
بود آں جمال تو کہ نمود است احسنم

ایں صیقل دلم نہ بزہد و تعبد است
خود کردۂ بلطف و عنایات روشنم

صد منّت تو ہست بریں مشت خاک من
جانم رہین لطف عمیم تو ہم تنم

سہل است ترک ہر دو جہاں گر رضائے تو
آید بدست اے پنہ و کہف و مامنم

فصل بہار و موسم گل نایدم بکار
کاندر خیال روئے تو ہر دم بگلشنم

چوں حاجتے بود بادیب دگر مرا
من تربیت پذیر زرب مہیمنم

زاں ساں عنایت ازلی شد قریب من
کامد ندا سیار ز ہر کوئے و برزنم

یارب مرا بہر قدمم استوار دار
واں روز خود مباد کہ عہد تو بشکنم

در کوئے تو اگر سر عشاق را زنند
اول کسیکہ لاف تعشق زند منم

جواہر ریزے

تزکیہ نفس اور اوراد

ایک استفسار کے جواب میں کہ آجکل کے پیر اور گدی نشین وظایف وغیرہ مختلف قسم کے اوراد تبلاتے ہیں۔ آپکا کیا ارشاد ہے۔ فرمایا کہ مومن جوبات سچے یقین سے کہو وہ ضرور موثر ہوتی ہے کیونکہ مومن کا مطہر قلب اسرار الٰہی کا خزینہ ہے جو کچھ اس پاک لوح انسانی پر منقش ہوتا ہے وہ آئینہ خدا نما ہے مگر انسان جب ضعف بشریت سے سہو وگناہ کر بیٹھتا ہے اور پھر ذرا بھی اس کی پرواہ نہیں کرتا تو دل پر سیاہ زنگ بیٹھ جاتا اور رفتہ رفتہ قلب انسانی کہ خشیت الٰہی سے گداز اور شفاف تھا سخت اور سیاہ ہوجاتا ہے۔ مگر جونہی انسان اپنے مرض قلب کو معلوم کرکے اس کی اصلاح کے درپے ہوتا ہے اور شب و روز نماز میں دعائیں استغفار و زاری و قلق جاری رکھتا ہے اور اسکی دعائیں انتہا کو پہنچتی ہیں تو تجلیات الٰہی اپنے فضل کے پانی سے اس ناپاکی کو دھو ڈالتی ہیں اور انسان بشرطیکہ ثابت قدم رہے ایک قلب لیکر نئی زندگی کا جامہ پہن لیتا ہے گویا کہ اسکا تولد ثانی ہوتا ہے۔ دو زبردست لشکر ہیں جن کے درمیان انسان چلتا ہے ایک لشکر رحمٰن کا دوسرا شیطان کا۔ اگر یہ لشکر رحمٰن کی طرف جھک جاوے اور اس سے مدد طلب کرے تو اس سے بحکم الٰہی مدد دی جاتی ہے اور اگر شیطان کی طرف رجوع کیا تو گناہوں اور معصیتوں میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ پس انسان کو چاہئے کہ گناہ کی زہریلی ہوا سے بچنے کے لئے رحمٰن کی حفاظت میں ہوجاوے۔ وہ چیز جو انسان اور رحمٰن میں دوری اور تفرقہ ڈالتی ہے وہ فقط گناہ ہی ہے جو اس سے بچ گیا اس نے اللہ تعالیٰ کی گود میں پناہ لی۔ دراصل گناہ سے بچنے کے لئے دو ہی طریق ہیں اول یہ کہ انسان خود کوشش کرے دوسرے اللہ تعالیٰ سے جو زبردست مالک و قادر ہے استقامت طلب کرے یہاں تک کہ اسے پاک زندگی میسر آئے اور یہی تزکیہ نفس کہلاتا ہے اور بندوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو انعامات و اکرامات ہوتے ہیں وہ محض اللہ پاک کے کرم و فضل سے ہی ہوتے ہیں۔ پیروں فقیروں صوفیوں گدی نشینوں کے خود تراشیدہ ورد و وظائف طریق و رسومات سب فضول و بدعات ہیں جو ہرگز ہرگز ماننے کے قابل نہیں۔ اگر یہ لوگ کل معاملات دنیا و دینی کو ان خود ساختہ بدعات سے بھی درست کر سکتے ہیں تو یہ ذرہ ذرہ سی بات پر کیوں تکرار کرتے لڑتے جھگڑتے حتیٰ کہ سرکاری عدالتوں میں جائز و ناجائز حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں۔ یہ سب باتیں داخل وقت کا ضائع کرنا اور خداداد ونائی استعداد و نکا تباہ کرنا ہے۔ انسان اس لئے نہیں بنایا گیا کہ لمبی تسبیح لیکر صبح و شام تمام لوازمات دین کو تلف کرکے بے توجہگی سے سبحان اللہ سبحان اللہ میں لگا رہے اپنا اوقات گرامی بھی تباہ کرے اور خود اپنے قوٰی کو تباہ کرے اور اوروں کے تباہ کرنے کے لئے شب و روز کوشاں رہے ماشاءاللہ تعالیٰ ایسی معصیت سے بچا وے۔ الغرض یہ سب باتیں سنت نبوی صلعم کو چھوڑنے سے پیدا ہوئیں۔ یہ حالت ایسی ہے جیسے پھوڑا کہ اندر سے تو پیپ سے بھرا ہوا ہے اور باہر سے نگینے کی طرح چمکتا ہے۔ زبان سے درود و وظائف کرتے ہیں اور اندرونی جاکا وگناہ سے سیاہ ہوئے ہوئے ہیں۔ انسان کو چاہئے کہ سب کچھ خدا سے طلب کرے جب وہ کسی کو کچھ دیدیتا ہے تو اس کی بلند شان کے خلاف ہے کہ واپس لے۔ تزکیہ وہی ہے جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ دنیا میں سکھایا گیا۔ پیدا کیا گیا۔ یہ لوگ اس سے بہت دور ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ میں سارے دن میں چار دفعہ دم لیتا ہوں۔ بعض فقط ایک یا دو دفعہ۔ اس سے لوگ انکو ولی سمجھ بیٹھتے ہیں اور ایسے واہیات دم کشی کو باعث فخر سمجھتے ہیں حالانکہ فخر کے قابل یہ بات ہے کہ انسان مرضیات الٰہی پر چلکر اپنے پیغمبر نبی کریم سے صلح و آشتی پیدا کرے جس سے کہ وہ انبیاء کا وارث کہلائے اور صلحاء و ابدال میں داخل ہو۔ اسی توحید کو پکڑے اور اس پر ثابت قدم رہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا غلبہ و عظمت اس کے دل پر بٹھا دیگا۔

وظیفوں کے ہم قائل نہیں یہ سب منتر جنتر ہیں جو ہمارے ملک کے جوگی ہندو سنیاسی کرتے ہیں جو شیطان کی غلامی میں پڑے ہوئے ہیں البتہ دعا کرنی چاہئے خود اپنی ہی زبان میں ہو سچے اضطراب اور سچی تڑپ سے۔ جناب الٰہی میں گداز ہوا ہو ایسا کہ وہ قادر الکل کو دیکھ رہا ہے جب یہ حالت ہوگی تو گناہ پر دلیری نہ کریگا جس طرح انسان آگ یا اور ہلاک کرنے والی اشیاء سے ڈرتا ہے ویسے ہی اسکو گناہ کی سوزش سے ڈرنا چاہئے۔ گنہگار زندگی انسان کے لئے دنیا میں مجسم دوزخ ہے جس پر غضب الٰہی کی سموم چلتی اور اسکو ہلاک کردیتی ہے جسطرح آگ سے انسان ڈرتا ہے اسیطرح گناہ سے ڈرنا چاہئے کیونکہ یہ بھی ایک قسم کی آگ ہے۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے ماسٹر فقیر اللہ صاحب پبلشر نے گلزار محمدی سٹیم پریس لاہور میں باہتمام ... طبع کرا کر شائع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۷ - مورخہ ۲۱ ستمبر ۱۹۱۹ء - نمبر ۱۹

الفضل کی بیہودہ سرائی

پیغام صلح کی اس مراسلت پر کہ میاں فضل الدین - نونی - ۱۹ اگست ۱۹۱۹ء کے الفضل میں حضرت مولوی صاحب کو چیلنج دیتے ہیں۔ یہ چیلنج کس بات کے لئے اور کس بناء پر ہے۔ یہ تو نونی صاحب کا دماغ ہی فیصلہ کرسکتا ہے - ہاں آپ نے حضرت امیر ایدہ اللہ کی روایت بالمعنی کو لیکر اس پر صفحہ سیاہ کردیا۔ ایڈیٹر الفضل نعل در آتش ہوکر اپنے آپ سے باہر ہوگئے۔ اور جو کچھ منہ میں آیا کہہ گذرے - یہ تو مدت سے شکایت ہے کہ گروہ مبائعین میں سے عموماً بے لگام اور جادۂ تہذیب سے باہر نکل چکے ہیں - الا ماشاءاللہ۔ سینکڑوں دفعہ اُن کی بدتہذیبی اور بداخلاقی کے نمونے دیکھے گئے ہیں - اور اگر ایڈیٹر الفضل بھی ایسے ہی امور کا مرتکب ہوگیا۔ تو کچھ تعجب خیز بات نہیں۔ یہ فقرہ جو حضرت امیر ایدہ اللہ نے "رسالہ شناخت مامورین" میں لکھا تھا۔ کہ میاں صاحب کے مریدین فی الواقعہ میاں صاحب کو مامور من اللہ کے مقام پر مان رہے ہیں۔ کوئی ایسا فقرہ نہ تھا کہ جس کے لئے ثبوت طلب کئے جاتے۔ جنکو خدا تعالےٰ نے ذرا سی بھی عقل دی ہو وہ اس تحریر کے مضمون سے اتفاق کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ پھر اگر ہم نے لکھدیا کہ نونی صاحب کا دماغ ہی اس کا فیصلہ کرسکتا ہے - تو اس میں ہم نے کونسی ایسی بات کی جسکی وجہ سے ایڈیٹر الفضل کے تن بدن کو آگ لگ گئی - اور اپنے منہ سے غیظ و غضب کے چنگارڑے برسانے لگے۔ کچھ تو خدا سے ڈرو - کیا نونی صاحب کا دماغ اس قابل نہیں رہا۔ کہ سمجھ سکیں کہ اس فقرہ کے کیا معنے ہیں اور کیا اُن سے یہ امر پوشیدہ ہے کہ ہر فرد مبائعین اس کا ثبوت نہیں دے رہا - پھر ثبوت ہم سے کس بات کا طلب کیا جاتا ہے۔ مبائعین میں سے ہزاروں ایسے ہیں کہ جب اُن کے سامنے ایک طرف حضرت مسیح موعودؑ کا کلام پیش کیا گیا اور دوسری طرف میاں صاحب کا۔ تو یا تو خاموش ہوگئے یا کہہ اُٹھے۔ کہ ہم تو میاں صاحب کے کلام کو مانینگے - ایسی حالت میں تم کس بات کا ثبوت مانگتے ہو؟ اس سے حضرت مولوی صاحب کے فقرہ کی - کہ میاں صاحب کے مریدین فی الواقعہ میاں صاحب کو مامور من اللہ کے مقام پر مان رہے ہیں۔ حرفاً حرفاً تصدیق نہیں ہوتی!

صرف یہی نہیں کہ مریدین ہی وہ مقام دے رہے ہیں خود میاں صاحب ہی گو اپنی زبان سے یہ نہ اقرار کریں اور نہ شائع کریں۔ کہ میں مامور من اللہ ہوں - عملاً مامور من اللہ ہی سمجھتے ہیں - اور حاشیہ نشین اس کی تصدیق بھی کرتے ہیں - اگر ثبوت لینا ہو تو لو سنو!

۱ - کیا حضرت میاں صاحب نے شائع نہیں کیا کہ خدا تعالےٰ نے مجھے رُو در رُو کہا کہ تو خلیفہ ہے - جب خدا نے اُن کو اپنا خلیفہ قرار دے دیا - اور بذریعہ الہام نہیں (کیونکہ اس میں بہت سے احتمالات و شکوک پیدا ہو جاتے) بلکہ حضرت احدیت نے شرف ملاقات بخش کر بغیر حجاب اور پردہ کے رُو در رُو کرسی بیٹھا کر نہایت پیار اور محبت سے فرمایا کہ تو اسوقت میری طرف سے خلیفۃ اللہ فی الارض ہے - تو فرمایئے ایڈیٹر صاحب! ماموریت کے مقام پر کھڑا ہونا کے سر پر کوئی اور سینگ ہوتے ہیں -

۲ - کیا میاں صاحب نے بمقام شملہ گذشتہ سال نہیں فرمایا تھا۔ کہ جو مجھے نہیں مانتا - وہ مسیح موعودؑ کو نہیں مانتا وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتا - وہ خدا کو نہیں مانتا - جس کا یہ دعوےٰ ہو کیا وہ مامور کے مقام پر کھڑا نہیں ہے؟ پھر نونی صاحب فرمائیں کہ مامور من اللہ کے سر پر اور کون سے سینگ ہوتے ہیں -

۳ - کیا میاں صاحب نے ایک صاحب کے نکاح خوانی کے وقت اپنے خطبہ میں یہ نہیں فرمایا۔ کہ جس کا نکاح میں پڑھاؤں وہ بابرکت ہوتا ہے - اگر برکت کے آثار اس کتخدا کی زندگی میں ظاہر نہ ہوں - تو اس کی اولاد میں ظاہر ہونگے - اگر اُن میں بھی نہ ہوں تو اُنکی اولاد کی اولاد میں علیٰ ہٰذا تا بروز قیامت برکت کے آثار ظاہر ہونگے - مگر افسوس کہ جس شخص کے نکاح پر اتنے دعوےٰ کئے گئے تھے - وہ بہت تھوڑے عرصہ کے بعد بے اولاد مر گیا - اور برکت کے آثار ساتھ ہی لیگیا - اگر یہ ماموریت کا ادعا نہیں تو اور کیا ہے -

۴ - جب پیر منظور محمد صاحب لودھیانوی نے ایک اعلان شائع کیا - جس میں اُس نے بزعم خود چند ثبوت دیئے کہ مصلح موعود جس کی الہام الٰہی نے ۱۸۸۶ء سے خبر دے رکھی ہے - یہی میاں بشیر الدین محمود احمد ہیں۔ اور میاں صاحب نے اس پر لکھا یا کہا کہ گو مامور کو علم نہ دیا گیا ہو کہ تو مامور ہے مگر ممکن ہے کہ وہ فی الحقیقت مامور ہو۔ اس لئے میں اس سے انکار بھی نہیں کرسکتا - کہ مصلح موعود میں نہیں ہوں - گو ابھی تک مجھے خدا کی طرف سے علم نہیں دیا گیا - کیا یہ ماموریت کے مقام پر کھڑا ہونا نہیں تو اور کیا ہے؟

۵ - کیا میاں صاحب نے ایسے امور میں کہ جن کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی زندگی میں اپنے قلم اور زبان سے فیصلہ دیدیا ہو - برخلاف منشاء حضرت مسیح موعود دخل دیکر صورت حالات کو بدل نہیں دیا - اگر یہ ماموریت کا دعوےٰ نہیں تو اور کیا ہے - پھر کیا کسی مرید نے لب کشائی کی جرأت کی پھر اگر یہ مامور من اللہ کے مقام پر تسلیم کرنا نہیں تو اور کیا ہے - پھر کس بناء پر حضرت مولوی صاحب کو چیلنج دیا جاتا اور ثبوت طلب کیا جاتا ہے۔

۶ - کیا کوئی اس امر کا انکار کرسکتا ہے - کہ جب کبھی کسی مبائع میاں صاحب کے سامنے حضرت صاحب اور میاں صاحب کی متضاد اور متخالف تحریریں پیش کی جاتی ہیں تو حضرات مبائع میاں صاحب کی خاطر حضرت مسیح موعود کی تحریر کو پڑھنا تو درکنار سننا بھی نہیں چاہتے - پھر کس منہ سے ثبوت طلب کیا جاتا ہے - کیا یہ کافی نہیں کہ خود ہر فرد مبائع اس کے لئے مجسم ثبوت ہے - کیا ان کا طرز عمل میاں صاحب کو مامور من اللہ کے مقام پر کھڑا کرنا بلکہ اس سے بڑھکر ماننے کا ثبوت نہیں دے رہا - پھر کس بات کا چیلنج دیا جاتا ہے؟

غالباً یہ کہیں گے کہ حضرت میاں صاحب یا اُن کے کسی مُرید نے اس بات کو اپنی کسی تحریر میں شائع کیا ہو - کہ میں مامور من اللہ ہوں - یا وہ مامور من اللہ ہیں - اس کا ثبوت تو ہمارے پاس نہیں - اور نہ حضرت مولوی صاحب کے فقرہ (کہ میاں صاحب کے مرید فی الواقعہ میاں صاحب کو مامور من اللہ کے مقام پر مان رہے ہیں) کا یہ مفہوم ہے اُن کا تو یہی مطلب ہے کہ گو میاں صاحب مامور من اللہ نہیں مگر مریدین اپنے عمل سے اُن کو مامور من اللہ مان رہے ہیں - گویا مامور من اللہ کا مقام اُن کو دے رکھا ہے اور اُن کا طرز عمل ہر جگہ بروز روشن کی طرح ظاہر ہو رہا ہے پھر چیلنج کیسا اور ثبوت کیسا! ثبوت تو ہر فرد مبائع میں روزمرہ مشاہدہ کرسکتے ہو۔

کیا یہ بات سچ نہیں کہ ماننا دو طرح پر ہوتا ہے ایک زبان سے اقرار کرنا - اور دوسرا عمل سے ظاہر کرنا - سو یہ دونوں نظارے روزمرہ میاں صاحب کے مریدین میں ہم دیکھتے ہیں ہمارا اگر تمہیں نظر نہ آتے ہوں تو تم اپنی آنکھوں کی فکر کرو۔ صحیح تندرست کو بیمار رکھنا اور اپنے آپکو بیمار نہ سمجھنا عرف وہ لوگ ہیں جنکو طبیب لوگ مجنوں کہتے ہیں ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

دوسرا امر کہ جس پر ایڈیٹر الفضل نے زہر اگلا ہے وہ ہمارے لفظ روایت بالمعنے کے متعلق ہے - روایت بالمعنے کے دو ہی معنے ہوتے ہیں - ایک یہ کہ ایک صاحب نے ایک شخص سے روایت سُنی اور اُس نے الفاظ محفوظ نہ رہنے کی وجہ سے اُس کے معنوں کو اپنے الفاظ میں ادا کردیا - یا کسی کی زبانی تو روایت نہ سُنی ہو اُن کے طرز عمل سے بطور روایت اپنے الفاظ میں ادا کردیئے ہوں سو حضرت امیر ایدہ اللہ کا فقرہ (میاں صاحب کے مریدین فی الواقعہ میاں صاحب کو مامور من اللہ کا مقام دے رہے ہیں) اس دوسری مد کے نیچے ہے - اس میں کون سا جھوٹ یا افترا ہے - اگر ایڈیٹر الفضل کے نزدیک یہ جھوٹ اور افترا ہے تو پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو وہ کیا خطاب دیں گے - جبکہ وہ حضرت مسیح موعود کے اُس حوالہ کو دیکھیں گے - جو اُنہوں نے امام ربانی مجدد الف ثانی کے ایک مکتوب سے بطور روایت بالمعنے کے دیا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی نے بھی نبی لکھا ہے حالانکہ اُس مکتوب میں نبی نہیں بلکہ محدث لکھا ہے - اگر حضرت صاحب کے الفاظ کو روایت بالمعنی نہ مانا جائے - تو پھر آپکے نزدیک تو نعوذ باللہ ایک بڑا دروغ بے فروغ ہے - پھر آپ ہی بتایئے - کہ حضرت صاحب کے حق میں کیا خطابات تجویز کریں گے۔

عذر گناہ بدتر از گناہ

۱۰ ستمبر کے پیغام صلح میں ہم نے امرتسری مکذب کی جدید تصنیف "تاریخ مرزا" پر ریویو کرتے ہوئے لکھا تھا کہ حضرت صاحب کی تاریخ ولادت کے متعلق جو حوالہ تریاق القلوب کے صفحہ ۶۸ کا مصنف مکذب نے دیا ہے وہ ہمیں نہیں ملا۔ کیونکہ صفحہ ۶۸ پر تاریخ ولادت کا ذکر نہیں - اس پر مولوی ثناءاللہ صاحب نے ہمیں ایک "مراسلہ" لکھا ہے جس میں ایک لمبی تعریفات کے بعد لکھتے ہیں "میں نے یہ نہیں لکھا تھا - کہ میرزا صاحب نے اپنی ولادت لکھی ہے بلکہ یہ لکھا تھا - کہ تریاق القلوب سے معلوم ہوتا ہے - کہ آپ ۱۲۵۸ ہجری مطابق تخمینہ ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوئے تھے - اور پھر اپنے بیان کی صداقت میں تریاق القلوب کی مندرجہ ذیل عبارت پیش کی ہے:-

"یہ عجب اتفاق ہوا - کہ میری عمر کے چالیس برس پورے ہونے پر صدی کا سر بھی آپہنچا"

اور اس سے نتیجہ نکالا ہے کہ "اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ چودھویں (صدی - ایڈیٹر) کے شروع میں میرزا صاحب چالیس برس کے تھے"۔

افسوس کا مقام ہے - کہ یہ لوگ مولوی کہلاکر ایسی باتیں کرتے ہیں جن سے سادہ لوح لوگوں کو دھوکا لگ جاتا ہے۔ مولوی صاحب لکھنے تو بیٹھے ہیں تاریخی واقعات - پھر ادعا بھی یہ ہے - کہ ہم نے محض مورخانہ نظر سے یہ حالات مستند کتابوں سے جمع کئے ہیں - مگر باوجود اس کے اس قسم کی متعصبانہ غلطیاں کرتے ہیں جو ادنےٰ سے ادنےٰ مصنف بھی نہ کریگا۔

میں ناظرین سے اپیل کرتا ہوں - کہ وہ تریاق القلوب کا صفحہ ۶۸ ضرور پڑھیں اور دیکھیں کہ کیا حضرت صاحب وہاں اپنی ولادت کا یا عمر کا ذکر کررہے ہیں - یا قرآن شریف کی آیۃ

وَلَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ

کی تفسیر اور اپنے الہام کی تشریح کررہے ہیں جو بعینہٖ انہی الفاظ - آیت میں ہوا تھا - اصل بات یہ ہے کہ تریاق القلوب میں حضرت صاحب کا مقصود بالذات یہ ہے۔ کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کی عمر کے بعد لَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا کی وحی ہوئی - اسی طرح خود حضرت صاحب کو بھی انہی کے الفاظ میں چالیس سال کی عمر کے بعد الہام ہوا - یہی مضمون ہے جو ادا کیا گیا ہے - اور اسی ضمن میں حضرت صاحب نے چالیس سال کے الفاظ لکھدیئے ہیں - لیکن مولینا کی تاریخی استدلال قابل داد ہے - کہ اُن الفاظ سے اُنہوں نے ۱۲۵۸ ہجری کی تاریخ ولادت معین کردی - حالانکہ تاریخ ولادت کا ذکر حضرت صاحب نے دوسری جگہ صاف لفظوں میں کیا ہے - گو وہاں بھی تخمینہ ہی تاریخ ولادت لکھی ہے لیکن تریاق القلوب کی عبارت کا سیاق و سباق صاف بتارہا ہے - کہ وہاں مقصود بالذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی اور وحی الٰہی وَلَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا اور اپنے الہام اور حالات زندگی میں تطبیق دینا ہے - اور اس لئے سرسری طور پر چالیس سال لکھدیئے ہیں - کیونکہ عام قاعدہ ہے کہ ایسے موقعوں پر اس قسم کے اعداد جو ایک مشہور عددی کیفیت رکھتے ہوں بمناسبت مضمون کے لحاظ سے لکھدیئے جاتے ہیں - اور دو چار سال کو نظر انداز کیا جاتا ہے - کیونکہ ان سے بعض معنوں میں کوئی فرق نہیں پڑتا مثلاً اگر حضرت صاحب کی عمر ۴۵ سال یا ۴۶ سال یا اس سے زیادہ بھی ہو - تب بھی آپ کے الفاظ کا مفہوم درست رہتا ہے۔ اس طرح "صدی کا سر" کے الفاظ میں بھی کوئی خاص تعین مراد نہیں ہوسکتی - بلکہ عام طور پر ہم ایک صدی کے اواخر کو دوسری صدی کا سر کہدیتے ہیں - اور اس قسم کے محاورے جبکہ مقصود بالذات کوئی خاص شمار عددی نہ ہو - عام طور پر کلام میں مروج ہیں خود قرآن حمید میں اس قسم کی مثالیں موجود ہیں - سورہ القدر میں بعض محققین نے خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ

نشھو کے الفاظ سے لجنت مجددکی مدت نکالی ہے۔ حالانکہ صحیح طور پر الف نشھو کے ایک سو سال نہیں ہوتے۔ بلکہ ۸۳ سال اور ۴ ماہ کی مدت ہوتی ہے مگر چونکہ عربی زبان میں ہزار کا عدد ایک خاص معروف عدد ہے۔ اس لئے اس کو ذکر کر دیا۔ اور باقی تھوڑی کسر انداز کر دیا۔ انگریزی میں ایسے شمار واعداد کو راؤنڈ فگر کہدیتے ہیں اور ان کا رواج عام ہے۔

غرض ہماری رائے میں کوئی احمق سے احمق اور کودن سے کودن شخص کبھی تریاق القلوب کے مندرجہ بالا عبارت پر حضرت صاحب کی تاریخ ولادت کی بنیاد نہیں رکھ سکتا علی الخصوص اس صورت میں جبکہ حضرت صاحب نے تاریخ ولادت علیحدہ دی ہو۔ مگر امرتسری مولوی کی شان تو ہرچہ گیرد علتی علت شود۔ کی مصداق ہے اس لئے انہیں ہر جگہ "ہو" کا موقعہ ملجاتا ہے۔

مولوی صاحب نے ریویو کی "تلخی" کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ اس کے جواب میں ہم صرف یہی کہیں گے وہ ذرا اپنے گریبان میں منہ ڈالکر دیکھیں۔ ؎

انہوں نے بدزبانوں کو ابھی شاید نہیں دیکھا
وہ جب آئینہ دیکھیں گے تو ہم انکو دکھاوینگے

عہد شباب کی غلطیاں

رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان کی کسی گذشتہ اشاعت میں حضرت امیر کے متعلق ایک فتوے قتل شایع ہوا تھا۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:-

"فرمایا۔ خلیفہ ہو تو جو پہلا ہو۔ اس کی بیعت کرو جو بعد میں دوسرا پہلے کے مقابل کھڑا ہو جاوے جیسے لاہور میں ہے۔ تو اسے قتل کردو۔ مگر یہ قتل کا حکم تب ہے۔ جب سلطنت اپنی ہو۔ اب اس حکومت میں ہم ایسا نہیں کر سکتے"۔

جب میاں صاحب کو اس فتوے کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ "جیسا لاہور میں ہے" کے الفاظ اُن کے منہ سے نہیں نکلے۔ بلکہ یہ الفاظ ایک طالب علم کے ہیں۔ جس کی عمر سترہ اٹھارہ سال سے بھی کم تھی۔ اور اپنی بے علمی کی وجہ سے کچھ کا کچھ لکھ دیا کرتا تھا چنانچہ درس حدیث کے نوٹوں میں نہایت مضحکہ انگیز باتیں چھپ گئی ہیں۔

اگرچہ ہم میاں صاحب کے متعلق گذشتہ تجربہ کی بنا پر حسن ظن کرتے ہوئے ہچکچاتے ہیں۔ لیکن اگر اُن کا یہ جواب صحیح بھی تسلیم کرلیں اور یہ مان لیں کہ اس طالب علم نے کم سنی کی وجہ سے یہ غلطی کی۔ تو ایک یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب خود میاں صاحب اس درس حدیث کے دینے کے وقت بہت کم عمر تھے۔ جہاں تک ہمیں یاد پڑتا ہے۔ آپ کی عمر ۱۹۱۴ء میں تقریباً ۲۵ سال کی تھی اور اس لئے درس دینے والا اور نوٹ کرنے والے کی عمروں میں جہاں تک جوانی اور کم سنی کا سوال ہے کوئی بہت بڑا فرق نہیں۔ ہم یہ امید نہیں کر سکتے۔ کہ میاں صاحب ۲۵ سال کی عمر کو پختہ عمر قرار دیں گے۔ کیونکہ یہ امر عقل اور مشاہدہ کے خلاف ہے۔ اس لئے آسان راہ یہی ہے۔ کہ یہ تسلیم کیا جائے۔ کہ میاں صاحب نے کم سنی کی وجہ سے اس وقت غلطی کردی ہو۔ مگر اب انہیں تجربہ نے اس پر ندامت کرنے کا سبق سکھا دیا ہو۔

عیسائیوں کا سبت

ہمارے پاس ایک صاحب نے جو مسیحی مشنری معلوم ہوتے ہیں ایک مختصر سی مراسلت اخبار میں شائع کرنے کے لئے بھیجی ہے۔ تمام مراسلت کو درج کرنا تو بیفائدہ ہے ہاں صاحب مراسلت کے اپنے لفظوں میں اس کا خلاصہ یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ "دنیا کے شروع سے کلیسا میں آجتک سنیچر سبت مانا جاتا ہے۔ لعض نے تھوڑے دنوں سے اتوار سبت مان لیا ہے۔ جو بائیبل کے خلاف ہے اور بدعت ہے"

صاحب مراسلت نے اپنی مراسلت کے اخیر میں یہ چیلنج بھی دیا ہے کہ ان باتوں کا جواب دیا جائے۔

ہمارے نزدیک تو مسیحی صاحبان نے بہت سی باتیں ایسی تسلیم کی ہیں۔ جن کا پتہ کم از کم موجودہ اناجیل میں بھی نہیں ملتا۔ مثلاً مسئلہ کفارہ۔ مسئلہ تثلیث۔ ہمارے نزدیک یہ سب بعد کی ایجاد ہیں۔ یا اناجیل کے الفاظ کو توڑ مروڑ کر اپنے ڈھب کا کیا جاتا ہے۔ آج یہ تیسرا مسئلہ سبت کا معلوم ہوا ہے کہ وہ بھی اناجیل کے خلاف ہے۔ لیکن پہلے دو مسئلے تو خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ جب اُن کا ہی پتہ انجیل میں نہیں ملتا۔ اور ان کا اسقدر رواج عیسائی دنیا میں ہوگیا تو ایک سبت کا معاملہ تو بالکل فروعی ہے۔

بہر حال ہم منتظر ہیں کہ ہمارا معزز عیسائی معاصر "نورافشاں" اس مسئلہ پر کیا رائے ظاہر کرتا ہے۔

مسٹر گاندھی اور تحقیقاتی کمیشن

پنجاب اور ہندوستان کے لعض دیگر مقامات میں جو فساد پچھلے دنوں ہوئے تھے۔ اُن کی ابتدا مسٹر گاندھی کے تعلیم کردہ اصول ستیہ گرہ سے شروع ہوئی تھی ہم سردست اس سوال پر بحث نہیں کرتے۔ کہ خود مسٹر گاندھی کو یہ علم تھا یا نہیں۔ کہ یہ اصول عوام الناس میں کچھ اور ہی رنگ لائیگا۔ لیکن واقعات نے ثابت کردیا۔ جو "خاموش مقابلہ" یا "مقاومت مجہول" ہندوستان کے لوگوں کی مزاج کو راس نہیں۔ بہر حال اس سے انکار نہیں۔ مسٹر گاندھی کو اس لحاظ سے ان فسادات سے ایک خاص تعلق ہے۔ کہ بلاواسطہ یا بالواسطہ اُن کی تعلیم کردہ اصول کا ثمرہ ہیں۔ گو مسٹر گاندھی بذات خود اس قسم کے فسادات سے دلی نفرت رکھتے ہوں۔ اس لحاظ سے مسٹر گاندھی کے خیالات تحقیقاتی کمیشن کے متعلق خاص دلچسپی رکھتے ہیں۔ ملک کے تمام اخبارات نے تو یہ لکھا ہے۔ کہ کمیشن میں چونکہ ہندوستانی عنصر کم ہے اور اس لئے رپورٹ بھی گورنمنٹ برطانیہ کے سامنے نہیں کی۔ اس لئے "پبلک نقطۂ نظر سے کمیشن چنداں مفید نہیں۔ مگر مسٹر گاندھی کا خیال اس سے مختلف ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ کمیشن کی کامیابی ارکین کے انتخاب پر منحصر نہیں۔ بلکہ اُن شہادتوں پر ہے جو اس کے سامنے پیش کی جائیں۔ اور اس کے ساتھ آپ اپنے ہم وطنوں کو نصیحت کرتے ہیں۔ کہ جن لوگوں کو صحیح واقعات کا علم ہے۔ انہیں چاہئے کہ بیخوف ہو کر کمیشن کے سامنے اپنے معلومات کا اظہار کریں"۔

اس میں شک نہیں مسٹر گاندھی کی نصیحت قابل قدر ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ مسٹر گاندھی کی یہ رائے ملک میں تحقیقاتی کمیشن کے متعلق رائے عامہ میں تبدیلی پیدا کرسکتی ہے یا نہیں۔

حکومت اور گرانی کا سدباب

وائسرائے کی قانونی کونسل کے اجلاس میں مسٹر چاندا نے ریزولیوشن پیش کیا تھا۔ کہ اشیائے خوردنی اور پوشیدنی کی گرانی کا فوری سدباب اس طرح کیا جائے۔ کہ برآمد کی نگرانی کی جائے۔ اور درآمد کی تقسیم میں آسانیاں کی جائیں۔ اس کے جواب میں مسٹر مانٹ نے گورنمنٹ کی طرف سے جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ کہ مال گاڑیوں کی قلت سے تاجروں کو حد سے زیادہ نفع حاصل کرنے کا موقعہ مل گیا ہے۔ اب جنگ ختم ہوچکی ہے۔ فصل خریف کی عمدہ پیداوار یقینی ہے اور نرخ اشیاء بھی کم ہونا شروع ہوگیا۔ گورنمنٹ نے اشیاء کا نرخ معین کرنا قرین مصلحت نہیں سمجھا۔

ہم خوب جانتے ہیں کہ ایک آزاد حکومت جو آزاد تجارت کی عادی ہوچکی ہو۔ وہ تحفظ کی پابندیاں عائد کرتی ہوئی فطرتاً گھبراتی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ آخر ہندوستان کی گرانی کا مسئلہ بھی کسی طرح حل ہونا چاہئے۔ جنگ کے ختم ہونے اور مال گاڑیوں کی تعداد میں اضافہ ہونے کی جو خوشخبری گورنمنٹ کے جواب میں پائی جاتی ہے وہ ہمارے خیال میں گرانی کے سدباب میں زیادہ کامیابی حاصل نہیں کرسکتی۔ حقیقت یہ ہے کہ روپیہ کی قیمت کم ہوگئی ہے۔ اور اب ہندوستان کی صنعت وحرفت کو رونق دیکر روپیہ پیدا کرنا چاہئے۔ جو ملک صنعتی وحرفتی ہیں۔ وہی مرفہ الحال ہیں۔ گورنمنٹ کا فرض ہے۔ کہ وہ ملک کی مصنوعات کو ترقی دے اور اس کے لئے خواہ اسے کچھ عرصہ کے لئے تحفظ پر ہی عمل کرنا پڑے۔ تو بھی دریغ نہ کرے۔

سری کرشن مہاراج

یہ امر موجب مسرت ہے کہ ہمارے معزز ہمعصر اخبار ہمدم نے اپنے تازہ پرچہ میں ہندو مسلمانوں کے درمیان اتفاق کی صورت پیدا کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود کی بعض تجاویز کو بنظر استحسان دیکھتے ہوئے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اگر تمام مسلمان متفق ہو جائیں تو ہندو اور مسلمانوں میں اتفاق ہوسکتا ہے۔ اور معاصر موصوف نے اس بات پر بڑا زور دیا ہے کہ ایکدوسرے کے مذہبی بزرگوں کا احترام کرنے سے آشتی و اخوت بڑھتی ہے۔ سری کرشن مہاراج کو ہم اُن پاک ہستیوں ہی سے شمار کرتے ہیں جنہوں نے توحید کا علم دنیا میں اٹھایا جیساکہ ان کی کتاب گیتا سے ظاہر ہے۔ اگر ہندو صاحبان بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہی اعتقاد رکھیں۔ کہ آپ خدا تعالیٰ کے سچے بندے اور عظیم الشان انبیاء میں سے تھے۔ اور توحید کی اشاعت اور تبلیغ کے لئے آپ نے اپنی زندگی وقف کردی تھی۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ مسلمان ہندو بزرگوں کی توہین کرکے برادران وطن کا دل دکھائیں۔

ہم امید کرتے ہیں کہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ حضرت مسیح موعود کا پیغام عملی طور پر مذاہب ہندوستان میں صلح و آشتی کو قائم کردے کیا ہمارے دوسرے ہندو معاصرین بھی اپنی رائے کا اظہار فرمائیں گے؟

گورُوکل کانگڑی کی سکیم کا حشر

معاصر لائل گزٹ دیش کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتا ہے "گورُوکل کانگڑی کو ہندو پبلک اور آریہ سماجیوں نے جس جوش خوشی اور سرگرمی کے ساتھ قائم کیا تھا اس کی یاد اب تک سب کے دلوں میں تازہ ہے تمام آریہ سماجی اخبارات اور اُپدیشک اس انسٹی ٹیوشن کی تعریف میں جب زبردست آواز بلند کرتے تھے۔ تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آریہ سماج کے گھر میں ایک نہایت لاڈلہ بچہ پیدا ہوا ہے چنانچہ آریہ سماج نے اپنے اس لاڈلے بچے کی پرورش ایسے شاندار طریقہ پر کی کہ دُنیا دیکھکر حیران رہ گئی لیکن آج آریہ سماج کا لاڈلہ بچہ تکلیف میں ہے اور اسکے کارکنوں کو مالی مشکلات نے تنگ کر رکھا ہے چنانچہ یہ انہیں مشکلات کا نتیجہ ہے کہ جس گورُوکل سے گوتم اکنا داور پاتنجلی کے نکلنے کی امیدیں آریہ پبلک اور عام ہندوؤں کو دلائی جاتی تھیں وہاں اب لڑکوں کو کھیتی باڑی حکمت اور صنعتی تعلیم دینے کے پروگرام پر غور کیا جارہا ہے"۔

اس انجام کا ہمیں پہلے ہی کھٹکا تھا۔ اور ہمنے لعض آریہ سماجی دوستوں سے پوچھا تھا۔ کہ وہ مہاتما جو گورُوکل میں تعلیم پاتے ہیں جب سنسکرت اور وید کے ماہر ہوکر نکلیں گے تو آخر دنیا میں وجہ معاش کیلئے کیا کرینگے اسکا جواب ہمیں ہمیشہ دل خوش کن اور خوش عقیدگی سے لبریز خیالات میں ملتا رہا کہ قوم اور آریہ سماجیت اُن کا متکفل ہوگا۔ مگر ظاہر ہے کہ خوش عقیدگیاں اس دُنیا میں کام نہیں دیتیں بلکہ یہاں جیتی جاگتی حقیقتیں چاہئیں بہرحال ہم خوش ہیں کہ ہمارے گورُوکل کے دوستوں کو جلدی ہی سمجھ آگئی اور جو دن کا بھولا شام کو گھر آجائے اُسے بھولا نہیں سمجھنا چاہئے۔

معذرت

میں گذشتہ ہفتہ میں تبلیغ کیلئے کوہمری گیا تھا اسلئے میری غیر حاضری میں اخبار میں لعض نہایت ناپسندیدہ غلطیاں ہوگئی ہیں جنکی تصحیح ذیل میں کی جاتی ہے۔ امید ہے کہ ناظرین میری مجبوری کو مد نظر رکھکے معذور خیال فرمائینگے۔

(۱) ۴ ستمبر کے اخبار میں مولوی عبد السبوح صاحب کے مضمون کا عنوان بجائے "حضرت مسیح علیہ السلام اور ملائکہ" "حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور ملائکہ" چھپ گیا۔ (۲) اسی اخبار میں "وصیت منسوخ" کے عنوان سے جو مراسلہ درج ہوئی ہے۔ اس میں صاحب مراسلت کا نام رہگیا یعنی جناب شیخ عبد الرزاق صاحب بیرسٹر لاہور کا نام نامی سہو کاتب سے رہ گیا۔

(۳) ۷ ستمبر کا اخبار مطبع کی بے احتیاطی سے اُلٹ پلٹ چھپ گیا جس کے متعلق منیجر پریس نے سرورق پر نوٹ دے دیا ہے۔

(۴) اسی اخبار کے لیڈر میں سہو کاتب کی یہ غلطیاں ہیں۔

	صحیح	غلط
(الف)	"زشیر شتر خوردن وسوسمار" کی بجائے	"زسیر شتر خوردن سوسمار" چھپا ہے
(ب)	"اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا"	"اذن للذین یقاتلون بہم قتلوا"
(ج)	وجاھدھم بہ جہاداً کبیراً	جاھدھم بہ جہاداً کبیرا

یہ موٹی موٹی غلطیاں ہیں۔ جن کے لئے میں ناظرین کرام سے معافی کا خواستگار ہوں۔ اور اپنی مجبوری کا اظہار کر چکا ہوں۔

والعذر عند کرام الناس مقبول

امپیریل لیجسلیٹو کونسل

فسادات پنجاب کے متعلق کارروائی

امپیریل لیجسلیٹو کونسل کا گرمائی اجلاس ۱۰ ستمبر کو حضور وائسرائے بہادر کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ فسادات پنجاب و دہلی کے متعلق مسٹر مالویہ اور مسٹر چاندا نے کئی ایک سوالات کئے۔ جن کا جواب دیا گیا۔ مسٹر بنرجی نے ایک ریزولیوشن کے اثنا میں حضور شہنشاہ معظم کے ساتھ اظہار عقیدت کی تحریک پیش کی۔ اس کے بعد مسٹر مالویہ نے پنجاب کے ہنگاموں کے متعلق تحقیقاتی کمیشن کی قائمی کے لئے مطالبہ کیا لیکن چونکہ اس کمیشن کی قائمی کا اعلان ہو چکا ہے اسلئے اُنہوں نے اپنے ریزولیوشن میں ترمیم کر لی چاہی جو اس بنا پر عمل میں نہ آسکی۔ کہ انہوں نے حسب ضابطہ اس امر کا نوٹس نہیں دیا تھا۔ اس لئے مسٹر موصوف نے اپنا پہلا ریزولیوشن پیش کر دیا۔ جو نامنظور ہوا۔ اس کے جواب میں حضور لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب سر ایڈورڈ میکلیگن نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ہز ایکسیلنسی وائسرائے کی اجازت سے میں اس بحث کی ابتدا میں چند الفاظ کہنا چاہتا ہوں۔ ماہ اپریل میں جو ہنگامے رونما ہوئے۔ ان کے متعلق انسدادی انتظامات پر غور کرتے ہوئے ان کی اہمیت کو کم کرنے کی کوشش نہ کرنی چاہئے۔ میرے خیال میں جس وقت ہنگامے معرض ظہور میں آرہے تھے۔ اس وقت بھی پنجاب سے باہر لوگوں کو اُن کی خطرناک نوعیت کا بہت کم خیال تھا۔ اگر فسادات کا ایسی سرعت سے انسداد نہ کیا جاتا۔ اور اُن کے دائرہ عمل کو بڑھنے دیا جاتا۔ تو ہر طبقہ کے جان و مال خصوصاً وسط پنجاب کے تجارت پیشہ اصحاب کی جان و مال کو فوری خطرہ پیش آتا۔ بلکہ صوبہ کی حدود کے باہر بھی خطرہ رونما ہو جاتا معاملہ کے خطرناک ہونے میں کچھ بھی شبہ نہیں اور یہ امر واقعہ ہے۔ کہ اہل پنجاب نہایت تباہ کن حادثہ سے بال بال بچے ہیں۔ فسادات اپریل کے سلسلہ میں مجرمین کو مارشل لا عدالتوں نے جو سزائیں دیں۔ ان کے متعلق بہت کچھ کہا گیا ہے۔ اور اس کے جواب میں بھی بہت کچھ کہا جا سکتا ہے گورنمنٹ نے اب تک اس بارہ میں جو روش اختیار کی ہے۔ اس کے متعلق کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہونی چاہئے۔ فوجی عدالتوں نے جو فیصلے صادر کئے ان کی نسبت یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ وہ ہر حالت میں تین تجربہ کار ججوں کی متفقہ رائے پر مبنی ہیں جن کے روبرو ملزم اور گواہ پیش ہوتے تھے۔ اور جو فریق ثانی کا بیان سُن کر فیصلہ صادر کرتے تھے۔ ایسے فیصلہ کو صرف صریح غلطی کی ناقابل تردید شہادت کی بنا پر ہی انتظامی حکام برطرف کر سکتے ہیں۔ میں نے بہت سے مقدمات پر غور کیا ہے۔ لیکن مجھے ایک بھی مقدمہ ایسا نظر نہیں آیا جس میں عدالت کے فیصلہ کی صحت کے متعلق میں معترض ہو سکوں سزاؤں کا سوال مختلف ہے۔ اکثر حالتوں میں عدالتیں سخت ترین قسم کی سزائیں دینے میں قانوناً مجبور تھیں دیگر حالتوں میں عدالتیں لازمی طور پر اُن عظیم خطرات کے احساس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں۔ جو ملزموں کی تحریک سے ملک پر نازل ہوئے تھے۔ ایسی حالتوں میں گورنمنٹ ہمیشہ وسیع النظری سے کام لے سکتی ہے۔ اور سزاؤں کے مجموعی اثر کو دیکھ سکتی ہے۔ اگر گورنمنٹ یہ محسوس کرے کہ وہ سزاؤں کے انسدادی اثر کو زائل کئے بغیر ان میں تخفیف کر سکتی ہے۔ تو وہ ایسا کرنے میں حق بجانب ہے۔

میرے جلیل القدر پیش رو نے ۱۹۱۵ء میں مقدمات "غدر" کے دوران میں انقلاب پسندوں کی سزاؤں پر اسی پہلو سے نظر ثانی کی تھی۔ اور پنجاب سے رخصت ہونے سے پہلے اب بھی اُنہوں نے بہت سی سزائیں گھٹا دیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ فسادات کے متعلق عام نظر ثانی کب کرتے اور کس حد تک کرتے۔ لیکن میرے پاس یقین کرنے کی وجہ ہے کہ [illegible] گذشتہ [illegible] نظر ثانی کرتے۔ میں نے بھی بحالی امن کے بعد جلد ہی سزاؤں میں تخفیف کر دی ہے۔ اس قسم کی تخفیف سے یہ امر واضح ہو گیا ہے کہ گورنمنٹ ہر چند مفسدہ پردازوں کو سزا دیتی ہے۔ لیکن وہ منتقم ہونا نہیں چاہتی۔ اور فسادات کے بعد جو کشیدگی واقع ہو گئی تھی۔ اسکو رفع کرنے میں اس نے مدد کی ہے۔ [illegible] تخفیف کا مدعا یہ ہے کہ گورنمنٹ پر پبلک کا سابقہ اعتماد بحال ہو جائے۔ اور اگر خدانخواستہ اس کوشش میں ہمیں ناکامی ہوئی تو اس کا الزام یہ نہ ہوگی۔ کہ گورنمنٹ کی طرف سے کوشش میں کوتاہی ہوئی۔ تاہم ایسے فسادات کو بے سزا دیئے نظر انداز نہیں کر سکتے۔ البتہ عام حالات کو برقرار کرنے اور بہتر خیالات پیدا کرنے کے متعلق ہماری طرف سے کوشش جاری ہے جو لوگ اس ملک کی بہتری کے لئے کوشاں ہیں اُن سے بھی ہماری یہ درخواست ہے کہ وہ اس کام کو رکاوٹ ڈالنے کی بجائے اس میں مدد دیں۔

سر ولیم ونسنٹ کی تقریر

۱۱ ستمبر کو چونکہ کونسل میں کئی ایک بل پیش ہوئے۔ اس لئے اس روز مسٹر مالویہ کے ریزولیوشن پر بحث کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ ۱۲ ستمبر کو اس ریزولیوشن کے متعلق سر ولیم ونسنٹ نے حسب ذیل تقریر کی:

"مجھے افسوس ہے کہ پنڈت مالویہ کو اپنے ریزولیوشن میں ترمیم کرنے کا موقع نہیں ملا۔ کیونکہ آپ نے بروقت اس امر کا نوٹس نہیں دیا تھا۔ آپ نے جو ریزولیوشن پیش کیا ہے اسکی کسی ممبر نے بھی کلی طور پر حمایت نہیں کی۔ کمیٹی کی شرائط کے متعلق تمام ترتیب کا فیصلہ صاحب وزیر ہند بہادر کے ساتھ طویل مشورہ اور غور و فکر کے بعد کیا گیا ہے گذشتہ ہنگاموں میں گورنمنٹ اتلاف جان کے متعلق متاسف ہے لیکن یہ امر افسوسناک ہے۔ کہ معاملہ کی سنجیدگی کا بعض جگہ پورے طور پر احساس نہیں کیا گیا۔ بلکہ اس کی اہمیت کو کم کرنے کا میلان پایا گیا ہے۔ بعض ممبروں نے بہت زور کے ساتھ ہندوستانیوں کے اتلاف جان کا تذکرہ کیا۔ لیکن ایک ممبر نے بھی یورپین نقصان جان کا ذکر تک نہیں کیا۔ رولٹ ایکٹ کے متعلق غلط فہمیاں دور کرنے کے متعلق کوئی کوشش نہیں کی گئی اور جب صورت کا معاملہ بدرجہ غایت پیچیدہ ہو گئی تو اسوقت بھی فساد کو دبانے کی کوشش نہیں کی گئی۔ لیکن میں ان اشخاص کا ذکر کرتے ہوئے دیگر ہندوستانیوں کا ذکر کئے بغیر نہیں رہ سکتا جنہوں نے اس نازک وقت پر گورنمنٹ کو امداد دی۔ فساد کو دبایا اور یورپین جانوں کو مفسدوں کے ہاتھ سے بچایا۔ ان میں بعض اس کونسل میں موجود ہیں۔ یعنی آنریبل سر عمر حیات خاں ٹوانہ۔ سردار سندر سنگھ اور پنجاب کے دیگر ممبران کونسل۔

مائی لارڈ میں ان معاملات کے تذکرہ سے کمیشن کی تحقیقات کو متاثر نہیں کرنا چاہتا۔ میں صرف اس تجویز کے متعلق کہنا چاہتا ہوں۔ جو کونسل کے سامنے پیش ہے۔ سب سے پہلے ایک رائل کمیشن کا تقرر صرف ہز میجسٹی کی گورنمنٹ کے اختیار سے ہی عمل میں آسکتا ہے۔ صاحب وزیر ہند ہز میجسٹی کی گورنمنٹ کے نمائندہ ہیں۔ اور وہ کمیٹی کے نظام ترکیبی کے متعلق فیصلہ کر چکے ہیں اب اس معاملہ کو دوبارہ چھیڑنا غیر ضروری ہے۔ صاحب وزیر ہند اس خیال کو منظور کر چکے ہیں۔ کہ تحقیقات کی موجودہ صورت کافی ہے۔ اگر رائل کمیشن کے تقرر کے متعلق کوئی تحریک پیش ہو سکتی ہے تو وہ صرف دار العوام میں ہو سکتی ہے۔ آنریبل محرک نے مطالبہ کیا ہے کہ کمیٹی اپنی تحقیقات کو براہ راست وزیر ہند بہادر کی خدمت میں پیش کرے۔ لیکن گورنمنٹ آف انڈیا کمیٹی کے نام یہ حکم صادر نہیں کر سکتی۔ کہ آپ اپنی رپورٹ کو ہز مجسٹی یا سکرٹری آف سٹیٹ کی خدمت میں پیش کریں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مناسب وقت پر بالآخر یہ رپورٹ صاحب وزیر ہند کی وساطت سے ہز میجسٹی کی گورنمنٹ تک پہنچ جائیگی۔ لیکن جس گورنمنٹ کے اختیار سے اس کمیٹی کا تقرر عمل میں آیا ہے۔ اس کمیٹی کی رپورٹ بھی اسی گورنمنٹ کے پاس آنی چاہئے۔ دوسری یہ حقیقت بھی نظر انداز نہیں کی جا سکتی۔ کہ گورنمنٹ آف انڈیا پر بحالی امن و انتظام کے متعلق قانونی ذمہ داریاں عائد ہیں اور وہ معقول وجوہات کے بغیر ان ذمہ داریوں سے سبکدوش نہیں ہو سکتی۔ آنریبل محرک کی تجویز کے یہ معنے ہیں۔ کہ گورنمنٹ آف انڈیا ایک قسم کی ملزم ہے۔ اور اس لئے اس کے متعلق تمام رپورٹ ہز میجسٹی با اجلاس کونسل میں پیش ہونی چاہئے۔ ممکن ہے کہ بعض آنریبل ممبران اس پوزیشن کو دل سے چاہیں۔ لیکن گورنمنٹ اسے کبھی منظور نہیں کر سکتی۔

چونکہ بعض لوگوں نے اس ملک میں بد امنی پھیلائی ہے گورنمنٹ نے اس کے دفعیہ کے لئے انسدادی وسائل اختیار کئے۔ اس لئے کیا ممکن ہو سکتا ہے کہ گورنمنٹ آف انڈیا ایسی سنجیدہ حالت میں اپنے آپ کو ذمہ داریوں سے سبکدوش کر دے۔ اگر ایسی تجویز کو پیش کرنا مقصود ہے تو اسکے لئے کوئی اور جگہ ہے۔ جہاں یہ پیش کی جا سکتی ہے۔

سزاؤں کی تخفیف کے متعلق سر ولیم ونسنٹ نے کہا کہ گورنمنٹ کا رحمانہ سلوک اس کی کمزوری کی دلیل نہیں ہے۔ گورنمنٹ محسوس کرتی ہے کہ ان ہنگاموں میں بعض بہت سے بدقسمت گمراہ اشخاص نے حصہ لیا۔ جو اوروں کی ترغیب میں آگئے۔ اب ہنگامے رفع ہو گئے ہیں اور گورنمنٹ کی خواہش ہے۔ کہ باقاعدہ حالات از سر نو شروع ہوں۔ آنریبل محرک نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ رپورٹ ہز میجسٹی با اجلاس کی خدمت میں اس لئے پیش ہونی چاہئے۔ تاکہ ان بے گناہوں پر سے جُرم کا داغ مٹ سکے۔ میرے خیال میں یہ اُن کی غلط فہمی ہے۔ کیونکہ ہز میجسٹی کو نوازش خسروانہ کے جو اختیارات حاصل ہیں وہی گورنمنٹ آف انڈیا کو تفویض کئے گئے ہیں۔

تحقیقاتی کمیٹی کے متعلق سر ولیم ونسنٹ نے کہا کہ آنریبل محرک نے نہایت صاف گوئی سے کمیٹی کے اراکین کے متعلق اس امر کا اظہار کیا ہے کہ وہ انصاف اور بے رو رعایت فیصلہ کریں گے۔ ایسی حالت میں کمیٹی کے اراکین میں تبدیلی کرنے سے کیا فائدہ ہوگا۔ تحقیقات پبلک ہوگی۔ اور اگر کوئی غیر معمولی وجہ پیدا نہ ہوگی۔ تو اسے کلی طور پر شائع کر دیا جائیگا۔ میں کونسل کو یقین دلاتا ہوں کہ گورنمنٹ صرف ایک ہی خواہش سے متاثر ہے اور وہ یہ ہے کہ ہنگاموں کے متعلق منصفانہ تحقیقات ہو۔ اور باقاعدہ حالات کے بحال کرنے اور قومی منافرت کے دور کرنے اور امن و امان قائم کرنے کے متعلق حتی الامکان کوشش کی جائے۔

کونسل کا آئندہ اجلاس

امپیریل لیجسلیٹو کونسل کے ۱۵۔ اور ۱۶۔ ماہ حال کے اجلاس میں دو ریزولیوشن پاس کئے جائینگے۔ جن میں مسٹر کریم کے دو ریزولیوشن بھی شامل ہیں:

(۱) کلکتہ کی ٹکسال کو کسی اور جگہ پر منتقل کر دیا جائے۔

(۲) کلکتہ کے مضافات میں ریلوے کے حلقہ میں بجلی قائم کی جائے اور بار برداری کی سہولتیں مہیا کی جائیں۔ مسٹر ڈنشا واچا سٹہ بازی کی تحقیق اور اسکے انسداد کی تجاویز پر غور کرنے کے لئے ایک کمیٹی مرتب کرنے کی تحریک کرینگے۔ ۱۷۔ ۱۹۔ تاریخ کے اجلاس میں متعدد مسودے پیش ہونگے۔ جن میں سے سر ولیم ونسنٹ مارشل لاء کے احکام سے حکام کی بریت کا مسودہ پیش کریں گے۔

اس مسودہ کا مقصد یہ ہے۔ کہ پنجاب میں جس قدر امن شکن ہنگامے معرض ظہور میں آئے ہیں اُنکے دوران میں گورنمنٹ کے افسروں نے فتنہ و فساد کو دبانے اور امن و امان کو بحال کرنے کے لئے مارشل لاء کے ماتحت دیانتداری سے مناسب حال تدابیر اختیار کیں۔ اسلئے ان افسروں کی خاطر یا ان کے ماتحت افسروں کی خاطر یہ ضروری سمجھا گیا ہے کہ اس کام کے لئے جو انہوں نے خلوص نیت اور اپنے فرائض کی ادائیگی میں سرانجام دیا ہے اُنکی حفاظت کی جاوے اس لئے مسودہ میں درج ہے کہ کسی افسر کے برخلاف یا کسی اور شخص کے برخلاف جو ۳۰۔ مارچ کو یا اسکے بعد مارشل لاء کے احکام کے مطابق کام کر رہا ہو کسی عدالت میں قانونی چارہ جوئی نہیں ہو سکیگی۔ بشرطیکہ اس نے وہ کام نیک ارادے اور اس معقول یقین کی بنا پر کیا ہو۔ کہ وہ فعل قیام امن کے لئے ضروری ہے اس غرض کے لئے گورنمنٹ کے سکرٹری کا ایک سرٹفیکیٹ کافی متصور ہوگا۔ جس شخص کو مارشل لاء کے ماتحت سزا دیگئی ہو وہ سزا تا انقضائے میعاد بدستور اسکو بھگتنی پڑیگی۔ جبتک کہ گورنر جنرل یا کوئی اور با اختیار حاکم باضابطہ اس کے خلاف کوئی حکم نہ دیں۔

اگر مارشل لاء کے ماتحت کسی شخص کی ملکیت کو کوئی نقصان پہنچا ہو تو اسکی معقول طور پر تلافی کی جائیگی۔ جس کا تصفیہ افسر کریں گے جن کا عہدہ کم از کم ڈسٹرکٹ جج کے برابر ہو۔

لیکن اس بات کو یاد رکھنا چاہئے کہ اس مسودہ کا اثر ہنٹر کمیٹی پر نہیں پڑتا۔ اور نہ ہی اس کا تعلق کسی طرح سے مارشل لاء آرڈینینس کی کمیشنوں کے فیصلے سے ہوگا۔

اس کے علاوہ سر ولیم ونسنٹ مزدوروں کی خلاف ورزی معاہدہ کا ایکٹ مجریہ ۱۸۵۹ء کی ترمیم کے لئے ایک مسودہ پیش کریں گے۔ (از حق بلیٹن ۱۷ ستمبر ۱۹۱۹ء)

مراسلات

قاضی فضل احمد لدھیانوی کی شکست فحش اور غلط بیانی

روزنامچہ اخبار مورخہ ... ستمبر ۱۹۱۹ء کے صفحہ ۳ قاضی فضل احمد لدھیانوی کا ایک مضمون بعنوان "مسلمانوں کی فتح اور مرزائیوں کی ہزیمت" شائع ہوا ہے۔ جس میں قاضی فضل احمد صاحب نے از حد غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ جو لوگ قاضی صاحب کے خلاف لدھیانہ میں مقدمہ کا فیصلہ سن چکے ہیں اُن کو صاحب موصوف کی غلط بیانی پر کوئی حیرانی اور تعجب نہیں قاضی صاحب کو جو ذلت اور شکست احمدیوں کے مقابل ہوئی اُس کی پردہ پوشی کے لئے ضروری تھا کہ ایسی غلط بیانی کرتے۔ تاکہ ایک تھان ململ اور دس روپے کا حق اسطرح ادا ہو جائے۔

(۱) ناظرین کو واضح رہے کہ رام گڑھ اور لودو وغیرہ میں کئی ماہ سے ایک نابینا حافظ نے یہ جھگڑا اٹھا رکھا ہے کہ احمدیوں کا حقہ پانی بند کرنا چاہئے کیونکہ یہ کافر ہیں۔ آخر یہ رائے ہوئی کہ عید اضحیٰ پر یہ فیصلہ ہو۔ مگر گاؤں کے دو تین جلد باز آدمیوں نے پوشیدہ طور پر قاضی فضل احمد کو بلا لیا اور وعظ کرایا احمدیوں کو اول تو کوئی وقت نہ دیا۔ کیونکہ صرف لوگوں کو بھڑکانا منظور تھا دوسرے دن لودو میں وعظ تھا۔ وہاں بھی دوسرے روز ہم کو لوگوں کے اصرار سے دو گھنٹے دیئے۔ قاضی صاحب نے تین دن میں ہر قسم کے فضول اعتراض کئے۔ کبھی الہامات پر کبھی پیشگوئیوں پر اعتراض کئے۔ اور ہم سے صرف دو گھنٹے میں سب باتوں کا جواب مانگا۔ ہم نے قلت وقت کے باعث اصل مطلب پر بحث کی اور ایل دیہ پر ثابت کر دیا۔ کہ احمدی کافر نہیں ہیں۔ بلکہ مسلمان ہیں جب قاضی صاحب کو اُن کی اپنی زبانی جھوٹا کیا گیا۔ تو ہراساں اور حیران ہو کر دوسرے دن چلتے بنے۔

(۲) قاضی صاحب نے جو پیسہ اخبار میں مضمون شائع کیا ہے وہ بالکل خلاف واقعہ ہے۔ کیونکہ اول تو خود تین دن وعظ کرنا اور پھر وہ بھی کسی خاص مضمون پر نہیں۔ اور دوسرے فریق مخالف کو آخری دن دو گھنٹے کا وقت دینا اور تین دن کے اعتراضات کا جواب مانگنا کوئی مناظرہ یا باقاعدہ بحث نہیں ہے۔ پھر قاضی صاحب نے یہ بھی جھوٹ لکھا ہے۔ کہ فریقین نے فلاں اشخاص کو ثالث مقرر کیا۔ حالانکہ نہ کوئی ثالث مقرر ہوا نہ کوئی جج۔ اگر قاضی صاحب میں ہمت ہے تو ثابت کریں کہ احمدیوں نے کس کو ثالث مقرر کیا تھا اور نہ ہی اپنے مصنوعی ثالثوں کی تحریر ہی شائع کر دیں کہ ہمکو فریقین نے ثالث مقرر کیا۔ اصل بات یہ ہے کہ قاضی صاحب نے جب دیکھا کہ بازی ہار گئے۔ اور احمدی کافر ثابت نہ ہوئے۔ اور تین دن کی کوشش پر پانی پھر گیا تو ہمارے بعد غیر حاضری میں تین آدمیوں کے آگے ناک رگڑ کر منت کی۔ کہ اپنی رائے دو۔ اُنہوں نے رائے دی کہ احمدی کافر ثابت نہیں ہوئے۔ پھر قاضی صاحب نے الہامات وغیرہ غیر متعلقہ امور پر رائے مانگی۔ یہ اصل واقعہ ہے۔ ورنہ کوئی ثالث مقرر نہیں کیا گیا۔ یہ قاضی صاحب کی چالاکی ہے۔

(۳) قاضی صاحب نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ فضل کریم احمدی مناظر کا خاص رشتہ دار احمدیت سے توبہ کر گیا۔ افسوس ہے کہ قاضی صاحب اپنی پردہ پوشی کے لئے کیا کیا ہاتھ پیر مارتے ہیں۔ اجی حضرت بندہ کا کوئی رشتہ دار احمدی نہیں ہے۔ اور نہ تھا۔ پھر توبہ کس نے کی۔ کہیں خواب تو نہیں دیکھا۔ ورنہ ثابت کریں کہ بندہ کا کونسا خاص رشتہ دار احمدی تھا۔ ہماری جماعت پر تو آپ کے وعظ کا جو اثر ہوا وہ درکنار آپ اپنے مدح خوانوں کا ہی حال دیکھنا کہ کیا ذلت اُن کو اٹھانی پڑی ہے۔ ان باتوں سے کام نہیں چلتا۔ اگر آپ نے اپنی شکست کا نظارہ دیکھنا ہے۔ تو رام گڑھ اور لودو کے بازار میں ایک چکر لگا ئیے۔ اور سنئے کہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ آپ مرد میدان بنکر مندرجہ بالا غلط بیانیوں کا ثبوت دیں۔ ورنہ چپ رہیں آپ کا جو حال خدا کے فضل سے بندہ کے تھوڑے سے مقابلہ سے ہوا ہے۔ وہ آپ کے چپکے مناظرہ سے کنارہ کرنے سے ہی عیاں ہے۔ دور نہ جائیں۔ کیا آپ نے اس وقت چھوٹے چھوٹے بچوں سے نہیں سنا جو کہتے تھے۔ کہ اب مرغی پھنس گئی آپکی شکست کا ذکر عام ہے جیسا کہ بیان ہوگا۔

(۴) آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ احمدیوں کا کوئی مولوی نہ آیا۔ بہت خوب۔ اول یہ فرمائیے۔ کہ آپ کتنے مولوی تھے۔ صاحب من آپ تو ملّاں بھی پورے نہیں اور عربی دانی آپ کی سب کو معلوم ہی ہے۔ دوسری عرض ہے کہ آپکو چھوٹا کرنے اور شکست دینے کی غرض سے کسی مولوی یا بڑے عالم کی ضرورت ہی کیا ہے کیا آپ کا بھگا دینا بھی کوئی بڑی بات ہے۔ جس نے خود ہی اپنے اعتراضات کی تردید کر دی اور اپنی مایۂ ناز کتاب کلمہ فضل رحمانی کا کچہری میں خاک اُڑا دیا۔ وہ دعوے کرسکتا ہے کہ وہ بھی ایک عالم ہے۔ قاضی صاحب! جب ایک معمولی گاؤں کا رہنے والا لڑکا آپ کی دھجیاں اُڑا سکتا ہے تو کسی مولوی یا عالم کو تکلیف دینے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ کیا آپ بھول گئے۔ کہ عاجز نے عربی میں مقابلہ کرنے کے لئے آپکو نہیں للکارا تھا آپکو اگر کوئی جرأت تھی تو کیوں عربی میں مقابلہ نہ کیا۔ پھر کس قابلیت پر اخبار میں شائع کراتے ہیں کہ میرے مقابلہ میں کوئی احمدی مولوی نہ آیا۔

(۵) پھر آپ اخبار میں شائع کراتے ہیں کہ احمدیوں کو شکست ہوئی۔ ع - چہ دلاور است دزدیکہ بکف چراغ دارد والی مثال آپ پر ہی صادق آتی ہے۔ متنازعہ فیہ مسئلہ میں آپ ایسے ہارے کہ ہمارے سامنے یہاں کا کوئی ملّاں بھی ایسا ذلیل کبھی نہیں ہوا تھا۔ گاؤں میں پھر کر تو دیکھیں۔ کہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں۔ سنئے اول تو آپ احمدیوں کو کافر ثابت کرنے آئے تھے۔ اور یہی جھگڑا تھا۔ اب آپ فرمائیے! کیا آپ اس بات میں کامیاب ہوئے؟ ہرگز نہیں! اپنے ثالثوں کی رائے میں جن کا آپ نے مار کر دامن پکڑا ہے۔ ملاحظہ کریں کہ وہ کیا فرماتے ہیں کیا وہ یہ نہیں کہتے کہ احمدی کافر ثابت نہیں ہوئے۔ اب فرمائیے آپ نے جو لکھا ہے۔ کہ فضل کریم کوئی جواب نہ دے سکا۔ کیا یہ درست ہے آپ اُن ثالثوں کو پوچھیں کہ فضل کریم تو بول نہ سکا پھر احمدیوں کو کافر کس نے ثابت نہ ہونے دیا۔؟ قاضی صاحب! آپ ہی فرمائیے آپ احمدیوں کو کافر ثابت کرنے آئے تھے یا نہیں۔ پورا زور لگایا۔ یا نہیں؟ ضرور لگایا۔ پھر کس نے احمدی کافر ثابت نہ ہونے دیئے! اب کہو کہ فضل کریم احمدی مناظر نے۔ دیکھو پھر نہ کہنا کہ احمدی مناظر بول نہ سکا۔ ہم سے اگر کوئی پوچھے تو سچ یہ ہے۔ کہ قاضی صاحب بہت لوٹے مگر نتیجہ کیا ہوا؟ یہ کہ احمدی کافر ثابت نہ ہوئے۔ اس کا ثبوت ثالثوں کی رائے۔ دوسرا ثبوت یہ ہے کہ رام گڑھ کے باشندگان نے حقہ پانی بند نہیں کیا اور نہ ہی قطع تعلق کیا ہے۔ اب قاضی صاحب ہوش کرکے فرمائیں۔ کیا احمدی آپ نے کافر ثابت کر دیئے؟ ہرگز نہیں! اچھا صاحب کیا گاؤں والوں نے ہم کو بائیکاٹ کیا؟ بالکل نہیں! پھر فرمائیے کہ آپ نے آکر کیا خاک اُڑائی بجز اس کے کہ اپنی پردہ دری کرائی اور اپنے لودھیانہ والے مقدمہ کی منادی خاص و عام میں کرائی

(۶) ہاں شروع مضمون میں آپ نے وفات مسیح پر کچھ فرمایا ہے۔ کیوں صاحب لودو میں **هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا** آیت کا آپ نے کیا جواب دیا تھا؟

عاجز فضل کریم - از رام گڑھ سرداراں - ضلع لدھیانہ
ڈاک خانہ خاص - ۱۳ ستمبر ۱۹۱۹ء

ایک لاکھ بیس ہزار کی بیعت خلافت

(ایک حاضرِ موعظہ کے مستمع کے قلم سے)

۱۸ ذوالقعدہ - حضرت ذوالنورین عثمان رض خلیفہ ثالث رسول کریم صلعم کی شہادت کا دن ہے اور یہ وہ دن ہے جبکہ اسلامی حریت و مساوات و ترقی کا خاتمہ ہوگیا۔ اور وہ مسلمانوں سے وہ خیر و برکت جو تا شہادت خلیفۂ مظلوم اُن کا حصہ تھی۔ ہمیشہ کے لئے رخصت ہوگئی۔ اور اس کی جگہ خانہ جنگی اور ادبار نے لے لی۔ آج کا دن واقعی رونے اور غم کرنے کا تھا مگر مسلمانوں کی بدقسمتی سے اُن میں ایک جماعت ایسی موجود ہے جو اور تو تمام سال مصروف ماتم رہتی ہے مگر کوئی خوشی کا وقت اُسے ملتا ہے تو ۱۸۔ ذوالقعدہ کو ملتا ہے۔ جس دن کو وہ عید بنا کر خوشی کرتی ہے۔ اور جس دن صرف مؤمنین کا گلے مل لینا تمام گناہوں کو دور کر دیتا ہے۔

اس عید کی تقریب پر ہر ایک جگہ اس جماعت کا جلسہ ہوا جس میں بیان کیا گیا۔ کہ "گیارہ ماہ ہمارے لئے سوگ و ماتم کے ہیں۔ صرف ایک مہینہ خوشی کا ہے کیونکہ اس میں حضرت رسول کریم صلعم کو خدا کی طرف سے حکم ہوا۔ کہ علیؓ کو اپنا جانشین اور ولیعہد ہونے کا اعلان کردو۔ حضور نے ایک دو بار لیت و لعل کیا۔ آخر کار بارگاہ الٰہی کی طرف سے تہدیدی حکم موصول ہوا۔ کہ اگر آپ ایسا نکریں گے تو آجتک جو کچھ آپ نے خدائی احکام کی تبلیغ کی ہے وہ کسی حساب میں شمار نہیں ہوگی۔ اس پر بھی عذر کمزوری و مخالفت امت کیا گیا۔ مگر خدا نے تسلی دی کہ میں نگہبان ہوں۔ پھر بلالؓ کو حکم ہوا کہ لوگوں کو جمع کرنے کی منادی دو۔ چنانچہ ایک لاکھ بیس ہزار آدمی گرد و پیش جمع ہوگئے حضرت علیؓ کو کھڑا کیا گیا۔ اور بتایا گیا کہ **مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ**۔ یعنی میں نے بحکم خداوندی علیؓ کو اپنا ولیعہد مقرر کیا۔ آؤ مسلمانو! اس کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کرو۔ ایک خیمہ مقام غدیر میں استادہ کیا گیا جس کے اندر جناب علیؓ متمکن کئے گئے۔ اور حکم ہوا کہ ہر ایک آدمی باری باری جائے۔ زبان سے خاص کلمات مبارکبادی جو تلقین کئے گئے تھے دُہرائے اور دست بیعت ہوتے چنانچہ پورے ایک لاکھ بیس ہزار اشخاص نے بیعت کی۔ جس میں پورے تین دن صرف ہوئے۔ اور خدا نے اس مہم عظیم سے فارغ ہو کر **الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ** الخ آیتہ مبارکہ نازل فرمائی۔ ہمیں اس وقت اس سے بحث نہیں کہ بیعت ہوئی یا نہ ہوئی۔ اور مولیٰ کے کیا معنے ہیں آیا مولیٰ ولی اور والی میں کوئی فرق ہے یا نہیں۔ اور نہ یہ بتانا مقصود ہے۔ کہ رسول خدا پر لیت و لعل کا الزام لگانا اور انہیں ڈر پوک بتانا کس قدر سوء ادبی ہے۔ اور نہ یہ بتانا مدعا ہے کہ اُس خدا کی (نعوذ باللہ) خدائی کیا ہوئی جو اس تاکید اور شد و مد سے بیعت کرا کر علیؓ کو خلافت نہ دے سکا۔ بلکہ **أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ** کا مصداق مخالفان علیؓ کو بنا دیا۔

ہمیں تو معمولی حساب کی رو سے دیکھنا ہے کہ تین دن میں ایک لاکھ بیس ہزار نفوس ایک آدمی کے ہاتھ پر فرداً فرداً جیسا کہ بیان کیا گیا ہے بیعت کر سکتے ہیں کہ نہیں ہر ایک آدمی کو باری باری بعد مراسم بیعت کرنے کے لئے کچھ وقت بکار ہے۔ چلو ہم نہایت کم وقت ایک منٹ فی شخص مقرر کرتے ہیں۔ ایک گھنٹے کے ساٹھ - ۲۴ گھنٹوں کے چودہ سو چالیس - اور تین دن رات کے ۴ ہزار تین سو بیس منٹ ہوئے۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ تین دن رات میں جناب علیؓ نے بیعت لینے کے لئے نہ کچھ کھایا نہ پیا نہ نماز پڑھی نہ سوئے اور لگاتار لوگ آتے اور بیعت کرتے رہے تو اس عرصہ میں صرف تینتالیس سو بیس اشخاص کا بیعت کرنا ممکن ہوسکتا ہے مگر چونکہ بیعت فرداً فرداً پورے ایک لاکھ بیس ہزار نے ہی کی تھی۔ اس لئے از روئے حساب حضرت علیؓ کو مقام غدیر میں اتنے ہی منٹ ٹھہرنا پڑا ہوگا۔ جتنی کہ بیعت کنندگان کی تعداد ہے۔ منٹوں کے گھنٹے اور گھنٹوں کے دن بنانے سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب بوتراب کو تراسی دن رات اور ۸ گھنٹے خیمہ کے اندر رہنا پڑا ہوگا۔ اور اس عرصہ میں آپ ایک منٹ کے لئے بھی نہ کھانے پینے کو۔ نہ نماز پڑھنے کو۔ نہ سونے کو اور نہ کسی اور حاجت انسانی کے لئے اُٹھے ہونگے۔ آجکل چوبیس گھنٹوں میں عام طور پر انسانی قوت صرف ۶ گھنٹے لگاتار کام کرنے کی متحمل ثابت ہوئی ہے اور باقی وقت آرام و تفریح اور مذہبی اور قومی و خانگی فرائض کی انجام دہی کے لئے رکھا گیا ہے اگر ہم اس سے دگنا وقت بھی حضرت علیؓ کو بیعت لینے کے لئے دیں تو بھی اُن کو ۵ ماہ - ۱۶ روز اور ۱۶ گھنٹے اپنی خلافت کا عہد لینے میں صرف کرنے پڑے ہونگے۔ کیا اتنا عرصہ لوگ بیعت کے لئے مقام غدیر میں رہے۔ اگر نہیں رہے۔ تو للہ ہمیں بتایا جائے کہ تین دن میں کس طرح قریباً سوا لاکھ آدمی کا بیعت کرنا ممکن ہوسکتا ہے"

ہم واقعات کی صحت کے لئے کوئی تاریخی شہادت طلب نہیں کرتے۔ بلکہ صرف حساب سے سمجھنا چاہتے ہیں اگر کوئی صاحب ہمارے شیعہ بھائیوں میں سے اس معمہ کو حل کر دیں گے۔ تو ہم اُن کے بڑے ممنون ہوں گے۔ ہمیں اورنگ زیب کا سوا ان جلیبوٗ اتار کر کھانا کھانے کا حساب اب تک سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ کہ اور حساب در پیش ہوگیا۔ کوئی ہے جو اس مشکل کو حل کرے؟ اور یہ معمہ کھولے۔

(ایک راز دان)

تازہ ترین برقی خبریں

بولشیوکوں سے صلح

لنڈن ۱۶ ستمبر۔ لتھونیا کے پریذیڈنٹ زیمنہ کی بولشیوکوں سے صلح کرنے کو بہت رغبت کر رہے ہیں۔ کیونکہ اب بولشیوکوں سے اور لڑائی کرنا اُن کے لئے ناممکن ہے۔ کیونکہ اتحادیوں نے اِن کو کوئی امداد نہیں دی مگر لتھونیا الیتھونیا کے ہمراہ یکساں ملکر صلح کریگا۔

بحیرہ بالٹک میں مجوزہ اتحاد

کوپن ہیگن۔ ڈینش کے سرکاری ذریعوں سے معلوم ہوا ہے کہ بحیرہ بالٹک کی ریاستیں صلح کے متعلق اتحادی نمائندوں کے ہمراہ بحیرہ بالٹک کے مدبّر ریوال کو تشریف لیگئے ہیں جہاں امید ہے۔ کہ بحیرہ بالٹک کے مجوزہ عہد نامہ پر لٹش نمائندوں کے ساتھ بحث ہوگی۔

پولینڈ والوں کا آگے بڑھنا

لنڈن ۱۶ ستمبر۔ پولینڈ کا ایک سرکاری مراسلہ بیان کرتا ہے کہ ہم نے بردسیلو پر قبضہ کر لیا ہے۔ یہ مقام منسک سے ۹۰ کیلومیٹر شمال و مغرب میں واقعہ ہے۔ بولشیوکوں نے لیتھونیا کے محاذ پر بہت سی کمک بھیجی ہے۔

اعلےٰ کونسل کی تائید

پیرس ۱۵ ستمبر۔ اعلےٰ کونسل نے روسی سوال پر غور کیا ہے۔ کہ وہ سوال خالی کردینے والی انگریزی پالیسی کے مطابق ہے اور وہ اتحادیوں پر روسیوں کے حملہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ کونسل اس بات کی اہمیت کو جانتی ہے۔ کہ روسی اپنی مستقبل زندگی کو درست کرنے کے لئے اپنے پڑوسیوں کے حقوق کی عزت کریں۔

مسئلہ شام

پیرس۔ ۱۵ ستمبر۔ یہ معلوم ہوا ہے کہ مسٹر لائیڈ جارج اور ایم کلیمنسیو کے درمیان مسئلہ شام کے متعلق تسلی بخش گفتگو ہوئی ہے۔ حالات کو ترتیب دینے کے لئے عارضی انتظام کو اعلےٰ کونسل نے تسلیم کر لیا ہے۔ یہ انتظام اس وقت تک رہیگا۔ جبتک کہ امریکہ ٹرکی کے مستقبل کے تمام سوال کے متعلق تیار نہ ہو۔

قسطنطنیہ کا مستقبل

لنڈن ۱۶ ستمبر۔ ویسٹ منسٹ گزٹ میں ایک لیڈر چھپا ہے۔ جس میں فقرات ذیل بھی مندرج ہیں۔ تمام اسلامی دُنیا بے صبری سے منتظر ہے۔ کہ ترکی سے کیا کیا جانیوالا ہے۔ اور خلافت اور مقدس مقامات کا کیا ہوگا؟ ایسا طریقہ معلوم کرنا سخت مشکل ہے کہ جس سے ترکوں نے یورپ پر جو تشدد کیا ہے اُس کی نسبت ترکوں سے انصاف کیا جائے اور ساتھ مسلمان خواجہ تاش رعایا کے جذبات کو بھی صدمہ نہ پہنچے۔ ترکوں سے ہمارا جھگڑا اس لئے نہیں۔ کہ وہ مسلمان ہیں بلکہ اس لئے ہے کہ وہ اپنے ماتحت علاقوں کا اچھی طرح انتظام نہ کر سکے۔

مکتی فوج

لنڈن ۱۶ ستمبر۔ ٹائمز کے نامہ نگار کے ساتھ ایک ملاقات کے دوران میں مسٹر بوتھ کر نے ہندوستان سے کام چھوڑکر جانے کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے مکتی فوج کی ابتدائی کوششوں کا ذکر کیا اور خاصکر مسٹر بوتھ ٹکر نے اپنی قید کا ذکر کیا۔ جو اُسے بمبئی میں ۱۸۸۲ء و علےٰ الاعلان عیسوی مذہب کی تعلیم ہندوستانی پوشاک میں دینے سے ہوئی تھی۔ اُس نے اس بات پر خاصکر زور دیا۔ کہ ہندوستان میں ایک مذہب کے چھوڑنے والے کو روزی کا ذریعہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ لوگ مذہب چھوڑنے والے کو بائیکاٹ کر دیتے ہیں۔ اور کہا کہ کم از کم ۵ کروڑ سے ۶ کروڑ کے درمیان ہندوستانی لوگ عیسائی ہو جانے کو تیار ہیں۔ اگر انہیں بائیکاٹ ہونے کا خوف نہ ہو۔

مکہ میں حج

قاہرہ۔ ۱۶ ستمبر۔ مکہ میں اس کے سال کا پہلا حج نہائت کامیابی سے ہوا ہے۔ مدینہ کی سڑک یا سچپال سے کھلی ہے سات ہزار حاجی قربانی کے روز میدان عرفات میں جمع ہوئے۔ حاجی ملک حسین کی بادشاہت اور انتظام حکومت پر بہت مطمئن ہیں۔ کیونکہ انہوں نے حج کے رستوں پر بہت اچھا انتظام کیا ہے۔ امسال حاجیوں کی صحت بہت اچھی رہی ہے کوئی وبائی بیماری واقع نہیں ہوئی ہے۔

نہ ایڈیشن عراق عرب

عوام کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ عراق عرب کے مقامات مقدسہ کی زیارت کے متعلق جسقدر بندشیں عائد کیگئی

تھیں۔ وہ سب ہٹا دی گئی ہیں۔ عازمان سفر کے لئے ضروری نہیں ہوگا۔ کہ وہ باقاعدہ پروانہ راہداری حاصل کریں۔ فقط شخصیت اور حلیہ کا ایک سادہ سرٹیفکیٹ ضروری ہے۔ جو ضلع یا سب ڈویژن کے مجسٹریٹ سے مفت ملسکتا ہے۔ یا ہندوستانی ریاستوں کے باشندوں کی صورت میں پولٹیکل افسروں سے دستیاب ہو سکتا ہے۔

ہندوستان کی خبریں

مدراس میں ایک نیا کالج

مدراس ۱۷ ستمبر۔ جیسوٹ فادرز نے مدراس چیت پورروڈ پر زمین کا ایک بڑا ٹکڑا جس کا نام نواب گارڈن ہے ایک کالج تعمیر کرنے کو خریدا ہے۔ اس کالج کے ہمراہ ہوسٹل بھی ہوگا۔ یہ کالج اسی طرح کا ہوگا۔ جیسا کہ ترچنا پلی یا دیگر جگہ پر کالج ہیں۔ اس کالج میں سب مذہب و ملت کے طالب علم ہو سکیں گے۔

چیف سکریٹری گورنمنٹ نظام

معلوم ہوا ہے کہ نواب سید نصیر حسین خان صاحب خیالی (کلکتہ) کو گورنمنٹ نظام کے چیف سکریٹری کا عہدہ عطا کیا گیا ہے۔ جو انہوں نے قبول کر لیا ہے۔

بنگال میں چاولوں کی دو کانیں لٹ گئیں

کلکتہ ۱۶ ستمبر۔ میدنا پور کے ضلع میں دو کانیں لوٹنے کی ایک اور خبر موصول ہوئی ہے۔ ۶ تاریخ کو ایک کشتی ۱۱۰ من چاول سے لدی ہوئی میدنا پور سے روپ نارائن پر آئی اور اس کشتی کو ایکسو آدمیوں نے لوٹ لیا۔ آئندہ ایسے واقعات کو روکنے کے لئے چاولوں کی تمام منڈیوں میں پولیس لگادی گئی ہے تاکہ پھر لوٹ نہ مچے۔ کشتی والوں کو ہدائت کی گئی ہے کہ وہ کشتی کو ایسی جگہ پر نہ لے جائیں جہاں مدد بہم نہ پہنچے۔ پولیس کو حکم دیا گیا ہے۔ کہ رات کے وقت دریا کے ہردو کناروں پر چکر لگائیں۔

بنگال کے نظر بندوں کے کیمپ کا خاتمہ

ہمیں کلکتہ کی تار سے معلوم ہوا ہے کہ بنگال کے نظر بندوں کے کیمپ کا خاتمہ کر دیا گیا ہے نظر بندوں کو احاطہ جیل میں رکھا گیا ہے۔ ان نظر بندوں میں سے اکثر چھوٹ گئے ہیں جو باقی ہیں اُن کی رہائی کی بھی آئندہ ماہ تک امید کی جاتی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا ہے۔ کہ خفیہ پولیس کی تعداد بھی کافی طور پر کم کر دی جائیگی۔

رنگون میں میونسپل کمیٹی

رنگون کی میونسپل کمیٹی نے امروز فیصلہ کیا ہے کہ وہ لوکل گورنمنٹ سے درخواست کرے کہ ہوس ٹیکس کی وجہ سے لوگوں کو جس قدر تکلیف ہو رہی ہے۔ اُن کو روکنے کے لئے لازمی قانون بنائے جانے چاہئیں۔ اور ایک کمیٹی مقرر کی جائے جو تمام مقامات کی تحقیقات کرکے واقعات پر رپورٹ کرے۔ اور گورنمنٹ کے سوالوں کا جواب پیش کر سکے۔

ملک عرب سے تجارت

گزٹ آف انڈیا میں دشمن کے ساتھ تجارت کرنے کے اعلان کے ماتحت ایک لائسنس شائع کیا گیا ہے جس کی رو سے تمام جماعتیں اور اشخاص جو برطانوی ہندوستان میں سکونت پذیر ہوں یا کاروبار کرتے ہوں ان جماعتوں اور اشخاص سے جو عرب میں اقامت پذیر ہوں یا کاروبار کرتے ہوں۔ تجارت کر سکتے ہیں اور تجارتی اور مالی بیوپار طے کر سکتے ہیں۔

نامہ نگاران رسالہ اُستانی کی خدمت میں التماس

"رسالہ اُستانی" کے مضمون نگاروں کی خدمت میں خاکسار حقی ہتی ملیہ لیئے خواجہ بانو صاحبہ ایڈیٹر رسالہ اُستانی کے مشورہ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہے۔ کہ

رسالہ اُستانی لڑکیوں اور لڑکوں کی تعلیم و تربیت کے مقصد کو سب سے اہم اور اعلےٰ رکھنا چاہتا ہے اور اسی واسطے اس کا نام اُستانی ہے۔

مگر اس کے ساتھ ہی تمام مستورات کی دلچسپی و ترقی معلومات و اصلاح معاشرت و حمائت حقوق نسوان وغیرہ اغراض اس کے پیش نظر ہونگے۔ اور وہ لڑکیوں اور لڑکوں کی اُستانی جوانوں کی سہیلی اور بڑی عمر کی عورتوں کا رفیق و مونس بننا چاہتا ہے۔ اور اس کی ایسی طرز رکھی جائیگی کہ عورتوں کے ساتھ ہی مردوں کو بھی اس میں دلچسپی ہو اور وہ عورتوں کے حقوق معاشرت سے روز مرہ آگاہ ہوتے رہیں۔

میری اور خواجہ بانو کی یہ خواہش ہے کہ تمام ہندوستان کے اُردو زنانہ پرچوں سے رسالہ اُستانی کو بڑا باخدا اور مفید بنانے کی کوشش ہو۔ اس میں عورتوں کی نظم و نثر و انشا پردازی کو ترقی دینے کی سعی کی جائے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ

عورتوں کو سیاست سے آگاہی ہو

چنانچہ رسالہ اُستانی مستقل طور سے ایسے آسان مختصر دلچسپ مضامین شائع کرنے چاہتا ہے جنکو پڑھکر عورتیں خود بخود اپنے ملک کی سیاست سے رفتہ رفتہ درجہ بدرجہ واقف ہوتی چلی جائیں۔

مجھکو معلوم ہے اور خواجہ بانو بھی اسکو تسلیم کرتی ہیں کہ وہ یعنی رسالہ اُستانی کی ایڈیٹر خواجہ بانو) بالکل ناتجربہ کار ہیں۔ اور ابھی مدت تک خود مجھکو یہ کام کرنا پڑے گا۔ یا انکو مدد دینی اور ایڈیٹری کرانی ہوگی لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ ملک کی لائق ہندو مسلمان۔ عیسائی اور دیگر مستورات جو میرے مندرجہ ذیل مقاصد پر کچھ لکھ سکتی ہیں۔ لکھکر میری اور خواجہ بانو کی مدد کرینگی۔ تاکہ ہم دونوں اپنے اس ارادہ میں کامیاب ہو سکیں۔ کہ رسالہ اُستانی حقیقتاً ملک کی عورتوں کا مددگار ہو۔

رسالہ اُستانی کی ترتیب کا خاکہ یہ ہے جس سے اس کے مقاصد پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

(۱) شروع میں ایسے چھوٹے چھوٹے مذہبی عام فہم مضمون ہونگے جن سے لڑکیوں اور لڑکوں کو خدا اور مذہب کی ضرورت اور قدر معلوم ہو اور اُن کا پیرایہ ایسا ہوگا کہ ہندو اور عیسائی بچے بھی ان سے فائدہ اٹھا سکیں۔

(۲) اسکے بعد لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم و تربیت اخلاق کے متعلق اور جلدی اثر کرنے والے مختصر مختصر مضامین ہوں گے۔

(۳) پھر پرانی روشنی کی خانہ داری اور اسکی خوبیوں اور قابل اصلاح باتوں کو لکھا جائیگا۔ اس طرح کہ کسی کی دل آزاری نہ ہو اور دلچسپی بھی قائم رہے۔

(۴) اس کے بعد نئی روشنی کی خانہ داری اور اس کی خوبیاں اور قابل اصلاح باتیں بیان کی جائیں گی اور اس میں بھی چھیڑ چھاڑ اور مخالفانہ انداز سے احتیاط رہے گی۔

(۵) پانچویں حصہ میں مہینہ بھر کے واقعات دنیا اور حالات ہندوستان اس طریقہ سے صاف اور عام فہم بنا کے لکھے جائیں گے۔ کہ بچوں کو اور مستورات کو دُنیا سے واقفیت بھی پیدا ہو اور اپنے ملک کی سیاست سے بھی آہستہ آہستہ اُنکی دلچسپی بڑھے۔

پرانی روشنی اور نئی روشنی کی خانہ داری کے مضامین ایسے طریقے پر لکھے جائیں کہ مرد بھی اُن سے فائدہ اٹھا سکیں اور عورتوں کے حقوق و ضروریات سے اُن کو آگاہی ہو۔

میری اور خواجہ بانو کی درخواست ہے کہ مذکورہ امور کی نسبت عورتیں اور مرد مضمون نگار جلدی کچھ تحریر فرما کر بھیجدیں تاکہ پہلے رسالہ میں جگہ دی جا سکے جو یکم محرم ۱۳۳۸ھ کو شائع ہو جائیگا انشاءاللہ تعالےٰ مرد نامہ نگار میرے نام مضامین بھیجیں اور عورتیں بیلے خواجہ بانو کے نام۔ دہلی۔ عرب سرائے کے پتہ سے۔

رسالہ کے انتظامی امور کے متعلق منیجر اُستانی کو لکھا جائے۔ اُستانی کا چندہ سالانہ تین روپے آٹھ آنے ہے۔ اور ششماہی ۲؎۔ نمونہ ۶ ؍ میں ملیگا۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ نہائت نفیس ہے۔

آزادہ روہوں اور مرا مسلک ہے صلح کل
ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے

پیغام صلح

اَلصُّلْحُ خَیْر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹

ہفتہ میں دو بار شائع ہوتا ہے قیمت سالانہ

جلد ۷ | مسیح الثانی لاہور چہارشنبہ مورخہ ۲۹ ذوالحجہ ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۴ ستمبر ۱۹۱۹ء | نمبر ۲۰

کلام الامام امام الکلام

حمد باری تعالیٰ

(از حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خمدار کا

کس قدر ظاہر ہے نور اس مبدء الانوار کا
بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا

چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بیکل ہو گیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اس میں جمال یار کا

اس بہار حسن کا دل میں ہمارے جوش ہے
مت کرو کچھ ذکر ہم سے ترک یا تاتار کا

ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف
جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا

چشمۂ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں
ہر ستارہ میں تماشا ہے تری چمکار کا

تو نے خود روحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک
اس سے ہے شور محبت عاشقان زار کا

کیا عجب تو نے ہر اک ذرہ میں رکھے ہیں خواص
کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر ان اسرار کا

تیری قدرت کا کوئی بھی انتہا پاتا نہیں
کس سے کھل سکتا ہے پیچ اس عقدۂ دشوار کا

خوبرویوں میں ملاحت ہے تری اس حسن کی
ہر گل و گلشن میں ہے رنگ اس ترے گلزار کا

چشم مست ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے
ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خمدار کا

آنکھ کے اندھوں کو حائل ہو گئے سو سو حجاب
ورنہ قبلہ تھا ترا رخ کافر و دیندار کا

ہیں تری پیاری نگاہیں دلبرا اک تیغ تیز
جس سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غم اغیار کا

تیرے ملنے کیلئے ہم مل گئے ہیں خاک میں
تا مگر درماں ہو کچھ اس ہجر کے آزار کا

ایک دم بھی کل نہیں پڑتی مجھے تیرے سوا
جاں گھٹی جاتی ہے جیسے دل گھٹے بیمار کا

شور کیسا ہے ترے کوچہ میں لے جلدی خبر
خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

انگلستان میں تبلیغ اسلام

ایک انگریز کپتان صاحب کا قبول اسلام

برادران اسلام کو معلوم ہے کہ جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی کے ایثار اور مساعی جمیلہ سے انگلستان کی سرزمین میں ایک مستقل اسلامی مشن کی بنیاد پڑ چکی ہے جس کی ترقی اور بار آوری میں جناب مولانا مولوی صدر الدین صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی کا ایک حصہ ہے۔ قریباً تین سال ہوئے کہ مولوی صاحب ممدوح انگریز نومسلمین کی تعداد قریباً دو صد تک پہنچ جانے کے بعد یہاں سے واپس ہندوستان تشریف لے گئے تھے اور جناب خواجہ صاحب دوبارہ ہندوستان سے کام کرنے کے لئے آئے لیکن مشن کے روز افزوں کام اور اسلامک ریویو جیسے وقیع اسلامی آرگن کی ادارت اور انتظامات میں رات دن منہمک رہنے کی وجہ سے خواجہ صاحب کی صحت پر بہت برا اثر ہوا اور انہیں بحالات مجبوری ڈاکٹری مشورہ کے ماتحت ہندوستان واپس جانا اور مولوی صدر الدین صاحب کو دوبارہ ولایت آنا پڑا۔ چنانچہ آپ ۱۹ اگست ۱۹ء کو لندن پہنچے۔ اسٹیشن پر یہاں کے اولین مسلمانوں میں سے رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے باتعاہ معہ صاحبزادگان پہلے سے آئے ہوئے تھے۔

اسی دن شام کو لارڈ صاحب موصوف کی دعوت پر مولوی صاحب کی ملاقات چند ہندوستانی فوجی مسلمان افسروں اور سپاہیوں سے ہمپٹن کورٹ پیلس گارڈن میں ہوئی۔ ان سب کی تعداد تین سو کے قریب تھی جن میں سے نصف سے زیادہ افسر تھے اور باقی سپاہی۔ ان لوگوں کو جب ووکنگ مسلم مشن کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے ووکنگ میں آنے اور یہاں کی مسجد دیکھنے اور انگریز نومسلمین سے ملاقات کی بہت خواہش ظاہر کی اور جمعہ کے دن ووکنگ آنے کا وعدہ کیا نماز جمعہ تو یہاں ہمیشہ لنڈن میں ہوتی ہے چونکہ ووکنگ میں جمعہ بہت سے مسلمانوں کا آنا مشکل ہے۔ اسکے علاوہ اتوار کو ایک لیکچر لنڈن مسلم ہوس میں ہوتا ہے اور ایک مسجد ووکنگ میں۔ لنڈن مسلم ہوس میں آجکل مسٹر مارماڈیوک پکتھال جو ایک انگریز مستشرق مسلمان ہیں کام کرتے ہیں وہی خطبہ جمعہ دیتے اور نماز پڑھاتے ہیں لیکن ان فوجی مسلمان افسروں اور سپاہیوں کی خواہش پر مولوی صدر الدین صاحب نے ۲۲ اگست کا جمعہ لنڈن کے علاوہ ووکنگ میں بھی ہونا ضروری سمجھا چنانچہ اسدن لنڈن اور ووکنگ دونوں جگہ جمعہ کی نماز ہوئی خدا کی شان ان فوجی مسلمانوں کو تو یہاں آنے میں دیر ہو گئی اور وہ سکاٹ لینڈ سے جہاں وہ سیر کے لئے چلے گئے تھے وقت پر نہ آسکنے کی وجہ سے نماز میں شامل نہ ہوسکے لیکن ایک انگریز کپتان صاحب جو انڈین آرمی میں ہیں اور حال ہی میں مصر سے آئے ہیں اس جمعہ میں شامل ہوئے اور انہوں نے بڑی فراخدلی۔ اخلاص اور مسرت کے ساتھ اپنے قبول اسلام کا خود اعلان کیا۔ اور مولوی صاحب سے کلمہ طیبہ پڑھا مجمع پر جس میں غیر مسلم و مسلم انگریزوں اور ہندوستانیوں کا تھا اس اعلان کا بہت نیک اثر ہوا۔

کپتان صاحب نہایت شریف اور اعلیٰ خاندان کے ہیں ان کا انگریزی نام کیپٹن ڈیوڈسن ہے اسلامی نام جلال الدین رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو استقامت بخشے اور وہ دین اسلام پر خود بھی عامل ہوں اور دوسروں کو بھی عامل بنانے میں کوشاں ہوں۔ آمین

جمعہ کے بعد اتوار ۲۴ اگست ۱۹ء کو ۳ بجے پھر ایک لیکچر مولوی صاحب کا مسجد ووکنگ میں ہوا جس میں پہلے آپ نے انگریزی میں ایک دعا کی اور اسمیں خصوصیت سے یہ بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ جس نے مشرق و مغرب اور دنیا کی تمام چیزوں کو پیدا کیا اور وہ ان سب کی پرورش کرتا اور ان کی تربیت کے سامان مہیا فرماتا ہے۔ ہمیں بھی اپنی تمام مخلوق کے ساتھ خواہ وہ مشرق کی ہو یا مغرب کی اور اسمیں کیسا ہی اختلاف کیوں نہ ہو یکساں برتاؤ کرنے کی توفیق دے (ملخص بالفاظ راقم)

دعا کے دوران میں تمام حاضرین شامل [illegible] انگریز نومسلم و غیر مسلم مرد اور عورتیں شامل تھیں [illegible]

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۔ چہار شنبہ مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۱۹ء نمبر ۲۰

اشاعت اسلام کی اہمیت

لالہ لاجپت رائے کے خیالات

ناظرین کرام کو معلوم ہے کہ اس وقت لندن ہندوستان کے لیڈروں کا گہوارہ بنا ہوا ہے۔ تقریباً ہر طبقہ اور ہر قوم کے نمائندے آجکل پولیٹیکل اغراض کے لئے سرزمین انگلستان میں جمع ہیں۔ اس موقعہ کو غنیمت کو سمجھ کر لالہ لاجپت رائے نے جن کا نام نامی تعارف کا محتاج نہیں۔ اور جو تقریباً پانچ سال سے امریکہ میں قیام پذیر ہیں۔ ایک کھلی چٹھی ہندوستان کے ان لیڈروں کے نام لکھی ہے۔ جو آجکل ملکی اور سیاسی معاملات کی وکالت کے لئے انگلستان کے ایوان حکومت کا دروازہ کھٹکھٹا رہے ہیں۔

لالہ صاحب ممدوح نے اپنی اس چٹھی میں اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ ہندوستان کسی بیرونی طاقت کے بل بوتے پر ترقی نہیں کر سکتا۔ بلکہ اس کی خوش قسمتی اس میں مضمر ہے۔ کہ وہ اپنی فطری طاقتوں کو نشوونما دیکر سلطنت برطانیہ کے اندر رہ کر ترقی کرے۔ اس ضمن میں صاحب مراسلت نے چند مفید تجاویز پیش کی ہیں۔ جن میں سے چند تجاویز یہ ہیں۔ کہ ہندوستان کے حالات سے دنیا کے لوگ قطعی بے خبر ہیں۔ اس لئے اہل ہند کو اپنے کوائف سے دنیا کی قوموں کو آگاہ کرنے کے لئے کتابیں بھیجنی چاہئیں معلومات بہم پہنچانے کے لئے محکمے کھولنے چاہئیں امریکہ کے تعلیمی محکمہ سے اس طرح کا انتظام کیا جائے کہ یہاں کے پروفیسر ہندوستان میں تعلیم دیں اور وہاں کے امریکہ میں۔ تاکہ دونوں قوموں میں تبادلہ خیال کا سلسلہ جاری رہے۔

ان تمام مفید مشوروں کی قدر و قیمت تو سیاسی نقطہ نگاہ سے جو کچھ ہے اس میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا۔ لیکن اہل اسلام کے لئے جو بات اس چٹھی میں خاص اہمیت رکھتی ہے وہ اشاعت اسلام کا پہلو ہے۔ لالہ صاحب ممدوح نے اپنی چٹھی کے خاتمہ پر مسلمانوں کو خصوصیت سے مخاطب کیا ہے۔ اور نہایت دردمندی کے ساتھ اس حقیقت نفس الامری کو واضح کیا کہ دنیا میں اسلام اور اسلامی ممالک کے متعلق سخت غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ عام طور پر اسلام دنیا میں بدنام ہے چنانچہ لالہ صاحب لکھتے ہیں:۔

"ایک بات میں اپنے مسلمان ہموطنوں سے بھی کہنا چاہتا ہوں۔ میرے زمانہ سیر و سیاحت میں مجھے اور کسی امر سے اتنا رنج نہیں ہوا۔ جتنا کہ اس بات سے کہ ریاست ہائے متحدہ میں اسلام اور اسلامی ممالک کی بابت سخت ناواقفیت اور تعصب پھیلا ہوا ہے۔ میرے پانچسالہ زمانہ سیاحت میں مجھے ایک شخص سے بھی ملنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ جس نے اسلام یا اسلامی ممالک کا ذکر اچھے لفظوں میں کیا ہو ہندوستان کے مسلمان لیڈروں پر ... اپنے ہم مذہبوں اور خود اپنی ذات کا فرض عائد ہوتا ہے۔ کہ وہ مختلف ممالک میں اپنا کوئی نمائندہ بھیجیں یہ ایک ایسا فرض ہے جس کی طرف انہیں فوری توجہ کرنی چاہئے۔"

ہم لالہ صاحب ممدوح کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے مسلمانان ہند کو ... کی طرف دعوت دی ہے اگر یہ فرض ... خود قرآن مجید نے بھی نہایت وضاحت سے بیان کر دیا تھا۔ لیکن جب مسلمانوں نے قرآن شریف کو ہی چھوڑ دیا تو پھر اس ایک فرض کی ان کے سامنے کیا حقیقت ہو سکتی تھی۔

خدا کرے کہ اب لالہ لاجپت رائے صاحب کے یہ الفاظ ہی مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لئے تازیانہ کا کام دیں۔ اور وہ اس حقیقت کو سمجھنے لگیں۔ جن کی طرف اس زمانہ کے مجدد حضرت مسیح موعود نے تمام دنیا کے مسلمانوں کو بلایا تھا۔

کیا عجیب بات ہے کہ آج لالہ لاجپت رائے صاحب تو بہت سی سیر و سیاحت کے بعد دنیا کے علوم و فنون اور تجربہ سے حصہ وافر حاصل کرنے کے بعد اپنے تجربہ کی بنا پر مسلمانوں کو یہ مشورہ دے رہے ہیں کہ مسلمانوں کو اسلام کے متعلق غلط فہمیاں دور کرنے کے لئے ممالک غیر میں مبلغ اور نمائندے بھیجنے چاہئیں۔ مگر آج سے تقریباً چالیس سال پہلے جب کسی کو یہ خیال نہ آیا تھا۔ جب مسلمان دوسروں کو تبلیغ کرنے کے بجائے خود محتاج تبلیغ تھے۔ کہ خود انہیں اسلام پر کئی قسم کے شکوک تھے۔ جب مسلمانوں میں اس خیال کا زور تھا۔ کہ دوسری قوموں کے خیالات اپنے میں رائج کئے جائیں۔ ایک عظیم الشان شخص جو نہ کسی مدرسہ کا تعلیم یافتہ ہے نہ کسی ملک میں سیر و سیاحت کر کے حالات زمانہ سے واقف ہوا ہے، بلکہ جس نے اپنے گھر سے کبھی باہر قدم نہیں رکھا۔ اور جس کا مسکن کوئی بڑا تجارتی یا علمی مرکز نہیں کہ وہاں خیالات کے تصادم سے اس کے قوائے ذہنی نے ترقی کر لی ہو۔ بلکہ اس کا مولد و منشا ایک چھوٹا سا غیر معروف گاؤں ہے جو ریل کے اسٹیشن سے دس بارہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اور جہاں دنیا کی تہذیب جدید کا سایہ تک نہیں پڑا۔ لیکن باوجود ان سب باتوں کے وہ شخص باعلان بلند بتاتا ہے کہ مسلمانوں کو تبلیغ اسلام کرنی چاہئے یہی ان کے مرض کا اصل علاج ہے۔ پھر اس تجویز کو محض قلم و کاغذ تک محدود نہیں رکھتا۔ بلکہ اس کام میں قدم رکھتا ہے۔ ایک جماعت بناتا ہے اور اسکو یہی تعلیم دیتا ہے کہ کامیابی کا اصل راز اشاعت اسلام ہے۔ لوگ اس کے ان خیالات پر ہنستے ہیں، تمسخر اڑاتے ہیں مگر وہ اپنی دھن کا پکا اپنا کام کئے جاتا ہے۔ اور آج بھی اس کی جماعت اسی راستہ پر گامزن ہے اور اشاعت اسلام کے لئے آئے دن نئی نئی تجاویز سوچتی اور ان پر عمل پیرا ہوتی ہے۔ پھر اس کے نیک نتائج بھی دیکھ لیتی ہے۔

اب اے برادران اسلام! اے امت مسلمہ کے نوجوانو! اور ملت بیضا کے بزرگو! کیا انصاف سے نہیں کہو گے کہ جو راستہ ہمارے امام ہمام نے تجویز کیا تھا۔ وہی ٹھیک ثابت ہوا۔ دیکھو ہم تو لالہ لاجپت رائے صاحب کو امریکہ جا کر کان میں نہیں پھونک آئے۔ کہ تم ایسا لکھو۔ یہ ان کے اپنے خیالات ہیں اور تجارب صحیح پر مبنی ہیں۔ کیا اب بھی ان کی صحت پر شک کرو گے۔

ایک غور و فکر کرنے والا دماغ اگر اس بات پر خالی الذہن ہو کر تدبر کرے گا۔ تو اس کی ضمیر شہادت دے گی کہ حضرت مرزا صاحب کا مشن اشاعت اسلام فی الواقعہ منجانب اللہ تھا۔ ممکن نہیں کہ ایک ایسا شخص جسے زمانہ کی ہوا نہیں لگی اپنے صومعہ سے وہ خیال پیش کر سکے۔ جس پر ایک مدت کے بعد تجارب صحیحہ بھی مہر صداقت لگا دیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی آواز حقیقت میں خدا کی آواز تھی۔ اور اسی نے ان کو بھیجا تھا۔

ایک احمدی کے سوالات کا جواب

میاں صدر الدین صاحب کوہاٹ سے حضرت مسیح موعود کی نبوت کے متعلق ایک سوال کرتے ہیں۔ اور بڑے الحاح سے بذریعہ اخبار اس کا جواب طلب کرتے ہیں۔ اگرچہ سوال اپنی نوعیت کے لحاظ سے نیا نہیں لیکن چونکہ صاحب ممدوح نے بڑے اصرار سے اس کا جواب طلب کیا ہے اور آیت مَآ اَسْئَلُکُمْ فَلَا تَنْهَرْ بھی نقل کی ہے اس لئے ہم اس کا جواب دینا مناسب سمجھتے ہیں۔ سب سے پہلے صاحب ممدوح کے سوال کا خلاصہ ان کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ ہو:۔

"مندرجہ ذیل تین حوالجات تحریر خدمت ہیں۔ جن سے بظاہر زود موہ مولوی صاحب (حضرت امیر ایدہ اللہ) کے برخلاف معلوم ہوتا ہے۔ یعنی یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ فی الواقعہ تبدیلی ہوئی (یعنی دعوی نبوت میں)۔ مختصراً اس طرح پر کہ حوالہ نمبر ایک میں نبی کے لئے اور امور بیان کئے ہیں اور حوالہ نمبر ۲ میں اور باتیں۔ اور پھر حوالہ نمبر ۳ میں اس تناقض کو یوں رفع کیا ہے۔ کہ یہ نئے علم کی وجہ سے ہے

حوالہ نمبر ۱:۔

انبیاء اس لئے آتے ہیں کہ

(۱) ایک دین سے دوسرے دین میں داخل کریں۔
(۲) ایک قبلہ سے دوسرا قبلہ مقرر کریں۔
(۳) بعض احکام کو منسوخ کریں۔
(۴) بعض نئے احکام لائیں۔

(آئینہ کمالات اسلام ص ۳۲۹)

حوالہ نمبر ۲:۔

نبی کے حقیقی معنے صرف یہ ہیں:۔

(۱) خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو۔
(۲) شرف مکالمہ مخاطبہ الہیہ سے مشرف ہو۔
(۳) شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں۔
(۴) اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو

(براہین احمدیہ پنجم ص ۱۳۸)

حوالہ نمبر ۳:۔

اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھکو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے (میں نبی نہیں) مگر بعد میں جو خدا تعالے کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی۔ اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔ وغیرہ وغیرہ"

سب سے پہلے سائل کو یہ سمجھنا چاہئے کہ دعوے نبوت میں تبدیلی کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ بلکہ یہ کفر و ایمان کا معاملہ تھا۔ اسلئے جہاں حضرت صاحب کو چاہئے تھا۔ کہ اس تبدیلی کا کھلا کھلا اعلان کرتے وہاں خود مریدوں کا یہ فرض تھا۔ کہ وہ اس تبدیلی کو خوب سمجھ لیتے۔ لیکن یہاں نہ حضرت صاحب کا کوئی اعلان ہے نہ مریدوں کو پتہ ہے۔ بلکہ اب آٹھ سات سال کے بعد حضرت مرزا صاحب کی تحریروں سے وہ معنے لئے جاتے ہیں جو کل تک کسی کو معلوم نہ تھے۔ چنانچہ نبوت میں تبدیلی عقیدہ کی بنیاد ہے منسوخی کتب پر۔ مگر کسی کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ حضرت صاحب نے عقیدہ تبدیل کر لیا۔ اور کتابیں منسوخ ہوگئیں۔ چنانچہ ۱۹۱۰ء میں قاسم علی صاحب نے "ہمارا مذہب" لکھا۔ اور اس میں نبوت کے متعلق وہی حوالے لکھے جو آج منسوخ سمجھے جاتے ہیں۔ اور ایک متنفس بھی جماعت میں سے نہیں بولا۔ کہ یہ منسوخ عبارتیں کیوں پیش کی گئی ہیں۔

باقی رہا نبی کی تعریف میں تناقض وہ بھی قطعاً غلط ہے۔ آئینہ کمالات اسلام میں حضرت صاحب اصطلاح شریعت کی رو سے نبی کی تعریف کر رہے ہیں۔ اور براہین حصہ پنجم میں محض لغوی معنوں کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ چنانچہ خود لفظ بتا رہے ہیں۔ کہ یہاں لغوی معنے کی مراد ہیں۔ اور حقیقی معنوں سے مراد لفظ نبی کے اشتقاقی معنے ہی ہے۔ ورنہ حضرت صاحب اس خط میں جو آپ نے اخبار عام کے ایڈیٹر کو اپنی وفات سے تین دن پہلے لکھا صاف تسلیم کیا ہے کہ نبی کے مفہوم میں ترمیم و تنسیخ احکام بھی شامل ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"میں ان معنوں میں نبی نہیں ہوں۔ کہ گویا اسلام سے الگ کرتا ہوں۔ یا اسلام کا کوئی حکم منسوخ کرتا ہوں ......"

اور اپنی نسبت فرماتے ہیں:۔

"سو میں صرف اس وجہ سے نبی کہلاتا ہوں کہ عربی اور عبرانی زبان میں نبی کے یہ معنے ہیں۔ کہ خدا سے الہام پا کر بکثرت پیشگوئی کرنے والا۔"

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت صاحب نے نبی کی تعریف میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ ہاں دو مفہوم نبی کے بلحاظ اصطلاح یا بلحاظ لغت علیحدہ علیحدہ بیان کئے ہیں۔ اور اس پر ہمیشہ وہ قائم رہے ہیں۔

باقی رہا۔ تیسرا حوالہ۔ اس کے متعلق یاد رکھنا چاہئے۔ کہ اوائل سے مراد حضرت صاحب کی قبل از دعوی مسیحیت ہے۔ اس پر کافی بحث نبوت فی الاسلام میں موجود ہے۔

مراسلات

اہل حدیث کی افترا پردازی

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

پیغام صلح مورخہ ۱۰ ستمبر ۱۹۱۹ء میں ایک نوٹ بعنوان "اہلحدیث کی غلط بیانی" پڑھکر سخت حیرت ہوئی۔ کہ وہ لوگ جو اپنے زعم میں پکے مسلمان اور پابند شریعت ہیں۔ اُن کا ادعائے زہد و تورع اُن کو اس بات سے نہیں روکتا۔ کہ تعصب کی پٹی آنکھوں پر باندھکر حق و راستی کے گلے پر کمال بیدردی سے چھُری چلانا شروع کر دیتے ہیں۔ اور حضرت امیر صاحب اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب فدایان اسلام کو جن کے اسمائے گرامی آج جہان میں آفتاب و ماہتاب کی طرح درخشاں ہیں مطعون کرنے لگ جاتے ہیں اور وہ وہ باتیں اُن کی طرف منسوب کرنے لگ جاتے ہیں۔ جن کی بناء اُن کے اپنے تخیلات اور اماں کے علاوہ کہیں نہیں ہوتی۔ کچھ عرصہ ہوُا۔ ایک صاحب نے بڑے ہی وثوق کے ساتھ مجھے کہا اور مجھے یقین دلانے کی کوشش کی۔ کہ حضرت امیر صاحب حضرت مرزا صاحب مرحوم و مغفور کو مسیح موعودؑ نہیں مانتے جب ان سے دلیل اور شہادت طلب کی گئی۔ تو سوائے اس کے کہ اپنے دعوے کو ذرا زیادہ زور کے ساتھ مکرر سہ کرر کہتے اور کچھ نہیں تھا حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ ان باتوں کو مشہور کر کے اپنی کور چشمی اور تیرہ باطنی کو اور بھی تقویت دینا چاہتے ہیں۔ اُنکا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جس طرح ہو سکے اس جلیل القدر اور عظیم الشان انسان کو جس کی ذات ربانی نے محمدؐ علی اور کمال الدین کو اسلام کا علم بردار اور جہان مسیحیت کو زیروزبر کر نیوالا بنا دیا۔ جس کے فیض سے اور بیسیوں انسان ایسے پیدا ہوگئے اور ہو رہے ہیں۔ جن میں سے ایک ایک تمام ادیان باطلہ پر اکیلا بھاری پڑتا ہے۔ ہو سکے تو اس کو جھوٹا ثابت کر دکھائیں لیکن آفتاب پر خاک ڈال لینے سے آفتاب نہیں چھپتا۔ اور ماہتاب پر تھوکا الٹا اُن کے منہ پر پڑیگا۔

اہل حدیث کے نامہ نگار نے دروغگوئی سے کام لے کر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی ذات بابرکات پر حملہ کیا ہے۔ میں اس الزام کا جواب انہی کے الفاظ میں دینا چاہتا ہوں۔ اُنہوں نے چند دن ہوئے ۷ ستمبر ۱۹۱۹ء بروز اتوار بوقت ۶ ½ بجے شام کا ذکر ہے کہ حضرت خواجہ صاحب نے بھری مجلس میں جس میں کئی معزز احمدی و غیر احمدی اصحاب تشریف رکھتے تھے۔ ایک گفتگو کے دوران میں فرمایا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ جو کچھ میں کہتا ہوں تحدی کے ساتھ چیلنج کے رنگ میں کہتا ہوں۔ جس کی مجال ہو۔ اُٹھکر تردید کرے۔ کہ حضرت صاحب مرحوم و مغفور سے پہلے جس قدر مجدد ین گذر چکے ہیں۔ ان کو کسی ایک روحانی بیماری کا انسداد پیش ہوتا تھا۔ یہ اسلام پر اندرونی حملے ہوتے تھے یہ خود جسم اسلام میں ناسور ہو رہے تھے۔ جن کا معالجہ پہلے مجددوں کو کرنا پڑتا تھا۔ امام غزالی صاحبؒ کی مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ یونانی فلسفہ اسلامی دماغوں میں بہت سرایت کر گیا تھا۔ جس کا نتیجہ خطرناک صورت اختیار کرتا جاتا تھا۔ اس اندرونی حملے کا دفعیہ امام غزالی صاحبؒ نے کیا۔ [illegible] کتاب لعقل کے رنگ میں تھا۔ فلسفہ کی خشکی چھا گئی [illegible] روحانیت سے لوگ بے بہرہ ہوگئے۔ تو شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے روحانیت کا احیا کیا۔ حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ سے پیشتر اسلام پر بیرونی حملہ کوئی نہیں ہوا لیکن حضرت صاحبؒ کے زمانہ میں یعنے گذشتہ صدی عیسوی میں اسلام پر اندرونی اور بیرونی ہر طرح کے حملے اسلام پر شروع ہو گئے تھے۔ جسم اسلام میں روحانی بیماریاں متعدد پیدا ہو چکی تھیں۔ عیسائیت اور آریہ سماج کے حملے ایک طرف۔ دہریت۔ الہام سے انکار۔ اللہ کی ہستی سے انکار معجزات سے انکار۔ وغیرہ وغیرہ بیسیوں امراض تھے۔ جو جسم اسلام میں ناسور بن رہے تھے۔ پس صدی چہاردہم کے مجدد کا یہ کام تھا۔ کہ ان تمام اندرونی اور بیرونی حملوں کی مدافعت کرتا۔ یہ ایک نہایت عظیم الشان اور طاقت آزما کام تھا۔ جو حضرت صاحب نے بوجوہ احسن پورا کیا۔ جیسے انبیائے سابقین میں مختلف اوصاف فرداً فرداً ہوُا کرتے تھے۔ اور وہ تمام اوصاف و کمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں اتم و اکمل طور پر جمع ہو گئے تھے۔ بعینہٖ اسی طرح وہ تمام اوصاف و کمالات جو مجددین سابقین میں فرداً فرداً ہوُا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات بابرکات میں بدرجۂ اتم نمایاں ہوئے۔ رہا تصانیف کا معاملہ اس کے متعلق حضرت خواجہ صاحب نے حلفاً بیان فرمایا۔ کہ جس قدر اعتراضات اسلام پر مختلف پہلوؤں سے یورپ کے لوگ کرتے ہیں جن میں سے کوئی خدا کی ذات پر کوئی ملائکہ کے وجود پر کوئی مسئلہ جبر و تقدیر پر کوئی الہام پر۔ غرضیکہ طرح طرح کے اعتراضات ہوتے ہیں۔ جن میں سے کم از کم پچانوے فیصدی اعتراضات کا جواب حضرت صاحبؒ کی کتابوں سے دیا جاتا ہے۔ اور باقی پانچ فیصدی کے جوابات بھی جو دیئے جاتے ہیں۔ اُن میں بھی حضرت صاحبؒ کا روحانی فیض ہی شامل حال ہوتا ہے۔ جو اعتراضات اسلام پر یورپ کے علماء و فضلاء کرتے ہیں۔ اُن کے جوابات کسی دوسرے مسلمان بزرگ کی تصانیف میں نہیں مل سکتے۔ اس سے نہ صرف حضرت مسیح موعود کی علو مرتبت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ بلکہ ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہو جائیگا۔ کہ خواجہ صاحب حضرت مرزا صاحب کی تصانیف کو کس وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور اہلحدیث کے نامہ نگار کا بیان کس قدر غلط اور افترا محض ہے۔ اس میں تو کوئی شبہ کی گنجائش نہیں کہ اگر اس وقت حضرت صاحبؒ کا لٹریچر موجود نہ ہوتا۔ تو اسلام کو خطرناک مصیبت کا سامنا ہوتا۔

راقم خاکسار۔ فضل کریم خان۔ از شملہ۔

معیارِ صداقت

ایک سائل نے انہی دنوں میں حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں خط لکھکر یہ دریافت کیا کہ میاں صاحب کی تحریریں معیار صداقت ہو سکتی ہیں۔ اس کے جواب میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے اسکو مع اصل سوالات کے درج ذیل کرتے ہیں:

نقل خط سائل

حضرت مولینا مولوی محمدؐ علی صاحب امیر قوم سلمہٗ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ حضور کی لیاقت اور دینی معلومات کا قائل ہوں۔ میرے دل میں حضور کی بڑی عظمت اور عزت بھی ہے۔ اس محبت نے مجھے جرأت دلائی ہے۔ کہ اپنے کچھ خیالات نہایت سادہ الفاظ میں مختصراً بخدمت شریف گذارش کروں۔

جانبین کا قریباً قریباً تمام لٹریچر بڑے غور سے پڑھتا رہا ہوں آج اس وقت القول الفصل صک۵ میرے پیش نظر ہے۔ حضرت میاں صاحب تحریر فرماتے ہیں:

(۱) خدا تعالےٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ مجھے کامیاب کریگا۔ پس میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے کامیاب ہونگا۔ میرا دشمن مجھ پر غالب نہ آسکے گا۔

(۲) مجھے اللہ تعالیٰ اپنی پوشیدہ در پوشیدہ حکمتوں کے ماتحت جنکو میں خود بھی نہیں سمجھتا۔ ایک پہاڑ بنایا ہے جو وہ مجھ سے ٹکراتا ہے۔ اپنا سر پھوڑتا ہے۔

(۳) اس میں کچھ شک نہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس کام پر مقرر فرمایا ہے۔ اور وہ میری ان راہوں سے مدد کرتا ہے جو میرے ذہن میں بھی نہیں ہوتیں۔

(۴) اس نے مجھے اطلاعیں دیں اور وہ اپنے وقت پر پوری ہوئیں۔ اور میرے دل کو تسلی دینے کے لئے نشان پر نشان دکھایا۔ اور امور غیبیہ سے مجھے اطلاع دیکر اس بات کو پایۂ ثبوت کو پہنچا دیا کہ جس کام پر میں کھڑا کیا گیا ہوں۔ وہ اس کی طرف سے ہے۔

(۵) اللہ تعالیٰ نے مجھے بار بار بتلایا ہے کہ میں خلیفہ ہوں۔ اور یہ کہ وہ میرے مخالفوں کو آہستہ آہستہ میری طرف کھینچ لائیگا۔ یا تباہ کر دیگا۔

(۶) میں نے اس قدر احتیاط سے کام لیا کہ آپ کی طریق تبلیغ کی بھی اس وقت تک مخالفت نہیں کی۔ جب تک اللہ تعالےٰ نے مجھے نہیں بتلایا کہ یہ غلط ہے۔

حضرت مولوی صاحب! حضور نے حضرت مسیح موعودؑ کے زیر تربیت روحانی پہلوؤں حاصل کی ہے۔ وہ پُر شوکت زور دار اور مؤثر الفاظ جو الٰہی دعوؤں کے ماتحت حضور علیہ السلام نے استعمال فرمائے آپنے خوب سُنے ہیں۔ اور اُن کی سچائی بھی خوب دیکھ لی ہے۔ کہ اپنے وقت پر کس طرح پورے ہو گئے۔ اور ہو رہے ہیں۔ کیا کبھی حضور علیہ السلام کے مخالفوں کی طرف سے بھی خدائی وعدوں کے ماتحت کبھی ایسی صدا سُننے میں آئی ہے۔ ہرگز نہیں۔ اگر شاذ و نادر کسی نے شیخی بگھاری بھی ہو تو اس کا انجام آپ نے دیکھ ہی لیا ہوگا۔

الغرض روشن دلائل کے علاوہ اگر ہٹ دھرمی اور ضد نے جڑھ نہ پکڑی ہو۔ تو صداقت تلاش کرنے والی روح کو تسلی دینے کے لئے آسمانی شہادت بس ہے۔

حضرت مولینا! خدا کیواسطے جس طرح ہو سکے مجھے یہ سمجھا دیا جاوے کہ

(۱) آپ کے خیال میں اگر حضرت میاں صاحب [illegible] ہیں تو یہ آسمانی شہادتیں کیوں پیش کر رہے ہیں۔ جماعت کے متقی اور صالحین کے گوناگون خواب، رؤیا اور الہاموں کی گواہی کیوں میاں صاحب کی شاہد ہیں۔ حضرت میاں صاحب کی تحریر و تقریر میں علوم روحانی اور معارف قرآنی کے دریا بہتے ہوئے ہمیں کیوں نظر آرہے ہیں۔ کیا خدائی قوانین بھی اب ترمیم و تنسیخ ہو گئے؟

ہاں میرا یہ حسن ظن آپ پر ابھی تک بدستور ہے۔ کہ خواہ کچھ بھی اختلاف عقیدہ ہو جاوے۔ آپ حضرت میاں صاحب پر (مفتری علی اللہ) کا الزام ہرگز ہرگز پسند نہیں فرمائینگے بفرض محال اگر کوئی زیادہ جوشیلا آنکھ بند کر کے یہ الزام جڑ بھی دے تو واقعات کی شہادت کو کس طرح چھپا سکتا ہے۔

(۲) بالمقابل آپ کے ساتھ بھی کوئی آسمانی شہادت ضرور ہوگی۔ براہ مہربانی پبلک میں ظاہر فرمایا جاوے۔ تاکہ کھلے کھلے فیصلہ کی راہ آسان ہو جاوے۔ جہاں تک مجھے علم ہے جناب کی طرف سے ایسی کوئی شہادت آسمانی آج تک پیش نہیں ہوئی۔ اس بارہ میں فی المقدور بڑا غور و فکر کیا لیکن یہ عقدہ وا نہ ہو سکا۔ مہربانی کرکے مجھے سمجھایا جاوے۔ یا وہ دلائل بتلائے جاویں جن سے آسمانی شہادت کے یقینی ہونے کی تڑپ کا خیال دل سے نکل جاوے۔ اور جھگڑا ہی فیصلہ ہو جاوے۔ بصورت دیگر اپنی طریق تبلیغ سلسلہ اور اپنے خیالات کی صداقت پر احکم الحاکمین کی خوشنودی کا سرٹیفکیٹ پبلک میں پیش کریں۔ تاکہ آسمانی شہادتوں پر ایمان لانیوالی قوم احمدی کو حق و باطل میں تمیز کرنیکا موقع ملے حضرت مولینا! خشک منطقی دلائل اور جذبات کو اکسانیوالے مضامین پڑھتے ہوئے برسوں گذر گئے۔ دل اکتا گیا۔ اب مجھے صرف یہ سمجھا دیا جاوے کہ اللہ تعالےٰ کے علم میں جس بندہ کے تقوے طہارت اور کامل فرمانبرداری پسند کئے جانے کے قابل ہو اللہ تعالےٰ اپنے اُس نیک بندہ سے کیا سلوک فرمایا کرتا ہے۔ والسلام۔

خاکسار۔ محمد زمان۔ عمارہ (عراق عرب) دیکسن ڈپو۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کی طرف سے جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرم بندہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا خط پہنچا۔ مجھے اب استفسار واضح ہو کہ جس قسم کے دعاوی میاں صاحب پیش کر رہے ہیں۔ ایسے دعاوی اور تحریرات سوائے مامور کے اور کوئی شخص نہیں کر سکتا۔ کیونکہ جس شخص کو خدا تعالےٰ اپنے حکم کے ساتھ اصلاح خلق کے لئے کھڑا کرتا ہے۔ اُس کو نصرت اور کامیابی کی بشارتیں بھی دیتا ہے۔ چنانچہ حضرت صاحب نے جب تک دعوے ماموریت نہیں کیا۔ تب تک آپ نے کبھی ایسے الفاظ اپنے متعلق تحریر نہیں فرمائے۔ بعد از دعوٰے وحی الٰہی اپنی کامیابی اور دشمن کی ناکامی کے بارہ میں بڑے زور سے اعلان کرتے رہے ہیں۔

یہ تو ظاہر ہے کہ میاں صاحب مامور نہیں ہیں۔ بلکہ قوم کا انتخاب کردہ خلیفہ ہیں۔ پھر کس طرح مان لیا جاوے کہ باوجود مامور نہ ہونے کے اُن کے اس قسم کے دعاوی راستی پر مبنی ہیں۔ اور نہی دعاوی کوسُن کر اُن سے دریافت بھی کیا گیا۔ کہ کیا آپ مامور ہیں جس کے جواب میں وہ انکار کرتے ہیں۔ تو یہ بات بعید از فہم ہو کہ ایک طرف دعاوی ماموروں کی مثل ہوں۔ اور دوسری طرف ماموریت سے انکار ہو۔ پھر اگر دعاوی پر ہی پرکھنے کا مدار ہو تو میاں صاحب کے ہمعصر مولوی عبداللہ تیماپوری و مولوی یار محمد اور ظہیر الدین صاحبان بھی ہیں۔ اور کم از کم مولوی عبداللہ اور مولوی یار محمد تو صالح بھی ہیں۔ میاں صاحب کی طرف سے تو کوئی الہام بھی شائع نہیں ہوُا۔ ان صاحبان نے تو اپنے الہام بھی کثرت سے شائع کئے ہیں اور اگر یہ کہا جاوے کہ ان کے الہام بے حقیقت ہیں اور پورے نہیں ہوئے۔ تو علیٰ ہٰذا القیاس میاں صاحب کے الہامات کا حال ہے۔ کیونکہ اُن کو اکثر الہام ہمارے ہی بارے میں ہوتے رہیں۔ چنانچہ ایک الہام انہوں نے یہ شائع کیا تھا۔ کہ لنمزقنہم۔ یعنی ہم تو

پاش پاش کردیں گے۔ لیکن واقعات اور منہاج نبوت بتلا رہے ہیں۔ کہ اس الہام کا اثر اُلٹا ثابت ہوا۔ کیونکہ ہماری جماعت خدا کے فضل سے روز بروز ترقی ہی کر رہی ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ انّا لننصر رسلنا والذین امنوا ہماری تائید کر رہا ہے۔ اور اسی وعدہ نے ہمیں اس وقت میں جبکہ ہم معدودے چند آدمی تھے۔ علیحدہ کرکے آئندہ کے لئے کامیابی کی امیدیں دلائیں۔ ورنہ ہم کبھی علیحدہ نہ ہوتے۔

باہمی اختلاف پڑتے ہوئے اب پانچواں سال گذر رہا ہے اس عرصہ میں تبلیغ اسلام کے لئے جتنی کتابیں ہماری طرف سے شائع ہوئیں۔ قادیانی جماعت ان کا مقابلہ کرنے سے قاصر ہے اگر غور کیا جائے تو سوائے ایک پارہ قرآن کریم ترجمہ کرنے کے اور کوئی کتاب اُن کی طرف سے شائع نہیں ہوئی۔ اور ابھی اتنا زمانہ بھی نہیں گذرا۔ اور اس وقت ہم ایک لاکھ روپیہ سالانہ اشاعت اسلام پر صرف کر رہے ہیں۔ کیا یہ خدا تعالیٰ کا فضل نہیں۔ کہ اس قدر قلیل عرصہ میں ہماری جماعت اس وقت ایک لاکھ روپیہ اشاعت اسلام کے لئے صرف کر رہی ہے۔ اور مخالفت بھی نہ صرف قادیانی جماعت تک محدود ہے۔ بلکہ غیر احمدی بھی ہمارے ہی زیادہ مخالف ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ جماعت سچی ہے۔ اور بہت جلد ترقی کر جائیگی پس باوجود مخالفت کے شدید ہونے کے بھی خدا کے فضل سے ہم ترقی پر ہیں اور ہمیں یقین ہے۔ کہ خدا تعالیٰ اس جماعت کو کبھی ضائع نہیں کریگا۔

ہم یہ نہیں کہتے۔ کہ میاں صاحب مفتری علی اللہ ہیں ہاں یہ ضرور کہتے ہیں کہ اُن کو اس معاملہ میں ویسی ہی غلطی لگی ہوئی ہے۔ جیسے مولوی عبد اللہ وغیرہ مدعیان الہامات کو غلطی لگی ہے۔ فرق صرف ان میں اتنا ہی ہے کہ میاں صاحب کے ساتھ پہلے سے کثیر حصہ جماعت شامل تھا۔ ان کی ناواقفیت سے میاں صاحب نے فائدہ اٹھایا۔ وہ ایسے دعاوی سُننے کے عادی تھے۔ مگر اس قدر خبر نہ تھی کہ یہ دعاوی ماموروں سے مخصوص ہیں۔ اگر ایک شخص یہ دعوےٰ کرے۔ کہ مجھے خدا نے اس مقام پر کھڑا کیا ہے اور یہ وعدے دیئے ہیں۔ تو یہ وعدے تو سمجھ میں بھی آتے ہیں کیونکہ جو خدا کے حکم سے کھڑا ہوگا۔ وہ پہلے تنہا ہوگا۔ چاروں طرف اس کے دشمن ہوں گے۔ الٰہی نصرت یوں ظہور پذیر ہوگی کہ دشمنوں میں سے اُس کے دوست پیدا کرکے اُسے ایک جماعت بنا دیگا۔ اور چاروں طرف کی مخالفت کے باوجود وہ ترقی کرتا چلا جائیگا۔ مگر جس شخص کو پہلے ایک جماعت نے اپنا امیر یا خلیفہ منتخب کیا ہے۔ اور ایک بڑی جماعت کا وہ پہلے سے ہی سردار ہے اُس کا یہ کہنا کہ میں ایسا ایسا ہوں بے معنی ہے۔ وہ اکیلا ہوتا۔ پھر دعوےٰ کرتا۔ تو دعوے کو پرکھنے کا بھی موقع تھا۔ سارے انبیاء اور ماموریں۔ مجددین کی تاریخ کو پڑھ لو۔ وہ تنہائی کی حالت سے اُٹھتے ہیں۔ چاروں طرف سے ان کی مخالفت ہوتی ہے۔ پھر خدائی نصرت کے وعدے ہوتے ہیں۔ اور وہ وعدے پورے ہوتے ہیں۔ میاں صاحب کی زندگی بالکل اس کے اُلٹ واقع ہوئی ہے۔ ایسا شخص مامور ہونے کی اہلیت بھی نہیں رکھتا۔

ایک رسالہ شناخت ماموریں ارسالِ خدمت ہے۔ والسلام!

مبایعین میاں صاحب کا سلوک

مندرجہ بالا مراسلت سے ظاہر ہوگا۔ کہ میاں صاحب کے مبایعین کے اخلاق ہمارے ساتھ کیسے ہیں اور ہمارے احباب کے اخلاق مبایعین سے کیسے! یہ خط ہمیں بمبئی سے اشاعت کے لئے موصول ہوا ہے:۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں تیماپور سے بمبئی آیا۔ کہ انجمن احمدیہ سے امداد لیکر قادیان شریف جاؤں۔ انجمن احمدیہ و مولوی خلیل احمد صاحب سے کہدیا۔ کہ میری امداد کریں۔ قادیان جانا ہے۔ جس بناپر اُنہوں نے جمعہ مورخہ ۱۲۔ ستمبر کو چندہ جمع کیا جسکی تعداد (۱۰؎۱۲) دس روپیہ بارہ آنے ہوئی۔ آج یعنی یکشنبہ مورخہ ۱۴ ستمبر ۱۹۱۹ء تک ٹھیرا۔ اب امداد دینے سے انکار کردی۔ بحالت مجبوری واپس تیماپور تک جانے کا خرچ طلب کیا۔ جس کی تعداد (۷؎) سات روپیہ کی ہوتی ہے۔ تو اس سے بھی صاف انکار کردیا۔

لہٰذا میں آپ کا مشکور ہوں۔ کہ آپ نے محض انسانی ہمدردی کو کام میں لاکر میرا تیماپور جانے کا انتظام کردیا۔ حالانکہ میرا آپ سے کوئی تعارف و تعلق نہ تھا۔ میرا تعلق حضرت میاں محمود احمد صاحب سے ہے۔ لہٰذا یہ ایک یادگار زمانہ رہا۔

محمد عثمان ولد محبوب شیر منچنا پور۔ مقام تیماپور
مورخہ ۱۵ ستمبر ۱۹۱۹ء

فہرست نو مبایعین

مفصلہ ذیل احباب حضرت امیر ایدہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرکے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے:۔

(۱) میاں چراغ الدین صاحب ساکن لنڈی ضلع گوجرانوالہ
(۲) شیخ عبد المجید صاحب کلرک میڈیکل برانچ شملہ۔
(۳) شیخ فضل حق صاحب کوچہ شاہ تارا دہلی۔
(۴) بابو امیر علی صاحب کرمنل انڈسٹری آفس۔
(۵) سردار رفان صاحب نوراضلاع گجرات۔
(۶) محمد اقبال صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور۔
(۷) کریم بخش صاحب کنسٹبل بنگہ فیروزپور جھاؤنی۔
(۸) میرزا حیات خان صاحب کلرک قلعہ فیروزپور
(۹) سید علی اظہر صاحب مقام تعلقہ یادگیر ضلع گلبرگہ
(۱۰) شیخ داؤد صاحب معرفت مولوی صدیق صاحب

رسید زر

فہرست زر چندہ بابت ماہ اگست ۱۹۱۹ء جماعت شملہ

(معرفت شیخ الہ دین صاحب کمپوزیٹر)

نام	رقم
جناب مولوی عبد الرحمٰن صاحب اسسٹنٹ میڈیکل برانچ	[illegible]
مخدوم محمد اشرف صاحب بی اے میڈیکل برانچ	[illegible]
شیخ اسلام الدین صاحب ریڈر گورنمنٹ سنٹرل پریس	[illegible]
خواجہ خضر محمد صاحب	[illegible]
شیخ امیر الدین صاحب کلرک ڈائرکٹر جنرل ملٹری ورکس	عمہ/
ماسٹر نور محمد صاحب کلرک ڈائرکٹر انڈین میڈیکل سروس	عمہ/
شیخ الہ دین صاحب کمپوزیٹر گورنمنٹ سنٹرل پریس	عمہ/

میزان کل ۳۴/۸/- للعہ/

چندہ جماعت شملہ بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۹ء

(معرفت شیخ الہ دین صاحب کمپوزیٹر)

نام	رقم
مولوی عبد الرحمٰن صاحب اسسٹنٹ میڈیکل برانچ	[illegible]
مخدوم محمد اشرف صاحب بی اے میڈیکل برانچ	[illegible]
شیخ عبد الحق صاحب سکرٹری احمدیہ انجمن شملہ	[illegible]
شیخ اسلام الدین صاحب ریڈر گورنمنٹ سنٹرل پریس	[illegible]
شیخ امیر الدین صاحب کلرک ڈائرکٹر جنرل ملٹری ورکس	[illegible]
شیخ الہ دین صاحب کمپوزیٹر گورنمنٹ سنٹرل پریس	عمہ/

میزان کل ۳۸/۸/- [illegible]

چندہ جماعت لائلپور ماہ جولائی ۱۹۱۹ء

(معرفت بابو محمد حسین صاحب سب پوسٹ ماسٹر لائلپور)

اسمائے معطی	چندہ ماہوار	عید فنڈ	کھال قربانی
بابو فضل قادر صاحب	[illegible]	۸/	
بابو الٰہی بخش صاحب	[illegible]	عمہ/	
شیخ حاجی مولا بخش صاحب مالک کارخانہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
شیخ میاں محمد صاحب مالک فلور ملز	[illegible]	[illegible]	
شیخ مولا بخش صاحب آڑھتی منڈی	[illegible]	۸/	
حاجی مبارک دین صاحب	[illegible]	۴/	
شیخ الٰہی بخش صاحب عرضی نویس	۸/		
عملہ کارخانہ روئی بابت تین ماہ مئی۔ جون۔ جولائی ۱۹۱۹ء	[illegible]		
عملہ کارخانہ فلور ملز ۳ ماہ مذکورہ	[illegible]		
شیخ مولا بخش صاحب مالک کاٹن ہوس	[illegible]	۸/	[illegible]
بابت مارچ	[illegible]		
میزان ہر کالم ۳	[illegible]	[illegible]	[illegible]

	چندہ	عید فنڈ	متفرق کھال
میزان از کالم ۲	[illegible]	[illegible]	[illegible]
شیخ میاں محمد اسمٰعیل صاحب		[illegible]	
بابو محمد حسین صاحب پوسٹ ماسٹر		عمہ/	
میاں محمد خان صاحب سب انسپکٹر پولیس		[illegible]	
شیخ الٰہی بخش صاحب عرائض نویس		۸/	[illegible]
عمر حیات ملازم		۴/	
منشی احمد شفیع صاحب		۸/	
منشی علی گوہر صاحب		۲/	
میزان	[illegible]	[illegible]	[illegible]

میزان کل [illegible] روپیہ

تازہ ترین خبریں

شام کے متعلق قرارداد

پیرس ۱۷ ستمبر۔ اخبار "ٹیمز" کا بیان ہے۔ کہ مسٹر لائیڈ جارج اور ایم کلیمنشیو اس امر پر متفق ہیں کہ برطانوی افواج شام اور فلسطین کے درمیان عارضی سرحدی خط سے شمال کی طرف تمام علاقے کو یکم کو خالی کردینگی مجلس مصالحت بعد میں حد بندی کا فیصلہ کرے گی۔

ظاہرا موصل کا ضلع اس علاقے میں شامل نہیں ہوگا۔ جہاں سے برطانیہ عظمےٰ اپنی ذمہ داری ہٹا لینے پر آمادہ ہے۔ برطانوی افواج کے چلے جانے سے فرانسیسیوں کو دمشق۔ حما۔ حومس۔ حلب کے تصرف کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ یہ وہ اضلاع ہیں جو اس علاقے میں شامل ہیں۔ جسے ۱۹۱۶ء کے معاہدہ میں عرب ریاست یا ریاستہائے متحدہ بنانے کی تجویز تھی۔ بہرحال یہاں عربی طاقت فرانسیسی مشورہ اور امداد پر منحصر ہوگی۔ فرانسیسی برطانوی سپاہ کو سلیشیا میں سبکدوش کریں گے۔

ٹرکی کا مستقبل

لنڈن ۱۶ ستمبر۔ آل انڈیا مسلم لیگ ڈیپوٹیشن نے ایک محضر نامہ مسٹر لائیڈ جارج کی خدمت میں پیش کیا ہے جس میں اُنہوں نے ٹرکی کے ساتھ مسلمانوں کی ہمدردی کا اعادہ کیا ہے۔ اور استدعا کی ہے۔ کہ وزیر اعظم کے ۵ جنوری ۱۹۱۸ء کے وعدے میں کسی طرح بھی فرق نہ آنا چاہئے۔ محضر نامہ میں کہا گیا ہے کہ سمرنا میں یونان کا تصرف وعدہ کی خلاف ورزی ہے۔ سلطنت عثمانیہ کے غیر ترکی حصے مسلمانوں کے قبضے میں رہنے چاہئیں مسلمان مذہبی پیشواؤں کے معروضات کی طرف توجہ دلائی ہے۔ جو اُنھوں نے حضور وائسرائے کی خدمت میں پیش کی تھیں جس میں کہا گیا تھا۔ کہ جزیرۃ العرب کو غیر مسلم اقتدار سے محفوظ رکھا جائے۔

اصلاحات میں دیر نہ کی جائے

لنڈن ۱۶ ستمبر۔ ویسٹ منسٹر گزٹ ایک آرٹیکل میں لکھتا ہے کہ ہندوستان میں مزید ترقی کے متعلق حتی الامکان دیر نہ کرنی چاہئے۔ اور لکھتا ہے۔ کہ مشترکہ کمیٹی کے غور کرنے کے بعد دوعملی کا اصول کامیاب رہتا نظر آتا ہے۔ اس کے خیال میں اس کے عملدرآمد میں کوئی کشمکش واقع ہونے کا خطرہ نہیں ہے۔ وہ ہندوستانی وفود کے اعتدال کا مداح ہے۔ اور لکھتا ہے کہ ان کے ہاتھ مضبوط کرنے چاہئیں۔ تاکہ وہ انتہا پسندوں کے قبضہ میں نہ چلے جائیں وہ پارلیمنٹ کو متنبہ کرتا ہے کہ مسودہ قانون اصلاحات کی بابت مشترکہ کمیٹی نے جس قسم کی رپورٹ کی ہے۔ اس میں کمی نہ ہونے دے اور سیشن کے ختم ہونے سے پہلے اگر مسودہ پاس نہ ہوا۔ تو اور بھی خرابی واقع ہوگی۔ اور مطالبات انتہائی شکل اختیار کرلیں گی۔

مجلس عظمےٰ اور روس

پیرس ۱۷ ستمبر۔ بظاہر اس بارے میں کچھ غلط فہمی ہے کہ روس کے متعلق مجلس عظمےٰ کے اجلاس میں کیا کارروائی کی گئی۔ امریکہ اور فرانس کے نمائندے روس کے انتخابات کے متعلق ہر قسم کے فیصلہ سے بالکل لاعلمی ظاہر کرتے ہیں۔ اس پر لنڈن کے اخبارات حیران ہیں۔ اور اس کی توضیح کے منتظر ہیں۔

(از حق المبین ۲۰ ستمبر ۱۹۱۹ء)

بلغاریہ سے صلح کی شرائط

پیرس - ۱۹ ستمبر - اتحادیوں کی صلح کی شرائط بلغاریہ کے نمائندوں کے آج صبح ۱۰ بجے پیش ہوئیں۔ بلغاریہ کے نمائندوں کو ان شرائط پر سوچنے کے لئے ۲۵ یوم کی مہلت دی گئی ہے۔

لنڈن ۱۹ ستمبر - بلغاریہ کے عہدنامہ صلح کی کیفیت وحیثیت سرکاری طور پر شائع ہوئی ہے۔ رومانیہ اور بلغاریہ کی حدود بدستور رہیں گی۔ یوگوسلیو والوں کو علاقہ کا ایک چھوٹا سا حصہ دیدیا گیا ہے۔ جس میں سب سے مشہور ضلع سٹرومنٹزا ہے۔ بلغاریہ اتحادیوں کے حق میں تھریس سے دست بردار ہو جائے۔ جسکے حقوق ابھی تک کسی کو نہیں دیئے گئے۔ اتحادیوں نے بلغاریہ کو یقین دلایا ہے۔ بحیرہ ایجین کا رستہ بعد میں مقرر کیا جائے۔

بلغاریہ تسلیم کرتا ہے۔ کہ مصر پر انگریزی حفاظت رہے فوجی شرائط کے متعلق صرف اس قدر قیود ہیں۔ کہ فوج ۲۰ ہزار سے نہ بڑھے۔ کوئی قلعہ نہ تعمیر کیا جائے کوئی زہریلی گیس یا آلی آتش وغیرہ تیار نہ ہو۔ اور نہ ہی ٹینک اور زرہ پوش موٹر گاڑیاں باہر سے منگائی جائیں۔ بلغاریوں کے تمام جنگی جہاز اور زیر آب کشتیاں اتحادیوں کے حوالے ہوں۔ یا توڑ دی جائیں۔ بلغاریہ اتحادیوں کو دو ارب دو کروڑ سنہری فرانک بطور تاوان ادا کرے۔ اور یہ تاوان سال بسال قسطوں سے ادا ہو۔ اس حساب سے ۱۹۵۸ء تک تمام تاوان ختم ہو جائیگا اگر بلغاریہ ایسا نہ کرے تو اتحادیوں کی ایک کمیشن کو اختیار ہوگا کہ وہ ملک کے چندے ٹیکسوں وغیرہ سے اس تاوان کو پورا کرلیں۔

قیصر جرمن نے کس طرح جنگ کی

کوپن ہیگن - وائنا کے امور خارجہ کے دفتر سے ایک بیان شائع کیا ہے - جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قیصر نے جنگ کس طرح کی ہے اور اس جنگ کا اصل کیا تھا؟

ان کاغذات سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۱۴ء میں ایک جنگی کونسل وائنا میں منعقد ہوئی تھی۔ اور ان کے پاس دو خفیہ تاریں تھیں۔ جو ۱۴ جولائی کو دی گئی تھیں۔ ان تاروں میں آسٹرین سفیر مقیم برلن نے کونٹ برچ ٹولڈ کو قیصر کے ساتھ اپنی ملاقات اور ڈاکٹر وان بیتھمن ہالوگ کے ہمراہ جو اس کی گفتگو سرویا کے متعلق آسٹرین عرضداشت پر ہوئی کا حال بیان کیا تھا۔

سفیر نے کہا کہ قیصر نے مجھے اختیار دیدیا تھا۔ کہ میں فرانسس جوزف کو خبر دے دوں کہ سرویا کے خلاف وہ جس وقت چاہے۔ جرمنی کی تمام طاقت استعمال کرسکتا ہے۔ اور قیصر کی رائے تھی۔ کہ معرکہ آرائی میں دیر نہیں ہونی چاہیئیں۔ کیونکہ روس ابھی تیار نہیں ہے

قیصر نے کہا۔ کہ اگر اس موجودہ موقعہ کو ہاتھ سے چھوڑ دیا گیا۔ تو مجھے سخت افسوس ہوگا۔ ڈاکٹر وان بیتھمن ہالوگ نے سفیر کو کہا کہ آسٹریا اپنے اتحادیوں کی مدد حاصل کرسکتا ہے۔ سفیر بیان کرتا ہے کہ اس نے اثنائے گفتگو میں مجھے یقین دلا دیا کہ ڈاکٹر وان بیتھمن ہالوگ بھی قیصر جرمن کی طرح سرویا کے خلاف جلد معرکہ آرائی راہ نجات تصور کرتا ہے۔ آسٹریا کے معاملات بلقان کو سلجھانے کا سب سے احسن طریقہ یہ ہے۔

۱۷ جولائی کو آسٹریا ہنگری کی کونسل وزراء میں ان تاروں کے متعلق دیر تک بحث ہوتی رہی۔ اس پر تمام حاضرین نے خیال کیا۔ کہ جنگ ضرور ہوگی کونٹ ٹسزا صرف اس کی رکاوٹ کی کوشش کرتا رہا۔

کانگریس کا آئندہ اجلاس

جن اصحاب نے امرتسر میں کانگریس کو مدعو کیا تھا۔ گذشتہ فسادات کے بعد گو انہوں نے امرتسر میں کانگریس کے اجلاس کو مناسب تصور نہ کرکے اپنی دعوت واپس لے لی۔ مگر کانگریس کی مرکزی کمیٹی نے اس پر بھی امرتسر میں انعقاد اجلاس مناسب تصور کیا۔ اس کی تحریک سے امرتسر کے کچھ اصحاب کو پھر کانگریس کو اپنے شہر میں منعقد کرنے کا خیال پیدا ہوگیا ہے۔ اور بظاہر حالات اس کا آئندہ اجلاس امرتسر میں ہوتا دکھائی دیتا ہے چنانچہ اس غرض سے وہ ایک جلسہ بھی منعقد ہو چکا ہے۔

(از پیسہ اخبار)

صلح پر اظہار مسرت

اگرچہ گورنمنٹ آف انڈیا اس امر کو مناسب نہیں سمجھتی۔ کہ آئندہ اجلاس صلح کے لئے چندہ جمع کرنے کیلئے سرکاری طور پر ترغیب دی جائے۔

لیکن امید کی جاتی ہے۔ کہ تقریب سعید کے مناسب حال جشن کو کامیاب بنانے کے لئے اکثر اشخاص نجی طور پر حکام کا ہاتھ بٹائیں گے۔ اور فیاضی سے روپیہ وغیرہ سے ان کی اعانت کریں گے۔

آرمینیا کی اپیل اتحادیوں سے

لنڈن ۲۰ ستمبر آرمینین پارلیمنٹ نے اتحادیوں کی پارلیمنٹ سے اپیل کی ہے کہ ہمیں ترکوں اور کردوں کی پامالی اور تباہی وبربادی سے بچایا جائے۔ کیونکہ ہمارے پاس نہ کافی گولہ بارود ہے نہ اسلحہ۔ اس لئے اس لڑائی میں ہم تباہ ہو جائیں گے۔ آخر میں پھر اس بنا پر امداد کے لئے اپیل کی گئی ہے کہ اس لڑائی کے دونوں پلڑے برابر نہیں۔

اموات ہیضہ

ہفتہ مختتمہ ۶ ستمبر ۱۹۱۹ء ہندوستان کے مختلف صوبوں میں اموات ہیضہ کے اعداد وشمار کی تفصیل یہ ہے۔ پنجاب ۵۴۶ - صوبجات متحدہ ۱۲۱۵ - شمال مشرقی سرحدی صوبہ ۲۳ - کشمیر ۵۷ - بمبئی ۱۲۷ - ایجنسی وسط ہند ۱۲۰۳ - راجپوتانہ ۱۷۶ - آسام اور بہار و اڑیسہ سے تا حال تعداد اموات موصول نہیں ہوئی۔

انڈین ریلوے کانفرنس

ایسوسی ایشن کا اگلا سالانہ جلسہ شملہ میں ۱۳ اکتوبر کو منعقد ہوگا۔ کرنیل کیمرن آر آئی صدر مجلس ہونگے۔ یہ جلسہ تقریباً دس دن ہوگا۔

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

بعدالت لالہ ہرنام داس صاحب تحصیلدار بٹالہ باختیارات اسسٹنٹ کلکٹر درجہ دوم بٹالہ - ضلع گورداسپور۔

بھجان سنگھ ہرنام سنگھ - نتھا سنگھ پسران گنڈا سنگھ قوم جٹ سکنائے کاہنگل تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور مدعیان

بنام

تارا نابالغ ولد نانک بولایت اودہو - اندر - اودہو بالغان۔ مادہو بالغ بولایت اودہو پسران دھرماں - بھگتو ولد چندا سوہنوں نابالغ ولد سوجیت سنگھ بولایت اودہو۔ چیتو ولد چندا۔ دل سنگھ ولد گلابا ذات جھیور ساکنان کاہنگل تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور۔ مدعا علیہم۔

دعوی مبلغ ۲۲۶ روپیہ بقایا لگان ابتدائے خریف ۱۹۱۷ء تا ربیع ۱۹۱۸ء واجب ایک سال ہولڈی بابت کنال واقعہ موضع کاہنگل زیر دفعہ ۷۷ ایکٹ ۱۶ سنہ ۱۸۸۷ء حرف (ن)

ہرگاہ بذریعہ اشتہار ہذا بھگتو - چیتو و اندر مدعا علیہم مذکورہ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ بہ تقرر ۱۷/۱۰/۱۹ کو جوابدہی مقدمہ کیلئے عدالت میں حاضر آویں ورنہ بعلت عدم حاضری یکطرفہ کارروائی کی جاویگی۔ چونکہ بار بار سمن جاری ہونیکے مذکوران دستیاب نہیں ہوئے اور یہ متحقق ہو گیا ہے کہ تم عمداً سمن کی تعمیل سے گریز کرتے ہو۔ اس لئے باضابطہ اشتہار جاری کیا جاتا ہے ۱۷/۹/۱۹

آج بہ ثبت ہمارے دستخط اور مہر عدالت کے جاری ہوا۔ تحریر ۱۷/۹/۱۹

نامہ نگاران رسالہ استانی کی خدمت میں التماس

رسالہ استانی کے مضمون نگاروں کی خدمت میں خاکسار حسن نظامی اپنی اہلیہ لیلٰے خواجہ بانو صاحبہ ایڈیٹر رسالہ استانی کے مشورہ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہے۔ کہ

رسالہ استانی لڑکیوں اور لڑکوں کی تعلیم وتربیت کے مقصد کو سب سے اہم اور اعلٰے رکھنا چاہتا ہے اور یہی اسکا نام استانی ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی تمام مستورات کی دلچسپی وترقی معلومات اصلاح ومعاشرت وحمایت حقوق نسواں وغیرہ اغراض اسکے پیش نظر ہونگے۔ اور وہ لڑکیوں اور لڑکوں کی استانی جوانوں کی سہیلی اور بڑی عمر کی عورتوں کا رفیق ومونس بنا چاہتا ہے اور اس کی ایسی طرز رکھی جائیگی کہ عورتوں کے ساتھ مردوں کو بھی اس میں دلچسپی ہو اور وہ عورتوں کے حقوق معاشرت سے روزمرہ آگاہ ہوتے رہیں۔

میری اور خواجہ بانو کی یہ خواہش ہے کہ تمام ہندوستان کے اُردو زنانہ پرچوں سے رسالہ استانی کو بڑھا چڑھا اور زیادہ مفید بنانے کی کوشش ہو۔ اس میں عورتوں کی نظم ونثر، انشا پردازی کو ترقی دینے کی سعی کی جائے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ

عورتوں کو سیاست سے آگاہی ہو

چنانچہ رسالہ استانی مستقل طور سے ایسے آسان مختصر دلچسپ مضامین شائع کرنے چاہتا ہے جنکو پڑھکر عورتیں خود بخود اپنے ملک کی سیاست سے رفتہ رفتہ درجہ بدرجہ واقف ہوتی چلی جائیں۔

مجھکو معلوم ہے اور خواجہ بانو بھی اسکو تسلیم کرتی ہیں کہ وہ (یعنی رسالہ استانی کی ایڈیٹر خواجہ بانو) بالکل ناتجربہ کار ہیں اور ابھی مدت تک خود مجھکو یہ کام کرنا پڑیگا یا انکو مدد دینگا اور ایڈیٹری کرانی ہوگی۔ لہذا میں چاہتا ہوں کہ ملک کی لائق ہندو مسلمان - عیسائی اُردو داں مستورات جو میرے مندرجہ ذیل مقاصد پر کچھ لکھ سکتی ہیں لکھکر میری اور خواجہ بانو کی مدد کریں گی۔ تاکہ ہم دونوں اپنے اس ارادہ میں کامیاب ہوسکیں کہ رسالہ استانی حقیقتاً ملک کی عورتوں کا مددگار ہو۔

رسالہ استانی کی ترتیب کا خاکہ یہ ہے کہ جس سے اس کے مقاصد پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

(۱) شروع میں ایسے مذہبی چھوٹے چھوٹے عام فہم مضمون ہوں گے۔ جن سے لڑکیوں اور لڑکوں کو خدا اور مذہب کی ضرورت اور وقعت معلوم ہو اور ان کا پیرایہ ایسا ہوگا کہ ہندو اور عیسائی بچے بھی ان سے فائدہ اٹھا سکیں۔

(۲) اس کے بعد لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیمی اور تربیت اخلاق کے آسان اور جلدی اثر کرنے والے مختصر مختصر مضامین ہوں گے۔

(۳) پھر پرانی روشنی کی خانداری اور اس کی خوبیوں اور قابل اصلاح باتوں کو لکھا جائیگا اس طرح کہ کسی کی دل آزاری نہ ہو۔ اور دلچسپی بھی قائم رہے۔

(۴) اس کے بعد نئی روشنی کی خانہ داری اور اس کی خوبیاں اور قابل اصلاح باتیں بیان کی جائیں گی۔ اور اس میں بھی چھیڑ چھاڑ اور مخالفانہ انداز سے احتیاط رہے گی۔

(۵) پانچویں حصہ میں مہینہ بھر کے واقعات دنیا اور حالات ہندوستان اس طریقے سے صاف اور عام فہم بنا کے لکھے جائینگے کہ بچوں کو اور مستورات کو دنیا سے واقفیت بھی پیدا ہو اور اپنی ملک کی سیاست سے بھی آہستہ آہستہ ان کی دلچسپی بڑھے۔

پرانی روشنی اور نئی روشنی کی خانہ داری کے مضامین ایسے طریقے سے لکھے جائیں کہ مرد بھی اُن سے فائدہ اٹھا سکیں اور عورتوں کے حقوق و ضروریات سے ان کو آگاہی ہو۔

میری اور خواجہ بانو کی درخواست ہے کہ مذکورہ امور کی نسبت عورتیں اور مرد مضمون نگار جلدی کچھ تحریر فرما کر بھیجدیں تاکہ پہلے رسالہ میں جگہ دی جاسکے جو یکم محرم ۱۳۳۸ھ کو شائع ہو جائیگا۔ (انشاء اللہ تعالٰی) مرد نامہ نگار میرے نام مضامین بھیجیں اور عورتیں لیلٰے خواجہ بانو کے نام دہلی عرب سرائی کے پتہ پر۔ رسالہ کے انتظامی امور کے متعلق مینیجر استانی کو لکھا جائے۔ استانی کا چندہ سالانہ بجز ڈاک ششماہی ۱۲/ - نمونہ ۶ میں ملیگا۔ لکھائی چھپائی عمدہ اور

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے ماسٹر فقیر اللہ صاحب پبلشر نے گلزار محمدی سٹیم پریس میں باہتمام شیخ گلزار محمد صاحب پرنٹر چھپوا کر دفتر پیغام صلح سے شائع کیا۔

پیغام صلح

جلد ۷ | نمبر ۲۱

مدینۃ المسیح لاہور یکشنبہ مورخہ ۲ محرم الحرام سنہ ۱۳۳۸ھ مطابق ۲۸ ستمبر سنہ ۱۹۱۹ء

کلام الامام امام الکلام

خدا خالق ہے

(از حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

جس نے پیدا کیا وہی جانے
دوسرا کیونکر اُس کو پہچانے
غیر کو غیر کی خبر کیا ہو
نظر دور کارگر کیا ہو

خدا کی محبت

ہم نے اُلفت میں تیری بار اٹھایا کیا کیا
تجھکو دکھلا کے فلک نے ہے دکھایا کیا کیا

ہستئ باریتعالیٰ

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت
اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے
جس بات کو کہے کہ کرونگا یہ میں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

شہادت خدا تعالیٰ

کیا شک ہے ماننے میں تمہیں اس مسیح کے
جس کی مماثلت کو خدا نے بتا دیا
حاذق طبیب پاتے ہیں تم سے یہی خطاب
خوبوں کو بھی تو تم نے مسیحا بنا دیا

مقام فنا فی اللہ

جو ہمارا تھا وہ اب دلبر کا سارا ہو گیا
آج ہم دلبر کے اور دلبر ہمارا ہو گیا
شکر للہ مل گیا ہم کو وہ لعل بے بدل
کیا ہوا گر قوم کا دل سنگ خارا ہو گیا

جواہر ریز

ہمارا انجام کیا ہوگا

بجز خدا کے انجام کون بتلا سکتا ہے اور بجز اس غیب دان کے آخری دنوں کی کس کو خبر ہے۔ دشمن کہتا ہے کہ بہتر ہو کہ یہ شخص ذلت کے ساتھ ہلاک ہو جاوے اور حاسد کی تمنا ہے کہ اس پر کوئی ایسا عذاب پڑے کہ اس کا کچھ بھی باقی نہ رہے۔ لیکن یہ سب لوگ اندھے ہیں۔ اور عنقریب ہے کہ ان کے بدخیالات اور بدارادے انہیں پر پڑیں۔ اس میں شک نہیں۔ کہ مفتری بہت جلد تباہ ہو جاتا ہے۔ اور جو شخص کہے کہ میں خدا تعالےٰ کی طرف سے ہوں۔ اور اس کے الہام اور کلام سے مشرف ہوں۔ حالانکہ وہ نہ خدا تعالےٰ کی طرف سے ہے نہ اُس کے الہام اور کلام سے مشرف ہے وہ بہت بری موت سے مرتا ہے۔ اور اُس کا انجام نہایت ہی بد اور قابل عبرت ہوتا ہے۔ لیکن جو صادق اور اُس کی طرف سے ہیں وہ مر کر بھی زندہ ہو جایا کرتے ہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے فضل کا ہاتھ اُن پر ہوتا ہے۔ اور سچائی کی روح اُن کے اندر ہوتی ہے۔ اگر وہ آزمائشوں سے کچلے جائیں۔ اور پیسے جائیں اور خاک کے ساتھ ملائے جائیں۔ اور چاروں طرفوں سے اُن پر لعن و طعن کی بارشیں ہوں۔ اور اُن کے تباہ کرنے کیلئے سارا زمانہ منصوبہ کرے۔ تب بھی وہ ہلاک نہیں ہوتے۔ کیوں نہیں ہوتے؟

اس سچے پیوند کی برکت سے

جو اُن کو محبوب حقیقی کے ساتھ ہوتا ہے۔ خدا اُن پر سب سے زیادہ مصیبتیں نازل کرتا ہے مگر اس لئے نہیں کہ تباہ ہو جائیں۔ بلکہ اس لئے کہ تا زیادہ سے زیادہ پھل اور پھول میں ترقی کریں۔ ہر ایک جوہر قابل کے لئے یہی قانون قدرت ہے۔ کہ اول صدمات کا تختہ مشق ہوتا ہے۔ مثلاً اس زمین کو جب کسان کئی مہینوں تک اپنی قلبہ رانی کا تختہ مشق رکھتا ہے۔ اور ہل چلانے سے اُس کا جگر پارہ پارہ رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ زمین جو پتھر کی طرح سخت اور درشت معلوم ہوتی تھی سرمہ کی طرح پس جاتی ہے۔ اور ہوا اس کو اِدھر اُدھر اُڑاتی ہے۔ اور پریشان کرتی رہتی ہے۔ اور وہ بہت ہی خستہ شکستہ اور کمزور معلوم ہوتی ہے۔ اور ایک ناسمجھ سمجھتا ہے۔ کہ کسان نے چنگی بھلی زمین کو خراب کر دیا اور بیٹھنے اور لیٹنے کے لائق نہ رہی۔ لیکن اُس دانا کسان کا فعل عبث نہیں ہوتا۔ وہ خوب جانتا ہے کہ اُس زمین کا اعلےٰ جوہر بجز اس درجہ کے کوفت کے نمودار نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح کسان اُس زمین میں بہت عمدہ قسم کے دانے تخمریزی کے وقت بکھیر دیتا ہے۔ اور وہ دانے خاک میں مل کر اپنی شکل اور حالت میں قریب قریب نیستی کے ہو جاتے ہیں۔ اور اُن کا وجود نگاہ سے غائب ہو جاتا ہے۔ لیکن وہ دانا کسان اس لئے اُنکو مٹی میں پھینکتا ہے۔ کہ تا ایک ایک دانہ ہزار ہزار دانہ ہوکر نکلے۔ اور وہ بڑھیں اور پھولیں۔ اور اُن میں برکت پیدا ہو۔ اور خدا کے بندوں کو نفع پہنچے۔ پس اسی طرح حقیقی کسان

کبھی اپنے خاص بندوں کو مٹی میں پھینک دیتا ہے

اور لوگ اُن کے اوپر چلتے ہیں۔ اور پیروں کے نیچے کچلتے ہیں اور ہر ایک طرح سے اُن کی ذلت ظاہر ہوتی ہے تب تھوڑے دنوں کے بعد وہ دانے سبزہ کی شکل پر ہو کر نکلتے ہیں۔ اور ایک عجیب رنگ اور شکل آب کے ساتھ نمودار ہوتے ہیں۔ جو ایک دیکھنے والا تعجب کرتا ہے۔

یہی قدیم سے برگزیدہ لوگوں کے ساتھ سنت اللہ ہے کہ وہ ورطۂ عظیمہ میں ڈالے جاتے ہیں لیکن غرق کرنے کے لئے نہیں۔ بلکہ اس لئے کہ تا اُن موتیوں کے وارث ہوں کہ جو دریائے وحدت کے نیچے ہیں۔ اور وہ آگ میں ڈالے جاتے ہیں لیکن اس لئے نہیں کہ جلائے جائیں۔ بلکہ اس لئے کہ تا خدا تعالیٰ کی قدرتیں ظاہر ہوں۔ اور اُن سے ٹھٹھا کیا جاتا ہے اور لعنت کی جاتی ہے۔ اور وہ ہر طرح سے ستائے جاتے ہیں اور دکھ دیئے جاتے ہیں۔ اور طرح طرح کی بولیاں اُن کی نسبت بولی جاتی ہیں۔ اور بدظنیاں بڑھ جاتی ہیں یہاں تک کہ بہتوں کے خیال و گمان میں بھی نہیں ہوتا کہ وہ سچے ہیں۔ بلکہ جو شخص اُنکو دکھ دیتا اور لعنتیں بھیجتا ہے وہ اپنے دل میں خیال کرتا ہے کہ بہت ہی ثواب کا کام کر رہا ہے پس ایک مدت تک ایسا ہی ہوتا رہتا ہے اور اگر اس برگزیدہ پر بشریت کے تقاضا سے کچھ قبض طاری ہو تو خدا تعالیٰ اُسکو ان الفاظ سے تسلی دیتا ہے کہ صبر کر جیسا کہ پہلوں نے صبر کیا۔ اور فرماتا ہے کہ میں تیرے ساتھ ہوں سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں پس وہ صبر کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ امر مقدر اپنی مدت مقررہ تک پہنچ جاتا ہے تب غیرت الٰہی اُس غریب کے لئے جوش مارتی ہے اور ایک ہی تجلی میں اعدا کو پاش پاش کر دیتی ہے۔ سو اول نوبت دشمنوں کی ہوتی ہے۔ اور اخیر میں اُس کی نوبت آتی ہے۔ اسی طرح خداوند کریم نے بارہا مجھے سمجھایا کہ ہنسی ہوگی اور ٹھٹھا ہوگا۔ اور لعنتیں کرینگے اور بہت ستائینگے لیکن آخر نصرت الٰہی تیرے شامل ہوگی اور خدا دشمنوں کو مغلوب اور شرمندہ کریگا۔ اور بار بار کے الہامات اور مکاشفات سے جو ہزارہا تک پہنچ گئے ہیں اور آفتاب کی طرح روشن ہیں خدا تعالےٰ نے میرے پر ظاہر کیا۔ کہ میں آخر کار تجھے فتح دونگا۔ اور ہر ایک الزام سے تیری بریت ظاہر کر دونگا۔ اور تجھے غلبہ ہوگا۔ اور تیری جماعت قیامت تک اپنے مخالفوں پر غالب رہے گی۔ اور فرمایا۔ کہ میں زور آور حملوں سے تیری سچائی ظاہر کر دونگا اور یاد رہے کہ یہ الہامات اس واسطے نہیں لکھے گئے۔ کہ ابھی کوئی ان کو قبول کرے۔ بلکہ اس لئے کہ

ہر ایک چیز کے لئے ایک وقت اور موسم ہے

پس جب ان الہامات کے ظہور کا وقت آئے گا تو اس وقت یہ تحریر مستعد دلوں کے لئے زیادہ تر ایمان اور تسلی اور یقین کا موجب ہوگی۔ والسلام علےٰ من اتبع الہدیٰ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اخبار پیغامِ صلح لاہور

جلد ۷ یکشنبہ ۲۸ ستمبر ۱۹۱۹ء نمبر ۲۱

اسلام اور رسم و رواج

بہی خواہانِ ملت عموماً اسلام کے تنزل و انحطاط کے اسباب پر بحث کرتے ہیں اور اپنے اپنے مذاق اور دائرہ تحقیق کے مطابق اسلام کے تنزل کے اسباب مختلف ہی بتاتے ہیں مگر باوجود اس اختلافِ آراء کے یہ حقیقت نظر انداز نہیں کی جا سکتی کہ ان تمام گوناگوں آراء میں صداقت کا پہلو ہوتا ہے کیونکہ ایک گری ہوئی قوم میں سب بُرائیاں جمع ہو جاتی ہیں اور وہ سب کی سب اسکے ادبار کو ترقی دیتی ہیں اسلئے ایک شخص ایک خاص وجہ تنزل قرار دینے میں ایک حد تک حق بجانب ہوتا ہے۔ مسلمان چونکہ سرمایہ علمی کھو چکے تھے۔ بزرگوں کے ترکہ علم و ہنر میں سے ان کے ہاتھ تو کچھ نہ آیا تھا۔ اسلئے سرسید مرحوم نے ان کے مرض کی تشخیص جہالت اور کمی تعلیم کی اور اسی لئے اپنے مشن کا ماٹو یہ قرار دیا کہ "تعلیم دو"۔ وہ بزرگ جو اسلام کے باہمی افتراق و نفاق پر ماتم کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ فرقہ بندی کی ہوا جب سے گلشن اسلام میں چلی ہے اسی دن سے یہ ویران ہو رہا ہے۔ بعض دوسرے حضرات جو اسلام کی قوت عددی کو بڑھانا چاہتے ہیں ان کے نزدیک اشاعت اسلام کی طرف سے بے پروائی کا نتیجہ موجودہ تنزل ہے جو لوگ اقتصادی نکتہ نگاہ رکھتے ہیں وہ تو یہاں تک پہنچتے ہیں کہ مسلمان تجارت کے لئے پیدا کئے گئے تھے چونکہ تجارت کیطرف توجہ نہیں کی اسلئے موردِ عتابِ الٰہی ہیں اسمیں شک نہیں کہ ان تمام خیالات میں بہت کچھ صداقت ہے۔ مسلمانوں کے لئے تعلیم ضروری ہے کہ علم ہی جامۂ انسانیت ہے۔ مسلمانوں کے لئے اتحاد و اتفاق ضروری ہے کہ قرآن مجید میں "لا تفرقوا" کی تعلیم موجود ہے۔ مسلمانوں کو اشاعت اسلام کی فکر کرنی چاہئے کہ ان کے لئے خدا تعالے نے اسے ایک مقدس فرض قرار دیا ہے۔ مسلمانوں کے لئے تجارت ضروری ہے کہ خدا نے تو حین حج کے ایام میں بھی تجارت کی اجازت دے رکھی تھی اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کا اسوۂ حسنہ بھی یہی ہے۔ لیکن باوجود ان سب ضرورتوں کے مسلمانوں کو ایک اور چیز کی بھی ضرورت ہے جو غالباً بہ لحاظ اقتضاء زمانہ سب سے مقدم ہونی چاہئے۔

جاننے والے جانتے ہیں کہ یہ زمانہ ایک اقتصادی تصادم کا زمانہ ہے۔ کسب معاش کے لئے بہت سی عرق ریزی کی ضرورت ہے سرمایہ بہت محنت سے کمایا جاتا ہے اور پھر موجودہ زمانہ میں تھوڑے روپیہ یا تھوڑی آمد سے گزر اوقات مشکل ہے کہ روز بروز روپیہ کی قیمت گھٹ رہی ہے اور معیار زیست بلند ہو رہا ہے اسلئے اب مجبوراً اقوام دنیا کو رسم و رواج کو خیرباد کہنا پڑا ہے اور پڑیگا۔

(۲)

مسلمانوں میں بدقسمتی سے بہت سی فضول رسمیں ہیں جو یا دہ جاہلیت یا ہندوؤں کی پرانی تمدن کی یادگار کہی جا سکتی ہیں اگرچہ زمانہ اب لاکھوں میل آگے نکل گیا مگر مسلمان خاندان عموماً اس پرانے کی لکیر کے فقیر ہیں۔ شادی بیاہ کی رسوم منگنی اور ناطہ کی رسوم۔ مرنے جینے کی رسوم۔ برادری کے ننگ و ناموس کی رسوم۔ ذات پات کی رسوم یہ سب رسوم انسانوں کیلئے وبال جان ہو رہی ہیں لیکن باوجود اس مصیبت کے گلے سے نہیں چھٹتیں اس مصیبت پر ایک مصیبت یہ ہے کہ اب زمانہ خود اس قسم کی لغویات کو مسترد کر رہا ہے لیکن مسلمان حضرات محض جذبات کے ماتحت یا وہم پرستی سے متاثر ہو کر ان کو بجا لا رہے ہیں۔ بہت سا روپیہ جو کسی قومی یا دینی اغراض میں خرچ ہو سکتا ہے محض خاندانی رسموں میں صرف ہوتا ہے۔ جس سے سوائے اسکے کوئی فائدہ نہیں کہ یہ رسمیں زیادہ دیرپا اور مضبوط ہو رہی ہیں اور ان سے نجات حاصل کرنا آئندہ نسلوں کیلئے مشکل ہو رہا ہے۔

(۳)

اسلام چونکہ ایک معقول مذہب ہے، وہ محض انسانی جذبات کو ہی اپیل نہیں کرتا بلکہ عقل کو بھی اپیل کرتا ہے اور جہاں جذبات کو اپیل کرتا وہاں بھی کوئی نہ کوئی نکتہ عقلیہ چھپا ہوا ہوتا ہے اسلئے اس نے تمام لغو اور بے معنی رسوم کو ہمیشہ حقارت کی نظر سے دیکھا ہے اور عملاً ان کا قلع قمع کیا ہے۔ مثلاً عرب کے منہ بولا بیٹا جو عموماً لوگ بنا لیتے ہیں اور اسکے متعلق پھر تمام فرضی پابندیاں عائد کر لیتے ہیں اسلام نے اس طریق کو بھی غلط قرار دیا۔ اور بتا دیا کہ محض کسی کو بیٹا کہہ دینے سے وہ فی الواقعہ بیٹے کے حکم میں نہیں ہو جاتا۔

اسی طرح اسلام نے عرب کے جاہلانہ رسوم کا قلع قمع کیا جو ان کی گھٹی میں پڑ چکی تھیں مگر افسوس ہے کہ آج اس اسلام کے نام لیوا خود رسم و رواج کے پیچھے چلکر اسلام اور شریعت کے احکام کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ ہر ایک ضلع کی عدالت میں یہ عبرتناک نظارہ دیکھنے میں آتے ہیں کہ مسلمان حضرات علی الاعلان عدالتوں میں کہتے ہیں کہ ہم شریعت کے پابند نہیں بلکہ رسم و رواج کے ہیں۔

یہ الفاظ نہ صرف ایک مسلمان کی شان کے خلاف ہیں۔ بلکہ قومی فلاح و بہبود کے بھی منافی ہیں کیونکہ شریعت تو قوم کو کامیابی کی راہ دکھانے کی ذمہ دار ہے۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس راہ پر چلکر کامیاب بھی ہو چکے ہیں۔ مگر محض رواج کیا چیز ہے اور اس سے کیا فائدہ متصور ہے۔ رسم و رواج نہ خدا کے احکام میں نہ رسول کے۔ بلکہ محض دیکھا دیکھی جو چاہا کر لیا۔ اس صورت میں کیا مسلمان یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ انہوں نے اسلام کو قبول کیا ہے

ہمیں سردست دوسرے مسلمانوں سے غرض نہیں۔ ہاں اپنی جماعت کو چونکہ ہم حقیقی طور پر عامل بالقرآن و حدیث دیکھنا چاہتے ہیں اسلئے ان کو یہ نصیحت کرتے ہیں کہ وہ رسم و رواج کے فیصلہ پر شریعت کے فیصلوں کو قبول کریں۔ انہوں نے حقیقت میں حضرت مسیح موعود کے ہاتھ پر یہی عہد کیا تھا کہ ہم دنیا پر دین کو مقدم رکھینگے۔ اس عہد کا صاف مفہوم یہی ہے کہ ہم شریعت کے فیصلوں کو دنیا کی فیصلوں پر مقدم کرینگے۔

کیا ہمارے احباب اس عہد کو یاد کر کے اپنی زندگیوں میں خاص تبدیلی پیدا کر کے اس عہد کا زندہ ثبوت پیش کرینگے۔

آل انڈیا مسلم کانفرنس

آل انڈیا مسلم کانفرنس کا انعقاد ۲۱ ستمبر کو لکھنؤ میں ہوا۔ صبح کے وقت مولینا عبدالباری صاحب پریزیڈنٹ منتخب ہوئے۔ اور بعد از دوپہر سید ہارون جعفر۔ نمائندگان کی تعداد پانچ ہزار تھی۔ اور اضلاع متحدہ کے علاوہ باہر سے تین سو نمائندے حاضر تھے۔ بڑی سرگرمی اور جوش کے درمیان ٹرکی کی مجوزہ تقسیم اور دوسرے مذہبی معاملات جو اس پر انحصار رکھتے ہیں ان کے متعلق ریزولیوشن پاس کئے گئے۔ ایک ریزولیوشن کا مدعا تھا۔ کہ ۱۷ اکتوبر کا دن خلافت کی سلامتی اور بقا کے لئے دعا مانگنے کے واسطے مقرر کیا جاوے جس مطلب کے واسطے ہندوستان میں ہر جگہ مجلسیں قائم کی جاویں۔ دوسرے ریزولیوشن کی غرض تھی۔ کہ بمبئی میں ایک کمیٹی خلافت بنائی جاوے۔ اور تجویز ٹھہری۔ کہ تمام ملک میں اس کی شاخیں قائم کی جاویں۔

امپیریل لیجسلیٹو کونسل کے مسلمان ممبران بوجہ انعقاد کونسل شامل نہ ہو سکے تھے۔ اس واسطے انہوں نے صاحب پریزیڈنٹ کو اکٹھی چٹھی لکھی۔ جس میں مضمون نے کانفرنس کے مقاصد کے ساتھ اپنا اظہار ہمدردی کیا۔ آنریبل ممبروں نے تحریر کیا کہ شہنشاہ معظم کی وفا کیش مسلمان رعایا باوجود تشویش ناک مشکلات کے جو بحیثیت مسلمان تمام بیرونی اسلامی ممالک سے تعلقات رکھنے کی وجہ سے در پیش تھیں۔ اور ایسے حالات کے ماتحت جن کی نظیر دنیا میں کہیں نہیں ملتی تاج برطانیہ کی وفادار رہی۔ ان کو فخر ہے کہ ان کی خدمات جنگ کو کامیاب خاتمہ تک پہنچانے میں مؤثر ثابت ہوئی ہیں۔ اور اب وہ فتح کے موقعہ پر وثوق کے ساتھ امید رکھتے ہیں۔ کہ ان کی درخواست کو نظر انداز نہیں کیا جاویگا۔ ہم سرکار عالیہ سے استدعا کرتے ہیں کہ بوجہ دنیا میں سب سے بڑی اسلامی سلطنت ہونے کے وہ اپنی پوزیشن کو دنیا پر ثابت کرے۔ بلکہ آزادی۔ انصاف۔ فراخدلی اور انشراح صدر کے پیش کردہ اور مستحسن اصولوں پر کاربند ہو کر ہمارے ہم مذہب ترکوں کے ساتھ انکے شایانِ شان سلوک کرے۔ دوران جنگ میں متعدد موقعوں پر وزیراعظم نے صریح الفاظ میں سلطنت ٹرکی کی استحکام کا اعلان کیا اور ہم کو شہنشاہ کے بعد حکومت میں سب سے بڑی شخصیت پر پورا اعتماد ہے۔"

ٹرکی کا معاملہ صرف سیاسی ہی نہیں ہے۔ بلکہ اس میں خلافت کے اقتدار کا مسئلہ بھی مضمر ہے۔ اور ہم سب کو امید ہے۔ کہ برطانیہ عظمےٰ مجلس صلح میں اپنے نمایندوں کے ذریعہ ہر ممکن ذریعے ایسے حل تک پہنچیگی۔ جس پر تمام فریقین راضی ہو سکیں +

"البیان الکامل فی تحقیق الدق و السل"

سل اور دق کا مرض اب ہندوستان میں روز بروز زیادہ پھیلتا جاتا ہے۔ بہت سے نوجوان آئے دن اس موذی مرض سے ہلاک ہوتے ہیں۔ اور اپنے گھروں کو بے خانمان کر جاتے ہیں۔ اس لئے محبان وطن اس مرض کے انسداد کے لئے کچھ سے خاص طور پر مصروف کار ہیں مسٹر مالابری نے جو رفاہ عامہ کے کاموں میں ہمیشہ دلچسپی لیتے تھے اپنی عمر کے آخری ایام میں دھرم پور میں ایک شفا خانہ اس مرض کے مریضوں کے لئے کھولا تھا۔ اس طرح اطباء ملک بھی اس بیماری کی تحقیق و علاج میں بہت سوچ بچار کر کے اپنی تحقیقات کے نتائج شائع کرتے رہتے ہیں۔

ان ہی کوششوں میں ایک قابلِ ذکر کوشش ہمارے دوست ڈاکٹر محمد عمر صاحب اسسٹنٹ سرجن متعینہ کنگ جارج میڈیکل کالج نے اپنی جدید تصنیف "البیان الکامل فی تحقیق الدق والسل" کی صورت میں پیش کی ہے۔ ہم بدقسمتی سے طب میں دستگاہ نہیں رکھتے اس لئے تصنیف کے متعلق کوئی خاص رائے کے اظہار سے قاصر ہیں۔ مگر مصنف کی شخصیت ہمارے خیال میں کتاب کے مفید ہونے کے لئے کافی ضمانت ہے۔

کتاب کے شروع میں ایک دیباچہ "غرض مصنف" کے عنوان سے ہے۔ اس میں مصنف نے انبیاء اور ان کے منکرین کا ذکر بھی کیا ہے۔ جو ہمارے خیال میں تو بے محل ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں۔ کہ مصنف کے دینی جوش و خروش کو ظاہر کرتا ہے۔ خواہ وہ جوش بے راہ ہی ہو گیا ہو۔ لیکن ایک بات قابل استفسار ہے ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں :-

(۱) " اول الذکر یعنی صحت پرور اور روح پرور گروہ محسنین کا ہوتا ہے۔ جو انبیاء کا ساتھ دیا کرتے ہیں جس میں نئے اور پرانے کی کوئی شرط نہیں ہے۔ اور دوسرا گروہ وہ ہے جس کی شان یہ ہے

انّ الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذالک سبیلا اولئک ھم الکافرون حقا واعتدنا للکافرین عذابا مھینا

(۲) " مگر آج ہم ہی میں ہمارا ادنےٰ بنکر ایک گروہ ایسا ہے جو ان قدسیوں کو گالیاں دیتا ہے۔ جن کی شان یہ ہے۔ والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار۔ اور جو رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا گراں بہا سرٹیفکیٹ الٰہی حاصل کر چکے ہیں۔ ایسا گروہ کیونکر نعمائے الٰہی کا وارث ہو سکتا ہے اس میں بھی نئے پرانے کی شرط نہیں ....

(۳) پس دنیا کے سب سے آخری اور مکمل طبیب روحانی کے فتوحات روحانیہ کا تاریخی علاج یا نسخہ اکسیر ہے جس کا اشارہ معاندین کی مکر بیانی کے لئے بیان کیا گیا ہے۔"

پہلے اور دوسرے حوالے سے تو معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی نبی آئیں گے اور ڈاکٹر صاحب کا عقیدہ بھی یہی ہے؟ تیسرے حوالہ میں آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سب سے آخری روحانی طبیب کہتے ہیں اس تناقض کی کیا وجہ ہے؟

کتاب کی لکھائی چھپائی۔ کاغذ عمدہ ہے۔ قیمت عمر روپیہ ڈاکٹر صاحب ممدوح سے مل سکتی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخی مکرمی سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ جناب کا نوازشنامہ باعث مشکوری ہوا۔ اللہ کا شکر ہے کہ آپ خیریت سے ہیں۔ میاں محمود احمد اور عبد القادر کا لکھنا کہ جناب پر یہ مصیبت اس لئے آئی کہ آپ نے اُنکی مخالفت کی۔ خلاف قانون اسلام ہے۔ کسی قوم یا فرد واحد پر کسی شخص کی مخالفت کی وجہ سے عذاب تب آتا ہے۔ جبکہ اول تو وہ شخص اپنے دعوے میں سچا ہو اور دوسرے اُس نے اپنے فریق مخالف پر کافی طور سے حجت تمام کی ہو اور پھر بھی وہ شخص دیدہ و دانستہ جان بوجھکر اپنے کسی نفسانی جذبہ یا خواہش کے ماتحت اُسکی مخالفت کرے یا اُسے گالیاں دے لیکن ایسی حالتوں میں بھی حضرت یونس علیہ السلام کے واقعات ہمیں بتاتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ رحم کو زیادہ کام میں لاتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے سردار سرور کائنات بادشاہ دو جہان حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کو سوائے معدودے چند اللہ تعالیٰ نے تباہ نہ کیا۔ بلکہ بجائے غضب کے اُن پر رحمت کی اور انہیں مسلمان ہونے کی توفیق عطا کی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہو کر آئے تھے پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بہت سے خاص دشمن جو ہمارے سامنے ہیں اب تک کوئی سزا نہ دی۔ پس خدا تعالیٰ جب اپنے قانون میں کسی کو سزا دینا یا انعام دینا اللہ تعالیٰ کا اپنا فعل ہے۔ زید یا بکر کے اختیار میں نہیں کہ وہ اللہ کو یہ حکم کریں کہ ہمارے فلاں مخالف کو سزا دیدو اور وہ دیدے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی پاک بارگاہ میں بہت بڑی گستاخی ہے۔ جو ایسا کیا گیا ہے جو شخص سوائے انبیاء اور ماموریں کے یہ دعویٰ کرتا ہے کہ فلاں کام اُس کی بددعا سے ہوا یا یہ کہتا ہے کہ کسی کو سزا اُس کے انکار اور کفر کی وجہ سے ملی ہے وہ خود دعویٰ خدائی کرتا ہے۔ انبیاء بھی ایسا اگر کبھی کہتے ہیں تو اللہ کے اذن سے ورنہ انکو بھی مجال نہیں کہ ایسا دعویٰ کر سکیں کیونکہ اس میں ذات پاک باری تعالیٰ کی ہتک ہے اور یہ شرک ہے۔

قرآن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ عذاب اور مصیبت جو کسی انسان پر آتی ہے اُسکی دو ہی وجوہ ہو سکتی ہیں (۱) قانون الٰہی کی نافرمانی سے انسان جسمانی اور روحانی اور اخلاقی تکالیف میں گرفتار ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ فاما یاتینکم منی ہدی فمن تبع ہدای فلا خوف علیہم ولا ہم یحزنون والذین کفروا وکذبوا بایاتنا اولئک اصحاب النار ہم فیہا خالدون۔ الٰہی آیات سے انکار اور تکذیب سے مراد قوانین الٰہی کا توڑنا ہے۔ جو تکلیف کا موجب ہوتا ہے۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے وما ظلمونا ولکن کانوا انفسہم یظلمون۔ یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ رحیم و کریم ہے وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ انسان خود قوانین الٰہی کو توڑتے اور سزا پاتے ہیں لہٰذا اسطرح اپنی جان پر ظلم کرتے ہیں۔

دوسری وجہ جس سے انسان کو دکھ پہنچتا ہے اور جو مومنین کے لئے خاص ہے وہ ابتلا فی سبیل اللہ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات و بشر الصابرین الذین اذا اصابتہم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور اللہ تعالیٰ مومنین کو خوف میں اور کبھی بھوک دیکر یا نقصان مال و جان اور اولاد اور پھل کرکے آزماتا ہے تاکہ وہ خود بھی دیکھیں کہ کہاں تک ان کے زبانی دعوے کی اُن کے افعال تصدیق کرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جنگ احد سے بعض لوگ بھاگ آئے تو واپس آکر نہ صرف انہیں کوئی سزا ہی نہ دی بلکہ کبھی اشارۃً و کنایۃً بھی نہ بتایا کہ انہوں نے کوئی برا فعل کیا ہے۔ پھر طائف کے لوگوں نے جب آپکو سخت زخمی کیا اور آپکی تکذیب ہی نہ کی بلکہ آپکی جان پر حملہ کیا تو اللہ تعالیٰ کا غضب بھڑکا اور فرشتے نے آکر عرض کی کہ ارشاد ہو تو اس بستی کو الٹ دوں۔ تو رحمۃ للعالمین نے فرمایا کہ اسے خدا تو انہیں میری شناخت عطا کر اور سمجھ دے۔ پس رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسے اولو العزم نبی کا یہ اسوہ حسنہ تھا اور قرآن کہتا ہے ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ یہ وہ نمونہ ہے جو ایک دشمن کے ساتھ ایک مومن کو کرنا چاہئے۔ پس ان ہر دو صاحب کا یہ لکھنا کہ آپ پر مصیبت ان کی مخالفت کی وجہ سے آئی خلاف اسوہ حسنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

ہاں ان پیروں اور گدی نشینوں کی پیروی ضرور ہے جو آجکل لوگوں کو اپنی نیند اڑا کر بیٹھے ہیں سے جو راکے انسانی فطرت کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ جن کے وعدوں کو حرام طور پر کھا رہے ہیں۔ ان مدعیان خدا داد کی ان تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسلام کے کوچہ سے نہ صرف نا اہل ہی نہیں بلکہ نفس پرستی میں ہیں اور تکبر کا غلط اون کے نفس کو جکڑ چکا ہے جو کہ ان کو اندر ہی اندر کھا رہا ہے۔ خدا ان پر رحم کرے۔

اتنا عرض کرونگا کہ ان مصائب میں انسان کے اپنے نفس کے لئے بہت بہت سبق ہوتے ہیں۔ وہ خوب جانتا ہے کہ اُس نے کونسا قانون توڑا اس لئے آئندہ اُس سے باز رہتا ہے پھر وہ خوب جانتا ہے کہ اُس نے اپنے منہ سے کیا کیا دعوے کئے اور اُن کو کہاں تک نبھایا۔ یا کہاں تک اُن میں کوتاہی کی ان سے اپنی اصلاح کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جب کہا کہ ہم موسیٰ کی قوم کی طرح نہیں کہ آپ کو کہیں فاذہب انت وربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون (جا تو اور تیرا رب لڑو۔ ہم تو بیٹھے ہیں) بلکہ ہم آپکی دائیں بائیں۔ سامنے اور پیچھے سے ہو کر لڑیں گے تو پھر انہوں نے جو زبان سے کہا اُسے پورا کرکے دکھایا۔ باوجود اس کے کوئی زخمی ہوئے۔ اسیر ہوئے۔ شہید ہوئے۔ تو پھر کیا کوئی مردود کہہ سکتا ہے کہ وہ ابوجہل کی دعا یا مخالفت کا نتیجہ تھا۔ مکرمی! یہ مصائب اور تکلیفیں الٰہی سانچے ان میں دخل دینا بڑی بھاری بیباکی ہے۔ جو کہ مومن کی شان کے خلاف ہے۔ اور ایسی باتوں سے ڈرنا بھی خلاف شان مومن ہے۔ عام عشق مجازی کی راہ میں ہزاروں مصیبتیں اور کانٹے ہوتے ہیں تو پھر کیا عشق حقیقی کی راہ ہی ان سے پاک ہو سکتی ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ جو اسکو سمجھیں اور استقلال اور صبر سے کام لیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا میں مبعوث ہوئے تو آپ پر کم مصیبت کے پہاڑ نازل ہوئے تھے۔ پھر کسی کی مدد ہی سے آپ خدائے پاک کے پیغام کو دنیا میں لیکر آئے اور ایسی صور (کرنا) صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قلوب میں نفخ کی۔ کہ اس برقی رو نے نصف صدی کے عرصہ میں نعرہ توحید اللہ اکبر کو نصف حصہ دنیا پر پھیلا دیا۔ بڑی بڑی جانکاہ مصیبتیں ان لوگوں کو اس کے لئے اُٹھانی پڑیں۔ لیکن انجام کیسا ہوا۔ انکا نصب العین۔ یعنی اشاعت اسلام دنیا میں کامیاب ہو گیا۔ اور انکا نام نامی عزت کے ساتھ ہمیشہ کے لئے دنیا میں زندہ کر دیا گیا۔ اُن کی راہ میں آنے والے اور روڑے اٹکانے والے اگرچہ بعض اپنی چند روزہ زندگی امن سے بسر کر گئے لیکن آخر بے نام و نشان ہو گئے اور اُن کی آئندہ نسلیں مسلمان ہو گئیں۔ وہ جو حق کے حامی تھے کامیاب اور بامراد ہوئے اُن کی بعد از وصال کی دنیا میں زندگی ..... شہادت کرتی ہے کہ قیامت میں بھی وہ کامیاب اُٹھینگے۔

اس جگہ میں جناب کی خدمت میں اتنا عرض کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ جب نبی کریم صلعم با صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس پیغام الٰہی کو لیکر دنیا میں نکلے تو آپکا ہرگز ہرگز یہ مقصد نہ تھا کہ وہ کہیں بادشاہ بنائے جاویں یا دولتمند کئے جاویں۔ دنیا میں فلاح اور کامیابی حاصل کرنے کی خواہش ہر ایک انسان کو ہوتی ہے اور یہی خواہش انہیں بھی تھی۔ چونکہ ایسی فلاح اور کامیابی جو انسانی دل کا اطمینان ہو۔ بادشاہت اور دولت سے نہیں ملسکتی تھی۔ اور مشاہدہ اور تجربہ انسانی گواہ ہے کہ عبادت الٰہی ہی ایک وہ طریق ہے جس سے انسان ایسی نعمت سے بہرہ ور ہو سکتا ہے۔ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔ میں یہی راز اللہ تبارک و تعالیٰ نے تعلیم کیا ہے۔ اسی لئے انکی زندگی کا اولین مقصد اسلام کی اطاعت اور اس کی دنیا پر اشاعت تھا۔ وہ اپنے لئے اور اپنے جیسے دوسرے انسانوں کے لئے عارضی اکرام و راحت کے بجائے دائمی سکھ کے خواہشمند تھے۔ اس لئے اسی میں اپنی اور دنیا و مافیہا کے لوگوں کی کامیابی اور بہتری یقین کرتے تھے۔ چنانچہ اس راہ میں انہوں نے اپنی تجارتوں کو چھوڑا۔ دولتوں کو خیرباد کہا۔ عزیز و اقربا کو دشمن بنا لیا۔ گھر سے بے گھر ہو گئے۔ عیسائیوں کی حکومت میں جا کر امن لینا پسند کیا۔ اگر انکو سلطنتوں اور دولتوں کی خواہش ہوتی تو وہ کبھی ایسا نہ کر سکتے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار نے کہا اگر تم بادشاہت چاہتے ہو تو ہم تمہیں بادشاہ عرب ماننے کو تیار ہیں۔ اگر تم خوبصورت عورتیں چاہتے ہو تو ہم تمہیں حسین ترین لڑکیاں مہیا کر سکتے ہیں لیکن تم ہمارے بتوں کے خلاف وعظ کرنے چھوڑ دو وغیرہ وغیرہ۔ لیکن آپ جانتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا جواب دیا کہ اگر سورج کو میرے دائیں ہاتھ پر رکھدو اور چاند کو بائیں ہاتھ پر تو پھر بھی میں اپنی نصب العین اور مقصد اعلیٰ یعنی توحید الٰہی کے وعظ کو نہیں چھوڑ سکتا۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضور کا نصب العین بادشاہت حاصل کرنا نہ تھا بلکہ اشاعت توحید اور اشاعت اسلام تھا۔ جس کے لئے قرآن کریم میں حکم آیا ہے۔ بلغ ما انزل الیک۔ اسلام کو جو تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے پہنچا دو۔ پھر فرمایا کذالک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا۔ ہم نے تمکو اعلیٰ امت بنایا ہے کہ تم رسول اللہ کے اسوہ حسنہ سے سبق حاصل کرو اور خود ..... اپنے کلام سے اور اپنے اعلیٰ نمونہ سے اسکا وعظ دنیا میں کرو۔

الغرض مکرمی آپکو پتہ ہے کہ ہمیں وہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر عورتوں کی خواہش اور آرزو ہونے کا الزام دیتے ہیں۔ آپکو سلطنت اور بادشاہت کا حریص بتاتے ہیں۔ آپکا نصب العین بادشاہ بننا نہیں تھا۔ بلکہ سچا مسلم بننا اور لوگوں کو سچا مسلمان بنانا تھا۔ آپکی یہی جنت ہے۔

ہاں چونکہ اسلام اور اشاعت اسلام جو کہ انکا اور صحابہ کرام کا نصب العین تھا اسکو تباہ کرنے کے لئے تلوار سے کام لیا گیا۔ آپ نے اپنی عزیز ترین جان سی پیاری چیز کے لئے تلوار میان سے نکالی اور اپنی جان کو شہید ہونے کے لئے خدا تعالیٰ کے حضور پیش کر دیا اور سخت جدو جہد اس مجسم رحمت الٰہی نے اسلام کی حفاظت کے لئے کی۔ بڑی بڑی سحری دعائیں اس کی کامیابی کے لئے مانگیں اور اس طرح یہ برقی رو ایسا اٹھا کہ نصف صدی کے اندر حضور علیہ السلام کے پاک دلی خواہشوں اور ارادوں نے نصف حصہ دنیا میں عملی جامہ پہن لیا یعنی اسلام کا شجر کل ایشیا۔ اکثر حصہ افریقہ اور یورپ میں نہایت مضبوطی سے قایم ہوگیا۔ چونکہ اسوقت اسلام کی اشاعت نہ ہوسکتی تھی جبتک کہ بادشاہت نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اشاعت اسلام کی راہ سے ہر ایک روڑے کو تباہ کرنے کے لئے مسلمان سلطنتیں دنیا میں کھڑی کر دیں۔ لیکن افسوس کہ بعد میں مسلمانوں نے اپنے نصب العین کو چھوڑ دیا اور اشاعت اسلام کے کام سے بالکل غفلت اختیار کی اور بادشاہتوں اور سلطنتوں کے پیچھے پڑ گئے۔ دولت اور امارت کو اپنی زندگیوں کا مقصد قرار دیا۔ اصل بنیاد کو چھوڑ کر فروع کے پیچھے لگ گئے نتیجہ جو ہونا تھا سو ہوا ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

خدا کو دنیا کی محبت میں بھول ہی گئے تھے۔ دنیا بھی ہاتھ سے جاتی رہی جہاد بذریعہ تلوار جو کہ خدا تعالیٰ نے ضرورت کے لئے اور اشاعت اسلام کی حفاظت کے لئے فرض کیا تھا۔ اس کو اپنی سلطنتوں کی حفاظت کے لئے استعمال کرنا شروع کر دیا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ نصرت جو اس جہاد کے لئے تھی جو اشاعت اسلام کے لئے ہوتا تھا وہ اللہ تعالیٰ نے اٹھالی اور ہر طرف مسلمانوں کو شکستوں اور ہزیمتوں کا منہ دیکھنا پڑا اور آج مسلمان ہیں کہ دنیا میں ان سے زیادہ ذلیل و خوار کوئی نظر نہیں آتا۔

الغرض جو برقی رو اشاعت اسلام اور اشاعت توحید الٰہی کا نبی کریم اور صحابہ کرام سے چلی تھی اور جس میں حفاظت کے لئے مسلمانوں کو تلوار اٹھانی پڑی وہ ختم نہ ہوئی یہانتک کہ نصف دنیا مسلمان [illegible] مذہبی آزادی کا جھنڈا مضبوطی سے نہ کھڑا ہوگیا۔

آپ غور کر کے دیکھیں گے تو معلوم ہو جائیگا کہ اسلام سے پہلے دنیا میں مذہبی آزادی ہرگز نہ تھی اور دیگر مذہب کی اشاعت کو زور اور جبر سے روکا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کو اسلام جو رحمت ہی رحمت ہے جب دنیا میں پھیلانا منظور ہوا تو اُس نے اس کی حفاظت کے لئے مسلمان سلطنتیں قایم کر دیں جن کے ذریعہ مختلف بلاد میں لا اکراہ فی الدین کے ارشاد ربانی کے ماتحت مذہبی آزادی قایم کی گئی۔ یہود و نصاریٰ۔ مجوسی اور آتش پرست۔ ہندو اور بت پرست سب مسلمان سلطنتوں کے ماتحت اپنے اپنے رنگ میں پرستش کرنے کے مجاز رہے۔ اور اس طرح دنیا میں مذہبی آزادی کے قائم کرنے کا سہرا اسلام کے سر رہا۔ ہاں اسلام کے دشمنوں نے اس پر الزام لگائے اور وہ بھی غلط فہمی سے۔ بالغرض جاہل مسلمانوں کی اپنی غلطی سے کہ اسلام دنیا میں جبر و اکراہ سے پھیلایا گیا ہے۔ حالانکہ مسلمان ممالک میں غیر مذاہب کے لوگوں کی کثرت اور انکی معبدوں کی موجودگی اس امر کا سراسر ابطال کرتی ہے۔ لیکن اس میں اب کوئی کلام نہیں کہ الزام اسلام پر لگایا گیا اور دنیا کے کثیر حصہ نے بغیر تحقیق کے اسے قبول کر لیا۔ اور آج جو مخالفت اسلام کی دنیا میں ہو رہی ہے۔ اسکا بڑا بھاری سبب بھی غلط الزام ہے لیکن باوجود اس کے اسلام میں مذہبی آزادی کا مجلم کردہ اصول آجکل دنیا میں مانا جا چکا ہے۔ اور کسی مذہب کو اپنی اشاعت اور حفاظت کے لئے اپنی سلطنت اور حکومت کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ پس اللہ تبارک و تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی خواہش اور ارادوں کو جو اشاعت اسلام کے متعلق تھے پورا کرنے کے لئے اس برقی رو کو جو پہلے جلالی رنگ میں بوجہ ضرورت زمانہ کے حمایت اسلام کر رہی تھی بدل دیا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلاموں میں سے ایک کو منتخب کر کے اپنے ارادوں کے اظہار کا نزول گاہ بنایا اور اُسے بتایا کہ چونکہ اسلام پر بذریعہ تلوار پھیلانیکا الزام لگایا گیا ہے اور مسلمانوں نے اشاعت اسلام سے بالکل غفلت اختیار کی ہے اور دنیا کی محبت میں خدا کو بالکل چھوڑ بیٹھے ہیں تو اب اولاً اشاعت اسلام کی تحریک کو از سر نو حرکت دے تاکہ اس پاک انسان کامل محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دلی ارادے پورے ہوں اور باقی نصف حصہ دنیا اسلام کے چشمہ سے سیراب کیا جائے۔ آرہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج نبض پھر چلنے لگی مردوں کی ناگاہ زندہ وار نصف حصہ دنیا تو اس قوت قدسی کے اثر سے مسلمان ہوگئی جو صحابہ کرام معہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیب فرمائی۔ اور جس کے لئے ضرورت زمانہ کے مطابق آپکی صفت جلالیت کا اظہار ہونا ضروری تھا۔ لیکن جب اسلام کی اشاعت کے لئے جلال اور شان و شوکت کی ضرورت نہ رہی تو پھر تزکیہ کرنے والی دعاؤں کے اثر کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اندر نزول ہوا۔ اور اب حضور علیہ السلام کے صفت جمال کے مظہر ہوئے۔ اور دنیا میں از سر نو اشاعت اسلام کی بنیاد ڈالی اور ایک جماعت طیار کی۔ جنکا نصب العین صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرح اشاعت اسلام ہے۔ اب نصف حصہ دنیا کو جو اسلام کے نور سے محروم ہے یہ گروہ جو حضور علیہ السلام کے صفت جمال کا مظہر ہوگا مسلمان کریگا جس کے آثار چند روز تک انگلینڈ میں کام کرنے سے تم پر ظاہر ہو رہے ہیں۔

اب مسلمانوں کو سلطنتوں کی ضرورت نہیں۔ تجربہ نے ثابت کر دیا کہ فی زمانہ سلطنتوں نے انہیں غافل کر دیا۔ دوسرے مذہبی آزادی دنیا کا مسلمہ اصول ہوگئی اور ایک مسلمان ہر ملک اور ہر قریہ میں بغیر کسی رکاوٹ کے اشاعت اسلام کر سکتا ہے اور ہمارا نصب العین حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اشاعت اسلام ہے نہ کہ سلطنتیں بنانا۔ کیونکہ اسلام ایک رحمت ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی اور ہر ایک بنی نوع انسانی کا فرض ہے کہ وہ اس رحمت کو ہر ایک بشر تک پہنچا دے۔ ہمارا کام اس رحمت کو دنیا میں پہنچانا ہے اور قلوب انسانی کی اس سے آبپاشی کرنا۔ سلطنتیں اسلام کی ممنون احسان ہیں۔ اسلام کسی سلطنت کا ممنون احسان نہیں۔ اسلام کا نتیجہ سلطنتیں ہوئی ہیں۔ اسلام کسی سلطنت کا نتیجہ نہیں۔ اسلام کی اشاعت اس کے حصول حقہ پر منحصر ہے کسی سلطنت اور طاقت کی موجودگی پر نہیں۔

پس مکرمی! احمدیوں کا نصب العین وہی ہے جو اسوہ حسنہ نبی کریم صلعم سے پایا جاتا ہے اور جو ہر مسلم کا ہونا چاہئے۔ اور جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے وہ حفاظت اور اشاعت اسلام جو پہلے زمانوں میں چونکہ دنیا میں مذہبی آزادی نہ تھی ضرورت تھی کہ سلطنت کسی ایسی مذہب کی ...... جو مذہبی آزادی کا حامی ہو...... اور جو سوائے اسلام کے دنیا میں اور کوئی نہ تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسلام کی حفاظت اور اشاعت اسلام میں آسانی پیدا کرنے کے لئے مسلمانوں کو سلطنتیں عطا کر دیں اور مسلمانوں نے جہاں کہیں اس کیلئے قدم اٹھایا وہ کامیاب ہوگئے۔

اب چونکہ مذہبی آزادی کل دنیا کے ممالک میں پائی جاتی ہے اس لئے اشاعت دین کے لئے کسی سلطنت کی ضرورت نہیں۔ ضرورت ہے تو صرف یہ کہ مسلمان خود اسلام پر چلیں اور قرآنی تعلیم کا اعلیٰ نمونہ دکھاویں اور دنیا میں جا کر اسلام کی صداقت اور حقانیت کو پیش کریں۔ پس آج بجائے سلطنت کے مسلمانوں کو مضبوط ایمان کی ضرورت ہے جس کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہامات اور مبشرات دیکر بھیجا اور ایک جماعت قائم ہوگئی جن کے دلوں میں تازہ ایمان موجود ہے۔ تا وہ اشاعت اسلام کا فرض کما حقہ ادا کر سکیں۔

پھر آپ غور کر کے دیکھیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ آج کسی سلطنت کا یہ مقصد نہیں کہ وہ اسلام کو نیست و نابود کریں۔ اگر کوئی دشمن ہے تو وہ مسلمانوں کی اس تہذیب کا ہے جو کہ اسلام کے خلاف دنیا میں پیش کر رہے ہیں۔ کیونکہ مسلمانوں نے قرآن کو چھوڑ دیا۔ ان سرحدی ڈاکوؤں کو ہی دیکھئے کہ وہ مسلمان کہلا کر کیا کچھ کر رہے ہیں کیا یہ اسلام کے لئے جائے شرم اور عار نہیں ہیں۔ جو نمونہ یہ سرحدی پٹھان پیش کر رہے ہیں کسی مہذب دنیا میں پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا نہیں جا سکتا اور اسلام تو اس کو دور سے ہی نفرین کہتا ہے اور اگر کوئی اس تہذیب کا دشمن ہو جو کہ اسلام نہیں تو اسکا کیا قصور ہے۔ مسلمانوں نے ترکی میں۔ ایشیا میں جو نمونہ فی زمانہ دکھایا ہے وہ قابل قدر نہیں ہے۔ وہ اسلام نہیں ہے بلکہ اسلام کے خلاف خواہشات نفسی کی غلامی کی حرکات کا مجموعہ ہے۔ غیر لوگ کیا جانیں قرآن میں کیا نور بھرا پڑا ہے وہ تو اس نمونہ کو اسلام سمجھتے ہیں جو یہ برائے نام اسلام کے نام لیوا پیش کرتے ہیں۔ وہ اس تہذیب کے دشمن ہیں اور ہونے چاہئیں۔ پس مکرمی دنیا میں آج اسلام کا کوئی دشمن نہیں۔ حقیقتاً اگر ہیں تو خود ہم مسلمان ہیں ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم کہ بامن ہرچہ کرد آں آشنا کرد

پس ہم میں سے جو سمجھدار ہیں اور اسلام کی حقانیت کے نور سے منور ہو چکے ہیں اُن کا فرض ہے کہ وہ غیر ممالک میں نکل جائیں اور غیر مذاہب والوں کو بتائیں کہ اسلام کیا ہے۔ نہ صرف اپنی قول سے بلکہ اپنے پاک نمونہ سے۔ پھر کوئی نہیں کہ وہ اسلام سے بجائے دشمنی کے محبت نہ کریں اور بجائے اسلام کو تباہ کرنے کی کوشش کرنے کے اسکا معاون نہ بنجائے۔

اس کے ساتھ ہی ہمارا فرض ہے کہ ان مسلمانوں کو بھی بتادیں کہ جس راہ پر تم چل رہے وہ اسلام نہیں بلکہ تمہارا اپنے نفس کی اختراع ہے۔ قرآن کو پڑھو اور اسمیں غور کرو یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام ہے ؎

چو دور خسروی آغاز کردند مسلماں را مسلماں باز کردند

الغرض چھوٹا اور بیباک ... جو مسلمانوں کو کافر کہتا ہے - جب سچ خود مسلمان لئے - مکرمی اجو سرتی روح حضور علیہ السلام کی قوت قدسی کا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ذریعہ سہایت طاقت اور جبروت کے ساتھ نکلا اور نعمت حسنہ دنیا پر رحمۃ للعالمین ہو کر گرا - وہ اب جمالی رنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے دنیا میں نازل ہوا اور باقی حصہ دنیا کو بھی الٰہی رحمت کے چشمہ سے سیراب کریگا - خوش قسمت ہیں وہ جو کہ ان میں سے حصہ لیں وآخرین منہم لما یلحقوا بہم میں اسی کی طرف اشارہ ہے - اور اس میں یہی بتایا گیا ہے کہ ایک اور گروہ جماعت کے رنگ میں ہوگا جنکا نصب العین اشاعت اسلام ہوگا اور باقی نعمت دنیا کو مسلمان کریگا -

پس آج مسلمانوں کی بہبود ... اسی میں ہے کہ وہ سب راستوں کو چھوڑ دیں اور پولیٹیکل معاملات سے خصوصاً اجتناب اختیار کریں تا اسلام پر جو الزام تلوار کا ہے وہ دور ہو جائے سب مسلمانوں کا فرض ہے کہ اپنے اصل نصب العین کی طرف متوجہ ہوں جو اسوہ حسنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پایا جاتا ہے اور جو کہ اشاعت کلمہ توحید لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ ہے -

چونکہ ہمارے اس کام میں سلطنت برطانیہ کا اعلیٰ انتظام اور رسوخ ممد اور معاون ہیں اس لئے ضروری ہے کہ اس سلطنت کے ذریعہ جو امن قائم ہوا ہے اسمیں خلل پیدا نہ کریں اور یہی وجہ ہے کہ حضرت اقدس نے اس سلطنت کو اپنے مشن کے لئے ایک بڑی بھاری نعمت قرار دیا ہے -

بالآخر عرض ہے کہ مصائب انسان کو اپنے شامت اعمال کی وجہ سے ہی آتے ہیں - انسان اپنے مقاصد کو چھوڑ کر ادھر ادھر اور راہوں پر قدم مارنا چاہتا ہے وعدوں کے ایفا میں سستی اختیار کرتا ہے - اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے - وہ گرفت کر لیتا ہے تا اسکی اصلاح ہو جائے اور اس کے لئے مصائب آزمائش کے لئے آسکتے ہیں وادا ابراہیم ربہ بکلمات فاتمہن قال انی جاعلک للناس اماما - اس سے ترقی درجات مقصود ہے حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل میں ڈالا گیا - پھر کیا کیا انعام انکو اس کے عوض میں ملے - پس انسان بجائے اس کے کہ کسی دوسرے خدائی دعویٰ کرنے والے یا کسی غیر سے اس کے سبب کو دریافت کرلے اپنا محاسبہ خود آپ .... کر سکتا ہے -

ہدایت اسلام

خط شیخ مولا بخش صاحب سیالکوٹی بنام حکیم محمد دین صاحب گوجرانوالہ

مکرم ومعظم جناب حکیم صاحب - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ کی ہمدردی کا نوازشنامہ موصول ہوا - یاد آوری کا نہایت مشکور رہوں - میں الفضل کا خریدار ہوں - اور جناب کے ارشاد سے پیشتر ہی اس مضمون کو جس کی بابت آپ نے حکم دیا ہے پڑھ چکا تھا - دوبارہ آپ آپ کے ارشاد کے مطابق پڑھا - میں نے آپ کی ہمراہی میں واللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس وقت میں نے مولوی عبدالکریم صاحب اور سید حامد شاہ صاحب نے اکٹھی بیعت کی تھی) میں نے اس وقت حضرت مرزا صاحب کو حکم وعدل اور حدیث نبوی "امامکم منکم" یعنی اے امتی لوگو! تم میں سے تمہارا امام ہوگا" کے ماتحت مسیح موعود مانا - اور اب تک میرا یہی ایمان ہے - کہ حضرت مرزا صاحب حکم وعدل مسیح موعود ومہدی معہود ہیں - جب میں نے مضمون پڑھا - تو اس میں جا بجا مولوی محمد علی صاحب کو سخت سست کہا ہوا پایا - اس وجہ سے کہ مولوی صاحب نے کہیں یہ لکھا ہے کہ قرآن شریف سے یہ کہیں ثابت نہیں ہوتا - کہ مسیح بغیر باپ تھا - اس سے میں نے سمجھا - کہ یہ مولوی عبدالکریم صاحب کو بھی کوسیں گے - کیونکہ مولوی صاحب کا مدت العمر یہی اعتقاد رہا - کہ مسیح کا باپ تھا - مگر چونکہ وہ صرف مولوی محمد علی صاحب کے ہی خون کے پیاسے ہیں اس لئے انہوں ادھر کا خیال چھوڑ کر مولوی محمد علی صاحب کو ہی کوسنا چاہا میں آپ کو خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں (جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے) - کہ جب مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کا یہی اعتقاد رہا - تو آپ نے یا ایڈیٹر الفضل نے کبھی اُن کو دہریہ یا قرآن کے خلاف سمجھا تھا - کیا یہ سب دُنیا کے بہتان مولوی محمد علی صاحب پر ہی لگانے جائیز ہیں - اگر کوئی شخص کہے کہ مرزا صاحب قرآن کے ماتحت حکم وعدل ہیں اگر قرآن کے خلاف وہ کہیں - تو ہم ماننے کے لئے تیار نہیں - تو کیا یہ گناہ بھی مولوی محمد علی صاحب کا ہی ہوگا - کیا آپ نے یہ کبھی نہیں پڑھا جو حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے - کہ" میرا الہام اگر قرآن کے خلاف ہو - تو اس کو کھنگار کی طرح پھینکدو" کیا حضرت صاحب کا لدھیانہ کا مباحثہ جس میں اُن کو محمد حسین نے صحیح بخاری پیش کرکے کہا کہ یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے - آپ اسکو مانتے ہیں یا نہیں؟ تو حضرت صاحب نے فرمایا کہ جو قرآن شریف کے خلاف ہوگی - میں اس کو نہیں مانونگا - کیا آپ کو یاد نہیں - کہ حکیم صاحب نے بڑی سختی سے لکھا ہے کہ صاحب نبوت تامہ ہرگز امتی نہیں ہوسکتا - اور جو کامل طور پر [illegible] کامل طور پر دوسرے نبی کا [illegible] نہیں ہوتا - اللہ جلشانہ فرماتا ہے - وما ارسلنا

من رسول الا لیطاع باذن اللہ - یعنی ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کے لئے بھیجا جاتا ہے - اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا - کہ کسی دوسرے نبی کا مطیع اور تابع ہو - یہ حکم وعدل کی تحریر ہے -

اب دیکھئے اسی آیت کے متعلق جناب میاں صاحب فرماتے ہیں کہ "بعض نادان یہ کہہ دیا کرتے ہیں - کہ نبی - نبی کا تابعدار نہیں ہوتا - اور یہی آیت پیش کرتے ہیں - وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ" دیکھئے! اور خدارا انصاف کریں - کہ حکم وعدل کی تحریر کو کس طرح رد کیا ہے - اور کیسے الفاظ اس شخص کی نسبت استعمال کئے ہیں جو یہ کہے کہ نبی نبی کا تابعدار نہیں ہوتا - یعنی حضرت مرزا صاحب کی نسبت ایسا بُرا لفظ استعمال کرکے اس کی تردید کریں کہ یہ قرآن کے خلاف اعتقاد ہے - اور باوجود یاد دہانی کے کوئی پوچھتا تک نہیں کہ یہ آپ نے کیا لکھا ہے - اور ادھر عداوت اس حد تک بڑھ گئی ہے - کہ کوئی شخص مولوی محمد علی صاحب سے تعلق رکھنے والا اگر جائز طور پر اور حضرت صاحب کے فرمودہ کے ماتحت یہ کہے کہ حضرت مسیح موعود کی بات اگر قرآن کے خلاف ہو تو ہم ماننے کو تیار نہیں - تو وہ گردن زدنی کے قابل ہے - کیونکہ اس کا تعلق مولوی محمد علی صاحب کے ساتھ ہے - اور ادھر ایسے حکم وعدل مسیح موعود کی اس قدر ہتک اور کسر شان کی جاتی ہے اور ایسے صاف اور صریح ارشادات مسیح موعود کی صاف اور بیّن الفاظ میں ہتک اور تردید کی جاتی ہے - اور کسی کو باوجود بار بار یاد کرانے کے کوئی پوچھتا تک نہیں - کیا انصاف یہی چاہتا ہے -

اور دیکھئے اسی بات کے متعلق جس پر مولوی محمد علی صاحب پر اتنا کہا ہے - اسی مسئلہ کے متعلق مولوی نورالدین صاحب کا اعتقاد سنئے - ادھر میاں نے سوال کئے ہیں - جن کا جواب مولوی صاحب نے اپنی کتاب نورالدین کے صفحہ ۱۵۸ میں دیا ہے - جو کہ حضرت صاحب کے حکم سے لکھی گئی اور حضرت صاحب نے دیکھی اور پسند فرمائی -

سوال - عورت مرد کا چہرہ نہ دیکھے تو بچہ جن سکتی ہے جیسے مسیح علیہ السلام کی پیدائش میں دکھایا گیا ہے -

الجواب - جو اسلام قرآن کریم کے صحیفہ فطرت نے ہم کو سکھایا ہے - اُس میں تو کہیں نہیں لکھا کہ تم ایمان لاؤ - کہ مسیح بے باپ تھا - ہم کو نبی کریم نے نہیں فرمایا کہ اسلام میں یہ بھی ہے - کہ تم مان لو کہ مسیح بے پدر تھا - ہمارے پیارے صحابہ کرام اور ہمارے ائمہ اربعہ فقہاء اور دیگر ائمہ عظام نے ہمیں کہیں ہدایت نہیں کی - کہ اسلامی ضروریات سے ہے یہ مان لینا کہ مسیح بے پدر تھا - ہم کو ہمارے صوفیاء نے اپنی تعلیمات میں کہیں تاکید نہیں فرمائی کہ اسلام میں قرب الٰہی کے مدارج اور سالک کی اصلاح نفس وحصول اخلاق فاضلہ کے لئے لابد ہے - کہ مسیح کو بے باپ پیش کیا جاوے - پھر آگے فرماتے ہیں یہ مسئلہ اسلام کا جزو نہیں - [illegible] جناب میاں صاحب [illegible] مسئلہ [illegible] مسیح موعود کے عقیدہ کے خلاف

حضرت عیسیٰ کی پیدائش کے متعلق اپنے ایک مرید کو پٹیالہ میں خط لکھا کہ قرآن شریف سے حضرت عیسیٰ کے بے باپ ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا - اور یہ اخبار میں چھپ چکا ہے - اور اس کے متعلق ایڈیٹر الفضل یا جناب میاں صاحب یہ نہیں کہہ سکتے - کہ یہ نوٹ کسی نابالغ لڑکے کے ہیں جیسا کہ قتل کے فتوے میں جناب میاں صاحب نے اللہ اخبار الفضل نے کہہ دیا کہ کسی نابالغ بچہ کے نوٹ ہیں اسی طرح پہلے بھی ایک مطالبہ ۳۰ - اپریل ۱۹۱۴ء کے پیغام صلح میں کیا گیا تھا - کہ حضرت صاحب باوجود الہام انا جعلنٰک المسیح ابن مریم کے یہ کہاں لکھتے ہیں کہ مسیح زندہ آسمان پر ہے - یا یہ کہاں لکھا کہ میں نے پہلے لکھا میں نبی نہیں ہوں - لیکن جب خدا کی وحی بارش کی طرح نازل ہوئی تو لکھا کہ "میں نبی ہوں" اور یہ بھی پوچھا تھا - کہ انا جعلنٰک المسیح ابن مریم براہین احمدیہ میں نہیں ہے - تو اس وقت ایڈیٹر الفضل نے اپنے ۲ - مئی ۱۹۱۴ء کی اشاعت میں عذر گناہ بدتر از گناہ یہ بنا تھا کہ دراصل حضرت میاں صاحب نے اس وقت یہ فرمایا تھا - کہ آپ پہلے آسمان پر مسیح کا ہونا لکھتے رہے حالانکہ بعض الہام بھی ایسے موجود تھے - اس آخر کی فقرہ کو زیر نظر رکھتے ہوئے درس قلمبند کرنیوالے نے جعلنٰک المسیح ابن مریم لکھدیا - یہ اس کی اپنی لغزش تھی مگر پیغام صلح کے اس مطالبہ کا جواب غالباً ابھی نہ دیا جو یہ تھا کہ حضرت صاحب نے کہاں لکھا ہے کہ پہلے میں لکھتا رہا - میں نبی نہیں ہوں - میں نبی نہیں ہوں - لیکن جب خدا کی وحی بارش کی طرح ہوئی تو میں نے لکھا کہ میں نبی ہوں - اور یقیناً نبی ہوں -

دیکھئے مکرم حکیم صاحب درس حدیث کا لکھنے والا نابالغ لڑکا نکلا - اور درس قرآن کے لکھنے والے کی اپنی لغزش میرے مکرم مولوی نورالدین صاحب کی تحریر اور مولوی عبدالکریم صاحب کا مدت العمر کا اعتقاد کہ مسیح کا باپ تھا - اور مولوی محمد علی صاحب خط جو انہوں نے کسی کے جواب میں لکھا ہوگا - اور جناب میاں صاحب کا خط جو انہوں نے اپنے مرید کو پٹیالہ میں لکھا اور حکم وعدل کا وہ فتوی کہ نبی نبی کا تابع نہیں ہوتا - جسکو جناب میاں صاحب نے قرآن کے خلاف سمجھکر توڑ دیا ہے - کس کو دہریہ [illegible] گردن زدنی کا حکم دیں گے - ان چاروں بزرگوں کی بابت جو فتوے آپ دیویں - مجھے تحریر کریں - تاکہ اسپر غور کیا جاوے -

باقی رہا یہ کہ آپ نے مجھکو میرے محسن اور مربی مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کی یاد دلائی ہے جس کا میں مشکور ہوں - میں مولوی عبدالکریم صاحب کو نہایت متقی اور پرہیزگار سمجھتا ہوں - اور انشاء اللہ سمجھتا رہونگا - مرحوم مولوی صاحب میرے سچے دوست تھے - آپ کو ایک دوست کا جو کہ جناب میاں صاحب کے مُریدوں میں ذکر سناتا ہوں - میں قادیان کے جلسہ سے واپس آیا - تو میرے دوست نے مجھ سے سوال کیا - کہ حافظ صاحب نے کیا ختم نبوت پر بحث کی ہے - میں نے کہا - بیشک بڑی دلیری سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کو توڑا [illegible] اور قرآن وحدیث اور حضرت صاحب کی [illegible]

بڑے زور اور دلیری سے ناجائز کوشش کی ہے۔ اُنہوں بڑے رنج اور جوش میں آ کر کہا کہ تمام جماعت کے رکنوں کا یہی اعتقاد تھا۔ چنانچہ مولوی عبدالکریم صاحب کا نام لیا۔ اور میں نے حضرت مرزا صاحب کی کتاب ایام الصلح نکالی اور یہ پڑھکر سُنایا جو اُنہوں نے لا نبی بعدی کے معنے کئے ہیں۔ کہ قرآن شریف اور حدیث اس تفرقہ اور تمیز سے خاموش ہے۔ اور حدیث لا نبی بعدی نفی جنس نبوت اور نفی عام کرتی ہے۔ اور نئے اور پرانے تمام قسم کے نبیوں کے جمیع افراد شامل ہیں۔ تو اُنہوں نے جھٹ کہہ دیا کہ یہ تو میرزا صاحب کی کتاب ہے۔ تو میں نے کہا۔ کتاب تو میرزا صاحب کی ہے ترجمہ مولوی عبدالکریم صاحب نے کیا ہے۔ تو پھر جھٹ جھنجھلا کر کہا کہ مولوی عبدالکریم صاحب کی یہ عادت تھی کہ وہ بہت مبالغہ کیا کرتے تھے۔ اور بات کا بتنگڑ بنایا کرتے تھے۔ میں نے کہا۔ سبحان اللہ۔ ابھی آپ اُن کی تعریف کر رہے تھے ابھی تھوڑا سا اختلاف اپنے اعتقاد سے نظر آیا ہے۔ تو جھٹ اُن کے برخلاف ہو گئے۔ حکیم صاحب! میرا یہ اصول نہیں ہے۔ میں کسی نیک آدمی کو ذرا سی اختلاف پر بُرا بھلا نہیں کہہ سکتا۔ میں اُن کو ابتدا سے متقی و پرہیزگار سمجھتا ہوں۔ باوجودیکہ آپ کا اور میرا بڑا بھاری اختلاف ہے۔ میں میرزا صاحب کو مسیح موعود مہدی مسعود۔ مجدد اور محدث مانتا ہوں۔ کامل نبی میں نہیں مانتا۔ حقیقی نبی میں نہیں مانتا۔ مستقل نبی میں نہیں مانتا اور اصلی نبی میں نہیں مانتا۔ اسواسطے کہ مرزا صاحب نے یہ لفظ ہر ایک کتاب میں کثرت سے لکھے ہیں۔ حقیقت کے مقابلے میں اپنے آپ کو مجازی کہا ہے اصلی نبوت کے مقابلے میں ظل کہا ہے۔ اور کامل نبی کے مقابلے میں ناقص کہا ہے۔ اور مستقل نبی کے مقابلہ میں غیر مستقل کہا ہے۔ نبوت مجازی۔ نبوت ظلی۔ نبوت ناقصہ۔ نبوت غیر مستقل۔ نبوت جزوی یہ سارے نام محدث کے لکھے ہیں۔ اس لئے میں میرزا صاحب کو محدث اور مجدد ہی مانتا ہوں۔ کیونکہ حضرت مرزا صاحب نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی عزت اور جلال کی قسم ہے۔ ان لوگوں نے مجھ پر افترا کیا ہے۔ جو یہ کہتے ہیں۔ کہ یہ شخص نبوت کا دعوےٰ کرتا ہے۔ پیارے حکیم صاحب! میں اس تحریر سے ڈرتا ہوں۔ کہ کہیں وہ افترا کرنے والا میں ہی نہ ہو جاؤں۔ اور حضرت میرزا صاحب کی قسم جھوٹی نہ ٹھہرے اس لئے میں حضرت میرزا صاحب کو حقیقی نبی نہیں مانتا۔ ایک آدھ حکم و عدل کی اور تحریر پیش کرتا ہوں۔ انوار الاسلام صفحہ ۴۴:۔ مسلمانوں کو کافر کہنے والوں کی نسبت فرماتے ہیں کہ

"اللہ تعالےٰ کے ساتھ لڑنے سے بھی نہیں ڈرتے عجیب بات ہے کہ خدا تعالےٰ تو فرماتا ہے۔ جو السلام علیکم کہے اسکو کافر مت سمجھو"۔ آپ مہربانی کر کے الفضل سے دریافت کریں۔ کہ اس کو حکم و عدل کی تحریر سمجھتے ہیں کہ نہیں؟ یا انہی کے خلاف فتوے دیتے ہیں۔

ایک اور فتوےٰ حکم و عدل کا پیش کرتا ہوں۔ کیا حکم و عدل نے یہ نہیں فرمایا۔ کہ "غیر احمدیوں کا جنازہ اپنا امام کھڑا کر کے پڑھ لیا کریں۔ آپ نے فتاوے احمدیہ اور ڈائریوں میں پڑھا ہے یا نہیں؟ جو اخباروں میں بھی چھپ چکے ہیں آپ نے ضرور پڑھ لئے ہونگے اب اس پر جناب میاں صاحب اپنی انوار خلافت صـ ۹۱ میں فرماتے ہیں۔ بڑی موٹی قلم سے لکھتے ہیں:۔ غیر احمدی کا جنازہ پڑھنا شروع اس طرح کرتے ہیں پھر ایک سوال غیر احمدی کے جنازہ پڑھنے کے متعلق کیا جاتا ہے۔ اس میں ایک یہ مشکل پیش کی جاتی ہے کہ حضرت مسیح موعود نے بعض صورتوں میں جنازہ پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ بعض حوالے ایسے ہیں جن سے یہ بات معلوم ہوتی ہے۔ اور ایک خط بھی ملا ہے جس پر غور کی جاویگی"۔ لیکن حضرت مسیح موعود کا عمل اسکے برخلاف ہے۔ استغفر اللہ۔ استغفر اللہ۔

میرے مکرم حکیم صاحب دیکھئے! میرزا صاحب کی تحریر میاں صاحب کو مل گئی ہے۔ اور بعض حوالے بھی مل گئے ہیں جن سے جنازہ پڑھنا جائز قرار دیا ہے اور ایک خط بھی ملا ہے۔ جو سید حامد شاہ صاحب نے [illegible] دیا۔ یہ وہ خط ہے۔ جو سید حامد شاہ صاحب کو حضرت صاحب نے اپنے قلم سے لکھا۔ اور جس پر تمام سیالکوٹ کی جماعت سید حامد شاہ صاحب کے فوت ہونے تک عمل کرتی رہی اور سید حامد شاہ صاحب نے خود اپنی موت کے آٹھ روز پہلے ایک غیر احمدی کا جنازہ اسی خط کے مطابق پڑھا۔ جو موافق اور مخالف گواہوں کے ساتھ پیغام صلح میں شائع ہو چکا ہے۔ اور میاں صاحب حضرت صاحب کے متعلق فرماتے ہیں کہ آپ کا عمل اس کے برخلاف تھا۔ سبحان اللہ کیا حکم و عدل ہے کہ تحریر میں تو فتوے دیتے ہیں کہ جنازہ پڑھ لیا کرو۔ مگر اپنا عمل اس کے برخلاف کرتے تھے۔ مکرم حکیم صاحب اب آپ فرمائیں کہ جو شخص میرزا صاحب کو حکم و عدل مانتا ہو۔ وہ اُن کی تحریر پر عمل کرے یا اُنکی تحریر کے خلاف عمل پر۔ جناب میاں صاحب نے حضرت صاحب کی تحریریں دیکھکر اور سید حامد شاہ صاحب والا خط بھی پڑھکر فتویٰ اس کے خلاف دے دیا۔ اور کہدیا کہ اس پر غور کی جاویگی۔ اور فتوے غور کرنے سے پہلے دیدیا

مکرم مضمون بہت طوالت پکڑ گیا ہے۔ اس لئے ایک تحریر اور حکم عدل کی پیش کر کے ختم کرتا ہوں

تحریر حضرت صاحب	تحریر میاں صاحب
(کتاب البریہ صـ ۱۸۴)	(انوار خلافت صـ ۶۵)
"آنحضرتؐ نے بار بار فرما دیا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا اور حدیث لا نبی بعدی ایسی مشہور تھی۔ کہ کسی کو اُس کی صحت میں کلام نہ تھا۔ اور قرآن شریف جس کا لفظ لفظ قطعی ہے اپنی آیت کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین سے بھی اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ فی الحقیقت ہمارے نبی صلعم پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔ پھر کیونکر ممکن تھا۔ کہ کوئی نبی نبوت کے حقیقی معنوں سے آنحضرت صلعم کے بعد تشریف لاوے۔ اس سے تو تمام تارو پود اسلام کا درہم برہم ہو جاتا ہے"۔	"لیکن اگر میری گردن کے دونو طرف تلوار بھی رکھدی جاوے۔ اور مجھے کہا جاوے۔ کہ تم یہ کہو کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ تو میں کہوں گا۔ تو جھوٹا ہے کذاب ہے۔ آپ کے بعد نبی آسکتے ہیں اور ضرور آسکتے ہیں"۔

دیکھئے حکیم صاحب! حکم و عدل کی تحریر کو کس طرح توڑا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے۔ کہ جو یہ کہیگا کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ تو میں اُسکو کہوں گا تو جھوٹا ہے۔ کذاب ہے۔ یہ جھوٹا اور کذاب کس کو کہا گیا ہے۔ کیونکہ حکم و عدل تو فرماتے ہیں۔ کہ یہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ مجھکو یہ بھی جواب دیں کہ میاں صاحب کس کو جھوٹا اور کذاب کہتے ہیں۔ اگر میں نے کوئی غلطی کی ہو تو آپ معاف فرماویں۔ اور اس کی اصلاح فرماویں اور اس کے جواب سے سرفراز فرماویں۔ مکرم حکیم صاحب! میں ڈر کے مارے زیادہ نہیں لکھتا۔ کہ کہیں آپ بھی میرے بعض دوستوں کی طرح مجھ پر ناراض نہ ہو جاویں۔ نہیں تو میں اور بھی لکھتا۔ چونکہ میں آپکو اپنا پرانا دوست اور مربی محسن وسیع القلب انسان سمجھتا ہوں۔ اسواسطے میں نے جرأت کر کے آپکو آپکے نوازشنامہ کا جواب تحریر کر دیا ہے اگر کوئی اور صاحب مجھے لکھتے تو میں ڈر کر اُنکو جواب بھی نہ دیتا۔

حضرت صاحب فرماتے ہیں:۔

"ہم اپنی اجتہادی باتوں کو خطا سے معصوم نہیں سمجھتے۔" (تریاق القلوب)

(صفحہ ۱۴)

پھر فرماتے ہیں:۔

"کہ کسی ایسی تاویل کی پرواہ نہ کریں۔ اور اسکو اجتہادی غلطی سمجھ لیں"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صـ ۴۷)

آپ کا پُرانا دوست

خاکسار مولا بخش ۔ از سیالکوٹ

نامہ نگاران رسالہ اُستانی کی خدمت میں التماس

رسالہ اُستانی کے مضمون نگاروں کی خدمت میں خاکسار حسن نظامی اپنی اہلیہ لیلےٰ خواجہ بانو صاحبہ ایڈیٹر رسالہ اُستانی کے مشورہ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہے۔ کہ

رسالہ اُستانی لڑکیوں اور لڑکوں کی تعلیم و تربیت کے مقصد کو سب سے اہم اور اعلےٰ رکھنا چاہتا ہے اور اسیواسطے اس کا نام اُستانی ہے۔

مگر اس کے ساتھ ہی تمام مستورات کی دلچسپی و ترقی معلومات و اصلاح معاشرت و حمایت حقوق نسوان وغیرہ اغراض اسکے پیش نظر ہونگے۔ اور وہ لڑکیوں اور لڑکوں کی اُستانی جوانوں کی سہیلی اور بڑی عمر کی عورتوں کا رفیق و مونس بننا چاہتا ہے۔ اور اس کی ایسی طرز رکھی جائیگی کہ عورتوں کے ساتھ مردوں کو بھی اس میں دلچسپی ہو۔ اور وہ عورتوں کے حقوق معاشرت سے روز مرہ آگاہ ہوتے رہیں۔

میری اور خواجہ بانو کی یہ خواہش ہے کہ تمام ہندوستان کے اُردو زنانہ پرچوں سے رسالہ اُستانی کو بڑھا چڑھا۔ اور زیادہ مفید بنانے کی کوشش ہو۔ اس میں عورتوں کی نظم و نثر انشا پردازی کو ترقی دینے کی سعی کی جائے اور سب سے بڑی بات یہ ہے۔ کہ

عورتوں کو سیاست سے آگاہ کرے

چنانچہ رسالہ اُستانی مستقل طور سے ایسے آسان مختصر دلچسپ مضامین شائع کرنا چاہتا ہے۔ جنکو پڑھکر عورتیں خود بخود اپنی ملک کی سیاست سے رفتہ رفتہ درجہ بدرجہ واقف ہوتی چلی جائیں۔

مجھکو معلوم ہے۔ اور خواجہ بانو بھی اسکو تسلیم کرتی ہیں۔ کہ وہ (یعنی رسالہ اُستانی کی ایڈیٹر خواجہ بانو) بالکل ناتجربہ کار ہیں۔ اور ابھی مدت تک خود مجھکو یہ کام کرنا پڑیگا۔ یا اُن کو مدد دینی اور ایڈیٹری کرنی ہوگی۔ لہٰذا میں چاہتا ہوں۔ کہ ملک کی لائق ہندو، مسلمان، عیسائی اور دوسری مستورات جو میرے مندرجہ ذیل مقاصد پر کچھ لکھ سکتی ہیں لکھکر میری اور خواجہ بانو کی مدد کریں گی۔ تاکہ ہم دونوں اپنے اس ارادہ میں کامیاب ہو سکیں۔ کہ رسالہ اُستانی حقیقتاً ملک کی عورتوں کا مددگار ہو۔

رسالہ اُستانی کی ترتیب کا خاکہ یہ ہے کہ جس سے اس کے مقاصد پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

(۱) شروع میں ایسے مذہبی چھوٹے چھوٹے عام فہم مضمون ہونگے۔ جن سے لڑکیوں اور لڑکوں کو خدا اور مذہب کی ضرورت اور وقعت معلوم ہو اور اُنکا پیرایہ ایسا ہوگا کہ ہندو اور عیسائی بچے بھی اُن سے فائدہ اٹھا سکیں۔

(۲) اس کے بعد لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیمی اور تربیت اخلاق کے آسان اور جلدی اثر کرنیوالے مختصر مختصر مضامین ہوں گے۔

(۳) پھر پرانی روشنی کی خانہ داری اور اس کی خوبیوں اور قابل اصلاح باتوں کو لکھا جائیگا۔ اس طرح کہ کسی کی دل آزاری نہ ہو اور دلچسپی بھی قائم رہے۔

(۴) اس کے بعد نئی روشنی کی خانہ داری اور اس کی خوبیاں اور قابل اصلاح باتیں بیان کی جائینگی اور اس میں بھی چھیڑ چھاڑ اور مخالفانہ انداز سے احتیاط رہے گی۔

(۵) پانچویں حصہ میں مہینہ بھر کے واقعات دنیا اور حالات ہندوستان اس طریقہ سے صاف اور عام فہم بنا کے لکھے جائینگے کہ بچوں کو اور مستورات کو دنیا سے واقفیت بھی پیدا ہو اور اپنی ملک کی سیاست سے بھی آہستہ آہستہ اُنکی دلچسپی بڑھے۔

پرانی روشنی اور نئی روشنی کی خانہ داری کے مضامین ایسے طریقے سے لکھے جائیں۔ کہ مرد بھی اُن سے فائدہ اٹھا سکیں۔ اور عورتوں کے حقوق و ضروریات سے اُن کو آگاہی ہو۔

میری اور خواجہ بانو کی درخواست ہے کہ مذکورہ امور کی نسبت عورتیں اور مرد مضمون نگار جلدی کچھ تحریر فرما کر بھیجدیں تاکہ پہلے رسالہ میں جگہ دی جا سکے جو یکم محرم ۱۳۳۸ء کو شائع ہو جائیگا۔ (انشاء اللہ تعالےٰ)

مرد نامہ نگار میرے نام مضامین بھیجیں اور عورتیں بیبی خواجہ بانو کے نام۔ دہلی۔ عرب سرائے کے پتہ سے۔

رسالہ کے انتظامی امور کے متعلق منیجر اُستانی کو لکھا جائے۔ اُستانی کا چندہ سالانہ ۲ روپیہ ہے اور ششماہی ۱ روپیہ۔ نمونہ ۲ آنہ میں ملیگا۔ لکھائی چھپائی عمدہ اور کاغذ نفیس ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۷ - چہار شنبہ مورخہ یکم نومبر ۱۹۱۹ء نمبر ۲۲

اصحاب صفہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ تشریف لے آئے ہیں۔ آفتاب کی روشنی دور پہنچکر تیز ہوتی ہے۔ پھول کی خوشبو باغ سے نکل کر عطر فشاں بنتی ہے۔ آفتاب اسلام طلوع مکہ میں ہوا۔ مگر کرنیں مدینہ کے افق پر چمکیں۔ جوق درجوق لوگ توحید کے نعرے لگانے لگے۔ اور سب سے پہلا کام ایک خانہ خدا کی تعمیر تھی۔ اب تک معمول تھا کہ آپ مویشی خانہ میں نماز ادا کیا کرتے۔ مگر دولت کدہ کے قریب ایک یتیم بچہ کی ویرانہ زمین قیمتاً خریدی گئی اس پر تعمیر شروع ہوئی۔ ہر قسم کے تکلفات سے یہ مسجد اولین بری تھی۔ اور اسلام کی سادگی کی تصویر تھی۔ کچی اینٹوں کی دیوار برگ خرما کا چھپر اور کھجور کے تنے ستون تھے۔ اسکے سرے پر ایک مسقف چبوترہ تھا۔ جو صفہ کہلاتا تھا۔ اور یہ ان لوگوں کی فرودگاہ تھا۔ جو کہ وقتاً فوقتاً مکہ سے ہجرت کرکے بے سروسامان اپنے گھر بار کو چھوڑ کر اپنے مال مویشی کو الوداع کہکر اور اپنے باغ و زروع کو حوالہ اغیار کرکے اسلام کی برکت سے مالا مال ہوکر خدمت نبوی میں حاضر ہوتے۔ اور اپنی زندگی کا اعلیٰ ترین مقصد اعلائے کلمۃ اللہ ٹھہراکر سب جاہ و حشمت پر لات مار تے۔

گو کہ سلسلہ مواخاۃ قائم ہو چکا تھا۔ اور انصار نے جو ایثار مال و ایثار خواہشات کیا تھا۔ اس کی نظیر دنیا میں کہیں نہیں ملیگی۔ مگر مہاجرین میں سے ایسے بھی تھے جو کہ اس بات کو گوارا نہیں کرتے تھے۔ ان میں سے عبدالرحمن بن عوف جیسے مقتدر صحابی بھی ہیں جنہوں نے باوجود تمام انتظام کے انصاری بھائی سے کچھ لینا پسند نہ کیا۔ اور بہتر سمجھا کہ پنیر سر پر رکھ تمام دن مدینہ کی گلیوں میں بیچتے پھریں اور شام تک اپنی روٹی کمادیں۔

الغرض ان لوگوں نے اپنی زندگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت پذیری پر نذر کردی تھی اور ہر وقت دینی مشاغل میں لگے رہتے۔ ان میں سے ایک گروہ دن کو جنگل سے لکڑیاں چن لاتا۔ اور اپنے بھائیوں کے لئے قوت لایموت حاصل کرتا۔ رات کو عبادت اور مجاہدوں میں مشغول رہتے۔

انصار پھلی ہوئی کھجور کی شاخیں توڑ لاتے اور صفہ کی چھت میں لٹکا دیتے جن سے پک پک کر کھجوریں ٹپکتی رہتیں۔ اور وہ چن کر کھا لیا کرتے۔ انکے پاس کبھی کپڑے جمع نہ ہوتے صرف ایک چادر ہوتی۔ اور وہ بھی عموماً پھٹی رہتی۔ جسے وہ گلے میں باندھ لیتے جو رانوں تک پہنچ جاتی۔ فاقے کا یہ عالم رہتا کہ نماز میں کھڑے ہوتے تو بھوک اور ضعف سے گر پڑتے اور دیر تک پڑے رہتے۔ دنیا کہتی تھی کہ یہ لوگ دیوانے ہیں مجنون ہیں۔ ان کے ہوش ٹھکانے نہیں رہے۔

مگر عشق حقیقی میں گداز ہونے کی یہ حالت ہے۔ کہ یہی اصحاب صفہ ہر وقت چہرہ نبوی کی طرف ٹکٹکی لگائے بیٹھے ہیں۔ آپ کی زبان سے ایک لفظ نکلا۔ اور وہ انکے پاس ہمیشہ کے لئے محفوظ ہے۔ انہیں میں سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تھے۔ انہیں میں سے بڑے بڑے قاری پیدا ہوئے۔ اور حسب ضرورت بیرونجات میں تبلیغ کیواسطے بھیجے جاتے تھے۔

با ایں ہمہ فقر و فاقہ ان کی شان کس مپرسی کی نہ تھی ان کو ایک ایک دو دو کرکے مالدار اصحاب پر تقسیم بھی کردیا جاتا۔ اور حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر وقت خیال رہتا تھا۔ کہ ان کی خاطر خواہ دلجوئی ہوتی رہے۔ ایکدفعہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے درخواست کی کہ میرے ہاتھوں میں چکی پیستے پیستے نیل پڑ گئے ہیں۔ مجھ کو ایک کنیز عطا ہو۔ آپ نے فرمایا۔ کہ یہ نہیں ہوسکتا۔ کہ میں تم کو دوں۔ اور صفہ والے بھوکوں مریں۔

جب اسلام کی گونج اطراف و اکناف میں اٹھی۔ اور ضرورت امن و حفظ ما تقدم کو مدنظر رکھتے ہوئے مختلف سمتوں میں افواج بھیجی جاتیں۔ تو اصحاب صفہ میں سے بھی چند قاری بطور معلم ساتھ کردئیے جاتے جو کہ ہر جگہ اشاعت اسلام کرتے۔ صفر ۴ھ میں بیر معونہ پر ستر داعیان اسلام قبائل رعل و ذکوان کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ اور کفار کوشش کرتے رہے کہ دھوکا دیکر ان لوگوں کو اپنے ہاں تبلیغ کی غرض سے لیجاکر خاتمہ کریں اور ایک گروہ جو دین حقہ کی طرف بلانے والا اصحاب صفہ میں موجود تھا۔ اس کا تتمہ کردیں۔

عیسائی دنیا نے ایک کثیر جماعت اس قسم کی پیدا کردی ہے جو کہ اور کاموں کو خیرباد کہکر صرف مسیح علیہ السلام کی گم شدہ بھیڑوں کو اکٹھا کرنے میں ہر وقت لگی رہتی ہے۔ باقاعدہ سرکاری انتظام ہے گرجاؤں میں۔ عبادت گاہوں میں۔ صرف یہی لوگ مذہبی رسومات ادا کرسکتے ہیں بالخصوص رومن کیتھولک فرقہ میں یہ لوگ شادی نہیں کرسکتے اور جیسا کہ طبعی نتیجہ ہونا چاہئے۔ ان میں بڑی خطرناک برائیاں پیدا ہوگئیں۔ اور ایک انسٹی ٹیوشن جو کہ اصولاً درست تھی۔ اس میں چاروں طرف خرابی نظر آنے لگی اور آج ہم ان لوگوں کی نسبت یہ ضرب المثل سنتے ہیں۔ (Baser than a Priest)

یعنی پادری سے زیادہ کمینہ یہ الفاظ ہی لوگوں کی نفرت کو ظاہر کرنے کے واسطے کافی ہیں۔ مگر یہ اصول تاریخ کے خلاف ہے کہ ایسے خیالات اور ایسی آرا کو اصحاب صفہ پر ایسے اشخاص پر جو ایسی زندگی اختیار کریں جنہیں ان جیسا ناپاک یا جاہل تعلیق دیویں جو کہ پادریوں کی زندگی سے قطعاً مختلف ہوتے ہیں جب کوئی تفاوت نہ ہو اور جن حالات کے ماتحت وہ کام

۲ ایسے غلط نتائج کی بنیاد پر اپنے آپ کو خدمت دین سے الگ رکھنا اور اگر کوئی اس کام جرأت کرے تو اس پر طعن و تشنیع کرنا اور اس کی مخالفت میں تحریک کرنا ایک مسلمان کی شان کے منافی ہے۔

ڈاکٹر ریورنڈ جے آر چتمبر

ریورنڈ چتمبر میتھوڈسٹ کلیسیا لکھنؤ کے پادری ایک برہمن خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا کہ وہ امریکہ میں فارن مشن کی صدی کی یادگار کے جلوس پر گئے ہوئے تھے۔ جہاں انھوں نے بیان کیا کہ اس وقت تیس لاکھ ہندو عیسائی مذہب میں داخل ہوگئے ہیں۔ اور تیس ہزار ہندوستانی مشنری اپنے ہموطنوں کو مذہب عیسائیت میں داخل کرنے میں سرگرمی سے کام کررہے ہیں اور ان کے خیال کے مطابق ایسے آثار بڑے زور سے گواہی دے رہے ہیں کہ تمام ملک یکسر عیسائیت قبول کرلے۔

ان لوگوں کے مقابل جو لاکھوں کیا کروڑوں روپیہ سال خرچ کرتے اور ایسے اصولوں کے پھیلانے میں جن سے وہ خود بھی متنفر نظر آتے ہیں۔ ہم ہیں کہ جن کا پہلے اعلیٰ شغل۔ بٹیر بازی۔ کبوتر بازی۔ پتنگ بازی وغیرہ تھے مگر علمی ترقی کے ساتھ اب مولوی بازی ہوتا جاتا ہے۔ اسلئے ضرورت ہے۔ کہ اصحاب ملت اس پوزیشن کا موازنہ کریں۔

مسلمانان بلغاریہ کا پروٹسٹ

قرآن کریم ہمارے سامنے مذہبی آزادی کا ایک بڑا بھاری اصول لا اکراہ فی الدین پیش کرتے ہیں روکتا ہے کہ اس براہین و دلائل کے زمانہ میں کسی سختی کی ضرورت نہیں اور جبکہ انسانوں میں تمیز کا ملکہ رکھا ہے اور اس کو عقل کی روشنی سے منور کیا ہے۔ تو حق و باطل کی پہچان کے لئے طبع سلیم پر چھوڑ دینا چاہئے وہ مذہب جب اپنے عقائد کو منوانے کے واسطے اتنی آزادی دیتا ہے۔ تو پھر یہ الزام۔ کہ اسلام تلوار کے زور پھیلایا گیا۔ خالص بطلان اور اتہام ہے اور ہم تاریخ سے کوئی ایسی مثال نہیں دیکھتے جس میں کسی نے وثوق سے لکھا ہو کہ مسلمانوں نے اپنا دین منوانے کے واسطے جبر و اکراہ کیا ہو۔ اور توہین عبادتگاہ کی ہو۔ مگر اس تہذیب کے زمانہ میں جب یورپ کو اپنی مذہبی آزادی پر ناز ہے۔ اور وہ تمام دنیا کو اپنے اس دعوے کے ساتھ خیرہ کئے ہوئے ہے اگر ہم ایسی مثال دیکھیں جیسا کہ ذیل کی تار سے واضح ہوتا ہے۔ جس سے مسلمانان عالم کے جذبات کو صدمہ پہنچایا جاوے اور ان کے احساسات کو ملیا میٹ کیا جاوے۔ تو ہم اپنی سرکار عالیہ سے جو کہ دنیا میں سب سے بڑی سلطنت ہے۔ زور سے استدعا کرینگے کہ وہ ایسے کروڑ مسلمانوں پر حکمران ہونے کی حیثیت سے ان کے احساسات کا خیال رکھے۔ اور دوسری طاقتوں سے بجبر اس پر عمل کروائے۔

ڈالیسو سینٹیڈ پریس ۱۵ جنوری صوفیا تھریس اور مشرقی رومیلیا سے یونانیوں کے علاوہ تاتاری مسلمان اپنے ہموطنوں پر قتل و خون پر آمادہ ہیں اور یہ ان مصائب کا نتیجہ ہیں جو حکومت کی طرف سے مسلمانوں کے دیہات اور ... پر وارد ہیں۔ مسلمان نمایندوں نے بلغاریہ کے ... حکومت میں گورنمنٹ کے ان احکام پر سختی سے نکتہ چینی کی جو کہ صوفیا کی مسجد کو گرانے کے واسطے نافذ ہوئے تھے۔

اولیاء اللہ کے مزار پر طوائف کا مجرا

اگلے دن ہماری نظروں سے ایک اشتہار بعنوان ''عرس مبارک حضرت شیر شاہ صاحب بمقام اچھرہ لاہور'' گذرا۔ پڑھ کر آنکھوں سے آنسو ٹپک آئے۔ شروع میں مسلمانوں کے جذبات ارادت کو اکسانے کے لئے یہ شعر لکھا ہے

اولیاء کی قبر پر تم سب کو آنا چاہئے
قل ہو اللہ احد پڑھکر سنانا چاہئے

پھر آگے جاکر بتایا ہے کہ وہاں قوالی اور نعت خوانی ہوگی اور بعد میں ۳ بجے دوپہر تک طوائفوں کے مجرے ہوں گے تین بجے کے بعد نامی گرامی پہلوانوں کی کشتیاں ہونگی۔ اور بعد ازیں مو نشداں اور مگدر کے کرتب ہوں گے......

افسوس صد افسوس کہ خلاصہ موجودات سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا آج بزرگوں کے مزارات کی توہین۔ بے عزتی اور بے حرمتی کرنے کے لئے تمام مسلمانوں کو بذریعہ اشتہار مدعو کرتے ہیں۔ کہاں گئے لاہور کے بڑے بڑے علماء اور فضلاء جو آئے دن مسلمانوں کو ہدایت اور راہنمائی کے لئے اخباروں کے پرچوں کو دشنام دہی اور دریدہ دہنی سے ناپاک کرتے رہتے ہیں۔ کوئی پوچھے کہ اشاعت اسلام کی جماعت کی ہلاکت اور تباہی کے دشمن رہنا اچھا ہے۔ یا بزرگوں اور ولیوں کے مزاروں کو خبث، پلیدی اور ناپاکی سے بچانا۔

افسوس ہے کہ جہاں قل ہو اللہ احد پڑھا جائے۔ وہاں ہی ناچ رنگ کا تماشا بھی لوگوں کو دکھایا جاوے۔

رسم ستی

ہندوستان میں اسلام سے پیشتر یہ رسم عام دستور کے علاوہ ایک اہم مذہبی فریضہ تھی۔ چونکہ قوانین مذہب ازدواج بیوگان کو ناجائز قرار دیتے تھے ایک جوان نو عمر بیوہ کو زیست دو بھر ہو جاتی تھی۔ اس لئے مجبوراً قانون مرتب کرنے والوں کو اس امر کی روک تھام کی خاطر خلاف قدرت قانون وضع کرنا پڑا۔ کون ستی ہے جو اپنے شوہر کی مرگ کے بعد دنیا میں آرام کی جگہ پائے گی۔ مگر جیسا ہم ان کا ذہنیت میں ورطۂ ہلاکت میں ڈالنا اور فرض مذہبی خیال کرکے آگ میں بناؤ سنگار کرکے کود پڑنا سنتے ہیں تو ان کی عقیدتمندی پر اور ان کی راسخ الایمانی پر عش عش کرتے ہیں اپنی جان کو تباہ کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے اور دنیا ایسے تہور کی مثال کہیں نہیں دکھلاسکے گی۔ مگر یہ مذہب کی طاقت ہے جو ایسے بعید از عقل و قیاس کام کروالیتی ہے اور جب سرگ کو حاصل کرنے کا ایسی حالت میں یہی ذریعہ ہوسکتا ہے تو اس پر عمل کرنا آسان و سہل دکھائی دیتا ہے۔ حال ہی میں ... صوبہ مدراس سے ایک عورت کے اپنے آپ کو خودکشی شعلوں کے حوالہ کردینے کی خبر موصول ہوئی ہے جس نے اپنے خاوند کو جو عارضہ دق میں مبتلا تھا بستر مرگ پر پاکر اور ... زیست سے بکلی مایوس ہوکر مٹی کا تیل اپنے اوپر انڈھیل کر آگ لگادی اور اسکی جانکنی کی تکالیف کو دیکھنا گوارا نہ کیا اور نہ یہ گوارا کیا کہ مالک کی موت کے بعد دوسروں کی دست نگر ہوں۔

ان خرابیوں کا سدباب شاہان مغلیہ نے بذریعہ قوانین و آئین کیا تھا۔ اور ستی کا رسم اس ملک کو پاک کرنا چاہا تھا۔ مگر ایک مذہبی فرض کو چھڑانا بھی معاملہ ہے۔

''فلک را سقف بشکافیم و طرح نو در اندازیم''

اور سرکار انگلشیہ کے ماتحت یہ ایک عظیم جرم حکومت قرار دیا گیا مگر

پر قل ھو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوًا احد ۔ اور محراب کے درمیانی حصہ پر سورۂ فاتحہ کی آیات اس سرزمین مادیت و تثلیث میں بسنے والوں کو بڑا ہی مزا دیتی ہیں ۔ مسجد کے اندر بجلی کی روشنی ہے اور نیچے قالین بچھا ہوا ہے ۔ اتوار کے لیکچر کیلئے کرسیاں بھی رکھی ہیں ۔ چھت کے وسط میں بہت بڑا گنبد ہے جس کا سنہری کلس ایک نومسلم انگریز مسٹر ہاول کے خاندان کے اخلاص کا نتیجہ ہے ۔ مسجد کے چاروں طرف باغات ہیں جہاں ہر قسم کے پھل اور سبزیاں اگائی جا سکتی ہیں ۔ کچھ پھل ناشپاتیاں وغیرہ لگی ہوئی بھی ہیں ۔

قریب ہی ایک نہایت عمدہ سر سالار جنگ میموریل ہال کے نام سے مکان بنا ہوا ہے جو مکان مسجد کے لئے مخصوص ہے اس مکان میں ایک وسیع قطعہ زمین پر گھاس اُگی ہوئی ہے جہاں مطلع صاف ہونے پر بیٹھنے اور کھیلنے میں عجیب لطف آتا ہے ۔

یہاں اگست کے دنوں میں موسم کی یہ حالت ہے کہ تمام گرم کپڑے پہنتے اور راتوں کو لحافوں میں گھستے ہیں لیکن باوجود اسکے اس موسم کو یہاں کے لوگ گرم بتلاتے ہیں یہانتک کہ ۱۱ اگست کا دن انگلستان میں

The hottest day in the year

سال بھر میں گرم ترین شمار ہوتا ہے ۔ چنانچہ اس دن بقول ٹائمز لندن میں سن سٹروک کی بھی کچھ وارداتیں ہوئیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ملک میں سردیوں کے دنوں میں کیا حال ہوتا ہوگا اور سردی یہاں کے لوگوں کے نزدیک کس قدر شدید جاڑوں کا نام ہے ۔

ایک کپتان صاحب کا قبول اسلام

لندن میں پہنچتے ہی سب سے پہلی خبر جو ہمارے کانوں میں پہنچی وہ ایک انگریز کپتان صاحب کے قبول اسلام کی خوشخبری تھی ۔ حضرت مولٰنا مولوی صدر الدین صاحب تو مارسیلز سے اترکر دوسرے دن ہی ۱۶ ۔ اگست کو لندن پہنچ گئے تھے جہاں اسٹیشن پر لارڈ ہیڈلے مع صاحبزادگان پہلے سے تشریف لائے ہوئے تھے ۔ لارڈ صاحب موصوف نے اسی دن شام کو حضرت مولٰنا کو ہمپٹن کورٹ پیلس گارڈن

Hampton palace Court garden

میں دعوت دی ۔ جہاں تین صد ہندوستانی مسلمان فوجی افسروں اور سپاہیوں سے آپ کی ملاقات ہوئی ۔ ان لوگوں نے جب ووکنگ مسلم مشن کا حال سنا تو ان کو بہت خوشی ہوئی اور ووکنگ آنے کی خواہش ظاہر کی ۔ جمعہ کو ان کا آنے کا وعدہ تھا اسلئے حضرت مولٰنا ۲۱ ۔ اگست ۱۹ء کا جمعہ لندن اور ووکنگ دونوں جگہ ہونا پسند کیا ۔ ورنہ ویسے ہمیشہ لندن ہی میں سٹر مارسڈ پورک پکتھال جمعہ کراتے ہیں ۔

خدا کی شان ان فوجی افسروں کو تو آنے میں دیر ہو گئی اور وہ سکاٹ لینڈ میں سیر کے لئے چلے جانے کی وجہ سے وقت پر نہ پہنچ سکے ۔ لیکن ایک انگریز کپتان صاحب جو اسپیڈ یشری فورس میں ہیں اور نہایت ہی شریف اور اعلیٰ خاندان کے آدمی ہیں تشریف لائے اور انہوں نے خود نہایت فراخدلی اور خلوص کے ساتھ اپنے قبول اسلام کا اعلان کیا ۔ کپتان صاحب کا اصل انگریزی نام کیپٹن ڈیوڈسن

Capt. Davidson

ہے اسلامی نام کیپٹن جلال الدین رکھا گیا ۔ اللہ تعالےٰ انہیں استقامت اور دین کے جلال کا موجب بنائے آمین ۔

اتوار کے لیکچر

پہلے بتایا جا چکا ہے کہ جمعہ ہمیشہ لندن میں ہوتا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ لندن سے ہر جمعہ یہاں کے بہت سے مسلمانوں کا ووکنگ آنا مشکل ہے تاہم مسجد کو یوں ہی نہیں چھوڑا گیا ۔ ہر اتوار کو سوا تین بجے مسجد میں ایک لیکچر ہوتا ہے جس میں ووکنگ اور بیرونجات کے لوگ جو سیر کے لئے آئے ہوں آجاتے ہیں ۔ ان میں سب انگریز مسلم و غیر مسلم مرد اور خواتین ہوتی ہیں ۔ لیکچر میں انجیل کی تعلیم کا قرآنی تعلیم کے ساتھ نہایت عمدگی سے مقابلہ کرکے مؤخر الذکر کی فوقیت کو ثابت کیا جاتا ہے اور آخر میں نہایت فراخدلی کے ساتھ سوالات کی اجازت ہوتی ہے مگر ہمارے سامنے جو اتوار آئے ہیں ان میں باوجود اس اجازت کے کسی کو بھی کچھ پوچھنے کی جرأت نہیں ہوئی یا کسی سوال کی ضرورت ہی نہیں پیدا ہوئی ۔ ۲۳ ۔ اگست ۱۹ء کی اتوار کو جو لیکچر حضرت مولٰنا نے دیا اس میں آپ نے بائبل کے حوالجات اور دلائل سے یہ ثابت کیا کہ عیسائیت کا اصول کہ انسان فطرتاً گنہگار ہے غلط اور فطرت انسانی کے بالکل خلاف ہے ۔ اس لیکچر میں دو پادری صاحبان بھی آئے ہوئے تھے مگر افسوس کہ سوالات کے موقعہ سے جس کا ان کو حیثیت علم ہونا فائدہ اٹھائے بغیر دوران لیکچر میں ہی اٹھ کر چلے گئے ۔

لیکچر سے پہلے اور پیچھے حضرت مولٰنا انگریزی زبان میں دعا بھی کرتے ہیں جس کے دوران میں تمام حاضرین یعنی انگریز مرد اور خواتین نہایت ارادت اور خلوص کے ساتھ سر جھکائے رکھتے ہیں ۔

آئندہ ۲۰ ستمبر ۱۹ء کو یہاں عید الضحیٰ ہے جس میں شمولیت کے لئے سر انگریز اور دیگر مسلمانوں اور غیر مسلموں کو پیغامات بھیجے جا چکے ہیں اور ان میں سے کثیر لوگوں کے جواب بھی آچکے ہیں امید ہے کہ اس موقعہ پر دو تین سو کا مجمع یہاں ہوگا یہ سب لوگ نماز اور خطبہ عید کے بعد دعوت بھی یہیں کھائیں گے ۔

غرض ووکنگ کی زندگی بھی عجیب و غریب زندگی ہے جس میں تنہائی کے باوجود تبلیغ کا سامان اس قدر ہے کہ بہت ہی فائدہ حاصل ہوتا ہے ۔

اس پر ایک مفصل مضمون پھر کسی وقت انشاءاللہ لکھا جائے گا اور یہاں کے نومسلمین کی اسلامی زندگی کا بھی پورا حال ہدیۂ ناظرین ہوگا ۔ انشاءاللہ تعالےٰ ۔ والسلام

نیاز مند

دوست محمد

از دفتر ووکنگ مسلم مشن و اسلامک ریویو ووکنگ ۔ انگلستان

گلشن اسلام کا لہلہاتا ہوا پودا

آج سے چالیس برس پہلے قادیان میں ایک باغبان گلشن اسلام میں ایک نرالی وضع قطع اور بالکل نئی رنگ و بو کا پودا لگا رہا تھا ۔ عندلیبیں اُسے دیکھکر ہراساں ہوئیں ۔ مخالفت کے ترانے گانے لگیں ۔ قمریوں نے مخاصمت کے گیت الاپے ۔ طوطیان بعالم بیخودی میں اشعار ہجو سے نغمہ سرا ہوئیں ۔ آخر پرانے تجربہ کار زمانہ شناس اور گرم و سرد چشیدہ باغبانوں کو اس کی خبر پہنچی ہیں ہیئت کذائی کو دیکھکر وہ بھی برہم ہوئے ۔ برافروختہ ہو کر اٹھے اور جھنجلا کر بیچارے نئے باغبان پر پل پڑے ۔ اس اکیلے اور بے سر و سامان باغبان پر سب کے سب ٹڈی دل کی طرح امنڈ آئے ۔ مگر قربان جائیے چشم مست پر کہ ایک آن کیلئے انکی طرف متوجہ نہیں ہوئی ۔ وہ جوش مسرت کا متوالا آنے والوں کی حرکات مذبوحی کو دیکھکر تبسم فرما ہوا حملہ آور اور بھی جوش میں آئے ۔ آنکھیں نکالے ۔ صورت و شکل بگاڑے حلق پھاڑ پھاڑ کر گالیاں دینے لگے ۔ مگر مظلوم کچھ ایسا بے نیاز تھا ۔ کہ پودے کو برابر لگائے جا رہا ہے ۔ آب سرخ سے اُسے سینچا دیا ۔ تپش دل سے اُسے روشنی پہنچاتا تھا ۔ اور قوائے عالیہ سے اُسکے لئے مواد نمو مہیا کرتا رہا ۔ اور پوری کوشش اور سعی سے اس کی پرورش میں لگا رہا ۔ خود اس پودے میں کوئی ایسی خوشبو مضمر تھی جسے نسیم اڑا کر مشام عدو میں لیجاتی تھی ۔ اور اسے چند لمحوں کیلئے بیخود کر جاتی تھی ۔ باغبان کے بے حد استقلال بے مثل استقامت ۔ اور بے نظیر ثابت قدمی نے اسکے حریفوں کو بے جوش کر دیا ۔ اور وہ بے حس و حرکت ہو کر کچھ تو لوٹ گئے ۔ اور کچھ کھڑے برابر تماشا کرتے رہے ۔ اور کچھ ایسے بھی نکلے جو کہ عجیب و غریب پودے کی خوشنمائی میں ایسے محو ہوئے ۔ کہ باغبان کے قریب جا پہنچے اور آہستہ آہستہ اُس کی ہدایت کے ماتحت اس پودہ کی پرورش میں لگ گئے ۔ جو والیس ہوئے ۔ اُنہوں نے چاردانگ عالم میں شور مچا دیا ۔ کہ اب گلشن اسلام کے پرانے منجر تنہو اپنے پر اشجار درختوں کی نشو و نما کو اب تک روک رکھا ہے تباہ ہو کر گر جائیں گے ۔ پرانے مالی اس طرح ہزار سال برس کے بوڑھے درختوں کو پانی دیتے رہے اور اشجار بے برگی پرورش کے شوق میں وہ پھلدار درختوں کو کاٹتے رہے ۔ مگر اس نئے مالی اور اس کے کئی رفیقوں نے اس سرعت اور تیزی سے باغ میں پھلدار پودے لگا دیئے اور اس جرأت ، دلیری اور شجاعت سے سرسبز اور بیفائدہ درختوں کو کاٹا کہ باہم ایک ہنگامہ محشر بپا ہو گیا ۔ اور شور و شغب سے باغ کو نیچ اٹھا ۔ نووارد دل کی ان انتھک کوششوں نے بڑی جلدی سکون کا عالم پیدا کر دیا ۔ اور بہت سے پرانے باغبان مع ہز قدرت کے آ ملے تھے اور وہ بھی نظرت

سے سبق عملی سیکھنے والے نئے باغبان کے مداح ہو گئے ۔ اور گلشن سے کچھ امید اور منفعت لی ہوائیں آنے لگیں ۔ آخر اس طرح ... کے ڈالنے والا پیغام اجل کو لبیک کہہ گیا اور گلشن میں ایک ماتم کا سماں چھا گیا ۔ مگر قاعدہ ہے کہ ماہر فن اپنے پیچھے کئی ایک اس فن کو جاننے والے چھوڑ جاتے ہیں ہیں لئے اس کا کام چلتا رہا اور وہ خوشبودار ہوائیں جو شاہدان چمن کی خوش خرامی سے پیدا ہو ہو کر ہر طرف کو رواں ہو رہی تھیں ۔ اسی طرح بدستور چلتی رہیں ۔ مگر کارکنان قضا و قدر کو کچھ اور منظور تھا ۔ اور ان کی خواہش تھی کہ اہل گلشن کی جدوجہد کو تیز کیا جائے ۔ اور انہیں پیغام عمل سنا کر اور بھی چوکنا کیا جائے ۔ اس لئے انہوں نے نئے پودے کی حفاظت ایک ایسے شوریدہ سر خودپسند اور خودرائے شخص کے سپرد کی جس نے پودوں کو جڑوں سے کاٹنا شروع کر دیا ۔ اور کھلتی کلیوں اور چٹکتے شگوفوں کو بے طرح روند ڈالا ۔ گلشن میں کچھ شور و شغب بلند ہوا ۔ ہر طرح کی ہنگامہ آرائی ہوئی ۔ تیر و تفنگ چلنے لگے ۔ تلواریں میانوں سے نکل آئیں ۔ اور میدان حشر کا سماں نمودار ہوا ۔ بیچارے بوڑھے باغبان تو کچھ ایسے ہراساں ہوئے ۔ کہ نہ انہیں طاقت گفتار رہی اور نہ تاب مقاومت ۔ وہ ایک گوشے میں بارپس جا بیٹھے مگر وہ گروہ جو شباب کے نشہ میں چور اور مئے نوخیزی میں مخمور تھا ۔ وہ تیر آزمائی کے لئے تیار ہوا ۔ انہوں نے پودے کاٹنے والے کے تیشہ کو پکڑ لیا ۔ اور اُسے گلے نذر سے کھینچا ۔ مگر صاحب تیشہ کے کئی رفیق اس کی حمایت کو آنکلے اور بیا ... کر کئی ایک خوشگوار اور سالم پودے تباہ ہو گئے ۔

شجر تہذیب کی جڑیں کٹ گئیں ۔ اخلاق کے پودے کا برا حال ہوا محبت کے درخت کے پتے جھڑ گئے ۔ اور یگانگت کے پھول کالعدم ہو گئے ۔ یہ ہے داستان اسلام کے اس فرقہ کی جسے لوگ فرقہ احمدیہ کہتے ہیں ۔ اسوقت اس جماعت کا ایک ذی تاثیر انسان کچھ ایسی روش پر چلنے لگا ہے کہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے ۔ وہ تیرہ سو برس کا تیار کردہ باغ غیروں کے سپرد کرتا ہے ۔ اسے "کافر" کہہ کر اس سے بے تعلق ہوتا ہے ۔ کاش اسے کوئی سمجھائے کہ اے نادان ! خاک یثرب میں سونیوالے کی روح کو نہ تڑپا ان کروڑ بے نفس انسانوں کو قبروں میں مضطرب نہ کر ۔ جنہوں نے اپنے خون سے اس گلشن کو سینچا تھا ۔ اور کمال ہمدردی ، کوشش اور ایثار سے اس کی پرورش کی تھی ۔ اے بے خبر ! ان درختوں کی جڑیں تحت الثریٰ تک پہنچی ہوئی ہیں اور ان کی چوٹیاں آسمانوں سے باتیں کرتی ہیں تمہارے بے طاقت بازوؤں کی ضربات سے یہ ہرگز نہیں گریں گے ۔ کچھ ہوش کرو ۔ خدا و عقل سے کام لو ۔ ستم کیوں نفس پرستی کے لئے مخلوق کو دھوکا میں ڈال رہے ہو ۔ یہ دنیا دنی عمر چند روزہ ہے ۔ کیا ہوا ۔ اگر چند دن لوگوں نے تمہاری پوجا کر لی ۔ اور تمہارے خوف تقدس سے وہ کانپتے رہے ۔ ڈرو اس ذات سے جسکے سامنے تمہیں ایسی ندامت ہوگی کہ تم پکار اٹھو گے ۔

یالیتنی کنت ترابا ؎

الست بربکم قالوا بلےٰ

قرآن کریم میں جو تمام بنی نوع انسان کا ہادی ہے اور جس میں فطرت انسانی کے مطابق احکام و ہدایات دیئے گئے ہیں ۔ یہ ایک چھوٹی سی آیت شریف ہے جس میں کائنات کے خالق و مالک نے فطرت انسانی کا تمام و کمال فلسفہ بیان کیا ہے ۔ گویا کہ یہ مثل کہ "سمندر کو کوزہ میں بھر دیا ہے" اس پر صادق آتی ہے ۔ جس سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس میں خدا شناسی اور معرفت الٰہی کی تعلیم کیسی روشن اور صاف اور انسانی فطرت کے مطابق ہے اگر تمام مذاہب عالم کی کتابیں صفحۂ دنیا سے نابود اور دریا برد ہو جائیں ۔ اور ساتھ ہی اُن مذاہب کے موجودہ خیالات و تصورات بھی لوح قلب انسانی سے محو ہو جائیں تو بھی وہ خدا جس کی طرف قرآن کریم رہنمائی کرتا ہے آئینۂ قانون قدرت میں صاف صاف نظر آجائیگا ۔ اور ہر ایک ذرہ کائنات میں اس کی قدرت اور حکمت کی تصویر آفتاب نصف النہار کی طرح ظاہر و باہر

روشنی کا خاص انتظام کرنا پڑا۔ سویز سے دو شخص جو گفتگو سے مصری یا عرب معلوم ہوتے تھے۔ بجلی کی روشنی کا بہت سا سامان لیکر جہاز پر آ گئے اور جہاز کے آگے تمام رات انہوں نے روشنی پھیلائے رکھی تاکہ رستہ تنگ ہونیکی وجہ سے کسی دوسرے جہاز سے ٹکر نہ ہو جائے۔

نہر سویز میں دونوں طرف کنارے کی زمین بہت آسانی سے دکھائی دیتی تھی بلکہ بہت قریب ہوتی تھی۔ مغربی جانب جو مصری سرحد ہے نہر کے کنارے کنارے ایک ریلوے لائن بچھی ہوئی ہے جو ایک طرف سکندریہ اور دوسری طرف سویز ہوتی ہوئی مصر کو چلی جاتی ہے۔

راستہ میں ایک جگہ ریلوے لائن نہر کو عبور کر کے مشرقی جانب کے ساتھ بھی ملحق کی گئی ہے لیکن اسکو اس طریق سے بنایا گیا ہے کہ لائن کا جسقدر حصہ نہر کے اوپر سے گذرتا ہے اسکو مغربی جانب ایک ایسے قبضے کے ساتھ جوڑا گیا ہے کہ جہاز وغیرہ کے گذرنے کے لئے اسکو نہر کے اوپر سے اٹھا کر اس ایک ہی طرف کر لیا جاتا ہے۔ دوسری طرف وہ ریلوے لائن کے ساتھ ملحق تو ہے لیکن جڑا ہوا نہیں تاکہ اسے وہاں سے اٹھایا جا سکے۔

نہر کے مصری جانب کے کنارہ پر قریب قریب کئی اسٹیشن بنے ہوئے ہیں جہاں رات کے وقت خوب روشنی ہوتی ہے یہ غالباً چھوٹے چھوٹے جہازوں کے ٹھہرنے کی جگہیں ہیں۔ دوسرے کنارہ پر بعض جگہ کچھ خندقیں بھی دیکھنے میں آئیں جو غالباً زمانہ جنگ میں کھودی گئی ہونگی۔ غرض اس نہر کی سیر بڑی ہی عجیب اور دلچسپ ہے۔

پورٹ سعید قریباً اٹھارہ گھنٹہ کی مسافت کے بعد رات کے ساڑھے بارہ بجے ہمارا جہاز پورٹ سعید پہنچا یہ جگہ نہر سویز کے آخری سرے پر واقع ہے اور یورپ کا دروازہ ہونے کی وجہ سے بالکل یوروپین ڈھانچے میں ڈھلی ہوئی ہے۔ یہ گورنمنٹ مصر کے زیر حکومت ہے۔

اور زیادہ تر مصری لوگ یہاں کام اور تجارت وغیرہ کرتے ہیں اور یوروپین طور و طریق کی وجہ ہرگز پہچانے نہیں جاتے کہ مصری ہیں یا یوروپین۔ رنگ بھی یورپ والوں کی طرح نہایت سفید اور ہوٹل اور سب دکانیں وغیرہ یورپ کی نظیر۔ سڑکیں نہایت فراخ اور چوڑی ہیں جن کے دونوں طرف اعلیٰ یوروپین سامانوں سے لدی ہوئی دکانیں ہیں اور ہر ایک سڑک کے اختتام پر قہوہ خانے ہیں۔

سڑکوں پر جگہ بہ جگہ حجاموں کی بھی دکانیں ہیں لیکن یوروپین طرز پر کرسیاں اور آئینے لگے ہوئے ہیں اور حجام صاحب خوب سوٹڈ بوٹڈ۔ بنیوں کی دکانیں ہمارے ہندوستان میں تو مکھیوں کا گھر ہوتی ہیں لیکن یہاں وہ بھی یوروپین طریقہ پر آراستہ ہیں۔ دال آٹا اور تمام اجناس قبیل اشیاء دکان کے اندر چاروں طرف قرینہ سے سجے ہوئے ہیں اور لوگ اندر جا کر چیزیں خریدتے ہیں۔ ایسا ہی گوشت وغیرہ کی دکانوں کا حال ہے۔

اس جگہ بینگن۔ ٹماٹر۔ پیاز۔ مرچ بڑی بڑی شکل میں ہوتی ہے۔ ہر ایک چیز نہایت خوبصورت دیکھنے میں آئی۔ خربوزے۔ آم۔ انگور۔ انجیر وغیرہ تمام قسم کے پھل موجود تھے لیکن جس چیز کو پوچھو نہایت گراں۔ مثلاً ایک خربوزہ جو وزن میں قریباً ایک سیر ہوگا ہم نے ایک شلنگ یعنی بارہ آنہ کو خریدا۔ گوشت کا بھاؤ ڈیڑھ شلنگ فی پونڈ تھا۔ غرض جدھر دیکھو زیبائش فیشن اور اسکے ساتھ گرانی یورپ سے کسی طرح بھی کم نہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصریوں نے یورپ کی تقلید میں کسقدر قدم بڑھایا ہے اور یوروپین طرز معاشرت کو اختیار کرنے میں کسقدر ترقی کی ہے بلکہ اس تقلید کی رو میں بہتے ہوئے اپنی مذہبی خصوصیات کو بھی کھو دیا ہے۔ بازاروں میں مصری عورتوں کی تصاویر لٹک رہی ہیں اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ مسلمان عورتوں کی تصاویر ہیں۔ ایک یوروپین لیڈی کے لباس اور ان کے لباس میں مطلقاً کوئی فرق نہیں۔ پردہ تو ایک طرف تمام زینت کی جگہیں جن کو ڈھانپنا عورت کا مذہبی اور اخلاقی فرض ہے اور جن کو ننگا رکھنا یوروپین عورتوں کے لئے باعث فخر۔ ان تصاویر میں ننگی ہی دکھائی گئی ہیں۔

اسمیں شک نہیں کہ ایسی بھی تصاویر موجود تھیں اور بازار میں بعض دوکانوں میں اس قسم کی عورتیں دیکھی بھی گئیں۔ جنہوں نے ایک خاص قسم کا برقعہ پہنا ہوا تھا جو صحیح اسلامی برقعہ کہا جا سکتا ہے۔ ایک سیاہ لبادہ پیشانی اور سر کے اوپر ہوتا ہوا پچھلی طرف سے پاؤں تک چلا جاتا ہے اور اگلے حصہ جسم پر ناک سے لیکر تمام چھاتی وغیرہ کو ڈھانپتا ہے اس اگلے حصہ کو ایک پیچ کپڑے کے ساتھ ماتھے اور ناک کے درمیان ایک موٹی سی پن لگا دی جاتی ہے جس سے آنکھیں صاف کھلی رہتی ہیں۔ آستین الگ ہوتی ہیں جس سے کام وغیرہ کرنے میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔

لیکن پردہ کا یہ رواج عام طور پر بہت کم ہو گیا ہے اور جیسا کہ ہر ہائینس بیگم صاحبہ بھوپال کی تصنیف کتاب تحفۃ المسلمات میں مصری فاضل محمد طلعت حرب کی شہادت سے معلوم ہوتا ہے۔

"اب اس ملک سے مصری عورتوں کو اسقدر حصہ ملا ہے کہ انہوں نے پردہ میں تخفیف کر دی ہے وہ نیم پردہ اب بازاروں میں اپنی زینتوں کو دکھاتی پھرتی ہیں جسکو کوئی صاحب ذوق سلیم اب اچھا نہیں سمجھتا"

بلکہ ایک اور کتاب المرأۃ کا مصنف عباس حلمی محمد نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ

"عورتیں آج اپنے گھر سے نکلتی ہیں۔ ننگے سر ہوتی ہیں چہرہ کھلا ہوتا ہے۔ سینہ گردن۔ پنڈلیاں نظر آتی ہیں اور مختلف طریقوں و ریشمی لباس وغیرہ سے زینت کئے ہوئے ہوتی ہیں"

ہندوستان میں بھی ... بابت پردہ کے خلاف آواز اٹھی ہے لیکن آجتک کسی تعلیم یافتہ یا ادیب کو یہ جرأت نصیب نہیں ہوئی جو مصری عورتوں سے ظاہر ہو رہی ہے۔

بہرحال پورٹ سعید میں دونوں قسم کے نمونے دیکھے گئے اور اس آخری نمونہ کو دیکھ کر ازحد افسوس ہوا۔ یہاں کے لوگ عام طور پر فرانسیسی زبان سے واقف ہیں بازاروں میں تمام دوکانوں پر بورڈ بھی فرانسیسی ہی کے لکھے ہوئے آویزاں نظر آتے ہیں لوگ انگریزی بھی بولتے ہیں اور ان دونوں زبانوں کا اسقدر رواج ہے کہ چھوٹے چھوٹے مزدوری پیشہ بھی کچھ نہ کچھ بولتے اور سمجھتے ہیں۔ یہاں کی دیسی آبادی عرب ہیں جو کنارے سے تھوڑے فاصلہ پر رہتے ہیں اور مصریوں کے افراد کے بالمقابل اپنی حالت تفریط پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہیں۔ گویا زمانہ کی ہوا انہیں چھو بھی نہیں گئی۔ جہالت اپنا پورا جلوہ دکھا رہی ہے۔ اور سوا مزدوری کے بعض کاموں کے اور کوئی کام نہیں۔

ہاں اسمیں شک نہیں کہ کاروبار اور گفتگو وغیرہ میں بعض دینی فقرات ان لوگوں کے زبان زد ہیں۔ مثلاً جب کسی کی بات کو ٹوکنا ہو یا کوئی جھگڑا ہو تو صَلِّ عَلٰی مُحَمَّد کا فقرہ زبان سے نکلتا ہے۔ کسی زیادہ مشقت کی چیز کو اٹھاتے ہوئے تمام مزدور مل کر اَللّٰہ۔ اللّٰہ کے آوازے لگاتے ہیں۔ ایک چھوٹے لڑکے نے بازار میں چلتے ہوئے مجھ سے عربی میں پوچھا ءَانْتَ مُسْلِمٌ؟ میں نے کہا نَعَمْ جواب میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہا اور ساتھ ہی ایک پاؤں کی ٹھوکر لگا کر کہا اَلْکُفْرُ مَرْدُوْد۔

یہ باتیں ... اس قسم کے فقرات اسمیں شک نہیں کہ سب مستحسن ہیں لیکن رسم اور عادت کے سوائے اور کچھ اثر نہیں رکھتے۔

وفات مسیح پر ایک مصری مسلمان سے گفتگو

یہاں سے کچھ ٹکٹ Postal Stamp خریدنے کے لئے خاکسار اور مولوی عبداللہ جان صاحب ڈاک خانہ میں گئے۔ ٹکٹ بیچنے پر ایک مصری نوجوان مسلمان تھے ان سے جب ٹکٹ ہم نے لئے تو انہوں نے خود ہی ہم سے یہ سوال کیا کہ

مصری مسلمان:- آپ کو اس تحقیقات کا حال معلوم ہے جو ہندوستان میں مسیح علیہ السلام کے متعلق ہوئی ہے۔

ہم:- ہمیں اسقدر معلوم ہے کہ ایک شخص میرزا غلام احمد صاحب نے یہ ثابت کیا ہے کہ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام فوت ہو چکے ہیں

مصری مسلمان:- لیکن میں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ مسیح علیہ السلام کی لاش کے متعلق کیا تحقیقات ہوئی ہے

ہم:- لاش کے متعلق یہ معلوم ہوا ہے کہ ہندوستان کے ایک علاقہ کشمیر میں وہ مدفون ہیں۔

مصری مسلمان:- کیا آپ نے اس لاش کو دیکھا ہے۔

ہم:- اسکو دیکھنے کی ضرورت ہی کیا ہے اور انیس سو سال تک کوئی لاش زمین کے اندر کیونکر سلامت رہ سکتی ہے۔

مصری مسلمان:- لیکن انبیا علیہم السلام کی لاشوں کو تو مٹی نہیں کھا سکتی۔

ہم:- یہ کہاں سے معلوم ہوا۔ قرآن کریم تو صریح اسکے خلاف ہے وہ فرماتا ہے مَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے جسم بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سلامت اور غیر متغیر نہیں رہ سکتے۔

ابھی اسقدر گفتگو ہوئی تھی اور ارادہ تھا کہ زیادہ وضاحت کے ساتھ سمجھایا جائے کہ لاش اگر سلامت مل بھی جائے تو اسکے دیکھنے سے یہ کیونکر شناخت ہو سکتا ہے کہ یہ مسیح علیہ السلام کی لاش ہے جبکہ حضرت مسیح کو ہم نے دیکھا ہی نہیں اسلئے لاش کو دیکھنا ثبوت وفات مسیح کے لئے ضروری نہیں بلکہ دیگر قرائن قویہ کے ساتھ یہ ثابت ہو سکتا ہے اور وہی زیادہ تر اس بات کو پایہ ثبوت کو پہنچاتے ہیں۔

لیکن بعض دوسرے لوگوں کے ٹکٹ لینے کے لئے آ جانے کی وجہ سے سلسلہ گفتگو وہیں رک گیا تاہم ہم نے انتظار کیا اور اسی اثنا میں مولوی صدرالدین صاحب بھی آ گئے۔ چنانچہ انہوں نے اس شخص کو سمجھایا کہ وفات مسیح کو ماننا غیرت اسلامی کا تقاضا ہے اور اسکے بغیر اسلام کا عیسائیت کے بالمقابل کچھ بھی نہیں بنتا۔ آپ نے بتایا کہ حضرت مسیح موعود نے اسلامی دنیا کو پورے زور سے للکار کر متنبہ کیا کہ یہ اعتقاد کہ مسیح علیہ السلام آخری زمانہ میں امت مسلمہ کی اصلاح کے لئے آئینگے اسلام کے بالکل خلاف ہے۔ آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔

افسوس کہ وقت بالکل تھوڑا تھا۔ کیونکہ ہم نے اسوقت واپس جہاز پر جانا تھا اسلئے زیادہ گفتگو نہ ہو سکی۔

ارادہ ہے کہ ان سے خط و کتابت کیجائے اور سلسلہ حقہ کو جس کا ذکر معلوم ہوتا ہے وہ پہلے سے سن چکے ہوئے ہیں اور کچھ اثر بھی ان کے دل پر ہے کھول کر ان کے سامنے پیش کیا جائے۔

ایک بہائی سے ملاقات جس جہاز میں ہم سوار تھے اسپر چند بہائی مذہب کے لوگ بھی اپنی عورتوں سمیت اپنے موجودہ پیشوا سے ملنے کے لئے جا رہے تھے۔ ان کو جب حضرت مولانا صدرالدین صاحب کے مشن کا حال معلوم ہوا تو خود ان سے آ کر ملے اور حضرت نبی کریم صلعم کی نبوت کے متعلق سلسلہ گفتگو چھیڑا۔ یہ لوگ پارسی مذہب سے بہاءاللہ کے مرید ہوئے ہیں اور اگرچہ جیسا کہ بعد میں معلوم ہوا آنحضرت صلعم کو نبی مانتے ہیں لیکن پھر بھی آپ کی نبوت ہی کے متعلق سوال کیا۔ حضرت مولانا نے جواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ (کیونکہ پارسی مذہب کے لوگ حضرت ابراہیم کو مانتے ہیں) اللہ تعالےٰ کے اس وعدہ کا ذکر کیا کہ میں تیری نسل پر اپنی برکت نازل کروں گا۔ اور پوچھا کہ بنی اسحٰق پر تو یہ برکت نبوت کے رنگ میں نازل ہوئی لیکن بنی اسمٰعیل پر اگر آنحضرت صلعم کو نبی نہ مانا جائے تو کونسی برکت کا نزول ہوا؟ آپ نے یہ بھی بتایا کہ توریت میں ایک آنیوالے کا وعدہ دیا گیا ہے جسکا یہ نشان ٹھہرایا ہے کہ وہ پہلی سچائیوں کا مصدق ہو گا اور آنحضرت صلعم کا یہ احسان ہے کہ آپ نے دنیا کے تمام انبیاء اور ان کی کتابوں کی تصدیق کی۔

اسکے جواب میں بہائی صاحب نے ایرانی مسلمانوں کے غیر مذاہب بالخصوص یہود وغیرہ کے ساتھ بغض و تعصب کو پیش کیا اور کہا کہ وہ دوسروں کو نجس اور ناپاک سمجھتے ہیں۔ پھر کیونکر مان لیا جائے کہ مسلمان دوسری صداقتوں کے بھی قایل ہیں۔

حضرت مولانا نے انہیں سمجھایا کہ اسلام ایسے لوگوں کا ذمہ وار نہیں اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ خود اپنی بات کا جوابدہ ہے۔ بہرحال ہم متعصب نہیں اور کھلے دل سے پہلی آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتے ہیں۔

اسوقت رات زیادہ ہو جانے کے سبب سلسلہ گفتگو وہیں رک گیا لیکن دوسرے دن پھر ان میں سے ایک شخص نے مل کر ایک اور مسئلہ چھیڑا اس نے کہا کہ دنیا کے کل مذاہب کی کتابوں میں آخری زمانہ میں ایک شخص کے آنے کا وعدہ دیا گیا ہے مسلمانوں میں بھی مہدی علیہ السلام کے آنے کا وعدہ ہے جسکو شیعہ صاحب الزمان مانتے ہیں۔ عیسائی بھی مسیح کا آنا مانتے ہیں اور ہندو بھی کرشن کی دوبارہ آمد کے قائل ہیں ایسا ہی ہمارے پارسی مذہب کی کتابوں میں ایک آنیوالے کا ذکر ہے ادھر بہاءاللہ کا یہ دعوٰی ہے کہ میں ان سب پیشگوئیوں کو پورا کرنیوالا ہوں۔ اس نے کہا کہ ہم نے اپنے پارسی مذہب کی کتابوں میں یہ وعدہ دیکھ کر اسکی تصدیق کی ہے اور اسنے ہم سے تمام انبیا اور حضرت محمد صلعم کی صداقت کو منوایا ہے پس آپ بھی اسپر غور کریں کہ جب آپ کے ہاں بھی ایک شخص کے آنے کا وعدہ ہے اور بہاءاللہ وہی ہونیکا مدعی ہے

نظر آئیگی۔ اور یہ بات واضح ہو جائے گی۔ کہ وہ خدا جو اس کائینات کا خالق و مالک ہے۔ وہ آریوں کے پرمیشر کی طرح قہری و جبری حکومت نہیں کرتا۔ جو تناسخ کے شکنجہ میں کس کر بار بار اواگون میں چکر دلاتا رہتا ہے۔ اور نہ عیسائیوں کے خدا کی طرح گناہگاروں اور مجرموں کی ایک بیگناہ کو سزا کا اوار ٹھیرانیوالا اور جو بجائے عدل و انصاف کی میزان قائم کرنے کے خود ہی نہ عادل رہتا ہے اور نہ رحیم۔ بلکہ ہر ذرہ اپنی طبیعت اور روحانیت کے لحاظ سے بزبان حال سے آیت **الست بربکم** کے جواب میں قالوا بلی کا ورد کر رہا ہے۔ اور بے اختیار کہہ رہا ہے کہ "ہمارا تو ہی خالق اور ہمارا تو ہی مالک ہے" اور ہم دیکھتے ہیں کہ بے اختیار ہر ایک چیز کا میلان طبع اسی کی طرف ہے۔ اور اندر ہی اندر ایک ایسی کشش اُن میں پائی جاتی ہے۔ جو کشاں کشاں اسی کی طرف لئے جا رہی ہے۔ جس سے صاف اس بات کا پتا ملتا ہے کہ وہ ہر ایک چیز کا خالق ہے۔ کیونکہ نور قلب تسلیم کرتا ہے کہ وہ مقناطیسی کشش جو تمام اشیاء میں پائی جاتی ہے وہ اسی ذات یگانہ کی طرف سے ہے۔ ورنہ یہ چیزیں اس کی طرف جھکتی ہوئی نظر نہ آتیں۔ کیونکہ اگر خدا تعالیٰ ہی ان چیزوں کا پیدا کرنے والا اور حقیقی خالق نہیں تو پھر ان چیزوں کا طبعی میلان اُس کی طرف کیوں ہے۔ اور یہ کشش اور جذبہ محبت کیوں۔

ہر ذی عقل اور ذی شعور پر یہ امر مخفی نہیں رہ سکتا۔ کہ جو مخفی تعلق ان اشیاء کا خدا کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ وہ اُس خدا کے خالق ہونے کا تعلق نہیں تو پھر یہ تعلق کیسا! اور کیوں فطرتیں خود بخود اُس کی طرف جھکتی چلی جا رہی ہیں کیا یہ وید یا انجیل اس تعلق فطری کا ثبوت اپنے دلیسکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ یہ اسلام کی ہی کتاب قرآن حمید ہے جو اپنے ساتھ ہر بات کا ثبوت پیش کر سکتی ہے۔ قرآن کریم کہتا ہے **یسبح للہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض** یعنی ہر ایک چیز جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کر رہی ہے۔ اب سوچنے والا اور عمیق تفکر کرنے والا انسان اس نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتا کہ جس قدر نظام عالم ہے۔ یہ سب اپنی ہیئت کذائی کے ساتھ ایک ہی ذات کی تقدیس و تسبیح کر رہا ہے۔ جس جس چیز کو صانع عالم نے جس جس خدمت پر مامور کیا ہے وہ بلا چون و چرا سر مو فرق کے بغیر ہر وقت اور ہر آن اپنی خدمت مفوضہ کو ادا کر رہی ہے اور ذرہ کبھی پس و پیش نہیں کرتی۔ جس سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ ان چیزوں کا ایک ہی صانع۔ ایک ہی خالق ایک ہی مالک۔ ایک ہی رب ہے۔

اعلان فسخ بیعت

بخدمت جناب قبلہ منیجر صاحب اخبار پیغام صلح!
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

موضع ملوار ضلع جالندھر میں ایک ممتاز زمیندار ہیں جن کا اسم گرامی خانصاحب چوہدری نعمت اللہ خانصاحب ہے۔ تعلیم انڈر گریجویٹ ہے۔ اور آپ ذیلدار ہیں۔ آپ نے اپنی حسن خدمت کے صلہ میں گورنمنٹ عالیہ سے گذشتہ سال خانصاحب کا خطاب بھی حاصل کیا ہے۔ خان صاحب موصوف کے ہاتھ سے ایک زمیندارہ بنک بھی نہایت کامیابی سے چل رہا ہے۔ انہوں نے حضرت مولانا صاحب مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر احمدؑ کے نام پر بیعت کی تھی۔ جس وقت جناب قبلہ مولانا مرحوم رحلت فرما گئے۔ تو اُن کے بعد جناب میاں صاحب نے اُن کو ایک چٹھی لکھکر اپنے نام پر بیعت لکھوالی اور جناب میاں صاحب کی کتابوں کے مطالعہ میں مشغول رہے۔ خوش قسمتی سے چوہدری صاحب موصوف یہاں اپنے سسرال یعنی بابو غلام محمد صاحب صاحب بی۔ اے۔ نائب وزیر کے پاس تشریف لائے ہوئے تھے۔ جو کہ نہایت عالم فاضل احمدی خیالات کے ہیں۔ اور اس ریاست میں ایک ممتاز عہدے پر مقرر ہیں اُنکی جد و جہد سے تبادلہ خیالات ہوتے رہے۔ بعد ازاں ہمارے خانصاحب موصوف نے جناب میاں صاحب کے خیالات سے توبہ کی۔ اور ہمارے آقا جناب قبلہ مولانا و سیدنا مولوی محمد علی صاحب کے خیالات کی تائید کی

اس وقت انہوں نے بندہ کو ارشاد فرمایا۔ کہ میرے نام مسلم انڈیا مذکورہ دو پرچہ جاری کرنے کے واسطے لکھیں۔ اسوا ازیں اُنہوں نے یہ بھی وعدہ کیا ہے کہ میں عنقریب اپنی زکوٰۃ کی کل رقم جو کہ چھ سو کے قریب ہے اشاعت اسلام کے واسطے لاہور روانہ کر دونگا۔ اور اپنے حلقۂ اثر میں اشاعت اسلام و پیغام صلح کے بہت سے پرچے بنک کے نام پر منگوا کر تقسیم کرتا رہونگا۔

جناب خانصاحب موصوف نے بندہ کو تاکید کی ہے۔ کہ میرے مذکورہ خیالات اخبار پیغام صلح میں بھی بیشک چھپوا دیں۔ کہ میں آج سے جناب میاں صاحب کی بیعت سے توبہ کرتا ہوں۔ اور جناب مولانا صاحب مولوی محمد علی صاحب کو امیر قوم تسلیم کر کے اُن کے ہاتھ پر احمدؑ کے نام پر بیعت کرتا ہوں۔

خاکسار۔ شیخ احمد علی۔ احمدی۔ سرویر۔
ریاست خیرپور میرز۔ سندھ۔ ۲۴/۹/۱۹

حافظ روشن علی صاحب سے شملہ میں مکالمہ

(حافظ محمد محسن بی۔ اے کے قلم سے)

۲۳۔ ستمبر کے الفضل میں "مولوی محمد علی صاحب کی خوش اخلاقی کا تازہ ثبوت" کے عنوان سے کسی صاحب نے طبع آزمائی کی ہے۔ اور گالی گلوچ۔ طعن و تشنیع کی بوچھاڑ اس تیزی اور کثرت سے کی ہے۔ جو کہ الفضل کے ایک بیچے نامہ نگار کو کرنی چاہئے تھی۔ مقام شکر ہے۔ کہ جہاں نویسندہ کے تعصب اور بدپاکی نے جناب امیر ایدہ اللہ کی ذات بابرکات پر وحشیانہ حملے کئے ہیں۔ وہاں امیر ممدوح کی روشن ضمیری اور پاک طینتی نے مخالف کی قلم سے انکے دونوں خطوط جو انہوں نے حافظ روشن علی کو لکھے صفحۂ قرطاس پر بہ ثبت کرا دیئے ہیں۔ جن سے ایک اہل حق اور منصف مزاج انسان معاملہ کی حقیقت کو خود معلوم کر سکتا ہے۔ ہم سوائے اس کے کہ ناظرین کو جناب امیر کی تحریر کو بنظر امعان پڑھکر اصلیت معلوم کرنے کی تلقین کریں اور کچھ نہیں کہتے۔

خط بنام حافظ روشن علی صاحب

مکرمی جناب حافظ صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
آپ کا خط پہنچا۔ میں نے کسی کے پاس شکوہ نہیں کیا۔ کہ آپ مجھے ملنے کے واسطے کیوں نہیں آئے۔ کیونکہ آپ سے مجھے یہ توقع ہی نہیں۔ البتہ یہ افسوس کیا ہے۔ کہ باہم اس قدر تفرقہ میں ترقی ہو گئی ہے۔ کہ ایک دوسرے کو ملنا بھی گناہ ٹھیرایا جاتا ہے۔ اور حتی الوسع یہ کوشش کی جاتی ہے کہ ہمیں کوئی نہ ملے۔ اور جب ہم نے اپنے آدمی میاں صاحب کے پاس بھیجے۔ تاکہ باہم جو ایک دوسرے کو برا کہا جاتا ہے۔ اور تعلقات کی کشیدگی ہے۔ وہ کم کرنے کی کوشش کی جاوے۔ تو اس وفد کو میاں صاحب کیطرف سے یہ خطاب ملا۔ کہ "شیطان فرشتہ کے لباس میں آیا ہے"۔

ویسے اگر آپ مجھے ملنا چاہتے ہیں۔ تو بیشک جس وقت چاہیں۔ تشریف لاویں۔ اگر آپ لوگوں میں ہمارے ساتھ دوستانہ ملاقات کا خیال پیدا ہو۔ تو یہ امر میرے لئے موجب خوشی ہے۔ میرا مکان واقعی دور ہے۔ آپ کے تکلیف سے بچنے کے لئے یہ آسان تجویز ہے۔ کہ آج بعد از جمعہ آپ سنجوئی میں مل لیں۔ مخدوم محمد اعظم صاحب کے مکان پر جہاں جمعہ ہوتا ہے۔ جمعہ دو بجے ہو چکتا ہے میں انشاء اللہ سوا دو بجے تک آپکا انتظار کرونگا۔

باقی دریافت طلب امور کے متعلق جو آپ نے لکھا ہے مجھے امید ہے کہ اس سے مراد آپ کی مباحثہ نہ ہوگی اور یہ نہیں اس لئے نہیں کہتا کہ مسائل متنازعہ پر میں بحث کرنا نہیں چاہتا۔ بلکہ اس لئے کہ ایسی بحث میاں صاحب سے زیادہ موزون ہے۔ اور اس کے متعلق تو ہمارے دوست بلکہ میاں صاحب کے اپنے مرید میاں صاحب سے تحریک کر چکے۔ لیکن انھوں نے کوئی توجہ نہیں کی گو آپ نے اپنے اس خط میں اپنے آپ کو امیر المومنین قرار دیا ہے لیکن جہاں تک میرا خیال ہے۔ میاں صاحب کی جماعت آپ کو نہیں۔ بلکہ میاں صاحب کو ہی امیر المومنین جانتی ہے۔ پس اگر آپ کا منشاء مباحثہ کرنا ہو۔ تو اس کے متعلق آپ میاں صاحب کو تحریک کریں۔ میں اُن کے ساتھ مباحثہ کرنے کیلئے تیار ہوں ہاں آپ نے اگر بحیثیت سائل کے کسی امر کے متعلق سوال کرنا ہو۔ تو بغرض تفہیم امر مسئول کا جواب تسلی بخش دیا جائیگا لیکن اس کے لئے یہ شرط ضروری ہوگی۔ کہ آپ میرے جوابکو صبر و استقلال کے ساتھ سنیں اور اثنائے جواب میں آپ یا آپ کے رفقاء کوئی کلام نہ کریں۔ جواب ختم ہو جانے پر بیشک کوئی مزید سوال جو اس جواب سے پیدا ہوتا ہو۔ آپ کر سکتے ہیں۔ اور اس کا جواب بھی بپابندی شرائط مذکورہ انشاء اللہ آپ کو دیا جائیگا۔ میں یہ بھی نہ لکھتا۔ مگر اس خیال سے لکھا ہے کہ مبادا ملاقات بجائے ایکدوسرے کی خوشی کا موجب ہونیکے بدمزگی کا باعث ہو جائے۔ والسلام۔ محمد علی۔

اس وقت ہمارے پیش نظر نامہ نگار کے یہ الفاظ ہیں!

"دس روز ہمارے مبلغین کی جائے سکونت پر تین صاحب یعنی ماسٹر محمد یعقوب خان صاحب اور حافظ محمد حسن صاحب بی۔ اے۔ اور ایک اور صاحب تو آئے۔ اور مسئلہ تکفیر پر ایک گھنٹہ تک گفتگو کرتے رہے۔ جب وہ لاجواب ہو گئے" وغیرہ۔۔۔۔

اب ہم ناظرین کو صرف یہ بتلانا چاہتے ہیں۔ کہ حافظ صاحب کی قادر الکلامی۔ منطق دانی اور روشن بیانی نے کس طرح اپنے مخاطبوں کو لاجواب کیا۔ ہم اس مکالمہ کا لب لباب لکھکر فیصلہ ناظرین کی رائے پر چھوڑتے ہیں۔

سب سے پہلا سوال جو امیر المومنین جناب حافظ روشن علی صاحب کی خدمت میں پیش کیا گیا وہ یہ تھا۔ "آپ کس بنا پر مسلمانان عالم کو سوائے اُن چند ایک اشخاص کے جنہوں نے جناب میاں صاحب کی بیعت کر لی کافر ٹھہراتے ہیں"؟

اس کا جواب حافظ صاحب کی جدت طرازی نے نہایت دلچسپ دیا۔ آپ فرماتے ہیں۔ "اس سوال کا جواب تو محض اتنا ہے کہ ہم آپ کی نسبت زیادہ جرأت والے اور شجاع ہیں۔ آپ جب تمام عیسائیوں۔ یہودیوں۔ ہندوؤں اور باقی تمام غیر مسلموں کو کافر گردانتے ہیں۔ تو ہماری جرأت اور دلیری اور طاقت آپ سے کہیں زیادہ ہے۔ کیونکہ ہم نے عیسائیوں یہودیوں اور دیگر اقوام غیر مسلم کے ساتھ خود مسلمانوں کو بھی کافر ٹھیرا لیا ہے۔ ہم آپ کی طرح ڈرپوک اور بزدل نہیں کہ کسی شخص کو محض اس لئے کافر نہ کہیں۔ کہ وہ کلمہ گو ہے۔ اہل قبلہ ہے۔ قرآن خوان ہے۔ محب رسول عربی، موحد ہے۔ پابند صوم و صلوٰۃ ہے۔ وغیرہ وغیرہ"۔۔۔۔

دوسرا سوال یہ تھا۔ "کیا فی الواقع آپ کی ضمیر چالیس کروڑ مسلمانوں کو احاطۂ اسلام سے خارج کر کے مضطرب نہیں ہوئی"؟

اس کا جواب ایک بینظیر جواب تھا اور حافظ صاحب کی روشن طبع کا ایک بین ثبوت۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ "میں کسی شخص کو ہی کافر نہیں سمجھتا اور نہ کافر سمجھنے کی اہمیت رکھتا ہوں۔ میں تو صرف قرآن اور حدیث کا نقال ہوں۔ اس بارہ میں اپنی ذاتی رائے کچھ نہیں رکھتا"۔ اس پر اعتراض ہوا۔ کہ "جناب جس شخص کو قرآن اور حدیث کافر ٹھہراتے ہیں۔ آپ اُس کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں" جواب ملا۔ "میں بے رائے ہوں" اس پر اعتراض ہوا کہ "انسان اور۔۔۔۔۔ میں صرف رائے ہی ایک مابہ الامتیاز ہے۔ اور جو شخص بے رائے ہو۔ وہ معاذ اللہ اس مابہ الامتیاز سے محروم ہو کر ایک پست طبقہ کی مخلوق میں شمار ہوگا" اس کے جواب میں حافظ صاحب نے فرمایا۔

"حقیقت یہ ہے۔ کہ کسی شخص کی زبان یا گفتار پر کچھ اعتبار نہیں۔ اور دل کی کیفیت ایک راز سربستہ ہے۔ اس لئے کسی کو اس لئے کافر نہیں کہا جاسکتا۔ کہ وہ زبان سے کسی صداقت کا معترف ہے۔ ممکن ہے کہ اُس کا دل اس کا منکر ہو"۔ اعتراض کے طور پر عرض کیا گیا۔ کہ "جب دل کی کیفیت پوشیدہ ہے۔ اور اُس کے اظہار کا آلہ یعنی زبان ناقابل اعتبار۔ تو کسی کے کذب اور صداقت کو ہم کیسے پرکھ سکتے ہیں۔ آپ فرمائیے۔ کہ آپ نے مسیح موعودؑ کے دعاوی کی کیونکر تصدیق کی اور جناب میاں صاحب کو کیونکر خلیفہ تسلیم کیا"؟

اس اعتراض سے حافظ صاحب کی ظاہری حیثیت میں کچھ تبدیلی واقع ہوئی۔ مگر اس سرد میدان نے آخر اس کا جواب تراشش ہی لیا۔ فرمایا۔ کہ "مسیح موعود کو یک

الہام کی بناء پر اور میاں صاحب کو ایک رویا کی وجہ سے مسیح تسلیم کیا ہے۔ اعتراض ہوا کہ کیا ایک الہام اور ایک رویا ان دو انسانوں کی صداقت کے لئے کافی ثبوت ہیں۔ فرمایا۔ "بیشک"۔ عرض کیا گیا۔ کہ "خود حضرت مسیح موعود کی نسبت تو آپ یہ عقیدہ رکھتے ہو۔ کہ وہ اپنے تیئیس برس کے مکالمہ ومکاشفہ کی خود تاویلیں کرکے اپنے دعوے کے خود منکر رہے۔ تو آپ کس طرح بدیں عقل ودانش ایک الہام اور ایک رویا سے اتنے عظیم الشان نتیجہ پر پہنچ گئے۔ اور اگر مسیح موعود کی تصدیق صرف الہام سے ہی ہو سکتی ہے۔ تو آپ منظلہ میں کیوں کوشش کرتے پھرتے ہیں۔ جواب میں ارشاد ہوا کہ" یہ تمسخر اور تضحیک ہے"۔

تیسرا سوال یہ ہوا۔ کہ آپ مولوی صاحب کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں۔ جواب ملا۔ میرے خیال میں مولوی صاحب اپنی تحریروں میں محتاط نہیں ہیں"۔

چوتھا سوال یہ تھا۔ کہ میاں صاحب کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے۔ جواب ملا۔ کہ میاں صاحب اپنی غلطیوں کا اعتراف کر لیتے ہیں۔ اور میرے سمجھانے سے بہت سی باتیں سمجھ گئے ہیں"۔

پس یہ ہے وہ گفتگو۔ جس سے حافظ صاحب کی لسانی نے ہمیں لاجواب کر دیا ؟

محمودیوں کے مبلغ مولوی غلام رسول کا مالابار کے واقعات کی نسبت دروغ اور اس کی اصل حقیقت مولوی غلام احمد صاحب اخضاجی کی طرف سے

ذیل میں اُن عربی خطوط کا خلاصہ جو مولوی غلام احمد صاحب وقتاً فوقتاً مالابار سے بھیجتے رہے ہیں درج کیا جاتا ہے تاکہ احباب کو معلوم ہو جاوے کہ مولوی غلام رسول یہاں جیسے کو وہاں کیا عجز دکھلانا پڑا اور پس پشت دربار خلافت میں کیا فتح کے نعرے لگائے جا رہے ہیں ؟

سب سے اول ۲۶ ماہ جون کو مولوی غلام رسول نے یہ خط مولوی غلام احمد صاحب کو لکھا۔ کہ میں نے تمہارے بارے میں حسن ظن کیا اور سیدھے ہم تمہارے پاس آئے لیکن افسوس کہ تم نے ہماری مہمانوں کی طرح قدر نہ کی۔ اور ہمیں سخت کلامی سے پیش آئے اور پھر ساتھ ہی اسکے تم نے اخبار پیغام صلح میں یہاں کے حالات بھی درج کرا دیئے۔ اور علاوہ ازیں اور بھی عربی اشعار سنا کر بدزبانی کی۔

جسکے جواب میں مولوی غلام احمد صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے آپ کی بہت عزت کی ہے۔ اور مہمانوں سے بڑھکر آپکو سمجھا اور جسمانی بیماری کے ساتھ روحانی بیماری بھی آپکے سامنے پیش کی۔ کہ خدا کے لئے مسیح موعود کے اپنے افتراؤں سے نبی کا خطاب مت دو۔ بلکہ جو دعوے اُن کا ہے اسپر اکتفا کرو۔ لیکن آپ نے اس دعوت کو قبول نہ کیا بلکہ یہ سنکر آپ غضب میں بھر گئے اور خود میرے پاس سے چلے گئے۔ اسی نبوت کے مسئلہ کی وجہ سے مینے آپکے خلیفہ کا ساتھ چھوڑا۔ کیونکہ حضرت صاحب مجازی نبی اپنے آپ کو کہتے ہیں۔ اور حقیقی نبی سے انکار کرتے ہیں لیکن میاں صاحب انکے خلاف کہتے ہیں۔ کہ نہیں وہ ضرور حقیقی نبی ہیں اور مجازی نبی کہلانے میں وہ غلطی کرتے تھے۔ حالانکہ لانبی بعدی کے معنے شارعین نے لا شارع بعدی کے کئے ہیں۔ اور ایسی نبوت کے مدعی کو حضرت صاحب کذاب کہتے ہیں۔ اور حضرت صاحب نے اپنے آپ کو مجازی نبی بھی اس لئے کہا ہے کہ مکالمہ ومخاطبہ میں کثرت ہے اور یہ ایک شرط ہے اور ایک صریح قرینہ ہے۔ اس امر کہ آپ مجازی نبی ہیں کیونکہ حقیقی انبیاء کی نبوت کیلئے کثرت مکالمہ وغیرہ کوئی شرط نہیں۔ مثالی کے طور پر دیکھو لوکہ جس شخص میں شجاعت ہے اسے مجازاً شیر کہا جائیگا لیکن وہ حقیقی شیر نہیں۔ اگر اس میں شجاعت نہ بھی ہو تو بھی اسکو شیر ہی کہینگے پس اس پر غور کیا جاوے۔ اور ضالین کا راستہ اختیار نہ کیا جاوے اور خدا جانتا ہے کہ میری آپ سے عداوت نہیں بلکہ میں تو تمہارا ایک ناصح ہوں لیکن تم کو اس کی خبر نہیں ہے۔

پھر علاوہ جو کچھ کارروائی مولوی غلام رسول صاحب نے مالابار میں کی اسکی تفصیل انکی جماعت کے ایک شخص کے مندرجہ ذیل خط سے واضح ہے۔

اور وہ خط یہ ہے:۔

جناب مولوی غلام رسول صاحب! ہم نے آپ کا دعوے معلوم کیا کہ (مرزا غلام احمد) حقیقی نبی ہیں لیکن ابھی تک اس بارہ میں آپ کی طرف سے کوئی صحیح دلیل نہیں سنی۔ اگر آپ کے پاس اس کے اثبات میں کوئی دلیل ہے تو ہم آپ کے مشکور ہونگے کہ آپ اسکو مولوی غلام احمد کے پاس بیان کریں۔ ورنہ آپکو معلوم ہونا چاہیئے کہ آپکے جانے کے بعد جماعت میں ایک سخت انتشار واقع ہوگا۔ (یعنی اور لوگ بھی اُدھر ہو جائینگے) اور اس کا سبب مولوی غلام احمد ہونگے۔

کنج موسی دعمی الدین -

اس کے جواب میں مولوی غلام رسول صاحب لکھتے ہیں "ہم تو مباحثہ کے لئے تیار ہیں۔ اور حضرت صاحب کو نبی بھی دیگر انبیاء کی طرح مانتے ہیں۔ لیکن یہ عقیدہ ہمارا نہیں کہ وہ حقیقی نبی ہیں" (غور کا مقام ہے۔ ایک طرف تو اُن کے ہی ساتھی کہتے ہیں کہ ہم نے معلوم کیا۔ کہ آپ کا عقیدہ یہ ہے کہ مرزا صاحب حقیقی نبی ہیں اور ادھر یہ کہتے ہیں کہ ہمارا یہ دعویٰ نہیں) ؟

پھر اس خط کے مطابق مولوی غلام رسول صاحب مباحثہ کے لئے آئے۔ لوگ بیشمار جمع ہوئے۔ مولوی صاحب نے ایک لمبی تقریر کی جس میں یہ کہا۔ کہ پیغام میں ہم پر الزام لگایا گیا ہے۔ کہ محمودی حج کو فرض نہیں سمجھتے۔ بلکہ اپنے جلسہ کو حج سمجھتے ہیں۔ میں نے حوالے کا مطالبہ کیا۔ آخر مولوی غلام رسول نے اعتراف کیا کہ میں نے یہ افترا کیا ہے۔ پھر میں نے برکات خلافت میں سے لوگوں کو دکھایا۔ کہ ان لوگوں کا یہ عقیدہ ہے۔ چنانچہ صاف لکھا ہے کہ ہمارا جلسہ بھی حج کی طرح ہے۔ وہ فائدہ جو حج سے مقصود ہے۔ وہ سالانہ جلسہ پر ہی آکر اٹھاتے ہیں۔ اس کے بارے میں میں نے پوچھا۔ کہ کیا مسیح موعود نے بھی ایسا کبھی لکھا ہے۔ اس کا جواب انھوں نے نہ دیا۔ بلکہ اٹھ کر چلے گئے۔ اور کہا کہ ہم کل آویں گے۔ پھر بعد اس کے سامنے نہ ہوئے۔ بلکہ سیدھے وطن کو روانہ ہوئے ؟

پنجاب شیعہ مشن لاہور

اخبار اثنا عشری دہلی کے دیکھنے سے ہمیں اس بات سے بہت خوشی ہوئی۔ کہ لاہور کے شیعہ احباب نے مندرجہ بالا مشن کی بنیاد رکھی ہے۔ مسلمانوں کی تبلیغی بیداری جہاں کہیں بھی ہو۔ اور جس کسی سے بھی ہو۔ قابل تحسین ہے موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کا باہمی اختلاف مٹانے اور اُن کو شاہراہ ترقی پر لانے کے لئے اشاعت اسلام سے بڑھ کر اور کوئی کام نہیں۔ اور یہی وہ علاج ہے جو مسلمانوں کی درماندہ قوم کے لئے اس زمانہ کے مسیح اور مہدی نے تجویز کیا۔ عیسائی مشنری کوششوں سے سبق لیکر اگر مسلمانوں کے مختلف فرقے علیحدہ علیحدہ عیسوی و اسلامی ممالک میں جاکر اسلام کی اشاعت کرنی شروع کردیں۔ تو یہ آپس کی تُو تُو میں میں بہت حد تک کم ہو جائے اور کبھی نہ کبھی وہ باہمی اتحاد کی قدر کرنے لگیں۔

اس وقت مملکت ایران اور عراق عرب کی شیعہ آبادی کو عیسائی بنانے کے لئے عیسائیوں کے کئی مشن ایران و عراق عرب کے بڑے بڑے شہروں میں قائم ہو چکے ہیں۔ اور کئی زیر تجویز ہیں۔ اگر ہمارے پنجابی برادران شیعہ اپنے فرض کا احساس کریں۔ تو جتنی جلدی بھی ہو سکے۔ اپنے بھائیوں کو سنبھالنے کی اپیل کریں۔ عیسویت کی ترقی کو روکنے کے لئے فوراً قابل مشنریوں کا وہاں پہنچ جانا ضروری ہے۔ کاغذی گھوڑے دوڑانے کی نسبت کچھ کام کرکے دکھانا مردانگی ہے۔ اس وقت عیسائی مشنری بذریعہ سستی تصانیف میڈیکل مشن۔ انڈسٹریل مشن۔ مدارس مردانہ وزنانہ پرورش غربا دیتامے کے اپنے مذہب کا دائرہ ممالک اسلام میں وسیع کرتے جا رہے ہیں۔ اس لئے اُن کی ترقی کو روکنے کے لئے ہمیں بھی یہی ہتھیار استعمال کرنے چاہئیں۔ ایک مشن کے قیام کے لئے چار پانچ ہزار روپیہ ماہوار کا خرچ حامیان اسلام اور ہمدردان برادران ملت کے لئے کوئی بڑی بات نہیں۔ ایک مشنری کے ہمراہ کم از کم دو اور معمولی لیاقت کے آدمی بھی چاہئیں تاکہ اُسے خط وکتابت اور اطلاعات بہم پہنچانے میں مدد دیں مشن کے کارکن مشنریوں کے اہل وعیال کے اخراجات کا بوجھ اپنے ذمہ لیں۔ تاکہ مشنری کو فارغ البالی سے کام کرنے میں آسانی ہو۔

ممالک یورپ اور امریکہ میں اشاعت اسلام کی ضرورت

ایک ہندوستانی محب وطن امریکہ سے مندرجہ ذیل خطاب مسلمانوں سے کرتے ہیں:۔

"اب چند الفاظ مسلمانوں سے بھی کہنا چاہتا ہوں۔ مجھے میرے ایام سفر میں کسی چیز نے اس قدر تکلیف نہیں دی۔ جس قدر تکلیف مجھے اس ناواقفیت سے پہنچی۔ جو امریکہ میں اسلام اور اسلامی ممالک کے متعلق پھیلی ہوئی ہے۔

امریکہ میں آپ کو جاپان۔ چین۔ اور ہندوستان سے ہمدردی رکھنے والے امریکن ملیں گے۔ مگر مجھے اپنے پانچ برس کے سفر میں ایک بھی ایسا شخص نہیں ملا۔ جو اسلام یا اسلامی ممالک کا اچھے الفاظ میں ذکر کرتا ہو۔ مجھے اپنے ایک دوست کے ساتھ بدقسمتی سے ایک مباحثہ میں شریک ہونے کا اتفاق ہوا۔ جو سلطنت ٹرکی کے مستقبل کے متعلق تھی۔ ٹرکوں کی حمایت ایک ترک صاحب کر رہے تھے جو لوگ سے جواب دے رہے تھے۔ وہ اس قسم کی ناواقفیت تعصب اور دشمنی کا اظہار کر رہے تھے۔ کہ میں اس سب کو جو کہا جا رہا تھا۔ تکلیف سے نہ سن سکا ترک صاحب نے مسئلہ کو بری طرح لیا تھا۔ اور انہوں نے اپنے خلاف بہت سے برے جذبات پیدا کرا دیئے تھے۔ ترکوں کی بہت بری شہرت ہے اس لئے حاضرین سے ہمدردی حاصل کرنے کے لئے مسلمان اقوام کے معاملہ کو پیش کرنے کے لئے بہت قابلیت اور [illegible] کی ضرورت ہے آخر میں میری تجویز پر میرے ساتھی نے تقریر کی اور تعصب کو کم کرنے کی کوشش کی۔ مگر کیا ہو تا تھا انکی ایک تنہا آواز تھی۔

مسلمانوں کا ایک فرض اپنے مذہب کے لئے اپنے برادران مذہب اور خود اپنے لئے ہے وہ یہ ہے کہ دنیا کے مشہور مرکزوں میں چند قابل واعظ رکھیں یہ ایک ایسا فرض ہے۔ جس کی طرف انہیں بہت جلد توجہ کرنا چاہئے یہ بھی ہندوستان کا فرض ہے۔ خواہ وہ کسی فرقہ اور طبقہ سے تعلق رکھتا ہو۔ کہ وہ اسلام کے اچھے نام کو روشن کرے۔ اور دنیا کے ہر طبقہ میں جہاں کہیں بھی وہ کامیابی سے کام کر سکتا ہے۔ اسلامی اقوام کے لئے اس انصاف اور اچھے برتاؤ کے حاصل کرنے کی کوشش کرے جو دوسری اقوام کی نسبت کیا جا رہا تھا۔ اور کیا جا رہا ہے۔ اس کے کہنے کی بالکل ضرورت نہیں۔ کہ مسلمانوں کا یہ ایک ایسا ضروری فرض ہے۔ جس کے لئے انتظار کی اور دیر کرنے کی بالکل گنجائش نہیں ہے۔ اگر وہ اب بھی کوتاہی کریں گے تو اس کا نتیجہ اُن کے لئے لازمی طور پر خطرناک ہوگا"۔

مندرجہ بالا ریمارک کسی مزید تشریح کا محتاج نہیں فی الحقیقت اگر مسلمانوں نے موجودہ حالات کے ماتحت بھی اپنے فرض اشاعت وحفاظت اسلام کو نہ سمجھا تو اُن سے بڑھکر بدقسمت قوم دنیا پر اور کوئی نہ ہوگی۔ عیسائی مذہب کی تبلیغی کوششوں کا یہ حال ہے کہ عیسائیوں کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں مثل ہالینڈ وغیرہ بھی بذریعہ باقاعدہ مشنوں کے اسلامی و دیگر ممالک میں اپنا مذہب پھیلانے میں جدوجہد کر رہی ہیں۔ چہ جائیکہ امریکہ اور انگلینڈ کی مشنری سوسائٹیاں۔ جن کے ہزار ہا مشنری تمام دنیا کے ممالک میں جال کی طرح پھیلے ہوئے ہیں موجودہ حالات میں مسلمان زیادہ نہ سہی۔ اگر یورپ وامریکہ کے مختلف ممالک کے دارالخلافوں میں ایک ایک بھی اسلامی مشن قائم کر دیں۔ تو بہت کچھ کامیابی کی امید ہو سکتی ہے۔ مگر جیسا کہ ہمارے ہندوستانی بھائی نے لکھا ہے۔ اس کے لئے مزید انتظار اور دیر کرنے کی ذرا بھی گنجائش نہیں۔ قابل اعتماد اور مذہب سے واقف آدمیوں کا فوراً کام پر لگ جانا ضروری ہے اور ساری قوم کا فرض ہے کہ وہ ایسی سوسائٹیوں اور انجمنوں کو مالی امداد دینے میں کسی قسم کی رکاوٹ کو سامنے نہ آنے دیں۔ قوم کے قابل اور ہونہار اشخاص اپنے آپکو اس کام کے لئے پیش کریں۔ اور قوم اُن کی اور اُن کے بال بچوں کی کفالت کرے۔

عیسائی مشنریوں کے باقاعدہ نظام کا مقابلہ انفرادی طور پر یا بیدلی سے غیر منتظم اور عارضی جوش کے ساتھ کرنا اپنے مقاصد کو نقصان پہنچانا ہے۔ جو جماعت اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے وہ اپنے مرکز کو مضبوط کرکے اس کام میں ہاتھ ڈالے۔ یہ نہ ہو۔ کہ کام ادھورا چھوڑ کر جوش ٹھنڈا پڑ جائے۔ کام خواہ تھوڑی مقدار سے شروع ہو مگر جاری رہے۔ آہستہ آہستہ مزید مشنریوں کا اضافہ ہوتا رہے۔ عارضی ناکامی سے بے ہمت نہ ہو۔

جلد ۷ | مدینۃ المسیح لاہور چہارشنبہ مورخہ ۱۲ محرم الحرام سنہ ۱۳۳۸ھ مطابق ۸ اکتوبر سنہ ۱۹۱۹ء | نمبر ۲۴

کلام الامام امام الکلام

(از حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

ہمچو خاکم بلکہ زاں ہم کمترم
ما ہمہ پیغمبراں را چاکرم

ہمچو خاکِ افتادہ بر درے
ہر رسولے کو طریقِ حق نمود

جانِ ما قرباں بر آں حق پرورے
اے خداوندم بنامِ مصطفےٰ

کش شدی در ہر مقامے ناصرے
دستِ من گیر از رہِ لطف و کرم

در مہمم باش یار و یاورے
تکیہ بر زورِ تو دارم گرچہ من

ہمچو خاکم بلکہ زاں ہم کمترے

جواہر ریز

میں دیکھتا ہوں کہ باوجود مصائب پر مصائب آنے کے اور ہر طرف خطرہ ہی خطرہ دکھائی دینے کے لوگ ابھی تک سنگدلی اور عجب و نخوت سے کام لے رہے ہیں۔ نادان کب تک اس بے فکری میں بسر کریں گے۔ تاوقتیکہ لوگ ضد نہیں چھوڑتے۔ اپنی بری کرتوتوں سے باز نہیں آتے۔ اور خدا تعالےٰ سے مصالحت نہیں کرتے۔ یہ بلائیں اور مصیبتیں دور نہیں ہونے کی۔ میں نے دیکھا ہے۔ اور خوب غور کیا ہے۔ کہ قحط کے دنوں میں لوگوں نے ذرا بھی قحط کی مصیبت کو محسوس نہیں کیا بلکہ شراب خانے اسی طرح آباد تھے۔ اور بدکاریوں اور بدمعاشیوں کے بازار برابر گرم تھے۔ ابتدا میں جب کبھی کوئی برائے نام قحط کی مکہ مدینہ کے نام سے آجایا کرتا تھا۔ تو لوگ ڈر جایا کرتے تھے۔ اور مسجدیں آباد ہو جایا کرتی تھیں مگر اس وقت شوخی اور بے باکی حد سے بڑھ چلی ہے۔ اللہ تعالےٰ ہی فضل کرے۔

عقلمند وہ ہے جو عذاب آنے سے پیشتر اس کی فکر کرتا ہے۔ اور دور اندیش وہ ہے۔ جو مصیبت سے پہلے اس سے بچنے کی فکر کرے۔

انسان کو یہی لازم ہے کہ آخرت پر نظر رکھکر برے کاموں سے توبہ کرے۔ کیونکہ حقیقی خوشی اور سچی راحت اسی میں ہے یہ ایک یقینی امر ہے۔ کہ کوئی بدکاری اور گناہ کا کام ایک لحظہ کے لئے بھی سچی خوشی نہیں دے سکتا۔ بدکار اور بدمعاش کو تو ہر دم اظہار راز کا خطرہ لگا ہوا ہے پھر وہ اپنی بدعملیوں میں راحت کا سامان کہاں دیکھیگا۔ آخرت پر نظر رکھنے والے ہمیشہ مبارک ہیں۔ ع

مردِ آخر بیں مبارک بندہ ایست

دیکھو۔ ان قوموں کا حال جن پر وقتاً فوقتاً عذاب آئے۔ ہر ایک کو یہی لازم ہے کہ اگر دل سخت بھی ہو۔ تو اسے ملامت کرکے خشوع خضوع کا سبق دے۔ رونا اگر نہیں آتا۔ تو رونی صورت بنائے۔ پھر خود بخود آنسو بھی نکل آئیں گے۔

ہماری جماعت

کے لئے سب سے زیادہ ضروری ہے۔ کہ وہ اپنے اندر پاک تبدیلی کریں۔ کیونکہ ان کو تو تازہ معرفت ملتی ہے۔ اور اگر معرفت کا دعوےٰ کرکے کوئی اس پر نہ چلے۔ تو یہ نری لاف گزاف ہی ہے۔ پس ہماری جماعت کو دوسروں کی سستی غافل نہ کردے۔ اور انکو کاہلی کی جرأت نہ دلادے۔ وہ ان کی محبت سرد دیکھ کر خود بھی دل سخت نہ کرے۔

انسان

بہت آرزوئیں اور تمنائیں رکھتا ہے۔ مگر غیب کی قضا و قدر کی کس کو خبر ہے۔ زندگی آرزوؤں کے موافق نہیں چلتی تمناؤں کا سلسلہ اور ہے۔ قضا و قدر کا سلسلہ اور ہے۔ اور وہی سچا سلسلہ ہے۔ خدا کے پاس انسان کے سوانح سچے ہیں۔ اسے کیا معلوم ہے۔ اس میں کیا لکھا ہے۔ اس لئے دل کو جگا کر غور کرنا چاہئے۔

توحید

کی ایک قسم یہ بھی ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کی محبت میں اپنے نفس کے اغراض کو بھی درمیان سے اٹھا دے اور اپنے وجود کو اس کی عظمت میں محو کرے۔

میری زندگی

صرف احیاء دین کے لئے ہے۔ اور میرا اصول دنیا کی بابت یہی ہے کہ جب تک آرام سے [illegible] نہ [illegible]۔ ایمان کا [illegible] نہیں۔ راحت اور [illegible] لذت دینے والی چیزیں نہیں۔ اگر ہم دنیا کے چند دم مصیبت و رنج میں کاٹیں گے۔ [illegible] کے عوض جاودانی راحت پائیں گے۔ [illegible] نہیں کی برداشت ہے۔

کہ جو دنیا کے دوزخ کو اپنے لئے قبول کرتے ہیں اور لذات اور عیش و عشرت دنیا کے لئے مرے نہیں جاتے۔ دنیا کیا حقیقت رکھتی ہے۔ اور اس کے رنج و راحت کیا چیز ہیں جس کو آخری خوش حالی کی خواہش ہے۔ اس کے لئے یہی بہتر ہے۔ کہ تکالیف دنیوی کو بہ انشراح صدر اٹھائے اور اس نابکار گھر کی عزت اور ذلت کو کچھ چیز نہ سمجھے۔ یہ دنیا بڑا دھوکہ دینے والا مقام ہے۔ جس کو آخرت پر ایمان ہے۔ وہ کبھی اس کے غم سے غمگین اور نہ اس کی خوشی سے خوش ہوتا ہے۔

اخبار احمدیہ

شملہ:- شیخ عبدالحکیم صاحب جو کہ لوٹی کنڈہ کا میں رہتے ہیں۔ ان کے اخلاق حمیدہ کا صرف اسی ایک بات سے پتہ لگتا ہے۔ کہ قادیانی وفد جب آیا۔ تو انھوں نے ان کو اپنے مکان میں ٹھیرایا۔ اور اس بات کی پرواہ بھی نہ کی کہ یہ لوگ ہمیں کافر کہتے ہیں۔ بلکہ ادفع بالتی ھی احسن کا نمونہ انہوں نے خوب دکھایا۔ قادیانی وفد کی شب و روز بحث بھی سنتے رہے۔ اور علاوہ اس کے حافظ روشن علی صاحب وغیرہ نے ان کو علیحدگی میں بھی تبلیغ کی۔ اور دام تزویر میں پھنسانے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ لیکن آہ! ع

ہمہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرماں رفتم!

قادیانی وفد کا کوئی حیلہ کارگر نہ ہوا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ حق کے متلاشیوں کو کبھی گمراہی میں نہیں ڈالتا۔ شیخ صاحب موصوف قادیانی وفد کے جانے کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ایک دن میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے ان کے تمام شکوک رفع کر دیئے۔ آخر ۲۱ ستمبر کو وہ سلسلہ عالیہ میں داخل ہو گئے جائے حیرت ہے۔ کہ مولوی غلام نبی صاحب انکے مکان میں قریباً ایک ماہ سے ٹھیرے ہوئے تھے۔ ان کی روزانہ تبلیغ نے کوئی اثر نہ دکھلایا۔ اور حسرت بھری نگاہوں سے شیخ صاحب موصوف کو حضرت امیر ایدہ اللہ کے ہاتھ پر سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوتے دیکھنا پڑا۔

حضرت [illegible] صاحب، خلف الرشید حضرت [illegible] یعقوب بیگ صاحب مورخہ ۲۸ ستمبر کو شیخ [illegible] ولایت سے [illegible] الحمد للہ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے ماسٹر فقیر اللہ صاحب [illegible] نے [illegible] پرنٹر [illegible] سے چھپوا کر دفتر پیغام صلح سے شائع کیا

بہرحال یہ ایک علیحدہ مضمون ہے جس کے لیے ایک کتاب کی ضرورت ہے۔ جس میں علیحدہ علیحدہ مسلمانوں کے علم اور سائنس پر جو احسانات ہیں۔ ان کو جمع کیا جاوے

تعلیم اور علوم کی ترویج کے لیے جو کچھ کوشش سرکاری طور پر کلیسیا نے کی وہ یا تو اندرونی رفقا یا مردوں کا کام تھا یا بیرونی تاثرات کا نتیجہ تھا۔ رومن کیتھولک شاخ کلیسیا نے جو عیسائیت کا قدیم ترین فرقہ ہے۔ اور اب بھی بڑے اعداد سب سے زیادہ ہے۔ اس نے کبھی بھی تعلیم پھیلانے کے واسطے ایک محدود حلقہ کے باہر خود کوشش نہیں کی اس طرح توسیع علم کے واسطے مسلمان فقط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو پورا کرتے ہیں۔ جنکا ایک قول ہے جو کوئی عالموں کی عزت کرتا ہے وہ میری عزت کرتا ہے۔

علم حاصل کرو کیونکہ یہ عالم کو حق اور باطل کے درمیان تمیز کرنا سکھاتا ہے۔ یہ آسمان کا راستہ روشن کر دیتا ہے۔ صحرا میں ہمارا دوست ہے۔ اور تنہائی میں ہمارا ہمجنس ہے۔ جب ہم بغیر یار کے ہوں تو یہ ساتھی ہے اور خوشی کا رہنمائی کرتا ہے۔ تکلیفوں میں ہمارا غم خوار ہے۔ دوستوں میں زیور ہے۔ دشمنوں میں زرہ بکتر

حرفہ و تجارت کی طرف نظر دوڑائیں تو وہاں بھی یہی رنگ دکھائی دیتا ہے۔ شیشہ اور کاغذ سازی دونوں فن مقدس جنگوں کی بدولت ایشیا سے یورپ میں آئے اور تمام مغرب میں عربوں کا خصوصاً کاغذ کے بارہ میں زیر احسان ہے۔ سسلی میں زراعت کو افریقہ اور اندلس کے عرب نوآبادکاروں نے فروغ بخشا جنہوں نے کرم ابریشم اور اناج کی کاشت کی۔ اگرچہ یہ بات تمام قیاسات کے مقابل تو تعجب آمیز ہوگی مگر عرب تجار ہی کی بدولت عیسائیت نے ہندوستان اور چین میں قدم رکھا علاوہ ازیں بے شمار تعداد میں اکتشافات اور ترقیات جو صنعت و حرفت اور تجارت میں ہوئی ہیں اور جو فروغ علمی ہوا ہے۔ ان سب کے ذمہ وار مغرب میں فدائیان رسول عربی ہی ہیں۔

اخلاق کی اصلاح میں اسلام نے جس کامیابی کے ساتھ دنیا کو پاک کیا وہ نہایت ہی حیرتناک ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت توہم پرستی سے سطح غبار آلود تھا۔ کوئی شخص مرجاتا تو ... یہی خیال ... کہ اس کی جائداد بعد از مرگ بھی اس کے ذاتی مصرف میں لائی جاوے۔ اور اس کی قبر پر ایک اونٹ باندھ دیا جاتا جو وہیں بھوک پیاس سے مرجاتا تاکہ جب مردہ دوبارہ زندگی دیا جاوے تو اس کو سواری وہیں مل جاوے اور اس کو پیدل چلنے کی تکلیف نہ ہو۔ دختر کشی کی ناپاک رسم عام تھی۔ ✽ بیویاں روپیہ دیکر خریدی جاتی تھیں تاآنکہ قرآن کریم نے اس کو ممنوع قرار دیکر حکم دیا ہے۔ کہ ... اور خاوند ... کی جائداد کی حصہ کا اسکی موت کے بعد وہ وارث ہے۔

کثیر الازدواجی جو ایک لامتناہی سلسلہ معلوم ہوتی تھی۔ وہ بھی ایک حد تک روک دی گئی اور تمام بیویوں کے ساتھ یکساں سلوک کرنے کا حکم صادر فرماکر کثیر الازدواجی کو قریباً ناممکن بنا دیا۔ اور اب ہم کو اسلامی ممالک میں اس کی خال خال مثالیں ہی نظر آتی ہیں۔ یہ عام طریق تھا۔ کہ خاوند ذرا سی ناراضگی پر عورت کو طلاق دے دیتا۔ اور پھر اپنی مرضی سے اس کو اپنے حرم میں داخل کرتا تھا۔ اس طرح طلاق اور عود کرانے کا ٹھکانہ ہی نہ تھا۔ لیکن اسلام ... اس ... رسم کو قطعاً بند کر دیا۔ اور ... کے واسطے وراثت کے قوانین منضبط کیے۔ علاوہ بریں دو بہنوں کا ایک ہی وقت میں اپنے نکاح اور بیوہ کا ایک طرح کی جائداد متصور کرنا وغیرہ وغیرہ مذموم رسوم کا قلع قمع کیا

نوٹ

✽ یہ رسم پنجاب میں کچھ عرصہ سے اس قدر زور پکڑ رہی ہے۔ اور خصوصاً دیہات میں کہ ... خواہ غلط ... پر اس کا ... ہم ذمہ داری عاید ہوتی ہے ...

(ایڈیٹر)

سنہ ۱۸۷۰ سے قبل انگلستان میں ... طبقہ اناث کو ابتر حالت میں دیکھتے ہیں جبکہ میری وال سٹون کرافٹ نے کتاب عورتوں کے حقوق کی نگہداشت لکھی۔ اور کہیں جاکر ۱۸۷۰ میں قانون جائیداد شادی شدہ عورات پاس ہوا۔ اس سے قبل بر قانونی مستورات اور ان کی جائیداد مردوں کے ہاتھ کھلونے کی طرح تھیں مگر ہم قرآن میں شروع سے آخیر تک دیکھتے ہیں۔ کہ عورتوں اور مردوں کے درمیان وراثت قائم کرتا جاتا ہے۔ اور تاریخ میں ہم کس موقع پر وہ ترغیب و تحریص عورتوں کی تعلیم اور تربیت کے واسطے جو اسلام نے رکھی ہے۔ ہرگز نہیں پاتے یا وہ مراعات اور حقوق جو آج سے تھوڑا عرصہ پیشتر عیسائی عورتوں کو حاصل ہوئے ہیں۔ جب سے تاریخ شروع ہوئی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ عورتوں کو مقہور ... کہا جاتا ہے۔ اور مردوں کے گناہوں کا موجب ٹھہرایا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ گناہ اور بدی کو دنیا میں لانے والی خیال کی جاتی ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیمات میں سے ایک یہ بھی تھی۔ کہ انہوں نے اتہام اور بہتان لگانے کا ازالہ ... فرمایا اور ... بہتان باندھنے والوں پر جسمانی سزا ... عیسائی اقوام ان کے نقش قدم پر چل ... کا ... انسداد کر سکتے ہیں

اسی طرح رسول پاک نے غلامی کی اصلاح کے واسطے اپنے پیروؤں کو غلام آزاد کر دینے کی زور سے نصیحت کی اور اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے بیت المال میں ایک خاص ... علیحدہ قائم کر دیا ایک حدیث نبوی ہے ... خدا تعالیٰ اپنی مخلوق میں اس مقصد کو سب سے زیادہ عزیز رکھتا ہے۔ کہ غلاموں کو آزاد کر دیا جاوے اور سب سے زیادہ طلاق کو ناپسند کرتا ہے۔

اللہ نے جو مذہبی آزادی کا اصول دنیا میں قائم کیا ہے اسکا صرف تعصب کی پٹی باندھ کر ہی انکار ... ہیں جنگ ترکی و روس کے بعد ۱۸۷۸ء میں سلطان نے اپنی تمام رعایا کے لیے برملا آزادی مذہب کا اعلان کر دیا تھا کے ساتھ ہی ایک پروٹسٹنٹ آنگلن گرجا قسطنطنیہ میں قائم ہوگیا اور اس موقع کو غنیمت جان کر چرچ مشنری سوسائٹی نے ایک خاص فن اس ملک کے لیے قائم کر دیا

محمد صلی اللہ علیہ ... گذر گئی ہیں۔ آج دنیا کا کثیر حصہ ان کا ... کے اول ترین نومسلموں میں جنہوں نے ان کو نبی تسلیم ... ہم عجیب بات دیکھتے ہیں۔ کہ وہ اس کی بیوی۔ غلام شاگرد اور دوست تھے۔ جو اس کے حقیقی شیدائی اور جان نثار تھے۔ اور وہی لوگ تھے جو سب سے زیادہ اس کی فطرتی کمزوریوں سے آگاہ ہو سکتے تھے۔ اس کا پیغام توحید الٰہی تھا۔ جو کوئی نئی بات نہ تھی۔ بلکہ ہر زمانہ میں اور ہر ملک میں جہاں شرک و توہم پرستی کا بازار گرم تھا کسی نہ کسی وقت توحید کا سبق لوگوں کو دیا گیا تھا۔ اور ہر جگہ یہی سماں دکھائی دیتا ہے کہ نگاہیں چھوٹے چھوٹے معبودوں کے ماوراء ایک بڑی اجل ہستی کی طرف جو کل کائنات پر حکمران ہے دوڑتی ہیں اور جس کی طرف تمام عالم گردن جھکائے ہوئے ہے۔ گذشتہ زمانہ شمالی یورپ کا علم الاصنام میں اس معبود کو "ہر چیز کا بنانیوالا۔ لازوال۔ قدیم۔ زندہ۔ جبروت والا۔ سر مکنون کا پتہ رکھنے والا۔ اور لاتبدل ہستی" پکارتے ہیں۔ وہ اس کو چار دیواری کے اندر محدود نہیں رکھنا چاہتے تھے۔ بلکہ اس کی شان کے شایاں ... صرف کھلی ہوائیں۔ جنگلوں میں اور ہولناک ویرانوں میں ہی کرنے کی تعلیم دیتے تھے۔ پاسینر کی بھی رائے ہے کہ قدیم ترین انسان خدائے واحد کی عبادت کرتے تھے ✽ آرفیس کا مقولہ ہے۔ خدا ایک ہے۔ وہ صمد ہے۔ سب چیزیں اسی سے شروع ہوتی ہیں اور وہ دنیا کا حاکم ہے ✽

فیثاغورث بھی اسی طرح ایک خدا کا قائل تھا۔ جو کہ سب کا خالق ہے۔ علی ہذا القیاس دیگر مشہور فلسفیان یونان و روم اور مصر کا بھی یہی خیال تھا۔

... سب ... ائیت ... جب ... کہ ان کے بڑے بڑے ... لگ پڑے ... شروع ہوگیا ہے اور

... بھی زیر بحث ہے۔ جب مکالے کی کلیسائے روم کے متعلق پیشگوئی آخر غلط ثابت ہوتی۔ آرچ بشپ آف کنٹربری کی رپورٹ بھی صریح الفاظ میں بیان رہی ہے۔ کہ چرچ آف انگلینڈ ایک بڑی ناکامی ثابت ہوا ہے۔ اور کلیسیا کے دیگر ارکان اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ چاروں طرف مذہب کلیسیا کے زوال کی مایوس آوازیں اٹھ رہی ہیں۔ نہ بلحاظ اس کے پیروؤں کے جو اس سے منحرف ہو رہے ہیں۔ بلکہ اس کے اصولوں اور اعتقادات کی طاقت سے ✽ اسلام کی ترقی کا باعث اعتقادات کے نقطۂ نگاہ سے اس کا اللہ تعالیٰ کی توحید یکتائی اور عظمت کا ٹھیک ٹھیک کھلے اور بین طور پر دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہر قول اور فعل میں ہم اس طاقت کا اثر دیکھتے ہیں۔ جو خدا تعالیٰ کی صفت عدل کو ذہن نشین کرنے سے حاصل ہوتی ہے آپ نے عیسائیوں میں ہی مخصوص نہیں ہر جگہ آپ نے بت پرستی کو پایا۔ ہم اپنے قیاس میں ایک پیغمبر خدا کو دیکھیں جو دنیا کو اب آکر دیکھتا ہے۔ اپنے سمجھ اُن کے احساسات کا اندازہ کریں۔ یا عیسیٰ ... سے ایک حواری رومن کیتھولک گرجا میں عبادت کے وقت آ داخل ہو۔ کیا واقعی اس کا وہاں دم نہیں گھٹ جائیگا۔ یہی خیال اس پیغمبر عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں موجزن ہوئے جب اس نے خدا کی وحدانیت کا اور جو تعظیم اس کی ذات کی ہونی چاہیے تھی اس کا نقشہ دل میں جما کر عیسائی گرجوں کو دیکھا۔ اور کفار کے معبدوں پر نظر دوڑائی۔ خدائے واحد کی بجائے کئی خداؤں اور بتوں کی عبادت ہوتی تھی۔ کعبہ میں ہی تین سو ساٹھ بت تھے کوئی آدمی کی شکل کا۔ کوئی عقاب۔ شیر ببر۔ ہرن وغیرہ وغیرہ کا مجسمہ۔ لیکن سب سے شاندار ہبل سنگ یشب کا بنا ہوا تھا جس کے ہاتھ میں ازلام تھے۔ جو اس کی خدائی کے نشان تھے۔ انہیں بتوں میں چھوٹے بچے مسیح کی تصویر بھی تھی۔ جو مریم علیہا السلام کی گود میں سویا ہوا ہے۔ یہ تصویر شاید کسی عیسائی گرجا میں سے لی گئی ہوگی ✽ اس وقت پیغمبر خدا بت شکن بنتے ہیں۔ وہی پیغام ... جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو دیا گیا۔ آج بھی وہی پیغام اسلامی ہے۔ اور اس کا فرضی مفہوم ہے۔ کہ سوائے اللہ کے اور کوئی معبود نہیں۔ نہ اس کو کسی نے جنا۔ نہ وہ کسی سے جنا گیا اور اس جیسا اور کوئی نہیں۔ یہ بات بھی خواہ کسی کو بعید از عقل ہی معلوم ہو مگر ہم کہینگے کہ اسلام ترقی کا مذہب ہے اور اس کے اصولوں میں ادنے سے ادنے تغیر بھی واقع نہیں ہوا۔ ... صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رسالت کو مٹانے کے لیے نہیں آئے تھے۔ اور نہ یہ ان کا مشن تھا۔ بلکہ وہ اس کو ان آلائشوں سے جو اس میں مل گئی تھیں پاک کرنے کے لیے اور قوموں کو بت پرستی اور جہالت سے چھوڑانے کی غرض سے مبعوث ہوئے تھے۔ دنیا میں ہمیشہ پیغمبر اور نبی آتے رہے ہیں۔ ان کا ایک ہی ... رہا ہے۔ کہ لوگوں کی توجہ خدا کی طرف ... جاوے۔ یہی مشن تمام انبیاء از حضرت نوح۔ حضرت موسیٰ۔ حضرت داؤد۔ حضرت عیسیٰ علیہم السلام کا تھا اور یہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ چند دن ہوئے۔ مجھے ایک شخص نے سوال کیا کہ قرآن تو ہم ... یہود کو کافر کہتا ہے جس کی تردید کے لیے یہ جواب کافی ہوا کہ قرآن کبھی بھی ایسا نہیں کہتا۔ اگر کوئی اسکو پڑھے تو وہ صاف دیکھ لیگا کہ ان کو وہ اہل کتاب کہتا ہے اور بت پرستوں کو کفار۔ اور جو کوئی ... شروع کردے اور خدا کے ... تعظیم کرے۔ خواہ مسلمان ہو یا عیسائی ہو۔ وہ ... نہیں کہلا سکیگا۔ کیونکہ اس نے وحی الٰہی سے ... کیا۔ اسلام کے پاس ہدایت ہے ایک گنہگار کیواسطے جو خواہ مرد ہو یا عورت جو اپنے رب کی طرف عود کرنا چاہے اور اس کے احکام کے ماتحت اپنی زندگی بسر کرنا چاہے۔ ایک متعصب نکتہ چین جس نے قرآن کو کبھی پڑھا نہ ہو۔ فوراً نفی میں جواب دیگا۔

سلسلہ احمدیہ کی تباہی چاہنے والوں سے ایک بات

مسلمانوں کی بدقسمتی سے جہاں وہ بہت سے اخلاق فاضلہ کی حالت سے گر گئے ہیں۔ جن پر صاحب خلق عظیم نے اس قوم کو کھڑا کیا تھا۔ وہیں اس پُرحکمت کتاب اور معلم حکمت رسول کے پیروؤں نے اپنے آپ کو اس طرح بھی ذلیل کر رکھا ہے کہ انکی آجکل کی بیشتر مذہبی تصنیفات میں۔ اُن کے وعظوں میں۔ محققانہ کلام کی بجائے سطحیات اور متانت کی بجائے استہزا کا رنگ زیادہ غالب ہوتا ہے۔ عوام کے بگڑے ہوئے مذاق کی اصلاح کرنے کی بجائے ہمارے گروہ واعظین نے اپنا فرض یہ سمجھا ہوا ہے کہ جلسہ میں جو لوگ جمع ہوں وہ خوش ہو جائیں واہ واہ کردیں۔ اور اس کے لئے ضرورت ہوتی ہے کسی کی پگڑی اُتارنے کی۔ کسی پر پھبتیاں جمانے کی۔ سو یہ سب کچھ انکو کرنا پڑتا ہے۔ اور یوں قوم کا مذاق روز بروز اور بگڑتا چلا جاتا ہے۔ میں اس امر واقع کا اظہار کرتے ہوئے کسی کا نام لینے کی ضرورت نہ سمجھتا۔ مگر ایک مشہور علمی رسالہ کی ایک منقدانہ نگاہ نے مجھے اس کے لئے مجبور کیا ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب ایک مشہور مصنف اور مشہور واعظ ہیں۔ اُن کے اچھے کام کو میں بُرا نہیں کہتا۔ لیکن میں ہی نہیں۔ اکثر متانت پسند اصحاب جو احمدی ہیں مولوی صاحب کی اس طرز کو جو انھوں نے سلسلہ احمدیہ کے خلاف اختیار کی ہوئی ہے۔ وعظ کی اس مذموم طرز کی بدترین مثالوں میں سے ایک مثال سمجھتے ہیں جس کا ذکر میں نے اوپر کیا ہے۔ اور یہی حال اُنکے اس لٹریچر کا جو سلسلہ احمدیہ کے خلاف انھوں نے پیدا کیا ہے۔

جہانتک میں سمجھتا ہوں "تاریخ مرزا" کی اشاعت سے اُن کے نامۂ اعمال میں کوئی معتدبہ اضافہ نہیں ہوا۔ واللہ اعلم۔ کیونکہ اس میں وہی روزمرہ کے چند مضمون دوہرائے گئے ہیں مجھے اس پر کوئی تعجب نہ تھا۔ کہ مولوی صاحب باوجود سلسلہ کی ایک … بیش بہا خدمت اسلامی کے اعتراف کے اس کی بیخکنی پر اسی طرح کمربستہ ہیں۔ کیونکہ وہ اپنی عادت سے مجبور ہیں۔ اور جو قلب عناد سے بھرا ہوا ہو۔ اس میں سے کچھ نہ کچھ ظاہر ہوتا ہی رہیگا۔ لیکن مجھے رسالہ "معارف" میں جس کو میں اس طبقہ کے خیالات سے بہت بلند سمجھتا تھا "تاریخ مرزا" پر ذیل کا ریویو پڑھ کر ضرور تعجب ہوا ہے

"تاریخ مرزا" مرزا غلام احمد قادیانی کے اہم واقعات زندگی کی تاریخ مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری نے مرتب کی ہے"

ذکر اس پری وش کا اور پھر بیان اپنا
بن گیا رقیب آخر تھا جو رازداں اپنا

مولانا ابوالوفا اس میدان کے مرد ہیں اور قادیانی لٹریچر کے سب سے بڑے نقاد ہیں۔ اس لئے اُنکے قلم سے اس موضوع پر جو کچھ نکلا ہے وہ ایک مستند ذریعہ معلومات ہے"……

بقیہ ریویو کو جس میں یہ افسوس کیا گیا ہے کہ کچھ اور عیب شماری مرزا صاحب کی کیوں نہیں کی گئی میں چھوڑتا ہوں یہ بھی میں سمجھتا ہوں کہ گو اس رسالہ کے مدیر بظاہر سید سلیمان ندوی ہیں مگر اس نظر لطف سے اُن کا پایہ میرے نزدیک بلند ہے۔ اور غالباً کسی اور ہاتھ سے یہ سطریں درج ہوئی ہیں۔ لیکن "معارف" کی حیثیت علمی کے رسالہ کو بھی ان خیالات سے بلند ہونا چاہیئے تھا۔

مولوی صاحب نے یہ رسالہ کس کیفیت قلبی کو لکھا ہے اس کے لئے اندرونی صفحات پر نظر ڈالنے کی چنداں ضرورت پیش نہیں آتی۔ سرورق کو اُنھوں نے "نجعلنا ھم احادیث" سے مزین کر کے خود ہی اسکو ظاہر کر دیا ہے۔ یعنی ان کے نزدیک بانی سلسلہ احمدیہ کا شمار ان دشمنان حق میں ہے جنہوں نے اپنی عمریں حق کی مخالفت میں گنوادیں۔ اور وہ تباہ اور برباد ہو گئے اور پیچھے اُنکے نام لیوا کوئی نہ رہا۔ بلکہ اُن کے قصّے ہی قصّے رہ گئے۔ حضرت مسیح موعود کو اس آیت کا مصداق قرار دیکر مولوی ثناء اللہ صاحب نے نہ صرف یہ ظاہر کر دیا ہے کہ اُن کا دل بغض و عناد سے کس طرح بھرا ہوا ہے بلکہ یہ بھی بتا دیا ہے کہ حضرت مسیح موعود کی مخالفت کے … اپنے آپ کو … قرآن … [illegible] وہ اُن … کان دیئے ہیں۔ مگر

اُن سے پیچھے کا نام نہیں لیتے۔ مولوی صاحب خوب یاد رکھیں۔ کہ حضرت مرزا صاحب کو اُن کے دجال، مردود، کذاب، ملعون کہنے سے وہ "احادیث" نہیں بنتے۔ خدا کے فضل سے اُن کی وہ جماعت موجود ہے۔ جس نے خدمت دین کا وہ کام کر کے دکھایا کہ جس کی توفیق مولوی صاحب اور اُنکے امثال کو نہیں ملی بتا دیا ہے۔ کہ اگر وہ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ تو بانی سلسلہ احمدیہ کے دل میں کس قدر جوش خدمت اسلام کا تھا۔ جس کی لکھی ہوئی کتابوں کا صفحہ صفحہ گواہ ہے۔ کہ اُس کے دل میں کس قدر غیرت اور حمیت اسلام تھی۔ اور کس قدر علوم کا دروازہ اُس پر کھولا گیا۔ جس کے قائم کردہ اصول کلام شاہد ہیں۔ کہ اسلام کی خدمت کے کیسے کیسے حربے اس کے ہاتھ میں دیئے گئے۔

مولوی صاحب! خوشی سے آپ لوگ ایک برگزیدہ خدا کو مردود، دجال کہتے جائیں۔ یہ وہ تھوک ہے جو چاند پر آپ پھینک رہے ہیں۔ آج ایک دُنیا معترف ہے کہ مرزا صاحب کیا کام کر گئے۔ کاش آپ بھی کبھی تنہائی کی گھڑیوں اس آخری حد ابد ہی کے وقت کو مدنظر رکھکر یہ سوچتے۔ کہ آخر یہ کیا راز ہے کہ جس کو آپ دجال و کذاب کہتے تھے اُسی کو اللہ تعالیٰ نے خدمت دین اسلام کے لئے چن لیا۔ اُسی کی جماعت کو خدمت اسلامی کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دینے کی توفیق دی۔ اُسی کے ذریعہ سے اسلام کو دُنیا کے اُن مقامات میں پہنچایا۔ جہاں صدیوں وہ نہ پہنچا تھا۔ اُسی کے ذریعہ سے سینکڑوں صلیب پرستوں کو محمد رسول اللہ صلعم کی غلامی میں لا داخل کیا۔ اور ہزاروں بلکہ لاکھوں کے دلوں میں سے اسلام کے متعلق ہر قسم کے گندے خیالات کو نکال کر اُن کی جگہ اسلام کی خوبیوں کا اعتراف بھر دیا۔ علمائے اسلام اپنے اندرونی جھگڑوں میں لگے رہے۔ اور اس شخص کو جو آپ کے زعم میں دجال تھا خدا تعالیٰ نے خدمت اسلام کے لئے چن لیا۔

کاش عقلمند سوچیں کہ ایک دجال ایک کذاب ایک دشمن دین بقول مولوی ثناء اللہ مصداق **نجعلناھم احادیث** کے دل میں وہ جوش خدمت اسلامی کس طرح بھر گیا۔ جس نے ایک جماعت کی جماعت کے دلوں میں خدمت اسلام کی آگ لگا دی۔

کاش معارف کا ریویو کرنے والا اس بات پر غور کرتا۔ اور "تاریخ مرزا" کے سرورق کے ان الفاظ اور واقعات پر غور کرکے سوچتا کہ یہ کس طرح ممکن ہے۔ کہ جس شخص کو یہ تاریخ نویس "احادیث" قرار دیتا ہے۔ آج اگر کوئی جماعت خدمت اسلام میں لگی ہوئی ہے اور اشاعت اسلام کو اپنی زندگیوں کا مقصد قرار دیتی ہے۔ تو وہ اسی کی جماعت ہے۔ مگر سچ ہے کہ **تشابھت قلوبھم**۔ عیسائیوں کو جب محمد رسول اللہ صلعم کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ تو وہ چند اعتراض لیکر اُن کو رٹتے چلے جاتے ہیں۔ اتنی بیویاں کیوں کیں۔ لڑائیاں کیوں کیں۔ یہ کیوں کیا وہ کیوں کیا۔ اور اتنا غور نہیں کرتے۔ کہ ان واقعات سے وہ محمد رسول اللہ صلعم کو (نعوذ باللہ من ذالک) ایک شہوانی انسان ثابت کرنا چاہتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ جو غلام شہوت ہو وہ ایک عالم کو شہوت پرستی سے نکال کر خدا پرستی کے بلند مقام پر کس طرح پہنچا سکتا ہے۔

حضرت مسیح کو جب یہودیوں نے یہ الزام دیا کہ یہ شیطان کی مدد سے معجزات دکھاتا ہے۔ تو آپ نے کیا اچھا جواب دیا۔ تو پھر شیطان اپنی بے بنیادی کے لئے کیوں کام کرتا ہے یعنی میں تو نیکی اور راستبازی دُنیا میں پھیلاتا ہوں۔ یہ عجیب شیطان ہے کہ نیکی اور راستبازی کا دشمن ہوکر نیکی اور راستبازی کو دنیا میں پھیلاتا ہے اگر اُنکے غالی پیرو حضرت مسیح کے اس ایک فقرہ پر ہی غور کرتے۔ تو محمد رسول اللہ صلعم کے کام کو دیکھکر وہ اُنکی غلامی میں داخل ہو جاتے۔ مگر تعصب نے اندھا کر رکھا ہے۔

آج ہمارے یہ خیرخواہ علماء بھی یہ گویا یقین دلانا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ساری قدیم سنتیں بدل گئیں۔ اب دجال ہی خدمت اسلام کا کام کیا کریں گے۔ اور حامیان شرع متین ایک دوسرے کی پگڑی اچھالنے کے مشاغل میں لگے رہیں گے۔

معارف کی نقادی کی یہ دلیل کم از کم مجھے سمجھ نہیں آئی۔ کہ مولوی ثناء اللہ صاحب جو کچھ سلسلہ احمدیہ کے متعلق لکھیں وہ ایک مستند ذریعہ معلومات ہے۔ اس لئے کہ وہ شروع سے ہی سلسلہ کی مخالفت کرتے چلے آئے ہیں۔ بالفاظ ریویو کنندہ

اس میدان کے مرد ہیں اس دلیل کی رو سے ایک سخت دشمن عیسائیت یہودی حضرت عیسیٰ کے متعلق لکھے وہ صحیح اور جو کچھ ایک سخت دشمن اسلام محمد رسول اللہ صلعم کے متعلق لکھے وہ مستند۔ اور جو کچھ ایک غالی شیعہ حضرت ابوبکرؓ کے متعلق لکھے۔ وہ سر آنکھوں پر رکھنے کے قابل۔ اور جو کچھ ایک شدید خارجی حضرت عثمانؓ و علیؓ کے متعلق لکھے وہی قبول کرنے کے قابل۔ افسوس ہے کہ یہ ریویو کنندہ مولوی دن رات مسیح موعود کی مخالفت میں یہاں تک ترقی کر گیا ہے کہ تاریخ نویسی یا سیرت نویسی کے پہلے اصل الاصول کو بھی بھول گیا ہے۔ اور وہ یہ کہ کسی انسان کی زندگی کی صحیح تاریخ ایک اندھا دشمن نہیں لکھ سکتا۔ بلکہ وہ شخص لکھ سکتا ہے……… جو کسی قدر ہمدردی بھی اُس کے لئے اپنے دل میں رکھتا ہو۔

آج عیسائیوں کی لکھی ہوئی بہتیری کتابیں سیرت نبویؐ پر موجود ہیں مولینا شبلی مرحوم تو ایک مسلمان تھے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت اپنے دل میں رکھتے تھے۔ انہوں نے اس نئے اصول کے مد نظر کیا نتیجہ نکالیں۔ کہ اُن کی لکھی ہوئی سیرت جسے اب سید سلیمان صاحب پورا کر رہے ہیں کسی کام کی نہیں بلکہ مستند ذریعہ معلومات سپرنگر اور میور کی کتابیں ہیں پس میں کہتا ہوں کہ علمائے اسلام کی وہ شہادت جو دعوے مسیح موعود سے پہلے کی ہے۔ وہ بلاشبہ ایک مستند ذریعۂ معلومات ہے۔ اس کے بعد کے حالات اُن لوگوں سے پوچھو جو آپ کی خدمت میں رہے ہیں۔ جنہوں نے آپ کے پاس بیٹھکر دیکھا ہے کہ وہ کونسا جوش تھا جو آپ کے دل میں موجزن تھا۔

مولوی ثناء اللہ اور اُن کے ہمنوا۔ ایک نہیں سو دفعہ "تاریخ مرزا" لکھیں۔ یہ سب تاریخیں ہی "احادیث" کا مصداق ہونگی۔ اور زمانہ خود ثابت کر دیگا۔ کہ صحیح تاریخ مرزا وہی ہے۔ جو واقعات عالم میں لکھی جا رہی ہے یہ تاریخ مرزا زمینی لوگوں کی لکھی ہوئیں آخر دیمک کے کام آئینگی اور وہ "تاریخ مرزا" جو واقعات کے رنگ میں رقم کی جا رہی ہے۔ جس کی شہادت آج بھی مسلمانوں کو مل رہی ہے۔ وہ مسیح موعود کا کام ہے جو وہ کر گیا۔ اس آسمانی تاریخ کے سامنے ان زمینی تاریخوں کا وہی حشر ہوگا :-

فاذا ھی تلقف ما یافکون۔

میں نے متعصب سے متعصب عیسائیوں کی کتابوں کو جو انھوں نے آنحضرت صلعم کی سیرت پر لکھی ہیں دیکھا ہے۔ اور اگر وہ ہر ایک واقعہ کا بُرا پہلو لیتے ہیں۔ اگر وہ عیب شماری کی کوشش کرتے ہیں۔ تو کم از کم کام کو بھی ایک حد تک ضرور بیان کر دیتے ہیں۔ اور خوبیوں کا بھی ایک حد تک اعتراف کر لیتے ہیں۔ مگر میں افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ میں نے مولوی ثناء اللہ صاحب کی تاریخ مرزا کو پڑھا ہے اس تاریخ مرزا میں سوائے ان چند باتوں کے جن پر مولوی صاحب ہمیشہ سے اعتراض کرنے کے عادی رہے ہیں۔ اور کچھ نہ پایا۔ گویا مرزا صاحب میں سب عیب ہی عیب تھے۔ خوبی کوئی بھی نہ تھی۔ اور ابھی معارف کو اس بات پر فخر ہے۔ کہ یہ مستند ذریعہ معلومات ہے۔ کاش! ان دشمنوں کا ہی رنگ مولوی صاحب اس تاریخ کے لکھنے میں اختیار کر لیتے۔ جنہوں نے آنحضرت صلعم کی لائف لکھی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ اس معاملہ میں مولوی صاحب کی تحریر دیانتدار کے اس ادنے سے ادنے پہلو سے بھی خالی ہے۔ کہ اُس میں مرزا صاحب کی ایک بھی خوبی کا اعتراف ہو۔ اس تاریخ پر معارف کا فخر کرنا علمائے اسلام کی کبھی ہتک ہے۔ کہ اُن میں باہم ایک دوسرے کے لئے فرض انسانیت کا وہ ادنے احساس بھی نہیں جو ایک عیسائی میں اس شخص کے لئے ہے جسکو وہ عیسائیت کا سب سے بڑا دشمن سمجھتا ہے۔

کاش مولوی صاحب نے یونہی لکھدیا ہوتا۔ کہ مرزا صاحب میں فلاں فلاں خوبیاں بھی تھیں اور فلاں فلاں کمزوریاں بھی تھیں۔ مگر ان کی کمزوریاں اُن کی خوبیوں سے بڑھی ہوئی ہیں۔ کم از کم اس کتاب کے پڑھنے والوں کو کچھ تو واقعات کا اور کچھ آپ کی خدمات کا اور کچھ آپ کے کام کا اور کچھ آپ کے لٹریچر اور علم کلام کا علم دیا ہوتا۔ اور پھر یہ نتیجہ نکالا ہوتا۔ کہ اس شخص کا وجود اسلام کیلئے بہ نسبت فائدہ مند ہونے کے نقصان دہ زیادہ ہوا اس لئے ہم دن رات اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ اس سلسلہ کو تباہ و برباد کریں۔ اور اس لئے ہمارا یہ کام خدا کے [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۷　چہار شنبہ مورخہ ۸ اکتوبر ۱۹۱۹ء　نمبر ۱۲۷

جزائر فلپائن میں تعلیم کا آغاز

براعظم ایشیا کے جنوب مشرق میں تقریباً تین ہزار چھوٹے بڑے جزائر کا ایک مجموعہ ہے جو موجودہ جغرافیہ میں جزائر فلپائن کے نام سے موسوم ہے۔ عرب مبلغین اسلام کے طلوع کے ساتھ شام اور مصر اور ان سے پرے مغربی ممالک میں پہنچے۔ حتیٰ کہ ہسپانیہ بھی اُن کے زیر اثر ہو گیا مگر مشرق میں وہ کوئی اور رنگ میں آئے۔ ہندوستان میں ارض سندھ میں قدم جما کر وہ قافلے ہر کر اطراف میں پھیلے۔ پانچ چھ ہزار گرم ملک کے رہنے والے جوان کوہ ہمالیہ کے ساتھ ساتھ بڑھے۔ اور کئی سو میل کی مسافت برفانی پہاڑوں میں طے کر کے چین میں انھوں نے اعلاء کلمۃ اللہ شروع کیا۔ یہ ایک علیحدہ دلچسپ باب ہے جس پر ہم پھر کبھی بحث کرینگے مگر جیسا کہ تاریخ سے واقف اصحاب بخوبی جانتے ہیں۔ عرب جہازرانی کے فن میں بڑے مشاق تھے۔ اُنکے قافلے ہندوستان کے ساحل کے ساتھ ساتھ تجارت کرتے ہوئے آگے نکلتے گئے۔ اور اس مجمع الجزائر میں جا پہنچے۔ اور بہتوں نے ان کو اپنا وطن بنا لیا

تیرہویں چودھویں صدی عیسوی میں اہل ہسپانیہ نے علم جہاز رانی میں کمال حاصل کر کے ممالک میں تگ و دو شروع کی۔ کہیں امریکہ میں نو آبادیاں قائم کی ہیں۔ افریقہ اور ایشیاء میں سلطنتوں کی بنیاد ڈالی۔ حتیٰ کہ عربوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے انہیں جزائر میں آن اترے۔ اور جو عظیم غلطی عربوں نے کی تھی۔ وہ ان سے بھی لاحق ہوئی۔ اور اپنی مہتم بالشان وسعت میں اصلی جائے مالوف کو اتنا نظر انداز کرنا پڑا کہ وسعت ہی ان کے تنزل کا موجب بن گئی۔ انہیں ہسپانیوں نے اپنے ایک بادشاہ فلپ کے نام پر اس مجموعہ کا نام فلپائن رکھا جسکو انیسویں صدی میں ممالک متحدہ امریکہ نے دو کروڑ پونڈ کی رقم دیکر خرید لیا۔ اور وہاں کا سلطان تب اس حریت پسند حکومت کے ماتحت منتقل ہو گیا۔

ان جزائر کے اصلی باشندگان کا کچھ تعلق چینیوں اور جاپانیوں سے تھا۔ یہ لوگ اپنی کشتیوں میں آتے۔ اور قدرتی پیداوار خرید کرلے جاتے۔ اُن کو ملک گیری کی کوئی ہوس نہ تھی۔ اور نہ وہ کسی مذہبی تحریک سے متحرک ہوئے تھے۔ اسواسطے زیادہ گہرا اثر نہ ڈال سکے۔ اور مشہور ساحلی شہروں اور بندرگاہوں میں ہی اُن کی چند روزہ آمدورفت رہتی۔ اور انکی نئی زبان سے تھوڑے آدمیوں نے ہی فائدہ اٹھایا۔ مگر عربوں کا حال ان سب سے دگرگون تھا۔ عرب مبلغین اور تجار نے ان کو حروف تہجی سے مطلع کیا اور آہستہ آہستہ مانوس کر کے قرآن کریم کی تعلیم اُن میں پھیلانی شروع کی۔ اس مجمع الجزائر کے بڑے بڑے حصوں سے کامیابی کے ساتھ انہوں نے چھوٹے جزیروں میں کوشش شروع کی اور دوسری لہر سے زیادہ طاقت پکڑ کر جو ہمالیہ کے دامنوں میں سے ہوتی ہوئی چین میں آئی تھی۔ اور جس کی بدولت کینٹن میں ٹانگ خاندان کے عہد میں ایک مسجد کی بنا ڈالی گئی۔ اور صوبہ ینان کل کا کل مسلمان ہو گیا تھا۔ تمام جزیرے نعرہ توحید سے گونج اٹھے تھے۔ درسگاہیں قائم تھیں لیکن کبھی کوشش نہیں کی گئی تھی۔ کہ وہاں دارالعلوم اور یونیورسٹی کا نظام بنایا جاتا اس لئے وہاں کی تعلیم ابتدائی مدارج میں ہی رہی۔ کیونکہ نہ تو وہاں اعلیٰ تعلیم کی اتنی ضرورت تھی۔ اور نہ حالات اس امر کے متقاضی تھے۔

ہسپانیہ کی اقتدار کے ساتھ لازمی نتیجہ ہونا تھا۔ وہ ہوا۔ انھوں نے اپنے ملک میں اپنے ہم مذہب عیسائیوں میں ہی تھوڑے تھوڑے اختلافات کی وجہ سے اس زمانہ میں خاص مذہبی عدالتیں بٹھائی تھیں اور سختی سے سخت اذیتوں سے آگ میں پھینک دینا اور کھولتے ہوئے تیل کے کڑاہے میں ڈال دینا۔ ایک ایک عضو کاٹ کر چھوڑ دینا کہ سسک سسک کر جان نکلے۔ وغیرہ وغیرہ۔ ان کے ہاتھ سے مسلمان کب سلامتی کی توقع رکھ سکتے تھے۔ حتےٰ کہ ان کے ساتھ وہ سلوک ہوا جو کہ ایک امریکہ کا اخبار لکھتا ہے کہ "ان عرب النسل اور دیگر مسلمان باشندوں کو جو آزادمنش اور ناقابل حکومت غیر ہو گئے تھے۔ ان میں سختی۔ طاقت علیمی اور عیسائیت نے از سرنو تغیر پیدا کیا"۔

حضرت احسن کو تبلیغ

سُنا ہے کہ حضرت مولینا مولوی سید محمد احسن صاحب فاضل امروہی کے پاس ان ایام میں میاں محمود احمد صاحب کے دو وفد یکے بعد دیگرے گئے ہیں۔ جنہوں نے مولینا صاحب سے یہ بار بار التجا کی ہے۔ کہ آپ قادیاں تشریف لے چلیں۔ اس کی تصدیق تو خود مولینا صاحب ہی کرینگے۔ لیکن دو سوال حل طلب پیش ہوتے ہیں:

اول یہ کہ جب حضرت مولینا نے میاں صاحب کے عقائد غلط کی وجہ سے خلافت سے میاں صاحب کے عزل کا اعلان کیا۔ تو اس وقت جا بجا میاں صاحب کے مریدین میں یہ مشتہر کیا گیا۔ کہ مولوی صاحب مختل الحواس ہیں۔ اور اُن کے حواس درست نہیں رہے۔ جو اس اعلان کا جو ثبوت مولینا نے متعدد کتابیں اور رسالے میاں صاحب کی تردید میں لکھکر دیا ہے وہ تو ایک الگ امر ہے لیکن بزعم خود ایک مختل الحواس انسان کے پاس دفد پر وفد بھیجنا کہ قادیان آؤ۔ کیا معنے رکھتا ہے؟ امید ہے خود میاں صاحب اس پر روشنی ڈالیں گے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ گذشتہ سالانہ جلسہ پر جن ہمارے احباب کو مدعو کیا گیا تھا۔ اور اُن کے ساتھ کچھ اور احباب بھی بغرض تحریک مصالحت چلے گئے تھے۔ کہ باہم میل ملاپ ہو۔ اور ایکدوسرے کو بُرا نہ کہا جاوے۔ تو ان سب احباب کو شیطان بلباس فرشتہ کا خطاب ملا تھا۔ کیا اب حضرت مولینا صاحب کو دعوت دینے سے پہلے کوئی اس قسم کا خطاب جو میاں صاحب کے اخلاق فاضلہ کو ظاہر کرنیوالا ہو تجویز کر لیا گیا ہے؟

کیا ایڈیٹر الفضل اس معمہ کو حل کرینگے؟

گذشتہ سے پیوستہ پرچہ میں ہم نے رسالہ "اُستانی" پر ریویو کرتے ہوئے جو زیر ادارت خواجہ بانو صاحبہ و زیر نگرانی خواجہ حسن نظامی صاحب دارالخلافہ دہلی سے نکلنے والا ہے۔ ہم نے لکھا۔ "ہمارے مکرم دوست" جس پر طیش میں آکر الفضل کا معزز ایڈیٹر معلوم نہیں کن جذبات سے متاثر ہو کر گالیوں پر اُتر آیا ہے۔

مسیح موعود کی تعلیم ہمیں اجازت نہیں دیتی کہ ہم اس قسم کی بدزبانی پر اُتر آدیں جو الفضل نے ہماری نسبت استعمال کی ہے۔ اس لئے ہم اس کو حوالہ بخدا کرتے ہیں مگر اتنا عرض کرتے ہیں کہ ایڈیٹر الفضل اس معمہ کو حل کریں گے کہ ۳۳ کروڑ خداؤں کے پرستار کو "ہمارا معزز ہمعصر" کہنا جائز۔ اور خدائے واحد لاشریک ماننے والے اہل قبلہ کلمہ گو کو "ہمارا مکرم دوست" لکھنا ناجائز بلکہ ناقابل عفو جرم۔ پھر حضرت مسیح موعود کو ایک شخص نادان جھوٹا، کذاب کہنے والا ایڈیٹر الفضل کے نزدیک قابل قدر و قابل اقتدا بزرگ۔ اور اگر کوئی انسان ایسے شخص کو جو ایک وقت حضرت مسیح موعود کو عزت کی نگاہ سے دیکھنے والا اور قدر کرنے والا اور جس کی تعریف میں بدر اور الحکم بھی رطب اللسان رہ چکے ہوں۔ اور کچھ عرصہ سے قادیانی گدی کے لئے اُسکو برگشتہ کرنے پر مجبور کر کے حضرت مسیح موعود پر بھی لب کشائی کا موقعہ دے دیا ہو۔ "قابل قدر بزرگ" بدیں خیال لکھدے۔ کہ ایک نیک قومی کام کرنے لگا ہے۔ تو وہ گشتنی اور گردن زدنی ہو جاوے۔

تلک اذا قسمۃ ضیزیٰ۔

پیام عمل

آفرینش ہی سے خدا تعالےٰ کی طرف سے پاک بندے ہدایت خلق کے واسطے مبعوث ہوتے رہے وہ دُنیا کے سامنے پیغام الٰہی پیش کرتے رہے ان میں سے وہ بھی تھے جنکو خدا تعالےٰ نے نبی کہا ہے اور بعض ان میں سے وہ تھے جو نبی نہ تھے۔ مگر وہ ان کی صفات سے متصف تھے۔ اور اُن کا ہر قول و فعل رضا الٰہی کے ماتحت قاب قوسین کا مصداق تھا۔ وہ پیغام ہے جو پیغمبر عربی نے فاران کی چوٹیوں پر کھڑے ہو کر لوگوں کو سُنایا۔ وہ پیغام جو چشتی نے کفرستان ہند میں سُنایا۔ وہ پیغام جو چودھویں صدی کے مجدد نے اس صدی میں دُنیا کو یاد دلایا۔

فاران کی چوٹی سے آواز آتی ہے۔ جاھدوا فی سبیل اللہ باموالکم و انفسکم یعنی اشاعت دین اسلام کے لئے مجاہدہ کرو ہر طرح سے۔ وہ جنکے کان تھے۔ انہوں نے سُنا اور دُنیا میں اسکو پھیلایا۔ قبائل عرب نے اس کو دبانا چاہا مگر خود گرویدہ ہو گئے۔ قیصر نے اپنے تمام لاؤ لشکر کے بل بوتے پر اسکو توڑنا چاہا۔ اور کسریٰ نے اکھاڑ دینے کا قصد کیا۔ مگر اس سے مسلمانوں کو مدافعت اختیار کرنی پڑی اور مجبوراً اپنے بقاء کے لئے اور اس پیغام کی حفاظت کی غرض سے اُٹھے۔ اس چٹان پر سمندر کی لہریں یکے بعد دیگرے زیادہ تندی سے بڑھیں۔ مگر ٹکرا کر پاش پاش ہو گئیں ؎

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

اس کا یہ مطلب نہیں کہ وحشیوں اور درندوں کا طرز اختیار کرو۔ یہ قرآنی تعلیم کی خلاف ورزی ہے اللہ تعالےٰ کا صریح حکم ہے لا اکراہ فی الدین۔ کوئی شخص اور کوئی طاقت اسلام کو دُنیا سے مٹانے کو آمادہ نہیں کوئی دُنیا میں تم کو دین حق پھیلانے سے نہیں روکتا۔ تم کسی پلیٹ فارم پر کھڑے ہو جاؤ۔ اور پیغام حق سُناؤ۔ کوئی تم پر تعرض نہیں کرتا۔ اور نہ کوئی اس پیغام کے عامل کو اور اس کے اعلان کرنے والے کو سزاؤں کا مستوجب قرار دیتا ہے۔ اور اس پر اذیتیں وارد کرتا ہے۔ بلکہ دُنیا منتظر ہے کہ اسکو عقائد صحیح بتائے جاویں۔ اور ہر سینہ میں تڑپ ہے کہ انکو صاف اور سیدھے راستے پر چلایا جاوے۔

ہاں اگر ہے تو دلائل کا حملہ ہے۔ براہین کی گولہ باری ہے اور عقائد باطلہ کی خندقیں ہیں۔ جن کو تقریر سے اور تحریر سے تم اپنی ایمانی طاقت کے ساتھ کالعدم کر سکتے ہو۔ اور دُنیا پر ثابت کر سکتے ہو۔ کہ تم انہیں پاکباز بزرگوں کی نسل سے ہو۔ یہ بھی ضرور ہے۔ اور عین فطرت اور قدرت کا تقاضا ہے کہ نا اہل کو روند دیا جاوے۔ اگر اس کے پیغام کو ایک قوم پورا کرنے کی اہل نہیں رہی۔ تو وہ قوم رہے یا نہ رہے اللہ تعالےٰ کا پیغام ابدی اور ازلی ہے۔ وہ فرماتا ہے یستبدل قوماً غیرکم۔ وہ کسی سزاوار اور اہل کو اس کی جگہ لا کھڑا کرتا ہے۔ کون جانتا ہے کہ مغربی دُنیا سے کونسی حکومت مسلمان ہو کر اس اہم ذمہ داری کا بوجھ اٹھاتی ہے۔ ہاں ان تک اسکو پہنچاتا ہے اور ان کے منتظر دیدہ ہائے کو اس سے نور بخشتا ہے۔ اور اُنکے قلب کو تسکین دیتی ہے۔

کفر و اسلام کی نسبت حضرت صاحب کا ایک فیصلہ کن حوالہ

اخبار الحکم مورخہ ۱۷-۲۴ دسمبر ۱۹۰۲ء بعنوان "سٹیشن وزیرآباد اور پادری سکاٹ" رقمطراز ہے:-

پادری سکاٹ۔ آپ لوگوں میں تو بہت سے فرقے ہیں۔

حضرت اقدس۔ مجھے تعجب ہے۔ کہ آپ اسلام پر یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کیا آپ کو معلوم نہیں۔ کہ عیسائیوں میں کس قدر فرقے ہیں۔ جو ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں۔ اور اصولوں میں بھی متفق نہیں مسلمانوں کے فرقوں میں اگر کوئی اختلاف ہے۔ تو فروعات اور جزئیات میں ہے۔ اصول سب کے ایک ہی ہیں"

اس حوالہ سے صاف مترشح ہے۔ کہ فروعات اور جزئیات کے فرق سے کفر لازم نہیں آتا۔ البتہ اصولی تفرقہ موجب تکفیر ہے۔

کہ یہ کتاب اُن کو پکار پکار کر اسپر مقابلہ کرنے کیلئے اُبھارتی ہے کہ استغفار اور توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی کہ افعال میں بھی تبدیلی ہونی چاہیئے اور برائی کو صرف چھوڑ دینا ہی کافی نہیں ہے بلکہ اتنی ہی مستعدی اور سرگرمی نیکی کی طرف ہونی چاہیئے اسلام کبھی بھی یہ نہیں سکھلاتا کہ اپنے گناہوں کی ذمہ داریوں کا بوجھ دوسرے پاکباز اور معصوم آدمی کے کندھوں پر ڈالا جاسکتا ہے۔ بلکہ وہ اسکو بعید از اخلاق تصور کرتا ہے۔

اخیر میں خدا کی مشیت پر اپنے آپ کو چھوڑ دینے سے۔ توکل کرنے سے حقیقی تسکین۔ امن اور چین اس دنیا کی کشاکش سے میسر ہوتا ہے جو کہ صرف اسلام پیش کرتا ہے۔ یہی اللہ تعالے کا اور اسلام کا پیغام ہے +

انگلستان کی ریلوے سٹرائک کا خاتمہ

قوم کی عظیم فتح

ریلوے والے فوراً کام شروع کردینگے

لنڈن میں اتوار کی سہ پہر کو عظیم الشان ریلوے سٹرائک کے خاتمہ کی خبر مشتہر ہوئی۔ ریلوے والوں نے گورنمنٹ کی شرائط کو منظور کرکے فوراً کام شروع کردینا منظور کیا۔ گفتگو شروع کرکے ۳۱۔ دسمبر ۱۹۱۹ء سے پہلے ختم کردی جائے گی۔ اور شرح مزدوری موجودہ شرح پر ۳۰ ستمبر تک قائم رہیگا۔ انگلستان میں کسی جوان ریلوے ملازم کو ۱۰۰ فیصدی قبل از جنگ شرح سے زائد مزدوری سے کم نہیں ملے گی۔ سٹرائک اس لحاظ سے کہ قوم کو فدیہ کرالیا جائے بڑی ناکام رہی ہے۔ اور ریلوے والے آٹھ روز سٹرائک پر رہے۔ اور انھوں نے تیس لاکھ پونڈ بلا کسی نتیجہ کے اپنے فنڈ سے خرچ کرڈالے۔ تاہم مزدوران ریلوے اس نتیجہ کو اپنے حق میں نہایت باعزت فیصلہ خیال کرتے ہیں۔ کہ جس سے ہر شخص خوش ہوا ہوگا۔ ایک بڑی بات جو اس سٹرائک کا نتیجہ ہوئی یہ تھی کہ ملک معظم اور ملکہ معظمہ قصر بالمورل سے لنڈن کو موٹر کار پر تشریف لائے +

امید کی پہلی روشنی

لنڈن ۵۔ اکتوبر۔ جمعہ کی آدھی رات سٹرائک کی حالت بہت تاریک تھی مگر ہفتے کو کچھ روشنی نظر آنے لگی جبکہ مسٹر ٹامسن نے کل صبح کو اطلاع دی کہ ریلوے والوں کے لیڈروں نے صوبہ جات میں جاکر تیاری کے جلسے کرنے کا ارادہ چھوڑ دیا ہے۔ بلکہ لنڈن میں رہ کر گفت و شنید کے راستہ میں جو رکاوٹیں ہیں اسکو دور کریں گے۔ پھر اطلاع دی۔ کہ وزارت خانہ سے آج پھر گفتگو جاری ہوگی۔ چودہ لس سمجھوتہ کرانے والے کل وزیر اعظم کے دفتر واپس آکر بہت خوش نظر آئے تھے۔ مسٹر گراڈی ایک آئرلینڈ کا گیت گاتا تھا اور مسٹر آرتھر سینڈرسن نے شام کی ایک ملاقات میں بیان کیا کہ آج حالت بہت اچھی۔ خصوصاً جبکہ وہ وزارت خانہ سے واپس آئے ہیں۔ ان سے امید تھی کہ چوبیس گھنٹہ میں فیصلہ ہوجائیگا۔

قوم میں جوش

بیان کیا گیا ہے کہ ملک معظم کا ارادہ پیر کے روز پریوی کونسل کا اجلاس کرنے کا ہے۔ تاکہ پارلیمنٹ کے تعہدی انعقاد کے لئے گو اسپر بہت اخبارات اصرار کررہے ہیں۔ اعلان پر دستخط کئے جائیں۔ اس اثناء میں پبلک کا جوش زوروں پر ہے۔ جنگ نے بھی اسقدر والنٹیر کام کرنے والے نہیں جمع کئے تھے۔ خاندانی لارڈ دودھ کے برتنوں کی ٹرالیاں کھینچ رہے ہیں۔ اور اُن کی لیڈیاں آلوؤں کی بوریاں گاڑیوں سے لنڈن کے ٹرمینس اسٹیشنوں پر اتارتی ہوئی عموماً نظر آتی ہیں۔ جبکہ امیر البحر اور کرنیل اور ممبران پارلیمنٹ بطور انجن ڈرائیور فائرمین اور شیب چلانے والوں اور سگنل دینے والوں کا کام کرتے ہوئے دیکھے جاتے ہیں ایک حد تک ایسی صورت میں گڑبڑ ہوئی ضروری۔ مثلاً ایک سابق سارجنٹ۔ ایک میجر تین کپتانوں وغیرہ جو گھر رخصت پر آئے ہوئے تھے تین کپتان کی پارٹی کی کمانڈ کررہا تھا۔

ریلوے والوں کی بعض شرارتیں

بعض بعض جگہوں سے ریل کی سٹرکوں کو توڑنیکا ارادہ کیا گیا اس نیت سے خراب کردیا گیا کہ ٹریک کو نقصان پہنچے۔ مگر خیر گذری +

فیصلہ کی اطلاع ۔ لنڈن ۵۔ اکتوبر۔ قریب ۵ بجے شام سرکاری طور پر اطلاع ملی کہ ریلوے سٹرائک کا فیصلہ سرکار کے حق میں بہت مفید ہے اس اطلاع کے ملنے پر لوگوں نے خوشی کی لہر دوڑ گئی

شرائط فیصلہ ۔ لنڈن ۵۔ اکتوبر۔ ایک سرکاری بیان ہے کہ ریلوے والوں کی یونین کے قائم مقام پر ٹرانسپورٹ ورکرز اور مستقبل پرنٹنگوں ڈوننگ سٹریٹ میں ۱۱½ بجے پہنچے اور وزیر اعظم اور مسٹر بونر لا سے ملاقات کی۔ فیصلہ کا نتیجہ حسب ذیل ہے۔ (۱) کام فوراً شروع کیا جائیگا۔ (۲) پورے طور پر کام شروع ہو چکنے پر گفتگو جاری ہوگی جو ۳۱۔ دسمبر ۱۹۱۹ء سے پہلے ختم ہو جائیگی + (۳) انگلستان میں مزدوری کی شرح ۳۰ ستمبر ۱۹۲۰ء تک موجودہ شرح پر رہے گی بشرطیکہ اگست ۱۹۲۰ء کے بعد موجودہ حالات کی روشنی میں اسکی ترمیم ہوسکتی ہے۔ (۴) کسی جوان ریلوے والے کو موجودہ شرح پر ایک سو دس فیصدی کے اضافہ سے کم مزدوری نہیں ملے گی + (۵) مزدوران لوگوں سے ملکر اتفاق سے کام کریں گے جنھوں نے کام نہیں چھوڑا تھا۔ سرکار اور مزدور دونوں اقرار کرتے ہیں کہ اس سٹرائک کی وجہ سے کسی کو کچھ نقصان نہیں پہنچیگا +

(۶) مزدوری کا بقایا جو بوجہ معاہدہ کے توڑنے کے روک لیا گیا تھا۔ کام شروع کرنے پر ادا کردیا جائے گا +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

برادران!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گذشتہ سالانہ جلسہ میں فیصلہ ہوا تھا کہ مختلف مقامات پر چھ یا سات مشن کھولے جاویں۔ اور اُنکی مالی ضروریات کو پورا کرنیکے لئے سب احباب اپنی ایک ماہ کی آمد ماسوائے اُس چندہ کے جو عام طور پر دیتے ہیں اس غرض کیلئے دیں چونکہ انجمن پورے طور پر اسکو عملی جامہ نہ پہنا سکی تھی۔ اسلئے احباب کو تکلیف نہ دی گئی۔ اور اگرچہ بعض احباب نے خود بخود اس وعدہ کو پورا بھی کیا لیکن عام طور پر دوستوں کو تکلیف دینا مناسب نہ سمجھا گیا لیکن اب اللہ تعالٰی کے فضل سے ایسے اسباب مہیا ہوگئے جن سے انجمن اس قابل ہوگئی ہے کہ ان مشنوں کو فوراً جاری کرسکے۔ چنانچہ گذشتہ ایام میں تین مشنری لنڈن اور ووکنگ مشن میں کام کیلئے بھیجے گئے۔ کیونکہ حضرت خواجہ صاحب کی علالت کی وجہ سے وہاں کام کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا اور اس مشن کا بوجھ اب انجمن نے اپنے ذمہ لیا ہے جیسا کہ آپکو علم ہے یہ تین احباب حضرت مولانا مولوی صدر الدین صاحب سکول سے اور جناب مولوی دوست محمد صاحب اخبار سے اور جناب اخوند عبداللہ خاں صاحب پشاور سے ہیں۔ یعنی وہ احباب ہیں جو کہ انجمن مذکورہ کے اعلیٰ ترین کارکن ممبر ہیں۔ اب اس کے بعد مولوی مصطفیٰ خاں صاحب جو کہ آجکل اخبار کو ایڈٹ کرتے ہیں جانے کو طیار ہیں۔ ماسوائے اس کے چھ بیجا ہد اور زندگیوں کو وقف کرنے والے گریجوایٹ صاحبان حضرت امیر کی زیر تعلیم ہیں۔ ان میں سے ایک مشنری ممالک امریکہ کو جانیوالے ہیں خط و کتابت ہورہی ہے اور باقی بھی جیسے جیسے الی حالت اجازت دے باہر تبلیغ کے لئے ہر وقت طیار ہیں۔ ماسوائے ان کے مولوی فضل الٰہی صاحب کو مصر میں مسلم مشنری مقرر کیا جاچکا ہے اور ایک صاحب اور وہاں بھیجے جانیکا فیصلہ ہوا ہے۔ نیز مبمبئی میں ایک مضبوط مشن آئندہ موسم سرما میں کھل جاویگا۔ ان سارے اہم مشنوں۔ کا ہم اخراجات کا اندازہ تین ہزار روپے ماہوار سے کم کسیطرح نہیں ہوسکتا۔ یہ اخراجات امرا

ماں اُن اخراجات پر جو پہلے انجمن کررہی ہیں زائد آپڑے ہیں۔ اور یہ امر کسی سے پوشیدہ نہیں کہ یہ ایک فرد واحد کا کام نہیں ہے کہ اتنی بڑی رقم مہیا کرسکے۔ اس لئے اب جماعت کے احباب کا فرض ہے کہ وہ اب اپنے دلوں کو مضبوط کرکے اپنے اصل نصب العین کی طرف متوجہ ہوویں۔ معمولی چندہ روپیہ دیدینا کوئی بڑی قربانی نہیں اور نہ ہی دین کو دنیا پر مقدم کرنیکا وعدہ کرنیوالوں کے لئے کوئی بڑی بات ہے اس راہ پر قدم مارنے والوں کے لئے تاریخ ثابت کررہی ہے کہ گذشتہ زمانوں میں صرف مال ہی نہیں بلکہ جان تک بھی لا جا فر کردی تب جاکر کامیاب ہوئے لیس ہماری جماعت کے احباب کا فرض ہے کہ وہ کارکنان انجمن کی مدد کرنے کے لئے کھڑے ہوجائیں اور اپنے اعلیٰ مالوں کی قربانی کریں۔ اور جیسا کہ گذشتہ سالانہ جلسہ پر فیصلہ ہوا تھا۔ ایک ایک ماہ کی آمد ہر سال مشن کے لئے ماسوائے معمولی ماہوار چندوں کے وقف کرچھوڑیں۔ اور اگر اس سے بھی زیادہ دیں تو یہ اور بھی بہتر ہے اور ماسوائے اس کے انکو اشتہار اور رسید نہیں بھیجی جاتی ہیں ان کے ذریعہ سے ہر ایک ممبر جماعت کا دیگر مسلمانوں سے جو اس کے رشتہ دار ہوں یا دوست ہوں اور اشاعت اسلام اور اشاعت سلسلہ سے دلچسپی رکھتے ہوں چندہ وصول کرکے دو ماہ کے اندر کل روپیہ محاسب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے نام بھجوادیں۔ کل سکریٹری صاحبان اپنی اپنی جماعت کی فہرست بناکر ماہوار آمد وصول کریں اور خاکسار کو اطلاع دیں کہ انہوں نے اس کے متعلق کیا کارروائی کی ہے۔ اور وہ دوست جو کہ اکیلے ہیں وہ خود بخود ماہوار آمدنی یہاں انجمن کو بھجوادیں اور اپنے حلقہ اثر سے چندہ وصول کرکے یہاں جمع کرادیں تاکہ جو کام شروع کیا گیا ہے اُسمیں کارکنان انجمن کو آسانی پیدا ہو اور وہ عنداللہ ماجور ہوسکیں۔

سید محمد حسین آنریری جنرل سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۷- مورخہ ۱۲- اکتوبر ۱۹۱۹ء نمبر ۲۵

لا اکراہ فی الدین

اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جگہ مخاطب کرکے فرماتا ہے وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین یعنی ہم نے تمام جہان والوں کی طرف تمہیں رحمت کرکے بھیجا- ایک خاص ملک کی طرف نہیں- ایک خاص قوم کی طرف نہیں- بلکہ سب دنیا کا ہادی اور عالمین کا رہنما- اور پھر دعوے کیا ہے کہ الیوم اکملت لکم دینکم یعنی انکو تمام دنیا کا رہبر مقرر کرکے فرمایا کہ تمہارا دین بھی مکمل کر دیا- اور قرآن کریم سب علوم کا جامع اور سب ضروریات کو پورا کرنیوالا اور انسان کو اسفل السافلین سے اٹھا کر عالم ملکوتی تک پہنچانے والا- بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اسکو وہ شان عطا کرنیوالا- جیسا کہ اس میں انسان کی نسبت آیا- انی جاعل فی الارض خلیفۃ یعنی خداوند کریم کی صفات سے متصف- آؤ ہم اس دعوے کو کہ آیا اس کی تعلیم ہر زمانہ اور ہر حالت میں صادق آتی ہے اگر وہ تعلیم صادق آتی ہے تو کس طرح تمام عالم میں اس کا چرچا کریں- تاکہ ہر ایک متنفس اس سے بہرہ اندوز ہو- اور صدق کی روشنی سے منور ہو کر خدا تعالیٰ کا عبد شکور بنے- اور اوہام پرستی- شرک اور گمراہی کی تاریکی پھیلی ہوئی دور ہو جائے تاکہ نجات حقیقی حاصل ہو- اور اس سیدھی راہ سے ایک باریک بین نظر بڑے بڑے اہم نتائج پر پہنچ جاتی ہے اور وہ سوالات اور مسائل جو کتابوں پر سر دھنتے تھے برسوں میں حاصل ہوں وہ قدرت ہمارے سامنے ہر وقت اور ہر آن پیش کئے حاضر ہے- ابو البشر یعنی آدم علیہ السلام کی پیدائش سے اس زمانہ تک دنیا کی حالت ایک بچے کی طرح ہے جسکی پرورش مختلف حالات میں ہوتی رہی حتے کہ تہذیب اور ترقی کا موجودہ دور آ گیا- ہمارے سامنے ایک ننھا بچہ ہے- آؤ ہم بنظر غور اس کی تربیت کے تغیرات اور اسکے بڑھنے اور جوان ہونے کی مختلف کوائف کو دیکھیں- جب وہ روتا ہے تو اس کو ڈرانے کے لئے ماں کہتی ہے- کہ اس کمرہ میں ہوا ہے- وہ سہم کر چپ ہو جاتا ہے- مگر جب یہ بار بار اس کو کہا جاوے اور ہوا اسکو ڈرانے کے واسطے نمودار نہ ہو- تو وہ اس کی پرواہ نہیں کرتا- اور اس کے واسطے کوئی اور طریقہ اختیار کیا جاتا ہے- اسکے سامنے کوئی خوفناک چیز رکھدی جاتی ہے- مگر بار بار کے تجربہ سے بچہ اسکو بھی بے ضرر پاتا ہے- پھر اس کی تربیت کیواسطے کسی اور ہتھیار کی ضرورت پڑتی ہے- اور کوئی کھلونا دیکر یا مٹھائی وغیرہ کے طمع سے وہ حسب خواہش کام کرتا ہے مگر ایک زمانہ اس پر ایسا آتا ہے کہ وہ مٹھائی وغیرہ اور شیرینی کا طمع لیکر بھی استاد کے سبقوں کی پرواہ نہیں کرتا- اور تربیت دینے والا مجبور ہو جاتا ہے کہ اسکو مار پیٹ سے سمجھاوے اور اسکو کام پر لگادے- لیکن یہ اسلحہ بھی کند ہو جاتا ہے- اور لڑکے کی عمر اتنی بڑھ جاتی ہے- کہ استاد کو خود اس کے مارنے سے شرم لاحق ہوتی ہے تو اس پر وہ اپنی تقدس کا رعب ڈالتا ہے- اور مرعوب کرنے کے لئے اپنا [illegible] استاد- اس کی بزرگی اسکی فضیلت اور کبرسنی وغیرہ اپنا اثر ڈالتی ہیں- لیکن جب اس میں اتنی استعداد پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ دوسرے بچوں کو ہوا بنا کر ڈرا [illegible] ہے جب وہ خود کھلونوں وغیرہ سے ان کو خوش کر سکتا ہے جب وہ خود عالم فاضل بن جاتا ہے- تو اسکو منوانے کے لئے اور اس پر خیالات کا اثر ڈالنے کی خاطر براہین اور دلائل ہی کارگر ہوتی ہیں-

کیا یہ نقشہ اور سماں ہم قوموں کی زندگی میں نہیں دیکھتے- مختلف زمانوں میں مختلف ممالک میں انبیا علیہم السلام قوموں کی طرف مبعوث ہوتے رہے ہیں اور جو نقائص ان لوگوں میں تھے یا جن امور کی وہ نسلیں مستقاضی تھیں- کہ ان کو وہ سمجھائے جاویں- ان کی اطلاع وحی الٰہی ان کو کرتی رہی- اور اسی طرح وحی سے ہمکو صاف پتہ چلتا ہے- کہ ان لوگوں کی ابتدائی حالت کیا تھی- کیونکہ وہ وحی ایک پیغمبر کی ذات کی طرف مخصوص نہیں ہوتی تھی- بلکہ وہ اس قوم کی طرف جس کی طرف پیغمبر ہو کر آیا اور یہ تعلیم اسکو دی گئی- اور کیا کیا روحانی اور جسمانی ترقیات انھوں نے کیں-

ہم آدم علیہ السلام کو دیکھتے ہیں- اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور وہ حوا کے ہمراہ حیران و سرگردان ہیں دفعتہً انہوں نے خداوند خدا کی آواز جو ٹھنڈے وقت باغ میں سُنی- اور آدم اور اسکی جورو نے آپکو خداوند خدا کے سامنے سے درختوں میں چھپایا"

(پرانا عہدنامہ- باب ۳- ۸- ۹)

اس سے آگے اور نتیجہ ہیں نوح علیہ السلام کو پاتے ہیں جو طوفان کے بعد کشتی سے اُترتے ہیں اور ساتھیوں کے ساتھ کھیتی باڑی میں مشغول ہوتے ہیں- اور خدا نے نوح اور اس کے بیٹوں کو برکت دی اور انہیں کہا- کہ پھلو اور بڑھو- اور زمین کو معمور کرو- اور تمہارا زمین پر کے سب چلنے والوں اور دریا کی سب مچھلیوں پر غالب رہیگا- ہم نے ان سب کو نباتات کی مانند تمہیں بنایا" (پیدائش باب ۹)

یہی نظارہ رگوید کے منتروں میں مذکور ہے رشی اور مہاتما لوگ اور راجاؤں کے لئے ایشور سے دعائیں مانگتے ہیں- کہ اُن کے کھیتوں پر بارش ہو- اُن کے پاس گائیوں وغیرہ کے ریوڑ ہوں"

اور قرآن شریف میں ہے- فقلت استغفروا ربکم انہ کان غفارا ۰ یرسل السماء علیکم مدرارا ۰ ویمددکم باموال وبنین ویجعل لکم جنت ویجعل لکم انہارا ۰ (سورۃ نوح)- اللہ تمہارے قصور بھی معاف کریگا- تم پر آسمان سے موسلا دھار مینہ برسائیگا- اور مال اور اولاد سے تمہاری مدد کریگا- اور تمہارے لئے باغ اُگائیگا- اور تمہارے لئے نہریں جاری کرے گا-

انسان نے اور ترقی کر لی ہے- اُن کی ضروریات میں ابتدا کی سادگی نہیں رہی- بلکہ اُن میں بڑے عظیم بادشاہ ہیں- اُن کے حلے ریشمی اور دیگر قیمتی باتمند گی کے ہیں اُن کے زیورات اور آسائش و زیب و زینت میں بڑا تغیر آ گیا ہے- اور حکومت کی بو نے انکے دماغوں کو پھرا دیا ہے- حتے کہ اولو العزم بادشاہ اپنی ربوبیت رعایا سے منواتے ہیں تو اُن کی اصلاح کے واسطے موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے- اُن کی قوم بار بار احکام شرعی سے منہ پھیر لیتی ہے- نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُن پر سخت تکالیف نازل ہوتی ہیں اور ذرا سی سرتابی سے جلال موسوی اُن پر ظاہر ہوتا ہے-

علیٰ ہذا القیاس دور تہذیب انسان کو اس حالت میں رکھتا ہے- جو بچے کی نشو و نما میں ہم پانچویں درجہ پر دیکھتے ہیں- اور حالات زمانہ کے مطابق اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو معجزے دیکر بھیجتا ہے- تاکہ وہ اُنکے سامنے خوارق پیش کرکے اپنی بزرگی اُن پر ثابت کرے تا وہ اسکو سچا نبی سمجھکر اختیار کریں-

مگر قرآن کریم میں وہ اپنی ہستی کا اقرار دلائل سے کرواکر اس طرح کہ اللہ ایک ہی ہے- اگر کوئی اس کا شریک ہوتا تو دنیا میں ابتری پھیل جاتی وہ حی و قیوم ہے- فی ذاتہ زندہ اور قائم ہے اور تمام کو قیام اور حیات بخشتا ہے- اور اُن تمام ضروریات سے جو ہمیں لاحق ہیں وہ بالاتر ہے- تمام اشیاء کی کنہ اور حقیقت سے آگاہ ہے- اور ظاہر و باطن سے واقف ہے- پھر جب یہ دلائل کسی کے آگے پیش کردیں- تو اس کے آگے یہ نہیں حکم دیتا کہ تم اُن سے جبر منواؤ- بلکہ صریح حکم ہے کہ لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی- جب ہدایت اور گمراہی کی راہ واضح کرکے بیان کردی تو رسول پر اور اس کے تابعین پر یہی کہدینا کافی ہے- وما علینا الا البلاغ ◦

دولت کی محبت

محنت سے کمایا ہوا مال- عرقریزی سے اکٹھی کی ہوئی دولت کون ہے جو اسکو یونہی بکھیر دے اور کسی شخص کی تحریک پر کسی ایسے کام میں خرچ کرے جس سے اسے نہ کوئی تعلق نہ کوئی واسطہ ہو- آئے دن عجیب عجیب واقعات دیکھنے میں آتے ہیں- ایک بڑھیا عورت ہے- وہ آٹھ آنہ یومیہ محنت مزدوری کرکے کماتی ہے- اس میں سے تیسرا یا چوتھا حصہ خرچ کرتی ہے- باقی کو جمع کرتی ہے- اور چونکہ اُس نے ایک کرتوت کر لی ہے- وہ اسکو کئی سالوں کے عرصہ میں پورا کر ہی لیتی ہے ◦ ایک دوکاندار ہے- دن رات محنت اور سوچ بچار میں لگا رہتا ہے- اس کی بڑی اولاد ہے جن کا فکر اسکو دامنگیر ہے- اُن کو تعلیم دینی ہے- یا کوئی ہنر سکھانا ہے- حتے کہ وہ اپنے بستر مرگ پر خوشی خوشی اس دنیا سے الوداع ہوتا ہے- کہ اُس کے بچے فارغ البالی سے اپنے کام کاج میں مصروف ہو گئے- ایک دفتر کا کلرک ہے- اُس نے اپنی ظاہری وجاہت کا خیال رکھنا ہے لباس اچھا معززانہ ہو- اور پھر اپنے ماہانہ سے تمام روزافزوں ضروریات کو پورا کرے- وہ چاہتا ہے کہ رہائش کا مکان اپنا ہو جائے- وہ ایک زمانہ میں اپنا مدعا حاصل کرکے ہی چھوڑتا ہے ◦

مگر یہ ضروریات سفلی ہیں اپنے نفس کا حق ہے اپنے کنبہ کا حق اور ذمہ داری ہے اپنے خویش و اقربا کے تعلقات ہیں جو سب پورے کرنے ہیں- لیکن جوں جوں انسان کی نظر وسیع ہوتی ہے- وہ اپنی قوم کو ایک بڑا خاندان خیال کرنے لگتا ہے اور خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا چلا جاتا ہے تو اُس کی بے نیازی بھی بڑھ جاتی ہے- اور وہ ادراک کو نیتہ کے سمندر میں غواصی کرنے لگتا ہے- حتے کہ وہ سب دنیا کو اپنا ہمنفس اور اپنا ہمزاد تصور کرکے اُنکے حقوق کو اپنے حقوق پر فوقیت دیتا ہے اُنکی غلطیوں کو درست کرنے کی کوشش میں لگ جاتا ہے اور ہمہ تن گداز ہوکر اپنی ہستی کو اُن کے حوالے کر دیتا ہے اور جو بہترین سے بہترین اور قیمتی سے قیمتی چیز اس کے قبضے میں ہوتی ہے- ان پر صرف کرتا ہے تاکہ ان کی اصلاح ہو جاوے اور تمام خلق اللہ اسی مقام پر پہنچ جاوے- اور افکار اور رنج دائمی سے چھٹکارا حاصل کرے اور جس خدا نے اُن کو پیدا کیا- ان کی ربوبیت کی- اُنکی تمام ضروریات مہیا کیں- اُن کو دولت دی اُن کو ثروت دی- جاہ و حشمت دیا- اُس کا شکر بجا لاوے اور وہی صفات رحمانیت ہر متنفس میں پیدا کرے ◦

پنجاب میں لازمی پرائمری تعلیم

پرائمری تعلیم کے لازمی کرنیکے متعلق پنجاب لیجسلیٹو کونسل میں قانون پاس ہو چکا ہے اس کے عملدرآمد کے لئے لوکل گورنمنٹ نے قواعد و ضوابط مرتب ہو گئے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ مقامی جماعتیں جو اپنی کسی رقبہ زیر نگرانی میں لازمی تعلیم کا اجرا پسند کریں انکو چاہئے کہ اس رقبہ کے لڑکوں کا شمار کریں تاکہ ایسے لڑکوں کی تعداد معلوم ہو جو لازمی تعلیم حاصل کرنے کی عمر رکھتے ہیں انکی ایک فہرست مرتب کیجائے جو مدرسوں میں داخل ہیں نیز انکی فہرست جو لازمی تعلیم حاصل کرنے کی حد میں آتے ہیں لیکن تعلیم سے محروم ہیں- ڈائرکٹر صاحب سررشتہ تعلیم ہر ایک مدرسہ کے متعلق جگہ- سامان اور سٹاف کے متعلق ہدایات نافذ فرمائیں گے اور لوکل حکام سکول اٹینڈنس افسر کے نام سے ایک تنخواہدار افسر مقرر کرینگے جو سکول اٹینڈنس کمیٹی کی زیر ہدایات کام کریگا [illegible] لڑکوں کی فہرست تیار کیا کریگا- اور اسکی نظر ثانی کریگا اور انکے والدین کے متعلق ذاتی طور پر تحقیقات کریگا جو اپنے ان لڑکوں کو جن کی عمر تعلیم حاصل کرنے کی ہے مدرسہ میں نہیں بھیجتے اور والدین ان سکول [illegible] کمیٹی اس کے والدین کو تنبیہہ کرینگی- اور افسر مذکور [illegible] حسب ہدایت حسب ضرورت مجسٹریٹ سے شکایت کرے گا-

پرائیویٹ مدرسوں کے منتظم لوگوں کا فرض ہوگا کہ سکول اٹینڈنس کمیٹیوں کو [illegible] حاصل کرنے میں آسانیاں بہم پہنچائیں [illegible] یہ تحقیقات کرنے میں کہ آیا قانون کی پابندی ہو رہی ہے [illegible] لوکل کمیٹیاں صرف ان لڑکوں کی فیس ادا کرنے کے ذمہ وار ہونگی جو ان مدرسوں میں پڑھتے ہیں [illegible] سے جاری ہیں ◦

اقتباسات

ہندوستانی جوتے اور حکومت

آنریبل مسٹر رضا علی نے پچھلی تاریخ میں یو پی لیجسلیٹو کونسل کے روبرو ایک ریزولیوشن بدیں مضمون پیش کیا کہ یہ کونسل ہز آنر لفٹنٹ گورنر سے سفارش کرتی ہے۔ کہ وہ جلد یورپین افسروں کے نام ایک ہدایت نامہ جاری کریں کہ جو ہندوستانی شرفاء ان کی ملاقات کے لئے تشریف لائیں۔ ان کے جوتے نہ اتروائے جایا کریں اور سرکاری احکام کی کتابوں میں اس قدر ترمیم کر دی جائے۔ کہ یورپین فیشن کے بوٹ جوتوں اور ہندوستانی وضع کے جوتوں کا امتیاز جس سے مٹ جائے۔ مسٹر رضا علی نے کہا کہ جوتے اتار دینا ہی ایک ایسا ادب و احترام نہیں ہے۔ جو ایک شخص دوسرے کے لئے بجا لائے۔ اور کسی ملاقاتی سے جوتے اتار دینے پر اصرار کرنا اس کے محسوسات کو غیر ضروری ٹھیس لگاتا ہے یہ قاعدہ اس وقت کے خیالات کے مطابق نہیں ہے۔ اس لئے اس کو فوراً موقوف کر دینا چاہئے۔ مسٹر کین نے جواباً کہا کہ ہدایات محولہ بالا تو آدھی صدی سے چلی آتی ہیں۔ اور گورنمنٹ آف انڈیا کے حکم سے صادر ہوئی ہیں۔ اور ہندوستان میں ہر جگہ نافذ ہیں اور جملہ سرکاری ملازمان (خواہ وہ ہندوستانی ہوں یا یورپین) سے متعلق ہیں۔ یہ ملک کی اخلاقی عادات کے مطابق ہیں۔ اور کوئی شکایت کبھی اس کے خلاف نہیں سنی گئی۔ گورنمنٹ اس کے متعلق کوئی حکم صادر کرنا نہیں چاہتی۔ آخر مسٹر رضا علی کے سفیر ہونے پر رائیں لی گئیں۔ تو کئی ہندوستانی ممبروں مثلاً لالہ سکھبیر سنگھ رائے۔ جانکی پرشاد۔ پنڈت تارا دت گیروولا اور کنور صاحب نے بھی اس کی مخالفت کی۔ اور ریزولیوشن نامنظور ہو گیا۔ (ازوکیل امرتسر)

انسداد شراب نوشی

امریکہ میں انسداد شراب نوشی کے بعد اب تمباکو کے انسداد کے متعلق پورے طور سے توجہ دی جا رہی ہے۔ ایک یونیورسٹی کے پروفیسر نے تمباکو نوشی کے انسداد پر ایک کتاب شائع کر کے اپنی قوم کو آگاہ کیا ہے پروفیسر مذکور کا بیان ہے کہ امراض پیدا ہونے کے علاوہ تمباکو کے استعمال سے اخلاق پر بہت برا اثر پڑتا ہے انہوں نے امریکہ کے قہوہ خانوں کی کیفیت لکھی ہے جن کے مالک خوبصورت سگار فروش لڑکیوں کو سگار فروخت کرنے کے لئے ملازم رکھتے ہیں۔ آپ کا بیان ہے کہ مے خانوں کی سازشوں کی طرح جن کا اس سے پہلے انسداد ہو چکا ہے۔ سگار فروش لڑکیوں کا بھی اخلاق بہت خراب ہو جاتا ہے۔ اس امر کی تحریک کی مخالفت بڑے زور شور سے کرنے کی تیاری کی جا رہی ہے۔ (ایضاً)

ایک عجیب و غریب آلہ کی ایجاد

نیویارک (امریکہ) کی ایک پرائیویٹ سراغرسان ایجنسی نے اعلان کیا ہے کہ اس نے ایک عجیب و غریب آلہ کی ایجاد کی ہے۔ کہ جو لوگوں کی حرکات بالکل ٹھیک طور پر بتا دیتا ہے۔ اس آلہ کا نام "ڈکٹافون" ہے۔ اور اس کی بابت اس ایجنسی کا یہ دعوے ہے کہ اس وقت تک یہ آلہ ایک درجن کے قریب مکانوں میں لگایا جا چکا ہے اور اس کی بدولت ایک شہر و عہدہ داروں کے خفیہ حالات معلوم کئے جا چکے ہیں۔ یہ ایجنسی کہتی ہے۔ کہ کافی شہادت مہیا ہو جانے پر اسے پبلک کے روبرو پیش کیا جائیگا تو دنیا کے لوگ ان سٹرانوں اور سکینڈلوں کو سنکر جو کہ نیویارک میں ہوتے ہیں حیران رہ جائینگے اس آلہ کی ایجاد نے سر دست امریکہ کے جواخانوں اور شراب خانوں اور ہوٹلوں میں بڑی سنسنی پھیلا دی ہے۔ (ایضاً)

مسٹر گاندھی نے انڈین ہوم رول کے نام سے حال ہی میں ایک کتاب لکھی ہے۔ اس میں وہ لکھتے ہیں کہ دنیا کی ساری تکالیف کا انسداد اسی طرح ہو سکتا ہے کہ روحانی قوت پیدا کی جائے۔ اور قدیم سادہ طریق زندگی اختیار کیا جائے۔ ہندوستانیوں کو یہ مشورہ دیتے ہیں کہ جب تک اہل ہند میں یہ دونوں باتیں پیدا نہ ہونگی۔ وہ سوراج لینے کے قابل نہیں ہو سکتے۔ ان کی رائے میں اہل ہند کو ملکی ترقی اور آزادی کے لئے ممالک غیر سے نہیں۔ بلکہ ہندوستان قدیم سے سبق سیکھنا چاہئے۔ (ایضاً)

انگلستان کی خفیہ پولیس نے حال ہی میں ایک نامور بولشویک کا پتہ لگایا ہے۔ جو ایک لڑکا سا ہے مگر جو اب تک انگلستان میں بولشویکوں کی تحریک کے لئے قریباً ایک لاکھ روپیہ (دس ہزار پونڈ) تقسیم کر چکا ہے اس کے پاس ایک فہرست تھی جس پر کئی ایسے نام تھے جن پر جنگ میں جرمن جاسوس ہونے کا شبہ کیا گیا تھا۔ اس کے پاس ایک بولشویک روسی عورت کی تصویر بھی تھی۔ جو سٹاک ہالم۔ برلن۔ برن اور روس کے درمیان بالشویکوں کی پیغام رسانی کا کام کرتی ہے بولشویک لڑکے کا بیان ہے کہ وہ عورت اتنی خوبصورت ہے کہ بہت کم لوگ اس کے حسن کی تاب لا سکتے ہیں اور وہ زیادہ تر اپنے رعب حسن ہی سے اپنے خیالات کا اثر دوسرے پر ڈال لیتی ہے۔ (ایضاً)

سنہ ۱۹۱۴ء میں یہ تجویز کیا گیا تھا۔ کہ سنہ ۱۹۲۱ء میں سلطنت برطانیہ کی ایجادات و اختراعات۔ مصنوعات۔ پیداوار۔ تمام سامان کی نمائش کی جاوے۔ حال میں لنڈن میں متمول اور با رسوخ اشخاص کا ایک جلسہ ہوا۔ جس میں وزیر اعظم۔ ہائی کمشنر۔ سمندر پار مقبوضات کے نمائندے اور دیگر اصحاب جنہیں تجویز مذکورہ سے دلچسپی تھی حاضر تھے۔ اور یہ رزولیوشن پاس کیا گیا۔ کہ اس قسم کی نمائش سلطنت برطانیہ کے مختلف حصوں کے درمیان رشتہ اخوت مستحکم کرنے اور اس کے تجارتی اور اقتصادی حالات کو بحال رکھنے کے لئے بہترین ذریعہ ہوگی۔ یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ یہ نمائش گورنمنٹ برطانیہ کی زیر سرپرستی کیجاوے اس کے لئے وسیع تیاریاں کی جا رہی ہیں اور اس کو کامیاب بنانے کے لئے کئی بڑے بڑے صنعتی مرکزوں میں مقامی سٹیاں قائم کی گئی ہیں۔ یہ محسوس کیا جاتا ہے کہ ایسے وقت میں جبکہ برطانیہ کے ذرائع کی کثرت و اہمیت دکھلانے کی سخت ضرورت ہے یہ نمائش اس غرض کو پورا کرنے کے لئے ایک عمدہ موقع بہم پہنچانے کی۔ (ایضاً)

گذشتہ پانچ سال مختتمہ مارچ سنہ ۱۹۱۸ء میں ہندوستان میں ۱۸ کروڑ روپیہ کا سونا جذب ہوا۔ یہ کل دنیا کے سونے کے سالانہ پیداوار کا نصف ہے۔ انہی پانچ سال میں ہندوستان میں جتنی چاندی آئی۔ وہ کل دنیا کی سالانہ پیداوار کی دو چند تھی۔ اپریل سنہ ۱۹۱۵ء میں بمبئی اور کلکتہ کی ٹکسالوں سے ایک سو بیس کروڑ روپے نکل چکے ہیں۔ اور یہ ٹکسالیں دن رات برابر کام کرتی رہتی ہیں۔ دسمبر گذشتہ میں کم سے کم ۴۳۵ لاکھ روپے مضروب ہوئے۔ جو دنیا کی تاریخ میں ایک یادگار واقعہ ہے۔ اپریل سنہ ۱۹۱۸ء سے دو سو ملین اونس چاندی امریکہ سے آ چکی ہے۔ اس عظیم تعداد کا بیشتر حصہ سونا چاندی زیورات کی شکل میں ہمارے ملک میں مدفون ہے۔ جو یقیناً دولت کی ترقی میں کوئی مدد نہیں دے سکتا۔ (ایضاً)

مرحوم سید کی ان باتوں نے جن کو ہم لازمہ تہذیب سمجھتے ہیں۔ ہماری ضرورتوں کو بے حد بڑھا دیا ہے۔ جس قدر ان ضروریات کا میدان زیادہ وسیع ہوتا جائے گا۔ اسی قدر ان کے پورا کرنے میں محنت زیادہ کرنی پڑے گی۔ اب سوال یہ ہے کہ ہم سادہ طریق زندگی اختیار کیا [illegible] جس سے [illegible] اور خدا کی یاد [illegible] کار آرام سے [illegible] عبارت ہو یا سلولی تکلفات کو معیار تہذیب قرار دیں۔ (ایضاً)

ٹرکی کے مستقبل کے متعلق انگلستان کا کیا وعدہ ہے؟

مسٹر مارماڈیوک پکتھال ایک انگریز نامہ نگار نے لنڈن کے اخبار ڈیلی میل میں ایک چٹھی چھپوائی ہے جس میں مسٹر لووت فریزر کی چٹھی کے مندرجہ ذیل فقرہ کا جواب دیا گیا ہے:۔

"میری خاص ذاتی رائے یہ ہے کہ یورپ میں ٹرکی حکومت کا خاتمہ ہو جانا چاہئے"

اس پر مسٹر پکتھال لکھتا ہے:۔

"مگر انگلستان کی رائے جو مسٹر لائیڈ جارج (وزیر اعظم) نے بطور انگلستان کے نمائندہ کے جنوری سنہ ۱۹۱۸ء میں ظاہر کی تھی اور جسے کہ مسلمانان سلطنت برطانیہ نے قبول کیا کیونکہ بیشک وہ اسی غرض سے بطور ایک موثق وعدہ کے ظاہر کی گئی تھی۔ کہ ہم ٹرکی کو اس کے دار السلطنت یا ایشیائے کوچک اور تھریس کے سرسبز اور مشہور زمینوں سے محروم کرنے کے لئے نہیں لڑ رہے ہیں۔ کیونکہ وہاں ترکی قوم بکثرت آباد ہے"!

چنانچہ اس بارہ میں نہ صرف مسلمانوں بلکہ تمام ایشیائیوں کا خیال سختی سے قائم ہے۔ کہ اگر یہ وعدہ توڑ دیا گیا۔ تو ممالک مشرق میں انگلستان کے لئے کوئی محبت یا ہمدردی نہ رہیگی اور زمانہ گذشتہ کے باعزت انگریزوں نے جو تمام اچھا کام کیا ہوا ہے وہ اکارت جائیگا۔ انگلستان کے کام کی نسبت بھی شبہ ہے جو اس وقت نئے ایرانی عہد نامہ کے متعلق مایوسی پیدا کر رہا ہے"

اس اقتباس میں مسٹر پکتھال نے وزیر اعظم انگلستان کے مندرجہ بالا وعدہ کے خلاف کارروائی کرنے کے متعلق نہایت زوردار الفاظ سے جو وہ مایوسی ظاہر کر سکتا تھا کی ہے۔ گو اس خیال سے انگلستان کی مسلمان رعایا کو اتفاق نہیں کہ انہیں انگلستان سے کوئی محبت یا ہمدردی نہ رہیگی۔ لیکن جس قدر عام جذبہ ٹرکی سے ہمدردی کا اس وقت پھیلا ہوا ہے اسکو دیکھتے ہوئے یہ کہنا ذرا بھی مبالغہ نہیں ہے کہ نہیں۔ سخت صدمہ اور سخت مایوسی ہوگی جس کی تلافی ہونی مشکل ہو جائیگی۔ اگر انگلستان نے اپنے وزیر اعظم کے وعدہ کو پورا نہ کیا وائسرائے ہند نے بھی علی الاعلان بتلا دیا ہے کہ انہوں نے مسلمان جذبات کی اس بارے میں پورے طور پر گورنمنٹ برطانیہ کی خدمت میں وکالت کر دی ہے (پیسہ اخبار)

مسٹر فورڈ موجد کا نام تمام دنیا میں مشہور ہے۔ یہ وہی امریکن ہے جو کئی سال ہوئے۔ جرمنی اور اتحادیوں کے درمیان صلح کرانے کے لئے ایک جہاز لیکر یورپ کو گیا تھا۔ کچھ عرصہ ہوا۔ اس کے خلاف شکاگو کے اخبار "ٹریبیون" نے ایک طویل مضمون شائع کیا۔ جس میں اسے انارکسٹ کہا گیا تھا۔ اس مضمون کی بنا پر مسٹر فورڈ نے اس اخبار کے خلاف ہتک عزت کا مقدمہ دائر کر دیا اور مطالبہ کیا کہ اسے اڑھائی لاکھ پونڈ بطور ہرجانہ دلایا جائے۔ یہ مقدمہ کئی ماہ تک چلتا رہا۔ حال میں اس کا فیصلہ ہوا ہے عدالت نے مسٹر فورڈ کے حق میں صرف تین آنے کی ڈگری دی۔ (وکیل)

ماسٹر سنت سنگھ صاحب (امرتسری) اپنی ٹمپرنس پارٹی کے ساتھ جب حسن ابدال گئے۔ تو (سکھوں کے) دربار صاحب کے صحن خانہ میں ٹمپرنس جلسہ کیا۔ جہاں ہندو مسلمان اور سکھ سب قسم کے لوگ جمع تھے۔ مگر اس شہر کے سناتنی ہندوؤں نے اپنے مندر کا صحن اس بنا پر دینے سے انکار کر دیا کہ حاضرین میں مسلمان بھی آئیں گے۔ اور ان کے آنے سے مندر بھرشٹ ہو جائے گا۔ ماسٹر صاحب لکھتے ہیں آج کل کی فراخدل آزاد خیال کے زمانہ میں جبکہ صلح کل اصولوں کی ضرورت ہے ہمارے حسن ابدال کے سناتنی بھائیوں کی یہ تنگدلی از حد قابل افسوس ہے۔ (وکیل)

ماسٹر صاحب موصوف کا ہمدردانہ خیال انسانی میل ملاپ اور صلح کے لئے [illegible]

اب خواہ مخواہ حضرت صاحب کی نبوت کے وہ معنے کرنا جو خود اُن کو مسلم نہیں۔ (بلکہ بڑے زور سے ان معنوں کی تردید فرماتے ہیں) یہ حضرت صاحب پر سراسر بہتان اور افترا نہیں تو اور کیا ہے۔ اور یہ کہاں کا انصاف ہے۔ اگر کوئی شخص یہ ثابت کردے کہ جس نبوت کے ملنے کے حضرت صاحب کاملین امت محمدیہ میں عام طور پر قائل تھے حضرت صاحب نے اپنی نوع نبوت کو اُن کی نوع نبوت سے الگ کسی اور قسم کی یا انبیاء سابقہ کی قسم کی نبوت تسلیم کیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ بس نبوت کاملہ تامہ یہی (یہی) تجھ ہے۔ تو میں نہ صرف اپنے عقیدہ سے توبہ کرلوں گا۔ بلکہ اسے ثابت کرنے والے کو مبلغ پانچسو روپیہ انعام بھی دوں گا۔

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی اعدت

یہ اور بات ہے کہ حضرت صاحب نے یہ لکھا ہو کہ اپنی کثرت مکالمہ مخاطبہ کی وجہ سے انبیائے سابقہ بھی نبی کہلاتے ہے کیونکہ آخر یہ چیزیں بھی تو اجزاء نبوت ہی ہیں۔ نہ عین نبوت۔ (باقی دارد)

خاکسار۔ مرزا عبدالکریم تاجر۔ پوپھہ۔

از دفتر محاسب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گذشتہ سالانہ جلسہ پر سب برادران کی کانفرنس نے یہ فیصلہ کیا تھا۔ کہ اس سال سات تبلیغی مشن مختلف مقامات میں قائم کئے جائیں۔ اور ان کے اخراجات کے پورا کرنے کے لئے یہ فیصلہ ہوا تھا کہ ہر ایک احمدی بانی علاوہ اپنے موعودہ ماہوار چندوں کے اپنی ایک مہینہ کی آمدنی اس کام پر وقف کردے۔ اسکو خواہ یکمشت یا باقساط ادا کرے۔ روپیہ کے جمع ہونے پر کام شروع کردیا جائیگا۔ میں نے پہلے بھی اس امر کی طرف بذریعہ اخبار پیغام صلح مورخہ ۸ و ۱۲ جولائی ۱۹۱۹ء اپنے احمدی بھائیوں کی خدمت میں التماس کی تھی۔ کہ مہربانی فرماکر اپنی ایک مہینہ کی آمدنی خواہ یکمشت یا باقساط جلد ہی عطا فرماویں اور ساتھ ہی ہر ایک سکرٹری صاحب اپنے شہر یا ضلع کے ہر ایک احمدی ممبر کی ماہوار فہرست معہ اپنی ماہوار آمدنی کے ارسال کرے۔ اور یہ چندہ جمع کرنے میں کوشش کرے۔ مگر آجتک بہت تھوڑے احباب نے اس پر عمل کیا۔ آج پھر بحیثیت محاسب ہونے کے اپنے بھائیوں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ کہ جن بھائیوں نے اپنی ایک مہینہ کی آمدنی دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ وہ پورا کریں۔ اور جنہوں نے ابھی تک اپنی ایک ماہ کی آمدنی دینے کا وعدہ نہیں فرمایا۔ وہ بھی مہربانی فرماکر اپنی ایک ماہ کی آمدنی عطا فرماویں۔

خاکسار۔ ڈاکٹر سید طفیل حسن محاسب۔

جواب خط میاں محمد زبیر صاحب محمودی

ہمارے مہربان محمودی دوست ہمیشہ اسی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں۔ کہ ہمارے صواب کو بھی عیب ظاہر کر کے دنیا کی نظروں میں ہمیں حقیر ثابت کریں۔ گذشتہ پانچ چھ ماہ سے اُن کی کوشش یہ رہی ہے۔ کہ وہ ہمارے دوستوں کو "باغی" گورنمنٹ کے مخالف ثابت کریں۔ اور انہوں نے اپنی کوشش میں ناخنوں تک کا زور لگایا۔ لیکن ہماری گورنمنٹ لفٹنٹ گورنر نے بیدار مغز گورنمنٹ ہے اسلئے اُن کا جادو اُس پر نہ چلا۔ اور آخر شرمندہ اور خوار ہوکر خاموش بیٹھ گئے۔ ہم نے سمجھا تھا کہ یہ خاموشی دوامی ہے۔ لیکن افسوس کا ایک شاگرد رشید میاں محمد زبیر صاحب چوہدری محمد اقبال صاحب شیدائی کے متعلق جو میرے پرانے اُستاد ماسٹر غلام علی صاحب کے فرزند ارجمند ہیں اور جو میرے ہاں مقیم ہیں۔ اُن کے متعلق بہت سے الزامات لگاکر مجھ سے پوچھتے ہیں کہ ایسے شخص کو میں نے گھر میں کیوں رکھا ہؤا ہے۔ میں اس کا جواب سوائے اس کے اور کچھ نہیں دے سکتا۔ کہ اس لئے تا اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے صراط مستقیم کے دروازے کھولدے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ

کا شکر ہے۔ کہ وہ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہو چکے ہیں۔ اور اُن کی زندگی اشاعت اسلام کے لئے وقف ہو چکی ہے۔ اور اُن کا یہ فعل محمد زبیر اور اُن کے پیر و مرشد کے شرمندہ کرنے کے لئے کافی دلیل ہے۔ اگر میرا صرف ایک جیسا وریدہ دہن حضرت کو گالیاں نکالنے والا ایک غالی قوم کا ایک وقت کے بعد ناناجی بن سکتا ہے۔ تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ چوہدری محمد اقبال صاحب جو شیدائی انسان جب راہ راست پر آجائے۔ تو قوم کے لئے فخر کا موجب نہ بن جاوے۔

خاکسار۔ سید محمد حسین۔

تازہ ترین خبریں

سٹرائک کے بعد ہڑتال کس طرح منائی گئی

لنڈن ۷- اکتوبر۔ گلڈ ہال میں آج بہت سے مشہور آدمی موجود تھے۔ جبکہ ڈال کونٹ ریڈنگ کو جن کے ہمراہ اُن کی بیوی بھی تھی۔ شہر لنڈن کی آزادی عطا کی گئی۔ تمام رسم و رسوم ادا کرنے کے بعد تمام صاحبان لنچ کو چلے گئے۔

وزیر اعظم کی تقریر

لنڈن ۷- اکتوبر۔ لارڈ ریڈنگ کی عزت افزائی کے موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے۔ وزیر اعظم نے بیان کیا۔ کہ لارڈ موصوف نے اپنے ملک اور قوم کے لئے بہت سے خدمات انجام دی ہیں۔ اس کی شاندار خدمات نے دول متحدہ کو شکست دینے میں بہت حصہ لیا ہے اس نے بلغاریہ کو کمزور کرکے سٹرائک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وزیر اعظم نے کہا۔ کہ برطانیہ کلاں ایک جمہوری سلطنت ہے اور سیاسی و صنعتی دنیا میں یہ جرمن نظام کی طرح نہیں ہے برطانیہ کلاں نے اصل آزادی کو بہت بڑی خدمات انجام دی ہیں۔ (ریوٹر)

اس نے لوگوں کا شکریہ ادا کیا۔ جنہوں نے ہڑتال کو فرو کرنے میں کوشش کی اور کہا کہ ان لوگوں نے ایسا کرنے میں اپنی قابلیت کو ثابت کردیا ہے۔

خطرناک تحریک

مسٹر لائیڈ جارج نے اس بات کو یقین دلاتے ہوئے کہا کہ ٹریڈ یونین پبلک رائے کی تائید کے بغیر کبھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔ دوسری طرف تجارتی اتحادوں کے مطالبات کے خلاف رکاوٹ انصاف کو ضرور پورا کرے گی۔ جو اہل انگلستان میں جبلی طور سے موجود ہے مگر اس نے حاضرین کو کہا۔ کہ دیگر ممالک میں ایسے آدمیوں کا گروہ موجود ہے۔ جو اپنے ہم ملکوں کو اپنے مطالبات کی سچائی تسلیم کرانے سے عاجز آگئے ہیں۔ اور وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ کہ انہیں اپنا نصب العین حاصل کرنے کو اس سے زیادہ طاقتور طریقے استعمال کرنے لازم ہیں۔ یہ تحریک تمام نظام تمدن کے لئے خطرناک تھی۔ اور اس کو ضرور شکست دینی چاہئے۔ (ریوٹر)

انصاف پر انحصار کرنے کی بجائے رجحان اس طرف کرنا چاہئے۔ کہ کونسی طاقت ایسی ہے جو اس کی تائید کرتی ہو۔ یہ ایک خطرناک تحریک تھی۔ اور ہر ایک ملک کو ظاہر کردینا چاہئے۔ کہ یہ کبھی کامیابی حاصل نہیں کرسکتی (ریوٹر)

برطانیہ کلاں نے پھر ایک دفعہ انسانیت انصاف حریت کی دوامی خدمت انجام دی ہے۔ یہ تحریک کئی ماہ تک تمام ان لوگوں کے دل و دماغ میں [illegible] جن کی پبلک کاموں میں اور بہت بلند [illegible] ہے سٹرائک سے قوم کو ایک اور سبق حاصل ہوا ہے۔ کہ کمیونٹی کو تمام جماعتوں کے مطالبات یکساں نگاہ سے ملاحظہ کرنے چاہئیں۔ اگر کمیونٹی کو ایک جائداد کی ضرورت ہے تو اس کو خواہ وہ جائداد منقولہ یا غیر منقولہ ہو۔ اس کی پوری قیمت ادا کرنی لازم ہے۔ (ریوٹرز)

وزیر اعظم نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔ ہم نے یہ صاف کردیا ہے کہ قوم کا یہ مطالبہ ہے کہ وہ اپنے گھر کی خود مالک ہے۔ اس سے کوئی جھگڑے ذخیرہ [illegible] جنہوں نے قوم کی جدوجہد کو لنگڑا کردیا ہے۔ اور ایسے وقت میں لنگڑا کردیا ہے۔ جبکہ قوم کو اس کی سخت ضرورت تھی۔ جبکہ قوم ایک کٹھنائی [illegible] پہنچے وہاں [illegible]

پرانا مقولہ ہے۔ کہ ہمیں باہمی رڈیسٹ کو مضبوط کرنا چاہئے۔ (ریوٹر)

ٹینک کی ایجاد مسٹر چرچل کی گواہی

لنڈن ۷- اکتوبر۔ ان گیارہ افسروں کے دعوے کے متعلق جو ٹینک کی ایجاد کے دعویدار ہیں ایک سرکاری تحقیقات جاری ہے۔ مسٹر چرچل نے شہادت دیتے ہوئے کہا کہ یہ اس یا اُس آدمی کی ایجاد ہیں۔ بلکہ یہ بعض چند آدمیوں کی کوشش کا نتیجہ ہے۔

اتحادیوں کا تازہ خط

پیرس ۷- اکتوبر۔ اعلیٰ کونسل نے بحیرہ بالٹک کے علاقہ جات خالی کرنے کے متعلق جرمنوں کے ناقابل تسلی جواب پر غور کیا۔ اور مارشل فوچ کو اطلاع دی۔ کہ ایک نیا خط ارسال کردیں۔

مارشل فوچ کو جرمنی کی درخواست کے متعلق جرمنی کو خط لکھنے کی ہدایت کی گئی۔ کہ وہ اتحادیوں اور جرمنوں کی ایک باہمی کمیشن مرتب کریں جو بحیرہ بالٹک کے علاقہ جات کو خالی کروانے کا فیصلہ کرے۔ مگر اس میں ایک شرط ہوگی۔ جرمن گورنمنٹ اس امر کی ذمہ داری سے خالی نہ تھی۔ کہ وہ ان فوجی دستوں کو جو وہاں مقیم تھے کسی مقررہ تاریخ کے بعد تنخواہ اور خوراک بند کردینی اور اس نے اتحادیوں کو مشورہ دیتے ہوئے کہا کہ وہ اپنی زبردست تجاویز کو پورا کرنے سے پیشتر منسوخ نہیں کرسکتی۔

انگلستان میں ریلوے سٹرائک پر اخبارات کی رائیں

ریلوے سٹرائک پر بڑے بڑے اخبارات نے جو رائیں ظاہر کی ہیں۔ اُن میں سے بعض یہ ہیں۔ ہمیں اپنے ملک پر فخر کرنے کا ہر ایک موقعہ حاصل ہے۔ لوگ اس دھمکی دینے والے خطرہ کے مقابلہ پر صبر و استقلال سے آمادہ ہوگئے۔ ریلوے والوں کا رویہ بھی اچھا رہا مگر گورنمنٹ مستعد و ثابت قدم تھی۔ مسٹر ٹامس نے یہ ثابت کرنے سے ملک کی ایک خدمت انجام دی ہے کہ قومی سٹرائک کا ٹوٹ جانا معمولی امر ہے۔ (ڈیلی میل)

فخر و مباہات یا فتح و شکست کے تذکرہ کا کوئی موقعہ نہیں۔ اور مظفر و منصور ملک ہے۔ ہنوز مزید طوفانوں کا سامنا کرنا ہوگا۔ ریلوے سٹرائک بہ حیثیت مجموعی بطور سبق کے تھی۔ جن لوگوں نے سٹرائک کا اشارہ کیا انہیں ملک کی مصمم مزاحمت اور دیگر ذرائع رسل و رسائل کا خیال نہ آیا۔ اس طرح غیر ذمہ دارانہ سٹرائک ناکام رہی۔ دوسرا سبق گورنمنٹ اور اس کے عہدہ داران کے لئے ہے۔ جنہوں نے تمام محنت مزدوری کرنے والوں کے اعلےٰ اقتصادی و سوشل حیثیت کی جانب تغیر کا احساس نہ کیا۔ (ٹائمز)

ڈیلی ٹیلیگراف گورنمنٹ کو اس کے حوصلہ و قوت اور قوم کو ملکی خدمت پر عزم مصمم سے آمادہ ہو جانے پر مبارکباد دیتا ہؤا توقع ظاہر کرتا ہے کہ اس اچھے نتیجہ سے قومی سٹرائک کی بیہودگی و تباہی کا سبق اخذ کیا جائیگا۔

وزیر اعظم کی تعریف

لنڈن ۷- اکتوبر۔ تصفیہ سٹرائک کی نمایاں خصوصیت یہ ہے۔ کہ یہ اپنے پیچھے کوئی تلخی نہیں چھوڑ گئی۔ ہر طرف سے وزیر اعظم انگلستان و ٹریڈ یونین کانفرنس کے مصالحانہ کام کی تعریف کی جاتی ہے۔

ایک شاندار پیش قدمی

سٹاک ہالم ۷- اکتوبر۔ ریڈیو کی تاروں سے ظاہر ہے کہ جنرل روڈزی انکو نے بولشیوکوں کے خلاف پیشقدمی شروع کردی ہے۔ پسکوف اور پیٹروگراڈ کے درمیان ریلوے سلسلہ قطع کردیا گیا ہے اور اس طرح سے جنرل موصوف نے بولشیوکوں کو بذریعہ سڑک پسپائی پر مجبور کیا ہے۔

جنرل کولچک نے ٹوبالسک پر قبضہ کر لیا ہے۔

لنڈن ۷- اکتوبر۔ ایک سرکاری تار بمقام ارسک مورخہ ۱۵- اکتوبر ناقل ہے۔ کہ امیرالبحر کولچک نے ایک جیلنگ کی امداد سے ٹوبالسک پر قبضہ کرلیا ہے۔ اور اس مقام پر بہت سامان غنیمت اور [illegible] کی اشیاء کے ہاتھ آئے ہیں۔

سابق وزیر اعظم آسٹریا کا انتقال

لنڈن - ۷- اکتوبر - مسٹر الفرڈ ڈیکن سابق وزیر اعظم آسٹریلیا کی وفات کا اعلان ہوا ہے۔ یہ ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے تھے۔ ۶۳ سال کی عمر پائی ۔

رومانوی تخلیہ

برلن - ۷- اکتوبر - وائنا کا تار مظہر ہے کہ رومانوی سپاہ نے آسٹری علاقہ کو خالی کرنا شروع کر دیا ہے۔ دو مقامات میں رومانوی فوج کی جگہ انگریزی سپاہ مامور کی گئی ہے۔ اعٹارہ سو برٹش سپاہی بڈاپیسٹ پہنچے ہیں نیز یہاں دو ہزار اطالویوں کے آنے کی بھی توقع کی جاتی ہے۔ رومانویوں کے چلے جانے کے بعد برٹش اطالوی سپاہی پولیس کے فرائض بجا لائیں گے ۔

شملہ پردہ کلب کا چندہ

شملہ - ۸- اکتوبر - ایک پریس کمیونک شائع ہوا ہے کہ حضور لیڈی چیمسفورڈ صاحبہ کو مہارانی بیکانیر صاحبہ نے شملہ کے پردہ کلب کے لئے ۱۵ سو روپیہ کا عطیہ دیا ہے۔

گورنر بمبئی کشمیر میں - لیڈی اور گورنر آف بمبئی شملہ سے ہوتے ہوئے کشمیر کو تشریف لے گئے ہیں وہ سرینگر میں ریزیڈنٹ کے مکان پر مقیم ہونگے۔

مسٹر ولسن کی علالت میں افاقہ ہو رہا ہے

واشنگٹن - ۷- اکتوبر) گذشتہ شب کے پرچہ سے ظاہر ہے۔ کہ پریزیڈنٹ ولسن نے آرام سے شب گذارا اور اُنکی صحت مسلسل طور پر ترقی کر رہی ہے ۔

سپریم کونسل کا کام

(پیرس - ۷- اکتوبر) سپریم کونسل نے آسٹریا کو بہم غذا مہیا کرنے کی غرض سے ایک سب کمیشن کے تقرر کا فیصلہ کیا ہے۔ جو وائنا میں اجلاس کریگی ۔

اٹلی اور صلح

پیرس ۷- اکتوبر) جرمنی و آسٹریا سے جو معاہدات صلح ہوئے تھے شاہ اٹلی نے اُن کی تصدیق کر دی ہے۔ اُمید کی جاتی ہے کہ فرنچ تصدیق اس ہفتہ میں ہو جائے گی ۔

فرنچ ریلوے مشکلات

پیرس ۷- اکتوبر) ریلوے والوں نے فیڈریشن پیرس سے مشورہ کئے بغیر فرانس کے تمام ریلوے کارکنوں سے اُجرتوں میں سو فیصدی اضافہ معہ بونس و کم از کم ۸۰۰ فرنک ماہانہ اُجرت کی تجویز کے بارہ میں فوراً فیصلہ کرنے کا مطالبہ کیا ہے ۔

فیوم کی حالت

لنڈن ۷- اکتوبر) ٹائمز کا نامہ نگار روما اس رپورٹ پر کہ گریٹ برٹن عنقریب اٹلی کو مطلع کرنیوالا ہے۔ کہ فیوم کی حالت دول کے اتحاد میں بطالوی حیثیت و تعلق پر اثر انداز ہو رہی ہے - اطالوی اخبارات کی راؤں کا اقتباس کرتا ہے۔

سنٹرل نیوز ایجنسی کا نامہ نگار روما گریٹ برٹن اور امریکہ کی طرف سے خطرہ کی احتمال کی طرف اشارہ کرتا ہوا لکھتا ہے کہ احتمال مذکورہ سے اٹلی میں بغایت جوش پھیل گیا ہے ۔

امریکہ میں گوروں اور حبشیوں کے مابین جھگڑا

لنڈن ۷- اکتوبر) نیو یارک کا نامہ نگار ٹائمز نا[illegible] اور کینساس سے موصول شدہ رپورٹوں کی بنا پر اطلاع دیتا ہے کہ بعض حبشی قیدیوں نے ایک سازش کا اعتراف کیا ہے [illegible] حبشیوں نے شورش برپا کر کے گوروں کو قتل کر ڈالنے کی تجویز کی تھی منصوبہ کا ایک سسٹم قائم کیا گیا تھا۔ تاکہ وہ چل پھر کر تشکلو کو مقررہ مقامات پر جمع ہو سکے اور گوروں کو دیکھتے ہی لٹ نہ سندوں بند رہنے کی ہدایت کریں حساب ملیف کے سکول ہوس میں پانچ ہزار کارتوس تقسیم کئے گئے تھے ۔

آنریبل مسٹر میاں محمد شفیع کا دورہ

موسم بہار میں سر شفیع دہلی واپس جانے سے قبل پشاور اور لاہور میں قیام فرمائینگے اور اس کے بعد ماہ دسمبر کے دوران صوبہ بہار اور بنگال میں دورہ کریں گے ۔

مسٹر گاندھی کا اخبار اور پریس احمد آباد کو تبدیلی

بمبئی ۷- اکتوبر - مسٹر گاندھی کا ہفتہ وار اخبار ینگ انڈیا کا دفتر بمبئی سے شہر احمد آباد میں تبدیل کر دیا گیا ہے احمد آباد میں ایک پریس خرید لیا گیا ہے۔ جہاں مسٹر گاندھی ایک نیا ہفتہ وار اخبار گجراتی زبان میں شائع کیا کریں گے اس پریس میں اُن کا اخبار ینگ انڈیا چھپا کرے گا۔ مسٹر شنکر لال بینک نے احمد آباد کے مجسٹریٹ کے سامنے پریس کا مالک ہونے کا حق تسلیم کیا ہے۔ اور مذکورہ بردو اخبارات کے پرنٹر ہونے کے لئے مسٹر اندولال نے درخواست کی ہے مجسٹریٹ نے ہر دو اخبارات کے لئے کوئی ضمانت طلب نہیں کی ۔

لوگوں کی خدمت میں مسٹر گاندھی کا پیغام

(بمبئی ۷- اکتوبر) مسٹر گاندھی اپنے اخبار نوا[illegible] میں ایک پیغام شائع کیا ہے۔ اور اپنے سالگرہ کے موقعہ پر جن جن لوگوں کی طرف سے اُنہیں مبارک باد موصول ہوئی ہے۔ اُن کو مخاطب کر کے کہا ہے۔ کہ جو روپیہ مجھے مبارکباد کے خطوط اور تاروں وغیرہ بھیجنے پر صرف ہوا ہے - کیا ہی اچھا ہوتا کہ وہ غریبوں کی خوراک اور بیکسوں کے کپڑے وغیرہ بنانے پر صرف کیا جاتا۔ مجھے اندھا دھند اظہار محبت سے کبھی خوشی نہیں ہوتی۔ میں عقلمند دوست کی محبت کو زیادہ پسند کرتا ہوں۔ اور اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ محبت کے اظہار کے سچے طریقے یہ ہو سکتے ہیں کہ جو اچھی باتیں میرے میں قابل تقلید ہیں اُن کی نقل کی جائے۔ مجھے یہ دیکھکر خوشی ہوئی ہے کہ سودیشی تحریک کے مرغوب کرنے کے لئے عملی کاروائی کی گئی ہے۔ اور میرے سالگرہ کے موقعہ پر کئی اصحاب نے سودیشی اشیاء خریدنے کی قسم اٹھائی ہے۔ جبکہ بمبئی کی بھگنی سماج نے مجھے ایک سو روپیہ کی تھیلی دی تو میں سخت مشکل میں تھا کہ میں اس روپیہ کو کس طرح قبول کروں۔ اب میں نے مشتہر کر دیا ہے کہ یہ روپیہ جو میرے لئے جمع کیا گیا تھا وہ عورتوں کی حالت کو بہتر بنانے کے لئے صرف کیا جا سکیگا ۔

سیاحت میں توسیع

(پیرس ۶- اکتوبر) پیرس میں شاہ ایران کی سیاحت بظاہر اس سے زیادہ طویل ہوگی۔ جس قدر کہ ابتدا میں خیال کی گئی تھی۔ پیرس میں کئی روز تک ٹھہرے ہوئے رہیں گے۔ یہاں رہنے کے بعد شاہ چند روز جنوبی انس میں بسر فرمائینگے۔ اور آغاز نومبر میں پھر پیرس مراجعت کریں گے۔ جبکہ گورنمنٹ سرکاری طور پر اُن کا استقبال کرے گی۔ شاہ کا ہفتہ دوم نومبر سے پیشتر لنڈن پہنچنا غیر اغلب ہے ۔

امریکہ میں فولاد کا کام کرنیوالوں کی سٹرائیک

شکیگو ۷- اکتوبر - گرے (انڈیانا) میں ۲۰ ہزار فولادی سٹرائک کنندگان کی پر بلڑ کے بعد گرے اور مشرقی شکیگو انڈیانا میں مارشل لاء کا نفاذ ہوا چونکہ ریاست کی فوجی پولیس دفعتاً سے جوش کے ناقابل ہے۔ لہذا ایک ہزار فیڈرل سپاہی گرے میں متعین کئے گئے ہیں ۔

ہندوستانی ترکستان میں

لنڈن ۸- اکتوبر - بولشویکوں کے ایک پیغام سے ظاہر ہے۔ کہ ہندوستانی مشن سمارقند میں پہنچ گئی ہے - تاکہ ترکستان کی بولشویک گورنمنٹ سے صلح کی گفتگو کرے ۔

استھادیوں کی امداد گورہ افواج کو

لنڈن ۸- اکتوبر جنرل ڈینکن کے ایک کمیونک سے ظاہر ہوتا ہے کہ پندرہ ہزار قیدی گرفتار کئے گئے ہیں اور مقام ورونش کے قریب وجوار میں ۱۵ توپیں گرفتار کی گئی ہیں ہیلسنگفورس کا ایک تار ناقل ہے کہ فن لینڈ میں جنرل ڈینکن کے نمائندہ جنرل گرانسود پہنچ گیا ہے - اس نے ظاہر کیا ہے۔ کہ ڈینکن کی گورنمنٹ نے پولینڈ اور فنلینڈ کی آزادی کو بغیر شرط طور پر تسلیم کر لیا ہے۔ وہ بیان کرتا ہے۔ کہ استحادیوں نے گورہ افواج کو اس قدر سامان حرب پہنچایا ہے - کہ وہ بولشیوکوں کو پیچھے ڈالتے ہیں - اب کوئی شک نہیں رہا ۔

بولشیوں کو داخلے کی اجازت

لنڈن ۸- اکتوبر - ایک بولشیوک مراسلہ سے ظاہر

ہے۔ کہ جنرل ڈینکن نے ورنش کے مشہور مقام پر قبضہ کر لیا ہے ۔

وانڈر گولٹز کی نقل و حرکت

لنڈن ۸- اکتوبر - اخبار ڈیلی نیوز کے ایک تار سے ظاہر ہے۔ کہ جنرل وانڈر گولٹز روس کی شمال مغربی افواج سے جا ملا ہے۔ یہ فوج بولشیوکوں سے لڑ رہی ہے اور اس نے اب ریگا پر حملہ کرنے کا ارادہ کر رکھا ہے ۔

جرمن سرحد کی حفاظت

برلن ۸- اکتوبر - کرلینڈ میں جرمنوں کی ایک آزاد فوج نے ایک اعلان کے دوران میں جرمنی اور تمام مہذب دُنیا سے مخاطب ہو کر کہا ہے۔ کہ جرمن گورنمنٹ کے حکم کے باوجود ہماری فوج جرمن سرحد کو بولشیوکوں سے بچانے کے لئے رہیگی۔ برلن کا ایک نیم سرکاری تار ناقل ہے کہ بحیرہ بالٹک کی افواج کو گورنمنٹ کی اپیل کے نتیجہ میں باربرداری متواتر گھر کی طرف شروع ہے مگر افواج کا کچھ حصہ ابھی لیت و لعل کر رہا ہے ۔

بولشیوک خطرے

لنڈن ۸- اکتوبر - اوڈیسہ سے آنے والے حال کے تاروں سے انکشاف ہوتا ہے کہ بولشیوک افواج کے خلاف کامیابی پر سوویٹ حکومت نے سخت خطرناک تدابیر کو از سر نو زندہ کرنے کا حکم دیا ہے ۔

میجر جنرل سر سکاٹ کی وفات

لنڈن ۸- اکتوبر - میجر جنرل سر سکاٹ جنہوں نے تیراہ کی مہم میں خوب کام کیا تھا۔ اور جو بعد میں بنگال کی بارود فیکٹری میں سپرنٹنڈنٹ رہے تھے انتقال ہوا ہے ۔

سار بروک میں ہڑتال

پیرس ۸- اکتوبر - اشیاء خورد نی کی گرانی سے سار بروک کے کئی کارخانوں اور ریلوں کے محکموں میں ہڑتال ہو رہی ہے - سٹرائک کرنیوالوں کے مظاہروں کی وجہ سے سار بروک میں محاصرے کی حالت نمودار ہو رہی ہے۔ لوگوں اور سرمایہ داروں کے نمایندوں کا کل ایک جلسہ منعقد ہوا ۔

دریائے رائن کی افواج

پیرس ۸- اکتوبر - جنرل ڈیگولی جو فرانس کے میدان میں انگریزی افواج کے پہلو بہ پہلو لڑتے رہے ہیں ان کو اب دریائے رائن کے علاقہ کی افواج کا کمانڈر انچیف مقرر کیا گیا ہے ۔

فوج کا خرچ

لنڈن ۸- اکتوبر - اخبار مارننگ پوسٹ رقمطراز ہے کہ کیبنٹ نے آیندہ افواج کے خرچ کے لئے چھ کروڑ پونڈ سالانہ کی رقم مقرر کی ہے - اس پر فوجی حکام شکایت کرتے ہیں۔ کہ اس رقم سے ہم اس قدر فوج کبھی نہیں رکھ سکے۔ جس قدر ہمارے پاس ۱۹۱۳ء میں تھی۔ اور جبکہ ہماری فوج کا خرچ تین کروڑ ۲۸ لاکھ پونڈ تھا ۔

ہندوستانی افواج کی پنشنوں کے متعلق مسٹر مانٹیگو کی خدمت میں ایک وفد

لنڈن ۷- اکتوبر - مسٹر مانٹیگو سے ایک وفد ہندوستانی افواج کی پنشن کی موجودہ شرح کی بہتری کے متعلق ماہ اکتوبر کے اخیر میں ملاقات کریگا - اس وفد کے ممبران میں جنرل سر بنڈن بلاڈ اور لفٹننٹ جنرل بیچ و ہیسٹنگس اور میجر جنرل سر ایچ بیس فیلڈ وغیرہ شامل ہیں ۔

ہندوستان میں شکر سازی

گورنمنٹ آف انڈیا نے ایک کمیٹی مقرر کی ہے کہ ہندوستان کی شکر سازی کے مختلف پہلوؤں پر تحقیقات کر کے یہ بتانے کے متحدہ طور پر کوئی ایسی قطعی پالیسی اختیار کی جا سکتی ہے کہ صنعت کو مزید ترقی دی جا سکے کمیٹی کے سکرٹری گورنمنٹ آف انڈیا کے ایگریکلچرل ایڈوائزر ہیں۔ تجویز کی گئی ہے کہ ملک میں جس قدر کارخانے شکر سازی کے اس وقت موجود ہیں۔ ان سب میں سے ایک نمایندہ لیا جاوے۔ جو دوران تحقیقات میں مدد دے سکے ۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے [illegible] صاحب پرنٹر چھپوا کر دفتر پیغام صلح سے شائع کیا ۔

پیغام صلح

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۳۸

ہفتہ میں دو بار شائع ہوتا ہے۔ قیمت سالانہ

جلد | مدینۃ المسیح لاہور چہارشنبہ مورخہ ۱۹ ماہ محرم الحرام ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۵ اکتوبر سنہ ۱۹۱۹ء | نمبر ۴۶

کلام الامام امام الکلام

نام کیا کیا غم ملت میں رکھایا ہم نے

(از حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

جب سے یہ نور ملا نور پیمبر سے ہمیں
ذات سے حق کی وجود اپنا ملایا ہم نے

مصطفےٰ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بار خدایا ہم نے

ربط ہے جان محمد سے مری جاں کو مدام
دل کو وہ جام لبالب ہی پلایا ہم نے

اس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالم میں
لاجرم غیروں سے دل اپنا چھڑایا ہم نے

مورد قہر ہوئے آنکھوں میں اغیار کی ہم
جب سے عشق اس کا تہ دل میں بٹھایا ہم نے

کافر و ملحد و دجال ہمیں کہتے ہیں
نام کیا کیا غم ملت میں رکھایا ہم نے

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمد
تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے

تیری الفت سے ہے معمور مرا ہر ذرہ
اپنے سینہ میں یہ اک شہر بسایا ہم نے

صف دشمن کو کیا ہم نے بحجت پامال
سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے

نور دکھلا کے ترا سب کو کیا ملزم و خوار
سب کا دل آتش سوزاں میں جلایا ہم نے

جواہر ریزے

اپنی جماعت کو متنبہ کرنیکے لیے ایک ضروری اشتہار

(گذشتہ سے پیوستہ)

چاہئے کہ تمہارے دل فریب سے پاک اور تمہارے ہاتھ ظلم سے بری اور تمہاری آنکھیں ناپاکی سے منزہ ہوں۔ اور تمہارے اندر بجز راستی اور ہمدردی خلائق کے اور کچھ نہ ہو۔ میرے دوست جو میرے پاس قادیان میں رہتے ہیں میں امید رکھتا ہوں کہ وہ اپنے تمام انسانی قوتوں میں اعلےٰ نمونہ دکھائیں گے۔ میں نہیں چاہتا کہ اس نیک جماعت میں کبھی کوئی ایسا آدمی ملکر رہے۔ جس کے حالات مشتبہ ہوں یا جس کے چال چلن پر کسی قسم کا اعتراض ہو سکے یا اس کی طبیعت میں کسی قسم کی مفسدہ پردازی ہو یا کسی اور قسم کی ناپاکی اس میں پائی جائے۔ لہذا ہم پر یہ واجب اور فرض ہوگا کہ اگر ہم کسی کی نسبت کوئی شکایت سنیں گے کہ وہ خدا تعالےٰ کے فرائض کو عمداً ضائع کرتا ہے یا کسی ٹھٹھے اور بیہودگی کی مجلس میں بیٹھتا ہے یا کسی اور قسم کی بدچلنی اس میں ہے تو وہ فی الفور اپنی جماعت سے الگ کر دیا جائیگا اور پھر وہ ہمارے ساتھ اور ہمارے دوستوں کے ساتھ نہیں رہ سکیگا۔

ابھی میں نے چند ایسے آدمیوں کی شکایت سنی تھی کہ وہ پنجوقت نماز میں حاضر نہیں ہوتے تھے اور بعض ایسے تھے کہ ان کی مجلسوں میں ٹھٹھے اور ہنسی اور حقہ نوشی اور فضول گوئی کا شغل رہتا تھا۔ اور بعض کی نسبت شک کیا گیا تھا۔ کہ وہ پرہیزگاری کے پاک اصول پر قائم نہیں ہیں اس لئے میں نے بلاتوقف ان سب کو یہاں سے نکالدیا ہے کہ تا معصر دل کے ٹھوکر کھانے کا موجب نہ ہوں۔ اگرچہ شرعی طور پر ان پر کچھ ثابت نہ ہوا۔ لیکن اس کارروائی کے لئے اسی قدر کافی تھا کہ مخفی طور پر ان کی نسبت شکایت ہوئی۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اگر وہ راستبازی میں ایک روشن نمونہ دکھاتے تو ممکن نہ تھا۔ کہ کوئی شخص ان کے حق میں بول سکتا۔ میں یہ بھی ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ یہ لوگ درحقیقت ان لوگوں میں سے نہ تھے۔ جنہوں نے راستبازی کی تلاش میں ہماری ہمسائیگی اختیار کی ہے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ ایک کھیت جو محنت سے تیار کیا جاتا اور پکایا جاتا ہے اسکے ساتھ خراب بوٹیاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں جو کاٹنے اور جلانے کے لائق ہوتی ہیں ایسا ہی قانون قدرت چلا آیا ہے۔ جس سے ہماری جماعت باہر نہیں ہو سکتی۔ اور میں جانتا ہوں کہ وہ لوگ جو حقیقی طور پر میری جماعت میں داخل ہیں۔ ان کے دل خدا تعالےٰ نے ایسے رکھے ہیں کہ وہ طبعاً بدی سے متنفر اور نیکی سے پیار کرتے ہیں۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ وہ اپنی زندگی کا بہت اچھا نمونہ دنیا پر ظاہر کریں گے۔ والسلام ؂

رسید زر

فہرست عید فنڈ بر موقعہ عید اضحیٰ جماعت احمدیہ لاہور چھاؤنی

(معرفت بابو محمد حسین صاحب کلرک)

نام		رقم
قاضی مظفر علی صاحب	....	عہ ر
قاضی عبدالواحد صاحب	توپخانہ	۸ ر
میاں جلال الدین صاحب	״	۸ ر
میاں نبی بخش صاحب	״	عہ ر
میاں محمد الدین صاحب	״ فطرانہ عید الفطر	عہ ر
	عید فنڈ	عہ ر
بابو محمد حسین صاحب	״	۸ ر
قاضی ثناء اللہ صاحب	״	عہ
میزان		معہ ر

فہرست چندہ بابت ماہ اگست ۱۹۱۹ء جماعت لاہور چھاؤنی

نام		رقم
بابو محمد نعمان صاحب	....	عہ ر
بابو نبی بخش صاحب	....	عہ ر
حکیم الطاف علی صاحب	....	۱۰ ر
بابو محمد حسین صاحب	....	عہ ر
قاضی ثناء اللہ صاحب	....	ے ر
قاضی عبدالواحد صاحب	توپخانہ	۸ ر
میاں جلال الدین صاحب	״	عہ ر
میاں محمد الدین صاحب	״	عہ ر
قاضی عبدالحکیم صاحب		عہ
میزان	۰-۲-۱۱	

زر چندہ مقررہ و غیر مقررہ بروز عید اضحیٰ جماعت سامانہ

معرفت حکیم محمد اکرم صاحب سکرٹری

اسمائے گرامی چندہ دہندگان	چندہ مقررہ	عید فنڈ	مشن تبلیغی	نذر اللہ
رحیم بخش صاحب	۰	۴ ر	۰	عہ
فتح محمد صاحب	۰	۲ ر	۰	۰
محمد قاسم صاحب	۴ ر	۲ ر	۰	۰
رحیم بخش صاحب خیاط		۴ ر	ے ر	۰
علی محمد صاحب	۰	۱ ر	۰	
محمد شفیع صاحب		۸ ر	۰	للعہ
مرزا محمود بیگ صاحب	۰	۴ ر	۰	
محمد اسلم صاحب	۰	۴ ر	۰	۰
محمد اعظم صاحب		۲ ر	۰	۰
محمد سلیمان صاحب	۱۵	۰	۰	۰
میزان الکل	للعہ	عہ ر	ے ر	۱۴

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے ناشر فقیر اللہ صاحب پبلشر نے گلزار محمدی سٹیم پریس لاہور میں باہتمام شیخ گلزار محمد صاحب پرنٹر چھپواکر دفتر پیغام صلح سے شائع کیا ؂

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۷ - مورخہ ۱۵ اکتوبر ۱۹۱۹ء نمبر ۲۶

تبدیلی نصب العین

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کانوں تک جب یہ آواز پہنچی کہ ایک شخص مکہ میں اٹھا ہے۔ اور ان کے معبودوں کی بجائے ایک خدا کی تلقین کرتا ہے۔ تو سخت برافروختہ ہوئے ان کا آبائی مذہب زد میں لایا گیا ہے جب کئی سو بُت ان کی ضرورتوں کو پورا کر لیتے تھے۔ تو ایک خدا کس طرح ان کی حاجت روائی کر سکیگا۔ ان کے زعم میں یہ بات پوری طرح جاگزین تھی۔ کہ ہر ایک معبود علیحدہ علیحدہ فرائض ادا کرتا ہے۔ ان تمام کے اوپر ایک اور ہستی کو تسلیم کرتے تھے۔ مگر اس کی طاقت معطل خیال کرتے تھے۔ کیونکہ جب بارش کی ضرورت ہوئی ایک بُت کے پاس جاتے۔ اگر اولاد کوئی سہکتا تو دوسرا بُت ان کی منتیں اور چڑھاوے قبول کرتا۔ اسواسطے اس ہستی ماوراء کی نہ ضرورت پڑتی۔ اور نہ وہ ان کی یاد میں رہی۔ وہ اس نئی آواز پر ہنس دیتے۔ مگر جب انہوں نے مسلمانوں کی تعداد بڑھتی دیکھی۔ تو ان کی غیرت جوش میں آئی۔ اور جہاں کہیں وہ کسی مسلمان سے دو چار ہوتے تو اسکو دیکھنا گوارا نہ کرتے۔ انکو طرح طرح کی اذیتیں دیتے اور انکے قتل و خون پر ہر وقت لگے رہتے۔ ڈر کے مارے مسلمان خانہ کعبہ میں جو مسلمانوں کا اصل ورثہ چلا آتا تھا نماز بھی ادا نہ کر سکتے تھے۔ مگر یکا یک ان کو ایک ٹھیس لگتی ہے۔ کئی سو بتوں کی جگہ ایک خدا ان کے قلب میں جگہ لیتا ہے۔ اور باقی زندگی کے حالات جن سے ہر مسلمان کم و بیش واقفیت رکھتا ہے اس تبدیلی کے شاہد ہیں۔

واسی طرح حضرت خالد بن ولید اسلام کی بیخکنی پر تلے ہوئے۔ مسلمانوں کے برخلاف معرکہ آرائیوں میں بڑے کارہائے نمایاں دکھاتے ہیں جنگ احد میں لشکر اسلام فتح پا چکا ہے مگر وہ تیراندازوں کا دستہ جو رسول کریم نے پہاڑ کی کھوہ میں متعین کیا تھا کہ وہ کسی حالت میں اس جگہ سے نہ ہٹیں مال غنیمت کے لالچ میں بھاگے ہوئے کفار پر ٹوٹ پڑتا ہے۔ ادھر سے خالد کی سپاہیانہ نگاہ نے اس موقعہ کو تاڑ لیا اور وہاں سے مسلمانوں کے عقب میں آکر حملہ آور ہوتا ہے۔ اور چاروں طرف اضطراب اور سراسیمگی پھیلا دیتا ہے۔

مگر اسلام کی روشنی سے منور ہوکر وہ اپنے ناکردہ گناہوں کی تلافی کس طرح کرتا ہے کہیں مسلمانوں پر حملہ ہوتا ہے ان پر برق و رعد کا سا طوفان نازل کرتا ہے۔ جن سرداروں کے ماتحت وہ مسلمانوں کے خون کا پیاسا رہتا تھا انہی کا وہ دشمن جانی بنتا ہے۔ اپنے دوش بدوش لڑنے والے سپاہیوں کے ساتھ نیزہ و سنان لیکر جاتا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں چاروں طرف اسلام کا نعرہ بلند کرتا ہے۔ اور ایران، شام اور مصر وغیرہ ممالک میں لوگوں کو اصنام پرستی سے بچا کر نجات کا سیدھا رستہ بتاتا ہے۔

ایک اور بزرگ ایسی قوم ہیں جو اسلام کا وجود سنتے ہیں۔ مگر اپنے بھائی کو بھیجتے ہیں تا وہ جا کر دیکھیں کہ مسلمان کس طرح عبادت کرتے ہیں۔ وہ کیا پوجتے ہیں اور ان میں کیا بات ہے۔ جس نے اتنا غوغا ڈال رکھا ہے۔ مگر خود اس قدر محتاط ہیں کہ کہیں مسلمانوں کے محلہ کی طرف جاتا دیکھکر لوگ ان پر آوازے نہ کسیں۔ بھائی سے حالات سنکر انکے دل میں اشتیاق پیدا ہوتا ہے۔ کہ آپ جاکر ملاحظہ کریں لیکن طبیعت میں خوف ضرورت سے زیادہ تھا۔ طعن وتشنیع کو برداشت کرنے کی طاقت نہ تھی۔ اور پبلک کی انگشت نمائی کا خوف دامنگیر تھا۔ سوچ میں پڑ گئے۔ بڑے توقف کے بعد آخر جوصلہ کیا اور گلیوں اور کم آمد و رفت والے بازاروں میں چکر کاٹتے کو چہ بنوی میں پہنچے۔ اور منہ سر لپیٹ کر کہ کہیں پہچانے نہ جائیں۔ پیار سے حبیب کی پیاری باتوں کو سننے لگے۔ مگر وہاں کیا جادو تھا۔ جو کوئی طبیعت کو حاضر کرکے ایک دفعہ سن لیتا ہے وہیں کا ہو جاتا ہے۔ وہیں کلمہ توحید پڑھتے ہیں سب خوف و بیم کو پس پشت ڈال دیتے ہیں نماز کا وقت ہوتا ہے۔ تو وہاں سے اٹھتے ہیں اور سیدھے کعبہ میں جاکر کھڑے ہوتے ہیں۔ لوگ دیکھکر حیران ہوتے ہیں سجدے میں گرتے ہیں تو کوئی پتھر مارتا ہے کوئی لاٹھی مارتا ہے۔ وہیں لہو لہان ہیں مگر سجدے میں پڑے ہیں۔

ان لوگوں کو مسلمان کرنے میں کونسی کشش کام کرتی تھی کیا کوئی دنیاوی وجاہت تھی۔ وہ تو اس وقت مسلمانوں کے ہاں نابود تھی۔ کیا دولت کا لالچ تھا۔ اس سے بھی یہ لوگ مبرا تھے۔ انہیں لوگوں کی نسبت قرآن کریم کی یہ آیت ہے۔ اولئک علی ھدی من ربھم واولئک ھم المفلحون۔ لفظ فلاح جس کے معنے بہبودی ہیں اصل میں فلاحت سے تعلق رکھتا ہے بمعنے زراعت یعنی ہل کے ذریعہ زمین کو اکھاڑنا اور نیچے کی مٹی کو اوپر کرنا۔ یا وہ طاقت جو زمین میں ہے اسکو مسخر کرکے اپنے استعمال میں لانا۔ مفلحون میں یہ معنی اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ وہ لوگ جو ان قویٰ کو جو اللہ تعالےٰ نے ان میں ودیعت رکھی ہیں بالفعل کرتے ہیں یعنی ان کے درست استعمال سے اپنے نصب العین کو حاصل کر لیتے ہیں جو کہ اصلی بہبودی ہے اور جس کی طرف یہ آیت توجہ دلاتی ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ معبودیت ایزدی کے ماتحت کام کرنا اور اسپر عمل پیرا ہونا۔ یہی تغیر تھا جو اسلام نے ان میں پیدا کیا۔ وہ اپنی آبائی رسومات اور تاثرات سے بالکل بیزار ہو گئے۔ اور ہمہ تن دین حقہ کو پھیلانے کے واسطے لگ گئے۔ وہ خود غرض نہ تھے۔ کیونکہ اس اصول نے خود غرضی کی بھی جڑ کاٹ دی تھی۔ خویش واقارب کو ہمسایہ و بیگانہ کو یہی نصب العین دکھانا چاہتے تھے۔ اور ان کو واضح طور پر اور کھلے کھلے دلائل کے ساتھ ہستی باری تعالےٰ کا ثبوت دیکر اس پر چلانا چاہتے تھے۔ یہی انسان کا اصل مدعا ہے اور یہی اس کا مقصد ہونا چاہیئے ؂

شکر خدا کہ عشق نے کچھ کچھ اثر کیا

آخر ہندوستان میں مختلف کونوں سے آوازیں کھڑی ہونے لگی ہیں کہ ہمارا نصب العین تبلیغ اسلام ہونا چاہیئے۔ اور بھلا ہو واقفات عالم کا اور زمانہ کے سرد و گرم کا جنہوں نے ان کے دلوں کو اس طرف پھیرا ہے۔ ع تو نے وہ ٹھوکر لگائی چشم ملت کھل گئی جس کی طرف سے باوجود ایک داعی کی آواز سے وہ غافل کیا منحرف ہو رہے تھے۔ قاری سرفراز حسین صاحب دہلوی نے حال ہی میں ہمارے معزز ہمعصر علیگڈھ انسٹیٹیوٹ میں ایک مضمون اسی غرض کو مدنظر رکھتے ہوئے شائع کیا ہے وہ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ:-

"امریکہ میں تبلیغ اسلام کے لئے ایک وسیع میدان موجود ہے۔ اور مذہب اسلام کو امریکہ میں قبول کرنے کا بہترین ذریعہ یہی ہے۔ کہ اس کا اعلےٰ تصوف اور فلسفہ پیش کیا جاوے۔ میرے خیال میں سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی معلوم ہوتی ہے کہ اولاً اسلامی انجمنوں کے خاص خاص سربرآوردہ بزرگ و دیگر اکابر قوم جن کو مسئلہ تبلیغ اسلام بہ ممالک غیر سے دلچسپی ہے ایک مقام پر جمع ہوکر مشورہ قایم کریں۔ اور بعد کامل غور و خوض کے ایک مشن قائم کریں۔ مگر تبلیغ اسلام ہی اسلامی فرقوں کا مشترک فرض ہے اور بغیر اجتماعی کوشش کے یہ کام خوش اسلوبی کے ساتھ انجام نہیں پا سکتا" وغیرہ وغیرہ

پہلے دل میں بات اٹھتی ہے پھر زبان اس کی ترجمانی کرتی ہے پھر اسکو عملی جامہ پہنایا جاتا ہے۔ عجب ایسے خیالات پیدا ہو گئے ہیں۔ اور ہر سینہ میں جوش اٹھنے لگ پڑی ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ پیشتر وہ کئی ہزار امریکن مشنری جو ممالک اسلام میں عیسائیت پھیلانے کی غرض سے آرہے ہیں۔ وہ اپنے مذہب کی فکر میں اپنے ملک میں لگ جاویں۔ اور مذہب اسلام جو اپنی سچائی وحقانیت کے دعوے پکار پکار کر رہا ہے وہ اسکو پرکھیں اور متاثر ہو جائیں۔

بزرگان ملت اور نوجوانان ملک سے ہمارا خطاب ہے کہ ہمارے ساتھ جنہوں نے صرف اس ایک کام کا تہیہ کیا ہوا ہے ملکر کام کریں۔

دہلی سے ایک روزانہ انگریزی اخبار

ہمعصر کانگرس رقمطراز ہے کہ "کہ مسٹر شنکر لال دہلی سے انگریزی کا ایک روزانہ اخبار نکالنا چاہتے ہیں۔ ان کا ارادہ ہے کہ ایک لاکھ روپیہ کے سرمایہ سے ایک لمیٹڈ کمپنی کے ماتحت اس اخبار کو جاری کیا جاوے۔

ہم کو پوری امید ہے کہ مسٹر شنکر لال جیسا کہا تھا ویسا کیا گیا۔ جس کام کو ہاتھ میں لیتے ہیں اسکو تکمیل تک پہنچاتے ہیں تو اس مدعا میں بھی کامیاب ہونگے دارالخلافہ دہلی میں ایک پبلک آرگن قائم کردینگے جو ملک کی نیابت کریگا۔ مگر ہم بھی اپنے گھر کو دیکھیں ہندوستان بھر میں ہمارے کتنے انگریزی اخبار ہیں اور اپنے صوبہ پنجاب میں کوئی ہے بھی یا نفی میں جواب ملتا ہے۔ پھر کونسا آرگن ہمارے خیالات کو حکام تک پہنچائیگا۔ اور ہمارے احساسات کی نگہداشت کے لئے اور ہمارے حقوق کے تحفظ کی خاطر ہماری آواز کو ذمہ دار لوگوں تک پہنچائیگا۔ ہم اپنی افسانہ گوئی اور بگڑے ہوئے مذاق شاعری میں تو یہ کہہ پاتے ہیں

ہمیں نرگس کا دستہ غیر کے ہاتھوں سے کیوں بھیجا
اگر آنکھیں دکھانی تھیں دکھاتے اپنی آنکھوں سے

وصیاللہ ہر کام کرنیکا بے محل تازیبا اصول قائم کریں مگر جس بات میں کوئی اہمیت ہو۔ اور جس امر پر بہت کچھ انحصار ہو۔ وہاں ہماری نیابت ہمارے ہم ہمعصر بھائی اپنے اخبارات کے ذریعہ کریں اور لکڑی کے ساتھ ہمارا آہنی وجود بھی تیرتا ہے۔ ہم ایسے حالات میں جبکہ پبلک کو اپنے لیڈروں پر اعتبار نہ رہے۔ اور نمائندگان ایک دفعہ گیدڑ پر عانہ حاصل کرکے پبلک کی طرف سے غافل ہو جائیں۔ تب یہ ضرورت اور بھی زیادہ تیزی کے ساتھ محسوس ہونے لگتی ہے ؂

گرانی اجناس

جنگ کے دوران میں چونکہ یورپ میں تمام کارخانے گولہ بارود اور دیگر اسلحہ جات برائے ہلاکت بنی نوع انسان کے تیار کرنے کے لئے لگے ہوئے تھے۔ اور مزدوری پیشہ لوگ ترکھان لوہار وغیرہ ان کارخانوں میں کام پر لگائے گئے تھے اس واسطے پانچ چھ سال دیگر اشیاء تیار نہ ہو سکیں اور قیمتوں میں اضافہ ہوتا گیا۔ اسکے ساتھ مجبوراً تنخواہوں میں بھی بڑھوتی کرنی پڑی۔ ادھر گورنمنٹ نے روپیہ بکھیرنا شروع کردیا۔ اور ایک دفعہ مزدوری مہنگی ہو گئی۔ اس میں تاوقتیکہ اشیاء کی قیمت معتدبہ کم نہ ہو کوئی تخفیف نظر نہیں آتی۔ یہ ایک ایسا معمہ بن گیا ہے۔ کہ گورنمنٹ کو اس کے سلجھانے کے واسطے بہت زیادہ دماغ سوزی کرنی پڑی ہے۔ جو کہ شاید جنگ میں بھی نہ کرنی پڑی ہو اس کا اثر جو ہندوستان پر ہے وہ الم نشرح ہے۔ اور گو امسال فصل کی بہت امید ہے اور گورنمنٹ بھی ایسے ذرائع عمل میں لا رہی ہے۔ کہ زیادہ مقدار غلہ کی باہر نہ جائے جس طرح کہ زمانہ جنگ میں جاتی رہی ہے۔ نیز صنعت وحرفت کی ترقی کے واسطے ملک میں کارخانے قائم کرنے کی کوشش ہو رہی ہے تو ان حالات سے پوری توقع ہے۔ کہ تھوڑے عرصہ میں گرانی کم از کم ہندوستان میں گھٹ جاویگی ؂

آزادی خیال

افمن یمشی فی الارض مکبّا علیٰ وجہہ اھدیٰ امّن یمشی سویّا علیٰ صراطٍ مستقیم۔ قل ھو الذی انشاء کم وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ قلیلاً ما تشکرون۔ کیسے سادے الفاظ ہیں مگر کس قدر معنی خیز ہیں اور کس قدر فلسفۂ زندگی انہیں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ اور آزادی قول و فعل کی اہمیت کو کیسی بیّن تمثیل میں بیان کیا ہے۔ کیا وہ جو اپنا منہ اوندھائے ہوئے چلے وہ زیادہ رہ براہ ہو سکتا ہے وہ شخص جو سیدھا راہِ راست پر چلا جاوے۔ اس کی دو مختلف حالتوں کو مقابلہ میں رکھکر انسان کو ایک آزاد منش ہستی بنایا۔

کے بل اُلٹا زمین پر چلتا ہے

جیساکہ اس سے استناء کی بناوٹ کا اقتضا ہے گروہ انسان کی حالت میں دگرگون ہے وہ سیدھا چلتا ہے۔ اور تمام گردو پیش پر نظر ڈال سکتا ہے اور ہر کجی اور ٹیڑھاپن کو چھوڑ کر صراطِ مستقیم کی تمیز کر سکتا ہے۔ اس عام نظارہ کو مشاہدہ کر کے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ کہ انسان میں حق و باطل کے درمیان تمیز کرنے کا ملکہ ودیعت رکھا گیا ہے۔ جس سے چوپائے محروم ہیں اور اُن کی فطرت متقاضی ہے کسی ایسی ہستی کی جو اس کو درست راستہ پر آگاہ کرتی رہے۔ اور ان کو ہانکے۔ تو اس ساری بحث کا لازمی ماحصل یہ ہوگا۔ کہ جو انسان آزادیٔ قائم کر کے ایک مستقل فیصلہ تک پہنچ نہیں سکتا اور اپنے آپ کو محتاج بناتا ہے تا دوسرے اس کی عقل کے نائب بنیں راہنمائی کریں۔ وہ اس مقام سے محروم رہتا ہے جس کی اسکی فطرت متقاضی تھی۔ وہ ایک طرح پر چوپایہ ہے۔

"تو اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو کہ وہی تو ہے جس نے تم کو پیدا کیا۔ اور تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنائے۔ لیکن تم لوگ بہت ہی کم اُس کا شکریہ بجا لاتے ہو"۔ خدا تعالیٰ کا شکر بجا لانے سے کیا مراد ہے وہ کوئی ارضی شہنشاہ نہیں کہ شکریہ کے خالی دل خوش کن الفاظ سے خوشحال ہو جائے۔ اُس کے ہاں زبانی کئی ہزار مرتبہ الحمد للّٰہ کہتے جانا کافی نہیں۔ بلکہ صحیح مفہوم عبداً شکوراً بننے کا یہ ہے۔ کہ جو قوے اور طاقتیں اس نے ہم میں پیدا کی ہیں۔ ہم اُن کا ٹھیک استعمال کریں۔ اُن قویٰ کا غلط استعمال۔ اُن طاقتوں کا بیجا مصرف ہی کسی کو ناشکر گذار بناتا ہے۔ اُس نے ہمیں قوت باصرہ اور سامعہ بخشی ہے۔ کہ ہم ہر چیز کو دیکھیں اور ہر آواز کو سُنیں۔ اور ہمیں قلب سلیم عنایت فرمایا تھا کہ جو کچھ ہم نے دیکھا اور سُنا ہے اُس کا موازنہ کریں اور کجی کو دور کریں۔ برخلاف اُس شخص کے جو راست خلقت کے باوجود یمشی فی الارض مکبّا کا مصداق ہے۔

کفر و اسلام کی نسبت
حضرت صاحب کا ایک فیصلہ کن جواب

اخبار الحکم مورخہ ۱۷-۲۴-دسمبر ۱۹۰۶ء بعنوان "سٹیشن وزیر آباد اور پادری سکاٹ" رقمطراز ہے:-

پادری سکاٹ۔ آپ لوگوں میں تو بہت سے فرقے ہیں۔

حضرت اقدس۔ مجھے تعجب ہے کہ آپ اسلام پر یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کیا آپ کو معلوم نہیں۔ کہ عیسائیوں میں کس قدر فرقے ہیں جو ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں اور اصولوں میں بھی متفق نہیں۔ مسلمانوں کے فرقوں میں اگر کوئی اختلاف ہے تو فروعات اور جزئیات میں ہے۔ اصول سب کے ایک ہی ہیں۔

اس حوالہ سے صاف مترشح ہے۔ کہ فروعات اور جزئیات کے فرق سے کفر لازم نہیں آتا۔ البتہ اصولی تفرقہ موجب تکفیر ہے۔

یہ حوالہ دسمبر ۱۹۰۶ء کا ہے اس لئے اس پر وہ اعتراض نہیں ہو سکتا جو ۱۹۰۱ء سے پہلے کی کسی تحریر پر ہو۔ حضرت اقدس ایک فرقہ کے بانی تھے۔ اس لئے اس سے احمدی فرقہ اور دوسرے تمام نہاد اسلامی فرقوں میں قطعاً کوئی اصولی فرق نہیں ہو سکتا

دوئم۔ مسئلہ نبوت اسلام کے اصول میں داخل ہے۔ حضرت اقدس نے ان الفاظ سے یہ پایا جاتا ہے کہ اُن کے نزدیک نبوت کے متعلق کسی قسم کا بھی اختلاف مختلف فرقہائے اسلام میں نہیں ہو سکتا اب سوال یہ ہے کہ جو حقیقت نبوت اس وقت مرزا صاحب بیان کر رہے ہیں یعنی خاتم النبیین کے بعد بھی سلسلہ نبوت جاری ہے تو یہ وہ نبوت ہے کہ جس میں کل فرقہائے اسلام کو اختلاف ہے۔ تو جو کچھ میاں صاحب کی طرف سے کہا جا رہا ہے۔ بالکل غلط ہے اور حضرت صاحب کی منشاء کے برخلاف ہے جس قسم کی نبوت مرزا صاحب کے لئے تجویز کی گئی ہے وہ کسی اور فرقہ کی نہیں اور نہ تیرہ سو برس میں اس قسم کی نبوت کا کوئی مقر ہوا ہے۔ تو پھر اگر میاں صاحب کی تجویز کردہ نبوت تھی جو حضرت صاحب کی منشاء کے مطابق ہے۔ تو پھر جو کچھ پادری صاحب سکاٹ کے آگے حضرت صاحب نے فرمایا ہے بالکل خلاف واقعہ ہے۔ اس تحریر سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں۔ یعنی ایسے فرقہ جات نہیں ہیں جن میں اصولی اختلاف ہو۔ اب اگر حسب ارشاد حضرت مرزا صاحب احمدیوں اور غیر احمدیوں میں کوئی اصولی اختلاف نہیں تو جو کچھ میاں صاحب مسئلہ تکفیر اہل قبلہ و مسئلہ نبوت کے متعلق عقیدہ رکھتے ہیں وہ حضرت صاحب کے اس فتوے کے بموجب بالکل غلط ہے۔

حیرت کا مقام ہے کہ محمودی گروہ نے کونسی خدمت احمدیت اور اسلام اس امر میں سمجھ رکھی ہے کہ اپنے کالموں میں آئے دن دوسروں کو باغی قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ اگر تو وہ اس کام پر ملازم ہیں تو اس بات کا حرج نہیں۔ لیکن اگر وہ اسے خدمت اسلام سمجھتے ہیں تو کم از کم ہمیں اس امر کی اطلاع دیں رہا یہ امر کہ وہ گورنمنٹ کی نگاہ میں اپنے دشمنوں کو بدظن کرانا چاہتے ہیں تو کم از کم اُن کو اتنی تو عقل ہونی چاہئے کہ جو گروہ دوسرے گروہ کے قتل کی علی الاعلان تجویز کرتا ہے۔ اور یہ ایک ایسا امر ہے جو پبلک میں آچکا ہے۔ تو وہ جماعت فریق ثانی کی تخریب کے لئے کونسا امر باقی رکھیگی اُن کے ناقابل اعتبار ہونے کے لئے ایک دانا گورنمنٹ کی نگاہ میں یہ ریشہ دوانیاں کیا وقعت رکھتی ہیں۔

سکیم اصلاحات ہند
سر مائیکل اڈوائر کی شہادت

(لنڈن ۸۔ اکتوبر) اسٹنٹ کمیٹی کے امروزہ اجلاس میں سر مائیکل اڈوائر نے بیان کیا کہ ہندوستان کے جن مقامی گورنروں نے جو رپورٹ پر دستخط کئے ہیں۔ انہوں نے دوعملی کے مستثنےٰ سے مانٹیگو چیمسفورڈ رپورٹ کے بڑے بڑے خیالات کو قبول کر لیا ہے۔ مشرقی و مغربی نہریں جو ہندوستان کی بجز انتظامی سرزمین کی آبپاشی کر رہی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک جداگانہ تمام قطعہ کی آبپاشی کے لئے ناکافی ہے۔ ان دونوں نہروں کو ایک عام روڈبار میں متحد کرنے سے بہترین نتائج اخذ کئے جا سکتے ہیں۔ اگر مغربی نہر کو گورنمنٹ کا اندرونی حصہ رکھنا مطلوب ہے تو گورنمنٹ کی کمیونٹی کا قائم رہنا لازم ہے۔ ہندوستان کی پولیٹیکل جماعتوں کا مدعا جو تمام نظم و نسق کو محض اپنے جداگانہ اختیار میں لانے کی خواہشمند ہیں اس حد تک حق بجانب ہے۔ جہانتک کہ وہ اپنی قابلیت کا ثبوت دینے میں ہندوستانی خیالات کو نسبتاً وسعت بخشنے اور ہندوستانی عملہ کو بڑھانے سے تعلق رکھتا ہے لیکن یہ مقصد مجالس کی رپورٹ کی تجویز کے مطابق بدرجہ احسن ہو سکتا ہے جس میں مشترکہ برٹش و ہندوستانی نظم و نسق میں انکو زیادہ حصہ دینے کی سفارش کی گئی ہے۔ ان طبقات کو بہت کچھ سیکھنا و سکھلانا پڑیگا جہانتک ہندوستانی پولیٹیکل جماعتوں کا مدعا برٹش تجربہ اہلیت و استعداد کو نظم و نسق سے خارج کرنا ہے۔ یہ کمیونزم کی بہبودی اور برٹش گورنمنٹ کے اصول کے منافی معلوم ہوتا ہے گورنمنٹ جو بہبودی عامہ کی ذمہ وار ہے اسے پبلک کی بہبودی کو کسی مشرقی یا مغربی طبقہ کے فوائد پر تصدیق نہ کرنا چاہئے اس کا مدعا یہ ہونا چاہئے سب سے بہتر تعاون کو باہم ملائے۔ عام بہبودی [illegible]

لئے متحد کریں۔ اور دوعملی کی مانند مصنوعی بنیاد پر فرقہ بندی کی بنیاد ڈالنی سے اختلافات پر زور نہ دیں۔ اسباب اتحاد کے حصول کو بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس بات کو تسلیم کیا جائے کہ برٹش اور ہندوستانی گورنمنٹ ایک عام غرض و مقصد کے لئے کام کر رہی ہے۔ اور عام طور پر حکم فرما [illegible] ذمہ وار ہیں۔ اس عام غرض کے لئے انگریزوں و ہندوستانیوں کا میل ملاپ اور باہمی شرکت بہت سی حالتوں میں خیالات و مساعی میں اتحاد و اشتراک کا موجب ہوگی۔ اور یہ میری پختہ رائے ہے مقامی گورنروں کی سکیم مانٹیگو چیمسفورڈ کی ایک اہم امر میں یعنے دوعملی کے خطرات کا سدباب کرنے سے ترمیم کرتی ہے چنانچہ ان کی سکیم کا ایک پہلو یہ ہے کہ مشترکہ اگزیکٹو نصف ہندوستانی اور نصف برٹش ہو یعنے گورنر کے علاوہ دو برٹش اور دو ہندوستانی قائمقام لارڈ ایسلنگٹن کے استفسار کے جواب میں سر مائیکل نے کہا کہ جہاں تک محض ہندوستانی ممبر بعض صوبجات میں قانونی کونسل کے ہندوستانی ممبروں سے منتخب کئے جانے چاہئیں اور وہ ایسے ہوں کہ بہت بڑی اور ذی اثر [illegible] کو ریپریزنٹ کر سکیں۔ بجواب لارڈ ایسلنگٹن کہا کہ جن بڑے بڑے اضلاع کے قائمقام اس وقت قانونی کونسل میں نہیں لئے جاتے۔ کونسل میں ان کی نیابت سودمند ہوگی بہت سے گورنر خواہاں ہیں کہ آئندہ نامزدگی کی ضرورت نہ باقی رہے جب اس طرح رائے دینے کا انتظام ہو جائیگا کہ تمام انتخابی حلقے کافی طور سے قائمقام منتخب کرنے کے قابل ہو جائیں تو نامزدگی کی احتیاج نہ رہیگی۔ اس وقت بعض صوبجات میں ایسا ممکن ہو سکتا ہے۔ سرکاری ممبروں کو گورنر نامزد کرے اور تاج کی طرف سے اُن کا تقرر عمل میں آئے۔ یہ نہایت ضروری ہے کہ تمام ممبر یکساں رتبہ و حیثیت رکھتے ہوں۔ لارڈ سڈنہا کے استفسار کے جواب میں کہا کہ میں سرحدست لوگوں کے ایسے قائمقام کو اصلی اختیارات منتقل کئے جانے کی اجازت دیتا ہوں۔ مگر ان کی ناتجربہ کاری اور حقیقی قائمقام نہ ہونے کے لحاظ سے بعض تحفظات کی ضرورت سمجھتا ہوں۔ اس الزام کے متعلق کہ تعلیم یافتہ طبقات میں بالاتفاق کام کرنے کی سپرٹ کی کمی ہے سر مائیکل نے کہا کہ فوجی بھرتی صرف دیہاتی طبقات کی تائید و امداد سے ہو سکی ہے تعلیم یافتہ لوگ تین حصص پر منقسم سمجھے اول بھرتی کے مخالف۔ دوئم بے پرواہ۔ سوئم جو امداد دینے پر مائل تھے۔ اور کہ میرا تجربہ ظاہر کرتا ہے کہ تعلیم یافتوں کا بہت بڑا گروہ بے تعلق و بے پرواہ طبقہ سے تعلق رکھتا تھا۔ بجواب استفسار مسٹر مانٹیگو کہا کہ میں مسودہ کی پالیسی سے متفق مگر اس کے طریقوں سے اختلاف رکھتا ہوں اور ہندوستان میں آخرش ذمہ دارانہ گورنمنٹ دیکھنے کا خواہاں ہوں۔ بجواب سر جان [illegible] کہا کہ سول سروس کو تشویش ہے کہ دوعملی میں انہیں ایسے دو امتحانوں کی جو دو جداگانہ پالیسیاں رکھتے ہونگے متابعت کرنی ہوگی۔ پنجاب سے روانہ ہونے سے پیشتر پنشن کی درخواستوں سے اندازہ کرتا ہوں کہ ان حالات سے کنارہ کشیاں زیادہ ہونگی۔ دیگر سروسوں کی بھرتی پر بھی ایسا ہی اثر پڑے گا۔ جو انگریز ہندوستان میں کام کر رہے ہیں۔ ان کے دستے میں بہتوں کا خیال ہے کہ ان کے لڑکوں کا ہندوستانی سروسوں میں داخل ہونا موزوں نہیں۔ بجواب لارڈ سڈنہم کہا کہ پنجاب کے تازہ ہنگامے واضح طور پر گورنمنٹ کے خلاف تھے۔ لارڈ موصوف نے پوچھا کہ کیا دوعملی گورنمنٹ ایسی نازک حالت کا فوری انتظام کر سکتی ہے؟ سر مائیکل نے جواب دیا کہ محدث وزیت کے مسائل کا ایسی حالت میں جنٹلمنٹ کے اندر فیصلہ کرنا پڑا ہے۔ اگر میرے ساتھ ذمہ واری میں کوئی اور شخص بھی شریک ہوتا تو یقینی میلان اس طرف ہوگا کہ تو تفتیش کی جائے مشورہ کیا جائے اور میرے خیال میں ایسی تاخیر کا نتیجہ تباہی ہوتا۔

اقتباسات

مالی مشکلات اور ان کا سلجھاؤ

(بمقلم جے۔ آر۔ رائے۔ جرنلسٹ لاہور)

اقتصادی مشکلات نے جو خوفناک صورت اس وقت اختیار کرلی ہے۔ وہ برسوں سے دیکھنے میں نہیں آئی ہے۔ ایک طرف ضروریات زندگی کی گرانی کا مسئلہ ہے۔ دوسری طرف صنعت و تجارت کی کساد بازاری ہے۔ تیسری طرف سونے چاندی کی گرانی ہے۔ چوتھی طرف روپیہ کی قلت ہے اور ان سب سے بڑھکر شرح تبادلہ کی دشواری ہے۔ ہندوستان ہی ان مشکلات سے دوچار نہیں ہے۔ بلکہ تمام مہذب دنیا اس کے ہاتھ سے نالاں ہے۔ برطانیہ۔ فرانس۔ امریکہ میں ضروریات زندگی کی قیمت دوچند سہ چند ہوگئی ہے۔ جرمنی کی حالت ان سے بدرجہا بدتر ہے۔ جہاں بعض اشیا کسی قیمت پر بھی میسر نہیں آتی ہیں۔ روس سب سے بڑھکر اس مصیبت میں مبتلا ہے۔ وہاں تو قحط نازل ہے۔ تین پاؤ وزن کی روٹی تین روپے کو بھی ہاتھ نہیں آتی ہے یورپ کی کئی قوموں نے آپس کے لین دین کے لئے سونے کا سکہ معیار قیمت مقرر کر رکھا ہے۔ جس کے دام مقررہ ہیں۔ اور چاندی کے سکہ کی قیمت کا اندازہ پونڈ سے کیا جاتا ہے۔ لیکن اب بیس پچیس برس کے بعد اس کی قیمت میں بھی بہت فرق آگیا ہے۔ امریکہ میں پہلے پانچ ڈالر ایک پونڈ کے مساوی تھے۔ اب وہاں ہر پونڈ کے دام سترہ شلنگ دو پنس ہیں فرانس میں پہلے ۲۵ فرانک ایک پونڈ کی قیمت تھی۔ اب چونتیس فرانک ہے۔ جرمن سکہ مارک کی قیمت دو پنس کے قریب ہے۔ اس سکہ کی قیمت پہلے بارہ آنے کی قریب تھی۔ ہندوستان میں بیس سال سے پونڈ کے بدلہ میں پندرہ روپے ملتے تھے۔ مگر اب دس روپے سے بھی کم ہیں۔ اس صورت معاملہ سے ملک کو کئی دقتوں کا سامنا ہے۔

اقتصادی مشکلات کا کیا سبب ہے؟ اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ جنگ اعظم کا یہ قدرتی انجام ہے۔ کہ اشیاء گراں ہوجائیں۔ اور شرح تبادلہ الٹ پلٹ ہوجائے۔ تجارت و صنعت کا چولی دامن کا تعلق ہے۔ ایکدوسرے کے بغیر محال ہے۔ اور ان کا انحصار مانگ اور بہم رسانی کے اصول پر ہے۔ ہر ایک ملک میں ایسی چیزیں بنتی یا پیدا ہوتی ہیں۔ جو اپنی قومی ضروریات کے پورا کرنے کے بعد دوسروں کے کام آسکتی ہیں۔ جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ بہم پہنچتی ہے۔ تجارت اسی سے چلتی ہے۔ قوموں کا آپس میں لین دین ہے۔ ایک قوم دوسری سے کچھ مال اپنے لئے خریدتی ہے اور اپنا پیدا کردہ مال اوروں کے ہاتھ بیچتی ہے۔ یہ بین الاقوام تجارت ہے۔ مال کی خرید و فروخت کی قیمت کا تعین سونے اور چاندی کے سکوں سے ہوتا ہے۔ اور سکوں کے دام کا تعین سونے کے سکہ کی مقررہ قیمت سے ہوتا ہے۔ جو تبادلہ کہلاتا ہے۔ چونکہ پانچ برس سے جنگ جاری ہے۔ اور اہل حرفہ اور اہل تجارت وہی چیزیں بناتے اور پیدا کرتے رہے جو متنازعین کے کام کی ہیں۔ تجارت اور صنعت میں نفع کا خیال مقدم ہوتا ہے چونکہ یورپ اور امریکہ کے کارخانے سامان جنگ تیار کرتے رہے۔ اس لئے دیگر اشیاء کس مپرسی کی حالت میں پڑی رہیں۔ ہر ایک ملک جو جنگ سے الگ تھا۔ باہر چیزیں بھیجتا رہا۔ اور جو مصروف جنگ تھے۔ وہ خریدتے رہے۔ اور باہر چیزیں نہ بھیج سکے۔ تجارت بین الاقوام میں شرح تبادلہ، تجارت درآمد و برآمد کی رو سے منتظم ہوتی ہے۔ لیکن چونکہ یورپ امریکہ اور نیز ایشیا کے بہت سے ملک چیزیں باہر بھیجتے رہے۔ یا خریدتے رہے۔ اس لئے اشیائے درآمد و برآمد کا قدرتی توازن قائم نہ رہا۔ جسے توازن تجارت کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ مثلاً ہندوستان سے بیس کروڑ کا مال برطانیہ گیا۔ اور ہندوستان کا کچھ روپیہ کا امریکہ بھیجا گیا۔ اور دس کروڑ کا فرانس گیا۔ اور ان ملکوں سے تھوڑا مال آتا ہے۔ مثلاً برطانیہ کو بیس کروڑ کا گیا۔ اور وہاں سے پندرہ کروڑ روپیہ کا آیا باقی پانچ کروڑ روپیہ برطانیہ کے ذمہ نکلا۔ اسی طرح اور ملکوں کی کیفیت ہے۔ جب اشیائے درآمد برآمد کا موازنہ درست نہ رہے۔ تو تبادلہ کی شرح الٹ پلٹ ہوجاتی ہے۔ اور کئی قسم کی مالی مشکلات پیدا ہوجاتی ہیں۔ جن میں سے ایک گرانی اشیاء بھی ہے۔ پچھلے سال ہندوستان میں بارش نہ ہونے سے اجناس پیدا نہیں ہوئے۔ اور غیر ممالک سے چیزیں نہ آنے سے غیر ملکی چیزیں طبعاً گراں ہوگئیں۔ سب چیزوں کے دام چڑھ گئے۔ اس کے سوا گورنمنٹ ہند تین چار سال تک سامان جنگ خرید خرید کر اتحادیوں کو دیتی رہی۔ جس کے دام انہوں نے صاحب وزیر ہند کے پاس لنڈن میں جمع کردیئے اور آخر الذکر نے رقم جمع شدہ کو برٹش مشکلات جنگ میں لگادیا۔ اور ادھر گورنمنٹ ہند نقد روپیہ دیکر مال خریدتی تھی۔ جس سے اس کے خزانے میں روپیہ ختم ہوگیا جو نوٹوں کی قیمت ادا کرنے کے لئے تھا۔ اس لئے گورنمنٹ کو اور روپیہ مہیا کرنا پڑا۔ چنانچہ گذشتہ تین سال میں ایک ارب بیس کروڑ روپیہ نئے بنائے گئے۔ اور ہلکی قیمت کے نوٹ بھی جاری کرنے پڑے کیونکہ یہ ہماری غفلت ہی کے سبب سے ہوا۔ ورنہ حکام کا کوئی قصور نہیں۔ ایک سال مختتمہ ۳۱ مارچ ۱۹۱۹ء کے درمیان ۴۴ کروڑ روپے کھپ گئے۔ سونے کی درآمد بند ہوگئی۔ لوگوں نے چاندی پر ہاتھ صاف کرنا شروع کردیا۔ زیورات بنائے گئے۔ اور نادانوں نے ڈر کے مارے روپے زمین کے اندر گاڑ دیئے۔ جس کے سبب سے اور چاندی خریدنی پڑی۔ اس طرح چاندی کا نرخ تیز ہوگیا۔ دو سال پہلے لنڈن میں روپیہ کا مول ۱۶ پنس تھا۔ اب ۲۴ پنس ہوگیا ہے۔ جنگ سے پہلے چاندی کا نرخ ۲ شلنگ فی اونس یعنی ۹ آنہ تولہ تھا۔ اب ۶۱ پنس فی اونس ہے۔ چاندی کی گرانی نے بہت بڑی دقت پیدا کردی ہے۔ جسے سلجھانے کیلئے لنڈن میں ایک کمیٹی مقرر ہوئی ہے۔ اب روپیہ کا مول پچاس فیصدی بڑھ گیا ہے۔ شاید اور بڑھے۔ اس کا تجارت پر بڑا اثر پڑ رہا ہے۔ لنڈن سے اگر ایک سوداگر ہندوستان سے ایک ہزار پونڈ کا مال منگوالے۔ تو وہ منی آرڈر یا چک کے وسیلہ سے دام ادا کریگا اور جب اسے آپ لیکر بنک یا خزانہ میں جائیں گے۔ تو پہلے حساب سے پندرہ ہزار روپے کی بجائے دس ہزار روپے ملینگے۔ مال ولائت سے منگوانے میں بھی سوداگر کو کوئی نفع نہیں ہوسکتا ہے۔ مگر اس کا اثر چیزوں کے عام نرخ پر اور بھی پڑا ہوگا۔ کیونکہ یہاں پر سب چیزیں پہلے ہی گراں ہیں۔ اور یہ قاعدہ ہے۔ کہ جب نرخ چڑھتا ہے۔ تو سب کا برابر چڑھتا ہے۔ اور جب گھٹتا ہے تو سب کا یکساں گھٹتا ہے جیسا کہ موجودہ حالت سے ظاہر ہے۔ یعنی اشیاء کے نرخ پانی کی طرح ہموار سطح پر رہتے ہیں۔

لنڈن اور فرانس کے ماہر اپنے اہل وطن کو یہ صلاح دیتے ہیں۔ کہ کفایت شعاری سے کام لو۔ چیزیں بنا بناکر غیر ممالک کو بکثرت بھیجو۔ شرح تبادلہ آپ ہی درست ہوجائے گی۔ جس کا دارومدار درآمد و برآمد کے موازنہ پر ہوتا ہے۔ یہاں ہندوستان میں ہمیں چاندی کی خریداری سے دست بردار ہوجانا چاہئے تاکہ دنیا کی منڈیوں میں اس کے دام گھٹ جائیں۔ بلکہ جو چاندی بصورت زیورات۔ برتن یا اینٹ کے پہلے موجود ہے۔ اسے گلا کر دام کھرے کرلو۔ جو پہلے سے دوچند ملیں گے۔ اس سے چاندی کی مقدار بڑھ جائے گی۔ حکام بیدست و پا ہیں۔ ورنہ برطانیہ اور امریکہ قانون سے شرح تبادلہ اور نرخ اشیاء مقرر کرلیں۔ مگر تجارت کے اتار چڑھاؤ حکومت کے اعلانوں سے ہدایت پذیر نہیں ہوتے۔ بلکہ مانگ اور بہم رسانی کے زبردست قانون کے تابع رہتے ہیں اس کے سوا خرید و فروخت کرنے والے سوداگروں کو بھی کچھ دیر کے لئے فرمائشوں میں تاخیر کرنا چاہئے۔ تب ہی اس مسئلہ کے سلجھاؤ میں کچھ آسانی پیدا ہو جائے گی۔ علاوہ ازیں کثرت باران سے خریف کی فصلیں عمدہ حالت میں ہیں۔ اور ربیع کی امید بھی بندھ گئی ہے۔ چیزیں سستی ہو رہی ہیں۔ امریکہ، برطانیہ، فرانس کے کارخانے مال تیار کرنے کی [illegible] کوششیں کر رہے ہیں۔ اور بہت جلد مال آنا شروع ہوجائیگا۔ اس کے سبب سے چیزوں کے دام اور بھی گر جائیں گے۔ ہر وقت صرف عام ملکی حکام اپنی طرف سے کوشش کر رہے ہیں ایک کمیٹی ماہروں کی اسی غرض سے مقرر کی گئی ہے جو گورنمنٹ کو صلاح دے گی کہ کیا کرنا چاہئے۔

(جے۔ آر۔ رائے۔ جرنلسٹ لاہور)

ممالک اسلام میں مشنری سرگرمی کی تحریک

پادری ڈاکٹر ایس۔ ایم زویمر صاحب امریکہ کے ایک مشنری ہیں جو ممالک اسلام کے مسیحی مشنریوں کے کام میں مستند مانے جاتے ہیں بعض مقامات عرب اور مصر وغیرہ میں وہ مدتوں سے کام کرتے رہے عربی بے تکلف بولتے ہیں مسلم ورلڈ نامی ایک سہ ماہی رسالہ کے ایڈیٹر ہیں ممالک اسلام کے متعلق مشنری کانفرنس کا اجلاس جنگ سے پیشتر نہیں کی تحریک سے قاہرہ میں ہوا تھا جس میں مسلمانوں میں کام کرنے والے مشنری نے شرکت اختیار کی تھی۔ ایک لنڈن کا اخبار ویسٹ منسٹر گزٹ لکھتا ہے کہ ان پادری صاحب کے لنڈن میں آنے کی تقریب سے ایک مشنری کانفرنس طلب کی گئی ہے جس میں مسلمانوں کے درمیان مشنری کام کرنے پر مباحث ہونگے خصوصاً مشرق قریب میں امریکن مشنری کام کی توسیع کے متعلق جو بوجہ جنگ چھوڑ گیا تھا۔ ظاہرا اس طلبی سے معلوم ہوتا ہے کہ ممالک کہ جن میں پیشتر حکومت ترکی کے زمانہ میں مشنری کام [illegible]

مجوزہ کلکتہ آرٹس کالج مسلمانوں کیلئے

ہم اس اسکیم کا پیشتر بھی ذکر کرچکے ہیں کہ کلکتہ میں مسلمانوں کے لئے ایک سرکاری آرٹس کالج قائم کیا جائے۔ ابتداء میں کلکتہ مدرسہ کے ساتھ انٹر میجیٹ کی کلاسیں ملحق تھیں ۱۸۸۸ء میں مدرسہ کے معیار کو ترقی دیکر اعلےٰ درجہ کا کالج بنا دینے کا سوال اٹھا تھا اور ڈاکٹر ہرنل پرنسپل مدرسہ اور سر الفرڈ کرافٹ ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم کی سفارش پر آرٹس کالج کے ساتھ ہوگیا تھا۔ لیکن یونیورسٹی کے امتحانوں میں مدرسہ کے طالب علم کی حیثیت سے شریک ہوتے اسی شرح سے فیس یعنی ۲ روپیہ ماہوار ادا کرتے رہے۔ ان شرائط کے بموجب جو مسلمان طالب علم پریسیڈنسی کالج کی کلاسوں میں داخل ہوتے تھے ان پر کسی قسم کی قیود نہیں تھیں۔ یہ انتظام ۱۹۰۸ء تک قائم رہا جس کے بعد یونیورسٹی نے مدرسہ کو الحاق سے جدا کردیا۔ اسکے بعد مسٹر (بعد ازاں سر آرچ ڈیل) ارل ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم اور ڈاکٹر (اب سر ایڈورڈ) ڈینسن راس پرنسپل کلکتہ مدرسہ کی سفارش پر گورنمنٹ بنگال نے احکام جاری کردیئے کہ پریسیڈنسی کالج کی فسٹ ایر اور سیکنڈ ایر کلاسوں میں ۳۵، ۳۵ طالب علم ۲ روپیہ ماہوار کی شرح سے لے لئے جایا کریں۔ یہ ۳۵ کی تعداد اس اوسط کے لحاظ سے قائم کی گئی تھی۔ جو ماقبل متصل سالوں میں مدرسہ کی جانب سے پریسیڈنسی کالج کی فسٹ اور سیکنڈ ایر کلاسوں میں داخل ہوئے تھے ہمیں معلوم ہوا ہے کہ ۱۹۰۹ء میں بعض تجاویز جو پریسیڈنسی کالج کے متعلق ہوئی تھیں ان میں بنگال میں مسلمانوں کیلئے ایک آرٹس کالج کا قائم ہونا بھی تھا جسکے لئے کلکتہ کو ترجیح دینی تجویز ہوئی تھی۔ رائے یہ تھی۔ کہ کلکتہ مدرسہ کو کسی اور موزوں مقام پر منتقل کرکے اسکو علیگڑہ کالج کے نمونہ پر لے آیا جائے۔

جب میٹرکولیشن اور انٹر میجیٹ کے امتحانوں میں مسلمان رفتہ رفتہ زیادہ کامیاب ہونے لگے۔ تو گورنمنٹ بنگال کو خیال پیدا ہوا کہ مسلم کالج کا سوال پھر چھیڑا جائے چنانچہ ایک اسکیم مرتب ہوئی۔ اور ۱۹۱۴ء میں ویلزلی اسٹریٹ کلکتہ میں ایک لاکھ تیئس ہزار کی قیمت پر ایک قطعہ اراضی خرید کیا گیا۔

یہ اسکیم اب ہماری رپورٹ کی اشاعت کی منتظر ہے ہم بھی مناسب سمجھتے ہیں۔ کہ کلکتہ میں مسلمانوں کے لئے کالج قائم ہونا چاہئے۔ اس مسئلہ پر ہم چونتیسویں باب میں بحث کی ہے۔

(علیگڈہ انسٹیٹیوٹ گزٹ)

مراسلہ

قادیان کے دو خط اور اُن کا جواب

گذشتہ سے پیوستہ

باقی رہا صاحبزادہ صاحب کا یہ فرمان کہ میں اُن کی تحریرات کا مطالعہ کروں۔ اور وہ کسی امر کو پوشیدہ رکھنا نہیں چاہتے سو عرض ہے کہ خاکسار نے تو آنمکرم کی اکثر معرکۃ الآرا تحریرات اول سے آخر تک معہ آپ کے وکلاء کی تحریرات کے خوب اچھی طرح دیکھی بھالی ہوئی ہیں۔ مگر کیا کریں یہ آپ کے ماسٹر صاحب ہی نہیں مانتے۔ اور کچھ اور ہی سمجھکر ہم کو آپ کا ہم عقیدہ تصور کر بیٹھے ہیں۔ باقی کسی امر کے پوشیدہ رکھنے کی طرح تو خدا کے فضل سے ہم میں سے ابتدا سے ہی کسی نے نہیں ڈالی نہ کبھی ایسی کوئی درخواست جناب سے ہوئی۔ اس قسم کی منافقت سے تو ہم خدا سے پناہ مانگتے ہیں۔ دین کی ظاہر ہے یہاں پوشیدہ رازداری کیا مطلب۔ مگر آنجناب ذرا اپنی چارپائی کے نیچے بھی پہلے لاٹھی گھما کر دیکھ لیتے تو غالباً ایسا ارشاد نہ فرماتے۔

اب میں جناب ماسٹر نعمت اللہ صاحب گوہر کی گوہر افشانی درج ذیل کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:-

"برادرم مکرم میرزا صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آخر بڑی تلاش سے آپ کے خط کا جواب جو ردی کاغذات میں گم ہو گیا تھا کل ملا۔ اور اور حضرت خلیفۃ المسیح کی نظر ثانی اور دستخط کے بعد مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے نے مجھے دیا کہ تا آپ کی خدمت میں ارسال کر دوں ......

آپ نے مختصر الفاظ میں ہی جواب دینا کافی سمجھا کیونکہ آپ کی طبیعت ناساز ہے۔

؎ بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش
من انداز قدت را مے شناسم (راقم)

اور زیادہ نہیں لکھ سکتے"

ٹھیک آمنّا وصدقنا۔ مگر یہ فرمایئے۔ کہ حضرت مولوی محمد علی صاحب کے ٹریکٹ کے جواب میں قریباً چوبیس صفحہ کا جواب جو حال ہی میں جناب میاں صاحب کی طرف سے ریویو بابت جلد ۱۸ میں شائع ہوا ہے وہ کیسے لکھا گیا۔

"بہرحال یہ جواب بھیجو اگر میں خوش تھا کہ میرے دعوے کی تصدیق ہو گئی" (کیا خوب تصدیق ہوئی ناظرین ذرا پڑھتے جائیں۔ راقم۔) میں نے آپ سے ہمیشہ یہی کہا تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح (یعنی میاں صاحب۔ راقم) حضرت صاحب کو مستقل نبی نہیں مانتے۔ (تو پھر یہ کیوں کہتے ہیں کہ نفس نبوت کے لحاظ سے حضرت صاحب میں اور دیگر انبیاء سابقہ میں کوئی فرق نہیں۔ دیکھو! القول الفصل وحقیقۃ النبوت۔ راقم) بلکہ آپ کی طرح ظلی نبی ہی مانتے ہیں سو الحمد للہ کہ حضرت میاں صاحب نے بھی یہی تحریر فرما دیا ہے"

مہربان میری طرح ظلی نبی کس طرح ہوا۔ جبکہ تحریر فرماتے ہیں کہ "ہم یہ نہیں مانتے کہ پہلے مجددین میں سے کسی کو ظلی نبوت نہیں ملی ہے"

حالانکہ حضرت صاحب اس کے سراسر برخلاف ہزاروں دفعہ یہ تحریر فرماتے ہیں کہ "ظلی نبوت سے مراد صرف مکالمہ مخاطبہ جو مجددین مخصوصین تو کیا عام طور پر دیگر کاملین امت محمدیہ کو بھی ہمیشہ نصیب ہوتا رہا ہے اور ہزاروں ہی ہیں جن کو ہمیشہ اس امت میں یہ نعمت ملتی رہی ہے اور وہ درجہ نبوت کو پاتے رہے ہیں" چنانچہ فرمایا:- "اگر غور سے دیکھا جاوے تو ہمارے نبی کریمؐ کو آپ کے بعد کسی دوسرے کے نبی نہ کہلانے سے شوکت ہے اور حضرت موسٰیؑ کے بعد اور لوگوں کے بھی نبی کہلانے سے اُن کی کسر شان ہے کیونکہ حضرت موسٰیؑ بھی (ایک نبی تھے۔ اور اُن کے بعد ہزاروں اور بھی نبی آئے۔ تو اُن کی نبوت کی خصوصیت اور عظمت ثابت نہیں ہوتی۔ برعکس اس کے آنحضرتؐ کی (ایک عظمت) رہ آپ کی نبوت کے لفظ کا پاس اور ادب کیا گیا ہے۔ کہ آپؐ کے بعد کسی دوسرے کو اس نام سے کسی طرح بھی شریک نہ کیا گیا۔ اگرچہ آنحضرتؐ کی امت میں بھی ہزاروں بزرگ نبوت کے نور سے منور تھے۔ اور ہزاروں کو انوار نبوت کا حصہ عطا ہوتا رہا ہے اور اب بھی عطا ہوتا ہے مگر آنحضرتؐ کا نام چونکہ خاتم الانبیاء رکھا گیا تھا اسلئے خدا نے نہ چاہا کہ کسی دوسرے کو بھی یہ نام دیکر آپ کی کسر شان کی جاوے"

کیوں جناب میاں صاحب اور ماسٹر صاحب آپ لوگ تو آنحضرتؐ کی اس پر بڑھوتی شان وعظمت کہا کرتے ہیں۔ لیکن حضرت صاحب اس میں آنحضرتؐ کی کسر شان فرماتے ہیں۔ اب وہ جو مسیح موعود ہے وہ سچ کہتا ہے۔ یا آپ! ع۔ بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

"آنحضرتؐ کی امت میں سے ہزارہا انسانوں کو نبوت کا درجہ ملا۔ اور نبوت کے آثار اور برکات اُن کے اندر موجزن تھے۔ مگر نبی کا نام اُن پر صرف شان نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سد باب نبوت کی خاطر اُن کو ظاہرا اس نام سے ملقب نہ کیا گیا" (دیکھو۔ پیغام ۱۷۔ اگست سنہ ۱۹ء)

یہ ثابت ہوا کہ آپ کا یہ تحریر فرمانا۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح حضرت صاحب کو مستقل نبی نہیں مانتے بلکہ آپ کی طرح ظلی نبی ہی مانتے ہیں۔ (راقم)

"اور ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا ہے کہ یہ نبوت پہلے انبیاء کی سی نہیں"

ماسٹر صاحب یہ انھوں نے کہاں فرمایا ہے۔ کہ یہ نبوت پہلے انبیاء کی سی نہیں۔ افسوس ہے کہ اس دو تین سطر میاں صاحب کے خط کے سمجھنے میں بھی آپکو اس قدر مغالطہ لگ رہا ہے۔ کہ آپ تو زمین کا آسمان اور آسمان کی زمین بنانے لگ گئے ہیں۔ کیسی افسوس کی بات ہے۔ ذرا سوچیں اور اس سچ بازی کی عادت سے توبہ کریں کیونکہ یہ موقع پر اس من گھڑت سچ بازی نے آپ لوگوں کو راہ راست سے بہکا دیا ہے۔ اور اسی وجہ حضرت صاحب اور ہم لوگوں کی تحریرات کو آپ لوگ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ اُلٹا ہی سمجھ لیتے ہیں۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ (راقم)

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس سے بڑھکر غیر مبایعین اور کیا منوانا چاہتے ہیں۔ آپ نے جو تحریر لکھکر دی تھی۔ اس کا کافی وشافی آپ کی منشاء کے موافق جواب مل گیا ہے"

ماسٹر صاحب یہ کافی وشافی جواب تو صرف آپ کے الفاظ ہی الفاظ ہیں جن کے اندر حقیقت کی رو سے کوئی روح نہیں معلوم ہوتی۔ بلکہ ان پر تو وہی مثل صادق آتی ہے کہ من چہ سرائم و طنبورہ من چہ سرائد"

کیونکہ اول تو میاں صاحب حضرت صاحب کی نبوت کو بھی اسی قسم کی نبوت تصور کرتے ہیں جو پہلے انبیاء کو ملی اور اور فرق بھی تسلیم کرتے ہیں تو فقط ذریعہ حصول نبوۃ کا کہ ان کو نبوت براہ راست ملی تھی) اور حضرت کو بالواسطہ حالانکہ ہمارا اور حضرت صاحب کا اس کے برعکس یہ عقیدہ ہے۔ کہ پہلے انبیاء کی نبوت تامہ کاملہ تھی جس کا سلسلہ حضرت نبی کریم صلعم پر آ کر آدمؑ سے شروع ہو کر ختم ہو گیا ہے۔ اب اُن معنوں میں کوئی نبی آنحضرت صلعم کے بعد قطعاً آ نہیں سکتا جن معنوں میں کہ پہلے انبیاء آتے تھے۔ جیسا کہ حضرت صاحب نے اپنی نبوت کی تشریح میں حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰ اور براہین حصہ پنجم صفحہ ۱۸۲ پر فرما دیا ہے کہ نہ یہ وہ نبوت ہے جو پہلے انبیاء کو براہ راست ملتی رہی۔ اور نہ اس نبوت کے وہ معنے ہیں جو مستقل انبیاء کی نبوت کے لئے مستعمل ہوتے ہیں۔ مگر میاں صاحب کہتے ہیں کہ نفس نبوت کے لحاظ سے حضرت صاحب میں اور انبیاء سابقہ میں کوئی بھی فرق نہیں۔ پھر سن لیجئے کہ ہم تو کہتے ہیں کہ حضرت صاحب کی نبوت اُس نوع کی نبوت ہی نہیں جو پہلے انبیاء کو براہ راست ملتی رہی بلکہ یہ صرف مبشرات ہیں جو عین نبوت نہیں۔ بلکہ جزو نبوت ہیں۔ اور گو یہ مبشرات اپنی کمیت وکیفیت کے لحاظ سے کیسے ہی اعلےٰ اور اصفےٰ اور کثیر در کثیر کیوں نہ ہوں پھر بھی اپنی نوع کے لحاظ سے نبوت تامہ کاملہ جو پہلے انبیاء کو براہ راست ملتی رہی ہے نہیں کہلا سکتی۔ اسی لئے حضرت صاحب نے کہیں صاف لکھا ہے کہ "اما النبوۃ التی تامۃ کاملۃ جمیع کمالات الوحی فقد آمنّا بانقطاعہا۔ (دیکھو توضیح مرام) - تو پھر اب آپ ہی انصاف کریں کہ ہم کیا کہتے ہیں اور وہ کیا کہتے ہیں۔ اور پھر آپ کس طرح کہتے ہیں کہ اس بارہ میں ہمارا اور اُن کا گویا اتحاد ہو گیا ہے۔

"رہی تیسری بات یعنی مجددین سالقہ کی جنس اس کا تو کوئی عقلمند جس کو سلاسل اربعہ سے کچھ بھی واقفیت ہے یا تاریخ دانی سے بے بہرہ نہیں ہے ایک سنٹ کے لئے بھی قبول نہیں کر رہے گا۔ کہ وہ بھی نبوت کے درجہ پر پہنچ گئے تھے"

میں کہتا ہوں کہ اگر واقعی یہ بات کہ حضرت صاحب بھی مثل دیگر مجددین وکاملین امت محمدیہ کے تھے یا انہی کی جنس کے ظلی نبی تھے۔ جیسے کہ وہ بھی تھے۔ سلاسل اربعہ کی مسلمات کے رو سے یا تاریخ کے رو سے خلاف واقعہ ہے۔ تو ماسٹر صاحب نے کسی کتاب کا حوالہ کیوں نہ درج کر دیا؟ ورنہ ان مفت کی لن ترانیوں کا کون قائل ہو سکتا ہے۔ پھر اگر یہی سچ ہے کہ حضرت صاحب کے ماسوا کاملین امت محمدیہ میں سے ان سے پہلے کسی کو اس ظلی نبوت کا درجہ نہیں ملا۔ تو خود حضرت مسیح موعود نے کس بناء پر فرمایا۔ کہ:-

"آنحضرت صلعم کی امت میں سے ہزارہا انسانوں کو نبوت کا درجہ ملا۔ اور اس ظلی نبوت کا دروازہ قیامت تک کھلا رہیگا وغیرہ وغیرہ"

ذرا چشمہ مسیحی صفحہ ۱۱ کے حوالہ کو جسے میں نے میاں صاحب کے جواب میں اسی مضمون میں کسی دوسری جگہ درج کر دیا ہے غور سے مطالعہ فرمائیں۔ جس میں حضرت صاحب نے نہ صرف دیگر کاملین امت کی نبوت کا اقرار کیا ہے بلکہ یہاں تک لکھ دیا ہے۔ کہ گویا اُن کی وحی خود آنحضرت صلعم کی وحی تھی۔ اور اُن کے معجزات بھی خود آنحضرتؐ ہی کے معجزات تھے۔ اور انہیں میں سے اخیر کار اپنے آپکو بھی بحیثیت ایک فرد شاہد کے پیش کیا ہے۔ لیکن آپ ہمیں اپنی سلاسل اربعہ کی انوکھی واقفیت اور اپنی تاریخدانی کا ڈھاوا دیکر خواہ مخواہ اپنے زعم باطل کا قائل کیا چاہتے ہیں۔ ع

نہیں راہ اسکی عالی بارگاہ تک کچھ دلپسند گفتگو

اب آپ خود ہی حضرت کی تحریرات کے بالمقابل اپنی سلاسل اربعہ کی واقفیت اور تاریخدانی کا جائزہ لے لیں مجھے اس بارہ میں کچھ مزید عرض کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ العاقل تکفیہ الاشارۃ

"حضرت خلیفۃ المسیح نے جو یہ تحریر فرمایا ہے کہ باقی مجددین کو ظلی نبوت نہیں ملی تو آپ کا مطلب اس سے بجز اس کے کچھ نہیں کہ اُس اعلےٰ مقام اور درجے تک جو تقرب الی اللہ کے لحاظ سے ہے نہیں پہنچے"

واہ سبحان اللہ کیا حافظہ ہے۔ حضرت یہی بات تو خود آپ نے بھی ابھی تحریر کی ہے۔ کہ اُن کو نبوت کا ملنا کوئی عقلمند قبول نہیں کر سکتا۔ ذرا اس سے اپنا پچھلا فقرہ تو پڑھیے جو اپنی تیسری بات سے شروع ہوتا ہے۔ پھر اگر میاں صاحب نے بھی یہی لکھ دیا تو آپ بمصداق مالا یرضی بہ القائل کے مصداق خواہ مخواہ کیوں بنتے ہیں۔ پھر اول تو آپ نے بھی تو خود اسی طرح لکھا جس طرح میاں صاحب نے۔ دوم۔ جو مفہوم آپ بیان کرتے ہیں وہ کسی طرح میاں صاحب کی تحریر سے مترشح نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ تو صاف لکھتے ہیں کہ:-

"ہم یہ نہیں مانتے کہ پہلے مجددوں میں سے کسی کو ظلی نبوت ملی ہے"

اور میں بفضل خدا اسکی تردید بھی کافی طور پر کر چکا ہوں تو اب اس پر آپ کا اپنا مصالحہ لگا کر اسکا مطلب کچھ اور بیان کرنا محض بیسود ہے۔ سوئم۔ الفرض محال اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ میاں صاحب کے اس فقرہ کا یہی مطلب ہے جو آپ بیان کرتے ہیں تو یہاں ہماری درمیان مسیح موعود کے تقرب الی اللہ میں کمی بیشی پر کوئی بحث نہیں۔ یہ معاملہ حوالہ بخدا ہے اس کے آپ یا ہم ٹھیکیدار نہیں ہیں۔ وہ بہتر جانتا ہے کہ کون کس قدر اس سے تقرب رکھتا ہے۔ اخیر پر میں آپ کی تقوی اللہ والی نصیحت کا تہ دل سے مشکور ہوں۔ خدا تعالےٰ مجھے اور آپ کو صراط مستقیم کی ہدایت بخشے وما توفیقی الا باللہ۔ خاکسار۔ میرزا عبد الکریم تاجر

از پنچم

تازہ ترین خبریں

امرتسر کانگریس کمیٹی

انتظامی کمیٹی کے عہدہ دار سب کمیٹیوں کا تقرر

ہندوستانی نیشنل کانگریس کے ۴۳ ویں اجلاس پر جو امرتسر میں منعقد ہوگا۔ اس کی انتظامی کمیٹی اور دیگر بہت سی سب کمیٹیوں کے عہدہ داران کا تقرر کیا گیا ہے۔
اجلاس میں یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ استقبال کمیٹی کا ایک چیئرمین اور دس وائس چیئرمین اور تین جنرل سکرٹری منتخب کئے جائیں۔ چیئرمین کا انتخاب آئندہ اجلاس تک ملتوی کیا گیا ہے۔ اور وائس چیئرمین کے عہدہ پر لاہور کے مسٹر دیوان چند صاحب مقرر کیا گیا اور مسٹر گردھاری لال کو جنرل سکرٹری بنایا گیا۔ وہ فی الحال بھی پراونشل سکرٹری کا کام کرتے ہیں۔ دیگر سکرٹریوں کے تقرر کا کام آئندہ اجلاس تک ملتوی کیا گیا ۔

ہندوستانی ریفارمروں کے کارنمایاں

مسٹر رام سوامی آئر کی رائے

مدراس ۸۔ اکتوبر۔ مسٹر سی۔ پی رام سوامی آئر نے اپنے مشاہدات اور تجربات پر جو انہیں تمام ایام انگلستان میں ہوئے ہیں۔ گذشتہ شب گوکھلے ہال میں ایک دلچسپ لیکچر دیا۔ اس جلسہ میں مسٹر ایس۔ بی سیوا سوامی صدر جلسہ مقرر ہوئے۔ انہوں نے دوران تقریر میں کہا کہ ہندوستانی ڈیلی گیٹوں نے انگلستان میں جانے سے نئی پیشبندی کا انکشاف ہوا ہے۔ اور انہوں نے انگریزوں پر نہایت مفید اثر کیا ہے لارڈ ہارڈنگ اور لارڈ ہند کی تعریف کرنے کے بعد انہوں نے انگلستان میں جلسے کرنے کی مشکلات بیان کیں۔ بعدہ انہوں نے مفصل طور پر ان تحریکوں اور کوششوں کا ذکر کیا۔ جس میں تمام وفد متحد تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ پبلک جلسوں کا انگلستان میں کچھ اثر نہیں ہے۔ کیونکہ تجارتی اور کاروباری آدمی ہیں اگر کوئی ایڈیٹر اپنے اخبار میں کوئی خبر ہندوستان کے متعلق نکھد یتا ہے تو اس کی وجہ سے اس کے کئی خریدار کم ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ تمام انگریز ہندوستانی معاملات کے متعلق اپنا سر کھپانا نہیں چاہتے۔ کہ کوئلہ کی باربرداری کے متعلق کیا واقعہ ہوا ہے۔ اس لئے لازمی ہے کہ ہم ایک جماعت انگلستان میں قائم کریں۔ جو وہاں ہندوستانی جذبات کی ترجمانی کرے۔ اور اس جماعت کو ہمیں روپیہ سے مسلح کرنا چاہیئے ۔

تبت کی سرحد پر افواج کا اجتماع

کلکتہ ۱۳۔ اکتوبر۔ گانٹوک میں چینی فوج کثرت سے تبت کی مشرقی سرحد پر جمع ہو رہی ہے اور ۲۰ ہزار سپاہ لاسا سے چند دنوں کی منزل پر علاقہ سکم میں مقیم ہے تبت کی سپاہ کو بھی مسلح کر کے اس سرحد پر بھیجا جا رہا ہے۔ گیا نٹسے میں سکم کے پولیٹیکل افسر میجر کیمبل اور دلائی لاما کے باشندوں کے درمیان ایک کانفرنس ہو رہی ہے جس کی نوعیت کو ابھی ظاہر نہیں کیا گیا ۔

اشتہار مطابق آرڈر ۵ قاعدہ ۲۰

بعدالت جناب لالہ رام جی صاحب تحصیلدار درجہ دوم تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور

راجہ صاحب مہنت رگھبیر سنگھ چیلہ مہنت سمجھا کر داس قوم جٹ رندھاوہ گدی نشین دربار صاحب ڈیرہ بابا نانک تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر۔ بذریعہ لالہ کاہن چند ولد لالہ راجکور قوم کھتری ساکن ڈیرہ بابا نانک مختار عام مدعی

بنام

کرم چند ولد رتن چند۔ گنپت رائے ولد گنیش داس۔ جگت رام ولد جواہر سنگھ۔ بھگت رام بالغ بذاتہ ونیز ولی سرپرست۔ درگا داس نابالغ برادر خود پسران جواہر سنگھ حال ملازم مال گودام لاہور۔ لچھمن داس ولد گنیش داس ساکن کٹڑہ پوربیاں لاہور۔ گھسیٹا۔ گنگا پسران جے سنگھ۔ سوہنا۔ گنپت پسران بھوانی داس۔ آتما رام ولد ٹھاکر داس۔ گوکل چند ولد شیدیال قوم راجپوت۔ ساکنان شاہپور جاجن مالکان۔ وچونی لعل سنت رام پسران پھوانا سنگھ قوم برہمن ہریا ولد نیت سنگھ۔ گوپال سنگھ ولد لچھمن سنگھ ساکن جہانسی کوہ نمبر ۴۷ کنسٹرکٹ کلرک۔ دیا سنگھ ولد لچھمن سنگھ کمپونڈر ہسپتال پشاور شہر۔ رجپال سنگھ ولد لچھمن سنگھ نابالغ بولائیت اتمال رام ماموں خود ساکن فیروزکے تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ۔ سماۃ جانکی بیوہ اودھو۔ سماۃ درگا دیوی بیوہ رام پرشاد قوم راجپوت ساکنان شاہ پور جاجن۔ سندر سنگھ ۔ معدد سنگھ۔ منگل سنگھ پسران لہنا قوم جٹ ساکن شاہ پور۔ کیسر سنگھ۔ بالا سنگھ۔ چند پسران تابا و سماۃ مالاں بیوہ تابا و گوکل چند ولد شیدیال قوم راجپوت۔ ادیتم چند ولد سنت رام حال ملازم پولیس ریاست اندور۔ لال چند ولد سنت رام حال ملازم سرکاری نہر سرگودھا۔ پورن چند ولد سنت رام حال دوکاندار عطاری منٹگمری۔ بھولا ناتھ ولد مول چند قوم برہمن ساکن شاہپور جاجن مالکان قبضہ۔ بوٹا ولد جیدیال۔ رلدو ۔ گنگا رام پسران خوشحال چند۔ کپور چند۔ فقیر چند پسران کرم چند۔ میلا ولد نرائن۔ کرپا رام ولد سورج بھان۔ لوآڈتا ولد شنکر داس۔ دیوی دتا ولد بیجا۔ گنپت ۔ املتا پسران تلسی رام۔ مہندر ناتھ۔ کدار ناتھ ۔ لشمبر ناتھ۔ بھولا ناتھ پسران توکل چند نابالغان بولائیت حکم چند چچا خود و حکم چند ولد کشن قوم برہمن ساکنان شاہ پور جاجن تعزیری داران۔ جیون سنگھ ۔ نرائن سنگھ۔ گھسیٹا سنگھ پسران منگل سنگھ کیسر سنگھ ولد نار سنگھ و ٹھاکر سنگھ ولد سندر سنگھ۔ سندر سنگھ ولد سرمکھ سنگھ قوم جٹ ساکنان اودوالی کلاں۔ مہر چند۔ آتما رام پسران رلا رام قوم کھتری۔ گوشائیں دتہ۔ لوادتا پسران بھوانا سنگھ قوم راجپوت۔ سندر سنگھ۔ رنڈو سنگھ۔ منگل سنگھ پسران مہتاب سنگھ۔ دریاؤ سنگھ ولد نہالا۔ دریاؤ سنگھ ولد جیمل۔ سنار سنگھ۔ مولا سنگھ پسران گنڈا سنگھ قوم جٹ۔ فقیر ولد شادی قوم ارائیں ۔ سانجھی ولد گنگا سنگھ قوم راجپوت کیسر سنگھ۔ ایشر سنگھ۔ بھگت سنگھ۔ مہتابا پسران لعلو۔ اندر سنگھ ادھم سنگھ پسران بوٹا سنگھ۔ بالا سنگھ ولد سردت سنگھ۔ ادھم سنگھ ولد تلا سنگھ قوم جٹ ساکنان شاہپور جاجن شرمپت۔ فتح سنگھ پسران ظالم سنگھ قوم راجپوت ساکنان شاہ پور جاجن تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور مرتہنان ۔ مدعا علیہم۔

دعوی مبلغ سا ۔/۲ بابت حق تعلقداری ابتدائی فصل خریف سنہ ۱۹۱۵ء لغایت ربیع سنہ ۱۹۱۹ء بموجب عرضی ع شق سوئم۔ دفعہ ۷۷۔ ایکٹ ۱۷ سنہ ۱۸۸۷ء بابت قیمت ۱۲/۵ من غلہ گندم بوزن خام قیمتی ۲/۵ معہ ۵/۲ نقدی مندرجہ فی ان پختہ و نقد جملہ ۱۲/۲ اشتہار زیر آرڈر ۵۔ قاعدہ نمبر ۲۰۔ ایکٹ ۵ سنہ ۱۹۰۸ء
بنام مدعا علیہم ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و ۶ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ و ۱۸ و ۱۹ و ۲۰ و ۲۱ و ۲۲ و ۲۹ و ۳۰ و ۳۶ و ۳۷ و ۳۸ و ۵۸ و ۶۰ و ۶۲ و ۶۷ و ۷۳ و ۷۴ و ۷۵

ہرگاہ مندرجہ بالا مدعا علیہم پر باوجود کوشش بلیغ کے تعمیل سمن ہائے نہیں ہوئی۔ جس سے معلوم ہوا ہے۔ کہ مذکوران تعمیل سمن سے گریز کر رہے ہیں۔ لہٰذا بذریعہ اشتہار ہذا جملہ مدعا علیہم مذکور کو مطلع کیا جاتا ہے کہ وہ اصالتاً یا وکالتاً یا مختاراً جس طرح سے ہو سکے بتقرر ۲۴/۱۱/۱۹ حاضر عدالت ہو کر جوابدہی مقدمہ ہذا کریں ورنہ بعدم حاضری کارروائی برخلاف مدعا علیہم یکطرفہ کی جاوے گی ۔

آج بہ ثبت ہمارے دستخط اور مہر عدالت کے جاری ہوا۔ تحریر ۲۴/۹/۱۹ دستخط انگریزی

تصنیفات حضرت مولوی محمد علی صاحب و دیگر اکابرین جماعت احمدیہ

پیغام صلح

ہر گز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے

رجسٹرڈ

ہفتہ میں دو بار شائع ہوتا ہے

جلد ۷ — احمدیہ بلڈنگس لاہور یکشنبہ ۲۴ محرم الحرام ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۹ اکتوبر ۱۹۱۹ء — نمبر ۲۷

کلام الامام امام الکلام

شورِ محشر تیرے کوچہ میں مچایا ہم نے

(از حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

نقشِ ہستی تیری اُلفت سے مٹایا ہم نے
اپنا ہر ذرّہ تری راہ میں اُڑایا ہم نے

تیرا میخانہ جو اِک مرجعِ عالم دیکھا
خُم کا خُم مُنہ سے بصد حرص لگایا ہم نے

شانِ حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے
تیرے پانے سے ہی اُس ذات کو پایا ہم نے

چھُو کے دامن ترا ہر دام سے ملتی ہے نجات
لاجرم در پہ ترے سر کو جھُکایا ہم نے

دِلبرا مجھکو قسم ہے تری یکتائی کی
آپ کو تیری محبّت میں بھُلایا ہم نے

بخدا دِل سے مرے مٹ گئے سب غیروں کے نقش
جب سے دِل میں ترا یہ نقش جمایا ہم نے

دیکھکر تجھ کو عجب نور کا جلوہ دیکھا
نُور سے تیرے شیاطیں کو جلایا ہم نے

ہم ہوئے خیرِ اُمم تجھ سے ہی اے خیرِ رُسل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی تمام
مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہم نے

قوم کے ظلم سے تنگ آ کے مرے پیارے آج
شورِ محشر ترے کوچہ میں مچایا ہم نے

لوگوں کے لعنوں سے اور لعنتوں سے کیا ہوتا ہے
جس کا کوئی بھی نہیں اُس کا خدا ہوتا ہے
بے خدا کوئی بھی ساتھی نہیں تکلیف کے وقت
اپنا سایہ بھی اندھیرے میں جُدا ہوتا ہے

جواہرِ ریزے

یہہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ الفاظ کے اندر علمی باتیں بھری ہوئی ہیں۔ اور عربی زبان اس لئے خاتم الالسنہ ہے۔ چونکہ قرآن جیسا عظیم الشان معجزہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا۔ اس لئے اس کی عظمت علمی پہلو سے بہت بڑی ہے ؎

خط مورخہ سنہ ۱۳۰۲ ہجری

از عاجز عائذ باللہ الصمد غلام احمد باخویم مخدوم و مکرم منشی احمد جان صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ۔

بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ عنایت نامہ آں مخدوم پہنچا۔ اِس عاجز کی غرض پہلے خط سے حج بیت اللہ کے بارے میں صرف اسی قدر تھی کہ سامان سفر مہیا ہونا چاہئے۔ اب چونکہ خدا تعالےٰ نے زادِ راہ میسّر کر دیا۔ اور عزم مصمم ہے اور ہر طرح سامان درست ہے اس لئے اب یہ دُعا کرتا ہوں کہ خداوند کریم آپ سے یہ عمل قبول فرماوے۔ اور آپ کا یہ قصد موجب خوشنودی حضرت عزّ اسمہٗ ہو۔ اور آپ خیر و عافیت اور سلامتی سے جاویں اور خیر و عافیت اور سلامتی سے بہ تحصیل رضات اللہ واپس آویں۔ آمین یا ربّ العٰلمین اور انشاء اللہ یہ عاجز آپ کے لئے بہت دُعا کریگا۔

دل تو آپ کی اس قدر جدائی سے محزون اور مغموم رہیگا۔ لیکن آپ جس سعادت اور سعادت کو حاصل کرنے کے لئے جاتے ہیں اُس نورِ عظیم پر نظر کرنے سے انشراح خاطر ہے۔ خدا تعالےٰ آپ کا حافظ اور حامی رہے۔ اور یہ سفر من کل الوجوہ مبارک کرے۔ آمین!

اِس عاجز ناکارہ کی ایک عاجزانہ التماس یاد رکھیں کہ جب آپ کو بیت اللہ کی زیارت بفضل اللہ تعالیٰ میسّر ہو تو اس مقام محمود اور مبارک میں اس احقر عباد اللہ کی عرض الٰہی لفظوں سے مسکنت اور عزت کے ہاتھ بحضور دل اٹھا کر گذارش کریں کہ اے ارحم الراحمین ایک تیرا بندہ عاجز اور ناکارہ پر خطا اور نالائق غلام احمد جو تیری زمین ملک ہند میں ہے۔ اس کی یہ عرض ہے کہ اے ارحم الراحمین تو مجھ سے راضی ہو اور میری خطیات اور گناہوں کو بخش کہ تو غفور و رحیم ہے۔ اور مجھ سے وہ کام کرا جس سے تو بہت ہی راضی ہو جاوے۔ مجھ میں اور میرے نفس میں [illegible]

ڈال۔ اور میری زندگی اور میری موت اور میری ہر ایک قوت اور جو مجھے حاصل ہے اپنی ہی راہ میں کر اور اپنی ہی محبت میں مجھے زندہ رکھ۔ اور اپنی ہی محبت میں مجھے مار۔ اور اپنے ہی کامل محبتین میں مجھے اٹھا۔ اے ارحم الراحمین جس کام کی اشاعت کے لئے تو نے مجھے مامور کیا ہے۔ اور جس خدمت کے لئے تو نے میرے دل میں جوش ڈالا ہے۔ اسکو اپنے ہی فضل سے انجام تک .... عاجز کے ہاتھ سے حجت اسلام مخالفین پر اور سب .... اسلام کی خوبیوں سے بے خبر ہیں پوری کر اور اس عاجز اور .... اور مخلصوں اور ہم مشربوں کو مغفرت اور مہربانی کے .... حمایت میں رکھ کر دین و دنیا میں آپ اُن کا متکفّل .... اور سب کو اپنے دار الرضا میں پہنچا۔ اور اپنے .... اور اُس کے آل و اصحاب پر زیادہ سے زیادہ درود و سلام و برکات نازل کر۔ آمین یا رب العالمین

یہ دُعا ہے جس کے لئے آپ پر فرض ہے کہ انہی الفاظ سے بلا تبدّل و تغیر بیت اللہ میں حضرت ارحم الراحمین میں اس عاجز کی طرف سے کریں۔ والسلام ؎

"خط میں جہاں نقطے دیئے ہوئے ہیں اُس جگہ سے بباعث دیرینہ ہونے کے پھٹکر ضائع ہو گیا ہے۔ لیکن یہ ضائع شدہ چند الفاظ ہیں زیادہ نہیں۔ مضمون کا ربط معلوم ہو سکتا ہے۔" (الحکم ۱۳ اگست ۱۸۹۸ء)

رسید زر

فہرست چندہ معرفت جناب غلام حسن صاحب سابق سٹیشن ماسٹر سکنہ موضع لوہریاں ضلع سیالکوٹ

(از جماعت لوہریانوالہ ڈاکخانہ سوہدرہ)

اسمائے گرامی	عیدانہ	اشاعت اسلام	[illegible]
غلام حسن صاحب	[illegible]	[illegible]	[illegible]
میاں نظام الدین صاحب ٹھیکیدار	[illegible]	[illegible]	[illegible]
میاں رحیم بخش صاحب	[illegible]	[illegible]	[illegible]
میاں کریم بخش صاحب	[illegible]	[illegible]	[illegible]
چوہدری خان محمد صاحب	[illegible]	[illegible]	[illegible]
چوہدری احمد خان صاحب	[illegible]	[illegible]	[illegible]
متفرق احباب	[illegible]	[illegible]	[illegible]
میزان	[illegible]	[illegible]	[illegible]

نو مبائعین

جناب میر تاج الدین صاحب [illegible]

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۷ یکشنبہ مورخہ ۱۹ اکتوبر سنہ ۱۹۱۹ء نمبر ۲۷

عفو

ابتلاء وقت انسان کے اخلاق بنتے ہیں اور کامیابی شرافت طبع کو رونما کرتی ہے۔ بعض اوقات یہ بڑی غلطی کی جاتی ہے۔ کہ اخلاق کا اصل نمونہ صرف بڑے درجہ کا حلم۔ بردباری اور لینت ہی ہوتی ہے اگر یہ تسلیم کر لیا جائے۔ تو عملی زندگی بالکل معطل ہو جاوے اور نظم ونسق سوسائٹی کا درہم برہم ہو جاوے لازمی ہے کہ حلم اور غضب۔ نرمی اور درشتگی اپنا اپنے محل اور موقعہ پر ظہور پذیر ہوں اور تاکہ انسان دوسروں کے واسطے نمونہ اور مثال بنے۔ یہ از بس ضروری ہے۔ کہ نشیب و فراز اور زمانہ کی حلاوت اور مرارت کے تغیر میں سے گذرے۔ کس طرح ایک شخص بردباری کا نمونہ بن سکتا ہے۔ جب تک حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح ابتلاء میں ڈالا گیا ہو۔ اور اذیت نہ دیا گیا ہو۔ وہ صفات جو تنگدستی میں ظاہر ہو کر نشوونما پاتی ہیں اور پختہ ہوتی ہیں۔ مثلاً صبر وغیرہ۔ وہ اس وقت کمال کو پہنچتی ہیں اور اُن کا اثر جو انسانی اخلاق پر پڑتا ہے۔ اس کا اظہار تب ہوتا ہے جب دولت و ثروت میں اسے فراوانگی میسر ہو۔ کیا کوئی شخص رحیم کہلا سکتا ہے۔ جسکو کسی پر رحم کرنے کا کبھی موقعہ ہی نہ ملا ہو۔ اسی طرح صفت عفو ہے۔ اور ہم اس شخص کو اس سے متصف کہینگے۔ جو کہ ان ہر سہ معیار میں پورا اُترے۔

اول تو وہ اپنے اعداء سے ہر طرح کی اذیت دیا گیا ہو اور اس کی ہلاکت وتباہی کے واسطے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا گیا ہو۔

دوم۔ وہ خوش قسمتی سے یا دوسرے لفظوں میں اپنے مشن کی بقا کے لئے طاقت پکڑ جاوے۔ اُس کے دوستوں پر سے نکبت اور سراسیمگی دور ہو جاوے۔ اور وہ تمام اعداء پر غلبہ پا جاوے۔

سوم۔ اُس کے دشمن اس کے سامنے لائے جاویں اور بجائے اس بات کے کہ اُن سے قصاص لیا جاوے اور انصاف وعدل کے قوانین عمل میں لائے جاویں اُس کی فراخ حوصلگی اور انشراح صدر ان سبکو معاف کردے۔

ہم تاریخ عالم کی ورق گردانی کریں۔ اور شاہیر کے مرقع دیکھیں۔ مگر کہیں بھی صفت عفو کا وہ نمونہ۔ جس کو ہم نے یہ معیار قرار دیا ہے فخر موجودات اور سلسلہ انبیاء کے خاتم کے سوا کسی میں بھی نہیں دیکھیں گے۔

ایک یتیم اُمی بچہ پہلے بکریاں چراتا ہے اور زمانہ کے سرد وگرم کو دیکھتا ہوا بادشاہ بن جاتا ہے اُس کے راستہ میں قدم قدم پر مشکلات آتی ہیں مگر وہ ایک انچ پیچھے نہیں ہٹتا۔ دُنیا میں بڑے بڑے انسانوں کے نام عزت واحترام کے ساتھ تو لئے جاتے ہیں۔ مگر اُن کے پشت پناہ صرف افسانے اور قصے ہی ہوتے ہیں۔ یا چند اقوال اُن کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ جن سے اُن کی عظمت دوبالا کی جاتی ہے۔ بر عکس اس کے رسول پاک کی تمام زندگی ہمارے سامنے ایک آئینہ کی مانند ہے جس میں فراخدلی۔ فیاضی۔ بہادری۔ صبر۔ استقلال بردباری۔ عفو وغیرہ تمام اخلاق فاضلہ اپنی شان میں درخشندہ ہیں۔

وہ تیرہ سال انواع واقسام کی اذیتیں پہنچائے جاتے ہیں۔ مگر مدام ہیں اپنے تکلیف دہندگان کے لئے دست بدعا ہیں۔ طائف میں جا کر وعظ و تلقین کرتے ہیں۔ لوگ اُن کو مجنوں کہتے ہیں پتھر کھا کر تمام بدن خون سے تر بتر ہو جاتا ہے۔ شام کے وقت تھکے ماندے پاؤں میں آبلے۔ بادل اللہ اور نہائت قلق میں نہ کوئی ساتھی نہ غمگسار دُعا کرتے ہیں۔ اے غفار ورحمن میں تیرے ہی نور کے روشنی میں پناہ لیتا ہوں جس سے تمام تاریکیاں دور ہوتی ہیں۔ اور دُنیا وآخرت میں تسکین حاصل ہوتی ہے۔ میں اپنے آپ کو تیرے حوالے کرتا ہوں۔ تو ہی میری مشکلات کو حل کر سکتا ہے۔ تیرے سوا مجھ میں کوئی طاقت واستقامت نہیں۔ تو ان لوگوں کو راہ راست کی ہدائت دے کیونکہ جو کچھ وہ کرتے ہیں اُن کو اسکی خبر نہیں۔

کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت وہ بیچارے وتنہا تھے وہ انتقام نہیں لے سکتے تھے۔ جب وہ بادشاہ بن گئے۔ اور وہ خون کے پیاسے دشمن اُن کے دربار میں پیش ہوتے ہیں۔ اُن کو سزائے موت کا یقین تھا۔ فقط حکم کے منتظر ہیں۔ اس وقت بھی اُن کا جوش عفو یہی کہتا ہے

لا تثریب علیکم الیوم۔

نفسانیت کی ایک جھلک

شیخ نہ دیکھیں دوست پھر میرا اگر جائیں کہیں
اُن سے کیا کہتا رہا اور آپ کیا کرتا رہا

شاعر جذبات انسانی کا ترجمان ہوتا ہے۔ وہ حقیقتیں جو ایک مدت تک راز سربستہ رہتی ہیں اور کئی ایک فلسفی اُن کو معلوم کرنے سے قاصر رہجاتے ہیں۔ ایک شاعر کی دُوربین آنکھ جھٹ دیکھ لیتی ہے اور اس کی شکر فشان زبان نہایت میٹھے اور پرلطف لہجہ میں بیان کردیتی ہے۔ سننے والے خوش ہوتے ہیں اور دل میں تڑپ رکھنے والے سر دُھنتے ہیں۔ مگر شاعر کی زبان کو اگر صرف ایک حظ پیدا کرنیکا آلہ خیال کیا جائے۔ اور اس سے کوئی ابدی نصیحت نہ اخذ کی جائے تو شاعری پر ایک سخت ظلم ہے۔ اور شاعروں کی سخت تحقیر۔ اصلی شاعر وہ ہوتے ہیں جو فطرت انسانی کی خوبیاں بیان کرکے انسانوں کے حوصلہ کو بڑھاتے ہیں۔ اور انسانی کمزوریاں ظاہر کرکے اُن کو دُور کرانے کی کوشش کریں۔

ہم نے ایک شعر شمس العلماء علامہ حالی کا زیب عنوان کیا ہے۔ ہر ایک آدمی اس شعر کو پڑھکر اپنی زندگی گذشتہ کی بدکاریوں۔ خباثتوں۔ شرر انگیزیوں پر اظہار تاسف کرکے اسکو اچھا بنا سکتا ہے وہ ان کی جگہ اعلیٰ درجہ کی خوبیاں اور نیکیاں پیدا کرکے اپنے لئے اپنے رشتہ داروں کے لئے۔ اپنے دوستوں کے لئے۔ اپنی قوم کے لئے اور اپنے ملک کے لئے مفید انسان بن سکتا ہے۔ مسطورہ بالا شعر انسان کے اس اخلاقی پہلو پر افسوس کر رہا ہے جو وہ خلوت میں بیٹھکر سیاہ کرتا رہتا ہے۔ وہ عام لوگوں کے طعن سے محفوظ رہنے کے لئے انکے سامنے تو ایک شاندار شخصیت میں نمایاں ہوتا ہے مگر عوام الناس کی آنکھوں سے اوجہل ہو کر وہ نفس کی سفلی خواہشات کو لبیک کہکر اپنے اخلاق کے آئینہ کو سنگ عصیان سے ریزہ ریزہ کر دیتا ہے۔ ہر ایک آدمی کا فرض ہے کہ وہ اپنی گذشتہ عمر پر کبھی تفرلیط کرے اور اپنی زیاں کاریوں اور بدکرداریوں کو اپنے سامنے لاکر خجل اور شرمندہ ہو اور آئندہ اُن کی تلافی کے وسائل کا جویاں رہے۔ اخلاقی جرموں سے تائب انسان اپنے گناہوں کی بہترین تلافی اس طرح کر سکتے ہیں۔ کہ وہ دوسرے بدچلن انسانوں کو راہ راست پر لانے کی کوشش کریں۔ وہ اخلاق کی اعلیٰ تعلیم انسانوں میں پھیلانے کی سعی کریں۔ وہ اعلیٰ درجہ کی صداقتیں دُنیا کے دور دراز کونوں میں پہنچانے کا اہتمام کریں۔ وہ قلمی امداد سے ان لوگوں کے حوصلوں کو بڑھائیں۔ جو اس کام پر تلے کھڑے ہیں وہ درمی اعانت سے ان کی ڈھارس بندھا دیں اور انہیں سپاہیانہ طور پر آگے بڑھنے کی تلقین کریں امید ہے کہ ہمارے احباب اس نوٹ کو خاص توجہ سے پڑھینگے اور اپنی زندگیوں کا نصب العین دُنیا میں نیکی تعلیم کو پھیلانا قرار دیں گے۔ زندگی گذشتنی ہے اور دُنیا گذاشتنی۔ اعمال صالحات ہی یہاں اور وہاں کام آئینگے۔ مگر اپنا تو یہ حال ہے کہ

جو فکریں ہیں تو اپنے نفس کو راحت رسانی کی
توقع کیا اسی پر ہے خدا کی مہربانی کی

الٰہیات کا ایک نکتہ

ز قرآں بے خبر مگشیں و از عقبے مشو غافل
چہ خوش گفت اکبر خوش گو حساب آنجا کتاب اینجا

مذاہب عالم کے متبعین اپنے جوش عقیدت میں آکر زبان سے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرنے میں کمال کی دسترس رکھتے ہیں اُنکی نظر میں اپنے دین کے سوا اور کوئی دین جچتا ہی نہیں مگر کتنے انسان ایسے ہیں جو اپنے دین سے کماحقہ آگاہی رکھتے ہیں کاش کہ بے علم لوگ اور عقائد مذہب سے ناآشنا اصحاب ان گیدڑ بھبکیوں سے باز آئیں اور پہلے تو غور وفکر اپنے مذہب کی تعلیم پر اور پھر اسکا دوسرے مذاہب سے موازنہ کرکے کسی نتیجہ پر پہنچیں مسلمان دیگر تمام قوموں سے زیادہ مذہب سے انس رکھتے ہیں اور انکے جذبات مذہبی سے ایک دُنیا مزا اٹھاتی ہے مگر کتنے ایسے مسلمان ہیں جو فی الواقعہ مسلمان کہلانے کے مستحق ہیں۔ کتنے سلیم الطبع ایسے ہیں جو علوم قرآنی سے آگاہی رکھتے ہیں نرا جوش اور سینہ کوبی کبھی نجات نہیں دلا سکتی علم اور عمل دو سیڑھیاں ہیں جن سے ترقی کے زینہ پر انسان آسانی سے چڑھ سکتا ہے حضرت اکبر نے شاعرانہ رنگ میں اسی مضمون کو ادا کیا ہے غور کرنے والے سوچیں اور سبق سیکھنے والے عبرت حاصل کریں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

مذہبی پرچوں کا مذاق

سرزمین پنجاب سے مختلف مذہبی پرچے ہندو مذہب۔ عیسائیت اور اسلام کی نمایندگی کے لئے نکلتے ہیں ہر ایک پرچہ اپنی شان میں بے مثل ہوتا ہے۔ مگر سب کے سب ایک بات میں مکمل اشتراک رکھتے ہیں۔ وہ بات کیا ہے "تمسخر" اور "تشنیع" ایک دوسرے کے حملوں کو رد کرنے کے لئے بس یہ دو اوزار ہیں۔ جو اپنی پوری تیزی سے اپنے مہلک اثرات ظاہر کرتے رہتے ہیں۔ ہم اپنے تمام بزرگ ہمعصروں کی خدمت میں بکمال ادب واحترام عرض کرتے ہیں۔ کہ ہمارا سب کا نصب العین پبلک کے اخلاق کی اصلاح ہونا چاہئے۔ یہ ایک بہترین خدمت ہے۔ جو ہم مذہبی رنگ میں اپنے ملک کی کر سکتے ہیں۔ جہاں کہیں کوئی مخرب الاخلاق وقوعہ ہو۔ ہم سب کو یکساں آواز احتجاج بلند کرنی چاہئے۔ قومیں محض اخلاق سے بنا کرتی ہیں۔ اگر اخلاق نہیں تو قومی زندگی نہیں۔ ہمارا یہ مقصد نہیں کہ ہم اہم مسائل مذہبی پر بحث نہ کیا کریں۔ اور باہمی غلط فہمیوں کو دور کرنے کی سعی نہ کریں۔ بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ وہ بڑی غرض جس کے لئے ملک میں ایسے پرچوں کی ضرورت ہے۔ وہ پبلک کے کیرکٹر کو بہتر بنانا ہے۔ اور اس کے ضمن میں ہم مختلف مذاہب پر رائے زنی کرتے ہوئے اُن کے اصولوں پر تہذیب اور شائستگی سے نکتہ چینی بھی کر سکتے ہیں۔ مگر اس طرح سے کہ کسی کی دل آزاری نہ ہو۔ امید ہے کہ کوئی اور ہمعصر بھی اس موضوع پر قلم کو جنبش دیگا۔

محرم اور شملہ کی سیوا سمتی

کیوں نہ تڑپ اور محبت ہو۔ آخر ہندوستانی بھائی ہیں بھائیوں کی خدمت سوائے اپنے بھائیوں کے اور کون کر سکتا ہے۔ شملہ کی سیوا سمتی نے محرم کے دن اپنے مسلمان بھائیوں کی جو خدمت چائے اور شربت وغیرہ سے کی وہ نہ صرف قابل قدر ہی تھی۔ بلکہ خلقت کے لئے ایک عجیب فرحت افزا نظارہ تھا۔ جس کو دیکھ دیکھ کر مسلمانان شملہ اپنے ہندو بھائیوں کے نہایت مشکور ہو رہے تھے۔ خدا ہمارے کل ہندوستانی بھائیوں کو توفیق دے کہ اسی طرح آپس میں شیر وشکر رہیں اور ملک میں ہر جگہ باہمی اتفاق پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔

(۹) رمضان حاجی۔
(۱۰) محمود۔
(۱۱) ام عاتقہ یعنی ام عبد الرحمٰن مذکور الصدر۔
(۱۲) فاطمہ اخت ام عاتقہ۔
(۱۳) عائشہ۔
(۱۴) حلیمہ بنت عائشہ۔
(۱۵) خدیجہ۔
(۱۶) فاطمہ الکبرےٰ۔
(۱۷) فاطمہ الصغریٰ

سنہ ہجری ۱۳۳۸-۱-۴

مولوی کٹ علی۔
نام شہر مانکڈو۔ (مالابار)

استفتا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین! اس امر کے بارہ میں کہ قصبہ گوجرخان ضلع راولپنڈی میں ایک اسلامیہ مڈل سکول دو سال سے جاری ہے جو کرایہ کے مکان میں لگایا جاتا ہے اور اب اسلامیہ کمیٹی نے بڑی کوشش اور گداگری سے لقدر ۸-۱۰ ہزار روپیہ جمع کیا ہے۔ اور خواہش ہے۔ کہ سکول کی عمارت اپنی بنائی جاوے۔ پہلے سے اس انجمن نے ایک عیدگاہ اراضی خرید کر کے بنائی ہوئی ہے۔ جو محض دو دو فٹ احاطہ محصور بہ دیوار ہے۔ اور کوئی عمارت عیدگاہ نہیں ہے۔ اس عیدگاہ کے ساتھ عقب میں مزید اراضی برائے سکول خرید کی گئی ہے۔ مگر مدرسہ کے لئے موزون جگہ عیدگاہ ہے۔ اس لئے کمیٹی اسلامیہ سکول کی منشاء ہے۔ کہ عیدگاہ کی جگہ عمارت سکول تیار کی جاوے۔ اور سکول کے واسطے جو جگہ خرید کی ہے۔ اس میں عیدگاہ اچھی طرح سے بنا دی جاوے۔ ایک طرح سے دو وقف اراضیات کا باہم تبادلہ ہے۔ اس لئے گذارش ہے کہ اس مسئلہ کے متعلق علمائے دین اپنے فتاوے سے مطلع فرمادیں ؛

ن ... دمنہ،
سکریٹری انجمن اسلامیہ گوجرخان

اس مسئلہ کے متعلق حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب اور مولینا محمد عبد الستار صاحب کا فتوٰی درج ذیل ہے۔ دیگر اہل علم وبزرگان سلسلہ بھی اس پر نصوص شرعیہ سے روشنی ڈالکر مشکور فرماویں۔ (ایڈیٹر)

جواب متعلق اراضی عیدگاہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ایک تو مَسْجَد ہے بفتح جیم دوسری مَسْجِد ہے بکسر جیم۔ اول بفتح جیم تو عام ہے۔ جس پاک زمین میں سجدہ کیا جاوے۔ اور جس کی نسبت فرمایا گیا ہے۔ کہ جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ کُلُّھَا مَسْجَدًا ۱ اور ایک جَبّانہ ہے۔ وہ بھی عام ہے۔ صحرا کو کہتے ہیں۔ اس کا حکم بھی مسجد کا نہیں ہے۔ اور بکسر جیم وہ مکان مخصوص ہے۔ جو نماز پڑھنے کے لئے بنایا گیا ہو۔ جسکے فضائل میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں۔ جیسے کہ مَنْ بنی اللہ مَسْجِدًا من مال حلال بنی اللہ لہٗ بیتًا فی الجنۃ (متفق علیہ) ۲ وانھا احب البقاع الی اللہ تعالیٰ وان تنزہ وتطیب (رواہ احمد وابوداؤد۔ ترمذی) ۳ مَنْ غدا الی المسجد اوراح اعد اللہ لہٗ منزلۃ من الجنۃ کلما غدا اوراح ۴ اور بوقت دخول مسجد نماز تحیۃ المسجد کے پڑھنے کی تاکید ہے۔ اور جس زمین میں مسجد بنائی جاوے۔ وہ ہمیشہ کے لئے مسجد ہو جاتی ہے۔ دیکھو مسجد الاقصیٰ مندرجہ قرآن مجید آنحضرت صلعم کے وقت میں موجود نہیں تھی۔ زمین ہی پڑی ہوئی تھی۔ حضرت عمر رضہ کے وقت میں تعمیر کی گئی تب بھی اللہ تعالیٰ نے اسکو یعنی زمین کو مسجد فرمایا۔ چونکہ عیدگاہ بھی مسجد ہی میں داخل ہے اور اس زمین مندرجہ کا احاطہ بھی دو دو فٹ مسجد ہی کیلئے ہو گیا ہے اور اغلب ہے کہ عید الفطر یا عید اضحیٰ کی نمازیں بھی اسمیں پڑھی گئی ہونگی۔ اس لئے اس مسجد کو سکول بنانا درست نہیں کیونکہ ہمیشہ کے لئے یہ مسجد ہو گئی۔ ہاں اسکو وسیع کر سکتے ہیں ؛

سید محمد احسن عفی اللہ عنہ۔ بقلم خود
بقلم سید محمد یعقوب۔ امروہہ۔ شاہ علی سرائے۔ ۵۔ اکتوبر ۱۹۱۹ء

۱ میرے لئے سب زمین سجدہ کرنے کی جگہ مقرر فرمائی گئی ہے۔ ۱۲
۲ جس شخص نے مال حلال خاص سے اللہ تعالےٰ کے لئے مسجد بنائی۔ اللہ تعالےٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنادے گا۔ ۱۲
۳ بتحقیق جگہوں سے محبوب تر اللہ کے نزدیک مسجدیں ہیں ضرور وہ پاک وصاف رکھی جاویں۔ ۱۲
۴ جو شخص صبح وشام مسجد میں جاوے۔ اللہ تعالےٰ اس کے لئے جنت میں گھر بناتا ہے۔ ۱۲

فتوی مولوی عبد الستار صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

هو المصوب للسداد

الحمد للہ ممد الکون ومنه استمد التوفیق والعون

اقول ان لفظ المسجد بکسر الجیم جعل فی اصطلاح الشرع علمًا لمکان احیط به احاطة تامة قائمة علی عروشها ویصلی فیه صلواۃ راتبة کما قال اللہ تعالےٰ: سبحان الذی اسری بعبدہ لیلًا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصٰی - کما ان لفظ المصلی جعل اصطلاحًا علمًا لمکان یصلی فیه صلواۃ العید او ما هو فی شانها کصلواۃ الجنازة وهکذا التوارث من لدن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ومن ثم لم یهتم رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم والخلفاء بعدہ ببناء المصلی کما اهتموا بتعمیر المساجد کما لا یخفی علی ارباب النهی۔ نعم لما استحکم ریاسة المسلمین وکثرت الاموال انتصب ملوك الاسلام بتعمیر المقابر والمنابر وافرزوا الصلوٰۃ العید والجنازة اماکن وبنوا علیها بناء حسبما یقتضیها الحال ومن اجل ذالك قالت الحنفیة یکرہ صلواۃ الجنازة فی المسجد ولا یکرہ فی المصلی وقد ثبت فی الاحادیث خروجه صلی اللہ علیه وسلم الی الجبانة وان لم یبن علیها مسجد ما فی عین الهدایة فی ترجمة الهدایة فظهر ان المصلی فی الحقیقة هی الجبانة واذا کان الامر کذالك فلا بأس عندنا شرعًا فی المبادلة بین الارض المخصوصة للمدرسة والارض المحصورة للمصلی لان کل واحدة منهما مع کونهما من حقوق العامة متعلقة بحقوق العامة هذا ما عندی لعل اللہ یحدث بعد ذالك امرًا۔

حررہ الراجی الی رحمة الجبار عبد الستار
سنمہ الغفار - احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور - احمدیہ بلڈنگز

ترجمہ فتوی مولوی عبد الستار صاحب

میں کہتا ہوں کہ لفظ مسجد جیم کی کسرہ کے ساتھ اصطلاح شریعت میں نام ہے اس مکان کا کہ محیط ہو ایک احاطہ کامل سے جو اپنی چھت پر قایم ہو۔ اور اس میں باقاعدہ نماز پڑھی جاتی ہو۔ جیسے اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ سبحان الذی اسری بعبدہ لیلًا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصٰی الخ۔ (پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندہ کو ایک رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک)۔ جیسا کہ لفظ مصلیٰ اصطلاح شریعت میں اس مکان سے مراد ہے جس میں نماز عید پڑھی جاتی ہو۔ اور جو اس کے حکم میں ہے۔ جیسے نماز جنازہ۔ اور اسی طرح ثابت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ اور اسی سبب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین نے عیدگاہ کی تعمیر کا اہتمام نہیں کیا۔ جیسا کہ اہتمام کیا۔ تعمیر مساجد کا جو ارباب بصیرت پر پوشیدہ نہیں۔

ہاں جس وقت اسلامی سلطنت مستحکم ہو گئی۔ اور دولت کی کثرت ہو گئی۔ تو شاہان اسلام نے مقبرے اور منابر کھڑے کئے۔ اور حسب اقتضائے حال عیدگاہ اور جنازہ گاہ کے لئے علیحدہ عمارتیں تعمیر کیں۔ اور اسی سبب سے حنفیہ نے کہا ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ مکروہ ہے۔ اور عیدگاہ میں مکروہ نہیں اور ثابت ہو چکا ہے احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنگل کی طرف نکلنا۔ اگرچہ اس پر مسجد نہیں بنائی گئی تھی۔ جیسا کہ عین الہدایہ ترجمہ ہدایہ میں ہے۔ پس ثابت ہوا کہ عیدگاہ فی الحقیقت جنگل ہی ہے۔ پس جبکہ حقیقت الامر یہ ہے۔ تو شرعًا اراضی مخصوصہ برائے مدرسہ اور زمین محصورہ عیدگاہ کے تبادلہ میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ خصوصًا جبکہ ان دونوں میں سے ہر ایک حقوق عامہ سے بھی ہے جو رفاہ عام سے متعلق ہے۔ اور میرے نزدیک یہی درست ہے۔ لعل اللہ یحدث بعد ذالك امرًا

حررہ الراجی الی رحمۃ الجبار عبد الستار

اقتباسات

جامع مسجد دہلی محکمہ آثار قدیمہ کی تحویل میں

جامع مسجد دہلی کے متعلق اس کی انتظامی کمیٹی نے حسب ذیل اعلان کیا ہے:۔

"اس جامع مسجد کو ۱۸۵۷ء کے بعد سرکار نے ضبط کر لیا تھا۔ اور ۱۸۶۲ء میں واگذار کیا۔ اور اس کا انتظام دس روسائے شہر کے سپرد کیا گیا۔ اور ان سے سرکار نے ایک تحریری اقرارنامہ بھی لیا۔ جس کے دفعات کے نمبر ۱ ونمبر ۳ ونمبر ۶ حسب ذیل ہیں:۔

دفعہ ۱۔ ہم لوگ ذمہ وار ہیں کہ مسجد میں کچھ دنگہ فساد نہ ہونے پائیگا۔

دفعہ ۳۔ کوئی امر شورش کا اندرون مسجد کہ موجب تحقیر واہانت یا بدخواہی سرکار نہ ہونے پائیگا۔ اگر اتفاقًا کوئی بات وقوع میں آئے۔ اور ہمارے تدارک و اختیار سے باہر ہو تو اس کی اطلاع بحضور صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کریں گے۔

دفعہ ۶۔ اقرار کرتے ہیں کہ اگر خلاف مرضی سرکار کوئی امر ظہور میں آئے۔ تو سرکار کو اختیار ہے۔ کہ دروازہ مسجد کا بند کردے

قواعد مرتبہ ۱۸۸۹ء میں کمیٹی منتظمہ نے دفعات مذکورہ بالا کو زیر نظر رکھکر قاعدہ نمبر ۲۹ حسب ذیل وضع کیا۔

قاعدہ نمبر ۲۹۔ کوئی شخص بغیر کمیٹی کی اجازت کے مسجد میں وعظ کہنے کا مجاز نہ ہوگا۔ اور نہ بغیر اجازت کمیٹی کے کوئی مجمع سوائے نماز اور وظیفے کے مسجد میں ہو سکے گا۔

یکم جنوری ۱۹۰۰ء میں بمنظوری گورنمنٹ مجدد قواعد وضع کئے گئے اور اس وقت سے آج تک اس کی ایک ایک نقل بدستخط صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر دہلی دروازہ ہائے مسجد میں آویزاں رہتی ہے ان قواعد کی دفعہ ۸ حسب ذیل ہے:۔

دفعہ ۸۔ مذہبی بحث کی مسجد کے اندر اجازت نہیں ہے۔ سوائے اغراض نماز کے اور کسی مجمع کی اجازت ہے۔ اور بلا اجازت کمیٹی منتظمہ کے مسجد کے اندر وعظ کہنے کی بھی ممانعت ہے کچھ عرصہ سے اس دفعہ ۸ کی تعمیل سختی کے ساتھ نہیں ہو سکی۔ اور خصوصًا ماہ اپریل ۱۹۱۹ء میں جو کارروائیاں ہوئیں۔ ان کو اہل اسلام میں سے کسی نے پسندیدگی کی نگاہ سے

کو تین دن کا ... اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ ... اقرار نامہ کی دفعہ ۲ کی بھی خلاف ورزی کی جا ... اس کی اطلاع ... ڈپٹی کمشنر بہادر دہلی ... ایک چٹھی مورخہ ... اپریل ۱۹۱۹ء میں تحریر کرتے ہیں ... آپ ... ایک اشتہار ... مضمون کا مسجد ... ذریعہ ... شائع کرا دے کہ کوئی جلسہ یا مجمع سوائے نماز کے مسجد میں نہ ہونے پائے اور اگر کوئی ایسا جلسہ یا مجمع اس اشتہار کے خلاف ہوگا۔ تو اس مجمع کے منتظم کرنے والوں پر مقدمہ چلایا جاویگا۔

قانونی پابندی کے لحاظ سے کسی ایسے جدید اشتہار کی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ قواعد منظور شدہ گورنمنٹ مرقومہ ہشتم جنوری ۱۹۱۸ء کی ایک نقل بدستخط صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر مسجد کے دروازوں میں ہمیشہ آویزاں رہتی ہے۔ تاہم اتمام حجت کے لئے کمیٹی نے اپنے جلسہ منعقدہ ۱۹ مئی ۱۹۱۹ء میں قرار دیا ہے کہ ایک اشتہار اس مضمون کا جاری کیا جائے کہ بموجب دفعہ ۸ قواعد مرقومہ ہشتم جنوری ۱۹۱۸ء منظور کردہ گورنمنٹ جامع مسجد کے اندر مذہبی بحث کی اجازت نہیں ہے۔ اور نہ سوائے اغراض نماز کے اور کسی مجمع کی اجازت ہے اور بلا اجازت کمیٹی منتظمہ مسجد کے اندر وعظ کرنے کی بھی ممانعت ہے اور نیز یہ قرار پایا کہ ایک ایک نقل اس اشتہار جدید کی مسجد کے ہر سہ دروازوں و کتبہ پر آگاہی خاص و عام کے لئے ہمیشہ آویزاں رہے اور اخبار میں بھی شائع کرایا جاوے۔ چنانچہ یہ اشتہار جاری کیا جاتا ہے۔ کہ جو اس کی خلاف ورزی کریں گے۔ ان کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی جائے گی۔ اور مقدمہ دائر کیا جائیگا۔

المرقوم ۱۸ مئی ۱۹۱۹ء

انتظامی کمیٹی کے اس اعلان کی رو سے (۱) جامع مسجد دہلی میں مذہبی بحث نہیں ہو سکتی (ب) کسی قسم کا کوئی مجمع نہیں ہو سکتا (ج) بے اجازت کمیٹی مسجد کے اندر وعظ بھی نہیں ہو سکتا۔

چونکہ مسجد میں نمازیوں کے جمع ہونے سے اس بات کا احتمال ہے کہ وہ آپس میں گفتگو کریں گے۔ اور ممکن ہے کہ وہ گفتگو نماز کے سوا کسی دیگر اغراض پر مبنی ہو۔ اس لئے کمیٹی کو اعلان کر دینا چاہئے کہ مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہے اس قسم کا اعلان نہایت ضروری ہے۔ اس کے بعد صرف اس بات کی ضرورت ہوگی کہ مسجد کو محکمہ آثار قدیمہ کی تحویل میں دے دیا جائے۔ جو اسے دیگر عمارات قدیمہ کے زمرہ میں شامل کرکے بحفاظت تمام رکھیگا۔ (وکیل ۱۵/۹)

ایک نئی تجویز تیرہ مہینے کا ایک سال

امریکہ کی ایک سوسائٹی نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ ہر سال میں تیرہ مہینے اور ہر مہینے کے ۲۸ دن ہوا کریں۔ اس کام کے لئے ایک مسودہ امریکن کانگریس کے روبرو پیش ہوگا۔ اگر وہ پاس ہوگیا تو ۱۹۲۳ء سے ہر سال ۱۳ ماہ کا ہوا کرے گا۔ اور ممکن ہے اس وقت امریکہ اور ممالک کو بھی اپنے ساتھ کرلے۔ موجودہ انتظام کی خرابی یہ بتائی گئی ہے کہ کوئی تاریخ کسی خاص دن کے مطابق نہیں ہوتی بلکہ ہمیشہ کیلنڈر دیکھنا پڑتا ہے۔ کہ فلاں تاریخ کو کونسا دن ہوگا نئی تجویز کے مطابق سب مہینے ۲۸ دن کے ہوں گے ہر مہینے کی پہلی کو سوموار اور آخر کو اتوار ہوگا۔ اسی طرح ہر ماہ کی ۲-۹-۱۶-۲۳ کو منگل۔ علی ہذا القیاس ۲۸ دن کے حساب سے سال کے کل ۳۶۴ دن ہوتے ہیں اور سال (یعنی وہ مدت جس میں زمین سورج کے گرد ایک گردش کرتی ہے) کے ۳۶۵ دن ہوتے ہیں۔ اس لئے ۲۸ دن کا ایک تیرھواں مہینہ بنام لبرٹی (آزادی) فروری اور مارچ کے درمیان قائم کیا جائیگا۔ ایک دن جو اس طرح پھر بھی بڑھ جاتا ہے اس کا نام نوروز رکھا جائے اور یہ دن دسمبر کے بعد ہو۔ یعنی ۲۸ دسمبر کو اتوار۔ اس کے بعد نوروز کا دن پھر سوموار کو یکم جنوری کا دن۔ ملازم پیشہ اصحاب یقیناً سب سے پہلے اس تجویز کی تائید کریںگے کیونکہ سال میں بارہ مہینوں کی بجائے تیرہ مہینوں کی تنخواہ کے ملنے کی امید ہے۔

تازہ ترین خبریں

افغانوں کے خارجہ تعلقات۔ ماسکو میں اتاشی

لنڈن ۱۲- اکتوبر- بولشویکوں کے ایک بے تار برقی پیغام سے ظاہر ہے کہ افغانی سفارت سردار محمد ولی خان کے ماتحت ماسکو میں پہنچ گئی ہے۔

مصر میں بدامنی

لنڈن ۱۰- اکتوبر- قاہرہ سے جو خبریں موصول ہوئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ انگریزوں کے خلاف تحریک زوروں پر ہے انتہا پسند طبقہ کا مقصد یہ ہے کہ لارڈ ملنر کی کمیشن کو بائیکاٹ کیا جائے۔ ڈیلی گرافک رائے زنی کرتا ہوا رقمطراز ہے کہ جب تک مصر و ہندوستان میں اعلے خاندان کے اشخاص برسر حکومت تھے سب کچھ درست ہورہا تھا۔ لیکن اب ایسے اشخاص برسر حکومت ہیں جن کے حق میں سوائے ان کے عہدہ اور انگریز ہونے کے اور کچھ بھی نہیں کہا جاسکتا۔

ایرانی وزیر خارجہ

پیرس ۱۲- اکتوبر- ایرانی وزیر خارجہ نے ایک ملاقات کے دوران میں کہا کہ اس نے صلح کی کانفرنس سے درخواست کی ہے کہ اسے کانفرنس میں تقریر کرنے کا موقعہ ملنا چاہئے تاکہ وہ ایران کی خواہشات کو اچھی طرح بیان کرے اس نے زور دیا۔ کہ انگریزی ایرانی عہد نامہ کے متعلق جو خیالات پھیلے ہوئے ہیں وہ درست نہیں ہیں ایران صرف اس صورت میں زندہ رہ سکتا ہے جبکہ وہ اپنی ہستی کو عملی طور پر درست کرے اور یہ درستی صرف اس حالت میں ہوسکتی ہے جبکہ یورپ کی طاقتور سلطنتوں میں سے ایک اس کی دوست ہو برطانیہ کلاں ہی صرف ایک ایسی سلطنت ہے جو ایران کو مدد دے سکتی ہے۔ معاہدہ میں کوئی قرارداد ایسی نہیں جس سے ایرانی آزادی پر حملہ ہوسکے۔ ایران ہر ملک سے صلاح کار بلا سکتا ہے۔ جیسے فرانسیسی پروفیسر اس نے زور دیا۔ کہ اقرار نامہ لیگ آف نیشن کے سامنے پیش ہوگا۔

عہد نامہ صلح

پیرس ۱۲- اکتوبر- امید کی جاتی ہے۔ کہ صلح کے عہد نامے کو منظور کرنے کا فیصلہ ۱۷- اکتوبر کے گزٹ میں شائع کیا جائیگا۔ اس طرح پر تین سلطنتوں کی طرف سے عہد نامہ منظور ہوکر حالت جنگ ختم ہوجائیگی۔

باجلاس جناب سید عبدالحق شاہ صاحب منصف درجہ اول مظفر گڑھ

کورڈا رام نابالغ ولد سیوا رام بسم سماۃ پھاپاں بیوہ غلاماں اقوام ذات اترسیجہ بسرپرستی سیوا رام بنام ماچھی موضع مراد آباد ولد موہن رام قوم مہوجہ دکاندار | سکنائے مراد آباد۔ مظفر گڑھ | چوک کرایاں دالی تحصیل و ضلع مظفر گڑھ مدعا علیہم

دعوے مبلغ عہ ۸ بروئے بہی کھاتہ

مقدمہ مندرجہ عنوان چونکہ تم دیدہ دانستہ تعمیل سمن سے گریز کرتی ہو اور تمہارا پتہ بھی پوشیدہ ہو جاتی ہے۔ معمولی طریقہ سے تم پر تعمیل سمن کا ہونا دشوار ہے۔ لہذا اب اشتہار تمہارے نام بدیں مضمون جاری کیا جاتا ہے کہ اگر تم بتاریخ ۲۱/۱۱/۱۹ کو عدالت ہذا میں حاضر ہو کر جوابدہی مقدمہ نہ کروگے۔ تو تمہاری غیر حاضری میں کارروائی یکطرفہ عمل میں آئیگی تحریر ۹/۱۰/۱۹

آج بہ ثبت ہمارے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔ دستخط منصف صاحب درجہ اول۔

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔

عید اضحیٰ انگلستان میں

چار اور نومسلمین کا اضافہ

عید الاضحیٰ یوں تو کل عالم اسلامی میں ایک خاص مسرت و ابتہاج کا دن ہوتا ہے۔ لیکن انگلستان کی سرزمین میں یہ اپنی خصوصیات کے لحاظ سے ایک فارقانہ رنگ اپنے اندر رکھتا ہے۔ مسجد ووکنگ جو اس ملک کی ایک ہی اکیلی مسجد ہے۔ اسوقت انگلستان کے مسلمانوں کا مذہبی مرکز بن چکی ہے۔ اور جس دن سے یہاں مسلم مشن کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ عیدین کے روز یہاں ایک عجیب شان نظر آتی ہے۔ اس دن نہ صرف چہار اطراف عالم کے مسلمان ہی اپنے گوناگوں رنگوں اور لباسوں کے ساتھ زبانوں اور حیثیتوں کے اختلاف کے ہوتے ہوئے ایک جگہ ایک معبود برحق کے سامنے کھڑے ہوکر اپنے اتحاد قومی کا ثبوت دیتے ہیں۔ بلکہ بہت سے انگریز مسلمان بھی اُن کے دوش بدوش کھڑے ہوکر اپنی اخوت اسلامی کا اظہار کرتے اور اسلام کی جمہوریت کا مزا چکھتے ہیں۔

گذشتہ ۲۷ر ستمبر ۱۹۳۱ء کا دن نہیں بلکہ اُس سے بھی بڑھکر بعض شاندار مناظر کو یہاں لیکر آیا۔ اس دن عید اضحیٰ کا اسلامی تہوار منانے اور نماز پڑھنے کے لئے قریباً تین سو مسلمان انگلستان کے مختلف حصص سے یہاں آئے۔ علاوہ ازیں بعض ہندو اور غیر مسلم انگریز بھی تھے۔ اور نومسلم انگریز مرد اور خواتین بھی بہت تھیں۔ ہمارے ہندوستانی مسلمانوں کا مجمع بھی کم نہ تھا۔ ان میں بہت سے بڑے بڑے معزز ہندوستانی لیڈر بھی آئے ہوئے تھے۔ جن میں سے بعض کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:۔

آنریبل سیٹھ یعقوب حسن صاحب بیرسٹر و ممبر لیجسلیٹو کونسل مدراس۔

آنریبل غلام محمد صاحب برگرے از بمبئی۔

مسٹر سید حسن امام صاحب بیرسٹر ایٹ لا سابق جسٹس ہائیکورٹ

ان کے علاوہ بہت سے اور ہندوستانی مسلمان معززین بھی تھے۔ اور ان ہندوستانی افواج کے جو کچھ دنوں سے انگلستان آئی ہوئی ہیں۔ بعض افسر بھی آئے ہوئے تھے۔

مثلاً :۔ رسالدار بشیر علی خان صاحب پلٹن ۲۵ کوئٹہ۔

" صوبیدار خدا بخش صاحب۔ میرٹھ۔

" رسالدار میر گل صاحب پلٹن ۱۱ لاہور۔

" رسالدار محمد یعقوب خان صاحب پلٹن ۲۲ کیولری۔

" میجر عیسیٰ خان صاحب از بہاولپور

کرنیل اقبال محمد صاحب از بھوپال (یہ شاندار اور ایڈ تعجب شکل انسان حضور بیگم صاحبہ والیہ بھوپال کے عزیزوں میں سے ہیں) ان فوجی افسروں میں سے جو تین سو پچاس کی تعداد میں یہاں ہیں۔ قبل ازیں بھی ذکر کیا جا چکا ہے۔ کہ وہ ووکنگ میں آکر اپنے نومسلم انگریز بھائیوں اور خواتین سے ملنے کے خواہشمند تھے۔ لیکن باوجود عزم مصمم کے ۲۸ر اگست کو نماز جمعہ کے لئے آئے۔ چونکہ یہ تمام لوگ تعداد میں تین سو سے اوپر تھے۔ اس لئے لنڈن مسلم ہوس میں بہت پہنچنا افسر مسٹر مارڈ یوک پکتھال نے انگریزی کی اچھی جمعہ پڑھ سکے۔ اور نہ اُنکی قرآن خوانی وشکرانہ حمد نہ ہوئے۔ اس کے لعد ہی اس باغ میں جس کا نام [illegible] بارک ہے۔ مولینا صدر الدین صاحب نے ان تمام افسروں کو جمعہ پڑھایا۔ جس سے ان لوگوں کو انتہا خوشی ہوئی۔ پرسندرہ سو روپیہ کی امداد کے لئے اس وقت نقد تھا۔ جزاہم اللہ احسن الجزا۔

ان اور بہت سے اور ہندوستانی مسلمانوں علاوہ جو ہندوستان کے مختلف صوبوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان اور مصر اور افریقہ کے بھی بعض لوگ شامل تھے۔ مثلاً

مسٹر لیمی۔ ایچ۔ اصفہانی جو ایران سے آئے ہوئے ہیں مسٹر احسان اللہ لنکری جو مصر کے ہیں۔ ایسا ہی افریقہ کے بعض سیاہ فام لوگ بھی انگلستان کے گورے رنگ والوں کے پہلو بہ پہلو کھڑے تھے۔

ان سب لوگوں کو انگلستان کے مسلمان انگریز مردوں اور خواتین سے ملکر ان کے منہوں سے اللہ اکبر اور السلام علیکم کی آوازیں سُنکر اُن کو نماز کے اندر اپنے پہلو بہ پہلو کھڑے اور سجدے میں جاتے ہوئے دیکھکر۔ اور بعد میں اُن سے بغلگیر ہوکر اور ایک ہی میز پر اُن کے ساتھ کھانا کھاکر جو لطف اور سرور حاصل ہوا۔ جو برادرانہ محبت کا نمونہ اس موقعہ پر اُنہوں نے دیکھا۔ وہ بیان سے باہر ہے۔

قریباً ½ ۱۱ بجے مولینا صدر الدین صاحب کی اقتدا میں نماز پڑھی گئی۔ جس کے بعد مولینا نے ایک نہایت زبردست اور خطبہ دیا۔ اور اس میں بتایا کہ عید اضحیٰ کا دن اُس مقدس انسان کی یادگار ہے جو تمام قوموں اور نبیوں کا باپ ہے۔ یعنے جناب ابراہیم علیہ السلام۔ حضرت محمد رسول اللہ صلعم نے اپنی ذات کے لئے اس دن کو عید قرار نہیں دیا بلکہ تمام قوموں کے لئے باپ کی سنت کو رائج کیا۔ اور اس ذریعہ سے کل اقوام کو ایک مقصد پر کھڑا کرنا چاہا۔ آپ نے یہ بھی بتایا۔ کہ دُنیا کی تمام اقوام یہود نصاریٰ اور ہنود اور دیگر تمام مذاہب کے لوگ اللہ تعالیٰ کے روحانی انعامات کے وارث صرف اپنے آپ کو ہی سمجھتے ہیں۔ اور ہر ایک مذہب کا پیرو دوسرے مذہب والوں کے متعلق یہی اعتقاد رکھتا ہے۔ کہ انکو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ہدایت نہیں آئی۔ اور بہشت کی لذات اُن کو چکھنا بھی نہیں سکتیں۔ قرآن اس کا حامی نہیں۔ وہ صرف حضرت محمد رسول اللہ صلعم ہی کو نہیں منوانا چاہتا۔ بلکہ تمام انبیاء اور اُن کی کتابوں پر ایمان لانے کا حکم دیتا اور کھلے لفظوں میں فرماتا ہے۔ وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر۔ کوئی قوم نہیں جس میں اللہ تعالیٰ کا کوئی نذیر نہ آیا ہو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود غرضی وخودستائی کو نزدیک تک نہیں آنے دیا۔ بلکہ اگر اپنے تئیں منوایا تو دوسرے تمام انبیاء پر بھی ایمان لانا فرض کیا۔ اور اس ذریعہ سے بھی تمام اقوام اور مذاہب کو ایک کرنا چاہا۔ ایسا ہی آپ نے توحید الٰہی پر زور دیتے ہوئے بتایا۔ کہ دُنیا میں دو مختلف قومیں جب ایک دوسرے کے خلاف کھڑی ہوتی ہیں۔ تو دُنیا کو مصیبت میں ڈال دیتی ہیں۔ دو بادشاہ در اقلیمے نگنجند ایک حقیقت مسلم ہے۔ تو دو خدا اگر ہوں۔ تو اُن سے کیا کچھ تباہی دُنیا پر نہ آئے۔ ایک اگر بارش کرنا چاہے تو دوسرا کہے۔ نہیں دھوپ ہونی چاہیئے۔ ایک پھلوں اور اناج کو پیدا کرنا چاہے۔ تو دوسرا اُن کی تباہی وبربادی میں خوش ہو۔ اسی کی طرف قرآن نے اشارہ کیا ہے۔ لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا۔ اگر اس زمین وآسمان میں اللہ کے سوائے کوئی اور خدا بھی ہوتا تو فساد ہو جاتا۔ چہ جائیکہ تین خداؤں کو مانا جائے اس طرح سے قرآن کریم نے ایک خدا کو منوا کر اور اسے رب العلمین بتاکر تمام اقوام کو ایک پلیٹ فارم پر کھڑا کرنا چاہا ہے ایسا ہی آپ نے قبلہ کا ذکر کرتے ہوئے بتایا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی اپنی بڑائی کے لئے خانہ کعبہ کو قبلہ قرار نہیں دیا۔ نہ آپ کی وہاں قبر ہے۔ بلکہ یہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کا مقرر کردہ مقام ہے۔ جسکی طرف مُنہ کرنے میں کل قوموں کا اتحاد مضمر ہے۔ اور اس ذریعہ سے سب کو ایک مرکز کی طرف بلایا گیا ہے۔ غرض آپ نے خطبہ میں تمام اسلام کا خلاصہ نہایت زبردست اور مؤثر الفاظ میں سُنایا۔ جس کے بعد تمام حاضرین نے ملکر اللہ اکبر اللہ اکبر۔ اللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد کی صدائیں بلند کیں۔ اور سب ایکدوسرے سے بغلگیر ہوئے۔

اس تمام نظارہ کا فوٹو لینے کے لئے لنڈن کے بعض اخبارات اور سینما والے آئے ہوئے تھے۔ اُنہوں نے نماز کی حالت میں بھی اور بغلگیر ہونے کا بھی فوٹو لیا۔ جو دوسرے ہی دن مسٹر ہیڈ ہیرلڈ۔ ویکلی ڈسپیچ اور سنڈے پکٹوریل وغیرہ اخبارات میں چھپ گئیں۔ اول الذکر اخبار نے تو اپنے پہلے صفحہ پر ان تصاویر کو جگہ دی۔ گویا اسلام کا اشتہار تمام انگلستان میں پہنچا دیا ایسا ہی سینیٹو گراف کے ذریعہ سے کل دُنیا میں ایک اعلان ہو جائیگا۔

نماز کے بعد تمام حاضرین کے سامنے پلاؤ۔ قورمہ اور مٹھائی وغیرہ رکھی گئی۔ اور پھر سہ پہر کے وقت چائے پلائی گئی۔ شام کے بعد باقیماندہ اصحاب کو پھر کھانا کھلایا گیا۔

اس دن سہ پہر کو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے چار اور مسلمانوں کا اضافہ ہوا۔ ایک انگریز خاتون نے اپنے قبول اسلام کا اعلان کیا۔ ان کا نام ریڈ تھ ہے۔ اسلامی نام رحمت رکھا گیا۔ اُن کے تین بچے ہیں جو وہ بھی اسلام میں داخل ہوئے۔ اُن کے نام ابراہیم۔ لطیف۔ اور نذیر تجویز ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے دین متین پر پوری مضبوطی کے ساتھ کاربند ہونے اور خدمات دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

بہت سے اصحاب تو اسی دن شام کے وقت گھروں کو واپس چلے گئے۔ لیکن بعض دوسرے دن یہیں ٹھیرے رہے۔ اور اتوار کے لیکچر میں بھی شریک ہوئے۔

اس لیکچر میں بہت سے انگریز مردوں اور خواتین کے سامنے مولینا صدر الدین صاحب نے کفارہ کی [illegible] جڑ کو کہ انسان فطرتاً گنہگار ہے۔ کھولکر ثابت کیا اور [illegible] دلائل اور خود حضرت مسیح کی تعلیم سے اس عقیدہ کی غلطی کو آشکارا کیا۔ آخر میں باوجود سوالات کے لئے وقت دینے کے کسی کو بھی پوچھنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ غرض یہ دلچسپ مجمع ہفتہ کی صبح کو شروع ہوکر اتوار کی رات تک رہا۔ جو اپنے اثر اور نتائج کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہی ہے۔

ہندوستانی فوجی افسر جو ہفتہ اور اتوار کے روز آئے۔ نہایت مسرور تھے۔ اور اُن پر نہایت ہی عجیب قسم کا اثر تھا۔ انگریز مسلمان مردوں اور خواتین کے ساتھ گفتگو کرکے ان کی اسلام کے ساتھ محبت اور اخلاص کو دیکھکر اُن کی اخلاص بھری خدمات کو ملاحظہ کرکے اُن کے ساتھ نمازوں میں شامل ہوکر اُن کو مسجد میں اذان دیتے اور تکبیر کہتے ہوئے دیکھکر جو اسلامی جوش اُن میں پیدا ہوا۔ وہ بیان سے باہر ہے۔ اُنہوں نے اعتراف کیا۔ کہ جو کچھ یہاں ہو رہا ہے۔ وہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اور عہد کیا کہ جہانتک ہم سے بن پڑیگا۔ ہم اپنی اپنی جگہوں پر خاص طور پر مشن کی امداد کے لئے تحریک کریں گے۔ میسور کے پیوسلطان کی اولاد سے میجر محمد نصیر احمد صاحب نے اپنی ریاست اور کرنیل اقبال محمد صاحب نے بھوپال کی ریاست میں اور میجر عیسےٰ خان صاحب نے بہاولپور کی ریاست میں تحریک کرنے کے لئے عہد ہی نہیں کیا۔ بلکہ التجا کی۔ کہ مولوی صاحب کا جو حکم ہو۔ جتنے چندہ کا اشارہ ہو۔ ماہوار ہو۔ سالانہ ہو۔ ہم بھجوائیں گے۔ یہ سب ریویو کے علیحدہ علیحدہ خریدار بھی ہوئے۔ اور چندہ بھی دیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ والسلام

خاکسار۔ دوست محمد از دفتر ووکنگ مسلم مشن واسلامک ریویو ووکنگ۔ انگلستان۔

رسید زر

چندہ ماہوار وغیرہ جماعت گوجرانوالہ معرفت شیخ صاحبدین صاحب

اسمائے گرامی	عید فنڈ	قربانی	چندہ ماہوار	اشاعت
شیخ عبد الرحیم صاحب ای اے سی	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
شیخ عبد الرحیم صاحب وکیل	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
شیخ صاحبدین صاحب ڈھینگرہ ہاؤس	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
قاضی محبوب عالم صاحب ایجنٹ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
منشی امام الدین صاحب اپیلنولیس	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
بابا احمد دین صاحب خیاط	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
شیخ الٰہ بخش صاحب پنشنر	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
استاد فضل دین صاحب حکیم	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
قاضی فیض احمد صاحب ملازم نہر	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
نظام الدین ولد محمد سلطان صاحب	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
منشی نواب خان صاحب سب انسپکٹر	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
بابو عبد الرحیم صاحب	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
اہلیہ نواب خان صاحب	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
اہلیہ ڈاکٹر حسن علی صاحب	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
میاں چراغ الدین صاحب خیاط	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
میزان	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
میزان کل	[illegible]			

خطبہ جمعہ

(از حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری ووکنگ - در مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور)

(مؤرخہ ۱۷ اکتوبر ۱۹۱۹ء)

اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ۔ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ۔ اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَرُ

یہ قرآن کریم کی سب سے چھوٹی سورۃ ہے۔ اس کا مخاطب پہلے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور پھر ہر ایک قرآن کا پڑھنے والا۔ (ہم نے تجھ کو کثرت سے خیر و برکت عطا فرمائی۔ نمازیں پڑھ اور قربانی دے۔ تیرا دشمن ہی ناکام و نامراد رہیگا۔ اور اس کا سلسلہ آیندہ دُنیا میں نہ رہیگا) کسی گذشتہ خطبہ میں میں نے بیان کیا تھا۔ کہ بعض آیات جن میں آنحضرت صلعم کی کامیابی کا ذکر ہے ان میں صیغہ ماضی اکثر استعمال کیا جاتا ہے۔ یعنی وہ خدا کے علم میں ایک طے شدہ امر ہے۔ اسی طرح یہاں قرآن میں آنحضرت صلعم کی بعض کامیابیوں کا ذکر کرتے ہوئے بعض کامیابیوں کا وہ گر بھی بتا دیا جاتا ہے کہ اس طرح یہ کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

مفسرین نے اس کوثر سے مراد وہ نہر لی ہے جس سے بہت کر بہت سی نہریں نکلتی ہیں۔ بہشت میں انہار کی خیر و برکت کا ایک مکمل رنگ ہے۔ اس میں کیا شک ہے کہ کوثر تکمیل خیر و برکت کا ہی نام ہے۔ اور اس لئے جنت کی وہ نہر بالکل صحیح طور پر تعبیر کی گئی ہے جس سے باقی خیر و برکت کی نہریں نکلتی ہوں۔ ایک مکرم صحابی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی یہی تفسیر کوثر کی کی ہے۔

اس صورت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تیرا ذکر ہمیشہ رہیگا۔ اور خیر و برکت تیری ہمیشہ جاری رہیگی۔ مگر تیرے دشمن جو اس رسول کے دشمن ہیں اُن کا نام لیوا نہیں رہیگا۔ وہی ابتر ہے۔ دُنیا میں کون ہے جو اس بات کو نہیں چاہتا۔ کہ وہ خود کامیاب ہو اور اس کے دشمن ناکامیاب رہیں یعنی وہ مقصد میں کامیاب ہو۔ اس کے نام لیوا رہیں۔ قرآن کریم نے اس امر کے حصول کی طرف آنحضرت صلعم کے لئے اشارہ فرمایا ہے

مفسرین نے لکھا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کے بیٹے ایک دوسرے کے بعد فوت ہوئے۔ قاسم فوت ہو گئے۔ تو دشمن کہنے لگے۔ کہ اب تو یہ ابتر ہو گئے۔ اسوقت یہ سورہ نازل ہوئی۔ کہ تیرا دشمن ہی ابتر ہے تو تو کامیاب ہے تیرے نام لیوا تو ہونگے۔ البتہ تیرے دشمن کا کوئی نام لیوا یادگار نہ ہوگا دنیا میں کوئی اس وقت ابوجہل ابولہب یا کسی اور دشمن آنحضرت صلعم کی نسب سے ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا۔ مگر آنحضرت صلعم کی اگرچہ صلبی اولاد نہیں تو آپ کے نام لیوا۔ اور آپ سے تعلق رکھنے والے کتنے ہیں۔ تو یہ پیشگوئی اس شان سے پوری ہوئی۔ ایک طرف فرمایا اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ اور دوسری طرف فرمایا اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَرُ اس میں ایک امر قابل غور ہے۔ ایک طرف تو آپ کے دشمنوں کی بعد میں اولاد ہوئی اور دوسری طرف آپ بلا اولاد صلبی رخصت ہوئے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ضمناً اور دوسری جگہ صراحتاً یہ اصول قائم کر دیا کہ دنیوی اصطلاح میں تو صلبی بیٹے ہی بیٹے ہوتے ہیں لیکن روحانی اصطلاح میں کسی کے اہل بیت میں وہ شریک ہوتا ہے جو اس کے ہمرنگ اور اس کے قدم پر ہو۔ حضرت نوح علیہ السلام بعد طوفان جناب باری میں عرض کرتے ہیں کہ میرے خاندان کے بچنے کا وعدہ تھا تو میرا بیٹا کیا ہوا۔ جواب ملتا ہے۔ کہ وہ تجھ سے نہیں اس طرح مرزا صاحب کا فرزند بھی وہی ہے جو اُن کے قدم پر ہے۔ مگر جو آپ کے قدم پر نہیں چلتا ہے اسکی اولاد نہیں کہلا سکتا۔ مجدد دُنیا میں نئی شریعت نہیں لاتے۔ مگر چند ایک بدعات کو جو اُس کے زمانہ میں پیدا ہو گئی ہوں۔ اور وہ اسلام میں نہ ہوں اُن کو دُور کرنے کے واسطے کھڑے ہوتے ہیں اس وقت ان تمام بدعات یا غلط فہمیوں کا ذکر کرنا میرا مقصود نہیں جو اس صدی کے مجدد نے اصلاح فرمائیں۔ یہاں میں صرف ایک بدعت کا ذکر کرونگا جس کا خاص تعلق اس سورۂ شریف سے ہے جس نے اسلام کو نہایت ضعف پہنچایا ہے۔ دُنیا میں جب کبھی اور جہاں کہیں کوئی روحانی انسان پیدا ہوا ہے۔ اور اس کے انفاس مبارک نے اصلاح فرما کر اس جگہ کو مقدس کر دیا۔ تو بعد میں آثار پرستش اس ہر چیز کی تقدیس میں لگ جاتے ہیں جو اس ذات پاک سے تعلق رکھتی ہو۔ اور تمام مشرکانہ اشکال کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ جس سے بڑھ کر لغزش اس امر میں اولاد پرستی ہوتی ہے۔ کسی گدی کو دیکھ لو۔ جو آج ہندوستان میں ہے۔ اور ان بدعات کو اپنے سامنے لے آؤ۔ جو اس وقت ہو رہی ہیں۔ بدقسمتی سے یہ ایک حقیقت ذکر دہ منظر ہے کہ ان تمام بدعات کا موجب بہت حد تک اولاد پرستی ہے۔ نا تربیت یافتہ فطرت انسانی اس مقدس انسان کی ہر ایک چیز کو مقدس جانتی ہیں۔ تو کیا وجہ ہے ان نفوس کو مقدس نہ سمجھے جو اس کے جسم مطہر سے نکلتی ہیں۔ دوسری طرف وہ بچے جنہوں نے مقدس گود میں پرورش پائی وہ ارادتمندوں کی محبت اور پیار سے اپنی حقیقت کو بھول جاتے ہیں مخلصوں کی ارادتمندی ان کے حق میں سم قاتل ہوتی ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ بہت جلد وہ حقیقی خیر و برکت سے الگ ہو جاتے ہیں۔ اور باقی دنیا کے کسی مقدس رکن کا نام لو جس کی نسل میں یہ رنگ پیدا نہیں ہوا۔ گدی یا گدی پرستی جن غلط کاریوں۔ بدعتوں۔ اور منکر اسلام اباطیل کے مجموعہ کا نام ہے۔ اُس کا بالواسطہ یا بلا واسطہ تعلق بہت حد تک اس مقدس انسان کی اولاد پرستی ہے۔ جو دُنیا میں سرچشمہ ہدایت ہو رہا ہے۔ وہ اولاد دوسری نسل کی ہو یا کسی اور نسل کی۔ یہ امر نفس امر سے تعلق رکھتا۔ ایسے بھی دنیا میں بزرگ ہوتے ہیں جن کی بعض اولاد بھی ویسی ہی مقدس ہوتی ہے۔ داؤد علیہ السلام اپنی اولاد اور سلیمان علیہ السلام کی اپنی اولاد ایک بہترین تشریح بین مثال ہے۔ اصول صرف یہ ہے۔ کہ کسی مقدس انسان کی اولاد کو اس لئے مقدس نہ سمجھا جاوے۔ کہ وہ مقدس جسم سے نکلا ہے بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ آیا وہ شخص اپنے معتقدات میں اپنے عمل و ایمان میں مقدس باپ کے قدموں پر ہے۔ یا نہیں۔ اس حقیقت کے نہ سمجھنے کا موجب ہی گدی پرستی ہے میرے نزدیک اس مجدد کا پہلا فرض تھا۔ کہ اس بدعت کا ستیاناس کرے۔ حضرت مرزا صاحب کی مجددیت کے متعلق مختلف مطالبات کے ثبوت ہوتے ہیں میں ان معترضین کے غور کے لئے ایک بات کہتا ہوں کہ کیا یہ امر۔ کیا یہ گدی پرستی کی اصلاح اور اسکی اصل وجہ کی جڑ کو کاٹنا ایک ایسا مہتم بالشان امر نہیں کہ وہ ایک مجدد کی شان کے قابل ہے۔ خدارا غور کرو اور اُن اوقاف پر غور کرو۔ جو ایک سرتاج اسلام کی جائے مدفن کے ساتھ وابستہ ہیں کیا آج ان سے اسلام کی کل مشکلات ان کی آمدنیوں سے حل نہیں ہو سکتیں لیکن ان جگہوں کو جا کر دیکھو اور ان بدعات کو دیکھو۔ اس کا ذمہ دار کون ہے۔ یہ امر کہ گدی نشین یا اُسکی اولاد ہی سے ہیں یا کسی طرح اُس کا خلیفہ بن کر سب معاملات کا مالک ہو گیا ہے۔ جن میں سو اصلاحیں ایک طرف اور یہ ایک اصلاح ایک طرف۔ آج تم گدی پرستی کو دنیا سے اٹھا دو اور اوقاف مذکورہ بالا کا بُرا استعمال بند کر دو۔ تمہارے لاکھوں کام حل ہو جاویں گے۔ ہر ایک اصلاح جو کسی مرسل اور مبعوث کے ذمہ ڈالی جا سکتی ہے۔ کیا اس بدعت کے ذمہ دار سادات کرام سے نہیں کیا نسب محمد صلعم کی یہ اولاد نہیں۔ تو جناب مرزا صاحب تو رسالت آب علیہ الصلوٰۃ کا ادنیٰ سے ادنیٰ غلام ہے۔ محمدؐ اگر باغ ہے تو مرزا اس باغ کے ایک درخت کا ایک پتہ ہے۔ محمدؐ اگر ایک دریا ہے۔ تو مرزا اس دریا کا ایک قطرہ ہے۔ محمدؐ اگر ایک عالیشان عمارت ہے تو مرزا اس عمارت کی ایک اینٹ ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے جو میرے مرشد میرزا نے اپنی حیثیت کے متعلق فرما دی اور اگر خدا تعالیٰ کی جناب میں نسبت آنحضرت صلعم کی ذات کے ساتھ میرزا کی مقبولی ہے تو میرزا اسقدر ناز کرے تھوڑا ہے اس سے بڑھکر جو میرزا کی شان سمجھتا ہے وہ غالی ہے وہ جھوٹا ہے۔ وہ کاذب ہے اور یہ میرے الفاظ نہیں اس کی نسبت میرا مرزا خود کہتا ہے۔ (مواہب الرحمٰن صفحہ ۶۸ و ۶۹)

" و ہر کہ ایں اعتقاد ندارد کہ از امت آنحضرت صلعم است و ہر چہ یافت از فیضان او یافت و او یک ثمرہ است از باغ او۔ یک قطرہ از بارش او۔ و سایہ تنگ از روشنی و پس او لعنتی است۔ و لعنت خدا بر وے و بر انصار او و بر اتباع او۔ و بر اعوان او۔ نبی را الی ہیچ نبوت زیر آسمان نیست و ہیچ کتابے بجز قرآن نداریم

اب اگر آنحضرت صلعم کی اولاد میں سیدان گدی پرستیوں کا موجب ہو سکتے ہیں تو پھر مجدد وقت کی اولاد سے کون امر مستبعد ہے۔ یہ امر اس وقت زیر بحث نہیں کہ موجودہ حالت کیا ہے۔ مقصد میرا صرف یہ ہے۔ کہ یہ ایک مجدد کی شان تھی کہ اس بدعت کو دور کرے۔ چنانچہ جب اللہ تعالےٰ نے انہیں اُس کی وفات کی اطلاع دی اور یہ دسمبر ۱۹۰۵ء کا واقعہ ہے۔ تو جب اللہ تعالیٰ صریح الفاظ میں اُس کی موت کا اشارہ اڑھائی تین سال میں کرتا ہے تو پھر وہ حسب منشاء قرآن ایک وصیت لکھتے ہیں اس وصیت میں اپنے کل کاروبار ایک انجمن کے ہاتھ میں دیتے ہیں اس وصیت میں صاف لکھتے ہیں کہ میری گدی کا مالک اولاد نہیں۔ میرا کوئی وابستہ نہیں۔ بلکہ انجمن ہے تاں انسان اور بیت فطرت انسانی ابھی اس اصلاح کے قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھی۔ اور یہ نقشہ تو خود اور بھی آنحضرت صلعم کی شاندار اصلاحات میں ہم دیکھتے ہیں۔ جو آپ نے فرمایا ہے۔ آنحضرت صلعم کے متعلق بعض یورپین مصنفین لکھتے ہیں کہ وہ اپنی اصلاحات میں تیرہ سو برس پہلے دنیا میں آئے دنیا میں آنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ نسل انسانی میں ان اصلاحات کی تعلیم کر گئے۔ جن کے سمجھنے اور جن پر کاربند ہونے کے لئے انسان ابھی تیار نہ تھا۔ آج تیرہ سو برس کے بعد دنیا اس قابل ہوئی کہ اس راہ پر چلے اور اپنے لئے اپنی خضر راہ بنائے۔ بات یہ سچ ہے۔ صرف میں اس پر اس قدر اضافہ کرتا ہوں کہ آپ نے جس قدر اصلاحات کیں جو جو شاہراہ ترقی دکھلائے۔ ان پر اپنی قوم کو چلایا۔ اور ان کے سر مطلوبہ نتائج مرتب بھی کر دئیے۔ اور یہ سارے کا سارا رنگ ۲۳ سال کے اندر اندر ظہور پذیر ہو گیا۔ اس پر منشاء ایزدی ایک یہ بھی تھی کہ دُنیا آپ کی تعلیم کو صرف فلسفہ ہی نہ سمجھے۔ یعنی وہ باتیں در اصل قابل عمل نہیں۔ بلکہ وہ ایک بلند نصب العین ہیں۔ جیسے مسیح یا بدھ کی تعلیم کے متعلق مانا جاتا ہے آپ نے ہر ایک اپنے بلند سے بلند نصب العین کو قابل عمل کیا اور آپ نے ایک عمل کا جامہ پہنا دیا یہ بالکل سچ ہے۔ کہ دُنیا ابھی اپنی پست فطرتی کے باعث ان اصلاحوں کے لئے ایک حد تک تیار نہ تھی۔ اس لئے وہ نصب العین ایک طرف ہو گیا۔ وہ جمہوریت جو آج کل دُنیا کی نصب العین ہے۔ اس کے بانی مبانی آنحضرت صلعم ہیں اور اسکو عملی جامہ آپ کے صحابہ کی زندگی ہی میں پہنا دیا گیا۔ آج اتنے مصائب اور شدائد کے بعد جو انگلستان کا وزیر اعظم انگلستان میں ... اور مسٹر بالفور کینیڈا میں جمہوریت کی تعریف کرتا ہے اور جس پر ابھی ان کا عمل نہیں اس سے بھی بڑھ چڑھ کر جمہوریت کی تعریف جناب عمرؓ نے کی اور اس پر عمل کر کے بھی دکھا دیا۔ یعنی وہ حکومت حکومت ہی نہیں۔ جس میں رعایا کے ہر فرد بشر کا حصہ نہیں۔

. . . .

لیکن کیا جناب معاویہ نے اس پر عمل کیا۔ یہ سچ ہے کہ اسلامی سلطنتیں شخصی سلطنت میں بھی جمہوریت کا رنگ رکھتی ہیں لیکن جس جمہوریت کی تعریف آنحضرت صلعم کے تربیت یافتہ جناب عمرؓ نے کی۔ ان پر عمل دوسری تیسری نسل نہ کر سکی۔ بات یہ ہے کہ بعض اصلاحوں کے لئے عامہ طبائع تیار نہ ہوئیں جس طرح شخصی سلطنت کی اصلاح دنیوی معاملات میں جمہوریت سے ہوتی ہے اسی طرح روحانی معاملات میں بادشاہوں کی سلطنتیں شخصی لعنت کے نیچے آتی ہوئی تھیں جس طرح آنحضرت صلعم نے سیاسی امور میں جمہوریت کی تعلیم دی اسی طرح ان گدیوں کے معاملہ میں اس صدی کے مجدد نے انجمن کی بنیاد رکھکر انجمن کو اپنی زندگی میں چلا کر۔ انجمن کو اپنی کل آمدنیوں کا مالک بنا کر۔ انجمن کے حق میں ایک چارٹر دیکر اس ذمیمہ بدعت کی اصلاح کی۔ لیکن میں یہی کہونگا کہ انسانی فطرت پورے طور پر ابھی تیار نہیں وہاں اگر جمہوریت کے مقدس مذبح پر حسین جیسا

مقدس انسان ذبح کیا جاتا ہے۔ اور اس اصلاح انسانی کا پہلا شہید وہ پاک ہستی ہے۔ جس کو صحیح معنوں میں سید الشہدا کہا گیا ہے۔ جس کی نسبت شیعہ اور سنی اور کل دنیا کی مخلوق بوجہ راستی عاشق ہے اسی طرح اس نئی اصلاح کے لئے چند نفوس کو بھی قربانیاں کرنی پڑیں۔ مقصد میرے کہنے کا یہ ہے کہ اس سورہ شریف میں جو میرے آج زیر بحث ہے۔ یہ امر ظاہر کیا گیا ہے کہ کسی مقدس انسان کی اولاد وہی ہوتی ہے۔ جو اس کے رنگ میں رنگین ہوتی ہے۔ لیکن اس صفت کو زمانہ نے نہ سمجھا۔ اور اس نافہمی نے انہیں مقدس جگہوں کو مرکز بدعات بنایا۔ جو ایک وقت سرچشمۂ ہدایت تھیں۔ یہ ایک مصیبت تھی جو اسلام پر آئی۔ اور اس کی اصلاح مجدد وقت نے کی۔ آج نہیں تو کل دنیا اس اصلاح کی۔ اس تجدید دین کی قدر کریگی اور اس حقیقت پر آشنا ہو کر میرے مرشد کے دعاوی مجددیت پر مہر صداقت لگائے گی۔

اب میں پھر اصل مقصد کی طرف آتا ہوں۔ اس سورہ شریف میں ایک قرآن کے پڑھنے والے کو یہ کہا گیا۔ کہ تیری کامیابی تو حاصل ہو چکی ہے اور جو تیرے نصب العین کے دشمن ہیں وہ ناکام ہی ناکام ہیں۔ ہاں اس کا ایک راستہ بھی ہے اس پر چلو۔ تو تمہیں کوثر اس دنیا میں بھی مل جاویگا۔ اور آئندہ دنیا میں بھی اس ایک نہر کے پانی سے تم شاداب ہوگے اور تمہارا دشمن یہاں بھی ناکام و نامراد ہے اور وہاں تو اُن کا دخل بھی نہیں۔ مگر اس خیر و برکت کا مالک وہی ہے۔ جو اپنے آپ کو فصلّ لربّک وانحر کا مصداق بنائے یعنی نماز پڑھ اور قربانیاں کر۔

اقتباسات

آسام میں کیوں شراب پر محصول لگایا جاتا ہے

آسام کے چیف کمشنر صاحب نے سکرات کی سالانہ رپورٹ پر ریویو کرتے ہوئے سخت افسوس اور مایوسی ظاہر کی ہے کہ سال گذشتہ میں شراب کے استعمال میں اسقدر ترقی رونما ہوئی ہے۔ سر نکولس بیٹسن بیل صاحب نے نہایت صاف دلی سے اقرار کیا ہے۔ اور بعض لوگوں کی غلط فہمی کا ازالہ کر دیا ہے۔ کہ سرکار محاصل کی ترقی کے لئے سکرات پر محصول لگاتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آمدنی بڑھانے کے لئے نہیں۔ بلکہ سکرات کا استعمال کرنے کیلئے ان پر محصول لگایا جاتا ہے۔ اور اگر میخواری اور چوری کی کشید وغیرہ وسائل سے بند ہو جائے تو میں بخوشی سرکاری محصول ہٹا دوں گا۔ ان حالات میں گورنمنٹ کو چاہئے کہ شراب کی دوکانوں کو شارع ہائے عام میں بالکل نہ کھلنے دیں۔ کہ جہاں انہیں دیکھکر لوگوں کو شراب خواری کی ترغیب ہوتی ہے۔ اور چیف کمشنر صاحب نے انگلستان کی نظیر پر دوکانوں کی فروخت کے گھنٹے کم کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ آئیندہ شراب کی دوکانیں دوپہر کو کھلا کریں گی اور جاڑے میں ۶ بجے اور گرمیوں میں ۷ بجے بند ہو جایا کریں گی اور اتوار کو بوجہ تعطیل ۴ بجے بند کر دی جائینگی مگر افسوس ہے کہ چیف کمشنر صاحب نے ٹھیکے دینے کے سسٹم کو برقرار رکھا ہے۔ جس میں یہ ضروری ہے کہ ٹھیکہ دار زیادہ سے زیادہ فروخت کی پوری کوشش کرتا ہے بجائیکہ اگر مقررہ قیمت پر بھاری محصول لگا لیا جائے۔ تو یہ بہترین طریقہ ہے۔ (روزانہ پیسہ اخبار ۱۲ر اکتوبر ۱۹۱۹ء)

ممالک غیر سے تجارتی تعلقات

(شملہ ۱۳۔ ستمبر ۱۹۱۹ء)

صیغہ حرفت و تجارت نے مفصلہ ذیل تجارتی لائسنس شائع کیا ہے۔

چونکہ دشمن کے ساتھ تجارت کے اعلان ۱۲ مصدرہ ۹۔ ستمبر ۱۹۱۴ء کے فقرہ ۵ کی رو سے جیساکہ اس کے اعلان مجریہ ۵۔ نومبر ۱۹۱۴ء سے ترمیم اور توسیع کی گئی ہے ملازمی رعایا اور اُن اشخاص یا جماعتوں کے درمیان تجارتی۔ مالی یا دیگر بامنی کاروبار ممنوع ہیں۔ جو سلطان ٹرکی کے علاقہ میں ماسوائے مصر یا اس علاقہ کے جو گورنمنٹ برطانیہ یا اس کے اتحادیوں کے تصرف میں ہو سکونت پذیر ہوں۔ جن کا اس لائسنس یا اعلان مذکورہ میں "دشمن کے نام سے حوالہ دیا گیا ہے۔

چونکہ اعلان مذکور کے فقرہ ۸ میں مندرج ہے کہ اعلان میں ایسی کسی شے کو ممنوع نہیں سمجھا جائیگا۔ جس کی لائسنس کے ذریعہ صریحاً اجازت ہو۔ خواہ وہ لائسنس انفراداً دیا گیا ہے یا ان اشخاص پر اسکے عائد ہونے کا اعلان کیا گیا ہے۔

اور چونکہ اعلان مصدرہ ۸۔ اکتوبر ۱۹۱۴ء کے فقرہ ۳ کی رو سے حضور ملک معظم کی طرف سے لائسنس عطا کرنے کا اختیار گورنر جنرل استعمال کر سکتے ہیں۔

اب اس لئے میں فریڈرک جان نیپیر بیرن چلمسفورڈ تمام اشخاص یا جماعتوں کو جو برٹش انڈیا میں سکونت پذیر ہوں۔ موجود ہوں یا کاروبار کر رہے ہوں۔ تجارت کرنے یا تجارتی اور مالی کاروبار کرنے کا اختیار دیتا ہوں بشرطیکہ ہمیشہ کوئی ایسا لائسنس پہلے سے حاصل کر لیا گیا ہو۔ جس کا برٹش انڈیا میں کسی کاروبار کے متعلق مروجہ الوقت امتناع برآمد یا امتناع درآمد کے ماتحت حاصل کرنا ضروری ہو۔ نیز بشرطیکہ اس لائسنس میں کسی امر سے یہ مراد نہ لی جائے کہ مذکورہ علاقہ میں سکونت پذیر یا کاروبار کرنیوالے اشخاص کو مندرجہ ذیل رقوم ادا کرنے یا تجارتی اسباب دینے کی اجازت ہے:۔

(ا) کوئی رقم جو حصہ سرمایہ۔ سود یا حصہ نفع کے طور پر دشمن کو قابل ادا ہو یا اس کی طرف سے ادا کی گئی ہے۔

(ب) کوئی رقم جو کسی دشمن کے لئے دشمن کی امانت کے طور پر کسی بنک کے حساب میں یا کسی دیگر شخص کو دی گئی ہو۔

(ج) ان ضمانتوں پر سود جنہیں گورنمنٹ یا حضور ملک معظم کے کسی مقبوضات کی گورنمنٹ یا کسی غیر ملک کی گورنمنٹ نے یا کسی کارپوریشن یا میونسپل یا کسی دیگر با اختیار جماعت نے خواہ وہ برٹش انڈیا کے اندر ہو یا نہ ہو۔ جاری کیا ہو۔ یا ان میں سے کسی کی طرف سے جاری کیا گیا ہو۔

(د) وہ ضمانتیں جو بعد انقضائے میعاد یا ادائیگی کے لئے روپیہ لینے یا کسی اور وجہ سے نکر قابل ادا ہو گئی ہیں۔

(ہ) کوئی رقم یا مال جو کسی ایسے کاروبار کے متعلق دشمن کی طرف قابل ادا تھا۔ جس کا آغاز جنگ سے پہلے عہد و پیمان کیا گیا ہو۔ لیکن جسے جنگ کی وجہ سے ادا نہیں کیا گیا۔

دستخط چلمسفورڈ۔ وائسرائے و گورنر جنرل باجلاس کونسل۔

(دارالحق ۱۸۔ اکتوبر ۱۹۱۹ء)

ٹرکی سے شرائط صلح

وجہ تاخیر پر وزیر اعظم انگلستان کے خیالات

امریکہ کا تذبذب

لنڈن ۱۷۔ اکتوبر۔ وزیر اعظم نے شفیلڈ میں کارخانہ ہڈرسفیلڈ میں تقریر کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ آغاز جنگ سے پیشتر کی کو مدنظر رکھنے سے ساختہ مصنوعات کی ساخت کو بھی بڑھائے جانے کی ضرورت ہے۔ مسئلہ کو وسیع طور سے دیکھتے ہوئے گورنمنٹ عارضی اخراجات میں کفایت کے لئے اہم اور مستقل فوائد کو نقصان پہنچائے بغیر بہت کچھ کر سکتی ہے۔ وزیر اعظم نے ظاہر کیا کہ مستقل اخراجات کا زمانہ قبل از جنگ سے بوجہ مشاہروں وغیرہ میں اضافہ کے بہت زیادہ رہنا لازمی ہے۔ ... کے لئے جو وظیفہ دیا جاتا تھا۔ وہ عنقریب موقوف کر دیا جائیگا۔ وزیر اعظم نے دوران سپیچ میں کہا کہ ٹرکی سے معاہدہ صلح پر دستخط میں "تاخیر کا باعث یہ ہے کہ ہنوز معلوم نہیں ہوا کہ امریکہ اپنے ملک امریکہ کے باہر تہذیب و شائستگی کے متعلق اپنے حصہ کا بوجھ اٹھانے پر آمادہ ہے یا نہیں۔ میں خوش ہوں کہ اہل امریکہ کا اب اس مسئلہ سے دو بدو سامنا ہوا ہے کیونکہ بعض امریکن بہت بڑی ٹٹولنے والی برٹش سلطنت پر یہ الزام لگایا کرتے ہیں کہ وہ ہر موقعہ پر کوئی نہ کوئی قطعہ اراضی حاصل کر لیتی ہے۔ وزیر اعظم نے کہا میں خیال کرتا ہوں۔ کہ اب امریکنوں کو محسوس ہو گیا ہوگا۔ کہ گریٹ برٹن بہت بڑے خرچ سے تہذیب و شائستگی کا ایک اہم فرض اپنے ذمے لے رہا ہے۔ ایک ایسا کام اور فرض ہے۔ جو خدا نے ہمیں تفویض کیا ہے۔ اور جسے ہم دنیا کے مختلف حصص میں انجام دے رہے ہیں۔ ہم اپنے امریکن بھائیوں سے اس کام ... بصورت دیگر

مجھے معلوم نہیں کہ ترکی سلطنت کے حصص کا کیا ہونیوالا ہے نہ تو ہم اور نہ فرانس ہی اس تمام کام کو اپنے ذمے لے سکتا ہے۔ جو لوگ صدیوں سے سخت جبر و تشدد کے سایہ میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ وہ ہاتھوں کو اٹھا کر امریکہ سے اپیل کر رہے ہیں۔ کہ وہ اُن کی مدد کو آئے۔ اور اُن کی حفاظت کرے۔ مجھے امید ہے کہ یہ اپیل بیفائدہ ثابت نہ ہوگی۔ ہم خود بحد امکان ایسی ہی ذمہ واریاں اٹھا رہے ہیں۔ لہذا اس سے آگے بڑھنا زور زبردستی ذمہ واری اٹھانا غیر دانشمندانہ ہوگا۔ تاوقتیکہ ٹرکی مسئلہ کا تصفیہ ہو جائے ہمارے لئے اسلحہ کا اٹھا رکھنا لازمی ہے۔ برٹش سلطنت اور دنیا کے لئے یہ نہایت ضروری ہے۔ کہ ترکی مسئلہ کا تصفیہ ہو۔ اور جلد فیصلہ ہو جائے۔ وزیر اعظم نے بیان کیا کہ یکم دسمبر تک ۹۸ فیصدی جبری بھرتی کردہ سپاہی اپنے گھروں کو واپس آ جائیں گے۔ اور جبری بھرتی کے قانون کے کالعدم ہونے کے وقت تک ایسا ایک سپاہی بھی نہ رہیگا جو اپنے گھر کو واپس نہ آگیا ہو۔ مسٹر لائڈ جارج نے آخر میں اس ڈلش کا اقتباس کیا جو اکثر سڑکوں پر دیکھا جاتا ہے۔ ہمراہ مہربانی پہاڑ پر چڑھتے ہوئے لگام کو ڈھیلا چھوڑ دو" آپ نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ لوگ انگلستان بھی ایسا ہی سلوک کریں جیسا وہ گھوڑوں سے سلوک کرتے ہیں جب گورنمنٹ پہاڑ کے اوپر چڑھتی ہے۔ ... کچھ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو باگ کھینچنے دیکھتے ہیں۔ انہیں باگ ڈھیلی چھوڑ دینی چاہئے۔ بوجھ بھاری اور راستہ ڈھلوان ہے۔ وزن کو سنبھال لینے اور پہنچا دینے کے لئے تمام اعصابی و دماغی طاقت اور ملک کی طرف سے حوصلہ افزائی کی ضرورت ہے۔

مراسلات

خط آمدہ از مدراس

اللہ تعالے جزائے خیر دے یہاں کی جماعت کو کہ اس نے احمدیت کی تاریخ میں ایک غیر معمولی جوش سے کام لے کر اپنی قابلیت دکھائی ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ اگر ایک طرف ایک معقول جماعت حق کے قبول کرنے کے لئے آمادہ ہو گئی ہے۔ تو دوسری طرف ایک کثیر جماعت نے اختلاف کو مخالفت کی حد تک پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ جماعت کے افراد کو ایسے برے ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔ کہ ہم سنتے ہوئے شرما جاتے ہیں اور ہمارے حضرت کو ایسے ملائم الفاظ پر مخاطب کیا جاتا ہے۔ کہ ہم کانپ جاتے ہیں۔ آہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ اس شخص کو جو کیا ہے کہ مذہب عام کلام اور کیا اپنی عظیم الشان دینی خدمات کے لحاظ سے ہمارے تمام دینی رشتوں سے زیادہ عزیز ہو گیا ہے ان رذیل الفاظ میں مخاطب کیا جائے۔ اور ہم ٹھنڈے دل کے ساتھ سنتے رہیں۔ نہیں ہمارا کلیجہ مل کر کباب ہو جاتا ہے اور ہم صبر کے گھونٹ پی کر رہ جاتے ہیں۔ اور جب ہمارے استاد کا پاک کلام جس کا ہر ایک لفظ ہمیں مسیحائی کا کام دیتا ہے۔ ہمارے سامنے آ جاتا ہے۔ یعنی یہ شعر

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو

رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

عملی جامہ پہن کر خود مخالفین کو قائل کرا دیتا ہے کہ ہمارے میں صبر کی ایک اعلیٰ قوت موجود ہے۔ اور ہمارا طریق نبیوں کا ہے جب مخالفین نے دیکھا کہ وہ اس طرح کامیاب نہیں ہو سکتے اور ان کی رذیل حرکتیں احمدیوں کو دست گریبان ہونے پر آمادہ نہیں کر سکتے۔ تو انہوں نے ایک اور تدبیر سوچی۔ کہیں لوکل اخبار۔ قومی رپورٹ میں ایک سلسلہ مضامین شروع کیا جس میں انہوں نے بے سروپا باتیں ہمارے طرف منسوب کیں پبلک کو دھوکا دینے کے لئے لکھا گیا۔ کہ جب لاہوری جماعت کا وفد یہاں آیا ہوا تھا تو ہماری رائے اور خواہش پر بحث کا جلسہ مقرر ہوا تھا اس کی اطلاع اور اعلان ... مسلمانان بنگلور میں کرا دیا گیا تعصب و مخالفت کا برا ہو۔ کہ ... ان لوگوں نے کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے ... ... اور ہم نے جلسے سے پہلے ... کر کے ہم بحث کرانے ہی گئے اشتہار دیا اور اعلان ... ان لوگوں نے کسی شخص کو جو ہمارے لوگوں میں سے ہی نہ تھا ...

جلد ۷ | مدینۃ المسیح لاہور یکشنبہ ۲۹ محرم الحرام سنہ ۱۳۳۸ھ مطابق ۲۶ اکتوبر سنہ ۱۹۱۹ء | نمبر ۲۹

کلام الامام امام الکلام

(از حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

بُت ترک کرکے پھر بھی بتوں کے غلام ہیں

آواز آرہی ہے یہ فونوگراف سے
ڈھونڈو خدا کو دل سے نہ لاف وگزاف سے
جب تک عمل نہیں ہے دلِ پاک وصاف سے
کمتر نہیں یہ مشغلہ بُت کے طواف سے
باہر اگر نہیں دلِ مُردہ غلاف سے
حاصل ہی کیا ہے جنگ وجدال وخلاف سے
وہ دیں ہی کیا ہے جس میں خدا سے نشاں نہ ہو
تائیدِ حق نہ ہو مددِ آسماں نہ ہو
مذہب بھی ایک کھیل ہے جبتک یقیں نہیں
جو نور سے تہی ہے خدا سے وہ دیں نہیں
دینِ خدا وہی ہے جو دریائے نور ہے
جو اس سے دور ہے وہ خدا سے بھی دور ہے
دینِ خدا وہی ہے جو ہے وہ خدا نما
کس کام کا وہ دیں جو نہ ہووے گرہ کشا
جن کا یہ دیں نہیں ہے نہیں ان میں کچھ بھی دم
دُنیا سے آگے ایک بھی چلتا نہیں قدم
وہ لوگ جو کہ معرفتِ حق میں خام ہیں
بُت ترک کرکے پھر بھی بتوں کے غلام ہیں

توسیع اشاعت

کی طرف احباب خاص توجہ مبذول فرماکر ایک ایک دو دو خریدار ان پیدا کرکے مرہون منت فرمائیں اور ان شاء اللہ ماجور ہوں گے۔

جواہر ریزے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا والانامہ پہنچا۔ خداوند کریم آپ کو خوش وخرم رکھے۔ آپ دقائق متصوفین میں سے سوالات پیش کرتے ہیں۔ اور یہ عاجز مفلس ہے۔ محض حضرت ارحم الراحمین کی ستاری نے اس ہیچ اور ناچیز کو مجالس صالحین میں فروغ دیا ہے۔ دہ من آنم کہ من دانم۔ کاروبار قادر مطلق سے سخت حیران ہے کہ نہ عابد نہ زاہد۔ کیونکر اخوان مومنین کی نظر میں بزرگی بخشتا ہے۔ اس کی عنایات کی کیا ہی بلند شان ہے اور اس کے کام کیسے عجیب ہیں ؎

پسندیدگانے بجائے رسند
زما کہتران تش چہ آید پسند

میں آپ کے سوال کا جواب لکھتا ہوں۔ آپ نے حالت فناء الفنا کی یہ تعریف لکھ کر کہ وہ ایک ایسی حالت ہے کہ جس میں شعور سے بھی بے شعوری ہوتی ہے۔ یہ سوال پیش کیا ہے کہ اس مرتبہ فنا میں کہ چہارم مرتبہ منجملہ مراتب فنا ہے۔ اور حالت سکریت میں کیا فرق ہے۔ اور سکریت سے آپ نے مراد نواب غرقی لی ہے یعنی ایسا سونا جس میں کچھ خبر نہ رہے۔ سو جو کچھ خدا نے میرے دل میں اس کا جواب ڈالا ہے وہ یہ ہے کہ سکریت اور فناء الفنا میں موجب اور علت کا فرق ہے یعنی سکریت کی حالت میں موجب اور علت ایک ظلمت ہے جو سکریت کے پیدا ہونے کا باعث ہے وجہ یہ کہ سکریت جبھی پیدا ہوتی ہے کہ رطوبت مزاجی دماغ پر سخت غلبہ کرلیتی ہے۔ یہانتک کہ دماغی قوتوں کو ایسا دبا لیتی ہے کہ انسان بیہوش ہو کر سو جاتا ہے اور کچھ ہوش نہیں رہتا پس وہ چیز جس سے سکریت وجود پکڑتی ہے ایک ظلمت ہے جو اپنی اصلی حقیقت میں مغائر اور منافی حواس انسانی ہے جس کا غلبہ ایک ظلمانی حالت نفس پر طاری کردیتا ہے اور آلات حواس کو اس قدر تعطل اور بیکاری میں ڈالتا ہے کہ ان کو عجائبات روحانی کا ماجرا کچھ بھی یاد نہیں رہتا لیکن فناء الفنا کی حالت کا موجب اور علت یعنی سبب ایک نور ہے یعنی تجلیات صفات الٰہیہ جو بعض اوقات بعض نفوس خاصہ میں یکبخت ایک ربودگی پیدا کرتے ہیں جسکے باعث سے شعور سے بے شعوری ہو جاتی ہے جیسے ایک نہایت لطیف اور تیز عطر کثرت کسی مکان میں رکھا ہوا ہو تو ضعیف الدماغ آدمی کی بعض اوقات قوت شامہ اس کثرت خوشبو سے مغلوب ہو کر ایسی بیحس ہو جاتی ہے کہ کچھ شعور اس خوشبو کا باقی نہیں رہتا۔ غرض سکریت کی حالت کے پیدا ہونے کیلئے مؤثر اور موجب ایک ظلمت ہے اور فناء الفنا کی حالت کے پیدا ہونے کیلئے مؤثر اور موجب ایک نور ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ چشم بینا کے لئے دو طور کے مانع رویت ہوتے ہیں۔ یعنی دو سبب سے ایک سوجا کھے انسان کی آنکھ دیکھنے سے رہ جاتی ہے ایک تو سخت اندھیرا جس کی وجہ سے نور بینائی محجوب ہو جاتا ہے اور دیکھنے سے رک جاتا ہے اور کچھ دیکھ نہیں سکتا یہ حالت تو سکریت کی حالت سے مشابہ ہے۔ دوسری مانع بصارت سخت روشنی ہے۔ کہ جو بوجہ اپنی شدت اور تیزی شعاع کے آنکھوں کو رویت کے فعل سے روکتی ہے اور دیکھنے سے بند کردیتی ہے جیسے یہ صورت اس حالت میں پیش آتی ہے کہ جب عضو البصارت کو ٹھیک ٹھیک سورج کے مقابلہ پر رکھا جائے یعنی جب آنکھوں کو آفتاب کے سامنے کیا جائے۔ کیونکہ یہ بات نہایت بدیہی ہے کہ جب آنکھ آفتاب کے محاذات میں ٹکٹکی باندھے۔ یعنے آفتاب کی آنکھ اور انسان کی آنکھ آمنے سامنے ہو جائیں۔ تو اس صورت میں بھی انسان کی آنکھ فعل بصارت سے بکلی معطل ہو جاتی ہے۔ اور روشنی کی شوکت اور ہیبت اسکو ایسا دباتی ہے کہ اس کی تمام قوت بینائی اندر کی طرف بھاگتی ہے۔ پس یہ حالت فناء الفنا کی حالت سے مشابہ ہے۔ اور اس فقدان رویت میں جو دونوں طور ظلمت اور نور کی وجہ سے ظہور میں آتا ہے۔ سکریت اور فناء الفناء کے سمجھنے کے لئے بڑا نمونہ ہے۔ مگر با ایں ہمہ باطنی کیفیت جس کا موجب تجلیات الٰہیہ اور جذبات غیبیہ ہوتے ہیں۔ بے چون اور بے چگون ہے۔ جس میں اجتماع ضدین بھی ممکن ہے۔ باوجود بے شعوری کے شعور بھی ہوسکتا ہے اور باوجود شعور کے بے شعوری بھی ہوسکتی ہے۔ مگر ظلمانی حالات میں اجتماع ضدین ممکن نہیں۔ وہ عالم اس عالم سے بکلی انیتہ رکھتا ہے۔ فلا تضربوا للہ الامثال الآیہ۔ س ۱۴۔ اسی جہت سے پہلے بھی لکھا گیا تھا۔ فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا وخر موسیٰ صعقا۔ الآیہ س ۹۔ موسیٰ علیہ السلام کا بیہوش ہو کر گرنا۔ ایک واقعہ نورانی تھا۔ جس کا موجب کوئی جسمانی ظلمت نہ تھی بلکہ تجلیات صفات الٰہیہ جو بباعث اشراق نور ظہور میں آئی تھیں۔ وہی اس کا موجب اور باعث تھیں جن کے اشراق تام کی وجہ سے ایک عاجز بندہ عمران کا بیٹا بیہوش ہو کر گر پڑا اور اگر عنایت الٰہیہ اس کا تدارک نہ کرتی۔ تو اسی حالت میں گذر ہو کر نابود ہو جاتا۔ مگر یہ مرتبہ ترقیات کاملہ کا انتہائی درجہ نہیں ہے۔ انتہائی درجہ وہ ہے جس کی نسبت لکھا ہے ما زاغ البصر وما طغیٰ۔ الآیہ س ۲۷۔ انسان زمانہ سیر سلوک میں اپنے واقعات کشفی میں بہت سے عجائبات دیکھتا ہے۔ اور انواع واقسام کی واردات اس پر وارد ہوتے ہیں مگر اعلیٰ مقام اس کا عبودیت ہے جس کا لازمہ صحو اور ہوشیاری اور سکر اور شطح سے بکلی بیزاری ہے۔ ھذا ما اتانا اللہ ایانا وایاکم صراط المستقیم الذی انعم علی النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والسلام علیکم وعلیٰ اخوانکم من المومنین ۝

۲۵ مارچ سنہ ۱۸۸۳ء
(الحکم نمبر ۲۱ جلد ۲)

انجمن اشاعت اسلام لاہور کیواسطے ماسٹر فقیر اللہ صاحب پبلشر نے گلزار محمدی سٹیم پریس لاہور میں باہتمام ... محمد صاحب پرنٹر چھپوا کر دفتر پیغام صلح سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۷ یکشنبہ مورخہ ۲۶ / اکتوبر سنہ ۱۹۱۹ء نمبر ۲۹

"دعوتِ عمل"

اُٹھئے کہ اب تو لذتِ خوابِ سحر گئی

(۱)

"پیغام صلح" کی کسی گذشتہ اشاعت میں ہم سرزمین ہند کے قابل قدر فرزند لالہ لاجپت رائے کے خیالات کا اقتباس ہدیۂ ناظرین کرام کر چکے ہیں۔ جن میں لالہ صاحب ممدوح نے دلی تاسف و حسرت کے ساتھ اس حقیقت کے چہرہ سے نقاب اُٹھایا تھا کہ اطراف و اکناف عالم میں اسلام اور مسلمانوں کے متعلق گوناگوں غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ امریکہ و یورپ کی صحیح اللون اقوام کو مسلمانوں سے وحشت ہے

لالہ لاجپت رائے کے ان خیالات کو قارئین کرام تک پہنچاتے ہوئے ہم نے لکھا تھا کہ:-

"ہم لالہ صاحب ممدوح کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اُنہوں نے مسلمانان ہند کو ایک مذہبی فریضہ کی طرف دعوت دی حالانکہ یہ فرض مذہبی تو خود قرآن مجید نے بھی نہایت وضاحت سے بیان کر دیا تھا لیکن جب مسلمانوں نے قرآن شریف کو ہی چھوڑ دیا تو پھر اس ایک فرض کی اُن کے سامنے کیا حقیقت ہو سکتی تھی۔ خدا کرے کہ اب لالہ لاجپت رائے صاحب کے یہ الفاظ ہی مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لئے تازیانہ کا کام دیں۔ اور وہ اس حقیقت کو سمجھنے لگیں۔ جن کی طرف اس زمانہ کے مجدد حضرت مسیح موعودؑ نے دُنیا کے مسلمانوں کو بُلایا تھا۔"

خدا کا شکر ہے کہ جس خواہش کا اظہار ہم نے مندرجہ بالا سطور میں کیا تھا۔ اُس کے پورے ہونے کے کچھ آثار نظر آنے لگے ہیں اور مسلمانوں میں بھی کچھ حرکت محسوس ہونے لگی ہے۔ خدا کرے کہ یہ حرکت صرف حرکت مذبوحی نہ ہو بلکہ میدان عمل میں کارفرمائی کرے۔ اور نیک نتائج سے مثمر ہو۔

چنانچہ محترم معاصر "وکیل" نے اپنی ۲۲ - اکتوبر کی اشاعت میں "ہندوستانی مسلمانوں کو دعوت عمل" کے عنوان سے ایک مقالہ افتتاحیہ لکھا ہے۔ جس میں لالہ لاجپت رائے صاحب کے خیالات کی ہم آہنگی کرتے" ہوئے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ اسلام کے خلاف "غلط فہمیوں کے رفع کرنے کی ضرورت موجودہ حالات میں اس قدر شدید ہو گئی ہے کہ مسلمانوں کی طرف سے ایک پُرزور اور متفقہ کوشش عمل میں آنی چاہیئے"۔ اس کے ساتھ ہی ہمارا معاصر ہمیں بتاتا ہے کہ "مولانا سرفراز حسین صاحب قادری جو جاپان اور انگلستان کی سیاحت کر چکے ہیں اور ان ممالک میں اشاعت اسلام کے امکانات پر غور فرما چکے ہیں اس مطلب کے لئے ایک جدید مشن کا قیام ضروری سمجھتے ہیں۔ ان کی تجویز یہ ہے کہ صوفیاء کرام۔ اہلحدیث۔ ندوۃ العلماء اور مدرسہ عالیہ دیوبند کے سربرآوردہ بزرگوں اور ان کے علاوہ دیگر اکابر قوم کو یکجا جمع کر کے ایک پورے طور پر قائم مقام مشن کی بنیاد ڈالی جائے۔ اور جن جن ممالک میں خصوصاً ملک امریکہ میں تبلیغی کام کرنا قرار پائے۔ وہاں کام کرنے کے قابل مشنری تلاش کئے جائیں۔"

مثل مشہور ہے۔ کہ صبح کا بھولا اگر شام کو گھر آ جائے تو اُسے بھولا نہیں سمجھنا چاہیئے۔ ہم بھی مسلمانان ہند کے اس احساس پر خوش ہیں۔ کہ اگر قرآن مجید کے حکم ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر...... الخ کی تعمیل میں نہیں تو کم از کم لالہ لاجپت رائے صاحب کے خیالات سے متاثر ہو کر اشاعت اسلام کی فکر کرنے لگے ہیں۔ کاش آج سے پہلے اگر مسلمان "متفقہ کوشش" سے اسی کام کو اپنا نصب العین بنا لیتے۔ تو غالباً اُنہیں یہ ادبار و نکبت کے دن نہ دیکھنے پڑتے۔ جو آج ان کا حصہ خاص ہیں۔ مسلمانان ہند کی کوششوں کا محور عمل آج تک اگر کچھ رہا ہے تو وہ زبانی جمع خرچ سے ترکوں کی حمایت یا چندوں سے اُن کی امداد ہی رہا ہے۔ جن میں کچھ ان کے پاس پہنچے کچھ نہ پہنچے۔ مگر قوموں کے بننے بنانے کے یہ طریق نہیں ہوتے۔ گلشن اسلام کے باغبان نے تو اس کی رونق و بہار کا ذریعہ اشاعت اسلام بتا دیا تھا۔ اس گلشن کو اپنے خون کے پانی سے سینچنے والے بھی اپنی سنت مقدس بتا گئے تھے۔ کہ رفعت و اقبال کے بام کے لئے سیڑھی یہی ہے۔ مگر مسلمانوں نے اس صحیفہ کو پس پشت ڈال دیا۔ جو ان گرامی قدر وصایا کا حامل تھا۔ اور اس پر طرہ یہ ہے۔ کہ اس زمانہ کے مجدد نے اُنہیں بارہا اس طرف بلایا لیکن اُنہوں نے اس کا جواب گالیوں میں دیا۔ اور اس لئے اس عظیم الشان انسان نے درد بھرے دل سے کہا۔ ع

گالیاں سُن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو

مگر خیر۔ ہمیں گذشتہ قصے چھیڑنے کی اب ضرورت نہیں زمانہ کی آواز بڑی کرخت اور سخت ہوتی ہے اگر مسلمانوں نے مجدد کی آواز کو نہیں سُنا تو آخر زمانہ کی آواز کو سُننا پڑیگا یا دُنیا سے رخصت ہونا پڑے گا۔ بہرحال اب مسلمانوں کو اشاعت اسلام کی اہمیت جتانے کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ در و دیوار سے اب یہ آواز آنے لگی ہے اور اُن زبانوں سے آنے لگی ہے جو حرف اسلام سے آشنا نہ تھیں۔ لالہ لاجپت رائے ایسے راسخ الاعتقاد آریہ سماجی کو اسلام سے بظاہر کیا تعلق ہو سکتا ہے مگر حیرت ہے کہ زمانہ کے گراموفون نے اُن کی زبان سے یہ آواز مسلمانوں کے کان میں پہنچائی:-

"ہندوستان کے مسلمان لیڈروں پر اپنے مذہب ...... کا یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ مختلف ممالک میں اپنے مبلغ بھیجیں اور یہ ایسا فرض ہے جس کی طرف اُنہیں فوری توجہ کرنی چاہیئے"۔

یہ آواز مسلمانوں کو چونکا دینے والی ہے کہ اُن کے خواب غفلت کی اب کوئی حد نہیں۔ جس حقیقت کی طرف اُنہیں اس زمانہ کا مجدد بلاتا تھا۔ وہ خود ان کی اپنی ضعف بصارت یا بدکاریوں کی وجہ سے باوجود اظہر من الشمس ہونے کے دھندلی معلوم ہوتی تھی۔ مگر اب تو غیر اقوام کے لوگوں نے اپنے تجارب صحیحہ کی بنا پر اس حقیقت کا اعادہ کیا ہے۔ اور مسلمانوں کی خواب آلود آنکھوں پر صبح نورانی کی ضیاء باری نے پانی چھڑک دیا ہے کہ۔ ع

اُٹھئے کہ اب تو لذت خواب سحر گئی

ہاں باوجود احساس کے، باوجود بیداری کے میدان عمل میں کچھ مشکلات ہوتی ہیں اور مسلمانوں کو اشاعت اسلام میں کچھ مشکلات بھی ہیں۔ ہرچند کہ مشکلات خود مسلمانوں کی خانہ ساز ہیں اور ان کا حل کچھ مشکل نہیں مگر تاہم ان مشکلوں کا حل ہمیشہ ناخن تدبیر کا شکوہ سنج رہا ہے اور اس لئے مسلمانوں کا درِ مقصود اس گتھی میں اُلجھ رہا ہے۔ جو کبھی نہ سلجھی ہے

ملنا ترا اگر نہیں آسان تو سہل ہے
دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہیں

ان مشکلات پر ہم کاکسی آئندہ فرصت میں تبصرہ کریں گے۔

اہل پنجاب کی صاف باطنی

اہل پنجاب کی صاف باطنی اور نیک دلی۔ شجاعت۔ دلیری اور جانبازی تمام دُنیا سے خراج تحسین وصول کر چکی ہے۔ پچھلے دن لاہور کے ایک پبلک جلسہ میں ایک لائق مقرر نے اہل پنجاب کو سفید چادر سے تشبیہہ دی ہے۔ جس سے اس کی مُراد ان کی پاک دامنی اور داغ عصیان سے بے لوثی ہے۔ سفید چادر کا نیز یہ بھی خاصہ ہے کہ وہ ہر رنگ قبول کر لیتی ہے۔ اور یہ بالکل درست ہے۔ کہ پنجابی بہت جلدی بیرونی تاثرات کو قبول کر لیتے ہیں۔ اور اُن کی زندگیاں فوراً کسی زبردست شخص کی تعلیم میں رنگین ہو جاتی ہیں۔ یہ ایک ترقی کا گُر ہے جو اہل پنجاب کی طبائع میں ودیعت کیا گیا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی ہمیں یہ بھی ڈر ہے۔ کہ جہاں سفید چادر خوبصورت اور عمدہ رنگ کو قبول کرنے کی اہلیت رکھتی ہے وہیں بدنما رنگ بھی اس پر چڑھ سکتا ہے۔ لہٰذا ہم اب ابنائے وطن خصوصاً مسلمانوں کو جو سفید چادر کا اہم حصہ ہیں آگاہ کرتے ہیں۔ کہ موجودہ زمانہ انقلابات کا زمانہ ہے اور کم و بیش ہر ایک قوم کسی نہ کسی رنگ کو قبول کر رہی ہے اور یہ ضروری ہے کہ پنجابی بھی اپنی گذشتہ روش کو بدل کر کوئی نیا جامہ پہنیں۔ لہٰذا ان کو اس تبدیلی میں تدبر اور عقل سلیم کو سیٹر کار بنانا چاہیئے۔ نہ کہ جذبات کو جو فوراً مشتعل ہو جاتے ہیں اور بسا اوقات غلط کاریاں سرزد کرا دیتے ہیں۔

مُسلم یونیورسٹی

ہم نے اپنی کسی گذشتہ اشاعت میں اس موضوع پر لکھتے ہوئے اپنی کاہلی اور اپنی التواء کی عادت پر اظہار تاسف کرتے ہوئے کہا تھا۔ کہ دُنیا کا نصب العین تو عمل ہے۔ اور ہم تحقیق میں ہی لگے رہیں گے۔ حتٰے کہ مواقع ہاتھ سے نکل جاویں گے۔ اور زیادہ کی امید میں تھوڑی روٹی پر اکتفا نکرتے ہوئے اپنے کو گرسنگی کی مصیبت میں ڈالے رکھیں گے۔ اور دن بدن مرض کے حملہ کیوا سطے اپنے جسم ناتوان کو تیار کریں گے۔

مگر کیا جب ہمیں ایسی شاندار یونیورسٹی ملے گی تو ویسے ہی شان کے پروفیسر اور اساتذہ بھی ہمارے پاس ہونگے کیا ہمارے درمیان کوئی جادو ناتھ سرکار جیسا پروفیسر ہے۔ جو علم تاریخ سے ماہر ہو۔ اسی طرح دوسرے علوم و فنون کا حال ہے۔ کیا اچھا ہو۔ اگر ہم نے اس طرف کوشش نہیں کی۔ تو جتنا وقت ہے۔ اس میں قابل آدمی پیدا کرنے کی طرف لگ جاویں۔ اور ممالک غیرہ میں ان کی تعلیم کا انتظام کریں۔ تاکہ جس کے ساتھ وہ یونیورسٹی قائم ہوگی۔ پروفیسر بھی اس کے اہل فوراً حاصل ہو جاویں۔ اور پھر چراغ لیکر ڈھونڈنا نہ پڑے کیونکہ جب پیاس لگے تو کنواں کھودنا مشکل ہوتا ہے

مُسلمان عورت اور شادی

ہم ذیل میں انگلینڈ کی اخبار ڈیلی ہیرلڈ سے امام مسجد ووکنگ کا جواب متعلقہ اسلامی مسئلہ زوجیت جو اُن پر کسی نکتہ چین نے کیا تھا۔ اس اخبار سے ترجمہ کر کے درج کرتے ہیں:-

ووکنگ مشن جو اسلامی خدمت مغرب میں کر رہی ہے۔ وہ تمام دنیا پر روشن ہو چکی ہے اور اسلام کے متعلق غلط فہمیوں کا جو ازالہ وہ اپنے محدود ذرائع سے کر رہی وہ محتاج بیان نہیں۔ مگر اس ایک ہی مثال سے کہ کس طرح ایک دو آدمی وہاں پہنچکر تمام ملک کی توجہ کو منعطف کرا سکتے ہیں۔ اخباری دُنیا میں جس شوق کے ساتھ ہمارے مسائل پر بحث ہوتی رہتی ہے۔ وہ آرزو رکھتی ہے اور کام کرنے والوں کی ایثار کی اور قربانی کی تاکہ اس کام کو اور تقویت دی جاوے۔ امام ووکنگ تحریر فرماتے ہیں کہ "مسلمان عورت جب زوجیت میں داخل ہوتی ہے تو وہ ایک ممتاز حیثیت حاصل کر لیتی ہے کیونکہ اسلام کا قانون زوجیت اس کے واسطے خاص رقم وظیفہ مقرر کر دیتا ہے جسکی وہ واحد مالک اور قابض ہوتی ہے وہ شادی کے بعد اپنا وہی نام رکھتی ہے اُسی نام سے موسوم ہوتی ہے اور اس کا نام خاوند کے نام میں گم نہیں ہو جاتا۔ بالفاظ دیگر وہ شادی کے ساتھ اپنا نام بھی ضبط نہیں کرا لیتی جیسا کہ عیسائی سوسائٹی میں ہے۔ ہر ایک عورت عقد نکاح کے بعد ایک خاص حصہ جائداد کی مالک بن جاتی ہے۔ اور اس طرح سے شادی اسے خاص پوزیشن عطا کرتی ہے۔ علاوہ اس زرِ وظیفہ کی وہ جائداد سے ایک حصہ کی وارث بنتی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون وللنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون مما قل منہ او کثر نصیبا مفروضا

"ماں باپ اور رشتہ داروں کے ترکے میں تھوڑا ہو یا بہت مردوں کا حصہ ہے۔ اور ماں باپ اور رشتہ داروں کے ترکے میں عورتوں کا بھی حصہ ہے۔ حصہ ٹھیرایا ہوا"۔

ڈیلی ہیرلڈ میں سوال کرنے والے کے واسطے یہ کافی ہے جس نے یہ غلط رائے قائم کر کے ریمارک کیا کہ شادی کے بعد مسلمان عورت کا اپنی آزادی کو کھو بیٹھنا بڑا ہی المناک امر ہے"۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تکفیر کے متعلق جناب میاں محمود احمد صاحب کے خیالات

(۴)

سلطنت ترکی کے مستقبل کے متعلق جس قدر تمام دنیا کے اور بالخصوص ہندوستان کے مسلمان پریشان ہیں وہ کوئی مخفی امر نہیں۔ یہاں تک کہ جناب میاں محمود احمد صاحب نے بھی اس پر ایک رسالہ کے ذریعہ سے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اور اس کو کل مسلمانان ہند کی خدمت میں جو لکھنؤ میں منعقد ہونے والی تھی پیش کیا ہے۔ جہاں اپنی جماعت کے چار نمایندے بھی انہوں نے بھیجے تھے۔ گو شمولیت جلسہ کی غرض سے نہیں ہم اس مضمون کے بعض حصص سے اختلاف رکھتے ہوئے اس بات پر خوش ہیں کہ جناب میاں صاحب نے اس میں مسلمانوں کی عام ہمدردی بین المسلمین کے اصول کے قیام کی ضرورت بھی بتائی ہے۔ درحقیقت یہ اسلام کا نسل انسان پر ایک عظیم الشان احسان تھا کہ تمام ملکی اور قومی حد بندیوں کو توڑ کر ایک ایسی اخوت عامہ کی بنیاد رکھی کہ جو چوٹ مشرق میں ایک مسلمان کے دل کو پہنچے مغرب میں ایک مسلمان بھائی کے دل پر اس کے صدمہ کا اثر محسوس ہو۔ اور یوں اگر ایک طرف اللہ تعالیٰ کی توحید کے اصول کو قائم کیا۔ تو دوسری طرف اس اصول کا عملی رنگ نسل انسانی کی وحدت میں دکھایا۔ اور آخر کار دنیا دیکھ لے گی کہ سوائے اس اسلامی اصول پر قائم ہونے کے جو تمام ملکی اور قومی قیود سے انسانوں کو آزاد کرتا ہے کوئی راہ دنیا کی نجات کی نہیں۔ قومیت کی حد بندیاں جس قدر مضبوط ہوتی جاتی ہیں۔ اسی قدر باہم منافرت اور بغض اور حسد ترقی کر رہے ہیں۔ اور ان کا آخری علاج ایک ہی ہے۔ اور وہ ہے کلمہ طیبہ کا دوسرا حصہ **محمد رسول اللہ**۔ اگر لا الہ الا اللہ میں اللہ تعالیٰ کی توحید کو بیان کیا تو محمد رسول اللہ میں وحدت نسل انسانی کو قائم کر دیا اور بتا دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری رسالت کے تسلیم کرنے سے تمام انسان بھائی بھائی بن سکتے ہیں۔

اس اخوت اسلامی کو نقصان پہنچانے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے اسلام میں تکفیر کی بنیاد رکھی۔ اور وہ جنہوں نے بغیر سوچے سمجھے اس راہ پر قدم مارا۔ جب قومیت اور ملک کی قید کو توڑ کر کالے اور گورے۔ مشرقی اور مغربی کو بھائی بھائی بنا دیا گیا تو تفرقہ پیدا کرنے والوں نے ایک اور راہ نکالی اور وہ یہ کہ مسلمانوں کو کافر بنا کر ان کو اسلام کی اس اخوت عامہ سے باہر نکال دیا جائے۔ ہاں اللہ تعالیٰ نے پہلے سے یہ خبر دے دی تھی کہ وحدت اسلامی میں کسی رنگ میں تفرقہ پیدا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ اس لئے بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے یہ لفظ نکلوائے کہ **لا تکفروا اھل قبلتکم**۔ جس شخص میں صرف یہ ظاہری علامت پائی جاتی ہے کہ وہ اہل قبلہ ہے۔ اس کو تم کافر مت کہو۔ اور قرآن کریم نے اس سے بھی بڑھ کر نشان صرف السلام علیکم کا کہہ دینا کافی قرار دیا۔ **لا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مومنا**۔ اور پھر کافر کہنے والوں کو ایسی سخت سزا کا حکم دیا کہ جو اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہتا ہے۔ وہ اسی پر لوٹ کر آتا ہے۔ مگر اس سخت وعید کے ہوتے ہوئے بھی ایک گروہ نے اسلام میں تکفیر کی بنیاد رکھی۔ اور یہ گروہ خوارج کا تھا جو اسلام کی ابتدا ہی میں پیدا ہو گیا۔ یہ لوگ اول اول حضرت علی رض کے معاون تھے۔ مگر اس مقدس انسان کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کامل عطا فرمایا تھا۔ اس لئے جب ان لوگوں نے اہل قبلہ کو کافر کہنا شروع کیا۔ تو آپ نے الگ طور پر اپنے دشمنوں کے مقابل میں ان برائے نام ساتھیوں کی پرواہ نہ کی۔ اور صاف کہہ دیا کہ معاویہ اور اس کے ساتھی ہمارے بھائی ہیں۔ جنہوں نے ملکی رنگ میں ہماری بغاوت کی ہے ہم ان کو کافر و فاسق نہیں کہتے۔ اور یوں بہت سے ساتھیوں کو چھوڑ کر انکو اپنا دشمن بنا لیا۔ مگر حق کو نہ چھوڑا۔

مگر یہ مرض جو اسلام میں خوارج کے ذریعہ سے پیدا ہوئی بڑھتی ہی چلی گئی۔ یہاں تک کہ ہمارے اس زمانہ میں ادنےٰ ادنےٰ بات پر کفر کا فتوےٰ لگایا جاتا ہے۔ اور یوں اس اخوت اسلامی کو مٹانے کی کوشش کی جاتی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا احسان نسل انسانی پر تھا۔ کاش اب بھی مسلمان سمجھیں۔ کہ اس مرض تکفیر نے ان کی جڑیں کھوکھلی کر دی ہیں۔ اور اسلام کی سقف عمارت ہی اس کفر بازی سے گر جاتی ہے۔ پس جہاں ہمیں خوشی ہے کہ میاں صاحب نے اخوت عامہ اسلامی کے اصول کو اپنے اس عمل سے قائم کرنا چاہا ہے۔ وہیں ہمیں اس بات سے اختلاف بھی ہے کہ ایک دوسرے کو کافر کہتے اور سمجھتے ہوئے بھی مسلمانوں میں یہ عام ہمدردی۔ یہ وسیع سلسلہ اخوۃ قائم رہ سکتا ہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ میاں صاحب اس پر مزید غور کرتے ہوئے اس خیال کو واپس لے لینگے جس کا اظہار انہوں نے ان الفاظ میں کیا ہے:-

"میرے نزدیک اس جلسہ کی بنیاد صرف یہ ہونی چاہئے کہ ایک مسلمان کہلانے والی سلطنت کو جس کے سلطان کو مسلمانوں کا ایک حصہ خلیفہ بھی تسلیم کرتا ہے۔ مٹا دینا یا ... ریاستوں کی حیثیت دینا ایک ایسا فعل ہے۔ جسے ہر ایک فرقہ جو مسلمان کہلاتا ہے ناپسند کرتا ہے۔ اور اس کا خیال بھی اس پر گراں گذرتا ہے اس صورت میں تمام فرقہ ہائے اسلام اس تحریک میں شامل ہو سکتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ وہ خلافت عثمانیہ کے قائل نہ ہوں۔ بلکہ باوجود اس کے کہ وہ ایک دوسرے کو کافر کہتے اور سمجھتے ہوں اس اصل پر متحد ہو کر یک زبان ہو کر اپنے خیالات کا اظہار کر سکتے ہیں۔ کیونکہ گو ایک فریق دوسرے کو کافر سمجھتا ہو۔ مگر کیا اس میں کوئی شک ہے کہ دنیا کی نظروں میں اسلام کے نام میں سب فرقے شریک ہیں"

اب یہاں جناب میاں صاحب مسئلہ تکفیر کے مؤید ہوتے ہوئے پھر اخوت اسلامی کی ہمدردی کی تعلیم بھی دیتے ہیں دوسرا حصہ تو صحیح ہے مگر پہلا حصہ غلط ہے اور دونوں ایک دوسرے کے ضد ہیں۔ اگر تو مسئلہ تکفیر درست ہے کہ اپنے بھائیوں کو کافر کہتے اور سمجھتے رہو۔ تو پھر ان میں اخوت کا تعلق باقی نہیں رہ سکتا۔ اور اگر تعلق اخوت باقی رکھنا مقصود ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ جناب میاں صاحب ٹھیک سمجھتے ہیں اس کی ضرورت سمجھتے ہیں۔ تو پھر مسئلہ تکفیر یقیناً غلط ہے۔

اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو صرف مسلمانوں کے درمیان ہی ہمدردی نہیں سکھاتا بلکہ اس سے بڑھ کر تمام بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی کا سبق دیتا ہے بلکہ اس کا دائرۂ ہمدردی اس سے بھی وسیع ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ہر قسم کی مخلوق سے ہمدردی کی تعلیم دیتا ہے ہاں فرق یہ ہے۔ کہ عام مخلوق کی ہمدردی سے عام ہمدردی انسانی بڑھ کر ہے۔ اور عام ہمدردی انسانی سے مسلمانوں کی ہمدردی بڑھ کر ہے اس لئے جب ہم ایک شخص کو کافر کہیں گے یا سمجھیں گے۔ تو لازمی بات ہے کہ ہماری وہ ہمدردی اس سے باقی نہ رہیگی۔ جو دو مسلمانوں کے درمیان ہونی چاہئے۔ بلکہ وہ صرف عام ہمدردی انسانی کی حد تک محدود ہو گی۔ اسلام کے واسطہ سے جو تعلق ہمارے درمیان تھا وہ کٹ گیا۔ اور پھر اگر دوسرے لوگ تو ہم کو مسلمان سمجھتے ہیں اس تعلق کو قائم نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ میاں صاحب نے خیال کر لیا ہے جب فی الواقع ہمارا دل شہادت دے رہا ہے کہ تعلق اسلامی ہم میں اور اس گروہ میں کٹ گیا جسکو ہم کافر کہتے ہیں۔ تو دوسروں کے کہنے سے وہ ہمدردی کہاں پیدا ہو سکتی ہے؟ ان دوسروں کو تو ہم بیوقوف سمجھتے ہیں جب ہم جانتے ہیں کہ دوسروں کا یہ خیال غلط ہے کہ ہم سب مسلمان ہیں۔ تو اس غلط خیال کا ہمارے دل پر خاک اثر ہو گا۔ غرض تکفیر کا مسئلہ بین المسلمین ہمدردی کی جڑ کاٹتا ہے۔ اور ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ دن رات ایکدوسرے کو کافر کہتے رہو۔ اور ایمان رکھو کہ سب کافر ہیں مگر ان سے ہمدردی اسی طرح کرو جو مسلمانوں سے کرنی چاہئے۔ کیونکہ دوسرے لوگ غلطی سے ان کو مسلمان سمجھ رہے ہیں۔

جناب میاں صاحب کو یہ دو نقیض امر کیوں جمع کرنے پڑے اس لئے کہ غلطی سے وہ اس خیال میں پڑ گئے ہیں کہ ان کی جماعت کے سوائے کل دنیا کے مسلمان پکے کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ اور ہمدردی کی آواز جو ان کے منہ سے نکلی ہے درحقیقت دل پر اس گہرے نقش کا اثر ہے جو اسلام نے رکھا ہے کہ فی الحقیقت ہم سب بھائی ہیں۔ اور ایک غلط عقیدہ کبھی اس گہرے اثر کو ... نہیں کر سکا۔ جس طرح عیسائیوں کے دلوں پر ایک طرف تو خدا تعالیٰ کی توحید کا گہرا نقش رہا دوسری طرف ایک باطل مسئلہ تثلیث کا ایجاد کر لیا۔ اور اب ان دونوں کو جمع کرنا چاہتے ہیں۔ کہ توحید بھی رہے اور تثلیث بھی۔ فطرت ملزم کرتی ہے اور توحید کے قائل ہو جاتے ہیں۔ باطل عقیدہ درمیان میں آ جاتا ہے اور تثلیث کے قائل ہو جاتے ہیں۔ شاید اسی لئے ان کے لئے حضرت علیہ السلام کے منہ سے بھی دان تعفر لہم نکلا۔ بہر حال ہمیں امید ہے۔ کہ میاں صاحب اخوت اسلامی کی ضرورت کو سمجھتے ہوئے اب اس عقیدہ سے بھی رجوع کریں گے۔ کہ سوائے انکی جماعت کے دنیا کے چالیس کروڑ مسلمان سب کافر ہیں۔

محمد علی ۔ از شملہ

بداخلاقی کی طرف اہل مغرب کی توجہ

انسداد شراب خوری کے واسطے گذشتہ سالوں میں امریکہ میں ایک عالمگیر تحریک پیدا ہو گئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسکی مضرات سے تنگ آ کر ممالک متحدہ امریکہ نے شراب کی کسی قدر درآمد برآمد کو ممنوع ٹھیرا کر اس نجاست کو ملک بدر کرنے کی کوشش کی۔ ہم نہیں کہہ سکتے۔ کہ اس قانون کا کیا نتیجہ ہوا۔ اور کس حد تک اس وبا خود پیدا کردہ سے لوگوں کو نجات ملی۔ تاہم ہمیں اس قسم کی تحریک میں اخلاقی مکروہات کے برخلاف آوازیں سنائی دینے لگی ہیں اور مغرب کی توجہ اس طرف روز بروز زیادہ ہوتی جا رہی ہے۔ حال ہی میں امریکہ کے ایک اخبار San Diego ... نے شہر سان ڈیگو کی کونسل کے ایک افسوسناک لیکن امید افزا واقعہ کو بیان کیا ہے۔ اخبار مذکور لکھتا ہے کہ وہاں کی کونسل میں قانون رقص خانہ کی ضمن میں ایک ترمیم پیش ہوئی۔ جس کی رو سے بچے بھی اپنے والدین کے ساتھ محفل رقص میں شامل ہو سکتے تھے۔ اور اس شمولیت کا جو اثر بچوں کے اخلاق پر پڑ سکتا ہے اور جو تربیت پا کر ایک سلطنت کے شہری بنیں گے۔ اور جو اس کا لازمی نتیجہ ہو گا۔ وہ اظہر من الشمس ہے۔ اس ترمیم کی ایک ممبر کیپٹن مارٹن نے اٹھ کر بڑے زور سے تردید کی۔ اور ممبروں کو برانگیختہ کیا اور ان کی ذمہ واری انکو محسوس کرائی تاکہ ان رقص خانوں میں جو ہوتا ہے اور جس کثرت سے شراب وہاں تقسیم کی جاتی ہے۔ اور طرہ یہ کہ فوجی پولیس محکمہ کے ختم ہونے پر ساقی کا کام کرتی ہے۔ اور دیگر فواحش جو شراب کے نقش قدم پر چل کر سارے شہر کو اپنا شکار کئے ہوئے ہیں ان کو روکیں۔ کپتان موصوف نے بتایا۔ کہ نوجوان لڑکیاں بڑی تعداد میں ہر روز مخمور گری ہوئی بازاروں سے اٹھائی جاتی ہیں اور وہ سوزاک وغیرہ مخصوص امراض نہانی میں مبتلا ہوتی ہیں۔

اسی طرح وہاں کے کونسل نے اٹھ کر شکریہ کیا کہ اس کا ایک مددگار پیدا ہو گیا ہے۔ اور گو اس نے پہلے ایسی تحریک کی تھی۔ مگر ناکامیاب ہوا تھا۔ اور اس نے اپنی ناکامی کی بڑی وجہ یہ بتائی کہ اس کے خلاف جوا بازوں کے دوش بدوش وہاں کے واعظین بھی مقابل پر ڈٹ گئے تھے۔

اہل مغرب جنہوں نے مادی دنیا میں اس قدر ترقی کی ہے ان کی نسبت ایسے واقعات کا سننا اور بعض کی اخلاقی حالت ایسی گری ہوئی معلوم کرنا تاسف پیدا کرتا ہے یہ نتائج ایک سچے مذہب کے نہ ہونے سے پیدا ہوتے ہیں۔ وہ بیم و رجا۔ وہ خوف عقوبت و عذاب اخروی و امید نجات جس کی طرف سچا مذہب ہی راہ دکھاتا ہے ان میں پائی نہیں جاتی اور دہریت اور انکار بعث بعد الموت کا خطرناک اثر جو ہو سکتا تھا۔ وہ ظاہر ہو رہا ہے۔

بہر حال ان فواحش اور بے حیائیوں سے مطلع ہو کر سلیم فطرتیں ان کے دور کرنے کے واسطے لگ گئی ہیں اور ہمکو قوی امید ہے کہ مطلوبہ اصلاحات اپنے وقت پر ہو کر رہیں گی۔

مسٹر گاندھی کا لاہور میں داخلہ

۲۴ اکتوبر کو بمبئی میل میں مسٹر گاندھی لاہور تشریف لائے۔ اسٹیشن پر بہت سے معزز آدمی ان کے استقبال کو تشریف لے گئے تھے۔ وہ شہر سے ہوتے ہوئے انار کلی سے گذر کر لالہ ہرکشن کی کوٹھی میں فروکش ہوئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح کو قارئین کرام کی قابل توجہ

ایک اعلان

برادران! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ!

گذشتہ تین سال سے "پیغام صلح" کے کالموں کا بہت سا حصہ اسی امر کے لئے وقف ہو رہا ہے۔ جیسے ذمہ دار "اخبار الحدیث" اور "الفضل" کے بعض مضامین ہوتے ہیں ممکن ہے کہ ان ہر دو اخبارات کے مالک و مدیران کے مفاد اسی قسم کے مضامین کو لکھے جانے میں ہو۔ لیکن جو اس وقت اسلام کو ضرورت ہے۔ اس کا علاج پیغام صلح کے ان کالموں میں نہیں نظر آتا جو ان ہر دو اخبارات کے جواب میں وقف ہو رہے ہیں۔

موجودہ جنگ نے اگرچہ شکست و شکستہ مذہب تثلیث کی موجودہ شکل کا قریب قریب خاتمہ کر دیا ہے۔ اور کلیسا کی عمارت چند دن کا مہمان ہے۔ تو بالمقابل اسلام کو بھی کچھ کم نقصان اس وقت مذہبی رنگ میں نہیں پہنچا۔ ایک طرف تعلیم یافتہ مسلمانوں کا ایک کثیر گروہ اسلام اور خدائے اسلام کے متعلق متشکک ہو رہا ہے دوسری طرف مبلغان اسلام سے یہ مطالبہ ہو رہا ہے کہ اگر اسلام ہی دینی و دنیوی برکات کا موجب ہو سکتا ہے تو آج اسلامی سلطنتوں کا کیا حشر ہوا۔ یہ ایک سوال ہے جس کا صفائی سے حل کرنا متکلمین اسلام کے ذمہ ہے "الحدیث" اور "الفضل" کی وہ باتیں جن کی تردید پیغام صلح کے بعض کالم کرتے ہیں جہاں تک اس مقصد کو پورا کرتا ہے وہ میں آپ پر چھوڑتا ہوں۔ اگر یہی انتشار دماغ مقصد پورا ہو رہا ہے تو اس روش کو جاری رکھا جاوے ورنہ اس کا خاتمہ کیا جاوے۔ اور پیغام صلح کو اس سے بہتر مصرف میں لایا جاوے۔ اس میں شک نہیں کہ بعض وقت بعض قسم کے افترا و بہتان سے ہمارے معاندین کام لیتے ہیں۔ ان کا دفعیہ لازمی ہے ورنہ حضرت مسیح موعود کا مقام اور ان کی پوزیشن جو خدا کے نزدیک حقیقی ہے۔ اس کے قائم ہونے کے آثار چاروں طرف پیدا ہو چکے ہیں۔ جس طرح وفات مسیح کے مسئلہ کا انا جاتا تقاضائے زمانہ کے ماتحت تھا۔ چنانچہ بہت حد تک یہ مسئلہ آج مانا گیا۔ اسی طرح حضرت اقدس کے دعاوی کی حقیقت ہے جن شخصیت پرستی کے مدعی قادیان حد بد کی تحریریں ہیں۔ زمانہ اس کو دھکے دیکر ختم کر دیگا۔ (شخصیت)

آج ایک لعنت سمجھی گئی ہے۔ اور وہ نہیں چل سکتی۔ نبی کی حقیقت شریعت میں جو ہے۔ اس کے مصداق نہ حضرت صاحب ہیں اور نہ کسی کی لفاظی اس حقیقت پر خاک ڈال سکتی ہے۔ بالمقابل حضرت اقدس کا ایک مجدد عظیم ہونا وہ زمانہ کی ضرورت گلا پھاڑ پھاڑ کر پکار رہی ہے۔ اگر یہ لوگ ٹھنڈے دل سے ان ضروریات پر ہی غور کرتے۔ جو اسلام کی اس وقت ہیں۔ اور پھر دیکھتے۔ کہ ان کا علاج وہ عظیم الشان انسان کر گیا ہے۔ یا نہیں۔ تو پھر اُن کو مجدد کی حقیقت بھی سمجھ آ جاتی۔ اور یہ بھی سمجھ آ جاتی کہ اس کا مصداق کون ہے۔ اگر مجدد کا کام بڑا یہ ہے کہ وہ تبلیغ و اشاعت اسلام کے بہترین وسائل و تدابیر سوچے اور اس کی دُوربین نگاہ ان دقتوں کو دیکھ لے کہ جو اشاعت اسلام میں یا مسلمانوں کی بہتری میں حائل ہو سکتی ہیں یا ہونگی۔ اور پھر ان سے اپنی قوم کو متنبہ کر جاوے۔ تو میرے نزدیک بھی ایک بڑا کام ہے۔ جس کے لئے کسی مجدد کی ضرورت ہے۔ میری موجودہ [illegible] کہ میں اس مضمون کو تفصیل سے لکھوں۔ الحمد للہ کا لاکھ لاکھ احسان کہ اس نے [illegible] پائے [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible]

برخلاف طاقت آسمانی پر میں کبھی اس امر کو تفصیل سے لکھوں گا لیکن ایک امر میں یہاں ذکر کر دیتا ہوں۔ جو میرے نزدیک اس زمانہ کے مجدد کے ذمہ تھا۔ آج زمانے کے حالات کے ماتحت ہم پر یہ امر متحقق کر دیا کہ اسلام کے حق میں تلوار مفید نہیں۔ اسلام کی ترقی و قیام کا قیام صرف اسی امر سے ممکن ہے کہ اسلامی خوبیوں کو براہین و دلائل کے ساتھ امن اور سلامتی سے دنیا تک پہنچا دیا جاوے۔ اگر واقعات کی روشنی میں ترقی اسلام اور اس کے وسائل کے مسئلہ پر غور کریں تو اس طریق بالا کے کوئی اور طریق ہے جو ہمیں کوئی شخص بتا سکتا ہے۔ کیا آجکل جو اسلامی دنیا میں ایک وقفہ ادبار اور ایلان برپا ہوا ہے اس کا باعث فقط ایک امر تھا۔ کہ یہ دونوں اقالیم یورپ کے اس فتنہ عظیم میں غیر جانبداری کا پہلو لیتی ہیں۔ ترکوں کا شمولیت جنگ اور اس کے جواز پر اس وقت بحث کرنا ایک لاحاصل امر ہے۔ میں مان لیتا ہوں کہ ترکوں نے اپنی سمجھ کے مطابق جو کچھ کیا صحیح کیا۔ لیکن آج واقعات یہ پکار کر کہہ رہے ہیں ان کا غیر جانبدار رہنا اور ان کا تلوار نہ اٹھانا ہی باعث رحمت ہوتا۔ اب سوال یہ ہے کہ اس امر کو کہ آیندہ اسلامی ترقی تلوار کے چھوڑنے اور اسلامی خوبیوں کو براہین و دلائل کے ذریعہ دنیا میں اشاعت دینے پر منحصر ہے۔ یہ ایک راز ہے جو اس دنیا کے مجدد کا فرض تھا کہ دنیا پر ظاہر کردے۔ کیا آج سے تیس سال پہلے یہ نکتہ کسی کے ذہن میں آ سکتا تھا۔ کیا یہ شعر جو مجدد وقت نے آج سے تیس پینتیس سال پہلے لکھا۔ اس کی مجددیت کا ان معنوں میں جو میں بیان کرتا ہوں یہ صحیح ثبوت نہیں۔ یہ دو شعر میں نے حضرت اقدس کی اس نظم سے لئے ہیں جو آپ نے جہاد کو چھوڑنے کے متعلق لکھے اس میں وجہ بھی بتا دی تھی کہ کیوں اس وقت مسلمانوں کو سیفی جہاد چھوڑ دینا چاہئے اور وہ خاتمہ پر لکھتے ہیں ؎

یہ حکم سن کے بھی جو لڑائی کو جائیگا
وہ کافروں سے سخت ہزیمت اٹھائیگا
یہ معجزہ کے طور پر اک پیشگوئی ہے
کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

کیا یہ باتیں لفظاً لفظاً پوری نہیں ہوئیں۔ ترک کافروں سے لڑائی کو اٹھے وہ ہزیمت یاب ہوئے۔ افغان اور ایرانی جنگ سے الگ رہے۔ وہ بچے رہے۔ ایک طرف اس امر پر غور کرو۔ کہ اس نظم کے اعلان پر دنیا کے واقعات کیا تھے اور کیا ایسی باتیں کوئی قیاسی طور پر کہہ سکتا ہے اور دوسری طرف آج دیکھ لو کہ یہ باتیں لفظاً لفظاً پوری ہو رہی ہیں یہ امر ایک امر غیر متعلق ہے۔ کہ آیا ایرانیوں اور افغانوں نے مجدد وقت کی باتیں سنکر یہ عمل اختیار کیا۔ اور ترکوں نے حکیم امت کے علاج سے انحراف کیا۔ اور اس لئے یہ نتائج مرتب ہوئے۔ سوال صرف یہ ہے کہ ایک شخص تیس سال ہوئے۔ مجددیت کا دعوے کرتا ہے۔ چند مسئلوں پر روشنی ڈال دینا ہی مجددیت کے فرائض کو ختم نہیں کر دیتا۔ بلکہ بڑی بات یہ ہے۔ کہ وہ اس کی دوربین نگاہ ان مشکلات اور دقتوں کو سمجھ لے۔ جو ترقی اسلام کی راہ میں حائل ہونیوالی ہیں۔ اور پھر اس کا علاج بھی بتائے۔

ایک طرف تو کل زمانہ سیف سیف پکار رہا ہو۔ اور ایسے وقت جب اسلام کی اس موجودہ مصیبت کے کوئی اسباب بھی پیدا نہ ہوئے تھے۔ اور دوسری طرف ایک شخص سیف کو چھوڑنے کے لئے کہہ رہا ہو۔ اور اسلامی ترقی کی دوسری راہ اختیار کرے۔ اور وہ آخر کار سچا ثابت ہو چکے تو سمجھ نہیں آتی کہ اگر صرف یہ ایک امر اپنی مجددیت سے ملتے

صاف اور سیدھی راہ اس سوال مجددیت اور نبوت کے فیصلہ کرنے کی ہے۔ ان دونوں کے فرائض کی تعیین کی جاوے اور دیکھ لیا جاوے۔ کہ وہ فرائض اس شخص نے پورے کئے یا نہیں۔ میرے نزدیک حضرت مرشدنا نبی نہیں ہو سکتے۔ اور وہ ایک مجدد اعظم تھے۔ وہ اس صدی کا علاج بتا گئے۔ آج صدی کے پینتیس سال گذر گئے۔ اور ایک شخص اس وقت [illegible] بیٹھا ہوا لکھ سکتا ہے کہ [illegible] علاج اس صدی کا [illegible]

مکرر آنکہ۔ ہمارے دوست ایڈیٹر صاحب نے مجھے اطلاع دی ہے کہ میرے اس مسئلہ کو پسند فرماتے ہیں۔ اگر انکی یہی رائے ہے کہ الحدیث اور الفضل کے ہر ایک امر کا جواب دیا جاوے۔ تو بسم اللہ۔ میرے نزدیک سب و شتم کے جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ لیکن کوئی امر خلاف واقعہ لکھا جاوے تو چند لفظوں میں اُن کی تردید کر دی جاوے۔ باقی رہے اختلافی مسائل اس کے لئے اخبار کے کالموں کو صاف کیا جاوے۔ اور پیغام صلح سے کام لیا جاوے۔ نبوت کے مسئلہ پر ممکن ہے۔ میں کسی خطبہ میں بیان کروں۔

خواجہ کمال الدین۔

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

ایک انگریز خاتون اور ایک لفٹیننٹ کا قبول اسلام

لارڈ ہیڈلے صاحب کا لیکچر مسجد ووکنگ میں

برادران اسلام یہ سنکر خوش ہونگے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس ہفتہ ایک اور انگریز خاتون نے قبول اسلام کا اقرار نامہ لکھ کر دیا۔ اُس کا انگریزی نام مس ڈیزی ہے۔ اسلامی نام برکت رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ اسے اسلام پر چلنے کی توفیق دے۔

علاوہ ازیں اس اتوار کو مسجد ووکنگ میں رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے بالقابہ بھی بمعہ صاحبزادگان مسجد ووکنگ میں تشریف فرما ہوئے اور انہوں نے اپنے جوش اسلامی کی وجہ سے مولینا مولوی صدر الدین صاحب کے لیکچر سے پہلے ایک اخلاص بھری دُعا اللہ تعالیٰ سے کی۔ اور ساتھ ہی انگریزوں کے اندر اسلام کے پھیلنے اور اُن کے سمجھدار طبقہ کے آئے دن اسلام قبول کرتے چلے جانے کا مسلمان غیر مسلم و نو مسلم انگریز حاضرین میں ذکر کیا اور انہیں بتایا کہ اسلام بالکل سادہ مذہب ہے ایک خدا اور سارے نبیوں کو ماننا اور سب انسانوں کا بھائی بھائی ہونا۔ لیکن اس کے برخلاف تثلیث کو ماننے میں الجھن اور مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔

لارڈ صاحب موصوف نے دوران تقریر میں ایک انگریز لفٹننٹ کی چٹھی بھی پڑھکر سنائی جو عراق عرب میں فوجی ملازمت کے اندر مسلمان ہوئے اور پونا میں مقیم ہیں۔ ان کا اسلامی نام جرنف عبداللہ ہے اپنا اصلی نام نے الحال ظاہر کرنا نہیں چاہتے۔ کیونکہ اُن کا خیال ہے کہ واپس انگلستان پہنچکر خود اپنے رشتہ داروں کے سامنے قبول اسلام کا اعلان کریں گے۔ انہوں نے ایک کتاب بھی اسلام کی ان شاندار خصوصیات پر لکھی ہے۔ جو اُن کے قبول اسلام کا باعث ہوئیں۔ ان کی اپنی چٹھی اسلامک ریویو اکتوبر نمبر میں شائع ہوگی۔

لارڈ صاحب موصوف کے بعد مولینا مولوی صدر الدین صاحب نے لیس البر ان تولوا وجوھکم الخ... پر تقریر کی۔ اور بتایا کہ قرآن کریم نے کوئی قومی یا ملکی امتیاز انسانوں کے اندر روا نہیں رکھا۔ جیسا کہ عام طور پر قومیت اور مذاہب میں پایا جاتا ہے۔ بلکہ بلا امتیاز سب کے ساتھ نیکی کرنے اور عمدہ سلوک سے پیش آنے کو ہی بہت بڑی نیکی قرار دیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لیکچروں کو بیش از بیش کامیابی عطا کرے! آمین! والسلام۔

دوست محمد از ووکنگ۔

وفات حسرت آیات

مورخہ ۲۴ اکتوبر ۱۹۱۶ء کو جناب ڈاکٹر سید طفیل حسین صاحب و سید غلام مصطفےٰ صاحب پرنسپل مسلم ہائی سکول کی نانی صاحبہ اس دار فانی سے رحلت فرما گئیں۔ مرحومہ بہت صالح اور متقی تھیں۔ انکی وفات پر سکول باقی وقت کیلئے بند کیا گیا اور انکے اظہار تاسف میں طلباء و اساتذہ کا ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں حسب ذیل ریزولیوشن پاس ہوا۔ مسلم ہائی سکول کے معلمین و متعلمین کا یہ جلسہ جناب سید غلام مصطفےٰ شاہ صاحب بی اے بی ٹی پرنسپل سکول ہذا کے ساتھ انکی نانی صاحبہ کی وفات حسرت آیات پر تہ دل سے اظہار ہمدردی کرتا ہے۔ خداوند کریم مرحومہ کو غریق رحمت فرماوے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرماوے۔

ناظرین کرام و احباب جماعت سے التماس ہے کہ [illegible] دل سے نماز جنازہ غائبانہ [illegible]

(ادا کریں)

خواجہ کمال الدین۔

تجارت خارجی میں ہندوستان کا نفع

(جے - آر - رائے - جرنلسٹ - لاہور)

سنہ ۱۹-۱۹۱۸ء کی رپورٹ برائے تجارت خارجی شائع ہو گئی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان کو غیر ملکی تجارت میں ساڑھے ۶۱ کروڑ کا منافع ہوا ہے۔ اس ملک سے جو مال باہر کو گیا۔ اور باہر سے جو چیزیں ہماری ضروریات پورا کرنے کے لئے آئیں۔ ان کی کل مالیت چار ارب ۴۳ کروڑ روپیہ کی تھی لیکن چونکہ بھاؤ تیز ہو گیا تھا۔ اس وجہ سے نفع معلوم ہوتا ہے۔ ورنہ سنہ ۱۸-۱۹۱۷ء کے نرخ کے مطابق بائیس کروڑ کی کمی نظر آتی ہے۔ جو مال غیروں سے منگا یا گیا۔ اس کی قیمت ایک ارب (۶۹) کروڑ روپے ہوتی ہے۔ لیکن اگر اس کا مقابلہ اگلے سال کی قیمتوں سے کیا جائے۔ تو (۲۹) کروڑ روپے کی کمی ہے۔ یعنی ایک ارب (۴۰) کروڑ روپے ہوتے ہیں۔ اگر یہ خسارہ نفع میں تبدیل ہو گیا ہے۔ تو اس کا بڑا سبب گرانی اشیاء ہے دوسرے معنی میں اس کا مطلب یہ ہے کہ سنہ ۱۹-۱۹۱۸ء کی تجارت برآمد درآمد کی چیزوں کی مجموعی مقدار سنہ ۱۸-۱۹۱۷ء کی اشیائے تجارتی کے وزن سے کم ہے۔ لیکن چونکہ سب چیزیں گراں ہیں اس وجہ سے وزن کی کوتاہی تیز بھاؤ کے سبب سے پوری ہو جاتی ہے۔ اس گرانی کا ذکر ذرا وضاحت سے کیا جائیگا۔ سب اسباب کی کمی بیشی وغیرہ دیکھنے کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہندوستان کو خالص منافع ساڑھے (۶۱) کروڑ روپے کا ہوا۔ جنگ سے پہلے سالوں کا منافع بالاوسط (۷۸) کروڑ روپے رہا کرتا تھا۔ پڑھنے والوں کو یہ گمان ہوگا کہ ہندوستان میں اتنی بڑی رقم آجانے سے اس ملک کی دولت میں منافع کثیر ہوا ہے۔ یہ بادی النظر میں درست ہے۔ لیکن جب اصلیت پر نگاہ ڈالی جائے۔ تو یہ نفع نقصان میں ظاہر ہوتا ہے اس کا اصل سبب یہ ہے۔ کہ غیر ملکی تجارت یورپی سوداگروں کے ہاتھ میں ہے۔ رالی برادران - فالکنٹ برادران - اور دیگر سوداگر اس ملک سے چیزیں خرید کر یورپ امریکہ کو لے جاتے ہیں۔ اور نفع کماتے ہیں۔ کاشتکاروں کو زرعی پیداوار مثلاً جیسے گیہوں، کپاس - پٹسن، دھان - سرسوں - تل وغیرہ وغیرہ چیزوں کے معمولی بازاری نرخ سے روپے ملجاتے ہیں۔ البتہ جو ہندوستانی ساہوکار اور سوداگر رالی برادران وغیرہ کو مال خرید کر دیتے ہیں۔ وہ تھوڑا سا نفع حاصل کرتے ہیں۔ مگر کراچی بمبئی، مدراس - کلکتہ - چٹاگانگ - رنگون وغیرہ کی بندرگاہوں سے مال بھر کر یورپ، امریکہ اور دیگر ممالک کو لے جاتے ہیں۔ وہی یونانی - سوئٹزرلینڈی (فالکنٹ برادران) اور دیگر سوداگر ہیں - اور خوب نفع کماتے ہیں۔ اہل ہند غیر ملکی سوداگروں کو برا بھلا کہتے ہیں۔ کہ وہ اس ملک کی تجارت سے ہاتھ رنگتے ہیں۔ لیکن یہ ہمارا اپنا قصور ہے۔ جو ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہتے ہیں اور کچھ نہیں کرتے۔ اگر روپیہ ہے۔ تو اسے زمین میں گاڑ رکھتے ہیں۔ یا اپنے نادار بھائی ہندوں کو ایک آنہ دو آنے فی روپیہ سود پر دیتے اور ان کی محنت شاقہ کی کمائی کو غصب کرتے ہیں۔ اگر اولوالعزم ہندوستانی ملکر بہت سا روپیہ جمع کر کے سوداگری کاروبار خود کریں۔ تو غیر ملکی تجارت سے خود مالا مال ہوں۔ روپیہ ملک کے اندر رہے۔ جس سے ملک کی مالی حالت سدھرے۔

پچھلا سال تجارت کے لئے بہت نقصان دہ تھا۔ کئی اسباب ا[illegible] آئے۔ ان میں سے ایک اور بڑا زبردست سبب بارش کا امساک تھا۔ ملک ہند سے زرعی پیداوار بافراط باہر جاتی ہیں۔ جب بارش نہیں ہوتی۔ تو اناج کیسے پیدا ہو۔ کئی سال اسی وجہ سے گندم اور دھان کی پیداوار میں [illegible] کروڑ من کی کمی واقع ہوئی تھی۔ کپاس، تل، سرسوں، پٹسن، وغیرہ بہت کم پیدا ہوئے جس سے تجارت پر سخت اثر پڑا۔ پھر انہی دنوں وبائی نزلہ نمودار ہوا جس سے [illegible] آدمی ہلاک ہو گئے۔ یہ ظاہر ہے کہ جب وبا پھیلتی ہے۔ تو سب کاروبار تہ و بالا ہو جاتا ہے۔ خرید و فروخت کرنے والے بیمار یا کسی عزیز کے مر جانے کے سبب سے اپنا کام بند کر دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ چاندی کی گرانی بھی تجارت کی مانع آئی کیونکہ دیہات قصبات کے لوگ نقد روپیہ شوق سے لینے میں۔ مگر نوٹ لیتے ہوئے ہچکچاتے ہیں جس کی وجہ سے تجارت میں رکاوٹ واقع ہوتی ہے۔ اور لڑائی کے سبب سے روپیہ سکوک نہ ہو سکا۔ اسکے علاوہ شرح تبادلہ بڑھ گئی۔ اس سے تجارت پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔ ان چار اسباب کے باوجود بھی ہندوستان کی تجارت پچھلے دو تین سالوں سے بڑھ کر رہی سنہ ۱۹-۱۹۱۸ء میں اس کی کل قیمت تین ارب ۳۹ کروڑ روپے تھی اور سنہ ۱۸-۱۹۱۷ء میں تین ارب (۷۰) کروڑ رہی - گویا سنہ ۱۹۱۸ء باوجود کئی قسم کی ذمہ داریوں کے پچھلے دونوں سالوں سے بڑھ چڑھ کر رہا۔ شرح تبادلہ کس طرح بڑھتی چلی آتی ہے ۱۰ - اگست سنہ ۱۹۱۷ء میں سترہ پنس روپیہ کی قیمت مقرر ہوئی مئی سنہ ۱۹۱۹ء میں بیس پنس شرح تبادلہ ٹھیرائی گئی۔ ۱۲ - اگست سنہ ۱۹۱۹ء کو (۲۲) پنس مقرر ہوئے - اور ۱۶ - ستمبر کو دو شلنگ ایک روپیہ کے مساوی ٹھیرائے گئے۔ کیونکہ ولایتی سوداگروں کے ذمہ ہندوستان کا بہت روپیہ ہے۔ اس لئے روپیہ کا بھاؤ بڑھ گیا۔ جب تجارت برآمد درآمد سے متجاوز ہو جاتی ہے تو شرح تبادلہ بڑھ جایا کرتی ہے۔ اور جب درآمد برآمد سے بڑھ جائے تو گھٹ جاتی ہے جیسا کہ قحط اور خشک سالی کے زمانہ میں ہوتا ہے مگر گرانی سے ہماری تجارت کو نفع پہنچا۔ ورنہ مقدار کی کمی کا خسارہ پورا نہ ہوتا۔ مارچ گذشتہ میں سرسوں کے نرخ میں سنہ ۱۹۱۸ء کی بہ نسبت (۹۷) فیصدی بیشی ہوئی - تل میں (۸۱) فیصدی - چاول اور چنے میں (۵۵) فیصدی اضافہ ہوا - السی میں (۶۱) فیصدی - غلہ میں (۵۶) فیصدی - باجرہ میں (۷۵) اور جوار میں (۶۹) فیصدی - یہ اس سے ظاہر ہے کہ مارچ گذشتہ سے سستائی کا زور رہا - لیکن اگر سنہ ۱۹۱۴ء کی قیمتوں سے مقابلہ کیا جائے تو کپاس میں (۱۰۹) - گندم دال، چاول وغیرہ میں (۷۳) فیصدی مثلاً جوار میں (۱۲۹) باجرہ میں (۱۲۰) فیصدی گندم (۷۳) فیصدی بیشی ہوئی۔

سب سے زیادہ چیزیں برطانیہ اور اس کے مقبوضات کو گئیں - اور ان کی قیمت ایک ارب (۳۰۲) کروڑ تھی - اور (۷۸) کروڑ کا مال اتحادیوں نے خرید کیا - گو ہر دو ارب (۱۹) کروڑ کا باہر گیا - اور ایک ارب (۲۹) کروڑ کا اندر آیا سب سے زیادہ چیزیں سلطنت برطانیہ نے لیں - اور جس کا اوسط (۴۹) فیصدی تھا - اور اتحادیوں نے (۲۴) فیصدی خرید کیں برطانیہ سے دوسرے درجہ پر امریکہ نے ہندوستان سے بہت مال خریدا انگلستان سے دوسرے درجہ پر جاپان کا مال ہندوستان میں بہت آیا - ولائت سے سوتی کپڑوں کی درآمد میں (۳۴) فیصدی کی کمی واقع ہوئی مگر جاپان سے کورہ اور سفید کپڑا اور رنگدار مال بہت آیا۔

تجارت سے قومیں متمول ہوتی ہیں۔ اسلئے ہمارے لئے بھی مناسب ہے کہ سود پر روپیہ دینے کی مذموم اور غیر محبانہ رسم کو خیر باد کہکر صنعت و تجارت کے کارخانوں اور کمپنیوں میں روپیہ لگائیں جس سے غیر ممالک کی تجارت کے وسیلہ سے ہم خود آسودہ حال ہو جائیں اور اپنے اہل وطن کی حالت درست کر کے انہیں ترقی کے زینہ پر پہنچائیں - جبتک یہ نہ ہوگا - ملک ترقی نہیں کر سکتا - سنہ ۱۹۱۸ء کی تجارتی رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے پٹسن کی بنی ہوئی چیزوں میں بڑی بیشی ہوئی - اور یہ لاثانی تھی - (۵۲) کروڑ کا مال باہر گیا۔ یہ زیادہ بنگال میں پیدا ہوتا ہے اس کی چیزیں بنتی ہیں یورپی سوداگروں کے ہاتھ میں اس کی تجارت ہے۔ سارے ہندوستان میں پچاس کے قریب پٹسن کے کارخانے ہیں سوتی اور اونی کپڑے ریلوے کے سامان - دھاتیں - مٹی کا تیل - موٹر کار - چینی - نمک - چھتریاں - گندھک کے تیزاب وغیرہ میں بہت کمی رہی - اور کمایا ہوا چمڑا سب سے زیادہ گیا - اور معمولی چمڑا بہت تھوڑا باہر گیا۔ اسی طرح خام پٹسن بھی بہت تھوڑی مقدار میں بھیجا گیا۔ سب باتوں کا خیال کر کے یہ امر موجب مسرت ہے کہ ہندوستان کی تجارت پہلے سالوں سے زیادہ بڑھی ہوئی ہے اور ترقی کرتی جاتی ہے۔

اشتہار زیر آرڈر نمبر قاعدہ نمبر ۲ ضابطہ دیوانی

بعدالت لالہ نرنامداس صاحب تحصیلدار با اختیارات اسسٹنٹ کلکٹر درجہ دوئم بٹالہ ضلع گورداسپور

لکھمیداس چیلہ مہنت ما دہوداس بنام حاکم سنگھ ولد و ساوا سنگھ ساہوکار بیراگی ساکن موضع شاہپور جاجن قوم جٹ سکنہ موضع شاہپور تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور مدعی جاجن تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور

دعویٰ مبلغ [illegible] صد روپیہ بقایا لگان قیمت پیداوار اراضی ۴ کنال اراضی واقعہ موضع شاہپور جاجن تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور

مقدمہ بالا میں مدعا علیہ باوجود بار ہا سمن جاری ہونے کے حاضر نہیں ہوا اور تعمیل سمن محرریہ سے معلوم ہوا ہے - کہ وہ عمداً حاضری سے پہلو تہی کرتا ہے لہٰذا بذریعہ اشتہار ہذا اطلاع دیجاتی ہے کہ بتقرر ۱۳ نومبر سنہ ۱۹۱۹ء اصالتاً یا وکالتاً یا بذریعہ مختار مدعا علیہ مذکور واسطے جوابدہی کے حاضر عدالت آوے۔ ورنہ اسکے خلاف یکطرفہ کارروائی جاری ہوگی۔ تحریر ۲۴/۱۰/۱۹

آج بہ ثبت ہمارے دستخط اور مہر عدالت کے جاری ہوا۔

احمدیہ جماعت کی مفید اور کار آمد دلچسپ کتابیں

جمع قرآن اس کتاب میں جمع قرآن کے متعلق تمام تاریخی واقعات کو نہایت تحقیقات سے لکھا گیا ہے اور جو اعتراضات حفاظت قرآن مجید پر غیر مذاہب کیا کرتے ہیں اُن کا رد کیا گیا ہے ڈاکٹر منگانا کے صفحات قرآنی کی حقیقت بھی الم نشرح کی گئی ہے۔ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی - فاضل مصنف کی نہایت ہی محنت کا نتیجہ ہے۔ **قیمت** ۱۲ / ۱۰

نکات القرآن قرآن مجید کے پہلے چار پاروں پر تفسیری نوٹ ہیں جن میں زمانہ کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے فاضل مصنف نے لطیف تفسیر کی ہے ملک کے مور اخبارات زمیندار وغیرہ نے اس پر بہت اچھے ریویو کئے ہیں۔ قیمت [illegible]

درثمین مکمل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تمام اُردو اور فارسی کی نظمیں جو ابتک شائع ہو چکی ہیں ایک جگہ جمع کی گئی ہیں۔ قیمت مجلد ۱۱ / غیر مجلد ۱۵ /

القول المجد فی تفسیر اسمہ احمد اس میں فاضل مصنف حضرت مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی نے میاں محمود احمد صاحب کے عقائد دربارہ پیشگوئی اسمہ احمد اور نبوت حضرت مرزا صاحب مسیح موعود اور مسئلہ کفر و اسلام کی براہین نیرہ کے ساتھ تردید کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ اسمہ احمد کی پیشگوئی کے حقیقی مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام جزوی نبی ہیں - اُن کے انکار سے کفر لازم نہیں آتا۔ قیمت ۱۰ /

عسل مصفیٰ اس کتاب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام و حضرت مہدی علیہ السلام کی آمد کی مفصل و مبسوط بحث ہے۔ یہ کتاب قابل دید ہے۔ جو مسلمان کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام و مہدی علیہ السلام کی آمد کے متعلق تحقیقات کرنا چاہتا ہو وہ اس کتاب کو منگا کر مطالعہ کرے۔ اس میں بڑی قیمتی معلومات کا ذخیرہ دو ضخیم جلدوں میں ہے۔ قیمت ہر دو جلد [illegible]

مرقاۃ الیقین سوانح عمری حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب جو جسکو انہوں نے خود لکھوایا۔ نہایت عجیب اور دلچسپ کتاب ہے۔ **قیمت** ۹ /

النبوت فی الاسلام تصنیف حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے - ایل ایل بی۔ اس میں نبوت، رسالت، محدثیت - مجددیت اور حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کی نبوت پر اصولی بحث کی گئی ہے۔ قرآن اور حدیث اور حضرت مرزا صاحب کی کتب سے ثابت کیا گیا ہے کہ نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہو گئی اور مرزا صاحب مجدد محدث ہیں۔ قیمت مجلد [illegible] غیر مجلد [illegible]

غلامی غلاموں اور لونڈیوں کے بارہ میں اسلام کے جو احکام جو قرآن شریف نے بیان کئے ہیں - ان سے ثابت کیا گیا ہے کہ مخالفین کے اعتراضات صداقت سے خالی ہیں۔ ۲ /

عصمت انبیاء عصمت انبیاء کو قرآن کریم سے ثابت کیا گیا ہے اور مخالفین نے جو جو الزامات انبیاء پر لگائے ہیں انکو قرآن کریم سے ہی رد کیا گیا ہے۔ قیمت ۹ /

ملنے کا پتہ:- دفتر بک ڈپو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

دُرِّ امانت

مولوی کنجی احمد صاحب مالاباری اور محمودیوں کی حلفی شہادت

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

یہ وہ قابل عزت الفاظ ہیں جو ایک پاک نفس اور نیک سیرت انسان کی زبان سے بارگاہِ رب العزت میں عجز و عبودیت کے اظہار کے لئے نکلے تھے۔ یہ وہ عظیم الشان مصلح اور نیک سیرت بزرگ تھا۔ جسے خدا کے فضل نے امت محمدیہ کا مسیح بنانے کے لئے منتخب کر لیا تھا۔ تذلل اور خاکساری اُس کی ہر ایک بات اور ہر ایک حرکت میں پائی جاتی تھی۔ وہ اپنے نفس میں کوئی خوبی نہیں دیکھتا تھا۔ اپنے تقویٰ و طہارت پر بھی اُسے کوئی فخر و ناز نہ تھا۔ وہ اپنی ہر ایک بات خدا کے فضل اور رحم کی طرف ہی منسوب کرتا تھا۔ جو لوگ اُسے نبی بنا رہے ہیں بلکہ کل انبیاء سے افضل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم پلہ قرار دیتے ہیں اگر وہ خدا کا جری آج ہم میں زندہ موجود ہوتا۔ تو پھر یہی کہتا ؎

ما ہمہ پیغمبراں را چاکریم ☆ ہمچو خاکے اوفتادہ بر درے
ہر رسولے کو طریق حق نمود ☆ جانِ ما قربان براں حق پرورے

وہ اپنی عزت احمد ہونے میں نہیں بلکہ غلام احمد بننے میں دیکھتا تھا۔ اُسے ایک ہی فکر اور ایک ہی تو لگی ہوئی تھی۔ کہ واحد خدا کا جاہ و جلال دُنیا پر ظاہر ہو۔ اور دُنیا فسق و فجور چھوڑ کر عذاب و آلام سے بچ جائے۔ اور محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ خاتم النبیین ختم المرسلین کی حقانیت اور قرب الٰہی دُنیا پر روشن ہو تاکہ لوگ اُس برگزیدہ الٰہی کے نقش قدم پر چلکر دُنیا اور آخرت میں فلاح پائیں۔ اسے نبوت کا دعوےٰ تو کیا اپنے معصوم ہونے سے بھی انکار تھا۔ وہ تو ایک ہی بات کہتا تھا کہ میں ایک مرد مسلمان ہوں۔ اور خدا نے مجھے اس چودھویں صدی میں خدمت اسلام کے لئے مامور کیا ہے۔ آؤ۔ تم بھی میرے ساتھ خدمت اسلام میں شامل ہو جاؤ۔ لیکن افسوس! آج ایک جماعت جسے اسی خاکساری اور خود انکاری کے مجسمہ کے پیرو ہونے کا دعویٰ ہے اُسکے تعلیم کردہ تمام اخلاق اور تقویٰ اور خدا ترسی کو فراموش کرکے دُنیا کے لئے ایک عذاب بن گئی ہے۔ پیر و مُرید۔ چھوٹے بڑے سب ایک ہی رنگ میں رنگین ہیں۔ کوئی شریف اور نیک آدمی نہیں۔ جو اُن کی زبان و قلم سے بچا ہو۔ کوئی تعلّی نہیں جو یہ نہ کرتے ہوں کوئی افترا نہیں جس سے اُن کا دامن پاک ہو۔ اوروں کے ساتھ تو اُن کے تعلقات کا ذکر فضول ہے۔ جب ایک ہی خدا کے ماننے والے۔ ایک ہی رسول کی امت۔ اور ایک ہی امام کے متبعین بلکہ اس کے عزیز ترین دوست ان کی خود غرضیوں کے شکار ہو گئے ہوں۔ الفضل کے ۲ سال کے پرچے اس بات کا کافی ثبوت ہیں کہ کس قسم کا بُرا مذاق ان لوگوں میں پیدا ہو گیا ہے۔ جس کی دا عہد ذمہ داری خود خلافت مآب اور ایڈیٹر الفضل پر عائد ہوتی ہے۔ اصولوں کی کوئی پرواہ نہیں۔ تلاش ہے۔ تو محض اس امر کی کہ کسی کا کوئی عیب اور کمزوری انہیں معلوم ہو جائے اور وہ اسے اخبار میں درج کر سکیں۔ کوئی نیک انسان اشاعت اسلام کے لئے ساعی ہو۔ تو یہ اُسکے راستہ میں رکاوٹیں پیدا کر سکیں۔ ہر جائز و ناجائز کوشش کیجاتی ہے۔ کہ لوگ اُسکے کام میں امداد نہ دیں۔ اور اس سے بدظن ہو جائیں۔ تاکہ وہ اسلامی خدمت نہ ہو سکے۔ اگر اُنکی مساعی اور کسی طریقے سے بار آور نہ ہو سکیں۔ تو پھر آخری کوشش کیجاتی ہے کہ اُن سے اختلاف رکھنے گورنمنٹ کے ہی معتوب ہو جائیں یا کم از کم گورنمنٹ انہیں مشتبہ کی نظر سے دیکھے۔ مگر دائے ناکامی و نامرادی غرضیکہ بیشمار عجیب عجیب نظارے ہیں جو اُنکے اخبار کے مطالعہ سے نظر آتے ہیں۔ اسلام پر جان و مال قربان کرنے والوں کو جاہ طلب دھوکا باز اور ایمان فروش خطاب دیئے جاتے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں۔ پہلے نیک بندوں کے مخالف اس سے زیادہ اور کونسے الزام اُن پر لگاتے تھے۔ پھر تم میں اور پہلے مخالفین حق میں کیا فرق ہے۔ پہلے بزرگوں کے ذکر کو تو چھوڑو۔ کیا خود مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر لوگ اسی قسم کے الزام نہیں لگاتے تھے۔ لیکن اے مسیح موعود کے نام لیوا ہونے کے مدعی قوم۔ مسیح کے سارے زندگی کے طرز عمل پر غور سے نظر کرکے

دیکھا اس برگزیدۂ خدا کی وہی طرز تھی۔ جو آج تو نے اختیار کر رکھی ہے کیا اُسوقت بھی سلسلہ کے اخبار مخالفین کی ذاتیات پر حملہ کرنے کا یہی طریق اختیار کیا کرتے تھا۔ جو آج الفضل کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکا ہے۔ دیکھو اور غور سے دیکھو۔ قوموں کی ترقی اور پھولنے پھلنے کی یہ علامات اور طریقے نہیں ہوتے دوسروں کی عیب شماری اور نکتہ چینی سے تم نیک اور معصوم قرار نہیں دیئے جا سکتے۔ دیکھو میں تمہیں چیلنج کے رنگ میں کہتا ہوں۔ کہ تم دُنیا کے کسی فرد میں کوئی عیب نہیں دکھا سکتے جو تمہاری جماعت کے ایک فرد میں نہیں۔ بلکہ بہت سے افراد میں نہ پایا جاتا ہو۔ تم کسی مذہب پر کوئی حملہ نہیں کر سکتے جو اُلٹ کر تم پر نہ پڑتا ہو۔ تم کسی چھوٹے سے چھوٹے مذہب کے پیشوا میں کوئی نقص نہیں دکھلا سکتے جو تمہارے مسلمات کی رو سے خود تمہارے پیشوا میں نہ پایا جاتا ہو۔ ایک تازہ مثال کے ذریعہ سے میں تمہیں یہ بات سمجھاتا ہوں:۔

الفضل ۲۳۔ اگست ۱۹ء میں کسی مالاباری نامہ نگار کی ایک چٹھی شائع ہوئی ہے۔ اس میں مولوی کنجی احمد صاحب کے برخلاف بعض شہادتوں کو پیش کرکے یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی گئی ہے۔ کہ مولوی کنجی احمد مبائع تو کیا کبھی احمدی بھی نہ تھے۔ مجھے مولوی کنجی احمد صاحب سے ذاتی تعارف حاصل نہیں۔ مگر میں محمودیوں کی حاصل کردہ شہادتوں کی نوعیت سے خوب واقف ہوں۔ کوئی دو سال ہوئے میاں صاحب کے پٹیالہ کے لکچر کی خوبی کو ظاہر کرنے کے لئے بھی میرے محترم دوست ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب نے دو ملین نہایت قابل شرم شہادتیں شائع کرائی تھیں۔ اور جس جس طرح وہ حاصل کی گئی تھیں۔ میں اس پر پہلے بھی کافی روشنی ڈال چکا ہوں مگر میں پوچھتا ہوں۔ محمودی دوستو! یہ شہادتوں کے پیش کرنے کا شوق اب تم میں کہاں سے پیدا ہو گیا ہے جب اللہ تعالےٰ کا نام لیکر خدا واسطے تم سے کوئی شہادت طلب کی جاتی ہے۔ تو تمہارے ہونٹوں پر مہر خاموشی لگ جاتی ہے۔ اور قرآن کے صاف صاف حکم ولا تکتموا الشہادۃ کی تمہیں کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ حالانکہ شہادت تمہارے اپنے اعتقادات ہی کے متعلق مانگی جاتی ہے۔ جب یہ قادیان سے فرمان جاری ہو جاتا ہے۔ کہ تم شہادت ادا نہ کرو۔ یہاں سے ہی طبع آزمائی ہو جائیگی۔ (مریدوں کے لئے پیر کفارہ ہو جائیگا)۔ لیکن جب کوئی ضرورت نہیں۔ موقع نہیں۔ تم خود بخود شہادتیں دینے کے لئے آموجود ہوتے ہو۔ کیا یہ سبق تم نے عبد اللہ آتھم سے تو نہیں سیکھ لیا۔ پھر یہ شہادتیں جو تم نے بڑی دردسری کرکے فراہم کی ہیں۔ کوئی اصلیت بھی تو نہیں رکھتیں۔ اور ان سے کہاں ثابت ہوتا ہے کہ مولوی کنجی احمد صاحب مبائع نہیں تھے۔ جو الزامات تم نے قائم کئے ہیں اور شہادات سے ان کی توثیق کی ہے۔ وہ حسب ذیل ہیں۔

اعتراض اوّل۔ مولوی کنجی احمد صاحب نے حضرت مرزا صاحب کو کبھی نبی تسلیم نہیں کیا۔ اس لئے وہ کبھی مبائع نہیں ہو سکتا۔

جواب۔ بات تو بالکل درست ہے۔ ہونا تو یہی چاہئے۔ کہ جو شخص مرزا صاحب کی نبوت کو تسلیم نہ کرے۔ اس سے میاں صاحب بیعت نہ لیا کریں۔ مگر جہاں مجھے محمودیت کی بے اصولی پر افسوس ہے۔ وہاں نامہ نگار کی لاعلمی پر بھی حیرت ہے۔ کہ انہوں نے قلم تو ایسے نازک اور ذمہ داری کے مضمون پر اُٹھائی ہے اور اپنے مضمون کو پُر زور اور معتبر بنانے کے لئے بہت سی شہادات اپنی تائید میں پیش کی ہیں۔ لیکن وہ بیچارے محمودیت سے قطعًا بے خبر ہیں۔ انہیں معلوم ہی نہیں کہ محمودیت ابن الوقتی ہے۔ جیسا آدمی اور جیسی بات مناسب وقت دیکھی۔ کہدی۔ پھر اس پر سینکڑوں اعتراض ہوں۔ میاں صاحب چپ ہیں۔ بعض مریدوں نے وہ بات مان لی۔ اور بعض سمجھدار افراد خاموشی سے اپنے سابق اعتقادات پر قائم رہے پھر کبھی مناسبت وقت دیکھا تو میاں صاحب نے اپنی پہلی بات کے برخلاف بات پیش کر دی۔ اب کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کہ فی الواقع میاں صاحب کا مذہب کیا ہے۔ ایک وقت میں حضرت سید محمد احسن صاحب کی خدمت میں لکھ بھیجا۔ کہ اسمہ احمد ایک پیشگوئی ہے اگر اسکے تعیین میں کوئی اختلاف ہو۔ تو میں اسے زیادہ وقعت نہیں دیتا۔ دوسرے وقت ارشاد ہوتا ہے جو اسمہ احمد کی پیشگوئی کو مسیح موعود کے حق میں نہیں بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں سمجھتا ہے وہ دیدہ دانستہ قرآن کی تحریف کرتا ہے۔ رسول کریم کی تکذیب کرتا ہے اور اُس کا شیوہ شیوہ مومنانہ نہیں۔ اب میاں صاحب کے مریدوں میں جو اسمہ احمد والی پیشگوئی کو حضرت رسول کریم کے لئے

سمجھتے ہیں۔ وہ لوگوں کو دم دلاسا دینے کے لئے کہہ دیتے ہیں کہ یہ بھی ایک ہے۔ دوسرے لیکن پیشگوئی ہو اختلاف چنداں اہمیت نہیں رکھتا۔ اور ہم میاں صاحب کے مرید ہو کر بھی اس پیشگوئی کا اصل مصداق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی سمجھتے ہیں۔ دوسرے وہ لوگ جو زیادہ جوشیلے۔ زیادہ جاہل اور متعصب واقع ہوئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ جو اس پیشگوئی کو مرزا صاحب کے لئے نہیں سمجھتا وہ مبائع ہو ہی نہیں سکتا۔ بعینہٖ یہی حال الفضل کے نامہ نگار کا ہے۔ ہمارے مالاباری دوستوں کو شاید علم نہیں کہ مسیح موعود کی نبوت کو ماننا محمودیت کی کوئی لازمی شرط نہیں۔ اور یہ سب مسائل جن پر آئے دن اخباروں میں طول طویل بحثیں ہوتی رہتی ہیں وہ سب میاں صاحب کے نقطۂ خیال میں لغو ہیں۔ محمودیت کی تو ایک ہی شرط ہے۔ کہ میاں محمود احمد صاحب کی بیعت کر لو۔ پھر خواہ کوئی عقیدہ رکھو تم نجات یافتہ ہو۔ اور اگر میاں صاحب کی بیعت نہیں کی۔ خواہ اعمال اور اعتقادات سب اچھے اور درست ہیں صحیح ہیں۔ میاں صاحب کی بیعت نہ کرنیوالا مسیح موعود کا دشمن ہے۔ رسول کریم کا دشمن ہے۔ انبیائے بنی اسرائیل کا عدو ہے۔ خدا سے جنگ کرنیوالا ہے۔ غرضیکہ ہر ایک بُرائی کا وہ مرتکب ہے۔ اور الفضل کے کالم اسکی برائیاں بیان کرنے کے لئے وقف ہیں۔ اور جب ایکدفعہ اُس نے بیعت کر لی۔ خواہ اعتقادات اور اعمال اسکے میاں صاحب سے بالکل مختلف ہوں۔ وہ صالح ہے۔ سعید ہے۔ اور مخلص دوست ہے۔ یہ بیش بندیاں تو میاں صاحب نے سیدنا حضرت مولوی نور الدین صاحب مرحوم و مغفور کی عین حیات میں ہی کر لی تھیں۔ جب انہوں نے حصول خلافت کے لئے منصوبہ بازی کرتے ہوئے لکھا تھا کہ خلیفہ سے اختلاف اعتقاد رکھکر بیعت کی جا سکتی ہے۔ اور پھر انہوں نے ایکدفعہ ایک الزام سے اپنی بریت کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ کہ میں کسی شخص سے اس شرط پر بیعت نہیں لیتا۔ کہ وہ حضرت مرزا صاحب کو نبی مانے۔ سو ہمارے مالاباری دوست کو واضح رہنا چاہئے کہ مسیح موعود کو نبی ماننا محمودیت کے لئے شرط نہیں۔ اسوقت بھی میاں کے مریدوں میں اکثر وہ اصحاب جو خود حضرت مسیح موعود کے صحبت یافتہ ہیں۔ آپ کو نبی نہیں مانتے۔ تو میرے لئے یہ بتانا مشکل ہے کہ وہ میاں صاحب کی بیعت میں کیوں ہیں یا میاں صاحب نے کس مطلب کے لئے اُن کو اپنی بیعت میں رکھ چھوڑا ہے۔ سید حامد شاہ صاحب مرحوم و مغفور جو اس سلسلہ کے مشہور بزرگ تھے۔ ہمیشہ مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مجدد و محدث ہی مانتے رہے۔ اور اُن کے باقی اعتقادات بھی میاں صاحب سے مختلف ہی تھے۔ مگر با ایں ہمہ وہ میاں صاحب کے مرید تھے۔ اگر کوئی ثبوت مطلوب ہو تو شاہ صاحب مرحوم ہمیشہ ایسے غیر احمدیوں کا جو مکفر و مکذب نہ ہوں۔ نماز جنازہ پڑھتے رہے یہی ثبوت ہے اس امر کا۔ کہ وہ مرزا صاحب کو نبی نہیں سمجھتے تھے۔

اعتراض دوئم۔ مولوی کنجی احمد صاحب کہتے ہیں کہ مسیح موعود نے اپنی کتابوں میں پانچ مقامات پر غلط بیانی کی ہے۔ اس لئے وہ مبائع نہیں ہو سکتے۔

جواب۔ مجھے نامہ نگار الفضل سے اتفاق ہے۔ کہ جب مولوی کنجی احمد صاحب یہ بیان کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے پانچ مقامات پر غلطیاں کی ہیں تو وہ مبائع ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ محمودیت کے لئے اور مرزا صاحب کی نبوت کو تسلیم کرنے کے لئے سب سے پہلی یہ شرط ہے کہ تسلیم کر لیا جائے۔ کہ مرزا صاحب نے پانچ نہیں بلکہ پانچ ہزار مقام پر غلطی کی ہے۔ محمودیت کا ابتدائی مرحلہ اور اصل الاصول تو یہی ہے۔ کہ مرزا صاحب ۱۸ سال تک قرآن اور حدیث غلط بیان کرتے رہے۔ اور اپنے الہامات کی غلط تاویلیں کرتے رہے اور بار بار ہر ایک کتاب میں ڈہرا ڈہرا کر لکھتے رہے۔ کہ حضرت عیسےٰ خاتم النبیین ہیں وہ ہرگز ہرگز واپس نہیں آ سکتے۔ آیۃ خاتم النبیین نص صریح ہے۔ اور لا نبی بعدی کی حدیث ایک مشہور عام حدیث ہے۔ محمد صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ خواہ نیا ہو یا پرانا بلکہ نئے پرانے کا تفریق کرنا شرارت ہے کیونکہ آیۃ خاتم النبیین تو نص صریح ہے۔ اور عیسےٰ کی دوبارہ آمد کا قرآن کریم میں کہیں صراحت سے ذکر بھی نہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت قیامت تک قائم ہے۔ اور اُن کا فیض قیامت تک جاری ہے۔ اب کسی نبی کے آنے سے مہر نبوت ٹوٹ جائے گی۔

[illegible] ۳۰۰ - ۱۲ [illegible] نے حملہ کیا۔ [illegible] ساتھ تعمیر کے جا پہنچے۔ دشمن کے نقصان کا صحیح حال معلوم نہیں ہوا۔ وہ جنوب کی سمت میں پسپا ہو گئے۔ دونوں پلٹنا بالوں میں ہمارا نقصان خفیف ہوا۔

امریکن روئی کی پیداوار نہر ہندیہ

کپاس کے خریدار اور کارخانوں کے مالک یہ خبر دلچسپی کے ساتھ سنیں گے۔ کہ نہر ہندیہ کی اراضی پر کچھ عرصہ سے امریکن روئی کی پیداوار میں بہت ترقی ہوئی ہے اور امسال حسب ذیل مقامات پر امریکن کپاس منمنہ حسب ذیل مقدار میں دستیاب ہو سکیگی:-

ابوہر میں ۳۰ ہزار من
کوٹ کپورہ میں ۲۰ ہزار من
مکتسر میں ۱۸ ہزار من

چونکہ سردست مذکورہ بالا مقامات میں سے کسی جگہ بھی کوئی جیننگ فیکٹری (کپاس صاف کرنے کا کارخانہ) نہیں ہے۔ اس لئے ۶ یا ۴ چرخیوں کی ایک فیکٹری مذکورہ بالا مقدار کپاس کے صاف کرنے کیلئے قائم کی جا سکتی ہے محکمہ زراعت پنجاب کی طرف سے ابوہر میں ۴ دسمبر ۱۹۱۹ء کو اور کوٹ کپورہ میں ۸ جنوری ۱۹۲۰ء کو کپاس نیلام کی جائے گی۔ مفصل حال ڈاکٹر کلارک صاحب محکمہ زراعت لاہور سے یا ڈپٹی ڈائرکٹر محکمہ زراعت ہانسی کے پتہ سے معلوم کئے جا سکتے ہیں۔

شرائط صلح سے جرمنوں کا پہلو تہی کرنا

(پیرس ۲۲ - اکتوبر) ہوس ایجنسی مظہر ہے کہ جرمنوں نے سوداگری جہازوں کے متعلق شرائط صلحنامہ کی خلاف ورزی کرنے کا اقدام اس طرح کرنا چاہا تھا کہ اپنے جہاز ہالینڈ کی جہازی کمپنیوں کے پاس اصلی یا فرضی طور پر بیچ کر دیئے تھے۔ مگر مسٹر کلیمنشو نے برزنر کے پاس مراسلہ بھیجا ہے۔ کہ برلن گورنمنٹ کو مطلع کر دے کہ اتحادی طاقتیں دشمن کے جہازوں کے دوران جنگ میں کسی غیر جانبدار طاقت کے ہاتھ فروخت کرنے کو جائز تسلیم نہ کرینگی۔ لہذا سپریم کونسل نے جرمنی سے درخواست کی ہے کہ ۵ جہاز اتحادیوں کے حوالہ کرے۔

ہندوستان کی صنعتی ترقی

(لندن ۱۸ - اکتوبر) سر ٹامس ہالینڈ نے مشترکہ کمیٹی کے سامنے شہادت سکیم اصلاحات ہند کے متعلق دیتے ہوئے جو بیان کیا تھا کہ ہندوستان میں خاطر خواہ صنعتی ترقی نہ ہونے کے وجوہات کیا ہیں۔ اس پر لندن ٹائمز نے ایک طویل آرٹیکل شائع کیا ہے جس میں درج ہے کہ ہندوستان میں جو جدید مسائل درپیش ہیں ان کی وجہ سے ناجائز منافع بکثرت ہونے لگا ہے۔ اس کو روکنے کی ضرورت ہے اس سے پہلے کہ وہ کوئی ایسی خرابی پیدا کرے جس سے تجارتی کاروبار میں بڑا خلل پڑنے کا اندیشہ پیدا ہو جائے۔

جرمن سازش کا انکشاف

(پیرس ۲۲ - اکتوبر) ہوس ایجنسی راوی ہے کہ فرانسیسی پولیس نے سٹراسبرگ میں ایک سیاسی سازش کا سراغ لگایا ہے جس کا منصوبہ جرمن دفتر معاملات خارجیہ میں پکایا گیا تھا وہ یہ کہ صوبجات السیس و لورین کو فرانس کے قبضہ سے نکال کر آزاد غیر جانبدار علاقہ بنانے کے لئے جد و جہد کی جائے سابقہ سٹیٹ ہولڈرز نے اپنے آخری خفیہ جلسہ میں یہ منصوبہ قرار دیا تھا کہ السیس میں فرانسیسی حکومت کے خلاف اخبارات میں ایجیٹیشن بپا کیا جائے۔ اور ۹ - نومبر کو بازاروں سے جلوس نکالا جائے کیونکہ جرمنی میں اسپارٹیسٹ لوگوں کا ہنگامہ بھی اسی روز ہوئے والا تھا۔

جرمنوں کے حامی اخبار نویسوں کو سزائیں

(پیرس ۱۹ - اکتوبر) جس زمانہ میں شمالی فرانس پر جرمنوں کا قبضہ تھا۔ تو گزٹ آرڈینیس نام کا ایک اخبار نکلتا تھا جو جرمن اغراض و مقاصد کا حامی تھا۔ اب جن فرانسیسی مرد اور عورتوں کو جو اس اخبار کا کام کرتے تھے عدالت میں کھڑا کیا گیا تھا ان کو سزائیں ملی ہیں تین شخصوں کے حق میں سزائے موت کا فتویٰ دیا گیا۔ بعد باقیوں کو پانچسال سے سات سال تک مشقت معہ کی سزائے قید کا حکم سنایا گیا۔

میونسپلٹی لاہور میں جبری ابتدائی تعلیم

خوشی کی بات ہے کہ لاہور میونسپلٹی کی طرف سے مفت و لازمی ابتدائی تعلیم کے اجرا کی کارروائی عملی طور پر شروع ہو گئی ہے میونسپل حدود میں سکونت رکھنے والے والدین کا فرض ہوگا۔ کہ چھ سال سے گیارہ برس تک کی عمر کے تمام بچوں کو تعلیم حاصل کرنے کے لئے کسی تسلیم شدہ مدرسہ میں بھیجیں۔ جو بچے چوتھی جماعت تک تعلیم پا چکے یا اس کے برابر پڑھ چکے ہیں۔ وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہونگے۔ جو والدین لازمی تعلیم کے قانون کی تعمیل میں اپنے بچوں کو معقول عذر کے بغیر سکول میں داخل نہیں کریں گے۔ انہیں پانچ روپیہ تک جرمانہ کی سزا دیجا ئیگی۔ اور جو لوگ تعلیم کے وقت میں بچوں سے اجرت یا بغیر اجرت کام لیں گے۔ انہیں ۲۵ روپیہ جرمانہ ہوگا۔

امید ہے کہ لاہور و ملتان میونسپلٹیوں کی طرح دیگر میونسپلٹیاں بھی اس بارہ میں فوری کارروائی کرینگی۔

صاحب ڈپٹی کمشنر امرتسر اور وہاں کی میونسپلٹی نے آئندہ اجلاس کانگریس کے لئے ایچیسن پارک (اور سلہ اسپان) کے میدان کا ایک حصہ دیئے جانے کی منظوری دے دی۔

پشاور سے مارشل لاء کی تنسیخ

مارشل لاء کا اعلان شمال مغربی سرحدی صوبہ کے گزٹ کی غیر معمولی اشاعت مورخہ ۱۰ مئی ۱۹۱۹ء میں کیا گیا تھا۔ ۷ اور ۸ ستمبر ۱۹۱۹ء کی درمیانی رات سے پشاور شہر و چھاؤنی و ضلع پشاور سے مارشل لاء منسوخ کر دیا گیا ہے۔

بولشیوکوں کی پسپائی

شملہ ۲۷ - اکتوبر۔ ایسوسی ایٹڈ پریس کو مندرجہ ذیل تار مورخہ ۲۰ - اکتوبر موصول ہوئی ہے۔

مغربی روس ۱۹ - اکتوبر۔ بولشیوکوں نے علاقہ کراسنا جاکورکا میں ۷ رجمنٹوں کے ساتھ ایک بھاری حملہ کیا ایسٹھونیوں نے اس حملہ کو پسپا کر دیا۔ اور ۱۰۰ قیدی گرفتار کئے اور ۷ کلدار توپوں پر قبضہ کر لیا۔ ایسٹھونی افواج دریائے ویلکایا پر اس کے [illegible] کوڈیر کے ساتھ اتصال سے لیکر جھیل پسکوف تک قابض ہیں۔ بولشیوکس مدعی ہیں کہ انہوں نے اہل پولینڈ سے چھین کر نیپل پر قبضہ کر لیا ہے۔ نیز جنوبی محاذ پر اوریل میں دوبارہ داخل ہو گئے ہیں۔

بولشیوکوں کے تباہ کن جہاز غرق کئے گئے

لنڈن ۲۲ - اکتوبر۔ صیغہ بحری اعلان کرتا ہے کہ چار بولشیوک تباہ کن جہازوں نے ۲۱ - اکتوبر کو ان ایسٹھونی جہازوں اور برٹش تباہ کن جہازوں پر جو خلیج کیپوریا میں پڑے ہوئے تھے۔ حملہ کرنے کی کوشش کی۔ اور وہ بولشیوک تباہ کن جہاز غرق کر دیئے گئے۔ اور ۱۶ - اشخاص کو بچا لیا گیا۔ برطانیوں اور ایسٹھونیوں کا کوئی نقصان جان نہیں ہوا۔

پیٹرو گریڈ پر پیش قدمی

لنڈن ۲۱ - اکتوبر۔ ہلسنگ فورس ۲۰ - اکتوبر۔ سپاہ شمال مغربی کل پولکوونا پر متصرف ہو گئی۔ جو پیٹرو گریڈ سے جنوب میں دس میل کی مسافت پر واقع ہے۔ جنرل ملاڈمیر وف جو حال میں پیٹرو گریڈ سے بچ کر آیا ہے اور دارالسلطنت پیٹرو گرید کے عنقریب مفتوح ہونے کے خیال سے گورنر جنرل مامور کر دیا گیا ہے۔

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲ ضابطہ دیوانی

بعدالت جناب شیخ عبدالرحمن صاحب منصف درجہ دوئم مظفر گڈھ

نمبر مقدمہ ۱۲۴۰

مسماۃ جندن دختر جان ذات [illegible] بنام اللہ بخش ولد احمد بخش ذات لنگریال سکنہ عثمان سودیہ تحصیل مظفر گڈھ مدعیہ — لنگڑیال سکنہ لنگڑیال تحصیل مظفر گڈھ۔ مدعا علیہ

دعوے دخلیابی

اس مقدمہ میں درخواست مدعیہ سے پایا جاتا ہے کہ مدعا علیہ کے نام دو مرتبہ سمن جاری ہوئے۔ مدعا علیہ تعمیل سمن سے گریز کرتا ہے۔ اور اپنے اوپر تعمیل سمن کی نہیں ہونے دیتا ہے اس لئے اشتہار ہذا جاری کیا جاتا ہے کہ اگر مدعا علیہ بتاریخ ۵ نومبر ۱۹۱۹ء کو حاضر عدالت نہ ہوا۔ تو اسکی نسبت کارروائی یکطرفہ کی جاویگی۔ تحریر ۱۷ [illegible] ۱۹

آج بدستخط میرے اور مہر عدالت جاری کیا گیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۷ یکشنبہ مورخہ ۲ نومبر سنہ ۱۹۱۹ء نمبر ۳۱

"دعوت عمل"

اُٹھئے کہ اب تو لذت خواب سحر گئی

(۲)

فی زمانناتبلیغ اسلام میں بڑی مشکلیں یہ ہیں :-

(۱) مسلمانوں کے باہمی تنازعات انہیں آپس میں دست و گریبان رکھتے ہیں ؛

(۲) قابل مبلغ نہیں ملتے ؛

(۳) قوم میں کوئی نظام نہیں ؛

(۴) مسلمانوں میں علوم مذہبی سے بے پروائی ہے ؛

(۵) افلاس ؛

پہلی مشکل کے متعلق خود ہمارے محترم معاصر "وکیل" کو بھی اعتراف ہے۔ چنانچہ وہ شکوہ سنج ہے کہ " دیوبند و قادیان میں مباہلہ و مجادلہ کا بازار گرم ہے۔ "اہلحدیث" و "اہل فقہ" باہم دست و گریبان ہیں۔ شیعہ و سنی کے درمیان منازعات کی گرم بازاری ہے"، لیکن باوجود اس گلہ کے "وکیل" نے نہایت شرح صدر کے ساتھ یہ اعتراف بھی کیا ہے۔ کہ "ہم دیکھتے ہیں کہ دو مختصر احمدی جماعتیں اسلام کے متعلق غلط فہمیوں کے ارتفاع میں کرامت انگیز طریق پر کامیاب ہو رہی ہیں اور راستی پسند یورپین اور بالخصوص انگریز ان کے مواعظ حسنہ کے سامنے رفتہ رفتہ سر تسلیم خم کر رہے ہیں" اس سے ظاہر ہے کہ قادیان کے بزرگ باوجود دیوبند کے ساتھ مجادلہ و مباہلہ کے کچھ نہ کچھ تبلیغ اسلام کا کام بھی کرتے ہیں۔ مگر دوسری طرف سے صرف مجادلہ و مقابلہ پر ہی اکتفا ہے آخر اس کی وجہ کیا ہے ؟ لڑنا۔ جھگڑنا تو بہرحال قابل نفرت ہے۔ مگر جو شخص لڑائی جھگڑے کے ساتھ کچھ نہ کچھ اصل کام بھی کرتا رہتا ہے۔ وہ اس سے بہتر ہے جو محض لڑائی جھگڑے پر ہی ادھار کھا کے بیٹھا ہے۔ قادیانی جماعت جس ادھیڑپن سے لوگوں کے منہ آتی رہتی ہے وہ قابل تحسین نہیں۔ لیکن باوجود اس کے ان کی مساعی تبلیغ اسلام "وکیل" کو قابل داد نظر آتی ہیں۔ اور اگر اہل دیوبند بھی کوئی کام کرتے ہوتے تو یقیناً معاصر موصوف کو ان کے حق میں کلمہ خیر کہنے میں دریغ نہیں ہو سکتا تھا بہرحال یہ ایک امر مسلم ہے کہ احمدی جماعت اگر لڑتی جھگڑتی ہے تو ساتھ ہی کچھ کام بھی کرتی ہے۔ اور دوسرے مسلمان ہات پر ہات دھرے بیٹھے ہیں۔ اس کی وجہ ہمارے نزدیک اور کچھ نہیں۔ اس جماعت نے مجدد وقت کی صحبت سے فیض پایا ہے۔ اور اس کے انفاس عیسوی سے ایک تازہ زندگی حاصل کی ہے۔ اس جماعت کے لوگ مذہب کی حقیقت سے آگاہ ہیں اور ان کے دلوں میں اشاعت اسلام کی ایک آگ لگی ہوئی ہے جو انہیں نچلا نہیں بیٹھنے دیتی۔ یہی وجہ ہے کہ انکے نوجوان جہاں علوم مروجہ میں دستگاہ رکھتے ہیں۔ وہاں علوم دینیہ میں بھی مہارت پیدا کرنے کے شائق ہیں۔ اور اشاعت اسلام کا ولولہ ان کے دلوں میں اس قدر پیدا ہو چکا ہے کہ وہ سرکاری ملازمتوں کو چھوڑ کر تبلیغ اسلام کے لئے اپنی زندگی وقف کرتے ہیں۔ دنیا کا جاہ و جلال اور مال و حرص ان کے لئے سد راہ نہیں۔ بلکہ وہ اعلے درجہ کی علمی اور قانونی ڈگریاں حاصل کر کے جن کے ساتھ دنیا کے مال و متاع کے بہترین امکانات وابستہ ہیں۔ اپنے آپ کو ہمہ تن دین کی خدمت میں لگا دیتے ہیں کیونکہ وہ ایک مقدس انسان کے ہات پر عہد کر چکے ہیں۔ کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کریں گے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ان کے نوجوان اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر سات سمندر پار تبلیغ اسلام کے لئے جاتے ہیں۔ اور وہاں جا کر اپنے نیک سیرت و سریرت کی بدولت ان آلایشوں سے پاک و صاف رہتے ہیں۔ جنہوں نے ہندوستان کے بہت سے گھرانوں کو تباہ کیا۔ اس کے علاوہ احمدی جماعت کا بچہ بچہ مذہبی آب و ہوا میں پرورش پاتا ہے اس لئے قدرتی طور پر اس کے اندر تبلیغ اسلام کی روح اوائل عمر سے پھونکی جاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس کے معلومات مذہبی دوسرے مسلمانوں سے نسبتاً وسیع ہوتے ہیں۔ اسی لئے احمدی جماعت کے ممبر غیر مذاہب کے ساتھ مناظرہ اور مباحثہ میں ہمیشہ کامیاب رہتے ہیں اور حضرات تو احمدیوں کے ساتھ مناظرہ کرنے سے کانوں پر ہات دھرتے ہیں۔ کیونکہ اس نئے علم کلام نے جن کے ایجاد کا سہرا اس زمانہ کے مجدد کے سر ہے عیسائیت کے تار و پود کو بکھیر دیا ہے۔ حضرت مسیح موعود کے دعوی نے احمدیوں کو تقریباً تمام اسلامی لٹریچر کی ڈالی ڈالی پر پھرا دیا ہے انہوں نے مخالفین کے جواب دینے کے لئے پتہ پتہ چھان مارا۔ اور ہر ایک اسلامی مسئلہ کا پتہ پتال تک سے لے آتے ہیں۔ اس لئے ان کے علوم دینیہ میں ایک خاص شان پیدا ہو گئی ہے اور وہ مذہبی تحقیقات کے میدان کے مرد بن چکے ہیں ؛

ان خوبیوں سے قطع نظر ان کے ہاں ایک باقاعدہ نظام ہے۔ جس کے ماتحت وہ مصروف کار ہیں۔ اور خوش قسمتی سے اس نظام میں مذہبی عصبیت کا عنصر بھی موجود ہے ہر ایک احمدی کا یہ ایمان ہے۔ کہ انہوں نے یہ کام اور یہ نظام اپنی مرضی سے اختیار نہیں کیا۔ بلکہ قرآن مجید کے حکم کے مطابق اور ایک خدا کے برگزیدہ مامور کی وحی تازہ کے ماتحت اختیار کیا ہے۔ جس کے ساتھ اللہ تعالے کے بڑے بڑے وعدے ہیں۔ اس لئے انہیں اپنی کامیابی کا یقین ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ کامیاب ہوا ہے۔ جس کا اعتراف ہر منصف مزاج کو ہوگا ؛

اشاعت اسلام میں کامیابی کے لئے مذہبی عقیدت و عصبیت کا ہونا بھی لازمی ہے۔ چنانچہ پچھلے دنوں سوئٹزرلینڈ کی جنیوا یونیورسٹی کے ایک مشہور محقق و مستشرق نے پیرس کے فرانس کالج میں اشاعت اسلام پر لیکچر دیتے ہوئے بیان کیا تھا۔ کہ اسلام کا اس قدر جلد اکناف عالم میں پھیل جانے کا سب سے بڑا سبب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے پیروؤں کا اخلاص اور شدت اعتقاد مذہبی ہے۔ اور آج بھی ہم دیکھتے ہیں کہ وہی جماعت اسلام میں کامیاب ہوتی ہے۔ جس کے دلوں میں ایک مامور نے مذہبی عقیدت و عصبیت نفخ کردی علامہ شبلی مرحوم فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر ہم مسلمان طلباء کو انگریزی تعلیم سے محض نا آشنا رکھتے ہیں۔ تو ان میں ذہنی نکاست دستیاب ہوتا ہے۔ جو پرانے زمانہ کے دقیانوسی ملاؤں کا حصہ خاص ہے۔ اور جس سے اسلام کو سخت نقصان پہنچا ہے۔ اور اگر ان کو انگریزی تعلیم کا ذرا چھینٹا دیا جائے۔ تو وہ اس قدر آزاد خیال ہو جاتے ہیں کہ مذہب کی ضرورت کو ہی تسلیم نہیں کرتے۔ ضرورت تو درکنار۔ مگر ہاں احمدی جماعت کے نوجوان باوجود علوم زمانہ میں مہارت کامل رکھنے کے مذہبی عصبیت سے رنگین بھی ہوتے ہیں۔ اور شعار اسلام کی عزت بھی کرتے ہیں چنانچہ علامہ موصوف نے خواجہ صاحب کی تبلیغ اسلام پر اپنے دلی خیالات کی ترجمانی کا حق یہ مشہور شعر پڑھ کر کیا تھا ؎

> کاش اس زمرۂ زہاد سے اٹھتا نہ کوئی
> کچھ ہوئے تو یہی رندان قدح خوار ہوئے

شبلی مرحوم کا یہ خیال بالکل درست ہے اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ احمدی حضرات نے ایک مجدد وقت کی صحبت سے فیض پایا ہے۔ جس نے انکے دلوں میں اسلام کی حقانیت و صداقت کی روح پھونک دی اور یہی روح آج کام کر رہی ہے ؛ غرض احمدی جماعت تبلیغ اسلام کے لئے خصوصیت سے اہل ہے۔ کیونکہ ان میں تقریباً تمام صفات پائی جاتی ہیں جو اشاعت اسلام کے کام میں کامیابی کے لئے ضروری ہیں :-

(۱) ان میں قابل مبلغ پیدا ہوتے رہتے ہیں ؛

(۲) ان میں ایک نظام موجود ہے ؛

(۳) ان میں مذہبی علوم کا شوق ہے ؛

(۴) ان میں مذہب کے لئے حمیت و غیرت ہے ؛

(۵) ہاں افلاس ان کے حصہ میں قومی ترکہ کے لحاظ سے آیا ہے مگر ایثار کی روح اس کا جال ہے ؛

مختصر یہ کہ احمدی جماعت تبلیغ ہدایت کے لئے وقف ہو چکی ہے۔ اور قرآن مجید کا مفہوم بھی یہی ہے کہ مسلمانوں میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے۔ تمام مسلمانوں کا صرف ایک کام پر ہی لگ جانا تقسیم عمل کے زریں اصول کے خلاف ہے۔ اس لئے ہماری رائے ناقص میں تو مسلمانوں کو تبلیغ اسلام کے لئے اس جماعت کو اپنا قائمقام بنانا چاہئے اور اس کی امداد کرنی چاہئے ؛

مولوی سرفراز حسین صاحب کا مجوزہ مشن خدا کرے کہ کامیاب ہو۔ مگر جن مشکلات کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ وہ غالباً اس سے مستثنے نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کیا ضرورت پڑی ہے کہ ایک نئے کام کو نئے ہاتھوں سے شروع کیا جائے۔ جبکہ یہ کام ایک جماعت کر رہی ہے۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام عنقریب امریکہ و یورپ کے ممالک میں مشن قائم کرنے والی ہے۔ اس کے لئے قابل مبلغ تیار ہو رہے ہیں۔ اور بعض تیار ہیں۔ اس لئے ہمارے نزدیک تو یہی مناسب ہے کہ تمام مسلمان اپنی متفقہ کوشش سے اس کام میں انجمن کا ہاتھ بٹائیں۔

مولوی سرفراز حسین صاحب کی قابلیت سے ہمیں انکار نہیں۔ اور نہ ہمارا منشا ہے کہ ان کو کام سے روکا جائے لیکن جو مشکلات ہیں ان کا ابھی سے اندازہ کرنا چاہئے ؛

واقعی یہ آخری زمانہ ہے

پادری پی۔ سی۔ ایل صاحب نے پرچہ نور افشاں مورخہ ۳۰ اکتوبر ۱۹۱۹ء میں "کیا یہ آخری زمانہ ہے" کے عنوان سے عجیب عجیب انکشافات کئے ہیں۔ اس مضمون کو پڑھکر بے اختیار ہماری زبان سے یہ نکل جاتا ہے۔ کہ عیسائیوں کے لئے فی الواقع یہ آخری زمانہ ہے۔ کیونکہ انسانوں کی سطح ذہنی اب ابطال تثلیث اور خرافات کفارہ سے بہت بلند ہو رہی ہے۔ اور بائیبل کے قصے اور کہانیاں صرف سکول کے چھوٹے بچوں کی تفریح طبع کے لئے ہی موزون ہو سکتی ہیں۔ فلسفیانہ دماغ اپنے اوقات گرامی کو ان بازاری ڈھکوسلوں کے مطالعہ میں صرف کرنا قوائے عالیہ کی تحقیر جانتا ہے۔ سب سے پہلے عیسائیت سے بدظن خود ممالک مغربیہ ہی ہوئے ہیں۔ اور ہم جو آئے دن عیسائی مشنریوں کو گلے پھاڑ پھاڑ کر ہر جگہ وعظ کرتے دیکھتے ہیں تو حقیقتہ وہ صداقت کو پھیلانے اور حقیقت کو بے نقاب کرنے کے مدعی نہیں ہوتے۔ بلکہ پیٹ کی خاطر اور جیب تمنا کو گوہر مقصود سے پر کرنے کے لئے اپنے ضمیر کے خلاف زبان کو زبان جنبش دیتے ہیں۔ یہ راز خود پادری صاحب نے ہمیں بتلایا ہے۔ آپ لکھتے ہیں :-

"ہمارے خداوند کا کنواری سے پیدا ہونا اور اسکی قیامت اور اس کا بے چوک علم بے بنیاد تصور کیا جاتا ہے۔ طلباء علم الہی کے مدرسوں میں داخل ہوتے وقت کچھ تو ایمان رکھتے ہیں۔ مگر وہ پر یہ بند نکلتے ہیں اور پھر بھی انجیل کی بشارت دینے کے لئے مشنری کی حیثیت سے بھیجے جاتے ہیں"۔

یہ ہے پادریوں کا فوٹو جو ایک پادری فوٹوگرافر نے ہمارے سامنے کھینچکر رکھ دیا ہے۔ پادری صاحب موصوف دنیا کی موجودہ مشکلات اور مصائب کی ذمہ وار دو باتوں کو قرار دیتے ہیں۔ اور انہی دو باتوں کا مجموعہ ہمارے نزدیک عیسائیت ہے۔ وہ فرماتے ہیں :- "فی زمانناانسانی زندگی میں دو صورتیں صاف طور سے نمایاں ہیں ایک تو ہے خدا سے انحراف اور سرکشی اور دوسری ہے انسانیت کو خدا کا درجہ دینا اور معبود بنانا"۔ اب کون نہیں جانتا کہ خدائے حقیقی سے انحراف کر کے اس کے ایک بندے مسیح کو عیسائیوں نے خدا بنا کر اپنا معبود حقیقی گردان لیا ہے۔ کیا مسلمان ان پادریوں کی ان مایوسیوں اور پژمردگیوں سے فائدہ اٹھا کر دین قیم کو پھیلانے اور عیسائیت کے ٹمٹماتے چراغ کو بجھا کر اسلام کے آفتاب عالمتاب سے دنیا میں ضیا پاشی کرنے کا تہیہ نہ کرینگے ؟ کیا خدائے واحد کے پرستار رہبروں کو مذہبی سٹیجوں سے اتار کر خود انکی جگہ پر ایستادہ ہو کر دنیا کو دعوت الی الحق نہ دینگے ؟ جب ضمیر کش دھوکے باز۔ فریبی اور مکار محض اپنی چرب زبانی اور جادو بیانی سے اپنی غلط تعلیم کا اثر دلوں پر بٹھا دیتے ہیں تو کیا راستگو پاک سیرت انسان دنیا میں حق کی تلقین کرنے میں ناکام رہینگے ؟ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ "قل جاء الحق وزھق الباطل" کی عملی تفسیر دیکھنے کی آنکھیں منتظر ہیں

مراسلات

مولوی کنجی احمد صاحب مالاباری اور محمودیوں کی حلفی شہادت

(گذشتہ سے پیوستہ)

اعتراض سوم

مولوی کنجی احمد صاحب کہتے ہیں کہ اسم اللہ کو تفخیم کے ساتھ پڑھنا غلط ہے۔ ایسا پڑھنے والا کافر ہے۔

جواب

مولوی احمد صاحب کے دیئے ہوئے فتوی کفر پر تمہیں تعجب کیوں آیا جبکہ خود تمہارے فتوے کفر سے کوئی مسلمان نہیں بچا۔ مولوی احمد صاحب تو اس شخص کو کافر کہتے ہیں۔ جو اللہ کو مفخم پڑھتا ہو۔ اور تکفیر بازی کی لعنت شاید صحبت کی وجہ سے اُن کے بھی شامل ہو گئی ہو مگر تم خدا کو ایک ماننے والوں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانیوالوں مسیح موعود کو بزرگ اور مجدد جاننے والوں۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند لوگوں کی تکفیر سے کبھی نہیں ڈرتے۔ تم میں سے تقریباً ہر ایک شخص کو علم ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میرے نہ ماننے سے کوئی شخص کافر نہیں قرار دیا جاسکتا۔ لیکن تم اپنے پیر کی بات کی پچ کرکے خدا کے مسیح کے طیب کلمات کی پرواہ نہیں کرتے۔ پیر پرستی تمہارے رگ و ریشہ میں سرایت کر گئی ہے۔ اس نے تمہارے دلوں کو حق کو قبول کرنے سے روک رکھا ہے۔ محمودیوں کی تقریر و تحریر کا اعتبار دنیا سے اُٹھ چکا ہے اور خود بھی تمہیں اقرار ہے کہ بہت سی مضحکہ خیز باتیں تمہارے رسائل میں موجود ہیں۔ میں تمہارے لگائے ہوئے الزامات کو تامل سے قبول کرتا ہوں۔ اگر یہ فی الواقعہ درست ہے۔ کہ مولوی کنجی احمد صاحب بے وجہ مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں۔ وہ اس سے توبہ کر لیں گے۔ کیونکہ تکفیر بازی ایک لعنت ہے حضرت مسیح موعودؑ کا تو ارشاد ہے کہ جس میں ننانویں وجوہ کفر کی اور ایک وجہ اسلام کی پائی جاوے اُسکو بھی کافر قرار نہ دو۔ لیکن محمودی دوستو! یہ بات تمہارے منہ سے زیب نہیں دیتی کیونکہ تکفیر بازی کا مرض تم میں اور تمہارے پیر میں سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ خدا تمہیں راہ ہدایت نصیب کرے۔

اعتراض چہارم

مولوی کنجی احمد صاحب کہتے ہیں۔ مسیح موعودؑ نے اگر نبوت کا دعوے کیا ہے۔ تو وہ دجال ہیں۔

جواب

اس اعتراض سے اس بیگانگی اور دوری کا اندازہ ہوتا ہے جو محمودیوں کو اسلام سے ہے۔ اور اس بیزاری اور دشمنی کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ جو ان لوگوں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک اور مبارک اقوال سے ہے۔ یہ نبوت۔ اسمہ احمد اور کفر بازی کے مسائل ابتداء میں خواہ کسی ہی مصلحت اور مطلب براری کے لئے میاں صاحب اور انکی خفیہ کمیٹی نے اختراع کئے ہوں۔ مگر اب معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان مسائل سے کیا کیا نتیجے پیدا ہوئے ہیں۔ مبائع سے خود اُن کے لوگ کسی حق بات کی توقع نہیں کرتے۔ اگر مولوی کنجی احمد صاحب نے مدعی نبوت کو کافر دجال کہدیا تو کیا غلط کہا۔ سرور کائنات فخر موجودات (فداہ ابی و امی) سے حدیث صحیح میں آیا ہے۔ **سیکون فی امتی ثلثون کذابون دجالون کلھم یزعم انہ نبی اللہ الا انا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔** یعنی میری امت میں تیس کے قریب دجال کذاب ہونگے۔ جو اپنے تئیں نبی خیال کریں گے۔ یاد رکھو۔ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ خود مسیح موعودؑ نے اس حدیث کو صحیح تسلیم فرمایا ہے۔ اور متعدد موقعوں پر اس سے استدلال کیا ہے اور لکھا ہے۔ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعوے کرے۔ وہ کافر دجال اور کذاب ہے۔ اور میں اُس پر اور اسکے اعوان پر لعنت بھیجتا

سمجھا۔ لیکن اگر مولوی کنجی احمد صاحب کے قول کی حقانیت کو نظر انداز کرکے تم اس سے یہ نتیجہ نکالنا چاہتے ہو کہ مولوی صاحب مبائع نہیں تھے۔ تو یہ نتیجہ بھی غلط ہے کیونکہ میں ثابت کر چکا ہوں کہ مسیح موعودؑ کو نبی ماننا مبائع ہونے کے لئے شرط نہیں۔ اس قسم کے کلمات ہم ہمیشہ مبائعین میاں صاحب سے سنتے ہیں۔ جو لوگ ان میں سے مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتے۔ اُن سے اُن کی آپس میں ہمیشہ بحثیں ہوتی رہتی ہیں۔ آخر مرزا صاحب کو نبی نہ ماننے کی ... بنا تو یہی پڑتی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی نہیں آ سکتا۔ اور اس حدیث سے استدلال بھی کیا جاتا ہے۔ ایسا ہی مولوی کنجی احمد صاحب نے بھی ... آکر کہدیا ہوگا۔

لطیفہ

ان شہادتوں میں ایک شہادت پی۔ مدار عبداللہ صاحب پنیکاڈی مالاباری کی ہے۔ جس کی شہادت کو نامہ نگار نے بڑے زور سے بیان کیا ہے۔ اور انہوں نے بھی اپنی شہادت کی وقعت اور اہمیت کو زیادہ کرنے کے لئے یہ الفاظ لکھے ہیں۔ "میں بھی ان کے (مولوی کنجی احمد صاحب) نہایت ہی گہرے دوستوں میں تھا۔ بلکہ اُن کے داہنے ہاتھ کی طرح تھا۔" اللہ اکبر۔ ایسے معتبر اور واقف حال شخص کی شہادت پر کون شخص ایمان نہ لائے۔ مگر یہ وہ شہادت ہے۔ جس نے اس محنت سے تیار کئے ہوئے تار و پود کو منتشر کر دیا ہے۔ اس سے محمودیوں کی حلفی شہادتوں کی حقیقت بھی ظاہر ہوتی ہے وہ اپنی شہادت میں حلفاً بیان کرتے ہیں۔ "پہلے مولوی کنجی احمد صاحب کہا کرتے تھے۔ کہ مسیح موعودؑ کا نہ ماننے والا کافر ہے۔ اب کہتے ہیں کہ نہ ماننے والا کسی صورت میں کافر نہیں ہوسکتا۔" اس ایک شہادت نے باقی سب شہادتوں کو رد کر دیا ہے۔ خواہ اس حلفی شہادت کو غلط قرار دیکر پی۔ مدار عبداللہ صاحب کو جھوٹا قرار دو خواہ دوسرے نو اشخاص کی کذب بیانی کی تصدیق کرو۔ کیونکہ اس ایک شہادت سے نہایت کھلے طور سے ثابت ہو گیا کہ مولوی کنجی احمد صاحب نہایت پکے محمودی تھے۔ کیونکہ ہماری جماعت میں کوئی ایسا شخص نہیں۔ جو مسیح موعودؑ کے نہ ماننے والوں کو باستثناء مکفرین و مکذبین کے کافر کہے۔ یہ فتوے تکفیر عام محض غالی محمودیوں کا ہی کام ہے پھر جبکہ مولوی کنجی احمد صاحب مسیح موعودؑ کے نہ ماننے والوں کو کافر کہتے تھے۔ تو یہ ضروری بات ہے کہ وہ مسیح موعودؑ کو نبی سمجھتے تھے۔ کیونکہ یہ دونوں باتیں ایکدوسرے سے جدا ہو ہی نہیں سکتیں جو شخص ان دونوں میں سے ایک بات کو مانتا ہے۔ اسے لازمی طور سے دوسری بات ماننی پڑتی ہے یہ ناممکن ہے۔ کہ ایک شخص مرزا صاحب کے نہ ماننے والوں کو کافر کہے۔ اور وہ مرزا صاحب کو نبی نہ مانتا ہو۔ پس تمہاری شہادتوں سے ہی بدیہی طور سے ثابت ہو گیا کہ مولوی کنجی احمد صاحب ایک نہایت غالی محمودی تھے۔ اور تمہارے لگائے ہوئے الزامات بالکل بے بنیاد ہیں۔ کیوں نامہ نگار صاحب۔ کس برتے پر آپ نے یہ شہادتیں پیش کی تھیں کیوں ایڈیٹر صاحب الفضل یہ "غیر مبائعین کے مایہ ناز مولوی کی حقیقت" ہے یا آپ کے "مبائع دوستوں کی دروغ حلفی کی قابل شرم حقیقت شہادت" اب فرمایئے کہ پی مدار صاحب عبداللہ جھوٹے ہیں یا باقی کے لوگ۔ مولوی نور الدین صاحب مرحوم سچ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی کسی شخص پر جھوٹے الزام لگاتا ہے۔ وہ نہیں مرتا۔ جبتک کہ وہی الزام اُس پر بھی عاید نہ ہو جائے۔

ہم الزام اُن کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

محمودی دوستو! ڈرو۔ اور تقوے کے طریق کو اختیار کرو۔

اعتراض پنجم

جھوٹ بولنا ان (مولوی کنجی احمد صاحب) کے نزدیک معمولی چیز ہے۔

جواب

یہ ایک ایسا حملہ ہے۔ جو مولوی صاحب کی ذات تک محدود ہے۔ اگر نامہ نگار الفضل یا شہادت ادا کرنے والے مہربان کسی خاص واقعہ کا ذکر فرماتے۔ تو شاید مولوی صاحب خود ہی اس کے متعلق لکھنے کی تکلیف گوارا فرماتے۔ کسی شخص کی نسبت یہ کہنا کہ وہ جھوٹا ہے۔ بڑا آسان ہے لیکن واقعات سے ثبوت دینا بڑا مشکل ہے۔ خود ہمارے مرشد سیدنا حضرت مسیح موعودؑ ... کو ... کہتے

تھے۔ تو کیا اُن کے کہنے سے ہم حضرت مسیح موعودؑ کو نعوذ باللہ جھوٹا سمجھ لیتے۔ پھر ہمارے دوست کو یہ بھی یاد رکھنا چاہئے۔ کہ انسان کمزوریوں سے خالی نہیں دوسروں کی اس قسم کی کمزوریوں کو پبلک میں شائع کرنا آپ جیسے تقوے میں زیادتی نہیں کر سکتا۔ اپنے گواہوں کی حلفی شہادت کی حقیقت تو آپ کو معلوم ہو گئی۔ مگر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ آپ کی جماعت میں بہت کم ایسے لوگ ہیں۔ جو جھوٹ نہیں بولتے۔ آپ ایک دفعہ میاں صاحب سے اعلان کروا دیں۔ کہ جو شخص اُن کی جماعت میں سے جھوٹ بولیگا۔ وہ جماعت سے خارج کر دیا جاویگا۔ پھر ہم ان محمودیوں کی فہرست مع ثبوت پیش کر دیں گے۔ جن کی چوٹی پر جناب میاں صاحب کا نام ہوگا۔ شاید ہمارے محمودی دوستوں کو یاد ہوگا۔ کہ القول الفصل لکھتے وقت میاں صاحب نے لکھا تھا۔ کہ حضرت صاحب نے تبدیلی عقیدہ ۱۹۰۲ء میں کی۔ کیونکہ تریاق القلوب ۱۹۰۲ء میں شائع ہو چکی تھی۔ لیکن بعد میں ہماری جماعت کے اعتراضات سے اُنہیں معلوم ہوا۔ کہ اس سے تو کچھ فائدہ حاصل نہ ہوا۔ بات تو وہیں کی وہیں رہی۔ اس لئے حقیقۃ النبوت لکھتے وقت تحریر فرماتے ہیں۔ کہ تریاق القلوب ۱۹۰۰ء کی تصنیف ہے۔ اور یہ بات مجھے القول الفصل لکھتے وقت بھی معلوم تھی۔ لیکن میں نے بحث میں پڑ جانے کے ڈر سے لکھدیا تھا۔ کہ تریاق القلوب ۱۹۰۲ء کی تصنیف ہے۔ غور کرو کوئی خدا سے ڈرتا ہے کوئی حاکم سے ڈر کر جھوٹ بولتا ہے۔ لیکن ہمارے اولوالعزم میاں صاحب بحث کے ڈر سے ہی جھوٹ بولدیتے ہیں۔ کیوں ایڈیٹر صاحب الفضل کیا یہی تفسیر ہے نہ۔ انک لعلی خلق عظیم کی۔ لیکن حق بات یہ ہے۔ کہ کسی ایک شخص کے بُرا ہونے سے وہ جماعت ہی بُری نہیں سمجھی جاسکتی۔ نہ ایک شخص کے اچھا ہونے سے تمام جماعت کو نیک سمجھا جاسکتا ہے جماعتوں میں اچھے بُرے سب ہی قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ قرون اولیٰ میں ہی دیکھو۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے ایک لاکھ حدیث جمع کی اور اس میں سے محض چار ہزار کو صحیح تسلیم کیا۔ کیا امام بخاری رح نے ان لوگوں پر کوئی فتوے لگایا تھا یا آپ اب لگاتے ہیں۔ بات یہ ہے۔ کہ اعمال کی بنیاد تو بیشک اعتقادات پر ہے۔ لیکن کمزوریاں بھی انسان کے لاحق حال ہوتی ہیں ان کمزوریوں کی وجہ سے کسی شخص کو یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ وہ احمدی نہیں۔ وہ مسلمان نہیں۔ خدا کی ذات ستار و غفار ہے۔ بڑی رؤف الرحیم ہے۔ جب وہ پردہ پوشی کرتا ہے تو بندوں کے لئے زیبا نہیں کہ دوسروں کی اس طرح سے عیب جوئی کریں۔ **تخلقوا باخلاق اللہ** اگر اس طرح عیب جوئی اور نکتہ چینی کرکے تم لوگوں کے مذاہب قائم کرو۔ تو شاید تمہاری جماعت میں ایک فرد بھی نہ رہجاوے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے پارسا انسان کا قول ہے۔ کہ اگر میرا کوئی دوست شراب پیئے ہوئے بازار میں پڑا ہو۔ تو میں اُسے اپنے کندھوں پر اٹھا کر لے آؤں۔ کیا رحیم کریم ہے وہ ذات جس کی پیروی کا آپ کو دعوے ہے اور کیا ہیں آپ کہ دوسروں کے ... کی شہادتیں دلواتے ہیں۔ **فلا تزکوا انفسکم ھو اعلم بمن اتقی۔**

مجھے افسوس ہے۔ کہ مضمون ضرورت سے زیادہ لمبا ہو گیا۔ مگر میں اپنے محمودی دوستوں کی خدمت میں چند اور باتیں عرض کرنی چاہتا ہوں۔ دیکھو! عیب جوئی پسندیدہ طریق نہیں۔ کل تک تم نے مولوی کنجی احمد صاحب کے خلاف کوئی آواز نہ اٹھائی لیکن آج کہ وہ تمہاری جماعت سے علیحدہ ہو گئے۔ تمہیں اُنکی ہر ایک بات عیب دکھائی دینے لگی۔ یہانتک کہ تم نے اُن کی عیب شماری کے لئے حلف اُٹھائی۔ دیکھو حضرت مسیح موعودؑ اور مولوی نور الدین صاحبؓ کے زمانہ میں احمدیوں کے تقوے اور پارسائی کی جو عظمت اور رعب تھا۔ وہ اب رفتہ رفتہ دلوں سے اُٹھ رہا ہے۔ باہمی خانہ جنگی میں بیشمار روپیہ اور طاقت صرف ہو رہی ہے۔ جو اگر اسلام پر حملہ کرنے والوں کے برخلاف خرچ ہوتا۔ تو بڑی عظیم الشان کامیابیوں کی توقع ہوسکتی تھی۔ لیکن اب ہمارے اولوالعزم میاں صاحب کا ارادہ ہے کہ ہمارے برخلاف کوششوں اور ہمارے بدنام کرنے کے لئے اور بہت سا روپیہ خرچ کریں۔ تمہارا گذشتہ چھ سال کا تلخ تجربہ اس بات کو تمہارے ذہن نشین کرنے کے لئے کافی ہے

پیغام صلح

ہر گز کبھی کسی سے عداوت نہیں ہمیں

ہفتہ میں دو بار شائع ہوتا ہے

جلد ۷ | مدینۃ المسیح لاہور - چہارشنبہ مورخہ ۹ صفر ۱۳۳۸ ہجری مطابق ۵ نومبر ۱۹۱۹ء | نمبر ۴۲

کلام الامام امام الکلام

(از حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

نعت

در دلم جوشد ثنائے سرورے

در دلم جوشد ثنائے دلبرے
آنکہ در خوبی ندارد ہمسرے

آنکہ جانش عاشق یار ازل
آنکہ روحش واصل آں دلبرے

آنکہ مجذوبِ عنایات حق است
ہمچو طفلے پرورید در برے

آنکہ در بر و بحر کرم عظیم
آنکہ در لطف اتم یکتا درے

آنکہ در جود و سخا ابر بہار
آنکہ در فیض و عطا یک خاورے

آں رحیم و رحم حق را آیتے
آں کریم و جودِ حق را مظہرے

آں رخ فرخ کہ یک دیدار او
زشت رو را میکند خوش منظرے

آں دلے روشن کہ روشن کردہ است
صد درونِ تیرہ را چوں اخترے

آں مبارک پے کہ آمد ذات او
رحمتے زاں ذات عالم پرورے

احمد آخر زماں کز نور او
شد دلِ مردم ز خور تاباں ترے

از بنی آدم فزوں تر در جمال
وز آلی پاک تر در گوہرے

جواہر ریز

مکتوبات امام الزماں

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۰ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

(۱) جو شخص اس عاجز سے بیعت کرے اسکو قال اللہ و قال الرسول کا پابند ہونا ضروری ہے یہ ضروری نہیں کہ وہ حنفی ہو یا شافعی وغیرہ مگر یہ نہایت ضروری ہے کہ اللہ جلشانہ کے کلام عزیز پر ایمان لاوے اور جہانتک ممکن ہو اس پر عمل کرے اور آثار صحیحہ نبویہ کا اتباع کرے۔ (۲) بیعت کرنیوالے کے لئے ان عقائد کا ہونا ضروری ہے۔ کہ آنحضرت صلعم رسول برحق اور قرآن شریف منجانب اللہ کتاب اور جامع الکتب ہے۔ کوئی نئی شریعت اب نہیں آسکتی اور نہ کوئی نیا رسول آسکتا ہے۔ مگر ولایت اور امامت اور خلافت کی ہمیشہ قیامت تک راہیں کھلی ہیں۔ اور جسقدر مہدی دنیا میں آئے۔ یا آگے آئینگے۔ ان کا شمار خاص اللہ جلشانہ کو معلوم ہے۔ وحی رسالت ختم ہوگئی۔ مگر ولایت و امامت و خلافت دفعہ کبھی ختم نہیں ہوگی۔ یہ سلسلہ ائمہ راشدین اور خلفاء ربانیین کا کبھی بند نہیں ہوگا کسی کو گذشتہ لوگوں میں سے بجز رسول کریم صلعم کے جمیع فضائل و کمالات میں تمثیل نہیں کہہ سکتے۔ اور ممکن نہیں کہ کسی کمال یا کسی نوع کی خدمت گذاری میں آئندہ اس سے بہتر پیدا ہو۔ ہاں جزئی فضیلت کے لحاظ سے بعض لوگ بے مثل ٹھہر سکتے ہیں۔ جیسے صحابہ اور اہل بیت کی یہ فضیلت جو انہوں نے زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پایا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تنہائی کے وقت میں ایسی وفاداری دکھلائی کہ اپنے خونوں کو پانی کی طرح بہادیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کو دیکھا۔ اور اس چہرہ سے عاشقانہ طور پر زندگی بسر کی۔ اور جو اسلام پر پہلے پہل حملوں کے پہلے ہوئے۔ اپنی جانوں کو ہتھیلی پر رکھ کر ان کو روکا۔ اور اسلام کو زمین پر پھیلایا۔ اور اسلامی ہدایتوں کو زمین پر پھیلایا۔ اور کفر کے زور کو مٹایا۔ اور قرآن شریف کو دیانت اور امانت سے جمع کر کے تمام ملکوں میں رواج دیا۔ اور اسلام کی صداقت پر اپنے خونوں سے مہریں کر کے اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ بلاشبہ ان کی اس فضیلت کو اب کوئی آنے والے نہیں پاسکتے۔ و ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ مگر اس کے سوا ہر ایک کو ان کے حاصل کرنے کے لئے دروازے کھلے ہیں۔ اور خدا تعالے کے مقبول اور نہایت اعلیٰ درجہ کے پیارے بندے اور امام الوقت اور خلیفۃ اللہ فی الارض اب بھی ایسے ہی ہو سکتے ہیں جیسے پہلے ہوتے تھے۔ اور اب بھی خدا تعالے کے انعام و اکرام کی وہ راہیں کھلی ہیں جو پہلے کھلی تھیں کمالات نبوت و رسالت بھی ظلی طور پر حاصل ہو سکتے ہیں [illegible]

ضرور ہے تو وہ لازماً پڑے گا۔ زندہ اسلام اسی عقیدہ کا نام ہے۔ مگر جو لوگ امامت و خلافت و صدیقیت کو پہلے اصول پر ختم کر چکے ہیں ان کے ہاتھ میں اب مردہ اسلام ہے یا یوں کہو کہ اسلام کی بیجان تصویر ان کے ہاتھ میں ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ جو مذہب آئندہ کمالات کے دروازے بند کرتا ہے۔ وہ مذہب انسانی ترقی کا دشمن ہے قرآن شریف کے رو سے انسان کی بھاری دعا یہی ہے کہ وہ روحانی ترقیات کا خواہاں ہو۔ غور سے پڑھنا چاہئے۔ اس آیت کو اھدنا الصراط المستقیم۔ صراط الذین انعمت علیھم۔ دوسرے یہ عقیدہ بھی ضروری ہے۔ کہ مجرد کسی قسم کے رشتہ سے خواہ کسی رسول سے رشتہ ہو کوئی فضیلت حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ فقط رشتہ کی فضیلت پر ناز کرنا نامردوں کا کام ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور ذوالقربیٰ میں سے ہر ایک شخص جو قابل تعریف ہے۔ وہ رشتہ کے لحاظ سے ہرگز نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔

تیسرے یہ عقیدہ بھی ضروری ہے۔ کہ قرآن شریف اب تک ہر ایک قسم کے تصرف سے بکلی محفوظ ہے۔ اور کوئی ایسا قرآن نہیں جو کوئی شخص اسکو غار میں لیکر اب تک چھپا بیٹھا ہے یہ ان لوگوں کا بہتان ہے جن کو خدا تعالے کا خوف نہیں۔ چوتھے یہ عقیدہ ضروری ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ذوالنورین عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سب کے سب واقعی طور پر دین میں امین تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ جو اسلام کے آدم ثانی ہیں اور ایسا ہی حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالے عنہما اگر دین میں سچے امین نہ ہوتے تو آج ہمارے لئے مشکل تھا جو قرآن شریف کی کسی ایک آیت کو بھی منجانب اللہ بتا سکتے۔ بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ ہم قرآن شریف سے اسیقدر محبت اور عشق پیدا کرینگے جسقدر ہمیں ان تینوں بزرگواروں کے امین ہونے پر ایمان ہوگا۔ اگر ہم نے ذرا بھی کمالات ایمانیہ میں ان کو کم سمجھ لیا۔ تو وہی کمی قرآن شریف کی عظمت کے بارے میں ہمارے دلوں میں پیدا ہو جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ جس پیار اور محبت سے سنت جماعت قرآن شریف کو دیکھتے ہیں اور اسکو بصد محبت حفظ کر لیتے ہیں۔ یہ بات شیعہ لوگوں میں ہرگز پائی نہیں جاتی۔ مثلاً مجھے تخمیناً معلوم ہوا ہے کہ ہمارے ملک پنجاب میں ایک لاکھ سے زیادہ سنت جماعت میں سے قرآن شریف کا حافظ ہوگا۔ مگر کیا کوئی اس بات کا ثبوت دیسکتا ہے کہ اسی ملک میں شیعوں میں سے دس پندرہ بھی حافظ ہیں؟ بلکہ میرے خیال میں ایک حافظ بھی مشکل ہے۔ اس کا کیا سبب ہے؟ وہی ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم سے کینہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان بزرگواروں کو نظر استخفاف سے دیکھنے میں سراسر ایمان کا گھاٹا ہے۔ و العاقل تکفیہ الاشارۃ۔ پانچویں بیعت کے لئے یہ ضروری عقیدہ ہے کہ شرک سے بکلی پرہیز کرے۔ اگر یہ تمام عقائد کسی شیعہ میں پائے جائیں تو بلاشبہ اسکی حالت عمدہ ہے اور وہ اس لائق ہے کہ بیعت میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۷ - چہارشنبہ مورخہ ۵ نومبر ۱۹۱۹ء نمبر ۳۲

ایک درد بھرے دل کی صدا

کمیونیکیٹڈ

اگر ایماں نہیں باقی تو عزت ہو چکی رخصت
نہ ٹھہرا کارواں ہی جب تو گئے کارواں کب تک

وہ قوم جو کبھی ہفت اقلیم کی مالک تھی - وہ قوم جس کے سامنے بڑے بڑے شاہنشاہوں کی گردنیں خم تھیں - وہ قوم جس نے قیصر و کسریٰ جیسے جبار بادشاہوں کو آن واحد میں موت کے گھاٹ اُتار دیا - وہ قوم جس کی سطوت و جبروت کا نقارہ صدیوں تک اقوام عالم کے کانوں میں سُنائی دیتا رہا وہ قوم جو کل تک دُنیا کے لئے آیۂ رحمت سمجھی جاتی تھی وہ قوم جس نے جہالت و تاریکی کو ہمیشہ کے لئے جہان سے دور کر دیا - وہ قوم جس کی شاگردی کو زمین پر بسنے والے فخر جانتے تھے - وہ قوم جس کی خوشہ چینی کرنے پر متمدن قومیں ناز کر رہی ہیں - آہ ! آج دُنیا میں ذلیل و خوار ہے - بیکس و بے یار ہے - مگر اس واژون بخت قوم کو دیکھو کہ بادۂ غفلت میں مدہوش ہے - نہ اُنہیں اپنی ذلت کا احساس ہے نہ اپنے ناموس کا پاس - آہ ! کیسی تیرہ بختی ہے کہ وہ قوم جو فخر الاقوام کہلاتی تھی - جو دُنیا میں حکومت کرنے کے لئے پیدا کی گئی تھی - جو نوع انسان کو غلامی کے آہنی زنجیروں سے آزاد کرنے کے لئے مبعوث ہوئی تھی - آج خود وہ توحید کو چھوڑ کر بدعتوں کی غلام ہے - اور ذلت کو عزت سمجھتی ہے فاعتبروا یا اولی الابصار۔

یہ کیوں ؟ اس لئے کہ جو صراط مستقیم اُسے دکھایا گیا جو ہدایت نامہ اُسے دیا گیا - اُسے اُس نے چھوڑ دیا - اپنے بزرگوں کی پیروی سے منہ موڑ لیا - غیروں کی تقلید کو مناسب جانا - جنیدؒ اور گیلانیؒ کو غزالیؒ اور ابن سینا سے افضل سمجھا - قرآن کی جگہ شکسپیر اور حدیث کی جگہ ملٹن کا مطالعہ بہتر سمجھا - اے زبوں بخت قوم تجھ سے حکومت چھن گئی - دولت جاتی رہی - علم کی جگہ جہالت اور عزت کی جگہ نکبت تیری دامنگیر ہے - ذلت ، نحوست ، ادبار ، بدبختی تیرے گرد و پیش منڈلا رہی ہیں - مگر تو ہے کہ اسی میں خوش ہے تیری ایک ذرا سی کروٹ بدلنے سے یہ سب یکقلم کافور ہو سکتی ہیں - یہ تاریکی جو تجھے گھیرے ہوئے ہے دور ہو سکتی ہے - اگر ؎

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

تیری پستی و ذلت کو دیکھ کر ایک مصلح خدا سے خبر پاکے تیری اصلاح کے لئے اُٹھا - تجھے ہر طرح سے اُس نے سمجھایا - تیری آئندہ کی ترقی کا راز اُس نے تجھے بتایا کہ جب تک تو دین کو دُنیا پر مقدم نہ کریگی - دُنیا میں کبھی فائز المرام نہیں ہو سکتی - تو کبھی اپنی کھوئی ہوئی شوکت و عظمت حاصل نہیں کر سکتی - کس قدر آسان اور سہل طریقہ تھا جو تجھے بتایا گیا - مگر قربان جائیے تیری کج فہمی اور ناسمجھی کے - کہ تو نے ایسے ناصح مشفق کو دشمن جانا اور کاذب و مفتری ٹھہرایا - یاد رکھ کہ اگر تو نے اور زیادہ اس کی نصیحت سے بے اعتنائی برتی - تو تیرا حشر بھی وہی ہوگا - جو اسرائیلیوں کا ہوا - اُٹھ اور اس صغیر الحجم کتاب کو جس کا نام اللہ میاں نے فرقان رکھا ہے - ہاتھ میں لے - اور دُنیا کے ہر گوشہ میں پھیل جا - دیکھو کہ کیا سعید روحیں خدا کے دین کے لئے تڑپ رہی ہیں ان کی پیاس بجھا - اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقۂ غلامی میں لا - ان کی بے چینی اور کرب کو دور کر - گھبرا نے کی دنی بات نہیں - تجھے مایوس نہیں ہونا چاہئے - تیرا خدا تیرے ساتھ ہے - تیرا رسول تیرے لئے دعائیں کر رہا ہے - شکوہ نہ کر کہ خدا نے تجھے چھوڑ دیا ہے - نہیں نہیں ہرگز نہیں - وہ کہتا ہے کہ اگر ؎

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اللہ تعالیٰ تجھے سمجھ اور فہم عطا فرمائے - اور اس صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عنایت کرے - جو رسول عربی (فداہ ابی و امی) صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے بتایا - اور اس زمانہ کے مجدد نے تجھے پھر اس پر قدم زن ہونے کے لئے فرمایا ؎

مسلمانوں کو مژدۂ بیداری

اخبار وکیل کے صفحات مسلمانوں کے اس عالمگیر ماتم میں اشک فشاں ہو رہے ہیں - وہ بھی ہر طرح سے تمہیں بیدار کرنا چاہتا ہے - مگر تم کیسے جاندار ہو کر جیتے ہو مگر جیتے نہیں سانس لیتے ہو مگر آہ نہیں - نہیں - افسوس اس ویرانہ میں جہاں کہ ہر طرف ظلمتیں اور مایوسی کی گھٹائیں دونوں چھائی ہوئی ہوں وہاں زندگی اور روح کی تلاش عبث ہے مسلمانوں کے علاوہ اگر کسی اور قوم کا انحطاط یوں بے طرح شروع ہوجاتا - تو وہ جذبۂ یاس سے مشتعل ہو کر کمر ہمت باندھ میدان کار میں آجاتی - اور اپنی تمام مساعی جمیلہ خرچ کر کے آنے والے سیلاب کو روک دیتی - مگر یہاں تو معاملہ ہی دگرگون ہے - ہر ایک زانو پر ہاتھ رکھ کر بیٹھا ہوا ہے - اور سر ابر آسمان کی طرف منہ اٹھائے کسی آنیوالے کا منتظر ہو رہا ہے - ہر روز دل کو خوش کرنے کے لئے آسمانی مہمان کی میعاد کو طول دیا جا رہا ہے اور جان کو تسلی دی جاتی ہے کہ ابھی مذبوح میں سکت باقی ہے - یاس نے ہر طرح سے گھیر لیا اور رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر اسرائیلی نبی کی منتظر قوم اپنے آنیوالے محبوب کی اس فریب دہی کو یوں ٹال دیتی ہے ؎

مسجد عمرؓ

سید کامل الحسینی مفتی یروشلم نے مسلمانان عالم کو مسجد عمرؓ کی مرمت کے واسطے اپیل کی ہے - تاکہ اس فاروق اعظم کی بنا کردہ مسجد کو از سر نو تعمیر کیا جاوے - جس کے نام کے ساتھ اسلامی سطوت کی یاد کی ایک لہر اُٹھ کر قلب محزون میں ہیجان پیدا کر دیتی ہے - برٹش تسلط کے افسران نے جب مسجد کی حالت زار کو دیکھا - تو مسلمانوں کی تالیف قلوب کی خاطر اُنہوں نے ایک شرقی عمارت کے فن تعمیر کے ماہر میجر رچمنڈ کو لندن سے مدعو کیا - جس نے کامل غور و خوض کے بعد اندازہ لگایا - کہ اس پر ۱۲ لاکھ سے زاید روپیہ صرف ہوگا - ورنہ اس کس مپرسی کے عالم میں عنقریب عمارت کو ضعف پہنچنے کا احتمال ہے - دُنیا کی تمام مساجد اللہ تعالیٰ کی عبادت کے واسطے مخصوص جگہیں ہیں اور ایسی بھی ہیں - کہ غیر مسلموں کے ہاتھ میں ہیں - اور اُن کی بود و باش بنی ہوئی ہیں - اور ایسی مساجد بھی ہیں - جن میں کوئی نمازی کبھی داخل بھی نہیں ہوتے - مگر یہ چونکہ حضرت عمرؓ کے نام سے منسوب ہے اسواسطے اس کی عزت ہماری نگاہ میں تاریخی یادگار ہونے کی بنیاد پر کچھ اور ہے -

بیت المقدس جو تیرہ صدیوں سے مسلمانوں کا ایک مرکز علمی رہا ہے - صرف صلیبی جنگوں میں اس کی مفارقت اسلام سے ہوگئی - اس کے بعد پھر سلطان صلاح الدین کا دور دورہ شروع ہوا - مگر پھر اب یہ شہر مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل چکا ہے - دیکھیں انگلستان کے قبضہ میں جاتا ہے یا فرانس کے - یا عربوں کی تجویز کردہ لیگ کے ماتحت رہتا ہے جس کا امیر فیصل سرکردہ ہوگا - مگر جو بات اس موقعہ پر ہمیں استعجاب میں ڈالتی ہے - وہ مسلمانان شام کی غفلت شعاری ہے - بیت المقدس جیسا مقدس مقام جہاں زائرین کا ہمیشہ ہجوم رہتا ہے - کیا کسی کو کبھی اس طرف خیال نہ آیا - کیا مسجد عمرؓ جو کھنڈر دل کی صورت میں متبدل ہونے لگی تھی - اسکو کسی نے نہ دیکھا اور بے شمار وقف کی آمدنیاں اور جاگیریں جو ہمیشہ سلاطین اسلام مقدس مقامات کے تحفظ کی خاطر اُن کے متعلق کر دیتے تھے - تاکہ وقتاً فوقتاً شکست و ریخت کی مرمت ہوتی رہتی کیا وہاں کوئی نمازی نہ تھے - جن میں اعوان اور انصار اور نگہبان شہر بھی ہوتے ہونگے - اور اُن کی غیرت جوش میں نہ آتی ہوگی ضرور آتی ہوگی - اور وہ اس حالت ضعف کو دیکھ کر کبھی اس طرف متوجہ نہ ہوتے ہونگے - ورنہ ہم یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ وہاں کوئی نمازی اکٹھے نہیں ہوتے - اور نہ اُن کی توجہ اس طرف آتی - تو لازم ہے کہ اُن مقدس مقامات میں نماز پڑھنے والے پیدا ہوں - مساجد مرثیہ خوان نہ رہیں اور ہمارے محترم مفتی صاحب کوشش کریں کہ اس سے پیشتر مسجد کی تکمیل کے ساتھ ساتھ فقال مدرس و مدارس کا سلسلہ قائم کریں - تا لوگوں میں علم و تبلیغ نہ تک جمائیں ؎

ہندوستان سے باہر ہم

مسٹر اینڈریوز حال ہی میں جنوبی افریقہ کو جا رہے ہیں - تاکہ وہاں کے ہندیوں کی جو شکایات ہیں اور جو اُن پر وہاں کی حکومت کی طرف سے تشدد قانونی طور پر ہو رہا ہے - اور جن خلاف از تہذیب قوانین کے ماتحت وہ اس جگہ کام کر رہے ہیں اور ان یورپی آباد کاروں کی ستم شعاریوں کا تختہ مشق بنے ہوئے ہیں - جن کی خاطر وہ جنگل صاف کر دیتے ہیں اور جان جوکھوں میں ڈال کر ریلوے اور دیگر تعمیرات کی تکمیل کی - مگر داہ رے محسن کشی یہ بھی خاصول کا ہی حصہ ہے -

اس طرح سرزمین امریکہ کی طرف بھی مشروط اور معاہدہ کے طریق پر ہندوستانی مزدور جا کر آباد ہو گئے ہیں - ملکستا کانیا اور اس کے قریب جزائر میں انکی تعداد بہت زیادہ ہے - اور ایک دو نسلیں اُن کی وہاں ہو چکی ہیں - لیکن اُن سے بدرجہا بہتر وہ حبشی لوگ ہیں - جو پہلے افریقہ کے ساحلوں سے پکڑ کر غلام بنائے جاتے تھے - وہ اب آزاد ہو کر بڑی خوشحالی سے زندگی بسر کرتے ہیں - اور حریت و آزادی کی خوشگوار ہوا میں سانس لیتے ہیں - مگر غریب ہندوستانی مزدور ہیں کہ حکومت خاص طور پر کوشاں رہی ہے کہ اُن میں حتی الوسع تعلیم یافتہ لوگ نہ جائیں - رفتہ رفتہ نتیجہ یہ پیدا ہوا ہے کہ وہ قعر جہالت میں پڑ گئے ہیں - اور اخلاق مذمومہ اُن میں جاگزین ہو گئے ہیں -

ہندو صاحبان نے وہاں طلاق کا نام "چھٹم چھٹا" رکھ لیا ہے - اور گرمست کے پاکیزہ اصول کی ایسی ہنسی پلید ہوری ہے کہ عورتیں تھوڑی سی ناراضگی پر اپنا گھر چھوڑ دوسرے کے گھر جا بیٹھتی ہیں - اور ایسے واقعات بھی پیش ہوئے ہیں کہ بعض بے حیا لوگ اپنی بیویوں کا تبادلہ ایکدوسرے سے کر لیتے ہیں - یہ ایسے مناظر ہیں - جو ایک طرف تو ملک ہندوستان کو بدنام کرتے ہیں - اور دوسرے غیر ممالک کے سامنے ایسے نمونے پیش کرتے ہیں کہ وہ لوگ ہمارے متعلق پورا یقین کر بیٹھے ہیں - کہ ہندوستان واقعی ایسا ہے اور وہاں کا مذہب بھی ایسا ہے - اسواسطے ہر ایک خیر خواہ ملت کا فرض ہے کہ پہلے وہ ان فواحشات کا سدباب بھی کریں - اور اُن گرے ہوئے اخلاق کو درست کریں - ہمارا سونا کھرا ہوگا - تو اسکے دام بھی ویسے ہی وصول ہوں گے ؎

وفات حسرت آیات

ہر دم زمانہ داغ الم بر جگر نہد ؎ یک داغ نیک ناشدہ داغ دگر نہد

آئے دن کسی نہ کسی دوست یا بزرگ کے جدا ہو جانے کی خبر آجاتی ہے چنانچہ آج نہایت افسوس کے ساتھ ظاہر کیا جاتا ہے کہ شیخ مظفر دین صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس والد بزرگوار شیخ عبدالرحمن صاحب منصف بقضائے الٰہی دار فانی کو چھوڑ کر رحلت فرمائے عالم جاودانی ہوگئے - انا للہ وانا الیہ راجعون - مرحوم ایک نیک فطرت احمدی بزرگ تھے - خدا تعالیٰ انہیں جوار رحمت میں جگہ دے اور انکی مغفرت فرمائے - اُن کے خلف رشید شیخ عبدالرحمن صاحب اور اُنکے متعلقین کو اللہ تعالیٰ صبر کی توفیق بخشے - کل نفس ذائقة الموت - وکل من علیها فان - حکم الٰہی برحق ہے - بہرحال صبر و شکیبائی لازمی ہے - اور ان اللہ مع الصابرین ہر مومن کو حسب رضائے ربی اور از دیاد ایقان و ایمان ہے - ہمیں شیخ عبدالرحمن صاحب اور اُن کے متعلقین سے سچی ہمدردی ہے - دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرماوے - اور سب احباب کی خدمت میں عرض ہے - کہ شیخ صاحب مرحوم کا جنازہ غائب پڑھیں

دوسری قسم:- واعلموا ان فیکم رسول اللّٰه لو یطیعکم فی کثیر من الامر لعنتم ولکن اللّٰه حبب الیکم الایمان وزینه فی قلوبکم وکره الیکم الکفر والفسوق والعصیان اولئک هم الراشدون - یا - لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم - ایسا ہی۔ اطیعوا اللّٰه واطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم یا - ان کنتم تحبون اللّٰه فاتبعونی یحببکم اللّٰه ویغفر لکم ذنوبکم - یا مثل۔ فان خفتم ان لا تقسطوا فی الیتامیٰ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلاث ورباع الخ .... پس ان کاف ہائے خطابیہ میں فقط امت مخاطب ہے بغیر آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے۔ پس جبکہ قرآن کریم کے مخاطبہ کی یہ صورت ہے تو کیوں آیت یوصیکم فی اولادکم الخ کو دوسری قسم کے خطابات کی ذیل میں شامل نہ کیا جاوے اور اگر پہلی قسم میں اسکو شامل کرتے ہو تو مدعی کو اسپر دلیل پیش کرنی چاہئے۔ خود آیت اس امر کا فیصلہ نہیں کر سکتی کہ آنحضرت صلے اللّٰہ علیہ وسلم اس میں شامل ہیں۔ فمن ادعا فعلیہ البیان۔

جواب دوم (۲) قرآن کریم کی یہ آیتیں آیات فرائض کے نام سے موسوم ہیں۔ اور ان کے آخر میں اللّٰہ تعالےٰ فرماتا ہے ومن یطع اللّٰه ورسوله الخ... اور من یعص اللّٰه ورسوله الخ تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ ان آیات کی تعمیل اور عدم تعمیل میں مخاطب امت ہے۔ کیونکہ اگر خطاب میں رسول بھی شامل ہوتے۔ تو صرف ومن اللّٰه کا فقرہ یا ومن یعص اللّٰه کا فقرہ وارد ہوتا۔ مگر ایسا نہیں۔ اطاعت اللّٰہ اور رسول اور عصیان اللّٰہ اور عصیان رسول دونوں کا ذکر آخر آیات میں موجود ہے گویا صرف امت کے لئے یہ احکام ہیں۔ اور ان کو کہا جاتا ہے کہ یہ احکام ہیں ان کی اس طرح تعمیل کرو۔ اور جس نے ان احکام کی تعمیل میں خدا اور رسول کی اطاعت کی اس کے لئے جنت ہے۔ اور جس نے ان احکام کی عدم تعمیل سے خدا اور رسول کا عصیان کیا اس کے لئے آگ ہے جو شخص خود خطاب کی تعمیل میں داخل ہو پھر اسکو اسی کی (دیا اپنی) اطاعت اور معصیت پر یہ وعید سنانا کلام الٰہی کے ہمراہ تضحیک کرنا ہے اور کلام بھی بے معنی ہو جاتا ہے۔ نیز دوسری قسم کی آیات میں جہاں رسول کریم کی اطاعت اور اس کی اتباع کا حکم ہے وہاں رسول شامل نہیں۔ بلکہ وہ آیات افراد امت سے مخصوص ہیں اس لئے یہاں بھی چونکہ آخر احکام اور فرائض کے بیان میں اطاعت رسول کا ذکر کیا تو رسول اس حکم میں شامل نہیں ہو سکتے۔ پس رسول کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم کو اس آیت میں شامل کرنے کے لئے جناب امامیہ کوئی دلیل قائم نہیں کر سکتے۔

جواب سوم (۳) رسول کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی زندگی میں آنحضرت صلعم کی دو لڑکیاں یا تین فوت ہوئیں اور اس طرح اُن کا بیٹا ابراہیم بھی فوت ہوا ہے۔ تو اگر آیت میراث میں آنحضرت صلعم شامل تھے۔ تو بایں لفظ آیت والی ہدایہ ولابویه لکل واحد منهما السدس مما ترك الخ ...... آنحضرت صلعم ان کی ترکہ میں حصہ پاتے مگر کوئی حصہ اُن کی ترکہ سے آنحضرت صلعم کو نہیں ملا۔

فاین تذهبون - اس کے جواب میں کہا گیا ہے کہ بوجہ تعفف کے آنحضرت صلعم نے میراث نہیں لی میں کہتا ہوں - یہ قیاس مردود ہے۔ نہ لینا مخالف کو مسلم ہے دوسری طرف آیات فرائض میں آنحضرت صلعم کو شامل سمجھتا ہے۔ پھر علت مثبتہ کو چھوڑ کر قیاسی علت کا پیدا کرنا محتاج ثبوت شدید ہے۔ فمن ادعیٰ فعلیه البیان۔

جواب چہارم (۴) تمام آیات کو من اول الیٰ آخرہ بغور مطالعہ کریں۔ الفاظ کی عمومیت ہرگز اسکی مقتضی نہیں کہ وہ میں آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں اور ان کی بھی وراثت ہوتی ہے۔ ظاہر بات ہے کہ خطاب میں جو لوگ مقصود بالذات ہیں خطاب بھی انہی کو شامل ہوگا۔ اور آیت میں ایسا کوئی لفظ نہیں جو آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کو بھی خطاب میں شامل اور داخل قرار دے۔ اور کاف خطاب کا مقتضی یہ ہے کہ وہ اسی کو شامل قرار دیتا ہے۔ جو خطاب میں بالذات مقصود ہو۔ اور جبکہ ہم نہیں جان سکتے کہ خطاب میں کوئی معین شخص مقصود ہے تو پھر الفاظ وارد بھی اسکو شامل نہ ہونگے۔ یہانتک کہ ایک گروہ محققات کا اس طرف گیا ہے۔ کہ ضمائر مطلقاً تخصیص کی متحمل نہیں ہو سکتیں پھر ضمیر مخاطب کس طرح تخصیص قبول کرنے کے قابل ہو سکتی ہے۔ پس ضمیر مخاطب انکو متناول ہوگی جو خطاب میں مقصود ہیں اور اگر یہ قرار دیا جاوے کہ عام تخصیص قبول کر سکتے ہیں تو پھر اُن سے وہی تمام مراد ہونگے۔ جو خطاب میں مقصود ہیں۔

اور اس میں شک نہیں۔ کہ جو لوگ قرآن کریم کے طرز اور اسلوب عبارات وبیان پر عبور رکھتے ہیں۔ اور ... وہ جانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم اس جگہ مخاطبین میں نہ شامل ہیں اور نہ مقصود ہیں پس آیت کا حکم بھی آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم پر حاوی نہیں۔

جواب پنجم اب ہم اس امر پر غور کرتے ہیں کہ آیت زیر بحث کس مقصد کے لئے قرآن ... ذکر کی گئی ہے اور اس کے بیان کرنے کی علت کیا ہے۔ اگر ... آیت کے بیان کرنے سے قائل کی غرض یہ ہو کہ وہ اُن اشخاص ... گنتا ہو اور بتلاتا ہو۔ کہ فلاں شخص وراثت پا سکتا ہے اور فلاں نہیں پا سکتا۔ یا فلاں فلاں شخص وارث ہیں اور فلاں فلاں مورث - تب یہ بحث پیدا ہو سکتی ہے کہ رسول کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم کس مد میں ہیں مگر قائل کی غرض آیت میں یہ نہیں بلکہ غرض اس امر کا بیان ہے۔ کہ اگر مال رہ جاوے تو درمیان ورثاء مذکورین اس تفصیل سے وہ مال تقسیم ہو۔ یعنے آیت زیر بحث ورثاء مذکورین کے مقدار انصاب کو ظاہر اور بیان کرتی ہے۔ اگر ان پر ورثہ تقسیم ہو علت بیان وارثین یا مورثین کا اظہار یا تعیین نہیں۔ یہ انسان اس طرح سمجھ سکتا ہے کہ مثلاً ایک میت مسلمان ہے اور ورثاء اس کے کفار ہیں۔ تو باتفاق مسلمین وہ ورثاء ترکہ پانے کے حقدار نہیں ہو سکتے یا مثلاً میت کافر ہے اور ورثاء مسلمان ہیں یا مثلاً میت غلام ہے اور ورثاء احرار ہیں۔ یا بالعکس یا مثلاً ایک قاتل مقتول کا وارث ہے مگر وہ ترکہ مقتول سے محروم ہے۔ پس جبکہ صورت واقعہ یہ ہے تو معلوم ہو گیا کہ آیت ورثاء اور مورثین کی تفصیل بیان نہیں کرتی۔ کیونکہ اوپر کی تشریح کے مطابق ایسے متوفی بھی ہیں جن کی اولاد وارث نہیں ہو سکتی اور ایسے بھی جن کی اولاد وارث ہو سکتی ہے اور آیت اس تفریق کو نہیں بتلا سکتی۔ تو پس اس سے یہ استدلال بھی درست نہیں کہ فلاں فلاں وارث ہیں اور فلاں فلاں مورث۔ یا فلاں فلاں وراثت پا سکتے ہیں۔ اور فلاں فلاں وراثت نہیں پا سکتے - بلکہ آیت صرف اعصاب ورثاء کو بیان کرتی ہے۔ اور بس۔ اور جبکہ آیت عام ورثاء یا مورثین کی تعیین کے لئے نہیں نازل ہوئی - اور وہ اس امر پر نص نہیں کہ فلاں وراثت پا سکتا ہے اور فلاں نہیں پا سکتا تو اس سے آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی شمولیت اور اس کے ترکہ دینے یا پانے پر کیسے استدلال درست اور صحیح ہو سکتا ہے۔ اگر در خانہ کس است حرفے بس است۔

اس کی ایک مثال قرآن سے ہم پیش کرتے ہیں مثلاً اللّٰہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ واحل اللّٰه البیع وحرم الربوا اب آیت صرف اس قدر بتلاتی ہے۔ کہ ایک ان میں سے حلال ہے اور دوسرا حرام - اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا ہے کہ فلاں فلاں اشیاء کا بیع جائز ہے اور فلاں فلاں کا ناجائز۔ اور آیت کے عموم سے ہر چیز کی بیع کے جائز ہونے پر استدلال نہیں ہو سکتا۔ مثلاً ایک شخص احل اللّٰه البیع کے علوم سے یہ سمجھ لے کہ میتہ اور خنزیر اور کلب اور خراب وغیرہ کی بیع وشراء بھی حلال ہے تو در حقیقت اس نے ایسے سمجھنے میں غلطی کی۔ پس آیت یوصیکم اللّٰه الخ سے بموجب مسلمات شیعہ باوجود عام ہونے کے مخصوص اور مستثنیٰ کیا جاتا ہے۔ اس سے کافر بیٹا اور غلام اور قاتل۔ تو کیوں آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم اس عمومیت سے مخصوص اور مستثنیٰ نہ ہوں۔ حالانکہ ان کا مخصوص کرنا از روئے دلیل اضعف تر ہے۔ ان دلائل سے جو آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کو مخصوص کرتی ہیں۔ آیت کی عموم سے۔ فتفہم۔

جواب ششم (۶)

تحقیق صحابہ کرام رضہ آنحضرت صلے اللّٰہ علیہ وسلم سے روایات بیان کرتے ہیں۔ کہ مسلم کا فر کا وارث نہیں ہو سکتا۔ اور قاتل مقتول کا۔ پس آیت میراث باوجود عموم الفاظ مخصوص ہے۔ نص اور اجماع سے اور جبکہ آیت مخصوص کرنا ان اخبار سے جائز ہے تو دوسری اخبار سے بھی اسکو مخصوص کرنا جائز ہے۔ بالاتفاق علماء مسلمین کے۔ اس امر میں درمیان علماء نزاع ہے کہ آیا عموم قرآن کو خبر واحد سے مخصوص کر سکتے ہیں یا نہ - مگر عام المخصوص کی خبر واحد سے تخصیص جائز ہے۔ سب کے نزدیک بالخصوص شیعہ کے ہاں۔ پس ایسی خبر مستفیض متلقی بالقبول ... جس پر تمام صحابہ سابقین اولین کا اجماع ہو چکا ہو اور ان پر عملدرآمد کر چکے ہوں۔ کیسے جائز اور صحیح نہ ہو۔ پس اس آیت زیر بحث کے متعلق علماء کے دو مسلک ہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے۔ کہ آیت ظاہراً عام ہے مگر عام مخصوص ہے وہ حدیث پیش کردہ حضرت صدیق رضی اللّٰہ عنہ سے اس کی تخصیص جائز سمجھتے ہیں۔ دوسرا گروہ ظاہراً بھی اسکے عموم کو تسلیم نہیں کرتا۔ مگر صرف اس امر میں کہ معین میت ... کے حصص کے مقدار کی تشریح ہے۔ اور یہ گروہ یہ نہیں کہتا۔ کہ اس کا ظاہر متروک ہے۔ بلکہ اس کی عمومیت ظاہراً کو وارثین کی مقدار حصص کے بیان میں نص تسلیم کرتا ہے۔ مگر ان حالات کے بیان میں جس کے ذریعہ اور جس کے حق میں ارث ثابت ہوتا ہے اسکو نص تسلیم نہیں کرتے کیونکہ آیت ... نے شرائط تحقیق ارث سے تعرض نہیں کیا۔ لیکن اس کی نفی یا اثبات پر اس آیت کو دلیل نہیں پکڑ سکتے کہ فلاں وراثت پاوے۔ اور فلاں نہ پاوے۔ اس میں صرف یہ ذکر ہے۔ کہ اگر وراثت کسی کو ملے تو اُسکے حصص کی مقدار کی یہ تفصیل ہوگی۔

جواب ہفتم (۷)

سنت قاطع اور اجماع صحابہ کرام رضہ سے یہ امر ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللّٰہ علیہ وسلم کی میراث اور ترکہ کوئی نہیں ہوتا۔ نہ تو ازواج مطہرات نے اور نہ اُن کے چچا حضرت عباس رضہ نے کوئی دعوے میراث کا کیا اور اگر احیاناً ابتداء میں کسی نے میراث طلب بھی کی تو اس حدیث کے سننے سے وہ باز آ گیا۔ اور یہ امر مسلسل ہر چہار خلفاء راشدین کے عہد خلافت میں استمراراً جاری اور ساری رہا۔ اور کسی نے اس میں تغیر نہیں کیا۔ حتیٰ کہ خود حضرت علی رضہ نے بھی اس میں کوئی دست اندازی نہیں فرمائی۔

(۱) عن عائشة رضہ قالت ما ترك رسول اللّٰه صلے اللّٰه علیه وسلم دیناراً ولا درهماً ولا شاة ولا بعیراً ولا اوصیٰ بشیءٍ (رواه مسلم)

(۲) عن ابی بکر رضہ قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لا نورث ما ترکنا صدقة (متفق علیه) - (۳) عن عمرو ابن الحارث ... قال ما ترك رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عند موته دیناراً ولا درهماً ولا عبداً ولا امة ولا شیئاً الا بغلته البیضاء وسلاحه وارضاً جعلها صدقة (بخاری)

الغرض اس قدر احادیث تو صرف اہل سنت کی ہیں ... اور خود احادیث شیعہ اس کی مؤید ہیں۔ ... خیر القرون صحابہ کرام رضہ بالاتفاق (جن میں علی ... اور تمام بنی ہاشم شامل ہیں) اس پر ... خود غرضی سے قرآن کریم کو موم کی ناک بنانا ... اور جہالت ہے۔ میں نہیں خیال کرتا کہ کوئی اہل حق ... قدر دلائل کے ہوتے ہوئے اُن ژولیدہ بیانات کی طرف توجہ بھی کرے جو کاملین شیعہ ... بیان کرتے ہیں۔

ایک امریکن پروفیسر نے پیشگوئی کی ہے

۱۷ دسمبر کو سورج میں ایک بڑا داغ نمودار ہوگا۔ ایسا پہلا موقعہ ہوگا۔ کہ ہم اس قسم کے داغ کو اپنی آنکھوں سے سورج میں دیکھ سکیں کیونکہ اتنا بڑا داغ آجتک سورج کی سطح پر کبھی نظر نہیں آیا۔ اسکے نمودار ہونے پر شعلہ ہائے گیس ... لاکھوں میل کی بلندی تک اٹھیں گی۔ اور سورج میں ... اسقدر آگ ... اس آگ میں زمین کا جل جانا اسقدر آسان ہوگا جیسے کرہ ... میں ... فٹ بال کا۔ ان آتشی شعلوں کے علاوہ اس داغ کی قوت مقناطیسی اسقدر زبردست ہوگی کہ اس سے کرہ ارض میں حیرت انگیز تبدلات کا امکان ہے ... آندھیاں آئیں گی بجلیاں چمکینگی بارش ہوگی علاوہ ازیں آتش فشاں پہاڑ ...

تازہ ترین خبریں

کمیٹی تحقیقات فسادات

فسادات دہلی کی کہانی

مسٹر بی ایل اورڈ سپرنٹنڈنٹ پولیس دہلی کی شہادت

مسٹر بی ایل اورڈ نے جو پریزیڈنٹ کے سامنے کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ لارڈ ہنٹر کے سوال پر کہا کہ گذشتہ ۲۰ اپریل کو مجھے فسادات دہلی کے متعلق تحقیقات کرنے کے لئے خاص ہدایات موصول ہوئی تھیں۔ اس تحقیقات کے متعلق میں نے تمام ذرائع سے جو موجود تھے فائدہ اٹھایا۔ عام طور پر اپنی تحقیقات کے نتیجہ کے طور پر میں نے یہ معلوم کیا کہ برٹش راج کے خلاف بغاوت کرنے کی کوئی باضابطہ سازش نہ تھی۔ مارچ ۱۹۱۹ء سے دہلی میں پولیٹیکل ایجی ٹیشن ترقی پر تھی کانگریس کے دوران میں بے چینی بہت سخت ہوگئی۔ اور رولٹ ایکٹ کے پاس ہونے اور مسٹر گاندھی کے خاموش مقابلہ کی تحریک کو جاری کرنے کی وجہ سے اسکے کم ہونے کا کوئی موقعہ نہ تھا۔

پنجاب کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا

اس امر کا کوئی ثبوت نہیں کہ پنجاب اور دہلی کے فسادات کے درمیان کوئی تعلق تھا۔ مجھے ان فسادات کی پشت پر کسی بولشویک اثر کا سراغ نہیں ملا۔ میری تحقیقات کے نتیجہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ واقعات بالکل اتفاقیہ تھے۔ ادنے درجہ کے لوگ گرانی کی وجہ سے بے چین ہو رہے تھے پولیٹیکل تقریروں کے سننے سے وہ بھڑک اٹھے۔ اور جب عملی طور پر ہڑتال کا اعلان کیا گیا تو انہوں نے خود لیڈروں کی توقعات سے بھی زیادہ اسے قبول کیا۔ ان ادنے درجہ کے لوگوں کے پاس کوئی کام نہ تھا۔ اور وہ جب سٹیشن کو گئے۔ تو وہ شرارت کی تلاش میں تھے انہوں نے یہ یقین کرنے سے انکار کیا کہ سٹھائی فروسٹل کو گرفتار نہیں کیا گیا۔ اور نتیجہ یہ ہوا۔ کہ فساد ہو گیا۔ لیڈران یا ان میں سے وکٹرز نے امن بحال کرنے میں مدد دی اپنے بیان کو جاری رکھتے ہوئے گواہ نے کہا کہ جہاں تک دہلی کے فساد کا تعلق ہے۔ انگریزوں کے خلاف جذبہ کا کچھ اظہار کیا گیا تھا۔ گواہ نے اس امر کے ثبوت میں ٹریم کاروں کی بائیکاٹ کی مثال پیش کی۔ اور کہا کہ میری رائے میں ٹریمکاروں کے بائیکاٹ کرنے کے سوائے اس کے اور کوئی وجہ نہ تھی کہ یہ ایک یورپین کمپنی کی ملکیت تھیں۔ برٹش اشخاص کی پرائیویٹ جائداد کو تباہ کرنے کی کوئی باضابطہ کوشش نہیں کی گئی تھی۔

گواہ پر سوالات

اس قدر بیان پر لارڈ ہنٹر کی طرف سے گواہ پر جرح ختم ہوئی اس کے بعد گواہ نے مسٹر جسٹس رینکن کے سوالات کا جواب دینا شروع کیا۔ گواہ کے اس بیان کے متعلق کہ لوگوں کو ٹریمکاروں سے [illegible] جاتا تھا۔ دریافت کیا گیا۔ کہ کیا یہ اسلئے تھا کہ [illegible] اور کیا دیگر [illegible] پر لیا وا تھا [illegible] جواب میں کہا کہ ممکن ہے کہ شروع [illegible] لیکن یہ قائم نہ رہ سکتا تھا۔ میں نہیں خیال کرتا [illegible]۔ ممکن ہے کہ بائیکاٹ اس روز کی ہڑتال کی وجہ سے ہو۔ لیکن اس کے بعد نہیں۔ میں ۱۰ اپریل کو گولیاں چلائے جانے کے وقت موجود نہ تھا۔ گولیاں [illegible] نہیں چلائی گئی تھیں۔ یہ [illegible] کی طرح نہ تھیں۔ اس کے بعد گواہ پر [illegible] سوالات کئے [illegible] جواب میں گواہ نے کہا کہ میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ غلط بیانیاں [illegible] لیڈران دہلی نے کی تھیں [illegible] کوئی [illegible] انہوں نے نہیں کی تھیں [illegible] مارچ کو لوگوں کے [illegible] گواہ نے کہا کہ ایک [illegible] اس میں جو نقصان کیا تھا [illegible] صرف یہی مادی نقصان [illegible] جا سکتا تھا۔

[illegible] عمارات بنگلوں وغیرہ پر کوئی حملہ نہیں کیا [illegible]

[illegible] گواہ [illegible] ۱۶ اور ۱۸ اپریل کو

فسادات کے دوران میں سوائے [illegible] دوکان [illegible] اور چند [illegible] کے لیمپوں کے توڑے جانے کے عمارات وغیرہ پر کوئی حملہ نہیں کیا گیا تھا۔ ۳۰ مارچ کو ایک بھاری جلسہ منعقد ہوا تھا۔ جس میں مسٹر شردہانند نے تقریر کی تھی۔ اس جلسہ میں کسی بدامنی کی خبر میرے پاس نہیں پہنچی تھی۔

جنازوں کے ساتھ بھاری جلوس

اس کے بعد جنازوں کے ساتھ دو بھاری جلوس بھی نکلے تھے جن کے ساتھ ان اشخاص کی لاشیں تھیں جو گولیاں چلائے جانے میں ہلاک ہوئے تھے۔ ان جلوسوں میں ہندو اور مسلمان دونوں شامل ہوئے تھے۔ ان کے متعلق کوئی بلوہ یا فسادات نہیں ہوئے تھے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ آیا ۱۰ یا ۱۱ اپریل کو فسادات پنجاب کے متعلق اطلاع موصول ہوئی تھی یا نہیں۔ یہ دریافت کئے جانے پر کہ آیا یہ خبر دہلی میں کسی فساد کا باعث ہوئی تھی۔ گواہ نے کہا۔ کہ ۱۴ اپریل تک کوئی فساد کا باعث ہوئی تھی۔ گواہ نے کہا کہ ۱۴ اپریل تک کوئی فساد نہیں ہوا تھا۔ فسادات پنجاب کی خبر موصول ہونے کے بعد ہم نے حفظ ماتقدم کے طور پر تدابیر اختیار کرلی تھیں۔ میں یقینی طور پر نہیں کہہ سکتا۔ کہ آیا ۱۴ اپریل کے فساد کا مسٹر گاندھی کی مفروضہ گرفتاری کے ساتھ کوئی تعلق تھا۔ دہلی میں سنتیہ گرہ سبھا کا ارادہ فساد کرنے کا نہ تھا۔ ممبران کی کثیر تعداد نے امن وامان بحال رکھنے میں حکام کو مدد دی تھی۔

سوال:- ان میں سے بعض بطور خاص کانسٹیبلوں کے بھرتی ہوئے تھے۔

جواب۔ نہیں بھرتی کیا گیا تھا۔ (قہقہہ)

سوال۔ انہوں نے کوئی مشکل پیدا نہیں کی تھی۔

جواب۔ بعض نے کی تھی۔

گواہ نے اپنے بیان کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ ۶ اپریل کو تمام ہندوستان میں عام ہڑتال ہوئی تھی۔ اور یہ امن وامان کے ساتھ گذر گئی تھی اور کوئی فسادات وغیرہ نہیں ہوئے تھے۔

میجر جنرل سر جارج بیرو کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے گواہ نے کہا کہ جب گولیاں چلائی گئی تھیں۔ میں اس وقت موقعہ واردات پر موجود نہ تھا۔ اور میں اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا۔ پنڈت جگت نرائن کے سوال کا جواب دیتے ہوئے گواہ نے کہا۔ کہ برٹش راج کے خلاف بغاوت کرنے کی کوئی سازش نہ تھی۔ مسٹر رائس نے کوئی سوالات دریافت نہیں کئے۔

صاحبزادہ سلطان احمد خان کے سوال کا جواب دیتے ہوئے گواہ نے تسلیم کیا کہ ہڑتال ایک عام آل انڈیا تحریک تھی۔ ازاں بعد لارڈ ہنٹر کی طرف سے پھر سوال کئے جانے پر گواہ نے کہا۔ کہ سوامی شردہانند نے میرے پاس شکایت کی تھی کہ سپاہیوں نے اسپر حملہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ میں نے اس کے متعلق موقع پر کوئی تحقیقات نہیں کی تھی لیکن بعد میں میں نے تحقیقات کی تھی۔ اور مجھے کوئی ایسی بات معلوم نہیں ہوئی۔ کہ جن سے یہ پتہ لگے۔ کہ میں پوری سپاہیوں کا اسپر حملہ کرنے کا کوئی ارادہ تھا۔ اس کے بعد گواہ (مسٹر اوورڈ) عدالت سے چلے گئے۔ اور کمیٹی کا اجلاس پیر کے روز بعد دوپہر تک ملتوی کیا گیا۔

کابل میں انفلوئنزا

خبر ملی ہے کہ کابل۔ گردیز اور خوست میں انفلوئنزا بڑی شدت سے پھیلا ہوا ہے۔ اور اس سے افغانی افواج میں جو ماتون سے واپس بلالی گئی ہیں۔ کئی کئی اموات ہوئی ہیں۔ غلزئی پوئندے زئی تمام حسب معمول راستوں کے اپنے سالانہ دورہ پر ہندوستان کو آ رہے ہیں۔

مفید کتابیں جو ہر مسلمان کے پاس ہونی چاہئیں

مرقاۃ الیقین سوانح عمری حضرت مولانا مولوی حکیم نور الدین صاحب نہایت عجیب اور دلچسپ کتاب ہے **قیمت** ۱۲؍

رسالہ مسلمانوں کا رویہ انگریزی میں۔ ہندوستان میں برٹش گورنمنٹ کیطرف۔ اس میں فاضل مصنف نے مسلمانوں کی ہمدردی اور وفاداری خصوصاً برٹش گورنمنٹ کیساتھ از روئے قرآن کریم ثابت کی ہے۔ **قیمت** ۸؍

فتح اسلام از تصنیف مسیح موعود امام الوقت مجدد صدی چہاردہم حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی **قیمت** ۵؍

توضیح المرام اپنے دعاوی کے دلائل میں مصنفہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ **قیمت** ۵؍

رسالہ تحفۃ المتقین اس میں فاضل مصنف نے آیۃ ہدی للمتقین کی تفسیر خصوصاً اور دیگر چند آیات قرآنی کی تفسیر عموماً بحوالہ کتب حنفیہ لکھی ہے۔ **قیمت** ۱؍

صحیفہ آصفیہ اس میں فاضل مصنف نے حضور نظام دکن کو حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کے دعوے کی تبلیغ کی ہے۔ ایک مدلل کتاب قابل دید ہے۔ **قیمت** ۲؍

بنگال کی دلجوئی اس میں اس زبردست پیشگوئی کا ذکر ہے جو حضرت مرزا صاحب مسیح موعود نے تقسیم بنگال کی کی ہے۔ **قیمت** اردو ۱؍ انگریزی ۱؍

رسالہ اسلام ۔ اسلام کے اصول کا عیسائیت سے مقابلہ انگریزی میں حضرت خواجہ صاحب کا وہ لیکچر ہے جو انہوں نے کیمبرج یونیورسٹی میں دیا۔ **قیمت** ۱؍

الوصیت اس میں حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کی آخری وصیت درج ہے جو آپ نے حسب منشاء الہی اپنی وفات سے پہلے ۱۹۰۵ء کی ابتدا میں شائع کی ابکے ضروری نوٹ حضرت مولوی محمد علی صاحب و عکس تحریر حضرت مرزا صاحب دوبارہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے چھپوا کر شائع کیا۔ **قیمت** ۲؍

رسالہ فیصلہ آسمانی اس میں مسٹر گبن صاحب ڈسٹرکٹ جج ضلع گورداسپور کا فیصلہ درج ہے کہ فرقہ احمدیہ کو مسجد میں نماز پڑھنے سے نہ روکا جاوے۔ **قیمت** ۱؍

رسالہ تحفۃ السلطان قرآن کریم کی دعائیہ آیات اردو منظوم۔ **قیمت** ۱؍

رسالہ المہدی اس میں فاضل مصنف نے حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کے دعوے نبوت پر بحث کی ہے اور فریق مخالف کے اعتراضوں کا جواب دیا ہے۔ **قیمت** ۲؍ [illegible]

نمبر ۴ و ۵ ۔ اس میں میاں محمود احمد صاحب کی کتاب حقیقۃ النبوۃ پر ریویو کیا گیا ہے۔ **قیمت** ۵؍

نمبر ۶ و ۷ ۔ اس میں میاں محمود احمد صاحب کی کتاب القول الفصل پر ریویو کیا گیا ہے۔ **قیمت** ۵؍

بائبل کا چارج شیٹ یعنی سچائی کا اظہار۔ اس میں دکھلایا گیا ہے کہ بائبل کی تعلیم ناقص ہے اور اس کا پورا فوٹو دیا ہے۔ **قیمت** ۱؍

آیات بینات عیسائی رسالہ "آیات اللہ یعنی معجزات" کی جس میں حضرت عیسیٰ ابن مریم کی خدائی ثابت کی گئی ہے۔ تردید کی گئی ہے۔ **قیمت** ۲؍

اعجاز القرآن فی حفاظت القرآن۔ اس میں فاضل مصنف نے پادری نعنس سنگانا کے رسالہ موسومہ بہ "بعض قدیم قرآنوں کے اوراق" کا جواب دیا ہے۔ **قیمت** ۱؍

خورشید عاقل مذہبی ناول۔ اس میں مصنف نے آریوں کے ان اعتراضات کی تردید کی ہے جو وہ گورنمنٹ نوری کے بارے میں کرتے ہیں۔ **قیمت** ۲؍

رباعیات اس میں مصنف نے مسلمانوں کی موجودہ حالت کا نقشہ کھینچا ہے۔ **قیمت** ۲؍

سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد اول یہ جلد براہین احمدیہ کے چہار حصص پر مشتمل ہے

اس میں حضرت مسیح موعود نے قرآن کریم اور آنحضرت صلعم کی نبوت براہین تیرہ اور دلائل قاطع کے ساتھ ثابت کی ہے اور مخالفین اسلام کے الزامات کو جو اسلام اور بانی اسلام پر لگاتے ہیں بڑے زور سے تردید کی ہے اور منکرین اسلام پر حجت اسلام پوری کرنے کے لئے بعوض ۱۰،۰۰۰ انعام دس ہزار روپیہ شائع کیا ہے۔ **قیمت** ولایتی کاغذ مجلد [illegible] ۔ دیسی کاغذ مجلد [illegible] جلد

ملنے کا پتہ: بک ڈپو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

[illegible] برقی پریس لاہور میں باہتمام [illegible] نظر احمد صاحب پرنٹر چھپوا کر دفتر پیغام صلح سے شائع کیا۔

جلد ۷ | [illegible] لاہور یکشنبہ مورخہ ۱۳ صفر ۱۳۳۸ ہجری مطابق ۹ نومبر ۱۹۱۹ء | نمبر ۳۳

کلام الامام امام الکلام

از حضرت مسیح موعود علیہ السلام

نعت

در دلم جوشد ثنائے سرورے

از بنی آدم فزوں تر در جمال
وز لآلی پاک تر در گوہرے

بر لبش جاری ز حکمت چشمۂ
در دلش پُر از معارف کوثرے

بہر حق داماں ز غیرش بر فشاند
تا نئے اُو نیست در بحر و برے

آں چراغش داد حق کش تا ابد
نے خطر نے غم ز بادِ صرصرے

پہلوانِ حضرتِ ربِّ جلیل
بر میاں بستہ ز شوکت خنجرے

تیز او تیز ی بہر میداں نمود
تیغِ او ہر جا نمودہ جوہرے

کرد ثابت بر جہاں عجزِ بُتاں
وانمودہ زورِ آں یک قادرے

تا نماند بے خبر از زورِ حق
بُت ستا و بُت پرست و بُت گرے

عاشقِ صدق و سداد و راستی
دشمنِ کذب و فساد و ہر شرے

خواجۂ و مر عاجزاں را بندۂ
بادشاہ و بیکساں را چاکرے

آں ترحمہا کہ خلق از وے بدید
کس ندیدہ در جہاں از مادرے

جواہر ریز

(گذشتہ سے پیوستہ)

(۳) بیعت کے مقاصد میں سے ایک بھاری مقصد یہ ہے کہ انسان راہِ راست پر آوے۔ اور خدا تعالیٰ کے غضب سے ڈر کر ہر ایک طریق نا انصافی کا چھوڑ دیوے جو شخص عمداً نا انصافی پر جما رہنا چاہتا ہے۔ وہ دراصل حقیقت بیعت سے غافل ہے۔ ہم اس سافرخانہ میں صرف تھوڑے سے عرصہ کے لئے آئے ہیں اور اس غرض کے لئے بھیجے گئے ہیں کہ اپنے اخلاق اور عقائد اور اعمال کو درست کر کے اور حسبِ مرضیات الٰہی اپنے نفس کو بنا کر اس مولیٰ کریم کی رضامندی حاصل کریں سو ہر ایک بات میں یہ دیکھ لینا چاہئے کہ کیا ہمارے قول اور فعل ظلم اور زیادتی سے خالی ہیں یا ہم انصاف کا خون کر رہے ہیں جن بزرگ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ضعف و ناتوانی اور تنہائی و غربت کے ایام میں آنجناب کی رفاقت اختیار کی اور اس رفاقت اور اس ایمان کے پاس کے لئے بڑی بڑی تکلیفیں اٹھائیں اپنی ریاستوں ملکیتوں سے بے دخل کئے گئے۔ وطن سے نکالے گئے۔ اور اعلاء کلمۂ اسلام کے لئے عمداً مرتبہ اپنے تئیں معرضِ ہلاکت میں ڈالا۔ اُن کی شان کو جیسا کہ چاہئے نہ سمجھنا سخت درجہ کی نا انصافی ہے۔ درحقیقت اگر ہم انصاف سے دیکھیں اور عدالت کی نگاہ سے نظر کریں۔ تو ہمیں اقرار کرنا پڑیگا کہ وہ لوگ اعلیٰ درجہ کے مقدس ہیں۔ ہر ایک شخص کی فضیلت باعتبار اُس کے حسن خدمات اور ذاتی لیاقتوں کے ہوا کرتی ہے۔ جیسے کہ صحابہ کرام کی فضیلت اس قاعدہ مستمرہ کے رُو سے بپایہ ثبوت پہنچ گئی ہے۔ کسی اور دوسرے کی فضیلت ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی۔ مثلاً امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو بھاری نیکی کا کام دُنیا میں آکر کیا وہ اس قدر ہے۔ کہ ایک نابکار دُنیا دار کے ہاتھ پر انہوں نے بیعت نہیں کی۔ اور اسی کشاکش کی وجہ سے شہید ہو گئے مگر یہ ایک شخصی ابتلاء ہے۔ جو انہیں پیش آگیا۔ اگر اسکو حضرت صدیق اکبر کی اُن جان فشانیوں کے ساتھ جانچا جائے جو انہوں نے تمام عمر محض اعلاء کلمۂ اسلام کے لئے اکمل اور اتم طور پر پوری کی تھی۔ تو کیا ایک شخصی ابتلاء کو اُس سے کچھ نسبت ہو سکتی ہے۔ اللہ جلشانہٗ کا کسی سے رشتہ نہیں ہے۔ جو شخص اعلیٰ درجہ کا وفادار ہے اور خدمتگذاری اختیار کریگا۔ وہی اُس کا مقرب ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی بیٹا زندہ نہیں رہا۔ البتہ نواسے زندہ رہے ہیں۔ جیسے حضرت فاطمہ کی اولاد یا دوسری بیبیوں کی اولاد سو خدا تعالیٰ کے نزدیک اُن کے مدارج اُن کے اعمال کے موافق ہیں۔ خواہ نخواہ کا درجہ کسی کو نہیں دیا جاتا۔ جو شخص محض خدا تعالیٰ کے لئے کسی سے محبت رکھتا ہے۔ اُسکو چاہئے کہ خدا تعالیٰ سے خوف کر کے دیکھے کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں اُن نے کیا کیا عمدہ کام کیا ہے۔ ناحق فضیلت اسکو نہ دیوے کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ کہ محض رشتہ سے کیونکر فضیلت پیدا ہو جاتی ہے۔ خاص کر کے ذرا سے رشتہ سے جو نواسا ہوتا ہے کنعان حضرت نوح کا بیٹا تھا۔ اور آذر حضرت ابراہیم کا باپ پس کیا یہ رشتہ انہیں کچھ کام آیا؟ پس یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اہلبیت ہونا اپنے نفس میں کچھ بھی چیز نہیں ہے بلکہ امام حسن و حسین اُن لوگوں میں سے ہیں۔ جن لوگوں کو خدا تعالیٰ نے اُن کی راستبازی کی وجہ سے کامل کیا ہے۔ نہ اسکی وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں۔ کیونکہ نواسے تو اور بھی تھے۔ نواسا ہونا خدا تعالیٰ کے نزدیک یا خلقت کے نزدیک کیا حقیقت رکھتا ہے لیکن بلاشبہ کمالات صدیقی و فاروقی کے مقابل پر حسینی کمالات متنزل ہیں۔ ان بزرگواروں نے اسلام پر بڑا احسان کیا اور اسلام کی شوکت کو دُنیا میں قائم کیا۔ اور وہ جانفشانی کے کام کئے۔ جو نبی اور رسول کرتے ہیں۔ جو شخص اُنکے احسانات کا منکر ہووے وہ خدا تعالیٰ کا کافرِ نعمت ہے اگر ہم ذبح بھی کئے جائیں۔ تو ہرگز راستی کو چھوڑ نہیں سکتے۔ عوام کا قاعدہ ہے۔ کہ وہ کورانہ تقلید پر چلتے ہیں میسر امر غلط ہے۔ تمام صحابہ کے مناقب سے کتابیں بھری پڑی ہیں اور قرآن کریم شاہد ہے۔ صدیق اکبر اور عمر فاروق کے حق میں اس قدر پُر تعریف کلمات نبوی پائے جاتے ہیں۔ کہ گویا ان دونوں بزرگواروں کو نبی قرار دیا گیا ہے۔ مگر ہماری نظر میں مجرد مناقب کچھ چیز نہیں۔ صرف طرح طرح کے پیرایوں میں سچے مومنوں کی تعریفیں ہیں۔ اور اسی بات کا فیصلہ کہ اُن میں زیادہ بزرگ کون ہے؟ اُن بزرگواروں کی خدمات سے کرنا چاہئے۔ کہ اسی کی طرف اللہ جلشانہٗ ہدایت فرماتا ہے۔

اب حاصل کلام یہ ہے کہ بیعت کے لئے یہ ضروری ہے کہ انسان ہر ایک قولی و فعلی و اعتقادی نا انصافی سے بکلی دست بردار ہو جاوے۔ کیونکہ بیعت راہِ راست حاصل کرنے کے لئے ہے۔ اگر بہر حال اُسی راہ پر قائم رہنا ہے۔ کہ جو تقلیدی طور پر اختیار کیا گیا ہے۔ تو پھر بیعت سے حاصل ہی کیا ہے ؎

ہر کجا شمع ہدایت یافتی پروانہ باش!
گر خرد مندی پئے راہ خدا دیوانہ باش!

(۴) اگرچہ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوتا اور دست بستہ کھڑا ہونا قانون فطرت کی رُو سے بھی بندگی کے لئے مناسب ہی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اگر ہاتھ چھوڑ کر بھی نماز پڑھتے ہیں تو نماز ہو جاتی ہے۔ مالکی بھی شیعوں کی طرح ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں۔ سو ان کا وہی طریق ہے جو اوپر بیان ہوا۔ اسقدر اختلاف بیعت کا کچھ حارج نہیں۔ اگرچہ اہادیث [illegible] اس کا نام و نشان نہیں ہے (الحکم جلد ۲ نمبر ۲۹ [illegible])

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے [illegible] پیغام صلح سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۷ یکشنبہ ۹ نومبر ۱۹۱۹ء نمبر ۳۳

خلافت عمرؓ

اس زمانہ تاریکی میں جبکہ وحی رسالت کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ظہور ہوا۔ جبکہ اس برقی کرن نے خرمن اصنام پرستی اور انواع واقسام کی رسوم جاہلیت کے حلقہ میں ایک شرارہ پیدا کیا تو پرانی وضع کے حامیاں اور جن کے قلوب میں تاثرات آبائی اس پختگی کے ساتھ متمکن تھے کہ ان کا خارج کرنا محالات میں سے شمار ہوتا ہے۔ جب وہ دیکھتے ہیں کہ اُن کی نہایت عزیز وراثت پر بڑا سخت حملہ ہوتا ہے۔ چاروں طرف سے صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں۔ انہیں میں ایک نوجوان عمرؓ ہے جو خاندان قریش میں ایک معزز باپ کا لخت جگر ہے، وہ بھی عالمگیر رَو کے ساتھ اس آواز کو مٹانے کے لئے چلتا ہے۔ اس نے عزم بالجزم کر لیا ہے۔ کہ اس سرچشمہ کو ہی بند کر دے۔ اور جس ذات سے اوروں کو وہ اپنے زعم میں گمراہ ہوتا دیکھتا تھا۔ اُس کی ہستی کو ہی کالعدم کر دے۔ یہ تہیہ کرکے تلوار پکڑ وہ نبی کریمؐ کے کوچے کا راستہ لیتا ہے۔ اسکے تیور بد لے دیکھ کر ایک شخص استفسار کرتا ہے عمرؓ کے عندیہ سے مطلع ہوکر وہ کہتا ہے۔ کہ پہلے اپنے گھر کی خبر تو لو وہاں کیا ہو رہا ہے۔ عمرؓ سیدھا گھر کو جاتا ہے سیڑھیوں میں ہی ہے کہ اس ساحر کی لائی ہوئی کتاب کی چند آیات جو اُس کی ہمشیرہ تلاوت کر رہی تھی سُنتا ہے۔ اور سنتے ہی اُسکے قلب پر اس کشش کا جو مقناطیس سے بڑھ کر سلیم فطرتوں پر اثر کرتی ہے سحر چلا رہا ہے ہوکر ہاتھ میں وہی تلوار ہے اور دربار نبوی میں جہاں دوست بیٹھے ہیں جا دھمکا اور حلقہ بگوشی کا فخر حاصل کیا اُس کی زندگی کا دوسرا دور اسلام لانے کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اور اس عرصہ شاگردی میں جب وہ آنحضرت صلعم کے چہرہ کی طرف دیکھ کر اپنے جذبۂ شوق کو پورا کرتا ہے۔ جو واقعات اُسے پیش آتے ہیں اور جو کام وہ کرتا ہے۔ وہ جلی اور سطلاً الفاظ میں زمانہ کے قرطاس پر ثبت ہیں اور وہ محتاج بیان نہیں۔

اس میں ایک عقیدت ہے جو نہایت عالیشان کام کراتی ہے اخلاص ہے جو تمیز بین الافراد کو دُور کرتا ہے مگر وہ راز کیا ہے جو عمرؓ جیسے ناتراشیدہ جوان عرب کو ایک حالت سفلی سے اٹھا کر روحانی معراج کے اُس بلند سقف پر لے جاتا ہے اور اس کی اکھڑ عادات کو یک قلم نابود کر کے ایسا حلیم الفطرت بنا دیتا ہے کہ وہ نور کے تڑکے اندھی اور لاچار عورتوں کے گھروں میں جھاڑو دیا کرتا ہے۔ اور کسی کو خبر تک نہیں ہوتی۔ کہ کون یہ کام کر گیا دوپہر کے وقت مشکیزے اٹھا کر بیواؤں کو پانی پہنچاتا ہے اسلام دُنیا میں اپنی مکمل صورت میں نازل ہو چکا ہے اور رسول اکرمؐ کے رحلت کا وقت قریب پہنچتا ہے تو جو اصول اُسوقت وہ حکومت کا باندھتے ہیں وہ زمانہ میں بے بدل ہے۔ لوگ سوال کرتے ہیں کہ آپ اپنا جانشین مقرر کر دیں۔ مگر وہ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اگر میں کسی کو نامزد کر گیا۔ تو اُس کی اطاعت تم پر لازمی ہو جاویگی۔ ورنہ اس کے انکار سے عذاب کا خدشہ ہے اس فقرہ نے اسلامی زندگی میں وہ تغیر پیدا کر دیا اور اس نازک موقعہ پر جو عمل نبی کریمؐ نے اس کا بتایا اس نے مسلمانوں کے تمدن ومعاشرت پر ایسا اثر ڈالا۔ کہ اس کی تلاش کرنی تحصیل حاصل ہے انہوں نے بتا دیا کہ جانشین کا انتخاب کسی کو نامزد کرنے سے تعین ہونا چاہئے۔ اور نہ کوئی خاص شخص پہلے ہی تجویز ہو جانا چاہئے۔ بلکہ ہر امر مشورے سے [illegible] سے طے ہونا چاہئے۔ اور یہ اصول صرف چھوٹی چھوٹی باتوں تک ہی محدود نہیں رہنا چاہئے بلکہ بادشاہ وقت کا انتخاب بھی اسی طرح ہونا چاہئے جس کے ہاتھ میں زمام سلطنت دیجاتی ہے۔

اس اصول پر حضرت ابوبکرؓ خلیفہ منتخب ہوئے اور اُن کے بعد حضرت عمرؓ کو گدی خلافت تفویض ہوئی۔ خلافت کے کام کو کس طرح اس حریت کے دلدادہ نے نبھایا اور کس طرح عربوں کے رگ وریشہ میں تعلیم نبوی کو فطرت ثانی کی طرح ڈالدیا۔ کس طرح اپنی مثال سے ان کو درست راستہ پر چلا کر انجام زندگی حاصل کرایا۔ بڑے دلچسپ مضامین ہیں جبلہ والئے سیریا مسلمان ہوکر آتا ہے۔ اسکے زرق برق لباس پر ایک غریب مسلمان کا پاؤں آجاتا ہے اور طیش میں جبلہ اُس کو تھپڑ رسید کرتا ہے۔ عمرؓ برافروختہ ہوتے ہیں۔ اور اسکو معافی مانگنے کا حکم دیتے ہیں جس پر وہ کہتا ہے ایک بادشاہ ایک غریب آدمی سے معافی مانگے۔ اس کی سزا تو اس جرم میں موت ہونی چاہئے تھی۔ مگر خلیفہ وقت کہتا ہے شاہ وگدا اسلام میں ایک رتبہ رکھتے ہیں تو جبلہ مہلت مانگتا ہے اور راتوں رات بھاگ جاتا ہے۔

ان پر ایک شخص دعوے کرتا ہے۔ عدالت میں خلیفہ قاضی کے سامنے مدعی کے دوش بدوش کھڑا ہوکر جوابدیتا ہے۔ اور قاضی سے فیصلہ کا طلبگار ہوتا ہے۔ اپنا بیٹا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ تو اُسکو بھی سو دُرّے کا حکم دیتے ہیں۔

ان تمام باتوں سے کوئی خشک زہد کا خیال پیدا نہ کرے۔ اگر وہ بیت المال کے ایک اونٹ کے گم ہونے پر تمام دوپہر دھوپ میں تلاش کرتا پھرتا ہے۔ اور خلیفہ ہونے کی حیثیت بتا کر کوئی اُسے اس کام سے روکنا چاہتا ہے تو وہ جواب میں کہتا ہے کہ اگر دھوپ میں ملازم سرکار تنگ آکر تلاش چھوڑ دیتا اور اونٹ گم ہو جاتا۔ تو نقصان بیت المال کا ذمہ دار عمرؓ ہوتا۔ تو دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں۔ کہ وہ بڑی بڑی مہموں کو ممالک غیر میں بھیج کر تکبر ونخوت کو دُنیا سے نکالنا چاہتا ہے۔ اور اس کی طبیعت میں کمال درجہ کی سادگی ہے۔ اور اس کی وضع میں خلافت کا ظاہری رُعب وداب عیاں نہیں۔ مگر اس سادگی کے پردے میں اُس نے وہ کام کئے۔ جو ہزار جاہ وجلال کے ساتھ بڑے بڑے درباروں والے کرنے سے قاصر رہے

اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ کام عمیق اسی طرح بنتی ہیں جبکہ کارروان سالار خود چھوٹی سے چھوٹی ذمہ داری کو ادا کرے۔ جب وہ ایسے امور کی سرانجام دہی کے عادی نہ کرے۔ اور اپنی مثال سے ترغیب وتحریص دوسری طبائع پر ڈالے۔ اور یہی کامیابی کے محقق ہوتے ہیں۔

تحقیق کتاب حقہ

چونکہ تمام عالمیان نے آخرت کے دن بارگاہ ایزدی میں حاضر ہونا ہے اور جو اُس کے احکام پر چلتے ہیں اور اُسکی مرضی دریافت کرکے اُسکے حکم کو بجالاتے ہیں۔ وہی لاریب خوشحال عیر فانی میں ابدالآباد خورسند اور مقبول بارگاہ الٰہی ہوں گے۔

بنا۶ علیہ تمام انسانوں پر فرض عین ہے کہ ایک ساعت فروگذاشت نہ کریں۔ اور ایک لمحہ غافل نہ ہوں۔ تعصب وطرفداری وصحبت وکج بحثی دُور کرکے صاف دلی اور انصاف قلبی اور پاک مزاجی سے بہمہ دل وجان متوجہ ہوکر تلاش تحقیقات کریں اور خدا سے دلی تڑپ اور الحاح اور بکمال عجز وزاری دُعا مانگیں کہ جو مذہب اُس کا فرمایا ہوا ہے۔ اور جو کتاب اُسکی جانب سے ہے اور جو راہ نجات اُس نے مقرر کی ہے وہ ظاہر کر دیوے۔ کیونکہ جو ایسا نہیں کرتا یعنے نہ کوشش کرتا ہے اور نہ حق مذہب کی تلاش کرتا ہے۔ اُس پر سچا دین اور خدا کی کتاب اور راہ حق کا ظاہر ہونا نہایت دشوار ہے

پھر جو مذہب منجانب اللہ متحقق اور بالیقین ہو اور جو کتاب کلام اللہ ثابت ہو۔ اور جو راہ خدائی فی الحقیقت معلوم ہو تو بخوشی خاطر ورغبت اُس کی طرف دل سے اور متقادم ہو جاویں۔

اسواسطے نہایت ضروری ہے کہ تمام اہل کتاب کیا منجی تحقیقات کریں کہ آیا قرآن جو سب سے آخری کتاب ہے اور جس کا خدا کی طرف سے ہونے کا دعوے ہے وہ اپنے دعوے میں سچا ہے یا پہلی کتابیں جو اس سے پیشتر موجود تھیں۔ اور جن کو اہل اسلام منجانب اللہ مانتے ہیں آیا وہ خدا کی طرف سے بھیجا اور آیا ان کی اب ضرورت ہے یا نہیں موجودہ بائیبل ہے یعنے مجموعہ توریت وانجیل وصحف انبیاء کی جو دیگر مذاہب میں مروج ہیں۔ اور جنکو وہ منجانب اللہ مانتے ہیں۔ اور آیا جن کو تمام مسلمان ابتدا سے لیکر آج تک بہزار تکلف بائیبل خدا کی طرف سے مانتے ہیں۔

مسلم ٹرکی میں عیسائی مشنری

امریکن مشنری تحریکوں کی نگاہیں ٹرکی پر جمی ہیں اور گو ۱۸۶۵ء سے وہاں مشنری لٹریچر پھیلانا شروع ہو رہا ہے اس سے بہت زیادہ تندہی کے ساتھ اب کوشش جاری کی گئی ہے اور باقاعدہ پروگرام مترتب ہو رہے ہیں اس غرض کو مدنظر رکھکر وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ کہ بہترین مشنری کام مقتضی ہے اس بات کا کہ تمام کارروائی ترکی زبان ہی میں جاری کی جاوے۔ اور مذہبی کتب بیشمار تعداد میں شائع کی جاویں۔ نیز تعلیم عامہ کو بہت فروغ دیا جاوے جسکے لئے سکول اور کتب کھولنے از بس ضروری ہوں گے۔ اور ان سکولوں میں تعلیم کی کتب علیحدہ تیار کیجاویںگی اور جیساکہ مشنری حلقوں میں بااثر اشخاص توقع کرتے ہیں سہولت پیدا ہونے کے ساتھ انکے واسطے اتنا کام ہوگا کہ وہ اسکو سنبھالنے کے قابل نہ ہونگے

جب سے عیسائی مشنری صاحبان نے ٹرکی میں قدم رکھا ہے ۱۵۰۰۰ مکمل انجیل کی کاپیاں ترکی زبان میں شائع ہوکر تقسیم کی جا چکی ہیں۔ نیا عہد نامہ ۴۵۰۰۰ کی تعداد میں اور دوسرے حصے ایک لاکھ یعنی تخمیناً ۴۰۰۰ سالانہ کی تعداد میں ہم کہہ نہیں سکتے کہ ٹرکی میں کتنی تعداد میں قرآن شریف مفت تو کیا تقسیم کرنا ہے قیمتاً بھی شائع ہوا ہے۔

اے خانہ برانداز چمن کچھ تو ادھر بھی

دوسرے صفحہ پر ہم چوہدری محمد امین صاحب وکیل ہائیکورٹ لاہور کی چٹھی درج کرتے ہیں اور جس امر مذموم کیطرف آں مکرم نے ملک کی توجہ مبذول کرائی ہے اُس کے واسطے ہم ناظرین سے التجا کرتے ہیں کہ وہ ریویو آف ریلیجنز ۱۹۰۸ء کے نمبر بھی دیکھیں۔ جس زمانہ میں حضرت مولوی محمد علی صاحب نے اس خطرہ کو محسوس کرکے اس کے سدِّ باب کی غرض سے قلم اٹھائی تھی۔ شمالی ہند میں مسلمان عورتیں دو تین یوم کے واسطے بپتسمہ لیکر عیسائی ہو جاتی ہیں اور اس طرح سے اپنے خاوندوں سے طلاق حاصل کر لیتی ہیں عدالتیں بھی ایسے فیصلے دینے پر مجبور رہیں کیونکہ قانون ایسے وضع ہوئے ہوئے ہیں جو اس امر کی اجازت دیتے ہیں مگر شاید اس وجہ سے کہ یہ ایک فرقہ کی طرف سے آواز اٹھی ہے۔ اس واسطے باقی مسلمان اس دل آزار فتنہ کو دُور کرنے کے پابند نہیں ہیں۔ یا اس زمانہ میں ایسے واقعات جولسبتاً کم ہوں گے۔ عام لوگوں کو زیادہ احساس نہ ہوا ہو۔ مگر جس سرعت کے ساتھ آج شمالی ہند میں اور پھر ایسے اضلاع میں جن کی تعلیم بھی کوئی ایسی اعلےٰ نہیں۔ وہاں خواتین کو یہ گر کسی نے ایسا سکھایا ہے۔ کہ اس کا بد اثر بہت کریہ نتائج پیدا کرتا ہے۔ اور کتنے ہی غیرت مند مسلمان ہیں۔ جن کی منکوحہ بیویاں اس طریق پر اپنا چھٹکارا کراتی ہیں۔ اور دفاعی طریق اس حربہ کو استعمال کرتی ہیں۔

حالات ترکستان

بالشویزم نے جب سے روس میں اقتدار حاصل کیا ہے اور سوویٹ گورنمنٹ کا دور دورہ ہوا ہے تب سے ملک میں ابتری وبدنظمی کے ڈالے ہے اور ایک سرے سے دوسرے سرے تک کوئی شاہراہ کی حالت نظر نہیں آتی ترکستان اور دیگر علاقہ کے مسلمانوں کو اپنے ساتھ ملانے کیلئے سوویٹ حکومت نے انتھک کوشش جاری رکھی ہے کہ قرآن کی تعلیمات کو بالشویزم کے مطابق ثابت کیا جاوے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ بالشوازم کے ان [illegible] نے

بلادِ غربیہ میں تبلیغ اسلام

لیگ مذاہب

مکرم و معظم ایڈیٹر صاحب پیغام صلح! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - اس ہفتہ مولینا مولوی صدر الدین صاحب کا لیکچر اتوار کے دن مسجد ووکنگ میں ہوا جس میں آپ نے جناب مسیح کی پہاڑی تعلیم کے اُس حصہ سے جو متی ۷ باب ۱۵ سے ۲۷ آیت میں درج ہے - اور اس میں جھوٹے نبیوں سے بچنے اور اچھے درخت کے اچھا پھل لانے اور بُرے کے بُرا پھل لانے اور مسیح کی باتوں پر عمل کرنے کا بیان ہے - استدلال کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ کوئی کفارہ ہمارے کام نہیں آسکتا - جبتک ہمارے اعمال اچھے نہ ہوں - اگر کسی شخص کے اعمال اچھے نہیں تو وہ خواہ لاکھ دفعہ مسیح کے کفارہ پر ایمان لائے - وہ کبھی اچھا پھل نہیں لاسکتا - بلکہ بقول مسیح علیہ السلام "وہ کاٹا اور آگ میں ڈالا جاتا ہے"!

"جھوٹے نبیوں" کے متعلق آپ نے بتایا - کہ وہ وہ لوگ ہیں - جو جھوٹی باتیں مسیح کے نام سے بتاتے رہتے ہیں - اور نیک اعمال سے اُنہیں سروکار نہیں وہ بقول جناب مسیح "بھیڑوں کے بھیس میں آتے ہیں" - جس سے یہ مُراد ہے - کہ بظاہر وہ بہت ہی حلیم اور بردبار معلوم ہوتے ہیں" مگر باطن میں پھاڑنے والے بھیڑیے ہیں"!

آپ نے جناب مسیح علیہ السلام کی اس تعلیم کی روشنی میں اعمال کی اہمیت اور نیک کاموں کی عظمت کو خوب ہی ذہن نشین کیا - اور ثابت کیا - کہ اس کے بالمقابل کفارہ کی تعلیم جو اعمال سے چھُڑاتی ہے - کوئی اہمیت نہیں رکھتی - اور نہ صرف کفارہ کو مان کر بغیر اعمال کے کوئی فائدہ حاصل ہوسکتا ہے شروع میں جو دُعا آپ نے پڑھی - اس میں بھی اسکو بیان کیا - کہ اللہ تعالیٰ خشک عقائد سے زیادہ نیک کاموں کو پسند کرتا ہے - لیکچر ۳½ بجے شروع ہوکر کوئی ایک گھنٹہ تک ہوتا رہا - اور حاضرین جن میں اکثر غیر مسلم انگریز مرد و خواتین تھیں - نہائت اطمینان اور توجہ کے ساتھ سُنتے رہے - آخر میں حسب معمول سوالات کے لئے کھلی اجازت دیگئی لیکن لیکچر اس قدر اطمینان بخش اور مفصل تھا - کہ کسی کو بھی کچھ پوچھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی -

لیگ آف ریلیجنز یعنی مذاہب عالم کی لیگ

موجودہ جنگ کے بعض اور خوشگوار نتائج میں سے ایک یہ بھی ہے - کہ جس طرح سے جسمانی جنگوں کو ہمیشہ کے لئے موقوف کرنے کے لئے ایک لیگ آف نیشنز (لیگ اقوام) قائم ہوئی ہے - اسی طرح سے انگلستان میں مذہب سے دلچسپی رکھنے والوں نے مذہبی اور روحانی جنگوں کو بھی ہمیشہ کے لئے موقوف کرنے کے لئے ایک لیگ آف ریلیجنز (لیگ مذاہب) قائم کی ہے - جس کے سکریٹری ریورنڈ جے ٹائی سل ڈیوس بی - اے - منسٹر آف دی کنفنٹیک چرچ نے اسی موضوع پر ایک کتاب بھی لکھی ہے - ابتدا میں تمام مذاہب کے اصُول و معتقدات کا ذکر کیا ہے - آخر میں ریلیجن آف دی لیگ آف ریلیجنز کے عنوان سے ایک باب لکھا ہے - اور اس میں تمام مذاہب کی صداقت کا اعتراف کرتے ہوئے اسپر افسوس ظاہر کیا ہے - کہ سب ایک دوسرے کو جھوٹا سمجھتے اور کہتے ہیں - بالخصوص عیسائیت کے متعلق ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے - کہ وہ کس طرح سے نہ صرف دوسرے مذاہب بلکہ خود عیسائیت کے دوسرے فرقوں کے بھی درپے تکذیب رہتے ہیں - مثلاً ذیل کے مکالمہ کی صورت میں دکھایا ہے کہ نن کنفرسٹ فرقہ میں کس طرح سے دوسرے مذاہب کا باطل ہونا دلنشین کرایا جاتا ہے سوال ہوتا ہے :-

سب سے بڑا مذہبی معلم کون ہے؟

جواب - ایسوع مسیح ابن اللہ -

سوال - اس کے مذہب کا کیا نام ہے -

جواب - عیسائیت -

سوال - کیا دُنیا میں اور بھی مذاہب ہیں؟

جواب - دُنیا میں صرف ایک ہی روحانی معلم ہے - اور ایک ہی سچا مذہب - اور بہت سے معلم دغاکش ہیں (جھوٹے ہوتے ہیں - اور بہت سے مذاہب سراپا کذب -

اس قسم کے اقرار بقول مؤلف کتاب عیسائیت کے اندر لئے جاتے اور دوسرے مذاہب کے متعلق قلوب کے اندر نفرت بٹھائی جاتی ہے - اور ایسا ہی کم وبیش دوسرے مذاہب کا بھی حال ہے - اس لئے ایک لیگ آف ریلیجنز کے لئے اُس نے اپیل کی ہے - جس کا یہ اصول ہے کہ مذاہب کے اختلافی امور اور نسلی امتیازات سے قطع نظر کرکے صرف ان صداقتوں کو جو سب کے اندر مشترکہ طور پر پائی جاتی ہیں لیکر مذہبی فرقوں میں اتحاد و اتفاق کو تقویت دی جائے -

یہ خیال اگرچہ نیا نہیں بلکہ جیسا کہ حضرت خواجہ صاحب پیشتر ازیں کئی دفعہ لکھ چکے ہیں جنگ یورپ سے پہلے بھی یہ خیال موجود تھا - اور اسی کو عملی صورت دینے کے لئے پیرس میں ۱۹۱۳ء میں ایک مذہبی کانگریس بھی ہونے لگی تھی لیکن جنگ کے بعد جو لیگ اقوام قائم ہوئی اس سے معلوم ہوتا ہے - کہ اس خیال کی عملی ترویج کے لئے بطور مثال اور نمونہ کے کام دیا ہے - جیسا کہ مصنف کتاب کے حسب ذیل فقرات سے ظاہر ہے -

"لڑائی نے ہمیں کیا سکھایا ہے - یہ کہ ملک سے محبت رکھنا اگرچہ ایک نیک اور عمدہ بات ہے لیکن اس تقاضائے محبت کو دوسرے ممالک کی تباہی و بربادی کے ذریعہ سے پورا کرنا اور دوسروں پر غصہ و نفرت کی صورت میں اس محبت کا اظہار کرنا نہ صرف بہت ہی بُرا بلکہ ایک خطرناک جرم ہے - اسی اصول کو مذہب پر بھی لگا دیجئے - تو کیا یہ بعینہ ایسا ہی نہیں - کہ اگرچہ کسی مذہب سے محبت رکھنا ایک نیک بات ہے لیکن دیگر اشخاص کے مذاہب کی تباہی کی صورت میں یا اُن پر غصہ و نفرت کا اظہار کرکے اس محبت کو پورا یا ظاہر کرنا نہ صرف بہت ہی بُرا بلکہ ایک خطرناک جرم ہے" - اور باوجود اس کے ہم ایسے لوگوں کو عام طور پر پاتے ہیں جو ایک طرف تو جرمنی کے کل دُنیا پر تسلط کے خواب کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں - لیکن ساتھ ہی دوسری طرف اپنے مذہب کے لئے کل روئے زمین پر تسلط کی خواہش بھی رکھتے ہیں"

اس کی مثال میں مولف نے ایک اپیل کا حوالہ دیا ہے جو لیگ اقوام کے قیام کی خبر کے شائع ہوتے ہی لنڈن کی ایک بااثر مشنری سوسائٹی کی طرف سے کی گئی - اور اس میں ۵ لاکھ روپیہ اس غرض سے مانگا گیا - کہ عیسائیت ہندوستان کو فتح کرسکے مولف نے اس خیال پر نفرت کا اظہار کیا ہے - اور ایک دوسرے مذہب پر حملہ آور ہونے کے خلاف اپیل کرتے ہوئے ایک دوسرے سے محبت کے برتاؤ کی استدعا کی ہے - جو اسکے خیال میں لیگ مذاہب کے ذریعہ سے عملی صورت اختیار کرسکتی ہے -

قطع نظر اس بات کے کہ لیگ اقوام اور لیگ مذاہب کی مجوزہ مجالس قوموں اور مذاہب کے باہمی جنگ و جدال کے روکنے میں کہاں تک کامیاب ہوسکتی ہیں - وہ اصُول جن پر یہ لوگ کام کرنا چاہتے ہیں - ظاہر ہے کہ وہ پہلے سے اسلام میں موجود ہیں - کیا اسلام نے تمام مذاہب کے نبیوں اور ریشیوں کو راستباز ماننا ایک مسلمان کے لئے ضروری قرار نہیں دیا؟ کیا سب مذاہب کی کتابوں پر ایمان لانا ایک مسلم کا شیوۂ خاص نہیں؟ ایسا ہی کیا قرآن کریم نے اس بات کو کہ دوسرے مذاہب کو بے بنیاد قرار دیا جائے لاعلمی پر مبنی نہیں ٹھیرایا؟ وقالت الیہود لیست النصاریٰ علیٰ شئ وقالت النصاریٰ لیست الیہود علیٰ شئ کذالک قال الذین لا یعلمون مثل قولھم - سب سے بڑھ کر ایک خدا اور تمام انسانوں کے بھائی بھائی ہونے کی تعلیم جو اس لیگ مذاہب کے اصولوں میں شامل کی گئی ہے کیا قرآن کریم نے آج سے تیرہ صد سال پہلے نہیں دے دی تھی؟ غرض تمام وہ باتیں جو اس لیگ مذاہب کے پیش نظر ہیں اور جنکو وہ مذہبی کانفرنسوں کی شکل میں عملی لباس پہنانا چاہتے ہیں - اسلام کے [illegible] پہلے سے موجود ہیں - فرق صرف اتنا ہے - کہ اُس نے ان سب امور کو آج سے تیرہ صد سال پیشتر ضروریات مذہب میں سے قرار دیا ہے اور قرآن کریم کی شکل میں کل مذاہب کی صداقتوں کو ایک جگہ جمع کرکے ایک کامل و مکمل نمونہ بھی دُنیا کو دیدیا - لیکن ان لوگوں کو آج اس کی ضرورت محسوس ہوئی ہے -

پس ہم نے بتانا ہے - کہ جس بات کے تم درپے ہو وہ پہلے سے اسلام کی شکل میں موجود ہے - اسلام نے اس خدا کو پیش کیا ہے - جو [illegible] روحانی کی کسی خاص قوم کے ساتھ وابستگی نہیں - بلکہ جیسا کہ اس کتاب میں ظاہر کیا گیا ہے "جس طرح آفتاب تمام دُنیا پر چمکتا ہے اسیطرح اللہ تعالےٰ کا الہام بھی تمام ہی اقوام کی طرف آیا ہے"

دیباچہ کتاب میں مصنف نے کسی مذہب یا شریعت کے آخری ہونے سے انکار کیا ہے لیکن اسکی وجہ جیسا کہ اُس کے اپنے الفاظ سے ظاہر ہے صرف اس نقص سے اللہ تعالےٰ کو بری ٹھیرانا ہے جو الہام کے دروازہ کو بند ماننے سے اُسپر لازم آتا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ "اللہ تعالیٰ زندہ اور قائم ہے - وہ گونگا نہیں اور نہ ہی گذشتہ زمانہ سے وہ اب کم کام کرتا ہے"

تو گویا سوال صرف مکالمہ الٰہی کا ہے - اور وہ اسلام کی کامل اور آخری تعلیم کے ساتھ بھی اللہ تعالےٰ کے نیک بندوں کے ساتھ جاری چلا آتا ہے - ورنہ یہ بالکل صحیح ہے کہ مکالمہ مخاطبہ کو بند ماننے سے اللہ تعالےٰ کو تیرہ سو برس سے نعوذ باللہ گونگا ماننا پڑتا ہے - حضرت مسیح موعودؑ نے اس بات پر زور دیا - اور مسلمانوں کو سمجھایا ہے - کہ اللہ تعالےٰ کو گونگا مت ٹھیراؤ - مگر افسوس کہ مسلمانوں نے اسکو نہ مانکر غیروں کے مونہہ سے وہی کہلوایا - اور اسلام کے خلاف یہ ایک دلیل کھڑی کر دی کیا وہ اب بھی سمجھیں گے اور اس بودے عقیدہ کو چھوڑکر دنیا پر ثابت کریں گے - کہ اسلام کو کامل اور آخری مذہب مانکر بھی اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالےٰ کو ہم گونگا نہیں مانتے - بلکہ اسلام کے اندر ایسے لوگ ہوئے ہیں - پہلے بھی اور اس موجودہ زمانہ میں بھی جنکو اللہ تعالےٰ سے شرف مکالمہ مخاطبہ حاصل ہوا ہے

ایک اور عجیب بات یہ ہے کہ اس دیباچہ میں مولف نے باوجود کسی مذہب کو آخری نہ ماننے کے الہام الٰہی کو ارتقائی صورت میں مانا ہے - گویا اس بات پر مُہر ثبت کردی ہے کہ قرآن کریم گذشتہ تمام کتب سے زیادہ مکمل اور اُن کا متمم ہے اب اس کے بعد کسی نئی شریعت کا نزول ثابت کرنا یہ اُن کا فرض ہے - کیا قرآن کے بعد کسی اور نبی کا نہ آنا اور نہ ہی کوئی شریعت نازل ہونا خدا تعالےٰ کی فعلی شہادت اس بات پر نہیں - کہ شریعت کا خاتمہ قرآن پر ہوچکا - اب اس کے بعد سوائے مبشرات کے اور کچھ باقی نہیں -

غرض زمین تیار ہے اور اس میں صرف بیج ڈالنا باقی - خوشی کی بات ہے کہ ووکنگ مسلم مشن کو بھی حامیان لیگ نے شرکت کی دعوت دی ہے - جو امید ہے کہ بجائے کسی نئے مذہب کے بلنے کے اسلام ہی کے بیج کی بار آوری کا موجب ہوگی ، انشاء اللہ تعالےٰ -

ختنہ مخصوص امراض وغیرہ بیماریوں کا علاج اور اسی قانوناً ضروری ٹھیرانے کی تجویز

انگلستان میں آجکل Venereal disease (مخصوص امراض نہانی) وغیرہ قسم کی بیماریوں کا بہت زور ہے ان بیماریوں کے انسداد کی تجاویز پر غور کرنے اور اُن کا علاج سوچنے کے لئے ایک انٹر ڈیپارٹمنٹل کمیٹی مرتب ہوئی جس نے تحقیقات کے بعد رپورٹ شائع کی ہے - ٹائمز نے اپنے ۲۷ اگست ۱۹۱۹ء کی اشاعت میں اس کا خلاصہ درج کیا ہے - رپورٹ میں بریگیڈیر جنرل اے - سی کریچلے - سی - ایم - جی - ڈی ایس او - آر - اے - ایف کی بھی جو Royal air force کے کل ہوائی جہازرانوں اور ۱۸ سے ۳۰ سال تک کی عمر کے قریباً پچیس ہزار ہوائی فوجی امیدواروں اور دیگر مختلف عہدہ داروں کی ابتدائی تعلیم پر مامور رہ چکے ہیں - شہادت درج ہے - جو انہوں نے اس کمیٹی کے سامنے دی - بقول لنڈن ٹائمز (مورخہ ۲۷ اگست ۱۹۱۹ء) انہوں نے بیان کیا کہ "اگر گورنمنٹ اس معاملہ پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرنا اور اسکو ہاتھ میں لینا چاہتی ہے تو [illegible] یا Venereal disease (مخصوص امراض نہانی) کے انسداد کے لئے نہائت ضروری اور کارآمد نسخے جو تجویز ہوسکتے ہیں اُن میں سے ایک میں اس تجویز کی صورت میں پیش کرتا ہوں - کہ ایک قانون پاس کیا جائے - جس کے رو سے بچہ کا ایک سال کی عمر کے اندر اندر ختنہ کردینا ضروری ہو - اس سے بیماری مذکورہ رک جائیگی - اور اس میں نمایاں ایکمی واقعہ ہوگی"

یہ ایک اور اسلامی شعار کی عمدگی اور اس کے بہترین فوائد پر مبنی ہونے کی ایک کھلی شہادت ہے - اور ہم دیکھتے ہیں کہ جُوں جُوں دُنیا ترقی کی طرف قدم بڑھاتی ہے اسلامی اصُول بھی اس کے لئے موجب فلاح اور لائق عمل ثابت ہوتے ہیں جنگ یورپ اگرچہ اسلام کی ظاہری طاقت کی کمی کا موجب ہوئی ہے لیکن کیا جرمنی میں تعدد ازدواج کے سوال - امریکہ میں شراب کی بندش - اور اور ایسی ہی بہت سی تجاویز جن میں سے لیگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۷ چہارشنبہ مورخہ ۱۲ نومبر ۱۹۱۹ء نمبر ۳۴

آہ میں

کمیونیکیٹڈ

میں کیا کہوں کہ کون ہوں سودا بقول درد
جو کچھ کہ ہوں سو ہوں غرض آفت رسیدہ ہوں

آہ! میں کیا ہوں۔ کون ہوں۔ نہیں بتا سکتا۔ ہاں زمانہ کا ستایا ہوا ہوں۔ قسمت بد کا مارا ہوں۔ آفت رسیدہ ہوں۔ آہ و زاری میرا شیوہ ہے۔ جزع و فزع میرا مذہب ہے۔ جس کی حسرتوں کا خون ہو چکا ہو۔ جس کے ارمانوں کا جنازہ اٹھ چکا ہو۔ جس کی امیدوں کا خاتمہ ہو گیا ہو۔ جس کا دل پاش پاش ہو گیا ہو۔ جس کا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہو۔ جس کی تمام خوشیاں رنج و الم سے بدل گئی ہوں۔ جس کے پس و پیش نحوست منڈلا رہی ہو۔ جس کے سر پر ادبار کی سیاہ گھنگھور گھٹائیں چھا رہی ہوں۔ وہ بدقسمت انسان وہ زبون بخت ہستی آہ! میں ہوں۔

آہ! میں جس کی پیدائش کے لئے ابراہیمی دعاؤں نے عرش بریں کو جا کر ہلایا۔ جس کے ظہور کے لئے موسیٰ نے مدتوں دربار کھٹکھٹایا۔ جس کی آمد کا مژدہ ابن مریم نے دنیا کو سنایا۔ جس نے محمد عربی کے آغوش میں پرورش پائی۔ جس کی نشو و نما تلواروں کے سایہ میں ہوئی۔ آج دنیا میں بے یار و مددگار ہوں۔ نہ کوئی پوچھنے والا ہے نہ کوئی تسلی دینے والا ہے۔

آہ! میں کہ میرا ظہور دنیا میں نسل انسانی کی بہتری کیلئے ہوا تھا۔ ترقی و تہذیب میرے گھر کی لونڈیاں تھیں۔ میں نے حیوانوں کو انسان بنایا۔ انسانوں کو عرش بریں تک پہنچایا۔ مگر آج میرے ناخلف مجھے حقارت کی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں۔ ننگ خلائق سمجھ رہے ہیں۔ تیرہ سو سال کا بڈھا کھوسٹ سمجھ کر نفرت سے ٹھکرا رہے ہیں۔ آہ! میں وہی ہوں۔ جس کی سلامی کے لئے بڑے بڑے سرکش و مغرور انسان آتے تھے۔ جس کے حلقۂ غلامی کو وہ فخر سمجھتے تھے۔ جس کے سامنے فرعون جیسے بادشاہوں کے ہوش و حواس بجا نہ رہتے تھے۔ آج بیکس ہوں۔ ناچار ہوں۔ لاچار ہوں۔ عبرت! عبرت!!

آہ! میں جس کی آنکھوں کو ابھی وہ نظارہ نہیں بھولا۔ جبکہ میرا پرچم اقبال دنیا میں ہر طرف لہراتا تھا۔ دنیا والے میری تابعداری کو سعادت سمجھتے تھے۔ مجھے ہر بات میں حکم مانتے تھے۔ آج اسقدر کیوں ذلیل ہوں۔ کیوں حقیر ہوں! یہ حقارت یہ نفرت جس کا میں آج نشانہ بن رہا ہوں۔ بے وجہ نہیں۔ بے سبب نہیں۔ یہ سب کچھ میرے اپنے ناخلف و نالائق فرزندوں کے ہاتھوں سے ہے۔ جبتک یہ میری تابعداری کو اپنا فرض جانتے رہے۔ دنیا میں میں بھی خوش تھا۔ یہ بھی خوش تھے۔ مجھ سے سرکشی کی پھر کیا تھا۔ تباہی و بربادی اُن کے استقبال کو بڑھی۔ ذلت و نکبت نے انکی پیشانی کو بوسہ دیا۔ ع

ہم تو ڈوبے تھے صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے

اس کو سچ کر دکھایا۔ خود بھی خراب ہوئے۔ مجھے بھی خراب کیا!

آہ! میں کس کس بات کو سعدؤں۔ ایک ہو تو کلیجہ پر پتھر رکھ لوں۔ مگر یہاں تو تانا بانا ہی بگڑ چکا ہے۔ مسدس

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواج یزید
دین حق بے یار و بیکس ہمچو زین العابدین

آہ! میں تم کو کہتا ہوں اے ناخلفو! سنو سنو! گوش ہوش سے سنو! میری عزت کو دیکھو! اسے داغ نہ لگاؤ۔ میرے نام پر بٹہ نہ لگاؤ۔ مجھے اس عمر میں ذلیل نہ کرو۔ میری عزت میں تمہاری عزت ہے میری ذلت میں تمہاری ذلت ہے۔ آہ! میں تمہارے لئے روؤنگا۔ آہ و زاری کرونگا۔ اپنے نالہ دلگداز سے میں گنبد نیلی فام کو چاک کرکے عرش بریں کو کو ہلا دوں گا۔ قدسیوں کو بھی اپنی جزع فزع میں شامل کرونگا سجدے کروں گا۔ ناک رگڑوں گا۔ اپنی جبین نیاز کو اس خالق ارض و سما کے سنگ آستان سے نہیں اٹھاؤں گا۔ جبتک وہ میری نہیں سنیگا۔ ہاں ہاں اے جن و انس کے پیدا کرنے والے سن سن۔ میری سن۔ میرا گھر بار تباہ ہو گیا۔ میری دولت لٹ گئی۔ میری حشمت جاتی رہی۔

آہ! میں وہی ہوں جس کا نام تو نے اسلام رکھا تھا۔ میرے حال زار کو دیکھ۔ اپنی رحمت کو حرکت میں لا۔ مجھے اس گرداب بلا سے بچا۔ اے آقا۔ اے مولا۔ اپنی رحمانیت کے صدقے میں۔ اپنی ربوبیت کے صدقہ میں اپنی عنایات کو پھر اس عاجز درماندہ کی طرف خاص فرما۔ تو نے میری نصرت کا میری حفاظت کا وعدہ فرمایا تھا۔ تو سچا۔ تیرا وعدہ سچا۔ مگر اس کا ایفا چاہتا ہوں۔ دیر کا موقعہ نہیں۔ تباہی کا اژدہا منہ کھولے نگلا چاہتا ہے۔ بچا۔ بچا۔ اپنے حبیب کے صدقہ۔ اپنے پیارے محمد کے صدقہ میں بچا۔ اے مولیٰ میری تباہی ہوئی۔ تو تیرا نام لینے والا بھی کوئی نہیں رہیگا۔ اے قدسیو! اٹھو! اٹھو!! دعاؤں سے کام لو۔ میرے ساتھ مل کر خون کے آنسو بہاؤ۔ اس احکم الحاکمین کے دروازے کو کھٹکھٹاؤ! ورنہ یاد رکھنا۔ تمہاری بھی خیر نہیں۔ تم بھی میرے ہی دم قدم سے ہو۔ اے علیم و حکیم خدا تو ہی ڈوبتوں کا سہارا ہے میری ڈوبتی کشتی کو بھی تو ہی پار لگا۔ آمین! ع

اگر یاران کنوں بر غربت اسلام رحم آرید
شمارا نیز زاں آں رتبت و شوکت شود پیدا

مسیحی مذہب کے فوائد

ہمعصر نور افشاں اپنی تازہ اشاعت کے افتتاحیہ "مسیحی مذہب کے فوائد" کی تحت میں رقمطراز ہے کہ انسان کی روحانی بہبودی اور اخلاقی ترقی اور تمدنی قیام کے لئے مسیحی مذہب سے بڑھکر نہ ہی کوئی اور مذہب دنیا میں موجود ہے۔ اور نہ ہی ہو سکتا ہے" معاصر مذکور نے اس دعوے کے پیش کرنے میں خاص ثبوت یا تاریخی واقعات کا امداد میں لانا ضروری نہیں سمجھا۔ ممکن ہے ایسی تنہا دات کی اہمیت پر چنداں اعتبار نہ ہو۔ برخلاف اس کے چند دعاوی نئے عہد نامہ سے نقل کر دیئے ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ "خداوند یسوع مسیح کی شخصیت۔ ذات۔ صفات اور کام پر ایمان لانے کے ذریعہ سے گنہگار راستباز ٹھہر جاتا ہے۔ جس سے یہ مقصود ہے کہ خدا ایماندار کے تمام گناہ بخشدیتا ہے۔ اور مسیح کی راستبازی اس سے محسوب اور منسوب کرکے اسے راستباز ٹھہرا دیتا ہے۔ (رومی ۸ : ۳۰) بعدہٗ وہ اسے اپنا لے پالک فرزند بنالیتا ہے۔"

جب ہم بائیبل کے پیش کردہ تاریخی واقعات کو دیکھتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ اولاً تو چند ماہی گیر و ں مچھوؤں کے سوا کسی نے اس مذہب کو قبول نہ کیا۔ اور حواری انہیں چند میں سے راجہ بنے ہوئے تھے۔ اور دن رات ان کی تعلیمات سے متاثر ہوتے تھے۔ اور زانوئے شاگردی تہ کئے رہتے تھے۔ انہیں پر لامحالہ اصلی رنگ چڑھا ہوگا۔ اور اس اولین نسل سے ایک شخص صحیح نتائج نکال سکتا ہے۔ یہ مدنظر رکھ کر اسواسطے پہلے ہم انہیں کی زندگی دیکھیں۔ آیا ان کی اخلاقی ترقی اور راستبازی جس کا معاصر مذکور مذہب عیسائیت کا ایک نتیجہ ہونا بزور دعوے کرتا ہے۔ انجیل کے مطابق عیسٰے علیہ السلام کا بڑا معتبر ساتھی اسکریوطی آپ کو یہودیوں کو سراغ دیتا ہے۔ اور امتحان کے وقت تو شمعون پطرس جو سب سے بڑے حواری ہیں اپنے آپ کو بالکل اپنے آقا سے اجنبی ظاہر کرتے ہیں۔ دیکھو یوحنا (۱۸ : ۱۷)

"تب اس چھوکری نے جو دربان تھی۔ پطرس سے کہا کیا تو بھی اسکے شاگردوں میں سے نہیں وہ بولا کہ میں نہیں ہوں" اور تین دفعہ! پتے۔ اس انکار اور کذب کا اعادہ کرتا ہے۔ وہی پطرس جو کلیسیا کا بانی ہے۔ اور وہی پطرس جو بہشت اور دوزخ کا کلید بردار ہے۔

اس وقت ممالک یورپ میں اصنام پرستی کا زور تھا۔ اور نیچر کی مختلف طاقتوں کے واسطے مختلف دیوتا معبود تھے۔ کہیں سورج کی دیوی ہے۔ کہیں چاند کی۔ تو ہم پرستی کا کوئی ٹھکانا ہی نہ تھا۔ کہانت اور افسانہ بازی کے پر پیچ الجھنوں میں بھلے چنگے دماغ محبوط بنے تھے۔ تاآنکہ علم کی ترقی کے ساتھ رفتہ رفتہ بعض فلسفی ایک خدا کی ہستی کی طرف میلان ظاہر کرنے لگے۔ شہنشاہ قسطنطین جو شمس پرست تھا۔ اس نے اپنے بیٹے کو عیسٰے علیہ السلام کیواسطے بدل ڈالا۔ اور باقی رسومات مذہبی کو جو سورج پرستی کے واسطے ملحوظ رکھی جاتی تھیں۔ ان کو ویسے ہی قائم رہنے دیا۔ لوگ چونکہ بیشمار معبودوں سے تنگ آ چکے تھے۔ اور بیش از بیش خرابیاں ہونے دلفگار مبرہن ہو چکا تھا۔ نئی عبادت کی شکل نے جو بلحاظ بہتر نظر آتی قلوب کو گرویدہ کر لیا۔ اور قسطنطین کی ملکی مصلحت کارگر ہو گئی تاہم اس نے عیسائیت کو بالکل نئے رنگ میں جو عیسٰے علیہ السلام کی تعلیمات سے بعد المشرقین کا فرق رکھتی تھی۔ فروغ دیا۔ اور پولوس کے اصولوں کی ترویج ہو گئی۔

ہم سوال کرتے ہیں کہ آیا ایک شخص کے کام کی نسبت حسن ظنی کرنا اور اس سے بڑھ کر ایک اور قدم آگے رکھکر یہ کہنا کہ واقعی اس نے یہ کام کئے۔ اس کی شخصیت، ذات، صفات پر وثوق کے ساتھ کہنا کہ میں اسے ایسا ایسا مانتا ہوں۔ کیا میرے گناہوں کو بخشوا سکتا ہے۔ ایک شخص نے نیک کام کئے۔ ایک شخص نے برے کام کئے۔ اس کے ذمہ دار وہ ہیں اور وہی ان کے اجر یا سزا کے مستحق ہیں ایک شخص نے بہتیرا روپیہ جمع کیا۔ میری بلا کو۔ اس کا مجھ پر کیا اثر ہو سکتا ہے اس کا روپیہ اس کے پاس ہے۔ دنیا کو کیا غرض کہ اس کے روپے کو دیکھ دیکھ کر خوش ہو۔ اگر اس سے یہ مراد ہو کہ چونکہ ہم اس کے کاموں کو مدنظر رکھتے ہیں اسکے اعمال بہت اچھے ہیں اور ہم اس کے احسن ہونے میں کوئی شبہ نہیں رکھتے۔ اسواسطے وہ نمونہ ہمارے واسطے باعث تحریص ثابت ہوگا۔ اور ہم اپنے قالب کو اس میں منقلب کرینگے۔ یہی زیادہ سے زیادہ اس سے مطلب برآری ہو سکتی ہے تو پھر دنیا میں ہزاروں نیک اور صالح انسانوں کی مثالیں موجود ہیں جو دنیا کے ہر کونہ میں وقتاً فوقتاً ظہور پذیر ہوئیں۔ عیسائی دنیا آج شکسپیر کو دنیا کا عظیم الشان انسان متصور کرتی ہے۔ پھر اسکی کتب کا کیوں علامتہ اعتقادات میں دخل نہیں ہوتا۔ اور کیوں اس کا اسوہ موجب کفالت جرم نہیں ہوتا۔ کیوں کسی سائینسدان کو جو علمی زندگی پہ اتنا اثر ڈالتا ہے اور نو بنو عجائبات قدرت کو بنی نوع انسان کے مفاد کی خاطر دریافت کرکے پیش کرتا ہے۔ موجب ہدایت قرار نہیں۔ جیسے جیسے بجلی کی طاقت دریافت کرنے والے کو رہبر ہدایت بنانے میں کونسی تاخیر ہے۔ اور علے ہذا القیاس دیگر حیرتناک ایجادات کے موجدوں کی جو مغربی تہذیب کے سرچشمے ہیں۔ اور جن کی دماغ سوزی اور حب الوطنی کی جانفشانیوں کی وجہ سے اس قدر مادی ترقی مغرب نے کی ہے اور جن پر ابنائے وطن کو بجا ناز ہے۔ اور ہونا چاہیئے۔

مگر کیا یہ اس تعلیم کا اثر ہے۔ جس کے ماتحت پطرس نے اپنی جان بچانے کے واسطے ایسا جھوٹ بولا۔ اور اسکریوطی نے اپنے آقا کی پہچان کرائی۔ اور جیسا کہ ہمعصر مذکور لکھتا ہے۔ "علاوہ اس کے خدا کی محبت کا یقین۔ کانشنس یا ضمیر کا آرام"۔ اور جان تو بڑی عزیز چیز ہے۔ مگر جو حق کے نشہ میں چور ہوں۔ جو اعتقادات پر صدق اور راستی کے ساتھ قائم ہوں۔ جو حقیقت کے نشے سے مخمور ہوں وہ اس نشے کی خاطر۔ اس مجنونانہ بڑ کی خاطر جان پر کھیل جاتے ہیں۔ کیا پطرس صاحب کو انکی ضمیر نے ملامت نہ کی۔ کیا اسکریوطی نے خدا کی محبت کو پا لیا؟

یہ ایسے امور ہیں کہ فہم اور ادراک تو ان کو قبول نہیں کر سکتے مگر اعتقاد کی لگام محکم ہو۔ اور جب آنکھوں پر پٹی باندھ لی جاوے تو تعصب فہم اور ادراک کو چون و چرا کی گنجائش کب چھوڑتا ہے۔

جوبات کی خدا کی قسم لاجواب کی

ہم نے حضرت مسیح موعود کی غیر مطبوعہ چند نظمیں اپنے اخبار میں شائع کی تھیں جنکی اصلیت کا معاصر فاروق نے مطالبہ کیا ہے۔ ابھی کئی اصحاب ایسے ہیں جنکے پاس حضرت صاحب کے مکتوبات محفوظ ہیں جن میں معارف کے نکات مندرج ہیں۔ اور وہ پریس میں نہیں آ سکے انہیں میں ایسا منظوم کلام بھی آ جاتا ہے جو ہم تلاش کے بعد ہدیۂ ناظرین کرتے رہا کریں گے۔ حضرت صاحب کا اگر کچھ منظوم کلام طبع نہیں ہوا تو یہ کوئی موجب تعجب نہیں آخر آپ کے رقعات کا مسودہ تو ہمیشہ نہیں لیا جاتا تھا کہ وہ محفوظ ہوتا۔ اور ساتھ کے ساتھ چھپ جاتا۔ ہم معاصر مذکور کو ہدایت کرینگے کہ ایسے کلام میں وہ صحت کا خیال رکھا کرے۔ جیسے کہ تازہ پرچہ کے متعلق ہمیں یہ کہنا پڑا ہے ورنہ ان میں ہمیشہ ایسی غلطی رہجانیکا احتمال رہیگا۔

بلادِ غربیہ میں تبلیغ اسلام

لفٹنٹ جوزف عبداللہ

آسماں پر دعوتِ حق کیلئے اک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اُتار

مکرمی ایڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

گذشتہ ہفتہ لارڈ ہیڈلے بالقابہ کے لیکچر کا ذکر کرتے ہوئے میں نے بتایا تھا۔ کہ لارڈ صاحب موصوف نے عراق عرب میں ایک انگریز فوجی لفٹنٹ کے قبول اسلام کی خوشخبری حاضرین کو سنائی۔ جنہوں نے اپنا نام جوزف عبداللہ بتایا ہے اس اعلان کو ابھی ایک ہی ہفتہ ہوا تھا۔ کہ کل لفٹنٹ موصوف کو ہم نے اپنے درمیان پایا۔ آپ پونا سے جہاں عراق عرب سے تبدیل ہو کر آپ کو جانا پڑا۔ دو مہینہ کی رخصت پر انگلستان آئے ہیں۔ اور کل مولینا صدرالدین صاحب سے ملنے کے لئے یہاں تشریف لائے۔

کسی انگریز کے قبول اسلام کی خوشخبری سنکر سب سے پہلے جو خیال ہمارے بعض ہندوستانی بھائیوں کے دلوں میں پیدا ہوتا ہے۔ وہ اُن کی پابندی اسلام کا سوال ہے۔ اگرچہ اس سوال کے کرنے والے ان مشکلات کو قطعاً نظر انداز کر دیتے ہیں۔ جو ایک نومسلم بالخصوص انگریز کی راہ میں اسلامی طور وطریق کو اختیار کرنے اور انگلستان میں رہ کر اپنی عمر بھر کی عادات کو ترک کر کے مسلمان ہوتے ہی اسلام پر کاربند ہونے اور اسلامی اخلاق حسنہ کا خوگر بن جانے میں حائل ہیں۔ اور جن کی عدم موجودگی کے باوجود پشتہا پشت کے مسلمان ان سب باتوں سے بہت دور پڑے ہوئے ہیں۔ تاہم ان جان نثاران توحید کو یہاں آکر جس حالت میں میں نے پایا ہے۔ اُن کے اخلاق اُن کے خلوص دل اسلام کے لئے اُن کی غیرت اور اس سے محبت۔ نمازوں وغیرہ میں شراکت اور عربی کلمات اذان نماز وغیرہ کو سیکھنے میں اُن کی جہد بلیغ کو دیکھ کر جو خوشی ہوتی ہے۔ لبا اوقات جی چاہتا ہے۔ کہ اس میں اپنے ہندوستانی بھائیوں کو بھی شریک کروں۔ اور فرداً فرداً ان تمام مسلمین مردوں اور خواتین کا ذکر کر دوں۔ جنکو اس وقت تک ملنے کا اتفاق ہوا ہے۔ لیکن اب تک اس سے معذور رہا۔ خدا نے چاہا۔ تو کسی اور موقعہ پر انشاء اللہ اس خدمت کو سرانجام دونگا۔

مگر قبل اس کے کہ وہ موقعہ میسر آئے۔ لفٹنٹ جوزف عبداللہ کے ساتھ کل کی ملاقات کا جو اثر میرے قلب پر ہے۔ جو خوشی لفٹنٹ موصوف کی قرآن خوانی کو سنکر۔ اُن کو مسجد میں جاتے ہی دیوار پر لکھی ہوئی سورۂ اخلاص اور دیگر آیات اور اسمائے الٰہی بے ساختہ پڑھتے ہوئے دیکھ کر اور نہ صرف نماز اور اذان وغیرہ سے ہی انہیں واقف پاکر بلکہ ان کی وسیع اسلامی معلومات اور اُن کے قلب میں اسلام کے لئے ایک سچا جوش محسوس کر کے۔ حاصل ہوئی۔ ہاں ان ایام مصیبت وبلا میں جبکہ اسلام کو بدنام کرنے کے لئے اسلامی ممالک کے مسلمانوں کو وحشت وبربریت کا مجسمہ ٹھیرایا جاتا ہے۔ ایک انگریز کے اس جگہ سے شرافت اور اخلاق حسنہ کی تصویر بنکر آنے کا جو نہ مٹنے والا نقش میرے قلب پر ہوا ہے۔ چاہتا ہوں۔ کہ آپ کو بھی اس سے مطلع کروں۔ اور اسلام کی سادگی اور کشش کی جو ہماری رنگ آمیزیوں اور فرقہ بندیوں سے تیرہ سو برس کی داستانِ پارینہ بن چکی ہے۔ دوبارہ یورپ کے اندر زندگی اور نشوونما حاصل کرنے کی کیفیت عرض کروں۔

لفٹنٹ موصوف کا اصلی نام [illegible] وارڈ ہے۔ وہ رومن کیتھولک مذہب کے پیرو تھے۔ جو عقیدہ اور عمل کے لحاظ سے تمام عیسائی فرقوں میں سے الوہیت مسیح کو ماننے میں بہت سخت واقع ہو ئے ہیں۔ بلکہ وہ حضرت مریم کو بھی لائق پرستش سمجھتے اور مسیح اور مریم دونوں کے بتوں کی پوجا کرتے ہیں۔ یہ لوگ پوپ کے پیرو ہیں۔ اور دوسرے عیسائی فرقوں کی طرح [illegible] عیسائی نہیں ہوتے تاہم سعید روحیں کبھی ہر جگہ ہوتی ہیں۔ لفٹنٹ موصوف اپنی فوج کے ساتھ عراق عرب میں [illegible] اسلام کی سادگی اور معقولیت پر نثار ہو گئے۔ اُن کو اسلام لائے ابھی نو ہی مہینے ہوئے ہیں۔ لیکن اس قلیل مدت میں اسلام سے جو گہری واقفیت انہوں نے حاصل کی ہے وہ لائق رشک ہے۔ وہ قرآن بخوبی پڑھ سکتے ہیں۔ وضو اور نماز کے سخت پابند ہیں۔ اور یہ ذکر کرنا موجب مسرت ہوگا کہ اس فرقہ کے ساتھ منسوب ہونے کی بجائے صرف مسلم کہلانا بہت پسند کرتے ہیں۔ یہ وہ سبق ہے جسکو آج ہمارے ہندوستانی مسلمان قطعاً بھلا بیٹھے ہیں اور انہوں نے اسلام کی سادہ تعلیم کو تشتت وافتراق کا آماجگاہ بنا لیا ہے۔ لفٹنٹ موصوف اسکے متعلق دیر تک باتیں کرتے رہے بالخصوص حضرت علی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما کی ایک دوسرے پر فضیلت کے متعلق جو شیعہ وسنی کے اختلاف کا موجب ہے۔ انہوں نے اپنا یہ خیال ظاہر کیا۔ کہ کسی ایک کو دوسرے پر فضیلت دینے کی بجائے ہمارے لئے یہی کافی ہے۔ کہ ان دونوں کو نیک وپارسا اور آنحضرت صلعم کے سچے رفیق اور مونس سمجھیں۔ بلکہ حضرت عمرؓ کے جوش اسلام پر تو ایران کا ملک ایک کھلی شہادت ہے۔

کیا ہندوستان کے شیعہ وسنی حضرات جو انہی چھوٹی چھوٹی باتوں کو مسلمانوں کے خون بہانے اور ایکدوسرے کے خلاف دفتر اوراق سیاہ کرنے کا ذریعہ ٹھیرا لیتے ہیں ایک انگریز نومسلم کی اس پاکیزہ خیال کی داد نہ دیں گے اور اس سے سبق حاصل کر کے راہِ امن واتحاد پر گامزن نہونگے؟

اس کے ساتھ ہی کس قدر خوشی کی بات ہے کہ جس مقام کو آج وحشت وبربریت کی جگہ قرار دیا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ اسلام کا مرکز اور گھر ہے۔ اور انگلستان میں تبلیغ اسلام کرنیوالوں پر کہ سر پر الزام دیا جاتا ہے۔ کہ وہ اسلام کو بنا سنوار کر کچھ کا کچھ بیان کرتے ہیں۔ جو یورپین قلوب کو لبھا لیتا ہے۔ ورنہ اصل اسلام کچھ اور ہے۔ جو ہندوستان اور اسلامی ممالک میں پایا جاتا ہے۔ اسی جگہ اور انہی اسلامی ممالک کے اندر ہاں اسی نام نہاد وحشت وبربریت کے گھر میں ایک انگریز فوجی لفٹنٹ اسی اسلام کا دلدادہ وشیدا ہوتا ہے۔ جسکو "کچھ اور" اور انگلستان کے اسلام سے مختلف قرار دیا جاتا ہے۔ لفٹنٹ موصوف نے خود ہی اس بات کو اپنی چٹھی میں بیان کیا ہے۔ جو انہوں نے اپنی واپسی سے پہلے بھیجی تھی۔ اور اسلامک ریویو بابت ماہ اکتوبر میں طبع ہوئی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"اگر انگلستان کا کوئی شخص یہ اعتراض کرے۔ کہ ووکنگ مسلم مشن اسلام کی جو شکل وصورت پیش کرتا ہے۔ یہ بہت بلند پایہ ہے اور اصلی چیز جو اسلامی ممالک میں دستیاب ہوتی ہے۔ وہ اس سے بہت مختلف ہے۔ تو اس کے جواب میں ایک میری مثال کو پیش کر سکتے ہیں۔ میں ایک اسلامی ملک میں مسلمان ہوا۔ جو دو دریاؤں کے بہنے کی جگہ ہے۔ جہاں جناب حسین اور آپ کے ساتھی رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے۔ جہاں حضرت ابو حنیفہؒ۔ حضرت عبدالقادر جیلانی۔ موسے کاظمؒ۔ محمد جوادؒ۔ الحسن العسکری اور اس قسم کے بہت سے اور اولیاء اللہ اور علمائے اسلام پیدا اور دفن ہوئے۔ یہ گویا اسلام میں حجاز سے دوسرے درجہ پر قابلِ تقدیس مقام ہے"۔

کس قدر غیرت اسلام ان الفاظ سے ٹپکتی ہے۔ اور ایک تھوڑے سے ہی عرصہ میں اسلام سے کس قدر واقفیت انہوں نے حاصل کی ہے۔ اور یہ سب کچھ اس مقام کی بدولت ہے۔ جسکو اسلام کا اصلی گہوارہ ہونے کی وجہ سے وحشت وبربریت کا گھر سمجھا جاتا ہے۔

لفٹنٹ موصوف کے قلب میں اللہ تعالے نے تبلیغ اسلام کا ایک گہرا جوش ودیعت کیا ہے۔ جس کی وجہ سے آپ اپنی والدہ کو بھی جو رومن کیتھولک ہیں۔ آہستہ آہستہ اسلام سے واقف کر کے مسلمان بنانے کی فکر میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں کامیاب کرے۔ اور اس سے بڑھ کر اسلامی خدمات کی توفیق عنایت کرے۔ آمین!!

والسلام!

خاکسار۔ دوست محمد۔
از ووکنگ۔
انگلستان۔

اعلان

اَے احمدی برادران!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

تم کو معلوم ہے۔ کہ اب جنگ ختم ہو گیا۔ راستے سب کھل گئے۔ ہر ایک جگہ لا اکراہ فی الدین مذہب ہو گیا۔ جو چاہے۔ جس جگہ چاہے۔ جاکر اشاعت اسلام کر سکتا ہے۔ پھر تم کو معلوم ہے۔ کہ تمہارے امام علیہ السلام نے اپنی زندگی میں ایک انجمن بنائی اور تم کو وصیت کی۔ کہ تم نے مل کر اشاعت اسلام کا کام کرنا۔ پھر کیا تم کو وہ وقت بھی یاد ہے۔ جب تم نے سوچ سمجھ کر اپنی خواہشات نفس کی قربانی کی۔ اور نہایت عقلمندی سے اپنی اس زندگی کی بہبودی کے لئے اور اپنی آخری زندگی کی بہتری کے لئے تم نے یہ فیصلہ کر کے کہ دین کو اپنی ہر ایک چیز پر مقدم کرنے میں ہی نجات ہے۔ تم نے اللہ تعالےٰ سے وعدہ کیا کہ دین کو دنیا پر مقدم کرو گے پس اے برادران! اب دین چاہتا ہے۔ کہ تم گھروں کو چھوڑو۔ بال بچے کو خیرباد کہو۔ اور امریکہ افریقہ، یورپ، ایشیا، کے مختلف کونوں میں قرآن کریم لیکر پھیل جاؤ۔

دین چاہتا ہے۔ کہ ان مہاجرین کے لئے تم اپنی ضروریات اپنے عیال واطفال کی ضروریات سے مال کاٹ کر اُن کے اخراجات مہیا کرو۔

دین چاہتا ہے۔ کہ تم ان سب امور میں غور کرنے کے لئے سالانہ جلسہ میں شامل ہو۔ پھر اے برادران! کیا تم اپنے اُس وعدہ کو جو اللہ تعالےٰ جلشانہٗ کے ساتھ کیا ہے۔ دین کو اب مقدم کرنے کو تیار ہو۔ تو سنو کہ سالانہ جلسہ ۲۵-۲۶-۲۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کو ہوگا۔ سب کاروبار چھوڑ کر اس میں شامل ہو جاویں۔ اُس کے اندر آیندہ سال کی جانی اور مالی ضروریات کو پیش کیا جائے گا۔ روپیہ ہمراہ لاکر اس کی مالی ضرورتوں کو پورا کرو۔ اور اپنی زندگیوں کو وقف کر کے گھربار کو دین کے لئے قربان کرو۔ تاکہ تم صادقین کے گروہ میں شامل ہو سکو۔

خاکسار۔ سید محمد حسین شاہ۔
آنریری سکریٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

قابلِ توجہ خداوندانِ نعمت

بعض بزرگانِ ملت وحامیانِ دین متین نے اپنی دولتِ خداداد سے کچھ حصہ نکال کر بغرض حصول ثواب قرآن کریم بترجمہ انگریزی کی مفت اشاعت کے لئے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے پاس روپیہ بھیجا تھا۔ انجمن اُس کا حساب کر کے کچھ مفت اور کچھ نصف قیمت پر قرآن کریم کے بھیجنے کا انتظام کرتی رہی۔ چونکہ ایک محدود تعداد تھی جو اب سب ختم ہو چکی ہے۔ لیکن درخواستیں شائقین قرآن کریم کی برابر آ رہی ہیں۔ اور گنجائش کے نہونے کی وجہ سے وہ لوگ محروم ہو رہے ہیں۔ اگر بعض اور بزرگ اس کار خیر کے لئے خدا کی دی ہوئی نعمت سے حصہ نکال کر انجمن کے پاس بھیجدیں۔ تو پھر اُن تمام اصحاب کو جو قرآن کریم کے مطالعہ کے پیاسے ہیں۔ رعائتی قیمت پر بھیجا جاسکے۔ اہلِ ثروت اصحاب کو ثواب اخروی کے حصول کے لئے یہ ایک نہایت قیمتی موقعہ ہے۔

خاکسار:۔ سکریٹری تصنیفات۔
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور۔

توسیع اشاعت

کے لئے چھوٹا چھوٹا اب [illegible] ہر ایک احمدی [illegible] [illegible] کے اخبار کو وسیع پیمانہ پر [illegible] [illegible] قبول فرما کر عنداللہ ماجور ہوویں۔

پریزیڈنٹ کمیٹی تحقیقات فسادات اور پنڈت مالوی جی کی خط و کتابت

پنڈت مالوی جی نے لارڈ ہنٹر پریزیڈنٹ تحقیقاتی کمیٹی کے نام ایک چٹھی لکھکر کانگرس سب کمیٹی کے اس فیصلہ کی اطلاع دی تھی۔ کہ جب تک لیڈروں کو عارضی طور پر رہا نہ کیا جائے۔ یہ کمیٹی تحقیقاتی کمیٹی کے ساتھ مل کر کام کرنے سے قاصر ہے۔ اس پر لارڈ ہنٹر کی طرف سے پنڈت مالوی جی کے نام ذیل کی چٹھی موصول ہوئی ہے:-

نمبر ۲۹۹۔ دفتر تحقیقاتی کمیٹی فسادات
لاہور - ۱۴ - نومبر ۱۹۱۹ء

ڈیر پنڈت مالوی!

لارڈ ہنٹر نے خواہش ظاہر کی ہے۔ کہ میں آپ کی چٹھی مورخہ ۱۲ ماہ حال کی وصولی کی اطلاع دوں۔ جس میں آل انڈیا کانگرس کمیٹی کی پنجاب کی تحقیقاتی کمیٹی کا یہ فیصلہ لارڈ موصوف کو پہنچایا گیا تھا۔ کہ آپ کی کمیٹی کا لارڈ ہنٹر کی کمیٹی سے ملکر کام کرنا مشکل ہے۔

۲- آپ کے اس مشورہ کے متعلق کہ لارڈ ہنٹر کی کمیٹی کو گورنمنٹ پنجاب سے سفارش کرنی چاہیئے کہ وہ مناسب ضمانت پر سرکردہ لیڈروں کو عرصہ تحقیقات کے لئے رہا کردیں۔ لارڈ ہنٹر کی کمیٹی محسوس کرتی ہے کہ گورنمنٹ کے فیصلہ پر نظر ثانی کرنا اس کے دائرۂ اختیار سے باہر ہے۔ اگر دوران تحقیقات میں یہ معلوم ہوگا۔ کہ بواعث فسادات یا اُن کے متعلق اختیار کردہ وسائل پر روشنی ڈالنے کے لئے گرفتار شدہ اشخاص میں سے کسی کی شہادت ضروری ہے تو ایسے اشخاص کمیٹی کے روبرو طلب کئے جائیں گے۔ اور ایسی صورت میں کمیٹی کو شبہ نہیں کہ گورنمنٹ پنجاب اُن کے پیش ہونے میں کوئی مشکلات حائل نہ کرے گی۔ لارڈ صاحب کے پرائیویٹ سکریٹری کی خط و کتابت سے جس کی ایک نقل آپ کے خط کے ساتھ منسلک تھی۔ کمیٹی کو معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس پہلو میں آپ کو اطمینان دلا دیا گیا ہے۔ اور ذمہ لیا گیا ہے۔ کہ گرفتار شدہ اشخاص کے ساتھ مشورہ کرنے کے لئے مناسب سہولتیں دی جائینگی۔ لارڈ ہنٹر کی کمیٹی امید رکھتی ہے کہ گورنمنٹ اس معاملہ میں پوری مناسب سہولتیں مہیا کرے گی۔ لارڈ ہنٹر نے ایسا کرنے کے لئے گورنمنٹ پنجاب کو آزادانہ طور پر مشورہ دیا ہے۔ اس کے سوائے لارڈ ہنٹر کی کمیٹی محسوس کرتی ہے۔ کہ وہ کوئی اور مشورہ نہیں دے سکتی۔

۳- اگر کانگرس کی سب کمیٹی اس پر بھی تحقیقات میں شریک ہونے کی ناقابلیت محسوس کرتی ہو۔ اور مکمل تحقیقات جس کی لارڈ ہنٹر کی کمیٹی کو خواہش ہے۔ کہ موقعہ کو ہاتھ سے کھوتے ہوئے اپنے فیصلہ پر قائم رہنا چاہیئے۔ تو پھر لارڈ موصوف کی کمیٹی کو افسوس سے اس فیصلے کو منظور کرنا پڑیگا۔

آپ کا صادق
(دستخط) ایچ۔ سی۔ سٹوکس۔

(۲)

نمبر ۷- فیروزپور - روڈ-
لاہور - ۱۵ - نومبر ۱۹۱۹ء

ڈیر مسٹر سٹوکس!

آپ کے خط مورخہ ۱۴ ماہ حال کے لئے ممنون ہوں میرا شکریہ لارڈ ہنٹر کی خدمت میں بھی پہنچا دیں۔

اگر اجازت دی جائے۔ تو مجھے کہنا پڑتا ہے۔ کہ میری کمیٹی نے لارڈ ہنٹر کی کمیٹی کو گورنمنٹ کے فیصلہ پر نظر ثانی کرنے کے لئے نہیں کہا تھا۔ بلکہ میری کمیٹی نے فسادات کی تحقیقاتی کمیٹی کو اپنے مسلمہ حقوق عمل میں لانے کے لئے کہا تھا۔ تاکہ وہ مکمل تحقیقات کے انتظامات مہیا کر سکے۔

مسٹر گاندھی کی کل جو ملاقات حضور لاٹ صاحب سے ہوئی۔ اس کے نتیجہ کے مطابق میری کمیٹی خیال کرتی ہے۔ کہ ہم ایک نئی سخت تصفیہ پر پہنچ جائینگے۔ میں اس خط کے ساتھ مسٹر گاندھی کی وہ چٹھی شامل کرتا ہوں جو حضور لاٹ صاحب کے نام بھیجی گئی۔ جو اصلی حالات کو بخوبی واضح کردے گی۔

میں یقین کرتا ہوں۔ کہ لارڈ ہنٹر ہمارے رویہ کی مناسبت کو تسلیم کریں گے۔ فسادات کی تحقیقاتی کمیٹی کے سامنے جو شہادت دی گئی ہے۔ اس کا میں نے مطالعہ کیا ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ گواہوں کو کئی بار ڈاکٹر کچلو اور ڈاکٹر ستیہ پال کا نام لینا پڑا ہے۔ لارڈ موصوف شاید میرے ساتھ متفق ہوں گے کہ اگر یہ دو اصحاب اجلاس کمیٹی میں موجود ہوتے۔ تو وہ وکیلوں کے ذریعے کئی پہلوؤں پر روشنی ڈال سکتے۔ اور گواہوں کے بیانات کا مناسب طریق سے امتحان کرسکتے۔ اور مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی جھجک نہیں۔ کہ درست نتیجہ پر پہنچنے کے لئے فسادات کی تحقیقاتی کمیٹی کے روبرو تمام قابل دستیاب واقعات تب تک مہیا نہ ہوں گے جب تک متعلقہ اشخاص کو شہادتوں کے بذات خود کمیٹی کے روبرو آنے کی اجازت نہ دی جائے گی۔ میں یہ بھی دیکھتا ہوں۔ کہ گورنمنٹ کی طرف سے پیش ہونے والے وکیل کی امداد کے لئے سرکاری افسروں کی موجودگی کی اجازت دی جاتی ہے میری کمیٹی سے ایسی حالت میں سلوک نیت کی امید نہیں ہوسکتی جبکہ سرکاری افسر جن کے افعال زیر غور ہیں کمیٹی کے سامنے کھلے طور پر آسکتے ہیں۔ مگر وہ لوگ جن کے افعال بھی یکساں طور پر زیر غور ہیں ان قائمقاموں کو بطور زیر حراست قیدی بھی آنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔

آپ کا صادق مدن موہن مالوی۔

مسٹر گاندھی کی چٹھی

مہاتما گاندھی نے پرائیویٹ سکریٹری لاٹ صاحب پنجاب کی خدمت میں حسب ذیل چٹھی بھیجی تھی:-

لاہور - ۱۵ - نومبر ۱۹۱۹ء

ڈیر مسٹر کرنل بیلی۔

آپ مہربانی سے حضور لاٹ صاحب سے کہدیں۔ کہ ہم نے ممبران کانگرس سب کمیٹی کو اطلاع دے دی۔ کہ آپ سب کمیٹی کے پیش کردہ اصول کو ازراہ عنایت اس حد تک ماننے کے لئے رضامند ہیں کہ چند لیڈر اس دن یا ان دنوں کے لئے جب وہ درحقیقت فسادات کی تحقیقاتی کمیٹی کے سامنے شہادت دے رہے ہوں۔ ذاتی طور پر رہا کئے جا سکیں گے۔ ممبران نے کہا۔ یہ رعایت بمشکل اصول مذکور کو پورا کرتی ہے۔ اور اس کی کوئی عملی اہمیت نہیں۔ اس کے معنے یہ ہونگے۔ کہ امرت سر کی عام سماعت کے دوران میں ڈاکٹر کچلو اور ڈاکٹر ستیہ پال زیر حراست شامل ہونگے۔ اور انکو اس دن ذاتی اطمینان پر رہا کیا جائیگا۔ جب اُن پر جرح ہوگی۔ میرا خیال تھا۔ کہ جو سوال اٹھایا گیا ہے۔ اس کا لارڈ ہنٹر کی اس چٹھی میں جو پنڈت مالوی جی کو لکھی ہے۔ صاف طور پر جواب دے دیا گیا ہے۔ اس امر کو پورے طور پر واضح کرنے کے لئے مسٹر اینڈریوز نے اپنے آپکو پیش کیا۔ چنانچہ اسوقت سخت مایوسی ہوئی۔ جب وہ یہ اطلاع دینے کے لئے واپس آئے کہ جس طرح پر مشورہ دیا گیا ہے۔ اس طریق سے بھی شریک ہونے کی حضور لاٹ صاحب لیڈروں کو اجازت نہ دینگے۔ اس لئے کانگرس سب کمیٹی کے لئے سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں کہ وہ لارڈ ہنٹر کی کمیٹی کے سامنے نہ پیش ہونے کے متعلق اپنے فیصلہ پر قائم رہے۔ میں اس بارے میں اپنا گہرا افسوس ظاہر کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ حضور لاٹ صاحب نے وہ حقوق عطا کرنے سے بھی انکار کردیا ہے جو ایک معمولی مجرم کو بطور حق حاصل ہونے چاہئیں۔

آپ کا صادق
ایم۔ کے۔ گاندھی

جنوبی افریقہ کو مسٹر اینڈریوز کی روانگی

پنجاب میں تقریباً دو ماہ کے قیام کے بعد نیک دل پادری مسٹر سی۔ ایف اینڈریوز گذشتہ ... کی شام کو لاہور سے دہلی و احمد آباد کے راستہ جنوبی افریقہ روانہ ہوگئے۔ جہاں کہ نازک وطن ہندوستانیوں کو عنقریب منعقد ہونیوالی کمیشن میں اپنی شکایات پیش کرنے میں مدد دینگے۔ ہندوستان میں ایسے بےنفس ہمدرد نوع انسان شخص کی غیر موجودگی بہت کچھ محسوس کیجائیگی خیال کیا جاتا ہے کہ اس سفر میں انکو دو ماہ صرف ہونگے ساتھ ہی اس امر کو بھی نظر انداز نہیں کیا ...

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۷ یکشنبہ مورخہ ۲۳ نومبر ۱۹۱۹ء نمبر ۳۷

جشن فتح

(۳)

کسی گذشتہ اشاعت میں ہم نے "جشن فتح" کے متعلق اپنے ناچیز خیالات کا اظہار کیا تھا۔ اور بسبیل مشورہ حکومت برطانیہ کے ارباب حل وعقد کی خدمت میں عرض کیا تھا۔ کہ ٹرکی کا معاملہ جو اعلان صلح کے دن سے آجتک کھٹائی میں پڑا ہوا ہے بطریق احسن طے ہو جائے۔ اور مسلمانان ہند کے جذبات کو جو ٹھیس لگی ہے۔ اس کا اندمال برطانوی حکومت کے حق پژوہانہ بالغ نظری کے مرہم سے جشن فتح کے دن سے پہلے ہی ہو جائے تو مسلمانوں کے لئے یہ جشن فی الواقعہ یوم عید ثابت ہوگا ہندوستان کی مختلف جماعتوں اور افراد کی طرف سے اس معاملہ کے متعلق حکومت ہند کے ایوان سیاست پر دستک دی گئی ہے۔ اور مسلمانوں کی یہ متفقہ آواز ظاہر کرتی ہے کہ وہ فی الواقعہ ٹرکی کی قسمت کو نہایت اضطراب اور بے چینی سے دیکھ رہے ہیں۔ ممکن ہے کہ برطانوی حکومت کے ارباب بست وکشاد یا خود مسلمانوں کی مختلف جماعتیں اس سارے معاملہ کو ایک سیاسی معاملہ سمجھتے ہوں۔ اور ٹرکی کی اہمیت کو سیاسی نقطۂ نگاہ سے ہی مہتم بالشان قرار دیتے ہوں۔ مگر ہمارے نزدیک یہ معاملہ ایک جداگانہ پہلو رکھتا ہے۔ مسلمان ٹرکی کی اہمیت کو برقرار رکھنے کے لئے اس لئے بےحد آرزومند ہیں کہ وہ مسلمان حکومت ہے اور اسکی اہمیت سے مسلمانوں کی اہمیت بحال رہتی ہے بلکہ ہمارے نزدیک اس کی وجہ محض مذہبی جذبات پر مبنی ہے۔ اگرچہ سیاسی نکتہ بھی لوآخر مسلمان ہی ہے اس کے لئے عالمگیر ہمدردی کا جوش دل میں کیوں نہیں؟

اصل بات یہ ہے۔ کہ ٹرکی ایک مدت مدید سے ان اماکن مقدسہ کی خادم رہی ہے جو اسلام کے مرکز اور گہوارہ ہیں اور جن کے ساتھ ربع مسکون کے ہر ایک مسلمان کی عقیدت وابستہ ہے۔ ٹرکی کی خدمت دیرینہ مسلمانوں کے دلوں میں گھر کر چکی ہے۔ اور اس لئے وہ ٹرکی کو عزیز رکھتے ہیں۔ کہ اس نے ان مقدس مکانات کی حفاظت وخدمت کی جن کے ساتھ اسلام کی روایات تازہ ہیں۔ کہ اور مدینہ وہ مقامات ہیں جو اسلام اور اہل اسلام کی جان گرامی سے بھی عزیز ہیں۔ اور ان ہی مقامات کی خدمت کی عزت ٹرکی کو حاصل ہے اس لئے طبعی طور پر مسلمان ٹرکی کی عزت کرتے ہیں۔ اور اسکی ذلت کو اپنی ذلت محسوس کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج چہار دانگ عالم سے مسلمانوں نے برطانوی حکومت کے سامنے جو اس معاملہ میں سب سے بڑی اسلامی حکومت ہے کہ اس کے زیر سایہ سب سے زیادہ مسلمانان آباد ہیں۔ اپنے دلی جذبات کا نقشہ پیش کیا ہے۔ حالانکہ ابھی کل کی بات ہے۔ کہ امیر افغانستان نے جب برطانوی حدود پر حملہ کیا۔ تو ہندوستان کے تمام مسلمانوں نے امیر کی اس کوتہ اندیشی اور ناانصافی پر اظہار افسوس کرکے صاف اعلان کیا کہ انہیں امیر سے کسی قسم کی ہمدردی نہیں اگر مسلمان محض اس سیاسی اہمیت کو ملحوظ رکھتے۔ تو انہیں امیر کی اس حرکت ناکردنی پر اول تو خوش ورنہ کم از کم خاموش رہنا چاہئے تھا۔ لیکن مسلمانوں کے ٹرکی کے معاملہ میں متفقہ طور پر مچلنا اور حکومت برطانیہ کے سامنے مراعات کی درخواست کرنا اور امیر کے ... سے صاف علیحدگی کا اظہار کرنا صاف بتا رہا ہے کہ ٹرکی کو جو ہمدردی حاصل ہے وہ محض حرمین الشریفین کی خدمت کی بدولت ہے اور یہ دلی جذبات کا معاملہ ہے ...

یہ ایک حقیقت نفس الامری ہے۔ کہ ٹرکی کے تصفیہ کے متعلق جو اطلاعیں وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہی ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں کو مضطرب کر رکھا ہے۔ اور یہ اضطراب صرف اس لئے نہیں کہ ٹرکی کی سیاسی اہمیت کم ہو گئی۔ بلکہ اسلئے ہے۔ کہ ٹرکی جو ایک مدت تک اماکن مقدسہ کی خدمت کرتا رہا۔ اب اس سے محروم ہو جائیگا۔ اور اس کے علاقہ کے ٹکڑے بکھرے ہو جائیں گے جس سے اس کی شان وشوکت میں کمی آجائے گی۔

یہی جذبہ ہے جو مسلمانوں کے دلوں کو ابھارتا ہے اور اسی سے متاثر ہو کر وہ حکومت برطانوی کے ایوان سیاست پر دستک دے رہے ہیں۔

ہم پہلے لکھ چکے ہیں اور اب پھر لکھتے ہیں کہ مسلمانوں نے جنگ میں فتح اور کامیابی حاصل کرنے کے لئے برطانوی سپاہ کا ساتھ دیا ہے۔ اور نہایت جرأت سے دیا چنانچہ مسلمانوں کا ایک وسیع علاقہ بھی اپنے شہنشاہ معظم کو فتح کرکے دے دیا۔ اب ان کے جذبات دل چاہتے ہیں۔ کہ ٹرکی کے ساتھ ہمارے ملک معظم کی گورنمنٹ بھی مراعات مدنظر رکھے۔ اس لئے حکمت عملی۔ تالیف قلوب۔ آئین حکومت۔ رعایا پروری۔ سب کے سب یہی سفارش کرتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے ہز میجسٹی ملک معظم کی گورنمنٹ مسلمانوں کی مدد اور ان کی دلدہی کرے۔ کہ ہر ایک حکومت کا استحکام توپ وتفنگ سے نہیں بلکہ رعیت کے دلوں کی تسخیر سے ہے۔

رعیت چو بیخ است سلطان درخت
درخت اے پسر باشد از بیخ سخت

اعلان

برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اشاعت اسلام اور اشاعت سلسلہ عالیہ احمدیہ آپ سب احباب کا جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں فرض اولین ہے۔ باقی مسلمانوں میں اور آپ میں صرف یہی ایک خصوصیت ہے کہ آپ کے اعمال سے اصل اسلام کا نمونہ ظاہر ہو۔ اور آپ کی زندگی کا نصب العین اشاعت اسلام ہو۔ آپ وہ جماعت ہیں۔ جو ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف کے ارشاد الٰہی کے ماتحت اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت مجدد زمان مسیح موعود ومہدی مسعود علیہ السلام کے ذریعہ قائم کی گئی ہے۔ آپ کا جہاں یہ فرض ہے کہ اپنے کل اخراجات اور ضروریات پر اشاعت اسلام کے کام کو مقدم کریں۔ اور اپنے اوقات گرامی کو دین کے کام کے لئے قربان کردیں۔ وہاں یہ بھی فرض ہے۔ کہ باقی مسلمانوں میں سے اپنی اس جماعت میں لوگوں کو شامل ہونے کی تحریک کریں۔ اور ان کے مالوں سے اس کام کے لئے روپیہ لیں تاکہ جماعت کی مالی اور جانی طاقت مضبوط ہو جائے۔

پس برادران! اشاعت اسلام کی فکر کے لئے اور اسکو کامیاب بنانے کی غرض سے آپ کا اجتماع سالانہ پر تشریف لانا ازبس ضروری ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ ضرور بضرور باقی دنیا کے کاموں پر اس کام کو ترجیح دے کر اپنے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے وعدہ کا جو اللہ تبارک وتعالیٰ سے آپ نے امام زمان کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے کیا ہے۔ ایفا کریں گے۔ اور موجودہ زمانہ کے حالات کو دیکھتے ہوئے اس اشاعت اسلام کے کام کی اہمیت پر غور فرما کر اس کے لئے اپنے عزیز مالوں سے ایک معقول حصہ علیحدہ کرکے جلسہ کے موقعہ پر تشریف لاکر انجمن کی امداد فرماویں گے۔ اور علاوہ اس کے اپنے دوستوں اور عزیزوں اور اقرباء کی خدمت میں جو کہ ہماری جماعت سے تعلق نہ رکھتے ہوں چندہ اس کار خیر کے لئے مانگیں گے۔ اور اس طرح انجمن کی مالی حالت کو بہتر بنانے کی کوشش کریں گے۔

میں یہ بھی تجویز کرتا ہوں:۔

(۱) تمام سکریٹری صاحبان اور پریزیڈنٹ صاحبان اپنی انجمن کو بہت جلدی جمع کریں۔ اور جیسا کہ گذشتہ سالانہ جلسہ پر فیصلہ ہوا تھا روپیہ فی روپیہ کی آمد کے حساب سے ... آپ کے ذمہ ہو۔ وہ وصول کریں۔ اور یہ رقوم ان چندوں سے علیحدہ ہوویں۔ جو سالانہ خزانہ ونس کا چندہ ہوتا ہے۔

(۲) اپنی کمیٹیوں کو مضبوطی کے ساتھ قائم کریں اور ان کے اجلاس باقاعدہ کریں۔ اور یہ فیصلہ کریں کہ کون کون صاحب شہر کے کس کس صاحب کے پاس چندہ لینے کے لئے جائینگے۔ مجھے یقین ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کی تھوڑی کوشش سے اس ڈیڑھ ماہ کے عرصہ میں ایک معقول رقم آپ جمع کرسکیں گے۔

برادران! خدارا غفلت کو اب خیرباد کہیں۔ انجمن کا کام بہت بڑھ گیا ہے۔ جب تک آپ کل کے کل کام میں نہ لگ جاوینگے۔ کامیابی کی امید نہیں۔ اور جو کوئی غفلت کریگا اس کے ذمہ وہ نقصان ہوگا جو اس کام کو اس طرح پہنچ جاوے گا۔

ان زوروآور حملوں سے جو آج کل مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کی منشاء سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق ہو رہے ہیں سب مسلمانوں کے دل درد سے بھرے ہوئے ہیں۔ آپ کی تھوڑی سی تحریک ان کو آپ کے ساتھ اس کام میں امداد کے لئے تیار کردے گی۔ تھوڑی سی حرکت کریں۔ اور کل شہر کے بڑے درد کا مداران۔ ملانوں کے پاس ایک دفعہ پہنچ جاویں۔ پھر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی کس طرح نصرت کرتا ہے۔

بالآخر عرض ہے کہ ایک ہفتہ کے اندر اندر خبر کا روائی اس عریضہ کے پہنچنے پر کریں۔ اس سے راقم کو مطلع کریں۔ اور جو احباب جلسہ میں آنا چاہیں ان کی فہرست تیار کرکے بھجوا دیں تاکہ ان کے آرام وآسائش کا انتظام کیا جا سکے۔

خاکسار۔ سید محمد حسین شاہ آنریری جنرل سکریٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم

خدا کا صریح حکم ہے۔ کہ مسلمان دعوت دیں اہل کتاب کو ان امور میں جن کا تعلق وسیع طور پر بنی نوع انسان کی بہتری اور بہبودی پر منتہی ہو۔ جس میں یہ مقصود ہو کہ عامہ سوسائٹی کو اللہ تعالیٰ کی توحید کا قائل کرانا ہے۔ جب مدعا یہ ہو کہ دنیا کو شرک اصنام پرستی ومادہ پرستی سے رہائی دیکر ایک خالق ذوالجلال کی عبادت کی طرف لگایا جاوے تو ان امور میں مل کر کام کریں اور اس مالک یوم الدین کا واضح قانون ہے کہ انکو معاد اور بعث بعد الموت میں یقین دلانے کے لئے سب اجتماعی کوشش کریں۔ تاکہ دنیا میں یک رنگی پیدا ہو جاوے: تو ہم ایسے احکام کو کونسا فائدہ اور نفع مدنظر رکھکر پس پشت ڈال سکتے ہیں جب وہ ذات قدیر ایسے کاموں میں جن سے اسکی خلقت کا بھلا ہو جن سے اسکی کائنات میں امن پیدا ہو۔ اسکے حصول کیواسطے حکم نافذ کرتا ہے۔ کہ قرآن کی تعلیم پر چلنے والے ضمیروں کے ساتھ ہاتھ بٹائیں جن کے اصولوں میں بعد المشرقین کا فاصلہ ہے تو اس حال میں تاسف ہے ان مسلمانوں کی حالت پر جو اشاعت اسلام کے کار خیر میں مسلمانوں کا اصلی اور قیمتی کام دنیا میں ہے اور جس کے واسطے ان قیام وبقا اس ذات صمدی کو منظور ہے وہ جماعت تعاونوا علی البر والتقویٰ کے روشن حکم کو بالکل بھلادے اور اپنے عدم عمل سے اسکی توہین کرے ہمارا مقصود دنیا میں اشاعت اسلام ہے جس کے لئے ہم شب وروز ببانگ دہل دنیائے اسلام کو خواب غفلت سے جگاتے ہیں۔ یہ کام مسلمانوں کا مجموعی کام ہے۔ زید وبکر کا مخصوص حصہ نہیں۔ تو جو اس کا تہیہ کئے ہر وقت تیار ہے اس کی اعانت سے مسلمانوں کو روکنا وسوسہ خناس ہے جو ہر مسلمان کے دل میں نیکی سے دور ہونے کے لئے ڈالتا ہے اور کچھ نہیں۔

توسیع اشاعت

ہمارے کرم دوست بابو غلام ربانی صاحب راولپنڈی میں اخبار پیغام صلح کی توسیع اشاعت کیواسطے مساعی جمیلہ فرماتے رہتے ہیں۔ حال ہی میں انہوں نے اس سلسلہ حقہ احمدیہ کے آرگن کے کئی خریدار پیدا کئے ہیں جسکے واسطے وہ ہمارے شکریہ کے حقدار ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ تمام احباب اگر ایک ایک دو دو خریدار پیدا کریں تو وہ اپنے اخبار کی کافی سے زیادہ خدمت کرینگے جسکے لئے

لوگ کامیاب لوگ کہلاتے تھے۔ اور کامیاب ہوئے۔ آؤ ہم اُن دروں سے ناامید نہیں ہوسکتے۔ جنکے فیض سے کروڑوں طرح طرح کی مخلوقات فیض پارہی ہے۔

دوستاں را کجا کنی محروم ؛ تو کہ با دشمناں نظر داری

آؤ۔ اسی مالک حقیقی سے مدد مانگیں۔ اور ہمت کی کمر باندھکر اپنے گمشدہ یوسف کی تلاش کریں۔ یہ مقصود نہیں کہ تم اپنے گھروں سے نکل جاؤ۔ اور اولاد کو چھوڑدو۔ مگر ہر چیز اپنے اپنے مدارج پر ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ ہم اپنے حقیقی بزرگوں کو تلاش کریں۔ جو کہ ہمارے اصلی بزرگ ہیں۔ اور اُن سے التجا کریں کہ اے ہمارے بزرگان اسلام للہ ہماری حالتوں پر رحم کرو۔ اور ہم کو وہ رستے بتاؤ۔ جن کو اسلامی دُنیا والے صراط مستقیم کہکر پکارتے ہیں۔ ہم تمہارے ممنون احسان ہونگے۔ اور خدا تم کو جزائے خیر دیگا۔ آؤ۔ ہم اُن بزرگان اسلام کا شکریہ ادا کریں اسے زیادہ تو وہ کچھ نہیں مانگتے۔ وہ ہمارے محتاج زر نہیں وہ ہمارے محتاج خطاب نہیں۔ وہ ہمارے خیرخواہ ہیں۔ اور جو زر ہم صرف کرتے ہیں۔ وہ ہمارے لئے اور ہماری قوم اور اسلام کے لئے ہے۔ جو کہ ہمارا ہے اور پیارا ہے۔ اسلام کی کامیابیاں ہماری کامیابیاں ہیں۔ اسکی عزت ہماری عزت اور اسکی حرمت ہماری حرمت۔ اگر یہ نہ رہا۔ تو ہم نہ رہیں گے اگر اسکی عزت نہ ہوگی۔ تو ہماری عزت نہ ہوگی۔ اگر اسکی حرمت نہ ہوگی تو ہماری حرمت نہ ہوگی۔ اگر اسلام نہ ہوگا تو مسلم نہ ہوگا۔ آؤ ہم اسکو جان سے مدد دیں۔ زر سے مدد دیں۔ اولاد سے مدد دیں۔ اور ساتھ ہی ایک دوسرے کو سہارا دیں۔ اور وہ ہمارے مسلم بھائی جو ہمارے نورالعین ہیں اور اسلام کی آنکھ کے تارے ہیں۔ آؤ اُنکی مدد بھی کریں حتیٰ کہ وہ خوب سمجھ لیں۔ کہ ہم اُن کے اور وہ ہمارے۔ آؤ ہم اپنے مظلوم بھائیوں کی تیمارداری کریں۔ اور اُنکو دلاسا دیں۔ ہمارا دلاسا اُن کی باعث صحت ہوگا۔ اور تاکہ خدا سے جزائے خیر ہوگی۔ ورنہ خدا تو وہ ہے۔ جسکو چاہے دے۔ اور جس سے چاہے لے۔ ہم کو اُنکی حالت میں بنا دیتا۔ تو کیا زور اور حق تھا۔ اور وہ تجارت جو ہم کو دس گنا منافع دے۔ آؤ ہم آج سے شروع کریں۔ اور دیکھیں کہ وہ ہم کو کس طرح روحانیت سے مالامال کردیگی اور یہ دنیا جسکے حصول کیواسطے ہم مارے مارے پھرتے ہیں ہم دیکھیں گے ہمارے قدموں میں خود آکر گرے گی۔ کیا ہی ناچیز چیز ہے۔ جسکے واسطے ہم اپنے مقصد حقیقی کو فراموش کر چکے ہیں۔ اور کر رہے ہیں۔ قرآن مجید فرماتا ہے کہ قیامت کے دن سوال ہوگا۔ کہ تم دنیا میں کتنا عرصہ رہے تو لوگ جواب دیں گے۔ کہ ایک دن یا دن کا حصہ۔ تو کیا ہے۔ اتنے قلیل عرصہ کے بدلے وہ دائم زندگی فراموش کردیں ؛

(با فیدا دو)

مراسلات

میاں صاحب کی خلافت

جناب ایڈیٹر صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اخبار الفضل قادیان نمبر ۵۔ جلد ۷۔ مورخہ ۱۵۔ جولائی ۱۹۱۹ء میں جناب ملک محمد احمد حسین صاحب سکریٹری انجمن احمدیہ نیروبی (افریقہ) کا ایک مضمون زیر عنوان " خلافت کے متعلق حضرت خلیفہ اول کا فیصلہ" چھپا ہے۔ جس میں برادر موصوف نے رپورٹ سالانہ جلسہ صدر انجمن احمدیہ قادیان بابت جلسہ سالانہ منعقدہ دسمبر ۱۹۰۸ء سے تقریر حضرت خلیفہ اول کا اقتباس لیا ہے۔ کہ جماعت کو ایک امام کے ماتحت رہنا چاہیئے۔ اور امام بالفاظ دیگر جماعت کا خلیفہ ہوتا ہے۔" دوران مضمون میں جماعت لاہور کی نسبت جو کچھ دفظ الزامات منسوب کرتے ہوئے بھلا بُرا کہا گیا ہے۔ وہ حوالہ بخدا۔ مگر میں بحیثیت ممبر جماعت احمدیہ مضمون نگار صاحب سے سوال کرتا ہوں کہ حضرت اقدس مسیح موعود ع کے وصال کے بعد ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کے روز مولانا موصوف نے جب عہدہ خلافت کو قبول فرمایا۔ اس وقت آپ نے جو پہلی تقریر کی وہ واجب العمل ہے یا نہیں۔ جس تقریر میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ جماعت کی وحدت کے لئے اگر ساری جماعت بالاتفاق حضرت امۃ الحفیظ حضرت اقدس کی چھوٹی لڑکی جو (اس وقت قریب پانچسال کی بچہ تھیں) کو خلیفہ مان لیتی۔ تو سب سے پہلے میں اس کے ہاتھ پر بیعت کرتا!! کیا اس جملہ کا یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ اس بچی کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد حضرت مولانا موصوف اپنے سارے علوم ظاہری و باطنی کو دریا برد کردیتے۔ یا حضرت اقدس ع کی اسی کے قریب شائع شدہ کتب کو منسوخ کردیتے۔ یا قرآن و حدیث سے روگردانی کرلیتے۔ کیونکہ اس عمر کا بچہ اسلام و احمدیت و خلافت کیا سمجھے۔ دوسری طرف وہ بقول میاں صاحب واجب الاطاعت امام بھی ہو۔ اگر اس جملہ کا یہ مطلب نہیں تو پھر یقینی یہ مطلب ہے۔ خدا کے مقرر کردہ خلیفہ حضرت امام مسیح موعود کی بناء کردہ صدر انجمن احمدیہ قادیان حسب قواعد جماعت کے سارے کاروبار حسب دستور چلاتے رہتے۔ اور جماعت بھی سلک وحدت میں جمع رہتی۔ پھر کیا حضرت خلیفہ اول کا ۶ سال کا طرز عمل واجب العمل ہے یا نہیں کیونکہ آپ خلیفہ بھی تھے۔ اور خدا کے مقرر کردہ خلیفہ حضرت امام مسیح موعود ع کی بناء کردہ صدر انجمن احمدیہ نے بھی اپنی جانشینی کو عملی حالت میں ادا کردیا۔ اگر مندرجہ بالا تقریر حضرت خلیفہ اول رض اور آپ کا ۶ سالہ طرز عمل واجب العمل ہے۔ تو پھر بعد میں اگر کوئی خلیفہ ہونے والا اُس کے خلاف چلے۔ اور مذکورہ دونوں باتوں کو واجب العمل بتادے۔ تو کیا ایسے خلیفہ کا انکار خلافت کا انکار ہے؟۔ اب احمدیوں کہا جاتا ہے کہ جو مسند خلافت پر آگیا۔ وہ واجب الاطاعت امام ہے۔ وہ جو کچھ کہتا ہے۔ اسکو بلا چون وچرا مان لو۔ خواہ وہ حضرت اقدس ع کی اسی کے قریب شائع شدہ کتابوں کو منسوخ کرتا ہے۔ اور صرف ایک کتاب حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۳۹۱ پر حضرت صاحب کی نبوت اپنی خلافت کا سارا دارومدار رکھتا ہے ؛

اصل بات یہ ہے۔ کہ خلیفہ وہی واجب الاطاعت ہوسکتا ہے۔ جو دین اسلام کے نبی حضرت محمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہو۔ جیسے کہ حضرت اقدس امام برحق حضرت مسیح موعود ع جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ تھے۔ اُن کا منکر۔ منکر خلافت ہے اور من کفر بعد ذالک اولئک ہم الفاسقون کا مصداق ہے۔ پھر حضرت مسیح موعود ع کا جو کوئی جانشین قرآن و حدیث و حضرت اقدس کی شائع شدہ تمام کتب پر عمل کرتا ہے۔ اور جماعت کو اُس پر چلاتا ہے۔ وہ دوسرے معنوں میں خود حضرت مسیح موعود ع کا خلیفہ کہلا سکتا ہے۔ باقی رہا لفظ خلیفہ۔ اُس کی آج کل اتنی کثرت ہے۔ جس کی کوئی حد نہیں۔ موجودہ شاہان اسلام بھی خلیفہ کہلاتے ہیں۔ اولیاء کرام کے جانشین بھی خلیفہ کہلاتے ہیں۔ اور ایک ایک رنگ میں اُن کو واقعی طور پر خلیفہ بھی کہتے ہیں۔ بلکہ خدا تعالےٰ نے کلام قرآن مجید میں تو اُمت محمدیہ کے ہر ایک ذرہ کو خلیفہ کا خطاب دیا گیا ہے وجعلکم خلائف فی الارض یہ بھی ایک رنگ میں خلیفہ ہیں۔ اللہ پاک احمدیوں کو سمجھ دے۔ اور علوم میں ترقی بخشے!

خاکسار۔ اسمعیل آدم۔ از بمبئی۔

پیغام صلح یہ مضمون سیٹھ صاحب ممدوح کا ایک منصفانہ طرز رکھتا ہے امر خلافت پر عمدہ روشنی ڈالتا ہے۔ گو یہ مضمون قبل ازیں کسی گذشتہ پرچہ میں شائع ہوچکا ہے۔ مگر ناظرین کرام خلافت انبیاء و خلافت اولیاء کی امتیاز سے وہ سبق حاصل کرسکتے ہیں کہ مسئلہ خلافت کے مطلع غبار آلود کے متعلق توازن کرسکیں ؛

اس لئے یہ مواعظ حسنہ مکرر حوالہ [illegible] کیا جاتا ہے۔ تاکہ احباب اس کے مطالعہ سے خلافت کے اصل مفہوم سے محمودی مغالطہ اندازیوں کے داؤ پیچ [illegible]

مفید کتابیں جو ہر مسلمان کے پاس ہونی چاہئیں!

حقیقۃ المسیح } از روئے قرآن و بائیبل ایک عیسائی کے سوالات کا جواب مصنفہ حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی۔ قیمت ۲/

احمدیہ موومنٹ } اس میں بانی سلسلہ عالیہ کی زندگی کے نہایت ہی ضروری واقعات درج ہیں۔ جو کہ حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ بی۔ نے اپنے ۱۹۱۸ء کے ریویو آف ریلیجنز سے لکھے ہیں۔ (۱) دی فونڈر ۵/ (۲) دی ڈاکٹرین ۵/ (۳) پرافیسی۔ اس میں سلسلہ عالیہ کے اعتقادی اصول مصنف نے ۱۹۱۸ء کے ریویو آف ریلیجنز سے درج کئے ہیں قیمت ۵/ (۴) دی سپلٹ۔ اس میں فاضل مصنف نے سلسلہ عالیہ کے بانی کے چند الہامات کو لیا ہے تاکہ پڑھنے والے کو پتہ لگے۔ کہ کس طرح معجزات اسلامی دنیا میں کام کررہے ہیں قیمت ۵/

مسیح موعود } اس میں باہمی اختلاف کو واضح طور پر بیان کیا ہے۔ یہ حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب کی تازہ تصنیف ہے۔ جس میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خصوصیات پر مفصل بحث کی ہے۔ جیسے مسیح ابن مریم کے دوبارہ نزول کی حقیقت کو قرآن و حدیث سے واضح کیا گیا ہے اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعاوی مسیحیت۔ مجددیت اور آپ کی پیشگوئیاں وغیرہ پر قرآن و حدیث سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ سلسلہ احمدیہ کے متعلق تحقیقات کرنے والوں کو اس کتاب کا مطالعہ از بس ضروری ہے۔

قیمت مجلد عہ۔ بے جلد ۱۲/

نماز مترجم اردو۔ قیمت ۳/

آیت اللہ جس میں مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے حضرت مسیح موعود سے مباہلہ کرنے سے فرار کا مفصل ثبوت ہے۔ قیمت ۲/

مرأۃ الحقیقۃ تازہ تصنیف لطیف حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بجواب میاں محمود احمد صاحب کی کتاب حقیقۃ الامر جس میں محمودی مغالطہ اندازیوں اور اصلی عقائد کی ہو بہو تصویر کھینچی ہے۔ قیمت صرف ۵/

ملفوظات احمدیہ حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد صاحب کی معرکۃ الآرا تقاریر کا مجموعہ ہے۔ جن کو سلسلہ کی اخبارات سے لیکر کتاب کی شکل میں شائع کیا گیا ہے۔ ان تقاریر میں مسائل دینیہ پر نہایت عمدگی سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور بڑے بڑے اہم مسائل کو صاف سلیس زبان میں سمجھا دیا گیا ہے۔ مذہبی نقطہ نگاہ سے یہ کتاب نہایت قیمتی ہے اور جو لوگ مذہبی معلومات میں ترقی کرنا چاہتے ہیں ان کو یہ کتاب ضرور مطالعہ کرنی چاہیئے۔ قیمت جلد اول ولایتی کاغذ مجلد ہے۔ بے جلد عا

ستہ ضروریہ مباحثہ رامپور رکھے گئے حالات درج ہیں۔ قیمت ۲/

صیانۃ الناس شرح الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام قیمت ۲/

نداء الرحیل مراسلت مابین شیخ محمد حسین بٹالوی و جناب مولینا سید محمد احسن صاحب امروہوی کے حالات درج ہیں۔ قیمت ۳/

براہین نیرہ حصہ اول معروف بہ زندہ کامل الہام اس میں یہ دکھایا ہے کہ قرآن مجید ایک خاتم اور زندہ الہامی کتاب ہے جس میں تہذیب تمدن کے کامل قوانین موجود ہیں اس ضمن میں مصنف نے ایک حکیمانہ بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے [illegible] مذاہب دیگر کے عقائد اور اصولوں پر نہایت منطقی بحث کی گئی ہے۔ قیمت ۱۴/

ام الالسنہ یہ کتاب بالکل جدید تحقیقات ہے اور [illegible] پر لکھی گئی ہے۔ اپنی نوعیت کی [illegible] انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے۔ اس میں یہ دکھلایا گیا ہے۔ کہ عربی سب زبانوں کی ماں ہے [illegible] ہے۔ قیمت ۱۴/ ملنے کا پتہ۔

دفتر بک ڈپو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

اخبار پیغام صلح لاہور

نمبر ۳۶ | لاہور مورخہ ۳ دسمبر ۱۹۱۹ء | جلد ۷

کیا اسلام تعصب کی تعلیم دیتا ہے؟

مسافر آگرہ جو اسلام اور اہل اسلام کی مخالفت میں ادھار کھائے بیٹھا ہے اپنے ۱۵ نومبر کے پرچہ میں زیر عنوان "اسلامی تعصب کا ادنے نمونہ" یوں گوہر فشانی کرتا ہے۔

"اسلام کی تعلیم کی عمارت تنگدلی کی ایسی گہری و مضبوط بنیاد پر رکھی گئی ہے کہ ایک شخص جو اسلام [illegible] بالارادہ ہی متعصب و تنگدلی کا شکار ہو جاتا ہے۔"

ہم نہیں سمجھ سکتے کہ مسافر آگرہ تعصب اور تنگدلی کی تعلیم کس اسلام کی طرف منسوب کر رہا ہے۔ بہتر ہے کہ ہمعصر مذکور اپنے دعوے کی تائید میں کوئی آیت قرآن مجید یا کوئی صحیح حدیث ہی پیش کر دیتا۔ لیکن جیسا کہ ان لوگوں کا قاعدہ ہے اسکو محض اس امر سے غرض ہے کہ کوئی امر اسلام کے خلاف لکھ کر پبلک کو غلط فہمی میں ڈالا جاوے۔ لیکن ان کو اس سے غرض نہیں کہ وہ امر فی الحقیقت صحیح ہے یا غلط۔

کس قدر ناواقف ہے وہ شخص جو اسلام کے متعلق یہ لکھتا ہے کہ اسکی تعلیم کی بنیاد تعصب پر رکھی گئی ہے اور کیسا قابل رحم ہے وہ شخص جو یہ سمجھے بیٹھا ہو کہ اسلام اپنے پیروؤں کو تنگدلی کی تعلیم دیتا ہے۔

ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ اسلام دنیا میں تعصب۔ تنگدلی۔ نفسانی ظلم و جور ایسے ناپاک جذبات کا قلع قمع کرنے کے لئے آیا ہے اور تمام اخلاق فاضلہ مثلاً عدل۔ رحم وغیرہ کی تعلیم اسکا مقصد ہے۔

مسلمانوں کے خدا کی صفت رب العالمین — غور کرو! مسلمانوں کے خدا کی صفات میں یہ ایک صفت ہے کہ وہ رب العالمین ہے اور قرآن مجید کی ابتدا ہی ان الفاظ سے ہوتی ہے۔ الحمد للہ رب العالمین یعنی تمام تعریفیں اس اللہ کو سزاوار ہیں جو تمام عالمین کا رب ہے۔ اسی ایک چھوٹے سے جملے سے اسلام نے تعصب کی رگ جاں کو کاٹ کر رکھ دیا ہے۔ خدا اپنی یہ صفت فرماتا ہے کہ وہ رب العالمین ہے یعنی وہ کسی خاص قوم یا کسی خاص مذہب یا کسی خاص فرقہ یا کسی خاص ملک کا رب نہیں ہے بلکہ تمام عالمین کا رب ہے اور تمام کے اندر عام اسکے وہ کافر ہوں یا مسلم اسکی ربوبیت کام کر رہی ہے۔ وہ صرف مسلمانوں کا ہی رب نہیں ہے بلکہ آریوں۔ برہموؤں اور عیسائیوں کا بھی وہی رب ہے اور جہاں تک کہ ربوبیت کا سوال ہے۔ تمام انسان۔ حیوان۔ چرند اور پرند۔ نباتات اور جمادات اسکی ربوبیت سے حصہ حاصل کر رہے ہیں۔

پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو خدا اسلام اور قرآن نے پیش کیا یا وہ صفات جو اسلام نے خدا کی بتلائیں وہ ایسی صفات ہیں جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آیا وہ ایک تنگدل اور متعصب خدا ہے یا کہ وہ وہ خدا ہے جسکا دامن فیض و رحمت سب پر وسیع اور جسکی ربوبیت سب پر حاوی ہے۔

مسلمانوں کے خدا کی اس صفت رب العالمینی پر غور کرو اور دیکھو کہ کیا وہ خدا جو سب کو اپنی ربوبیت سے حصہ دے رہا ہے عام اسکے کہ ایک شخص کافر ہے یا مسلم۔ کیا اس خدا سے ایسی تعلیم کی توقع ہو سکتی ہے جو تعصب اور تنگدلی پر مبنی ہو۔ افسوس! مخالفین اسلام بغیر سوچے سمجھے اعتراض کر دیتے ہیں۔ اور غور نہیں کرتے کہ جو اعتراض انہوں نے کیا ہے وہ انہیں کی عدم واقفیت کا نتیجہ تو نہیں ہے۔

اس میں شک نہیں کہ قرآن مجید یا اسلام کا یہ دعوی ہے کہ روئے زمین پر اسلام ہی ایک زندہ اور سچا مذہب ہے اور یہ ایک امر واقعہ ہے۔ اگر اسکو کوئی تعصب سے تعبیر کرے تو یہ اسکی خوش فہمی ہے لیکن جہاں تک یہ سوال ہے کہ آیا اسلام تعصب کی تعلیم دیتا ہے اور اسکا یہ منشا و مقصد ہے کہ غیر مذاہب کے پیروؤں کو بے جا طور پر تنگ کیا جاوے۔ یا یہ کہ بے جا طور پر مسلمانوں کی حمایت کی جاوے۔ یہ دونوں باتیں اسلام نے جائز نہیں رکھیں بلکہ اسلام نے بڑے صاف اور صریح احکام اس بارہ میں صادر فرمائے ہیں اور مسلمانوں کو ہر معاملہ میں عدل و انصاف کی تعلیم دی ہے۔

اللہ عدل کا حکم دیتا ہے — چنانچہ قرآن مجید کی ایک مشہور آیت جو اپنی اہمیت کے لحاظ سے اس قابل سمجھی گئی ہے کہ ہر جمعہ کو خطبہ میں پڑھی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ ان اللہ یامر بالعدل یعنی تحقیق اللہ تعالے عدل کا حکم دیتا ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ عدل محض مسلمانوں کے ساتھ ہی کیا جاوے اور دوسری قوموں سے نہ کیا جائے نہیں۔ بلکہ اسمیں حکم ہے کہ بنی نوع انسان کے ساتھ عدل کرو۔ اب ذرا غور فرماؤ کہ جہاں عدل کی تعلیم ہو وہاں تعصب کی تعلیم جو بالکل عدل کی ضد ہے کہاں ہو سکتی ہے۔

دین اسلام میں کوئی زبردستی نہیں — اسلام نے اس امر کی بھی بہت احتیاط رکھی ہے کہ قبول دین کے لئے کسی پر زبردستی یا اکراہ یا جبر نہ کیا جاوے۔ ہاں اصل دین کو ضرور کھول کر پہونچا دینا فرض ہے۔ لیکن یہ امر کہ دوسرے پر قبول اسلام کے لئے تحکم کیا جاوے۔ یہ بالکل ناجائز ہے۔ چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی یعنی دین اسلام میں کوئی اکراہ یا جبر نہیں۔ ہدایت اور گمراہی میں فرق کر دیا گیا ہے۔ اب ایسا مذہب جو اس قدر احتیاط رکھتا ہو کہ محض حق بات پہونچا دینی چاہئے اور دوسرے کو اس سے زبردستی منوانیکی کوشش نہیں کرنی چاہئے کیونکر جائز رکھ سکتا ہے کہ غیر مذاہب کے لوگوں پر اختلاف مذہب کی بنا پر ظلم و ستم کیا جائے۔

اسلام حسن معاشرت سکھاتا ہے — پھر دیکھو اسلام حسن معاشرت سکھاتا ہے۔ چنانچہ ایک موقع پر فرمایا کہ قولوا للناس حسنا یعنی لوگوں سے حسن معاشرت رکھا کرو۔ جس مذہب کی تعلیم میں یہ حکم ہو کہ ایک شخص جو ہمارے مذہب سے تعلق نہ بھی رکھتا ہو اس کے ساتھ تم نیک سلوک کرو۔ اس مذہب کی نسبت یہ کہنا کہ تنگدلی سکھاتا ہے کس قدر حق و حقیقت کا جھٹلانا اور دن دہاڑے لوگوں کی آنکھوں میں خاک ڈالنا ہے۔

اسلام کی تعلیم ہے کہ بُت کو بھی گالی نہ دو — بلکہ قرآن مجید نے تو یہاں تک فرما دیا کہ لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ یعنی اللہ کے سوا دوسری چیزیں یا انسان جو بطور خدا کے مانے جاتے ہیں اور لوگ ان کی پرستش کرتے ہیں۔ ان کو بھی گالی نہ دو۔ یہ کس قدر فراخ حوصلگی وسیع ظرفی اور اعلی اور انتہائی بردباری کی تعلیم ہے کہ کسی کے معبود کو بُرا بھلا نہ کہا جاوے۔

اسلام کی تعلیم ہے کہ بُری بات کسی کے حق میں نہ کہو — پھر قرآن مجید فرماتا ہے کہ اللہ تعالے اس بات کو ناپسند کرتا ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کو منہ پھاڑ کر بُری بات کہے جیسا کہ ارشاد فرمایا۔ لا یحب اللہ الجہر بالسوء من القول الا من ظلم یعنی اللہ تعالے کو یہ بات پسند نہیں کہ کوئی کسی کو بُری بات کہے۔ ہاں! اگر ایک شخص مظلوم ہو تو اسکا حق ہے۔

اسلام کی تعلیم ہے کہ عدل و انصاف پر کمربستہ رہو — پھر غور کرو دوسری آیات قرآن مجید میں اللہ تعالے مسلمانوں کو مخاطب فرماتا ہے۔ یا ایہا الذین امنوا کونوا قوامین بالقسط شہداء للہ ولو علی انفسکم او الوالدین والاقربین یعنی اے مسلمانو! ہر حال انصاف پر کمربستہ رہو اور ہمیشہ سچی گواہی دو۔ خواہ اس انصاف اور سچی گواہی کی وجہ سے تم کو اپنے نفوس پر یا تمہارے والدین پر یا تمہارے قریبیوں پر ہی کیوں نہ زد پڑتی ہو۔ ایسے صاف اور صریح احکام کے ہوتے ہوئے اسلام کے متعلق یہ کہنا کہ اسمیں متعصب یا بے جا حمایت غیر مذاہب والوں پر ظلم کی تعلیم ہے کس قدر تعصب اور تنگدلی ہے۔

اسلام کی تعلیم ہے کہ جس قوم کے ساتھ تمہاری دشمنی ہو اسکے ساتھ بھی عدل کرو — پھر اور سنئے! اللہ تعالے دوسری اقوام کے متعلق ذکر کرتا ہوا فرماتا ہے کہ لا یجرمنکم شنآن قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ہو اقرب للتقوی یعنی مسلمانو! کسی قوم سے تمہاری دشمنی ہے تو اسکا یہ نتیجہ نہیں ہونا چاہئے کہ تم اس قوم پر زیادتی یا ظلم کرو بلکہ عدل کرو۔ عدل ہی قریب ترین تقوی ہے۔ معترض غور کرے کہ یہ کیسا صاف و صریح حکم ہے۔ تعصب اور ظلم کے خلاف اور کن صاف الفاظ میں اللہ تعالے نے تعصب اور ظلم کی جڑ ہی کاٹ دی ہے۔ فرماتا ہے کہ تم سے تمہاری دشمنی بھی ہو اس پر بھی سختی نہ کرو۔ چہ جائیکہ محض اختلاف عقیدہ کی حالت میں دوسرے پر ظلم روا رکھا جائے۔ لیکن اعتراض کرنے والے پھر بھی اعتراض کئے جاتے ہیں۔ ولیکن قلم درکف دشمن است والا معاملہ ہے۔ اسلام کا یہ منشا نہیں کہ کسی پر محض باختلاف مذہب کی وجہ سے زیادتی کی جاوے اور غیر مذاہب والوں کو گردن زدنی سمجھا جائے اور ان کو تکلیف و اذیت دیجائے۔ جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا بُرائی کا بدلہ اسیقدر۔ بُرائی کی اجازت تو بیشک اسلام نے دے رکھی ہے اور انتظام دنیا کے لئے یہ امر ضروری ہے لیکن اعتدا یا زیادتی کبھی بھی اسلام نے جائز نہیں رکھی۔ ان اللہ لا یحب المعتدین یعنی اللہ تعالے کا ارشاد ہے کہ وہ اعتدا یا زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

امید ہے کہ سردست اسیقدر ہی کافی ہوگا۔ بصورت ضرورت ہم انشاء اللہ کسی فرصت میں ہم اس امر پر مزید روشنی ڈالنے کی کوشش کرینگے۔

اشاعت لٹریچر کیلئے عیسائی مشنریوں کی جدوجہد

نور افشاں رقمطراز ہے کہ گذشتہ ہفتہ مسیحی مذہبی کتابوں اور رسالوں کی شائع کرنیوالی انجمن کمیٹی کے اجلاس لدھیانہ میں منعقد ہوا جس میں دور دراز کے عیسائی مشنری شامل ہوئے منجملہ اور تجاویز کے یہ تجویز بھی پاس کی گئی کہ مسیحی لٹریچر کی تصانیف کیلئے مصنفین کو انعام بھی دیا جائے جسکی رقم ایک سو سے دو سو روپیہ تک ہو سکتی ہے درحقیقت یہ بہت حوصلہ افزا امر ہے۔ لیکن وائے برحال مسلمانان۔ ان بیچاروں کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی کہ غیروں کی قومیں کس جد و جہد سے اپنے مذہب کی اشاعت میں سرگرمی دکھاتی ہیں اور ہمارا یہ حال ہے کہ ہمارے ہاں کوئی ایسا نظام ہی نہیں اور اگر ہے تو مسلمان اسکی طرف توجہ نہیں کرتے۔ کیا اچھا ہو کہ مسلمانوں کے ہاں بھی اسی قسم کی تحریک پیدا ہو جائے تاکہ مذہب اسلام پر عمدہ عمدہ کتابیں تصنیف ہو کر ملک میں پھیلائی جائیں اور سرگردان بادیہ ضلالت کو راہ ہدایت پر لانیکی کوشش کی جائے۔

اسوقت انجمن اشاعت اسلام لاہور نے اپنے زیر اہتمام نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوۃ پر مختصر ٹریکٹ شائع کرنے کا تہیہ کیا ہے جو بہت جلد شائع ہو جاوینگے۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس قسم کے ٹریکٹ اور کتابوں کو خود بھی پڑھیں اور کتابوں کو پبلک تک بھی پہنچانیکی کوشش کریں تاکہ وہ اصلی اور حقیقی اسلام اور اسکے ارکان سے مطلع ہو کر غلط فہمیوں سے بچے رہیں۔

دام ہمرنگ زمین بود گرفتار شدم

احباب کو معلوم ہوگا کہ جب ہمارے مکرم مولوی حاجی خواجہ احمد صاحب مالاباری نے محمودی عقائد فاسدہ سے اپنی بیزاری ظاہر کی تو ان کے خلیفہ نے مولوی غلام رسول صاحب راجیکی و شیخ محمود کو مالابار اس غرض سے بھیجا کہ وہ کسی نہ کسی حیلہ بازی سے ان کو دام تزویر میں پھنسائے رکھیں چنانچہ ان ہر دو مبلغوں نے وہاں جا کر اپنی کوششوں کو خرچ کیا جنکا انہیں کچھ ثمرہ حاصل نہ ہوا اور آخر نے تیل نا مرام انکو واپس لوٹنا پڑا اسکے بعد لوگوں کو اصل حقیقت سے بیخبر رکھنے کی خاطر انہوں نے الفضل میں مولوی غلام احمد صاحب کی نسبت طرح طرح کے جھوٹے الزامات شائع کرنے شروع کئے۔

مولوی غلام احمد صاحب نے ان الزامات کا جواب اپنی قلم سے عربی میں لکھ کر بھیجا ہے جسکو مع اردو ترجمہ کے اخبار ہذا میں بطور ضمیمہ شائع کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ یہ مضمون ناظرین کے لئے دلچسپی کا موجب ہوگا۔

وقواعدنا فمن قال لا الٰہ الا اللہ احمد رسول اللہ فھو ضالٌ بالضرورة)

و تلوت فی خط اٰخر:-

"انّ حضرة خلیفة المسیح فرح جدًا ابقراءة مکتوبك لکن مع کثرة الاشتغال لم یستطع بالجواب و ان شاء اللہ سیکتب الیکم ایضًا فرح کثیرًا بانّ منکم جمعیّة ھناك و بارسالکم الخراج و ھو یدعو لکم بکلّ صحة و اجتھد و انّ المجیئ الی قادیان و لبثکم فیه و جماعتنا محتاجه لرجل یکون مثلکم عالمًا فاضلًا"۔

فانظروا کیف قال میاں محمود لا فرق و کیف فرح بانّ لنا جمعیّة و ارسال الخراج۔ و کیف دعالی بکل صحة و احتاجت الجماعة الی لبثی فی قادیان جمیل الحاجة ان لم یحسبونی و یعدّونی من المبائعین المخلصین المصلحین۔ و کتبوا فی خط ایضًا:-

"انّ الخلیفة کلّفنی بان اقدّم لکم شکرہ الجزیل علی سعیکم الجمیل الذی تبذلونه و راء بث الھدایة و ابلاغ الناس الحق اکثر اللہ من امثالکم و یزید عدد المھتدین"۔

فانظروا کیف قدّم لی شکرا جزیلا۔ و کیف سلّم انّ سعیی کان جمیلا۔ و کیف سلّم ایضًا انّ الذی ابثه ھدایة و انّ املاءی للناس حق یعنی لا باطلة و کیف دعا ان یکثر اللہ من امثالی ان لم اکن فی اعتقادھم من المبایعین۔

و وجدت ایضًا فی مکتوب اٰخر:-

"فانّ الخلیفة دعا لکم یؤیّدکم اللہ بنصرہ و انکم مع اللہ و مع رسوله فانّ اللہ لا یخزیکم و لا یخذلکم من الذین یفرّقون بین اللہ و رسوله فانّ اللہ ینصرکم و یظھرکم علیھم فھو الذی

نویسندہ کے عقائد بعینہ ہمارے عقائد ہیں اور اسکے اور ہمارے عقائد میں کوئی فرق نہیں۔ پس جو شخص لا الٰہ الا اللہ احمد رسول اللہ کہیگا۔ وہ ضرور گمراہ ہے"۔۔۔۔۔۔ ایک اور خط میں نے یہ پڑھا:-

"تحقیق حضرت خلیفۃ المسیح آپ کا خط پڑھ کر بہت خوش ہوئے لیکن کثرت اشتغال کی وجہ سے جواب نہیں دے سکے۔ انشاء اللہ جلدی ہی خط لکھیں گے۔ اور آپ کے وہاں ایک جماعت کی حیثیت میں اور چندہ ارسال کرنے سے بہت خوش ہیں۔ اور آپ کے لئے کلی صحت کے لئے دعا کرتے ہیں۔ قادیان آنے کی اور یہاں قیام رکھنے کی کوشش کریں۔ ہماری جماعت آپ جیسے ایک عالم اور فاضل شخص کی محتاج ہے"

جائے غور ہے کہ میاں محمود صاحب نے کس طرح کہا کہ ہمارے اور تمہارے عقائد میں کوئی فرق نہیں۔ اور ہماری جماعت چندہ ارسال کرنے پر کس قدر خوش ہوئے اور میرے لئے دعا کی اور جماعت نے میرے قادیان رہنے کی کیسی محتاجی ظاہر کی۔ اگر مجھے مبائعین میں شمار نہیں کیا گیا۔ تو پھر یہ باتیں کیسے لکھی گئیں۔ ایک اور خط میں لکھتے ہیں

"حضرت خلیفۃ المسیح نے مجھے اس بات کا مکلف کیا ہے کہ میں اُن کی طرف سے آپکی کوشش کے عوض شکریہ ادا کروں یعنی یہ کوشش کہ آپ لوگوں میں ہدایت پھیلاتے ہیں۔ اور انکو حق پہنچاتے ہیں خدا تعالےٰ تمہارے انسان زیادہ کرے اور ایسے ہدایت یافتگان کی تعداد میں اضافہ ہو"۔

دیکھو کہ کس طرح میرا شکریہ کیا اور اس بات کو تسلیم کیا کہ میری کوشش جمیل تھی اور یہ بھی تسلیم کیا کہ جو کچھ میں پھیلاتا ہوں یہ ہدایت ہے۔ اور جو کچھ میں لوگوں تک پہنچاتا ہوں حق ہے یعنی باطل نہیں ہے۔ اور پھر دیکھو کہ کس طرح دعا کی کہ ہمارے جیسے خدا تعالیٰ زیادہ کرے۔ یہ باتیں بتاتی ہیں کہ میں مبایعین میں سے تھا۔

ایک اور مکتوب میں یہ لکھا ہوا تھا:-

"پس تحقیق خلیفۃ المسیح آپ کیلئے دعا کرتے ہیں۔ اللہ تمہاری اپنی مدد سے تائید کرے۔ پس تم اللہ اور اُسکے رسول کے ساتھ ہو پس اللہ تمکو کبھی ان لوگوں سے ذلیل اور خوار نہیں کریگا۔ جو کہ اللہ اور رسول کے درمیان تفریق کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کریگا اور ان پر آپکو غلبہ دیگا

کتب الی اھل قادیان بان ذالك المولوی ارسله حضرة الخلیفة الی جنابك خاصة رجاء ان رفع الخیالات المختلفة۔ یعنی الامور الجزئیة الفرعیّة التی شار الیھا فی خطوط قبلیة۔ فکان الامر کان الان قد تم کما قال و رفع الشك و الریب و زال کل ما حال و تحقق بذالك الغلام و شیخه انّ میاں صاحب مخالف لعقائدنا الا عملیة الفرعیّة فرجعنا القھقری من قید ھ و کید ھ و تمسکنا بعروة اللہ العلیة۔ و الحمد للہ ثم الحمد للہ رب العالمین و خیر الفاصلین۔ فانظروا کیف ارسل الغلام لرفع الخیالات فقط ان کنت عندھم من غیر المبایعین و ما کتب لاخذ البیعة و ما طلبھا منی شیخه و لا غلامه قط بل کان خلفی من المقتدین۔

ثم زعموا انه کتب الغلام الیّ (ءانت بایعت حضرة خلیفة المسیح الثانی ام لا) فاجبت (بایعت من قبل حضرت خلیفة المسیح الثانی) فکتب الیّ (ما معنی من قبل فی ھذا المقام و قد یکفی له لقولکم بایعت فقط) فاجبت (ان قولی من قبل لما سمعت بانه نقض بیعتی و الحال انه لم انقض) فاستفسر لی الغلام فیه و کتب (من سمعت انه نقض بیعتك فانا نقول بعد ما جرّبنا احواله و اقواله و افعاله انّ ما سمعت غلط محض فلا نظن فیه الا ظنًا حسنًا و لا تفارقه و لا تخلع ربقة بیعته و طاعته عن عنقك ابدًا اتحسب انه نقض بیعتك و انا ارسلنا الیك منه شفقة علیك و علی من لدیك فکیف توقن بما ذکر له و تحسبه حقًا ای رجل یوجد فی الدنیا یواسی مثله بھذہ المواساة فیرسل الی احد شفقة کما ارسل الیکم بالعنایات مع انکم لتسکنون شاسعة البلد ان و استقر الیکم بالمشقة و صعوبة الاتیان۔

فکتبت فی جواب ھذا (سمعت نقض بیعتی من جھة

کو حضرت خلیفۃ المسیح نے خاص آپ کی طرف اس غرض سے بھیجا ہے کہ آپ اپنے خیالات مختلفہ کو اُن کے ذریعہ دُور کردیں۔ یعنی امور جزئیہ فرعیہ جن کا اُنہوں نے پہلے خطوط میں اشارہ کیا ہے۔ پس معاملہ ایسا ہی ہوا۔ تمام شک رفع ہوگیا۔ اور جو کچھ درمیان میں حائل تھا۔ وہ زائل ہوگیا۔ اور اس مولوی غلام رسول اور شیخ محمود کے ذریعہ یہ امر متحقق ہوگیا۔ کہ میاں صاحب کے عقائد ہمارے اصلی کے عقائد کے خلاف ہیں نہ کہ فرعی کے۔ پس ہم ان کی قید اور کید سے علیحدہ ہوگئے اور اللہ تعالےٰ کے کڑے کو پکڑ لیا۔

و الحمد للہ ثم الحمد للہ رب العالمین۔

دیکھئے اگر میں مبایعین میں سے نہیں تھا۔ تو غلام رسول رفع خیالات کے لئے کیوں بھیجا۔ کیوں خود بیعت کا خط نہ لکھا۔ اور کیوں غلام رسول یا شیخ محمود نے مجھے بیعت کرنے کی ترغیب نہ دی بلکہ یہ دونوں تو میرے مقتدی ہو کر میرے پیچھے نمازیں ادا کرتے رہے۔ اس کے بعد جو خط و کتابت میرے اور غلام رسول کے درمیان ہوئی وہ حسب ذیل ہے

مولوی غلام رسول۔ کیا آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی بیعت کی ہے یا نہیں؟

میں۔ میں نے اس سے پہلے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی بیعت کی تھی۔

مولوی۔ اس موقعہ پر لفظ "اس سے پہلے" کہنے کا کیا مطلب ہے۔ صرف آپکا یہی کہہ دینا کافی تھا۔ کہ میں نے بیعت کی ہے۔

میں۔ کیونکہ میں نے سُنا ہے کہ میاں صاحب میری نسبت یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ میں نے اُنکی بیعت فسخ کردی حالانکہ میں نے فسخ نہیں کی

مولوی۔ یہ آپنے کس سے سُنا۔ ہم اُنکے (میاں صاحب) احوال اقوال افعال کے تجربہ کے بعد آپکو کہتے ہیں کہ جو کچھ آپنے سُنا ہے۔ محض غلط ہے آپ کو اُنکے بارے میں نیک گمان رکھنا چاہئے اُن سے جدائی اختیار نہیں کرنی چاہئے اور ہرگز اُنکی بیعت اور اطاعت کی رسّی کو اپنی گردن سے نہیں اُتارنا چاہئے۔ کیا آپ یہ گمان کرتے ہیں کہ اُنہوں نے آپکو بیعت سے خارج کردیا۔ حالانکہ حضور نے آپ پر شفقت کرکے ہمیں آپکے اور آپکے ساتھیوں کے پاس بھیجا ہے پس آپ کس طرح مذکورہ بات پر یقین کرتے اور اسکو حق سمجھتے ہیں۔ جو کوئی شخص بھی دنیا میں ہے وہ اپنے جیسے کے ساتھ ایسی ہی ہمدردی کرتا ہے پس ایک کی طرف شفقت کی وجہ سے کسی کو بھیجا جاتا ہے۔ جیساکہ حضرت نے آپکی طرف

الا ردوية امر مهجورة فى الدين - الا ان اصله فى كتبه العربية - لانه خليفة النبى العربى وكتابه بلسان عربى مبين - وثانيا شهادتهم على انى قلت ان المسيح كتب خلاف القرآن فى خمس مواضع افك قديم - والله يعلم انى ما قلت كذالك ولكن لما قالوا ان المسيح نبى حقيقى قلت بالمجازى وكليم لان نبينا محمد صلعم ختم به النبوة فهو خاتم النبيين ولا نبى بعده ابد الآبدين - فقالوا ان المسيح قال معنى خاتم الانبياء مثبت نبوتهم من قبل ومن بعد ليس معناه آخر النبيين - فقلت وكان موسى مثبت نبوة الانبياء السابقين واللاحقين بتوراته اهو ايضا خاتم النبيين - فقالوا هذا كتب المسيح وقالوا ايضا مسائل اخرى فى ست مواضع كمثل هذه الزعم المهين - فقلت انه لا يكتب لكن ان كان فى لنظم وهما فلابد ان الى كتاب الله المبين والى احاديث نبينا اليقينة لا نعتقد كما قلتم خلاف ما قال النبى الامين ثم قال المسيح ان القرآن مقدم على الكل وهو الحكم فى الزمان والله احكم الحاكمين ثم لما جاء احمد كث الكليكتى وتكالمنا فى النبوة قال ان المسيح نبى حقيقى فغلا شيئا فشيئا حتى قال ان المسيح الموعود ابن الله و انا ايضا ابن الله فقلت تب والا فانت منا لوم من الدجالين - فقال انى قلت هزلا فقلت هل تشرب السم هزلا وهل تدخل فى النار هزلا كلا سوف تقول قولى ان المسيح نبى حقيقى هزل ايضا كالنادمين - ثم ذهب ومضى ايام كتب الى انى ما قلت كلى القولين هزلا وعندى دليل عليهما فقلت رأيت دليل حقيقية النبوة وما رأيت الى الآن دليل النبوة

کتب میں بھی اس کا نمونہ پایا جاتا ہے اور جو کوئی امر مہتم بالشان آپ کی اردو کتب میں ہوگا۔ اس کا اصل آپکی عربی کتب میں بھی ضرور ہوگا۔ کیونکہ آپ نبی عربی کے خلیفہ ہیں۔ اور نبی کی کتاب بزبان عربی ہے۔ اور انکی یہ شہادت کہ میں نے یہ کہا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے پانچ جگہوں میں قرآن کے خلاف لکھا ہے محض جھوٹ ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ میں نے ایسا کبھی نہیں کہا۔ لیکن جب انہوں نے کہا کہ آپ نبی حقیقی ہیں۔ تو میں نے کہا کہ نہیں بلکہ مجازی ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہوتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے نبی محمد صلعم کے ساتھ نبوت کا خاتمہ ہوگیا۔ پس وہ خاتم النبیین ہیں۔ اور انکے بعد کبھی بھی کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ پس انہوں نے کہا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے خاتم النبیین کے یہ معنے کئے ہیں کہ جو آپ سے پہلے نبی ہوچکے اور جو بعد میں آئینگے۔ انکی نبوت کو ختم کرنیوالا۔ یہ معنی نہیں کہ وہ آخر النبیین ہیں۔ میں نے اس کے جواب میں کہا۔ کہ حضرت موسیٰ بھی توراۃ کے ذریعہ اپنے ماسبق اور مابعد انبیاء کی نبوت کے ثابت کرنیوالے تھے۔ پس کیا وہ بھی خاتم النبیین تھے۔ انہوں نے کہا حضرت مسیح موعودؑ نے تو ایسا ہی لکھا ہے اور ایسے چھ مسائل کے قریب انہوں نے بیان کئے۔ میں نے کہا حضرت صاحب نے ایسا کبھی نہیں لکھا اور اگر آپکی کوئی تحریر وہم ڈالنے والی بھی ہو تو ہمیں لازمی ہے کہ انکی تاویل کرکے اسے قرآن کریم اور احادیث کے مطابق کریں۔ آپکی طرح ہم کیوں اعتقاد رکھیں جو کہ نبی کریم کے قول کے خلاف ہے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ قرآن کریم سب پر مقدم ہے۔ اور وہی حکم ہے پھر جب احمد کٹ کلیکٹی آیا۔ اور ہمارا آپس میں نبوت کے بارہ میں حسب ذیل مکالمہ ہوا۔ (احمد کٹ مسیح موعود نبی حقیقی ہیں۔ غلو میں ترقی کرتے کرتے آخر یہ بھی کہدیا کہ) اور ابن اللہ ہیں اور میں بھی ابن اللہ ہوں۔
میں۔ ایسے قول سے توبہ کرو۔ ورنہ تم گمراہ اور دجالین میں سے ہوجاؤ گے۔
احمد کٹ۔ میں نے تو یہ مخول سے کہا ہے۔
میں۔ کیا تو شراب بھی مخول سے پی لیگا۔ اور مخول ہی سے آگ میں داخل ہوجائیگا۔ خبردار سمجھ کر تم یہ بھی نادم ہوکر کہد وگے کہ میرا یہ کہنا کہ حضرت مسیح نبی حقیقی ہیں۔ یہ بھی مخول ہے۔ پھر وہ مجھ سے رخصت ہوگیا۔ اور چند دن گذرنے کے بعد مجھے خط لکھا کہ میں نے ہر دو قول مخول سے نہیں کہے۔ بلکہ انکے صدق کی میرے پاس دلیل ہے۔ میں نے کہا کہ تم نے نبوت کی حقیقت کی دلیل تو دیکھی ہے لیکن نبوت کی ابنیت کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ اگر ہے تو بتاؤ۔

الى ان كنت من الناظرين فقال ان المسيح الهم له "انت بمنزلة ولدى" فقلت رأيته من قبلك و ذالك مؤول وهذا الموضع من المواضع السبت فكتب الى احمد كث بيده الا ان عقيدتى هذه عقيدة حضرة خليفة المسيح الثانى يعنى ان المسيح يقول ابن الله وهو ايضا ابن الله فاعتقد كاعتقاده ان كنت من الموقنين - فنبئت هذا الخبر كله الى ميان محمود مرارا - فما اجابنى بشئ بل تجانف لاحمد كث لمن كان فاجرا كفارا - وما قام حنيفا معينا لمسلمين بل قعد لينصر المشركين وهذا الخبر فى بلادنا فاش منذ تلك الازمان - والله يشهد ان كل هذا واقع واكثر اهل هذه البلدان - ومن هذا المقام تفهمون ان ابن المسيح لما ركب فى سفينة ابيه النصيح - كان عملا غير صالح - فولج فى بحر الغلو تحت الشائع - وظن انه يأوى بجبل قاديان كانه يريد ان يبدله كتل كنعان بجبل - ثم انا سألناهم اذ قالوا المسيح الموعود ابن الله سؤالات كما قال المسيح الموعود للنصارى معترضا على قولهم مثل هذا القول فلم يقدروا الجوابات - ومنها قولنا لهم ان قلتم المسيح الموعود ابن الله فما تقولون انه من نكاح - ام ولد الرحمن ابنه المسيح كمن يلد منكم من سفاح - فلهذا افترى لى مدار عبد الله حذرا ان يشاع ما قال اخوه احمد كث المسيح ابن الله شاهدا على وحلف انى قلت فى حق الله ما ليس لى بحق ان كنت قلته فقد علمه الله - والله يعلم انى ما قلت ان الله شرير و لا قلت مكار ولا قلت حرامى ولا مثل ذالك وتعالى الله علوا كبيرا - وسبحان الله عما يشركون وعما يصفون كبرت كلمة تخرج من افواههم ان يقولون الا كذبا ولعنة الله الف مرة على الكاذبين ٥
الا يا شيخ شيطان رجيم

پس اس نے کہا کہ حضرت صاحب کو الہام ہوا تھا کہ "انت منی بمنزلۃ ولدی"۔ میں نے کہا۔ اس دلیل کو میں نے تجھ سے پہلے دیکھا ہے یہ موؤل ہے۔ پس احمد کٹ نے مجھے اپنے ہاتھ سے یہ لکھکر بھیجا کہ جو میرا عقیدہ ہے یہی حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کا عقیدہ ہے۔ یعنی وہ بھی حضرت مسیح موعود کو ابن اللہ کہتے ہیں۔ اور وہ خود بھی ابن اللہ ہیں۔ پس جیسا انکا عقیدہ ہے ویسا ہی تمہیں بھی رکھنا چاہئے۔ میں نے یہ بات کئی دفعہ میاں صاحب کو لکھی انہوں نے مجھے کوئی جواب نہ دیا۔ بلکہ احمد کٹ کی طرفداری کی۔ مسلمین کی مدد کے لئے حنیف ہوکر نہ کھڑے ہوئے۔ بلکہ مشرکین کی مدد کے لئے بیٹھ گئے۔ اور یہ امر ہمارے شہروں میں اس وقت سے مشہور ہے۔ اور اللہ تعالیٰ گواہ ہے۔ اور ان شہروں کے اکثر لوگ بھی گواہ ہیں۔ کہ یہ سب واقعہ درست ہے۔ اس مقام سے آپ لوگ سمجھ جائینگے۔ کہ مسیح موعود کا بیٹا اپنے ناصح باپ کی کشتی میں سوار نہ ہوا۔ اسکے عمال درست نہیں تھے۔ پس غلو کے بحر میں داخل ہوگیا۔ اور اس نے یہ گمان کیا۔ کہ قادیان کے کسی پہاڑ سے پناہ لے گا۔ گویا کہ وہ چاہتا ہے کہ اُسے کنعان کے پہاڑ سے تبدیل کردے۔
پھر ہم نے اس کے اس قول سے کہ حضرت مسیح موعود ابن اللہ ہیں۔ چند سوال کئے۔ جیسے کہ حضرت صاحب نے نصاریٰ کے اس عقیدہ پر ان پر اعتراض کئے۔ پس وہ کوئی جواب نہ دے سکے ان میں سے ایک ہمارا یہ سوال تھا۔ کہ اگر تم مسیح موعود کو ابن اللہ مانتے ہو۔ تو نکاح کے بارہ میں تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا رحمن نے اپنے بیٹے مسیح کو ویسے ہی جنا۔ جیسے تمہارے ہاں بیٹے پیدا ہوتے ہیں۔
اس پر احمد کٹ کا بھائی پی مد عبداللہ خوف زدہ ہوگیا۔ اور ڈرنے لگا۔ کہ کہیں یہ خبر مشہور نہ ہوجائے۔ اور اس نے قسم کھائی کہ میں نے خدا تعالیٰ کے بارہ میں وہ بات کہی جس کا مجھے کوئی حق نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ کہ میں نے یہ نہیں کہا کہ خدا شریر ہے یا مکار ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے۔ اور پاک ہے اس سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔ وہ بات بہت بڑی ہے جو اُن کے منہ سے نکلی۔ سوائے جھوٹ کے کچھ نہیں۔
جھوٹوں پر خدا تعالیٰ کی لعنت ہو۔
خبردار اے شیطان رجیم کے شیخ!

فمن فی مثلہ عبد الحکیم
وقلت بان محمود أ منیاکم
تجاھل فی النبوۃ کالعویم
وقولی کان آدم قلت زیغا
بیین الناس من قول الاثیم
کتبت شھادۃ الاعداء کذبا
لدفع مظنۃ القوم العمیم
بانک قد فعلت جمیع ھذا
وقد فرّقت بالقول الصریم
شربت میاہ محمود حمیما
غلوت وقلت قول المرد نیم
دریت بان محمود زعیم
بان کان ابن رحمان رحیم
وان مسیحنا ولد لربی
تعالی اللہ عن زعم الزعیم
واحمد کذ قال کذا جھارا
کتابٌ منہ عندی فی ضمیم
ولما خفت ان یفشی کلامٌ
لاحمد کذ غشت مع الغشیم
وقلت بان کتبت الی میاکم
اساءۃ صالحیکم کاللئیم
وذا قول لدفع قبل وقع
یمیّز بین ذو قلب سلیم
وقول مدار عبد اللہ انی
ابدل قولی زعم لالئیم
ودار مدار عبد اللہ دجلا
بعید اللہ آتھم کالرجیم
وان احمد الشیری کذوبی
مکذّاب وتکذیب ذمیم
الا لا الیوم خندا خنولا

لیس علیم کے شیدوں میں سے کوئی اس کی مانند ہے۔
میں کہتا ہوں تو تمہارا میاں محمود
مسند نبوت میں جان بوجھ کر جہالت اختیار کر رہا ہے۔

تو نے اعدا کی گواہی جھوٹی لکھی۔
تاکہ اس سے اندھی قوم کا یہ گمان رفع ہو جاوے۔
تو نے یہ سب کچھ کیا۔
اور بحث بات میں تو نے تفرقہ ڈال دیا۔
میاں محمود کے گرم پانی تو نے پئے۔
تو نے غلو کیا اور کمینوں جیسی باتیں کیں۔
مجھے بھی اس بات سے آگاہ کیا گیا۔
کہ میاں محمود رحمان اور رحیم کے بیٹا ہونے میں گمان کرتا ہے۔
اور یہ کہ ہمارے مسیح خدا تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔
خدا تعالیٰ گمان کرنیوالے کے ایسے گمان سے پاک اور بلند ہے۔
احمد کذ نے آشکارا ایسا ہی کہا۔
اس کا خط میرے پاس جزدان میں محفوظ رکھا ہوا ہے۔

اور تو نے مجھے کہا کہ تمہارے میاں کو
تمہارے صالحین کی برائی کی بابت چغلخور کی طرح لکھا ہے۔
یہ قول رفع قبل دفع کی طرح ہے۔
ایک قلب سلیم رکھنے والا اس قول کے درمیان امتیاز کر دیتا ہے۔
اور مدار عبد اللہ کا یہ قول کہ میں اپنی
بات کو بدلتا ہوں۔ گونگے کے زعم کی طرح ہے۔
مدار عبد اللہ دجل کی وجہ سے
عبد اللہ آتھم کی طرح رجیم ہو گیا۔
اور تحقیق احمد کذوی سیری کذاب ہے اور میں اس کو
دھوکہ باز اور فریبی دیکھتا ہوں۔
اور اس کا حال سوائے ایک

بالواسطۃ لا یکون مخبرا عنہ حقیقۃ۔ ولذا ترٰی المھدی علی اللہ اذ قال سماہ نبیا مجازا فی اصطلاح مخاطبیھم ماعدای۔ وان اشتراط الکثرۃ فی المکالمات لنبوۃ مسیح الزمان قرینۃ علی ان نبوتہ مجازیۃ عند اھل البیان۔ لان ھذہ الکثرۃ لیست شرطا لنبوۃ الانبیاء الحقیقیین۔ ثم ان شھادتھم علی انی قلت لا ضرورۃ الی خلیفۃ للمسیح غیر صدق لانی بایعت خلیفۃ المسیح بقصد صحیح ولکنی قلت انہ لا ینبت بآیۃ من آیات کتاب اللہ المبین ان یکون للمسیح خلیفۃ حتی یکون غیر مبایعہ من الفاسقین۔ وقد سالنی المولوی الراجیکی ما المراد بالخلافۃ تحت آیۃ الاستخلاف اھی خلافۃ للنبی ام خلافۃ لخلفاءہ ام لخلفاء خلفاءہ فنبا بالاعتراف۔ وانا امر الاملال فی المجلۃ المرسلۃ الی الوزیر المحکم فی ھندوستان۔ فقد امللت فیھا اول مرۃ اذ ارسلت الی رسالۃ من قادیان۔ ثم لما جاء الی غیرنا مرۃ ثانیۃ فقیل لی بالاملال۔ فلم املل بل قلت ان کان املالی ضروریا لیرسل الی بالاستقلال۔ وھذہ وقعۃ صادقۃ یشھد علیھا الاکثرون وکان اللہ علی کل شیء شھیدا۔ ثم ان شھادتھم علی انی قلت لیس فی کتب المسیح الاردویۃ علم فبھتان عظیم۔ وواللہ ما قلت کذالک ولکن لما قالوا لیس فی کتب المسیح العربیۃ علم فتدرک منھا انہ نبی حقیقی مثل موسی الکلیم۔ وانھا ما الفھا الا اعجازا لمن قال انہ لحریث من المتعربین۔ واما کتبھا الاردویۃ فیھا جمیع العلوم حتی انہ قال فیھا انہ نبی من الانبیاء الحقیقیین۔ فقلت ارونی فقالوا لا ندری الاردو فاشتھرت کل ما جری بیننا وارسلت الی قادیان۔ وکتبت ان کلما یوجد فی کتبھا الاردویۃ من امور الدین الضروریۃ فی الازمان یوجد نموذجہ فی کتبہ العربیۃ ولیس فی کتبہ

ہے کہ جو کوئی کسی کے واسطے سے غیب کی خبر دیتا ہے۔ وہ حقیقی مخبر نہیں ہو سکتا۔ اور حضرت مہدی علیہ السلام نے یہ کہہ کر خدا پر افترا نہیں کیا کہ اللہ نے اس کا نام مجازی نبی رکھا ہے۔ اور مسیح الزمان کے ساتھ جو کثرت مکالمہ کی شرط ہے یہ اس بات پر قرینہ ہے کہ انکی نبوت اہل بیان کے نزدیک مجازی نبوت ہے۔ کیونکہ یہ کثرت مکالمہ کی شرط حقیقی انبیاء کے ساتھ نہیں لگائی گئی۔ پھر ان کی یہ گواہی کہ میں نے یہ کہا ہے کہ حضرت مسیح موعود کے خلیفہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ میں نے قصد صحیح کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح کی بیعت کی۔ ہاں یہ میں نے کہا ہے کہ قرآن کریم کی کسی آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ مسیح کا خلیفہ بھی ہوگا اور جو اسکی بیعت نہ کریگا۔ وہ فاسق ہوگا۔ مجھے مولوی راجیکی سے یہ سوال کیا تھا کہ آیت استخلاف میں جو خلافت ہے اس سے کیا مراد ہے کیا اس سے مراد نبی کی خلافت ہے یا اسکے خلفاء کی خلافت یا اسکے خلفاء کے خلفاء کی خلافت مراد ہے۔ لیکن اس نے اسکے جواب کے سے اعتراف کیا۔ پھر انکی یہ شہادت کہ میں ایڈریس رسلہ بہ وزیر ہندوستان کے بارے میں املال کا حکم دیا اور پہلی مرتبہ میں نے املال ظاہر کیا ہے جبکہ میری طرف قادیان سے خط آیا۔ پھر دوسری مرتبہ جب دوسرے لوگوں کو خط آیا تو مجھے املال کی ترغیب دی گئی لیکن میں نے ایسا نہ کیا۔ اور جواب میں لکھا کہ اگر میرا املال ضروری تھا تو ان کو مستقل طور پر مجھے بھیجنا چاہئے تھا۔ یہ اصل واقعہ ہے۔ اور اللہ اس پر گواہ ہے۔

پھر ان کی یہ شہادت کہ میں نے یہ کہا ہے کہ حضرت مسیح موعود کی اردو کتابوں میں کوئی علم نہیں ہے بہتان عظیم ہے۔ اللہ کی قسم میں نے یہ ایسا کبھی نہیں کہا بات یہ ہے کہ انہوں نے جب یہ کہا کہ حضرت صاحب کی عربی کتابوں میں ایسا علم نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ آپ نبی حقیقی ہیں جیسے حضرت موسیٰ تھے اور یہ کتابیں آپ نے ان لوگوں کے جواب میں بطور معجزہ کے لکھی ہیں جنہوں نے یہ کہا تھا کہ یہ شخص عربی نہیں جانتا۔ ہاں جو آپ کی اردو کتابیں ہیں ان میں تمام علوم ہیں۔ حتی کہ ان میں آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ حقیقی انبیاء میں سے میں بھی ایک نبی ہوں میں نے اسکے جواب کہا کہ دکھاؤ حضرت نے ایسا کہاں لکھا ہے۔ تو انہوں نے جواب میں کہا کہ ہم اردو نہیں جانتے پس میں نے یہ تمام واقعہ مشہور کر دیا۔ اور قادیان میں لکھ کر بھیج دیا اور میں نے یہ لکھا کہ جو کچھ حضرت مسیح موعود کی اردو کتابیں ضروری امور دینیہ میں سے پایا جاتا ہے عربی

وانّی قیود فی شبات التمکر
عسی اللّٰہ یجینی ویحی احبتی
بحق امامی من شرور التنصر

وقد تناقض ایضاً اجتہاد الشیخ باجتہاد غلامہ للناظرین۔ وذالک انّ الغلام یحکم من لم یکن احمدیاً فہو کافر وانّ الشیخ یحکم فہو من المسلمین۔ ولہذا قال انّی لست بمسلم بعد ما قال لست باحمدی من باب التنزل والترقی عند الضابطین۔ ومشہور ان حکم الشیخ مقدّم علی حکم الغلام لانّہ موافق الفضل شیخہم کالامین۔ واعلم ایضاً بذالک انّ حکم غلامہ من قبل خطاء محض ومع ذالک نشأ من ھُنا شکوک للسائلین ○

اکان غلام الشیخ فی الیوم جاہلاً
ام الشیخ عن ھذا اخو الجہل او اَبٌ
اذا قیل ایّ الناس شرّ بغاوۃ
فشیخ غلامٍ نارہٗ تتلھبُ
ففی الیوم ھبّت منہ ریح ضلالۃ
دخان سموم منہ قد اج یغلبُ
غلا رأسہ دجلاً فیسعی کجنّۃ
عسی اللّٰہ یطفی نارہٗ وھو یرقبُ

ثمّ اعلموا انّ شہادتہم بلا تفصیل۔ علی انّی لا اؤمن بانّ المہدی نبیّ کذب وتضلیل۔ لانّی کتبت الیہم مراراً۔ انّہ سمّاہ اللّٰہ ... نبیّاً علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ۔ ومن قال انّہ نبیّ علی وجہ الحقیقۃ فہو کافر کذّاب۔ فلم یردھم کتابی ھذا الا فراراً وماکتبت الا ماکتبہ المسیح المہدی فلم یفید وا بل کانوا اشراراً۔ وقالوا انّ المسیح الموعود نبیّ حقیقی والمنع ان یکون التشریع فقط بعد سید المرسلین فقلت انّ اللّٰہ تعٰ ما قال خاتم الشارعین۔ ولم یقل نبیّنا لا شارع بعدی ومنع التشریع ثابت بمنع النبوۃ وبابا خرٰی کما لا یخفی علی المحققین۔ وانّ المخبر عن الغیب

اور مکر کے جال میں پھنسا ہوا ہوں ○
قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے احباب کو
امام کے حق کے ساتھ نصاریٰ کے شرور سے نجات دے گا ○

پھر شیخ اور غلام رسول کے اجتہاد میں تناقض واقع ہو گیا یعنی مولوی غلام رسول کہتا تھا کہ جو احمدی نہیں وہ کافر ہے۔ اور شیخ محمود کہتا تھا۔ کہ کافر نہیں۔ بلکہ مسلمان ہے۔ اور یہ مشہور امر ہے کہ شیخ کے حکم کو غلام کے حکم پر فضیلت ہوتی ہے۔ اسی واسطے انہوں نے شیخ کو فضیلت میں غلام سے مقدم کیا۔ اور یہ ان کو معلوم ہو گیا۔ کہ پیشتر ازیں غلام کا حکم خطا محض تھا۔ اور اس مقام پر سائلین کے دل میں سے بہت سے شکوک
پیدا ہوئے ○

کیا آج شیخ کا غلام جاہل ہو گیا۔
یا شیخ اس امر کے بارہ میں جہالت کا بھائی یا باپ ہے ○
جب کہا گیا کہ بغاوت میں کون لوگ شریر ہیں۔
تو غلام کے شیخ کی آگ بھڑکنے لگ گئی ○
پس آج اس کی طرف سے گمراہی کی ہوا چلی۔
سموم کا دھواں اس کی طرف سے غالب ہونے لگا ○
اس کا سردار دجل میں بڑھ گیا اور جن کی طرح کوشش کرنے لگا۔
قریب ہے کہ اس کی آگ کو بجھا دے۔ اور وہ انتظار میں ہے ○

پھر جاننا چاہئے کہ ان لوگوں کی یہ شہادت کہ میں مہدی کے نبی ہونے پر ایمان نہیں لاتا۔ بلا تفصیل اور جھوٹ ہے۔ کیونکہ میں نے انہیں کتنی ہی دفعہ یہ لکھا ہے۔ کہ مہدی مسعود کا نام اللہ تعالیٰ نے نبی مجازاً رکھا ہے نہ کہ حقیقۃً۔ پس جو کہتا ہے کہ آپ حقیقی نبی ہیں وہ کافر اور کذاب ہے۔ اور یہ میں نے ہی نہیں لکھا۔ بلکہ حضرت مسیح موعود نے بھی یہی لکھا ہے۔ لیکن ان لوگوں نے اسے تسلیم کیا۔ اور شرارت کا جامہ پہنکر یہ کہنا شروع کر دیا۔ کہ آپ حقیقی نبی تھے اور ممانعت صرف شریعت کی ہے۔ کہ وہ حضرت سید المرسلین کے بعد نہیں آسکتی۔ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ختم الشارعین نہیں فرمایا اور نہ ہی نبی کریم نے فرمایا ہے کہ لاشارع بعدی۔ اور شریعت کا مانع ہونا نبوت کے مانع ہونے اور دوسری کھلی نشانیوں سے ثابت ہے جیسا کہ محققین پر عیاں ہے اور یہ بات کہ

ولا یدری بہ غیر الحلیم
ومنبتہ نمو مع فسادٍ
ومزرعہ علی الصخر الصمیم
بنوّتہم غلت غلی النبوّۃ
معاذ اللّٰہ عن افکٍ قدیم
واسقطکم علی ویل البنوّۃ
نبوّتکم غلت غلی الحمیم
ایزعم مسلم للّٰہ ولدٌ
فلا بل شیخ شیطانٍ رجیم

ثمّ انّ بعض اولئک الناس کاحمد الکوڈالی یقول انّ مسیحنا الموعود لشارع کتشریع الانبیاء فکتبت ھذا ایضاً الی میاں محمود فی خطوط فما تجاوب بل کان من متجاہلین۔ ثمّ اعلموا انّی ماقلت شریعۃ عیسٰی کشریعۃ موسٰی الکلیم۔ بل قلت واقول شریعۃ موسٰی تامۃ کاملۃ وشریعۃ الانجیل ناقصۃ کماکتبہ الامام الکریم۔ ومحتاجۃ الی التوریۃ لقولہ تعالٰی ولاحلّ لکم بعض ما حرّم علیکم وقولہ تعالٰی لکلٍّ جعلنا منکم شرعۃ ومنہاجاً ولقولہ تعالٰی۔ شرع لکم من الدین ما وصّی بہ نوحاً والذی اوحینا الیک وما وصّینا بہ ابراھیم وموسٰی وعیسٰی۔ واعتبروا یا اولی الابصار۔ ان کنتم تطلبون۔ ثمّ اعلموا انّی ماقلت من قبل ولا من بعد انّ منکر المسیح الموعود کافر بکل صورۃ او مسلم بکل صورۃ بل قولی مفصّل بالکتاب المبین واحادیث نبیّنا وکتب خلیفۃ المہدی الامین۔ ثمّ اعلموا انّ قولہم انّی الفم مفخم لفظ اللّٰہ کذب عجیب تاللّٰہ ماقلت کذالک وما کفّرتُ المفخم واللّٰہ شہید ورقیب بل قلت واقول انّ کثیراً من اھل ملابار یبدّل لام اللّٰہ ظاءً وضاداً عند التفخیم وذالک خطأ ومع العلم والقدرۃ علی النطق بالصحۃ تحریف باللسان وکفر بالقرآن الحکیم۔ قال اللّٰہ تعٰ وللّٰہ الاسماء

جہنم المطبع انسان کے اندر کوئی نہیں جانتا ○
اور اسکی آرزو فساد کے ساتھ بلند ہے۔
ایک سخت پتھر پر بوئی ہوئی ہے ○
تمہارا ابن اللہ کا عقیدہ نبوت کے عقیدہ کیطرح حد سے بڑھ گیا۔
ایسے افک سے خدا تعالیٰ پناہ دے ○
اور اس نے تمہیں بنوت کی ہلاکت پر گرا دیا۔
اور تمہاری بنوت گرم پانی کی طرح جوش مارنے لگ گئی
کیا ایک شخص مسلمان ہوکر یہ عقیدہ رکھ سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا بیٹا ہے۔ ایسا عقیدہ وہی رکھیگا جو شیطان رجیم کا چیلہ ہوگا ○

ان میں سے بعض نے یہ بھی کہا کہ حضرت صاحب دیگر انبیاء کی طرح شارع نبی تھے۔ اس بارہ میں بھی میں نے میاں صاحب کو لکھا لیکن انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ بلکہ کنارہ کشی کی۔ اس کے بعد جاننا چاہئے کہ میں نے یہ نہیں کہا کہ حضرت عیسیٰ کی شریعت حضرت موسیٰ کلیم کی شریعت کیطرح ہے بلکہ میں نے یہ کہا اور اب بھی کہتا ہوں۔ کہ حضرت موسیٰ کی شریعت کاملہ تھی اور حضرت عیسیٰ کی شریعت ناقص تھی۔ جیسا کہ اسے امام علیہ السلام نے بھی تحریر فرمایا ہے۔ اور شریعت عیسوی توریت کی محتاج تھی۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔ (۱) ولاحلّ لکم بعض الذی حرّم علیکم (۲) لکلٍّ جعلنا منکم شرعۃ ومنہاجا۔ (۳) شرع لکم من الدین ما وصّی بہ نوحا والذی اوحینا الیک وما وصّینا بہ ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ پس یہ مقام بھی جائے عبرت ہے۔

پھر میں نے کبھی بھی نہ پہلے اور نہ بعد یہ کہا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کا منکر کلی کافر ہے۔ یا ہر صورت سے مسلمان ہے۔ بلکہ میرا کہنا کتاب اللہ احادیث نبوی اور حضرت مسیح موعود کی کتابوں کے موافق ہے۔ پھر ان لوگوں نے مجھ پر یہ الزام لگایا کہ میں اس شخص کو کافر کہتا ہوں جو لفظ اللہ کو تفخیم کے ساتھ پڑھتا ہے۔ یہ بھی انکا عجیب جھوٹ ہے باللہ کی قسم میں نے ایسا نہیں کہا۔ اور نہ ہی تفخیم کرنیوالے کو کافر کہا۔ بلکہ میں نے یہ کہا اور اب بھی کہتا ہوں کہ اہالیان ملبار کے بہت سے اشخاص لفظ اللہ کی لام کو تفخیم کے وقت ظا یا ض سے بدل دیتے ہیں اور یہ غلطی ہے اور باوجود اسکے کہ ایک شخص کو یہ علم ہے اور اور صحیح تلفظ ادا کرنے پر اسکی زبان قادر ہے پھر بھی اگر وہ ایسا کرتا ہے تو یہ تحریف ہے اور قرآن کریم کے ساتھ کفر

الراجي الى ان اتهب من اهل قاديان جزاية فما سلمتها
وانما افترى على الكذب هذا احتجاجاً على خط مولانا
خليفة المسيح نور الدين وكتب فيه "لم لا تبذل ان تذهب
الى مولوي محي الدين صاحب وان تأخذ منه ثلاثة وتسعين
روبية وترسلها الى صاحبها ابراهيم لانّ ابراهيم يقول انّي
وضعت هذه الدراهم عند مولوي محي الدين امانة وقال الله
تعالى ان تؤدوا الامانات الى اهلها"
وكان احمد الكوڈالي اولاً من مريدي مولوي محي الدين
ثم افترى على هذا الزور تكافاً والله يعلم انّي من الصادقين
ثم انّ احمد الكوڈالي قال مرّة بعد الجمعة انّ المسيح شرع
وفرض علينا ان نعطي الجزية في كلّ شهر لاهل قاديان
فقلت اهو شارع لان يفرض علينا شيئاً على ما فرضه
الله وانّه امام الزمان وطلب في وقته جزاية لمصلحة
وقته وهذا الوقت محتاج لان ننفق في سبيل الله على
اصلاح بلدتنا فلننفق في بلدتنا هذه لاطاعة لامام
الزمان وهذا احبّ اليه في الوقت ومع ذالك ارسلنا
الى قاديان الجزاية مراراً ونرسل ايضاً انشاء الله
وهو ارحم الراحمين ٥
ثم ان ما كتب احمد الكوڈالي في امر ليلة
البراءة من شعبان جنون وقد كان يحدث
له في بعض الاوقات جنون لشرّ ان ما كتب
من امر خليفة المسيح نور الدين رح وامري فيه
تخييل كتخييل الشياطين. والله يعلم انّي ما ظننت
في مولانا نور الدين الا ظنّاً حسناً وكان يحبّني حبّاً
شديداً والله يشهد انّي من الصادقين وآخر
دعوينا كان لله ان الحمد لله ربّ العالمين ٥

رماني بانّي كاذب كلّ كاذب
ويعلم ربّي انّني لست كاذبا
شهم تهروا لله بغياً وغيظة
شهادة زور لا اراها عجائبا

دفعہ غلام رسول الراجیکی نے بھی مجھے کہا کبھی کہ اہل قادیان
سے وظیفہ منظور کر لوں پر میں نے قبول نہیں کیا۔ اور مجھ پر افترا
باندھا گیا ہے۔ جبکہ حضرت خلیفۃ المسیح مولانا نورالدین صاحب کا خط آیا
اور اس میں یہ لکھا۔ "کیوں تم مولوی محی الدین کے پاس نہ چلے جاؤ اور ان سے
۹۳ روپے لیکر انکے مالک ابراہیم کے پاس بھیجدو۔ کیونکہ ابراہیم
کہتا ہے کہ میں نے یہ روپے مولوی محی الدین کے پاس بطور امانت
کے رکھے تھے اور اللہ تعالے فرماتا ہے کہ امانتیں انکے اہل کو ادا کرو۔"
اور احمد کوڈالی مولوی محی الدین کے اول مریدین میں سے ہے۔ پس اس
نے مجھ پر یہ افترا کیا ہے اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں سچا ہوں۔
پھر احمد کوڈالی نے ایک دفعہ جمعہ کے بعد کہا کہ حضرت مسیح موعود
نے ہم پر فرض کیا تھا کہ ہر مہینے ہم چندہ اہل قادیان کو دیں۔ پس میں نے
کہا کہ کیا وہ شارع تھے کہ جو کچھ اللہ نے ان پر فرض کیا وہ ہم پر فرض
کردیں۔ وہ تو امام الزمان تھے۔ اپنے وقت میں انہوں نے مصلحت
وقت کے لئے چندہ طلب کیا تھا۔ اور یہ وقت اس بات کا محتاج
ہے کہ ہم اللہ تعالےٰ کے راستے میں اپنے شہر کی اصلاح کے لئے خرچ
کریں پس ہم اپنے اس شہر میں امام کی اطاعت کی خاطر خرچ کرینگے۔ اور موجودہ
وقت میں یہ بہت پسندیدہ ہے۔ اور ساتھ ہی اسکے ہم نے کئی دفعہ قادیان چندہ
بھیجا ہے اور انشاء اللہ آیندہ بھی بھیجیں گے۔
پھر جو کچھ احمد کوڈالی نے ماہ شعبان کی براءة کی رات کے بارہ میں
لکھا ہے وہ جنون ہے۔ اور کبھی کبھی اسے جنون ہو بھی جاتا ہے
اور حضرت خلیفۃ المسیح مولانا نورالدین کے معاملے اور میرے معاملے
میں جو اس نے لکھا ہے۔ وہ محض شیطان کی طرح خیال ہے
اللہ تعالےٰ جانتا ہے کہ میں حضرت مولانا نورالدین کے بارہ میں
ہمیشہ حسن ظن ہی رکھتا رہا ہوں اور مجھ سے وہ بہت محبت
کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ گواہ ہے کہ میں سچا ہوں۔ و آخر دعوینا
کا قوله ان الحمد لله رب العالمين ٥
اس نے مجھ پر یہ الزام لگایا کہ میں بالکل جھوٹا ہوں۔
اللہ تعالے جانتا ہے کہ میں جھوٹا نہیں ہوں۔
اللہ کی قسم ان کی شہادت سرکشی اور غیظ کی وجہ سے ہے۔
وہ جھوٹی گواہی ہے جسکو میں عجائب سے نہیں پاتا۔

لانهم ابناء دجال وخبثة
وانهم مثل النصارى تأدّبا
حتّى ما لهم غالت على كل جهلة
ضلالتهم سالت وجالت جوانبا
غوايتهم ابكت جميع اقارب
وقد اضحكت اعدائنا والاجانبا
وقد شابهت افواههم وقلوبهم
كافواه دجالين خبثا واكذبا
فما ان رأينا مثلهم في بلادنا
من الكذب والطغيان اغلى واغلبا
وقد بان بالترتيب في تلك منعم
كذا الله مغضوب ومن ضل مذهبا
وهذا من شهادات لصدق مسيحنا
على كونه مثل ابن مريم مرتّبا
ونؤمن ان الله اصدق صادق
بامّ كتاب منه لا كان كاذبا

بقلم مولوی غلام احمد حاجی۔ از مالابار
مورخہ ۷ صفر سنہ ۱۳۳۹ ہجری

کیونکہ وہ دجال اور خبیث کے بیٹے ہیں۔
اور بلحاظ تادیب کے نصاریٰ کی مانند ہیں۔
اُن کی جہالت ہر قسم کی جہالت سے بڑھ گئی۔
اُن کی ضلالت بہ پڑی اور تمام اطراف کو گھیر لیا۔
اُن کی گمراہی نے تمام اقارب کو رُلا دیا۔
اور ہمارے دشمنوں اور اجنبیوں کو ہنسایا۔
اُن کے منہ اور دل خبث میں دجالین کے مشابہ ہو گئے۔
ہم نے اپنے شہروں میں ان جیسا کوئی انسان نہیں دیکھا جو کذب
اور طغیان میں اس قدر بڑھا ہوا ہو۔
اور اس میں منعم علیہ۔ مغضوب علیہ اور
ضالین کے گروہ ترتیب کے ساتھ
ظاہر ہو گئے۔
اور یہ ہمارے مسیح کی مثیل ابن مریم ہونے پر
منجملہ دیگر شہادات کے ایک شہادت ہے۔
ہمارا ایمان ہے کہ خدا نے ام کتاب (سورۂ فاتحہ)
میں بہت سچ فرمایا ہے۔

بقلم مولوی غلام احمد حاجی۔ از مالابار۔
مورخہ ۷ ماہ صفر سنہ ۱۳۳۸ ھ

بلادِ غربیہ میں تبلیغِ اسلام

مسجد ووکنگ میں لیکچر

اس اتوار مورخہ ۲۶ اکتوبر ۱۹۱۹ء کو مسجد ووکنگ میں انگریز نومسلم و غیر مسلم مردوں اور خواتین کے مجمع میں مولینا مولوی صدرالدین صاحب نے انسان کے فطرتاً گنہگار ہونے کے عیسائی عقیدہ کے خلاف ایک زبردست تقریر فرمائی۔ اور اپنی شہادت میں نہ صرف قرآن کریم کی آیت فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا کو ہی پیش کیا اور بتایا کہ انسانی فطرت کو اللہ تعالےٰ نے اپنی فطرت کے مطابق پاک بنایا ہے۔ بلکہ خود انجیل کے بھی ۱۸ باب کی شروع کی چند آیات پڑھیں جو اس پاک تعلیم کے عین مطابق ہیں مثلاً یہ کہ "شاگرد یسوع کے پاس آکر بولے۔ پس آسمان کی بادشاہت میں بڑا کون ہے؟ اس نے ایک بچے کو اپنے پاس بلا کر اسے ان کے بیچ میں کھڑا کردیا۔ اور کہا کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ اگر تم نہ پھرو اور بچوں کی مانند نہ بنو۔ تو آسمان کی بادشاہت میں ہرگز داخل نہ ہوگے۔ پس جو کوئی اپنے آپ کو اس بچے کی مانند چھوٹا بنائیگا وہی آسمان کی بادشاہت میں بڑا ہوگا۔"
(متی ۱۸: ۱-۴)

آپ نے بتایا کہ ان آیات میں حضرت مسیح نے آسمان کی بادشاہت میں داخل ہونے اور بڑا بننے کے لئے بچے کی مانند بننے کا ارشاد فرمایا ہے۔ حالانکہ اگر آپ انسان کو فطرتاً گنہگار سمجھتے۔ تو آپ کو کہنا چاہئے تھا کہ میرے خون پر ایمان لاؤ۔ تو آسمان کی بادشاہت میں بڑے بن جاؤگے۔ لیکن بچے کی مانند بننے کا ارشاد صاف بتاتا ہے کہ آپ انسان کو فطرتاً گنہگار نہ سمجھتے تھے۔ کیونکہ انسان کے فطرتاً گنہگار رہنے میں تو بچہ اور بڑا سب عیسائی معتقدات کے مطابق [illegible]یک ہیں بلکہ آجکل کے عیسائی معتقدات کے مطابق شریک ہیں بلکہ آجکل کے عیسائی عقاید کے رو سے تو ایک بچہ اگر بپتسمہ لئے بغیر مرجائے۔ تو وہ جہنمی ہے۔ اور پادری صاحب اس کا جنازہ بھی پڑھنے سے انکار کردیتے ہیں اور اسکو قبرستان میں بھی دفن ہونے نہیں دیتے بلکہ علیحدہ جگہ اسکو گاڑ دیا جاتا ہے۔ کیونکہ ان کا خیال ہے کہ وہ تمام بچے جو بپتسمہ لئے بغیر مرجائیں۔ دوزخ کی سطح پر رینگتے ہیں۔ انجیل کی مندرجہ بالا آیات اس کے خلاف ایک کھلی شہادت ہیں اور ان سے پتہ لگتا ہے کہ حضرت مسیح ایک بچہ کو کم از کم معصوم سمجھتے تھے اور انسان کے فطرتاً گنہگار ہونے کے قائل نہ تھے۔

ایسا ہی آپ نے بتایا کہ حضرت مسیح فرماتے ہیں کہ "اگر تیرا ہاتھ یا تیرا پاؤں تجھے ٹھوکر کھلائے تو اسے کاٹ کر اپنے پاس سے پھینک دے۔" اگر آپ انسان کو فطرتاً گنہگار سمجھتے۔ تو کسی چیز سے ٹھوکر لگنے کا خیال ہی غلط ہے۔ اور اسکو الگ کردینے سے انسان پاک نہیں ہوسکتا۔ ٹھوکر سے بچنے یا پاک ہونے کے لئے تو موجودہ مسیحی معتقدات کے مطابق اپنے خون پر ایمان لانے کا حکم دو چار دینا چاہئے تھا۔ اس کے خلاف ٹھوکر کی چیز کو الگ کردینے کا ارشاد بتاتا ہے کہ جناب مسیح انسان کے نیک عملوں کو ہی پاکیزگی کا موجب سمجھتے تھے کسی کفارہ کے قائل نہ تھے۔ غرض اس بارہ میں جناب مسیح کا کلام قرآن کریم کے عین مطابق ہے۔

ایک انگریز نومسلم مسٹر سلمان شلابیچ نے آپ کے پیش کردہ استدلالات کی بڑے زور سے تائید کی۔

خاکسار۔ دوست محمد از ووکنگ انگلستان۔

اعلان فسخ بیعت

مندرجہ ذیل مزید اصحاب مالابار سے اپنی فسخ بیعت کا اعلان کرتے ہیں:۔

(۱) عبد الرحمٰن (۲) عبد القادر (۳) عبد اللہ (۴) [illegible]

ساکن [illegible]

مشکلات

میاں [illegible] محمودی امت پر ایک نظر

ہمارے احباب کو معلوم ہوگا۔ کہ سیدنا و مولانا حضرت مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ نے اپنے رسالہ شناخت مامورین میں کہیں یہ لکھدیا کہ میاں صاحب کے مرید انہیں مامور من اللہ کے مقام پر سمجھتے ہیں۔ اس پر ہمارے مہربان مولوی فضل دین صاحب نولی کو سخت طیش آیا۔ اور غصہ اور غضب کی حالت میں بلا دور اندیشی کے انہوں نے حضرت امیر کو چیلنج دیا۔ کہ وہ دکھائیں کہ کب میاں صاحب نے مامور من اللہ ہونے کا دعوے کیا ہے۔ اور ان کے مرید کہاں انہیں مامور من اللہ مانتے ہیں۔ یہ افترا ہے۔ یہ بہتان ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ میں ان کی مذبوحی حرکات دیکھکر حیران تھا۔ کیونکہ خود میرا تجربہ بھی یہی ہے۔ کہ میاں صاحب کے مرید انہیں مامور من اللہ تو کیا سب کچھ ہی مانتے ہیں۔ نہ خدا سے انہیں مطلب۔ نہ رسول کریمؐ سے سروکار۔ نہ مسیح موعود سے کوئی تعلق۔ ان کے لئے تو جو کچھ ہے۔ میاں صاحب ہے۔ میاں صاحب کا دعوے بھی کوئی نہیں۔ اور ہے بھی سب کچھ۔ محض مریدوں اور غیر مریدوں کا فرق ہے۔ آمنا و صدقنا کہنے والے ہوئے۔ تو آپ ہر قسم کا دعوے کرنے والے ہو جاتے ہیں۔ کوئی مقابلہ کے لئے طلب کرے۔ تو آپ کہدیتے ہیں۔ کہ میرا تو ذاتی کوئی دعوے ہے ہی نہیں۔ غرض جبتک میاں صاحب اپنے مریدوں میں پر اسرار ہستی بنے ہوئے ہیں بعض اسی وقت تک یہ محمودی تحریک سسکتی رہیگی اور جب میاں صاحب کی عظمت کا راز مریدوں کو معلوم ہو جائیگا۔ اور وہ تعصب کی عینک آنکھوں سے اتار کر میاں صاحب کو ان کی اصلی رنگت میں دیکھیں گے تو محمودیت کی عمارت یکدم منہدم اور معدوم ہو جائیگی کیونکہ یہ تحریک کسی اصول پر مبنی نہیں۔ بلکہ ایک ایسے انسان کی شخصیت سے وابستہ ہے جسے بعض لوگوں نے اپنے اغراض اور خود غرضی کے لئے بُت بنا رکھا ہے۔ اور گرد و پیش کے حالات اور مریدوں کی جہالت نے اسے بھی حوصلہ دلادیا ہے کہ وہ ہر قسم کا تکبر اور انانیت اپنے لئے جائز سمجھے۔

اللہ اللہ۔ ضعیف و نحیف کمزور خاکی پتلا۔ اگر اسکی دعا سے کسی خاص علاقے پر زیادہ مینہ نہ برسے تو وہ [illegible] اپنے پیدا کرنے والے کی ہستی سے بھی انکار کردے۔ پھر قرآن ہستی باریتعالےٰ پر سو دلائل دیا کرے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے جو اللہ تعالےٰ کی ہستی کا مظہر اعظم ہے ہزار ثبوت خدا کے حی و قیوم ہونے کے ملیں۔ اسکے نزدیک ہیچ ہیں کیونکہ اس لاڈلے کی دعا جو اللہ تعالےٰ پر قبول کرنی فرض تھی کسی وجہ سے اس بے نیاز ذات نے قبول نہیں فرمائی۔ میں تو حیران ہوتا ہوں۔ کہ کس کس قسم کے دعوے اس شخص نے محض اس حیثیت سے کردئے ہیں۔ کہ اسے چند ہزار لوگوں نے اپنا خلیفہ منتخب کرلیا ہے۔ ورنہ اپنی کمزوریوں سے وہ ناواقف نہیں۔ انصاف پسند اور خدا ترس دوستو! غور کرو اس دعوے پر کہ اگر کوئی شخص کسی مصیبت میں مبتلا ہوگیا ہو یا اسے کوئی تکلیف ہو۔ تو وہ ایک پیسہ کا کارڈ علام الغیوب اور علی کل شیء قدیر میاں صاحب کی خدمت میں لکھکر لیٹر بکس میں ڈال دے۔ اور ابھی وہ خط میاں صاحب کی خدمت میں پہنچا بھی نہ ہوگا۔ کہ اسکی تکلیف و مصیبت دور ہو جائیگی۔ ہمیں مسیح موعودؑ کی زندگی میں تو ایسی کوئی مثال نہیں ملتی۔ بلکہ مسیح موعودؑ تو کیا۔ عیسیٰ و موسیٰ علیہم السلام حتیٰ کہ فخر بنی آدم سید الرسل حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ جس کی شان میں ہے لولاک لما خلقت الافلاک کی سوانح میں بھی کوئی ایسی نظیر دکھائی نہیں دیتی۔ بلکہ ہم دیکھتے ہیں تو یہی دیکھتے ہیں۔ کہ وہ خشوع اور خضوع سے دعائیں کرتا [illegible] دعا کے لئے جاتا ہے [illegible]

[illegible]

کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے۔ کبھی جھکتا ہے۔ کبھی سربسجود ہوتا ہے۔ اور اپنی عاجزی اور بیکسی کا خیال کرکے گڑگڑاتا ہے۔ اسکی ان عاجزیوں پر رحیم کریم مولا کی رحمت جوش میں آتی ہے۔ اور اپنے پاک اور محبوب بندے سے وہ اسکی کامیابی کا وعدہ کرتا ہے۔ اور وعدہ بھی نہایت صاف لفظوں میں۔ مگر وہ نیک اور پاک نفس رسول جس کا دل نور ایمان اور یقین سے لبریز ہے۔ جسکے قلب صافی میں مکر و شیخی کا شائبہ نہیں۔ پھر عاجزی اور فروتنی سے اپنے مولا اور کارساز کے سامنے گر جاتا ہے۔ خشوع و خضوع کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا۔ یہاں تک کہ اسکے اصحاب بھی اسکی حالت کو دیکھکر رحم سے بھر جاتے ہیں۔ اور اسے خدا کا وعدہ یاد دلاتے ہیں۔ مگر وہ ان کو یہی جواب دیتا ہے۔ کہ میں خدا کی بے نیازی سے ڈرتا ہوں۔ کہاں تو وہ عظیم الشان رسول اور یہ انکسار۔ اور کہاں یہ چودھویں صدی کا نوجوان گدی نشین اور یہ تکبر و انانیت۔ طرح طرح کے بھونڈے دھوکوں سے سادہ لوح اور جاہل لوگوں کے دلوں پر رعب طاری کیا جاتا ہے تاکہ اسلامی سادگی اور حریت ان کے دلوں سے محو ہو جائے۔ اور وہ طرح طرح کے وسوسوں اور وہموں میں مبتلا ہو جائیں اور آستان خلافت سے علیحدگی اختیار نہ کریں۔ جب کسی مرید کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے۔ تو وہ ایک کارڈ میاں صاحب کی خدمت میں لکھدیتا ہے۔ اور اگر کسی اتفاق سے وہ شخص مصیبت یا بیماری سے نجات پا جائے تو جھٹ میاں صاحب کا تقدس ظاہر کرنے کے لئے اسے میاں صاحب کی کرامت بنا لیا جاتا ہے۔ ایڈیٹر پیغام صلح اس غریب سادہ طبع مرید کو مورد طعن و تشنیع بناتے ہیں۔ اور اس تکبر و انانیت کے پتلے کو نہیں دیکھتے جس نے انہیں مردم پرستی کی تعلیم دی ہے۔ اور ابھی بعض ضدی لوگوں کو اصرار ہے۔ کہ میاں صاحب کے مرید انہیں مامور من اللہ کے مقام پر نہیں سمجھتے۔ میں ابھی بتلاؤں گا۔ کہ خود میاں صاحب کیا کیا بنتے ہیں اور ان کے مرید انہیں کیا کیا سمجھتے ہیں۔ مگر میں پوچھتا ہوں۔ کہ میاں صاحب۔ یہ دعوے کس اصول پر مبنی ہیں۔ کیا آپ عالم الغیب خداوند خدا ہیں۔ کہ مرید نے آپکی خدمت میں خط لکھا۔ اور آپ کو معلوم ہوگیا۔ کہ مرید مصیبت میں مبتلا ہے۔ اور اس نے ہزہولائنس کو مشکلکشائی کے لئے پکارا ہے۔ پھر آپ کیا قادر مطلق مالک السموات والارض ہیں۔ کہ ادھر کسی مرید کی تکلیف کا حال معلوم ہوا۔ اور آپ نے مشکل آسان کردی۔ یا آپ کو کوئی ایسی طاقتیں حاصل ہیں کہ خداوند تعالےٰ اپنے جاہ و جلال آپ سے ڈرتا ہے۔ اور کیا آپ اپنے مرید میاں محمد ظفر صاحب [illegible] سے دریافت کرکے اطلاع دینگے کہ جب اس نے آپ کی ان کرامات کی تصدیق کی تھی۔ تو وہ آپکو کیا سمجھتا تھا۔ کہ اس نے خط لیٹر بکس میں ڈالا۔ اسکی مصیبت دور ہوگئی۔ اور یہ میاں صاحب کی کرامات تھی۔ پھر ایڈیٹر ریویو اور ایڈیٹر الفضل جنہوں نے اس دعوے اور تصدیق کو شائع کیا تھا۔ وہ آپ کو کیا سمجھے تھے۔ اور جماعت بھی جس نے اپنی خاموشی سے آپ کی تائید کی۔ وہ آپ کی کیا حیثیت سمجھتی تھی۔ سچ ہے ؎

گر ہمیں مکتب و ہمیں ملا + کار طفلاں تمام خواہد شد

ابھی یہ کیا بس ہے۔ ابھی میں اور دکھاؤنگا۔ کہ میاں صاحب کے مرید انہیں کیا سمجھتے ہیں۔ یہ جمہور اہل اسلام کا متفقہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالےٰ ہی ایسی ہستی ہے کہ جو کسی امر کو حلال یا حرام قرار دیسکتی ہے یا اس سے تنزل کرکے یہاں کر سکتے ہیں کہ شارع اسلام جو خدا کی ذات کا آئینہ بن کر مظہر ہے کسی امر کی نسبت قرار دیسکتا ہے کہ یہ حلال ہے یا حرام۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دنیا میں کسی فرد کی مجال نہیں کہ حلال و حرام کی نسبت کوئی نیا فتوے دے۔ خود مسیح موعود علیہ السلام کے عمل کو دیکھو جسے میاں صاحب نبی بتاتے ہیں۔ وہ باوجود نبی ہونے کے بھی حقہ کو بھی حرام نہ کرسکا۔ گو آپ اسے سخت ناپسند فرماتے تھے۔ وجہ کیا؟ یہی کہ فتوے پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر ثبت نہیں تھی۔ لیکن میاں صاحب کے مرید انہیں مامور من اللہ کی حیثیت سے بڑھکر اسے شارع کی حیثیت دیتے اور شریعت میں تغیر و تبدل کرنے کا مجاز اور مختار سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ۸ نومبر کے الفضل میں ڈاکٹر سید غلام حسین صاحب کیمبل فارم حصار کا ایک بسیط مضمون "احمدی لڑکیوں کی کہانی" کے عنوان سے شائع ہوا ہے جسکی چند سطور ہمارے احباب کی دلچسپی کا موجب ہونگی۔ اور وہ شکر کرینگے کہ اللہ تعالےٰ نے انہیں پیر پرستی کی لعنت سے بچالیا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف تحریر فرماتے ہیں۔ [illegible]

جلد [illegible] | ممد المسیح لاہور یکشنبہ مورخہ ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۸ ہجری مطابق ۷ دسمبر سنہ ۱۹۱۹ء | نمبر ۴۱

کلام الامام امام الکلام

(از حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

تا بکے سوز د لغم ایں بندۂ گریانِ تو

اے سر و جان و دِل و ہر ذرّہ ام قربانِ تو
بر دلم بکشا ز رحمت ہر درِ عرفانِ تو
فلسفی کز عقل میجوید ترا دیوانہ ہست
دور تر ہست از خرد ہا آں رہِ پنہانِ تو
از حریمِ تو ازیناں ہیچکس آگاہ نشد
ہر کہ آگاہ شد شد از احسانِ بے پایانِ تو
عاشقانِ روئے خود را ہر دو عالم میدہی
ہر دو عالم ہیچ پیشِ دیدۂ غلمانِ تو
یک نظر فرما کہ تا کونہ شود جنگ و جدال
خلق محتاج است سوئے جذبۂ برہانِ تو
یک نشاں بنما کہ تا نورت درخشد در جہاں
تا شود ہر منکرِ ملت ثنا مدخوانِ تو
گر نمیں نہ بروز نہ گردد نہ ارم ہیچ غم
غم ہمیں دارم کہ کم گردد رخِ رخشانِ تو
گفتگو و بحث در دیں درد سر بسیار ہست
قصّہ کوتہ کن بآیاتِ عظیم الشانِ تو
از ز لازل جنبشے دہ فطرتِ اغیار را
تا مگر آیند ترساں سوئے آں ایوانِ تو
چشمۂ رحمت رواں کن در لباسِ زلزلہ
تا بکے سوز د لغم ایں بندۂ گریانِ تو

عزّتِ احمد نہاں دارد دو صد ادرو جود
میتواند شد مسیحا میتواند شد یہود
زمرۂ زلشاں ہمہ بر طینتاں اجائے ننگ
زمرۂ دیگر بجائے ابتلا دارد قعود

جواہر ریزے

وصیّتِ الحق

(گذشتہ سے پیوستہ)

اصل تو یہ ہے کہ جب انسان کا دل بخل اور عناد سے سیاہ ہو جاتا ہے تو وہ دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتا اور سنتے ہوئے نہیں سنتا اسکے دل پر خدا کی مُہر لگ جاتی ہے۔ اُس کے کانوں پر پردے پڑ جاتے ہیں۔ یہ بات ایک کسی پر پوشیدہ ہے کہ آتھم کی نسبت پیشگوئی شرطی تھی۔ اور خدا کے الہام نے ظاہر کیا تھا۔ کہ وہ رجوع الی الحق کی حالت میں مرنے سے بچ جائیگا۔ اور پھر آتھم نے اپنے افعال سے اپنے اقوال سے اپنی سراسیمگی سے اپنے خوف سے اپنے قسم نہ کھانے سے اپنے نالش نہ کرنے سے ثابت کر دیا۔ کہ ایام پیشگوئی میں اس کا دل عیسائی مذہب پر قائم نہ رہا۔ اور اسلام کی عظمت اُس کے دل میں بیٹھ گئی۔ اور یہ کچھ بعید نہ تھا۔ کیونکہ وہ مسلمانوں کی اولاد تھا اور اسلام سے بعض اغراض کی وجہ سے مرتد ہوا تھا۔ اسلامی چاشنی رکھتا تھا۔ اسی وجہ سے اُسکو پورے طور پر عیسائیوں کے عقیدہ سے اتفاق کبھی نہیں تھا۔ اور پیری کی شدت۔ وہ ابتدا سے نیک ظن رکھتا تھا۔ لہٰذا اُس کا اسلامی پیشگوئی سے ڈرنا قرین قیاس تھا۔ پھر جبکہ اُس نے قسم کھا کر اپنی عیسائیت ثابت نہ کی۔ اور نہ نالش کی۔ اور چوروں کی طرح ڈرتا رہا۔ اور عیسائیوں کی سخت تحریک سے بھی وہ اُن کاموں کے لئے آمادہ نہ ہوا۔ تو کیا اُس کی یہ حرکات ایسی نہ تھیں۔ کہ اس سے یہ نتیجہ نکلے۔ کہ وہ اسلامی پیشگوئی کی عظمت سے ضرور ڈرتا رہا غافل زندگی کے لوگ تو نجومیوں کی پیشگوئیوں سے بھی ڈر جاتے ہیں۔ چہ جائیکہ ایسی پیشگوئی جو بڑے شدومد سے کی گئی تھی جس کے سننے سے اُسیوقت اُس کا رنگ زرد ہو گیا تھا۔ جسکے ساتھ درصورت نہ پورے ہونے کے میں نے اپنے سزا یاب ہونے کا وعدہ کیا تھا۔ پس اس کا رعب ایسے دلوں پر جو دینی سچائی سے بے بہرہ نہیں کیونکر نہ ہوتا۔ پھر جبکہ یہ بات صرف قیاسی نہ رہی بلکہ خود آتھم نے اپنے خوف اور سراسیمگی اور دہشت زدہ ہونے کی حالت سے جسکو ہزارہا لوگوں نے دیکھا۔ اپنی اندرونی بیقراری اور اعتقادی حالت کے تغیر کو ظاہر کر دیا۔ اور پھر بعد میعاد قسم نہ کھانے اور نالش نہ کرنے سے اُس کے تغیر کی حالت کو اور بھی یقین تک پہنچا دیا اور پھر الہام الٰہی کے موافق ہمارے آخری اشتہار سے چھ ماہ کے اندر مر بھی گیا۔ تو کیا یہ تمام واقعات ایک منصف اور خداترس کے دل کو اس یقین سے نہیں بھر دیتے کہ وہ پیشگوئی کی میعاد کے اندر الہامی شرط سے فائدہ اُٹھا کر زندہ رہا اور پھر الہام الٰہی کی خبر کے موافق اخفائے شہادت کیوجہ سے

مر گیا۔ اب ڈھونڈو تلاش کرو۔ کہ آتھم کہاں ہے؟ کیا وہ زندہ ہے؟ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ وہ کئی برس سے مر چکا۔ مگر جس شخص کے ساتھ اُس نے ڈاکٹر کلارک کی کوٹھی پر بمقام امرتسر مقابلہ کیا تھا۔ وہ تو ابتک زندہ موجود ہے۔ جو یہ مضمون لکھ رہا ہے۔

اے حیا و شرم سے دور رہنے والو! ذرا اس بات کو تو سوچو۔ کہ وہ شہادت کے اخفا کے بعد کیوں جلد مر گیا؟ میں نے تو اُس کی زندگی میں یہ بھی لکھ دیا تھا۔ کہ اگر میں کاذب ہوں تو میں پہلے مروں گا۔ ورنہ میں آتھم کی موت کو دیکھوں گا۔ سو اگر شرم ہے تو آتھم کو ڈھونڈ کر لاؤ کہ کہاں ہے۔ وہ میری عمر کے قریب قریب تھا۔ اور عمر صرف چند برس سے مجھ سے زیادتی رکھتا تھا۔ اگر خدا چاہتا۔ تو وہ ۲۰ برس تک اور زندہ رہ سکتا تھا۔ پس یہ کیا باعث ہوا کہ وہ اُنہی دنوں میں جبکہ اُس نے عیسائیوں کی دلجوئی کے لئے الہامی پیشگوئی کی سچائی اور اپنے دلی رجوع کو چھپایا خدا کے الہام کے موافق فوت ہو گیا۔ خدا اُن دلوں پر لعنت کرتا ہے جو سچائی کو پا کر پھر اُس کا انکار کرتے ہیں۔ اور چونکہ یہ انکار جو اکثر عیسائیوں اور بعض شریر مسلمانوں نے کیا۔ خدا تعالیٰ کی نظر میں ظلم صریح تھا۔ اسلئے اُس نے ایک دوسری عظیم الشان پیشگوئی کے پورا کرنے سے لیکھرام کی موت کی پیشگوئی سے منکروں کو ذلیل اور رسوا کر دیا۔ یہ پیشگوئی اس مرتبہ پر فوق العادت تھی کہ اسمیں قبل از وقت یعنی پانچ برس پہلے بتلایا گیا تھا کہ لیکھرام کس دن اور کس قسم کی موت سے مریگا۔ لیکن افسوس کہ بخیل لوگوں نے جنکو مرنا یاد نہیں اس پیشگوئی کو بھی قبول نہ کیا۔ اور خدا نے بہت سے نشان ظاہر کئے یہ سب سے انکار کرتے ہیں اب یہ اشتہار ۲۱ نومبر سنہ ۱۸۹۸ء

آخری فیصلہ ہے۔ چاہئے کہ ہر ایک طالب صادق صبر سے انتظار کرے۔ خدا جھوٹوں۔ دجّالوں۔ کذّابوں کی مدد نہیں کرتا۔ قرآن شریف میں صاف لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ کا یہ عہد ہے کہ وہ مومنوں اور رسولوں کو غالب کرتا ہے۔ اب یہ معاملہ آسمان پر ہے زمین پر چلانے سے کچھ نہیں ہوتا۔ دونوں فریق اسکے سامنے ہیں اور عنقریب ظاہر ہو گا۔ کہ اسکی مدد اور نصرت کس طرف آتی ہے؟ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔ (۳۰ نومبر سنہ ۱۸۹۸ء)

رسید زر

چندہ منجانب جماعت احمدیہ جموں

معرفت مفتی فضل احمد صاحب مدرس سری رنبیر ہائی سکول جموں

	عہ
چندہ ماہوار	[illegible]
عمد قہ	[illegible]
عید فنڈ	[illegible]
قیمت کھال قربانی	[illegible]

خطبۂ جمعہ

فرمودہ حضرت امیر [illegible]

[illegible]

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ [illegible] ... الٰی ... ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ

اللہ تعالیٰ نے خرید لی ہیں مومنوں سے اُن کی جانیں اور اُن کے مال اس عوض میں کہ ان کے لئے جنت ہے۔ وہ لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں۔ پھر لوگوں کو قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں۔ یہ وعدہ اللہ کا برحق ہے۔ توریت، انجیل اور قرآن میں اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر وعدہ کا پورا کرنے والا کون ہو سکتا ہے۔ پس [illegible] خوش ہو اس بیع سے جو تم نے کی ہے اور یہی بڑی بھاری کامیابی ہے۔

یہ ان الفاظ قرآنی کا ترجمہ ہے جو میں نے ابھی تلاوت کئے ہیں۔ یقاتلون فی سبیل اللہ اور فیقتلون اور یُقتلون

عیسائیوں کے اعتراض کا جواب

بعض عیسائیوں نے اعتراض کیا کہ یہ ایک نعوذ باللہ جھوٹ ہے جو قرآن مجید نے بولا ہے۔ کیونکہ اس میں توریت اور انجیل کے وعدہ کے متعلق لکھا ہے اور اس کے اندر جنگ کرنے کا ذکر ہے۔ حالانکہ جنگ کی تعلیم تو انجیل میں ہے ہی نہیں۔ اور حضرت عیسٰی نے جنگ کی تعلیم دی ہی نہیں۔ غرض ان الفاظ کو مدنظر رکھتے ہوئے عیسائیوں نے قرآن مجید پر کذب بیانی کا بہتان لگایا ہے۔ لیکن اُن معترضین کی اپنی غلطی ہے۔ اصل میں وعدہ تو صرف اتنا تھا کہ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَ اَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ۔ یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ نے مومنین سے جان اور مال خرید لئے ہیں اس عوض میں کہ اُنکے لئے جنت ہے اور یہ وعدہ جنت میں جانے کا توریت اور انجیل میں موجود ہے اور یہی وعدہ قرآن کریم نے کیا ہے۔ تو پھر فرمائیے۔ کہ قرآن نے جھوٹ کیا کہا۔ یہ الفاظ کہ یقاتلون فی سبیل اللہ در اصل اس وعدہ کی انتہا ہے۔ جب راہ خدا میں سعی و کوشش کرنی پڑے تو اس کوشش کا انتہا کیا ہے۔ یَقْتُلُوْنَ وَ یُقْتَلُوْنَ قتل کرنا اور قتل کئے جانا۔

اب یہ امر کہ یُقْتَلُوْنَ قتل کئے جانا تو بھلا ہوا۔ لیکن قتل کرنے میں کیا ثواب ہے۔ یہ در اصل اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے دلوں میں تو انسان کی ہمدردی موجزن ہے اور وہ خود نہیں چاہتے کہ لوگوں کو قتل کریں لیکن محض خدا کی رضا کو مدنظر رکھتے ہوئے اُن کو ایسا کرنا پڑتا ہے۔ اُنکی ہمدردی اور شفقت علیٰ خلق اللہ یہی کہتی ہے کہ کسی کو آزار نہ پہنچایا جائے لیکن ابتغاء مرضات اللہ اُن کو مجبور کرتی ہے کہ وہ قتل بھی کریں۔ پھر اسکے بعد فرمایا کہ یُقْتَلُوْنَ۔ یہ پچھلا مرتبہ ہے۔ بعض نے یہ غلطی سے سمجھ لیا کہ گویا یہ بھی وعدہ کے الفاظ کے ایک حصہ ہیں۔ حالانکہ وعدہ تو محض اسقدر ہے اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَ اَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ۔ یہ درمیانی الفاظ بعض صحابہ کی حالت ایثار و قربانی کا نقشہ کھینچنے کے لئے الٰہی رستہ میں کمال سعی و کوشش کو ظاہر کرنے کے لئے بیان فرمائے گئے ہیں۔ لیکن عیسائیوں نے اسکو وعدے کا ایک حصہ قرار دیکر اس پر اعتراض کیا ہے۔

ایثار کی تعلیم انجیل میں

اور جہانتک خدا کی راہ میں سعی و کوشش کرنے کا سوال ہے ہم انجیل میں پڑھتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت عیسٰی سے سوال کیا۔ کہ میں کیا کروں جس سے خدا کی رضا حاصل ہو۔ تو آپ نے جواب دیا کہ جو کچھ تیرے پاس ہے مفلسوں کو دیدے آجکل اس کے پیرو اس تعلیم پر کہاں تک کاربند ہیں خود واقعات موجودہ سے ثابت ہو چکا ہے۔ پھر ہم کہتے ہیں۔ کہ وہ کہتا ہے کہ کل کی فکر نہ کرو۔ اگر کوئی ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسری بھی اُسکے آگے رکھدو۔ مقام حیرت ہے کہ تعلیم تو عیسائیوں کو یہ دی گئی ہے اور تعامل اسکے بالکل برخلاف ہے لیکن باایں ہمہ قرآن مجید پر اعتراض ہے کہ اس نے غلط بیانی کی ہے۔

پطرس نے ایک دفعہ حضرت عیسٰی سے سوال کیا کہ ہم نے سب کچھ راہ خدا میں دیدیا۔ فرمائیے ہمکو کیا ملیگا۔ لیکن نبی کریم کے صحابہ نے کبھی یہ سوال نہ کیا۔ اور نہ کبھی جتایا کہ ہم نے راہ خدا میں یہ دیا اور وہ دیا۔ حضرت عیسٰی نے جواب میں کہا کہ تمکو جنت کے [illegible] دروازے کھلیں گے۔

حضرت عیسٰی فرماتے ہیں [illegible] ملیگا۔ وغیرہ وغیرہ۔ غرض [illegible] تمہارے پاس ہے [illegible] توریت کے وقت قربانی کی جاتی تھی [illegible] ان کو خدا کے رستہ میں خرچ کرو۔ پھر اسکے بعد [illegible] الغرض یہی پرانا مذہب ہے توریت اور انجیل کا۔ اور یہی مذہب قرآن میں آیا تاکہ لوگ قربانی اور ایثار سیکھیں۔

انبیاء اور دوسرے دنیاداروں کی تعلیم ایثار میں فرق

دیکھو انبیاء بھی قربانی اور ایثار کی تعلیم دیتے ہیں اور دنیادار بھی۔ لیکن دونوں گروہوں کی تعلیم میں فرق ہے۔ ایک گروہ تو خدا کے لئے قربانی اور ایثار سکھاتا ہے۔ اور دوسرا گروہ دُنیا کے لئے۔ اور اسوجہ سے ان دونوں قسم کے ایثاروں کی حیثیت بدل جاتی ہے۔

یاد رکھو کہ کام تو ایک ہی ہوتا ہے۔ لیکن نیت اور ارادہ کے تبدیل ہونے سے اُن کاموں کی حیثیت بدل جاتی ہے۔ مثال کے طور پر اس طرح سے سمجھنا چاہئے کہ جو شخص بیوی اور بچوں کے لئے ایثار کرتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسا شخص دوسروں کے حقوق کی پرواہ نہیں کرتا۔ بلکہ محض بیوی بچوں کی پرورش اور آسائش ہی اسکو مدنظر ہوتی ہے۔ لیکن جو شخص خدا کے لئے ایثار کرتا ہے اُس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دوسروں کے حقوق کو تلف نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ خوب جانتا ہے۔ کہ ایک کام کے سنوارنے سے دوسرا کام بگڑ گیا تو کیا فائدہ حاصل ہوگا۔ اس طرح ان لوگوں کی مثال ہے جو قوم اور ملک پر ایثار اور قربانی کرتے ہیں۔ ایسے لوگ اس امر کی پرواہ نہیں کرتے۔ کہ دوسروں کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ بلکہ وہ شخص اپنی قوم و ملک کی ہی بہتری مدنظر رکھتے ہیں۔ خواہ دوسروں کے حقوق تلف ہی ہو جائیں۔ لیکن جو شخص خدا کیلئے قربانی یا ایثار کرتا ہے۔ اُس کے نزدیک تمام قومیں اور تمام ملک یکساں ہیں۔ اور وہ ان سب کا یکساں ہمدرد ہے۔ غرض یہ دونوں قسم کے گروہوں میں ایک فرق بیّن ہے۔

کیا ایثار کے بغیر ہم جنت حاصل کر سکتے ہیں

اس موقعہ پر سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر مال اور نفوس کے بغیر بھی جنت حاصل ہو سکتی ہے اور محض لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھ کر ہی ایک شخص جنت کا وارث ہو جاتا ہے تو پھر کیا یہ وعدہ کہ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَ اَمْوَالَھُمْ لغو اور بیفائدہ ہے؟

یہ ایک اصول ہے جو خدا نے فرما دیا۔ کہ جنت تب ملیگی جب نفوس اور اموال کو خدا کی راہ میں بیچ دیا جاوے گا۔ تو پھر خوب یاد رکھو کہ جنت نہیں ملسکتی جب تک خدا کی راہ میں سب کچھ نہ لُٹا دیا جائے۔

مسلمانوں کی موجودہ حالت

مگر مسلمانوں کی حالت کیسی ہے؟ کیا وہ درحقیقت جنت کے وارث کہلانے کے مستحق ہیں کیا ان حالات کی موجودگی میں ہمکو جنت ملجائیگی۔ ہرگز نہیں پس موجودہ حالت کو دیکھو۔ کیا اسوقت ہم مسلمان ایک دوزخ میں نہیں۔ اگر مسلمان دوزخ میں اور ضرور ہیں تو معلوم ہوگیا کہ مسلمانوں نے [illegible] سودا کیا تھا وہ واپس کر لیا۔ اور اُس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مسلمان دوزخ میں مبتلا ہو گئے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ یعنی دُنیا کی حُب تمام خطاؤں کی سر ہے۔ وہ دُنیا کی حُب کیا ہے؟ یہی کہ انسان دُنیا کی طرف ایسا جھک جائے کہ دین کے پہلو کو بالکل نظرانداز کر دے۔ یاد رکھو کہ ہماری تمام مصیبتوں کی جڑ یہی حُب دنیا ہے اس محبت دُنیا کی وجہ سے ہم خدا کی راہ میں قربانی اور ایثار چھوڑ دیتے ہیں ہم پیسوں کی محبت کے بدلے خطاب اور عزت اور دھن کی محبت کے عوض میں خدا کو چھوڑتے ہیں۔

آہ! وہ خطاب وہ عزت وہ امن اور وہ زر جنکی ایک مومن کی آنکھ میں کچھ حیثیت نہیں ہونی چاہئے تھی۔ اُنکو ہم کس قدر عزیز سمجھتے ہیں۔ دُنیا میں ایک تو وہ گداگر ہیں جو بازاروں اور گلیوں میں ایک ایک پیسہ مانگتے پھرتے ہیں حالانکہ اُنکے جسم صحیح اور اُن کی صحت بالکل درست ہوتی ہے مگر وہ پھر بھی سوال کرتے ہوئے شرماتے نہیں ہم سب اُنکو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ لیکن ایک اور قسم کے بھی گداگر ہیں [illegible]

[illegible] کے سوالی اور [illegible] پیدا [illegible] اور اپنا [illegible] مگر [illegible] خدا [illegible] انہوں نے [illegible] اپنا [illegible] ایثار و قربانی [illegible] چھوڑ دیا۔ اور اب جو کچھ موجودہ حالت ہے وہ [illegible] یہی ہے کہ تمام مسلمان دوزخ میں ہیں۔ یاد رکھو کہ [illegible] تم بیماروں کو دیکھتے ہو کہ کسی کو کوئی کڑوی دوائی دیجاتی ہے اور کسی کا اپریشن کیا جاتا ہے اسیطرح یہ دوزخ بھی جیسا کہ قرآن سے معلوم ہوتا ہے ایک قسم کا شفاخانہ ہے لیکن [illegible] لئے جو روحانی عارضہ کے بیمار ہیں۔ اسی طرح تمکو خدا نے اسوقت دوزخ میں ڈال رکھا ہے کہ تمہارا علاج اب اسی طرح ہوگا کہ جس طرح اب ہے۔ جس طرح دوزخی کہینگے کہ ہمیں اگر پھر اس دُنیا میں بھیجا جائے تو ہم نیک عمل کرینگے۔ اسی طرح ہم لوگ چاہتے ہیں کہ ہم کو پھر حکومت ملجائے۔ لیکن اصل بات یہی ہے کہ خدا کسی کی خاطر اپنے اصول کو نہیں بدلتا۔ ورنہ وہ [illegible] طرح تو پھر عدل نہیں رہتا۔

ایثار اور قربانی کی روح کس طرح پیدا ہو؟

لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ روح ایثار اور قربانی کی کس طرح اور کیونکر پیدا ہو؟ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ خدا ہی اگر چاہے تو یہ روح پیدا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کے نبی یہ روح پیدا کرتے ہیں۔ جہاں مختلف زمانوں میں مختلف انبیاء مختلف ملکوں میں آتے رہے اور آخرکار ایک طرف خدا نے ایک کامل اور غیر متبدل شریعت دیکر اقوام عالم کو کسی نئی شریعت یا کسی نئی نبوت سے مستغنی کر دیا اور اتفاق کا نظام قائم کر دیا دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگ بھی بھیجنے کا اہتمام رکھا۔ کہ جن کے ذریعہ سے یہ روح پیدا ہوتی رہے۔ اس میں شک نہیں کہ علماء فقراء اور سجادہ نشین دین اسلام کی بہت خدمتیں کرتے ہیں۔ لیکن وہ چیز جو مجدد لیکر آتا ہے وہ وہ روح ہے جو دلوں میں ایک آگ مشتعل کر دیتی ہے وہ اپنے زمانہ کے مفاسد کی اصلاح بھی کرتا ہے۔ لیکن حقیقی چیز وہ روح ہوتی ہے جو انبیاء لوگوں کے اندر پیدا کرتا ہے۔ مجدد اس بارہ میں وہی کام کرتا ہے جو ایک نبی کرتا ہے جو تاریخ پڑھیگا اسکو معلوم ہو جائیگا کہ سوائے اسکے وہ روح پیدا نہیں ہو سکتی۔ خواہ لوگ اسکو تمسخر اور حقارت سے دیکھیں۔ لیکن یاد رکھو کہ جب تم کسی ایسے [illegible] کے دامن سے وابستہ ہوگے تو تمہارے دلوں کے اندر وہ چنگاری بھی آجائے گی۔ خدا کی رضا کے لئے کام کرنا محض مجدد سے ہی وابستہ ہوتا ہے۔ مجدد بڑے بڑے عظیم الشان کاموں کے لئے لوگوں کے دلوں کے اندر وہ روح پیدا کر دیتے ہیں۔ مگر لوگ اس چشمہ سے پانی پینے کی کوشش نہیں کرتے۔ مقام حیرت ہے کہ ایک شخص دین اسلام کی حمایت کے لئے آواز دیتا ہے مگر لوگ اسکی مخالفت کرتے ہیں۔

افسوس لوگ دینی خدمت کے لئے اپنے اندر کوئی تیاری پیدا نہیں کرتے۔ غور نہیں کرتے۔ جب ایک شخص اسلام کی تڑپ لیکر اُٹھتا ہے۔ تو اُسکی مخالفت پر کمربستہ ہو جاتے ہیں۔ اُس کے ایثار اور قربانی کو نہیں دیکھتے اُس تڑپ کو اپنے اندر نہیں پیدا کرتے۔ حالانکہ اسکے متبعین کے دلوں کے اندر اشاعت و حمایت اسلام کے لئے مشتعل [illegible] ہے۔

مسلمانان! یہ وقت ہے پھر یہ وقت ہاتھ نہیں آئے گا۔ غور کرو اور سوچو۔ اگر فی الواقعہ اس طریق کے اندر تمہاری ہمدردی ہے۔ تو اس طریق کو اختیار کرو۔

پنجاب یونیورسٹی کنووکیشن

حضور لفٹنٹ گورنر پنجاب نے ہدایت کی ہے کہ ۲ ماہ حال لاہور کے تمام سرکاری دفاتر اور عدالتوں میں تعطیل منائی جائے اس روز پنجاب یونیورسٹی کا جلسہ کنووکیشن منعقد ہوگا۔

توسیع اشاعت

محبان اسلام دینی خدمات کو مدنظر فرما کر اخبار کی توسیع کی خاطر ایک ایک [illegible] خریدار پیدا کر کے اپنے جوش ہمدردی کا اظہار کریں۔ عند اللہ ماجور ہونگے۔

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

مکرمی اڈیٹر صاحب پیغام صلح

السلام علیکم ورحمۃ اللہ [illegible] - گذشتہ ہفتہ لفٹنٹ وارڈ جوزف عبد اللہ صاحب کی ملاقات اور جونس اسلامی کا مفصل ذکر کر چکا ہوں - اس اتوار کو مولانا مولوی صدر الدین صاحب نے اپنے لیکچر کے بعد لفٹنٹ موصوف کا حاضرین سے تعارف کرایا اور انہیں بتایا کہ اسلام کی جو خوبیاں میں نے بیان کی ہیں وہ محض خیالی باتیں نہیں بلکہ اسلامی دنیا میں کم و بیش عملی طور پر موجود ہیں - جس کے لفٹنٹ موصوف شاہد ہیں - اسی وقت لفٹنٹ موصوف کھڑے ہوئے اور انہوں نے ایک مختصر تقریر میں اخوت اسلامی - اعلیٰ اور پاکیزہ اخلاق اور سادگی مذہب کو جو ان کی توجہ کو کھینچنے اور اسلام پر شائق ہونے کا موجب ہوئیں بچشم خود اسلامی ممالک میں دیکھنے کی شہادت دی - آپ نے بتایا کہ انہیں جس وقت مسلمان ہوا تو مجھے ووکنگ مسلم مشن کا کوئی علم نہ تھا اور جب پتہ لگا تو ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ مشن اسلام کو جس صورت میں پیش کرتا ہے وہ اصل میں اسلام نہیں - میں نے اسی وقت اسکا جواب لکھا کہ وہی اصل اسلام ہے جس کو میں نے بچشم خود عمل میں آتے ہوئے دیکھا ہے -

ایک اعلیٰ خاندان کی لیڈی جو اس لیکچر میں تھی اسکو مولوی صاحب کا وعظ اور اسلام کی خوبیاں سنکر بہت اثر ہوا اور اس نے کہا کہ یہ وہ باتیں ہیں جن کو ہمارے دل چاہتے ہیں کہ مذہب میں ہونی چاہئیں لیکن ابھی تک نظر نہیں آتی تھیں - اس نوجوان خاتون نے دو نمازیں ہمارے ساتھ پڑھیں گو اعلان ابھی نہیں کیا - اللہ تعالیٰ نے چاہا تو جلدی یا بدیر یہ خوشخبری بھی آپ کو ملجائیگی -

علاوہ ازیں اس جمعہ کو کچھ ہندوستانی سپاہی اور افسر جو فرانس میں آئے ہوئے تھے - انگلستان کی سیر کرتے ہوئے اس جگہ آئے - مولوی صاحب تو لنڈن جمعہ پڑھانے گئے ہوئے تھے - برادر عبد اللہ جان صاحب نے انہیں یہاں جمعہ پڑھایا اور ان کی تواضع چائے کی گئی وہ یہاں سے بہت عمدہ اثر لیکر گئے - اللہ تعالیٰ اسے بار آور کرے -

چین میں پچیس ہزار عیسائی دوران جنگ میں

ان خوش خبریوں کے ساتھ کچھ دوسروں کی کوششوں کا بھی ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کیونکہ ہماری کوششیں اور یہ تھوڑی بہت کامیابیاں اسوقت تک مستعدی کا رنگ نہیں پکڑ سکتیں جب تک کہ دوسروں کے ساتھ ان کا مقابلہ نہ کیا جائے -

کسی گذشتہ ہفتہ میں ٹائمز لندن کے حوالہ سے میں نے لکھا تھا کہ دوران جنگ میں چین میں ایک ہزار عیسائی ہوئے - لیکن اب China Inland mission کی اصل رپورٹ پڑھ کر معلوم ہوا کہ یہ تعداد صرف ایک سال کی تھی جنگ کے دوران میں بپتسمہ لینے والوں کی تعداد پچیس ہزار ہے جن کو ملا کر ۱۸۶۵ء سے جو اس مشن کا ابتدائی سال ہے اسوقت تک ۵۲،۰۴۴ ستر ہزار پانچسو چوالیس نفوس عقیدہ تثلیث کو لبیک کہہ چکے ہیں -

اسکے مقابلہ میں ہماری طرف سے وہاں کیا ہوا؟ کچھ بھی نہیں! صرف ایک چین ہی نہیں تمام دنیا میں یہی حال ہے - ان کے پاس روپیہ ہے آدمی ہیں - ہماری طرح ان کو ضرورت نہیں کہ دوسروں کی منتیں کرتے پھریں - یا ایک دو ہی آدمی اپنی جان کو تبلیغ کے مقدس فرض کی ادائگی میں ہلاک کر دیں - مثلاً یہی چین کو لیجئے - رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۱۵ء میں وہاں کام کرنیوالوں کی تعداد ۱۰۷۷ تھی ۱۹۱۶ء میں جنگ کی وجہ سے ۲۰ - ان میں سے کم ہو گئے لیکن ۱۹۱۸ء میں باوجود جنگ کی مشکلات کے ۲۷ کا اضافہ ہو گیا جن میں سے ۲۹ یورپ شمالی امریکہ اور آسٹریلیا سے نئے نئے آئے اور پانچ خود چین میں سے مشنری جماعت میں شامل کئے گئے باقیماندہ تین پرانے کام کرنے والے تھے - ایک چین ہی سے اور دو آسٹریلیا سے - جنگ کے ایام میں ۱۱ - قابل مشنری راہگرائے عالم بقا ہوئے اور ۲۰ صحت کے مخدوش ہونیکی وجہ سے کام سے علیحدہ ہو گئے جس کے بعد ۱۹۱۸ء کے آخر میں چین میں مشنریوں کی کل تعداد ۱۰۵۰ رہ گئی - یہی حال روپیہ کا ہے - بطور مثال صرف [illegible] کے متعلق لکھا ہے

[illegible] قبل کی حور [illegible] کو کبھی ایسی دقتیں اور مشکلات پیش نہیں آئیں جیسی [illegible] ہیں "

[illegible] سال میں مشن کی کل آمد ۱۴۳۲۳۱ پونڈ ۲ شلنگ ۱۰ [illegible] تھی جس کو اگر ۱۹۰۹ء سے ریکا اسوقت تک کی آمد [illegible] تو ۹۱۰۰۴۷ پونڈ ۱۰ شلنگ ۵ پنس ہوتے ہیں [illegible] ان کو نرکی

کوششیں جن کا عقیدہ ہے ۳ = ۱ - اور ایک سادہ سی تمیز اور پر ایک معقول انسان سے اختیار ہنس پڑتا ہے - لیکن پھر بھی اسکی اشاعت کیلئے یہ حد درجہ کی کوشش - یہ آدمیوں کی کثرت اور روپیہ کا پانی کی طرح بہانا - پھر ایسے ملک کے اندر جانا - جہاں نہ اپنی حکومت ہے نہ اپنی زبان کسی دوسری جگہ بولی جاتی ہے یہ سب باتیں کیا رشک کرنے کے قابل نہیں - اسمیں شک نہیں کہ اسقدر کوششوں کے باوجود بھی جو کچھ وہ پیدا کرتے ہیں وہ زیادہ تر حضرت زر ہی کو ماننے والے ہوتے ہیں نہ کہ کسی عقیدہ توحید کے - لیکن یہ کوئی ایسی بات نہیں جو ہمیں ہماری ذمہ داریوں سے سبکدوش کر دے - یہ نسل نہیں تو آئندہ نسل پکی عیسائی ہوگی اور در اصل اگر مسلمان تھوڑی سی بھی ہمت سے کام لیں تو یہ ثمرات انکے سامنے کیا حقیقت رکھتے ہیں - کیا افریقہ میں مسلمانوں کے کوئی باقاعدہ مشن تھے یا عیسائیوں سے بڑھکر کوئی کوشش انہوں نے کی تھی - بلکہ ان کا عشر عشیر بھی نہیں کیا - پھر کیوں عیسائیوں کو یہ رونا تھا کہ اسلام وہاں پھیلتا جاتا ہے اور عیسائیت کامیاب نہیں ہوتی - یہ صرف وہاں جانیوالے مسلمانوں کی منتشر کوششوں کا نتیجہ تھا -

یہی حال ووکنگ مشن کا ہے - یہاں تھوڑے سے روپیہ اور صرف دو آدمیوں کی جد و جہد سے جو کامیابی ہوئی ہے کیا وہ ان ہزاروں کی تعداد سے بڑھ کر اثر نہیں رکھتی - پھر اگر زیادہ ہمت سے کام لیا جائے اور دنیا کے مختلف حصص میں باقاعدہ تبلیغی مشن قائم ہو جائے تو اس سے بڑھکر کامیابی کی امید کیوں نہیں - اصل میں مسلمانوں کو اپنی طاقت کا علم نہیں - یا ان کی رہبری کرنیوالے ان باتوں کو فضول سمجھتے ہیں کاش سب لوگ جو آج پالٹکس میں اپنی اہلیت کی دل خوش کن خوابیں دیکھتے ہیں اس طرف متوجہ ہو جائیں تو دنیا کو راہ ہدایت پر لا سکتے ہیں بیجا نہ ہوگا - اگر اسجگہ اسبات کا بھی ذکر

چین میں اسلام کیونکر پھیلا

کر دیا جائے کہ چین میں مسلمانوں کی تعداد بہت سے یورپین اور غیر یورپین لوگوں کے اندازہ کے مطابق اسوقت بھی چار کروڑ سے کسی طرح کم نہیں - یہ لوگ کیونکر مسلمان ہوئے اور یہ کثیر التعداد کیونکر حلقہ بگوش اسلام ہوئی - افسوس ہے کہ کوئی معتبر اسلامی تاریخ اسکا پتہ نہیں دیتی - ایک فرانسیسی موسیو دی تیرسان نے جو چین میں فرانسیسی قونصل اور سفیر تھے - ایک ضخیم کتاب مسلمانان چین کے حالات میں لکھی ہے اس میں بھی بہت کچھ اختلاف بیان ہے - یہ بھی [illegible] ہے کہ وہاب ابن ابی قبشہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے شاہ چین کو اسلام کی خبر دینے کے لئے وہاں گئے واپسی پر آنحضرت صلعم فوت ہو چکے تھے - یہ دوبارہ چین گئے اور وہیں تبلیغ اسلام کرتے ہوئے فوت ہوئے - ایک دوسرا بیان ہے کہ شاہ چین نے اپنی کسی خواب کی بنا پر آنحضرت صلعم کے پاس اپنے ایلچی بھیجے - جس کے ساتھ آنحضرت نے قیس - اویس - اور وقاص تین آدمی روانہ کئے وقاص نے اشاعت اسلام کی خواہش کی اور آنحضرت سے درخواست کرکے آٹھ سو آدمی منگوائے - وہیں خواب میں کسی کو کہتے سنا کہ آنحضرت کا انتقال ہونیوالا ہے - اسی وقت روانہ ہو پڑے - جب مدینہ پہنچے تو آنحضرت صلعم فوت ہو چکے تھے - انہیں صحابہ سے آنحضرت کی یہ وصیت ملی کہ تم چین میں جاکر اسلام کی اشاعت اور تلقین کرو - وہ واپس دوبارہ چین آئے اور وہیں تبلیغ اسلام کرتے ہوئے فوت ہوئے

ان مختلف روایتوں میں سے جن کے ساتھ بہت سی اور بھی بے بنیاد باتیں ہیں کونسی صحیح ہے اور کونسی نہیں اسکا فیصلہ تو مشکل ہے لیکن اسمیں کلام نہیں کہ مسلمانوں میں سے ایک ایک دو دو آدمی ہی دنیا کے مختلف حصص میں گئے اور اسلام کو پھیلایا چین میں بھی ایسے ہی پاکدل انسان کی کوششوں کے ثمرات آج کروڑہا کی تعداد میں موجود ہیں جن پر اسوقت مشنری جادو چل رہا ہے

. . . .

[illegible] یہ افسوس کی بات نہ ہوگی کہ صحابہ کی جانفشانیوں کے یہ ثمرات آنکھوں کے سامنے ضائع ہوتے ہوئے دیکھیں - توحید کے نام لیواؤں کو تثلیث کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے پائیں اور ٹس سے مس نہ کریں - کیونکہ مسیح موعود نے وفات مسیح پر اسقدر زور دیا - کیوں مسلمانوں کے ان غالیانہ خیالات کے جو حضرت عیسیٰ کی نسبت ہیں قلع قمع کرنے میں اسقدر زور لگایا اسلئے کہ آج ان خیالات سے اسلام پر ایک مصیبت ٹوٹ پڑی ہے اور مسلمان بجائے دوسروں کو ہدایت دینے کے خود گمراہ ہو رہے ہیں - پس ضرورت ہے کہ ان خیالات کی اصلاح پر اور بھی زیادہ زور صرف کیا جائے اور تھیں تو کم از کم اتنا ہی کریں - چھوٹے چھوٹے ٹریکٹ مختلف زبانوں میں جن میں سے جتنی بھی ایک ہو شائع کئے جائیں - ان میں انہی باتوں پر بحث ہو کم از کم حقیقت مسیح اور احمدیہ پروسنٹ کو اگر دنیا میں

چاروں طرف پھیلانے کی کوشش کیجائے اور مسلمانوں کو یہ عام طور پر پہنچائی جائے تو اس سے جو فائدہ ہوگا وہ شاید بڑے بڑے تبلیغی مشنوں سے بھی نہ ہو

اسلام جزائر فلپائن میں

چین کے حالات لکھتے لکھتے جزائر فلپائن کے مسلمان یاد آگئے - دل چاہتا ہے کہ ان کے بھی مسلمان ہونے اور اسلام کے پھیلنے کے مفصل حالات عرض کروں جو گو ایک عیسائی کے قلم سے شائع ہوئے ہیں لیکن وہ تعصب جو عام عیسائی تحریرات میں ہوتا ہے اسمیں بجائے ایک مضمون کو دیکھنے سے پتہ لگتا ہے موجود نہیں - خدا نے چاہا تو انشاء اللہ کسی دوسری فرصت میں کل حالات عرض کرونگا - لیکن یہاں صرف اسقدر بتا دینا چاہتا ہوں کہ یہاں بھی خود اس عیسائی کے بیان کے مطابق صرف ایک ہی شخص کی کوششیں اسلام کی ترقی کا موجب ہوئیں یہ شخص ایک غریب مسلمان تھا - مخدوم ان کا نام تھا وہ جزائر فلپائن میں اسلام ہی کا وعظ مختلف علاقوں میں کرتے رہے اور وہیں اس مقدس کام میں اپنی جان دی - پادری صاحب کا بیان ہے کہ جزیرہ [illegible] پول کے سرکردہ لوگ انہیں مخدوم صاحب کی اولاد میں سے اپنے آپکو بتاتے ہیں اسکے ساتھ ہی اس علاقہ میں مسلمانوں کی کثرت تعداد کو دیکھ کر (جواب صرف شمار ہی میں رہ گئی ہے - ورنہ اسلام کا اصل رنگ امتداد زمانہ اور ناواقفیت کی وجہ سے کھو چکے ہیں - اور بہت کچھ دوسرے لوگوں کا اثر اسکے ساتھ شامل ہو گیا ہے) پادری صاحب نے علانیہ اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ

اسلام زیادہ تر وعظ و نصائح سے ہی اسجگہ پھیلا ہے - تلوار سے نہیں - جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے "

یہ حقیقت پادری صاحب کے نزدیک ایک عجیب [illegible] اور اسلئے انہیں ماننا پڑا ہے کہ

" مخدوم صاحب کوئی بڑی ہی زبردست شخصیت کے آدمی ہوں گے جو ایک ایسی جنگجو اور وحشی قوم کے اندر جیسا کہ اسوقت سولو قوم کے لوگوں کا حال تھا ایک کامیاب مبلغ ثابت ہوئے "

لیکن اگر وہ غور کریں تو انہیں معلوم ہو کہ جہاں جہاں اسلام پہنچا ہے کسی تلوار کے زور سے نہیں بلکہ ایسی ہی زبردست شخصیتوں کے ایثار و مبلغانہ مساعی سے پہنچا ہے اسوہ رسول کے رنگ میں پورے طور پر رنگین تھے - انہوں نے اپنے اخلاق اور نمونہ سے اسلام کو پیش کیا اور اسلام کی صداقت کا یہ ایک زبردست ثبوت ہے کہ اس نے ان کے وجود کے اندر جلوہ گر ہو کر جاپانی قوم کے وحشی لوگوں یا افریقہ کے حبشیوں کو مہذب بنایا [illegible] انگلستان کے مہذب انسانوں کو بھی کسی تلوار کی مدد یا دیگر ترغیبات سے نہیں بلکہ اپنی معقول اور سادہ تعلیم سے گرویدہ بنا رہا ہے - واخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین ٥

کسی دوسری فرصت میں یہاں کے اخبارات سے اقتباسات ارسال خدمت ہوں گے - انشاء اللہ

نیاز مند دوست محمد از ووکنگ — انگلستان

بھوپال میں تعلیم کا لزوم

سابق وزیر تعلیم بھوپال ڈاکٹر عبد الرحمن ایم [illegible] لازمی تعلیم کی تحریک آخرش ریاست کے موجودہ ڈائرکٹر سر رشتہ تعلیم کی سعی اور صاحبزادہ حمید اللہ خان بی اے [illegible] بھوپال کے حسن توجہ سے مثمر ہوئے بغیر نہیں رہی معلوم ہوتا ہے کہ اس تجویز کا نفاذ تمام ریاست کے بجائے سر دست دار الریاست یعنی بھوپال میں ہوگا [illegible] تقریباً چھ ہزار طلباء کے لئے دس مدارس قائم کئے جائیں گے از انجملہ تین مدارس قائم بھی ہو چکے ہیں [illegible] ابتدائی التعلیم کے مدارس ہونگے [illegible] سے زیادہ طلباء کے لئے دس مدارس کافی [illegible] ہو سکتے - امید ہے کہ رفتہ رفتہ طلبا کے بڑھنے کے ساتھ مدارس کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا رہیگا اور دار الریاست کے تجربہ سے دیگر حصص بھوپال میں لازمی ابتدائی تعلیم کی توسیع [illegible] فائدہ اٹھایا جائیگا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۷ - چہارشنبہ مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۱۹ء نمبر ۴۲

قوی ایمان کی ضرورت ہے

ایمان قوی ایمان اپنے اندر وہ طاقت رکھتا ہے کہ کوئی بیرونی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

ایمان قوی ایمان وہ زبردست، پُر شوکت، پر ہیبت چیز ہے کہ عظیم الشان پہاڑ اسکے سامنے ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں۔

ایمان قوی ایمان - وہ طاقت - وہ زور وہ بل اپنے اندر رکھتا ہے کہ دنیا کی توپ و تفنگ اس کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔ وہ ایک نہایت ہی عجیب و غریب چیز ہے اور اس کے کرشمے نہایت دلفریب، حیرت انگیز ہوتے ہیں۔

یہی ایمان عمران کے بیٹے کو کلا ربی سیہدی کے کلمات زبان سے نکلواتا ہے اور دریائے نیل کی طغیانیوں کو چیرتا ہؤا صحیح و سلامت باہر لے جاتا ہے۔ اور اسی کا فقدان ہی آل فرعون کو اس دریا میں طعمۂ اجل بنا دیتا ہے۔

یہی ایمان عرب کے ایک بیکس انسان کو اس کی بیکسی اور غربت کی گھڑیوں میں تسکین دیتا ہے۔ یہی ایمان اس وقت جبکہ دشمن اس پر تلوار لئے وار کرنے کو تیار ہے اس کی زبان سے بلا کسی خوف و خطر کے یہ الفاظ نکلواتا ہے "میرا خدا مجھے محفوظ رکھیگا"۔ یہی ایمان اس کی پاک جماعت کو طرح طرح کے عذاب دیئے جانے پر۔ اور قسم قسم کی اذیت پہنچائے جانے پر اُف بھی منہ سے نکلنے نہیں دیتا۔ ان کے سینوں پر گرم پتھر رکھے جاتے ہیں۔ انکو گرم ریت پر جھلسا جاتا ہے۔ ان کو سولیوں پر کھینچا جاتا ہے۔ ان کو تلوار کے گھاٹ اُتارا جاتا ہے۔ لیکن ان کی زبان سے کوئی کلمہ ناشکری یا بے صبری یا اضطرار کا نہیں نکلتا۔ بلکہ وہ یہی کہتے ہیں کہ "رضینا بالاسلام دینا و بالمحمد نبیا"

یہی ایمان حضرت ابوبکرؓ کو تحریک کرتا ہے کہ جو کچھ مال و متاع گھر میں ہے وہ سب اپنے آقا کے قدموں میں رکھدے۔ یہی ایمان اس کو تنگ و تاریک غار تک لیجاتا ہے۔ وہ اپنے نفس کو جان جوکھوں میں ڈالتا ہے۔ لیکن اپنے آقا کا ساتھ نہیں چھوڑتا۔

یہی ایمان اس پاک جماعت کو جن میں کا ابوبکرؓ ایک فرد واحد تھا۔ لیستخلفنہم فی الارض کا وارث جائز ٹھہراتا ہے۔ اور لیبدلنہم من بعد خوفہم امنا کی بشارت کا ان کو مستحق ٹھیراتا ہے۔

یہی ایمان قرون ماضیہ کے مسلمانوں کو دُنیا کے عظیم الشان فاتحوں میں سے بنا دیتا ہے۔ لیکن آہ! وہ ایمان ہاں وہ قوی ایمان اب ہم سے مفقود ہو گیا وہ ایمان وہ ہمارا ہادی۔ وہ ہمارا رہنما ہم سے جدا ہو گیا۔ اور ثریا تک جا پہنچا۔

سچ فرمایا تھا مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یاتی علی الناس زمان لا یبقی من الاسلام الا اسمہ ولا یبقی من القرآن الا رسمہ مساجدھم عامرۃ وھی خراب من الھدی۔ علماءھم شر من تحت ادیم السماء من عندھم تخرج الفتنۃ وفیھم تعود۔ وہ زمانہ آگیا کہ اسلام و قرآن کا نام ہی نام رہ گیا۔ مسجدیں نمازیوں سے پر ہوتی ہیں۔ لیکن ہدایت وہ ایمان ان میں موجود نہیں ہے۔ علماء جو مذہب اسلام کے لئے بمنزلہ دل و دماغ کے تھے ان کی حالت ناگفتہ بہ ہوئی اور وہی فتنہ کے اصل بانی ٹھیرے۔

دوستو! اپنی نظروں سے اس حالت کو ملاحظہ کر لو۔ کہ ان الفاظ نبوی میں جو موجودہ حالات کا نقشہ نہیں کھینچا گیا کیا مسلمانوں میں دم ہدایت، اور ایمان موجود ہے۔ واقعات بتا رہے ہیں کہ نہیں اور ہرگز نہیں تو پھر کس منہ سے دعوئے اسلام اور کس زبان سے حامل قرآن ہونے کا ادعا۔

طبیعتیں تھا ہیں سست اور داغ [illegible] گیا۔ دماغ غور و فکر سے عاری ہو گئے۔ دلوں سے وہ نور، وہ روشنی جو کہ ایماندار کے لئے ایک امتیاز خصوصی ہونا چاہیے تھا۔ سلب ہو گیا۔ راہ خدا میں قدم اٹھانا مشکل ہو گیا۔ یہ سب اس وجہ سے کہ وہ ایمان قوی جو کسی وقت مسلمانوں کا طغرائے امتیازی تھا۔ وہ جاتا رہا۔

آج جہاد کے مقابلہ میں ہمارے پاؤں لڑکھڑاتے ہیں۔ دین کی باتوں سے ہمیں عار اور نفرت ہے۔ دین کے لئے مصائب کا برداشت کرنا ہمارے لئے سخت دوبھر بلکہ ناممکن ہو گیا۔ لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ ہماری دینی و دنیوی فلاح اگر کسی طرح صورت پذیر ہو سکتی ہے تو وہ اسی طرح ہے کہ ہم وہی ایمان پیدا کریں جو ہمارے متقدمین کے دلوں کے اندر تھا۔ ہم پھر اسی رنگ میں رنگین ہوں جو کہ خدا کا رنگ تھا۔ ہم اس دین پر خود عامل ہوں اور پورے طور سے عامل ہوں۔ اور دوسروں کو بھی اس دین کی دعوت کریں۔ لیکن اخلاص و محبت سے۔ آشتی اور نرمی سے۔ صلح اور صفائی سے۔ ہمارے واعظ محض خدا کے واسطے وعظ کریں۔ ان کے دلوں کے اندر دنیا کی طلبی نہ ہو۔ بلکہ محض للّٰہیت اور خلوص ہو۔ ہمارے لیکچروں کا مقصد یہ نہ ہو۔ کہ لوگوں کو خوش کیا جائے۔ یا لوگ ہمارے لیکچروں پر تالیاں بجائیں اور چیرز دیں۔ بلکہ ہمیں خدا کو خوش کرنا چاہیئے۔

اگر ایسا ہوگا۔ تو خدا کا وعدہ ہے کہ ہمیں کامیاب کرے گا۔ ہم اس رستہ میں اگر کوشش کریں گے تو وہ خود ہماری دستگیری اور رہنمائی فرمائیگا۔

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔

کیا مسیحی مذہب کافی ہے؟

عنوان بالا کے ماتحت مسیحی اخبار نور افشاں کا ایک نامہ نگار ۵ دسمبر کی اشاعت میں انگلستان میں بعض انگریزوں کے اسلام قبول کرنے پر تلملا چیں بچیں ہوتا ہوا یوں رقمطراز ہے:۔

"طریقت، شریعت، معرفت و حقیقت، یہ چار زینے مذہب کے ہیں جو بائیبل میں موجود ہیں۔ تو پھر یہ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ قرآن میں کونسا نیا طریقہ بتلایا گیا ہے کہ جس کی ضرورت تھی؟"

صاحب مضمون کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی۔ کہ جبکہ بقول صاحب مضمون کے طریقت، شریعت وغیرہ جو چار زینے مذہب کے ہیں۔ وہ بائیبل میں موجود ہیں۔ تو قرآن نے اور کیا بتا دینا ہے اور پھر اس کی کیا ضرورت ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے۔

لیکن صاحب موصوف کو یہ سوال کہ باوجود انجیل کی تعلیم مکمل ہونے کے قرآن کی کیا ضرورت تھی؟ حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے کرنا چاہیئے۔ جو انجیل میں فرما گئے ہیں کہ میں تمکو ساری باتیں نہیں بتاؤں گا۔ کیونکہ ابھی تمکو ان کے تسلیم کرنے کی طاقت نہیں۔ لیکن جو میرے بعد آئیگا۔ وہ تم کو سب باتیں کھول کر بتائیگا۔ اور پھر فرمایا کہ:۔

"جب وہ صداقت کی روح آئے گی وہ تمام صداقتوں کی طرف راہ دکھائے گی۔ وہ اپنے آپ سے کچھ نہ کہے گا۔ بلکہ جو کچھ وہ سُنیگا۔ وہی کہے گا۔ اور تم پر آنے والی باتیں ظاہر کرے گا"۔

وہی نامہ نگار لکھتے ہیں کہ:

"توریت کہتی ہے۔ دانت کے بدلے دانت اور آنکھ کے بدلے آنکھ۔ انجیل فرماتی ہے۔ اپنے دشمنوں کو پیار کرو۔ ذرا مصرعہ مسل کو دیکھیے نہ صرف معاف کر دینا فضیلت ہے بلکہ اسکو پیار کرو۔ یہ وسعت قابل غور ہے"۔

یہی وہ بات ہے جو ہم کہتے ہیں۔ کہ انجیل کی تعلیم ادھوری ہے۔ اور اس پر عملدرآمد کرنا ناممکن ہے۔ کیونکہ یہ تعلیم انسانی فطرت کے بالکل برخلاف واقع ہوئی ہے۔ دشمنوں کو معاف کرنا تو واقعی ایک قابل تعریف امر اور بہت بڑی عزم اور حوصلہ کی بات ہے۔ لیکن دشمنوں سے پیار کرنا یہ امر بالکل انسانی فطرت کے خلاف اور ناقابل عملدرآمد ہے۔ اور ہم نہیں جانتے کہ کسی مسیحی نے اسپر عمل بھی کر کے دکھایا ہو۔

پس جس کتاب کی تعلیم اس قابل ہے کہ اس پر عمل ہی ناممکن ہے۔ اس کی نسبت یہ کہنا۔ کہ اسکی موجودگی میں کسی اور کتاب کی کیا ضرورت ہے۔ بالکل خلاف انصاف ہے +

شیخ عبد العزیز صاحب کا انجمن حمایت اسلام کی سیکرٹری شپ سے استعفا

(ہمارے معزز نامہ نگار کے قلم سے)

کچھ عرصہ سے انجمن حمایت اسلام لاہور کی حالت بہت خراب ہو رہی تھی۔ پچھلے سال کا سالانہ جلسہ جو ملتوی ہو گیا تھا اب تک نہیں ہو سکا۔ انجمن کے چندہ میں روز بروز کمی ہوتی جاتی تھی۔ اور انجمن کے کارکنوں اور ہمدردوں میں بددلی پھیلتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ انجمن کے کئی پرانے اور سرگرم کارکن انجمن سے قطع تعلق کر رہے تھے۔ ان حالات پر غور کرنے کے بعد آنریبل نواب ذوالفقار علی خانصاحب پریذیڈنٹ انجمن کی کوٹھی پر ۴ دسمبر کی شام کو بہت سے ممبران جنرل کونسل انجمن اور بعض دیگر معزز ہمدردان قوم کا ایک جلسہ منعقد ہؤا۔ اور قرار پایا کہ خان صاحب شیخ عبد العزیز صاحب جائنٹ سکرٹری ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ سی۔ آئی۔ ڈی۔ کی بجائے ڈاکٹر محمد اقبال صاحب بیرسٹر ایٹ لا کو سکرٹری انجمن مقرر کیا جائے۔ چنانچہ ڈاکٹر محمد اقبال صاحب نے ہمدردان انجمن کی اس درخواست کو قبول کر لیا۔ اسکے بعد ایک ڈیپوٹیشن جس میں سر نواب ذوالفقار علی خان صاحب پریذیڈنٹ انجمن - سر مولوی رحیم بخش صاحب پریذیڈنٹ کونسل آف ایجنسی بہاولپور اور کپتان نواب ملک مبارز خان صاحب ٹوانہ شامل تھے۔ شیخ عبد العزیز صاحب کے مکان پر گیا۔ اور انہیں قوم کی منشاء سے اطلاع دی۔ معلوم ہؤا ہے کہ پہلے تو شیخ صاحب نے استعفا دینے سے انکار کیا۔ لیکن جب انہیں وہ یادداشت دکھلائی گئی جس میں ممبران جنرل کونسل کے ایک بڑے نمبر نے ان سے عہدہ سکرٹری سے سبکدوش ہونے کی درخواست کی تھی اور اس پر اپنے دستخط ثبت کئے تھے۔ تو شیخ صاحب نے اس کے مطالعہ اور تھوڑے سے غور کے بعد استعفا لکھدیا۔ جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے:۔

"مکرم بندہ جناب آنریبل نواب سر ذوالفقار علی خان صاحب سی۔ آئی۔ ای۔ پریذیڈنٹ انجمن حمایت اسلام لاہور۔ بعد سلام علیکم کے گذارش ہے کہ بعض حالات کی وجہ سے میں انجمن حمایت اسلام کی آنریری سکرٹری کے عہدہ سے استعفا دیتا ہوں اور امید کرتا ہوں۔ کہ میری جگہ کسی اور صاحب کا تقرر کر کے مجھے ممنون فرمایا جائیگا"۔

نیاز مند عبد العزیز - ۴ - دسمبر ۱۹۱۹ء۔

چونکہ شیخ صاحب نے اس وقت خوش اسلوبی سے اس معاملہ کو طے کر دیا۔ اس لئے ڈیپوٹیشن کے واپس جانے پر حاضرین کمیٹی نے نہایت اطمینان کا اظہار کیا۔ اور ممبران ڈیپوٹیشن کو ان کی کامیابی پر مبارکباد دی +

جلسہ سالانہ پر آنے والے احباب کی خدمت میں ضروری التماس

قبل ازیں اور آج کی اشاعت میں بھی جناب سکرٹری صاحب کی جانب سے کئی دفعہ جلسہ سالانہ کے متعلق اعلان شائع ہو چکا ہے اور احباب کی توجہ اس امر کی طرف منعطف کرائی گئی تھی کہ تمام مقامات کے احباب جو جلسہ پر آنے والے ہوں۔ ان کی صحیح صحیح تعداد سکرٹری صاحبان یا ذمہ وار احباب سکرٹری صاحب کی خدمت میں فی الفور بھیجدیں۔ لیکن تا حال اسکی تعمیل نہیں ہوئی۔ براہ عنایت احباب اس کی طرف فوری توجہ فرمائیں۔ تاکہ مہمانوں کی آسائش و آرام کا خاطر خواہ انتظام ہو سکے ❊

اعلان

برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اشاعت اسلام اور اشاعت سلسلہ عالیہ احمدیہ آپ سب احباب کا جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں۔ فرض اولین ہے۔ باقی مسلمانوں میں اور آپ میں صرف یہی ایک خصوصیت ہے کہ آپ کے اعمال سے اصل اسلام کا نمونہ ظاہر ہو۔ اور آپ کی زندگی کا نصب العین اشاعت اسلام ہو۔ آپ وہ جماعت ہیں۔ جو ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف کے ارشاد الہٰی کے ماتحت اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت امام الزمان مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کے ذریعہ قائم کی گئی ہے۔ آپ کا جہاں یہ فرض ہے کہ اپنے کل اخراجات اور ضروریات پر اشاعت اسلام کے کام کو مقدم کریں۔ اور اپنے اوقات گرامی کو دین کے کام کے لئے قربان کریں وہاں یہ بھی فرض ہے کہ باقی مسلمانوں میں سے اپنی اس جماعت میں لوگوں کو شامل ہونے کی تحریک کریں۔ اور ان کے مالوں سے اس کام کے لئے روپیہ لیں تاکہ جماعت کی مالی اور جانی طاقت مضبوط ہو جائے۔ پس برادران! اشاعت اسلام کے فکر کے لئے اور اسکو کامیاب بنانے کی غرض سے آپ کا اجتماع سالانہ پر تشریف لانا از بس ضروری ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ ضرور بالضرور باقی دنیا کے کاموں پر اس کام کو ترجیح دیکر اپنے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے وعدہ کا جو اللہ تبارک و تعالیٰ سے آپ نے امام الزمان ہو کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے کیا ہے ایفا کریں گے۔ اور موجودہ زمانہ کے حالات کو دیکھتے ہوئے اس اشاعت اسلام کے کام کی اہمیت پر غور فرما کر اس کے لئے اپنے عزیز مالوں سے ایک معقول حصہ علیحدہ کر کے جلسہ کے موقعہ پر تشریف لا کر انجمن کی امداد فرماویں گے۔ اور ما سوائے اس کے اپنے دوستوں اور عزیزوں اور اقرباء کی خدمت میں جو کہ ہماری جماعت سے تعصب نہ رکھتے ہوں چندہ اس کار خیر کے لئے مانگیں گے۔ اور اس طرح پر انجمن کی مالی حالت کو بہتر بنانے کی کوشش کریں گے۔

پس میں تجویز کرتا ہوں:-

(۱) کہ تمام سکریٹری صاحبان اور پریذیڈنٹ صاحبان اپنی انجمن کو بہت جلدی جمع کریں اور جلسہ گذشتہ سالانہ جلسہ پر فیصلہ ہوا تھا۔ دو پیسہ فی روپیہ کی آمد کے حساب سے جو بقایا سال کا احمدی احباب کے ذمہ ہو وہ وصول کریں۔ پھر ما سوائے اس کے آئندہ کے سالانہ جلسہ کے لئے [illegible] عطیہ جات کے طور پر رقوم وصول کریں۔ اور یہ رقوم ان چندوں سے علیحدہ ہوویں جو سالانہ خورد و نوش کا چندہ ہوتا ہے۔

(۲) اپنی کمیٹیوں کو مضبوطی کے ساتھ قائم کریں اور اُن کے اجلاس باقاعدہ کریں۔ اور یہ فیصلہ کریں کہ کون کون صاحب شہر کے کس کس صاحب کے پاس چندہ لینے کے لئے جائینگے مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کی تھوڑی کوشش سے اس ڈیڑھ ماہ کے عرصہ میں ایک معقول رقم آپ جمع کر سکیں گے۔

برادران! خدارا غفلت کو اب خیر باد کہیں۔ انجمن کا کام بہت بڑھ گیا ہے جب تک آپ کل کے کل کام میں نہ لگ جاویں گے۔ کامیابی کی امید نہیں۔ اور جو کوئی غفلت کریگا اُسکے ذمہ وہ نقصان ہوگا جو اس کام کو اس طرح پہنچ جاویگا۔

اُن زور آور حملوں سے جو آجکل مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کی منشاء سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق ہوئے ہیں سب مسلمانوں کے دل درد سے بھرے ہوئے ہیں۔ آپ کی تھوڑی سی تحریک اُن کو آپ کے ساتھ اس کام میں امداد کے لئے تیار کر دے گی۔ تھوڑی سی حرکت کریں۔ اور کل شہر کے رؤسا۔ وکلا۔ امراء۔ ملازموں کے پاس ایکدفعہ پہنچ جاویں پھر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی کس طرح نصرت کرتا ہے۔

بالآخر عرض ہے کہ ایک ہفتہ کے اندر اندر ہر [illegible] کارروائی اس عریضہ کے پہنچنے پر کریں۔ اُس سے راقم کو مطلع کریں۔ اور جو [illegible] جلسہ میں آنا چاہیں اُن کی فہرست [illegible] تاکہ اُن کے آرام و آسائش کا انتظام کیا جا سکے۔

راقم سید محمد حسین شاہ آنریری جنرل سکریٹری
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

دعوت جلسہ

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کیلئے

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

دُنیا اس وقت مختلف مذاہب کا گہوارہ بنی ہوئی ہے۔ خصوصًا ہمارے ملک کے اندر اتنے تو اس قدر مذاہب ہونگے۔ کہ اُن کا صحیح صحیح شمار کرنا کچھ وقت چاہتا ہے۔

ان تمام مذاہب کے پیرو اپنے تئیں حق پر سمجھتے ہیں اور اپنے مذہب کے خلاف سننا گوارا نہیں کرتے۔ لیکن یہ امر بدیہی ہے کہ جبکہ اسوقت اتنے مذاہب دُنیا میں موجود ہیں۔ وہ تمام کے تمام صحیح نہیں ہو سکتے۔ اور اس غرض کو جو مذہب کی اصل غرض ہونی چاہیئے پورا کرنے سے قاصر اور عاری ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ہر ایک مذہب حتّٰی کہ بت پرستی کے حامی بھی کچھ نہ کچھ دلائل اپنے پاس رکھتے ہیں۔ لیکن یہ امر بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ جب تک تحقیق و تدقیق سے ایک مذہب کو اچھی طرح نہ پرکھا جائے۔ اُس کی نسبت صداقت کا فتوےٰ دے دینا یا اُس کو سچا تسلیم کر لینا بہت کچھ قابل اصلاح امر ہے۔

ایسا شخص جو اپنے مذہب کے خلاف کچھ سننا گوارا نہیں کرتا۔ یا دوسرے مذاہب سے واقفیت حاصل کرنے کی خواہش نہیں کرتا۔ درحقیقت کمزور اور بودا ہے۔

مذہب کی اصل غرض یہ ہے کہ انسان با خدا بن جاتے اور اُس کو فلاح آخرت حاصل ہو۔ یہ ایک نہایت ضروری امر ہے۔ کیونکہ انسانی زندگی کا مقصد اعلیٰ یہی ہے کہ اُس کا تعلق اُس ذات حقیقی سے پیوستہ ہو جائے۔ یہ ہمارا دعوےٰ ہے کہ دُنیا میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو کہ اس غرض کو پورا کرتا ہے وہ لوگ جو اس حقیقت سے آشنا ہو جاتے ہیں۔ اُن کو اسلام کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ یورپ کی سفید اللون قومیں جو آجکل سائنس میں تمام اقوام دنیا سے گوئے سبقت لے گئے ہیں اس حقیقت سے آشنا ہو کر گرویدہ اسلام ہو رہی ہیں۔ اسلام اپنی سادہ اور عالمگیر مقناطیسی طاقت سے اُن کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔

لیکن مقام افسوس ہے کہ ہندوستان کے لوگ جن کے دماغوں میں تحقیق و تدقیق کا استعداد بہت کم ہے اس حقیقت سے آشنا ہونے کی کوشش نہیں کرتے۔ اور اپنی ملکی، خاندانی یا قومی تاثرات سے ایسے متاثر ہوئے ہوئے ہیں کہ اسلام جیسے پاک اور اعلیٰ مذہب کی طرف رجوع کرنا یا کم از کم اس کی حقیقت سے آشنا ہونے کی خواہش کرنا اُن کے لئے ایک لغو اور بیفائدہ امر ہے۔ لیکن دُنیا کے لوگ یاد رکھیں۔ کہ دُنیا میں ایک اسلام ہی ایسا مذہب ہے۔ جو کہ خدا تعالیٰ تک پہنچا سکتا ہے۔

جو لوگ بلا تحقیق اور بغیر پوری جستجو کے اسکے خلاف ہیں۔ یہ اُن کی اپنی غلطی ہے پس تحقیق مذہب ایک نہایت ضروری امر ہے۔ اور ہر ایک طالب حق کو چاہیئے کہ تحقیق مذہب کرے۔

اس وقت خدا کے فضل سے ہمارے ہاں ایسے لوگ موجود ہیں جن کی تمام عمریں مذہب کی تحقیق اور تدقیق میں صرف ہوئیں۔

طالبان حق ہمارے جلسہ میں تشریف لائیں۔ اور اُن لوگوں کی تقاریر و لیکچروں کو سنیں۔ اُن پر غور کریں ہم سے سوال کریں اور جواب مانگیں۔ ہمارے اصولوں کو پرکھیں۔ ہماری تعلیم کو دیکھیں۔ اور خوب تحقیق اور تفحص کریں [illegible] اسلام کے متعلق جتنی واقفیت فراہم کر سکتے ہیں کریں۔ اور پھر غور کریں۔ اور خالی الذہن ہو کر غور کریں کہ آیا یہ تعلیم جو اسلام پیش کرتا ہے۔ وہ صحیح ہے یا نہیں۔

ہماری طرف سے سب مذاہب کو صلائے عام ہے

مسلمانان پنجاب کی مالی حالت

اہل صنعت اور اہل حرفت

(جے۔ آر۔ راے۔ جرنلسٹ لاہور)

کیا مسلمانان پنجاب آسودہ حال ہیں یا تنگ حال؟ اس سوال کا جواب متضاد ملے گا یعنی بہت لوگ تو مسلمانان پنجاب کو تباہ حال اور مفلس قلاش قرار دیں گے۔ اور بعض لوگ جو اقتصادیات کی شعبدہ اور نیز حقائق سے تھوڑے بہت آشنا ہیں۔ وہ کثیر تعداد سے اختلاف کرینگے۔ ان کا جواب غالبًا یہ ہوگا۔ کہ مسلمانان پنجاب ایسے کنگال نہیں جیسا کہ خیال کیا جاتا ہے۔ ہمارا کیا خیال ہے آگے ظاہر ہو جائیگا۔

دولت سے مراد نقد روپیہ یا نوٹ یا پونڈ اشرفیاں ہی نہیں ہے۔ بلکہ جو چیز بازار میں فروخت ہو کر نقد دام حاصل کرے۔ دولت میں شمار ہوتی ہے۔ اقتصادیات کی رو سے آپکے کھانے پکانے کے برتن۔ بدھنا اور سٹھلیا کھاٹ۔ کھٹولہ۔ بی بی کے زیورات۔ اور پہننے کے کپڑے۔ میز کرسی۔ آرائشی سامان۔ مکان دوکان۔ کوٹھی اور حویلی۔ باغ باغیچہ۔ زمین اور کنواں۔ گھوڑا۔ گاڑی۔ گائے بیل بھینس بھیڑ بکری وغیرہ۔ اور صناع۔ موچی۔ بڑھئی۔ لوہار۔ درزی وغیرہ کے آلات سبھی دولت میں شامل ہیں۔

دولت پیدا کرنے کے چند وسائل ہیں (۱) مانگ۔ (۲) سامان۔ (۳) صنعت اور ہنرمندی۔ (۴) روپیہ۔ (۵) آرگنی زیشن۔ (۶) تقسیم اشیاء کا سلسلہ۔

مسلمان بحیثیت مجموعی اوّل الذکر تین اسباب سے بہرہ ور ہیں۔ آخر الذکر تین باتوں میں تہیدست ہیں۔ سب سے زیادہ مسلمانوں کی قابلیت محنت اور کاریگری میں ہے۔ [illegible] صنعت و تجارت کے لئے لازمی ہے۔ اگر سامان قائم نہ ہو تو نہ تو مصنوعات تیار ہو سکتی ہیں۔ اور نہ تجارت۔ علاوہ ازیں ضروریات کی بہم رسانی اور تحریک۔ مانگ ہوتی ہے۔ مسلمانوں کی کوشش سے جو چیزیں بنتی ہیں۔ اُنکی مانگ اور قدر بھی ہے۔ اس وجہ سے تین باتوں میں وہ ماہر ہیں اور قدرت کی طرف سے یہ لوازمہ دولت بافراط حاصل ہیں۔ اس لئے بلا تامل مسلمانوں کو دولت سے بہرہ اندوز قرار دیا جا سکتا ہے۔ ذرا غور فرمایئے۔ (۱) پنجاب کی ۵۵ فیصدی آبادی مسلمان ہے۔ (۲) کئی پیشوں اور اور حرفوں میں مسلمانوں کی کثرت تناسب سے کہیں زیادہ ہے۔ اور بعض کام اُن کے خاص اجارہ سمجھے جاتے ہیں۔ اور اُن کی بدولت اُنہیں بہت آمدنی ہوتی ہے۔ چمڑے کی تجارت اور کفش دوزی کا مسلمانوں کا خاص ٹھیکہ ہے۔ شال دوزی میں بھی مسلمانوں ہی کا اجارہ رہتی غلبہ ہے بہر۔ قالباموں میں بھی مسلمان ہی سب سے زیادہ ہیں۔ اس کے سوا لوہار۔ درزی۔ سنتری۔ پوریا باف حجام۔ بڑھئی۔ وغیرہ حرفوں میں مسلمان تناسب سے زیادہ ہیں۔ پولیس کے ملازم اس شمار سے خارج ہیں گویا دولت کے وسائل پر مسلمانوں کا قبضہ بہت زیادہ ہے۔ کوٹلی لوہاراں (ضلع سیالکوٹ) اور وزیرآباد اور آہنی تکسوں کی ساخت کے لئے گوجرانوالہ بہت مشہور ہے اور ان قصبوں اور شہروں کا لوہے کا کام مسلمان کاریگروں کے ہاتھ میں ہے۔ شال بافی کا کام امرتسر۔ لدھیانہ وغیرہ کا بھی مسلمانوں ہی کے ہاتھ میں ہے۔ ہوشیارپور کا لکڑی کا نفیس اور اعلےٰ پایہ کا کام بھی زیادہ تر مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔ لدھیانہ۔ جالندھر وغیرہ کے دستی کرگھے کے کپڑے اور امرتسر کے ریشمی (دریاں وغیرہ) کپڑے مسلمانوں ہی کے ہاتھوں سے بنتے ہیں۔

علاوہ ازیں کارخانوں میں مستری بھی زیادہ تر مسلمان ہی ہیں۔ کاشتکاروں میں بھی مسلمانوں کا نمبر بڑھا ہوا پایا جاتا ہے۔ قصہ کوتاہ زرعی اور صناعی پیداوار مسلمانوں کے وسیلہ سے فروغ پذیر ہوتی ہیں۔ صاحب لوگوں کے بہرے۔ خانسامے اور اہل صنعت میں بھی مسلمان ہی زیادہ ہیں۔ اور ان پیشوں اور کاموں کے وسیلہ سے مسلمان معقول روزی حاصل کرتے ہیں۔ محنت کرنے والے اور اہل حرفہ بھوکے نہیں رہتے۔ وہ بہت کما لیتے ہیں۔ چینی قلی ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور اپنے ملک کو مالا مال کرتے ہیں۔ ضلع گجرات اور ہوشیارپور کے لوگ لاہور

مراسلات

وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ

مسیح موعود اور نبوت

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱)

(از قلم جناب میرزا انذر علی صاحب شہزادی)

اگر انسان کج بحثی کا عادی نہ ہو۔ بلکہ محققانہ طبیعت رکھتا ہو۔ تو اُس کے لئے اس مسئلہ کا حل کچھ مشکل نہیں۔ اگر آیتہ خاتم النبیین کے وہ معنے ہیں۔ جو میاں صاحب اور اُن کے تابعین کرتے ہیں "نبیوں کی مہر" اور اس سے بھی اغماض نظر کریں کہ یہ ترجمہ ایک مہمل فقرہ بنجاتا ہے جس سے سامع اور مخاطب کے پلے کچھ نہیں پڑتا۔ جبتک اس کی ہمراہ کچھ خود ساختہ عبارت اپنی طرف سے نہ ملائی جائے۔ بہر حال میاں صاحب نے فرمایا یہ کہتے ہیں۔ کہ اس کے یہ معنے ہیں کہ جو رسولکریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کامل شخص اور فنا فی الرسول ہو۔ اسپر جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مہر لگاتے ہیں اور وہ نبی بن جاتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صاحب خاتم ہیں۔ بغیر کامل اتباع رسول کریم صلعم کے کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔

اور یہ بھی کہتے ہیں۔ ابتک جو کہ چودھویں صدی ہے صرف ایک نبی جناب میرزا صاحب رسول کریم صلعم کی مہر سے بنے ہیں۔ دوسری طرف حقیقۃ الوحی میں جناب میرزا صاحب فرماتے ہیں۔ کہ اس امت میں نبوت کے لئے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں۔ اور حدیث بھی ایک ہی شخص کو اس امت میں نبوت کے لئے مخصوص کرتی ہے جس کا نام مسیح موعود ہے۔"

چونکہ آیت میں النبیین کا لفظ ہے جس کے لئے کم از کم تین نبیوں کا ہونا ضروری ہے۔ اور محمودی صاحب صرف ایک پیش کرتے ہیں۔ تو آیت بایدکہ اس طرح ہو۔ "خاتم النبی" اور جب تک آیت قرآن مجید کو نہ بدلا جائے۔ تو بموجب ان معنوں کے جو محمودی صاحبان کرتے ہیں۔ حدیث اور کلام مسیح موعود میں اور قرآن کریم میں مطابقت نہیں ہو سکتی۔ ضرور یا تو قرآن کریم کو بدلا دیجئے۔ اور بجائے "خاتم النبیین" کے "خاتم النبی" لکھیں گے اور پڑھیں گے۔ اور یا حدیث اور کلام مسیح موعود کو غلط قرار دیو یجئے۔

یہ وہ مصیبت ہے جو محمودی صاحبان کے اُن معنوں سے پیش آتی ہے۔ جو وہ آیت خاتم النبیین کے کرتے ہیں۔ اور اسکو موم کا ناک بنا کر اپنے مطلب کی طرف اسکو کشاں کشاں لیجاتے ہیں۔ اور پھر اُس خود کاشتی تاویل اور تشریح سے خوش ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر ہم ایسا نہ کریں۔ تو اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ فضیلت اور منزلت قائم نہیں رہتی۔ میں کہتا ہوں کہ جس نبی کی اتباع نے تیرہ سو سال میں ایک نبی بنایا۔ اُس کی منزلت اور فضیلت تو درکنار۔ اُسکی تو تم ہتک شدید کرتے ہو۔ ایک نبی مشتبہ اور مشکوک بنانا جس کے معتقدین میں خود اس کی نبوت پر جھگڑا ہو رہا ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غایت درجہ کی بے قدری ہے۔ ایسی لغو تراش توجیہ روحانی کو بہت کمزور ثابت کرنا کیا فضیلت رکھتا ہے ؏

بریں عقل و دانش بباید گریست

پس محمودی صاحبان دو بلاؤں میں مبتلا ہیں۔ یا آیت خاتم النبیین کا انکار یا حدیث اور مسیح موعود کے کلام کو غلط ٹھیرانا۔ حدیث اور کلام مسیح موعود تمام امت میں ایک نبی قائم کرتی ہے۔ اور آیت کم از کم تین کا اعلان کرتی ہے۔ پھر مطابقت کس طرح ہو۔

جب محمودی صاحبان تنگ آ جاتے ہیں تو کہتے ہیں۔ کہ اب تک ایک نبی ہؤا ہے یعنی چودہ سو سال میں۔ اور اسکے بعد نبی اور آ وینگے۔ میاں صاحب کبھی یہی کہتے ہیں۔ مگر اس سے ایک اور مشکل وارد ہوتی ہے۔ ایک تو حدیث غلط ہوتی ہے۔ دوئم کلام مسیح موعود مندرجہ حقیقۃ الوحی غلط ٹھیرتا ہے۔ اس کا حل محمودی کچھ نہیں کر سکتے۔

[illegible]

دوسرا جواب محمودی یہ دیتے ہیں کہ آیت بندش سے مراد نبوۃ تشریعی ہے۔ مگر یہ جواب بہت کمزور اور بودا ہے۔ کلمہ النبیین اس کا متحمل نہیں۔ اور تاویل اسکے متعلق بہت بعید اور رکیک ہے۔ اس ایک فقرہ سے دو متضاد مفہوم مُراد لینے درست اور صحیح نہیں ہو سکتے۔ کہ ہم نبوت کی بندش مراد لی جائے۔ اور ہم نبوت کا باب کھلا رہنا مراد لیا جائے۔ پھر تعجب ہے کہ اگر دروازہ نبوت کھلا ہے تو سب کے لئے کھلا ہے۔ اور یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ صرف ایک کے لئے کھولکر پھر بند کر دیا جائے۔ عقل ونقل ہر دو اس سے ابا کرتے ہیں۔ پس اگر خاتم النبیین سے نبوت کی بندش سمجھی جائے تو سب قسم کی نبوت کی بندش ہوگی۔ اور اگر کھلا رہنا مراد ہو تو ہر قسم نبوت کا کھلا رہنا تسلیم کرنا ہوگا۔

تیسرا جواب: محمودی یہ دیتے ہیں کہ تم بھی تو باوجود النبیین کے ورود کے ایک قسم کی بروزی نبوت کے دروازہ کو کھلا مانتے ہو۔ حالانکہ النبیین اس کا مانع ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کسی قسم نبوت کو کھلا نہیں مانتے اور بروزی نبوۃ کا فقرہ شریعت کی اصطلاح نہیں بلکہ شریعت نے اسکو محدث کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ ہاں صوفیا کی اصطلاح یا مسیح موعود کی یہ اصطلاح ہے۔ مگر اس اصطلاح سے وہ ملزم نہیں ہو سکتے۔ ولکل ان یصطلح۔ مسیح موعود علیہ السلام نے فرمادیا۔ "ہر نبوت را بروشد اختتام" اور اُنہوں نے اپنی کلام میں بروزی نبوۃ کو محدث کا مترادف اکثر جگہ ظاہر کر دیا ہے پس شک کو رفع کر دیا اور الزام سے بری ہوئے۔

اسی طرح اگر آپ (محمودی صاحبان) نبوت غیر تشریعی اور محدث کا مترادف قرار دو۔ تو ہمکو پھر آپ سے کوئی نزاع باقی نہیں۔ کیونکہ ہم نبوت غیر تشریعی کوئی نہیں مانتے۔ اور جسکو بروزی نبی یا غیر تشریعی نبی یا ناقص نبی یا ظلی نبی یا مجازی نبی کہتے ہیں اسی کو زبان شرع میں محدث کہا گیا ہے۔ اور یہی ہمارا اعتقاد ہے۔

اور یہ امر بھی یاد رہے کہ صوفیاء کرام اور مسیح موعود کی اصطلاح بھی ایک حدیث سے مستنبط ہے۔ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات۔ اب یہ حدیث آیت خاتم النبیین کے مخالف اور متناقض نہیں۔ کیونکہ فی الحقیقت مبشرات نبوت نہیں۔ ہاں مبشرات وہ کلام یا کشوف یا رؤیا صالحہ ہیں۔ جو باقی ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جیسا کہ سنتا اور دیکھتا ہے۔ ویسا ہی وہ بولتا بھی ہے کیونکہ اس کی تمام صفات ازلی اور ابدی ہیں۔ کوئی صفت معطل نہیں۔ اور متکلم کی صفت سے ہمیشہ متصف رہیگا۔

ہم میاں صاحب کے مریدوں کی طرح حقیقی نبی اور محدث کے درمیان تیسری قسم کی کوئی نبوت تسلیم نہیں کرتے اور نہ قرآن کریم اور کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا کچھ ثابت ہوتا ہے۔

النبیین پر الف لام عہدی ذہنی ہے۔ اور تمام امت مسلمہ جانتی ہے۔ اور اس پر ان کا اتفاق ہے کہ وہ انبیاء جو گذر چکے۔ اور حضرت کے سردار اور خاتم ہمارے حضور علیہ السلام ہیں اور اُن کے بعد کوئی نبی نہیں۔ تمام احادیث صحاح اس کی مؤید ہیں۔ اور آیت "خاتم النبیین" کے لئے بطور تشریح ہیں۔ اور بالکل آیت شریفہ اور اُن احادیث میں مطابقت کلی ہے۔

اب صفحہ ۳۹۱ حقیقۃ الوحی کے متعلق جو جواب مولوی محمد علی صاحب نے اپنی کتاب النبوۃ فی الاسلام میں دیا ہے۔ وہ بہت معقول اور عمدہ ہے اور مسیح موعود علیہ السلام کو بھی اعتراض سے محفوظ رکھتا ہے۔

مگر محققانہ طریق سے جب اصلیت پر غور کی جائے۔ تو خود اس حدیث مسلم کو مسیح موعود علیہ السلام ضعیف قرار دے چکے ہیں۔ اور امام بخاری نے اس حدیث کو نہیں لیا۔ اور امام ابو عیسیٰ ترمذی نے اس حدیث کو لیا ہے۔ اور اس میں نبی اللہ کا لفظ موجود نہیں۔ خود حدیث مسلم میں بھی ہے کہ بالمعنی روایت میں ایسے الفاظ کا تداخل ممکن ہے۔ اور یہ الفاظ آخری راوی کے نہیں ہیں۔ جس سے ایسی فروگذاشت اور غلط فہمی کا وقوع بھی ممکن ہے۔ اور حدیث مذکور تمام مجاز اور استعارات سے پُر ہے اور خود شارحین حدیث کو اسقدر مشکلات اس کی شرح میں پیش آئی ہیں کہ حد بیان سے باہر ہیں۔ اور کسی صحیح تشریح پر جزم نہیں کر سکے۔ اور مسیح موعود علیہ السلام نے حمامۃ البشریٰ میں اور ازالہ اوہام میں خود بھی ان مشکلات کو تسلیم کیا ہے۔ اور اسکو مجاز اور استعارات سے ہی مانا ہے۔ اور یہ اصول ہے کہ کوئی حدیث مخالف کتاب اللہ اور مخالف احادیث صحیحہ یقینیہ قابل قبول نہیں۔ بلکہ قابل رد ہے۔ اگر کسی صحیح تاویل کی متحمل ہو سکے پس خیال کریں۔ کہ دیگر احادیث صحاح میں مسیح موعود اور ابن مریم کو امامکم منکم ہی کہا گیا ہے نبیکم منکم نہیں کہا گیا۔ پس صحیح کو چھوڑ کر سقیم کے پیچھے پڑنا جو مخالف نص صریح کلام اللہ بھی ہے ہرگز طریقہ معقول نہیں۔ اصل میں مسیح موعود علیہ السلام حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے عاشق تھے۔ وہ بڑے اس طرف راغب تھے۔ کہ کوئی پیشگوئی بھی ہو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب وہ ضرور پوری ہو جاوے کہ اس میں آپ کی عزت اور اسلام کی فتح ہے۔ اور طرز استدلال کا مباحثہ اور مناظرہ میں یہ بھی ایک اصول ہے کہ جب مخالف ایک امر پر بحث اور ضد کر بیٹھے۔ اور اسی کو پیش کرتا رہے اور اسکو اپنا اسلحہ بے مثل سمجھے تو متکلم عمدہ طریق اور اسلوب سے مطابق ضرب المثل "دزد نگو را تا بخانہ باید رسانید" اس وجہ استدلال مخالف کی توضیح و تشریح ایسی کر دے کہ مخالف کو بغیر سکوت چارہ نہ رہے۔ تو چونکہ مخالفین باوجود بخاری اور مسلم کی متفقہ حدیث اماکم منکم کے پھر بھی اس پر زور دیتے تھے کہ آنیوالا مسیح نبی ہوگا۔ اور حدیث مسلم کو بار بار پیش کرتے۔ اس لئے مسیح موعود علیہ السلام نے اس حدیث کو اپنے پر چسپاں کر کے اسکی ایک تشریح فرمادی اور منجملہ اور بہت سی طریقوں کے اس طریقہ سے بھی مخالف کو ساکت کر دیا۔ اور علمی اور [illegible] متکلم کی یہ ایک بڑی شان ہے۔ ففہم!

اجباب توسیع اشاعت اخبار کی طرف دلی توجہ مبذول فرماکر حتی الوسع خریدار پیدا کرتے ہیں۔ "تا کہ عند اللہ ماجور اور عند الناس مشکور ہوویں"

تازہ ترین خبریں

اتحادیوں کی طرف سے رومانیا کو الٹی میٹم

پیرس ۲۰-نومبر۔ اتحادیوں نے رومانیا کو جو الٹی میٹم دیا ہے۔ اس میں یہ بتلانے کے بعد کہ رومانیا کا ۱۲ نومبر کا جواب غیر تسلی بخش ہے۔ رومانیا کی طرف اتحادیوں کی بردباری پر زور دیا گیا ہے۔ اور بتلایا گیا ہے۔ کہ اگر اتحادی بھاری قربانیاں نہ کرتے تو اسوقت تک رومانیا تباہ شدہ ہوتا اور نہایت بے بسی کی حالت میں غلام بنایا گیا ہوتا۔

اتحادیوں نے رومانیا سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ غیر مشروط طور پر مندرجہ ذیل کارروائیاں کرے۔ اول تمام ہنگری کو خالی کر دے۔ اور صلح کانفرنس نے جو سرحدیں مقرر کی ہیں۔ اُن کے پیچھے ہٹ جائے۔ دوئم ہنگری میں رومانیا کی ضروریات کا فیصلہ کرنے کے لئے ایک بین الاتحادی کمیشن کی تقرری منظور کرے اور سوئم آسٹریا کے عہد نامہ اور اقلیتوں کے عہد نامہ پر سپریم کونسل کے ۱۲-اکتوبر کے نوٹ کی شرائط پر دستخط کرے۔ اگر ۲-دسمبر تک تسلی بخش جواب نہ دیا گیا تو اتحادی نہایت افسوس کے ساتھ رومانیا کے ساتھ تمام تعلقات منقطع کر دیں گے۔

مصر میں فسادات

لنڈن یکم دسمبر۔ قاہرہ سے ۲۷ نومبر کا ایک تار مظہر ہے کہ گذشتہ شب دو برٹش فوجی سپاہیوں پر جو اپنی دو دوست لڑکیوں کے ساتھ جا رہے تھے پستول سے گولیاں چلائی گئیں۔ دونوں سپاہی مجروح ہوئے۔ لیکن زخم شدید نہیں ہیں ایک لڑکی بھی سخت مجروح ہوئی۔

۷۵ ہزار روپیہ انعام

لنڈن ۳-دسمبر۔ آئرلینڈ کے لارڈ لفٹنٹ نے اعلان کیا ہے کہ ڈبلین میں گذشتہ دنوں جو پولیس مین قتل کئے گئے ہیں۔ اُن کے قاتلوں کا پتہ دینے والے کو ۷۵ ہزار روپیہ انعام دیا جائیگا۔

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے!

برادران! اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

میں آپ کو اس امر سے مطلع کرنا چاہتا ہوں۔ کہ ہمارے محترم بزرگ حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب جن کے متعلق اللہ تعالےٰ نے اپنے برگزیدہ مامور حضرت مسیح موعود ومہدی مسعود علیہ السلام کے ذریعہ فرمایا کہ آپ اُن دو فرشتوں میں سے ایک ہیں جن کے کندھے پر حضرت مسیح موعود ہاتھ رکھکر نازل ہوئے۔ وہ باوجود اپنی ضعیفی اور باوجود اُن گوناگوں عوارض کے جنہوں نے آپکو چلنے تک سے معذور کر دیا ہے۔ چار سو میل کے فاصلہ سے سالانہ جلسہ کے لئے تشریف لا رہے ہیں۔ اور کل پرسوں تک انشاءاللہ یہاں پہنچ جاویں گے۔

آپ اس لئے تشریف لا رہے ہیں تاکہ اس پاک جماعت کے احباب سے ملاقات حاصل کریں۔ جن کے ذریعہ آیندہ اسلام اور مسلمانوں کے لئے اللہ تعالےٰ نے بہت بہت وعدہ فرما رکھے ہیں۔

پھر کیا اے برادران! آپ کا جو کہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے تندرست اور توانا ہیں یہ فرض نہیں ہے۔ کہ اس کار خیر کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے جو ہمارے سامنے ہے یہاں تشریف لاویں۔ اور جلسہ میں شریک ہوں۔ اور حضرت مولینا کے دل کی آرزو پوری کریں۔ اور اُن کی زیارت سے متمتع ہوں۔

نیز میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے ایک جوشیلے بھائی مولوی سید حسن صاحب دلسوز کے علاقہ میں ایک مقام ٹھکر ہے وہاں سے تشریف لا رہے ہیں۔ اور انہوں نے خاکسار کو تحریر فرمایا ہے کہ وہ احباب سلسلہ کی زیارت کے مشتاق ہیں۔ اور بہت سے دیگر احباب کا ہے سب کے سب اس امر کے خواہاں ہیں کہ وہ اس پاک جماعت کے ممبران کی ملاقات سے بہرہ اندوز ہوں۔ جنہوں نے کل دُنیا میں اشاعت اسلام کے کام کو اپنی زندگی کا نصب العین قرار دے رکھا ہے۔

پس جماعت احمدیہ کے ہر ایک ممبر کا فرض ہے کہ وہ جلسہ سالانہ میں جو ۲۵-۲۶-۲۷ تاریخ کو ہونے والا ہے شمولیت اختیار کریں۔ اور سب برادران کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ وہ خود تشریف لاویں اور جماعت میں سے ایک کو نہ بھیجا کر دل کو تسلی دے لیں۔ اور ۲۴ر تاریخ کو یہاں پہنچ جاویں۔ تاکہ کل کارروائی میں شمولیت حاصل کر سکیں۔

خاکسار سید محمد حسین شاہ جنرل

انجمن احمدیہ اور اقوام جرائم پیشہ کی اصلاح

۱۳۷ نفوس کا سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہونا

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ برادرم ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب سلسلہ کے پاک نوجوان ممبر ہیں۔ عرصہ تین سال کا ہوا کہ انجمن نے آپ کو کوٹ موکھل میں سانسی واروں کی اصلاح پر مامور کیا۔ آپ اپنے روزگار کو خیرباد کہکر اس کام میں لگ گئے۔ اور اپنے نیک نمونہ سے باوجود لوگوں کی طرح طرح کی بدظنیاں سلسلہ عالیہ حقہ کے خلاف پھیلانے کے کل جماعت سانسی واروں کو گرویدہ بنالیا۔ اور آخر بعد مطالعہ کے تم پر ثابت ہو گیا کہ حقیقی اسلام پر قدم احمدیہ الاہی کردہ ہے۔ چنانچہ کل کی کل جماعت سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہو گئی اور کامیابی کا سہرا ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب کے سر بندھا۔ کاش! کہ دیگر برادران بھی اپنے حلقہ اثر میں ایسا ہی طور دکھاویں۔ تو سب فسادات اور دعظوں کی جگہ یہ موثر سبق سلسلہ کے لئے موجب ترقی ہووے۔ (سید محمد حسین شاہ)

اسمائے بیعت کنندگان

(۱) سراجدین ولد مقبول (۲) رحیم بی بی دختر سراجدین (۳) سردار بی بی زوجہ سراجدین (۴) برکت علی ولد بالو (۵) سو لو ولد پیرا۔ (۶) عبدل ولد نبی بخش۔ (۷) مہر بی بی ولد عبدل (۸) حاکم بی بی زوجہ عبدل۔ (۹) الہ بی بی زوجہ جھنڈا (۱۰) امام دین ولد جھنڈا۔ (۱۱) خیر دین ولد امام دین۔ (۱۲) عظیماں ولد امام دین۔

(۱۳) علی محمد ولد عبداللہ۔ (۱۴) فتح بی بی زوجہ امام دین۔ (۱۵) جنتے زوجہ عظیماں۔ (۱۶) محمد اکبر ولد فقیر۔ (۱۷) فقیر ولد شیہاں۔ (۱۸) امام بی بی زوجہ فقیر۔ (۱۹) عائشہ بی بی زوجہ محمد اکبر (۲۰) فضل ولد جھنڈا۔ (۲۱) چراغ دین ولد فضل۔ (۲۲) بھاگن زوجہ فضل۔ (۲۳) رحیم بی بی زوجہ چراغدین۔ (۲۴) رسول بی بی دختر فضلدین (۲۵) نبی بخش ولد رکنا۔ (۲۶) بڈھی زوجہ نبی بخش۔ (۲۷) شرفدین ولد دوہایا۔ (۲۸) بھاگن زوجہ شرفدین۔ (۲۹) خیراں دختر شرفدین۔ (۳۰) نظامدین ولد دوہایا۔ (۳۱) حسین بی بی زوجہ نظامدین۔ (۳۲) بھاگن زوجہ نظامدین۔ (۳۳) سالجہ بی بی دختر " (۳۴) رسول بی بی دختر " (۳۵) عیسیٰ ولد سموں (۳۶) سموں ولد سکندر۔ (۳۷) حاکم ولد کریم بخش۔ (۳۸) ابراہیم ولد الہ دتا۔ (۳۹) بیگم بی بی دختر حاکم۔ (۴۰) رحیم بی بی دختر حاکم۔ (۴۱) چند ولد جواہر۔ (۴۲) جیواں زوجہ چند (۴۳) جلال ولد نظامدین۔ (۴۴) برکت بی بی زوجہ جلالدین۔ (۴۵) دینا ولد عمرا۔ (۴۶) محمد دین ولد دینا۔ (۴۷) حیات بی بی زوجہ دینا۔ (۴۸) کرم بی بی زوجہ محمد دین۔ (۴۹) برکتے دختر دینا۔ (۵۰) بڈھا ولد جوایا۔ (۵۱) علی محمد ولد بڈھا۔ (۵۲) کوڑی زوجہ بڈھا۔ (۵۳) بوٹا ولد لنگر۔ (۵۴) حیات ولد لنگر (۵۵) حیات بی بی دختر لنگر (۵۶) لنگر ولد اروڑا۔ (۵۷) دسوندی ولد دتا۔ (۵۸) فقیر ولد چوغطہ۔ (۵۹) برکتے زوجہ فقیر۔ (۶۰) چوغطہ ولد منگو۔ (۶۱) دتا ولد منگو۔ (۶۲) شہنا ولد بوٹا۔ (۶۳) فریدا ولد ملا۔ (۶۴) نبی بخش ولد ملا۔ (۶۵) جمال دین ولد نبی بخش۔ (۶۶) سوہنا ولد نبی بخش (۶۷) ریشم بی بی دختر نبی بخش (۶۸) حاکو ولد دولا۔ (۶۹) دولا ولد روشنی۔ (۷۰) محمد دین ولد جیون۔ (۷۱) جیونی زوجہ حاکو۔ (۷۲) عائشہ زوجہ محمد دین۔ (۷۳) امیراں بی بی دختر جیون۔ (۷۴) نور الہٰی ولد ہجو۔ (۷۵) حسو زوجہ نور الہٰی۔ (۷۶) گوہر ولد حسو۔ (۷۷) گوہراں زوجہ گوہر۔ (۷۸) حیات ولد جتو۔ (۷۹) شہیرا ولد نانک۔ (۸۰) بی بی زوجہ شہیرا۔ (۸۱) اروڑا ولد گھسیٹا (۸۲) اروڑا ولد بڈھا۔ (۸۳) علی اکبر ولد بڈھا۔ (۸۴) حسین بی بی زوجہ اروڑا۔ (۸۵) موکھی والدہ روڑا (۸۶) نبی بخش ولد فقیر۔ (۸۷) ہیری والدہ نبی بخش۔ (۸۸) گہنا ولد ولایت۔ (۸۹) فیا ولد مجھاں (۹۰) محمد دین ولد مجھاں۔ (۹۱) ہیری والدہ فیا۔ (۹۲) الہ رکھی زوجہ فیا۔ (۹۳) بھاگن زوجہ گہنا (۹۴) کوڑی زوجہ دسوندی۔ (۹۵) حیات ولد سلدو۔ (۹۶) فضل ولد حیات۔ (۹۷) ابراہیم ولد حیات۔ (۹۸) علی محمد ولد حیاتا۔ (۹۹) اسماعیل " (۱۰۰) عائشہ بی بی زوجہ فضل۔ (۱۰۱) فیا ولد فقیریا۔ (۱۰۲) حیات بی بی زوجہ فضل (۱۰۳) عبداللہ ولد جھاریا (۱۰۴) عائشہ بی بی زوجہ عبداللہ (۱۰۵) رحمن زوجہ جھانا (۱۰۶) ابراہیم ولد جیون۔ (۱۰۷) ریشم بی بی زوجہ جیون۔ (۱۰۸) زینب دختر جیون۔ (۱۰۹) فیا ولد سید۔ (۱۱۰) حسین بی بی زوجہ فیا۔ (۱۱۱) دینا ولد فقیر بخش۔ (۱۱۲) کھیلاں زوجہ دینا (۱۱۳) بیگاں زوجہ کالو۔ (۱۱۴) بیگم زوجہ حاکو۔ (۱۱۵) محمدا ولد ملا۔ (۱۱۶) ملا ولد جتو۔ (۱۱۷) بھولی ولد ملا۔ (۱۱۸) جلال ولد دوہایا۔ (۱۱۹) برکتے زوجہ جلال۔ (۱۲۰) سراجدین ولد غلام محمد۔ (۱۲۱) حیات بی بی زوجہ سراجدین۔ (۱۲۲) سوہنا ولد بوٹا۔ (۱۲۳) کھیواں والدہ سوہنا۔ (۱۲۴) برکت بی بی زوجہ سوہنا۔ (۱۲۵) منگو ولد حسن۔ (۱۲۶) دارا ولد دسوندی۔ (۱۲۷) فیا ولد جھنڈا۔ (۱۲۸) لبھا ولد پیرا۔ (۱۲۹) بھاگن زوجہ لبھا۔ (۱۳۰) مہتاب بی بی والدہ لبھا۔ (۱۳۱) نور بی بی زوجہ گہنا (۱۳۲) منگتا ولد بوڑا۔ (۱۳۳) بڈھی ہمشیرہ دسوندی (۱۳۴) بھاگن والدہ دسوندی۔ (۱۳۵) سید بی بی زوجہ منگتا (۱۳۶) ظفر دین ولد اروڑا (۱۳۷) الہ دتا ولد گورا۔

خداوند کریم ان نفوس کو اپنے فضل وکرم سے راہ ہدایت پر چلاوے اور خلوص و استقامت کی توفیق عنایت فرماوے۔ آمین!!!

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا

(از قلم رقیم خلیفہ عبدالحکیم کاتب اخبار پیغام صلح)

اجتماع قوم لازم بر سر سال ہے۔ مدام
لا بیٹے تشریف پس اے صاحبانِ ذوالکرام
شیوۂ راہِ ہدایت اجتماع قوم ہے
بر بناء اتفاق و اتحاد خاص و عام
ہے مقرر کردہ یہ آئین مامورِ خدا
سر طریق کامیابی خوشترین قومی نظام
مانو وہ حکم خدائے لایزال و ذوالجلال
ہے جو وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا خوش کلام
دینِ حق سے پھر گئے ہیں عالمانِ دنیوی
اُن کے سینوں میں بھری ہے حرص و آز و ہم دوام
ہو گیا مفقود عالم سے وہ حبِ دین متیں
غیرتِ حق نے ہے بھیجا مہدی خیر الامام
تم نے پہچانا اُسے ہے خوب اے مردانِ حق
گو کہ اس سے ہو گیا تھا بے خبر عالم تمام
عاشقِ صادق جو تھا وہ حضرتِ خیر البشر
دشمنوں کے ہاتھوں سے دیکھا جو دیں کا انہدام
غیرتِ دینِ محمدؐ سینہ میں تھی جوش زن
دین کو اُس نے سنبھالا خوب تر بالاحترام
کی جماعت اُس نے جو طیار باسعی کمال
تا مزد جس میں ہو تم اے سالکانِ خوش خرام
تم کو فرمایا اشاعتِ دین ہے راہِ نجات
پس اشاعت دین حق کی تم کرو ملکر مدام
ہو گو وہ وعدۂ حق بر یدِ حضرت مسیح
ہم مقدم دین کو دُنیا پہ رکھینگے مدام
اِس بناء پر انعقادِ جلسۂ سالانہ ہے
لا بیٹے تشریف سب مل کر کریں کچھ اہتمام
کمربستہ ہو کے نکلو! مردِ میداں تم بنو!
سب کو بھر بھر کے پلاؤ مئے عرفانی کے جام

تازہ ترین خبریں

جرمنی کی بدنیتی

(پیرس ۶-دسمبر) ہاوس ایجنسی کا بیان ہے کہ اتحادی افسانکاں کی رائے یہ ہے کہ جرمنی اپنی موجودہ دیرکن طرزِ عمل کو خیرباد کہے۔ چونکہ جرمنی نے عارضی صلح کی بہت سی شرائط پر عمل نہیں کیا۔ اور عہد نامہ ورسیلز کی فوجی شرائط کے متعلق کامل بد دیانتی ظاہر کی ہے۔ اسواسطے اتحادیوں نے ایک پروٹوکل (باضابطہ نوٹ) پر جرمنی کو دستخط کرنے کے لئے کہا ہے۔ مارشل فاش نے اس پر زور دیا ہے۔ کہ ورسیلز میں اعلےٰ جنگی کونسل قائم رہے۔ مارشل فاش اور فیلڈ مارشل سر ہنری ولسن کل صبح اور بعد دوپہر بہت دیر تک مشورہ کرتے رہے۔

جرمنی کی لیت و لعل

(لنڈن ۵-دسمبر) برلن کی رپورٹیں مظہر ہیں۔ کہ وہاں گورنمنٹ کی حالت اس وجہ سے مذبذب ہوتی جاتی ہے کہ فوجی پارٹی زور پکڑ رہی ہے۔ اور جب سے اتحادیوں کا مراسلہ پہنچا ہے۔ اُن کے مظاہرے زیادہ دلیرانہ ہو گئے ہیں وہاں بظاہر یہ یقین کیا جاتا ہے کہ چونکہ اتحادی فوجوں کے لام ٹوٹ رہے ہیں۔ اور سب لوگ جنگ سے تھک گئے ہیں۔ اور فرض کر لیا گیا ہے۔ کہ امریکہ علیحدہ ہو جائیگا اس لئے جرمنی پر شرائط صلح کی تعمیل کرانے کے لئے فوجی دباؤ نہ ڈالا جا سکیگا۔ ایک تازہ رپورٹ ہے۔ کہ جرمنی خفیہ طور پر آلاتِ حرب تیار کر رہا ہے۔ اور ڈیفنس کے لئے فوج مہیا کر رہا ہے۔ اس میں درج ہے کہ باشندگانِ جرمنی باضابطہ قواعد کر رہے ہیں۔ اور بم بازی کی مشق بہم پہنچا رہے ہیں۔ اور پولیس میں رنگکر سپاہی بھرتی ہیں جو بھاری موٹر کاروں اور شعلہ افگن آلات سے مسلح ہیں۔

فوجی مشورے

(لنڈن ۴-دسمبر) وار آفس نے اعلان کیا ہے۔ کہ مارشل فاش کے طلب کرنے پر صلحنامہ کے تعلق میں فیلڈ مارشل سر ہنری ولسن پیرس کو گئے ہیں۔ پیرس میں سپریم کونسل نے ۱۷ر دسمبر کو شرائط صلح نامہ کے

جرمنوں سے بھجر منوانے کے معاملہ پر غور کیا۔ مارشل فاش بھی کونسل میں موجود تھے۔

مارشل فاش تیار ہیں

(پیرس ۵۔ دسمبر) ایکو ڈی پیرس راوی ہے کہ کل سپریم کونسل کے اجلاس میں عام رائے یہ تھی کہ صرف الٹی میٹم دینے سے ہی کام نکلیگا۔ مارشل فاش نے بیان کیا کہ اگر الٹی میٹم بھیجا گیا۔ تو میں ان منصوبوں کو عمل میں لانے کو تیار ہوں۔ جو ماہ جون میں تیار کئے گئے تھے۔ جن کی دھمکی سے جرمن شرائط صلح منظور کرنے پر مجبور ہوئے تھے۔ با خبر حلقوں میں کہا جاتا ہے کہ اگر جرمنی اصلاح پر نہ آئے۔ تو اتحادی فینکرٹ اور ایسن پر قابض ہو جائینگے۔

پریزیڈنٹ ولسن کی طلبی

(لندن ۵۔ دسمبر) پریزیڈنٹ ولسن کو پیرس میں بلایا گیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ جرمنوں کی روز افزوں ضد سے معاملہ سنجیدہ ہو چلا ہے۔

اتحادیوں کی زبردست طاقت

(لندن ۵۔ دسمبر) مسٹر بونرلا نے گلاسگو میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ برطانیہ اور اس کے اتحادی کافی طاقت رکھتے ہیں۔ اور اگر ضرورت پڑی تو اس کو کام میں لائیں گے۔ عہد نامہ صلح کی نہ صرف تصدیق ہوگی۔ بلکہ اس پر عملدرآمد ہوگا۔ برطانیہ اعظم کی فوج کا کافی حصہ تیار رکھا گیا ہے۔ اس لئے کہ شرائط صلح کی تعمیل کرائی جائے۔

برطانوی بیڑہ

(لندن ۵ دسمبر) بیڑے کے اخراجات پندرہ کروڑ پچھتر لاکھ پونڈ تخمینہ کئے گئے ہیں۔ دوران جنگ میں ۲۲۳ برطانوی جہاز غرق ہوئے۔ جن میں ۱۳ جنگی جہاز۔ تین جنگی کروزر شامل تھے۔ ان کے علاوہ ۸۱۵ امدادی جہاز تباہ ہوئے۔ تین لاکھ اشخاص اور پانچ کروڑ ٹن سامان جنگ زمانے میں سمندر پار بھیجے نئے جہازات پر غالباً ڈھائی کروڑ پونڈ خرچ ہوں گے۔

بلجیئم کا فوجی اتحاد

(پیرس ۵۔ دسمبر) مسٹین اخبار کا مراسلہ نگار بیان کرتا ہے کہ بلجیئن وزارت آج فرانس اور انگلستان کے ساتھ فوجی اتحاد کا اعلان کرے گی۔

گورنمنٹ آف انڈیا بل

(لندن ۸ دسمبر) مارننگ پوسٹ رقمطراز ہے کہ ہندوستان کے ساتھ تجارت کرنے والے بڑے بڑے کارخانے اس امر پر اظہار ناراضگی کر رہے ہیں کہ گورنمنٹ آف انڈیا بل بغیر استصواب رائے گورنمنٹ ہند و صوباتی گورنمنٹوں اور دیگر ولایتی اور ہندوستانی مجلسوں کے پارلیمنٹ میں عجلت سے جلدی جلدی مشترکہ کمیٹی کی سفارش کے مطابق پاس کیا جا رہا ہے۔ اس کے خیال میں یہ امر پارلیمنٹ کے شایان شان نہیں۔ اور برطانوی اور ہندوستانی اغراض کے خلاف ہے۔ کہ بغیر مناسب غور کے بل کو اس واسطے پاس کیا جائے۔ کہ نیشنل کانگریس کے اجلاس سے پہلے قانونی شکل اختیار کرلے۔

کوائف روس

(لندن ۵۔ دسمبر) روس کی تازہ خبر یہ ہے کہ شمالی روس کی وادی اونیگا میں پیشقدمی جاری ہے اور وہ دوبرجنا پر قابض ہو گئے ہیں۔ مغربی روس اور یوکرائن کے حالات بدستور ہیں۔ جنوبی روس میں بالشویکوں نے جنرل ڈینکن کی کاکیشیا کی فوج کو دریگا کے مشرقی ساحل سے پیچھے ہٹا دیا ہے۔ زارلسن پر سرخ فوج کے حملے منسوخ کر دئے گئے ہیں۔ اور روسی دشمن کا تعاقب کر رہے ہیں جنرل ڈینکن کی ڈان فوج کے قلب لشکر اور یسار کے خلاف بالشویکوں کی پیشقدمی جاری ہے۔ والنٹیئر فوج خارکوف کے شمال مغرب میں ۵۰ میل کے خط پر پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوئی ہے۔ سرخ فوج کیفس کے شمال مشرق اور کیف کے شمال [illegible] کر رہی ہے والنٹیروں نے [illegible] ریلوے لائن کو منقطع کر دیا ہے۔ مشرقی روس میں سرخ فوج نے سلادگورڈ اور [illegible] پر قبضہ حاصل کر لیا ہے۔

[illegible] کی کوشمالی

(دہلی ۹۔ دسمبر) عراق عرب سے خبر پہنچی ہے۔ کہ زباری کردوں کے خلاف فوجی کارروائی ختم ہوئی جنہوں نے ۳۔ نومبر کو موصل سے ۵۰ میل مشرق میں [illegible] پر حملہ کیا تھا۔ اور اس سے

پہلے روز سٹرل انڈین سول سروس اور ۳۱ پنجابیز کے کپتان کے۔ آر۔ سکاٹ کو جبکہ یہ دونوں پولیٹیکل افسر معائنہ کے دورہ پر تھے مار ڈالا تھا۔ اس مہم پر دو کالم مصروف رہے۔ علاقہ دشوار گزار رہا۔ لیکن فوج کی صحت بہت عمدہ رہی اور ہمارا نقصان بھی برائے نام ہوا۔ [illegible] کو سزا دی گئی۔ اور سول انتظام کامل کر دیا گیا۔

سرحد پر صورت معاملات

(دہلی ۹ دسمبر) مندرجہ ذیل پریس کمیونک شائع کیا گیا ہے ۹۔ دسمبر۔ شمال مغربی سرحد کوہاٹ آفریدی اور کرم [illegible] ملک جو حال میں کابل سے واپس آئے ہیں ان قبائل پر اچھا اثر ڈال رہے ہیں۔

وزیرستان۔ امید کی جاتی ہے کہ تو چی وزیری ہماری شرائط کی تعمیل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور داوڑی کیٹو کے بیٹی مداخیل اور تن خیل جو [illegible] سیکشن میں اور ابھی تک اپنی ضد پر قائم ہیں۔ ۹ دسمبر کو مؤثر طور پر بم گرائے گئے۔

بنگال میں ڈاکے

خبر ملی ہے کہ گذشتہ ہفتہ کے دوران میں بنگال میں ڈاکہ زنی کی ۱۷ وارداتیں ہوئیں جن میں سے ہگلی میں ۴۔ بیر بوم۔ جھیلی گوری اور پٹنہ میں چار چار۔ اور ہاوڑہ۔ مرشد آباد۔ دیناج پور میمن سنگھ۔ مدنا پور۔ علی پور اور بریسال میں ایک ایک واردات ہوئی۔ ہگلی میں ایک ڈاکہ کے دوران میں ڈاکوؤں نے ایک مالک مکان کو ہلاک کر دیا گذشتہ ماہ نومبر میں بنگال کے تمام اضلاع سے ڈاکہ زنی کی ۷۴ وارداتوں کی خبر موصول ہوئی تھی۔ اس کے مقابلہ میں سابقہ سال کے اس مہینہ میں ۵۵ وارداتیں ہوئی تھیں

کمانڈر انچیف کا دورہ

ہز ایکسیلنسی کمانڈر انچیف ۷۔ دسمبر کو دورہ پر روانہ ہو گئے۔ اور ڈیرہ دون۔ رڑکی اور سہارنپور کا دورہ کرنے کے بعد ۱۵ دسمبر کو دہلی میں واپس تشریف لے آئیں گے۔

جمال پور ورکشاپ میں سٹرائک

کلکتہ میں خبر موصول ہوئی ہے۔ کہ جمال پور میں ایسٹ انڈیا ریلوے کی ورکشاپ میں قریباً دو ہزار آدمیوں نے سٹرائک کر دی ہے اور کام بند ہو گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ جب سے ملازمان کو ریلوے حکام کے منظور کردہ سکیل کے مطابق ترقیاں دی گئی تھیں تب سے ان میں اس کے متعلق بے چینی موجود تھی۔

بولشیوکوں کے خلاف متحدہ محاذ

معلوم ہوا ہے کہ والنٹیرز پولش فوج کے ساتھ مل گئے ہیں۔ اور اس طرح کیسپین سے بالٹک تک بولشیوکوں کے خلاف ایک متحدہ محاذ بن گیا ہے۔ جس سے پولز اور والنٹیروں کا اتصال ممکن ہو گیا ہے۔ ایک عہدنامہ پر دستخط کئے گئے ہیں۔ جس کی رو سے گلیشین فوج جنرل ڈینکن کے ماتحت آ گئی ہے۔

روس کا مستقبل

(لندن ۴۔ دسمبر) ہوؤس آف کامنز میں سوالات کے وقت مسٹر لائیڈ جارج نے بیان کیا۔ کہ آئندہ بین الاقوامی کانفرنس جو روس کے مستقبل کے متعلق فیصلہ پر غور کریگی۔ انہیں اتحادیوں اور متعلقہ سلطنتوں کے قائمقاموں پر مشتمل ہوگی جو اسوقت تک باہم ملکر کام کرتے رہے ہیں۔ لیکن اس میں سوویٹ روس کے قائمقام شامل نہیں ہوں گے۔

عہدنامہ صلح کی تصدیق

(لندن ۴ دسمبر) ہوؤس آف کامنز میں سوالات کے وقت مسٹر لائیڈ جارج نے بیان کیا کہ [illegible] امید ہے کہ عہدنامہ صلح کی اس ماہ کے خاتمہ سے پہلے تصدیق ہو جائیگی۔

[illegible] پیش کیا جائیگا

(لندن ۵ دسمبر) ہوؤس آف کامنز میں سوالات کے وقت مسٹر لائیڈ جارج نے کہا کہ مجھے امید ہے کہ [illegible] دسمبر کے آخری ہفتہ میں پیش کیا جائیگا۔ پارلیمنٹ [illegible] سے پہلے ملتوی کر دی جائے گی۔ لیکن بل ایک [illegible] ریزولیوشن کے ذریعہ آئندہ اجلاس میں لیا جائیگا۔

سابق قیصر کے خلاف مقدمہ کی تیاریاں

(لندن ۴۔ دسمبر) پوٹنی میں اسٹڈ میں تقریر کرتے ہوئے اٹارنی جنرل نے کہا کہ قیصر کے خلاف مقدمہ چلائے جانے کے متعلق کوئی اختلاف رائے نہیں ہے۔ قانونی افسران نہایت احتیاط سے اور نہایت وسیع پیمانہ پر تیاریاں کر رہے ہیں اور مجرمان جنگ کے خلاف مقدمہ چلائے جانے کے متعلق ۵۰ ہزار سے زیادہ بیانات پر غور کیا جائیگا۔

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

بعدالت جناب منصف صاحب [illegible]

تعمنہ رام ولد سچھرام بجہت بنام پیرا دخوشی رام پسران سکنہ کوٹ سلطان۔ جہانگی رام ذات سوہیل۔ مدعی

سکنہ کوٹ سلطان حال کوٹ ہری چند تحصیل نوشہرہ ریاست بہاولپور

دعوے مبلغ عہ/ روپیہ

مقدمہ مندرجہ بالا میں مدعا علیہم اپنے اوپر تعمیل نہیں ہونے دیتے اور گریز کر رہے ہیں لہذا زیر آرڈر ۵ قاعدہ ۲۰ ضابطہ دیوانی مشتہر کیا جاتا ہے کہ مدعا علیہم مذکور بتقرر ۱۲ ۱۱ ۱۹ حاضر عدالت ہو کر پیروی مقدمہ کریں گے تو ان کے برخلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جاوے گی۔

آج مورخہ ۲۸ کو بثبت دستخط میرے اور مہر عدالت جاری کیا گیا۔

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

بعدالت جناب شیخ عبدالرحمن خان صاحب بی اے منصف درجہ دوم لیہ

نمبر مقدمہ ۱۹۰۱

الہ بخش ولد محمد بخش مسماۃ بنام مسمات حیا تاں دختر قادر بخش زہراں ومسماۃ سم ..ان دگامن ولد نبی بخش ذات مسماۃ صاحباں نابالغان سیٹھان ساکنہ دائرہ دین شاہ دختران الٰہی بخش بسرپرائی حال مفقود الخبر۔ مدعا علیہ الہ بخش قوم سیٹھان سکنہ دائرہ دین شاہ۔ مدعیان

دعویٰ دخلیابی اراضی واقعہ دائرہ دین شاہ

مقدمہ مندرجہ عنوان گامن مدعا علیہ کی نسبت مدعی کا بیان ہے کہ مفقود الخبر ہے۔ لہذا بذریعہ اشتہار ہذا حکم دیا جاتا ہے۔ کہ اگر مدعا علیہ مذکور ۶ جنوری ۱۹۲۰ء تک حاضر عدالت ہو کر پیروی نہ کریگا۔ تو اس کے خلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں آویگی۔

آج بتاریخ ۲ دسمبر ۱۹۱۹ء ہمارے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

مفید کتابیں جو ہر مسلمان کے پاس ہونی چاہئیں

ملفوظات احمدیہ حضرت مسیح موعود میرزا غلام احمد صاحب کی معرکۃ الآراء تقاریر کا مجموعہ ہے جن کو سلسلہ کے اخبارات سے لیکر کتاب کی شکل میں شائع کیا گیا ہے۔ ان تقاریر میں مسائل دینیہ پر نہایت عمدگی سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور بڑے بڑے اہم مسائل کو صاف سلیس عبارت میں سمجھا دیا گیا ہے۔ مذہبی نقطہ نگاہ سے یہ کتاب نہایت قیمتی ہے اور جو لوگ مذہبی معلومات میں ترقی کرنا چاہتے ہیں ان کو یہ کتاب ضرور مطالعہ کرنی چاہیئے۔ قیمت جلد اول ولایتی کاغذ مجلد ہے۔ بے جلد عہ/

سیرت خیر البریہ مباحثہ رامپور کے پورے پورے حالات درج ہیں۔ قیمت

صیانۃ الناس شرح الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ قیمت

سواخ انبیل مراسلت مابین شیخ محمد حسین بٹالوی وجناب مولینا سید محمد احسن صاحب امروہی کے حالات درج ہیں۔ قیمت

براہین نبیرہ حصہ اول کے درست بر زندہ و کامل الہام۔ اس میں یہ دکھایا گیا ہے کہ قرآن کریم ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے جس میں تہذیب تمدن کے کامل قوانین موجود ہیں اس ضمن میں مصنف نے [illegible] بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے۔ [illegible] مذاہب دیگر کے عقائد اور اصولوں پر نہایت عالمانہ بحث کی گئی ہے۔ قیمت

ام الالسنہ یہ کتاب بالکل جدید تصنیف ہے اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے۔ اپنی نوع کی پہلی کتاب اردو انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے۔ اس میں یہ بتلایا گیا ہے کہ زبان عربی سب زبانوں کی ماں ہے جو الہامی طور پر قوم اول کو سکھلائی گئی۔ قیمت

ملنے کا پتہ:۔ دفتر بک ڈپو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

جلد ۷ | بِمَنِّہٖ المسیح لاہور چہارشنبہ مؤرخہ ۲۲ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۷ دسمبر سنہ ۱۹۱۹ء | نمبر ۴۴

کلام الامام امام الکلام

در بے ثباتی دنیا

(از حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

عیشِ دُنیائے دوں دمے چند است
آخرش کار با خداوند است
ایں سرائے زوال و موت و فنا است
ہر کہ بنشست اندریں برخاست
یک دمے رو بسوئے گورستان
وز خموشانِ آں بپرس نشاں
کہ مآلِ حیاتِ دُنیا چیست
ہر کہ پیدا شُد است تا کے زیست
ترک کن کین و کبر و ناز و دلال
تا نہ کارت کشد بسوئے ضلال
چوں ازیں کارگہ ببندی بار
باز نائی دریں بلاد و دیار
اے زدیں بے خبر بخور غمِ دیں
کہ نجاتت معلّق است بدیں
ہاں تغافل مکن ازیں غمِ خویش
کہ بلا کا مشکل است بہ پیش
دل ازیں درد و غم فگار بکن
دل چہ جاں نیز ہم نثار بکن
ہست کارت ہمہ باں یکدا است
چوں صبوری کنی از و ہیماست

جواہر ریزے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

محبی مکرمی اخویم قاضی ضیاء الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ!

مدت مدید کے بعد آپ کا محبت نامہ کل کی ڈاک میں مجھکو ملا۔ خدا تعالیٰ آپکو ہموم غموم سے نجات بخشے۔ اہل حق کو ابتلا میں تکلیفیں پہنچتی ہیں۔ مگر آخر اُن تکالیف سے نجات پاتے ہیں۔ اب آپ ایک تجرد کی حالت میں ہیں۔ اگر اس عاجز کے پاس ہی آ بیٹھیں۔ تو میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ اسی طرح خدا تعالیٰ آپ کی ضرورت کا متکفل ہو جائیگا۔ وہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔ مؤمن کی نظر خدا تعالیٰ کے فضل اور رحمت پر ہوتی ہے۔ نہ اسباب پر۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ پہلے بھی یہی بات زبانی کہی تھی۔ عمر ناپائدار اور کار دُنیا ہمہ ہیچ۔ حقیقت یہ ہے کہ اس عمر کے ہم سب لوگ موت کے کنارے بیٹھے ہیں۔ اور آسمانی آسمان ہر ایک کو اپنے وقت پر پہنچیگی۔ اس صورت میں فکر موت بہت مقدم ہے تا حسرت کے ساتھ جان نہ نکلے۔ خدا تعالیٰ آپکو ہر ایک نیک کام کی قوت بخشے۔ اور اپنی محبت میں ترقی عطا کرے۔ آمین!

مکتوب دوم

مکرمی اخویم قاضی ضیاء الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ عنایت نامہ پہنچکر بدریافت خیر و عافیت خوشی ہوئی۔ جس قدر ابتلاء آں مکرم کو پیش آیا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کے مستقیم الحال بندوں کو پیش آیا کرتا ہے تا انکی استقامت اور قوت ایمانی لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تا وہ اس ذریعہ سے بڑے بڑے ثواب حاصل کریں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ سخت دل مخالف لوگوں نے جو ہمارے ہی قوم کے علماء اور اُن کے ہم خیال ہیں۔ اپنی فتنہ اندازی کو انتہا تک پہنچا دیا ہے اگر ان کے اختیار قتل اور سفک دماء ہوتا۔ تو وہ یہی کر گذرتے۔ مگر خدا تعالیٰ نے عنان حکومت ایک دوسری قوم کو دے دی ہے۔ یہ عاجز خوب جانتا ہے۔ کہ اللہ جلشانہ ہم کو اور ہماری جماعت کو اس ابتلا میں نہیں چھوڑیگا۔ اور وہ دن جلدی آنیوالے ہیں جو حق بے حجاب لوگوں پر ظاہر ہو جائیں گے۔ اور مخالف حق کے نادم اور خائب ہوں گے۔ جناب سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائی حالات کو دیکھو کہ کیا کچھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کو دُکھ درد اُٹھانے پڑے تھے۔ یہاں تک کہ وطن عزیز چھوڑنا پڑا اور سب دوست دشمن ہو گئے۔ لیکن آخر خداوند تعالیٰ نے ڈوبتی ہوئی کشتی کو اپنے ہاتھ سے تھام لیا اور اسلام کو زمین میں پھر جما دیا یہی حال اس جگہ ہوگا۔ اور مخالفوں کو بجز سیاہ روئی اور ندامت کے اور کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔ خدا تعالیٰ اُن کی بد دعائیں اُنہیں پر ڈالے گا۔ اور وہ گردشیں جن کی وہ انتظار کرتے ہیں۔ انہیں پر پڑینگی میرے نزدیک بہتر ہے کہ آپ تین چار ہفتہ کے لئے قادیان میں تشریف آویں۔ اور قاضی محمد یوسف صاحب ساتھ آ جائیں۔ اس میں انشاء اللہ القدیر آپ کو روحانی فائدہ ہوگا۔ اور قاضی صاحب کے لئے بھی بہتر ہوگا۔

انسان جس چیز کا قصد کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ وہ میسر کر دیتا ہے۔ یہی بات قاضی صاحب کو بعد السلام علیکم میری طرف سے کہدیں۔ کہ آپ کے ساتھ بالاتفاق تشریف لے آویں۔ آپ کی ملاقات کو دل چاہتا ہے نہ زمانہ کا کچھ اعتبار نہ عمر کا کچھ بھروسہ۔ بہتر ہے کہ ضرور آ جائیں اور قاضی صاحب کو ساتھ لے آویں۔ مگر تین چار ہفتہ کے لئے وہاں کا کچھ بند و بست کر آویں باقی عند التلاقی۔ خاکسار غلام احمد از قادیان۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ اور حضرت سید محمد احسن صاحب فاضل امروہی و دیگر بزرگان سلسلہ بخیر و عافیت ہیں۔

گذشتہ اشاعت اخبار میں ہم لکھ چکے ہیں ... قوم کے ... کس کا سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہونے کی اطلاع دے چکے ہیں

حسب الارشاد حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ جناب میر مدثر شاہ صاحب اُن کی تعلیم و تلقین کے لئے کوٹ مومن تشریف لے گئے ہیں۔

آج اور ۶ کس کی بیعت کی خبر موصول ہوئی ہے۔ جن کے اسماء آئندہ اشاعت میں دیئے جائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

[illegible] احمدیہ انجمن ... اشاعت اسلام لاہور ... گلزار محمد صاحب ... باہتمام ... گلزار محمد صاحب پرنٹر و پبلشر کے دفتر پیغام صلح سے شائع کیا

تو اُن میں پھر اتفاق اور اتحاد پیدا ہو سکتا ہے۔ مگر آجکل کے واعظین کے طریق ہے کہ ایک واعظ اسی میں اپنی کامیابی سمجھتا ہے کہ کسی دوسرے کے بزرگ کی عزت مجلس میں آتارے۔ مسلمانوں نے اتفاق کی جڑھوں کو کھوکھلا کر دیا ہے۔

اور اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حضرت میرزا صاحب مرحوم کے متبعین کا ایک گروہ اُن کو نبی مانتا ہے تو کیا پہلے پیغمبروں اور اولیاء اللہ کی نسبت غلو نہیں ہوا۔ کیا بڑھانیوالوں نے حضرت علیؓ اور حضرت امام حسینؓ اور حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اور بہتیرے اور بزرگوں کے مرتبہ کو بڑھا کر شرک تک نوبت نہیں پہنچا دی۔ اس لئے ہم مسلمانان پبلک سے یہ اپیل کرتے ہیں کہ ان لوگوں کی باتوں پر نہ جائیں۔ جنہوں نے بغض یا محبت کی وجہ سے آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔ بلکہ اعتدال اور میانہ روی کا طریق اختیار کریں اور حضرت میرزا صاحب کے کام کو دیکھیں اور غور کریں کہ کیا ایک جماعت کو خدمت دین کے کام پر لگا دینا ایک مفتری اور کذاب کا کام ہو سکتا ہے ؛

المشتہران

محمد علی (ایم۔اے۔ایل۔ایل۔بی) پریذیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)
خان صاحب غلام حسن خان (وائس پریذیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)
سید محمد حسین ایل ایم۔ایس آنریری جنرل سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)
ابو یوسف مبارک علی (سیالکوٹ)
جمال الدین (بی۔اے۔ انسپکٹر سکولز جموں)
سید عبدالجبار شاہ (سابق بادشاہ سوات)
شیخ نور احمد (بی۔اے۔ایل۔ایل۔بی پلیڈر ایبٹ آباد)
بشارت احمد (ایل ایم ایس اسسٹنٹ سرجن کرنال)
محمد یحییٰ (دیگران ضلع ہزارہ)
صاحبزادہ سیف الرحمن (پشاور)
سید محمد احسن امروہوی (لائف ممبر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)
میرزا یعقوب بیگ (ایل ایم ایس ڈبلن اسسٹنٹ سرجن لاہور)
خانصاحب غلام رسول خان (ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس فیروزپور)
شیر محمد (بی اے پرسنل اسسٹنٹ ریونیو ممبر جموں سٹیٹ)
حسان محمد (مرچنٹ وزیر آباد)
شیخ مولا بخش (پروپرائٹر فلور ملز لائل پور)
محمد عجب خان (تحصیلدار نوشہرہ)
عبدالرحمن (ای۔اے۔سی گوجرانوالہ)
عزیز بخش (سپرنٹنڈنٹ ضلع ڈیرہ غازیخان)
محمد یحییٰ (دانہ ضلع ہزارہ)

مراسلات

میاں محمود احمد صاحب اپنے الفاظ پر غور کریں

اخبار الفضل مورخہ ۲۷ نومبر ۱۹۱[illegible]ء میں خطبہ جمعہ کے عنوان سے جو میاں صاحب کے زرین خیالات اُنکی جماعت کی ہدایت کے لئے رقم ہوئے ہیں وہ عزت اور احترام کی نگاہ سے دیکھے جانے کے قابل ہیں وہ جماعت کو ایک بہت عمدہ اور معقول مشورہ دیتے ہیں۔ البتہ یہ کہنا مشکل ہے کہ کن جذبات کے ماتحت انہوں نے زبان کو ایسی شیرین جنبش دی ہے۔ بہرحال وہ فرماتے ہیں۔ کہ دو چونکہ ہماری جماعت میں بعض لوگ مرتد ہو گئے ہیں اور اُن کو وہی کہا جاتا ہے جس کے وہ مستحق ہیں اس لئے بعض لوگوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ سب کے لئے اس قسم کے الفاظ کہے جا سکتے ہیں۔ دیکھو نبی کریمؐ جب مدینہ میں تشریف لائے۔ تو اول ایمان لانیوالوں میں عبداللہ بن ابی ابن سلول بھی تھا۔ مگر باوجود اول ایمان لانے کے منافق تھا۔ پھر مکہ سے ہجرت کرنے والوں میں بعض لوگ مرتد ہو گئے۔ اب اگر کوئی شخص یہ خیال کر لیتا کہ ممکن ہے کہ ابوبکرؓ بھی مرتد ہو جائے۔ اور چونکہ عبداللہ ابن ابی منافق ہے۔ اس لئے عبادہ ابن صامت اور ابو ایوب انصاری بھی ایسے منافق نہ ہوں۔ تو یہ سخت نادانی اور غلطی تھی۔ کیونکہ اگر اسی دروازہ کو وسیع کیا جائے۔ تو کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔"

[illegible] نہیں جانتے کہ آپ کا روئے سخن "ادبعض لوگوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا ہے" کے الفاظ سے اپنی جماعت کے کن صحاب کی طرف ہے۔ ہاں ہم اتنا جانتے ہیں کہ بندان قدرت خواہ رت سے پیر خانہ سے مئے تکفیر کے تلخ جام نوش کر رہے ہیں۔ اور الفضل اور الحکم وغیرہ کے کاغذی پیالے اسی دختر رز کے کھلونے بنے رہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ کسی بیباک نے عالم از خود رفتگی میں [illegible] کے ہاتھ صاف کئے ہوں جس سے شراب کی تیزی اور تلخی کم کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی ہے۔ الفاظ مبارت خود ہدایت کا ایک درس ہو سکتے ہیں۔ اگر مرتد اور منافق کی تعریف کر دی جاتی۔ ہم نہیں جانتے کہ اب میاں صاحب اور اُن کا طہاج مرید "مدیر الفضل" ان کی تعریف کیا کریں گے۔ مگر اب تک تو ان کی تعریف حسب ذیل رہی ہے :۔

"[illegible] شخص کے مرتد سے مراد وہ فرد ہے جو شخص مذکور سے روگردان ہو کر اس کی صداقت اور حقانیت کا قائل نہ رہے۔ اور منافق" اس شخص کو کہتے ہیں کہ جو دل میں کچھ اور عقائد رکھتا ہو۔ مگر ڈر۔ طمع یا شہرت کے خیال سے زبان سے کچھ اور کہتا ہو"

اس وقت جماعت احمدیہ دو حصوں میں منقسم ہو چکی ہے ایک حصہ کے امیر حضرت مولوی محمد علی صاحب ہیں اور دوسرا حصہ میاں صاحب کے منقاد اثر ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا "مرتد اور منافق" کے الفاظ ہم دونو جماعتوں میں کسی ایک جماعت کے بزرگواروں کی شان میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں۔

پہلے ہم لفظ "مرتد" کو لیتے ہیں۔ میاں صاحب قطعاً اس کے مصداق نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ وہ حضرت میرزا صاحب کے درجہ کو خدا کے مقرر کردہ درجہ سے بھی زیادہ بڑھا رہے ہیں۔ اگر وہ ان کی اصلی تعلیم کو ادھر اُدھر کرکے اپنے خیالات سے مزین کر رہے ہیں اور گو اپنے اس طریق عمل سے وہ خود تو حضرت صاحب کی تحقیر نہیں کرتے مگر تمام دنیائے اسلام میں اُنہیں بدنام کر رہے ہیں۔ تاہم اُن کو مرتد نہیں کہا جا سکتا کیونکہ وہ براہ راست حضرت صاحب پر مخالفانہ حملہ نہیں کرتے۔ اسی طرح خداوند تعالیٰ نے حضرت مولوی صاحب کے دامن کو بھی داغ ارتداد سے محفوظ رکھا ہے۔ کیونکہ جب سے وہ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوئے ہیں۔ زندگی اور حضرت صاحب کی تعریف میں رسالے اور کتابیں لکھتی رہی اور اُن کے قلب میں اپنے پیر کی محبت اور لو ہے جس کا اظہار اُن کی زبان اور قلم دونوں سے ہوتا رہتا ہے اور اُنکے زعم میں اُن کے مرشد کی شان وہی سب سے زیادہ بکرہم اور موقر ہے جو خدا نے اُنہیں عنایت کی تھی اس لئے وہ اسے زیادہ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے

اب ہم لفظ منافق پر بحث کرتے ہیں

یہ لفظ بھی نہ تو میاں صاحب پر چسپاں ہو سکتا ہے ورنہ حضرت مولوی صاحب پر۔ اول الذکر پر اس لئے نہیں کہ وہ بڑے دلیر اور شجاع ہیں اور اُن کی تمام کی ایسی [illegible] مسلمانان عالم کو دائرہ اسلام سے خارج کر سکتی ہے۔ اور باوجود اس کے کہ اُن کی تحریریں ایکدوسرے کی مخالف اور متضاد ہوتی ہیں اور باوجود اس بات کے کہ اُن کے مرید مختلف العقائد ہیں اور وہ اختلاف عقائد رکھکر بھی میاں صاحب کی بیعت میں آ سکتے ہیں اور باوجودیکہ انہوں نے اپنی جماعت کو ایسا [illegible] تحریر کا مسالہ دیا ہے جسکو پڑھکر مختلف دماغ مختلف نتائج اخذ کر سکتے ہیں۔ اور باوجودیکہ وہ قواعد اور اصول جن کی بناء پر کفر کبھی نافذ ہوتے ہیں۔ اُن کی سارنی تحریروں میں نہیں ملتے تاہم اُنہیں منافق نہیں کہا جا سکتا ؛

اب ہم دوسری جماعت کے امیر کو لیتے ہیں

اِن کا یہ حال ہے کہ ایک طرف تو انھوں نے اپنی حق گوئی اور صداقت نوازی سے عام مخالفوں کو سر بکار کر رکھا ہے۔ [illegible]

حصہ کو چھوڑ رہا ہے۔ [illegible] کچھ سمجھے ہیں اور اسکو اصلاح پر لانے کی ہر ممکن فروگذاشت کوشش کی ہے۔ اور برابر کر رہے ہیں۔ وہ گالیاں دیتا ہے تو یہ دعائیں دیتے ہیں۔ وہ بگڑتا ہے تو یہ صلح دیتے ہیں۔ اسلام و ملت زادے کے ساتھ پوری ہمدردی رکھتے ہیں اور چاہتے ہیں۔ کہ وہ غلط خیالات کی اشاعت نہ کرے۔ چنانچہ اُن کے رد میں اُن کی قلم دن رات چلتی رہتی ہے پھر ایسے شخص کو "منافق" کہنا چاند کے منہ پر تھوکنا ہے

میاں صاحب کے خطبہ میں

ایک اور امر قابل غور ہے۔ وہ عبداللہ بن ابی کا تذکرہ ہے۔ یہ شخص رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں مرتد ہو گیا تھا۔ اس کا نفاق سب کو معلوم تھا آنحضرت نے کبھی اُس پر اعتماد نہیں کیا تھا۔ یہ کبھی جلیل القدر اصحابہ میں نہیں سمجھا گیا۔ مگر وہ لوگ جنکو آج بعض بے بہر اصحاب سے مرتدین کا خطاب ملتا ہے۔ حضرت صاحب کے بہترین دوست اور مددگار تھے۔ انکی زندگی میں اُنکی بڑی عزت ہوتی رہی۔ اور خود حضرت صاحب نے اُنکو جماعت انتظامیہ کے اراکین تجویز فرمایا۔ آج انکو منافق کہنے والے صرف اس جماعت سے اپنی مکمل مماثلت چاہتے ہیں کہ جنہوں نے حضرت علی کی پیروی کی اور اصحاب ثلاثہ کو منافق جانا۔ ہاں فرق یہ ہے کہ وہاں جو کچھ ہوا وہ حضرت علیؓ کی تائید میں ہوا۔ یہاں اُن کے اعتقاد سے ہو رہا ہے۔ اس لئے ہم کبھی مسیح موعود کی جماعت کے اُس گروہ کو جو میاں صاحب کے زیر اثر ہے پوری طرح سے معتقدوں سے تشبیہ دیا کرتے ہیں۔ کیونکہ وہاں نبی [illegible] بن گیا تھا۔ اور یہاں مجدد" نبی بنایا گیا ہے [illegible]

ایک اور بات

جو ہم اپنے محمودی دوستوں سے کہنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ آپ بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں اور یہ بھی مانتے ہیں کہ وہ پہلے پیغمبروں کے مصدق تھے اور اُن کی بڑی عزت اور احترام کیا کرتے تھے۔ اسی طرح آپ کے زعم میں حضرت میرزا صاحب نبی ہیں۔ اور سابقہ انبیاء کی بڑی عزت کرتے ہیں۔ نیز آپ خاتم النبیین کے یہ معنے لیتے ہیں کہ اب نبوت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے ملا کرے گی مگر یہ مفہوم تو پہلے نبیوں پر بھی صادق آتا ہے۔ کیونکہ کسی زمانہ میں کوئی نبی نہیں آ سکتا جب تک کہ وہ پہلے نبیوں کا مصدق نہ ہو۔ جیسے کہ عیسیٰ علیہ السلام اگر نبی ہوئے تو شروع سے لیکر اُن کے آنے تک جتنے پہلے انبیاء گذرے وہ اُن کی عزت اور احترام کرتے رہے اگر وساطت سے مراد صرف یہ ہے کہ قرآن شریف کو مانا جائے۔ اور اُس پر عمل کیا جائے تو قرآن شریف ایک خدائی کلام ہے اور جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حق حاصل تھا۔ کہ وہ اسے ایلچی ہونے کی وجہ سے اپنی طرف منسوب کر سکتے تھے۔ ویسا ہی حق کسی دوسرے نبی کو بھی ہو سکتا ہے جو کہ وہی پیغام یعنی قرآن شریف دوبارہ لیکر آئے۔ لہٰذا یہ معنے خاتم النبیین کے لینے محض غلط ہی نہیں۔ بلکہ سخت فضول اور بے معنے ہیں۔ آپ لوگوں کا یہ بھی عقیدہ ہے۔ کہ حضرت میرزا صاحب کے بعد بھی نبی آتے رہیں گے مگر اب جو نبی آئیگا۔ وہ ان کی جماعت میں ہوگا۔ یعنی اُنکی وساطت سے ہوگا۔ تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خاتم الانبیاء کہلانے کے حضرت میرزا صاحب مستحق ہیں۔ مگر وہ تو اپنے آپ کو خاتم الخلفاء کہتے ہیں۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کو فخر جانتے ہیں ؛ یاد رکھو کہ

"رسالت"

سے مراد احکام شریعت کا لانا ہوتا ہے جو کہ لوگوں کے لئے ایک مکمل دستور العمل ہو سکے۔ پیشگوئیوں کا مجموعہ تو دین شریعت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ پیشگوئیاں ایک خاص زمانہ کے لئے بطور نشانات کے ہوتی ہیں۔ نبی لوگوں کی زندگیوں کو پاکیزہ اور مطہر کرنے آتے ہیں۔ اور وہ محض قواعد اور قوانین کی پابندی سے ہو سکتا ہے اور وہ لوگ جو ان قوانین اور قواعد پر جو کسی سابقہ انسان کے ذریعہ دنیا تک پہنچ چکے ہوں۔ لوگوں کو چلاتے ہیں۔ اور خود چلتے ہیں۔ وہ مجدد اور محدث ہوتے ہیں۔ اُن کو نبی کہنا سراسر مہمل اور لغو ہے ؛

الراقم خاکسار۔ حافظ محمد حسن از بمبئی ؛

بلاد غیر میں تبلیغ اسلام

لیگ آف ریلیجنز اور اسلام

کسی گذشتہ پرچہ میں یہ بتایا جا چکا ہے کہ لیگ آف نیشنز کی پیروی میں انگلستان کے بعض مذہبی حلقوں میں لیگ آف ریلیجنز (لیگ مذاہب) کے نام سے ایک انجمن کھڑی کرنے کی تحریک ہوئی ہے جس کا یہ مقصد قرار دیا گیا ہے کہ مختلف مذاہب کے اندر باہم اتحاد اور ارتباط پیدا کرے۔ اور ایک دوسرے کے پیشواؤں اور کتابوں کی عزت و تکریم کو ملحوظ رکھے۔ توحید الٰہی اور کل انبیاء پر ایمان اس لیگ کا اصل الاصول قرار دیا گیا ہے۔ اور کل نسل انسانی کے درمیان اخوت قائم کرنا اس کا مقصد اولین۔

ان تمام امور کے متعلق خود بانیان لیگ کے خیالات کو نقل کر کے میں دکھا چکا ہوں کہ وہ سب اسلام ہی کا لب لباب اور خلاصہ ہیں گویا لیگ آف ریلیجنز کیا ہوگی۔ اسلام کو دنیا میں پھیلانے اور اسکی تعلیم کو ہر طرف رائج کرنے کا ایک ذریعہ ہوگا۔ جو مختلف مذاہب کے پیروؤں کے ذریعہ سے عمل میں آئیگا۔ یہ سامان بتا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اپنا پاک دین اب پھر دنیا میں متحکم کرنا منظور ہے۔ اور وہ بھی ان ذرائع سے جو امام زمان حضرت مسیح موعود کی شان جمالی کے عین متقاضی ہیں۔

بہر حال اس لیگ کو عملی طور پر قائم کرنے اور ایک باقاعدہ نظام کے نیچے لانے کے لئے گذشتہ ۵۔ نومبر ۱۹۱۹ء کو کیکسٹن ہال لنڈن میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں جملہ مذاہب کے نمائندے موجود تھے۔ اس جلسہ کی مختصر روئداد میں خود لنڈن ہی کے ایک معزز اخبار "ویسٹ منسٹر گزٹ" کے الفاظ میں سناتا ہوں۔ اخبار مذکور اپنی ۶۔ نومبر ۱۹۱۹ء کی اشاعت میں رقمطراز ہے:-

"وہ بات جو تاریخ کے اندر یادگار رہیگی۔ وہ ایک جلسہ کا انعقاد ہے۔ جو کل رات کیکسٹن ہال میں منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں بدھ مذہب کے پیرو عیسائیوں کے ہم پہلو تھے۔ ہندو و مسلمانوں کے ساتھ خوش و خرم اور شاداں و فرحاں نظر آتے تھے۔ صوفیت کے دلدادہ زرتشتیوں سے ملکر خوش تھے۔ اور ایسا ہی عیسائیوں کے مختلف فرقے ان عقائد اور اصولوں کے متعلق جو مشترک طور پر سب میں پائے جاتے ہیں۔ محبت کے ساتھ ایک دوسرے سے ہم کلام ہوئے۔

اس اجتماع کا منشاء ایک لیگ آف ریلیجنز قائم کرنا تھا۔ جو بین الاقوامی صداقتوں اور عالمگیر صلح کے قائم کرنے اور اسے ترقی کے شاندار مقصد میں کامیاب کرنے میں لیگ آف نیشنز کی مدد کر سکے۔ کیونکہ جیسا کہ ریورنڈ ٹی کیننگٹن نے جو بشپ آف آکسفورڈ کی ناگزیر غیر حاضری کی وجہ سے کرسی صدارت پر رونق افروز تھے بتایا۔ کہ لیگ آف نیشنز نے عالمگیر صلح اور اتحاد کا صرف ڈھانچہ کھڑا کیا ہے اور ایک مشین بنا دی ہے۔ لیکن وہ روح جو اس ڈھانچہ کو زندہ کرنیوالی ہے اور وہ طاقت جو اس مشین کو چلانے والی ہے وہ خود لوگوں ہی کی امداد سے اسے حاصل ہو سکتی ہے

بشپ بری نے اس کے بعد ہی تقریر کرتے ہوئے یہ سوال کیا کہ اگر لیگ آف نیشنز کی بنیاد ایکدوسرے کے باہمی فوائد پر رکھی جائیگی۔ تو اس صورت میں کہ وہ فوائد خود ایکدوسرے کے خلاف ہوں کیا کیا جائیگا۔ اس لئے یہ ضروری ہے۔ کہ ایسی روح پیدا کی جائے جو ایکدوسرے کی مخالفت اور باہم آویزش کو ناممکن بنا دے۔

اس کے جواب میں چیف ربی نے کہا۔ ہاں خود تمہیں اپنے دل کو ایسا بنا لینا چاہئے۔ کہ اس کے لئے اعلان جنگ کرنا ناممکن ہو جائے۔ جیسا کہ غلامی اور ایسے تماشے جن میں آدمیوں کو باہم لڑایا جاتا تھا۔

ختم کر دیئے گئے ہیں۔

مس ماڈ رائیڈن نے اس بات کو ناپسند کیا۔ کہ لیگ مذاہب کے اغراض و مقاصد کو صرف صلح اور امن کے قیام تک ہی محدود رکھا جائے۔ اگرچہ ڈاکٹر [illegible] [illegible] [illegible] اخوت اور [illegible] کی شکل میں وسیع کرنے کی عقلمندانہ رائے دی۔ کینن [illegible] نے ان اصولوں کو رائج کرنے کی راہ بتائی لیکن ڈاکٹر [illegible] کی یہ محتاط رائے کہ یہ ایک برٹش سوسائٹی سے بڑھ کر نہ ہوگی جس کے ساتھ دوسری سوسائٹیوں کا جو دوسرے کے ہاتھ میں ہوں الحاق زیادہ وسیع خیال رائج کرنے کا موجب ہوگا۔

شہنشاہ اکبر اور لیگ مذاہب

ویسٹ منسٹر گزٹ کی مترجمہ بالا روئداد

دوسرے مذاہب کے نمائندگان میں ایک ہندو جنٹلمین کا نام بھی شامل ہے۔ جن کے متعلق یہ بتانا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ کہ انہوں نے تقریر میں بیان کیا کہ اس قسم کی لیگ مذاہب شہنشاہ اکبر نے بھی اپنے عہد حکومت میں قائم کی تھی۔ اور اس میں ہندو۔ بدھ مذہب کے پیرو۔ اور مسلمان اور دیگر اشخاص مختلف مذاہب کے لوگ شامل تھے۔

یہ مثال ایک عملی ثبوت ہے اس بات کا کہ اسلام ہی کے اصولوں پر دنیا میں محبت و ارتباط پیدا ہو سکتی ہے اور لیگ مذاہب کا ڈھانچہ اس کی تقلید میں کھڑا کیا گیا ہے۔ اسلام ہی نے سب سے پہلے دنیا میں ایک خدا اور تمام انبیاء پر ایمان لانے کا اصول رائج کیا۔ اسی نے سب انسانوں کو ایک ہی جنس سے شمار کیا۔ اور سب کی واجبی عزت کو ملحوظ رکھنے کی تعلیم دی۔

امام مسجد ووکنگ انگلستان کی تقریر لیگ مذاہب میں

یہ وہ بات ہے جسکو مولینا مولوی صدر الدین صاحب امام مسجد ووکنگ نے لیگ مذاہب کے اس جلسہ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا۔ اور یہ بتایا کہ میں دوسرے لوگوں کی طرح جن کا مذہب انہیں ایسی رواداری کی جو اس لیگ کا اصل الاصول ہوگا اجازت نہیں دیتا۔ کسی مصلحت کے لئے اس لیگ کی تائید میں آواز نہیں اٹھاتا۔ بلکہ جس چیز کی میں تائید کرتا ہوں۔ میرا مذہب اس کا حامی ہے اور اس کے اصول اس کی متقاضی۔ میرے ہندو دوست نے شہنشاہ اکبر کی مثال دی ہے۔ شہنشاہ موصوف کا یہ کام اس پاک نمونہ کی پیروی اور تقلید میں اور انہی پاک اصولوں پر مبنی تھا۔ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ سو برس ہوئے دنیا میں قائم کئے تھے۔ پس وہ کام جس کی خود میرے مذہب اور میرے ہادی صلے اللہ علیہ وسلم نے تلقین کی ہے۔ اس قابل ہے۔ کہ اس کی بڑے زور کے ساتھ تائید کی جائے۔ اور اسکو پورے طور پر کامیاب بنایا جائے۔

ویسٹ منسٹر کا بقیہ مضمون:-

"دوسرے مذاہب کے نمائندگان فوراً وسیع خیال کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور مسٹر ڈی سلوا (بدھ مذہب) مسٹر اپارو (ہندو) عنایت خان (صوفی) اور امام مسجد ووکنگ انگلستان نے اس پر زبردست اور فصیح و بلیغ تقریریں کیں۔

ریورنڈ ماریس جوزف نے جو ایک آزاد خیال یہودی ہیں۔ اس غلط فہمی کی جس سے یہ سمجھا جا سکتا تھا کہ لیگ کا منشاء مذہبی معتقدات کو اپنی اصلی جگہ سے ہٹا کر ایک مشترکہ حالت پر لانا ہے۔ تردید کی۔ اور بتایا ہے کہ مختلف مذاہب کے خاص معتقدات اور تعلیمات سے کسی کو ہٹانا مقصود نہیں۔ ہر ایک شخص اپنے معتقدات و ایمانیات پر بیشک قائم رہے۔ لیکن ایک مشترکہ مقصد کے لئے سب ایکدوسرے کے ساتھ ملکر کام کریں۔"

(ویسٹ منسٹر گزٹ)

یہ اس جلسہ کی روئداد ہے جو مجوزہ لیگ آف ریلیجنز کے قیام کے اور عملی نظام کے لئے منعقد ہوا۔ اس سے پتہ لگتا ہے۔ کہ اخوت اور مساوات انسانی کی روح جو اسلام نے دنیا میں پھونکی تھی۔ اس وقت دوبارہ زندہ ہونے والی ہے۔ اور لیگ اقوام جس کی پیروی میں یہ لیگ مذاہب قائم ہوئی ہے اس وقت بعض اقوام کو اپنے دائرہ سے خارج سمجھے۔ اور خاص خاص اقوام کو اپنے ساتھ شامل کر کے باوجود صلح و امن کے مشترکہ مقصد کے تفرقہ اور عناد کی پالیسی کو روا رکھے۔ لیکن آخرکار اسے اس مساوات ہی کو اپنا نصب العین بنانا پڑیگا۔ جسکو اسلام کی تقلید میں آج لیگ مذاہب کے مجوزہ مقاصد میں مد نظر رکھا گیا ہے۔ آج دنیا ترقی کی اس حد کو پہنچ چکی ہے کہ جہاں قومی تفریق کسی شاندار مقصد کو بر لانے کا موجب نہیں ہو سکتی۔ اور امن اور صلح کا منہ اس مساوات ہی کے ذریعہ سے دیکھا جا سکتا ہے۔ جس کو اسلام نے سب سے پہلے دنیا میں رائج کیا۔

پس ضرورت ہے کہ سب سے پہلے قومیت کی تفریق کو مٹا کر تمام انسانوں کو ایک نظر سے دیکھا جائے۔ تمام کے بزرگوں اور پیشواؤں۔ ان کی کتابوں اور عقائد کی عزت کی جائے۔ برادرانہ طریق پر ایکدوسرے کو نیکی اور صحیح راہ کی تعلیم دی جائے۔ اور رنگ اور ممالک کی خصوصیات کو نظر انداز کر کے سب انسانوں کو ایک ہی ماں باپ کی اولاد اور ایک ہی خدا کی مخلوق قرار دیا جائے۔ کہ اس میں نسل انسانی کی بہبودی اور دنیا کے امن اور صلح کا راز مضمر ہے یہی وہ شاندار مقاصد ہیں۔ جنکو لیکر لیگ مذاہب کھڑی ہوئی ہے۔ گو یا عملاً اسلام کی تعلیم کے آگے سر جھکانا پڑا ہے خدا نے چاہا۔ تو اعتقاداً بھی نہ صرف لیگ مذاہب بلکہ لیگ اقوام اور کل دنیائے تہذیب کو اس تہذیب ترین مذہب کے آگے جلد ہی سر جھکانا پڑیگا۔ انشاء اللہ تعالےٰ ضرورت ہمت اور کوشش درکار ہے۔

موجودہ کلیسا کی ضروریات

ویسٹ منسٹر گزٹ لنڈن اپنی ۲۰۔ اکتوبر ۱۹۱۹ء کی اشاعت میں اس عنوان سے رقمطراز ہے کہ:- کینن الگزینڈر نے موجودہ کلیسا کی ضروریات پر تقریر کرتے ہوئے بیان کیا۔ کہ کلیسا کو اس وقت مشکوک صلح کے مشکل ترین مسائل کا سامنا ہے اور اس کی اہم ترین ضروریات میں سے بردباری اور تحمل کی بہت بڑی ضرورت ہے موجودہ دینیات کا بہت بڑا حصہ ناکامی کا منہ دیکھ رہا ہے کیونکہ یہ وہ زندہ علم الٰہیات نہیں جسکی طرف چرچ کانگریس میں آرچ بشپ آف کنٹربری نے اشارہ کیا ہے۔ موجودہ مسائل دینی قلب انسانی کو مطمئن نہیں کر سکتے۔ لوگوں کو مسائل دینیہ کی صحت اور معقولیت کا زیادہ خیال ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ وہ اس بات پر نظر کریں۔ کہ وہ [illegible] اخلاقی اور دماغی زندگی سے کس قدر کام کر سکتے ہیں .... کلیسا کی صحت

ضرور طاقت اور امارت ہی پر منحصر نہیں ہم نے پادریوں کی تنخواہوں۔ پادریانہ اختیارات اور عظمت۔ کلیسا کی حکومت خود اختیاری وغیرہ امور پر بہت زور دیا۔ اور ہمیشہ انہی پر مُصر ہے .... حالانکہ سب سے پہلے ضرورت یہ تھی۔ کہ ذاتی اغراض کی خواہش کو اس سے بڑھ کر دبایا اور جلا دیا جاتا۔ جتنا موجودہ کلیسا میں قربانی کا جذبہ موجود ہے۔

پادری کینن الیگزینڈر کے یہ خیالات اس بے اطمینانی اور کلیسائے مسیحیت کے متعلق اس تشویش کی تائید کرتے ہیں۔ جن کا اظہار چرچ کانگریس میں کیا جا چکا ہے۔ ایک طرف حامیان مسیحیت کی کلیسا کی طرف سے یہ بے اطمینانی اور اس کے معتقدات و خیالات کی زندگی کی طرف سے مایوسی۔ دوسری طرف اسلامی اصولوں اور خیالات کی طرف دنیا کا رجحان بلکہ انہیں نمائندگان مسیحیت کا ان کے لئے اصرار ان پریشان کن حالات کا نعم البدل ہیں۔ جو اسلامی سلطنتوں کے موجودہ زوال کی صورت میں نمایاں ہیں۔ حیرانی ہے ان لوگوں پر جو ان ظاہر حالات سے دل کو چھوڑ دیتے اور اس یقین کو کھو بیٹھتے ہیں۔ جو اسلامی تعلیمات کی معقولیت کے متعلق آج بہت سے حلقوں میں پیدا ہو چکا ہے۔ اور وہ ان کے حصول کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔

ٹائمز لنڈن کی رائے اسلام کے متعلق

۱۶۔ اکتوبر ۱۹۱۹ء کے ٹائمز لٹریری سپلیمنٹ" (اخبار ٹائمز لنڈن کی لٹریری ضمیمہ) [illegible]

...زلوں کی صورت میں وہ ایسا نہیں
... ایک خواہش کا اسے مقابلہ آن پڑا ہے۔ جو
...ل خواہش کہلانے کے مستحق نہیں۔

ان حالات میں ٹائمز کا یہ سوال ہے۔ کہ اس مستو سقط طبقہ کو اب مرنے دینا چاہیئے۔ یا نہیں۔ جبتک کوئی عملی تدابیر اختیار نہ کی جائیں یہ انحطاط اور تنزل جاری ہی رہیگا۔ ہمیں ایسا قانون بنانا چاہیئے۔ جو بچوں کی پیدائش اور موجودگی کو فائدہ مند یا کم از کم ممکن کردے۔ دوسری اقوام نے بچوں کے وظیفے مقرر کرنے میں فائدہ دیکھا ہے اور اسی سے اپنے مقصد کو حاصل کیا ہے لیکن یہ قوم تجرد اور اس کے ناگزیر نتائج کی جو شرمناک بیماریاں اور ناجائز ولادت کی صورت میں پیدا ہوتے ہیں امداد کرتی ہے"۔

آخری فقرہ غور کی قابل ہے۔ اس میں فرانس کے اس قانون کی طرف اشارہ ہے جس میں زیادہ اولاد کے کنبہ کو فی بچہ کچھ مقرر وظیفہ دیا جانا تجویز ہوا ہے تاکہ اس سے لوگوں کو اولاد کے بڑھانے کی تحریص ہو۔ لیکن تا بکے۔ اصل سوال تو گرانی اشیاء ہے جس کی انگلستان میں یہاں تک نوبت پہنچ چکی ہے۔ کہ دوران جنگ میں ضروریات زندگی کی قیمت سابقہ شرح سے ۱۲۵ فیصدی بڑھ گئی تھی۔ جنگ کے بعد گذشتہ مہینہ تک یہ گرانی گھٹتے گھٹتے ۱۱۵ فیصدی تک پہنچ گئی لیکن اب پھر ۱۲۵ فیصدی پر ہی جا پہنچی ہے۔

ان حالات میں اور اس کے ساتھ مردوں کے بالمقابل عورتوں کی زیادتی اور تعدد ازدواج کی ممانعت یہ ایسی باتیں ہیں جو معاملہ کو اور بھی خطرناک بنا دیتی ہیں۔ دیکھئے قدرت ان کا کیا نتیجہ دکھاتی ہے۔ والسلام۔

خاکسار دوست محمد از ووکنگ انگلستان۔

کھلی چٹھی

بنام

قاضی محمد یوسف صاحب محمودی پشاوری

السلام علیکم من اتبع الھدیٰ!

آپ نے اخبار پیغام صلح لاہور مورخہ ۲۹۔ نومبر میں میرا مختصر سا مضمون پڑھ لیا ہوگا۔ جس میں مینے آپ کی چیلنج کے جواب لکھنے کا ارادہ ظاہر کرکے باقی بزرگان سلسلہ سے یہ عرض کردی ہے۔ کہ وہ آپ کے ان عقائد جدیدہ مخترعہ پر کچھ بھی توجہ نہ فرمادیں گے۔ اب فیصلہ صرف میرے اور آپ کے درمیان ہونا ہے۔ اس لئے میں نے آپ کے چیلنج کا جواب مطابق شریعت اسلام لکھ لیا ہے اب آپ ڈانہ یا مانسہرہ یا ایبٹ آباد جہاں آپ کی مرضی ہو۔ انعامی رقم مبلغ ایک سو روپیہ ساتھ لیکر تشریف لے آویں۔ یہاں پر ایک جید عالم ثالث مقرر کرکے وہ روپیہ آپ اس کے پاس بطور امانت رکھدیجئے اور اس کے بعد وہ عالم ثالث جلسہ عام میں آپکا چیلنج بلاکم وکاست پڑھکر سنا دیگا۔ اور اس کے بعد پھر میرا مضمون پڑھکر سنا دینگے۔ اور پھر غور کرنے کے بعد اب حلف کے ساتھ یہ ثالث عالم اپنا فیصلہ سنا دیں گے۔ جو بلاچون و چرا ہم فریقین کو ماننا پڑے گا۔ اگر فیصلہ میرے حق میں ہوگا تو وہ انعامی رقم مجھے دیدیں گے۔ ورنہ آپ اپنا روپیہ ساتھ لیکر واپس گھر چلے جائیں گے۔

یہ لازمی شرط ہوگی۔ کہ جب ہم فریقین اپنی اپنی تحریرات ثالث کے ہاتھ میں دے دیں گے تو پھر ہم فریقین ثالث کے فیصلہ تک کچھ بھی نہ بولیں گے۔ اس ... کے بعد میں خود اپنا مضمون بمع فیصلہ ثالث کسی اخبار میں یا الگ شائع کردوں گا۔

...ز اس چیلنج میں آپ نے جو قرآن شریف اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کی ہے۔ اور آپ کے صحابہ کرام وغیرہ ائمہ دین و عامہ مسلمین کو آل فرعون ثابت کرنے کی تکلیف اٹھائی ہے۔ اس کا جواب کبھی اس ...مون کے ساتھ سنایا جائیگا۔

المنتظر الجواب۔ خاکسار محمد یٰسین احمدی
از مقام ملاہ۔ ڈاکخانہ بالنہرہ۔ ضلع ہزارہ۔

فتویٰ کفر سے بیزاری

ہم جمیع اہل اسلام کی خدمت میں صدق دل سے وقائمی ہوش و حواس سے بلا جبر غیرے باقرار صالح عرض کرتے ہیں۔ کہ ان علمائے اسلام جنہوں نے حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الرحمۃ کو کافر۔ خارج از دائرہ اسلام کہہ کر کفر کے فتاوے طیار کرکے اپنے دستخط کئے ہیں۔ ان سے ہم کو مطلق اتفاق نہیں ہے۔ اور کفر کے فتوے جنہوں نے دیئے ہیں۔ ہم ان کو برسر خطا سمجھتے ہیں۔

ہم میرزا صاحب مرحوم کو مجدد دین اسلام اور اعلےٰ درجہ کا مسلمان خادم دین خیال کرتے ہیں۔ تحریر ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء

العبد
میرزا روشن بیگ نمبردار نصیرا خلجی تحصیل و ضلع فیروزپور۔ بقلم خود

العبد
میرزا عزیز بیگ سفید پوش نصیرا خلجی تحصیل و ضلع فیروزپور۔ بقلم خود

گواہ شد
حکیم محمد سیف الدین سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ فیروزپور۔ ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء

استفتا

مسئلہ اول

ملائک کسے کہتے ہیں۔ اور وہ کیسی مخلوق ہے۔ اور وہ کس رنگ میں موجود ہے۔ اس مخلوق کا قالب اور جان کیسا ہے۔ ہم کو بھی نظر آ سکتے ہیں۔ یا نہیں۔ کہ اگر نظر آ سکتے ہیں۔ تو کسی بشر کو نظر بھی آئے ہیں۔ اور مفسرین نے ان کی کیا حالت بیان کی ہے۔ اور وہ ملائک اس وقت حیات ہیں یا۔ یا ممات میں؟

مسئلہ دوئم

والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاٰخرۃ ھم یوقنون ۵ (سورہ بقرہ آیت ۴)

...کے کیا معنے ہیں۔ اس آیت قرآنی کا سیاق وسباق کیا ہے۔ اور کس کس زمانہ پر دلالت کرتی ہے؟

سورہ جمعہ سپارہ ۲۸۔ میں آیت واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم الخ ہے۔ اس کے مطلب اور محل میں کیا فرق ہے۔ کیا یہ آیت اور سورہ بقرہ والی آیت جو پہلے لکھی گئی ہے۔ ایک دوسری کی امداد کرتی ہیں یا علیحدہ ہیں۔ اگر ایک دوسری کی ممد ہیں تو نبوت اور جبرائیلؑ کا آنا بند نہیں ہوسکتا۔ اگر نبوت اور جبرائیل کا سلسلہ بند مان لیا جاوے۔ تو سورہ بقرہ کی آیت وبالاٰخرۃ ھم یوقنون اور سورہ جمعہ کی آیت واٰخرین منھم الخ کس زمانہ میں دلالت کرتی ہیں؟

اگر آخر کے معنے قیامت کے لئے جاویں۔ تو باقی آیات قرآنی کی مخالفت کرتی ہیں۔

جہاں قرآن شریف میں ذکر قیامت یا آخرت کا ہے۔ تو وہاں لفظ یوم کی قید ساتھ ہے۔ مثلاً یوم القیامۃ۔ یا۔ یوم الاٰخرۃ ان الفاظ سے قرآن مجید ثابت کرتا ہے۔ کہ سورہ بقرہ والی آیت مذکورہ بالا اور سورہ جمعہ والی آیت میں لفظ یوم شامل نہیں۔

جواب مفصل اور مدلل ہو!

المستفتی۔ عبداللہ خان بزاز۔

مقام مسرت ہے کہ:۔

محمد علی، شوکت علی اور مولینا ابوالکلام آزاد گورنمنٹ کے حکم سے ۲۷۔ دسمبر ۱۹۱۹ء کو رہا کردیے گئے۔

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

بعدالت جناب شیخ عبدالرحمان خان صاحب بی۔ اے منصف درجہ دوئم۔ مظفر گڑھ۔

نمبر مقدمہ ۲۱۱۰۱
ہندو خاندان مشترکہ
لعلندہ رام بالغ و چھوٹو لال پسران ... داس رام و نانک چند نابالغ ولد لعلندہ رام ذات ... سکنہ احسانپور۔ مدعیان

بنام

یارو ولد بہارا ذات ... سکنہ احسانپور۔ مدعاعلیہ
دعویٰ ... بروئے تمسک

ہرگاہ بیان حلفی مدعی سے پایا گیا ہے کہ مدعاعلیہ عمداً تعمیل سمن سے گریز کررہا ہے۔ لہٰذا بذریعہ اشتہار ہذا علم دیا جاتا ہے کہ اگر مدعاعلیہ ۹۔ جنوری ۱۹۲۰ء کو اصالتاً یا وکالتاً حاضر ہو کر پیروی مقدمہ نہیں کریگا۔ تو اس کے خلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں آویگی۔ بتاریخ ۱۰۔ ماہ دسمبر ۱۹۱۹ء کو ہمارے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

بعدالت جناب شیخ عبدالرحمن خان صاحب۔ بی۔ اے منصف درجہ دوئم مظفر گڑھ۔

نمبر مقدمہ ۱۶۸۶
ہندو خاندان مشترکہ
جیندا رام۔ گردھاری رام۔ بھاگی رام پسران بہاری رام ذات تانگیال سکنہ بستی جھنڈیر۔ مدعیان

بنام

بخشہ ولد الہیار ذات ... سکنہ جھنڈیر شرقی
دعویٰ ... دلانے

ہرگاہ بیان حلفی مدعی سے ثابت ہے کہ مدعاعلیہ عمداً تعمیل سمن سے گریز کرتا ہے۔ لہٰذا بذریعہ اشتہار ہذا ... اگر مدعاعلیہ تاریخ ۱۷۔ ماہ جنوری ۱۹۲۰ء کو حاضر عدالت ہوکر پیروی نہ کریگا تو اسکے برخلاف کارروائی یکطرفہ کی جاویگی۔ آج بتاریخ ۱۶۔ ماہ دسمبر ۱۹۱۹ء کو ہمارے دستخط اور مہر عدالت سے جاری ہوا۔

گمشدہ کی تلاش

مسمی محمد سعید ولد شیخ حاجی مبارک الدین لائل پوری عمر تخمینا ۱۶ سال۔ درمیانہ قد۔ گندم نما رنگ۔ عرصہ تین ماہ سے گم ہے۔ اگر کسی صاحب کو ملے تو ذیل کے پتہ پر بذریعہ تار اطلاع دیدے۔ اور اسکو کہے۔ کہ تیرا والد سخت بیمار اور تیری جدائی کے صدمہ سے پاگل ہے۔ تو فوراً یہاں پہنچ جو کچھ تو کہیگا ہم ماننے کو تیار ہیں۔ شیخ محمد اسمٰعیل مولا بخش لائل پور۔